


# آشناکارینینا

لیوئالستانی



# آئنا کارینینا

لیوناستائی  
مترجم: متقی حیدر

فکشن ہاؤس 

لاہور • حیدرآباد • کراچی



## حصہ اول

قصص میرے لئے ہے اور میں جزاؤں کا

۱

سارے سکس گھرانے ایک دوسرے جیسے ہوتے ہیں، ہر کبھی گھرانہ اپنی طرح سے دکھی ہوتا ہے۔  
البلوئسکی کے گھر میں سبھی کچھ گریز ہو گیا تھا۔ بیوی کو ان کی سابقہ فراخسینی گورنس کے ساتھ اپنے شوہر کے  
تعلق کا پتہ چل گیا تھا اور انہوں نے شوہر سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ایک ہی گھر میں نہیں رہ  
سکتیں۔ یہ صورت حال تین دن سے چل رہی تھی اور خود میاں بیوی گھرانے کے سارے پرانیوں اور گھر کے  
نوکروں کے لئے کوڈت کا باعث بنی ہوئی تھی۔ گھرانے کے سارے پرانی اور گھر کے نوکر چاکر محسوس کرتے تھے  
کہ اب ان سب کا ساتھ رہنا بے معنی ہے اور یہ کہ کسی بھی سرائے میں اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو جانے والے  
لوگوں میں بھی آپس میں اس سے زیادہ تعلقات ہوتے ہیں جتنے ان میں 'البلوئسکی گھرانے' کے پرانیوں اور نوکروں  
میں تھے۔ بیوی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلتی تھیں اور شوہر تین دن سے گھر پر رہے ہی نہ تھے۔ بچے سارے گھر  
میں دوڑتے رہتے تھے، کھوئے کھوئے سے۔ انگریز گورنس اور ہاؤس کیپر میں جھگڑا ہو گیا تھا اور گورنس نے اپنی  
ایک سہیلی کو خط لکھا تھا کہ وہ اس کے لئے کوئی دوسری جگہ تلاش کرے۔ باورچی کل ٹھیک کھانے کے وقت گھر  
چھوڑ کر چلا گیا تھا، باورچی خانے میں موٹا کام کرنے والی عورت اور کوچہ ان کے کہہ دیا تھا کہ ان کا حساب کر دیا  
جائے۔

جھگڑے کے بعد تیسرے دن پرنس اسٹی پان ارکاڈیج البلوئسکی۔۔۔ جنہیں سب لوگ استیوا کہتے تھے۔۔۔  
اپنے ہمیشہ کے وقت پر یعنی آٹھ بجے صبح کو جاگے، اپنی بیوی کے سونے کے کمرے میں نہیں بلکہ اپنے کمرے میں  
نہیں چڑے کے صوفے پر۔ انہوں نے اپنے بھرے بھرے 'اچھی طرح پالے پوتے ہوئے جسم' سے صوفے کی  
کمانیوں پر کود لی، جیسے پھر سے دیر تک کے لئے سو جانا چاہتے ہوں، دوسری طرف سے نکلے کو کس کر لپٹا لیا اور  
اس پر اپنا کال رکھ دیا، لیکن پھر اچانک ہی اچھل پڑے اور صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں کھولیں۔

"ہاں ہاں" کیا تھا وہ؟ "انہوں نے جو خواب دیکھا تھا اسے یاد کرتے ہوئے سوچا۔" "ہاں تو کیا تھا؟" ہاں،  
الائین نے ڈرامٹائٹ میں ڈر دیا تھا، نہیں ڈرامٹائٹ میں نہیں بلکہ کسی امریکی جگہ میں۔ ہاں، لیکن خواب  
میں ڈرامٹائٹ امریکہ میں تھا۔ ہاں، الائین نے شیشے کی میزوں پر ڈر دیا تھا اور میزس گارسی تھیں، ایل مینو  
تیسو رو (1) لیکن نہیں ایل مینو تیسو رو نہیں بلکہ کوئی بہتر چیز اور کوئی چھوٹی چھوٹی مصراہیاں تھیں اور وہ

## فہرست

5	حصہ اول
114	حصہ دوم
228	حصہ سوم
335	حصہ چہارم
413	حصہ پنجم
519	حصہ ششم
629	حصہ ہفتم
720	حصہ ہشتم



استیپان ارکلو سچکی آکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگے۔ "ہاں اچھا تھا۔" بہت اچھا۔ اس میں کچھ جڑیں تو بہت سی عمدہ تھیں جو اب جاگتے میں تو لفظوں میں بیان بھی نہیں کی جاسکتیں بلکہ خیالوں میں بھی ان کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ "اور پھر ہماری پردوں میں سے ایک کے پلو سے آئی ہوئی روشنی کی پٹی کو دیکھ کر انہوں نے خوش خوش صوفے سے پاؤں نیچے نکالنے اور سترے تھیں جھڑے کے پلیٹروں کو تلاش کرنے لگے جو ان کی بیوی نے (بچپن سال ان کی ساگرہ کے ختے کے طور پر) سی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی نوسال پرانی عورت کے مطابق اس جگہ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا جہاں صوفے کے کمرے میں ان کا ڈریسنگ گاؤن بٹھا رہا تھا۔ تب انہیں اچانک یاد آیا کہ کیسے اور کیوں وہ بیوی کے صوفے کے کمرے میں تھیں بلکہ اپنے کمرے میں سوئے تھے۔ مسکراہٹ ان کے چہرے سے غائب ہو گئی اور مانتے پر عمل پزیر ہو گئے۔

”ہاں! وہ معاف نہیں کریں گی اور معاف کریں نہیں سکتیں۔ اور سب سے بھیاں تک بات یہ ہے کہ سارا قصور میرا ہے، قصور میرا ہی ہے لیکن میں قصور وار نہیں ہوں۔ یہی تو سارا الہ ہے“ انہوں نے سوچا اور اپنے اوپر اس جھگڑے کے سب سے گراں تاثر کو یاد کر کے انتہائی ناامیدی سے کہا ”آہ، آہ، آہ“

وہ ڈالی، جنہیں وہ ہمیشہ اپنی فکر مند اور خیال رکھنے والی اور بھولی بھالی سی سمجھتے تھے، ہاتھ میں رقعہ لے ہوئے بے حس و حرکت چٹھی چٹھی اور شوہر کو خوف، انتہائی ناامیدی اور غصے کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔  
 "یہ کیا ہے؟" انہوں نے رقعہ دکھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس وقت ان کے ساتھ وہی ہوا جو لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ کسی انتہائی شرمناک حالت میں غیر متوقع طور پر پکڑے جاتے ہیں۔ اپنے قصور کا انکشاف ہونے کے بعد وہ بیوی کے سامنے جس حالت میں کھڑے تھے اس کے مطابق وہ اپنی صورت تیار نہ کر پاتے۔ بجائے اس کے کہ وہ پر امان جائیں 'انکار کریں' جو از پیش کریں 'حافی باتیں' یا 'تک کہ بے نیاز ہیں۔ یہ سب اس سے بہتر ہوتا جو انہوں نے کیا۔ ان کا چہرہ بالکل غیر ارادی طور پر 'جیسے کے اضطراب' 'اسی پان ارکاد' بننے لگا۔ سوچا جنہیں غصیات سے بہت دلچسپی تھی 'بالکل غیر ارادی طور پر مسکرائے لگا۔' اپنی عادی 'تنگ اور اسٹریٹ اہتمام' مسکراہٹ۔

اس اہم واقعہ کے لئے وہ خود کو بھی معاف نہ کر سکتے تھے۔ اس سکرپٹ کو دیکھ کر ڈالی گوپا شدید جسمانی درد سے کانپ اٹھیں اور اپنی مخصوص گرم مزاجی کے ساتھ ہیرمانہ الفاٹا کی بوجھاڑ کرتی ہوئی

”سارا قصور اس امتحانہ مسکراہٹ کا ہے“ اسی پان ار کا دمیٹج نے سوچا۔

وہ انتہائی افسردہ کے ساتھ خود سے سوال کرتے رہے ”تو اب کیا کیا جائے؟ کیا کیا جائے؟“ اور کوئی جواب اس کا ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

استی بان ارکا دھج خود اپنے معاملے میں سیدھے سچے آدمی تھے۔ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے کر یہ یقین نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اپنی حرکت پر بچتا رہے ہیں۔ اب وہ اس بات پر بچتا رہے تھے جس پر وہ ایک زمانے میں، چھ سال پہلے بچتا تھے جب انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ پہلی بیوفائی کی تھی۔ وہ اس بات پر نہیں بچتا سکتے تھے کہ وہ چونتیس سال کے خوبصورت، عاشق مزاج، مخلص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتے تھے جو باج زندہ اور درد مرده بچوں کی ماں تھیں اور ان سے صرف سال بھر چھوٹی تھیں۔ وہ بچتا صرف اس بات پر رہے تھے کہ وہ اپنا راز زیادہ بہتر طریقے سے بیوی سے چھپا نہیں سکتے تھے۔ لیکن وہ اپنی حالت کے گمبیز بن کو پوری طرح محسوس کرتے تھے اور انہیں بیوی پر، بچوں پر اور خود اپنے پر ترس آتا تھا۔ اگر انہیں یہ توقع ہوتی کہ یہ انکشاف بیوی پر اس طرح اثر کرے گا تو شاید وہ ان سے اپنے گناہوں کو زیادہ بہتر طریقے سے چھپاتے۔ صاف طور سے تو انہوں نے کبھی اس سوال پر غور نہیں کیا تھا لیکن بہم سنا تو ان کو یہ تھا کہ بیوی کو بہت مدت سے اس کا اندازہ ہے کہ وہ ان کے وفادار نہیں ہیں اور وہ اس کی طرف سے چشم پوشی کرتی ہیں۔ استی بان ارکا دھج کو تو یہ بھی لگتا تھا کہ ان کی بیوی تو اب ڈھلی ہوئی، عمر رسیدہ ہیں، خوبصورت عورت اب وہ رہیں نہیں، کوئی خاص بات ان میں نہیں، سادہ سی ہیں بالکل، بس ماں ہیں اور گھروالی ہیں، انہیں تو از روئے انصاف تسلیم کی خود انی چاہئے۔ لیکن لکھا اس کے بالکل برعکس۔

”اف، بھیاک! بہت ہی بھیاک!“ اسنی پان ارکو دھج خود کو تین دلائے رہے لیکن کوئی بھی صل نہ سوچ سکے۔ ”اور اس سے پہلے سب کچھ کس قدر اچھا تھا، ہم کتنی اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور بچوں کے ساتھ خوش اور مطمئن تھیں، میں کسی چیز میں مداخلت نہیں کرتا تھا اور بچوں کے اور خانہ داری کے معاملے میں جو چاہتیں انہیں وہ کرنے دیتا تھا۔ سچ ہے کہ یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ ہمارے گھر میں گورنس تھی۔ یہ اچھا نہیں ہے! اپنے ہی ہاں کی گورنس سے معاشرے کرنے میں کچھ گھنچا پن اور مگر ہی ہوئی بات تو ہے۔ لیکن کیسی گورنس!“ بادوسزمل رولاں کی سیاہ، شرارت آمیز آنکھیں اور اس کی مسکراہٹ بالکل ان کی نظروں کے سامنے آگئیں۔ ”لیکن آخر جب تک وہ ہمارے گھر میں تھی تب تک تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور سب سے بری بات تو یہ ہے کہ وہ... کیا مصیبت ہے، یہ سب پیسے دانستہ ہو۔ اور وہ! انوہ! تو اب کیا، پھر اب کیا کرنا چاہتا ہے؟“

کوئی جواب نہیں تھا، سوائے ایک اس جواب کے جو زندگی سے پیچیدہ اور ناقابل حل سوالوں کا دہی ہے۔ یہ جواب کہ ہر دن کے تقاضے کے مطابق زندہ رہنا چاہئے، یعنی باقی سب کچھ بھول جانا چاہئے۔ اب تیندیش گھو ہو جاتا تو ممکن تھا، کم سے کم رات تک اور اس سوچ سچی کی طرف لوٹ جانا بھی ناممکن تھا، نہ صراحتی والی عورتیں گاری تھیں۔ تو مطلب یہ کہ زندگی کے جواب میں سب کچھ بھول جانا چاہئے۔

”بعد میں دیکھا جائے گا“ اسی پان ار کا دلچسپ نے اپنے آپ سے کہا اور کھڑے ہو کر نیلے روشنی استروالا



سرمنی ڈریسنگ گاؤں پرنا اس کے کمر بند میں گرہ لگائی ہماری سانس لے کر اپنے چوڑے سینے کو پھلایا اور اپنی ٹانگوں کو اکڑاتے ہوئے جوان کے بھرے ہوئے جسم کو اتنی آسانی سے سارے رہتی تھیں "ہلکے ہلکے جتے ہوئے قدموں سے وہ کمزری کے پاس آئے اس کا پردہ اٹھایا اور زور سے کھنٹی بجائی۔ کھنٹی بجتی ہی ان کا بوڑھا دوست اور خاص خدنگار ماتوینی کپڑے "جوتے اور ایک ٹیلی گرام لے ہوئے اندر آیا۔ ماتوینی کے پیچھے پیچھے داڑھی بنانے کا سامان لے ہوئے جام آیا۔

"دفتر سے گناہات آگئے؟" اسٹی پان ارکاڈ سٹچ نے ٹیلی گرام لے کر آئینے کے سامنے بیٹھے ہوئے پوچھا۔ "بیزپر ہیں" ماتوینی نے مالک کو سوالیہ ہمدردانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا اور ذرا دیر انتظار کرنے کے بعد عیارانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "بگھی کے مالک کے پاس سے آدمی آیا تھا۔"

اسٹی پان ارکاڈ سٹچ نے کوئی جواب نہیں دیا "بس آئینے میں ماتوینی کو دیکھا۔ آئینے میں جو آنکھیں چار ہوئی تھیں ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو کتنی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اسٹی پان ارکاڈ سٹچ کی نظروں نے گویا سوال کیا "تم یہ کس لئے کہہ رہے ہو؟ کیا تمہیں پتہ نہیں ہے؟"

ماتوینی دونوں ہاتھ اپنے جیکٹ کی جیبوں میں ڈال کر پاؤں کو ذرا الگ الگ کر کے کھڑا ہو گیا اور چپ چاپ "نیک دلی سے" ذرا زور سے مسکراتے ہوئے اپنے مالک کو دیکھنے لگا۔

"میں نے کہہ دیا کہ آپ کے اتار کو آئے اور تب تک آپ کو پریشان نہ کرے اور نہ خود پریشان ہو بیکار میں" اس نے غائبانہ پہلے سے تیار کیا ہوا جملہ کہا۔

اسٹی پان ارکاڈ سٹچ سمجھ گئے کہ ماتوینی مذاق کرنا اور اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا۔ ٹیلی گرام کھول کر انہوں نے اسے پڑھا "اندازے سے ان حرف کو سمجھا جو ہمیشہ کی طرح غلط لکھے ہوئے تھے اور ان کا چہرہ مکمل اٹھا۔

"ماتوینی میری بہن آنا ارکاڈیو مکمل آ رہی ہیں" انہوں نے جام کے پینکٹے ہوئے مونٹے ہاتھ کو ذرا دیر کے لئے روک کر کہا جو ان کے لیے ٹھکریا لے کل مچھو میں کنگھی کر کے کھائی مالک نکال رہا تھا۔

"شکر ہے خدا کا" ماتوینی نے جواب دیا اور اس جواب سے ظاہر کر دیا کہ مالک کی طرح وہ بھی اس آمد کے معنی سمجھتا ہے یعنی یہ کہ اسٹی پان ارکاڈ سٹچ کی چینی بہن آنا ارکاڈیو شاہرہ رادیو کی درمیان صلہ صفائی کروا سکتی ہیں۔

"اکیلی یا شاہرہ کے ساتھ؟" ماتوینی نے پوچھا۔ اسٹی پان ارکاڈ سٹچ بول نہ سکتے تھے اس لئے کہ جام موچھ درست کر رہا تھا۔ انہوں نے ایک انگلی اٹھائی۔

ماتوینی نے آئینے میں سر ہلایا۔ "اکیلی۔ اور ہر ٹھیک خاک کرتا ہے؟"

"داریا الکساندر روونا کوتاؤ، جہاں بھی وہ کہیں۔"

"داریا الکساندر روونا کو؟" کچھ شبہ کے ساتھ ماتوینی نے دوہرایا۔

"ہاں" تادو۔ اور یہ ٹیلی گرام بھی لے جا کر دے دو۔ جو کچھ وہ کہیں مجھے بتا دینا۔

"آرنا چاہتے ہیں" ماتوینی سمجھ گیا لیکن کہا اس نے صرف اتنا ہی "جی سرکار۔"

اسٹی پان ارکاڈ سٹچ ہاتھ منہ دھو کر کنگھی کو اپنے کتے اور کپڑے پہنے کی تیاری کر رہے تھے کہ ماتوینی

اپنے چہرے پر ہونے والی باتوں کو آہستہ آہستہ نرم قالین پر رکھتا ہوا ہاتھ میں ٹیلی گرام لے لیا۔ جام باجکا تھا۔

اس نے صرف آنکھوں آنکھوں میں مسکراتے ہوئے ہاتھوں کو جیبوں میں ڈال کر سر کو ایک طرف جھکا لیا اور مالک کو گھورتے ہوئے کہا "داریا الکساندر روونا نے یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ وہ جا رہی ہیں۔ وہ خود یعنی آپ جو چاہیں کریں۔"

اسٹی پان ارکاڈ سٹچ چپ رہے، پھر ان کے خوبصورت چہرے پر نیک دلی کی اور قدرے قابل رحم مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

"امیں؟ ماتوینی؟" انہوں نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں سرکار، ٹھیک ہو جائے گا" ماتوینی نے کہا۔

"ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہاں کل سرکار۔"

"تمہارا خیال یہی ہے؟ کون ہے؟" اسٹی پان ارکاڈ سٹچ نے دروازے کی آڑ میں عورت کے سائے کی سرسراہٹ سن کر پوچھا۔

"میں ہوں" کسی عورت کی ہلکی اور خوشگوار آواز نے جواب دیا اور دروازے کی آڑ سے بچوں کی آیا ماتوینا غلبہ نوونا کا سید "پینکٹ دار چہرہ نمودار ہوا۔

اسٹی پان ارکاڈ سٹچ نے اس کی طرف دروازے کے پاس آتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے ماتوینا؟"

بارود اس کے کہ اسٹی پان ارکاڈ سٹچ پوری طرح سے قصور دار تھے اور خود اس کو محسوس کرتے تھے مگر کے سارے لوگ "میں تک کہ آیا بھی جو داریا الکساندر روونا کی خاص دوست تھی ان کے طرفدار تھے۔

"کیا ہے؟" انہوں نے بے دلی سے پوچھا۔

"سرکار آپ چلے جائے ان کے پاس اپنا قصور مان لیجئے۔ خدا مدد کرے گا۔ بہت دکھ جمیل رہی ہیں اور دیکھ کر ترس آتا ہے۔ اور پھر گھر میں سب کچھ حس حس ہو گیا۔ سرکار بچوں پر رحم کیجئے۔ مان لیجئے قصور سرکار"

اب کیا کیجئے گا اس میں یہ تو ہمت نہ تھی پڑتا ہے۔

"لیکن وہ سنیں گی نہیں۔"

"آپ اپنی سی تو کر لیجئے۔ خدا رحم ہے۔ خدا سے دعا کیجئے سرکار خدا سے دعا کیجئے۔"

"اچھا ٹھیک ہے، تم جاؤ" اسٹی پان ارکاڈ سٹچ نے کہا اور ان کا چہرہ اچانک سرخ ہو گیا۔ پھر وہ ماتوینی سے مخاطب ہوئے اور فیصلہ کن طور پر ڈریسنگ گاؤں اتارتے ہوئے بولے "اچھا پلو کپڑے پہناؤ۔"

ماتوینی قیص کو گھوڑے کے ساج کی طرح لئے ہوئے تیار تھا اور اس پر سے کوئی نظریہ آنے والی چیز بھاڑ کر اس نے بڑے اطمینان سے اسے مالک کے اچھی طرح ہالے پوتے ہوئے جسم پر چڑھا دیا۔

انہیں کسی خاموش طبیعت آدمی کو یہ کہہ کر پھینک دینا اچھا لگتا تھا کہ اگر انسان کو اپنے لب ہی پر فخر کرنا ہے تو ورانگی سردار اور سلاف قبیلوں کے عسکراں دیو رک (3) ہی پر رک جانا اور اپنے مورث اعلیٰ بندروں سے انکار کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔ تو یوں لبل ربحان استی پان ارکاڈ سٹج کی عادت بن گیا تھا اور وہ اپنے اخبار کو دیسے ہی پسند کرتے تھے جیسے کھانے کے بعد سگار پیٹا انہیں پسند تھا اس لئے کہ اس سے ان کے سر میں ایک بجلی کسری چھا جاتی تھی۔ انہوں نے اداریہ پڑھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ہمارے زمانے میں باری یہ شور مچایا جاتا ہے کہ ریٹ حکام سارے قدامت پسند عناصر کو ہڑپ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ انقلابی سو مو پنے سانپ کو بچل دینے کے اقدامات کرے کہ "ہماری رائے میں خطرہ مفروضہ انقلابی سو مو پنے سانپ سے نہیں بلکہ روایت پرستی سے چپکے رہنے سے ہے جو ترقی کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہے" وغیرہ وغیرہ۔ استی پان ارکاڈ سٹج نے دو سراسر مضمون بھی پڑھا جو مالیات سے متعلق تھا اور جس میں "تختم اور مل (4) کا حوالہ دیا گیا تھا اور وزارت پر چھینٹا کشی کی گئی تھی۔ اپنی ذہانت کی فطری تیزی کی بنا پر وہ ہر جھینٹے کے معنی سمجھ سکے۔ کہ کس کی طرف سے کس پر اور کن واقعات کے سلسلے میں وہ کسے گئے تھے" اور اس سے انہیں بیشہ کی طرح کچھ کچھ طمانیت ہوئی۔ لیکن آج اس طمانیت میں یاد حاذل دیا تھا مزید نا فہم کو نوٹا کے مشوروں کے اور اس بات کے خیال نے کہ گھر میں ایسی کڑیڑ ہے۔ انہوں نے اخبار میں یہ بھی پڑھا کہ سٹاکیا ہے کہ کاؤنٹ ہانسٹ (5) جو سبازن چلے گئے ہیں "اور یہ کہ اب سفید بالوں کا کوئی وجود نہیں" اور ایک بجلی کبھی بکاؤ ہے "اور ایک نوجوان عورت اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔ لیکن ان سب خبروں سے آج انہیں پہلے کی طرح کی طمانیت نہیں حاصل ہوئی۔

اخبار ختم کر کے "دوسری بیانی کافی پی کر اور رول اور کمسن کھا کر وہ کھڑے ہو گئے "واکٹ پر سے انہوں نے رول کے چورے بھاڑے اور اپنے چوڑے سینے کو تان کر وہ خوشی سے مسکرانے لگے اس لئے کہ انہیں کہ ان کے دل میں خوشی کا کوئی خاص احساس تھا بلکہ خوشی کی مسکراہٹ ان کے اچھے ہاتھ کا نتیجہ تھی۔ لیکن اس خوشی کی مسکراہٹ نے انہیں فوراً ہی ساری باتیں یاد دلادیں اور وہ سوچ میں پڑ گئے۔

دروازے کی آڑ سے دو بچوں کی آوازیں سنائی دیں (استی پان ارکاڈ سٹج نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے گریٹا اور سب سے بڑی بیٹی تانیا کی آوازیں پہچان لیں)۔ انہوں نے کوئی چیز کھینچنے کھینچنے فرش پر گرا دی تھی۔ "میں نے کہا تھا کہ چھت پر مسافروں کو مت بٹھاؤ" لڑکی انگریزی میں چلائی "اب اٹھاؤ انہیں۔"

"سب گڑبڑ ہے" استی پان ارکاڈ سٹج نے سوچا "اب یہ بیٹے اکیلے دوڑتے بھرتے ہیں۔" اور دروازے کے پاس آکر انہوں نے بچوں کو پکارا۔ بچوں نے اس ڈبے کو پھینک دیا جسے ریل گاڑی بنا کر وہ کھیل رہے تھے اور باپ کے پاس آ گئے۔

بیٹی باپ کی لاڈلی تھی "وہ دیبا کی سے دوڑتی ہوئی آئی اور ان سے لپٹ کر ہنسی ہوئی ان کی گردن سے جھولنے لگی۔ اسے گل جھوں سے آئی ہوئی پرفوم کی جانی پہچانی مہک بیشہ کی طرح بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ آخر کو باپ کا منہ چوم کر "جو کچھ ہونے کی وجہ سے سرخ اور شفقت سے روشن تھا" لڑکی نے اپنے ہاتھ ہٹائے اور وہ پیچھے بھاگنا ہی چاہتی تھی کہ باپ نے اسے روک لیا۔

"ماما کیس ہیں؟" باپ نے بیٹی کی نرم اور چٹکی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا "اور سلام کرتے ہوئے بیٹے سے مسکرا کر کہا "سلامت رہو۔"

انہیں اس بات کا احساس تھا کہ وہ بیٹے سے کم بیا رہتے ہیں اور گوشتل کرتے تھے کہ بیشہ سب بچوں

اپنا روال نکال کر بھاڑا اور اپنے آپ کو صاف ستھرا خوشبودار مسند رست اور اپنے دکھ کے باوجود جسمانی اعتبار سے خوش محسوس کرتے ہوئے "ہر قدم پر ذرا ذرا اترتے ہوئے سے وہ کھانے کے کمرے میں آگئے جہاں پہلے سے ان کے لئے کافی رکھی تھی اور اس کے پاس ہی خطا اور دفتر سے آئے ہوئے کاغذات رکھے تھے۔

استی پان ارکاڈ سٹج نے بیٹہ کر فٹ پڑھے۔ ایک تو بہت ہی ناگوار گزار ہے۔ اس سوداگر کی طرف سے تھا جو ان کی بیوی کے جنگل خرید رہا تھا۔ اس جنگل کو بیٹنا ضروری تھا لیکن اب جب تک بیوی سے صلح صفائی نہ ہو جائے تب تک اس کی بات ہی نہ ہو سکتی تھی۔ اس میں سب سے ناخوشگوار بات یہ تھی کہ بیوی کے ساتھ ان کی صلح صفائی کے آئندہ معاملے میں اس رقم کی بات غلط اندازی کرے گی۔ اور اس خیال سے انہیں تو یوں کا احساس ہوا کہ یہ ذاتی مفاد شاید ان کو مجبور کر دے گا کہ وہ اپنی بیوی سے اس لئے صلح صفائی کی کوشش کریں کہ اس جنگل کو فروخت کر سکیں۔

سارے خط پڑھنے کے بعد استی پان ارکاڈ سٹج نے دفتر سے آئے ہوئے کاغذات کو اپنی طرف کھینچا، جلدی جلدی انہوں نے دو فائلوں کے درمیان الٹے پلٹے "بیوی سی فائل سے کچھ نشان لگائے اور فائلوں کو ہٹا کر کافی پینے لگے۔ کافی پیتے وقت انہوں نے صبح کا اخبار کھولا جو ابھی تک نم تھا اور اسے پڑھنے لگے۔

استی پان ارکاڈ سٹج لبل اخبار منکواتے اور پڑھتے تھے "پائل ہی لبل نہیں بلکہ اس ربحان کا جس کی حمایت اکثریت کرتی تھی۔ اور اس کے باوجود کہ انہیں ذاتی طور پر نہ سائنس سے دلچسپی تھی نہ فن سے نہ سیاست سے "وہ ان ساری چیزوں میں ان زاویہ ہائے نظری پر زور حمایت کرتے تھے جن کی حمایت اکثریت اور ان کا اخبار کرتا تھا۔ اور اپنے زاویہ نظر کو وہ بدلنے اسی وقت تھے جب اکثریت بدل دیتی تھی یا یہ کہتا زیادہ صحیح ہو گا کہ وہ خود میں بدلنے تھے بلکہ زاویہ نظر غیر محسوس طور پر خود ہی بدل جاتا تھا۔

استی پان ارکاڈ سٹج ربحان یا زاویہ نظر کے معاملے میں کوئی انتخاب نہ کرتے تھے بلکہ وہ ربحانات اور زاویہ نظر خود ہی ان تک پہنچ جاتے تھے جیسے وہ ہیٹ یا فراک کوٹ کی وضع کا انتخاب نہیں کرتے تھے بلکہ وہی پہننے لگتے تھے جو سب لوگ پہننے لگتے۔ اور ان کے لئے "جو معروف معاشرے میں زندگی بسر کرتے تھے جس کا تقاضہ تھا کہ کچھ نہ کچھ ذہنی سرگرمی ہو جو عام طور سے پختہ عمر کی خصوصیت ہوتی ہے" زاویہ نظر رکھنا بھی اتنی ضروری تھا جتنا کہ ہیٹ پہننا۔ اور اگر اس بات کا کوئی سبب تھا کہ کیوں وہ کسرو۔ (یہ قدامت پرست) ربحانات کے مقابلے میں جو ان کے طبقے کے کافی لوگ رکھتے تھے لبل ربحانات کو ترجیح دیتے تھے تو اس کی بنیاد یہ نہ تھی کہ وہ لبل ربحان کو زیادہ مقبول سمجھتے تھے بلکہ یہ کہ یہی ربحان ان کی طرز زندگی کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ لبل پارٹی کتنی تھی کہ روس میں سب کچھ برا ہے اور واقعی استی پان ارکاڈ سٹج پر قرض بست تھا اور رقم قطعی طور پر ناگانی ہوتی تھی۔ لبل پارٹی کتنی تھی کہ بیاہ ایک فرسودہ روایت ہے اور یہ کہ اس کی از سر نو تشکیل کرنا ضروری ہے "اور واقعی استی پان ارکاڈ سٹج کو خاندانی زندگی سے کم ہی طمانیت حاصل ہوتی تھی وہ انہیں جھوٹ بولنے اور باتیں بنانے پر مجبور کرتی تھی جو ان کی فطرت کے عین خلاف تھا۔ لبل پارٹی کتنی تھی بلکہ یہ کہتا بہتر ہو گا کہ جمہوریت تھی کہ مذہب آبادی کے غیر مذہب حصے کے لئے محض ایک بندھن ہے "اور واقعی استی پان ارکاڈ سٹج کی ٹانگیں مگر بائیں مختصر سے مختصر عبادت کے دوران میں بھی دوڑ کر نہ لگتی تھیں اور ان کی بالکل سمجھ میں نہ آتا تھا کہ دوسری دنیا کے بارے میں آخر کیوں اتنی بھیا کھل اور بلند بانگ باتیں کی جاتی ہیں جبکہ اس دنیا میں بڑی ہنسی خوشی کی زندگی بسر کرنا ممکن ہے۔ ان چیزوں کے ساتھ ہی استی پان ارکاڈ سٹج کو زندہ دل مذاق پسند تھے اور کبھی کبھی



سے ایک سی طرح پیش آئیں۔ لیکن لڑکا اس بات کو محسوس کرتا تھا اور اس نے باپ کی سرسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہیں دیا۔

”اما؟ اٹھ گئی ہیں“ بیٹی نے جواب دیا۔

استی پان ارکا د سچے نے لفٹنی سائلی۔ انہوں نے سوچا ”اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر ساری رات نہیں سوئیں۔“

”کیسی ہیں خوش ہیں؟“

لڑکی جانتی تھی کہ باپ اور ماں میں جھگڑا ہوا ہے کہ ماں خوش نہیں ہو سکتی تھیں اور باپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے اور یہ کہ وہ اس کے بارے میں ایسے معمولی بات کی طرح پوچھ کر صرف بن رہے ہیں۔ اور باپ کی بات پر اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔ استی پان ارکا د سچے بھی اس بات کو سمجھ گئے اور ان کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا۔

”پتہ نہیں“ بیٹی نے کہا ”انہوں نے آج سبق پڑھنے کو نہیں کہا بلکہ کہا کہ ہم لوگ مس ہول کے ساتھ باقی کے ہاں ملنے جائیں۔“

”اچھا تو جاؤ میری پیاری بیٹی۔ ارے ہاں، فہمو“ انہوں نے اسی طرح اس کے نرم ہاتھ کو پکڑے پکڑے اور سلواتے ہوئے کہا۔

انہوں نے میٹل جیس پر سے مضامین کا ڈبا اٹھایا جہاں انہوں نے اسے کل رات رکھا تھا اور اس میں سے اس کی دوپٹہ یہ مضامین نکال کر دیں ”ایک چاکلیٹ والی اور دوسری خوند اس۔“

”یہ گریٹا کے لئے ہے؟“ لڑکی نے چاکلیٹ والی کو دکھا کر پوچھا۔

”ہاں ہاں“ اور ایک بار اور اس کے چھوٹے سے کندھے کو چھتہ پاتے ہوئے اس کے بالوں کی جڑوں اور گردن پر پیار کیا اور اسے چھوڑ دیا۔

”کبھی تیار رہے“ ماتو بیٹی نے کہا۔ ”اور ہاں“ ایک کوئی درخواست لے کر آئی ہیں“ اس نے اضافہ کیا۔

”دیر سے یہاں ہیں؟“ استی پان ارکا د سچے نے پوچھا۔

”کوئی آدھ گھنٹہ سے۔“

”کتنی باقربان سے کہا ہے کہ کوئی آئے تو فوراً خبر دیا کرو!“

”آخر آپ کو کافی تو پتی لینے دیتا چاہئے“ ماتو بیٹی نے اسی جھوٹے دوستانہ انداز میں کہا جس پر خفا ہونا ممکن نہیں تھا۔

”اچھا تو اب انہیں جلدی سے بلاؤ“ ابو فکی نے جھنجھلاہٹ سے بھوسیں سیکھرتے ہوئے کہا۔

جو خاتون کوئی درخواست لے کر آئی تھیں ”اشاف کیپٹن کیپٹن کی بیوی“ انہوں نے ایک غیر ممکن اور غیر معقول کام کے لئے کہا۔ پھر بھی استی پان ارکا د سچے نے اپنی عادت کے مطابق انہیں بخایا ”توجہ سے بات کاٹنے بغیر انہیں سنا اور تفصیل کے ساتھ مشورہ دیا کہ کس سے وہ رجوع کریں“ بلکہ بڑی پھرتی اور قاعدے سے اپنے بڑے بڑے پھیلے ہوئے خوبصورت اور صاف و صحیح خط میں ایک رقعہ بھی اس شخص کے نام لکھ کر انہیں دے دیا جو ان کی مدد کر سکتا تھا۔ اشاف کیپٹن کی بیوی کو رخصت کر کے استی پان ارکا د سچے نے اپنی بیٹ اٹھائی اور رک کر سوچنے لگے کہ کچھ بھولے تو نہیں۔ لڑکا وہ کچھ نہیں بھولے تھے سوائے اس کے جسے وہ بھول ہی جانا چاہتے تھے۔ بیوی کو۔

”اف“ ہاں“ انہوں نے سر جھکا لیا اور ان کے وجہ چہرے پر ادا سی چھا گئی۔ ”جاؤں کہ نہ جاؤں؟“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ اور ان کے ضمیر کی آواز نے ان سے کہا کہ جانا ٹھیک نہیں ہو گا کہ سوائے مکاری کے کچھ اور تو ہو نہیں سکتا کہ ان کے تعلقات کو درست اور ٹھیک ٹھاک کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ اب ان کو پھر سے دلکش اور تریا دینے والی محبوب بنا دینا خود کو ایسا بڑھاپا لینا ممکن نہیں جس میں محبت کرنے کی صلاحیت ہی نہ ہو۔ اب سوائے مکاری اور جھوٹ کے کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور مکاری اور جھوٹ ان کی فطرت کے خلاف تھے۔

”لیکن کبھی نہ کبھی تو کرائی پڑے گا۔ آخر یہ سب ایسے ہی تو نہیں رہ سکتا“ انہوں نے اپنے آپ میں بہت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے اپنا سینہ تانا ”پاپیروس نکالا“ اسے سلکایا ”دو کپڑے لے کر اسے پیٹی کی ایٹش ٹرے میں پھینکا اور تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے سنان ڈرائنگ روم میں سے گزر کر دو سردار وادہ کھولا جو ان کی بیوی کے سونے کے کمرے کا تھا۔

#### 4

واریا الکساندر وونا جینٹ پنے کمرے میں بکھری ہوئی چیزوں کے درمیان کھلی ہوئی درازوں والی ایک الماری کے سامنے کھڑی کچھ دھرنال رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی پکلی پکلی چوٹیوں کو ’جو کبھی کبھی اور خوبصورت بالوں کی تھیں‘ لپیٹ کر گدی پر بن کر لیا تھا۔ ان کا دایا پتلا چہرہ اترا ہوا تھا اور چہرے کے دھلے پٹے ہونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں اور بھی بڑی اور سخی سخی لگ رہی تھیں۔ شوہر کے قدموں کی چاپ سن کر وہ ٹھہر گئیں۔ انہوں نے دروازے کی طرف نظر اٹھائی اور اپنے چہرے پر تندی اور حقارت کا آئینہ اگرنے کی ناکام کوشش کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ شوہر سے ڈرتی ہیں اور ان کا سامنا ہونے سے ڈرتی ہیں۔ اس وقت وہ وہی کرنے کی کوشش کر رہی تھیں جو کرنے کی کوشش وہ تین دن سے کر رہی تھیں۔ اپنی اور بچوں کی وہ چیزیں الگ کرنے کی ’جو وہ اپنی ماں کے ہاں لے جائیں گی۔‘ اور پھر وہ اس معاملے کو طے نہیں کر پاری تھیں۔ لیکن پہلے کی طرح اس وقت بھی انہوں نے خود سے کہا کہ یہ سب اسی طرح نہیں رہ سکتا کہ انہیں کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔ شوہر کو سزا دینی چاہئے اور ڈیل کرنا چاہئے۔ انہوں نے جو دکھ انہیں پہنچایا ہے اس کا چاہے تو ڈرائی سا حصہ سخی ’خود ان کو بھی بھگتنا چاہئے۔ وہ ابھی تک بے بسی کے باری تھیں کہ وہ انہیں بھوڑ کر پٹی جائیں گی لیکن محسوس کر رہی تھیں کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ ممکن یہ اس لئے نہیں تھا کہ ان کو اپنا شوہر بھگنے اور محبت کرنے کی جو عادت دینی تھی اس کو ترک کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی محسوس کر رہی تھیں کہ اگر یہاں اب کبھی ان کے وہ اپنے پانچ بچوں کی دیکھ بھال مشکل سے کر سکتی تھیں تو وہاں تو ان کا اور بھی برا حال ہو گا جہاں وہ ان۔۔۔ کو لے کر باری تھیں۔ انہیں تین دنوں میں سب سے چھوٹا تو بیمار پڑ گیا اس لئے کہ نوکروں نے اسے خراب شور بہ پلا دیا اور باقیوں کو کل کھانا تقریباً غلامی نہیں۔ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ جانا ممکن نہیں ہے لیکن اپنے آپ کو دھوکا دے کر وہ پھر بھی چیزیں چھانٹ چھانٹ کر نکالے باری تھیں اور ایسی بن رہی تھیں جیسے پٹی ہی جائیں گی۔

شوہر کو دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاتھ الماری کی دراز میں ڈال دیئے جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہوں اور شوہر کی طرف اسی وقت دیکھا جب وہ بالکل ان کے پاس آگئے۔ لیکن جس چہرے سے وہ تندی اور عزم کا اظہار کرنا چاہتی تھیں اس سے کھوپیا کھوپیا بن اور دکھ کا اظہار ہو رہا تھا۔

”والی!“ شوہر نے آہستہ سے جھنجھکی ہوئی آواز میں کہا ”سرنچا کر لیا اور چاہا کہ صورت سے رحم آمیزی

اور اطلاعات گزار یی بننے لگے پھر بھی وہ تازہ دم اور صحت مندی دکھائی دیتے رہے۔

بیوی نے جلدی سے ایک نظر ڈال کر سر سے پاؤں تک ان کی دیکتی ہوئی ترو تازہ اور صحت مند شخصیت کو دیکھا اور انہیں خیال ہوا "ہاں وہ خوش ہیں۔ اور میں؟ اور مجھے اس نیکی سے گمن آتی ہے جس کے لئے انہیں سب اتنا پسند کرتے اور سراپتے ہیں۔ میں ان کی اس نیکی سے نفرت کرتی ہوں" انہوں نے سوچا اور ان کے ہونٹ ہنسنے اور ستے ہوئے بوکھلائے ہوئے ہرے گادایاں گال پھڑکنے لگا۔

"کیا چاہتے آپ کو؟" انہوں نے تیز اور بھاری آواز میں پوچھا جو ان کی آواز ہی نہیں لگ رہی تھی۔

"ذالی!" اسٹی پان ارکاڈ سٹنے بھرائی ہوئی آواز میں دوہرایا اور بولے "کل آنا آ رہی ہیں۔"

"تو مجھے کیا؟ میں ان سے نہیں مل سکتی!" انہوں نے چنگ کر کہا۔

"لیکن ذالی! سب تو ضروری ہے۔"

"چلے جائیے، چلے جائیے آپ یہاں سے" جائے! انہوں نے شوہر کی طرف دیکھے بغیر چلا کر کہا جیسے یہ جج ان کے جسمانی درد سے نکل رہی ہو۔

اسٹی پان ارکاڈ سٹج جب اپنی بیوی کے بارے میں سوچتے تھے تو مطمئن رہ سکتے تھے یہ امید کر سکتے تھے کہ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا جیسے کہ تاؤیسی کہہ رہا تھا اور سکون کے ساتھ اخبار پڑھ سکتے تھے اور کافی پی سکتے تھے لیکن اب جو انہوں نے بیوی کا کرب میں مبتلا دیکھی چہرہ دیکھا، آواز کی یہ گونج سنی جس میں خاکساری اور انسانی نامیدی تھی تو ان کا دم گھٹنے لگا کچھ گھلے میں پھنس سا گیا اور آنکھیں آنسوؤں سے چپکنے لگیں۔

"یا خدا! یہ میں نے کیا کیا! ذالی! اخذ اکے واسطے! آخر... وہ آگے بچھ نہ سکے، مسکیوں سے ان کا گھبراہٹ ہو گیا۔

انہوں نے الماری کی دراز کو زور سے بند کیا اور شوہر کی طرف دیکھا۔

"ذالی! میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ بس یہی کہ مجھے معاف کرو، معاف کرو۔ ذرا اس کا تو خیال کرو! یاد آتی زندگی کے نو سال ایک منٹ کی، ایک منٹ کی..."

وہ سر ہچکائے کھڑی تھیں، سن رہی تھیں اور انتظار کر رہی تھیں کہ وہ آگے کیا کہتے ہیں، جیسے ان سے منت کر رہی ہوں کہ کسی طرح سے مجھے پھر سے یقین دلادو۔

"ایک منٹ کی... ایک منٹ کی کشش کی تلاقی نہیں کر سکتے..." وہ کسی طرح سے بولے اور اپنی بات جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن جب وہ یہ کہہ رہے تھے تو جیسے جسمانی درد کی وجہ سے ذالی کے ہونٹ پھر ہنسنے لگے اور ان کا دایاں گال پھر پھڑکنے لگا۔

"چلے جائے، چلے جائے یہاں سے!" وہ اور بھی زیادہ تیزی سے چلائیں "اور مجھ سے اپنی کشش اور اپنے کہنے بن کی بات نہ کیجئے!"

وہ خود ہاں سے چلی جانا چاہتی تھیں لیکن ان کو گھبراہٹ اور سارے کے لئے ایک کرسی کی پشت پکڑ کر رک گئیں۔ ان کا منہ پھول گیا، ہونٹ ابھر آئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"ذالی!" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "خدا کے واسطے، بچوں کا خیال کرو، ان کا تو کوئی قصور نہیں۔ میں قصور وار ہوں، مجھ کو سزا دے لو، تازہ دم میں کیجئے اپنے قصور کی تلافی کروں۔ کیسے کروں، میں کچھ بھی کرنے کے لئے تیار ہوں! میں قصور وار ہوں اور الفاظ نہیں ہیں جو میرے قصور کو بیان کر سکیں! لیکن"

ذالی! معاف کرو!"

وہ ہنسنے لگیں۔ اسٹی پان ارکاڈ سٹج کو ان کی بھاری اور تیز سانس سنائی دے رہی تھیں اور انہیں اپنی بیوی پر بے انتہار رحم آ رہا تھا جو بار بار کہہ رہی تھیں لیکن کما نہیں جا رہا تھا۔ وہ انتظار کر رہے تھے۔

"تم کو بچوں کا خیال بس اس لئے آتا ہے کہ ان کے ساتھ کھیل لو لیکن مجھے ان کا خیال ہے اور میں جانتی ہوں کہ اب تو وہ بڑا ہو گئے" انہوں نے بظاہر ان جملوں میں سے ایک ادائیہ کر دیا جو اپنے آپ سے ان تین دنوں میں جانے کتنی بار کہہ چکی تھیں۔

انہوں نے جو اسٹی پان ارکاڈ سٹج کو "تم" سے مخاطب کیا تو وہ شکر گزار ہو کر انہیں دیکھنے لگے اور بڑھے کہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں لیکن ذالی بدلتی سے دوسری طرف ہٹ گئیں۔

"مجھے بچوں کا خیال ہے اور اسی لئے میں ان کو بچانے کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ لیکن میں خود نہیں جانتی کہ ان کو کس طرح بچاؤں۔ اس طرح کہ انہیں باپ سے الگ لے جاؤں یا اس طرح کہ انہیں بدکار باپ کے پاس رہنے دوں" ہاں بدکار باپ کے پاس... تو اب آپ بتائیے کہ اس سب کے بعد جو ہو چکا ہے کیا ہمارے لئے ساتھ رہنا ممکن ہے؟ کیا بچ بچ ہے؟ ممکن ہے؟ خودی بتائیے آپ کیا واقعی یہ ممکن ہے؟" انہوں نے آواز بلند کرتے ہوئے کئی بار کہا۔ "اس کے بعد کہ میرے شوہر، میرے بچوں کے باپ نے اپنے بچوں کی گورنرس کے ساتھ عاشقانہ تعلق قائم کر لیا ہے..."

"تو پھر... تو پھر اب کیا کیا جائے؟" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے رحم آمیز آواز میں کہا۔ انہیں خود پتہ نہیں تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ان کا سر براہ بنچایا ہوا تھا۔

"مجھے آپ کو دیکھ کر نفرت ہوتی ہے اور گمن آتی ہے!" وہ جیچیں۔ ان کا فہرہ براہ بڑھتا جا رہا تھا۔ "آپ کے آنسو... پانی ہیں! آپ نے کبھی مجھ سے محبت کی ہی نہیں، اور آپ کے دل ہے ہی نہیں، نہ احسان مندی ہے! آپ میرے لئے کیجئے، روڈیل، غیر محض ہیں، ہاں غیر!" انہوں نے یہ لفظ "غیر" جو ان کے لئے اتنا بھیاںک تھا، بڑے درد اور غصے کے ساتھ کہا۔

اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے انہیں دیکھا اور اس تنفر کو دیکھ کر زور دے اور حیران رہ گئے۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھ رہے تھے کہ ان کے رحم سے ذالی کو اور بھی جھنجھلا ہٹ ہو رہی تھی۔ ذالی کو اپنے شوہر میں اپنے لئے ترس تو نظر آ رہا تھا لیکن محبت کا کس نام و نشان نہ تھا۔ اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے سوچا "نہیں، مجھ سے نفرت کرتی ہیں، مجھے معاف نہیں کریں گی۔"

"اف کتنی بھیاںک بات ہے، بھیاںک!" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے کہا۔

اسی وقت کمرے میں کوئی بچہ، غائبانہ کر چٹا۔

داریا الگسائندروڈ نے سنا اور ان کے چہرے پر اچانک نرمی آگئی۔

وہ بظاہر چند سینکڑ تک بھگنے کی کوشش کرتی رہیں، جیسے انہیں پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں ہیں اور انہیں کیا کرنا چاہئے۔ پھر جلدی سے کھڑی ہو کر دروازے کی طرف چلیں۔

"آخر میرے بچے کو تو پتا رہ گئی ہیں" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے بچے کے چپنے پر ان کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھ کر سوچا "میرے بچے کو تو پھر مجھ سے کیسے نفرت کر سکتی ہیں؟"

"ذالی! بس ایک لفظ اور" انہوں نے بیوی کے پیچھے پیچھے چلے ہوئے کہا۔



”اگر آپ میرے پیچھے آئے تو میں لوگوں کو بچوں کو بلالوں کی اچھا ہے سب کو معلوم ہو جائے کہ آپ کیسے ہیں ایسے آج ہی پہلی جاؤں گی اور آپ رہنے گاہیں اپنی معشوقہ کے ساتھ“

اور وہ حڑ سے دروازہ بند کر کے پہلی گئی۔

استی پان ارکاڈ سچے نے فھڈی سانس بھری اپنا منہ پٹھا اور دبے پاؤں کمرے سے چلے گئے۔ وہ ڈالی کی چٹیں اور ان کی باتیں یاد کر کے اپنے آپ ہی کہنے لگے ”ماتوئیں کتا ہے سب ٹھیک ہو جائے گا، لیکن کیسے؟ مجھے تو کوئی امکان بھی نہیں نظر آتا۔ اف“ ”اف“ کس قدر بھیاںک بات ہے اور کیسے گھٹیا طریقے سے وہ بچ رہی تھیں۔ کینڈ اور معشوقہ۔ اور ہو سکتا ہے لڑکیوں نے سن لیا ہو! بہت سی گھٹیا طریقے سے ”حد سے زیادہ۔“ وہ چند سینکڑا کیلے کھڑے رہے۔ انہوں نے اپنی آنکھیں پونچھیں، فھڈی سانس بھریں اور سینہ تان کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

بعد کا دن تھا اور کمانے کے کمرے میں گھڑیوں کی مرمت کرنے والا جرمن گھڑی میں چابی دے رہا تھا۔ استی پان ارکاڈ سچے کو اپنا مذاق یاد آیا۔ انہوں نے وقت کے پابند اس گھنے ٹھنڈے کے بارے میں کما تھا کہ ”خود اس میں ساری زندگی کے لئے چابی بھردی گئی تھی کہ گھڑیوں میں چابی بھرتا رہے“ اور وہ مسکرا دیئے۔ استی پان ارکاڈ سچے کو اچھے مذاق پسند تھے۔ انہوں نے سوچا ”اور ہو سکتا ہے ٹھیک ہی ہو جائے۔ اچھا فقرہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے بارے میں بتانا چاہئے۔“

انہوں نے پکارا ”ماتوئیں“ اور وہ جب آگیا تو اس سے کہا ”تم ماریا کے ساتھ چھوٹا ملاقاتی کرہ آنا ارکاڈینا کے لئے ٹھیک کروا دینا۔“

”جی حضور۔“

استی پان ارکاڈ سچے نے اپنا فرکا اور کوٹ پہنا اور نکل کر رسائی میں آ گئے۔

ان کے ساتھ ساتھ آتے ہوئے ماتوئیں نے پوچھا ”کمانا گھر میں نہیں کھائیں گے؟“

”دیکھا جائے گا۔ ارے ہاں یہ خرچ کے لئے لے لو“ انہوں نے ہونے میں سے دس روپل اس کو دیتے ہوئے کہا۔ ”کافی ہو گا؟“

”اب کافی ہو جائے ہو“ اسی میں چلنا ہے ”ماتوئیں نے دروازہ بند کر کے رسائی میں آتے ہوئے کہا۔

اس عرصے میں داریا الکساندر روڈنا اپنے کوچ پر اپنی تھیں اور گاڑی کی آواز سے یہ سمجھ کر کہ وہ گئے، اپنے سونے کے کمرے میں آ گئیں۔ ان کے لئے گھلو گھروں سے یہی ایک اکیلی جائے پناہ تھی جہاں سے نکلنے ہی ساری ٹھہریں انہیں گھیر لیتی تھیں۔ ابھی اتنی ذرا سی دیر میں وہ بچوں کے کمرے میں گئی تھیں کہ انگریز گورنس اور ماتوئیا فلیموڈونا نے ان سے کئی سوال کر ڈالے جن کو ٹالا نہیں جاسکتا تھا اور جن کے جواب صرف وہی دے سکتی تھیں۔ بچوں کو سیر کے لئے لے جاتے وقت کون سے کپڑے پہنائے جائیں؟ انہیں دودھ دیا جائے کہ نہیں؟ کسی دوسرے باورچی کو بلایا جائے کہ نہیں؟

”افوہ“ جان چھوڑو میری مت میرے پیچھے پڑو! انہوں نے کہا اور اپنے سونے کے کمرے میں واپس آ کر پھر اسی جگہ بیٹھ گئیں جہاں انہوں نے شوہر سے بات کی تھی۔ انہوں نے اپنے پتلے پتلے ہاتھوں کو بٹک لیا جن کی پڈیلی انگلیوں سے انگوٹھیاں ڈھیلی رہ گئی تھیں اور ابھی جو بات چیت ہوئی تھی اسے یاد کر کے اس کے معنی مفہوم پر غور کرنے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھیں ”چلے گئے! لیکن اس عورت کے معاملے کا کیا انجام ہوا؟ کیا اب بھی وہ

اس سے ملتے ہیں؟ میں نے ان سے پوچھا کیوں نہیں؟ نہیں نہیں، اب ساتھ رہنا نامکن ہے۔ اب ہم ایک ہی گھر میں رہیں بھی تو ہم ایک دوسرے کے لئے غیر ہیں۔ ہمیشہ کے لئے غیر!“ انہوں نے اس لفظ کو پھرے خاص معنی کے ساتھ دوہرایا جو ان کو بھیاںک لگ رہا تھا۔ ”اور میں کیسی ان سے محبت کرتی تھی“ اف میرے خدا، کیسی ان سے محبت کرتی تھی!۔ کیسی محبت کرتی تھی! اور اب کیا میں بچ بچ ان سے محبت نہیں کرتی؟ کیا میں پہلے سے بھی زیادہ ان سے محبت نہیں کرتی؟ سب سے بھیاںک بات تو یہ ہے کہ۔۔۔ انہوں نے اپنے خیال کو پورا نہیں کیا اس لئے کہ ماتوئیا فلیموڈونا نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور کہنے لگیں:

”تھم دیجئے تو میں اپنے بھائی کو بلالوں۔ آخر وہ کمانا تو تیار کر دے گا۔ نہیں تو کل کی طرح بچوں کو چھبے بچے تک کھانا نہ ملے گا۔“

”اچھا ٹھیک ہے، میں ابھی آتی ہوں تو سب انتظام کرتی ہوں۔ اور تازہ دودھ کے لئے کسی کو بھیجا؟“

اور داریا الکساندر روڈنا اس دن کی ٹھہروں کے بوجھ تلے دب گئی اور وقتی طور پر انہوں نے اپنے غم کو اسی میں ڈوب دیا۔

## 5

استی پان ارکاڈ سچے نے اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے اسکول میں تعلیم تو اچھی طرح حاصل کی تھی لیکن وہ کابل اور شرارتی تھے اس لئے سب سے پھسڈی رہے۔ پھر بھی اپنی ہمیشہ کی شراب و کباب والی زندگی، کوئی خاص بڑا رتبہ نہ ہونے اور عمر بھی زیادہ نہ ہونے کے باوجود وہ ماسکو کی ایک عدالت میں صدر کے باعزت اور اچھی تنخواہ پانے والے عہدے پر فائز تھے۔ یہ عہدہ انہیں اپنی بہن آنتا کے شوہر اگلکسنی الکساندر وویچ کار سینین کے توسط سے ملا تھا جو اسی وزارت میں ایک بڑے عہدے پر تھے جس کے تحت یہ عدالت تھی۔ لیکن اگر کار سینین نے اپنے سالے کا تقرر اس عہدے پر نہ کروایا ہو تا تو سینکڑوں دوسری شخصیتوں، بھائیوں، بہنوں، رشتے کے بھائیوں، رشتہ داروں، چچاؤں اور بچوں کے توسط سے استی پان ارکاڈ سچے ابلوٹسکی یہ یا اسی طرح کا دوسرا کوئی چھ ہزار روپل سالانہ کی تنخواہ والا عہدہ حاصل کر بی لیتے۔ انہیں اس رقم کی سخت ضرورت تھی اس لئے کہ بیوی کی خاصی اچھی مالی حالت کے باوجود ان کے معاملات گزرتے تھے۔

آدھا ماسکو اور پٹرس برگ استی پان ارکاڈ سچے کا دوست اور رشتہ دار تھا۔ وہ ان لوگوں میں پیدا ہوئے تھے جو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ ایک تباہی بزرگ ریاستی کارکن ان کے باپ کے دوست تھے اور انہیں تب سے جانتے تھے جب وہ خالی قیص پینے گھوما کرتے تھے۔ ان لوگوں کا دوسرا تباہی حصہ ان کے بے تکلف دوستوں کا تھا جو ”تم“ سے بات کرتے تھے اور باقی تباہی اتنے واقف کار تھے اس لئے زمین کی برکتوں جیسے کہ عہدے، نگاہ، رعایتوں وغیرہ کے تقسیم کرنے والے سب ان کے دوست تھے اور ان کو چھوڑ کر آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ چنانچہ ابلوٹسکی کو فائدہ بخش عہدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص کوشش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت صرف اس کی تھی کہ وہ انکار نہ کریں، حسد نہ کریں، بحث نہ کریں، کسی کی بات کا برا نہ مانیں اور یہ سب انہوں نے اپنی فطری نیکی کی بنا پر کبھی نہیں کیا۔ اگر کوئی ان سے یہ کہتا کہ وہ بھتی تنخواہ کا عہدہ چاہتے ہیں وہ انہیں نہیں ملے گا تو انہیں ہنسی آتی اس لئے اور بھی کہ وہ کسی غیر معمولی تنخواہ کا مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔ وہ صرف اتنا ہی چاہتے تھے جتنا ان کے ہم عمروں کو ملتا تھا اور اسی طرح کی ذمہ داری وہ دوسروں سے بری طرح نہیں

پوری کر سکتے تھے۔

استی بان ارکاؤد سچے سے ان کے سب جاننے والے نہ صرف یہ کہ ان کی نیک اور خوش مزاج طبیعت اور بے داغ ایمان داری کی بنا پر محبت کرتے تھے بلکہ ان میں "ان کے خوبصورت اور روشن ظاہر چمکتی ہوئی آنکھوں" سیاہ بھوؤں اور بالوں "میدہ شہاب رنگت میں کوئی ایسی چیز تھی جو ان سے ملنے والے لوگوں پر جسمانی طور سے دوستی و محبت کا عمل کرتی تھی اور ان کا خوش کردہتی تھی۔" "اھا! استیو! ابلو شکلی اللوہ اگھے!" جو لوگ ان سے ملنے وہ تقریباً بیٹھ اسی طرح خوشی سے مسکراتے ہوئے کہتے۔ اور اگر ان سے بات چیت کے بعد پچھلے بھی چلا کہ خوشی کی کوئی خاص بات تو ہوئی نہیں تو بھی دو سرے دن اور تیسرے دن ان سے ملاقات ہونے پر سب اسی طرح خوش ہوتے۔

تین سال سے ماسکو کی ایک عدالت کے صدر کے عہدے پر فائز رہ کر استی بان ارکاؤد سچے کو اپنے ساتھ کام کرنے والوں "باحقوں" اپنے سے بڑے افسروں اور ان سب لوگوں کی محبت ہی نہیں بلکہ ان کا احترام بھی حاصل ہو گیا تھا جن کو ان سے کام پڑا تھا۔ استی بان ارکاؤد سچے کی خاص خوبیاں "جن کی بدولت انہیں ملازمت میں عام احترام حاصل تھا" یہ تھیں کہ اول "وہ لوگوں کے ساتھ بڑی مروت اور شفقت سے پیش آتے تھے جس کی بنیاد یہ تھی کہ انہیں اپنی کوتاہیوں کا پوری طرح علم تھا" دوم "ان کا حقیقی لہلہ ازم" وہ نہیں جس کے بارے میں وہ اخباروں میں پڑھتے تھے بلکہ وہ جو ان کے خون میں تھا اور جس کی وجہ سے وہ سارے لوگوں کے ساتھ برابری سے اور یکساں پیش آتے تھے چاہے وہ کسی بھی حیثیت یا رتبے کے ہوں "اور سو غم" اور یہ بہت اہم بات تھی "وہ جو کام کرتے تھے اسے بالکل بے لاگ طریقے سے کرتے تھے چنانچہ وہ نہ کبھی ضرورت سے زیادہ متاثر ہوتے نہ انہوں نے کوئی غلطی کی۔

اپنی ملازمت کی جگہ پر پہنچ کر استی بان ارکاؤد سچے ایک باادب خدنگار کی معیت میں "پورٹ فولیو" لے ہوئے اپنے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے اور خصوصی لباس پہن کر عدالت میں آگئے۔ منشی اور دوسرے ملازم سب کھڑے ہو گئے اور سب نے خوش ہو کر احترام کے ساتھ تعظیم کی۔ استی بان ارکاؤد سچے ہمیشہ کی طرح تیز تیز چل کر اپنی جگہ پر آئے اور اراکین عدالت سے ہاتھ ملا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہتھ مناسب تھا جس اتنا ہی جی مذاق کیا "باتیں کیس اور پھر کام شروع کر دیا۔ آزادی" سادگی اور حاکمیت کے درمیان اس حد فاصل کو کوئی بھی استی بان ارکاؤد سچے سے بہتر نہ تلاش کر سکتا تھا جو اچھے اور خوشگوار طریقے سے کام کرنے کے لئے ضروری تھی۔ ان کی موجودگی میں جیسے سب لوگ رہتے تھے اسی طرح خوش اور مودبانہ سیکرٹری کاغذات لے کر آیا اور اس نے اسی بے تکلف لہلہ انداز میں باتیں کیں جو استی بان ارکاؤد سچے نے رائج کیا تھا:

"ہیں بیسنز کے صوبائی بورڈ (6) سے رپورٹ مل گئی۔ کیا آپ زحمت فرما کر..."

"مل گئی آخر کار؟" استی بان ارکاؤد سچے نے کاغذ کو انگلی سے دہاتے ہوئے کہا۔ "تو حضرات..." اور عدالت کی کارروائی شروع ہو گئی۔

رپورٹ سننے کے دوران میں انہوں نے سر کو معنی خیز انداز سے جھکا کر سوچا کہ "اگر ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آدھ گھنٹے پہلے ان کا صدر کیس تصور وار لڑا کا تھا!" اور ان کی آنکھیں رپورٹ کے پڑھے جانے کے دوران میں مسکرا رہی تھیں۔ دو بجے تک عدالت کا اجلاس ہوتا تھا اور دو بجے۔۔۔ وقت اور بچ۔۔۔

ابھی دو گھنٹے بچے تھے کہ عدالت کے بڑے بڑے شیشہ دار دروازے اچانک کھلے اور کوئی اندر داخل

ہوا۔ اس توجہ ہٹانے والی چیز سے خوش ہو کر عدالت کے سارے اراکین "جو زاری تصویر کے نیچے اور علامت انصاف (7) کی آؤں میں بیٹھے تھے" دروازے کی طرف دیکھنے لگے لیکن دروازے کے پاس جو سپرد ارکاؤد تھا اس نے فوراً ہی آنے والے کو پیچھے ٹھکراتے ہوئے شیشہ دار دروازوں کو بند کر دیا۔

جب رپورٹ ختم ہو گئی تو استی بان ارکاؤد سچے کھڑے ہو گئے اور انگڑائی لے کر اس وقت کے لہلہ ازم کو خراج عقیدت پیش کر سچے ہوئے انہوں نے پاپیوس نکالا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ان کے دونوں ساتھی "پرانے ملازم نکچین اور شاہی محترم گریغیوچ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے آئے۔

"بچے کے بعد ختم کر لیں گے اس معاملے کو" استی بان ارکاؤد سچے نے کہا۔

"کیوں نہ ختم کر لیں گے!" نکچین نے کہا۔

"مگر یہ فوٹن بھی کیا ہی زبردست دعا باز رہا ہو گا" گریغیوچ نے اس معاملے کے ایک فرقہ کے بارے میں کہا جس کا یہ لوگ تصنیف کر رہے تھے۔

استی بان ارکاؤد سچے نے گریغیوچ کی بات پر تیوری چڑھائی اور اہم طرح انہیں یہ محسوس کرایا کہ وقت سے پہلے فیصلہ کرنا مناسب بات نہیں ہے "اور ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"یہ ابھی کون آیا تھا؟" انہوں نے سپرد ار سے پوچھا۔

"کوئی تھے" جناب عالی "بس ذرا سی میری ڈینے مزی تھی کہ بغیر مجھے گھس آئے۔ آپ کو پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ جب اراکین عدالت انھیں گے تب..."

"کہاں ہیں وہ؟"

"کیس راہ داری میں چلے گئے ہوں گے" اس سے پہلے تو بیس ٹل رہے تھے۔ یہی ہیں..." سپرد ار نے ایک گھٹنے بدن کے چوڑے کندھوں والے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا جس کی داڑھی ٹھنڈی تھی اور جو اپنی پوسٹن کی ٹوپی اتارے بغیر پتھر کی تھسی سیڑھیوں پر بڑی آسانی اور تیزی سے دوڑتا چلا آ رہا تھا۔ ایک دہلا پتلا عمدہ ارپورٹ فولیو لے ہوئے نیچے جا رہا تھا "وہ ایک طرف کو ہو گیا اور اس نے دوڑتے ہوئے آنے والے کے پاؤں کو پانچنیدگی سے دیکھا اور پھر سوالیہ نظروں سے ابلو شکلی کو دیکھا۔

استی بان ارکاؤد سچے زینے کے اوپر ہی کھڑے تھے۔ جب انہوں نے دوڑتے ہوئے آنے والے کو پہچان لیا تو دوری کے کڑھے ہوئے کار میں سے ان کا زراہ نیکی دکھتا ہوا چہرہ اور بھی دکھ اٹھا۔

"تو یوں ہے لیونین؟" آخر کار "آخرا" قریب آتے ہوئے لیونین کو دیکھتے ہوئے انہوں نے دوستانہ طور پر کچھ مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ "یہ کیا گھجے اس چوروں کے اڈے میں تلاش کرنے میں تمہیں کوئی جھکا ہٹ نہیں ہوئی؟" استی بان ارکاؤد سچے نے اپنے دوست سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے بھی جی نہیں بھرا تو اس کا منہ چوم لیا۔ "دیر سے آئے ہوئے ہو؟"

"نہیں میں ابھی پہنچا ہوں اور تم سے ملنے کا بہت جی چاہتا تھا" لیونین نے جھینپ کر اور ساتھ ہی غصے اور بے اطمینان سے چادروں طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تو آؤ کمرے میں چلے ہیں" استی بان ارکاؤد سچے نے اپنے دوست کی خودداری اور غصیل شریلے پن کو جانتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ چوکروہ اسے اپنے پیچھے ٹھکراتے ہوئے جیسے خطروں میں سے نکال کر لئے جا رہے ہوں۔



اسی پان ارکاڈ سٹج اپنے تقریباً سارے ہی واقف کاروں سے ”تم“ کہہ کر بات کرتے تھے۔ ساٹھ سال کے بڑھوں سے بھی ”میں سال کے نو جوانوں سے بھی“ اور کاروں اور وزیروں سے بھی ”تاجروں سے بھی اور ایلی جوٹنٹ جزیروں سے بھی“ چنانچہ ان کے ساتھ ”تم“ کہہ کر بات کرنے والوں میں سے بہت سے لوگ ساتھی بیڑھی کے دو مختلف سردن پر تھے اور اگر انہیں یہ معلوم ہو تاکہ ایلوکسی کے توسط سے ان کے درمیان کوئی چیز مشترک ہے تو انہیں بڑا تعجب ہوتا۔ وہ ان سب لوگوں سے ”تم“ کہہ کر بات کرتے تھے جن کے ساتھ شاپین پیٹے تھے اور شاپین وہ بھی کے ساتھ پیٹے تھے اس لئے اگر بھی ان کی ملاقات ماحتمول کی موجودگی میں اپنے ان شرمناک ”تموں“ سے ہو جاتی، بیساکہ وہ مذاق میں اپنے بہت سے دوستوں کے بارے میں کہتے تھے ”تو وہ اپنے مخصوص سلیٹے سے ماحتمول کے لئے اس تاثر کی ناخوشکاری کو بہت کم کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ لیون ان شرمناک ”تموں“ میں نہیں تھا لیکن ایلوکسی کو اپنے سلیٹے کی بنا پر یہ احساس ہوا کہ شاید لیون کو یہ خیال ہو کہ ایلوکسی اپنے ماحتمول کی موجودگی میں اس سے اپنی قیمت کا اظہار نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے اس کو اپنے کمرے میں لے جانے میں انہوں نے جلدی کی۔

لیون تقریباً ایلوکسی ہی کا ہم عمر تھا اور اس سے ”تم“ کہہ کر بات کرنے کی وجہ صرف شاپین نہ تھی۔ لیون ان کا شروع جوانی کا دوست اور ساتھی تھا، دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے باوجود اس کے کہ ان کے کردار اور ذوق مختلف تھے۔ ایسی محبت جیسی صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو شروع جوانی ہی میں ساتھ ہو گئے ہوں۔ لیکن اس سب کے باوجود، بیساکہ ان لوگوں کے درمیان اکثر ہوتا ہے جنہوں نے ایک دوسرے سے مختلف سرگرمیوں کا انتخاب کیا ہو، ان میں سے ہر ایک بحث کرنے میں دوسرے کی سرگرمی کا جو از پیش کردہ ہے پھر بھی دل میں اس کو حقیر سمجھتا ہے۔ ہر ایک کو لگتا تھا کہ جو زندگی وہ خود بسر کرتا ہے وہی اکیلی حقیقی زندگی ہے اور جو زندگی اس کا دوست بسر کرتا ہے وہ محض قریب نظر ہے۔ لیون کا حلیہ دیکھ کر ایلوکسی سے مذاق اڑانے والی ہلکی سی مسکراہٹ ضبط نہ کی جاتی تھی۔ جانے کتنی بار وہ اسے دیکھ چکے تھے کہ وہ گاؤں سے ماسکو آتا تھا۔ گاؤں میں وہ کچھ کرتا تھا لیکن کیا کرتا تھا یہ اسی پان ارکاڈ سٹج اچھی طرح بھی نہ سمجھ سکتے تھے اور سمجھنے سے انہیں کوئی دلچسپی بھی نہ تھی۔ لیون ہمیشہ ماسکو آتا تھا تو پریشان جلدی میں، کچھ جھنجھٹا ہوا سا اور اس جینپ سے جھنجھٹایا ہوا سا اور زیادہ تر چیزوں کے بارے میں بالکل ہی نئے اور غیر متوقع زاویہ نظر کے ساتھ۔ اسی پان ارکاڈ سٹج اس پر ہنستے تھے اور اسے پسند کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح لیون بھی دل میں اپنے دوست کی زندگی کی شہری وضع کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور ان کی ملازمت کو بھی جسے وہ کھوکھلی سمجھتا تھا اور اس پر ہنستا تھا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ ایلوکسی وہ کرتے تھے جو سچی کرتے تھے اور ہنستے تھے خود اعتمادی اور نیک دلی سے جبکہ لیون میں خود اعتمادی نہ تھی اور کبھی کبھی اسے غصہ آ جاتا تھا۔

”ہم لوگوں نے تمہارا بہت دن انتظار کیا“ اسی پان ارکاڈ سٹج نے اسے کمرے میں لا کر کہا اور اس کا ہاتھ چھو دیا جیسے اس طرح یہ ظاہر کر دیا ہو کہ یہاں خطرہ ختم ہو گیا۔ ”بڑی خوشی ہوئی، بہت سی زیادہ“ تمہیں دیکھ کر“ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”تو کیکر بارے ہو تم؟ کیا حال ہیں؟ کب پہنچے؟“

لیون چپ چاپ ایلوکسی کے دونوں ساتھیوں کو دیکھتا رہا جن سے وہ واقف نہیں تھا۔ خاص طور سے وہ خوش پوش گریٹو سٹج کے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا جن کی انگلیاں اتنی سفید اور سلی جیسے اور ناخن اتنے لمبے لمبے لیے لیے پہلے تھے اور نوکوں پر ذرا جھکے ہوئے تھے اور آستین میں یہ بڑے بڑے بن گئے ہوئے تھے کہ بظاہر ان ہاتھوں نے

لیون کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی اور اب وہ اور کچھ سوچ ہی نہ سکتا تھا۔ ایلوکسی نے فوراً اسے تاڑ لیا اور مسکرانے لگے۔

”ارے ہاں مجھے تعارف کرانے کی اجازت دیجئے“ انہوں نے کہا۔ ”میرے ساتھی قلم ایوانج سکیٹن“ میٹاکل اسٹانڈنچ گریٹو سٹج“ اور پھر لیون کی طرف مڑ کر انہوں نے کہا ”مستوہ (8) کے سرگرم کارکن“ نے لوگوں میں ہیں، ”جمناسٹ ہیں“ ایک ہاتھ سے پانچ پود (9) وزن اٹھا سکتے ہیں، ”موٹی بالے کے ماہر ہیں“ شکاری ہیں اور میرے دوست کسٹن تن دمیتر سٹج لیون، ”سرگرمی ایوانج کوز نیشٹ کے بھائی ہیں۔“

”بڑی خوشی ہوئی“ بوٹس نے کہا۔

”آپ کے بھائی سرگرمی ایوانج کو جاننے کا شرف حاصل ہے،“ گریٹو سٹج نے لمبے ناخنوں والا اپنا دہلا ہاتھ لیون کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

لیون کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ اس نے سر دھری سے ہاتھ ملایا اور فوراً ہی ایلوکسی سے مخاطب ہو گیا۔ اگرچہ وہ اپنے سوتیلے بھائی کی بڑی عزت کرتا تھا جو روس بھر میں مشہور ادیب تھے لیکن اگر کوئی اس سے کسٹن تن لیون کی حیثیت سے نہیں بلکہ مشہور معروف کوز نیشٹ کے بھائی کی حیثیت سے ملتا تو پھر اس سے ضبط نہ کیا جاتا۔

”نہیں“ اب میں زمستوہ کارکن نہیں ہوں۔ میں نے سب سے جھگڑا کر لیا اور اب اجلاس (10) میں نہیں جاتا ہوں“ اس نے ایلوکسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اتنی جلدی!“ ایلوکسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کیوں؟ کس وجہ سے؟“

”لبا قصہ ہے۔ کبھی بتاؤں گا“ لیون نے کہا تو لیون فوراً ہی بتانا شروع کر دیا۔ ”میں مختصراً“ یہ کہ مجھے یقین ہو گیا کہ زمستوہ کی کوئی سرگرمی نہیں ہے اور ہو سکتی ہی نہیں“ اس نے اس طرح کہا جیسے کسی نے ابھی ابھی اس کی توجہ کی ہو۔ ”ایک طرف تو یہ کھیل ہے“ پارلیمنٹ کا کھیل کھیلتے ہیں اور میں اب نہ اتنا نوجوان ہوں اور نہ اتنا پوڑھا کہ کھلوڑے سے دل بھلاؤں اور دوسری طرف“ اس کی زبان ذرا لکڑھائی ”یہ تحصیل کے جتنے بندوں کے لئے تھوڑی رقم بنانے کا ذریعہ ہے... رشوت کی شکل میں نہیں بلکہ بغیر کام کاج کئے تنخواہ کے طور پر۔ پہلے پرورش اور عدالتی ادارے تھے اور اب زمستوہ“ اس نے اتنے جوش سے کہا جیسے وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے اس کی رائے کی تردید کی ہو۔

”اوہو! ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پھر ایک نئے دور میں ہو“ قدامت پسندی کے دور میں“ اسی پان ارکاڈ سٹج نے کہا۔ ”اچھا خیر“ اس کے بارے میں بعد کو باتیں ہوں گی۔“

ہاں بعد کو۔ لیکن مجھے تم سے ملنا ہے“ لیون نے حقارت سے گریٹو سٹج کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی پان ارکاڈ سٹج کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ آگئی۔

”اور یہ کیا؟ تم نے تو کہا تھا کہ اب تم بھی یورپی لباس نہیں پہنو گے؟“ انہوں نے لیون کے نئے لباس کو دیکھتے ہوئے کہا جو صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ فرانسیسی روزی کے لباس کا تھا۔ ”تو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ نیا دور ہے۔“

لیون کا چہرہ اچانک شرم سے گھلائی ہو گیا۔ اس طرح نہیں جیسے بڑی عمر کے لوگوں کا ہوتا ہے، ”ذرا سی گھلائی“ ہلکے آگے جو وہ خود محسوس نہیں کرتے، بلکہ اس طرح جیسے لڑکوں کا چہرہ گھلائی ہو جاتا ہے جو محسوس کرتے ہیں کہ ان کی جینپ مضحکہ خیز ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اور زیادہ جینپ کر اور گھلائی ہو جاتے ہیں، تقریباً وہاں سے ہو

جاتے ہیں۔ اور اس ذہین 'مردانہ' چہرے کو ایسی پگھلاہٹ حالت میں دیکھ کر انا عجیب لگتا تھا کہ ابوہلکی نے ادھر سے نظریں ہٹالیں۔

"ہاں تو کہاں ملیں گے؟ اس لئے کہ تم سے باتیں کرنا میرے لئے بہت سی ضروری ہے" لیون نے کہا۔

ابوہلکی جیسے کچھ سوچنے لگے۔

"میں بتاؤں۔ چلو گورین کے ریستوران میں لچ کے لئے چلتے ہیں وہیں باتیں کریں گے۔ تین بجے تک مجھے فرصت ہے۔"

"نہیں" لیون نے سوچتے ہوئے جواب دیا "مجھے ابھی کہیں اور جانا ہے۔"

"اچھا تو ٹھیک ہے" پھر شام کو کھانا ساتھ کھائیں گے۔"

"شام کا کھانا؟ ہاں دیے مجھے کوئی خاص بات کہنے کو تو ہے نہیں" بس دو لفظ کہنے ہیں کچھ پوچھتا ہے اور پھر ہم لوگ باتیں کر سکتے ہیں۔"

"تو اپنے دو لفظ تم ابھی کہہ لو اور کھانے کے وقت باتیں کریں گے۔"

"دو لفظ تو یہ کہ" لیون نے کہا "مگر خیر کوئی خاص بات نہیں۔"

اس کے چہرے پر اچانک کھینے کے آواز نمودار ہو گئے جو اپنی جیب کو کھپانے کی کوشش کا نتیجہ تھا۔

"شیریا تمہیں خاندان والے کیا کر رہے ہیں؟ وہی پرانے معمول ہیں؟" اس نے پوچھا۔

اسٹی پان ارکاڈ سچے کو بہت دنوں سے معلوم تھا کہ لیون کو ان کی سالی کیسٹی سے محبت ہے۔ وہ ذرا سا مسکرائے اور ان کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"تم نے تو دو لفظ کہہ دیئے لیکن میں دو لفظوں میں جواب نہیں دے سکتا اس لئے کہ... معاف کرنا" بس

ایک منٹ کو۔"

سیرکری آگیا تھا "ماؤس احرام کے ساتھ اور کچھ اس خاکسارانہ احساس کے ساتھ" جو سب سیرکریوں

میں ہوتا ہے کہ کام کو جاننے کے معاملے میں وہ اپنے افسر سے برتر ہے۔ وہ ایک کانڈ لے کر ابوہلکی کے پاس آیا

اور کچھ پوچھنے کے سے انداز میں سمجھانے لگا کہ کیا مشکل ہے۔ اسٹی پان ارکاڈ سچے نے اس کی بات پوری سنے بغیر

نی بڑی شفقت سے سیرکری کی آستین پر ہاتھ رکھا اور مسکراہٹ سے اپنی بات کو نرم بناتے ہوئے کہا:

"نہیں آپ دیئے ہی کیجئے جیسے میں نے کہا تھا" اور مختصراً یہ سمجھا کر کہ وہ معاملے کو کس طرح سمجھتے ہیں

انہوں نے کانڈ کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور کہا "اسی طرح کیجئے" مہربانی کر کے "ایسے ہی ذخائر نکلیں۔"

سیرکری سٹپٹا ہوا واپس چلا گیا۔ سیرکری اور ابوہلکی کی بات چیت کے دوران میں لیون نے اپنی

بوکھاہٹ پر پوری طرح قابو پایا تھا۔ وہ کرسی کی پشت پر دونوں کنٹیناں لٹکائے کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر مذاق

اڑانے والی توجہ کا انداز تھا۔

"نہیں سمجھتا بالکل نہیں سمجھ سکتا" اس نے کہا۔

"کیا نہیں سمجھتے تم؟" اسی طرح خوشی سے مسکراتے اور پابیسوں نکالتے ہوئے ابوہلکی نے پوچھا۔ لیون

سے وہ کسی عجیب و غریب بات کی توقع کر رہے تھے۔

"جو آپ لوگ کرتے رہتے ہیں وہ بالکل نہیں سمجھتا" لیون نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "تم کیسے یہ

سب سیدھی سی سے کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں؟"

"اس لئے کہ کرنے کو کچھ ہے نہیں۔"

"یہ تو تم سمجھتے ہو اور ہم کام میں دبے دبے ہیں۔"

"کانڈوں میں۔ لیکن خیر تم میں اس کا لگہ ہے" لیون نے اضافہ کیا۔

"یعنی تم سوچتے ہو کہ مجھ میں کسی طرح کی خالی ہے؟"

"ہو سکتا ہے ہو" لیون نے کہا "پھر بھی میں تمہاری بڑائی سے بہت متاثر ہوں اور مجھے ٹھہرے کہ میرا دوست انا بڑا آدمی ہے۔ لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا" اس نے بڑی جان ہار کوشش کر کے ابوہلکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اچھا" اچھا" ٹھہرو ذرا" تم بھی ہم جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ اچھا ہے کہ تمہارے پاس تو کراڑ۔ ہلکی ضلع میں

تین ہزار دو سیاتین (11) زمین ہے۔ ایسے تمہارے سچے ہیں اور تازی ایسی جیسے بارہ سال کی لڑکی میں ہوتی

ہے۔ اور آخر میں تم بھی ہمیں مل جاؤ گے۔ اچھا" اب جو تم نے پوچھا تھا اس کے جواب میں۔ کوئی تبدیلی

نہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم اتنے دنوں سے ان کے ہاں گئے نہیں۔"

"تو کیا ہوا؟" لیون نے زور پوچھا۔

"ویسے تو کچھ نہیں" ابوہلکی نے جواب دیا۔ "پھر بات کریں گے۔ مگر تم خاص طور سے آئے کس لئے

ہو؟"

"تو اس کے بارے میں بھی بعد کو بات کریں گے" لیون نے پھر کان تک سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے" سمجھتا ہوں میں" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ میں تم کو اپنے ہاں بلا لیتا

لیکن یہی کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں ہے۔ اچھا میں بتاؤں: اگر تم ان لوگوں سے ملنا چاہتے ہو تو وہ لوگ غالباً آج

کل چار سے پانچ بجے تک چڑیا گھر میں ہوتے ہیں۔ کیسٹی وہاں اسکیٹنگ کرتی ہے۔ تم وہاں چلے جانا اور میں بھی

وہیں آ جاؤں گا پھر ہم کہیں ساتھ کھانا کھائیں گے۔"

"بہت خوب۔ اچھا تو پھر ملیں گے۔"

"اور ذرا دیکھنا میں تمہیں خوب جانتا ہوں" تم بھول جاؤ گے اور اچانک گاؤں چل دو گے! ابوہلکی نے

چنتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔

"نہیں" کی بات ہے۔"

اور اسے یاد آ کر ابوہلکی کے ساتھیوں کو تعظیم کرنا تو بھول ہی گیا لیکن تب تک وہ دروازے تک پہنچ چکا

تھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"ضروریہ صاحب بہت سی چاق چوبند ہوں گے" مگر غیور لیون کے جانے کے بعد کہا۔

"ہاں بابا" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا "بڑا خوش نصیب آدمی ہے اگر کراڑ۔ ہلکی

تحصیل میں تین ہزار دو سیاتین زمین ہے" ہماری زندگی آگے بڑی ہے اور تازی کتنی ہے! یہ ہمارے بھائی بندوں

میں نہیں ہے۔"

"اور آپ کس چیز کی شکایت کر رہے ہیں" اسٹی پان ارکاڈ سچے؟"

"ہاں مال تو اچھا نہیں ہے، برا ہے" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے گہری سانس لے کر کہا۔



جب البوصلی نے لیون سے پوچھا تھا کہ وہ خاص طور سے کس لئے آیا ہے تو لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اپنے اوپر اسے غصہ آیا تھا کہ اس کا چہرہ اس لئے سرخ ہو گیا تھا کہ وہ البوصلی کو جواب نہیں دے سکا تھا کہ "میں تمہاری سالی سے خواستگاری کرنے آیا ہوں" حالانکہ وہ آیا تھا صرف اسی لئے۔

لیون خاندان والے اور شیریا خاندان والے ماسکو کے پرانے طبقہ امرا کے خاندانوں میں سے تھے اور آپس میں ان میں ہمیشہ بڑے قریبی اور دوستانہ تعلقات رہے تھے۔ یہ تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے لیون کی طالب علمی کے زمانے میں۔ اس نے ڈالی اور کیٹی کے بھائی 'نوجوان پرفنس شیریا خاندان کے ساتھ ہی تیاریاں کیں اور ساتھ ہی دونوں یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ اس زمانے میں لیون ان لوگوں کے گہرا کٹر پایا کرتا تھا اور شیریا خاندان ہی سے اسے محبت ہو گئی۔ چاہے یہ بات کتنی ہی عجیب لگے لیکن لیون کو اس گھر سے اس خاندان سے اور خاص طور سے شیریا خاندان کی عورتوں سے محبت تھی۔ خود لیون کو اپنی ماں میں یاد تھیں اور اس کی اکلوتی بہن اس سے بڑی تھیں چنانچہ اس نے شیریا خاندان کے گھر میں پہلی بار پرانے طبقہ امرا کا تعلیم یافتہ اور پاکیزہ خاندان کا ماحول دیکھا جس سے وہ اپنے ماں باپ کی موت کی وجہ سے محروم ہو گیا تھا۔ اس خاندان کے سارے افراد اور خاص طور سے اس کی عورتیں اسے ایسی جتنی تھیں جیسے کسی پر اسرار اور شاعرانہ روا میں لپٹی ہوئی ہیں اور اسے نہ صرف یہ کہ ان میں کسی طرح کی کوئی خامی نظر نہیں آتی تھی بلکہ وہ اس شاعرانہ روا میں 'جو انہیں لپیٹے ہوئے تھے' بلند ترین جذبہ بات کا ہر ممکن کمال کا تصور کیا کرتا تھا۔ ان تینوں نوجوان خواتین کے لئے ایک دن فرانسیسی میں اور ایک دن انگریزی میں بات کرنا کیوں ضروری تھا؟ اور کیوں وہ لوگ مقررہ وقت پر باری باری پنا تو بجاتی تھیں جس کی آواز ہمیشہ اوپر بھائی کے کمرے میں سنائی دیتی تھی جہاں دونوں طالب علم پڑھا کرتے تھے۔ کس لئے یہ فرانسیسی ادب 'موسیقی' ڈراما اور ناچ کے معلم آتے تھے؟ لیون تینوں نوجوان خواتین کا منزل لیون کے ساتھ کبھی میں بیٹھ کر تویر سکونی پولوار (12) جاتی تھیں اپنے اطلس کے اوپر کوٹ پہن کر ڈالی کے لئے 'لبا' ڈالی کے لئے اس سے کم لبہ اور کیٹی کے لئے خاصا اونگہ ہوتا تھا۔ انکے اس کی سڈول چھوٹی چھوٹی ناخنیں 'جن پر سرخ چراغیں چڑھی ہوئی تھیں' سب کو نظر آتی تھیں، کس لئے ان لوگوں کے واسطے ضروری تھا کہ وہ ایک خدمتگار کی معیت میں 'جس کی ہیٹ میں شہرہ طرہ لگا ہوا تھا' تویر سکونی پولوار پہن لیں۔ یہ سب اور بہت سی دوسری چیزیں اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں لیکن وہ جانتا تھا کہ وہاں جو کچھ بھی ہو آجہدہ سب بہت اچھا ہوتا ہے اور اسے تو اس پر اسرار زندگی سے محبت تھی۔

اپنی طالب علمی کے زمانے میں وہ سب سے بڑی ڈالی کی محبت میں گرفتار ہونے لگا تھا کہ البوصلی کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیا گیا۔ تب اس نے دوسری سے محبت کرنی شروع کر دی۔ وہ گویا محسوس کرتا تھا کہ اسے ایک نہ ایک بہن سے ضرور محبت کرنی چاہئے مگر انتخاب نہیں کر پاتا تھا کہ کس سے۔ اور نکالی سے ملنے جلنے کے لئے سناٹے میں لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ اس کی شادی سفارتی کارکن لوف سے ہو گئی۔ کیٹی ابھی بچہ ہی تھی کہ لیون یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو گیا۔ نوجوان شیریا خاندان بحریہ میں بھرتی ہو گیا اور بحیرہ بالٹک میں ڈوب گیا۔ اور شیریا خاندان سے لیون کا ملنا ملنا بہت ہی کم ہو گیا۔ لیون جو اس کے کہ البوصلی سے اس کی دوستی تھی۔ لیکن جب اس سال پاؤڈر کے شروع میں لیون سال بھر گاؤں میں رہنے کے بعد ماسکو آیا تو وہ سمجھ گیا کہ تینوں بہنوں

میں سے کس سے محبت کرنا اس کی قسمت میں لکھا تھا۔

لگتا تو یہ تھا کہ بھلا اس سے زیادہ آسان کیا چیز ہو سکتی ہے کہ اس جیسا اچھے خاندان کا آدمی 'نئے قریب نہیں' مادرعی کہا جائے گا؟ پرفنس شیریا خاندان کے لئے خواستگاری کرے۔ جملہ اسکاٹات اس بات کے تھے کہ اسے اچھا رشتہ سمجھا جائے۔ لیکن لیون کو تو محبت تھی اس لئے اسے یہ لگتا تھا کہ کیٹی براہِ اعتبار سے ایسی کامل ہستی تھی 'برادر خانی چیز سے' اتنی بلند اور وہ اس قدر ارشی اور غیر اہم وجود رکھتا تھا کہ اس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ دوسرے لوگ اور وہ خود اس کو اپنے لائق سمجھتی۔

ماسکو میں دو مہینے خواب کی سی دنیا میں رہے۔ اور کیٹی کو ہر روز کہیں نہ کہیں ہوسانی میں دیکھتے رہنے کے بعد 'جہاں اس نے بھی جانا شروع کر دیا تھا' کہ کیٹی سے ملاقات ہو جایا کرے 'لیون نے اچانک یہ فیصلہ کیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور وہ گاؤں چلا گیا۔ لیون کا یہ یقین کہ ایسا نہیں ہو سکتا 'اس بات پر مبنی تھا کہ رشتہ داروں کی نظریں تو وہ دنگل کیٹی کے لئے غیر فائدہ بخش اور غیر کفور رشتہ تھیں 'خود کیٹی بھی اس سے محبت نہ کر سکتی تھی۔ رشتہ داروں کے نقطہ نظر سے اس کی کوئی عادی اور معین سرگرمی تو تھی نہیں اور معاشرے میں حیثیت 'اس وقت جبکہ اس کے ساتھ اب تھی اب وہ بیس سال کا ہو چکا تھا کوئی کرل تھا تو کوئی ایڈیڈی کاٹک کوئی پروفیسر تو کوئی عزت دار عہدیدار مثلاً بینک کا اور ریلوے لائن کا ڈائریکٹریا البوصلی کی طرح عدالت کا صدر 'تو وہ' (دروہ) اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دوسروں کو کیسا لگتا تھا؟ زندہ رہا تھا 'کاپوں کی افزائش نسل کر رہا تھا' شکار کرتا تھا 'ماتر تیں' بڑا تھا' یعنی یہ کہ وہ بے استعداد آدمی تھا جو کچھ نہیں کر پاتا اور معاشرے کی سمجھ میں 'وہ کر رہا تھا جو ایسے لوگ کر سکتے ہیں جن کی کہیں کچھ نہیں ہوتی۔

اور خود پر اسرار دنگل کیٹی ایسے آدمی سے محبت نہیں کر سکتی تھی جو خوبصورت نہیں تھا' جیسا کہ وہ خود کو سمجھتا تھا' اور خاص طور سے ایسے آدمی سے جو اتنا معمولی اور کسی بھی اعتبار سے ممتاز نہ تھا۔ اس کے علاوہ کیٹی کے ساتھ اس کے پہلے والے تعلقات۔ جو اس کے بڑے بھائی سے دوستی کی وجہ سے ایک بڑی عمر والے آدمی اور ایک بچی کے تعلقات تھے۔ اسے محبت میں ایک اور رکاوٹ لگتے تھے۔ معمولی صورت شکل کے ٹیک آدمی سے 'جیسا کہ وہ خود کو سمجھتا تھا' اس کے خیال میں دوست کی طرح محبت کی جاسکتی ہے لیکن کسی محبت کے لئے جیسی اسے کیٹی سے تھی خوبصورت ہونا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خاص آدمی ہونا ضروری تھا۔ سنا تو تھا اس نے کہ عورتیں اکثر معمولی صورت شکل کے سیدھے سادے لوگوں سے محبت کرتی ہیں لیکن اسے اس کا یقین نہیں تھا اس لئے کہ وہ اپنے روسیہ کو جان کر فیصلہ کرتا تھا کہ وہ خود کو صرف خوبصورت' پر اسرار اور خاص قسم کی ہی عورتوں سے محبت کر سکتا تھا۔

لیکن رسالت میں دو مہینے اکیلے رہنے کے بعد اس کو یقین ہو گیا کہ اس کی یہ محبت ان محبوبوں میں سے نہ تھی جن کا تجربہ اسے شروع جوانی میں ہوا تھا کہ یہ جذبہ تو اسے ایک منٹ بھی نہیں ملے۔ لیون جانتا تھا کہ وہ اس سوال کا فیصلہ کئے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔۔۔ کیٹی اس کی بیوی بننے کی یا نہیں بننے کی کہ اس کی نامہ امیدی محض اس کے اپنے تخیل کا نتیجہ تھی کہ اس کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسے ٹھکرا دیا جائے گا۔ اور اب وہ بیٹا مہینے اور اگر اسے قبول کر لیا جائے تو شادی کرنے کے حکم ارادے سے ماسکو آیا تھا۔ نہیں تو... وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اگر اسے ٹھکرا دیا گیا تو اس کا کیا ہو گا۔

صبح کی ریل گاڑی سے ماسکو پہنچ کر لیون اپنے ایک ہی کونکھ کے بڑے سوتیلے بھائی کو زینت کے ہاں فصر اور کپڑے بدل کر ان کے کمرے میں اس ارادے سے گیا کہ انہیں ابھی بتادے گا کہ وہ کس لئے آیا ہے اور ان سے صلاح لے گا۔ لیکن بھائی اکیلے نہیں تھے۔ ان کے پاس قلم کے ایک مشہور پروفیسر بیٹھے تھے جو خاک و کوف سے خاص طور سے اس لئے آئے تھے کہ اس غلط فہمی کو دور کر دیں جو ایک بہت ہی اہم فلسفیانہ سوال کے سلسلے میں ان کے درمیان پیدا ہو گئی تھی۔ پروفیسر صاحب مادیت پسندوں کے خلاف بڑے زوروں کا متاعرو کر رہے تھے اور سرگینی کو زینت بڑی دلچسپی سے اس متاعرو سے باخبر رہتے تھے۔ پروفیسر صاحب کا چھپلا مضمون پڑھ کر انہوں نے اپنا اعتراض ایک خط میں ان کو لکھ بھیجا تھا۔ انہوں نے پروفیسر صاحب کی فمائش کی تھی کہ وہ مادیت پسندوں سے بہت زیادہ دب رہے ہیں۔ اور پروفیسر صاحب اپنی بات سمجھانے کے لئے فوراً ہی خود اپنے تھے۔ بات اس فیشن ایبل سوال پر ہو رہی تھی کہ انسان کے عمل میں نفسیاتی اور عضویاتی متغیروں کے درمیان کوئی حد فاصل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کہاں؟

سرگینی ایو انودج نے اپنے بھائی کا خیر مقدم بھی اسی مٹی اور سرد مسکراہٹ سے کیا جو سب کے لئے عام تھی اور پروفیسر صاحب سے اس کا تعارف کرانے کے بعد اپنی بات چیت جاری رکھی۔ چھوٹے سے زور دے تنک لگائے ہوئے آدمی نے جس کی پیشانی تنک تھی، ایک لمحے کے لئے بات کو ترک کر کے صاحب سلامت کی اور پھر لیون کی طرف کوئی توجہ کئے بغیر اپنی بات چیت جاری کر دی۔ لیون اس انتظار میں بیٹھا کہ پروفیسر صاحب جائیں۔ لیکن جلد ہی اسے بات چیت سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ لیون ان مضامین کو رسالوں میں دیکھ چکا تھا جن کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں اور انہیں پڑھ کر اسے ان میں کی گئی تخیل سائنس کے بنیادی اصولوں کی تشریح سے دلچسپی پیدا ہوئی تھی کیونکہ یہ یونورشی کے حیاتیات کے شعبے میں اصول اسے پڑھا گئے تھے لیکن اس نے بھی جانور کی حیثیت سے انسان کا اصل اضطرابی کیفیتوں، حیاتیات اور عمرانیات کے بارے میں ان سائنسی نتائج کو خود اپنے لئے زندگی، موت کے ان سوالوں سے وابستہ نہیں کیا تھا جو پچھلے کچھ دنوں سے اس کے دماغ میں اکثر پیدا ہوتے رہتے تھے۔

پروفیسر صاحب کے ساتھ اپنے بھائی کی بات چیت سن کر اس نے دیکھا کہ ان لوگوں نے سائنسی سوالوں کو روحانی سوالوں سے وابستہ کر دیا اور کئی بار تقریباً ان سوالوں تک پہنچے لیکن ہر بار جیسے وہ لیون کو لگتا کہ اہم ترین سوال کے قریب پہنچتے ویسے ہی وہ جلدی سے اس سے دور ہو جاتے اور پھر نفس غمنی شتوں، مشروط خیالات، اقوال، اشاروں اور مستند لوگوں کے حوالوں کی گہرائی میں ڈوب جاتے اور وہ مشکل سے سمجھ پاتا کہ بات کس چیز کے بارے میں ہو رہی ہے۔

”میں بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا“ سرگینی ایو انودج نے حسب معمول اپنے واضح اور صاف جملوں اور طرز ادائیگی فصاحت کے ساتھ کہا۔ ”میں کبھی بھی صورت میں کس (13) سے اتفاق نہیں کر سکتا کہ خارجی دنیا کے بارے میں میرا سارا تصور تاثرات سے پیدا ہوا ہے۔ مجھے بہت کاسب سے بنیادی تصور احساسات کے ذریعے نہیں حاصل ہوا اس لئے کہ اس تصور کی تزیل کے لئے کوئی خاص عضو نہیں ہے۔“

”ہاں لیکن وہ لوگ دور ست اور کناؤ ست اور پڑپا سو ف آپ کو یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کا بہت ہی کا

شعور سارے احساسات کے یکجا ہو جانے سے پیدا ہوا ہے کہ بہت ہی کا یہ شعور احساسات ہی کا نتیجہ ہے۔ دور ست تو بلکہ سیدھے سیدھے کہتا ہے کہ جیسے ہی احساسات ختم ہو جاتے ہیں ویسے ہی بہت ہی کا شعور بھی باقی نہیں رہ جاتا۔“

”میں اس کے برعکس کہتا ہوں۔“ سرگینی ایو انودج نے کہنا شروع کیا لیکن لیون کو اس مقام پر پھر یہ لگا کہ یہ لوگ اہم ترین چیز تک پہنچ کر پھر دور چلے جا رہے ہیں اور اس نے پروفیسر صاحب سے ایک سوال کرنے کی بہت کی۔

”مطلب یہ ہوا کہ اگر میرے احساس تباہ ہو جائیں، اگر جسم میرا مر جائے تو پھر کسی طرح کا وجود نہیں ہو سکتا؟“ اس نے پوچھا۔

پروفیسر صاحب نے اس عجیب و غریب سوال کرنے والے کو جو فلسفی سے کہیں زیادہ سامان بردار کشتیوں کو کھینچنے والا مزدور لگ رہا تھا، گواہی کے ساتھ اور اس طرح دیکھا جیسے اس کے ٹوکنے سے انہیں دماغی درد ہو گیا ہو اور انہوں نے سرگینی ایو انودج کی طرف اس طرح نظریں اٹھائیں جیسے پوچھ رہے ہوں۔ ”اب اس کا کوئی کیا جواب دے؟“ لیکن سرگینی ایو انودج ہرگز اتنے جوش و خروش سے اور یکطرفہ طور پر نہیں بول رہے تھے جتنے کہ پروفیسر صاحب، اور ان کے دماغ میں اتنی وسعت تھی کہ وہ پروفیسر صاحب کو جواب بھی دے سکیں اور اس کے ساتھ ہی اس سادہ اور قدرتی نقطہ نظر کو بھی سمجھ سکیں جس سے سوال کیا گیا تھا۔ وہ مسکرائے اور بولے:

”ابھی ہمیں یہ سوال ملے کرنے کا حق نہیں ہے۔“

”ہمارے پاس کافی معلومات نہیں ہیں“ پروفیسر صاحب نے تائید کی اور اپنی دلیل جاری رکھیں۔ انہوں نے کہا ”میں‘ میرا دعویٰ ہے کہ اگر جیسا کہ پڑپا سو ف کہتے ہیں، احساس کی بنیاد تاثرات پر ہے تو ہمیں ان دونوں تصورات میں بہت سختی کے ساتھ فرق کرنا چاہئے۔“

لیون اب کچھ نہیں سن رہا تھا۔ وہ بس انتظار کر رہا تھا کہ پروفیسر صاحب جائیں۔

پروفیسر صاحب جب چلے گئے تو سرگینی ایو انودج اپنے بھائی کی طرف مخاطب ہوئے:

”بڑی خوشی ہوئی مجھے کہ تم آگے۔ زیادہ دنوں کے لئے آئے ہو؟ کھیتی باڑی کا کیا حال ہے؟“

لیون جانتا تھا کہ کھیتی باڑی بڑے بڑے بھائی کو کم ہی دلچسپی ہے اور انہوں نے یہ لیون کے ساتھ محض رعایت کی تھی جو اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس لئے اس نے جواب میں صرف گیہوں کی فروخت اور رقم کے بارے میں بتا دیا۔

لیون اپنے بھائی کو شادی کرنے کے ارادے کے بارے میں بتانا اور ان سے صلاح لینا چاہتا تھا اور اس کے بارے میں وہ قطعی طور پر بڑے بھی کرپکا تھا لیکن جب وہ بھائی سے ملا پروفیسر صاحب کے ساتھ اس نے ان کی بات چیت سنی اور بھائی کا غیر ارادی طور پر سر رستائے لہجہ سنا جس سے انہوں نے اس سے کھیتی باڑی کے معاملات کے بارے میں سوالات کئے (ماں کی طرف سے جو جائیداد ملی تھی اس کا ان لوگوں میں بٹوارا نہیں ہوا تھا اور دونوں کے حصے کی دیکھ بھال اور انتظامات لیون ہی کرتا تھا) تو لیون کو محسوس ہوا کہ یہ نہیں کیوں وہ شادی کے فیصلے کرنے کے بارے میں بھائی سے بات چیت شروع نہ کر سکتا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے



بھائی اس مسئلے کو بون نہ دیکھیں گے جیسے وہ چاہتا تھا کہ دیکھیں۔

"اور تمہارے زمستوہ میں کیا ہو رہا ہے؟" سرگینی ایلو نوچ نے پچھا جنہیں زمستوہ کے سوالات سے بڑی دلچسپی تھی اور جو انہیں بہت اہمیت دیتے تھے۔

"سچ تو یہ ہے کہ میں نہیں جانتا..."

"کیوں؟ آخر تم پورڈ (14) کے ممبر ہو؟"

"نہیں، اب ممبر نہیں ہوں۔ میں نے چھوڑ دیا" کسٹن تن لیون نے جواب دیا "اب میں اجلاسوں میں نہیں جاتا ہوں۔"

"افسوس کی بات ہے" سرگینی ایلو نوچ نے تیریاں چڑھاتے ہوئے کہا۔

لیون نے اپنی صفائی میں بتانا شروع کیا کہ اس کی تحصیل میں اجلاسوں میں کیا کیا ہو رہا تھا۔

"یہ سب بیٹھ ایسا ہی ہوتا ہے" سرگینی ایلو نوچ نے اس کی بات کاٹی۔ "ہم روسی جیسے سے ایسے ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے ہماری یہ خصوصیت اچھی ہو۔ اپنی کوتاہیوں کو دیکھ سکنے کی صلاحیت، لیکن ہم زرا ضرورت سے زیادہ ہی کرگزر رہے ہیں، ہم خطرے تحکین حاصل کرتے ہیں جو ہر وقت ہماری زبان کی نوک پر رہتا ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہتا ہوں کہ یہی حق جو ہمارے زمستوہ کی تنظیم کو ہے، کسی دوسری یورپی قوم کو، جرمنوں یا انگریزوں کو دے دیا جاتا تو وہ اس سے اپنی آزادی حاصل کرنے کا سامان کر لیتے، اور ہم ہیں کہ بس ہنس رہے ہیں۔"

"لیکن اب کیا کیا جائے؟" لیون نے قصور وار انداز میں کہا۔ "یہ میرا آخری تجربہ تھا۔ اور میں نے دل و جان سے کوشش کی۔ نہیں کر سکا۔ مجھے میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"صلاحیت کی بات نہیں ہے" سرگینی ایلو نوچ نے کہا "تم معاملے کو صحیح طور پر نہیں دیکھ سکتے۔"

"ہو سکتا ہے" لیون نے بیڈلی سے جواب دیا۔

"اور تمہیں معلوم ہے بھائی گولائی پھر یہاں آگئے ہیں۔"

بھائی گولائی ماں باپ دونوں کی طرف سے کسٹن تن لیون کے سگے بڑے بھائی اور سرگینی ایلو نوچ کے ایک ہی کوکھ سے سوتیلے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو چاہہ کر لیا تھا "اپنے حصے کی جائیداد کا بڑا حصہ اڑا دیا تھا" بہت ہی عجیب و غریب اور بڑے معاشرے میں زندگی بسر کرتے تھے اور بھائیوں سے جھگڑا کر لیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" لیون خوفزدہ ہو کر چلایا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"پرو کوئی ان سے بڑک پر ملا تھا۔"

"یہاں ماسکو میں؟ کہاں ہیں وہ؟ معلوم ہے آپ کو؟" لیون کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا جیسے اسی وقت جانا چاہتا ہو۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے اس کا ذکر کیا" سرگینی ایلو نوچ نے چھوٹے بھائی کی پریشانی پر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے پتہ چلانے کے لئے آدمی بھیجا تھا کہ وہ کہاں رہتے ہیں، اور توبین والا پرائیمری نوٹ بھی انہیں بھجوایا تھا جو میں نے ادا کر دیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے یہ جواب بھیجا۔"

اور سرگینی ایلو نوچ نے ہنسنے کے بجائے ایک کانڈ نکال کر بھائی کو دیا۔

لیون نے عجیب و غریب مگر جانی پہچانی تحریر میں پڑھا: "اکھار سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے میرے

حال پر چھوڑ دیجئے۔ میں اپنے مہمان بھائیوں سے بس یہی ایک مطالبہ کرتا ہوں۔ گولائی لیون۔"

لیون نے اسے پڑھا اور ہاتھ میں رکھ لے ویسے ہی سرائھے بغیر سرگینی ایلو نوچ کے سامنے کھڑا رہا۔

اس کے دل میں اپنے بد بخت بھائی کو اب بھلا دینے کی خواہش اور اس احساس کے درمیان جدوجہد ہو رہی تھی کہ ایسا کرنا برا ہوگا۔

سرگینی ایلو نوچ نے اپنی بات جاری رکھی "صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ میری توہین کرنا چاہتے ہیں لیکن توہین میری وہ نہیں کر سکتے اور میں دل سے ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ یہ کرنا ناممکن ہے۔"

"ہاں، ہاں" لیون نے زور دے کر کہا "میں جانتا ہوں اور ان کے ساتھ آپ کے برتاؤ کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن میں تو جاؤں گا ان کے پاس۔"

"اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو جاؤ لیکن میں مشورہ نہیں دوں گا" سرگینی ایلو نوچ نے کہا۔ "جہاں تک میرے تمہارے تعلقات کا سوال ہے تو اس سلسلے میں مجھے کوئی ڈر نہیں ہے، وہ میرا تمہارا جھگڑا نہیں کر سکتے۔ لیکن تمہاری خاطر میں تم کو یہی مشورہ دوں گا کہ نہ جانا بہتر ہوگا۔ مدد کرنا ناممکن ہے۔ ویسے تمہارا جو جی چاہے کرو۔"

"ہو سکتا ہے مدد کرنا تو ناممکن ہو لیکن میں محسوس کرتا ہوں خاص طور سے اس وقت، لیکن یہ دوسری بات ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے پریشانی رہے گی۔"

"اب یہ میری سمجھ میں نہیں آتا" سرگینی ایلو نوچ نے کہا۔ "میں صرف ایک بات سمجھتا ہوں" انہوں نے اضافہ کیا "یہ ہے اکھار کا سبق۔ میں اس چیز کو جسے لوگ لفٹا پین کہتے ہیں، دوسری طرح سے اور زیادہ نرمی و مصالحت کے ساتھ دیکھنے لگا ہوں جب سے بھائی گولائی ایسے ہو گئے جیسے وہ ہیں... پتہ ہے تمہیں کیا کیا انہوں نے..."

"اف، ہمسایہ تک بات ہے، کس قدر ہمسایہ تک بات ہے!" لیون نے دوہرایا۔

سرگینی ایلو نوچ کے خدمتگار سے بھائی کا پتہ حاصل کر کے لیون اسی وقت ان کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنا جانا شام تک کے لئے ملتوی کر دیا۔ سب سے پہلے سکون دل حاصل کرنے کے لئے اس کام کا فیصلہ کرنا ضروری تھا جس کے لئے وہ ماسکو آیا تھا۔ بھائی کے پاس سے لیون سیدھا جالوسکی کی عدالت میں گیا اور شیریا سکی خاندان کے معمولات کا پتہ کر کے وہاں چلا گیا جہاں کے بارے میں اس نے کہا کیا تھا کہ وہاں وہ کیسٹی سے مل سکتا تھا۔

چار بجے اپنے دل کی تیز دھڑکن کو محسوس کرتے ہوئے کرائے کی گاڑی میں وہ چڑھا مگر پہنچا اور پہاڑی کی طرف چلا جہاں ایک ٹیکسٹ رنک تھا۔ اسے یقین تھا کہ کیسٹی وہاں مل جائے گی اس لئے کہ اس نے چڑھا مگر کے پچانک پر شیریا سکی خاندان کی بھی کھڑی دیکھی تھی۔

پالے والی صفحہ کا صاف دن تھا۔ پچانک کے پاس بھیڑیں، برف گاڑیوں، کوچوں انوں اور پولیس کے سپاہیوں کی قطار تھی۔ خوش پوش لوگ، جن کی کتھیں روشن دھوپ میں چمک رہی تھیں، پچانک کے پاس اور تختین اولیٰ والے چھوٹے چھوٹے روسی گھروں کے نمونوں کے بیچ کے صاف کئے ہوئے راستوں پر بھیڑ

لگائے تھے۔ باغ کے پرانے ٹیڑھے میزھے بھونج کے بیڑ، جن کی ساری شاخوں پر برف جمی ہوئی تھی 'ایسے لگ رہے تھے جیسے انھیں نئے مقدس تھواری لباس میں ملیں کیا گیا ہو۔

وہ اکیٹنگ رنک کے راستے پر چلا جا رہا تھا اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا "بوکلانے کی کوئی ضرورت نہیں 'سکون سے رہنے کی ضرورت ہے۔ تم کو ہوا کیا ہے؟ تم کہہ کیا رہے ہو؟ چپ ہو 'یو قوف' اس نے اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جتنی زیادہ اس نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اتنی ہی اس کے لئے سانس لینا دو بھر ہوتا گیا۔ جان پہچان کا کوئی شخص ملا اور اس نے لیون کو آواز دی لیکن لیون نے پہچانا بھی نہیں کہ وہ کون تھا۔ وہ اس پہاڑی پر آگیا جہاں اوپر کھینٹی جانے والی اور پھسلنے والی سلیج گاڑیوں کی زنجیریں کھڑکیا رہی تھیں اور خوشی کی جھپٹیں بلند ہو رہی تھیں۔ وہ چند قدم اور گیا اور رنک کے سامنے پہنچ گیا اور فوراً ہی اکیٹنگ کرنے والوں کے بیچ میں اس نے کیٹی کو پہچان لیا۔

اس کے دل پر جو خوشی اور خوف کی ملی جلی کیفیت طاری ہو گئی تھی اس سے اس نے جان لیا کہ کیٹی وہیں ہے۔ وہ رنک کے دوسرے سرے پر کھڑی کسی خاتون سے باتیں کر رہی تھی۔ لگتا تھا کہ اس کے لباس میں کوئی خاص بات نہ تھی نہ اس کے انداز میں۔ پھر بھی اس بھیڑ میں اسے پہچان لینا لیون کے لئے اتنا آسان تھا جیسے بچوں کے پودوں کے بیچ میں گلاب کے پھول کو۔ اس کی وجہ سے ہر چیز تازہ ہو گئی۔ وہ ایک مسکراہٹ تھی جس نے پورے ماحول کا کوالا دیا تھا۔ لیون نے سوچا "کیا واقعی میں وہاں جا سکتا ہوں 'برف پر ہو کر اس کے پاس پہنچ سکتا ہوں؟" جہاں وہ تھی وہ جگہ لیون کو ناقابل رسائی مقدس جگہ معلوم ہو رہی تھی اور اس پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ ایک لمحہ کے لئے اس کا پیچھا کرنا وہاں سے چلا جائے۔ اسے اپنے اوپر جبر کرنا اور خود کو یہ سمجھنا پڑا کہ اس کے پاس تو ہر قسم کے لوگ آ جا رہے ہیں مگر وہ خود بھی اکیٹنگ کرنا ہوا اور جا سکتا ہے۔ وہ بچنے کی طرف چلا 'کیٹی سے نظریں چراتے ہوئے 'جیسے آدی سورج سے نظریں چراتا ہے لیکن وہ اسے دیکھے جا رہا تھا جیسے آدی سورج کو تنگ بھیرا سے دیکھتا رہتا ہے۔

پہلے سے اس دن اور دن کے اس وقت برف پر ایک ہی حلقے کے لوگ جمع ہوتے تھے جو سب آپس میں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ وہاں اکیٹنگ کے ماہر بھی تھے جو اپنے ہنر کی نمائش کر رہے تھے اور نو سکیمیا بھی جو چھوٹی چھوٹی پہلے دار گاڑیوں کا سارا لے کر ڈرے ڈرے بھونڈے انداز میں اکیٹنگ کر رہے تھے بلکہ بھی تھے اور بڑی عمر کے لوگ بھی جو صحت کی خاطر اکیٹنگ کرتے تھے۔ اور سب کے سب لیون کو پہنے ہوئے خوش نصیب لوگ لگ رہے تھے اس لئے کہ وہ وہاں تھے 'کیٹی کے پاس۔ اکیٹنگ کرنے والے سارے لوگ لگتا تھا کہ بالکل بے نیازی سے اس کے پاس تک جاتے 'اس سے آگے نکل جاتے بلکہ اس سے باتیں بھی کر لیتے اور سب بالکل اس سے آزاد ہو کر بہت عمدہ برف اور اچھے موسم سے فائدہ اٹھا کر خوشیاں منا رہے تھے۔

کیٹی کا چچرا بھائی گولا ٹی شیرا تنکی چھوٹی جیکٹ اور تنگ چٹون پہنے اکیٹ سمیت ایک بیچ پر بیٹھا تھا۔ اس نے لیون کو دیکھ کر نکارا:

"ارے! اکیٹنگ کے بہترین روسی ماہر! کیا آپ دیر سے آئے ہوئے ہیں؟ بڑی عمدہ برف ہے! اکیٹنگ پسند کرنا ہے۔"

"میرے پاس اکیٹنگ نہیں ہیں 'لیون نے جواب دیا۔ اسے خود حیرت ہوئی کہ وہ کیٹی کی موجودگی میں اتنی جرات اور بے تکلفی سے کیسے بول رہا ہے۔ اس نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی کیٹی کو آنکھ سے اوچھل نہیں

ہونے دیا حالانکہ اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ سورج اس کے قریب آ رہا ہے۔ وہ ایک کونے میں تھی اور بڑے اناڑی بن سے اونچے بوٹوں سمیت اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر بٹکا ہر ڈرتے ڈرتے اکیٹنگ کرتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے روسی لباس پہنے ہوئے ایک لڑکا آ رہا تھا جو ڈرتے ہاتھ پھیلاتا اور جھکا زمین سے تقریباً لگا ہوا تھا۔ کیٹی اس کے ساتھ اکیٹنگ نہیں کر رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ چھوٹے سے من سے نکال لئے تھے جو اس کے گلے میں ایک ڈوری سے لٹکا ہوا تھا اور خود کو سنبالنے کے لئے ہاتھوں کو تیار رکھے تھی۔ اس نے لیون کو پہچان لیا تھا اور اسے دیکھ کر وہ اپنے ڈر پر مسکرائی۔ جب پتھر پڑا ہو گیا تو اس نے پاؤں کے ایک پھر تیلے جھکے سے خود کو آگے بڑھایا اور اکیٹنگ کرتی ہوئی سیدھے شیرا تنکی کے پاس آ گئی اور اس کے ہاتھ کا سارالے کر مسکرائی اور سر کے اشارے سے لیون کو تعظیم کی۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھی جتنا لیون نے اسے تصور کیا تھا۔

لیون جب اس کے بارے میں سوچتا تھا تو وہ اس کو جیتی جاگتی 'پوری کی پوری تصور کر سکتا تھا 'اور خاص طور سے واضح ہوتی تھی اس کے سنہرے بالوں والے چھوٹے سے سر کی دکھائی 'جس میں بچپن کی سی صاف دلی اور تنکی تھی اور جو اس کے نو عمریو قافہ کندھوں پر اتنی آزادی سے لٹکا رہتا تھا۔ چرے مہرے کا پگھلا پن اور اس کے ساتھ ہی قد و قامت کی ایسی نہیں خوبصورتی اسے خاص طور سے وہ جاذبیت عطا کرتی تھی جو لیون کو انہی طرح یاد تھی۔ لیکن اس کی شخصیت میں جو چیز لیون کو بیشہ حیران کر دیتی تھی وہ اس کی آنکھوں کا تاثر تھا جو نیک 'پرسکون اور سیدھی چچی لگتی تھیں اور خاص طور سے اس کی مسکراہٹ جو لیون کو بیشہ جادوئی دنیا میں پھنسا دیتی تھی جہاں وہ خود کو شیشی اور نیک محسوس کرتا تھا جیسا اسے یاد تھا کہ وہ اپنے شروع بچپن کے دنوں میں بھی ہوا کرتا تھا۔

"آپ کافی دنوں سے یہاں ہیں؟" کیٹی نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اور پھر جب لیون نے اس کا رومال اٹھا کر اسے دیا جو من میں سے گر پڑا تھا تو اس نے اضافہ کیا "شکریہ قبول فرمائیے۔"

"میں؟ میں زیادہ دنوں سے نہیں ہوں 'میں تو کل ہی... مطلب 'آج ہی... پہنچا ہوں 'لیون نے جواب دیا۔ بوکلانہٹ میں وہ کیٹی کے سوال کو فوراً نہیں سمجھ پایا۔ "میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا" اس نے کہا اور اسی وقت اسے یاد آگیا کہ وہ کیٹی کو کس نیت سے تلاش کر رہا تھا۔ وہ گہرا گیا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اکیٹنگ کرتی ہیں اور اتنی اچھی اکیٹنگ کرتی ہیں۔

کیٹی نے غور سے اسے دیکھا جیسے اس کی گہراہٹ کی وجہ جاننا چاہتی ہو۔

"آپ کی تعریف کی تو بڑی قدر کرتی چاہئے۔ یہاں تو لوگوں کو آج تک یاد ہے کہ آپ اکیٹنگ کے بہترین ماہر ہیں" اس نے سیاہ دستانہ پہنے چھوٹے سے ہاتھ سے اپنے من پر پالے بھی برف کو جھاڑا 'تہوئے کہا۔

"ہاں ایک زمانے میں میں بڑے جوش کے ساتھ اکیٹنگ کرتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس میں کمال حاصل کروں۔"

"لگتا ہے آپ ہر چیز جوش کے ساتھ کرتے ہیں" کیٹی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا اتنا ہی تی چاہتا ہے دیکھنے کا کہ آپ کیسے اکیٹنگ کرتے ہیں۔ پہننے نہ اپنے اکیٹنگ کے ساتھ اکیٹنگ کرتے ہیں۔"



لیون نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا "ساتھ ا سکیٹنگ کیا واقعی یہ ممکن ہے؟"  
اس نے کہا "ابھی پن کر آتا ہوں۔"

اور وہ ا سکیٹ پہننے چل دیا۔

ا سکیٹوں کے ٹھکانے نے لیون کے پاؤں کو پکڑ کر ا سکیٹ کے چٹا لگاتے ہوئے کہا "آپ بہت دنوں سے نہیں آئے، جناب۔ آپ کے بعد صاحب لوگوں میں کوئی بھی ایسا استاد نہیں ہوا۔ یہ ٹھیک رہے گا۔؟" اس نے تسموں کو کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ذرا جلدی کرو میرا پی کر کے" لیون نے جواب دیا۔ وہ خوشی کی مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے ضبط کئے ہوئے تھا جو غیر ارادی طور پر اس کے ہونٹوں پر آئی جا رہی تھی۔ اس نے سوچا "ہاں، یہ ہے زندگی، اس کو کہتے ہیں خوشی، اس نے خود کہا۔" چلے ساتھ ا سکیٹنگ کرتے ہیں۔ اس سے ابھی کہہ دوں؟ شاید میں کہتے اس نے ذرا تاہوں کہ اب میں خوش ہوں، خوش ہوں کہ کچھ امید تو ہے۔ لیکن بعد کو؟۔ لیکن کتنا ضروری ہے! ضروری ہے! ختم ہو یہ کمزوری!"

لیون کھڑا ہو گیا، اس نے اپنا اور کوٹ اتار دیا اور چھوٹے سے مکان کے گرد کھردری ریف پر پکر لگا کر تیزی سے چٹنی ریف پر آگیا اور بغیر کسی کوشش کے ا سکیٹنگ کرنے لگا۔ جیسے محض اپنی قوت ارادی سے وہ اپنی رفتار کبھی ست اور کبھی تیز کر دیتا تھا اور ا سکیٹنگ کے رخ کا تعین کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنا کئی کے قریب پہنچا لیکن پھر اس کی مسکراہٹ نے لیون کو مطمئن کر دیا۔

کیٹی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور وہ پاس پاس ا سکیٹنگ کرنے لگے، تیز سے تیز تر، اور جتنی ان کی رفتار بڑھتی جاتی اتنی ہی مضبوطی سے کیٹی اس کے ہاتھ کو دباتی جاتی۔

"آپ کے ساتھ تو میں بڑی جلدی سیکھ لیتی۔ آپ کے ساتھ پہنچے نہیں کیوں مجھ میں زیادہ اعتماد آ جاتا ہے" اس نے لیون سے کہا۔

"اور جب آپ میرا سارا لئے ہوئی ہیں تو مجھے بھی اپنے اوپر زیادہ اعتماد ہوتا ہے" لیون نے کہا لیکن جو کچھ وہ کہہ چکا تھا اس سے وہ فوراً ہی ڈر گیا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور واقعی جیسے ہی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے دیئے ہی اچانک گویا سورج بادلوں کی آڑ میں ہو گیا، کیٹی کے چہرے سے اس کی ساری شفقت غائب ہو گئی اور لیون اس کے چہرے کے جانے پہچانے انداز کو سمجھ گیا جس کے معنی ہوتے تھے کہ وہ کچھ سوچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کی صاف پیشانی پر پکا سابل پڑ گیا تھا۔

"کیا آپ کسی بات سے ناخوش ہیں؟ ایسے مجھے پوچھنے کا حق تو نہیں ہے" اس نے جلدی سے کہہ دیا۔

"کس بات سے؟ میں میں بالکل ناخوش نہیں" اس نے سرد مہری سے جواب دیا اور فوراً ہی اضافہ کیا۔

"آپ ماموزیل لیون سے نہیں ملے؟"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"ان کے پاس ہو گئے، آپ سے وہ اتنی محبت کرتی ہیں۔"

لیون نے سوچا "کیا؟ میں نے اسے ناراض کر دیا۔ یا خدا مدد کر میری!" اور دو ڈکریو ڈھی فراہمی گورنس کے پاس چلا گیا جن کی کینٹی پر سفید بالوں کے چھلے تھے۔ وہ ایک بچہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ لمبی داہنتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا کر وہ لیون سے پرانے دوست کی طرح ملیں۔

"ہاں، ہم لوگ بڑے ہو رہے ہیں" انہوں نے آنکھوں سے کیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لیون سے کہا "اور یو ڈیوے ہو رہے ہیں۔ ٹائٹی بیگز (15) کتنی بڑی ہو گئی ہے!" فراہمی گورنس نے ہنسنے ہوئے کہا اور لیون کو اس کا مذاق یا دلا دیا جب وہ تینوں لڑکیوں کو انگریزی قصبے کے تین بھالونے پکڑا کر تھا۔ "یاد ہے آپ پہلے ہی کہتے تھے؟"

اسے بالکل یاد نہیں تھا لیکن فراہمی گورنس دس سال سے اس مذاق پر ہنس رہی تھیں جسے وہ بہت پسند کرتی تھیں۔

"اچھا تو آپ جائے، جائے، ا سکیٹنگ کیجئے۔ ہماری کیٹی بھی اچھی ا سکیٹنگ کرنے لگی ہے، ہے نہ؟"

جب لیون پھر تیزی سے ا سکیٹنگ کرتا ہوا کیٹی کے پاس پہنچا تو اس کے چہرے پر تندی نہیں تھی، آنکھیں دیکھی سی تھیں، صاف دلی اور شفقت سے دیکھ رہی تھیں لیکن لیون کو لگا کہ اس کی شفقت میں ایک خاص، سوچا سمجھا ہوا پرسکون انداز تھا۔ اور اس کا پی او اس ہو گیا۔ اپنی بو ڈھی گورنس اور ان کی عجیب و غریب حرکتوں کی باتیں کرنے کے بعد کیٹی لیون سے اس کی زندگی کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"کیا سچ دعوت میں جاؤں میں آپ کا پی نہیں دیتا؟"

"نہیں، بالکل نہیں دیتا، میں بہت مصروف رہتا ہوں" اس نے کہا اور یہ محسوس کیا کہ کیٹی اس کو اپنے پرسکون لمبے سے اپنا تابع بنا رہی ہے جس سے پتا اس کے بس میں نہیں ہے، جیسے جاؤں کے شروع میں نہیں تھا۔

"آپ زیادہ دنوں کے لئے آئے ہیں؟" کیٹی نے پوچھا۔

"معلوم نہیں" اس نے جواب دیا بغیر یہ سوچے ہوئے کہ کس چیز کے بارے میں بات کہہ رہا ہے۔ اسے یہ خیال ہوا کہ اگر اس نے کیٹی کے پرسکون دوستانہ لمبے کو مان لیا تو وہ پھر کچھ بھی ملے گئے بغیر چلا جائے گا اور اس نے جو کچھ بھی ہوا اسے بھٹکنے کا فیصلہ کر لیا۔

"کیوں نہیں معلوم؟"

"معلوم نہیں۔ اس کا دار و مدار آپ پر ہے" اس نے کہا اور فوراً ہی اپنے الفاظ سے ڈر گیا۔

پتہ نہیں کیٹی نے اس کے الفاظ سے نہیں یا سنا تھا جتنی نہ تھی لیکن وہ جیسے لڑکھائی سی، دوبار اس نے پاؤں کو جھٹکا اور تیزی سے اس سے دور چلی گئی۔ وہ ا سکیٹنگ کر کے ماموزیل لیون کے پاس گئی، اس نے ان سے کچھ کہا اور اس چھوٹے سے مکان میں چلی گئی جہاں خواتین اپنے ا سکیٹ اتارتی تھیں۔

"اف میرے خدا! میں نے کیا کیا! اے میرے مالک، میرے خدا! مدد کر میری، مجھے سکھا!" لیون نے دعا مانگتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تیز حرکت کی زبردست خواہش محسوس کی۔ وہ تیزی سے ا سکیٹنگ کرنے اور اندرونی وبا ہری ملتے بنانے لگا۔

اسی وقت نئے ا سکیٹنگ کرنے والوں میں سب سے اچھا نوجوان منہ میں پاہیروس لگائے، ا سکیٹ پہننے ہوئے کیٹی سے لگا، اس نے ایک دوڑ لگائی اور ا سکیٹ سمیت میڑھیوں پر سے اترنے لگا، گھٹنا ٹھٹھور کر تا ہوا اور اچھلتا ہوا۔ وہ اپنے ہاتھوں کی آزادانہ حالت کو بد لے بغیر ہی ا سکیٹ کرنا یوں پر چلا گیا۔

"ہاں، یہ نہ کوئی چیز!" لیون نے کہا اور فوراً ہی دو ڈکریاں کر دیا کہ وہ بھی یہ نیا کمال کر دکھائے۔

مقابلے میں وہ "آٹھلیا" کے زیادہ مقروض تھے اس لئے انہوں نے سوچا کہ اس ہوٹل سے کتنا بڑی بات ہوگی۔  
 "تمہارے پاس گاڑی والا ہے؟" اچھی بات ہے "اس لئے کہ میں نے اپنی بھئی کو واپس کر دیا۔"  
 راستے بھر دونوں دوست چپ رہے۔ لیون اس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کبھی کے چرے کے تاثر  
 کے اس طرح بدل جانے کے کیا معنی تھے، بھئی خود کو یقین دلا تا کہ امید ہے تو بھی اس پر غامضی طاری ہو جاتی  
 اور اسے صاف دکھائی دیتا کہ اس کی امید احمقانہ ہے لیکن اس کے ساتھ یہ وہ محسوس کرنا کہ وہ بالکل دوسری  
 شخص ہے اور اس سے مختلف ہے جیسا وہ اس کے مسکرانے اور "پھر ملیں گے" کہنے تک تھا۔  
 استی پان ارکاڈ سچے راستے میں یہ طے کر رہے تھے کہ کھانے میں کیا کیا آرڈر کریں گے۔  
 پچھتے ہی انہوں نے لیون سے پوچھا "تیرا بوجھلی تمہیں پسند ہے؟"  
 "کیا؟" "لیون نے سوال کیا" "تیرا بوجھلی؟" "جیسے بے حد پسند ہے۔"

## 10

لیون جب ابلیسکی کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ استی پان ارکاڈ سچے کے چرے پر اور  
 سارے ڈبل ڈول پر ایک خاص قسم کا تاثر ہے جیسے دہائی ہوئی تانبہ کی ہو۔ ابلیسکی نے اور کوٹ اتارا اور بیٹ  
 کو کچھ اور کچھ کے ہوئے وہ ڈانگ ہال میں داخل ہوئے۔ فرار کوٹ پہنے اور ہاتھوں پر ٹیکن ڈالے ہوئے ان  
 تار و بیڑوں (17) کو جو ان کی خدمت کے لئے لپک پڑے تھے وہ برابر بات دے رہے تھے۔ دائیں بائیں  
 جان بچان کے لوگوں کی تعظیم میں سر جھکاتے ہوئے 'جو ہر جگہ کی طرح یہاں بھی ان سے ملنے پر خوشی کا اظہار کر  
 رہے تھے' وہ بار تک گئے 'واڈا کاپی کر چھلی کا ایک ٹکڑا انہوں نے کھایا اور خوب میک اپ کئے ہوئے 'فیتوں'  
 لیس اور بھاری لہجے میں ہوئی فرانسیسی عورت سے 'جو کاؤنٹر کے ادھر بیٹھی ہوئی تھی' انہوں نے کوئی ایسی بات کہی  
 کہ وہ بھی سچے فٹس پڑی۔ لیون نے صرف اسی وجہ سے واڈا کا نہیں پی کہ اس فرانسیسی عورت کو دیکھ کر 'جو گلتا تھا  
 نفی بالوں' پور دی ری اور وینک دی تو آیت (18) کی بنی ہوئی ہے "اسے بد تیزی کا احساس ہوا۔ وہ اس سے  
 جلدی سے اس طرح دور ہو گیا جیسے آدی گندی جگہ سے بھاگے۔ اس کے دل و دماغ پر پوری طرح کبھی کی یادیں  
 چھائی ہوئی تھیں اور اس کی آنکھوں میں تقدس اور خوشی کی مسکراہٹ دکھ رہی تھی۔

"ادھر حضور انور، مہربانی فرما کر یہاں کوئی داخل نہ ہو گا حضور انور" خاص طور سے پیچھے پیچھے گئے ہوئے  
 ایک بوڑھے سفید بالوں والے آٹار نے کہا جس کا درمیانی دھڑبڑتے ہوئے چوڑا تھا جس کی وجہ سے اس کے کوٹ  
 کے پچھلے دامن کا شکاف چرچا ہوا تھا۔ "بیٹ مجھے دے دیجئے حضور انور" اس نے لیون سے کہا۔ استی پان  
 ارکاڈ سچے کے لئے احترام کی علامت کے طور پر وہ ان کے مہمان کے ساتھ بھی پورے احترام سے پیش آ رہا تھا۔  
 کانٹے کے فانوس کے نیچے گول میز پر 'جس پر پہلے ہی میز پوش بچھا تھا' آٹا "فانا" دوسرا میز پوش بچھا کر اس  
 نے نمٹلیں کر سیوں کو کھسکا دیا اور ہاتھ میں مینو اور ٹیکن لے کر استی پان ارکاڈ سچے کے سامنے کھڑا ہو کر آرڈر کا  
 انتظار کرنے لگا۔

"حضور انور اگر حکم دیں تو علیحدہ کیبن ابھی خالی ہو جائے گا۔ پرنس کو لیسن ایک خاتون کے ساتھ ہیں۔  
 تازہ کستور اچھلی آئی ہے۔"  
 "اچھا، مستورا۔"

"اپنی جان جو کھم میں نہ ڈالے" اس کے لئے مشق ضروری ہے! "گولائی شیریا سکی نے اس سے چلا کر  
 کہا۔

لیون زبوں کے اوپر پہنچ گیا، اوپر جتنی ہو سکی اتنی لمبی دوڑ اس نے لگائی اور پھر پیچھے اترنے لگا۔ آخری  
 زینے پر اس کے پاؤں الجھ گئے لیکن تقریباً برف تک ہاتھ پہنچ کر کے اس نے خود کو سنبھالا اور بڑتا ہوا آگے بڑھ  
 گیا۔

"کتنا اچھا اور کتنا پیارا" کبھی نے اس وقت سوچا۔ وہ ایکٹ اتار کر موزیل لیون کے ساتھ مکان  
 میں سے نکل آئی تھی اور ہر سکون شفقت کی مسکراہٹ کے ساتھ لیون کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کا  
 چہیتا بھائی ہو۔ وہ سوچ رہی تھی "اور کیا واقعی میں قصور وار ہوں؟ کیا میں یہ کچھ برا کیا ہے؟ لوگ کہتے ہیں۔  
 غرور دار۔ میں جانتی ہوں کہ میں ان سے محبت نہیں کرتی پھر بھی ان کے ساتھ میرا ہی خوش رہتا ہے اور وہ کہتے  
 اچھے ہیں۔ مگر یہ کہ انہوں نے کس لئے یہ کہہ دیا؟"

لیون نے یہ دیکھا کہ کبھی اور اس کی ماں 'جو اسے زبوں کے پاس مل گئی تھیں' جانے والی ہیں۔ تیز  
 ایکٹنگ کرنے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے رک کر زار اوپر سوچا۔ پھر اپنے ایکٹ اتار کر  
 ان کے پیچھے لپکا اور پچانک کے پاس پہنچے پیچھے اس نے ماں اور بیٹی کو پایا۔  
 "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی" پرنس نے کہا۔ "بیٹ کی طرح تعزات کو ہم مہمانوں سے ملنے  
 ہیں۔"

"مطلب آج ہی؟"

"آپ آئیں گے تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی" پرنس نے روکھے پن سے کہا۔  
 اس روکھے پن سے کبھی کو کوفت ہوئی اور وہ اپنی اس خواہش کو مضبوط نہ کر سکی کہ ماں کی سردمہری کی طمانی  
 کتنی چاہئے۔ اس نے مڑ کر مسکراتے ہوئے کہا:  
 "پھر ملیں گے۔"

اسی وقت استی پان ارکاڈ سچے اپنی بیٹ باندھن سے کچ گئے ہوئے 'خوش و خرم داخل ہوئے لیکن جب  
 ساس کے پاس پہنچے تو زالی کی صحت کے بارے میں ان کے سوال کا جواب انہوں نے رنجیدہ اور قصور وار  
 صورت بنا کر دیا۔ ساس سے دہلی زبان اور اطاعت گزار کی کے انداز میں باتیں کرنے کے بعد انہوں نے سینہ تانا  
 اور لیون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تو پھر، ملیں؟" انہوں نے پوچھا اور کہنے لگے "میں سارے وقت تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہا اور  
 مجھے بہت سی خوشی ہے کہ تم آگئے۔" یہ کہہ کر انہوں نے معنی خیز انداز میں لیون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر  
 دیکھا۔

"ہاں، ملے، ملے" لیون نے خوشی خوشی جواب دیا "اس کے کانوں میں ابھی تک 'پھر ملیں گے' کہنے والی  
 آواز گونج رہی تھی اور نگاہوں میں وہ مسکراہٹ پھری تھی جس کے ساتھ یہ الفاظ کہے گئے تھے۔

"آٹھلیا، ملیں یا" "ایریتاؤ" (16)؟

"میرے لئے سب برابر ہے۔"

"تو پھر 'آٹھلیا' چلتے ہیں" استی پان ارکاڈ سچے نے "آٹھلیا" کا انتخاب اس لئے کیا کہ "ایریتاؤ" کے



استی پان ارکاڈ سچے سوچتے گئے۔

"لیون! کیا اپنا منصوبہ بدل نہ دیں؟" انہوں نے مینو پر انگلی رکھی اور ان کے چہرے پر سنجیدہ غور و فکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ "کستور! اچھی تو ہے؟ تمہاری ذمہ داری ہوگی!"

"فلینس برگ سے آئی ہے حضور اور 'اوسٹینڈ' کی نہیں ہے۔"

"کلی ہی آئی ہیں۔"

"تو پھر کستور اسی سے شروع کریں نہ اور بعد کا سارا پروگرام بھی بدل دیں؟ کیوں؟"

"میرے لئے سب برابر ہے۔ میرے لئے تو سب سے اچھا ہے کرم کھلے کا شور بہ اور دلایا۔ لیکن یہاں تو وہ ہو گا نہیں۔"

"کاشا آلا روس (19) حکم دیتے تو؟" تاتار نے لیون کی طرف اس طرح جھک کر کہا جیسے آیا میں بچوں پر جبکہ کر کچھ کہتی ہیں۔

"نہیں! مذاق نہیں! جو بھی تم پسند کر دو ہی ٹھیک ہے۔ میں نے اسکیٹنگ کی ہے اور اب بھوک لگی ہے۔ لیکن یہ نہ سوچتا! اس نے ابو کھی کے چہرے پر ناخوشی کا اظہار دیکھ کر افسانہ کیا، مگر میں تمہارے انتخاب کی قدر نہ کروں گا۔ اچھا کھا تا میں بڑی خوشی سے کھاؤں گا۔"

"کیوں نہیں! تم چاہے کچھ بھی کہو! یہ تو زندگی کی ایک خوشی ہے" استی پان ارکاڈ سچے لے کر۔ "تم میرے بھائی! ہمیں دودر جن کستور! وہ نہیں کم ہوگی! تین درجن! جڑی والا شور بہ۔"

"بیرینستانیر" تاتار نے دو ہرایا لیکن استی پان ارکاڈ سچے بظاہر اسے فرانسیسی نام لینے کی خوشی میں عطا کرنا چاہتے تھے۔

"جڑی کے ساتھ جانتے ہو؟ اس کے بعد تیرو گاڑھی چٹنی کے ساتھ! پھر۔۔۔ دوست رمنٹ۔ لیکن خیال رکھنا! اچھا ہو۔ پھر مرغ اور آخر میں ڈبہ بند پھل۔"

تاتار کو استی پان ارکاڈ سچے کا فرانسیسی نام لینے کا طریقہ یاد تھا اس لئے اس نے ان کے بعد دو ہرایا تو نہیں لیکن دل ہی دل میں ساری چیزوں کے وہ نام دو ہرائے کی خوشی حاصل کر لی جو مینو میں لکھے ہوئے تھے۔ "سوپ! بیرینستانیر! تیرو سو سو بومارٹے! پولارد! لیستراگون! ماسیدو آئل دی فرو ای۔۔۔ اور فور ای! جیسے کمائیاں کام کر رہی ہوں! اس نے ایک سردرق والے کارڈ کو رکھ کر دوسرا اٹھایا! شرابیوں والا اور اسے استی پان ارکاڈ سچے کے سامنے رکھ دیا۔

"اور تمہیں گے ہم کیا؟"

"جو بھی تم چاہو! بس تھوڑی سی! شامین! لیون نے کہا۔

"کیسے! شروع سے! مگر ٹھیک تو ہے! شاید۔ تم کو سفید مہر والی پسند ہے نہ؟"

"تاتار پھر بول پڑا! کاشے بلان۔"

"تو کستور! اس کے ساتھ تم ہی لاؤ! پھر دیکھنا پائے گا۔"

"جی حضور اور ٹھیک! وائن کون سے آرڈر کریں گے؟"

"نیوٹی لاؤ۔ نہیں! کھانسی شامی! بستر رہے گی۔"

"جی حضور۔ اور پیروی جو آپ پسند کرتے ہیں؟"

"ہاں! پار میزان۔ یا تمہیں کوئی اور پسند ہے؟"

"نہیں! میرے لئے سب برابر ہے! لیون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس سے ضبط نہیں کیا جا رہا تھا۔

اور فراق کوٹ کے پچھلے واسن کے چہرے شکاف اور بڑے بڑے کولوں والا تاتار پکا ہو گیا اور پانچ منٹ میں کستور کی قلاب لے کر آگیا جن کی نیپیاں کھلی ہوئی تھیں۔ تاتار کی انگلیوں میں ایک بول دہی ہوئی تھی۔

استی پان ارکاڈ سچے نے کلف دی ہوئی ٹینک کھولی اور اسے اپنی واسٹ کے گربان میں لٹکایا اور میز پر اطمینان سے ہاتھ رکھ کر کستور پر نوٹ پڑے۔

"لیکن بری نہیں ہیں! انہوں نے چاندی کے کانٹے سے سپروں میں سے قہر قہرائی کستور کو نکالنے اور پے در پے لگتے ہوئے کہا۔ "بری نہیں ہیں! انہوں نے اپنی نم اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے کبھی لیون اور کبھی تاتار کو دیکھتے ہوئے پھرے کہا۔

لیون نے کستور اچھلیاں بھی کھائیں حالانکہ اسے پیڑ اور سفید ڈبل روئی زیادہ اچھی لگی۔ لیکن ابو کھی کو وہ بڑی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ تاتار بھی "کارک کھول کر چوڑے دہانے کے ٹیس جاموں میں بھگا دیتی تھری ہوئی شراب اڑھٹے اور اپنی سفید ٹائی ٹیک کرتے ہوئے طمانیت کی مسکراہٹ کے ساتھ استی پان ارکاڈ سچے کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کو شاید کستور زیادہ پسند نہیں ہے؟" استی پان ارکاڈ سچے نے اپنا جام پی کر پوچھا۔ "یا تم کچھ ٹھرمند ہو؟ کیوں؟"

وہ چاہتے تھے کہ لیون خوش ہو۔ لیکن لیون یہ بات نہیں کہ خوش نہیں تھا! اسے جھمک محسوس ہو رہی تھی۔ جو اس کے دل میں تھا اس کے ساتھ اسے رستور! میں کچھ حیرانی سی ہو رہی تھی اور اسے پناہ لگ رہا تھا! جہاں کہیں تھے جن میں لوگ خواتین کے ساتھ کھاتے پیتے تھے! اور جہاں اس قدر بھاگ دوڑا اور ہنگامہ تھا! کانٹے! آئینوں! گیس لمپوں اور تاتار ویشوں کا ماحول۔ یہ سب اسے بے ہودگی معلوم ہو رہی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کہ جو اس کے دل میں ہے اس کی بے حرمتی ہوگی۔

"میں؟ ہاں! ٹھرمند تو ہوں لیکن اس کے علاوہ مجھے یہ سب دیکھ کر جھمک ہوتی ہے! اس نے کہا۔ "تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مجھ و سات میں رہنے والے کو یہ سب چیزیں بے ہودہ لگتی ہیں جیسے ان صاحب کے ناخن جن سے تمہارے ہاں ملا تھا۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا کہ تمہارے گریفٹیو! کے ناخنوں سے تم کافی دلچسپی لے رہے تھے! ہنستے ہوئے استی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔

"مجھ سے رہا نہیں جاتا! لیون نے جواب دیا۔ "تم ذرا میری جگہ سے! و سات میں رہنے والے کے نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش تو کرو۔ ہم گاؤں میں کوشش کرتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کو ایسی حالت میں رکھیں کہ کام کرنے میں آسانی ہو! اس کے لئے ہم ناخن کاٹ دیتے ہیں اور کبھی کبھی آئین بھی چڑھا لیتے ہیں۔ اور یہاں لوگ ناخن بڑھا لیتے ہیں جہاں تک بڑھ سکیں اور آئینوں کو طیشوں جیسے ہتھوں سے بند کر لیتے ہیں تاکہ ہاتھوں سے کچھ کام کیا ہی نہ جاسکے۔"

اسی پان ارکاڈ سچے خوش ہو کر مسکرا رہے تھے۔

"ہاں یہ اس کی علامت ہے کہ اسے سخت محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا دماغ کام کرتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ پھر بھی مجھے بے ہودہ لگتا ہے دینے ہی جیسے مجھے اس وقت یہ بات بے ہودہ لگتی ہے کہ ہم دیہات کے رہنے والے جلد سے جلد کھانا کھا کر ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اپنے کام کرنے کے لئے وقت ملے، لیکن میں اور تم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جتنی دیر تک ہو سکے کھانا نہ ختم ہو اور اس کے لئے ہم کستورا پھلیاں کھاتے ہیں۔"

"تو بالکل معقول بات ہے" اسی پان ارکاڈ سچے نے بات پکڑ کر کہا۔ "لیکن یہی تو تعلیم و تہذیب کا مقصد ہے کہ ہر چیز سے مسرت اور لطف حاصل کیا جائے۔"

"اگر یہی مقصد ہے تو میں جنگلی ہی رہنا پسند کروں گا۔"

"تم ویسے ہی جنگلی ہو۔ تم سارے لیون جنگلی ہو۔"

لیون نے ٹھنڈی سانس بھری۔ اسے اپنے بھائی گولائی یاد آ گئے۔ اسے خیر کی ملامت اور کوفت کا احساس ہوا اور اس نے بھوین سکڑ لیں۔ لیکن الجھن کی اس چیز کا ذکر چھیڑ دیا جس نے فوراً اس کی توجہ دوسری طرف موڑ دی۔

"تو پھر آج شام کو تم ہمارے عزیزوں کے ہاں یعنی شیرا تنکی کے ہاں جاؤ گے؟" اس نے اپنے سامنے سے کستورا پھلیوں کی خولوں والی خالی بیٹ کو ہٹا دے اور پیر کو اپنی طرف کھسکاتے ہوئے معنی خیز طور پر آنکھیں چپکا کر پوچھا۔

"ہاں ضرور جاؤں گا" لیون نے جواب دیا "حالانکہ مجھے لگا کہ پرنس نے کچھ بادل ناخواست مجھ سے آنے کو کہا ہے۔"

"تم بھی کیا بات کرتے ہو بالکل لغویہ تو ان کا انداز ہے۔ لاؤ بھائی شور یہ ددا! یہ ان کا انداز ہے مگر اند دام (20) "اسی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "میں بھی آؤں گا لیکن مجھے کاؤش یا تینا کے ہاں ریسرسل میں جانا ہے۔ اور تم جنگلی نہیں ہو تو اور کیا ہو؟ اب اس کی کیا وجہ سمجھا سکتے ہو کہ اچانک ماسکو سے غائب ہو گئے؟ شیرا تنکی خاندان والے مجھ سے برابر تمہارے بارے میں پوچھتے تھے جیسے مجھے ضرور معلوم ہونا چاہئے۔ اور میں تو بس ایک بات جانتا ہوں کہ تم وہ کرتے ہو جو کوئی نہیں کرتا۔"

"ہاں" لیون نے دھیرے دھیرے اور کچھ پریشان سا ہو کر کہا "تم ٹھیک کہتے ہو میں جنگلی ہوں۔ لیکن میرا جنگلی پن نہیں ہے کہ میں چلا گیا تھا بلکہ یہ ہے کہ اب پھر آیا ہوں۔ اب میں آیا ہوں۔"

"اف! کس قدر تم خوش نصیب ہو!" اسی پان ارکاڈ سچے ہی میں بول پڑے اور انہوں نے لیون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

"کس لئے؟"

"مجھ تو دل کا جوش دیکھو اور ان کی نسل جاتوں، آنکھوں سے مرد عاشق کے دل کا حال بوجھو" (21)

اسی پان ارکاڈ سچے نے بڑی آواز سے یہ شعر پڑھا۔ "سب کچھ تمہارے آگے ہے۔"

"اور تمہارے لئے کیا سب کچھ پیچھے رہ گیا؟"

"نہیں پیچھے تو نہیں، لیکن تمہارے لئے مستقبل ہے، میرے لئے حال ہے اور حال بھی کچھ اور ہے کچھ

اور ہے۔"

"کیا ہوا؟"

"کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ خیر میں اپنے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا اور پھر ساری چیزیں سمجھا بھی نہیں سکتا" اسی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "تو تم ماسکو کس لئے آئے ہو؟ ارے سنو یہ لے جاؤ!" انہوں نے آتا رکو آواز دی۔

"تم اندازہ لگا سکتے ہو؟" لیون نے اپنی آنکھوں کو، جن کی گھبراہٹوں میں چمک تھی، اسی پان ارکاڈ سچے کے چہرے سے ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"اندازہ تو لگا سکتا ہوں لیکن اس کے بارے میں بات شروع نہیں کر سکتا۔ اسی سے تم دیکھ سکتے ہو کہ میں ٹھیک اندازہ لگا رہا ہوں یا نہیں" اسی پان ارکاڈ سچے نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ لیون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم مجھ سے کیا کہتے ہو؟" لیون نے ذرا ابھرائی ہوئی آواز میں اور اس احساس کے ساتھ کہا کہ اس کے چہرے کی بوٹی بوٹی ہلچل رہی ہے۔ "تم اس کو کیسے دیکھتے ہو؟"

اسی پان ارکاڈ سچے نے لیون پر سے نظر ہٹائے بغیر دھیرے سے اپنا شامی کا گلاس ہٹا لیا۔

"میں؟" اسی پان ارکاڈ سچے نے کہا "میں اور کچھ اتنا چاہی نہیں سکتا جتنا یہ کچھ بھی نہیں۔ یہ بہترین چیز ہے جو ہو سکتی ہے۔"

"لیکن تم غلطی تو نہیں کر رہے ہو؟ تم جانتے ہو کہ کس چیز کے بارے میں بات کر رہے ہو؟" لیون نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے ہم کلام کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم سمجھتے ہو کہ یہ ممکن ہے؟"

"سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے۔ کیوں نہیں ممکن ہو گا؟"

"نہیں، تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ ممکن ہے؟ نہیں، تم جو بھی سمجھتے ہو وہ سب کچھ مجھ سے کہ دو! اور اگر اگر مجھے ٹھکرا دیا گیا تو؟" بلکہ مجھے تو یقین ہے۔"

"یہ تم کس وجہ سے سمجھتے ہو؟" اسی پان ارکاڈ سچے نے اس کی بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے ایسا۔ بہر حال یہ میرے لئے بھی بہت برا ہو گا اور ان کے لئے بھی۔"

"خیر کبھی بھی صورت میں لڑکی کے لئے اس میں کچھ بھی برا نہیں ہے۔ ہر لڑکی اس بات پر ناز کرتی ہے کہ اس کی خواستگاری کی گئی۔"

"ہاں ہر لڑکی، لیکن وہ نہیں۔"

اسی پان ارکاڈ سچے مسکرائے۔ وہ لیون کے اس جذبے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے، وہ جانتے تھے کہ وہ دنیا کی ساری لڑکیوں کو دو زمروں میں تقسیم کرتا ہے: ایک زمرہ تو۔ دنیا کی ساری لڑکیاں سوائے اس کے اور اس زمرے والیوں میں ساری انسانی کمزوریاں ہوتی ہیں اور وہ لڑکیاں بھی بہت معمولی ہوتی ہیں اور دوسرے زمرے میں صرف وہ آگلی ہے جس میں کوئی کمزوری نہیں ہے اور وہ ساری انسانیت سے بلند ہے۔

"فہمرد، کچھ چٹنی تو لے لو!" انہوں نے لیون کا ہاتھ پکڑ لیا جو چٹنی کو اپنی طرف سے دور ہٹا رہا تھا۔

لیون نے ان کی بات مان کر کچھ چٹنی لے لی لیکن اسی پان ارکاڈ سچے کو کھانا شروع کرنے کا موقع نہیں دیا۔ "نہیں، تم فہمرد، فہمرد جاؤ ذرا" اس نے کہا۔ "تم اس بات کو سمجھو کہ یہ میرے لئے زندگی اور موت کا



سوال ہے۔ میں نے اس کے بارے میں کبھی کسی سے بات نہیں کی۔ اور میں اس کے بارے میں کسی سے اس طرح بات کر بھی نہیں سکتا جیسے تم سے کر سکتا ہوں۔ ویسے تو میں اور تم ہر چیز میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، ذوق مختلف، نقطہ نظر مختلف، ہر چیز۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور مجھے سمجھتے ہو اور اسی لئے میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ مگر خدا کے لئے تم پر یہی طرح کھل کر بات کرو۔

"جو میں سمجھتا ہوں وہ تم سے کہہ رہا ہوں" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں تم کو ایک بات اور بتاتا ہوں۔ میری بیوی۔ حیرت انگیز عورت ہیں۔۔۔ اسٹی پان ارکاڈ سچے نے ٹھنڈی سانس لی۔ انہیں بیوی کے ساتھ اپنے تعلقات یاد آگئے تھے۔ ذرا دیر چپ رہنے کے بعد انہوں نے اپنی بات جاری رکھی "ان میں پیش بنی کا ٹکڑہ ہے۔ وہ لوگوں کو آرا پار دیکھ لیتی ہیں۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ کیا ہوگا" خاص طور سے شادیوں کے سلسلے میں۔ مثلاً انہوں نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ شاخو فلایا کی شادی ہیرمنٹن سے ہوگی۔ کوئی بھی اس کا یقین نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ ایسا ہی۔ اور وہ۔۔۔ تمہارے حق میں ہیں۔"

"مطلب، کیسے؟"

"ایسے کہ وہ خیر تم کو پسند تو کرتی ہی ہیں لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ کہتی ہیں کہ کیٹی ضرور بالضرور تمہاری بیوی ہو جائے گی۔"

ان الفاظ پر اچانک لیون کا چہرہ ایک ایسی مسکراہٹ سے کھل اٹھا جو گھر سے جذبات کے آنسوؤں سے بہتی چلتی ہوتی ہے۔

وہ چیخ پڑا "وہ یہ کہتی ہیں! میں ہمیشہ کہتا تھا کہ تمہاری بیوی بہت سی دلکش ہیں۔ لیکن اب بس ہوا کافی کر چکے اس کی باتیں" اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا! لیکن بیوقوفانہ شور بہ لو۔"

لیون لیون بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ وہ بیٹھ کر جیسے چھوٹے سے کمرے میں دوبار اپنے مضبوط قدموں سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آیا گیا، پلکیں جلدی جلدی چپکائیں کہ آنسو نہ نظر آئیں اور تب پھر وہ آکر میز کے پاس بیٹھا۔

اس نے کہا "تم اس بات کو سمجھو کہ یہ محبت نہیں ہے۔ میں بھی محبت کر چکا ہوں لیکن یہ وہ بات نہیں ہے۔ یہ میرا جذبہ نہیں ہے بلکہ کسی خارجی قوت نے مجھ کو اپنے بس میں کر لیا ہے۔ آخر میں تو چلا گیا تھا اس لئے کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ نہیں ہو سکتا تم مجھے نہ اتنی بڑی خوشی اس دھرتی پر ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن میں نے اپنے آپ سے جدوجہد کی اور دیکھا ہوں کہ اس کے بغیر کوئی زندگی ہی نہیں۔ اور ملے کرنا ضروری ہے کہ۔۔۔"

"تم چلے کس لئے گئے تھے؟"

"اف! ضرور تو نئے خیالات آتے ہیں! کتنی باتیں پوچھنی ضروری ہیں! سنو۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تم نے جو کہا اس سے تم نے میرے لئے کیا کچھ کر دیا ہے۔ میں اس قدر خوش ہوں کہ شرمناک ہو گیا ہوں، سب کچھ بھول گیا۔۔۔ آج ہی مجھے معلوم ہوا کہ بھائی غولائی۔۔۔ ہے۔ ہے جس میں "وہ یہاں ہیں۔۔۔ میں ان کے بارے میں بھی بھول گیا۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ بھی خوش ہیں۔ یہ ایک قسم کا پائل پین ہے۔ لیکن ایک چیز ہے جو خوفناک ہے۔۔۔ تمہاری تو شادی ہو چکی ہے تم اس احساس کو سمجھتے ہو۔۔۔ بری بات یہ ہے کہ ہم۔۔۔ بڑی عمر کے ہو گئے ہمارا ایک

ماضی ہے۔ محبت کا نہیں لگنا ہوں گا۔ اچانک ایک پاکیزہ اور معصوم ہستی سے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ گھناؤنی بات ہے۔ اور اسی لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں خود کو اس کا مل سمجھوں۔"

"خیر تمہارے گناہ تو اتنے زیادہ نہیں ہیں۔"

"ارے، پھر بھی" اپنی زندگی کو کراہٹ کے ساتھ دیکھ کر میں کانپ جاتا ہوں، لعنت بھیجتا ہوں اور تلخی کے ساتھ فریاد کرتا ہوں۔۔۔ (22) یہ بات ہے۔"

"تو اب کیا کیا جائے یہ دنیا بنی ہی اس طرح ہے" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔

"بس ایک ہی تسکین ہے، جیسے اس دعا میں، جو مجھے ہمیشہ سے پسند ہے کہ مجھے معاف کر دے اس لئے نہیں کہ میں اس کا سزاوار ہوں بلکہ اس لئے کہ تو رحیم و کریم ہے، وہ بھی بس اسی طرح معاف کر سکتی ہیں۔"

11

لیون نے اپنا جام لیایا تھا اور وہ دونوں چپ تھے۔

"ہاں ایک بات اور تم سے کہنی ضروری ہے، تم درویشی کو جانتے ہو؟" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے پوچھا۔

"نہیں، میں نہیں جانتا۔ کیوں پوچھا تم نے؟"

"دوسری لاؤ" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے نامارویش سے کہا جو جاموں میں شراب اندیل رہا تھا اور جس وقت اس کی کوئی ضرورت نہ ہوتی تھی وہ ان کے آس پاس منڈلا کرتا تھا۔

"مجھے درویشی کو کیوں جانا چاہئے؟"

"جس میں درویشی کو اس لئے جانا چاہئے کہ وہ تمہارے رقیبوں میں سے ایک ہے۔"

"کون ہے یہ درویشی؟" لیون نے کہا اور اس کے چہرے سے بچوں کی سی خوشی کا وہ تاثر، جسے ابھی ابھی ابھوشی سرورہا تھا، غائب ہو گیا اور اس کی جگہ ناراضگی اور ناگواری پیدا ہو گئی۔

"درویشی۔۔۔ گاؤنٹ کیرل ابو انوویج درویشی کا بیٹا ہے اور پیٹرس برگ کے ملع کہ وہ جو انوں (23) کے بہترین نمونوں میں سے ہے۔ میں اس سے تویر میں ملا تھا۔ میں وہاں ملازم تھا اور وہ رگڑت بھرتی کرنے کے لئے آیا تھا۔ بے انتہا مالدار، خوبصورت، بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات، زار کا ایڈی ڈی لایک اور اس سب کے ساتھ بہت ہی ملنسار اور نیک نوجوان ہے۔ لیکن وہ بس نیک نوجوان ہی نہیں ہے۔ جتنا میں نے اسے یہاں جانا ہے اس سے اندازہ وہ تو آپ کے وہ تعلیم یافتہ اور بہت ذہین بھی ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو بہت ترقی کرے گا۔"

لیون بھوس کسٹیر کر چپ ہو رہا۔

"تو۔۔۔ وہ تمہارے جانے کے فوراً بعد ہی نمودار ہو گیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ کیٹی کی محبت میں رہا نہ ہو رہا ہے۔ اور یہ تو تم سمجھتے ہی ہو کہ ماں۔۔۔"

"میں معافی چاہتا ہوں، تو ایسے میں کچھ بھی نہیں سمجھتا" لیون نے تیریاں چڑھا کر اداسی کے ساتھ کہا۔

اور اسی وقت اسے اپنے بھائی غولائی کا خیال آیا اور اس نے سوچا کہ وہ کس قدر بے شرم ہے جو ان کے بارے میں بھول گیا۔

"تم تھوڑو، تھوڑو" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے مسکراتے اور لیون کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں جو کچھ جانتا ہوں وہ میں نے تم کو بتا دیا اور پھر کہتا ہوں کہ اس نازک اور لطیف معاملے میں جہاں تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے"

مجھے یہ لگتا ہے کہ "امکانات تمہارے ہی حق میں ہیں۔"  
لیون نے اپنی کرسی سے نیک لگائی۔ اس کا چہرہ ہلکا پڑ گیا تھا۔  
الوئسکی نے اس کا جام بھرتے ہوئے کہا "لیون میں تم کو یہ مشورہ دوں گا کہ جتنی جلدی ہو سکے معاملے کا فیصلہ کرلو۔"

"نہیں، شکریہ" اب میں اور زیادہ نہیں بی سکتا "لیون نے اپنا جام ہٹاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نشہ ہو جائے گا... اور تم ہتاؤ گے کیا حال چال ہیں؟" اس نے بظاہر بات چیت کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔  
"ایک بات اور: ہر صورت میرا مشورہ یہی ہے کہ اس سوال کو جلدی طے کرلو۔ آج تو بات کرنے کا مشورہ نہ دوں گا" اسی پان ارکاڈ سٹجے نے کہا "کل صبح جاؤ، کھانسی کی طریقے سے خوشگاری کرنے، اور خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو..."  
"تم بہت دنوں سے میرے پاس آنا چاہتے تھے۔ تو اب کے برابر میں کیوں نہیں آجاتے" لیون نے کہا۔

اب وہ دل سے بچھتا رہا تھا کہ اس نے اسی پان ارکاڈ سٹجے سے یہ بات شروع کی۔ پیٹرس برگ کے کسی فوجی افسر کے رقیب ہونے کی بات چیت سے اور اسی پان ارکاڈ سٹجے کی قیاس آرائیوں اور مشوروں سے اس کے خاص جذبہ کی توہین ہوئی تھی۔

اسی پان ارکاڈ سٹجے مسکرائے۔ لیون کے دل میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے وہ سمجھ رہے تھے۔  
"آؤں گا کبھی نہ کبھی" انہوں نے کہا۔ "ہاں بھائی، عورتیں وہ کیلی ہیں جس پر سب کچھ گھومتا ہے۔ اب میرا معاملہ سارا گڑبڑ ہے، بہت گڑبڑ ہے۔ اور سب عورتوں کی وجہ سے۔ تم مجھے صاف صاف بتاؤ "انہوں نے سکاراٹھا کر اور ایک ہاتھ سے جام پکڑے پکڑے اپنی بات جاری رکھی "تم مجھے مشورہ دو۔"

"مگر کس چیز میں؟"  
"اس چیز میں کہ۔۔۔ فرض کرو تم اپنی بیوی سے محبت کرتے ہو پھر بھی کسی دوسری عورت کی طرف مائل ہو گئے..."

"مجھے معاف کرنا لیون میں اسے ہرگز نہیں سمجھ پاتا، کیسے... جس طرح میں نہیں سمجھ پاتا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابھی ابھی میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور پھر میں کسی بیکری کے پاس سے گزروں اور ایک دو لپٹ چوری کر لوں۔"

اسی پان ارکاڈ سٹجے کی آنکھیں معمول سے زیادہ چمکنے لگیں۔  
"لیون کیوں نہیں؟ رول کی خوشبو کبھی کبھی اتنی سوندھی ہوتی ہے کہ ضبط نہیں کیا جاتا۔"

تھلٹل ایسنس، وین انڈیز دیو تھلین

مانے امیڈیٹ بیکر

آپریٹو ویش نیٹ گیلیو تھلین

حات انڈوژ ریخت جیویش ہلنیر۔ (24)

یہ کہہ کر اسی پان ارکاڈ سٹجے ذرا سا مسکرائے اور لیون سے بھی مسکرائے بغیر نہ رہا گیا۔

الوئسکی نے اپنی بات جاری رکھی "خیر مذاق تو چھوڑو، تم اس بات کو سمجھو کہ ایک بیماری سی 'نازک اور محبت کرنے والی' غریب اور اکیلی عورت نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر دیا۔ اور اب جب سب کام بن گیا تو ذرا تم سمجھو کہ اسے کیا چھوڑ دیا جائے؟ فرض کر لیتے ہیں کہ الگ ہو گئے تاکہ خاندانی زندگی برپا نہ ہو لیکن کیا اس پر رحم بھی نہ کیا جائے؟ اس کے رہنے سنے کا بندوبست بھی نہ کیا جائے؟ اس کے دکھ کو کم کرنے کی کوشش بھی نہ کی جائے؟"

"مگر تم مجھے معاف کرنا، تم جانتے ہو کہ میرے لئے ساری عورتیں دو قسموں میں بنی ہوئی ہیں... یعنی 'نہیں'... یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ ایک تو عورتیں ہوتی ہیں اور... میں نے تو گری ہوئی دگلش ہستیاں دیکھی نہیں اور نہ دیکھیں گا" اور ایسی جیسی وہ کاؤنٹر کے پاس بھی سبائی ہالوں کے چیلے بنائے فرانسیسی عورت بیٹھی ہے وہ میرے لئے گھٹاؤنی ہے اور ساری گری ہوئی عورتیں۔۔۔ ایسی ہی ہیں۔"

"اور وہ جس کا ذکر انجیل میں ہے؟" (25)

"اف، بس کرو! یعنی کو اگر معلوم ہو تاکہ ان کے لفظوں کو اس قدر غلط معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو انہوں نے کبھی یہ کما ہی نہ ہوتا۔ پوری انجیل میں سے لوگوں کو بس یہی الفاظ یاد آتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں وہ نہیں کہہ رہا ہوں جو سوچتا ہوں بلکہ وہ جو محسوس کرتا ہوں۔ مجھے گری ہوئی عورتوں سے ٹھن آتی ہے۔ تم کھڑیوں سے ڈرتے ہو اور میں اس گھٹاؤنی مخلوق سے۔ حالانکہ تم نے بھی کھڑیوں کا مطالعہ نہیں کیا اور ان کے اخلاق کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اسی طرح میں بھی ہوں۔"

"تم بڑے مزے سے ایسی باتیں کر سکتے ہو، بالکل اسی طرح جیسے ڈکنس کے ناول کے وہ صاحب ہیں جو سارے مشکل سوالوں کو ہمیں ہاتھ میں لے کر دیکھیں کدھے کے اوپر سے اچھال دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے انکار کرنا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ مگر کیا کیا جائے، تم مجھے بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟ بیوی بوڑھی ہو رہی ہیں اور تم زندگی سے بھرپور ہو۔ تم مزید کچھ بھی نہیں پاتے کہ محسوس کرنے لگتے ہو کہ تم بیوی سے صحیح معنوں میں محبت نہیں کر سکتے چاہے ان کا احترام تم کتنا ہی کیوں نہ کرتے ہو۔ اور اچانک تمہارے سامنے ایک محبت آجاتی ہے اور تم تباہ ہو گئے، تباہ ہو گئے!" اسی پان ارکاڈ سٹجے نے بیوی اور انتہائی ناامیدی کے ساتھ کہا۔

لیون مسکرا دیا۔

"ہاں تباہ ہو گئے" الوئسکی نے اپنی بات جاری رکھی "لیون کیا کیا جائے؟"

"رول کی چوری نہ کی جائے۔"

اسی پان ارکاڈ سٹجے نے قہقہہ لگایا۔

"وہ دوسرے اخلاق پرست! لیکن تم اس بات کو سمجھو کہ دو عورتیں ہیں۔ ایک تو بس اپنے حقوق پر اصرار کرتی ہے اور یہ حقوق ہیں تمہاری محبت جو تم اسے نہیں دے سکتے اور دوسری تم پر ہرچیز چھوڑ کر دیتی ہے اور تم سے کچھ مطالبہ نہیں کرتی۔ تو تم کیا کوئی؟ تمہارا ایرٹا کیا ہو گا؟ یہ ہے بھیا کال الیہ۔"

"اگر تم اس سلسلے میں میری رائے جاننا چاہتے ہو تو میں تم سے یہ کہوں گا کہ مجھے یقین ہی نہیں کہ اس میں کوئی الیہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میری رائے میں محبت... دونوں طرح کی، جن کی تعریف 'تھیمس یاد ہو گا' الفاظوں نے اپنے "ذرا کرات" میں بیان کی ہے... لوگوں کے لئے کسوٹی کا کام دیتی ہیں۔ ایک طرح کے لوگ صرف ایک محبت کو سمجھتے ہیں اور دوسری طرح کے لوگ صرف دوسری کو۔ اور وہ لوگ جو صرف غیر افلاطونی



محبت کو سمجھتے ہیں، وہ اپنے کی بات بیکار ہی کرتے ہیں۔ اس طرح کی محبت میں کوئی ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ بس سارا ایسا ہے جو تپے کہ ”طمانیت خاطر عطا کرنے کے لئے آپ کا بہت بہت شکر یہ ادا کرتا ہوں اور حلیم و حکیم عرض کرتا ہوں۔“ اور اقلاطونی محبت کے لئے بھی کوئی ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایسی محبت میں سب کچھ واضح اور پاکیزہ ہوتا ہے اس لئے کہ...

اس مقام پر لیون کو خود اپنے گناہوں کا خیال آگیا اور اس اندر دینی جدوجہد کا جس میں وہ جھٹکتا تھا۔ اور اس نے غیر متوقع طور پر اضافہ کیا:

”مگر اس سب سے قطع نظر ممکن ہے کہ جس ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بہت ممکن ہے... لیکن میں نہیں جانتا“

قلبی طور پر نہیں جانتا۔

”دیکھو بات یہ ہے کہ“ اسٹی پان ار کاو منچ بولے ”تم بہت مکمل انسان ہو۔ یہ تمہاری خوبی بھی ہے اور خرابی بھی۔ تم خود ایک مکمل کردار ہو اور چاہتے ہو کہ ساری زندگی مکمل منظموں سے مل کر رہو لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ تم سماجی ملازمتی سرگرمیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اس لئے کہ تمہارا اپنی چاہتا ہے کہ کام استواری کے ساتھ نصب العین کے مطابق ہو لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ تم یہ بھی چاہتے ہو کہ ایک شخص کی سرگرمی کا بھی ہمیشہ ایک نصب العین ہو اور محبت اور خاندانی زندگی ایک ہی ہوں۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ زندگی کا سارا شروع ساری دلکشی ساری خوبصورتی روشنی اور سامنے سے بنی ہے۔“

لیون نے ہنسنی سانس بھری اور کچھ نہیں بولا۔ وہ اپنے ہی خیالات میں کھو گیا تھا اور سن ہی نہیں رہا تھا کہ ابلو شکی کیا کہہ رہے ہیں۔

اور اچانک دونوں کو یہ محسوس ہوا کہ اگرچہ وہ دوست ہیں، اگرچہ انہوں نے ساتھ کھانا کھایا اور شراب پی، جس سے انہیں اور زیادہ قریب آ جانا چاہئے تھا، لیکن ان میں سے ہر ایک بس اپنے ہی بارے میں سوچ رہا ہے اور ایک کو دوسرے سے کوئی کام نہیں ہے۔ ابلو شکی کھانے کے بعد قہمت کی بجائے اور زیادہ دور کی اس کیفیت کو پہلے بھی کئی بار بھگت چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ ایسا ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

”میں لانا“ انہوں نے پکار کر کہا اور برابر والے ہال میں چلے گئے جہاں ان کی ملاقات ایک واقعہ کار ایڈ جوتنٹ سے ہو چکی اور وہ ایک اداکارہ اور اس کے سرپرست کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اور ایڈ جوتنٹ سے باتیں کرنے کے دوران ہی میں ابلو شکی نے محسوس کیا کہ ان کا بھی ہلکا ہو گیا اور لیون کی باتوں کے بعد انہیں ذرا آرام ملا۔ لیون سے باتیں کرنے میں ہمیشہ وہ بہت زیادہ ذہنی اور اخلاقی تناؤ میں جھٹکتا رہتا تھا۔

جب آتا تو میٹر جیمیں روئل کچھ کو بیک کا بل اپنی خدمات کے محتاجانے کے اضافے کے ساتھ لایا تو لیون نے ”جو دعوت میں رہنے والے کی طرح کسی اور وقت اپنے حصے کے چودہ روئل کا بل دیکھ کر کھٹکا جاتا“ اس وقت اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا۔ اس نے بل ادا کیا اور گھر کی طرف چل دیا تاکہ کپڑے بدل کر شیریا شکی خاندان والوں کے ہاں جائے جہاں اس کے مقدر کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

12

پرنس کیٹی شیریا شکی اٹھارہ سال کی تھیں۔ سوسائٹی میں باہر نکلنے کے یہ ان کے پہلے جاؤے تھے۔ سوسائٹی میں انہیں اپنی دونوں بڑی بہنوں سے زیادہ کامیابی ملی، بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی کہ توقع ان کی ماں

پرنس شیریا شکیا کر رہی تھیں۔ صرف ہی نہیں کہ ماسکو کے ہال ناچوں میں ناچنے والے نوجوان تقریباً سب کے سب، کیٹی کے عشق میں جھٹکتے بلکہ پہلے ہی باؤنوں میں دو سنجیدہ خواستگار نمودار ہو گئے۔ لیون اور اس کے چلے جانے کے فوراً ہی بعد کاؤنٹ درو شکی۔

باؤنوں کے شروع میں لیون کے نمودار ہونے، اس کے اکثر آنے اور کیٹی سے ظاہر نظر محبت کی وجہ سے کیٹی کے والدین کے درمیان اس کے مستقبل کے بارے میں پہلی سنجیدہ بات چیت اور پرنس و پرنس کے درمیان بحث ہوئی۔ پرنس تو لیون کے طرفدار تھے اور انہوں نے کہا کہ وہ کیٹی کے لئے اس سے بہتر کسی چیز کی خواہش ہی نہیں رکھتے۔ پرنس نے سوال سے کترانے کی عورتوں کی مخصوص عادت کے مطابق کہا کہ کیٹی تو ابھی بہت کم عمر ہے، لیون نے ابھی تک یہ تو کچھ ظاہر ہی نہیں کیا کہ اس کے ارادے سنجیدہ ہیں، مگر کیٹی کو اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن انہوں نے سب سے خاص بات نہیں کہی کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے کسی بہتر خواستگار کا انتظار کر رہی ہیں اور یہ کہ لیون ان کو پسند نہیں اور وہ اسے سمجھتیں نہیں۔ جب لیون اچانک چلا گیا تو پرنس خوش ہوئیں اور انہوں نے شوہر سے بڑی شان سے کہا کہ ”دیکھا تم نے، میں ٹھیک کہتی تھی نہ!“ اور جب درو شکی نمودار ہوا تو وہ اور زیادہ خوش ہوئیں اور ان کی یہ رائے اور پختہ ہو گئی کہ کیٹی کا خواستگار صرف اچھا ہی نہیں بلکہ روشن دماغ ہونا چاہئے۔

ماں کے نزدیک درو شکی اور لیون کے درمیان کوئی مقابلہ ہو ہی نہ سکتا تھا۔ ماں کو لیون کی نہ عجیب و غریب اور خلیجی بھینس پسند تھیں، نہ سوسائٹی میں اس کا اث پناہن جو ان کے خیال میں ”غور کی بنا پر تھا“ نہ دہات میں، ان کی سمجھ کے مطابق کسی طرح کی نامعقول زندگی اور موشیوں اور کسانوں کے ساتھ مصروف رہتا۔ اور یہ بات بہت ہی سخت پناہن ہوئی کہ ان کی بیٹی سے محبت کی، بڑھ مینے تک گھر میں آتا رہا، جیسے کچھ انتظار کرتا اور دیکھتا بھلا رہا، جیسے اسے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر وہ خواستگاری کرے گا تو کہیں ان لوگوں کی بہت زیادہ عزت افزائی تو نہ ہو جائے گی اور اس نے یہ نہ سمجھا کہ کسی ایسے گھر میں آنے جانے میں، جہاں بیٹے کے لائق سیانی لڑکی ہو، اسے اپنی نیت واضح کر دینی چاہئے تھی۔ اور کچھ بھی واضح طور سے کہنے بغیر اچانک چل دیا۔

ماں نے سوچا، ”اچھا ہی ہے کہ وہ ایسا دلکش نہیں ہے“ اور کیٹی اس کی محبت میں جھٹکتی ہوئی۔ ”درو شکی ماں کی ساری خواہشوں کے عین مطابق تھا۔ بہت مالدار، ذہین، جانے مانے خاندان کا، شاندار فوجی درباری زندگی کے راستے پر گامزن اور مصروف کن شخصیت۔ اس سے بہتر کسی چیز کی خواہش ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔

ہال ناچوں میں درو شکی صریحی طور پر کیٹی کی خاطر داری کرنا تھا، اس کے ساتھ ناچتا تھا اور گھر آتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کے ارادوں کے سنجیدہ ہونے پر شک کرنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود ماں ان باؤنوں

بمبارے انتہا فکر مند اور پریشان رہیں۔

خود پرنس کی شادی تین سال پہلے ایک چچی کے طے کئے ہوئے رشتے کے مطابق ہوئی تھی۔ سنجیدہ، جس کے بارے میں سب کچھ پہلے ہی سے معلوم تھا، ”ایسا“ اس نے لڑکی کو دیکھا اور اسے دیکھا بھلا گیا۔ رشتہ طے کرنے والی چچی نے معلوم کیا اور دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کے تاثرات سے مطلع کر دیا۔ تاثرات ایسے تھے۔ پھر مقررہ دن پر والدین متوقع نہت لے کر آئے تھے قبول کر لیا گیا۔ سب کچھ بڑی آسانی اور سادگی سے ہو گیا۔ کم سے کم پرنس کو تو یہی لگتا تھا۔ لیکن اپنی بیٹیوں کے سلسلے میں انہیں تجربہ ہوا کہ یہ معاملہ بیٹی کا بیاہ کرنا جو اس قدر معمولی لگتا ہے اتنا سادہ ہے نہ آسان۔ کس کس طرح کے خوف نہیں برداشت کئے، کتنی چیزیں سوچنی پڑیں،



کتنی رقم خرچ کرنی پڑی اور کتنی بھینس ہوئیں شوہر کے ساتھ دونوں بڑی بیٹیوں داریاں اور بتالی کی شادی کے دوران میں! اور اب سب سے چھوٹی کے سوسائٹی میں نکلنے کے بعد پھر سے وہی سارے خوف، وہی ہلکوک اور شوہر کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ جھگڑے بگڑتے پڑے تھے۔ بوڑھے پر نس کو سارے باپوں کی طرح اپنی بیٹیوں کی عزت اور پاکیزگی کا ضرورت سے زیادہ خیال تھا۔ وہ بیٹیوں کے سلسلے میں تب بھی کی حد تک رشک کرتے اور جلتے تھے اور خاص طور سے کبھی کے سلسلے میں جو ان کی لاڈلی تھی۔ وہ ہر دم پر پر نس کے لئے ہنگامہ کھڑا کر دیتے تھے کہ وہ بیٹی کی جگہ کر رہی ہیں۔ پر نس کو بڑی بیٹیوں ہی کے وقت سے اس کی عادی ہو چکی تھیں لیکن اب وہ محسوس کرتی تھیں کہ پر نس کا ان باتوں کا ضرورت سے زیادہ خیال رکھنا زیادہ بانیاد ہے۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ پچھلے دنوں سوسائٹی کے طور طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں آگئی ہیں اور ماں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اور مشکل ہو گئی ہیں۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ کبھی کی ہم عمر لڑکیوں نے کئی طرح کی انجینئری بنائی تھیں، کئی طرح کے نصابوں میں جاپانے گئی تھیں، مردوں سے آزادانہ ملنے جلنے لگی تھیں، مسکوں پر اکیلی نکلنے لگی تھیں، بہت سی تو تعلیم بھی نہ کرتی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب کو پورا یقین تھا کہ اپنے لئے شوہر کا انتخاب کرنا ان کا کام ہے نہ کہ ماں باپ کا۔ "اب پہلے کی طرح کسی کے ہاتھ میں لڑکیوں کا ہاتھ نہیں دے دیا جاتا۔" ساری نوجوان لڑکیاں یہی سوچتی اور کہتی تھیں، "بلکہ بڑی عمر کے سارے لوگ بھی۔ لیکن پر نس کسی سے بھی یہ معلوم نہ کر پائیں کہ اب لڑکیوں کی شادی کس طرح کی جاتی ہے۔ فرانسیسی طریقہ اب تسلیم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کی مذمت بھی کی جاتی تھی کہ ماں باپ بیٹی کے مقدور کا فیصلہ کر دیں۔ لڑکیوں کو پوری آزادی دینے کا انگریزی طریقہ بھی نہیں قبول کیا جاتا تھا اور روسی معاشرے میں ممکن بھی نہیں تھا۔ مشاطہ کے ذریعے رشتہ طے کرانے کے روسی طریقے کو کچھ غیر مذہب سمجھا جاتا تھا، اس پر سب ہنستے تھے اور خود پر نس بھی۔ لیکن پھر کیا کرنا چاہئے اور بیٹی کا بیاہ کیسے کرنا چاہئے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ پر نس نے جس سے بھی اس کے بارے میں باتیں کیں اس نے ان سے ایک ہی بات کہی "اب مان لیجئے نہ اس بات کو کہ ہمارے زمانے میں اس پرانے زمانے کی چیز کو ترک ہی کر دینا چاہئے۔ آخر شادی تو نوجوان لوگوں کو کرنی ہے نہ کہ ماں باپ کو، تو مطلب یہ کہ نوجوانوں کو چھوڑ دینا چاہئے کہ جیسے سمجھیں ویسے اپنی زندگی بنائیں۔" پھر بھی ایسی باتیں کرنا ان لوگوں کے لئے تو نمک تھا جن کی بنیاں نہیں تھیں لیکن پر نس تو سمجھتی تھیں کہ بیٹی اگر مردوں سے ملی جلی تو اسے محبت بھی ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے محبت ایسے شخص سے ہو جائے جو شادی نہ کرنا چاہتا ہو یا ایسے جو شوہر بننے لائق نہ ہو۔ اور پر نس کو مشورے تو بہت دیئے گئے کہ ہمارے زمانے میں نوجوان لوگوں کو اپنی زندگی خود بنانی چاہئے لیکن انہیں اس کا یقین بالکل نہیں آیا جیسے انہیں اس کا یقین نہیں تھا کہ پانچ سال کے بچے کے لئے سب سے اچھا کھانا بھرا ہوا ہسپتال ہو سکتا ہے۔ اسی لئے پر نس کو کبھی کے معاملے میں بڑی بیٹیوں سے بھی زیادہ فکر اور پریشانی تھی۔

اب یہ خوف تھا کہ درودھی کہیں ان کی بیٹی کی خاطر داری ہی کرنے پر اکتفا نہ کر بیٹھے۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ بیٹی تو اس سے محبت کرنے لگی ہے لیکن اپنے آپ کو اس سے تسکین دیتی تھیں کہ وہ عزت دار آدمی ہے اور وہ ایسا نہیں کرے گا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ جانتی تھیں کہ آج کل کی ملنے جلنے کی آزادی کی وجہ سے لڑکیوں کا سرکنتی جلدی پھر جاتا ہے اور کیسے مرد عام طور سے اس قصور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ پچھلے ہفتے کبھی نے ماں کو وہ بات چیت بتائی جو مزرور کا ناچنے وقت اس کے اور درودھی کے درمیان ہوئی تھی۔ اس بات چیت سے ماں کو ایک حد تک اطمینان ہو گیا لیکن بالکل مطمئن تو وہ ہو ہی نہ سکتی تھیں۔ درودھی نے کبھی سے کہا کہ وہ اور

اس کے بھائی ہر چیز میں ماں کا حکم ماننے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ ان سے مشورہ کے بغیر کبھی کوئی اہم اقدام کرنے کا فیصلہ ہی نہیں کر سکتے۔ اور پھر کہا کہ "اب میں ہیئرس برگ سے ماں کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں، جیسے کسی خاص خوشی کا انتظار کیا جاتا ہے۔"

کبھی نے تو یہ بتا دیا اور ان لفظوں کو اس نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ لیکن ماں نے اسے دوسری طرح سے سمجھا۔ وہ جانتی تھیں کہ بڑی بیٹی کے انتظار میں دن گئے چارے ہیں مگر بڑی بیٹی اپنے بیٹے کے انتخاب پر خوش ہوں گی لیکن انہیں یہ بات عجیب لگی کہ وہ صرف اس لئے خواستگاری نہیں کر رہا ہے کہ ماں برامان جائیں گی۔ بہر حال وہ اتنا زیادہ چاہتی تھیں کہ یہ شادی ہو جائے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس بنجال سے ان کی جان چھوٹے کہ انہوں نے اس پر یقین کر لیا۔ اس وقت سب سے بڑی بیٹی ڈالی کے دکھ سے جو شوہر کو چھوڑ دینے کی سوچ رہی تھی، ماں کا دل بہت ہی غمزہ تھا پھر بھی سب سے چھوٹی بیٹی کے مقدور کا فیصلہ ہونے کا امکان ان کے سارے احساسات پر طاری ہو گیا۔ آج کے دن لیون کے دوبارہ نمودار ہو جانے سے ان کی پریشانیوں میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔ انہیں ڈر تھا کہ ان کی بیٹی، جو انہیں لگتا تھا کہ ایک وقت میں لیون کی طرف کچھ مائل تھی، ضرورت سے زیادہ دیانت داری کی بنا پر، کہیں درودھی سے انکار نہ کر دے اور ویسے بھی لیون کی آمد کہیں اس معاملے کو گزیر اور اس میں تاخیر نہ کر دے جو اتنا قریب اور قطعی طور پر طے شدہ معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا وہ بہت دنوں سے آئے ہوئے ہیں؟" پر نس نے گھر واپس آتے وقت لیون کے بارے میں پوچھا۔

"آج ہی ماں۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں۔" پر نس نے کہا شروع کیا اور ان کے چہرے پر جو سنجیدہ جیلا پن آگیا تھا اس سے کبھی نے اندازہ لگایا کہ کس چیز کے بارے میں بات ہوگی۔

"اما" اس نے شرم سے گلابی ہو کر اور تیزی سے ان کی طرف مڑتے ہوئے کہا "میرا بیٹی کر کے، میرا بیٹی کر کے" اس کے بارے میں کچھ نہ کہتے۔ میں جانتی ہوں سب جانتی ہوں۔"

وہ بھی دی چاہتی تھی جو ماں چاہتی تھیں لیکن ماں کی خواہش جن اغراض کی بنا پر تھی ان سے اس کو اپنی توجہ کا احساس ہوتا تھا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ایک کو امید دلا کر..."

"میری بیٹی، اما، خدا کے لئے مت کہئے۔ اتنا برا لگتا ہے اس کے بارے میں بات کرنا۔"

"نہیں کہوں گی، نہیں کہوں گی" ماں نے بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا۔ "لیکن بس ایک بار، میری جان، تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تم مجھ سے کوئی راز نہیں رکھو گی۔ نہیں رکھو گی نہ؟"

"بھئی نہیں، اما، کوئی بھی نہیں" کبھی نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اس نے سیدھے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "لیکن ابھی مجھے کچھ نہیں کہتا ہے۔ میں... میں... اگر چاہا ہوں بھی تو نہیں جانتی کہ کہوں اور کیسے... میں نہیں جانتی..."

ماں نے سوچا "نہیں، وہ ان آنکھوں سے کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتی۔" اور وہ اس کے پریشان ہونے اور خوشی پر مسکرا دیں۔ پر نس اس بات پر مسکرائی تھیں کہ اس وقت جو کچھ اس کے دل میں ہو رہا تھا وہ اس بچاری کو کتنا زبردست اور اہم لگ رہا ہو گا۔



کھانے کے بعد اور شام کو مہمانوں کے آنے سے پہلے کبھی کو اسی احساس کا تجربہ ہو رہا تھا جو کسی نوجوان کو لڑائی سے پہلے ہوتا ہے۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور خیال کسی چیز پر ٹک رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ آج کی شام جب وہ دونوں پہلی بار ایک دوسرے سے ملیں گے، اس کے مقدر کے لئے فیصلہ کن ہوگی۔ اور وہ مسلسل ان دونوں کا تصور کرتی رہی، کبھی الگ الگ اور کبھی دونوں کا ایک ساتھ۔ جب وہ اس کے بارے میں سوچتی جو بیت چکا تھا تو لیون کے ساتھ اپنے تعلقات کی یادوں پر طمانیت اور شفقت کے ساتھ غصہ جاتی۔ بچپن کی یادیں اور اپنے مرحوم بھائی کے ساتھ لیون کی دوستی کی یادیں لیون کے ساتھ اس کے تعلقات میں ایک خاص شاعرانہ دلکشی پیدا کر دیتی تھیں۔ اس سے لیون کی محبت جس کا اسے یقین تھا اس کے لئے بہت سی مسرت بخش اور خوش آئند تھی اور وہ لیون کو بڑی آسانی سے یاد کر سکتی تھی۔ اس کے برعکس درویشی کے بارے میں اس کی یادیں اس میں کچھ ٹھنڈی تھیں۔ درویشی میں نہیں، وہ بہت سی سیدھا سادہ اور محبتی تھا۔ بلکہ خود اسی میں، جبکہ لیون نے ساتھ وہ خود کو بالکل صاف اور سادہ محسوس کرتی تھی۔ البتہ جب وہ درویشی کے ساتھ مستقبل کے بارے میں سوچتی تو اس کے سامنے تابندہ خوشی کے امکانات پیدا ہو جاتے، لیون کے ساتھ مستقبل دھندلا اور کمر آؤ سا لگتا۔

شام کے لئے کپڑے بدلنے کے واسطے اوپر آکر اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اس نے خوشی کے ساتھ محسوس کیا کہ آج کا دن اس کے سب سے اچھے دنوں میں سے ہے اور وہ اپنی ساری قوتوں کی مالک ہے۔ اور جو کچھ ہوئے والا تھا اس کے لئے اسے اس کی سخت ضرورت تھی۔ اس نے اپنے آپ میں غامضی سکون اور اپنے حرکات و سکنات کے آزادانہ وقار کو محسوس کیا۔

ساڑھے سات بجے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی کہ خدمتگار نے اطلاع دی: "کسٹمن تن دمیٹر بیچ لیون۔" پرس ابھی تک اپنے کمرے میں تھیں اور پرس بھی ابھی نہیں آئے تھے۔ "یہی ہونا تھا" کبھی نے سوچا اور لگا کہ جیسے سارے بدن کا خون کھینچ کر دل میں پھینچ گیا ہو۔ آئینے میں اپنا زرد چہرہ دیکھ کر وہ اور ڈر گئی۔

اب وہ پورے یقین کے ساتھ جان گئی کہ وہ اسی لئے جان بوجھ کر جلدی آیا ہے کہ اسے اکیلے میں پا کر اس سے خواہشگاری کرے۔ اور اس وقت پہلی بار اس نے سارے معاملے کو ایک دوسرے، بالکل نئے پہلو سے دیکھا۔ اس وقت جا کر اس کی سمجھ میں آیا کہ سوال کا تعلق صرف اس کی اپنی ذات سے نہیں ہے کہ وہ کس کے ساتھ خوش رہے گی اور کس سے محبت کرتی ہے۔ بلکہ اسی لئے اسے ایک ایسے شخص کو نہیں پہچانی پڑے گی جس سے وہ محبت کرتی ہے۔ اور بڑی بے رحمی سے نہیں پہچانی پڑے گی۔ کس لئے؟ اس لئے کہ وہ بھلا اور پیارا آدمی اس سے محبت کرتا ہے، اس کے عشق میں جلا ہے۔ لیکن کچھ کیا تو جان نہیں سکا، ایسا کرنا ضروری ہے، ایسا ہی کرنا ہو گا۔

"خدا! کیا یہ ان سے بھی کو کتنا بڑے گا؟" کبھی نے سوچا۔ "لیکن میں کون کی کیا؟ کیا مجھے ان سے یہ کتنا بڑے گا کہ میں ان سے محبت نہیں کرتی؟ یہ تو ج نہیں ہو گا۔ تو میں ان سے کیا کون کی؟ کون کی کہ میں کسی

اور سے محبت کرتی ہوں؟ نہیں یہ ناممکن ہے۔ میں جلی جاؤں گی، جلی جاؤں گی۔"

وہ دروازے تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے لیون کے قدموں کی چاپ سنی۔ "نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔ مجھے ڈر کس بات کا ہے؟ میں نے کوئی برائی تو نہیں کی۔ جو ہو گا سو ہو گا! بیچ کچھ دوں گی۔ میں ان کے ساتھ کوئی اٹا پناپن نہیں محسوس ہو سکتا۔ آئی گئے وہ" اس نے لیون کے طاقتور اور شرابے شرابے سے ڈبل ڈول اور اپنے اوپر بھی ہوئی چمکدار نگاہوں کو دیکھ کر دل میں کہا۔ اس نے لیون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا جیسے اس سے منت کر رہی ہو کہ اس پر رحم کرے، اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"میں ناوقت آ گیا، لگتا ہے بہت جلدی" لیون نے خالی ڈرائنگ روم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی توقعات پوری ہو گئیں، کہ اس کے بات کرنے میں کوئی چیز خلل نہ ہوگی تو اس کے چہرے پر اداسی چھائی۔

"ارے نہیں" کبھی نے کہا اور ایک میز کے پاس بیٹھ گئی۔

"لیکن میں یہی چاہتا تھا کہ آپ آئیے میں مل جائیں" لیون نے بیٹھے بغیر اور کبھی کی طرف دیکھے بغیر کہا تاکہ اس کی بہت جواب نہ دے جائے۔

"اماں ابھی آجائیں گی۔ کل وہ بہت تھک گئیں۔ کل..."

وہ باتیں کرتی رہی حالانکہ خود نہیں جانتی تھی کہ اس کے ہونٹ کیا کہہ رہے ہیں۔ اور اس نے اپنی منت اور شفقت بھری نظریں لیون کے چہرے پر سے نہیں ہٹائیں۔

لیون نے نظریں بھر کر اسے دیکھا۔ کبھی کا چہرہ گلابی ہو گیا اور وہ چپ ہو گئی۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے پتہ نہیں میں زیادہ دنوں کے لئے آیا ہوں یا نہیں... کہ اس کا درود دار آپ پر ہے..."

وہ اپنا سر نیچے جھکا تی جا رہی تھی۔ اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ جو کچھ قریب سے قریب آتا جا رہا ہے اس کا وہ کیا جواب دے گی۔

"کہ اس کا درود دار آپ پر ہے" اس نے پھر کہا۔ "میں یہ کہنا چاہتا تھا... میں کہنا چاہتا تھا کہ... میں اس لئے آیا ہوں... کہ... میری بیوی بن جائے!" اس نے کہہ دیا حالانکہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا کہہ دیا۔ لیکن یہ محسوس کر کے کہ جس بات کا سب سے زیادہ ڈر تھا وہ کہہ دی گئی ہے اس نے رک کر کبھی کی طرف دیکھا۔

کبھی بڑی گہری گہری سانس لے رہی تھی اور نظریں دیے ہی نیچے کئے ہوئے تھی۔ وہ بہت سی خوش تھی۔ اس کا دل مسرت سے لبرز تھا۔ اسے بالکل یہ توقع ہی نہ تھی کہ لیون کے اظہار محبت سے وہ اس قدر متاثر ہوگی۔ لیکن یہ کیفیت بس لئے بھر رہی۔ اسے درویشی کا خیال آیا۔ اس نے اپنی روشن اور چمکی آنکھیں لیون کی طرف اٹھائیں اور اس کا نامید چہرہ دیکھ کر جلدی سے جواب دیا:

"نہیں ہو سکتا... مجھے معاف کر دیجئے..."

ابھی ایک منٹ پہلے وہ اس سے کس قدر قریب تھی اس کی زندگی کے لئے کتنی اہم تھی! اور اب کیسے وہ اس کے لئے بالکل غیر بن گئی اور اس سے اتنی دور ہو گئی!

لیون نے کبھی کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہ سکتا تھا۔"

اس نے جبکہ کر تقسیم کی اور چاہا کہ چلا جائے۔

14

لیکن ٹھیک اسی وقت پر نس داخل ہوئیں۔ جب انہوں نے لیون اور کیٹی کو اکیلے اور ان کے بوکھلائے ہوئے چہروں کو دیکھا تو ان کی صورت سے خوف کھنے لگا۔ لیون نے ان کو تقسیم کی اور کچھ کہا نہیں۔ کیٹی چپ رہی اور نظریں نیچے کئے رہی۔ ماں نے سوچا "شکر ہے خدا کا کہ اس نے انکار کر دیا" اور ان کا چہرہ اس عام مسکراہٹ سے مکمل اٹھا جس سے وہ جمہرات کو مصلحتوں کا خیر مقدم کرتی تھیں۔ وہ بیٹھ گئیں اور لیون سے دیہات میں اس کی زندگی کے بارے میں پوچھنے لگیں۔ لیون پھر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ اور مہمان آجائیں تو وہ چپکے سے کھٹک جائے۔

پانچ منٹ بعد کیٹی کی سیلی آگئیں "کاؤتس نور دستن جن کی شادی پچھلے سال جاڑوں میں ہوئی تھی۔ کاؤتس نور دستن سوکھی 'زرد' بیمار اور اعصابی مزاج کی 'سیاہ' چمکتی ہوئی آنکھوں والی عورت تھیں۔ وہ کیٹی کو بہت چاہتی تھیں اور جیسا کہ لڑکیوں سے شادی شدہ عورتوں کی چاہت کے معاملے میں پیشہ ہوتا ہے ان کی محبت کا اظہار بھی اسی خواہش میں ہوتا تھا کہ کیٹی کو خوشی کے اپنے آدرش کے ساتھ بیاہ دیں۔ چنانچہ ان کی خواہش تھی کہ کیٹی کا بیاہ درودھکی سے کرادیں۔ لیون سے وہ انہیں لوگوں کے ہاں جاڑوں کے شروع میں اکثر ملی تھیں اور انہوں نے اسے بھی نہیں پسند کیا۔ لیون سے ملاقات ہونے پر اس کا مذاق اڑانا ان کا مستقل اور محبوب مشغلہ تھا۔

وہ لیون کے بارے میں کہتیں "مجھے بڑا اچھا لگتا ہے جب وہ اپنی عقلت کی باندی سے مجھ پر نظر کرتا ہے" یعنی یا تو مجھ سے اپنی دانشمندانہ باتیں کرنا بند کر دیتا ہے اس لئے کہ میں یہ توقف ہوں "یا پھر میرے ساتھ ازراہ کرم رعایت کرتا ہے۔ یہ مجھے بہت سی اچھا لگتا ہے: میرے ساتھ ازراہ کرم رعایت کرنا! مجھے بڑی خوشی ہے کہ وہ مجھے پروا دے کر رہتا ہے۔"

ان کا کہنا ٹھیک تھا اس لئے کہ لیون واقعی انہیں برداشت نہیں کر سکتا تھا اور جن چیزوں پر کاؤتس نور دستن کو بڑا ناز تھا اور جنہیں وہ اپنی خوبیاں سمجھتی تھیں انہیں چیزوں کو وہ حقیر سمجھتا تھا۔ ان کے اعصابی مزاج کو اور ہر بھونڈی اور روزمرہ کی چیز سے ان کی نفاست والی حقارت اور بے نیازی کو۔

کاؤتس نور دستن اور لیون کے تعلقات ویسے تھے جیسے سوسائٹی میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ دو لوگ بظاہر تو دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ آپس میں سنجیدگی سے بات بھی نہیں کر سکتے اور ایک دوسرے کی بات کا برا بھی نہیں مانتے۔

کاؤتس نور دستن فوراً ہی لیون کی طرف مائل ہو گئیں۔ "اوہو! کنسن تن دمیترج! آپ پھر ہمارے بد عنوان بائل میں واپس آگئے" انہوں نے لیون کو اپنا چھوٹا سا زرد ہاتھ دیتے ہوئے کہا اور اس کے وہ الفاظ یاد دلائے جو اس نے شروع جاڑوں میں کئے تھے کہ ماسکو تو بائل ہے۔ "کیا ہوا" بائل ٹھیک ہو گیا یا آپ خراب ہو گئے؟" انہوں نے مسکرا کر کیٹی کو دیکھتے ہوئے اضافہ کیا۔

"کاؤتس" میں اس کو اپنا شرف سمجھتا ہوں کہ آپ کو میرے الفاظ اس طرح یاد رہتے ہیں "لیون۔" جواب دیا۔ وہ خود کو مصلحانے اور کاؤتس نور دستن کے ساتھ فوراً اپنے ذوقیہ اور معاندانہ برتاؤ کی عادت کے

مطابق ان سے پیش آنے میں کامیاب ہو گیا۔ "یقیناً آپ ان سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔" "ارے کیوں نہیں! میں ابیں تو سب لکھ لیتی ہوں۔ تو کیٹی، تم نے پھر اسی شک کی؟"

اور وہ کیٹی سے باتیں کرنے لگیں۔ لیون کو اب اس وقت جانا بہت اٹ پنا لگ رہا تھا پھر بھی یہ اٹ پنی حرکت کر گزرتا اس وقت اسے اس سے آسان لگ رہا تھا کہ ساری شام بیٹھ رہے اور کیٹی کو دیکھتا رہے جو اس کی طرف کبھی کبھاری دیکھتی تھی اور اس سے نظریں چراتی تھی۔ وہ کھڑا ہونا ہی چاہتا تھا لیکن پر نس اسے چپ دیکھ کر اس سے مخاطب ہو گئیں:

"آپ زیادہ دنوں کے لئے ماسکو آئے ہیں؟ لیکن آپ تو اب زہستہ کے منصف ہیں، آپ کے لئے زیادہ دن ٹھہرنا تو ناممکن ہے۔"

"میں پر نس، اب میں زہستہ میں نہیں ہوں" اس نے کہا۔ "میں صرف چند دنوں کے لئے آیا ہوں۔"

کاؤتس نور دستن نے لیون کے تند اور سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچا "یہ خاص کر آج اسے ہوا کیا ہے کہ وہ اپنی بحث چیمیزی نہیں رہا ہے۔ لیکن میں ابھی اسے راہ پر لگاتی ہوں۔ مجھے کیٹی کے سامنے اسے یہ توقف بنانے میں بڑا مزہ آتا ہے اور ابھی بتاتی ہوں۔"

"کنسن تن دمیترج" انہوں نے کہا "میریانی کر کے ذرا مجھے یہ سمجھائیے، آپ تو یہ سب خوب جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں کالوگا کے گاؤں میں سارے کسانوں اور ان کی عورتوں نے جو کچھ بھی تھا اسے تو لی ڈالا اور اب ہم کو کچھ نہیں دیتے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ تو سارے کسانوں کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔"

اسی وقت کمرے میں ایک اور خاتون داخل ہوئیں اور لیون کھڑا ہو گیا۔ "کاؤتس میں معافی چاہتا ہوں لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میں اسے بالکل نہیں جانتا اور آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکتا" اس نے کہا اور ان خاتون کے پیچھے پیچھے آنے والے فوجی افسر کو دیکھا۔

"یہ ضرور درودھکی ہو گا" لیون نے سوچا اور اس کا یقین کرنے کے لئے اس نے کیٹی کی طرف دیکھا۔ کیٹی نے بھی درودھکی کو دیکھ لیا تھا اور اب لیون کو دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی غیر ارادی طور پر روشن آنکھوں کی اسی ایک نظر سے لیون سمجھ گیا کہ کیٹی اس شخص سے محبت کرتی تھی، اتنے ہی یقین کے ساتھ سمجھ گیا جیسے کیٹی نے صاف لفظوں میں خود بتا دیا ہو۔ لیکن کون اور کیسا ہے یہ شخص؟

اب یہ اچھا ہو یا برا، لیون یہ کبھی نہ سکتا تھا کہ وہاں ٹھہرانہ رہے۔ اس کے لئے جانا ضروری تھا کہ کبھی اور کیا ہے وہ شخص جس سے وہ محبت کرتی تھی۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی بھی معاملے میں اپنے خوش نصیب رقیب سے جب ملتے ہیں تو فوراً ہی اس میں جو بھی اچھائیاں ہوتی ہیں ان سے منہ موڑ لینے کے لئے اور اس میں صرف پرائیاں دیکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کے برعکس اس خوش نصیب رقیب میں سب سے زیادہ ان خوبیوں کو تلاش کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے اس نے ان پر ترجیح پائی اور اس میں دلی درد کے ساتھ صرف اچھائیاں تلاش کرتے ہیں۔ لیون دوسری قسم کے لوگوں میں تھا۔ لیکن اسے درودھکی میں اچھی اور جاذب نظر چیزیں تلاش کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ ان پر فوراً ہی اس کی نظر پڑی۔ درودھکی درمیانہ قد اور کھٹے ہوئے بدن کا سیاہ بالوں والا آدمی تھا۔ اس کے چہرے سے نیک دلی خوبصورتی اور غیر معمولی طور سے پرسکون لیکن محکم



وہ - جی، اور یون کے صاحبزادے میں سرور ہوا اور اپنی دوسراں کے اور پر سکون سڑوں سے، جی ایک کبھی دوسرے کو دیکھ رہا تھا اور بظاہر جو کچھ بھی منہ میں آ رہا تھا وہ کہے جا رہا تھا۔

”جب بجلی دریافت ہوئی تھی“ لیوین نے جلدی سے بات کاٹ دی ”تب صرف منظر دریافت ہوا تھا اور

یہ بالکل نامعلوم تھا کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتی ہے اور کس چیز کو پیدا کرتی ہے اور صدیاں گزر گئیں اس سے پہلے کہ اس کے اطلاق کا خیال کیا جائے۔ برعکس اس کے روحوں کو ماننے والوں نے شروع ہی یہاں سے کیا کہ میزس ان کے لئے کھلتی ہیں اور وہیں ان کے پاس آتی ہیں اور بعد کو وہ یہ کہنے لگے کہ یہ ایک نامعلوم قوت ہے۔" دروہکی نے لیون کی بات بڑی توجہ سے سنی جیسے کہ وہ بیٹہ سنتا تھا اور بظاہر وہ ان الفاظ سے دلچسپی لے رہا تھا۔

"ہاں، لیکن روحوں کو ماننے والے کہتے ہیں کہ ابھی ہم نہیں جانتے کہ یہ قوت کیا ہے، لیکن قوت ہے اور وہ ان حالات میں عمل کرتی ہے۔ اب سائنس دان یہ طے کریں کہ یہ قوت کس چیز پر مشتمل ہے۔ نہیں، میری بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نئی قوت کیوں نہیں ہو سکتی اگر وہ..."

"اس لئے کہ 'لیون' نے پھر بات کاٹ دی" بکلی کے معاملے میں ہر بار جب رال کی ملائی کو ان سے رگڑتے ہیں تو ایک معروف منظر پیدا ہوتا ہے، لیکن یہاں ہر بار نہیں۔ مطلب یہ کہ یہ قدرتی منظر نہیں ہے۔" غالباً یہ محسوس کر کے کہ بات چیت ذرا تنگ روم کے لئے بہت سنجیدہ نوعیت اختیار کرتی جا رہی ہے، دروہکی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور بات کا موضوع بدلنے کی کوشش میں وہ خوش ہو کر مسکرایا اور خواتین سے مخاطب ہو گیا۔

"آئیے کاؤشس ابھی آزمائیں" اس نے کہنا شروع کیا لیکن لیون جو سوچ رہا تھا وہ پوری بات کہہ دینا چاہتا تھا۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی "میں سمجھتا ہوں کہ روحوں کو ماننے والوں کی یہ کوشش کہ اپنے معجزات کو کسی طرح سے ایک نئی قوت ثابت کر دیں سخت ناکام رہی ہے۔ باتیں تو وہ براہ راست روحانی قوت کی کرتے ہیں اور اسے ادا کر کے تجربے کا تابع بنانا چاہتے ہیں۔"

سب لوگ منتظر تھے کہ وہ اپنی بات ختم کرے اور اس نے اس بات کو محسوس کیا۔ کاؤشس نے فوراً دسٹن نے کہا "اور میرا خیال ہے کہ آپ بہت اچھے میڈیم ہوں گے۔ آپ میں کوئی بہت سی بیجانی بات ہے۔"

لیون نے منہ کھولا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کچھ نہیں کہا۔ دروہکی نے کیٹ سے کہا "پرنس آئیے ابھی میز کا تجربہ کرتے ہیں، آئیے۔ پرنس آپ کی اجازت ہے نہ؟" اس نے بوڑھی پرنس سے پوچھا اور اچھ کر کسی میز کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔

کیٹ بھی میز تلاش کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور پاس سے گزرتے ہوئے اس کی آنکھیں لیون سے چار ہو گئیں۔ اسے لیون پر دلی سے ترس آ رہا تھا اس لئے اور بھی کہ اسے لیون کے اس غم کا دکھ تھا جو اس نے خود ہی اسے دیا تھا۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا "اگر مجھے معاف کرنا ممکن ہو تو معاف کر دیجئے، میں اس قدر خوش ہوں۔"

"سب سے نفرت کرتا ہوں، آپ سے بھی اور خود اپنے آپ سے بھی" لیون کی آنکھوں نے جواب دیا اور اس نے اپنی ہیٹ اٹھالی۔ لیکن جانا اس کی قسمت میں نہیں تھا۔ جس وقت سب لوگ میز کے پاس سب ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے اور لیون جانا چاہتا تھا اسی وقت بوڑھے پرنس آگئے اور خواتین سے دعا سلام کرنے کے بعد لیون سے مخاطب ہوئے۔

انہوں نے بہت خوش ہو کر کہا "ارے دیر سے آئے ہوئے ہو؟ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں ہو۔ بڑی خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کر۔"

بوڑھے پرنس لیون سے کبھی "تم" کہہ کر بات کرتے اور کبھی "آپ"۔ انہوں نے لیون کو گلے لگایا اور اس سے بات کرنے لگے۔ انہوں نے دروہکی کو دیکھا بھی نہیں جو کھڑا ہو گیا تھا اور سکون کے ساتھ انتظار کر رہا تھا کہ پرنس اس کی طرف متوجہ ہوں۔

کیٹ بھی محسوس کر رہی تھی کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد اس کے باپ کی توجہ اور عنایت لیون پر کتنی گراں گزر رہی ہوگی۔ اسی طرح اس نے یہ بھی دیکھا کہ آخر کار اس کے باپ نے کتنی سرد مری سے دروہکی کی تعظیم کا جواب دیا اور کیسے دروہکی نے جرانی کے ساتھ اس کے باپ کو دوستانہ انداز سے دیکھا جیسے کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو اور دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ کیسے اور کس وجہ سے بھلا کوئی اس کے ساتھ غیر دوستانہ رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ اور کیٹ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"پرنس، کسٹن تن دمیتر کچھ ہمارے پاس آئے دیجئے، کاؤشس فوراً دسٹن نے کہا "ہم ایک تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"کون سا تجربہ؟" میز گھوم جانے والا؟ تو خواتین و حضرات، مجھے معاف کیجئے گا لیکن میری رائے میں چلوں سے کھینچنے میں زیادہ مزہ آتا ہے۔" بوڑھے پرنس نے دروہکی کو دیکھتے ہوئے اور یہ اندازہ لگا کر کہا کہ یہ اسی کو سوچ رہی ہوگی۔ "اس میں کچھ تک تو ہے۔"

دروہکی نے اپنی محکم نگاہوں سے پرنس کو حیرت سے دیکھا اور بکلی سی مسکراہٹ کے ساتھ فوراً ہی کاؤشس نے فوراً دسٹن سے اگلے پہنچنے والے عالی شان بال کی باتیں کرنے لگا۔

اس نے کیٹ سے مخاطب ہو کر پوچھا "مجھے امید ہے کہ آپ ہوں گی؟"

بوڑھے پرنس جیسے ہی اسے چھوڑ کر دوسری طرف مڑے دیسے ہی لیون چپکے سے کھٹک گیا اور اس شام کا جو آخری تاثر وہ لے گیا وہ تھا کیٹ کا مسکراتا ہوا خوش و خرم چہرہ جس سے وہ بال کے بارے میں دروہکی کے سوال کا جواب دے رہی تھی۔

جب پارٹی ختم ہو گئی تو کیٹ نے ماں کو لیون سے اپنی بات چیت کے بارے میں بتایا اور لیون پر اسے جتنا بھی ترس آیا تھا اس کے باوجود وہ اس خیال سے خوش تھی کہ اس سے خواہشکاری کی گئی۔ اسے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ اس نے وہی کیا تھا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بستر پر اسے دیر تک نیند نہیں آئی۔ ایک تاثر اس کے ذہن پر نقش تھا۔ وہ تھا لیون کی جتنی ہوئی بھڑوں اور ان کے نیچے سے ادا سی اور بیدلی سے جھانکتی ہوئی اس کی ٹیک آنکھوں کا جب وہ کھڑا اس کے باپ کی باتیں سن رہا تھا اور بھی اسے اور بھی دروہکی کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسے لیون کا خیال کر کے اتنا دکھ ہوا کہ آنکھوں میں آنسو ڈھنڈھ پڑا۔ لیکن فوراً ہی اسے اس شخص کا خیال آیا جس کے لئے اس نے لیون کو چھوڑا تھا۔ یہ مردانہ، بارعب اور ہر گیر نیکی سے کھلا ہوا چہرہ اور اس کی شریفانہ متانت اس کی نگاہوں میں پھر گئی۔ جس سے وہ خود محبت کرتی تھی اس کی محبت یاد آتی اور اس کا دل پھر خوش ہو گیا اور وہ مسرت کی مسکراہٹ کے ساتھ نیکی پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ "افسوس ہے، بہت دکھ ہے، مگر اب



کیا کیا جائے؟ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا لیکن ایک اندرونی آواز اس سے کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ کس بات پر بچھتا رہی تھی اس بات پر کہ اس نے لیون کو اپنی طرف مائل کیا تھا یا اس بات پر کہ اس نے لیون کو ٹھکرایا تھا۔ لیکن اس کی خوشی میں ٹھوک و شہامت کا زہر گھل گیا تھا۔ وہ سونے سے پہلے دل ہی دل میں کہتی رہی "یا خدا رحم کر، یا خدا رحم کر، یا خدا رحم کر"۔

اسی وقت نیچے پرئس کے چھوٹے سے کمرے میں لاڈلی بیٹی کے سسلے میں اسی طرح کا ایک منظر ہو رہا تھا جو والدین کے درمیان اکثر ہوا کرتا تھا۔

"کیا؟ یہی اور کیا؟" پرئس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اور فوراً ہی اپنا گلہری کی کمال والا ڈرننگ گاؤن پہنیے ہوئے چچ کر کہا "کہ آپ میں کوئی خودداری نہیں ہے تو کار نہیں ہے کہ آپ اپنی بیٹی کو ذلیل اور برباد کر رہی ہیں اس شرمناک بیوقوف مشاطہ گیری سے!"

"خدا کے واسطے رحم کر دو پرئس آخر میں نے کیا کیا؟" پرئس نے روپائی ہو کر کہا۔

وہ بیٹی سے بات کرنے کے بعد خوش اور مطمئن تھیں اور پرئس کے پاس دستور کے مطابق رخصت ہونے کے لئے آئی تھیں۔ لیون کی خواہشگاری اور کبھی کے انکار کے بارے میں بات کرنے کا ان کو کوئی ارادہ نہ تھا لیکن انہوں نے پرئس کو اشاروں میں بتایا کہ لگتا ہے درودھکی کا معاملہ تو بالکل پکا ہو گیا اور اس کی ماں کے آتے ہی ملے ہو جائے گا۔ بس اتنی ہی بات پر اچانک پرئس بھڑک اٹھی اور چلا کر خلاف تہذیب باتیں سنانے لگے۔

"کیا کیا آپ نے؟ یہ کیا کہ اول تو آپ منگیتر کو پھانسی دی ہیں اور سارے ماسکوں میں اس کا چہرہ ہو گا اور ٹھیک ہو گا۔ اگر آپ پارٹی دیتی ہیں تو سب کو بلائیے، صرف جتنے ہوئے سیاہی لڑکوں ہی کو نہیں۔ سارے چھوڑوں کو بلائیے" (پرئس ماسکوں کے نوجوانوں کو اسی نام سے یاد کرتے تھے) "کسی پانچویں والے کو بلا لیجئے اور سب ناچیں" ایسے نہیں جیسے آج کیا تھا۔ سیاہی منگیتر بننے لائق نوجوانوں کو جمع کر لیا اور ان کو رجمارہی ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر کھلی ہوتی ہے سہلی۔ اور آپ نے یہ سب اس حد تک کیا کہ لڑکی کا سر بھی پھرا دیا۔ لیون ہزار درجہ ہمت انسان ہے۔ اور یہ پیئرس برگ کے جو شیلے بانگے، یہ تو گویا ٹیکسٹوں میں دھلتے ہیں سب ایک ہی سانچے کے ڈھلے ہوتے ہیں اور سب دو کوڑی کے۔ اور وہ اگر فیسی پرئس ہو تا تو بھی میری بیٹی کو کوئی غرض نہ تھی!"

"لیکن آخر میں نے کیا کیا؟"

"یہ کیا کہ..." پرئس غصے سے چلائے۔

"میں تو یہ جانتی ہوں کہ اگر تمہاری سنوں" پرئس نے ان کی بات کا ٹیڈی "تو بیٹی کی بھی شادی ہی نہ ہو گی۔ اور اگر یہی ہوتا ہے تو پھر گاؤں چلے جانا پڑے۔"

"اور چلا جانا بہتر بھی ہو گا۔"

"مگر تم بات تو سنو۔ میں جیج کسی کی چالوسی کرتی ہوں؟ میں تو کسی کی بھی خوش آمد نہیں کرتی۔ نوجوان اور بہت اچھا نوجوان محبت کرتا ہے اور لگتا ہے کہ لڑکی..."

"ہاں یہ تو آپ کو لگتا ہے! اور اگر وہ جیج محبت کرنے لگی ہو اور شادی کرنے کے بارے میں اتنا ہی سوچتا ہو جتنا میں تو... آف، کاش میری آنکھوں کو یہ سب نہ دیکھنا پڑتا۔" "آہ روحوں کو ماننا، آہ، نیتا، آہ ہاں میں..." اور پرئس یوں غماز کر رہے تھے جیسے وہ اپنی بیوی کی نقل کر رہے ہوں چنانچہ ہر لفظ پر وہ عورتوں کی طرح تنقید بجا لاتے تھے۔ "اور اسی طرح ہم کبھی کے لئے دکھ کا سامان کر دیں گے اور وہ جیج اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالے گی

کہ..."

"لیکن تم آخر کیوں ایسا سوچتے ہو؟"

"میں سوچتا نہیں ہوں، جانتا ہوں۔ یہ دیکھنے کے لئے ہمارے پاس آنکھیں ہیں، عورتوں کے پاس نہیں ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کی نیت صاف اور سنجیدہ ہے اور وہ ہے لیون۔ اور ایک سر بھرا اچھلا ہے جسے صرف ہنسنے کیلئے کی فکر ہے۔"

"تمہارے سر میں تو بس ایک بات سما جائے..."

"اور تم کو میرے الفاظ یاد آئیں گے جب وقت نکل چکا ہو گا جیسے ساک ڈالی کے معاملے میں ہوا تھا۔"

"اچھا اچھا، اب ہم اس کی بات نہیں کریں گے" پرئس نے ڈالی کے دکھ کا خیال کر کے انہیں روک دیا۔

"بہت خوب۔ شب بخیر۔"

اور ایک دوسرے پر صلیب کا نشان بنا کر اور بوسے کر مایاں بیوی الگ ہو گئے حالانکہ دونوں محسوس کر رہے تھے کہ دونوں اپنی اپنی رائے پر قائم ہیں۔

پرئس کو پہلے تو پورا یقین تھا کہ آج کی شام نے کبھی کی قسمت کا فیصلہ کر دیا اور درودھکی کی نیت کے بارے میں کوئی شک کیا ہی نہیں جاسکتا لیکن شوہر کی باتوں نے انہیں گڑبڑا دیا۔ اور اپنے کمرے میں واپس آ کر نامعلوم مستقبل سے خوفزدہ ہو کر انہوں نے بھی بالکل کبھی ہی کی طرح کئی بار دل ہی دل میں کہا "یا خدا رحم کر، یا خدا رحم کر، یا خدا رحم کر"

## 16

درودھکی نے بھرے پرے خاندان کی زندگی بھی جانی ہی نہ تھی۔ اس کی ماں جوانی میں سوسائٹی کی تابندہ خاتون تھیں جنہوں نے شوہر کی زندگی میں اور خاص طور سے ان کے بعد بہت سے معاشرتی کے جن سے پورا معاشرہ واقف تھا۔ درودھکی کو اپنے باپ تقریباً بالکل نہیں یاد تھے اور اس نے کور آف (28) میں تعلیم پائی تھی۔

اسکول سے وہ بہت ہی ہونمار نوجوان فوجی افسرین کو ٹھکا اور فوراً ہی پیئرس برگ کے دولت مند فوجی افسروں کے حلقے میں پہنچ گیا۔ حالانکہ وہ پیئرس برگ کی سوسائٹی میں بھی کبھار ہی آتا جاتا تھا پھر بھی اس کی سب عاشقانہ دلچسپیاں سوسائٹی سے باہر ہی رہیں۔

پیئرس برگ کی عیش و عشرت کی بھونڈی زندگی کے بعد اسے ماسکوں پہلی بار اعلیٰ سوسائٹی کی ایک ایسی پیاری اور معصوم لڑکی سے قربت کی دلکاشی کا تجربہ ہوا جو اس سے محبت کرتی تھی۔ اسے کبھی یہ خیال تک نہیں ہوا کہ کبھی کے ساتھ اس کے تعلقات میں کوئی بری بات بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں ناچوں میں وہ کبھی ہی کے ساتھ ناچنے کو ترجیح دیتا تھا۔ وہ ان لوگوں کے گھر جاتا تھا۔ کبھی کے ساتھ وہ انہیں چڑوں کی باتیں کرتا جن کے بارے میں سوسائٹی میں عام طور سے باتیں کی جاتی ہیں، کسی بھی طرح کی بے معنی باتیں لیکن ایسی جن میں وہ غیر ارادی طور پر کبھی کے لئے خاص طور سے معصوم پیدا کر دیتا تھا۔ اس کے باوجود کہ اس نے کبھی سے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو سب کے سامنے نہ کہی جاسکے، وہ یہ محسوس کر سکتا تھا کہ کبھی روز بروز اس پر زیادہ بھروسہ کرتی

ری ہے اور وہ جتنا زیادہ اس بات کو محسوس کرتا تھا اتنی ہی اسے اچھا لگتا تھا اور کبھی کے بارے میں اس کے جذبات لطیف تر ہوتے جاتے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کبھی کے سلسلے میں اس کے برتاؤ کے اس انداز کا ایک معین نام ہے مگر یہ شادی کرنے کی نیت کے بغیر لڑکی کو بھاننا بھانا ہے اور یہ ان بدترین دھیموں میں سے ہے جو اس جیسے تیز و طرار نوجوان لوگوں میں کافی عام ہیں۔ اسے تو یہ لگتا تھا کہ یہ طمانیت اور خوشی اسی نے سب سے پہلے دریافت کی ہے اور وہ اپنی دریافت سے اسے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اگر وہ کسی طرح سے سن پاناکہ کبھی کے والدین اس شام کو کیا باتیں کر رہے تھے، اگر وہ کبھی کے گھر والوں کے نقطہ نظر سے دیکھ سکتا اور یہ جان سکتا کہ اگر اس نے کبھی سے شادی نہ کی تو اسے بہت دکھ ہو گا، تو اسے بڑی حیرت ہوتی اور وہ کبھی اس کا یقین نہ کرتا۔ وہ اس کا یقین ہی نہ کر سکتا تھا کہ ایک ایسی چیز جس سے اس کو اور خاص کر کبھی کو اتنی بڑی اور خوشگوار طمانیت حاصل ہوتی ہے وہ کبھی بری بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس سے بھی کم یقین اسے اس بات کا ہو سکتا تھا کہ کبھی سے شادی کرنا اس کا فرض ہے۔

شادی کا امکان اسے کبھی نظری نہ آیا تھا۔ وہ نہ صرف یہ کہ خاندانی زندگی پسند نہیں کرتا تھا بلکہ کنواروں کی جس دنیا میں وہ رہتا تھا اس کے عام نقطہ نظر کے مطابق خاندان کو "اور خاص طور سے شوہر اندہ حیثیت کو وہ اپنے لئے کچھ مفاد" سمجھتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر "مصلحت خیز سمجھتا تھا۔ اگرچہ وروہکی کو اس کا شہرہ تک نہ تھا کہ کبھی کے والدین میں کیا باتیں ہو رہی تھیں، پھر بھی اس شام کو شیریا کی خاندان کے مکان سے نکل کر وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اور کبھی کے درمیان جو خفیہ روحانی بندھن موجود تھا وہ آج کی شام اتنا مضبوط ہو گیا ہے کہ کوئی نہ کوئی اقدام کرنا ضروری ہے۔ البتہ یہ وہ نہیں تصور کر سکتا تھا کہ کون سا اقدام کیا جا سکتا ہے اور کرنا ضروری ہے۔

شیریا کی خاندان کے ہاں سے واپس آتے ہوئے اور اپنے ساتھ بیٹھ کی طرح پاکیزگی و نازکی کے خوشگوار احساسات لئے ہوئے، جو ایک حد تک اس سبب سے تھے کہ ساری شام اس نے سگریٹ نہیں پی تھی اور اس کے ساتھ ہی اپنے لئے کبھی کی محبت سے ایک انوکھی لطافت محسوس کرتے ہوئے اس نے سوچا "سب سے خوشگوار بات تو یہ ہے کہ نہ میں نے کچھ کمانہ انہوں نے، لیکن ہم نے لگا ہوں اور لمبے کے آثار چھاؤ کی اس نظر نہ آنے والی بات چیت میں ایک دوسرے کو اتنے واضح طور پر سمجھ لیا کہ آج انہوں نے بیٹھ سے بھی زیادہ صاف صاف مجھ سے کہہ دیا کہ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ اور کہتے پیارے سادہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرا اتحاد انداز میں امیں خود اپنے آپ کو بہتر اور پاکیزہ تر محسوس کرتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے بھی دل ہے اور یہ کہ مجھ میں بہت کچھ اچھا ہے۔ وہ پیار بھری "محبت کرنے والی آنکھیں" اجب انہوں نے کہا تھا۔ "ہاں ضرور..."

"تو پھر؟ تو پھر کچھ نہیں۔ میں خوش ہوں اور وہ خوش ہیں۔" اور وہ یہ سوچنے لگا کہ آج کی شام کہاں ختم کرے۔

اس نے دل ہی دل میں ان ساری باتوں کا جائزہ لیا جہاں وہ جا سکتا تھا۔ "کلب؟ تاش اور شاپین اگر تاؤف کے ساتھ؟ نہیں، نہیں جاؤں گا۔ شاتوڈی ٹلیئر، وہاں بلوہکی کو ڈھونڈ لوں گا گیت اور کین کین تاج؟ نہیں، چہ ہو گئی اس سب سے۔ اسی لئے تو میں شیریا کی خاندان سے محبت کرتا ہوں کہ میں خود بہتر ہو جاؤں رہا ہوں۔ گھر جاؤں گا۔" وہ سیدھا رو سو (29) کے ہاں اپنے کمرے میں چلا گیا، اس نے اپنے لئے کھانا آرڈر کیا

اور اس کے بعد کپڑے بدل کر کچے پر سر رکھائی تھا کہ بیٹھ کی طرح مگرمی اور چین کی نیند سو گیا۔

## 17

اگلے دن گیارہ بجے صبح کو وروہکی اپنی ماں کا خیر مقدم کرنے پیٹریس برگ والے ریلوے اسٹیشن گیا۔ اور وہاں کی کشادہ سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی جس پہلے چرے پر اس کی نظر پڑی وہ بلوہکی تھے جو اسی ریل گاڑی سے اپنی بہن کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"اوہ! حضور انور! بلوہکی نے آواز دی، تم کے لینے آگئے؟"

"میں ماں کو لینے آیا ہوں" وروہکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جیسے بلوہکی سے ملنے پر بھی لوگ کرتے تھے۔ وروہکی نے ان سے ہاتھ ملایا اور ان کے ساتھ ہی سیڑھیوں سے اوپر چلا۔ "وہ اس وقت پیٹریس برگ سے آ رہی ہیں۔"

"اور میں دو بجے تک تمہارا انتظار کرتا رہا۔ شیریا کی کے ہاں سے تم کہاں چلے گئے؟"

"گھر" وروہکی نے جواب دیا۔ "میں تسلیم کرتا ہوں کہ کل شیریا کی کے ہاں کے بعد میں اتنا خوش تھا کہ پھر کہیں جانے کوئی نہیں چاہا۔"

"گھوڑوں کا جوش دیکھوں اور ان کی نسل جانوں، آنکھوں سے مرد عاشق کے دل کا حال پوچھوں" اسی پان ارکاڈ سٹین نے بالکل اسی اداسی سے یہ شعر پڑھا جیسے پہلے لیون کو سنا چکے تھے۔

وروہکی اس انداز سے مسکرایا کہ جیسے وہ اس سے انکار نہیں کر رہا ہے لیکن اس نے فوراً موضوع بدل دیا۔

"اور تم کس کا خیر مقدم کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں؟ میں ایک خوبصورت عورت کا" بلوہکی نے کہا۔

"ارے واہ۔"

"اونی سو آ کی مال الی بیٹس (30) اپنی بہن آنا کا۔"

"اچھا کار۔ نیٹا کا؟"

"تم تو غالباً انہیں جانتے ہو؟"

"لگتا ہے کہ جانتا ہوں۔ یا نہیں... سچ بات یہ ہے کہ یاد نہیں" وروہکی نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا۔ اسے کار-سٹین کے نام سے کچھ دھندلا دھندلا کسی بہت سی لئے دیئے رہنے والے اور بے کیف شخص کا خیال آیا۔

"لیکن میرے مشہور و معروف، ہنوی کی اگلیٹی اگلسٹرو روچ کو تو ضروری جانتے ہو گے۔ انہیں تو ساری دنیا جانتی ہے۔"

"مطلب یہ کہ نام سے اور صورت سے جانتا ہوں۔ جانتا ہوں کہ وہ دانشمند عالم اور بڑے خدا ترس سے آدمی ہیں... لیکن تم تو جانتے ہو کہ یہ میری... ناٹ ان مائی لائن (31) "وروہکی نے کہا۔

"ہاں وہ بہت سی قابل قدر آدمی ہیں، تھوڑے قدامت پرست ہیں لیکن عمدہ آدمی ہیں" اسی پان ارکاڈ سٹین نے کہا "عمدہ آدمی۔"



"یہ ان کے لئے اور بھی اچھا ہے" درویشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنی ماں کے بوڑھے لے خدنگار سے مخاطب ہو گیا جو دروازے پر کھڑا تھا "اچھا تم یہاں پہنچ گئے۔ ادھر آؤ۔"

درویشی ادھر کچھ دنوں سے استی بان ارکاد سٹج کے لئے، جن کے ساتھ سبھی ایک عام خوشگوار کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک خاص تعلق اس بات کی بنا پر محسوس کرتا تھا کہ اس کے تصور میں ان کا کئی سے واسطہ تھا۔

اس نے مسکرا کر ابو شکی کا بازو پکڑتے ہوئے ان سے کہا "تو پھر اتوار کو ہماری دیوی کے لئے ڈنر کا بندوبست کریں گے؟"

"ضرور نہیں چندہ جمع کر رہا ہوں۔ ارے تم کل میرے دوست لیون سے ملے تھے؟" استی بان ارکاد سٹج نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ لیکن وہ نہ نہیں کیوں جلدی چلے گئے۔"

"وہ بدستی اچھا جو ان ہے" ابو شکی نے اپنی بات جاری رکھی "ہے نہ؟"

"میں جانتا نہیں" درویشی نے جواب دیا "پتہ نہیں یہ کیوں سب ماسکودالوں میں ظاہر ہے کہ اس وقت کے ہم کام اس سے مستثنیٰ ہیں" اس نے مذاق کے طور پر اضافہ کیا "کچھ جھکسا ہیں۔ کچھ وہ ہر وقت چراغ یا سے رہتے ہیں، قصہ کرتے ہیں پیسہ وہ سب کو پتہ نہیں کیا چیز محسوس کر دیتا چاہتے ہوں۔"

"ہاں ہے ایسا سچ ہے" ایسا... "استی بان ارکاد سٹج نے خوشی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا جلدی آنے والی ہے؟" درویشی نے ریلے کے ایک ملازم سے پوچھا۔

"گاڑی بس آ رہی ہے" ملازم نے جواب دیا۔

گاڑی کے بالکل قریب آ جانے کا اندازہ اسٹیشن پر تیار یوں کی ہماہمی، قلیوں کی بھاگ دوڑ، پولیس والوں اور ریلے کے ملازموں کے نمودار ہو جانے اور مسافروں کو لینے کے لئے آنے والوں کے پہنچنے سے بھی ہو رہا تھا۔ پالے کی بھاپ میں سے پوئین پنے ہوئے ریلے کر پچاری نندے کے نرم قل بوٹ چمٹے پڑیوں کے جان میں آتے جاتے نظر آتے تھے۔ کسی دور کی پڑی سے ایک انجن کی سیٹی اور کسی بھاگ، جیز کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی۔

"نہیں" استی بان ارکاد سٹج نے کہا جو کئی کے سلسلے میں لیون کی نیت کے بارے میں درویشی کو بتانے کے لئے بے چین تھے۔ "نہیں تم نے میرے لیون کے بارے میں غلط رائے قائم کی۔ یہ تو جہ کہ وہ بدستی اعصابی مزاج کا ہے اور ناگوار ہو جاتا ہے لیکن کبھی کبھی وہ بے حد منتشر بھی ہوتا ہے۔ اس کی طبیعت بدست ہی پاکیزہ اور سیدھی اور سچی ہے اور دل تو سونے کا ہے۔ لیکن کل کچھ خاص اسباب تھے" استی بان ارکاد سٹج نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اس غلغلہ ہمدردی کو بالکل ہی بھول گئے جو کل انہیں اپنے دوست سے تھی۔ اب بھی وہ کسی ہی ہمدردی محسوس کر رہے تھے، لیکن اس وقت درویشی کے لئے۔ "ہاں کچھ تھے اسباب کہ جن کی بنا پر وہ خاص طور سے خوش ہو سکتا تھا یا خاص طور سے غمگین ہو سکتا تھا۔"

درویشی ٹھہر گیا اور اس نے براہ راست پوچھا:

"یعنی کیا کیا کل انہوں نے تمہاری سالی سے خواستگاری کی؟"

"ہو سکتا ہے" استی بان ارکاد سٹج نے کہا۔ "کل مجھے کچھ لگ رہا تھا۔ ہاں اگر وہ جلدی چلا گیا اور کچھ بچھا

بچھا سا تھا تو ایسا ہی ہو گا۔ وہ اسے دنوں سے محبت کر رہا ہے اور مجھے اس کے اوپر بڑا ترس آتا ہے۔"

"تو یہ بات ہے۔ ہر حال میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہتر رشتے کی توقع کر سکتی ہیں" درویشی نے کہا اور سینہ کان کر پھر ٹپٹے لگا۔ "اس کے علاوہ میں تو انہیں جانتا نہیں" اس نے اضافہ کیا۔ "ہاں یہ بڑی تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے! کسی کی وجہ سے تو زیادہ تر لوگ طوائف کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے معاملے میں ناکامی سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے پاس کافی رقم نہیں ہے، لیکن یہاں تو ہر طرح سے تمہاری باغلی ثابت ہوتی ہے۔ مگر گاڑی آگئی۔"

واقعی دور سے انجن نے سینی بجا دی۔ چند منٹ میں پلیٹ فارم تھر تھرائے لگا اور انجن پالے سے نیچے دیے ہوئے بھاپ کے مرغولے چھوڑتا ہوا سٹج کے پنے کے مٹن کو بندھی رفتار سے دھیرے دھیرے اندر باہر کرتا ہوا ڈرائیور کی جگہ اور پلٹی پٹائی پالے سے خوب ڈھکی ہوئی شخصیت سیٹ داخل ہوا، پھر اس کے بعد اور بھی دھیرے دھیرے اور پلیٹ فارم کو اور زیادہ جھنجھوڑتا ہوا سامان کا دھنن آیا جس کے اندر ایک کتا رو رہا تھا اور آخر میں مسافروں کے ڈبے آئے اور ایک جھٹکا سالے کر رک گئے۔

ایک نوجوان سا کنڈ کنڈ ڈبے میں سے نکلے ہوئے سینی بجا کر پلیٹ فارم پر کود آیا اور اس کے پیچھے ایک ایک کر کے بے صبرے مسافر نکلے گئے۔ گاڑی کا کافر جو تھوڑا چل رہا تھا اور بالکل سامنے دیکھ رہا تھا، ایک پھر تھوڑا تاجر، ایک لے اور خوشی سے مسکراتا ہوا اور ایک کسان کندھوں پر ایک جھیل لادے ہوئے۔

درویشی وہیں ابو شکی کے پاس ہی کھڑا ریل گاڑی کے ڈبوں اور ان میں سے نکلے والے مسافروں کو تنک رہا تھا اور ماں کے بارے میں بالکل ہی بھول چکا تھا۔ اس کو ابھی ابھی کئی کے بارے میں جو معلوم ہوا تھا اس سے اس میں جوش اور خوشی پیدا ہو گئی تھی۔ غیر ارادی طور پر اس کا سینہ تن گیا تھا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو فلاح محسوس کر رہا تھا۔

"گاڑی میں دو رو نکلیا اس کپار ٹنٹ میں ہیں" نوجوان کنڈ کنڈ درویشی کے پاس آکر کہا۔

کنڈ کنڈ کے الفاظ نے اسے چونکا دیا اور اسے ماں کا اور ان سے غریب ہونے والی ملاقات کا خیال آیا۔ دل سے تو وہ ماں کا کوئی احترام نہ کرتا تھا اور اس بات کو تسلیم کرتا تھا لیکن ان سے محبت بھی نہیں کرتا تھا حالانکہ جس طبقے میں وہ رہتا تھا اس کی سمجھ اور اپنی تعلیم و تربیت کے مطابق وہ ماں کے ساتھ کسی اور طرح کے برتاؤ کا تصور ہی نہ کر سکتا تھا سوائے حدود درجہ اطاعت گزار کی اور تعظیم و بحکم کے۔ اور ظاہری اطاعت، التزامی اور تعظیم و بحکم اتنی ہی زیادہ تھی جتنا حکم و دل سے ان کا احترام اور محبت کرتا تھا۔

18

درویشی کنڈ کنڈ کے پیچھے پیچھے ریل گاڑی کے ڈبے میں داخل ہوا اور کپار ٹنٹ کے اندر جانے سے پہلے وہ اس میں سے نکلے والی خاتون کو راستہ دینے کے لئے ایک طرف کو ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اعلیٰ سوسائٹی کے عادی انسان کی طرح ان خاتون کے ظاہر پر ایک ہی نظر ڈال کر درویشی نے طے کر لیا کہ ان کا تعلق بدستی یا اعلیٰ سوسائٹی سے ہے۔ اس نے معذرت کی اور کپار ٹنٹ میں چلا گیا ہوتا لیکن اس نے ان خاتون پر ایک نظر اور ڈالنے کی ضرورت محسوس کی اس لئے نہیں کہ وہ بدست خوبصورت تھیں، اس خوش و مضی اور منکسر وقار کی بنا پر بھی نہیں جو ان کے پورے قد و قامت سے ٹھک رہا تھا، بلکہ اس لئے کہ جب وہ اس کے پاس سے گزریں تو ان

کے منتشر کئے والے چہرے پر کچھ خاص شفقت و لطافت کا تاثر تھا۔ جب اس نے ان کی طرف نظری تو انہوں نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چلتی ہوئی اور گھٹی پکڑوں کی وجہ سے زیادہ کمرے رنگ کی گنتی ہوئی سرمئی آنکھیں دوستانہ توجہ کے ساتھ اس کے چہرے پر جم گئیں جیسے انہوں نے اسے پہچان لیا ہو، لیکن پھر فوراً ہی پاس آنے والی بیڑی کی طرف اٹھ گئیں جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ اس مختصری نظر میں درویشی نے وہ ضبط کیا ہوا جیلا پن دیکھ لیا تھا جو ان کے چہرے پر کھیل رہا تھا اور ان کی جنگلاتی ہوئی آنکھوں اور ان کے سرخ ہونٹوں پر مل کھاتی ہوئی ہلکی سی مسکراہٹ کے درمیان لہرا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کا پورا وجود کسی چیز سے اس طرح لبرز ہے کہ وہ ان کی مرضی کے بغیر ہی کبھی جنگلاتی ہوئی نظر میں ظاہر ہو جاتی تھی بھی خفیف سی مسکراہٹ میں۔ درویشی کپار منٹ میں چلا گیا۔ اس کی ماں نے جو سوکھی پتلی بڑھیا تھیں جن کی آنکھیں کالی اور کینٹیوں پر بالوں کے جھلے تھے، بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں میچ لیں اور پتے پتے ہونٹوں سے ذرا سا مسراہٹیں۔ صوفے سے اٹھ کر انہوں نے اپنا بیگ اپنی خادمہ کو دیا اور اپنا چھوٹا سا کھانا ہاتھ بیٹے کی طرف بڑھایا اور پھر اس کے سر کو اپنے ہاتھ پر سے اٹھا کر اسے گال پر بوس دیا۔

"تامل کیا تھا؟ کیسے ہو؟ شکر ہے خدا کا!"

"سزا بھی طرح گزرا؟" بیٹے نے ان کے پاس بیٹھے ہوئے کہا اور اس کے کان غیر ارادی طور پر کسی عورت کی آواز پر لگ گئے جو دروازے کے دوسرے آ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ انہیں خاتون کی آواز تھی جن سے وہ دروازے پر ملا تھا۔

عورت کی آواز سنائی دی: "پھر بھی میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

"محترم خاتون یہ بیٹرس برگ کا زادیہ نظر ہے۔"

"بیٹرس برگ کا نہیں، صرف ایک عورت کا" انہوں نے جواب دیا۔

"اچھا تو مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے ہاتھ کو بوسہ دوں۔"

"پھر ملیں گے انیو ان ہڑدوچ۔ ہاں ذرا دیکھئے گا بھائی تو یہاں نہیں ہیں اور ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دیجئے گا" ان خاتون نے بالکل دروازے پر کھڑا اور کپار منٹ میں آنکھیں۔

"کیا ہوا بھائی مل گئے؟" درویشی نے ان خاتون سے پوچھا۔

درویشی کو اب یاد آیا کہ یہ تو کار - تینا ہیں۔

"آپ کے بھائی یہاں ہیں" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں، اور ہماری ملاقات اتنی مختصر تھی" درویشی نے تقسیم کرتے ہوئے کہا "کہ غالباً آپ مجھے بھول گئی ہوں گی۔"

"ارے نہیں" انہوں نے کہا "میں آپ کو ویسے بھی پہچان لیتی اس لئے کہ میں نے اور آپ کی والدہ نے شاید راستے بھر آپ ہی کے بارے میں باتیں کی ہیں" یہ کہہ کر انہوں نے آخر کار اپنے ضبط کردہ جیالے پن کو مسکراہٹ کی صورت میں ظاہر ہونے کی اجازت دے دی۔ "لیکن میرے بھائی کا اب تک پتہ نہیں۔"

"تم بلا کے لاؤ، ایلوشا" بوڈی کاؤش نے کہا۔

درویشی پلٹتے ہوئے قلمبر گیا اور اس نے آواز دی:

"ابو شکی! ادھر آؤ!"

لیکن کار - تینا نے بھائی کے آنے کا انتظار نہیں کیا بلکہ انہیں دیکھتے ہی پھر تیلے قدموں سے چل کر ڈبے سے باہر آ گئیں۔ اور بھائی ان کے پاس پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے آگے بڑھ کر درویشی کو ان کی حرکت کی قطعیت اور وقار پر حیران رہ گیا بھائی کی گردن میں اپنا بایاں ہاتھ ڈالا اور تیزی سے انہیں اپنی طرف کھینچ کر زور سے بوس دیا۔ درویشی یک نکل انہیں دیکھتا رہا اور پتہ نہیں کیوں مسکراتے لگا۔ لیکن اسے یاد آیا کہ ماں اس کا انتظار کر رہی ہیں "اور وہ پھر ڈبے کے اندر چلا گیا۔"

"بت ہی پیاری ہیں" ہے نہ؟ "کاؤش نے کر - تینا کے بارے میں کہا۔ "ان کے شوہر نے انہیں میرے ہی ساتھ سوار کروا لیا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سارے راستے میں نے ان سے باتیں کیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ... وہ فیملی لے پائے آئے۔" تاس میا، "تاس میا" (32)

"میں نہیں جانتا ماں، آپ کس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں" بیٹے نے سرد مری سے جواب دیا۔ "تو ماں، چلیں اب۔"

کاؤش سے رخصت ہونے کے لئے کار - تینا پھر ڈبے میں آ گئیں اور خوش خوش بولیں:

"تو کاؤش، آپ کے بیٹے آپ کو مل گئے، میرے بھائی مجھے۔ اور سارے قسے بھی ختم ہو چکے۔ اور کچھ بات کرنے کو بھی نہ ہوتا۔"

"ارے نہیں پیاری" کاؤش نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آپ کے ساتھ تو میں ساری دنیا کا پیکر لگتی ہوں نہ ادبھی۔ آپ تو ان پیاری عورتوں میں سے ہیں جن کے ساتھ بات کرنا بھی اچھا لگتا ہے اور چپ رہنا بھی۔ اور اپنے بیٹے کے بارے میں کچھ نہ سوچنے کا۔ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ بھی اسے اکیلا چھوڑیں ہی نہیں۔"

کار - تینا سناکت اور غیر معمولی طور پر سیدھی کھڑی تھیں اور ان کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"آپنا کارڈیوٹا کے" کاؤش نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا "بیٹا ہے" اٹھ سال کا شاید "اور یہ بھی اس سے الگ نہیں ہوئیں اور اب سارے وقت پریشان رہیں کہ اسے چھوڑ کر آتی ہیں۔"

"ہاں، میں اور کاؤش سارے وقت باتیں کرتے رہے۔ میں اپنے بیٹے کی اور کاؤش اسے اپنے بیٹے کی کار - تینا نے کہا اور پھر مسکراہٹ نے ان کے چہرے کو اچال دیا، شفیق مسکراہٹ جو درویشی کے لئے تھی۔

"آپ تو بیشک اس سے بت ہی ادب گئی ہوں گی" اس نے جلدی سے عشوہ واداک کی اس گیند کو روک کر دے ہوئے کہا جو اس کی طرف پھینکی گئی تھی۔ لیکن بھلا ہر وہ اس لمحے میں بات چیت کو جاری رکھنا نہ چاہتی تھیں اور کاؤش سے مخاطب ہو گئیں:

"آپ کا بت بہت شکر ہے۔ مجھے تو محسوس بھی نہ ہوا کہ کل کا دن کیسے گزر گیا۔ پھر ملیں گے کاؤش!"

"الوداع میری دوست" کاؤش نے جواب دیا۔ "لائیے میں آپ کے خوبصورت چہرے کو بوسہ دوں۔"

میں تو بوڈی ہونے کی وجہ سے صاف صاف کہتی ہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی۔"

یہ فقرہ چاہے جتنا بھی فرسودہ رہا ہو لیکن کار - تینا نے بھلا ہراس کو دل سے قبول کیا اور خوش ہو گئیں۔ ان کا چہرہ گلابی ہو گیا اور انہوں نے ذرا سا جھک کر اپنا کال کاؤش کے ہونٹوں کے برابر کیا۔ پھر سیدھی ہو گئیں اور ہونٹوں اور آنکھوں کے بیچ میں تڑپتی ہوئی اسی مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے درویشی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اس نے ان کے چھوٹے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جب انہوں نے اس کے ہاتھ کو کس کر دیا اور بڑی جرات کے ساتھ ہلایا تو وہ کچھ خاص طور پر خوش ہو گیا۔ وہ تیز تیز چلتی ہوئی "اپنے خاصے بھرے بدن کو اتنے



وہ بار بار کہہ رہے تھے "اف بس قدر بھیا نک! آف آنا! اگر تم نے دیکھا ہو تا! اف بس قدر بھیا نک!"  
 دروہشی چپ تھا اور اس کا خوبصورت چہرہ اگرچہ سنجیدہ تھا لیکن بالکل پرسکون تھا۔  
 "اور اگر آپ نے دیکھا ہو تا کاؤتس" استی پان ارکاڈ سچنے لگا۔ "اور اس کی بیوی بھی وہیں تھیں...  
 اسے تو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا... وہ لاش پر ڈھے پڑی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑے سے خاندان میں وہ اکیلا روزی  
 کمانے والا تھا۔ کسی بھیا نک بات ہے!"

"کیا اس عورت کے لئے کچھ کیا نہیں جاسکتا؟" کار - نینا نے پریشانی کے ساتھ دہی زبان میں کہا۔

دروہشی نے اس کی طرف دیکھا اور فوراً ہی ڈبے سے باہر چلا گیا۔

دروازے سے مڑ کر اس نے کہا "ماماں! میں ابھی آیا۔"

جب وہ چند منٹ بعد واپس آیا تو استی پان ارکاڈ سچنے لگا تب تک کاؤتس سے نئی مغفیل بات کرنے لگے تھے  
 اور کاؤتس بیٹے کے انتظار میں بڑی بے صبری سے بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"اب چلے" دروہشی نے آکر کہا۔

سب لوگ ساتھ ہی نکلے۔ دروہشی ماں کے ساتھ آگے آگے جا رہا تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے کار - نینا اپنے  
 بھائی کے ساتھ چل رہی تھیں۔ اسٹیشن سے باہر نکلنے کے دروازے پر اسٹیشن پرنٹنڈنٹ دوڑتا ہوا دروہشی کے  
 پاس پہنچا۔

"آپ نے میرے نائب کو دو سو روپے دیئے ہیں۔ زحمت کر کے یہ بتا دیجئے کہ وہ آپ کے دینا چاہتے  
 ہیں؟"

"بیوہ کو" دروہشی نے اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں پونجے کی کیا  
 بات ہے۔"

"تم نے دیئے؟" پیچھے سے ایلوشکی نے جیج کر کہا اور بہن کا ہاتھ دباتے ہوئے اضافہ کیا "بہت نیکی کی بڑی  
 مہربانی! بڑا ہی اچھا آدمی ہے۔" نہ؟ کاؤتس میں تعظیم بھالا تا ہوں۔"

اور وہ اپنی بہن سمیت رک گئے، "آنا کی خادمہ کو تلاش کرنے کے لئے۔"

جب وہ باہر آئے تو دروہشی خاندان کی کبھی جا چکی تھی۔ اسٹیشن سے نکلنے والے لوگ ابھی تک اسی  
 واقعے کی باتیں کر رہے تھے۔

کسی صاحب نے پاس سے گزرتے ہوئے کہا "کس قدر بھیا نک موت ہے۔ کہتے ہیں کہ دو ٹکڑے ہو  
 گئے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس کے برعکس یہ سب سے آسان موت ہے،" آن کی آن میں "دوسرے نے کہا۔"

"یہ کیسے ہے کہ کسی طرح کے حفاظتی اقدامات نہیں کئے جاتے؟" تیسرے نے کہا۔

کار - نینا کبھی میں بیٹھ گئیں اور استی پان ارکاڈ سچنے نے حیران ہو کر دیکھا کہ ان کے ہونٹ کپکپا رہے ہیں  
 اور وہ بڑی مشکل سے آئسو ضبط کئے ہوئے ہیں۔

"کیا ہوا ہے جیسے آنا؟" استی پان ارکاڈ سچنے نے تھوڑی دور چلنے کے بعد پوچھا۔

"برا ٹھنوں ہے" آنا نے جواب دیا۔

"کیا یہ قوت کی بات کرتی ہو؟" استی پان ارکاڈ سچنے نے کہا۔ "تم آگئیں یہ سب سے اہم بات ہے۔ تم تصور

سب انداز میں سنبھالے ہوئے نکل گئی کہ حیرت ہوتی تھی۔

"بہت ہی پیاری ہیں" کاؤتس نے کہا۔

یہی ان کا بیٹا بھی سوچ رہا تھا۔ جب تک ان کی پروا قار قامت اور جمل نہیں ہو گئی تب تک اس کی نگاہیں  
 ان کے ساتھ ساتھ گئیں اور بعد کو مسکراہٹ اس کے چہرے پر رہ گئی۔ کڑی سے اس نے دیکھا کہ کیسے وہ بھائی  
 کے پاس پہنچیں اور ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بڑے جوشیلے انداز میں ان سے کچھ کہنے لگیں، لیکن ایسی بات جس  
 کا اس سے دروہشی سے کوئی تعلق نہ تھا اور یہ چیز اسے ابھی نہیں تھی۔

"تو ماماں! آپ بتائیے" آپ کی صحت بالکل ٹھیک ہے؟" اس نے ماں سے مخاطب ہو کر پھر سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے" بہت اچھی ہے۔ الکساندر بڑا محنتی رہا اور ماری بڑی پیاری ہو گئی ہے۔ وہ تو بڑی ہی  
 دلچسپ ہے۔"

اور پھر وہ ان چیزوں کو یاد کرنے لگیں جن سے انہیں زیادہ دلچسپی تھی، "اپنے پوتے کی نام رکھائی کی" جس  
 کے لئے وہ پرنس برگ گئی تھیں اور اپنے بڑے بیٹے پر شہنشاہ کی خاص عنایت کی۔

دروہشی نے کڑی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یہ یاد رہنی چاہیے۔ اب اگر مناسب سمجھیں تو  
 چلے۔"

بوڑھا کارندہ جو کاؤتس کے ساتھ آیا تھا، یہ اطلاع دینے کے لئے ڈبے میں آیا کہ سب انتظام ہو گیا۔  
 کاؤتس چلنے کے لئے اٹھیں۔

"آئیے" اب لوگ بھی کم ہو گئے ہیں" دروہشی نے کہا۔

خادمہ نے بیک اور کتے کو لیا، "کارندے اور ایک قلی نے دوسرے بیک سنبھالے۔ دروہشی نے ماں کو  
 اپنے بازو کا سہارا دیا۔ لیکن جب وہ ڈبے سے باہر نکل آئے تھے تو ڈری صو رتوں والے کئی لوگ پاس سے  
 دوڑتے ہوئے گزر گئے "اور اسٹیشن پرنٹنڈنٹ بھی اپنی غیر معمولی رنگ والی ٹوپی لگائے ہوئے دوڑتا ہوا دوسری  
 گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ کوئی خلاف معمول بات ہو گئی ہے۔ جو لوگ ریل گاڑی سے اتر کر جا چکے تھے وہ بھی واپس  
 دوڑے آ رہے تھے۔

"کیا ہوا... کیا ہوا؟.. کہاں؟.. گاڑی کے سامنے کو دوڑا!.. کچل گیا!" جانے والوں کی بھیڑ میں سے آوازیں  
 آ رہی تھیں۔

استی پان ارکاڈ سچنے بھی اپنے بازو سے بہن کو سہارا دیتے ہوئے ڈری صو رتیں لے لے واپس آ گئے اور  
 دوڑتے ہوئے لوگوں سے بچنے کے لئے ڈبے کے دروازے کے پاس ٹھہر گئے۔

خواتین ڈبے میں چلی گئیں اور دروہشی اور استی پان ارکاڈ سچنے افسوسناک واقعے کی تفصیلات معلوم  
 کرنے لوگوں کے پیچھے پیچھے گئے۔

ایک گارڈ نے، جو پتہ نہیں نقشے میں تھا یا زبردست پالے کی وجہ سے بہت زیادہ اوڑھے لپٹے تھا، پیچھے کی  
 طرف جاتی ہوئی گاڑی کی آواز نہیں سنی اور وہ کچل گیا۔

دروہشی اور ایلوشکی کے واپس آنے سے پہلے خواتین کو یہ تفصیلات کارندے سے معلوم ہو گئی تھیں۔

دروہشی اور ایلوشکی دونوں نے کئی کچلی لاش دیکھی تھی۔ ایلوشکی کو بظاہر بہت دکھ تھا۔ ان کی تیوریاں  
 چڑھی ہوئی تھیں اور لگ رہا تھا کہ وہ بس اب رو پڑیں گے۔

نہیں کر سکتیں کہ مجھے تم سے کتنی امید ہے۔"

"اور تم درود کسی کو بہت دنوں سے جانتے ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اور یہ ہے جس میں امید ہے کہ وہ کبھی سے شادی کر لے گا۔"

"اچھا؟" آہستہ سے آنا نے کہا۔ "اچھا تو اب تمہارے بارے میں باتیں کریں" انہوں نے اپنا سر جھینکے

ہوئے کہا جیسے ان سارے خیالات کو دور ہٹا دینا چاہتی ہوں جو فاضل ہوں اور غل ہو سکتے ہوں۔ "ہاں تو اب

تمہارے معاملوں کی بات کریں۔ مجھے تمہارا خط ملا اور بس میں آگئی۔"

"ہاں، ساری امیدیں تمہیں سے ہے" اتنی پان ار کاؤ سچے نے کہا۔

"تو بتاؤ مجھے ساری بات۔"

اور اتنی پان ار کاؤ سچے نے بتانا شروع کیا۔

گھر پہنچ کر ابلو کشی نے بس کو اتارا، ٹھنڈی سانس بھر کر ان سے ہاتھ ملایا اور اپنی عدالت کے لئے روانہ

ہو گئے۔

19

جب آنا کمرے میں داخل ہوئیں تو ڈالی چھوٹے ڈرائنگ روم میں بچکے شمرے بالوں والے ایک گدی بے سے بچے کے ساتھ بیٹھی تھیں جس کی شکل ابھی سے بالکل باپ سے ملتی جلتی تھی اور خراہیسی کی درسی کتاب سے اس کا سبق سن رہی تھیں۔ بچہ پڑھتے میں اپنے جیکٹ کے ایک ٹیٹ کو جو بس ڈرا سے دھاگے سے اٹکا ہوا تھا ہاتھ سے مروڑ رہا تھا اور اسے توڑ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماں نے کئی مرتبہ اس کا ہاتھ الگ کیا لیکن چھوٹا سا گدی ہاتھ پھر بن پر جا پڑا۔ آخر ماں نے بٹن کو نوچ کر حیب میں رکھ لیا۔

"گریٹا! اپنا ہاتھ چین سے رکھو" ماں نے کہا اور پھر سے اپنی مثال اٹھالی جسے وہ بہت دنوں سے بن رہی تھیں اور بیشہ مشکل کے وقت میں اس کو لے کر بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت وہ بڑی ابھمن اور پوکھلا ہٹ میں ہار بار انگلیوں کو اچکا کر اور پھندے گمن گمن کر رہی تھیں۔ اگرچہ کل تو انہوں نے شوہر سے صاف کہہ دیا تھا کہ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ ان کی بسن آ رہی ہیں یا نہیں، پھر بھی انہوں نے آنا کی آمد کے لئے سارے انتظامات کر دیئے تھے اور نند کے پہنچنے کا انتظار رہے بیٹنی سے کر رہی تھیں۔

ڈالی کو اپنا غم کھائے جا رہا تھا اور وہ بالکل ادھ مری سی ہو رہی تھیں لیکن یہ وہ سمجھتی تھیں کہ ان کی نند آنا پیئرس برگ کی انتہائی اہم شخصیت کی بیوی اور خود پیئرس برگ کی "مگر اندام" تھیں اور اس صورت حال کی بنا پر انہوں نے جو کچھ اپنے شوہر سے کہا تھا اس پر عمل نہیں کیا، یعنی وہ بھولیں نہیں کہ ان کی نند آ رہی ہیں۔ انہوں نے سوچا "آخر آنا کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ میں ان کے بارے میں تو صرف اچھا یا اچھا جانتی ہوں اور میرے ساتھ ان کے رہناؤ میں تو میں نے صرف شفقت اور دوستی ہی دیکھی ہے۔" یہ تو ج ہے کہ جہاں تک انہیں اپنے پیئرس برگ کے کار خستہ میاں کی بیوی کے ہاں کے تاثرات یاد تھے تو انہیں ان لوگوں کا گھری نہیں پسند آیا۔ ان کی خانگی زندگی کے پورے ڈھانچے میں کچھ کھوٹ تھا۔ "لیکن میں ان سے کیوں نہ ملوں؟ بس۔ کہ وہ مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کریں" ڈالی نے سوچا۔ "تسکین، دلا سا، سمجھانا، بھانا اور عیسائی مذہب کی قضا کے مطابق سب کچھ معاف کر دینا۔ یہ سب میں ہزار بار سوچ چکی ہوں اور اس سب سے کچھ بھی حاصل

نہیں۔"

ان سارے دنوں میں ڈالی بچوں کے ساتھ اکیلی رہی تھیں۔ اپنے غم کے بارے میں بات کرنا وہ چاہتی تھیں اور دل میں جب یہ غم تھا تو ادھر ادھر کی باتیں وہ کر نہ سکتی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ کسی نہ کسی طرح وہ آنا کو سب کچھ بتا دیں گی اور کبھی تو اس خیال سے خوش ہوئیں گی کیسے بتائیں گی اور کبھی اس بات پر جھنجھلا تیں کہ ان سے "انہیں کی بسن سے خود اپنی ذلت کی بات کرنی پڑے گی اور ان سے تسکین اور سمجھانے بھانے کے پتے بنائے فخرے سننے پڑیں گے۔

جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، وہ آنا کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں، بار بار گھڑی دیکھ کر دوڑاڑے پر نظر کرتی تھیں لیکن بس اسی وقت چونک گئیں جب مسمان پہنچیں۔ انہوں نے تو گھنٹی کی آواز بھی نہ سنی۔

بالکل دروازے پر لباس کی سرسراہٹ اور ہلکے قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے نظر اٹھائی تو رنج اور پریشانی کے ستارے ہوئے ان کے چہرے پر خوشی نہیں بلکہ حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر نند کو گلے لگایا۔

"ارے تم آگئیں؟" انہوں نے نند کو پکار کر تے ہوئے کہا۔

"ڈالی، تمہیں دیکھ کر کتنی خوشی ہوئی!"

"میں بھی خوش ہوں" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اور آنا کے چہرے کے تاثرات سے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہوئے ڈالی نے کہا کہ وہ جانتی ہیں کہ نہیں۔ آنا کے چہرے پر ہمدردی دیکھ کر انہوں نے سوچا "خانا جانتی ہیں۔" جہاں تک ہو سکے صفائی اور وضاحت کے لئے کو دور کرنے کی کوشش میں انہوں نے کہا "آؤ چلیں میں تمہیں تمہارے کمرے میں لے جاتی ہوں۔"

"یہ گریٹا ہے؟ میرے خدا! کتنا بڑا ہو گیا ہے!" آنا نے کہا اور ڈالی کے چہرے پر فخریں جمائے جمائے اسے پیار کیا۔ پھر وہ ذرا کہیں اور ان کا چہرہ گھائی ہو گیا۔ "نہیں، تمہیں جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

آنا نے اپنا قصا یہ کھولا "ٹوپی اتاری اور اپنے سیاہ ٹھٹھکے بالوں کی ایک لٹ کو جو ٹوپی میں الجھ گئی تھی، نکالنے کے لئے سر جھٹکا اور بالوں کو چھڑا لیا۔

"اور تم تو خوشی اور صحت سے دمک رہی ہو" ڈالی نے تقریباً رشک کے ساتھ کہا۔

"میں؟ ہاں" آنا نے کہا۔ "یا میرے خدا! تانیا! میرے سر جو ڈاکی ہم عمر" انہوں نے ایک لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا جو دوڑتی ہوئی اندر آئی تھی۔ آنا نے لڑکی کو گود میں اٹھالیا اور اس کو پیار کیا۔ "کتنی پیاری بچی ہے، بہت ہی پیاری ڈالی چلو! مجھے سمجھو کو دکھاؤ۔"

آنا نے سارے بچوں کو ان کے نام سے پکارا اور انہیں ان کے نام ہی نہیں بلکہ عمراور پیدائش کے مہینے ان کے کردار اور ان کی بیماریاں تک یاد تھیں اور ڈالی اس کی قدر کے بغیر نہ رہ سکیں۔

"تو چلیں بچوں کے کمرے میں" ڈالی نے کہا۔ "افسوس ہے کہ دایا اس وقت سو رہا ہے۔"

بچوں کو دیکھ بھال کر وہ دونوں ڈرائنگ روم میں کافی پیٹے بیٹھیں۔ آنا نے پہلے تو کافی کی کتنی اپنی طرف کھینچی پھر اسے دور ہٹا دیا۔

"ڈالی! انہوں نے کہا" انہوں نے مجھے بتا دیا ہے۔"

ڈالی نے سرد مہری سے آنا کو دیکھا۔ اب وہ ہمدردی کے گھمے پٹے فخرے سننے کی توقع کر رہی تھیں۔ لیکن



آنا نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔

"ذالی" میری پیاری! "انہوں نے کہا" میں تم سے ان کی صفائی نہیں دینا چاہتی اور نہ جسیں تسکین اور دلا سادینا چاہتی ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن میری جان مجھے بڑا ترس آتا ہے تمہارے اوپر دل سے ترس آتا ہے!"

اور ان کی خوبصورت آنکھوں کی گھنی پلکوں کی آڑ سے اچانک آنسو نکل آئے۔ وہ بھانج کے قریب آکر بیٹھ گئیں اور ان کا ہاتھ اپنے چھوٹے سے ہاتھ میں لے لیا۔ ذالی نے ہاتھ چھڑایا نہیں لیکن ان کے چہرے کے روکنے پر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا:

"مجھے تسکین دینا ممکن ہے۔ اس کے بعد تو یہی قسم ہو گیا جو تمہارے سب بڑا ہو گیا!"

اور یہ کہتے ہی ان کے چہرے پر اچانک نری آگئی۔ آنا نے ذالی کا سواٹھ دلا پٹکا ہاتھ اوپر اٹھا کر اسے چما اور کہا:

"لیکن ذالی اب کیا کیا جائے؟ کیا کیا جائے؟ اس بھیاںک صورت حال میں کیا طریقہ اختیار کرنا سب سے اچھا ہو گا؟۔ اس کے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہے۔"

"سب ختم ہو گیا اور اب کچھ رہا ہی نہیں" ذالی نے کہا۔ "اور بدترین بات یہ ہے" اسے سمجھو کہ میں انہیں چھوڑ نہیں سکتی۔ بچوں سے تو میں بندھی ہوئی ہوں۔ اور ان کے ساتھ رہ میں کتنی نہیں" انہیں دیکھنا ہی میرے لئے اذیت ہے۔"

"ذالی میری پیاری" انہوں نے تو مجھے بتایا لیکن میں تم سے سنا چاہتی ہوں مجھے سب کچھ بتاؤ۔"

ذالی نے انہیں سوا لہ نظروں سے دیکھا۔

آنا نے چہرے سے ایسی درد مندی اور محبت نکال دی تھی جو بتاتی تھی۔

اچانک ذالی بولیں "تم چاہتی ہو تو سنو۔ لیکن میں شروع سے بتاؤں۔ آنا معلوم ہے کہ میں نے شادی کیسے کی۔ ماں کی تربیت کی بدولت میں صرف معصوم ہی نہیں بیوقوف بھی تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ میں کون سا شہر اپنی بیوی کو اپنی سابق زندگی کے بارے میں سب بتا دیتے ہیں لیکن استیوا نے..."

"انہوں نے فوراً ہی خود کو درست کیا" استیوا ان کا دستانے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ جس میں یقین تو نہ آئے گا لیکن ابھی تک میں یہ سمجھتی تھی کہ میں ایک عورت ہوں جسے انہوں نے جانا۔ اس طرح میں آٹھ سال تھی۔ تم اس بات کو سمجھو کہ میں نے نہ صرف یہ کہ یونانی کاشہ نہیں کیا بلکہ میں اسے ناممکن سمجھتی تھی اور اب ذرا تم

تصور کرو" اس طرح کی سمجھ کے ساتھ "سارا بھیاںک پن" ساری بے شری معلوم ہو جائے۔ تم میری بات کو سمجھو۔ اپنی خوشی کا پورا یقین اور اچانک... "ذالی نے سسکیوں کو ضبط کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی "ایک خط مل گیا۔ ان کا خط اپنی محبوبہ کے نام" میری گورنر کے نام۔ نہیں یہ تو بہت ہی بھیاںک ہے!" انہوں نے

جلدی سے رومال نکالا اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ "کسی کی طرف وقتی طور پر مائل ہو جانا تو میں سمجھتی ہوں" انہوں نے ذرا دیر چپ رہ کر اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھا "لیکن اچھی طرح سوچ سمجھ کر چالاکی سے مجھ کو دھوکا دینا... اور وہ بھی کس کے ساتھ؟ اس عورت کے ساتھ ساتھ میرا شوہر رہتا بھی جاری رکھنا... یہ بہت ہی بھیاںک ہے! تم سمجھ نہیں سکتیں..."

"نہیں نہیں" میں سمجھتی ہوں! سمجھتی ہوں میری پیاری ذالی" سمجھتی ہوں "آنا نے ان کا ہاتھ دبا ہے

ہوئے کہا۔

"اور تم کیا سمجھتی ہو کہ وہ میری حالت کے پورے بھیاںک پن کو سمجھتے ہیں؟" ذالی نے کہا۔ "ذرا بھی نہیں اورو خوش اور مطمئن ہیں۔"

"ارے نہیں" جلدی سے آنا نے ان کی بات کاٹ دی۔ "ان کی حالت ترس کھانے کے لائق ہے" کچھ تارے سے اوجھڑے ہو رہے ہیں۔"

"ان میں کچھ تارے کی صلاحیت بھی ہے؟" ذالی نے ڈکا اور غور سے اپنی منہ کے چہرے کو دیکھا۔

"ہاں" میں انہیں جانتی ہوں۔ میں نے انہیں دیکھا تو مجھے بڑا ترس آیا۔ ہم دونوں ہی انہیں جانتے ہیں۔

نیک ہیں وہ لیکن خود دار بھی ہیں اور اب اس قدر ذلت محسوس کرتے ہیں۔ اور مجھے جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا "اور اس موقع پر آنا نے اندازہ لگایا کہ ذالی سب سے زیادہ کن باتوں سے متاثر ہو سکتی ہیں" وہ یہ کہ انہیں دو چڑوں سے اذیت ہو رہی ہے۔ کہ انہیں بچوں کے خیال سے شرمندگی ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ تم سے محبت کرتے ہوئے بھی... ہاں "دنیا میں سب سے زیادہ تم سے محبت کرتے ہوئے" انہوں نے

جلدی سے اضافہ کیا تاکہ ذالی کے اعتراض کو پہلے ہی سے کاٹ دیں "تم کو دکھ دیا اور جیسے چوت پٹچائی۔ سارے وقت یہی کہتے رہتے ہیں کہ "نہیں" نہیں "وہ مجھے معاف نہیں کریں گی۔"

ذالی فکر مند نہ انداز میں اپنی منہ سے دور کہیں دیکھ رہی تھیں اور ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

"ہاں میں سمجھتی ہوں کہ ان کی حالت بھی بہت بری ہے۔ بے قصور کے مقابلے میں قصور دار کی حالت بدتر ہوتی ہے اگر وہ یہ محسوس کرے کہ سارا دکھ اسی کے قصور کی وجہ سے ہے۔ لیکن کیسے معاف کر دوں" کیسے اس عورت کے بعد میں پھرے ان کی بیوی بن جاؤں؟ میرے لئے تو اب ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا ایک اذیت ہو گی" اسی لئے کہ میں نے ان سے محبت کی، کیسی محبت کی کہ اب بھی ان سے اپنی پہلی محبت بھی مجھے عزیز ہے۔"

اور ان کی بات سسکیوں میں ڈوب گئی۔

لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے جان بوجھ کر ہر بار جب وہ نرم پڑتیں تو پھر سے ایسی باتیں شروع کر دیتیں جن سے انہیں اور چڑھ جاتی۔

"وہ عورت تو آخر جو ان ہے" خوبصورت ہے "انہوں نے کہا جاری رکھا۔ "آنا تم کیسا اس بات کو سمجھتی ہو کہ میری جوانی، میری خوبصورتی کس نے لے لی؟ انہوں نے اور ان کے بچوں نے۔ میں نے ان کی پوری خدمت کی اور اس خدمت میں میرا سب کچھ کھپ گیا اور اب ان کو ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسی غیر ناہنجی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ ان دونوں نے غالباً آپس میں میرے بارے میں بات کی ہو گی یا اس سے بھی بدتر یہ ہے کہ

شاید میرا ذرا کچھ نہ کیا ہو... سمجھتی ہو تم؟" پھر ان کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ "اور اس کے بعد وہ مجھ سے پھر کہیں گے... تو کیا میں ان کی بات کا یقین کر دوں گی؟ کبھی نہیں۔ نہیں" اب سب ختم ہو چکا "وہ سب جو میرے لئے تسکین کا باعث تھا" میری محنت اور اذیت کا انعام تھا... کیا تم اس کا یقین کر سکتی ہو کہ میں ابھی کریشا کو

پڑھاری تھی پہلے اس سے خوشی ہوتی تھی "اب اذیت ہوتی ہے۔ کس لئے میں متبہیں بھیلتی ہوں" محنت کرتی ہوں؟ یہ سننے کس لئے؟ سب سے بھیاںک یہ بات ہے کہ اچانک میرا دل پھر گیا ہے اور پیار کی جگہ "شفقت و لطافت کی جگہ میرے دل میں ان کے لئے صرف فخر ہے" صرف نفرت ہے۔ میں انہیں قتل کر دیتی ہوں..."



"ذالی میری جان" میں سمجھتی ہوں لیکن اس طرح اپنے آپ کو ہلکان مت کرو۔ تمہارے ساتھ ایسی زیادتی کی گئی ہے، تم اتنی بڑھلکائی ہو کہ بہت سی چیزیں تم ٹھیک سے دیکھ اور سمجھ نہیں پا رہی ہو۔"

ذالی ذرا ٹھنڈی پڑ گئیں اور تھوڑی دیر دونوں چپ رہیں۔  
 "کیا کروں؟" آنا کچھ سوچو اور میری مدد کرو۔ میں نے تو بہت سوچا اور مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔"  
 آنا سوچ تو کچھ بھی نہ سکیں لیکن اپنی بھانج کے ہر لفظ پر ہرے کے ہر تاثر پر ان کا دل تھلا کر رہ جاتا۔  
 "میں بس ایک بات کہوں گی" آنا نے کہا شروع کیا "میں ان کی بہن ہوں، ان کے کردار کو سب کچھ بھول جانے کی ان کی صلاحیت کو جانتی ہوں" (انہوں نے ہاتھ سے اپنے ماتھے کے آگے اشارہ کیا) "پوری طرح سے کسی چیز کی طرف مائل ہو جانے کی صلاحیت کو جانتی ہوں۔ لیکن وہی ہی صلاحیت ان میں بچھڑانے کی اور پوری طرح تو پر کر لینے کی بھی ہے۔ اب انہیں یقین ہی نہیں آتا وہ بھی یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ کیسے کیا۔"

"نہیں، وہ سمجھتے ہیں، خوب سمجھتے ہیں!" ذالی نے ان کی بات کاٹ دی۔ "لیکن میں... تم مجھے بالکل ہی بھول جاتی ہو۔ کیا میرے لئے یہ آسان ہے؟"

"نہیں۔ جب انہوں نے مجھے بتایا تھا تو میں اعتراف کرتی ہوں کہ تب میں تمہاری حالت کے سارے بھائی بھین کو نہیں سمجھتی تھی۔ میں صرف انہیں دیکھ رہی تھی اور اس بات کو کہ خاندان بڑا دردناک ہے۔ مجھے ان پر ترس آ رہا تھا، لیکن تم سے باتیں کرنے کے بعد میں عورت کی طرح کچھ اور ہی سمجھتی ہوں۔ میں تمہارے دکھ کو دیکھ رہی ہوں اور میں تم کو تا نہیں سکتی کہ مجھے تمہارے لئے کتنا دکھ ہے لیکن ذالی، میری جان میں تمہارے دکھ کو پوری طرح سمجھتی ہوں مگر ایک بات پھر بھی میں نہیں جانتی۔ میں نہیں جانتی۔ میں نہیں جانتی کہ تمہارے دل میں اب بھی ان کے لئے کتنی محبت ہے۔ یہ تو ہمیں جانتی ہو۔ کیا اتنی ہے کہ معاف کر دینا ممکن ہو۔ اگر ہے تو معاف کر دو!"

"نہیں!" ذالی نے کہا شروع کیا لیکن آنا نے ان کا ہاتھ چوم کر انہیں کچھ کہنے سے روک دیا۔  
 انہوں نے کہا "میں انہی سوسائٹی کو تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ میں استیوا ایچے لوگوں کو جانتی ہوں کہ یہ لوگ اس کو کیسے دیکھتے ہیں۔ تم کہتی ہو کہ انہوں نے تمہارے بارے میں اس عورت سے بات کی ہوگی۔ ایسا نہیں ہوا ہوگا۔ یہ لوگ بیوقوفی کرتے ہیں، لیکن اپنی گریہ اور بیوی۔ یہ ان کے لئے مقدس ہوتی ہیں۔ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ یہ دوسری عورتیں ان کے لئے حسرتی رہتی ہیں اور خاندان میں قتل نہیں ہوتیں۔ وہ خاندان اور ان عورتوں کے درمیان کوئی ناقابل عبور خط سمجھتے رہتے ہیں۔ میں اسے سمجھتی نہیں لیکن یہ ہے ایسا۔"

"ہاں، لیکن انہوں نے اسے پیار تو کیا ہوگا۔"  
 "ذالی، میری جان،" ٹھہرو۔ میں نے استیوا کو تب دیکھا تھا جب انہیں تم نے محبت ہو گئی تھی۔ وہ وقت مجھے یاد ہے جب وہ میرے پاس آتے تھے اور تمہارے بارے میں باتیں کر کے روٹے تھے اور تم ان کے لئے کسی شاعرانہ اور کیسی بلند حصے اور میں جانتی ہوں کہ جتنے زیادہ دنوں وہ تمہارے ساتھ رہے تم ان کی نظروں میں اتنی ہی بلند ہوتی گئیں۔ ہم لوگ تو ان پر جتنے تھے کہ وہ ہر لفظ کے بعد جوڑ دیتے تھے "ذالی بڑی حیرت انگیز عورت ہے۔" تم ان کے لئے بیش الاوصی حصے اور اب بھی ہو۔ اور کسی اور کے لئے یہ کشش ان کے دل میں نہیں۔"  
 "لیکن اگر یہ کشش پھر سے ہو گئی تو؟"

"نہیں ہو سکتی، جہاں تک میں سمجھتی ہوں۔"  
 "اچھا تم میری جگہ ہو تیں تو معاف کر دیتیں؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں نے نہیں کر سکتی۔ میں نے سوچ کر اور دل ہی دل میں صورت حال کو دیکھ کر اور اندرونی تزاؤ میں اسے قتل کرنا یاد کیا" میں نے اسے طے کر سکتی ہوں مگر سکتی ہوں۔ ہاں میں نے معاف کر دیا ہوتا۔ میں پھر سے وہی ہی تو نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن میں نے معاف کر دیا ہوتا اور اس طرح معاف کر دیا ہوتا جیسے کچھ ہو ہی نہ ہو جیسے بالکل کچھ بھی نہ ہو۔"

"لیکن ظاہر ہے" ذالی نے جلدی سے ان کا قطع کلام کیا جیسے کوئی ایسی بات کہہ رہی ہوں جو بار بار سوچتی رہی ہوں "میں تو یہ معلوم کیا ہوتی۔ اگر معاف کرنا ہے تو پھر بالکل سے پوری طرح سے۔ اچھا تو چلو میں تمہیں تمہارے کمرے میں لے چلتی ہوں" انہوں نے کمرے ہو کر کہا اور راستے میں ذالی نے آنا کو لپٹا لیا۔ "میری پیاری میں کتنی خوش ہوں کہ تم آگئیں میں کتنی خوش ہوں۔ جی ہلکا ہو گیا، پہلے سے کہیں زیادہ ہلکا۔"

20

وہ سارا دن آنا نے گھر پر بیٹھا۔ یعنی ابھوٹکی کے ہاں، اور کسی سے ملیں بھی نہیں حالانکہ ان کے ملاقاتیوں میں سے کئی ایک کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا اور وہ اسی دن سے ان سے ملنے کے لئے آئے۔ دوسرے پہلے کا سارا وقت انہوں نے ذالی اور بچوں کے ساتھ بتایا۔ بس بھائی کو ایک رقعہ بھجوایا کہ شام کا کھانا وہ ضرور بخورو مگر یہی ہر گھاس۔ انہوں نے لکھا "آؤ، خدا رحیم ہے۔"

ابھوٹکی نے شام کو گھر پر کھانا کھایا۔ اور حواد مرکی باتیں ہوئیں اور بیوی نے بھی ان سے باتیں کیں، انہیں "تم" کہہ کر مخاطب کیا جو پہلے وہ نہیں کرتی تھیں۔ میاں بیوی کے تعلقات میں غیرت تو کسی ہی رہی لیکن اب طبعی کا کوئی ذکر نہیں آیا اور استیوا ان کا دل کا کچھ کو ملاحظہ اور صلہ منگانی کا امکان نظر آنے لگا تھا۔

کھانے کے فوراً ہی بعد کئی آنٹی۔ وہ آنا اور کارینا کو جانتی تھیں لیکن بہت ہی کم، اور اس وقت وہ بہن کے پاس اس خوف کے ساتھ آئی تھیں کہ بیٹریس برگ سوسائٹی کی یہ خاتون، جن کی سب لوگ تفریطیں کرتے تھے، اس سے پتہ نہیں کس طرح پیش آئیں۔ لیکن آنا اور کارینا کو وہ پسند آئی۔ یہ اس نے فوراً ہی دیکھ لیا۔ صاف ظاہر تھا کہ آنا تو بیٹی کی خوبصورتی اور جوانی پر فریفتہ ہو گئیں اور کئی کو یہ بھی نہ چلا اور وہ نہ صرف یہ کہ آنا سے بہت متاثر ہوئی بلکہ ان سے اس طرح کی محبت ہو گئی جیسی صرف نوجوان لڑکیاں ہی شادی شدہ اور اپنے سے بڑی عمر کی عورتوں سے کر سکتی ہیں۔ آنا کسی طرح سے بھی نہ اپنی سوسائٹی کی عورت گنتی تھیں نہ آٹھ سال کے بیٹے کی ماں۔ اگر ان کی آنکھوں میں ایک سنجیدگی اور کبھی کبھی غمگینی نہ نظر آتی جس سے کبھی کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ ان کی طرف اور کھینچنے کی توان کی حرکات و سکنات کے پھر تیلے پن، نازکی اور ان کے چہرے کے مستقل جیسے پن کی وجہ سے جو کبھی مسکراہٹ کی صورت اختیار کر لیتا تو کبھی آنکھوں سے چپکنے لگتا، کبھی نے تو انہیں بس بیس سال کی لڑکی سمجھا ہوتا۔ کبھی نے محسوس کیا کہ آنا بالکل سیدھی سادی حصے اور وہ کچھ بھی نہ چھپاتی تھیں لیکن ان کے اندر کوئی دوسری ہی بلند تر دنیا تھی جس کی دلچسپیاں بڑی پیچیدہ اور شاعرانہ تھیں جن تک اس کی پہنچ نہ ہو سکتی تھی۔

کھانے کے بعد جب ذالی اپنے کمرے میں چلی گئیں تو آنا جلدی سے کمری ہوئیں اور بھائی کے پاس



ری تھی جو ان کی سفید پتل انگلی کے سرے پر آسانی سے گھوم رہی تھی۔

"اگر آپ آئیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ میرا اتنا پیارنا ہے کہ آپ کو کسی بال میں دیکھوں۔"

"اگر جانا ہوا تو کم سے کم مجھے اس خیال سے تو تسکین ہوگی کہ اس سے آپ کو خوشی ہو رہی ہے۔ گریشا، بال مت کھینچو، وہ سب دیئے ہی اچھے، ہلکے ہوئے ہیں۔" انہوں نے بالوں کی ایک ٹکلی ہوئی لٹ کو ٹھیک کرتے ہوئے گریشا سے کہا جو اس سے کھیل رہا تھا۔

"میں آپ کو کاشی لباس میں تصور کرتی ہوں۔"

"خاص طور سے کاشی کس وجہ سے؟" آتنا نے مسکرا کر پوچھا۔ "اچھا بچو، جاؤ اب، جاؤ، سنا تم لوگوں نے، مس ہول چائے پینے کے لئے بلاری ہیں۔" انہوں نے بچوں کو اپنے سے الگ ہوتے ہوئے اور انہیں کھانے کے کمرے کی طرف روانہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے بال میں کیوں بلاری ہیں۔ آپ اس بال سے بہت زیادہ کی توقع کر رہی ہیں اور آپ کا پیارنا ہے کہ سب لوگ وہاں ہوں، سب لوگ شرکت کریں۔"

"آپ کیسے جانتی ہیں؟ ہاں۔"

"ارے! آپ کی بیٹی عمر بھی کتنی اچھی ہوتی ہے۔" آتنا نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں جانتی ہوں اور مجھے بھی یاد ہے یہ نیلی کمر، کچھ اس طرح کی جو سوئٹرز لینڈ کے پہاڑوں پر چھائی رہتی ہے۔ یہ کمر ہر چیز کو اس بابرکت وقت ڈھانپ لیتی ہے جب بچپن بس ختم ہونے والا ہوتا ہے اور اس زبردست پُرسرت اور خوش بخت حلقے سے ایک راستہ نکلتا ہے جو تنگ سے تنگ تر ہوتا جاتا ہے جس پر چلتے ہوئے خوشی بھی ہوتی ہے اور زور بھی لگتا ہے حالانکہ یہ راہ داری روشن بھی ہوتی ہے اور خوبصورت بھی۔ کون اس سے ہو کر نہیں گزرا؟"

کئی چپ چاپ مسکراتی رہی۔ "لیکن وہ اس میں سے کیسے گزریں؟ کتنا پیارنا ہے ان کے سارے رومان کے بارے میں جاننے کا۔" کئی نے ان کے شوہر اگستینیو الکاںڈروویچ کی غیر شاعرانہ شکل و صورت کو یاد کرتے ہوئے سوچا۔

آتنا نے اپنی بات جاری رکھی "مجھے کچھ کچھ معلوم ہے۔ استیوا نے مجھے بتایا اور میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں، وہ مجھے بہت اچھے لگے۔ میں اسٹیشن پر دروہی سے ملی تھی۔"

"اچھا، وہ تھے وہاں؟" کئی نے شرم سے گلابی ہوتے ہوئے پوچھا۔ "اور استیوا نے آپ کو کیا بتایا؟"

"استیوا نے مجھے سب کچھ بتایا۔ اور مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر یہ ہو جائے۔ کل میں نے دروہی کی ماں کے ساتھ سفر کیا تھا۔" وہ کہتی رہیں "اور ماں ان کے بارے میں بات کرتے تھیں ہی نہیں تھیں۔ یہ ان کا سب سے چھپا ہوا ہے۔ میں جانتی ہوں ماں کتنی جانبدار ہوتی ہیں، لیکن..."

"ان کی ماں نے آپ کو کیا بتایا؟"

"ارے بہت کچھ! اور میں جانتی ہوں کہ وہ اس بیٹے کو سب سے زیادہ جانتی ہیں پھر بھی صاف نظر آتا ہے کہ وہ ہیں بھی بڑے دل والے۔ مثلاً انہوں نے بتایا کہ دروہی چاہتے تھے کہ وہ ساری جائیداد اپنے بھائی کو دے دیں، بچپن ہی میں انہوں نے ایک اور غیر معمولی چیز کی، ایک عورت کو پانی میں ڈوبنے سے بچایا۔ مختصر یہ کہ بہرہ دیں۔" آتنا نے مسکراتے ہوئے اور ان دو سوروبوں کو یاد کرتے ہوئے کہا جو دروہی نے اسٹیشن پر دے دیئے تھے۔

پنچیس جو سگار پی رہے تھے۔

"استیوا! انہوں نے بھائی کو خوش خوش آنکھ مارتے ہوئے، ان پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے اور آنکھوں سے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "جاؤ، اور خدا تمہارا مدد کرے۔"

انہوں نے آتنا کا مطلب سمجھ کر سگار پیٹک دیا اور دروازے سے اندر چلے گئے۔ جب استیوا پان ارکاڈ سٹج چلے گئے تو وہ صوفے پر واپس آئیں جہاں وہ پہلے بچوں سے گہری بیٹھی تھیں۔ پتہ نہیں اس وجہ سے کہ بچوں نے دیکھ لیا تھا کہ ماں ان کی پھوپھی سے پیار کرتی ہیں یا اس وجہ سے کہ وہ خود ہی ان میں کچھ خاص دلکشی محسوس کرتے تھے، پہلے دونوں بڑے اور پھر بیساک بچوں کے ساتھ ہوتا ہے، باقی چھوٹے بھی کھانے سے پہلے ہی سے جو بنی پھوپھی سے چپکے تو چمران کے پاس سے نہیں ہٹے۔ اور ان میں آپس میں ایک قسم کا کھیل شروع ہو گیا کہ کون پھوپھی کے سب سے قریب بیٹھا ہے، ان کو چھو سکتا ہے، ان کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پکڑ سکتا ہے، انہیں پیار کر سکتا ہے، ان کی انگوٹھی کے ساتھ کھیل سکتا ہے یا کم سے کم ان کے سامنے کی بھاری کچھو سکتا ہے۔

"اچھا اچھا، جیسے ہم پہلے بیٹھے تھے،" آتنا ارکاڈیو ٹانے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے کہا۔

اور پھر گریشا نے اپنا سر ان کے ہاتھ کے نیچے سے نکال لیا اور ان کے سامنے پر سر رکھ کر فخر اور خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تو اب بال کب ہوگا؟" انہوں نے کئی سے پوچھا۔

"اگلے ہفتے، اور یہ بہت ہی خوبصورت بال ہے۔" یہ ان بالوں میں سے ایک ہے جن میں ہمیشہ خوشی کا ماحول رہتا ہے۔

"کیا ایسے بال ہوتے ہیں جن میں ہمیشہ خوشی کا ماحول رہتا ہے؟" آتنا نے خوش دلی سے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"جیسے بات لگتی ہے، لیکن ہوتے ہیں۔" بور شیت کے ہاں ہمیشہ خوشی کا ماحول رہتا ہے اور نکیتن کے ہاں بھی۔ اور میرٹونف کے ہاں ہمیشہ بے کیفی رہتی ہے۔ کیا واقعی آپ نے نہیں دیکھا؟"

"نہیں میری جان، میرے لئے اب ایسے بال نہیں رہ گئے جہاں خوشی ہی خوشی ہوتی ہو۔" آتنا نے کہا اور کئی نے ان کی آنکھوں میں وہی مخصوص دنیا دیکھی جو اس کے لئے دریافت نہیں ہوئی تھی۔ "میرے لئے بس ایسے بال ہوتے ہیں جہاں بے کیفی اور کوفت دوسروں سے کم ہوتی ہے۔"

"آپ کے لئے بال میں بے کیفی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"بھلا میرے لئے بال میں بے کیفی کیوں نہیں ہو سکتی؟" آتنا نے پوچھا۔

کئی نے دیکھ لیا کہ آتنا جانتی ہیں کہ کس طرح کا جواب ملنے والا ہے۔

"اس وجہ سے کہ آپ تو ہمیشہ سب سے اچھی ہوتی ہیں۔"

آتنا کو شرمنا آتا تھا۔ وہ گلابی ہو گئیں اور بولیں:

"اول تو یہی نہیں اور دوسرے اگر ایسا ہو بھی تو میرے لئے اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"آپ اس بال میں جائیں گی؟" کئی نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ نہ جانا تو ممکن نہیں ہوگا۔" لوتہ اسے لے لو، انہوں نے تانیا سے کہا جو انگوٹھی کو سمیٹ

لیکن ان دو سو روپوں کا ذکر نہیں کیا۔ یہ نہیں کیوں انہیں اس کو یاد کر کے خوشی نہیں ہوئی۔ وہ محسوس کرتی تھیں کہ اس میں کوئی بات ایسی تھی جس کا تعلق خود ان سے تھا اور جو نہ ہونا چاہئے تھا۔  
 "ان کی ماں نے مجھ سے بت کر کہا کہ ملنے آؤں" آنا نے کہا "اور مجھے بھی بی بی سے مل کر خوشی ہوگی۔ کل ان کے پاس جاؤں گی۔ مگر شکر ہے خدا کا کہ استیواہر تک ڈالی کے کمرے میں گھبرے "انہوں نے بات کو بدلتے ہوئے گھڑے ہو کر کہا اور کبھی کو لگا کہ وہ کسی بات سے ناخوش ہیں۔  
 "نہیں نہیں پہلے انہیں میں" بچے چائے شکر کر کے دو کر پھر بھی آنا کے پاس آتے ہوئے چلائے۔  
 "سب ایک ساتھ" آنا نے کہا اور خود بڑھ کر انہوں نے سکون کو ایک ساتھ دونوں ہاتھوں میں بھر کر بچپن کی خوشیوں سے چٹختی چلاتی اس پوری بھیر کو فرش پر لا رکھا۔

## 21

بڑے لوگوں کی چائے کے وقت ڈالی اپنے کمرے سے نکلیں۔ استی بان لڑکا دھنچان کے ساتھ نہیں لپکے۔ وہ بیوی کے کمرے سے پیچھے کے دروازے سے چلے گئے ہوں گے۔  
 "مجھے ڈر ہے کہ تم کو اوپر لٹھنہ لگے گی" ڈالی نے آنا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میرا بی چاہتا ہے کہ تم کو نیچے نکل کر لیں۔ پھر پیاس پیاس بھی ہوں گے۔"  
 "ارے" مہمانی کر کے میرے ہارے میں تم ٹھنڈ کر دو" آنا نے ڈالی کے چہرے کو خور سے دیکھتے اور یہ بھیگی کی خوشی کرتے ہوئے کہا کہ صلح ہوئی یا نہیں ہوئی۔  
 "یہاں تمہارے لئے اجالا بھی زیادہ ہو گا" بھابھاج نے جواب دیا۔  
 "میں تم سے کتنی ہوں کہ میں ہر جگہ اور جیسو جاتی ہوں چھوٹو کی طرح۔"  
 "کیا بات ہے؟" استی بان لڑکا دھنچان نے اپنے کمرے سے نکل کر بیوی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔  
 "ان کے لیے سے کبھی اور آنا دونوں فوراً سمجھ گئی کہ صلح ہو گئی۔  
 "میں آنا کو بچے لانا چاہتی ہوں لیکن پردے لٹگتے ہیں گے جو کوئی اور نہیں کر سکتا" مجھے خود ہی کرنا ہو گا "ڈالی نے شہری کو جواب دیا۔

"خدا ہی جانے پوری طرح ملاپ ہو گیا کہ نہیں؟" آنا نے ڈالی کا سر اوپر سکون لہجہ سن کر سوچا۔  
 "افوہ" بس ہو ڈالی، خواہ خواہ کے لئے مشکل پیدا کرتی ہو" شوہر نے کہا۔ "تم جاؤ تو میں سب کر دوں۔"

"ہاں ضرور ملاپ ہو گیا ہو گا" آنا نے سوچا۔

"جانتی ہوں تم کیسے سب کر دو گے" ڈالی نے جواب دیا "ماتو بی سے کرے کو کو گے جو اس سے کیا ہی نہیں جا سکتا" خود چل دو گے اور وہ سب گڑبڑ کر دے گا" اور یہ کہتے ہوئے ڈالی کے ہونٹوں کے کونوں پر مذاق اڑانے والی ان کی مخصوص مسکراہٹ سے نکلتی پڑ گئیں۔

"پوری طرح سے بالکل ملاپ ہو گیا" پوری طرح سے "آنا نے سوچا "شکر ہے خدا کا" اور اس بات سے خوش ہو کر کہ وہ اس کا سبب تھیں ڈالی کے پاس تھیں اور انہیں بیمار کر لیا۔  
 "بالکل نہیں" آخر تم مجھے اور ماتو بی کو اتنا حقیر کیوں سمجھتی ہو؟" استی بان لڑکا دھنچان نے خفیف سی

مسکراہٹ کے ساتھ بیوی سے کہا۔

پھر شام بھر ڈالی بیٹھ کی طرح شوہر کے سلیٹے میں تھوڑا مذاق اڑانے کا انداز اختیار کرے رہیں اور استی بان لڑکا دھنچان اور خوش رہے لیکن بس اتنا ہی کہ یہ نہ ظاہر ہو کہ وہ معاف کر دیئے جانے کے بعد اپنا قصور قبول گئے ہیں۔

ساڑھے نو بجے ابو کھلی گھر لانے میں چائے کی میز کے گرد شام کی خاص طور سے پرست اور خوشگوار گھڑیلے بات چیت ایک واقعے سے ٹوٹ گئی جو بظاہر تو سادہ سا تھا لیکن یہ سادہ سا واقعہ پڑنے میں کیوں سب کو عجیب لگا۔ بی بیس برگ کے مشترکہ ملاقاتیوں کی باتیں کر۔ نے کرتے آنا جلدی سے اٹھ کھڑی ہو گئیں۔  
 انہوں نے کہا "ان کی تصویر میرے پاس الیم میں ہے۔ اور گئے ہاتھ میں اپنے سر پر ڈاکی تصویر بھی دکھا دوں گی" انہوں نے ماں کی فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

دس بجے کے قریب جب وہ عام طور سے بیٹے سے رات بھر کے لئے رخصت ہوتی تھیں اور اکثر مال میں جانے سے پہلے اسے بستر میں خود ہی لٹاتی تھیں "ان کا بی بی اس ہو گیا کہ وہ اس سے اتنی دور ہیں۔ اور لوگ چاہے کسی بھی چیز کے بارے میں باتیں کرتے "ان کے خیالات بار بار اپنے گھٹکے والے بالوں والے سر پر ڈاکی کے پاس پہنچ جاتے۔ ان کا بی بی چاہ رہا تھا کہ اس کے فون کو دیکھ کر اس کے بارے میں باتیں کریں۔ اور جیسے ہی انہیں پہلا بیان ملا وہ کھڑی ہو گئیں اور اپنی سبک اور حکم حال سے الیم لینے روانہ ہو گئیں۔ اوپر ان کے کمرے میں جانے والی بیڑھیاں گھر کے اندر آئے ڈالی بی بی اور گرم بیڑھیوں کے چوڑے سے جاتی تھیں۔  
 جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم سے نکلیں اسی وقت صدر دروازے کی گھنٹی سنائی دی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے؟" ڈالی نے کہا۔  
 "مجھے جانتے تو کوئی اتنی جلدی انہیں سکنا اور دوسرے کسی کے آنے کے لئے دیر ہو چکی ہے" کبھی نے کہا۔

"یقیناً کوئی کاغذات لے کر آیا ہو گا" استی بان لڑکا دھنچان نے کہا۔ اور جب آنا بیڑھیوں کے پاس جا رہی تھیں تو نوکر آنے والے کے ہارے میں خبر دینے دوڑا ہوا اوپر آ رہا تھا اور آنے والا خود لپ کے پاس کھڑا تھا۔  
 آنا نے بچے دیکھتے ہی فوراً رو کھلی کو بچان لیا اور ان کے دل میں خوشی اور اس کے ساتھ ہی خوف کے ایک عجیب سے احساس نے کوٹ لی۔ وہ اور کوٹ اتارے بغیر ہی کھڑا تھا اور جب سے کچھ نکال رہا تھا۔ اور جس وقت آنا بیڑھیوں کے چوڑے کے صے کے برابر پہنچیں تو اس نے نظرس اٹھائیں "انہیں دیکھا اور اس کے چہرے پر کچھ عجیب اور خوف کے سے آواز پیدا ہو گئے۔ آنا سر کو ذرا سا جھکا کر اوپر چلی گئیں اور ان کے پیچھے سے استی بان لڑکا دھنچان کی بلند آواز سنائی دی جو اس سے اندر چلے کو کہہ رہے تھے اور رو کھلی کی بچی "نرم اور پر سکون آواز" جو انکار کر رہا تھا۔

جب آنا الیم لے کر واپس آئیں تو درو کھلی چاچکا تھا اور استی بان لڑکا دھنچان ہر تھے کہ وہ اس ڈنر کے بارے میں کچھ معلوم کرنے آیا تھا جو وہ لوگ کل باہر سے آنے والی ایک ممتاز شخصیت کو دے رہے تھے۔ انہوں نے اضافہ کیا کہ "وہ کسی طرح اندر آئی نہ چاہتا تھا۔ کچھ عجیب سا آدمی ہے۔"

کبھی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بس وہ ان کی بی بی جانتی ہے کہ وہ کیوں آیا تھا اور کس وجہ سے اندر نہیں آیا۔ اس نے سوچا "وہ ہمارے ہاں گئے ہوں گے اور یقیناً وہاں نہیں ملی تو سوچا کہ میں یہاں ہوں گی"



تے سر پر اپنے بالوں کی طرح نکلی ہوئی تھیں۔ اس کے سڈول ہاتھوں پر ان کی شکل کو خراب کئے بغیر جو لمبے دستانے تھے ان کے تینوں بن اچھی طرح لگے ہوئے تھے اور نچے نہیں تھے۔ لاکٹ کا سیاہ عملی تسمہ بڑی نرمی و لطافت سے اس کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ یہ عملی تسمہ بہت سی دلکش تھا اور گھر آئیے میں اپنی گردن کو دیکھتے ہوئے کبھی نے محسوس کیا تھا کہ یہ تسمہ کس چیز کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ کسی اور چیز میں تو شاید شک بھی کیا جا سکتا ہو لیکن عملی تسمہ واقعی بہت سی دلکش تھا۔ یہاں بال میں بھی کبھی نے جب اس نے کھڑے ہوئے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ عیاں کندھوں اور ہاتھوں میں کبھی نے سبک مرمرا کا سا محض اپن محسوس کیا اور یہ احساس اسے خاص طور سے پسند تھا۔ آنکھیں پتک رہی تھیں اور سرخ ہونٹ اپنے جاذب نظر ہونے کے احساس پر مسکرائے بغیر رہی نہ سکتے تھے۔ ابھی وہ ہال میں داخل ہو کر ٹول اور فیتوں اور لیس میں لپٹی ہوئی رنگ برنگی خواتین کی بھینٹ تک پہنچ بھی نہ پائی تھی جو تپنے کے لئے مدعو کئے جانے کا انتظار کر رہی تھیں (کبھی خود اس بھیڑ میں بھی نہ کھڑی ہوتی تھی) کہ اسے والٹر کے لئے مدعو کیا گیا اور اسے بہترین ہم رقص 'بال ٹانچ' کے نظام مراتب میں سب سے اہم اور بال ٹانچوں کے ممتاز مہتمم 'میر محفل' شادی شدہ وجہ اور دراز قد مرد کیوروشکا کو روسوشکی نے مدعو کیا۔ ابھی ابھی اس نے کاؤش بائینا کو چھوڑا تھا جن کے ساتھ اس نے والٹر کا پلا دور تانچا تھا اور پھر اپنی مملکت یعنی ان چند جوڑوں پر ایک نظر ڈال کر جو تپنے لگے تھے اس نے ہال میں آئی ہوئی کبھی کو دیکھا اور بال رقصوں کے مہتمموں کی مخصوص سبک رفتار کی کے ساتھ وہ کبھی کی طرف لپکا اور اس کو تعظیم کر کے اس سے پوچھے بغیر یہ کہ وہ تانچا چاہتی بھی ہے یا نہیں اس نے کبھی کی پتلی کر کو سنبھالنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ کبھی نے ادھر ادھر دیکھا کہ کسی کو اپنا ہاتھ تھما دے۔ خاتون خانہ اسے دیکھ کر مسکرائیں اور بڑھ کر انہوں نے پکھالے لیا۔

"کتنا اچھا ہو کہ آپ بروقت آئیں" گوروسوشکی نے اس کی کریمیں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "پہ نہیں دیر کر کے آنا کون سا طریقہ ہے۔"

کبھی نے اپنے بائیں ہاتھ کو غم دے کر اس کے کندھے پر رکھا اور گلابی گر گایوں میں چھوٹے چھوٹے پاؤں خوب پچکنے چوٹی فرش پر تیزی 'سبک پن اور ہمواری سے موسیقی کی شکست پر رواں ہو گئے۔ گوروسوشکی نے والٹر کے اولین ست قدموں میں آتے ہوئے اس سے کہا "آپ کے ساتھ والٹر کرنا تو آرام کرنے کی طرح ہے۔ کتنا سبک پن اور ہر سیسیزیو (33) ہے" اس نے کبھی سے بھی دی کہا جو تقریباً ابھی اچھے واقف کاروں سے کہا کرتا تھا۔

کبھی اس کی تعریف پر مسکرائی اور اس کے کندھے کے اوپر سے ہال کا جائزہ لیتی رہی۔ وہ ہال روم۔ گے ان نور اور دونوں میں نہ تھی جن کے لئے سارے چہرے ایک ہی سمور کن تاثر میں ضم ہو جاتے ہیں۔ اور نہ وہ بال ٹانچوں میں اس کثرت سے جانے والی لڑکی تھی جس کے لئے سارے چہرے اتنے جانے پہچانے ہوں کہ وہ ۱۱ سے اوپر چلی ہو۔ بلکہ وہ ان دونوں قسموں کے بین بین تھی اور بے انتہا جوش میں ہونے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے آپ پر اتنا قابو تھا کہ وہ دیکھ سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ہال کے بائیں کونے میں سوسائٹی کے چند لوگ جمع ہو گئے تھے۔ وہاں گوروسوشکی کی خوبصورت بیوی لیدی تھیں جنہوں نے اپنے کندھوں اور دھڑ کو ناممکن حد تک عیاں کر رکھا تھا وہاں خاتون خانہ تھیں 'گریوین اپنی گنجی ٹانڈ چکا رہے تھے جو بیشہ اس جگہ موجود ہوتے تھے جہاں سوسائٹی کے چند لوگ ہوتے تھے۔ چند نوجوان جن کی قریب آنے کی بہت نہیں پڑی تھی کھڑے ادھر

لیکن یہاں اندر نہیں آئے اس لئے کہ سوچا ہو گا دیر ہو چکی ہے اور آنا بھی یہاں ہیں۔"

سب نے کچھ کے بغیر ایک دوسرے کو دیکھا اور آنا کا اہم دیکھنے لگے۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی نہ عجیب کہ ایک شخص اپنے دوست کے پاس ساڑھے نو بجے ایک ڈنر کی تفصیلات معلوم کرنے آیا جو وہ لوگ دے رہے تھے اور گھر کے اندر نہیں آیا۔ لیکن سب کو یہ بات بڑی عجیب لگی اور سب سے زیادہ عجیب اور ناگوار آنا کو لگی۔

## 22

جب کبھی نے اپنی ماں کے ساتھ کشادہ اور روشنی میں نمائی ہوئی سیڑھیوں پر قدم رکھا جس کے دونوں طرف پھولوں کی ٹوکریاں اور سرخ کفٹان پہنے بالوں پر پوڑ چھڑکے ہوئے خادم کھڑے تھے 'تو بال بس ابھی شروع ہی ہوا تھا۔ ہال سے نکل کر حرکت کی ہوا اور جھنساہٹ آری تھی 'بھی شد کی کھیلوں کے پتے سے آئی ہے اور جب وہ سیڑھیوں کے چوکے پر بیڑوں کے درمیان کھڑی آئیے کے سامنے اپنے بال ٹھیک کر رہی تھیں تب آرکسٹرکے والٹن کی محتاط اور صاف آواز سنائی دی جو پہلے والٹر کے شروع ہونے کی علامت تھی۔ ایک غیر فنی بوڑھا جو دوسرے آئیے کے سامنے اپنی سفید ٹول کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا اور جس سے پر غم کی منک آری تھی 'ان سے سیڑھیوں پر ٹکرایا اور ایک طرف ہو کر بظاہر کبھی کے جس سے وہ متعارف نہیں تھا حسن کو سراہنے لگا۔ سوسائٹی کے ان نوجوانوں میں سے 'جنہیں بوڑھے پر کس شہر یا تنگی چھو کرے کہتے تھے 'ایک نوجوان غیر معمولی طور پر کھلے گلے کی داسٹ پہنے چلنے میں اپنی سفید ٹائی کو ٹھیک کر رہا تھا وہ ان لوگوں کی تعظیم بجا لایا اور گزرتا گیا لیکن پھر واپس آکر اس نے کبھی کو کا دریل ٹانچ کے لئے مدعو کیا۔ کبھی پہلے کا دریل کے لئے درویشی سے وعدہ کر چکی تھی لیکن ضروری تھا کہ دوسرے کے لئے اس نوجوان سے وعدہ کر لے۔ دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک فنی افسر اپنے دستانے کے بن لگا رہا تھا 'اس نے ان لوگوں کو راستہ دیا اور مونچھوں پر ہاتھ میسرے ہوئے نگاہ بھی کبھی کو تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔

بادجو اس کے کہ سنگار 'سرکے بالوں کی آرائش اور بال کے لئے ساری تیاریوں میں کبھی کو بڑی محنت کرنی پڑی تھی اور بڑے تخیل سے کام لیتا تھا وہ نیول کے اپنے بہت سی پر قصص لباس میں جو اس نے گلابی زیر جاسے کے اوپر پہنا تھا بڑی آزادی اور سادگی سے ہال روم میں داخل ہوئی کو یا ان سب نئے گلابوں 'لیس 'سنگار کی ساری تفصیلات میں اسے اور اس کی خامدازوں کو ایک منٹ کی بھی توجہ نہیں صرف کرنی پڑی تھی 'جیسے وہ اسی نیول اور لیس کے لباس میں 'یوں ہی اونچے بال سنوارے اور ان پر نگاہ کا پھول اور دوپٹاں لگائے ہوئے ہی تو پیدا ہوئی تھی۔

جب بوڑھی پر نس نے ہال میں داخل ہونے سے پہلے اس کے پچکے کے ایک بے ہوئے خیتے کو درست کرنا چاہا تو کبھی پھرتی سے ایک طرف کو ہو گئی۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے جسم پر ہینز کو اپنے آپ ہی درست اور پروکار ہونا چاہئے اور کسی بھی چیز کو درست کرنے کی ضرورت نہیں۔

کبھی کے لئے آج کا دن اس کے خوش نصیب دنوں میں سے ایک تھا۔ اس کا لباس کہیں سے ٹک نہیں تھا 'اس کی لیس کی 'ہیرا' میں کہیں جھول نہ تھا 'نئے نگاہ نے ملے دے تھے اور نہ پیچھے تھے 'اونچی مڑی ہوئی ایڑیوں والی گلابی گر گایاں دبا نہیں بلکہ پاؤں کو گدگداری تھیں۔ پچکے رنگ کے بالوں کی موٹی چوٹیاں چھوٹے

دیکھ رہے تھے اور وہاں اس کی نظر اسیو اپڑی اور پھر اس نے آٹا کے دگلش قدم کا مت اور سر کو دیکھا۔ وہ سیاہ محل کا لباس پہنے تھے۔ اور وہ بھی وہیں تھے۔ کبھی نے انہیں اس شام کے بعد سے نہیں دیکھا تھا جب اس نے لیون سے انکار کیا تھا۔ اس نے اپنی زدوین نظروں سے انہیں فوراً پہچان لیا بلکہ یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”تو پھر ایک دور اور؟ آپ تھیں تو نہیں؟“ کورسوسکی نے ذرا ہانپتے ہوئے کہا۔

”نہیں،“ ٹھیکہ قبول فرمائیے۔“

”میں آپ کو کدھر لے چلوں؟“

”گناہ ہے کہ کار۔ جینا یا بل۔ میں... مجھے ان کے پاس لے چلئے۔“

”جہاں آپ حکم دیجئے۔“

اور کورسوسکی اسے والتر قفس کرتے ہوئے نئی قدموں کو ذرا است کر کے ہال کے بائیں ہاتھ والے کونے تک بھیڑ کے بالکل پاس تک لے گیا اور ”ہاندوں (34) میدام“ ہاندوں ”ہاندوں میدام“ کہتے ہوئے اور لیس نعل اور فیتوں کے سمندر میں پیترے بدلتے ہوئے اور کسی پر تک کو چھوئے بغیر اس نے اپنی ہم رقص کو ایک ایسا گھما دیا کہ اس کے سبک نچنے نکل گئے اور جالی دار جرابیں نظر آ گئیں اور اس کے لباس کا ڈیالہ بچے کی طرح نکلا اور کرپوین کے گھٹنوں پر چمک گیا۔ کورسوسکی نے تنظیم کی اپنی قبضے کے صدر کو درست کیا اور کبھی کو آٹا کا ریوٹا تک پہنچا دینے کے لئے اسے اپنے بازو کا سارا دیا۔ کبھی نے شرم سے گھائی ہو کر کرپوین کے گھٹنوں پر سے اپنے لباس کے دنبالے کو ہٹایا اور ذرا سا پکراتے ہوئے اس نے آٹا کو تلاش کرنے کے لئے نظرس دوڑائیں۔ آٹا مردوں اور عورتوں کے ایک ملتے میں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ وہ کاسنی لباس نہیں پہنے تھیں جو کبھی چاہتی تھی کہ وہ ضرور نہیں بلکہ وہ کھلے گلے کا سیاہ محل کا لباس پہنے تھیں جس میں ان کے بھرے بھرے کندھے اور سینہ بالکل ایسے لگ رہے تھے جیسے پرانے ہاتھی دانت سے تراشے گئے ہوں اور ان کے گول بازو اور پتلی پتلی نازک کلائیوں کھلی ہوئی تھیں۔ پر رے لباس پر عمدہ۔ تسی تیل لگی تھی۔ وہ اپنے سیاہ بالوں پر جو ان کے اپنے ہی تھے، ہینزی کے پھولوں کا ہلکا سا کبرا پہنے تھیں اور ایسا ہی ایک گہرا کمر سفید لیس کے چٹچ میں لپٹے ہوئے سیاہ فیتے میں بھی بندھا ہوا تھا۔ ان کے بالوں میں کوئی آرائش نہیں نظر آ رہی تھی۔ بس کینٹیوں پر اور گردی کے نیچے نکلے ہوئے بالوں کے چھوٹے چھوٹے من چلے جوتان پر بست پھیلتے تھے۔ سڈول گردن میں موتیوں کی ایک لڑھی۔

کبھی روزی آٹا سے ملتی رہی تھی، اسے ان سے محبت ہو گئی تھی اور ہمیشہ وہ انہیں کاسنی لباس میں تصور کرتی تھی۔ لیکن اب جو اس نے انہیں سیاہ لباس میں دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس نے ان کے حسن کی ساری دکاشی کو نہیں سمجھا تھا۔ اس وقت وہ انہیں ایک بالکل ہی نئے اور اپنے لئے غیر متوقع روپ میں دیکھ رہی تھی۔ اب وہ سمجھ رہی تھی کہ آٹا کاسنی لباس پہن ہی نہ سکتی تھیں اور ان کی دکاشی اسی میں تھی کہ ان کے سنگار میں سے ان کی ذات نمایاں رہتی تھی اس طرح کہ سنگار ان کے وجود پر نظری نہ آتا تھا۔ اور ان کا عمدہ و نفیس لیس سے سیاہ سیاہ لباس بھی ان کی ذات پر چھایا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تو محض ایک فریم کی طرح تھا جس میں نظر آ رہی تھیں صرف وہ۔۔۔ سادہ، فطری، شائستہ اور اس کے ساتھ ہی خوش و خرم اور زندہ دل۔

وہ ہمیشہ کی طرح غیر معمولی طور پر سیدھی کھڑی ہوئی تھیں اور جب کبھی اس جمرٹ میں پہنچی تو وہ

صاحب خانہ سے باتیں کر رہی تھیں جن کی طرف ان کا سر ذرا سا مڑا ہوا تھا۔

”نہیں نہیں پھر نہیں ماروں گی“ انہوں نے صاحب خانہ کی کسی بات کا جواب دیا ”حالانکہ میں یہ نہیں سمجھتی“ انہوں نے کندھے جھٹکتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی اور اسی وقت شینتازہ مسکراہٹ کے ساتھ وہ سرسرت کی طرح کبھی کی طرف مخاطب ہو گئیں۔ انہوں نے عورتوں کی ہی سرسری نظر سے اس کے سنگار کو دیکھ کر سر کی بہت سی خفیف سی جنبش سے اس کے سنگار اور خوبصورتی کو سراہا جسے کبھی سمجھ گئی ”اور انہوں نے کہا“ آپ تو ہال میں بھی ناچتے ہوئے داخل ہوتی ہیں۔“

”یہ میری سب سے قابل اعتبار مددگاروں میں ہیں“ کورسوسکی نے آٹا کا ریوٹا کو تعظیم کرتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی تک ان سے ملا نہیں تھا۔ ”پرئس ہریال کو پر مسرت اور خوبصورت بنانے میں مدد کرتی ہیں۔ آٹا کا ریوٹا آپ کو والتر کے دور کے لئے مدد عور کوں؟“ اس نے ان کی طرف جھک کر کہا۔

”تو آپ متعارف ہیں؟“ صاحب خانہ نے پوچھا۔

”ہم کس سے متعارف نہیں ہیں؟ میں اور میری بیوی تو سفید بھیڑیوں کی طرح ہیں، ہمیں سبھی جانتے ہیں“ کورسوسکی نے جواب دیا۔ ”والتر کا دور“ آٹا کا ریوٹا۔“

”اگر نہ ناچنا ممکن ہو تا تو میں نہ ناچتی“ انہوں نے کہا۔

”لیکن آج تو ناچنا ممکن ہے“ کورسوسکی نے جواب دیا۔

اسی وقت دروہکی وہاں پہنچ گیا۔

”اگر آج نہ ناچنا ناممکن ہے تو چلئے“ آٹا نے کہا۔ انہوں نے دروہکی کی تعظیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کورسوسکی کے کندھے پر رکھ دیا۔

”کس بات پر وہ ان سے ناخوش ہیں؟“ کبھی نے یہ دیکھ کر سوچا کہ آٹا نے جان بوجھ کر دروہکی کی تعظیم کا جواب نہیں دیا۔ دروہکی کبھی کے پاس آیا، اس نے کبھی کو پہلے کا دریل کا وعدہ یاد دلایا اور معذرت کی کہ ان دنوں وہ اس سے ملنے کی خوشی سے محروم رہا۔ کبھی بات دروہکی کی سن رہی تھی اور تعریفی نظروں سے آٹا کو والتر کرتے دیکھ رہی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ دروہکی اسے والتر کے لئے مدد عور کرے لیکن اس نے مدد عومیں کیا اور اس نے تجب کے ساتھ دروہکی کے چہرے پر نظری۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے جلدی سے والتر کرنے کے لئے کبھی کو مدد عومیا لیکن جیسے ہی دروہکی نے اس کی پتلی سی کرشیں ہاتھ ڈالا اور ہلای قدم بڑھایا ویسے ہی اچانک موسیقی رک گئی۔ کبھی نے دروہکی کے چہرے کو دیکھا جو اس سے اتنا پاس تھا اور بعد کو بہت دنوں تک بے سروں بعد بھی اسے وہ محبت بھری نظر جس سے اس نے دروہکی کو دیکھا تھا اور جس کا اس نے جواب نہیں دیا تھا اس کے دل پر شرم کے نشتر چلائی رہی۔

”ہاندوں“ ہاندوں والتر والتر“ ہال کے دوسرے سرے سے کورسوسکی چلا رہا تھا اور جو پہلی توجہ ان لڑکی اس کے سامنے پڑی اس کے ساتھ اس نے خود ناچنا شروع کر دیا۔

23

دروہکی نے کبھی کے ساتھ والتر کے کئی دور ناچے۔ والتر کے بعد کبھی اپنی ماں کے پاس گئی اور وہ کاؤتس ٹور دستن سے چند ہی لفظ کہانی تھی کہ دروہکی اسے پہلے کا دریل کے لئے اپنے لایا۔ کا دریل کے



بچاؤں۔ اس کے چہرے پر ایسا اثر تھا جیسا کہ کئی نے پہلے بھی نہ دیکھا تھا۔

دروہکی اور آتنا جان بچان کے مشترک لوگوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، بالکل ہی غیر اہم بات چیت میں مصروف تھے لیکن کئی کو ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کا کہا ہوا ہر لفظ ان لوگوں کے اور اس کے مقدر کا فیصلہ کر رہا تھا۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ اگرچہ وہ باتیں دراصل اس کی کر رہے تھے کہ ایوان ایوانیچ فراہمی زبان میں بات کرتے تھے تو کتنے مضحکہ خیز لگتے تھے اور یہ کہ بلیٹن کا کیا کے لئے اس سے بہتر شدت و صمیمیت ممکن تھا لیکن انہیں لفظوں میں وہ کچھ معنی خیز باتیں کہہ جاتے تھے اور کئی کی طرح وہ بھی یہ بات محسوس کر رہے تھے۔ کئی کے دل پر ایک دھند سی چھا گئی جس نے پورے ہال، پوری دنیا کو اور ہر چیز کو اس کے لئے کمر آلود بنا دیا۔ بس اس کی تربیت کے تحت کتب کے چلنے نے اسے سنبھالے رکھا اور اس سے وہ کروا کر آ رہا جس کا اس سے تھا نہ تھا یعنی وہ ہاتھی رہی، سوا لوں کے جواب دہی رہی، باتیں کرتی رہی، میاں تک کہ مسکراتی بھی رہی۔ لیکن مزدور کا شروع ہونے سے پہلے جب کرسیاں اس کے لئے رکھی جا رہی تھیں اور کئی ہم رقص چھوٹے ہال سے بڑے ہال میں آنے لگے تھے تو کئی پر ناامیدی اور ہراس کا ایک لمحہ طاری ہوا۔ وہ پانچ لوگوں سے انکار کر چکی تھی اور اب وہ مزدور کا نہیں ناچ رہی تھی۔ بلکہ یہ امید بھی نہ تھی کہ کوئی اسے مدعو بھی کرے گا اس لئے کہ اسے معاشرے میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی تھی اور کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ابھی تک اسے ناچ کے لئے مدعو نہیں کیا گیا۔ ماں سے بس یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اور وہ گھر چلی جاتی لیکن اس میں اتنی بھی طاقت نہ تھی۔ وہ خود کو بالکل ہی پکلا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

وہ چھوٹے ذرا رنگ روم کے دوسرے سرے پر چلی گئی اور اس کا ہکا سارے ہوا سے بادل کی طرح اس کے نازک جسم کے چاروں طرف پھیل گیا۔ ایک دیلا سا لڑکیوں کا سنا زک ہاتھ بے دم ہو کر گر پڑا اور اس کے گلابی ٹیوٹک کی تھوں میں ڈوب گیا اور دوسرے میں اس نے پکھا سنبھالا اور چھوٹی چھوٹی تیز حرکتوں سے اپنے ہاتھ ہونے چہرے کو ہوا دینے لگی۔ وہ ایک ایسی تھلی کی طرح لگ رہی تھی جو بس ابھی ابھی گھاس کی ایک پتی پر آکر ٹپٹی ہو اور اپنے دھنک کے سے رنگوں والے پروں کو توڑ کر انہیں پھیلائے ہی دالی ہو۔ لیکن اس کے باوجود بھی ایک ناامیدی نے اس کے دل کو بوچھاڑ دیا۔

”اور ہو سکتا ہے میں غلطی کر رہی ہوں، ہو سکتا ہے ایسا کچھ نہ ہوا ہو؟“

اور اس نے جو کچھ دیکھا تھا اسے سب بھرے یاد کیا۔

”کیسی یہ کیا ہو رہا ہے؟“ کاؤٹش نور دسٹن نے قالین پر دسپے پاؤں اس کے پاس آکر کہا۔ ”یہ تو میری بالکل سمجھ میں نہیں آتا۔“

کئی کا چہلا ہونٹ کپکپا گیا۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

”کیسی تم مزدور کا نہیں ناچ رہی ہو؟“

”نہیں، نہیں“ کئی نے آنسوؤں سے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

”اس نے میرے سامنے ان کو مزدور کا کے لئے بلایا“ کاؤٹش نور دسٹن نے یہ جانتے ہوئے کہا کہ کئی سمجھ جائے گی کہ ”اس“ اور ”ان“ کون ہیں۔ ”انہوں نے کہا“ کیا آپ پر نس شیریا تکیا کے ساتھ نہیں ناچ رہے ہیں؟“

”اوند“ میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا!“ کئی نے جواب دیا۔

دوران میں کوئی خاص بات ان دونوں میں نہیں ہوئی۔ وقفے وقفے کے ساتھ کبھی کورسوسکی میاں ہدی کے بارے میں باتیں ہوئیں جن کو دروہکی نے بڑے دلچسپ اور ہنسے والے انداز میں کہا کہ دونوں چالیس سال کے بڑے چارے بچے ہیں، تو کبھی اس پبلک جیمفر کی باتیں کیں جو کھلنے والا تھا۔ بس ایک بار کئی کو بات چیت میں شدید دلچسپی پیدا ہوئی جب دروہکی نے لیون کے بارے میں پوچھا کہ وہ یہاں ہیں یا نہیں اور یہ بھی کہا کہ لیون اسے بہت اچھے لگتے تھے۔ لیکن کادرل سے کئی کو اس سے زیادہ کی توقع بھی نہ تھی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے مزدور کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ مزدور کا کے دوران میں ہر چیز کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اسے اس بات سے کوئی تشویش نہ تھی کہ کادرل کے دوران میں دروہکی نے اسے مزدور کا کے لئے مدعو نہیں کیا۔ اسے یقین تھا کہ دروہکی مزدور کا اسی کے ساتھ ٹاپے گا جیسا کہ سابق ہال ناچوں میں ہوتا رہا تھا۔ اس نے پانچ لوگوں سے مزدور کا کے لئے انکار بھی کر دیا اور کہہ دیا کہ وہ کسی اور کے ساتھ ٹاپے گی۔ آخری کادرل تک سارا ہال ناچ کئی کے لئے خواب میں دکھائی دینے والے پرست رنگوں، آوازوں اور حرکات کی طرح تھا۔ وہ ناچتا اسی وقت بند کرتی جب اسے یہ محسوس ہوتا کہ وہ بہت تھک گئی ہے اور اسے آرام کرنے کے لئے خاص طور سے استدعا کرتی پڑتی۔ لیکن ایک بے کیف نوجوان کے ساتھ جس سے انکار کرنا ناممکن تھا، آخری کادرل ٹاپے ہوئے اتفاق سے دروہکی اور آتنا کے مقابل پہنچ گئی۔ ناچ شروع ہونے کے وقت سے اب تک اس کا اور آتنا کا سامنا نہ ہوا تھا اور اب اچانک اس نے انہیں پھر ایک نئے اور غیر متوقع روپ میں دیکھا۔ اس نے ان میں کامیابی سے پیدا ہونے والی بلند ہو سکتی کی وہ خصوصیت دیکھی جس سے وہ خود بہت اچھی طرح واقف تھی۔ اس نے دیکھا کہ آتنا نے اپنی تعریف و تحسین کے جو چند باتیں بیدار کئے تھے ان کے نقشے سے وہ خود مسرور ہیں۔ کئی اس احساس کو جانتی تھی اور اس کی ان علامتوں کو پہچانتی تھی جو اسے آتنا کے چہرے پر نظر آ رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں تھرکتی جیگرتی چمک ہے، خوشی اور بچکانی کی مسکراہٹ ہے جس نے غیر ارادی طور پر ہونٹوں کو ذرا سا خم دے دیا ہے اور حرکات و سکنات میں نمایاں وقار، اعتماد اور سبک پن ہے۔

”کس نے؟“ اس نے خود سے سوال کیا۔ ”سب نے یا کسی ایک نے؟“ اور جس جھلنے اذیت نوجوان کے ساتھ وہ ناچ رہی تھی اس کو بات چیت کرنے میں کسی طرح کی مدد دینے بغیر جس کا سرا اس بچارے کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور اب وہ اسے اٹھانے پارہا تھا اور بظاہر کورسوسکی کی پرست اور بلند آواز بدلتوں کی پھیل کرتے ہوئے جو کبھی سب کو گراں روں (35) میں ڈال دیتا تو کبھی تینیں (36) میں، وہ شاید وہی رہی اور اس کا دل بیستہ سی چلا گیا۔ ”نہیں یہ ان پر بھیڑی تعریف کا نشانہ نہیں ہے بلکہ کسی ایک کی تحسین کا۔ اور یہ ایک؟ کیا یہ وہ ہو سکتے ہیں؟“ ہر بار دروہکی جب آتنا سے باتیں کرتا تو ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو جاتی اور مسرت کی مسکراہٹ سے ان کے گلابی ہونٹوں میں ایک خم آ جاتا۔ لگتا تھا جیسے وہ بہت مضطرب کر رہی ہوں کہ خوشی کی ان علامتوں کو غماز ہوتے دیکھیں لیکن وہ ان کے چہرے پر خود بخود پیدا ہو جاتی تھیں۔ ”اور ان کا کیا حال ہے؟“ کئی نے دروہکی کے چہرے پر نظر کی اور سمجھ گئی۔ کئی نے جو کچھ آتنا کے چہرے کے آئینے میں اتنا صاف صاف دیکھا تھا وہی دروہکی کے چہرے پر بھی نظر آیا۔ دروہکی کا بیٹھ والا پر سکون اور محکم انداز اور اس کے چہرے کا پر سکون بے فکری کا اثر کہاں چلا گیا تھا؟ نہیں، اب وہ ہر بار جب آتنا سے مخاطب ہوتا تو سر کو ذرا سا جھکا تا جیسے ان کے سامنے سجدہ کرنا چاہتا ہو اور اس کی نگاہوں سے صرف تابعداری اور خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کی نظر جیسے ہر بار کبھی تھی ”میں آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہوں اور نہیں جانتا کہ کیسے

خود اس کے علاوہ اس کی حالت کو کوئی نہیں سمجھا تھا کوئی نہیں جانتا تھا کہ کل اس نے ایک ایسے شخص کو فکرایا ہے جس سے شاید وہ محبت کرتی تھی اور فکرایا اس لئے کہ اس نے دوسرے پر مجبور کیا تھا۔  
کاوشیں تو ردِ دستن نے کورسوسکی کو تلاش کر لیا جس کے ساتھ وہ مزدور کا ناپنے والی تھیں اور اس سے کہا کہ وہ کبھی کو ناپنے کے لئے مدد کر لے۔

کبھی پہلے جوڑے میں ناچی اور خوش قسمتی سے اسے باتیں کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اس لئے کہ کورسوسکی بار بار اپنی مملکت میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک رکھنے کے لئے ادھر ادھر آ جا رہا تھا۔ وروسکی اور آنا تقریباً کبھی کے مقابل ہی بیٹھے تھے۔ اس نے ان دونوں کو دور سے دیکھا اور جب وہ ناچ کے جوڑوں کی حیثیت سے ایک دوسرے سے ٹکرائے تو پاس سے بھی ان پر نظر کی اور بتنا زیادہ انہیں دیکھا اتنا ہی اسے یقین ہو گیا کہ بد قسمتی اس پر پھٹ پڑی ہے۔ اس نے دیکھا کہ وہ دونوں اس بھرے ہال میں خود کو غلط میں محسوس کر رہے ہیں۔ اور وروسکی کے چہرے پر جو ہمیشہ اس قدر باعزم اور خود مختار رہتا تھا اس نے تابعداری اور کھوئے کھوئے پن کا وہ حیران کن دینے والا تاثر دیکھا جو اس ہوشیار کتے کے چہرے پر ہوتا ہے جو خود کو قصور وار محسوس کرتا ہے۔  
آنا مسکرا تھیں تو وروسکی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ جاتی وہ کسی سوچ میں پڑ جاتی تو وروسکی بھی سنجیدہ ہو جاتا۔ کسی باوقار انصاف توت نے کبھی کو آنا کے چہرے کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنے سادہ سیاہ لباس میں بست ہی دلکش لگ رہی تھیں، دلکش تھے ان کے بھرے بھرے ہاتھ اور ٹانگیں، دلکش تھی سڈول گردن اور اس کی موتیوں کی لڑی، دلکش تھیں بھرے بھرے بالوں کی ٹٹیں، دلکش تھی چھوٹے چھوٹے پاؤں اور ہاتھوں کی پر وازر سبک روی، دلکش تھا اپنی آب و تاب کی وجہ سے وہ خوبصورت چہرہ۔ لیکن ان کی دلکشی میں کوئی چیز بھی ناک اور بے رحم تھی۔

کبھی پہلے کے مقابلے میں ان کی اور زیادہ مداح ہو گئی اور اس کا دکھ بھی زیادہ گہرا ہی ہو گیا۔ کبھی خود کو بالکل کھلا ہوا محسوس کر رہی تھی اور اس کے چہرے سے یہ ظاہر بھی ہو رہا تھا۔ جب وروسکی نے اسے مزدور کا میں اس سے ٹکراتے ہوئے دیکھا تو اس نے کبھی کو پہلے تو پہچانی نہیں وہ بالکل ہی بدلی ہوئی تھی۔

”بست ہی اچھا بال ہے“ وروسکی نے کچھ نہ کچھ کہنے کی خاطر اس سے کہا۔

”ہاں“ کبھی نے جواب دیا۔

مزدور کا کے دور میں ان جب کورسوسکی کی سوچی ہوئی ایک سنجیدہ گردش پوری کی جا رہی تھی تو آنا ناچ جلتے میں آ گئیں۔ انہوں نے دوہم رقصوں کا انتخاب کیا اور ایک خاتون کو اور کبھی کو آرازدی۔ کبھی نے ان کے پاس جا کر انہیں ڈری ڈری نظروں سے دیکھا۔ آنا آگئیں بیچ کر مسکرائیں اور انہوں نے اس کا ہاتھ دایا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ ان کی مسکراہٹ کا جواب کبھی کے چہرے نے صرف ناامیدی اور حیرت کا اظہار کر کے دیا وہ اس کی طرف سے مزید دوسری خاتون سے خوش خوشی باتیں کرنے لگیں۔

کبھی نے اپنے دل میں سوچا ”ہاں ان میں کچھ ایسا ہے جو عجیب ہے“ بے رحم ہے اور محسوس کن ہے۔“  
آنا رات کے کھانے کے لئے رکتا نہیں جاتی تھیں لیکن صاحب خانہ ان سے اصرار کرنے لگے۔

”ان بھی جائے آنا رکتا دینا“ کورسوسکی نے ان کا عریاں ہاتھ اپنے فرائد کوٹ کی آستین کے نیچے لے کر کہا ”میں نے ایک بست ہی اچھا کو تیلین (37) سوچا ہے۔ این رڈ (38)!“

اور اس نے انہیں اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش میں ڈرامی حرکت کی۔ صاحب خانہ تعریف کے

انداز سے مسکرا رہے تھے۔

”نہیں“ میں نہیں غصہ ہو گی“ آنا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا لیکن مسکراہٹ کے باوجود کورسوسکی اور صاحب خانہ دونوں ان کے اس قطعی لہجے سے سمجھ گئے تھے جس سے انہوں نے جواب دیا تھا کہ وہ نہیں رکیں گی۔

”نہیں“ ویسے ہی میں ہاں ماسک میں آپ کے ہال میں اس سے زیادہ ناچ چکی ہوں بتنا ہیئرس برگ میں پورے جاؤں میں ناچی تھی“ انہوں نے اپنے پاس ہی کھڑے وروسکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مگر پہلے آرام کر لیتا چاہئے۔“

”اور آپ قطعی طور پر کل جا رہی ہیں؟“ وروسکی نے پوچھا۔

”میں سوچتی ہوں کہ ہاں“ آنا نے اس طرح جواب دیا جیسے انہیں سوال کی جسارت پر تعجب ہوا ہو لیکن جب انہوں نے یہ کہا تو ان کی آنکھوں کی بے قرار دھڑکی کا پتہ ان کی مسکراہٹ نے اسے چلا کر رکھ دیا۔  
آنا راکارڈیو آلات کے کھانے کے لئے نہیں رکیں۔ وہ چلی گئیں۔

## 24

”ہاں“ مجھ میں کوئی چیز تو ناخوش گوار لوگوں کو مجھ سے دور کر دینے والی ضرور ہے“ لیون نے شیریا سکی خانہ ان کے کمرے سے نکل کر بیڈل اپنے بھائی کے پاس جاتے ہوئے سوچا۔ ”اور میں دوسرے لوگوں کو نہیں بھاتا۔ لوگ کہتے ہیں بھمنڈ ہے۔ نہیں“ مجھ میں بھمنڈ تو نہیں ہے۔ اگر مجھ میں بھمنڈ ہو تو میں نے خود کو ایسی حالت میں پہنچایا ہی نہ ہوتا۔“ اور اس نے وروسکی کا قصور کیا۔ خوش و خرم، نیک، ہوشیار اور پرسکون، جو کبھی ایسی حالت کو پہنچائی نہ ہو گا جس میں وہ خود آج شام کو تھا۔ ”ہاں کبھی کے لئے ضروری تھا کہ اسی کا انتخاب کریں۔ یہی ہونا بھی چاہئے اور مجھے کسی بات پر یا کسی سے بھی شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ قصور وار میں خود ہوں۔ مجھے یہ سونے کا کیا حق تھا کہ وہ اپنی زندگی کو میری زندگی کے ساتھ جوڑنا چاہیں گی؟ میں ہوں کون؟ اور میں ہوں کیا؟ بیکار شخص“ اور کسی کو بھی کسی چیز کے لئے میری ضرورت نہیں۔“ اور اسے اپنے بھائی نکولائی کا خیال آیا اور وہ بڑی خوشی سے ان کی یاد میں مصروف ہو گیا۔ ”کیا ان کا یہ کتنا عجیب نہیں ہے کہ دنیا میں سب کچھ برا اور شرمناک ہے؟ اور ہم نے بھائی نکولائی کے ساتھ یہ مشکل ہی انصاف کیا ہے اور کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پرو کوئی کے نقطہ نظر سے، جنہوں نے انہیں پیٹنے پرانے فرکوٹ پیٹنے اور نشے میں دھت دیکھا تھا وہ حقارت کے قابل انسان ہیں، لیکن میں انہیں دوسری طرح سے جانتا ہوں۔ میں ان کی روح کو جانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ میں اور وہ ایک دوسرے سے بہت ملنے جلتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ انہیں دھونڈھنے جاتا میں چلا گیا الموسکی کے ساتھ کھانا کھانے اور پھر ہاں آ گیا۔“ لیون سڑک کی ایک روشنی کے پاس گیا اس نے بھائی نکولائی کا پتہ پڑھا جو اس کے بیٹے میں رکھا تھا، اور ایک گاڑی والے کو آرازدی۔ بھائی کی قیام گاہ تک پہنچنے کے سارے طویل راستے بھروسہ ان کی زندگی کے ان سب واقعات کو واضح طور سے یاد کرتا رہا جن سے وہ باخبر تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ کیسے یونیورسٹی میں اور یونیورسٹی کے بعد بھی سال بھر تک، سمون کے پٹنے مذاق اڑانے کے باوجود، راہب کی طرح رہتے تھے، مذہب کے سارے رسوم، کلیسا کی عبادتیں، روزے بڑی سختی کے ساتھ پورے کرتے تھے اور ہر طرح کی لذت سے، خاص طور سے غور توں سے اجزا کرتے تھے، اور بعد کو جیسے اچانک ان کے سارے بدن میں



نوٹ گئے اور وہ سب سے شرمناک لوگوں سے قریب ہو گئے اور انتہائی گمراہی کی عیاشیوں میں مبتلا ہو گئے۔ پھر اسے اس لڑکے والا واقعہ یاد آیا جسے بھائی اس کی تربیت کرنے کے لئے گاؤں سے لائے تھے اور پھر فیسے میں ایک بار اسے اتار دیا تھا کہ ان پر لڑکے کو پانچ بنادینے کا مقدمہ چلا تھا۔ پھر اسے اس بپے باز والا قصہ یاد آیا جس سے وہ بڑی رقم ہار گئے تھے اور اس کو انہوں نے پر امیسی نوٹ دیا تھا اور خوری اس پر دعویٰ دائر کر دیا تھا کہ اس نے ان کو دھوکا دیا ہے۔ (یہ وہ رقم تھی جسے سرمگی ایو انووچ نے ادا کیا تھا۔) پھر اسے یاد آیا کہ کیسے انہوں نے پنگامہ چانے کے جرم میں ایک رات حوالات میں کاٹی۔ اسے بھائی سرمگی ایو انووچ کے خلاف ان کا وہ قابل شرم مقدمہ بھی یاد آیا کہ جیسے انہوں نے ماں کی جائیداد میں سے ان کا حصہ نہ ادا کیا ہو اور پھر آخری معاملہ جب وہ منہلی علاقے (39) میں ملازمت کرنے گئے تھے اور وہاں ان پر نچلے عہدے کے ایک افسر کو پیسے کے جرم میں مقدمہ چلا تھا۔ یہ سب بے انتہا شرمناک باتیں تھیں لیکن لیون کو یہ اس طرح بالکل ہی شرمناک نہ لگتی تھیں جس طرح اس شخص کو لگ سکتی تھیں جو نکولا کی لیون کو نہ جانتا ہو "ان کی زندگی کی پوری کمانی کو نہ جانتا ہو" ان کے دل کو نہ جانتا ہو۔

لیون کو یاد تھا کہ اس زمانے میں جب نکولا کی اپنے خدا ترسی، روزوں، رہبانیت اور کلیسائی عبادتوں والے دور میں تھے "جب اپنی نفسانی فطرت پر قابو پانے کی غرض سے وہ مذہب میں اپنے لئے مدد اور سارا ڈھونڈ رہے تھے تو نہ صرف یہ کہ کسی نے ان کی حمایت نہیں کی تھی بلکہ سبوں نے اور خود اس نے بھی ان کا مذاق اڑایا تھا۔ سب ان کو پھینچتے، انہیں فوج اور راہب کہتے۔ اور جب انہوں نے سارے بندھن توڑ ڈالے تب بھی کسی نے ان کی مدد نہیں کی اور سبوں نے خوف اور تحفہ کے ساتھ منہ موڑ لیا۔

لیون محسوس کرتا تھا کہ بھائی نکولا کی اپنے دل میں "اپنی روح کی اصل بنیاد میں" اپنی زندگی کی ساری بد تمیزیوں کے باوجود ان لوگوں سے زیادہ نادرست نہیں تھے جو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہ ان کا قصور نہیں تھا کہ وہ اپنے بے قابو کردار اور دماغ میں کوئی تسلی لے کر پیدا ہوئے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ ایسے انسان بنیں۔ "سب کچھ میں ان کو فتادوں کا اور ان سے سب کچھ نکالوں گا اور انہیں دکھا دوں گا کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور اس لئے ان کو سمجھتا ہوں" لیون نے اپنے دل میں فیصلہ کیا۔ دس بجے کے بعد وہ اس ہوٹل میں پہنچا جس کا نام پتے میں لکھا ہوا تھا۔

لیون کے پوچھنے پر پھر سے بتایا "اوپر کمرہ نمبر ۱۳ اور ۱۳۔"

"ہیں وہ اس وقت؟"

"ضرور ہونا چاہئے۔"

کمرہ نمبر ۱۳ کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا اور اس میں سے روشنی کی پٹی کے ساتھ ساتھ خراب اور ہلکی تمباکو کا دھواں نکل رہا تھا اور لیون کو ایک انتہائی آواز سنائی دی۔ لیکن لیون فوراً ہی جان گیا کہ بھائی نہیں ہیں۔ اس نے ان کے کھانسنے کی آواز سنی۔

جب وہ دروازے میں داخل ہوا تو وہ انتہائی آواز کہہ رہی تھی:

"سب کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ کام کتنی ذہانت اور سمجھداری سے کیا جاتا ہے۔"

کسنٹن تن لیون نے دروازے میں سے جھانک کر دیکھا کہ جھنڈوں والے ہالوں والا ایک نوجوان سوئی کوٹ پہنے ہوئے بول رہا ہے اور ایک عورت، جس کے منہ پر چپک کے داغ ہیں اور جو بغیر کف اور کار کا ایک اونٹنی

لباس پہنے ہوئے ہے، صوفے پر بیٹھی ہے۔ بھائی وہاں سے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ یہ سوچ کر کسنٹن تن دل مسوس کر رہ گیا کہ اس کے بھائی ایسے انتہائی لوگوں کے بیچ میں رہتے ہیں۔ اس کے آنے کی آہٹ کسی نے نہیں سنی اور اپنے ربڑ کے پاپوش اتارتے ہوئے لیون نے سنا کہ سوئی کوٹ پہننے والے صاحب کیمیا کیا کر رہے تھے۔ وہ کسی کار کا گیہاں بات کر رہے تھے۔

"تو لعلت سمجھو مراعات یا نہ بتیوں پر" کھانسنے ہوئے اس کے بھائی کی آواز نے کہا۔ "ماشا تو ہم لوگوں کے لئے تم رات کا کھانا منگو الودر شراب دے دو اور اگر بیجی ہو تو نہیں تو جا کر لے آؤ۔"

عورت کھڑی ہو گئی، چوٹی دیوار کے ادھر آگئی اور اس نے کسنٹن تن کو دیکھا۔

اس نے پکار کر کہا "نکولا کی دمیرے بیج، کوئی صاحب آئے ہیں۔"

"کس سے ملتا ہے؟" نکولا کی لیون کی شے بھری آواز سنائی دی۔

"میں ہوں" کسنٹن تن لیون نے روشنی میں آتے ہوئے کہا۔

"میں کون؟" اور بھی شے میں نکولا کی کی آواز نے دوہرایا۔ اسے سنائی دیا کہ وہ کیسے جلدی سے کھڑے ہوئے، کسی چیز سے ٹکرائے اور لیون نے اپنے سامنے بھائی کا اتنا چٹا چٹا لیکن پھر بھی اپنے وحشیانہ پن اور مریضانہ انداز سے کتنے میں ڈال دینے والا لہجہ چوڑا لیکن دہلا اور جھکا ہوا ڈال دیکھا جن کی بڑی بڑی آنکھیں ڈری ڈری لگ رہی تھیں۔

وہ جیسے تین سال پہلے تھے "جب کسنٹن تن لیون نے انہیں پچھلی بار دیکھا تھا" اس سے بھی زیادہ دہلے ہو گئے تھے۔ وہ ایک چھوٹا نوٹ پہنے تھے اور ان کے ہاتھ اور چوڑی ہڈیاں اور بھی بڑی لگ رہی تھیں۔ بال اور کم ہو گئے تھے اور ویسی ہی سیدھی سیدھی موٹھیں ہونٹوں پر لگی ہوئی تھیں، "وہی آنکھیں عجیب اور بھولے انداز سے آنے والے کو دیکھ رہی تھیں۔"

"ارے، کوسٹیا" بھائی کو پہچان کر انہوں نے اچانک کہا اور ان کی آنکھیں خوشی سے پلک اٹھیں۔ لیکن اسی لمحے انہوں نے کمرے میں بیٹھے نوجوان کو دیکھا اور سرگردن کو وہ تشنجی حرکت دی جس سے کسنٹن تن اتنی اچھی طرح واقف تھا، جیسے ٹائی سے انہیں کوئی ہو رہی ہو، اور ان کے دہلے سوکے ہوئے چہرے پر بالکل دوسرا ہی وحشیانہ، ٹکرتا اور سنگدلی کا تاثر پیدا ہو گیا۔

"میں نے تم کو بھی اور سرمگی ایو انووچ کو بھی لکھ دیا تھا کہ میں تم لوگوں کو نہیں جانتا اور جانتا چاہتا بھی نہیں۔ تم لوگوں کو چاہئے کیا؟"

وہ بالکل ویسے نہ تھے جیسا کہ انہیں کسنٹن تن نے تصور کیا تھا۔ اس نے جب ان کے بارے میں سوچا تھا تو ان کے کردار کی سب سے ناگوار اور بری چیز کو بھلا ہی دیا تھا جس نے ان کے ساتھ راہور سم کو اتنا مشکل بنا دیا تھا۔ اور جب اس نے ان کا چہرہ دیکھا تو خاص طور سے سرکوش تشنجی انداز میں موٹوں کی عادت سے اس کو وہ چیز یاد آگئی۔

"مجھے کسی چیز کے لئے آپ سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں" اس نے جھپٹتے ہوئے جواب دیا۔ "میں صرف آپ کو دیکھنے آیا ہوں۔"

بظاہر بھائی کے جھپٹنے سے نکولا کی کا دل نرم ہو گیا۔ ان کے ہونٹ کپکپا اٹھے۔

"اچھا تم ایسے ہی آگئے؟" انہوں نے کہا۔ "تو پھر اندر آؤ، بیٹھو۔ کھانا کھاؤ گے؟" ماشا، تین آدمیوں کے

لے کھانا لانا۔ نہیں، ٹھہرو۔ تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بھائی سے مخاطب ہو کر سوچی کوٹ والے صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ مسٹر کر۔ جسکی ہیں میرے دوست۔ کینٹ کے رہنے والے ہیں۔" بہت ہی قابل قدر انسان ہیں۔ ظاہر ہے کہ پولیس ان کا پتہ چا کرتی ہے اس لئے کہ یہ کیسے نہیں ہیں۔" اور انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کمرے کے سارے لوگوں پر نظر ڈالی۔ اور یہ دیکھ کر کہ عورت جو دروازے میں کھڑی تھی، جانے ہی والی تھی، انہوں نے چلا کر اس سے کہا "میں نے کہا نہ کہ ٹھہرو۔" اور سمجھ میں نہ آنے والے اسی انداز اور بات چیت کے اسی بھونڈے پن کے ساتھ جسے کسٹن تن اتنی اچھی طرح جانتا تھا، انہوں نے پھر سب پر نظری اور بھائی کو کر۔ جسکی کے بارے میں بتانے لگے۔ کیسے اس کو پینورشی سے نکال دیا گیا اس لئے کہ اس نے غریب طالب علموں کو مدد دینے کے لئے ایک سوسائٹی اور اتھاری اسکول قائم کیا تھا، کیسے وہ بعد کو عوامی اسکول میں معلم بن گیا، اور کیسے اسے وہاں سے بھی نکال دیا گیا اور کیسے اس پر کسی طرح کا مقدمہ چلایا گیا۔

"آپ کینٹ پینورشی میں تھے؟" کسٹن تن لیون نے کر۔ جسکی سے پوچھا کہ وہ بے کلی خاموشی ٹوٹ جائے جو سب پر طاری ہو گئی تھی۔

"ہاں میں کینٹ پینورشی میں تھا۔" کر۔ جسکی نے تیرے چڑھاتے ہوئے فیسے سے جواب دیا۔

"اور یہ عورت؟" نکولائی لیون نے ان لوگوں کی بات کاٹ کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میری جیون ساتھی ماریا عولا نیو تھے۔ میں اسے ایک قبضہ خانے سے لایا ہوں" یہ کہتے ہوئے انہوں نے گردن کو ہچکا دیا۔ "لیکن میں اس سے محبت اور اس کا احترام کرتا ہوں، اور جو لوگ بھی مجھے جانتا چاہتے ہوں" انہوں نے آواز اونچی کر کے تیرے چڑھاتے ہوئے کہا "ان سب سے استدعا ہے کہ وہ اس سے محبت اور اس کا احترام کریں۔ وہ میرے لئے بیوی کی طرح ہے، بیوی کی طرح۔ تو اب تم جانتے ہو کہ کس سے معاملہ کر رہے ہو۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری ذلت ہو جائے گی تو ادھر خدا ہے اور ادھر ہی چوکھٹ۔"

اور پھر ان کی آنکھوں نے سوائیلہ انداز میں سمجھوں کا جائزہ لیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری ذلت کس وجہ سے ہوگی۔"

"تو تم جاؤ ماشا کھانا لاؤ،" تین آدمیوں کے لئے، وادکا اور شراب... نہیں ٹھہرو... نہیں کوئی ضرورت نہیں ٹھہرنے کی... جاؤ۔"

25

"تو دیکھ رہے ہو تم؟" نکولائی لیون نے بڑی کوشش کر کے اور ماتھے پر ہل ڈال کر کچکی کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی۔ بظاہر انہیں یہ سوچنے میں مشکل ہو رہی تھی کہ کیا کریں اور کیا کہیں۔ "تم دیکھ رہے ہو اسے۔" انہوں نے کمرے کے کونے میں پڑی لوہے کی کچھ چھڑوں کی طرف اشارہ کیا جو ایک گھنٹے میں بندھی ہوئی تھیں "اسے دیکھ رہے ہو؟ یہ ایک نئے کام کی ابتدا ہے جسے ہم شروع کر رہے ہیں۔ یہ کام ہے ایک پیداواری آرٹیل۔"

کسٹن تن تقریباً انہیں سن رہا تھا۔ وہ ان کے بیمار، دق زدہ چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور اسے ان پر زیادہ

سے زیادہ ترس آ رہا تھا اور وہ کسی طرح سن ہی نہیں پا رہا تھا کہ اس کے بھائی آرٹیل کے بارے میں کیا بتا رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ آرٹیل صرف اپنے آپ کو اپنی ہی حقارت کی نظرتے سے بچانے کے لئے ایک سارا تھا۔ نکولائی لیون باتیں کرتے رہے۔

"تم جانتے ہو کہ سرمایہ دار مزدور کو کچل رہا ہے۔ ہمارے ہاں مزدور ہمسایہ محنت کا سارا بوجھ دھوٹے ہیں اور ان کو اس طرح رکھا گیا ہے کہ چاہے وہ کتنی بھی محنت کیوں نہ کریں، وہ میٹیرن کی اپنی حالت میں سے نکل نہیں سکتے۔ ان کی محنت سے حاصل ہونے والا سارا منافع، جس سے وہ اپنا مالیت بڑھاتے ہیں، اپنے لئے خرمت کا وقت حاصل کر سکتے تھے اور اس کے نتیجے میں تعلیم حاصل کر سکتے تھے، اس کو ان کی محنت کی ساری قدر زادہ کو ان سے سرمایہ دار اپنے لئے لیتے ہیں۔ اور سماج کی تشکیل ایسی کی گئی ہے کہ وہ جتنی زیادہ محنت کریں گے اتنا ہی زیادہ سوداگر اور زمینوں کے مالک پیش کریں گے اور مزدور بیٹہ، موسیٰ کے موسیٰ رہیں گے۔ اور اس نظام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔" انہوں نے اپنی بات ختم کر کے بھائی کو سوائیلہ نظروں سے دیکھا۔

"ہاں، ظاہر ہے۔" کسٹن تن نے کہا اور اس سرشتی کو دیکھا جو بھائی کے گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے پھیل چکی تھی۔

"اور ہم مستریوں کا ایک آرٹیل بنا رہے ہیں جس میں ساری پیداوار اور منافع اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پیداوار کے اوڑار سب مشترک ہوں گے۔"

"کہاں ہو گا یہ آرٹیل؟" کسٹن تن نے پوچھا۔

"کاوان گھرنیا کے گاؤں وڈریم میں۔"

"لیکن گاؤں میں کیوں؟ مجھے تو لگتا ہے کہ گاؤں میں ویسے ہی کام بہت ہے۔" مستریوں کا آرٹیل گاؤں میں کیوں؟

"اس لئے کہ کسان اب بھی ویسے ہی غلام ہیں جیسے پہلے تھے اور اسی لئے تو ہمیں اور سرگئی ایو انووچ کو اچھا نہیں لگتا کہ انہیں اس غلامی سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" نکولائی لیون نے اعتراض پر جھنجھلا کر کہا۔

کسٹن تن لیون نے ٹھنڈی سانس لی اور ساتھ ہی اداس اداس ٹنڈے کمرے پر نظر ڈالی۔ لگتا تھا اس ٹھنڈی سانس سے نکولائی اور زیادہ جھنجھلا گئے۔

"میں تمہارے اور سرگئی ایو انووچ کے طبقہ افراد کے نقطہ نظر کو جانتا ہوں۔ جانتا ہوں کہ وہ اپنے ذہن کی ساری قوتوں کو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ جو برائی موجود ہے اس کو حق بجانب ثابت کریں۔"

"نہیں، لیکن یہ آپ سرگئی ایو انووچ کی باتیں کس لئے کر رہے ہیں؟" لیون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سرگئی ایو انووچ؟ اس لئے کہ" اچانک سرگئی ایو انووچ کا نام لیتے ہی نکولائی لیون چیخنے لگے "اس لئے کہ... لیکن کینٹ کی ضرورت کیا ہے؟... صرف ایک بات... تم میرے پاس آئے کس لئے ہو؟ تم اس سب کو حقارت کی نظرتے دیکھتے ہو بڑی اچھی بات ہے، تو اب جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے، جاؤ! انہوں نے چلا کر کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں ذرا بھی حقارت کی نظرتے نہیں دیکھتا" کسٹن تن لیون نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تو بحث بھی نہیں کرتا۔"





”اھا تم سمجھ گئے نہ اسے تم سمجھ گئے اسے؟“ گولائی خوش ہو کر چلائے۔  
 ”لیکن اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو مجھے ذاتی طور پر آپ کی دوستی زیادہ عزیز ہے اس لئے کہ۔۔۔“

”کیوں؟ کیوں؟“  
 کنستین تن یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ گولائی اسے اس لئے عزیز ہے کہ وہ غمزہ ہیں اور انہیں دوستی کی ضرورت ہے۔ لیکن گولائی سمجھ گئے کہ وہ یہی کہنا چاہتا تھا اور بھوس کیٹر کر انہوں نے وادہ کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا۔

”اب بس کیجئے“ گولائی دمیترج“ مارا گولائی نے وادہ کی طرف اپنا گدہا عریاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رہنے دو! دست عاجز کرو مجھے! میں پیٹ دوں گا تمہیں!“ وہ بیٹھ۔  
 مارا گولائی نے ٹیک دلی سے ذرا سا مسکراتے ہوئے جس پر گولائی بھی مسکرا دیے ”مراچی اٹھالی۔  
 ”ارے تم سوچتے ہو یہ کچھ سمجھتی نہیں؟“ گولائی نے کہا۔ ”یہ سب سمجھتی ہے ہم سمجھوں سے زیادہ اچھی طرح۔ اس میں کچھ تو اچھی اور باریکیاں ہیں۔“  
 ”آپ پہلے بھی ماسکو نہیں آئیں؟“ کنستین تن نے مارا گولائی سے پوچھا کہ کتنے کی خاطر کہا۔

”ارے اس سے تم؟“ آپ کہہ کر بات نہ کر۔ ڈرتی ہے اس سے۔ اس سے آج تک کسی نے؟“ آپ کہہ کر بات نہیں کی سوائے جسٹس آف پیس (40) کے جس کی عدالت میں اس پر اس جرم میں مقدمہ چلایا گیا تھا کہ یہ قحب خانے سے نکل جانا چاہتی تھی۔ آف میرے خدا! یہ کیا دنیا میں بے گناہ پن پھیلا ہوا ہے! اچانک وہ چیخنے لگے۔ ”یہ سنے ادارے! یہ جسٹس آف پیس! زہمستو! کیا یہ قیزی ہے یہ سب!“

اور انہوں نے نئے اداروں سے اپنی مذہب کے قصے بیان کرنے شروع کر دیے۔  
 کنستین تن لیون ان کی باتیں سنتا رہا اور سارے سماجی اداروں کی وہ مذمت جس میں وہ ان کا ہم خیال تھا اور اکثر اس کا اظہار بھی کرتا رہتا تھا اس وقت اسے بھائی کے منہ سے اچھی نہیں لگی۔

اس نے مذاق میں کہا ”یہ سب دوسری دنیا میں سمجھ میں آئے گا۔“  
 ”دوسری دنیا میں؟“ انہوں نے دیکھا کہ بالکل پسند نہیں پند ”انہوں نے ڈری ہوئی وحشتانہ نظرس بھائی کے چہرے پر کاڑتے ہوئے کہا۔“ اور دیکھتے تو لگتا ہے کہ اس سارے کینہ پن گزیر دوسروں کی اور اپنی ”سب کو چھوڑ کر چل دینا اچھا ہی ہوتا لیکن میں سوت سے ڈرتا ہوں“ بے حد ڈرتا ہوں ”ان کا بدن کچکا گیا۔“ ارے تم کچھ تو اچھا نہیں سنو! اوروں؟ یا چلیں کہیں ہم لوگ؟ چلو ہسپتال کے ہاں چلیں! پتہ ہے جہیں ججے جہیں س سے اور دوسری گانوں سے بڑا پیار ہو گیا ہے۔“

ان کی زبان میں نکتہ ہونے لگی تھی اور وہ ایک بات کرتے پھر اسے اور حواہی چھوڑ کر دوسری بات چھیڑ دیتے۔ کنستین تن نے ماشائی مد سے انہیں راضی کر لیا کہ کہیں نہ جائیں اور انہیں فٹے میں بالکل دھت سونے کے لئے لٹا دیا۔

ماشائے وعدہ کیا کہ اگر ضرورت ہوئی تو وہ کنستین تن کو لکھے گی اور گولائی لیون کو راضی کرنے کی کوشش کرے گی کہ وہ بھائی کے پاس رہتے چلیں۔

اصلی صبح کو کنستین تن لیون ماسکو سے چلا گیا اور شام کو گھر پہنچ گیا۔ راستے میں ریل گاڑی کے ڈبے میں وہ ساتھ کے مسافروں سے سیاست کے بارے میں ”نئی ریلوے لائنوں کے بارے میں باتیں کرتا رہا اور ماسکو کی طرح وہاں بھی سمجھ کی گڑبڑ اپنے آپ سے بے اطمینانی اور کسی بات پر شرمندگی کا احساس اس پر طاری رہا۔ لیکن جب وہ اپنے اسٹیشن پر اترا اور اس نے اپنے کانے کو چونان اگناٹ کو پچھانا جس نے اپنے کوٹ کا کارٹھا رکھا تھا، جب اس نے اسٹیشن کی کڑکیوں سے آنے والی دھندلی روشنی میں اپنی برف گاڑی دیکھی جس میں قائلین لگا ہوا تھا، اپنے گھوڑے دیکھے جن کی دیش گندھی ہوئی تھیں اور ان کے چٹلوں اور پسندوں والے ساج دیکھے، جب اگناٹ نے سامان رکھنے اور روانگی کی تیاری کرنے کے ساتھ ہی اسے گاڑی کی خبر سنائیں، ”ٹھیکے دار کے آنے اور گاڑے پاؤں کے بارے میں بتایا تو اس نے محسوس کیا کہ سمجھ کی گڑبڑ کچھ صاف ہو رہی ہے اور اپنے آپ سے بے اطمینانی اور شرم ختم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ تو اس نے اگناٹ اور گھوڑوں پر نظر پڑنے ہی محسوس کیا تھا لیکن جب اس نے پوچھنا کہ بھاری کوٹ پنا جو اس کے لئے لایا گیا تھا اور وہ خود کو کچھ بھی طرح لپٹ کر گاڑی میں بیٹھا اور روانہ ہوا اور اس نے سوچنا شروع کیا کہ گاڑی میں کیا بندوبست کرنے ہیں اور اس نے بخلی گھوڑے کو دیکھا جو پہلے زمین سواری میں تھا اور اب اس کی جوانی اتر چکی تھی لیکن پھر بھی دن کے علاقے کا بڑا طرہ دار گھوڑا تھا“ تو اس نے جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اسے بالکل ہی دوسری طرح سے سمجھنا شروع کر دیا۔ اس نے خود محسوس کیا اور یہ سمجھا کہ وہ دوسری طرح کا انسان نہیں بننا چاہتا۔ بس وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے جیسا تھا اس سے بہتر ہو جائے۔ سب سے پہلے تو آج کے دن سے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس غیر معمولی خوشی کی امید ہی نہ کرے گا جو اسے شادی سے مل سکتی تھی اور اس کے نتیجے میں اس وقت جو کچھ ہے اسے کم اہم نہ سمجھے گا۔ دوسرے یہ کہ اب وہ بھی خود کو شرمناک جذبات کی طرف مائل ہونے کی اجازت نہ دے گا جس کی یاد نے اسے اس وقت اتنی اذیت دی تھی جب وہ خواہنگاری کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر بھائی گولائی کو یاد کر کے اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب وہ انہیں بھی نہیں بھلائے گا، ان پر نظر رکھے گا اور ان کو آنکھ سے اوچھل نہ ہونے دے گا کہ جب بھی ان کی حالت بدتر ہو تو وہ ان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو۔ اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی فوجیت جلد ہی آئے گی۔ اس کے بعد اس نے کیونز م کے بارے میں بھائی کی باتوں پر ”جنہیں اس وقت اس نے اتنے سرسری طور پر سنا تھا“ اب سوچنا شروع کیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ معاشی حالات کی بکسر تہیگی تو حماقت ہے لیکن عوام کی مفلسی کے مقابلے میں خود اپنی زندگی کی فراوانی کی غناصافی کو وہ ہمیشہ محسوس کرتا تھا اور اب اپنے بارے میں اس نے طے کیا کہ اپنے آپ کو پوری طرح صحیح اور برحق محسوس کرنے کے لئے ”اگرچہ وہ پہلے بھی بہت کام کرتا تھا اور عیش و عشرت کی زندگی نہ بسر کرتا تھا“ اب اور بھی زیادہ کام کرے گا اور اپنے لئے پہلے سے بھی کم تھیں کو رو کر رکھے گا۔ اور اپنے ساتھ یہ سب کرنا اسے اتنا آسان معلوم ہوا کہ سارے راستے وہ انتہائی خوشگوار خوابوں میں مبتلا رہا۔ نئی اور بہتر زندگی کی امید کے جرات مندانہ احساس کے ساتھ وہ رات کو نو بجے کے قریب اپنے گھر پہنچا۔

اس کی بو ذہنی آگیا گناہیہا کیلونا کے کمرے کی کڑکیوں سے روشنی گھر کے سامنے کے چوک کی برف پر پڑ رہی تھی۔ وہ ابھی تک سوئی نہ تھیں۔ اب وہ اس کی کڑکی کی ٹھکان کی حیثیت سے رہتی تھیں۔ انہوں کے



کرنا کو جنگایا اور وہ نیند میں ننگے پاؤں ہی برساتی میں آگیا۔ فکاری کتیا لاسکا کرنا کے پاؤں تلے آتے آتے بچی وہ بھی دوڑ کر مسناتے ہوئے آئی اور لیون کے گھٹنوں سے اپنا جسم رگڑنے لگی، پھر وہ اچھلتے لگی۔ وہ کھڑی ہو کر لیون کے سینے پر اپنے اگلے گٹے رکھنا چاہتی تھی لیکن اس کی ہمت نہیں پڑی تھی۔

”ہا! آپ بڑی جلدی واپس آگئے“ گافیا ٹیٹا کیلونا نے کہا۔

”گھریا د آتے لگا گافیا ٹیٹا کیلونا۔ سمان جانا اچھا ہے مگر اپنے گھر میں زیادہ اچھا ہے“ لیون نے انہیں جواب دیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں خلع لائی گئی تو کمرہ دھیرے دھیرے روشن ہو گیا۔ جانی پچانی تفصیلات دکھائی دینے لگیں۔ ہرن کے سینک، کتابوں کی شیلٹ، پتھی دار آتش دان، کاشیش جس کی بست دونوں سے مرمت کرنے کی ضرورت تھی، پاپ کا صوف، بڑی میز اور اس پر کھلی ہوئی کتاب، ٹوٹی ہوئی ایش ٹرے اور بیاض جس پر اس کی اپنی تحریر تھی۔ جب اس نے یہ سب دیکھا تو ذرا دیر کے لئے وہ شبہ میں پڑ گیا کہ وہ نئی زندگی حیر کرنا ممکن بھی ہے جس کے بارے میں اس نے راستے میں خواب دیکھے تھے۔ اس کی زندگی کے ان سارے آثار نے جیسے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا: ”نہیں، تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتے، نہ کوئی اور بن سکتے ہو، تم ویسے ہی رہو گے جیسے تھے۔“ شہادت، اپنے آپ سے دائمی بے اطمینانی، اپنے آپ کو درست کرنے کی بیکار کوششوں اور ناکامیوں اور اس خوشی کی دائمی توقعات سمیت جو تھیں نہیں ملی اور جو تمہارے لئے ناممکن ہے۔“

لیکن یہ تو بچوں نے کہا اور دل میں ایک دوسری آواز نے کہا کہ ماضی کا تابع اور پابند رہنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہ اپنے کو کچھ بھی بنالینا ممکن ہے۔ اور اس آواز کو سن کر وہ اس کو نے میں کیا جہاں اس کے دو ہماری ڈبل رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں ورزش کے قاعدوں کے مطابق بھاگنے لگا اور خود کو لہری اور زندہ دلی کی حالت میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازے کے ادھر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے ڈبل جلدی سے رکھ دیئے۔

مخار آیا اور اس نے بتایا کہ خدا کا شکر ہے، سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن اب اس نے اطلاع دی کہ ایانج سکھائے کی نئی بھئی میں بڑے گواہوں ذرا مجلس کیا ہے۔ اس خبر سے لیون جھنجھلا گیا۔ ایانج سکھائے کی نئی بھئی لیون ہی کی ہدایات کے مطابق تعمیر کی گئی تھی اور وہ ایک حد تک لیون ہی کی ایجاد تھی۔ مخار شروع ہی سے اس بھئی کے خلاف تھا اور اب اس نے فتح مندی کے ڈھکے پیچھے احساس کے ساتھ اطلاع دی کہ بڑے گواہوں مجلس کیا۔ لیون کو کیا یقین تھا کہ اگر مجلس کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اقدامات نہیں کئے گئے جن کے بارے میں اس نے سیکھوں بار غم کیا تھا۔ اس کو غصہ آیا اور اس نے مخار کو ڈانٹا۔ لیکن ایک اہم اور دل خوش کر دینے والا واقعہ بھی ہوا تھا۔ اس کی بہترین اور قیمتی گائے پاوا اپنے اسے نے فائش سے خرید لیا تھا۔ لیون نے اسے

”کرنا“ میرا پستین کا کوٹ دیا۔ اور آپ لائین لانے کو کئے، میں دیکھتے چلا ہوں“ اس نے مخار سے کہا۔

قیمتی گایوں کے لئے مویشی پاوا اب گھر کے پیچھے ہی تھا۔ برف کے ایک تودے اور لاٹک کی جھاڑیوں کے پاس سے ہو کر صحن کو پار کر کے وہ مویشی پاوا نے میں پہنچ گیا۔ جب برف سے جما ہوا دروازہ کھولا گیا تو گوبری گرم بھاپ کی مہک آئی اور گائیں لائین کی ٹانگوں سے روشنی سے چونک کر تازہ ہوتے پر سر سر کرنے لگیں۔ بالینڈ کی گائے کی چٹنی سفید اور سیاہ پیٹھ چمکتی دکھائی دی۔ ساڈیر کوٹ اپنے تختے میں پڑے کڑے سمیت پڑا ہوا

تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن پھر رائے بدل دی اور جب لوگ پاس سے گزر رہے تھے تو بس دو ایک بار پیکار کر رہ گیا۔ سرخ حینہ یاد نے کسی بہت بڑے گینڈے کی طرح جھل کر پھٹیا کو آنے والوں سے اپنی آڑ میں کر لیا اور اسے تھوختی سے ہکانے لگی۔

لیون کو شالہ میں چلا گیا، اس نے پاوا کا جائزہ لیا اور لال پتھری بچھیا کو اس کی ڈنگائی بی ٹانگوں پر اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ پریشان ہو کر پاوا ڈکرانے ہی والی تھی لیکن جب لیون نے بچھیا کو حکیل کر اس کے پاس کر دیا تو وہ مطمئن ہو گئی اور ہماری ہماری سانس لیتے ہوئے اس کو اپنی کھڑوری زبان سے چاٹنے لگی۔ بچھیا نے تھن حلاش کرنے کی کوشش میں اپنی تھوختی ماں کی رائوں میں غوص دی اور اپنی دم کو اٹھنے لیا۔

”ذرا ادھر لانا، فودور“ ادھر دکھانا لائین“ بچھیا کو دیکھتے ہوئے لیون نے کہا۔ ”ماں پر گئی ہے! حالانکہ رنگ تو باپ کا ہے۔ بہت سی اچھی ہے۔ لمبی اور دھڑکی چوڑی۔ واسلی فودور روچ“ اچھی ہے نہ؟“ اس نے مخار سے پوچھا۔ جھپٹے ہوئے بڑے گواہوں کے سلسلے میں اس کی ناراضگی اب تک بچھیا کی خوشی میں بالکل ختم ہو چکی تھی۔

”اب پھر بری کس پر پڑ سکتی ہے؟ اور آپ کے جانے کے دوسرے ہی دن سمیون ٹھیکیدار آگیا۔ اس کے ساتھ معاملہ طے کرنا ضروری ہے، سنسن تن دمیتر سچ“ مخار نے کہا۔ ”اور مشین کے بارے میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔“

بس اسی ایک سوال نے لیون کو گھر بہتی اور کھیتی باڑی کی ساری تفصیلات میں پہنچا دیا جو کافی بڑی اور پیچیدہ تھی۔ وہ مویشی پاوا سے سیدھا دفتر میں گیا اور مخار سے اور ٹھیکیدار سے بات چیت کرنے کے بعد گھر واپس آیا اور اوپر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

## 27

گھر بڑا اور پرانا تھا اور اگرچہ لیون اس میں اکیلا ہی رہتا تھا لیکن وہ پورے گھر کو گرم رکھتا اور استعمال کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ یہ تو قوی ہے جانتا تھا کہ یہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کے اب کے نئے منصوبوں کے خلاف بھی تھا لیکن یہ گھر لیون کے لئے ساری دنیا تھا۔ یہ وہ دنیا تھی جس میں اس کے باپ اور ماں بیٹے اور مرے تھے۔ انہوں نے ایسی زندگی بسر کی تھی جو لیون کو بلند ترین کمال کا آدرش لگتی تھی اور وہ اپنی بیوی اور اپنے بال بچوں سمیت اس کی تجدید کرنے کے خواب دیکھتا رہتا تھا۔

لیون کو اپنی ماں کی بہت سی دھندلی دھندلی یاد تھی۔ اس کے ذہن میں ان کا تصور ایک مقدس یا، کا تھا اور اس کی آئندہ بیوی کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کے تخیل میں عورت کے اسی دلکش اور مقدس آدرش کی تکرار ہو جو اس کی ماں اس کے لئے تھیں۔

اپنے لئے وہ نہ صرف یہ کہ شادی کے بغیر عورت سے محبت کا تصور ہی نہ کر سکتا تھا بلکہ وہ پہلے اپنے لئے بال بچوں کا تصور کرتا تھا اور پھر اس عورت کا جو اسے یہ بال بچے دے سکتی تھی۔ اس لئے شادی کے بارے میں اس کی سمجھ اس کے بہت سے واقف کاروں کی سمجھ سے بالکل مختلف تھی۔ ان لوگوں کے لئے شادی بھی بہت سے معاشقہ محلات میں سے ایک تھی۔ لیون کے لئے یہ زندگی کا اہم ترین معاملہ تھا جس پر اس کی ساری خوشی کا درود ادا تھا۔ اور اب اس کی کو ترک کرنے کی ضرورت تھی!

جب وہ چھوٹے ڈرائنگ روم میں آیا، جہاں بیٹھ جائے پڑا تھا، اور کتاب لے کر اپنی آرام کرسی پر بیٹھا، اور اگافیا یٹا کیلڈونا اس کے لئے چائے لائیں اور بیٹھ کے دستور کے مطابق اسے چائے دے کر بولیں، ”بابائیں، ڈراپر چمکتی ہوں“ اور کوکری کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گئیں، تو اسے محسوس ہوا کہ چاہے یہ کتنا ہی عجیب کیوں نہ ہو لیکن وہ اپنے خوابوں سے جدا نہیں ہوا اور یہ کہ ان کے بغیر وہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ ان کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ، لیکن یہ خواب پورے ضرور ہوں گے۔ وہ کتاب پر حصار سوچتا رہا، کبھی کبھی اگافیا یٹا کیلڈونا کی بات سننے کے لئے رک جاتا جو مسلسل باتیں کئے جاتی تھیں، اور اس کے ساتھ ہی گرجتی اور بال بچوں سمیت زندگی کی مختلف بے تعلق تصویریں اس کے ذہن میں ابھرتی رہیں۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے دل کی گھرائیوں میں کوئی چیز داخل ہو رہی تھی، اپنے لئے جگہ بن رہی تھی اور جاگزیں ہو رہی تھی۔

وہ اگافیا یٹا کیلڈونا کی باتیں سن رہا تھا کہ کیسے پروردگار نے خدا کو بھلا دیا اور اس پر قہر کیوں نہ اے اسے گھوڑا خریدنے کے لئے دے دی تھی، شراب پینے ڈال رہا ہے اور اس نے اپنی بیوی کو مار مار کر ادھ مرا کر ڈیا ہے۔ وہ سن رہا تھا اور پڑھ رہا تھا اور پڑھنے سے پیدا ہونے والے اپنے خیال کی روش کو یاد کر رہا تھا۔ یہ حرارت کے بارے میں ٹینڈال (41) کی کتاب تھی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے کیسے اس بات کے لئے ٹینڈال کی تنقید کی تھی کہ وہ اپنے کئے ہوئے تجربوں کی ہوشیاری پر اپنے آپ سے کس قدر مطمئن ہیں اور اس بات کے لئے کہ ان میں فلسفیانہ ذوق اور تفکر کی شہید کی ہے۔ اور اچانک اس کے ذہن میں یہ سرت بخش خیال آیا کہ ”دو سال بعد میرے جمنڈ میں دو ہالینڈی گائیں ہوں گی اور وہ سکتا ہے پاؤں خود زندہ رہے اور ہیر کوٹ سے پیدا ہوئی وہ بارہ اور تین یہ۔“ کتنی شاندار بات ہوگی! وہ پھر سے اپنی کتاب پڑھنے لگا۔

”اچھا ٹھیک ہے، بجلی اور حرارت ایک ہی چیز ہیں۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ کسی مساوات کو حل کرنے کے لئے ہم ایک کو دوسرے کی جگہ رکھ سکیں؟ نہیں۔ تو پھر؟ قدرت کی ساری قوتوں کے درمیان تعلق تو جبلی طور پر بھی محسوس ہوتا ہے۔ خاص طور سے خوشگوار ہو گا جب یاد کی پچھلا لال اور چنگیری گائے ہو جائے گی اور پھر ایک پورا جمنڈ جس میں یہ تینوں شامل ہوں گی۔ تب تو بہت سی عمدہ ہو گا۔ چراگاہ سے واپس آنے والے جمنڈ کو بیوی اور مسانوں کے ساتھ دیکھنے جانا۔ بیوی کے گئی“ میں نے اور کوستیا نے اس پچھلیا کی دیکھ بھال اٹھانے پچھلیا کی طرح کی ہے۔“ مسان پوچھے گا ”آپ کو اس سے اتنی دلچسپی کیسے ہو سکتی ہے؟“ اور وہ جواب دے گی ”جس چیز سے ان کو دلچسپی ہے اس سے مجھے بھی دلچسپی ہے۔“ مکروہ ہوئی کون؟“ اور اسے وہ یاد آیا جو ماسکوس ہوا تھا۔ ”تو اب کیا کیا جائے؟“ میں تو تصور وار نہیں ہوں۔ اب تو سب کچھ نئے طریقے سے ہو گا۔ یہ کہنا تو قوی ہے کہ زندگی ایسا نہ ہونے دے گی کہ ماضی ایسا نہ ہونے دے گا۔ جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے کہ زندگی بہتر ہے۔ بہت بہتر۔“ اس نے سراٹھایا اور سوچنے لگا۔ بوڑھی لاسکا کی یہ خوشی ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ واپس آ گیا ہے۔ دوڑ کر وہ باہر گئی صحن میں بھونکنے کے لئے دم پلاتے ہوئے اپنے ساتھ تازہ ہوا کی مہک لئے واپس آئی اور اس کے پاس آکر اس کے ہاتھ میں اپنا سر ٹھونس دیا۔ وہ بڑے شکایتی انداز میں منٹناری تھی اور مطالبہ کر رہی تھی کہ اسے پکڑا جائے۔

”بس زبان سے بولتی نہیں“ اگافیا یٹا کیلڈونا نے کہا۔ ”ہے تو کتنا... لیکن سمجھتی ہے کہ مالک آگئے ہیں اور ان کا بی اور اس ہے۔“

”کس وجہ سے اداس ہو گا؟“

”ارے بابائیں دیکھتی نہیں؟ مجھے تو اب تک مالک لوگوں کو اچھی طرح جانتی چاہئے، بھٹن سے انہیں لوگوں میں بلی پر بھی ہوں۔ کوئی بات نہیں، بابا۔ بس صحت اچھی رہے اور اپنا دل صاف ہو۔“ لیون یک نگ انہیں دیکھتا رہا اور اس بات پر حیران ہوا کہ وہ اس کے خیالات کو کیسے سمجھ گئیں۔ ”تو کیا ایک بیالی اور لادوں؟“ انہوں نے کہا اور بیالی کے کپڑے لگائیں۔

لاسکا اس کے ہاتھ کے نیچے ابھی سر گھمڑے جاتی تھی۔ اس نے کتیا کو سلا یا اور وہ فوراً ہی اس کے پاؤں کے پاس چھپنے لگی۔ اس کے بڑے بھائی کران پر اپنا سر رکھ کر کوڑی سوڑی ہو گئی۔ اور اس بات کی علامت کے طور پر کہ اب سب ٹھیک اور اچھا ہے، اس نے اپنا منہ ڈرا سا کھولا، ہونٹوں پر زبان پھیر کر اور مونے مونے ہونٹوں کو بوڑھے دانتوں کے اوپر اچھی طرح ہٹا کر وہ جین سے لیٹ گئی۔ لیون اس کی ان آخری حرکتوں کو غور سے دیکھتا رہا۔

اس نے اپنے دل میں کہا ”اب میں بھی بلی کروں گا۔“ یہی ڈاکوئی بات نہیں... سب ٹھیک ہے۔“

## 28

بال کے اگلے دن سویرے ہی آٹنا نے اپنے شوہر کو اسی دن ماسکو سے اپنی روانگی کے بارے میں بتا دیا۔ ”میں میرے لئے جانا ضروری ہے، ضروری ہے“ انہوں نے بھاری سے اپنے پروگرام میں تبدیلی کی وضاحت اس لیے میں کی جیسے انہیں اتنے کام یاد آگئے ہوں کہ سب کو کتنا بھی ممکن نہ ہو۔ ”نہیں اچھا ہے میں آج ہی چلی جاؤں۔“

اسی پان ار کا دلچھنے کا کہ وہ کھانا تو گھر پر نہیں کھائیں گے لیکن انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ بہن کے ساتھ اسٹیشن جائے اور انہیں رخصت کرنے کے لئے سات بجے آجائیں گے۔

کئی بھی نہیں آئی۔ اس نے ایک رقص بھیج دیا کہ سر میں درد ہے۔ ڈالی اور آٹنا نے بچوں اور انگریز گورنس کے ساتھ کھانا کھایا۔ معلوم نہیں اس لئے کہ بچے ہوتے ہی کون مزاج ہیں یا اس لئے کہ ان کی حس بہت تیز ہوتی ہے اور انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ آٹنا آج بالکل ویسی نہیں ہیں جیسی اس دن تھیں جب ان سموں نے انہیں اتنا پیار کیا تھا کہ آج وہ دل سے ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھیں، لیکن انہوں نے پھر بھی کے ساتھ اپنے کھیل بالکل بند کر دیے اور انہیں اس کی بالکل کوئی فکر نہ تھی کہ وہ آج جاتی ہیں۔ ساری صبح آٹنا اپنی روانگی کی تیاریاں کرتی رہیں۔ انہوں نے اپنے ماسکو کے وقت کاروں کو رقص لکھے، اپنے اخراجات کا حساب لکھا اور اپنا سامان بنا دیا۔ عام طور سے ڈالی کو یہ لگا کہ آٹنا دل سے مطمئن اور پرسکون نہیں ہیں اور اس دلی فکر مند کی حالت میں ہیں جس کو ڈالی خود اپنے تجربے سے اچھی طرح جانتی تھیں اور جو بغیر کسی سبب کے نہیں پیدا ہوتی اور اس کی تہہ میں بڑی حد تک اپنے آپ سے بے اعظیمنانی ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد آٹنا اپنے کمرے میں کپڑے بدلنے لگیں اور ڈالی ان کے پیچھے پیچھے گئیں۔

”آج تم کتنی عجیب عجیب سی لگ رہی ہو!“ ڈالی نے کہا۔

”میں؟ تم کو کیا لگ رہا ہے؟ میں عجیب نہیں ہوں بلکہ میرا بی رات بھر رہا ہے۔ میرے ساتھ یہ ہوتا ہے کبھی کبھی۔ میرا سارے وقت رونے کوئی چاہتا ہے۔ بڑی بڑی بات ہے لیکن تھوڑی دیر میں گزر جائے گی“ آٹنا نے جلدی جلدی کہا اور اپنے سر پر کپڑے بیک پر جھکا لیا جس میں وہ رات کے لئے ٹوپی اور سوئی رومال



رکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں خاص طور سے چمک رہی تھیں اور ان میں برابر آنسو ڈھبائے آرہے تھے۔  
 ”ایسے ہی ہنریس برگ سے آنے کا میرا بی نہیں چاہا اور اب یہاں سے جانے کا بی نہیں چاہتا۔“  
 ڈالی نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا ”تم نے تو یہاں آکر اتنا نیک کام کیا ہے۔“

آنانے آنسوؤں سے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

”ڈالی! اس کا ذکر نہ کرو۔ میں نے کچھ نہیں کیا اور کر سکتی بھی نہیں تھی۔ مجھے اکثر اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ لوگوں نے مجھے بگاڑنے کی سازش کیوں کر رکھی ہے۔ کیا کیا میں نے اور کر سکتی ہی کیا تھی؟ تمہارے اپنے دل میں اتنی محبت تھی کہ تم معاف کر سکیں۔“

”تم نہ آتیں تو خدا جانے کیا ہوتا! آنا تم ستنی خوش قسمت ہو!“ ڈالی نے کہا۔ ”تمہارے دل میں ہر چیز پاک صاف ہے۔“

”ہر ایک کے دل میں اپنے اسکیلپس (42) ہوتے ہیں جیسا کہ انگریز کہتے ہیں۔“

”ارے تمہارے کیا اسکیلپس ہو سکتے ہیں؟ تمہاری تو ہر چیز اتنی سیدھی سچی ہے۔“

”ہیں! اچانک آنا نے کہا اور آنسوؤں کے بعد غیر متوقع طور پر ان کے ہونٹوں پر چالاک اور مذاق اڑانے والے انداز کی مسکراہٹ سے ٹلنیں پڑ گئیں۔“

”خیر تمہارے اسکیلپس بھی ایسے ہی مضحکہ خیز ہوں گے، غمگین کرنے والے نہیں“ ڈالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں، غمگین کرنے والے ہیں۔ پتہ ہے تمہیں میں کل کی بجائے آج ہی کیوں چلی جا رہی ہوں۔ یہ ایک اعتراف ہے جو مجھ پر بار بن گیا ہے اور جو میں تم سے کرنا چاہتی ہوں“ آنا ایک فیصلہ کن انداز میں آرام کر رہی پڑھے پڑیں اور انہوں نے ڈالی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

اور ڈالی یہ دیکھ کر خود حیران رہ گئیں کہ آنا کا چہرہ کانوں کی لوہوں گردن پر بالوں کے سیاہ پھلوں تک سرخ ہو گیا۔

”ہاں“ آنا نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”تمہیں پتہ ہے کہ آج کیٹی کھانے پر کیوں نہیں آئیں؟ وہ مجھ سے چلتی ہیں۔ میں نے سب بگاڑ دیا... میں اس کا سبب بن گئی کہ یہ بال ان کے لئے مسرت بخش نہیں بلکہ ایک اذیت بن گیا۔ لیکن میں سچ کہتی ہوں، سچ کہ میں قصور وار نہیں ہوں یا بہت ذرا سی قصور وار ہوں“ انہوں نے مہین آواز میں اور لفظ ”ذرا سی“ کو کھینچ کر کہا۔

”افوہ! تم نے کس قدر استیواہی کے سے انداز میں یہ بات کہی!“ ڈالی نے ہنستے ہوئے کہا۔  
 آنا کو یہ برا لگا۔

”ارے نہیں، نہیں! میں استیواہی ہوں“ انہوں نے تیر ی چڑھا کر کہا۔ ”میں اس وجہ سے تم سے کہہ رہی ہوں کہ میں ایک منٹ کے لئے اپنے اوپر شک نہیں کر سکتی“ انہوں نے کہا۔

لیکن یہ الفاظ کتنے وقت وہ یہ محسوس کر رہی تھیں کہ یہ سچ نہیں ہے۔ انہیں نہ صرف یہ کہ اپنے اوپر شک تھا بلکہ وہ درویشی کے بارے میں سوچتی تھیں تو دل میں ایک لپل سی ہوتی تھی اور وہ جب جانا چاہتی تھیں اس سے پہلے اسی لئے جا رہی تھیں کہ اب درویشی سے پھر ملاقات نہ ہو۔

”ہاں استیواہی مجھے بتایا تھا کہ تم نے درویشی کے ساتھ مزور کاٹا چاہا اور وہ...“

”تم تصور نہیں کر سکتیں کہ یہ سب کتنے مضحکہ خیز طریقے سے ہوا۔ میں تو سوچ رہی تھی صرف مشاطہ کے طور پر نسبت ملے کر ان کی اور ہو گیا بالکل کچھ اور۔ ہو سکتا ہے میں نے اپنی مرضی کے خلاف۔“  
 ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ رک گئیں۔

”اوہ! لوگ اسے فوراً ہی محسوس کر لیتے ہیں!“ ڈالی نے کہا۔

”لیکن اگر ان کی طرف سے کوئی عجیبہ بات ہوتی تو میں انتہائی ناامیدی میں چلا ہو گئی ہوتی“ آنا بول پڑیں۔ ”اور مجھے یقین ہے کہ سب ختم ہو جائے گا اور پھر کیٹی مجھ سے نفرت نہ کرے گی۔“

”بہر حال آنا میں تم سے سچ کہوں کہ میں کیٹی کے لئے اس شادی کی بہت زیادہ خواہش مند نہیں ہوں۔ اور اگر وہ میرا مطلب ہے درویشی تم سے ایک دن میں محبت کر سکتا ہے تو اچھا ہی ہے کہ علیحدگی ہو جائے۔“

”اف میرے خدا! یہ تو ایسی احمقانہ بات ہو گی!“ آنا نے کہا اور اپنے دل کے خیالات کو انہوں نے الفاظ میں ادا کئے جاتے جاتے پھر طمانیت کی گہری سرفی ان کے چہرے پر نمودار ہو گئی۔ ”تو بچوں اب میں جا رہی ہوں“ کیٹی کو اپنا دشمن بنا کر جن سے مجھے اتنی محبت ہو گئی تھی۔ ہائے! وہ کتنی پیاری ہیں! لیکن ڈالی تم اس معاملے کو سلجھا دینا؟“

ڈالی نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی۔ وہ آنا سے محبت کرتی تھیں لیکن انہیں یہ دیکھ کر اچھا لگا کہ آنا میں بھی کمزوری ہے۔

”دشمن؟ یہ نہیں ہو سکتا۔“

”میری اتنی خواہش ہے کہ تم لوگ مجھ سے محبت کر دیکھو میں تم سے کرتی ہوں۔ اور اب میں تم لوگوں سے اور زیادہ محبت کرتی ہوں“ آنا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ ”اف“ آج میں کس قدر بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہوں!“

انہوں نے رومال سے اپنا منہ پرچھا اور کپڑے بدل لئے گئیں۔

ان کی روانگی سے بس ذرا دیر پہلے اتنی ہی بان ارکاڈ کھینچنے ”ان کا چہرہ سرخ اور پر مسرت تھا اور ان کے منہ سے شراب اور سگار کی مٹک آ رہی تھی۔

آنا کے شدید جذبات نے ڈالی کو بھی متاثر کر دیا تھا اور انہوں نے آخری بار نڈ کو گلے لگا لیا تو سرگوشی میں کہا:

”آنا یاد رکھنا کہ تم نے میرے لئے جو کیا ہے اسے میں کبھی نہ بھولوں گی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ میں تم سے بہترین دوست کی طرح محبت کرتی ہوں اور ہمیشہ تم سے محبت کروں گی!“

آنا نے انہیں پیار کرتے اور اپنے آنسوؤں کو چھپاتے ہوئے کہا ”لیکن میری کچھ میں نہیں آتا کہ کیوں؟“

”تم مجھے سمجھتی تھیں اور اب بھی سمجھتی ہو۔ الوداع، میری جان!“

29

آنا ارکاڈ کا عجیبہ بھائی سے آخری بار رخصت ہو چکی تھیں جو تیری گھنٹی تک دروازے پر کڑے تھے تو پہلا خیال جو ان کے ذہن میں آیا وہ تھا۔ ”تو... سب ختم ہو گیا، شکر ہے خدا کا!“ وہ اپنی خامد آنسوؤں کا پاس



صوفے پر بیٹھ گئیں اور وحندلی روشنی میں سلیپنگ کار کے اس کنارے پر نظر ڈالی۔ ”شکر ہے خدا کا کل سر و ڈا اور“ لکھتی اگلسا ر دو بیچ کو دیکھوں گی اور پھر میری اچھی اور مانوس زندگی اپنے پرانے ڈھربے پر چل پڑے گی۔“

جس طرح وہ پرانے دن فکر مند رہی تھیں اسی حالت میں آنا نے بڑی طہانیت کے ساتھ اور سوچ سوچ کر راستے کے لئے سب ٹھیک ٹھاک کرنا شروع کر دیا۔ اپنے چھوٹے چھوٹے سکھاتھوں سے انہوں نے چھوٹا لال بیگ کھولا اور بند کیا ”چھوٹا سا بیکہ نکال کر اپنے گھٹنوں پر رکھا، ٹھیک سے اپنی ٹانگوں کو ڈھانپا اور اطمینان سے بیٹھ گئیں۔ ایک بیمار خاتون سونے کے لئے لیٹ چکی تھیں۔ دو اور خواتین ان سے باتیں کرتے لگیں اور ایک موٹی خاتون نے پاؤں کو ڈھانپتے ہوئے گاڑی کو گرم رکھنے کے نظام پر تبصرہ کیا۔ آنا نے چند لفظوں میں خواتین کو جواب دیا لیکن انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ بات چیت سے انہیں کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ انہوں نے آنسو ٹھکا سے لیپ حاصل کرنے کے لئے کہا اور جب وہ آیا تو اسے انہوں نے آرام کر سکی کے دستے سے ٹانگ کر اپنے بیک سے ایک کانڈ تراش اور انگریزی کا ایک ناول نکالا۔ شروع میں تو ان سے بڑھانیں گیا۔ پہلے تو لوگوں کی آواز جانی تھی مگر اب وہی چل پڑی تو کان اس کے شرکی طرف لگ جاتے تھے۔ اس کے بعد ہائیں کھڑی پر برف کرنے کی آواز ”اوڑھے لیپے کنڈ کنڈ کے گزرنے کی آہٹ جس کا ایک پلوورف سے ڈھکا ہوا تھا“ اور پھر یہ بات چیت ان کا حیران بناتی رہی کہ اب کتنا بیکہ برقی طوفان آرہا ہے۔ آگے بھی سب کچھ ایسا ہی رہا ”وہی جھنگے اور چٹکولے“ کھڑکی پر دوسری برف ”ویسے ہی بھی بھاپ کی گرمی کے بعد اچانک ٹھنڈک اور بھی پھر گرمی“ نیم دھندلگے میں انہیں چروں کی اچانک جھلک اور دوسری آوازیں۔ اس سب کی عادی ہو کر آنا پڑھنے لگیں اور جو کچھ پڑھ رہی تھیں وہ ان کی سمجھ میں آنے لگا۔ آنسو ٹھکا اٹھ رہی تھی۔ وہ دستانے پٹنے اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے بیک کو گھٹنوں پر دبائے ہوئے تھی۔ ان دستانوں میں سے ایک پٹنا ہوا تھا۔ آنا ارکاڈیو پڑھ رہی تھیں اور سمجھ رہی تھیں لیکن انہیں بڑھاپائی دوسرے لوگوں کی زندگی کی عکاسی پر اپنی نظر اور توجہ مرکوز رکھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ خود اپنی زندگی جینے کی بہت خواہش مند تھیں۔ اگر وہ پڑھتیں کہ کیسے ناول کی ہیروئن نے ایک بیمار شخص کی تیار داری کی تو ان کا پیچھا وہ بالکل دسے پاؤں تیار کے کمرے میں داخل ہو جائیں۔ اگر وہ پڑھتیں کہ پارلیمنٹ کے ممبر نے کس طرح تقریر کی تو ان کا بھی پیچھا تھا کہ وہ یہ تقریر کریں۔ اگر وہ پڑھتیں کہ لیڈی میری کیسے سواری کرتی تھیں اور اپنی بھانج کو چھینتی تھیں اور سب کو اپنی جرات سے حیرت میں ڈال دیتی تھیں تو ان کا پیچھا تھا کہ وہ خود بھی یہی سب کریں۔ لیکن کیا تو کچھ بھی نہ جاسکتا تھا اور وہ اپنے چھوٹے ہاتھ میں کانڈ تراش کو اٹھاتی پٹتی اور کھاتی رہیں اور پڑھنے کی کوشش کرتی رہیں۔

ناول کے ہیروئن نے انگریزوں کے تصور کے مطابق اپنی خوشی ”میرن کا خطاب اور تعلقہ“ حاصل کرنا شروع کر دیا تھا اور آنا کا پیچھا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس جھگڑے پر جائیں۔ لیکن اچانک انہیں لگا کہ ہیرو کو شرم آتی ہوگی اور خود انہیں بھی شرم آنے لگی۔ لیکن اسے کس بات پر شرم آتی چاہئے؟ ”مجھے کس بات کی شرم؟“ انہوں نے برامان کر حیرت کے ساتھ خود سے سوال کیا۔ انہوں نے کتاب رکھ کر آرام کر سکی کی پشت پر ٹیک لگالی اور کانڈ تراش کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ شربانے کی کوئی بات نہیں تھی۔ انہوں نے ماسکو کی اپنی ساری یادوں کا جائزہ لیا۔ ساری یادیں اچھی اور خوشگوار تھیں۔ انہوں نے پال کو یاد کیا ”وہ دھکی کو یاد کیا اور اس کے محبت میں جلتا پر ستارہ نہ چہرے کو اور اس کے ساتھ اپنے سارے برتاؤ کو یاد کیا۔ شرم کی تو کوئی بات نہ تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یادوں کے اسی مقام پر شرم کا احساس قوی تر ہو گیا اور جب وہ رو دھکی کے بارے میں یاد کر رہی تھیں جیسی کسی اندرونی آواز نے ان سے کہا: ”مگر گرم بہت گرم“ دھکی ہوا“ (43)۔ انہوں نے اپنے دل میں پر عزم انداز میں کہا ”تو پھر؟“ اور آرام کر سکی پر سیدی ہو کر بیٹھ گئیں۔ ”تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا میں اس واقعہ کو براہ راست دیکھنے سے ڈرتی ہوں؟ تو پھر کیا؟ کیا میرے اور اس افسر کے درمیان کوئی اور تعلق ہے یا ہو سکتا ہے سوائے اس کے جو کسی بھی واقف کار سے ہو سکتا ہے؟“ وہ عمارت کے ساتھ مسکرائیں اور انہوں نے پھر کتاب اٹھالی لیکن اب وہ جو کچھ پڑھ رہی تھیں اسے بالکل نہیں سمجھ رہی تھیں۔ کانڈ تراش کو انہوں نے کھڑکی کے شیشے پر بھیرا اور اس کی پگنی اور ٹھنڈی سطح سے اپنا کال لگا دیا اور خوشی سے اس طرح فہمیں کہ آواز میں سنائی دیتے دیتے رہی مگر بغیر کسی وجہ کے ان کا پیچھا کچھ خوش ہو گیا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کے اعصاب ساز کے تاروں کی طرح کسی کھونٹی کے گرد پلٹ کر نہتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کی آنکھیں کھلتی اور بڑی ہوتی جا رہی ہیں مگر ہاتھوں اور پاؤں کی اگلیاں پہلائی انداز میں حرکت کر رہی ہیں مگر سینے میں کوئی چیز ان کی سانسوں کو کھونٹ رہی ہے۔ اور اس حیران نیم دھندلگے میں ساری شکلیں اور آوازیں انہیں غیر معمولی وضاحت کے ساتھ حیران کر رہی ہیں۔ ان پر بار بار یہ شک طاری ہو رہا ہے کہ ریل گاڑی کا ڈبہ آگے جا رہا ہے یا پیچھے یا بالکل ہی ٹھہرا ہوا ہے۔ ان کے پاس آنسو ٹھکا ہے یا کوئی انہیں؟ ”وہ گرمی کے پتے پر کیا ہے“ ”سور ہے یا کوئی جھنگی جانور؟“ اور میں خود ہوں یا نہیں؟ میں خود ہوں یا کوئی اور؟“ انہیں اس خود فراموشی کی حالت میں پہنچ جانے سے ڈر لگا۔ لیکن کوئی چیز انہیں اس کی طرف کھینچ رہی تھی اور وہ اپنی مرضی کے مطابق خود کو اس کے حوالے بھی کر سکتی تھیں اور اس کی مزاحمت بھی کر سکتی تھیں۔ وہ خود کو حواس میں لانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں، ”انہوں نے کپل ہٹا دیا اور اپنے گرم لباس کا لبادہ اتار دیا۔ ایک منٹ کے لئے وہ اپنے حواس میں آگئیں اور سمجھ گئیں کہ جو دہلا پٹلا کسان مونے سوئی پٹنے کا کوٹ پٹنے ہوئے وہاں سے گزر رہا تھا اور جس کے کوٹ کا ایک بٹن غائب تھا وہ اسٹور تھا مگر اس نے قہر مینز کو ایک نظر دیکھا کہ اس کے پیچھے پیچھے دروازے میں سے برف اور ہوا کا ایک جھلکا آیا، لیکن بعد کو سب گنڈ ہو گیا۔ اس کسان نے جس کی کمریڑی لمبی تھی ”دو ار پر کچھ کھڑا شروع کر دیا ہے“ ”یو حیا نے اپنی ٹانگیں کیا رٹھٹ کی پوری لمبائی میں پھیلائی ہیں اور کیا رٹھٹ کو سیاہ بادل سے بھر دیا ہے۔ پھر ایک بھیا نک سی چیخ سنائی دی اور کھٹ کھٹ ہوئی جیسے کسی کو بھڑا اور کاٹا جا رہا ہو۔ اس کے بعد سرخ آگ نے آنکھوں کو چکا چوند کر دیا اور پھر ہر چیز جیسے کسی دیوار کی آؤٹیں چلی گئی۔ آنا کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی گرائی میں گرتی جا رہی ہوں۔ لیکن یہ سب ڈراؤنٹ نہیں بلکہ سرت بخش تھا۔ ان کے کان کے پاس ہی کسی لپٹے لپٹانے اور برف سے ڈھکے ہوئے شخص کی آواز نے کچھ چلا کر کہا۔ وہ کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے حواس درست کئے۔ وہ سمجھ گئیں کہ ریل گاڑی کسی اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے اور یہ چلانے والا شخص کنڈ کنڈ تھا۔ انہوں نے آنسو ٹھکا سے کہا کہ وہ ان کا گرم لبادہ اور شال دے دے، ”انہیں پتا اور دروازے کی طرف چلیں۔

”کیا یاہر جانا چاہتی ہیں؟“ آنسو ٹھکا نے پوچھا۔

”ہاں“ تازہ ہوا میں سانس لینے کو پیچھا تھا۔ ”ہاں بڑی گرمی ہے۔“

اور انہوں نے دروازہ کھولا۔ ہوا اور برف کے جھگڑوں نے ٹیک کر ان کا سنا کیا اور ان سے جھگڑا کرنے لگے کہ وہ اندر آئیں گے یا یہ باہر جائیں گی۔ اور یہ بات انہیں بڑی خوش گوار لگی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل



آئیں۔ ہوا جیسے انہیں کے انتظار میں تھی اس نے خوشی سے بیٹیاں بچائیں اور چاہا کہ انہیں پکڑ کر اٹھا لے جائے لیکن وہ دروازے کے ٹھنڈے پنڈل کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے لباس کو سنبھالے ہوئے پیٹ فارم پر اتر آئیں اور ڈبے کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ ریل گاڑی کے زیلوں پر ہوا تیز تھی لیکن ڈبے کی اوٹ ہونے کی وجہ سے پیٹ فارم پر سکون تھا۔ بڑی خوشی کے ساتھ انہوں نے اپنا سینہ برف میں لگی پالے کی ماری ہوا سے بھر لیا اور ڈبے کے پاس کھڑے کھڑے پیٹ فارم کو اور روشنی میں صاف نظر آتے ہوئے اسٹیشن کو دیکھنے لگیں۔

## 30

ریل گاڑی کے زیلوں کے پیسوں کے درمیان اور اسٹیشن کے کونے پر کے کھبوں سے بھیاک طوقان چنگھا ڈرہا تھا اور بیٹیاں بچا رہا تھا۔ ڈبے کے کھبے ٹوگ اور جو کچھ بھی نظر آ رہا تھا وہ سب ایک طرف سے برف سے ڈھکا تھا جو دینے سے دینے تر ہوئی جا رہی تھی۔ لمبے بھر کے لئے طوقان کا زور ڈرام ہو گیا لیکن پھر اتنے زوروں کے جھڑپنے کے لگتا تھا ان کے سامنے ٹکنا ناممکن ہے۔ لیکن کچھ لوگ دوڑتے ہوئے خوش خوش ہاتھیں کرتے "پیٹ فارم کے پڑوں کو چڑھتے ہوئے اور بڑے بڑے دروازوں کو مسلسل کھولتے اور بند کرتے ہوئے ۲۴ گھنٹہ جاری رہے۔ آنا کے قدموں کے پاس سے کسی جگہ سے کسی جگہ سے بھری ہوئی آواز آئی "لاؤ وہ مار دیا" پھر مختلف آوازیں چلیں "ادھر آئیے مریاں کر کے" "نمبر ۲۸ میں ۱" اور برف سے ڈھکے ہوئے کارکن دوڑ پڑے۔ آنا کے پاس سے کوئی دو صاحبان گزرے جن کے منہ میں سکتے ہوئے پاپیروس لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک بار اور کمری سانس لی تاکہ اچھی طرح تازہ دم ہو سکیں اور سمور کے منہ سے ہاتھ باہر نکال لیا کہ دروازے کے دستے کو پکڑ کر پیٹ فارم میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اتنے ہی میں ایک شخص فحشی اور کوٹ پہنے ہوئے بالکل ان کے پاس آیا اور اس نے لیپ کی ٹمٹائی ہوئی روشنی کو اپنی اوٹ میں لے لیا۔ انہوں نے اس پر نظر ڈالی اور فوراً ہی بروہی کی صورت پہچانی۔ اس نے اپنی ٹوپی کے پیچھے کو ہاتھ لگاتے ہوئے جھک کر تعظیم کی اور پوچھا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے کیا وہ کوئی خدمت کر سکتا ہے؟ انہوں نے کافی دیر تک کچھ جواب دیئے بغیر اسے غور سے دیکھا اور باوجود اس کے کہ اس پر روشنی میں پڑی تھی اس کے چہرے اور آنکھوں کے تاثر کو دیکھ لیا انہیں لگا کہ دیکھ لیا۔ یہ پھر احترام آمیز حسین کاوی اعتماد تھا جس سے کل وہ اس قدر متاثر ہوئی تھیں۔ پچھلے دنوں میں انہوں نے جانے کتنی بار "اور ابھی ابھی زرا در پیلے" اپنے آپ سے کہا تھا کہ بروہی ان کے لئے ٹیکڈوں کیساں اور ہر جگہ ٹپنے والے نوجوانوں میں سے ایک ہے مگر وہ اس کے بارے میں کبھی سوچنے کی بھی روادار نہ ہوئی۔ لیکن اب اس سے ملاقات ہونے کے پیلے ہی لمبے میں ان پر برسرِ فقر کا احساس طاری ہو گیا۔ انہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ یہاں کیوں تھا۔ وہ اتنے ہی یقین کے ساتھ جانتی تھیں جیسے اس نے خود ان سے کہا ہو کہ یہاں وہ اس لئے ہے کہ وہیں رہے جہاں وہ ہیں۔

"میں نہیں جانتی تھی کہ آپ بھی چل رہے ہیں۔ آپ کس لئے جا رہے ہیں؟" انہوں نے اپنے ہاتھ کو جس سے وہ دروازے کے دستے کو پکڑے تھیں اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور ان کے چہرے پر ضبط نہ کی جاسکتے والی خوشی اور جیلا پن چمک اٹھا۔

"میں کیوں چل رہا ہوں؟" اس نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے دوہرایا۔ "آپ جانتی ہیں

میں اس لئے چل رہا ہوں کہ وہیں رہوں جہاں آپ ہوں" اس نے کہا۔ "اس کے علاوہ کچھ اور میں کری نہیں سکتا۔"

اسی وقت ہوانے جیسے کسی رکاوٹ کو پار کر کے ڈبے کی چھت پر سے برف اڑادی اور لوہے کی ایک ادھڑی ہوئی چادر کو کھینچ لیا۔ اور سامنے ریل گاڑی کے انجن نے ردھائی اور اس سی گھٹی ہوئی سنی بھائی۔ برفانی طوفان کا سارا بھیاک بن اپ آنا کو اور بھی خراب صورت لگ رہا تھا۔ بروہی نے وہی کہا تھا جو ان کی دلی آرزو تھی لیکن جس سے ان کی مشکل سلیم انہیں ڈرا رہی تھی۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ان کے چہرے پر اسے ہر دو دھند کے آثار نظر آئے۔

"میں نے جو کچھ کہا اگر وہ آپ کو ناگوار مگر راہ تو مجھے معاف کر دیجئے" اس نے شائستگی سے کہا۔ اس نے بڑے اخلاق اور احترام کے ساتھ لیکن اتنے قلعی اور ناکیدی انداز میں کہا کہ وہ بہت دیر تک جواب نہ دے سکیں۔

"آپ جو کہہ رہے ہیں یہ بری بات ہے اور میں آپ سے استدعا کرتی ہوں کہ اگر آپ اچھے انسان ہیں تو آپ نے جو کچھ کہا ہے اسے بھول جائیے جیسے کہ میں بھول جاؤں گی" آخر کار انہوں نے کہا۔ "آپ کا کہا ہوا ایک لفظ بھی، آپ کی کوئی نقل و حرکت تک میں کبھی نہیں بھولوں گا اور بھول سکتا ہی نہیں۔"

"بس بچکے بس بچکے" انہوں نے چیخ کر کہا اور اپنے چہرے پر تندی کے آثار مزید اکرنے کی بیکار کوشش کی جس پر وہ اپنی تڑپتی ہوئی نگاہیں گھومتے تھا۔ اور دروازے کے ٹھنڈے پنڈل کو پکڑ کر وہ زیلوں پر چڑھیں اور جلدی سے ریل گاڑی کی راہ داری میں چلی گئیں۔ لیکن اس تک راہ داری میں وہ گھر گئیں اور جو کچھ ہوا تھا اس کا تصور کرنے لگیں۔ انہیں اپنے الفاظ یاد آئے نہ اس کے لیکن احساسات سے وہ کچھ گھٹیں کہ اس ایک منٹ کی بات چیت نے انہیں ایک دوسرے سے خوفناک حد تک قریب کر دیا ہے اور اس سے انہیں بڑھتی لگا اور خوشی بھی ہوئی۔ چند سیکنڈ رک کر وہ کپار ٹسٹ میں داخل ہو گئیں اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں۔ وہ سمور کن ٹاؤں بھری حالت میں جو شروع میں انہیں انت دے رہی تھی نہ صرف یہ کہ بھر سے پیدا ہو گئی بلکہ زیادہ شدید ہو کر اس حد تک پہنچ گئی کہ انہیں ڈر لگنے لگا کہ کسی بھی وقت ان کے اندر کوئی بہت زیادہ تپتی ہوئی چیز ٹوٹ جائے گی۔ وہ ساری رات میں سوئیں۔ لیکن اس ٹاؤں میں یا ان تصورات میں جو ان کے تخیل پر چھائے ہوئے تھے کوئی اور اس یا ناخوشگوار بات نہ تھی۔ اس کے برعکس کوئی چیز برسرِ تپتی ہوئی اور اس کے والی تھی۔ صبح کے قریب آنا آرام کر رہی پر پیٹھے ہی پیٹھے اٹھ گئیں اور جب ان کی آنکھ کھلی تو جالاہو چکا تھا اور ریل گاڑی بنیٹس برگ کے قریب پہنچ رہی تھی۔ فوراً ہی گھر، شوہر اور بیٹے کے بارے میں خیالات اور آئے والے دن کی ٹھنڈوں نے انہیں اپنی لیٹ میں لے لیا۔

بنیٹس برگ میں ریل گاڑی رکی تھی اور وہ باہر نکلی تھی جس کے سب سے پہلے جس چہرے نے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا وہ ان کے شوہر کا تھا۔ "اف میرے خدا! ان کے کان کیوں ایسے ہو گئے ہیں؟" آنا نے شوہر کے سر اور ممتاز ڈبل ڈبل کو اور اب انہیں خاص طور سے حیرت زدہ کر دینے والے کانوں کو دیکھتے ہوئے سوچا جو ان کی گول بیٹھ کی مگرے پر چھو رہے تھے۔ آنا کو دیکھ کر وہ ان کی طرف ہلے کو بڑھے اور ان کے ہونٹوں پر عادت کے مطابق مذاق اڑانے والی مسکراہٹ نمودار ہو گئی اور انہوں نے بڑی بڑی ہنسی آنکھوں سے آنا کو دیکھا۔



صورت حال کا تصور کرنا رہا جس میں اس نے انہیں دیکھا تھا ان کی ساری باتوں کو یاد کرنا رہا۔ اور اس کے تصور میں امکانی مستقبل کی تصویریں بنتی رہیں جن سے دل کی حرکت جیسے رک رک سی جاتی تھی۔

بٹنرس برگ میں جب وہ اپنے ڈبے سے نکلا تو بے خواب رات کے بعد بھی وہ خود کو چاق و چوبند اور تازہ دم محسوس کر رہا تھا جیسے ٹھنڈے پانی سے نہا کر آیا ہو۔ وہ اپنے ڈبے کے پاس کھڑا آٹنا کے ٹکٹے کا انتظار کر رہا۔ اس نے غیر ارادی طور پر مسکراتے ہوئے دل میں کہا "ایک بار اور دیکھ لوں گا ان کی چال" ان کا چہرہ دیکھ لوں گا شاید کچھ کہیں "سر کو جنبش دیں" دیکھیں "مسکرائیں۔" لیکن انہیں دیکھنے سے پہلے اس نے ان کے شوہر کو دیکھا جنہیں اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ بڑے احرام کے ساتھ بھیڑ میں سے لارہا تھا۔ "ارے ہاں شوہر!" اس وقت پہلی بار صاف صاف دروہکی کی سمجھ میں آیا کہ ان کی شخصیت سے شوہر بھی وابستہ تھا۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہیں لیکن اسے شوہر کے وجود کا یقین نہیں تھا اور پوری طرح یقین اسی وقت آیا جب اس نے انہیں ان کے سر ہندھوں اور سیاہ چٹونوں سے ڈھکی ہوئی ٹانگوں کو دیکھا۔ اور خاص طور سے جب اس نے دیکھا کہ کیسے اس شوہر نے اپنی ملکیت سمجھ کر سکون کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

الکسانڈر روڈیج کو ان کے بٹنرس برگ والے تازہ دم چہرے اور پوری طرح سے خود اعتماد چال ڈھال گول ہیٹ اور ذرا سی ابھری ہوئی پینے سمیت دیکھ کر اسے ان کے وجود کا یقین ہو گیا اور اسی طرح کا نگوار احساس ہوا جو اس شخص کو ہو سکتا ہے جو بیاس کی انست میں جھلا ایک چشمے تک پہنچے اور اس میں کسی کتے بھیڑیا سو کر دیکھے جو اس میں پانی پی رہا ہو اور اسے گندہ بھی کر رہا ہو۔ دروہکی کو سب سے بری لگی الکسانڈر روڈیج کی چال "جو پورے کوہلوں کو اور شش پاؤں کو کھما کر چلتے تھے۔ وہ آٹنا سے پیار کرنے کا حق صرف اپنے لئے مخصوص سمجھتا تھا۔ لیکن آٹنا بالکل ویسی ہی تھیں اور ان کی صورت اس پر اسی طرح مڑاؤ انداز ہو رہی تھی، جسمانی طور پر اس میں جان ڈال رہی تھی، اس کا یہی تھی اور اس کی روح کو خوشی سے معمور کر رہی تھی۔ اس نے اپنے جرمین ملازم کو جو دوسرے درجے میں سے دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا تھا سامان لے کر چلنے کا حکم دیا اور خود آٹنا کی طرف چلا۔ اس نے شوہر اور بیوی کی پہلی ملاقات کو دیکھا اور اس نے محبت کرنے والوں کی کتہ رس نگاہ سے اس بھلی سی جھمک کو دیکھا جس سے آٹنا نے شوہر سے باتیں کیں۔ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا "میں وہ شوہر سے محبت نہیں کرتیں اور کر بھی نہیں سکتیں۔"

جب وہ پیچھے پیچھے آٹنا راکنڈو کے قریب پہنچ رہا تھا بھی اس نے خوشی کے ساتھ دیکھ لیا تھا کہ وہ اس کے قریب تر آتے جانے کو محسوس کر رہی ہیں اور انہوں نے مرکز اس کی طرف دیکھا تھا اور اسے پہچان کر پھر شوہر سے مخاطب ہو گئی تھیں۔

"آپ نے رات اچھی طرح تو سبر کی نہ؟" اس نے آٹنا اور ان کے شوہر کے سامنے تعظیم کرتے ہوئے پوچھا اور یہ الکسانڈر روڈیج پر چھوڑ دیا کہ ان کا بھی چاہے تو اس تعظیم کو اپنے لئے بھی قبول کر لیں اور اسے پہچان لیں یا نہ پہچانیں۔

"شکریہ آپ کا بہت اچھی طرح" آٹنا نے جواب دیا۔

ان کا چہرہ تھا ہوا لگ رہا تھا اور اس پر زندہ دلی کا وہ کرشمہ نہ تھا جو کبھی مسکراہٹ میں جھلکتا تھا تو کبھی آنکھوں میں۔ لیکن جب انہوں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو ایک لمحے کے لئے ان کی آنکھوں میں ایک چمک سی آگئی اور وہ اسی ایک لمحے سے خوش ہو گیا یا وجود اس کے کہ یہ چمک فوراً ہی غائب ہو گئی۔ انہوں نے یہ معلوم

جب ان کی ایک ٹک اور جھکی ہوئی آنکھوں سے آٹنا کی آنکھیں چار ہونے تو ان کے دل کو ایک ناخوشگوار سے احساس نے دوغ لیا جیسے وہ انہیں کسی اور طرح دیکھنے کی توقع کر رہی ہوں۔ اپنے شوہر سے ملاقات ہونے پر آٹنا نے خاص طور پر جو بے اطمینانی محسوس کی تھی اس پر وہ خود حیرت زدہ رہ گئیں۔ یہ احساس بہت پرانا اور جانا پہچانا تھا کچھ دکھاوے اور بناوٹ کی اس حالت سے ملتا جلتا ہوا جو وہ شوہر کے ساتھ اپنے تعلقات میں محسوس کرتی تھیں۔ لیکن پہلے انہوں نے اس احساس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تھا اور اب وہ اسے صاف صاف اور ایک درد کے ساتھ تسلیم کر رہی تھیں۔

"جیسے کہ تم دیکھ رہی ہو تمہارا مجبی شوہر ۱۶ مجبی جیسے ابھی شادی کا دسرا ہی سال ہو، جیسے دیکھنے کے لئے تڑپ رہا تھا" انہوں نے اپنی ہمصری ہمصری مین آواز اور اس لمحے میں کہا جو وہ آٹنا سے باتیں کرنے میں تقریباً بیست استعمال کرتے تھے "جو ان لوگوں کا مذاق اڑانے کا لہجہ تھا جو بچ اس طرح کی باتیں کرتے تھے۔"

"سر پوٹا ٹھیک ہے؟" آٹنا نے کہا۔

"اور یہی ہے سارا انعام" وہ بولے۔ "میرے جوش و خروش کا؟ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔"

### 31

دروہکی نے ساری رات سونے کی کوشش بھی نہ کی تھی۔ وہ اپنی آرام کرسی پر بیٹھا کبھی اپنے سامنے دیکھتا، کبھی آنے جانے والوں کو۔ اور اگر پہلے اس کے غیر حوصلہ سکون سے ناشائستہ لوگوں کو حیرت اور پریشانی سی ہوتی تھی تو اب وہ اور بھی زیادہ مغرور اور مطمئن لگ رہا تھا۔ وہ لوگوں کو اس طرح دیکھتا تھا جیسے وہ چہرے ہوں۔ اس طرح دیکھنے کی وجہ سے سامنے بیٹھا ہوا ایک اعصاب زدہ فوجوان "جو علاقائی عدالت میں ملازم تھا" اس سے نفرت کرنے لگا۔ اس فوجوان نے اس سے سگریٹ سلگانے کے لئے دیا ملائی مافی "اس سے دو چار باتیں کہیں بلکہ اس کو شوہر کے بھی لگائے تاکہ اسے محسوس کرادے کہ وہ چہرے نہیں انسان ہے لیکن دروہکی اسے ویسے ہی دیکھتا رہا جیسے لپ کو" اور فوجوان یہ محسوس کر کے کہ اس طرح اپنے انسان نہ تسلیم کئے جانے کے دباؤ کے تحت کہیں وہ اپنی خود اداری نہ کھو بیٹھے، منہ ہٹانے لگا۔ اور اس لئے وہ بھی سو نہیں سکا۔

دروہکی نے کچھ دیکھ رہا تھا نہ کسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خود کو بادشاہ محسوس کر رہا تھا اس لئے نہیں کہ اسے یقین تھا کہ اس نے آٹنا کو مٹا کر ڈبیا ہے "اسے ابھی اس کا یقین بھی نہیں تھا" بلکہ اس لئے کہ آٹنا کا جو تاثر اس پر ہوا تھا اس سے وہ خوشی اور فخر محسوس کر رہا تھا۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس سب سے نتیجہ کیا نکلے گا اور اس کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی اب تک کی ساری سلب شدہ اور بکھری ہوئی قوتیں یکجا ہو گئی تھیں اور شدید توانائی کے ساتھ ایک ہی انتہائی مبارک نصب العین پر مرکوز ہو رہی تھیں۔ اور اس سے وہ خوش تھا وہ صرف یہ جانتا تھا کہ اس نے آٹنا سے سچ بات کہی تھی مگر وہ بھی وہیں جا رہا تھا جہاں وہ ہوں مگر اب زندگی کی ساری خوشی زندگی کے واحد معنی اس کے لئے صرف اس میں تھے کہ وہ آٹنا کو دیکھے اور ان کی باتیں سنے۔ اور جب وہ بلوگووا میں اس لئے اترا تھا کہ سیلٹر کا معدنی پانی پی لے اور اس نے آٹنا کو دیکھا تو غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے جو پہلی بات نکل رہی تھی جسے وہ سوچ رہا تھا۔ اور وہ خوش تھا کہ اس نے ان سے یہ کہہ دیا کہ اب وہ اس بات کو جانتی ہیں اور اس کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔ وہ رات بھر نہیں سویا۔ اپنے ڈبے میں وہیں آکر وہ برائے اس پوری



بکھی میں لے جائے گا اور میں سمیٹی میں جا رہا ہوں۔ اب پھر اکیلے کھانا نہیں کھانا پڑے گا۔" اگستینی  
الکساندر روڈیج نے مزید کہا اور اب ان کا لہجہ مذاقہ نہیں تھا۔ "جسیں یقین نہیں آئے گا کہ میں تمہارا اکتا عادی  
ہو گیا ہوں۔"

اور دیر تک ان کا ہاتھ لے کر دہاتے رہنے کے بعد انہوں نے خاص مسکراہٹ کے ساتھ انہیں بکھی میں  
بخاریا۔

### 32

گھر میں سب سے پہلے جس نے آنا کا استقبال کیا وہ ان کا بیٹا تھا۔ وہ گورنس کے چپنے کے باوجود میڑھیوں پر  
سے دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا اور انتہائی خوشی کے ساتھ چلایا "ماما! ماما! دوڑاں کے پاس آکر وہ ان کی گردن  
سے لٹک گیا۔

اس نے گورنس سے پکار کر کہا "میں نے آپ سے کہا تھا کہ ماما ہیں انہیں جان گیا تھا!"  
اور شوہر کی طرح بیٹے نے بھی آنا میں ایک ایسا احساس پیدا کیا جو خوش فہمی کے دور ہو جانے سے ملتا جلتا  
تھا۔ وہ اس کا تصور اس سے بہتر کرتی تھیں جتنا وہ حقیقت میں تھا۔ انہیں حقیقت کی دنیا میں اتنا زیادہ آگاہ وہ جیسا  
تھا ویسے ہی اس سے خوشی حاصل کریں۔ اور جیسا وہ تھا ویسا بھی بہت دکھل تھا۔ بچے سترے رنگ کے  
تھکھکھانے والے، نیلے آنکھیں اور بھری بھری سفید ٹانگیں، کسی ہوئی اور اچھی طرح چمچی ہوئی جراثیم۔ آنا  
نے اس کی قربت اور شفقت سے تقریباً جسمانی حد محسوس کیا اور جب اس کی سادہ دل پر اعتماد اور محبت بھری  
نظرس دیکھیں اور اس کے بھولے بھالے سوالات سننے تو انہیں اخلاقی سکون حاصل ہوا۔ آنا نے وہ تجھے  
ٹکالے جو ذالی کے بچوں نے اس کے لئے پیسے تھے اور بیٹے کو بتایا کہ ماسکوں میں ایک لڑکی ہے تانیا اور یہ تانیا پڑھ  
سکتی ہے بلکہ دوسرے بچوں کو بھی پڑھا سکتی ہے۔

"تو کیا میں اس سے برا ہوں؟" سر پوٹالے پوچھا۔

"میرے لئے تو تم دنیا میں سب سے اچھے ہو۔"

"میں جانتا ہوں" سر پوٹالے مسکراتے ہوئے کہا۔

آنا ابھی کافی بھی نہ بڑی پائی تھیں کہ کاؤش لیدیا ایو انوٹا کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ نکلے ہوئے قد اور  
بھرے جسم کی خاتون تھیں، ان کے چہرے پر مریضانہ زردی چھائی رہتی تھی اور ان کی خوبصورت کالی آنکھیں ہر  
وقت فکر مند رہتی تھیں۔ آنا ان کو پسند کرتی تھیں لیکن آج انہوں نے جیسے پہلی بار انہیں ان کی ساری  
کو تابیوں سے دیکھا۔

"کو" میری دوست ہو گیا ہوا، زخون کی شاخ (44) لے کر گئیں تم؟" کاؤش لیدیا ایو انوٹا نے کمرے میں  
داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"ہاں وہ سب ختم ہو گیا اور وہ سب اتنا اہم بھی نہ تھا جتنا ہم سمجھتے تھے" آنا نے جواب دیا۔ "ویسے بھی  
میری خواہر جیتی ذرا زیادہ ہی دو ٹوک فیصلے کرتی ہیں۔"

لیکن کاؤش لیدیا ایو انوٹا کو ہر اس چیز سے دلچسپی تھی جس سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو اور ان میں یہ  
عادہ تھی کہ جس چیز سے انہیں دلچسپی ہو اسے نہ سنیں۔ انہوں نے آنا کی بات کاٹ دی۔

کرنے کے لئے شوہر کی طرف دیکھا کہ وہ درویشی کو جانتے ہیں یا نہیں۔ اگستینی الکساندر روڈیج نے بار بار انہیں  
سے درویشی کو دیکھا اور کھوئے کھوئے انداز میں یاد کرنے لگے کہ یہ کون ہے۔ اس وقت درویشی کا سکون اور خود  
اعتمادی اگستینی الکساندر روڈیج کی سرد خوراحادی سے یوں گرائی جیسے درانی چتر سے گرا جائے۔  
"کاؤش روڈیج" آنا نے کہا۔

"ارے الگ ہے ہم مل چکے ہیں" اگستینی الکساندر روڈیج نے بے نیازی سے ہاتھ بیڑھا دیے ہوئے کہا اور  
پھر فہر فہر کر بولے، جیسے ایک ایک روٹل کا ہر لفظ بھی مفت دے رہے ہوں۔ "گئیں ہاں کے ساتھ اور لوٹیں بیٹے  
کے ساتھ۔ آپ شاید چھٹی پر آئے ہیں؟" اور پھر درویشی کے جواب کا انتظار کے بغیر مذاقہ لہجے میں بیوی سے  
خاطب ہو گئے "تو پھر ماسکوں میں جدائی کے وقت سے آنا رہا ہے؟"

بیوی سے مخاطب ہو کر انہوں نے درویشی کو یہ محسوس کرایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں اکیلے چھوڑ دیا  
جائے اور اس کی طرف مڑ کر انہوں نے بیٹ کو ہاتھ لگایا۔ لیکن درویشی آنا کا روٹا سے مخاطب ہوا۔  
اس نے کہا "امید ہے کہ میں آپ کے ہاں آنے کا شرف حاصل کروں گا۔"

اگستینی الکساندر روڈیج نے بھی کھلی آنکھوں سے درویشی کو دیکھا۔

"بہت خوشی ہوگی" انہوں نے سرد مہر سے کہا "پھر کو ہم مسانوں کا غیر مقدم کرتے ہیں۔" اس کے بعد  
درویشی کو بالکل ہی نظر انداز کر کے انہوں نے بیوی سے کہا "کتنا اچھا ہوا کہ میرے پاس بس یہ آکر کھائے کا وقت  
تھا کہ تم سے مل سکوں اور تم سے اپنی چاہت کا اظہار کر سکوں" انہوں نے ویسے ہی مذاقہ لہجے میں اپنی بات  
جاری رکھی۔

"تم اپنی چاہت پر اتنا زیادہ زور دیتے ہو کہ اس کی قدر کرنا میرے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے" آنا نے اسی  
مذاقہ لہجے میں کہا اور خیر ارادی طور پر درویشی کے قدموں کی چاپ سنی جو ان لوگوں کے پیچھے ہی آ رہا تھا۔ "غیر  
مجھے اس سے کیا سروکار؟" انہوں نے دل میں سوچا اور شوہر سے پوچھنے لگیں کہ سر پوٹالے ان کے بغیر کیسے  
وقت کا۔

"ارے" بہت اچھی طرح اماریت کتنی ہیں کہ وہ بہت ہی ٹیک اور پیارا رہا اور مجھے تم کو رنجیدہ کرنا  
پڑے گا۔ جس میں اس نے یاد نہیں کیا "اس طرح نہیں جیسے کہ تمہارے شوہر نے۔ خیر تمہارا ایک پیار اور شہریہ"  
میری دوست کہ تم نے پہلے آکر آج کا دن مجھے تجھے کے طور پر دے دیا۔ ہماری پیاری سادہ رستہ ہی خوش ہو  
جائیں گی۔" (سارا وہ مشہور مصروف کاؤش لیدیا ایو انوٹا کو کہتے تھے اس لئے کہ وہ ہمیشہ اور ہر شخص کے  
بارے میں پریشان رہتی تھیں اور گرم ہوتی رہتی تھیں۔) "وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ اور سنو"  
اگر میں مشورہ دیتے کی جرأت کروں تو تم آج ان کے پاس ہو آتمیں تو اچھا رہتا۔ آخر ان کا دل تو ہر ایک کے لئے  
دکھائی رہتا ہے۔ اب وہ اپنی ساری فکر کے علاوہ ابلوکھی میاں بیوی کے درمیان ملاپ ہو جانے کے سلسلے  
میں بھی مصروف ہیں۔"

کاؤش لیدیا ایو انوٹا ان کے شوہر کی دوست اور پیٹرس برگ کے محاشرے کے اس سلسلے کی مرکز تھیں  
جس سے آنا اپنے شوہر کی بدولت وابستہ تھیں۔

"مگر میں تو انہیں لکھ چکی ہوں۔"

"پھر بھی انہیں تو تفصیلات کی ضرورت ہے۔ ہو آنا اگر تمہیں نہ ہو تو میری دوست۔ تو جیسے کوئی درانی



”ہاں دنیا میں دکھ اور بدی بہت ہے اور میں آج بہت ہی اذیت میں ہوں۔“  
 ”کیا ہوا؟“ آٹا نے سکرابٹ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

”میں سچائی کی خاطر بیکار نیزے توڑتے توڑتے اب عاجز آگئی ہوں اور کبھی کبھی میں بالکل تھک جاتی ہوں۔“ چھوٹی بیٹیں ”یہ خیر خیرات کے لئے مذہبی اور وطن دوستانہ تقسیم تھی“ کا معاملہ اچھی طرح چل رہا تھا لیکن ان صاحبان کے ساتھ کچھ بھی کرنا ممکن نہیں ہے۔“ کاؤٹس لیدیا ایو انوٹا نے مقدور کو تسلیم کرنے کے مذاق انداز میں کہا۔ ”ان لوگوں نے خیال کو بھٹایا“ اسے سچ کر دیا اور اب اسے گھٹایا پن اور پست طریقے سے بحث کرتے ہیں۔ دو تین لوگ جن میں ہمارے شوہر بھی ہیں اس کام کی ساری اہمیت کو سمجھتے ہیں، پائی لوگ تو بس حسد کرتے ہیں۔ کل مجھے پراودین نے ایک خط بھیجا تھا۔“

پراودین ملک سے باہر رہنے والے اتحاد سلائی کے ایک مشہور حامی (45) تھے۔ کاؤٹس لیدیا ایو انوٹا نے ان کے خط کا مضمون بتایا۔

اس کے بعد کاؤٹس نے کلیساؤں کے اتحاد والے معاملے کے خلاف ناپنڈیہ باتوں اور سازشوں کے بارے میں بتایا اور پھر جلدی سے چلی گئیں اس لئے کہ آج ہی انہیں ایک انجمن کے جلسے میں اور سلاف کمیٹی (46) میں بھی جانا تھا۔

”آخر یہ سب تو پہلے بھی تھا لیکن میں نے پہلے کس وجہ سے اس طرف دھیان نہیں دیا؟“ آٹا نے اپنے دل میں کہا۔ ”یادہ آج ہی بہت جھنجھلائی ہوئی ہیں، مگر واقعی ہنسی آتی ہے کہ ان کا نصب العین تو ہے نیکی کرنا، وہ بیسائی مذہب کی پیروی ہیں لیکن ہر وقت غصہ کرتی رہتی ہیں اور سب ان کے دشمن ہیں اور سارے دشمن نیکی کرنے کے اور بیسائی ہونے کے دعوے ادا ہیں۔“

کاؤٹس لیدیا ایو انوٹا کے بعد ایک اور دوست آگئیں جن کے شوہر ڈائریکٹر تھے۔ انہوں نے شہر کی ساری خبریں سنائیں۔ وہ بھی تین بچے چلی گئیں اور وعدہ کر گئیں کہ شام کے کھانے پر آئیں گی۔ اگلی سنی اگلساندروویچ وزارت میں تھے۔ کھانے کے وقت تک کے لئے آٹا اکیلی رہ گئیں تو انہوں نے اس کا یہ اشتعال نکالا کہ بیٹے کے کھانے کے وقت موجود رہیں (وہ الگ کھانا کھاتا تھا) اور اپنی چیزیں ٹھیک رہ رہیں اور ان کی عدم موجودگی میں جو رتھے اور خط میز پر جمع ہو گئے تھے ان کو بڑھیں اور جواب دیں۔

سبے وجہ شرم کا وہ احساس، جس کا تجربہ انہیں راستے میں ہوا تھا، اور پریشانی بالکل غائب ہو چکی تھی۔ زندگی کے مانوس حالات میں انہوں نے خود کو پھر سے حکم اور ناقابل فہمائش محسوس کیا۔

انہوں نے حیرت کے ساتھ اپنی کل کی حالت کو یاد کیا۔ ”ہو اکیا تھا؟ کچھ نہیں۔“ وروڈکی نے یہ وقت کی ایک بات کہی تھی جس کو ختم کر دینا بہت آسان تھا اور میں نے اس کا دبائی جواب دیا جیسے دینا چاہئے تھا۔ شوہر سے اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ ناممکن ہے۔ اس کا ذکر کرنے کا مطلب ہے اسے اپنی اہمیت دینا جتنی ہے نہیں۔“ انہیں یاد آیا کہ کیسے انہوں نے شوہر کو اس تقریباً اعتراف محبت کے بارے میں بتایا تھا جو بیٹرس برگ میں ایک نوجوان نے ان کے شوہر کے ایک ماتحت نے کیا تھا اور کیسے اگلی سنی اگلساندروویچ نے جواب دیا تھا کہ معاشرے میں وہ ہر عورت کو اس کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے لیکن انہیں اس کے سلیتے پر پورا اعتماد ہے اور وہ خود کو یاد ان کو اتنا پست کبھی نہیں کر سکتے کہ رشک و حسد میں مبتلا ہوں۔ آٹا نے اپنے دل میں کہا ”مطلب یہ کہ ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؟ اور پھر خدا کا شکر ہے کہ ذکر کرنے کی کوئی بات بھی نہیں۔“

اگلی سنی اگلساندروویچ وزارت سے چار بچے واپس آئے لیکن بیساکر اکثر ہوتا تھا انہیں آٹا کے پاس آنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ اپنے دفتر میں گئے۔ ان لوگوں سے ملنے کے لئے جو عرنیاں لے کر آئے تھے اور ان کا انتظار کر رہے تھے اور کچھ کاغذات پر دستخط کرنے جو ان کا پرائیویٹ سیکرٹری لایا تھا۔ کھانے پر (کار سنیں میاں بیوی کے ہاں بیٹھ دو تین لوگ کھانے پر آتے تھے) آج اگلی سنی اگلساندروویچ کی ایک رشتے کی بوجھی، بن تھیں، ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر اور ان کی بیوی تھیں اور ایک نوجوان تھا جس کی سفارش اگلی سنی اگلساندروویچ سے ملازمت کے لئے کی گئی تھی۔ آٹا صالوں کی خاطر داری کرنے ڈرائنگ روم میں آگئیں۔ ٹھیک پانچ بجے، جب پیڑا دل کے زمانے کی کانے کی گھڑی پانچواں گھنٹہ بجنا بھی نہ پائی تھی، اگلی سنی اگلساندروویچ سفید ٹائی اور فرائڈ کوٹ پہنے اور اپنے دو ستارے لگائے ہوئے داخل ہوئے اس لئے کہ ابھی کھانے کے فوراً بعد انہیں جانا تھا۔ اگلی سنی اگلساندروویچ کی زندگی کا ہر لمحہ مصروف اور بے شوق تھا۔ انہیں ہر دن جتنا کچھ کرنا ہوتا تھا وہ سب کر سکتے کے لئے وہ وقت کی سخت ترین پابندی کرتے تھے۔ ان کا کلیہ تھا۔ ”بغیر جلد بازی کے اور بغیر آرام کے۔“ وہ ماٹھا پوچھتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے، سب کو تقسیم کی اور بیوی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے جلدی سے بیٹھ گئے۔

”ہاں، میری تمنائی ختم ہوئی۔“ جنہیں یقین نہ آئے گا کہ اکیلے کھانا کھانے میں کتنا اذیت محسوس ہوتا ہے۔ (انہوں نے لفظ ”اٹ پنا“ چھچھاس طور سے زور دیا۔)

کھانے کے دوران میں انہوں نے بیوی سے کچھ ماسکو کے معاملات کے بارے میں بات کی اور مذاق اڑانے والی سکرابٹ کے ساتھ اسٹی پان ان کار کا کچھ کے بارے میں پوچھا۔ لیکن زیادہ تر عام بات چیت ہوتی رہی۔ بیٹرس برگ کے سرکاری اور سماجی امور کے بارے میں۔ کھانے کے بعد آدھ گھنٹہ انہوں نے صالوں کے ساتھ صرف کیا اور پھر سکرابٹ کی بیوی کا ہاتھ دباتے ہوئے وہ نکلے اور کوئل کے لئے روانہ ہو گئے۔ آٹا اس دن نہ پرس، شیشی تو بڑھایا کہ ہاں گئیں جنہوں نے ان کی واپسی کی خبر سن کر انہیں شام کے لئے مدعو کیا تھا اور نہ جیمز گئیں جہاں آج ان کے لئے باکس ریزر تھا۔ وہ زیادہ تر تو اس وجہ سے نہیں گئیں کہ انہوں نے جو لباس پہننے کو سوچا تھا وہ تیار نہیں تھا۔ ویسے بھی جب انہوں نے صالوں کے جانے کے بعد اپنی وارڈروب کا جائزہ لیا تو وہ بہت جھنجھلا گئی تھیں۔ ماسکو جانے سے پہلے انہوں نے مغلانی کو تین لباس درست کرنے کے لئے دیئے تھے۔ وہ عام طور سے بغیر زیادہ رقم خرچ کئے ہوئے خوش پوش رہنے میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ لباسوں میں تبدیلی اس طرح کرتی تھیں کہ وہ پہچانے نہ جاسیں اور انہیں اب سے تین دن پہلے ہی تیار ہو جانا چاہئے تھا۔ پتہ یہ چلا کہ دو لباس تو بالکل تیار ہی نہ تھے اور ایک میں تبدیلی اس طرح نہیں کی گئی تھی جس طرح آٹا چاہتی تھیں۔ مغلانی سمجھانے اور یقین دلانے کے لئے آئی کہ اسی طرح بہتر ہو گا اور آٹا اتنی خفا ہو گئیں کہ اب انہیں یاد کر کے افسوس ہو رہا تھا۔ سکون کو پوری طرح بحال کرنے کے لئے وہ بیٹے کے کمرے میں چلی گئیں اور ساری شام بیٹے کے ساتھ رہیں، خودی اسے سوئے کے لئے لٹایا، اس کے اوپر صلیب کا نشان لگایا اور مکمل اڑھایا۔ وہ خوش تھیں کہ کہیں نہیں گئیں اور اتنی اچھی طرح شام گزارا۔ اب ان کا دل اتنا ہلکا اور پرسکون تھا اور وہ اتنا صاف صاف دیکھ رہی تھیں کہ وہ سب کچھ انہیں ریل گاڑی کے سفر میں اتنا معنی خیز لگ رہا تھا، سوسائٹی کی زندگی کا



ایک عام اور غیر اہم واقعہ تھا اور یہ کہ انہیں کسی کے سامنے یا اپنے سامنے شرمندہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ آنا انگریزی ناول کے کڑا آتش دان کے پاس بیٹھ گئیں اور شوہر کا انتظار کرتے لگیں۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے ان کی گھنٹی سنائی دی اور وہ کمرے میں داخل ہوئے۔

”آخر تم آئی گے؟“ انہوں نے شوہر کی طرف ہاتھ پڑھاتے ہوئے کہا۔

”الکسانڈر رومج نے ان کے ہاتھ کو سہرا دیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔

”ویسے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا سفر کامیاب رہا؟“ انہوں نے آنا سے کہا۔

”ہاں بہت“ آنا نے جواب دیا اور ان کو سب شروع سے بتاتے لگیں۔ کاؤتس دو دن کا کچھ سا تھ اپنا سفر وہاں پہنچنا ”سٹیشن پر والا واقعہ“ پھر انہوں نے بتایا کہ کیسے شروع میں انہیں اپنے بھائی پر ترس آیا اور پھر ڈالی پر۔

”میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایسے شخص کو معاف کرنا ممکن ہے حالانکہ وہ تمہارے بھائی ہیں“ الکسانڈر رومج نے سختی کے ساتھ کہا۔

آنا مسکرائیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ انہوں نے یہ بات صرف اس لئے کہی تھی کہ دکھادیں کہ رشتے کی مصلحتیں انہیں اپنی جی رائے کا اعتبار کرنے سے نہیں روک سکتیں۔ وہ اپنے شوہر کی اس خصوصیت کو جانتی تھیں اور اس کو پسند کرتی تھیں۔

”الکسانڈر رومج نے اپنی بات جاری رکھی ”میں خوش ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا اور تم آ گئیں۔ تو وہاں اس نئی تجویز کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں جو میں نے کونسل میں پیش کی ہے؟“

آنا نے اس تجویز کے بارے میں کچھ بھی نہیں سنا تھا اور انہیں الحسوس ہو کہ وہ اس چیز کے بارے میں اتنی آسانی سے بھول گئیں جو ان کے شوہر کے لئے اتنی اہم تھی۔

”اس کے برعکس یہاں تو اس پر بڑا شور مچا“ الکسانڈر رومج نے اپنے آپ سے خوش اور مطمئن ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

آنا نے دیکھا کہ الکسانڈر رومج چاہتے ہیں کہ وہ اس معاملے کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں جو ان کے لئے خوشگوار ہو۔ چنانچہ انہوں نے سوالات کر کے الکسانڈر رومج کو اس کے بارے میں بتانے پر اکسایا۔ انہوں نے اسی خوشی اور طمانیت کے ساتھ مسکراتے ہوئے بتایا کہ جب انہوں نے یہ تجویز منظور کروا لی تو ان کے لئے کتنی نمایاں بھائی گئیں۔

”میں بہت خوش تھا“ بہت زیادہ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر کار ہماری ہاں اس معاملے میں معقول اور محکم زاویہ نظر نظرنا شروع ہو گیا ہے۔“

کرم اور ڈیل روٹنی کے ساتھ اپنی دوسری بیالی چائے پی پختے کے بعد الکسانڈر رومج اٹھے اور اپنے کمرے کی طرف چلے۔

”اور تم کہیں نہیں گئیں۔ تم تو نالیا ادب مچی ہو؟“ انہوں نے کہا۔

”ارے نہیں!“ آنا نے جواب دیا۔ وہ بھی انہیں کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئیں اور ہال کو پار کر کے شوہر کے کمرے تک ان کے ساتھ گئیں۔ انہوں نے پوچھا ”تم آج کل کیا پڑھ رہے ہو؟“

”اب میں پڑھ رہا ہوں دو کدی لیل کی“ ہولڈنیز دی این فیرس (47) بہت سی عمدہ کتاب ہے۔“

آنا مسکرائیں جیسے اپنے محبوب لوگوں کی کمزوریوں پر مسکرایا جاتا ہے اور ان کے ہاتھ کے پیچھے اپنا ہاتھ رکھ کر انہیں ان کے کمرے کے دروازے تک پہنچانے لگیں۔ وہ ان کی عادت جانتی تھیں کہ شام کو پڑھنا ان کے لئے ایک ضرورت بن گیا ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ باوجود اس کے کہ ان کی سرکاری ذمہ داریاں ان کا سارا وقت ہڑپ کر لیتی تھیں، وہ اس بات کو اپنا فرض سمجھتے تھے کہ دانشورانہ مصلحتیں میں نمودار ہونے والی اہم چیزوں سے باخبر رہیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ درحقیقت انہیں سیاسی فلسفیانہ اور مذہبی کتابوں سے دلچسپی تھی اور انہوں نے ان کی فطرت کو بالکل کوئی حلقہ نہ تھا لیکن اس کے باوجود، بلکہ یہ کہتا ہوں گا کہ اس کے نتیجے کے طور پر الکسانڈر رومج کسی ایسی چیز کو نظر انداز نہ کرتے تھے جس کے چرچے اس میدان میں ہوتے ہوں اور سب کچھ پڑھنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ جانتی تھیں کہ سیاست، فلسفے اور مذہب کے میدان میں تو الکسانڈر رومج شک بھی کرتے تھے اور تلاش و جستجو بھی کرتے تھے لیکن ان اور شاعری، خاص طور سے موسیقی کے بارے میں، جس کی سمجھ سے وہ بالکل محروم تھے، ان کی رائیں بہت سی قطعی اور پختہ تھیں۔ انہیں ”شیکسپیر“ رفا نیل، ”ہیتمون کے بارے میں باتیں کرنا بہت پسند تھا جو بہت سی واضح تواتر کے ساتھ ان کے ذہن میں درج ہند اور معین تھیں۔

”احماتو خا حافظ“ انہوں نے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر کہا جس میں ان کی آرام کری کے پاس قالوس میں بیٹھ اور صراحتی میں بیانی رکھا تھا۔ ”اور میں ماسکو کے لئے ایک خط لکھوں گی۔“

”الکسانڈر رومج نے ان کا ہاتھ دیا اور پھر لوہا دیا۔

آنا نے اپنے کمرے میں واپس آتے ہوئے دل میں سوچا ”بہر حال وہ اچھے انسان ہیں، ٹھیک اور انصاف پسند اور اپنے دائرے میں ممتاز“ جیسے کسی کے سامنے ان کی مدافعت کر رہی ہوں جس نے ان پر الزام لگایا ہو اور کہا ہو کہ ان سے محبت کی ہی نہیں جاسکتی۔ ”لیکن یہ ان کے کان کیوں اتنے عجیب طریقے سے لگے ہوئے ہیں ایسا شاید انہوں نے بال بہت چھوٹے کٹوا لئے ہیں؟“

ٹھیک بارہ بجے جب آنا ڈینک کے پاس بیٹھی ڈالی کو خط لکھ رہی تھیں، جمی سلپر پینے قدموں کی چاپ سنائی دی اور الکسانڈر رومج ہاتھ منہ دھو کر ہال بتا کر، بٹل میں کتاب دہائے ان کے پاس آئے۔

”سوئے کا وقت ہو گیا“ انہوں نے ایک خاص مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور سونے کے کمرے میں چلے گئے۔

”اور اسے اس طرح ان کی طرف دیکھنے کا کیا حق تھا؟“ آنا نے الکسانڈر رومج کی طرف درویشی کی نظر کو یاد کر کے سوچا۔

کپڑے بدل کر وہ بھی سونے کے کمرے میں چلی گئیں لیکن ان کے چہرے پر نہ صرف یہ کہ وہ جیالاہن نہ تھا جو ماسکو میں ان کے قیام کے دوران میں ان کی آنکھوں اور ان کی مسکراہٹ میں اس قدر جھلکنا تھا، بلکہ اس کے برعکس اب لگتا تھا کہ ان کے اندر کی آگ بجھ گئی ہے یا کہیں دودھ چھپ گئی ہے۔

ہائیرس برگ سے جاتے ہوئے درویشی نے اپنے مورسکایا سڑک والے بیڑے سے قلیٹ کو اپنے دوست اور سب سے پسندیدہ ساتھی ہائیرسکی کے حوالے کر دیا تھا۔



پتھر تکی کو جو ان لٹسٹ تھا، کسی خاص مشہور مصروف خانہ ان کا نہ تھا اور نہ صرف یہ کہ دولت مند تھا بلکہ بری طرح مقروض بھی رہتا تھا۔ شام کو وہ بیٹھ کھٹے میں دھت ہو آتا اور اکثر طرح طرح کے واقعات کے سلسلے میں جو مضحکہ خیز بھی ہوتے تھے اور مکروہ بھی، وہ فنی حالات میں پہنچ جاتا تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں اور افسران کا منحور نظر بھی تھا۔ درویشی جب گیارہ بجے کے بعد ریلوے اسٹیشن سے اپنے کلیٹ میں پہنچا تو اس نے صدر دروازے کے پاس ایک جانی پہچانی کرائے کی کبھی دیکھی۔ اپنے کلیٹ کے دروازے پر وہ کھنٹی بجا رہا تھا جیسی اس نے ایک سو کے قہقہے کی آواز، فرانسیسی میں ایک عورت کی ہنر پر اور پتھر تکی کی چلی سن۔ اگر لٹکوں میں سے کوئی ہو تو مت آنے دینا! درویشی نے غصہ سے کہا کہ اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور خود چپکے سے پہلے کمرے میں چلا گیا۔ پتھر تکی کی دوست بیوی شیش کا سنی اٹلس کے لباس اور ہلکے شہرے بالوں اور گلابی چہرے سے نظروں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ وہ ایک گول میز کے سامنے بیٹھی ہوئی کافی تیار کر رہی تھیں اور پورے کمرے میں ان کی ہیرس کی باتیں سنائی دیتی تھیں جیسا کہ طرح گونج رہی تھیں۔ ان کے اوپر اور پتھر تکی اور کوٹ پہنے ہوئے اور سالے کا پستان کا میو فکسی اپنی پوری دروی پٹے بیٹھے تھے۔ وہ دونوں تالباڑیوں سے ابھی ابھی آئے تھے۔

"مرحبا! درویشی! پتھر تکی چلا جا اور کرسی کو کھٹکھٹاتے ہوئے اچھل کھڑا ہوا۔ "خود صاحب خانہ! بیوی نے انہیں سننے کا کافی پات میں سے کافی پیش کیجئے۔ ہمیں تو ہمارے آنے کی خبر تک نہ تھی اچھے امید ہے کہ تم اپنے کمرے کی ان زینت سے خوش ہو گے" اس نے بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ ایک دوسرے سے متعارف تو ہیں نہ؟"

"کیوں نہیں! درویشی نے خوش ہو کر مسکراتے ہوئے اور بیوی کے چھوٹے سے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیا ہے ہوئے کہا۔ "آخر ہم پرانے دوست ہیں۔"

"آپ سترے سیدھے آ رہے ہیں" بیوی نے کہا "تو میں چلتی ہوں۔ میں اگر قفل ہو رہی ہوں تو ابھی ابھی چلی جاتی ہوں۔"

"بیوی جہاں بھی آپ ہوں وہ آپ ہی کا گھر ہے" درویشی نے کہا۔ "سلام کا میو فکسی" اس نے کا میو فکسی سے سرد مہری سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اب دیکھئے" آپ اتنی اچھی باتیں کبھی نہیں کہتے" بیوی نے پتھر تکی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "نہیں کیوں نہیں؟ کھانے کے بعد میں بھی اتنی ہی اچھی باتیں کہوں گا۔"

"کھانے کے بعد کی بات چھوڑو! اچھا تو میں آپ کو کافی دیر کی سب تک آپ ہاتھ منہ دھو کر ٹھیک ٹھاک ہو جائیے" بیوی نے پھر بیٹھے ہوئے اور نے کافی پات کا بیچ بڑی فکر مندی کے ساتھ گھماتے ہوئے کہا۔ "بیزر" کافی دے دیجئے" وہ پتھر تکی سے مخاطب ہوئیں جسے وہ اس کے خاندانی نام پتھر تکی کی بنا پر "بیزر" کہتی تھیں اور اس سے اپنے تعلق کو چھپاتی نہیں تھیں۔ "میں تھوڑی اور ڈالوں گی۔"

"خواب کر دیجئے گا۔"

"نہیں" خواب نہیں کروں گی! اچھا اور آپ کی بیوی؟" بیوی نے اچانک درویشی اور اس کے ساتھیوں کی بات چیت کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "آپ اپنی بیوی کو نہیں لائے؟ یہاں تو ہم نے آپ کو شادی شدہ مان لیا تھا۔"

"نہیں بیوی نے میں خانہ بدوش پیدا ہوا ہوں اور خانہ بدوش ہی ہوں گا۔"

"یہ زیادہ اچھا ہے" اور بھی اچھا ہے۔ لائے ہاتھ۔"

بیوی نے درویشی کو جابائے نہیں دیا اور وہ اسے بیچ میں مذاق اور لطیفوں کے ساتھ اپنی زندگی کے تازہ ترین منصوبے بتانے اور اس کی رائے پوچھنے لگیں:

"وہ مجھے پھر بھی طلاق نہیں دینا چاہتا تو پھر اب کیا کروں؟" "وہ" ان کے شوہر تھے۔ "اب میں عدالتی کارروائی شروع کرنا چاہتی ہوں۔ میرے لئے آپ کا مشورہ کیا ہے؟ کا میو فکسی "ذرا آپ کافی کا خیال رکھئے۔ اہل مکی" آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں مصروف ہوں! میں عدالتی کارروائی کرنا چاہتی ہوں اس لئے کہ مجھے اپنی جائیداد چاہئے۔ آپ سمجھتے ہیں نہ اس پر قوی کو کہ میں نے گویا ان کے ساتھ بیوقوفی کی ہے؟ انہوں نے حقارت کے ساتھ کہا "اس لئے وہ میری جائیداد سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

درویشی اس خوبصورت عورت کی پرست ہاتھیں بڑی خوشی سے ستارہا "ان کی تائید کرنا بہت زیادہ مشورے دیتا رہا اور عام طور سے اس نے فوراً ہی وہ لہجہ اپنا لیا جو اس قسم کی عورتوں کے ساتھ وہ عادتاً "اعتبار کرتا تھا۔ اس کی بیویس برگ کی دنیا میں سارے لوگ دو بالکل متضاد قسموں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک تو مٹی ختم کے لوگ تھے۔ عام بیوقوف اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مضحکہ خیز جو اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ایک شوہر کو ایک ہی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہئے جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ہو کہ لڑکی کو با صحت عورت کو حیا دار، مرد کو مردانہ وار، صاحب ضبط اور محکم ہونا چاہئے کہ بچوں کو پالنا پنا سنا چاہئے "اپنی روزی کمانی چاہئے" قرض پینکٹا نے چاہئیں اور اسی طرح کی دوسری مفاہمتیں۔ یہ پرانی وضع کے لوگ تھے جن پر ہنسی آتی تھی۔ لیکن دوسری قسم کے لوگ تھے "اصلی لوگ" جن سے ان سب کا تعلق تھا جن میں سب سے اہم چیز یہ تھی کہ آدمی خوش وضع، خوبصورت، مشادہ دل، باہمت، خوش مزاج ہو، مہینہ شرسار ہوئے ہر جہز کا تابع ہو جائے اور باقی ساری چیزیں پر ہنستا ہو۔

بس شروع کے چند لمحوں میں تو درویشی بالکل دوسری دنیا کے تاثرات کی بنا پر "جو وہ ماسکو سے لایا تھا" حیرت زدہ سا رہا لیکن جلد ہی اس نے جیسے پرانے جوتوں میں پاؤں ڈال لئے اور وہ اپنی پہلے والی پرست اور خوشگوار دنیا میں داخل ہو گیا۔

کافی سرے سے تیار ہی نہیں ہوئی۔ اس نے ہر شخص پر پھینکنے والے اور اہل بڑی اور دیوانہ کی اس کی اس سے توقع کی جاتی تھی یعنی شور اور تھکوتوں کے لئے ایک بمانہ فراہم کر دیا اور بیوی کے لباس اور جیتی قالین پر چمک پڑی۔

"اچھا تو اب الوداع" نہیں تو آپ کبھی ہاتھ منہ نہ دھوئیں گے اور ایک حلیہ مند آدمی کے۔ سب سے بڑے جرم یعنی صاف ستھرے نہ رہنے کی ذمہ داری قرار دی جاؤں گی۔ تو آپ کا مشورہ ہے کہ میں گلے چھری رکھ دوں؟"

"ضرور بالظہور لیکن ایسے کہ آپ کا ننھا سا ہاتھ ان کے ہونٹوں سے قریب رہے۔ وہ آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے لیں تو بس سب ٹھیک ہو جائے گا" درویشی نے جواب دیا۔

"اچھا تو آج فرانسیسی ٹھیکڑ (48) میں! اور وہ اپنے لباس کو سرسراتی ہوئی عائب ہو گئیں۔

کا میو فکسی بھی اٹھا اور درویشی نے اس کے رخصت ہونے کا انتظار کئے بغیر ہی اس سے ہاتھ ملایا اور



اس کا ارادہ تھا کہ رپورٹ کے بعد وہ اپنے بھائی کے پاس، نیکی کے پاس جائے گا اور چہرہ اور لوگوں سے ملنے جائے گا تاکہ اس معاشرے میں اس کا آنا جانا شروع ہو جائے جہاں وہ کار-ہینا سے مل سکے۔ جیسا کہ پیٹرس برگ میں پیشہ ہوتا تھا وہ مگر اس ارادے سے نکلا تھا کہ اب بڑی رات گئے تک واپس نہ آئے گا۔



ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ جتنی دیر میں اس نے ہاتھ منہ دھویا اتنی دیر میں پیٹر نیکی نے مختصر "اپنا حال حال بتاؤ" اس میں درویشی کے جانے کے بعد کیا تبدیلی ہوئی تھی۔ رقم اس کے پاس کچھ بھی نہ تھی۔ باپ نے کہہ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیں گے اور قرض بھی ادا نہیں کریں گے۔ درزی اس کو قید خانے بھجوانا چاہتا ہے اور ایک اور شخص بھی اسے قید خانے بھجوانے کی دھمکیاں برابردیتا رہتا ہے۔ رجسٹر کے کمانڈر نے آگاہ کر دیا ہے کہ اگر یہ رسوائیاں بند نہ ہوں تو اس کو رجسٹر سے نکال دینے کا۔ پیٹرس سے ناک میں دم آگیا ہے "جیسے ہمارا معمولی سے ہو جانا ہے" خاص طور سے اس لئے کہ وہ رقم بنا چاہتی ہیں "اور ایک لڑکی ہے" جسے وہ درویشی کو دکھانے کا "ہائل مگر" غصہ کی خوبصورت "ہائل مشرقی انداز کی" "کثیرہ سینہ کی" (49) کی "کچھ" "کلیر کو شیعیت سے بھی جھگڑا ہو گیا اور وہ ڈاک کے لئے لٹکارتے کو اس کے پاس اپنی تائید کرنے والے کو بھیج دالا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ دینے سب کچھ بہت سی شاندار اور غیر معمولی طور پر برسر تھا۔ اور اپنے ساتھی کو اپنے حالات کی تفصیلات میں جانے کا موقع دینے بغیر پیٹر نیکی نے ساری دلچسپ خبریں سنائی شروع کر دیں۔ پیٹر نیکی کی اچھی طرح جانی پہچانی کمانیوں کو اپنے اس فلیٹ کے اسٹے جانے پہچانے ماحول میں سنتے ہوئے جس میں وہ تین سال سے رہ رہا تھا درویشی کو پیٹرس برگ کی مانوس اور بے غمگی کی زندگی میں واپس آ جانے کا خوشگوار احساس ہوا۔

"ناممکن!" وہ سچائی کے اوپر گئے ہوئے پانی کے برتن کے پیڈل کو چھوڑتے ہوئے چلا گیا۔ اس کے نیچے وہ اپنی سرخ صحت مند گردن کو تریزا دے رہا تھا۔ "یہ نہیں ہو سکتا!" وہ یہ خبر سن کر چلا گیا تھا کہ لورائے فریڈنگوف کو چھوڑ دیا ہے اور سینٹ کے ساتھ چلی گئی ہے۔ "اور وہ اب بھی ویسا ہی بیوقوف اور مطمئن ہے؟" چچا "اور بزدلوں کو فکے کیا حال ہیں؟"

"ارے بزدلوں کو فکے ساتھ بڑا شاندار واقعہ ہوا۔ بہت سی دلچسپ!" پیٹر نیکی نے چچا کو کہا۔ "آخر ہال روم ڈانس کی تو اسے لت ہے اور وہ ایک بھی درباری ہال کو نہیں چھوڑتا۔ تو وہ نیا خود پکڑ کر بیٹے ہال میں گیا۔ تم نے سنے خود کیجئے ہیں؟ بہت اچھے اور ہلکے ہیں۔ تو بس وہ کھڑا ہوا تھا۔ ارے نہیں، تم سنو تو۔"

"ہاں ہاں، میں سن رہا ہوں" درویشی نے روٹھیں دار تو لے کر گردن پوچھتے ہوئے جواب دیا۔ "اتنے میں شزاوی عظمیٰ آگئیں کسی سفیر کے ساتھ۔ اور بزدلوں کو فکے کی بدھستی سے بات چٹھائی نے خودوں کی۔ شزاوی عظمیٰ نیا خود دکھانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ ہمارے پارکڑے ہوئے ہیں" (پیٹر نیکی نے نقل کر کے دکھایا کہ بزدلوں کو فکے خود پہنے کس طرح کھڑا تھا۔) "شزاوی عظمیٰ نے کہا کہ وہ خود انہیں دے دے۔ اس نے نہیں دیا۔ یہ کیا؟ لوگوں نے اسے آنکھیں ماریں، اشارے کئے، تیوری چھائی۔ دے دے۔ نہیں دیا۔ بہت بن گیا۔ اب تم خود تصور کر سکتے ہو!۔ اب اس نے۔ ارے اسی سفیر نے اس سے خود لے لینے کی کوشش کی۔ پھر بھی اس نے نہیں دیا!۔ سفیر نے چھٹ کے خود انار لیا اور شزاوی عظمیٰ کو دے دیا۔ وہ بولیں "یہ ہے نیا خود" اور خود کو دکھانے کے لئے الٹا پلٹا تو ذرا سوچو تم کہ وہاں سے دھڑا دھڑکرتے گلیں۔ ناشپاتی، مٹھائیاں، دوپٹے، مٹھائیاں!۔ اس میرے پارے نے اڑائی تھیں!"

درویشی ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا۔ اور بعد کو دیر تک دوسری چیزوں کی بات کرتے کرتے اسے جب خود کا خیال آجا تو اس کے صحت مند تھمتے سے سارا بدن مل جاتا اور اس کے مضبوط اور ہموار انت نظر آنے لگتے۔ ساری خبریں سن کر درویشی نے اپنے خدشہ گار کی مدد سے دردی پٹی اور اپنی آنکھ کی رپورٹ دینے چلا گیا۔

صاف ظاہر ہے کہ 'معتقدہ' تھا کہ اس سے کوئی نقصان تو ہو نہیں سکتا۔

خاندانی ڈاکٹر نے احرام اور توجہ کے ساتھ اس کی بات سنی۔

"لیکن پردیس کے سفر میں اس لئے زور دیتا ہوں کہ اس سے معمولات بدل جائیں گے اور مریضہ ان حالات سے دور ہو جائے گی جو بار بار ٹاپنڈہ یا توں کو یاد دلاتے ہوں گے۔ اور پھر ماں بھی یہی چاہتی ہیں" اس نے کہا۔

"اچھا" اس صورت میں 'کیا ہے' جانے دیجئے۔ بس یہ کہ جرمن عطائی نقصان پہنچائیں گے۔ انہیں تو میری بات سنی چاہئے۔ ٹھیک ہے 'جائیں۔"

اس نے پھر گڑی دیکھی۔

"اول وقت ہو گیا" اور وہ دروازے کے پاس تک گیا۔

مشہور ڈاکٹر نے پرنس کو اطلاع دی (یہ سلیٹے اور شائستگی کا تقاضہ تھا) کہ مریضہ کو ایک بار اور دیکھنا ضروری ہے۔

"کیا مطلب! ایک بار اور معائنہ کیجئے گا؟"

"نہیں نہیں، پرنس مجھے کچھ تصویلات جانتی ہیں۔"

"تشریف لائیے۔"

اور ماں ڈاکٹر کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں کیٹی کے پاس گئیں۔ کیٹی سچ کرے میں کھڑی تھی۔ وہ بہت دلی ہو گئی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اسے جو شرم برداشت کرنی پڑی تھی اس کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں ایک خاص پنک تھی۔ جب ڈاکٹر آیا تو اس کا چہرہ اور سرخ ہو گیا اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے اپنی ساری بیماری اور علاج ایسی یاد تھی کہ اسے یہ علاج اتنی مضحکہ خیز لگتا تھا جیسے ٹوٹے ہوئے گلدان کے ٹکڑوں کو جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ اور اب یہ لوگ اس کا علاج کرنا چاہتے تھے کیوں اور سفوفوں سے؟ لیکن ماں کے دل کو دکھی کرنا تو ناممکن تھا اس لئے اور بھی کہ خود کو قصور وار سمجھتی تھیں۔

مشہور ڈاکٹر نے کہا "پرنس، آپ زحمت کر کے بیٹھ جائیے۔"

وہ خود مسکراتا ہوا کیٹی کے سامنے بیٹھ گیا اور نہیں پر ہاتھ رکھ کر اس نے پھر آنکھ دینے والے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ کیٹی نے پہلے تو جواب دیئے لیکن پھر اسے غصہ آ گیا اور وہ کھڑی ہو گئی۔

"مجھے معاف کیجئے گا ڈاکٹر، لیکن میں سچ کہتی ہوں کہ اس سے کوئی حاصل نہ ہو گا۔ اور آپ مجھ سے تیسری بار وہی سوال کر رہے ہیں۔"

مشہور ڈاکٹر نے برا نہیں مانا۔

"مریضہ! جھنجھلا ہٹ ہے" اس نے بوڑھی پرنس سے کیٹی کے جانے کے بعد کہا۔ "ویسے بھی میں غم کر چکا تھا۔"

اور ڈاکٹر نے بوڑھی پرنس کے سامنے 'اس طرح جیسے وہ غیر معمولی طور پر ذہین عورت ہوں' کیٹی کی حالت سائنسی اصطلاحوں میں بیان کی اور اپنی بات اس اصرار پر ختم کی کہ وہ پانی کس طرح پیا جائے جس کی کوڈ ضرورت نہ تھی۔ اس سوال پر کہ پردیس جانا ہے یا نہیں 'ڈاکٹر بڑی کمری سوچ میں ڈوب گیا جیسے بڑے مشکل

سوال کا فیصلہ کر رہا ہو۔ فیصلہ آخر کو پیش کیا گیا: جائیں لیکن عطائیوں پر یقین نہ کریں اور ہر معاملے میں اسی سے مشورہ کریں۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد ایسا لگا جیسے کوئی خوشی کی بات ہو گئی ہو۔ ماں جب کیٹی کے پاس واپس آئیں تو بہت خوش تھیں اور کیٹی بھی ایسی بن گئی جیسے وہ خوش ہے۔ اب اکثر تقریباً بیسٹ ہی اسے غناؤں دیتا تھا۔

"میں سچ کہتی ہوں ماں! میں بالکل تندرست ہوں۔ لیکن اگر آپ چلنا چاہتی ہیں تو چلیے" اس نے کہا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے آئندہ سفر سے اسے دلچسپی ہو۔ وہ سڑکی بائیں اور تیاریاں کرنے لگی۔

## 2

ڈاکٹر کی ایسی تھا کہ ڈالی آگئیں۔ انہیں معلوم تھا کہ آج ڈاکٹر ہی مشورہ ہونے والا ہے اور باوجود اس کے کہ ابھی تھوڑے ہی دنوں پہلے وہ زندگی سے فارغ ہوئی تھیں (جاڑوں کے آخر میں ان کے ہاں بنی پیدا ہوئی تھی) باوجود اس کے کہ ان کے اپنے دکھ اور فکر میں بہت تھیں، مگر وہ اپنی اور ایک بیمار بنی کو چھوڑ کر کیٹی کی قسمت کے بارے میں جاننے کے لئے زور دیر کو آگئیں جس کا آج فیصلہ ہونے والا تھا۔

"تو پھر؟" انہوں نے ڈرائنگ روم میں آتے ہی بیٹہ اتارے بغیر کہا۔ "آپ لوگ سب خوش ہیں۔ یقیناً سب ٹھیک ہی ہو گا؟"

جو کچھ ڈاکٹر نے کہا تھا وہ ان سے بیان کرنے کی کوشش کی مگر لیکن یہ یہ چلا کہ اگرچہ ڈاکٹر نے سب کچھ بڑے قاعدے سے اور دیر تک بتایا تھا لیکن کسی طرح یہ بیان کرنا ممکن ہی نہ تھا کہ اس نے کیا کیا تھا۔ دلچسپی کی بات صرف یہ تھی کہ پردیس جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

ڈالی نے فیما رادی طور پر معذرتی سانس بھری۔ ان کی بہترین دوست 'ان کی بہن' چلی جا رہی تھی اور ان کی زندگی کوئی ایسی مسرت بھری نہ تھی۔ ملاپ کے بعد اسٹی پان ارکاڈیج کے ساتھ تعلقات تو بہن آئیز ہو گئے تھے۔ آئنا نے جو جزائی کی تھی وہ پختہ نہیں ثابت ہوئی اور خانگی ہم آہنگی پھر اسی جگہ سے ٹوٹ گئی۔ کوئی قطع اور معین چیز تو نہ تھی لیکن اسٹی پان ارکاڈیج تقریباً ہر وقت گھر سے باہر رہتے تھے گھر میں رقم بھی تقریباً کبھی نہ ہوتی تھی اور ڈالی کو بیوقوفی کا شک مسلسل اذیت دیتا رہتا تھا اور وہ اسے اپنے دل سے دور بھاگنے لگی تھیں۔ وہ ڈرتی تھیں کہ پھر جلن کی تکلیف بھگتنی پڑے گی۔ جلن کی پہلی پوش 'جو ایک بار بھگتی جا چکی تھی' اب پھر سے تو واپس نہیں آ سکتی تھی، بلکہ اب ملاپ یہ یوقائی بھی ان کو اتنا متاثر نہ کر سکتی تھی جتنا وہ پہلی بار ہوئی تھیں۔ اب اس طرح کی دریافت صرف انہیں خانگی زندگی کے معمولات سے محروم کر سکتی تھی لیکن انہوں نے خود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہنا کووارا کر لیا تھا۔ مزید برآں ایک بڑے خاندان کی فکر میں ان کے لئے مسلسل اذیت بنی رہتی تھیں۔ کبھی گود کی بچی کو دودھ پلانے میں گزربو ہو جاتی، کبھی آیا چلی جاتی، تو کبھی جیسے اب تھا کوئی بچہ بیمار پڑ جاتا۔

"اور تباہ؟" تم لوگوں کا کیا حال ہے؟"

"ارے ماں! آپ کے اپنے دکھ بہت ہیں۔ لیٹی بیمار پڑ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ لال بیمار ہے۔ آج تو میں معلوم کرنے کے لئے نکل آئی لیکن خدا انخواستہ اگر لال بیمار ہو تو کہیں آئے جائے بغیر گھر بیٹھوں گی۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد بوڑھی پرنس بھی اپنے کمرے سے نکل آئے۔ پیار کرنے کے لئے اپنا کال ڈالی کی



طرف بڑھاتے ہوئے انہوں نے ان سے کچھ باتیں کیں اور پھر یو سی سے مخاطب ہوئے:

"تو پھر کیا فیصلہ کیا؟ جاری ہیں؟ اور میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہیں؟"

"میں سوچتی ہوں الگسندر آندر سٹجنگ کہ تم کو ہمیں رہنا ہو گا۔"

"جیسا آپ چاہیں۔"

"ماما پاپا کیوں نہ ہم لوگوں کے ساتھ چلیں؟" کیٹی نے کہا۔ "انہیں بھی خوشی ہوگی اور ہمیں بھی۔" یوزے پر ہنس کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کیٹی کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ کیٹی نے منہ اٹھایا اور انہیں دیکھتے ہوئے کوشش کر کے مسکرائی۔ اسے بیٹھ لگتا تھا کہ وہ اسے خاندان میں سب سے اچھی طرح سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اس کے بارے میں باتیں کم ہی کرتے تھے۔ سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ باپ کی چپیتی حتیٰ اور اسے لگتا تھا کہ وہ اپنی محبت کی وجہ سے اس کے دل کا مال جان سکتے تھے۔ اب ان کی نیلی آنکھوں کو دیکھ کر جو ان کے جسموں بھرے چہرے سے اسے ایک تنگ گھور سی تھیں، اسے لگا کہ وہ اس کے آپار دیکھ رہے ہیں اور اس کے اندر جو کچھ بھی برا ہو رہا ہے اُسے سمجھتے ہیں۔ وہ سرخ ہو گئی اور ان کی طرف ہنک گئی۔ اسے توقع تھی کہ وہ اسے پیار کریں گے لیکن انہوں نے بس اس کے بال تھپتھپائے اور کہا:

"یہ امتحانہ نقلی جوڑے! اپنی بیٹی کے بال سلاتے کے بجائے ہمیں کس مٹی گزری بڑھیا کے بال سلاتا رہا ہوں۔ تو پھر ڈالی؟" وہ اپنی بڑی بیٹی سے مخاطب ہوئے "تمہارا تڑپ کا چٹا کیا کر رہا ہے؟"

"کچھ نہیں پاپا!" ڈالی نے جواب دیا "وہ سمجھ گئیں کہ یہ ان کے شوہر کا ذکر ہے۔" سارے وقت باہر چتے ہیں "میں انہیں تقریباً دیکھتی ہی نہیں ہوں" وہ مذاق اڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اضافہ کے بغیر نہ رکھیں۔ "تو کیا وہ ابھی تک گاؤں نہیں گئے جنگل بیچنے کے لئے؟"

"نہیں! ابھی تک تیار ہی کر رہے ہیں۔"

"تو یوں ہے!" پر ہنس لے کر کہا۔ "اور مجھے بھی تیاری کرنی ہے؟" خیر جو حکم "وہ یو سی سے مخاطب ہوئے اور بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے چھوٹی بیٹی سے کہا "اور تم یہ کرو کیٹی کہ کبھی کسی ایک خوشگوار دن کو جب آنکھ کھلے تو خود سے کہو "میں تو بالکل تندرست اور خوش و خرم ہوں اور پاپا کے ساتھ پھر صبح سویرے پالے میں ٹپٹے جاکوں گی۔" ایس؟"

جو کچھ پاپا کہہ رہے تھے وہ گنتی تو بہت سیدھی سی بات تھی لیکن ان لفظوں کو سن کر کیٹی سٹ پٹا گئی اور یوں بوکھلائی جیسے کسی مجرم کو رینگنے پھولنے پکڑ لیا گیا ہو۔ "ہاں وہ سب کچھ جانتے ہیں سب سمجھتے ہیں اور ان لفظوں کے توسط سے مجھ سے کہنا چاہتے ہیں کہ شرم کی بات تو ہے لیکن اپنی شرم کو برداشت کرنا چاہئے۔" وہ جواب میں کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ کر سکی۔ اس نے بات شروع تو کی لیکن رد کیا اور وہ کمرے سے بھاگ گئی۔

"یہ نتیجہ ہے تمہارے مذاقوں کا" پر ہنس اپنے شوہر پر برس پڑیں۔ "تم ہیتم۔۔۔" اور انہوں نے اپنی فمائشی تقریر شروع کر دی۔

پر ہنس خاص دیر تک پر ہنس کی فمائشیں سنتے رہے اور چپ رہے لیکن ان کی بھوسیں سکڑتی گئیں۔

"وہ اتنی قابل رحم ہے بچاری! اتنی قابل رحم! لیکن تمہیں کوئی احساس ہی نہیں کہ اس کی بیماری کے سبب کی طرف کسی طرح کا اشارہ اس کے لئے تکلیف دہ ہے۔ آؤ لوگوں کو سمجھنے میں کسی غلطی ہوتی ہے!" پر ہنس نے کہا اور ان کے لمبے کی تبدیلی سے ڈالی اور پر ہنس دونوں سمجھ گئے کہ وہ دوسری کے بارے میں کہہ رہی

ہیں۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے بے شرم کیونے لوگوں کے خلاف کوئی قانون کیوں نہیں ہے۔"

"اف! مجھ سے نہیں سنا جاتا!" پر ہنس نے آرام کرسی سے اٹھتے ہوئے اداس ہو کر کہا جیسے وہ پہلے جانا چاہتے ہوں لیکن دروازے کے پاس وہ ٹھہر گئے۔ "قانون ہیں، میری جان، اور اب جب تم نے مجھ کو اس کے لئے لٹکا رہا ہے تو میں تمہیں بتاؤں کہ سارا قصور کس کا ہے۔ تمہارا، تمہارا، صرف تمہارا۔ ایسے نوجوانوں کے خلاف قانون بیٹھتے تھے اور اب بھی ہیں اگر وہ نہ ہوتا جو نہ ہونا چاہئے تھا تو میں 'بو ڈھا پھر بھی اس ہانگے کو ڈول کے لئے لٹکا دیتا۔ اور اب تو بس علاج کروائیے اور ان عطائیوں کو بولائیے۔"

ایسا لگتا تھا جیسے پر ہنس تو ابھی اور بھی بہت کچھ کہہ سکتے تھے لیکن پر ہنس نے جیسے ان کا لمبہ سنا دیسے وہ جیسا کہ اہم سوالوں پر بیٹھ ہو تا تھا، نرم پڑ گئیں اور پچھتائے لگیں۔

"الگسندر! الگسندر!" انہوں نے سرگوشی میں کہا اور قریب آ کر رو پڑیں۔

وہ رو پڑیں تو پر ہنس کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ پر ہنس کے پاس آ گئے۔

"اچھا بس کرو نہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی دکھی ہو۔ اب کیا کیا جائے؟ کوئی ایسی بڑی مسیبت نہیں آ گئی۔ خدار تھم ہے۔۔۔ اس کا شکر کرو۔۔۔" انہوں نے کہا حالانکہ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں "اور پر ہنس کے آنسو بھرے ہونے کا جواب دے کر، انہوں نے اپنے ہاتھ پر محسوس کیا، وہ کمرے سے نکل گئے۔

کیٹی جب روٹی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی تبھی ڈالی نے خاندان کی دیکھ بھال کی اپنی ماں والی عادت کی بنا پر سمجھ لیا کہ یہ عورت کا کام ہے اور اسے انجام دینے کے لئے تیار ہو گئیں۔ انہوں نے اپنی بیٹا اتاری اور اخلاقی اعتبار سے تیار ہو کر عمل کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ ماں جب باپ کے اوپر برس پڑی تھیں تب وہ ماں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں جس قدر بھی دخترانہ احرام نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دی۔ پر ہنس کے بھڑک اٹھنے کے وقت وہ چپ رہیں۔ انہیں ماں کے لئے شرمندگی اور باپ کے فوراً ٹیک اور صبران ہو جانے پر ان کے لئے شفقت محسوس ہوئی لیکن جب باپ چلے گئے تو انہوں نے وہ خاص چیز کرنے کی تیاری کی جسے کرنا ضروری تھا۔ کیٹی کے پاس جا کر اسے تسکین دیتا۔

"ماما! میں آپ سے بہت دنوں سے کہنا چاہتی تھی۔ پتہ ہے آپ کو کہ لیون جب کچھلی بار یہاں آئے تھے تو وہ کیٹی کے لئے خواہشگاری کرنا چاہتے تھے؟ انہوں نے استیوار سے کہا تھا۔"

"تو پھر؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔"

"تو ہو سکتا ہے کیٹی نے ان سے انکار کر دیا ہو؟" اس نے آپ سے کچھ نہیں کہا؟"

"نہیں اس نے کچھ نہیں کہا اس کے بارے میں نہ دوسرے کے بارے میں۔ وہ بڑی خوددار ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہے۔۔۔"

"ہاں لیکن آپ ذرا سوچنے کے اگر اس نے لیون سے انکار کر دیا، اور یہ میں جانتی ہوں کہ اگر دوسرا نہ ہو تا تو اس نے لیون سے انکار نہ کیا ہو تا۔۔۔ اور بعد کو اس نے کیٹی کو اس بری طرح دھوکا دیا۔"

پر ہنس کے لئے یہ سوچنا بہت سی تکلیف دہ تھا کہ اپنی بیٹی کے سامنے وہ خود کتنی زیادہ قصور وار ہیں اور وہ خفا ہو گئیں۔

"اف! میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا! اب تو سچی چاہتے ہیں اپنی عقل سے جینا، ماں سے کچھ کہتے نہیں اور بعد کو۔۔۔"

"کیٹی تم انصاف سے کام نہیں لے رہی ہو!"  
 "تم آخر کس لئے مجھے اذیت دے رہی ہو؟"  
 "مگر اس کے برعکس میں تو... میں دیکھ رہی ہوں کہ تم غمگین ہو..."  
 لیکن کیٹی نے مارے غصے کے ان کی پوری بات سنی بھی نہیں۔

"میرے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا میں غم کروں اور مجھے دلاسا دیا جائے۔ مجھ میں اتنی خودداری ہے کہ میں کبھی ایسے شخص سے محبت کرنے کی روادار نہ ہوں جو مجھ سے محبت نہیں کرتا۔"

"ارے میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں... بس ایک بات... مجھے سچ بتا دو "ڈالی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا" مجھے یہ بتاؤ کہ لیون نے تم سے بات کی تھی؟"

لیون کی یاد دلانے سے ایسا لگا جیسے کیٹی کے منہ کا آخری بندھن بھی ٹوٹ گیا۔ وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بکسوے کو زمین پر پٹک کر تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے کہنے لگی:

"میں اس آخری لیون کا کیا ذکر؟ میری بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو مجھے اذیت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہہ دیا اور پھر کہہ رہی ہوں کہ میں خوددار ہوں اور کبھی کبھی وہ نہیں کر سکتی جو تم کر رہی ہو۔ کہ پھر اسی شخص کے پاس واپس چلی گئیں جو تم کو چھوڑ کر دوسری عورت سے محبت کرنے لگا تھا۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا" میں بالکل نہیں سمجھتی! تم کر سکتی ہو مگر میں نہیں کر سکتی!"

یہ کہہ کر اس نے اپنی بہن کی طرف نظر اٹھائی اور جب اس نے یہ دیکھا کہ ڈالی چپ ہیں اور اسی سے سر جھکا کر ہوئے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ کمرے سے چلی جائے جیسا کہ اس نے ارادہ کیا تھا "دروازے کے پاس بیٹھ گئی اور چہرے کو ردال سے ڈھک کر اس نے بھی سر جھکا لیا۔

کوئی دو منٹ تک بالکل خاموشی رہی۔ ڈالی اپنے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ اپنی وہ ذلت جسے انہوں نے ہمیشہ محسوس کیا تھا اس لئے خاص طور سے درد انگیز لگی کہ ان کی اپنی بہن نے یاد دلایا تھا۔ انہیں بہن سے ایسی بے رحمی کی توقع نہ تھی اور انہیں اس پر براغصہ آیا۔ لیکن اچانک انہوں نے لباس کی سرسراہٹ اور اس کے ساتھ ہی دہلی دہلی سکینوں کی آواز سنی اور کسی کے ہاتھ ان کی گردن میں پڑ گئے۔ کیٹی گھٹنوں کے بل ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"ڈالی! میں اتنی اتنی زیادہ غمزہ ہوں!" اس نے قصور وار لہجے میں سرکوشی کی۔

اور اس کا آنسوؤں سے ترپار اس اچھڑا دیا اگلسا ندرودنا کے لباس کے دامن میں گم ہو گیا۔

ایسا لگا جیسے آنسو وہ ضروری چٹائی تھے جس کے بغیر دونوں بہنوں کے باہمی رشتے کی مشین کا مانی سے چل ہی نہ سکتی تھی۔ رونے دھونے کے بعد بہنوں نے اس کے بارے میں باتیں نہیں کیں جو ان کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کیں اور دونوں ایک دوسرے کو سمجھ گئیں۔ کیٹی سمجھ گئی کہ اس نے غصے میں بہن کے شوہر کے بارے میں اور ذلت کے بارے میں جو بات کہی تھی اس سے بچا رہی بہن کے دل میں بڑا کمرہ کھاد لگا لیکن انہوں نے اسے معاف کر دیا۔ اور ڈالی بھی جو کچھ جانتا چاہتی تھیں وہ سب سمجھ گئیں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا قیاس صحیح تھا کہ کیٹی کا غم لا علاج غم اسی بنا پر تھا کہ لیون نے اس سے خواہشکاری کی اور اس نے انکار کر دیا اور درودنکی نے اسے دھوکا دے دیا "اور یہ کہ کیٹی لیون سے محبت اور درودنکی سے نفرت کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیٹی نے اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا" اس نے تو بس اپنی دلی حالت کے بارے میں

"اماں! میں اس کے پاس جا رہی ہوں..."  
 "تو جاؤ! میں کیا تمہیں روک رہی ہوں؟" ماں نے کہا۔

3

کیٹی کے چھوٹے سے کمرے میں آکر جو بہت سی خوبصورت نگاہی اور ویسے ساکس (1) کی گزروں سے بھرا ہوا تھا اور ویسائی جو اس سال نگاہی اور خوش و خرم لگ رہا تھا جیسی خود کیٹی دو مہینے پہلے تھی ڈالی کو یاد آیا کہ پچھلے سال کیسے کتنی خوشی اور محبت سے اس کمرے کو دونوں نے مل کر ٹھیک ٹھاک کیا تھا۔ انہوں نے جب کیٹی کو دروازے کے سب سے قریب والی پہلی کرسی پر بیٹھے اور قالین کے کوئے کو یک ٹک نکلتے ہوئے دیکھا تو ان کا دل سرد پڑ گیا۔ کیٹی نے بہن کو دیکھا لیکن اس کے چہرے کے سرد اور قد رے تہہ تاثر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

"اب میں جا رہی ہوں اور مگر میں بند ہو جاؤں گی اور میرے پاس تمہارا آنا بھی منع ہو گا" داریا اگلسا ندرودنا نے کیٹی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

کیٹی نے ڈر کر سر اٹھایا اور جلدی سے پوچھا "کس چیز کے بارے میں؟"

"تمہارے غم کے بارے میں" اور کس چیز کے بارے میں؟"

"مجھے کوئی غم نہیں ہے۔"

"بس کرو کیسی کیا تم واقعی یہ سمجھتی ہو کہ میں نہیں جان سکتی؟ میں سب جانتی ہوں۔ اور تم میری بات کا یقین کرو" اتنی غیر اہم بات ہے... ہم سب اس سے گزر چکے ہیں۔"

کیٹی چپ رہی لیکن اس کے چہرے پر ہمدردی کا تاثر پیدا ہو گیا۔

"وہ اس لائق ہی نہیں ہے کہ تم اس کے لئے دکھ بھیلو" داریا اگلسا ندرودنا نے براہ راست اصل معاملے کو چھیڑتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہاں! اس لئے کہ انہوں نے مجھے ٹھکرا دیا ہے" بھرائی ہوئی آوازیں کیٹی نے کہا۔ "مت بات کیجئے"

مہربانی کر کے کچھ مت کہئے!" لیکن کس نے تم سے یہ کہا؟ کسی نے بھی یہ تو نہیں کہا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا تھا اور کرتا رہتا لیکن..."

"انہو" مجھے سب سے زیادہ بری لگتی ہے یہی ہمدردی! کیٹی اچانک غصے میں آکر چیخ پڑی۔ وہ سرخ ہو کر اپنی کرسی پر گھوم پڑی اور ہاتھ میں جو چٹائی تھے اس کے بکسوے کو اپنی انگلیوں سے جلدی جلدی کبھی ایک ہاتھ پر کبھی دوسرے پر رکھ کر دبانے لگی۔ ڈالی کو اپنی بہن کی اس عادت کا پتہ تھا کہ جب وہ غصے میں ہوتی تو وہ ہاتھ میں کوئی نہ کوئی چیز پکڑ لیتی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ کیٹی میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ غصے میں سب کچھ بھول کر بہت سی غیر ضروری اور ناخوشگوار باتیں کر سکتی تھی اور ڈالی اس کو تسکین دینا چاہتی تھیں لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔

"تم مجھے محسوس کرانا چاہتی ہو کیا؟" کیٹی نے جلدی جلدی کہا۔ "یہ کہ میں ایک ایسے شخص سے محبت کرتی تھی جو مجھے نظر انداز کرتا تھا اور یہ کہ میں اس کی محبت میں مری جا رہی ہوں؟" اور یہ مجھ سے میری بہن کہتا چاہتی ہیں جو سمجھتی ہیں کہ... کہ وہ ہمدردی کر رہی ہیں! میں چاہتا ہوں مجھے یہ رحم اور یہ دھوکا!"



باتیں کیں۔

”مجھے کوئی غم نہیں ہے“ اس نے پرسکون ہونے کے بعد کہا ”لیکن کیا تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ مجھے ہرچیز شرمناک سمجھو، بھونڈی لگنے لگی ہے اور سب سے بڑھ کر میں خود۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ میرے ذہن میں سب کے بارے میں کتنے شرمناک خیالات ہیں۔“

”اے تمہارے ذہن میں کون سے شرمناک خیالات ہو سکتے ہیں؟“ ڈالی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
 ”سب سے زیادہ“ انتہائی شرمناک اور ناشائستہ۔ میں تم سے بتا نہیں سکتی۔ یہ صدمہ نہیں ہے، بیوی نہیں ہے، اس سے کہیں بدتر چیز ہے۔ جیسے مجھ میں جو کچھ بھی اچھا تھا وہ سب گم ہو گیا اور بس انتہائی شرمناک چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ اب میں کیسے تم کو بتاؤں؟“ بن کی آنکھوں میں یہ دیکھ کر کہ وہ کچھ نہیں سمجھ رہی ہیں اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”پاپائے ابھی مجھ سے بات کرنی شروع کی... مجھے لگتا ہے کہ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ میری شادی ہو جانی چاہئے۔ ماما مجھے ہال میں لے جاتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ وہ مجھے صرف اس لئے لے جاتی ہیں کہ جلدی سے میری شادی کر دیں اور مجھ سے چھٹکارا پائیں۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سچ نہیں ہے لیکن ان خیالوں کو میں دل سے نہیں نکال سکتی۔ جنہیں معقول برکما جاتا ہے ان نوجوانوں کو میں دیکھ نہیں سکتی۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ وہ مجھے ٹاپ جو کچھ رہے ہیں۔ پہلے ہال کا لباس پہن کر کہیں جانے میں مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی میں خود اپنے آپ پر عشق عشق کرتی تھی۔ اب مجھے شرم آتی ہے، اٹ پنا محسوس کرتی ہوں۔ اب میں کیا کروں اڈاکٹر... تو...“  
 کئی ذرا ہچکچاتی۔ وہ اس سے آگے یہ کہنا چاہتی تھی کہ جب سے اس میں یہ تبدیلی آئی ہے تب سے وہ اسٹیج پر اداکار کی صورت دیکھنا تک گوارا نہیں کر سکتی اور جب انہیں دیکھتی ہے تو اس کے ذہن میں انتہائی ناشائستہ اور غیر مذہب خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ”ہاں، مجھے ہرچیز انتہائی ناشائستہ اور شرمناک روپ میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ ہے میری بیماری۔ ہو سکتا ہے یہ گزر جائے...“  
 ”لیکن تم اس کے بارے میں نہ سوچو۔“

”نہیں کر سکتی۔ مجھے صرف بچوں کے ساتھ اچھا لگتا ہے تمہارے ہاں۔“

”افسوس یہ ہے کہ اب میرے ہاں تمہارا آنا ممکن نہیں ہے۔“

”نہیں میں آؤں گی۔ مجھے الال بھارہ پوچھا ہے اور میں ماماں کو راضی کر لوں گی۔“

کئی اپنی بات پر قائم رہی اور اپنی باتیں کہیں کے ہال پہلی آئی۔ وہاں واقعی الال بھارہ تھا اور اس سارے عرصے میں اس نے بن کے ساتھ مل کر کچے کچے بچوں کی دیکھ بھال کی اور دونوں بہنوں نے سب کو صحت مند کر دیا لیکن خود کبھی کی صحت ٹھیک نہیں ہوئی اور ایسے سے پہلے والے چالیس روزوں کے بعد شیریا سکی خانہ ان پر دیس چلا گیا۔

4

پینرس برگ کا اعلیٰ طبقہ درحقیقت ایک ہی ہے جس میں سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ہاں آتے ہیں۔ لیکن اس بڑے طبقے کے اندر اپنی ضمنی تقسیم بھی ہے۔ آنا کارڈینو کا کارڈینو۔ مختلف طبقوں میں دوست اور گہرے تعلقات تھے۔ ایک تو ان کے شوہر کا سرکاری

عہدیداروں والا طبقہ تھا جو ان کے ساتھ کے اور ان کے ماتحت عہدیداروں پر مشتمل تھا جو معاشرتی حالات کی بنا پر انتہائی مختلف النوع اور من موہی طریقے سے ایک دوسرے سے وابستہ یا غیر متعلق بنا رہا ہوتا تھا۔ آنا اب اس تقریباً مذہبی احترام کے احساس کو یاد بھی مشکل سے کر سکتی تھیں جو شروع میں ان کے دل میں ان لوگوں کے لئے تھا۔ اب وہ ان سب کو اچھی طرح جانتی تھیں جیسے تحصیل کے قصبے میں لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں، جانتی تھیں کہ کس میں کیسی عاداتیں اور کمزوریاں ہیں، کس کا کون سا بچہ کو دیا ہے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ ان کے آپسی تعلقات اور حاکم اعلیٰ سے ان کے تعلقات کے بارے میں جانتی تھیں اور یہ بھی کہ کون کس وجہ سے کس کی کیسے حمایت کرتا ہے اور کون کس سے کس بات میں اتفاق اور عدم اتفاق کرتا ہے۔ لیکن حکومتی اور مردوں والی دلچسپیوں کے اس طبقے سے ’کاؤتس لیدیا ایو انوڈا کی رائے کے باوجود‘ آنا کو کبھی دلچسپی نہیں ہوئی اور وہ اس سے کتراتے تھیں۔

آنا کا دوسرا قریبی طبقہ تھا جس کے ذریعے ان کے شوہر اگسٹینی الکساندر رووچ نے اپنی زندگی بنائی تھی۔ اس طبقے کی مرکز کاؤتس لیدیا ایو انوڈا تھیں۔ یہ بوڑھی بد صورت، خیر خیرات کرنے والی مذہبی عورتوں اور سمجھدار، عالم اور عزت و احترام کے خواہاں مردوں کا طبقہ تھا۔ اس طبقے سے تعلق رکھنے والے ایک سمجھدار آدمی نے اس طبقے کو ”پینرس برگ کے معاشرے کا خیر“ کہا تھا۔ اگسٹینی الکساندر رووچ کو یہ طبقہ بہت پسند تھا اور آنا نے، جن میں ہر ایک کے ساتھ نباہ کر لینے کا ملکہ تھا، اپنی پینرس برگ کی زندگی کے شروع ہی کے دنوں میں اس طبقے میں بھی دوست بنائے تھے۔ مگر اب ماسکو سے واپس آنے کے بعد یہ طبقہ ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ انہیں لگے لگا کہ وہ خود اور اس طبقے کے سارے لوگ تصنع اور بناوٹ سے کام لیتے ہیں اور انہیں اس طبقے میں اتنی آگاہی اور اٹ پنا محسوس ہونے لگا کہ وہ کاؤتس لیدیا ایو انوڈا کے ہاں جہاں تک ہو سکا حاکم جاتی تھیں۔

اور تیسرا طبقہ جس سے آنا کا تعلق رہتا تھا درحقیقت اصل معاشرہ تھا۔ ہال روم بچوں، ’ڈنوں‘ نظرو کو خیرہ کر دینے والے سنگاروں کا معاشرہ تھا جو ایک ہاتھ سے دربار کا دامن تھا سے رہتا تھا تاکہ کہیں خود پست تر معاشرے میں نہ جا کرے جس کو اس طبقے کے اراکین اپنے خیال میں حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن ان کے ذوق اس معاشرے کے لوگوں سے ملتے جلتے ہی نہیں بلکہ بالکل ایک ہی تھے۔ آنا اس طبقے سے پرسنس، پینسی تو پر سکایا کے ذریعے تعلق رکھتی تھیں جو ان کے رشتے کے بھائی کی بیوی تھیں، جن کی ایک لاکھ تیس ہزار روپوں کی آمدنی تھی اور جو معاشرے میں آنا کے نمودار ہوتے ہی ان سے خاص طور سے محبت کرنے لگی تھیں، ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور انہوں نے آنا کو فوراً ہی اپنے طبقے میں سمجھ لیا تھا اور کاؤتس لیدیا ایو انوڈا کے طبقے کا مذاق اڑا کر دیتی تھیں۔

پینسی نے کہا تھا کہ ”جب میں بوڑھی ہو جاؤں گی اور بد شکل تو میں بھی اسی طرح کروں گی۔ لیکن آپ کے لئے، جو ان اور خوبصورت عورت کے لئے ابھی اس خیرات گھر میں جانا عمل از وقت ہے۔“

شروع میں آنا جہاں تک ہو سکا تھا پرسنس تو پر سکایا کے اس معاشرے سے کتراتے تھیں اس لئے کہ وہ ان کے وسائل سے زیادہ اخراجات کا مطالعہ کرتا تھا اور بچروں سے بھی وہ سب سے پہلے والے طبقے کو ترجیح دیتی تھیں لیکن ماسکو کے سفر کے بعد اس کا الٹا ہونے لگا۔ وہ اپنے اخلاق کے پابند دوستوں سے کتراتے لگیں اور اعلیٰ سوسائٹی میں جانے لگیں۔ وہاں دروہی سے ان کی ملاقات ہوتی تھی اور ان ملاقاتوں میں انہیں تہنیتی خوشی

دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے اندیشہ ہے کہ میں خود کو مضحکہ خیز بنا رہا ہوں۔“  
وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ نیشی کی اور اعلیٰ معاشرے کے سارے لوگوں کی نظر میں مضحکہ خیز بننے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ ان لوگوں کی نظریں کسی لڑکی یا بالعموم اعلیٰ عورت کے ناکام عاشق کا رد میں تو مضحکہ خیز ہو سکتا ہے لیکن ایسے شخص کا رد بوجہ شادی شدہ عورت کا چھپا کر رہا ہو اور چاہے کچھ بھی ہو جائے اس نے اپنی زندگی کی بازی اس پر لگا دی ہو کہ اسے ناجائز جنسی تعلقات پر مائل کرے ”اس رد میں تو کوئی خوبصورت اور عقیم بات ہوتی ہے اور یہ تو کبھی مضحکہ خیز ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے اس نے اپنی مونچھوں کے نیچے کھینچی ہوئی نازاں اور پرست مسکراہٹ کے ساتھ دور بین کو نیچے کر لیا اور اپنی ریشے کی بن کی طرف دیکھا۔

نیشی نے اس کو حسین کی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ”لیکن آپ ڈر میں کیوں نہیں آئے؟“  
”اس کے لئے آپ کو پورا قصہ بتانا پڑے گا۔ میں مصروف تھا اور کس چیز میں؟ میں آپ کو ایک سو ایک ہزار سو قے بھی دوں... تو آپ نہیں بوجھ جائیں گی۔ میں ایک شو برا اور اس کی بیوی کی توجہ نہ کرنے والے شخص کے درمیان صلح کروا رہا تھا۔ ہاں، سچ کہتا ہوں!“  
”تو پھر کروادی صلح؟“  
”تقریباً۔“

”یہ تو آپ مجھے ضرورتاً بتائیے گا۔“ نیشی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”دوسرے وقفے میں آئیے گا۔“  
”نہیں آسکتا۔ میں فرانسیسی جھیر میں جا رہا ہوں۔“  
”نیلون کو چھو ڈکر؟“ نیشی نے بے حد حیرت زدہ ہو کر پوچھا جو کورس کی معمولی مغنیہ اور نیلسون میں امتیاز تک نہ کر سکتی تھیں۔  
”اب کیا کروں؟ مجھے وہاں ملنا ہے کسی سے، سب اسی اپنے صلح کروانے کے کام کے سلسلے میں۔“  
”باہر کت ہیں صلح کرانے والے، ان کی نجات ہوگی۔“ نیشی نے کہا اور انہیں یاد آیا کہ انہوں نے کسی سے کچھ اسی طرح کی بات نہ سنی تھی۔ ”تو پھر بیٹھے اور بتائیے کہ قصہ کیا تھا۔“  
اور وہ پھر سے بیٹھ گئیں۔

## 5

”ذرا اختلاف تفرص بات ہے لیکن ہے اتنے مزے کی کہ بتانے کو بے حد جی چاہتا ہے“ دروہکی نے اپنی ہنسی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں کسی کام نہیں بتاؤں گا۔“  
”یہ تو اور اچھا ہے، میں خود بخود بھولوں گی۔“  
”تو سنئے۔ دو نوجوان خوش و خرم لوگ جا رہے تھے...“  
”ظاہر ہے کہ آپ کی رجنٹ کے افسر ہوں گے؟“  
”میں نے افسر نہیں کہا، بس دو نوجوان بچے کے بعد جا رہے تھے...“  
”مطلب یہ کہ نشے میں تھے۔“  
”ہو سکتا ہے۔ وہ شام کے کھانے کے لئے انتہائی خوشدلی کی مزاجی کیفیت میں اپنے ساتھی کے ہاں جا

ہوتی تھی۔ خاص طور سے نیشی کے ہاں اکثر ان کی ملاقات دروہکی سے ہوتی تھی اس لئے کہ نیشی بھی دروہکی خاندان ہی کی تھی اور دروہکی ان کا رشتے کا بھائی تھا۔ دروہکی ہر اس جگہ جاتا تھا جہاں آتا ہے اس کی ملاقات ہونے لگتی اور جب بھی اسے موقع ملتا تھا وہ ان سے اپنی محبت کی بات کرتا تھا۔ آتا ہے کبھی کسی طرح سے اس کی بہت افزائی نہیں کی لیکن ہر بار جب وہ اس سے ملتے تو ان کے دل میں اسی جیسے پن کا احساس بھڑک اٹھتا جو انہیں اس دن ریل گاڑی کے ڈبے میں ہوا تھا جب انہوں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ خود محسوس کرتی تھیں کہ اسے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے ہونٹ مسکراہٹ میں خم ہو جاتے ہیں اور وہ خوشی کے اس اظہار کو دبانہ سکتی تھیں۔

شروع میں آتا ہے دل سے یقین کرتی تھیں کہ وہ دروہکی سے اس بات پر ناخوش ہیں کہ وہ ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے لیکن ماسکو سے واپس آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ ایک پارٹی میں گئیں جہاں وہ سمجھتی تھیں کہ اس سے ملاقات ہوگی مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ ان پر جتنی اداسی طاری ہو گئی اس سے وہ واضح طور پر سمجھ گئیں کہ وہ خود کو دھوکہ دے رہی تھیں مگر یہ ان کے پیچھے پڑے رہتا انہیں نہ صرف یہ کہ برا نہیں لگتا بلکہ اسی سے تو ان کی زندگی میں ساری دلچسپی ہے۔

ممتاز مغنیہ (2) دوسری بار گاری تھیں اور پورا اعلیٰ معاشرہ جھیر میں موجود تھا۔ دروہکی نے پہلی صف میں اپنی آرام کر سی سے اپنی ریشے کی بن نیشی کو دیکھا تو وہ درمیانی وقفے کا انتظار کئے بغیر ہی ان کے باکس میں چلا گیا۔

نیشی نے اس سے کہا ”یہ آپ ڈر میں آئے کیوں نہیں؟“ پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے اس طرح اضافہ کیا کہ صرف وہ سن سکے ”مجھے تو محبت میں جھلا لوگوں کی اس صاف نظر آنے والی حالت پر حیرت ہوتی ہے۔ وہ بھی نہیں تھیں۔ لیکن ادھر اے بعد آئے گا۔“

دروہکی نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انہوں نے سر کو ذرا اسی جنبش دی۔ اس نے مسکرا کر ان کا شکر یہ ادا کیا اور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

پرنس نیشی نے اپنی بات جاری رکھی ”اور مجھے دوسروں پر آپ کا ہنسنا کس قدر یاد آتا ہے!“ انہیں اس جنون کی کامیابی پر نظر رکھنے پر خاص خوشی حاصل ہوتی تھی۔ ”کہاں چلا گیا وہ سب! آپ پکڑے گئے میرے عزیز۔“

”میں تو چاہتا بھی یہی ہوں کہ پکڑ لیا جاؤں“ دروہکی نے اپنی پرسکون نیک دل مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ”اگر مجھے شکایت ہے تو صرف یہ کہ میں بہت کم پکڑا گیا ہوں، اگرچہ کہا جائے تو میں تو امید کھو جاتا رہا ہوں۔“

”امید آپ کو کون سی ہو سکتی ہے؟“ نیشی نے اپنی دوست کی خاطر برامان کر کہا۔ ”ان تین دنوں (3) ... لیکن ان کی آنکھوں میں چند گاریاں ناچنے لگیں جو یہ کہہ رہی تھیں کہ وہ بہت اچھی طرح، بالکل اسی کی طرح، جانتی ہیں کہ اسے کون سی امید ہو سکتی ہے۔“

”کوئی نہیں“ مسکراتے ہوئے اور اپنے ہموار دانت دکھاتے ہوئے دروہکی نے کہا۔ ”میں معافی چاہتا ہوں“ اس نے ان کے ہاتھ سے دو چٹکی دور بین لے کر ان کے برہنہ کندھوں کے اوپر سے سامنے کے باکسوں کو



رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا ایک خوبصورت عورت کرائے کی گاڑی میں ان کے برابر سے نکل گئی، انہیں دیکھتی ہوئی اور کم سے کم انہیں یہ لگا کہ "ان کو دیکھ کر وہ سر سے اشارے کر رہی تھی اور سحراری تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کے پیچھے ہوئے۔ پورے زوروں میں اپنی گاڑی دوڑاتے ہوئے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ حینہ بھی اسی مکان کے صدر دروازے پر کی جس میں وہ جا رہے تھے۔ حینہ دوڑتی ہوئی اوپر کی منزل پر چلی گئی۔ انہوں نے مختصری غائب کے پیچھے بس سرخ ہوٹ اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت پاؤں دیکھے۔"

"آپ تو اس احساس کے ساتھ بیان کر رہے ہیں کہ مجھے لگتا ہے ان دونوں سے ایک آپ ہی تھے۔"

"اور ابھی ابھی آپ نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ تو دونوں نوجوان اپنے ساتھی کے ہاں چلے گئے جو الوداعی ڈنر دے رہا تھا۔ وہاں یہ صحیح ہے کہ ان لوگوں نے لی ہو سکتا ہے ضرورت سے زیادہ، جیسا کہ الوداعی ڈنروں میں پیش ہی ہوتا ہے۔ کھانے کے وقت ان لوگوں نے پوچھا کہ اس مکان میں اوپر کون رہتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ بس خدمتگار نے ان کے اس سوال پر کہ اوپر کیا مازیلیں رہتی ہیں جواب دیا کہ وہ تو یہاں بہت ہیں۔ کھانے کے بعد دونوں نوجوان صاحب خانہ کی اسٹڈی میں چلے گئے تھے اور اس اجنبی حینہ کے نام خط لکھنے لگے۔ بڑا جذباتی خط لکھا، اظہار محبت کا اور اسے خود لے کر اوپر گئے تاکہ اگر خط میں کوئی بات سمجھ میں نہ آنے والی گئی تو اس کی وضاحت کریں۔"

"یہ آپ مجھ سے کیوں ایسی شرمناک باتیں بیان کرتے ہیں؟ تو پھر؟"

"گھنٹی بجائی۔ ایک لڑکی نکلی۔ ان لوگوں نے اسے یہ خط دے دیا اور اسے یقین دلایا کہ وہ دونوں اتنی جی محبت کرتے ہیں کہ بس ابھی دروازے ہی پر جان دے دیں گے۔ لڑکی حیران پریشان ان کا پیغام لے کر اندر گئی۔ اچانک ایک صاحب نمودار ہوئے جن کی موٹگیں بالکل سلائی جیسی تھیں، سرخ جیسے کیکڑا، اور انہوں نے اطلاع دی کہ اس گھر میں سوائے ان کی بیوی کے اور کوئی نہیں رہتا اور ان دونوں کو صگا دیا۔"

"آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ ان کی موٹگیں جیسا کہ آپ نے کہا سلائی جیسی ہیں؟"

"ارے آپ سنے تو۔ آج میں صلح کرانے گیا تھا۔"

"تو پھر کیا ہوا؟"

"میری تو سب سے دلچسپ حصہ ہے۔ پتہ یہ چلا کہ اس خوش نصیب جوڑے کے میاں بیوی خطابی کو نسلر (4) اور ان کی بیوی ہیں۔ خطابی کو نسلر نے شکایت کر دی۔ اب میں صلح کر رہا ہوں، اور کیسی امیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے مقابلے میں ٹائمران (5) بھی کچھ نہیں ہے۔"

"اس میں مشکل کیا تھی؟"

"ارے وی تو سنئے... ہم نے قاعدے کے مطابق معافی مانگ لی کہ ہمیں سخت افسوس ہے اور ہم اس ناخوشگوار غلط فہمی کے لئے معافی چاہتے ہیں۔ سلائی جیسی موٹگیوں والے خطابی کو نسلر نے جھگڑا شروع کیا لیکن وہ اپنے احساسات کا اظہار بھی کرنا چاہتا تھا اور جیسے وہ ان کا اظہار کرنا شروع کرتا ویسے ہی وہ گرم ہونے لگا اور سخت باتیں کہنے لگا اور پھر میرے لئے ضروری ہو تاکہ میں اپنی ساری سفارتی استعداد کو بروئے کار لاؤں۔ میں مانتا ہوں کہ ان کا برتاؤ اچھا نہیں تھا لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پملو کی طرف توجہ کیجئے کہ یہ غلط فہمی تھی، نوجوانی کی بنا پر اور پھر نوجوان لوگوں نے اس سے ذرا ایسی پہلے لے لیا تھا۔ وہ بدل سے بچتا رہے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ان کا قصور معاف کر دیا جائے۔ خطابی کو نسلر پھر زائر نم پڑا، کاؤنٹ میں مانتا ہوں

اور معاف کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن آپ سمجھئے کہ میری بیوی، میری بیوی، ایک عزت دار عورت کو ان ایسے غیرے لوگوں کے، کمینوں کے پیچھا کرنے کی کوفت، بد تمیزی اور گستاخی برداشت کرنی پڑی... اور آپ یہ سمجھ رہی ہیں نہ کہ یہ لوند اوہیں کھڑا تھا اور مجھے ان میں صلح کروانی تھی۔ پھر میں نے سفارتی چال چلی اور جیسے ہی سارا معاملہ طے تمام ہونے والا تھا ویسے ہی میرا خطابی کو نسلر گرم ہو گیا، سرخ ہو گیا، اس کی سلائی جیسی لال موٹگیں کھڑی ہو گئیں اور میں نے پھر سفارتی غٹا ستوں سے کام لیا۔"

"ارے یہ تو آپ سے بیان کرنا بہت ضروری ہے!" تنہی مسکراتی ہوئی ایک خاتون سے بولیں جو انہیں کے پاس میں آئی تھیں۔ "مجھے تو انہوں نے بہت ہنسایا۔"

"اچھا تو یوں شائیں (6) انہوں نے اضافہ کیا اور درویشی کی طرف ایک انگلی بڑھائی جو پکھا پکڑنے سے آزاد تھی۔ اور کندھوں کو حرکت دے کر لباس کی چوٹی کو جو اوپر چڑھ گئی تھی، نیچے کیا تاکہ جب وہ اپنے پاس میں آگے بڑھیں اور روشنی میں سب کی نظروں میں آئیں تو کندھے پوری طرح سے رہنہ رہیں۔"

درویشی فرانسسی حیمیر جلا گیا جہاں اسے واقعی اپنی رجسٹ کے کمانڈر سے ملنا تھا جو فرانسسی حیمیر کی کوئی بھی پیش کش چھوڑتے نہیں تھے۔ درویشی اس لئے آیا تھا کہ اپنے صلح کرانے کے کام کے بارے میں انہیں مطلع کر دے جس میں وہ تین دن سے لگا ہوا تھا۔ اس معاملے میں بہتر حکم یا خود تباہی سے وہ محبت کرنا تھا اور ایک اور نوجوان جو تھوڑے دنوں پہلے رجسٹ میں آیا تھا، بہت ہی نیک شخص، بڑا اچھا ساتھی نوجوان پرفنس کیدروف تھا۔ اور اس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ رجسٹ کے مفاد بھی اچھے ہوئے تھے۔

دونوں نوجوان درویشی کے اسکو اڈرن میں تھے۔ خطابی کو نسلر دیندر رجسٹ کے کمانڈر کے پاس ان افسروں کے خلاف شکایت لے کر آیا تھا جنہوں نے اس کی بیوی کی توہین کی تھی۔ اس کی نوجوان بیوی، جیسی اس نے کہا تھا۔ اس کی شادی صرف چھ مہینے پہلے ہوئی تھی۔ اپنی ماں کے ساتھ گرے گئی تھیں اور اچانک ان کی طبیعت خراب ہوئی۔ معروف حالت کی بنا پر۔۔۔ تو ان سے کھڑا نہیں رہا جاسکا اس لئے جو بھی انہیں پہلا خوش وضع گاڑی بان ملا اسے لے کر وہ گھر چلی آئیں۔ جیسی ان افسروں نے ان کا پیچھا کیا تو وہ ڈر گئیں اور ان کی طبیعت اور زیادہ خراب ہو گئی، وہ دوڑ کر گھر کی سیڑھیوں پر چڑھ گئیں۔ خود دیندر اپنے دفتر سے واپس آئے اور انہوں نے گھنٹی اور کچھ آوازیں سنیں، باہر نکلے تو انہوں نے نشے میں دھت افسروں کو دیکھا جو خط لے کر آئے تھے۔ انہوں نے ان افسروں کو صگا دیا۔ انہوں نے درخواست کی تھی کہ انہیں سخت سزا دی جائے۔

رجسٹ کے کمانڈر نے درویشی کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا "نہیں، آپ جو چاہے کہئے لیکن بہتر حکم اب برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی بندہ نہیں مگر تاجب تکہ بگاڑتے ہو۔ یہ عمدہ ارعائلے کو یوں پاؤں دے والا نہیں ہے، وہ اسے آگے لے جائے گا۔"

درویشی اس معاملے کے سارے ناپسندیدہ پملوؤں کو سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈوئل نہیں ہو سکتا اور یہ کہ پوری کو شش کرنی چاہئے کہ یہ خطابی کو نسلر ٹھنڈا پڑ جائے اور معاملے کو دبا دیا جائے۔ رجسٹ کے کمانڈر نے درویشی کو اسی لئے بلایا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ درویشی شریف خاندان کا جڑی شخص ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے رجسٹ کی عزت بہت عزیز ہے۔ ان دونوں نے غور و خوض کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ بہتر حکم اور کیدروف دونوں درویشی کے ساتھ اس خطابی کو نسلر کے پاس معافی مانگنے جائیں۔ رجسٹ کا کمانڈر اور درویشی دونوں یہ سمجھتے تھے کہ درویشی کا نام اور شہنشاہ کے اے ڈی سی کا نشان خطابی کو نسلر کو نرم کرنے میں بہت کچھ اثر



مطالعہ کیا ہے۔ سفیر کی بیوی کے گرد والے گردہ میں ایک سفارتی کارکن نے کہا۔ ”آپ نے دیکھا کہ وہ کس طرح مگر رہی۔“

”اور مہمانی کر کے ہم نیلسون کے بارے میں باتیں نہ کریں گے! اس کے بارے میں اب کوئی نئی بات تو کسی نہیں کھینچ سکتی۔“ ایک موٹی سی، سرخ چہرے، بغیر بھوڑوں اور بغیر قلعی جوڑے والی خاتون نے کہا جن کے بال ہلکے سنہرے رنگ کے تھے اور وہ ایک پرانے بیسی لباس پہنے ہوئے تھیں۔ یہ پرسن میا ٹھٹھا تھی جو اپنے بھوہن اور کمرے پر تاؤ کے لئے مشہور تھیں اور انہیں آٹھایا تیرہیل (8) کہا جاتا تھا۔ پرسن میا ٹھٹھا دونوں گردوں کے بیچ میں بیٹھی تھیں، دونوں کی باتیں سن رہی تھیں اور کبھی ایک کی باتوں میں شریک ہو جاتی تھیں تو کبھی دوسرے کی۔ ”مجھ سے ابھی تین مخصوص کے کاؤ بلانچ کے بارے میں بالکل یکی جملہ کہا جیسے انہوں نے سازش کر رکھی ہو۔ اور مجھے بالکل پتہ نہیں کیوں انہیں یہ جملہ اتنا پسند آیا۔“

ان کے یہ کہنے پر بات چیت کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور پھر کوئی نیا موضوع سوچنا ضروری ہو گیا۔

”ہمیں کوئی دلچسپ اور ہنسانے والی بات بتائیے مگر اس میں کینہ اور بددی نہ ہو۔“ سفیر کی بیوی نے جو اس طرح کی خوش اخلاق بات چیت میں بڑی مہارت رکھتی تھیں جسے انگریزی میں ”اسمال ٹاک“ (9) کہا جاتا ہے۔ سفارتی کارکن سے مخاطب ہو کر کہا جسے خود بھی پتہ نہ تھا کہ اب کون سا موضوع چھیڑا جائے۔

اس نے مسکراتے ہوئے شروع کیا ”لوگ کہتے ہیں کہ یہ بڑا مشکل ہے کہ صرف کینہ اور بددی ہی پر تو ہنسی آتی ہے۔ لیکن میں کوشش کرتا ہوں۔ کوئی موضوع بتائیے۔ ساری بات موضوع کی ہوتی ہے۔ اگر موضوع مل جائے تو اس پر آرائش کرنا بڑا آسان ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ پچھلی صدی کے ممتاز صاحبان گفتار کے لئے بھی آج کل ذہانت کے ساتھ بات چیت کرنے میں بڑی مشکل ہوتی۔ ساری ذہانت کی باتوں سے ہم اس قدر عاجز آچکے ہیں۔“

”ذہانت کی ساری باتیں بہت پہلے کسی جاچکی ہیں۔“ سفیر کی بیوی نے مسکراتے ہوئے قطع کلام کیا۔

بات چیت بڑے اپنے پن سے دوستانہ انداز میں شروع ہوئی تھی لیکن دوستانہ انداز کی وجہ سے پھر ٹھپ ہو گئی۔ اب بقیہ اور کبھی نہ بدلنے والے ذریعے۔ بدگوئی کا سہارا لینا ضروری ہو گیا۔

”آپ کو نہیں لگتا کہ تو بھیج میں کچھ لوٹی باز دھم (10) والی بات ہے؟“ اس نے ہلکے سنہرے رنگ کے بالوں والے ایک خوبصورت نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو میز کے پاس کھڑا تھا۔

”ارے ہاں وہ ڈرائنگ روم کی آرائش سے بہت میل کھاتے ہیں“ اسی لئے تو یہاں اتنا زیادہ رہتے ہیں۔“

یہ بات چیت چل پڑی اس لئے کہ اشاروں کنایوں میں اسی کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں جس کی اس ڈرائنگ روم میں بات ہوئی نہ کتنی تھی، یعنی تو بھیج اور خاتون خانہ کے تعلق کے بارے میں۔

اس عرصے میں سلاوا اور خاتون خانہ کے پاس بھی بات چیت اسی طرح کچھ دیر تک تین لازمی موضوعوں کے درمیان گزرتی رہی۔ معاشرے کی تازہ ترین خبریں، صحیفہ اور آس پاس کے لوگوں کے بارے میں رائے زنی اور وہاں بھی جب وہ آخری موضوع پر یعنی بدگوئی پر پہنچی تو ہم گئی۔

”سنا آپ نے ماتیشیانے۔“ بیٹی نہیں مانے۔ ”بھی اپنے لئے دیا بل روز (11) لباس سینا شروع کر دیا ہے۔“

انداز ہوں گے۔ اور واقعی یہ دونوں چیزیں ایک حد تک موثر ثابت ہوئیں۔ لیکن صلح کرانے کی کوشش کا نتیجہ منکھو رہا، بیسیا کو درد لگی نے بتایا تھا۔

فرائیسی جھیر میں پہنچ کر درد لگی اپنی رجسٹر کے کمانڈر کے ساتھ پیش آیا ان میں چلا گیا اور اس نے اپنی کامیابی یا ناکامی کا حال بیان کیا۔ ساری باتوں پر غور کرنے کے بعد رجسٹر کے کمانڈر نے فیصلہ کیا کہ معاملے کو اتنے ہی پر چھوڑ دیا جائے، لیکن بعد کو اس نے اپنی طہانیت کی خاطر درد لگی سے اس کی ملاقات کے بارے میں جو جرحیں کیں اور اس بارے میں درد لگی کی باتیں سن کر دیر تک ہنسی نہ ضبط کر سکا کہ کیسے ٹھنڈا پڑ جائے والا خطائی کو نسل پھر سے گرم ہو جاتا تھا اور کیسے مصالحت کے آخری لفظ کا ایک ہی رکن سن کر درد لگی بہتر تھی کو آگے کر کے خود ہاں سے لٹک جاتا تھا۔

”بہت سی برادارہ ہے لیکن بہت سی مسئلہ خیر بھی۔ کیدروف تو ان صاحب سے بالکل نہیں لڑ سکتا! ایسے زوروں میں گرم ہو گئے؟“ فقہہ لگاتے ہوئے انہوں نے پھر سے پوچھا۔ ”اور آج کلیر کسی لگ رہی ہیں؟“ مجرہ ہیں!“ انہوں نے نئی فرائیسی اداکارہ کے بارے میں کہا۔ ”جتنی بار چاہے دیکھو، ہر دن نئی لگتی ہیں۔ یہ کمال بس فرائیسی ہی کر سکتے ہیں۔“

## 6

پرسن بیٹی نے آخری ایکٹ کے ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا اور جھیر سے چلی گئیں۔ بس اپنے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اپنے لمبو ترے سے ہوئے چہرے پر غمازہ لگا کر اور اسے پوچھ کر انہوں نے بال ستوارے اور بڑے ڈرائنگ روم میں چائے لانے کا حکم دیا ہی تھا کہ ان کے بھٹائی موڈ کا سا مزگ والے مکان کے دروازے پر ایک کے بعد ایک بجلیاں پہنچنے لگیں۔ مہمان سامنے والے بڑے سے چوکے پر قدم رکھتے اور موٹا سا دربان جو صبح کو شیشے والے دروازوں کی آڑ میں پیشہ راہ کیروں کو متاثر کرنے کے لئے اخبار پڑھتا تھا، اس وقت ان بھاری بھاری دروازوں کو بغیر کسی آواز کے کھولنا تاکہ آنے والے اس کے پاس سے ہو کر اندر چلے جائیں۔

تقریباً ایک ہی وقت خاتون خانہ اپنے تازہ ستوارے ہوئے بالوں اور تازہ دم کے ہوئے چہرے سمیت ایک دروازے سے اور مہمان دوسرے دروازے سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے جس کی دیواریں گہرے رنگ کی قالین دیز، میز خوب روشن تھی اور اس پر شمعوں کی روشنی میں دکھتا ہوا سفید میز پوش، چاندی کا سلاوا اور چائے کا جھلکی ہوئی چینی مٹی کا سیٹ رکھا تھا۔

خاتون خانہ ستوارے کے پاس بیٹھ گئیں اور انہوں نے اپنے دوستانہ آواز لگے۔ نظر میں نمایاں نہ ہونے والے خندہ گردوں کی مدد سے کرسیاں اور آرام کرسیاں کھسکا کر یہ محفل دو گردوں میں بٹ کر بیٹھ گئی۔ سلاوا کے پاس خاتون خانہ کے ساتھ ایک گردہ بیٹھا اور ڈرائنگ روم کے سامنے والے حصے میں دوسرا گردہ، ایک سفیر کی خوبصورت بیوی کے پاس جو سیاہ مٹل کا لباس پہنے تھیں اور جن کی بھوس بہت سی پتلی اور کالی تھیں۔ دونوں مرکزوں میں بات چیت کا سلسلہ ”بیسیا کہ بیشہ ابتدائی منٹوں میں ہو تا ہے“ آنے والوں سے صاحب سلامت اور چائے کی پیش کش سے بار بار منقطع ہو جاتا تھا اور لگتا تھا جیسے وہ ڈنگا رہا ہو اور کسی چیز پر نگہ نہ پڑا ہو۔

”اداکارہ کی حیثیت سے تو وہ غیر معمولی طور پر اچھی ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ اس نے کاؤ بلانچ (7) کا



"ناممکن! نہیں! یہ تو بڑی ہی دلکش بات ہے۔"

"مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کیسے وہ اتنی عقل کے باوجود آخر وہ یہ تو نہیں ہیں! یہ نہیں دیکھتیں کہ وہ کتنی مشکفہ خیر ہوتی جا رہی ہیں۔"

بد نصیب! تیشہ ا کے بارے میں ہر ایک ہی کوئی نہ کوئی مذاق اڑانے اور نصیحت کرنے والی بات کہہ سکتا تھا اور بات چیت اس طرح جھگڑنے لگی جیسے دھککا ہوا والا۔

پرنس تیشی کے شو ہر مونے تازے نیک دل آدمی تھے اور انہیں چہ بے جمع کرنے کا شوق تھا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ بیوی کے پاس سمان آئے ہیں تو وہ بھی کلب جانے سے پہلے ڈرا دیے کو ڈرا تنگ روم میں آ گئے۔ نرم قالین پر دو بے پاؤں وہ پرنس میا ٹھایا کے پاس پہنچے اور بولے:

"تو پرنس! آپ کو نیلسن کیسی لگیں؟"

"ارے بابا! ایسے بھی کوئی چوری سے کسی کے پاس پہنچ جاتا ہے؟ آپ نے تو مجھے اس قدر ڈرا دیا!"

انہوں نے جواب دیا۔ "اور میرانی کر کے آپ مجھ سے اوپر ا کے بارے میں بات نہ کیجئے" آپ موسیقی کے بارے میں کچھ نہیں سمجھتے۔ اچھا یہ ہو گا کہ میں آپ کی سطح پر اتر آؤں اور آپ سے اعلیٰ لک دار محروف اور چروں کی باتیں کروں۔ تو آپ نے کبڑی بازار میں ان کے کون سے خزانے ان دونوں خریدے؟"

"آپ چاہیں تو میں آپ کو دکھاؤں؟ لیکن آپ ان کے بارے میں کچھ جانتی تو ہیں نہیں۔"

"دکھائیے۔ میں نے ان کے بارے میں اس کے... کیا کہتے ہیں... بیٹنگ کے ہاں کچھ معلومات حاصل کی ہیں... ان کے پاس بڑے خوبصورت چہرے ہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں دکھائے۔"

تو کیا آپ شید حسبرگ کے ہاں گئی تھیں؟" خاتون خانہ نے سادہ کے پاس سے پوچھا۔

"جی جی! شیرے (12)۔ انہوں نے مجھے اور میرے شو ہر کو زبردستی عو کیا تھا اور مجھے ان لوگوں نے بتایا کہ ڈرنس صرف ساس کی تیاری پر ایک ہزار روپل خرچ کئے گئے تھے" پرنس میا ٹھایا نے اونچی آواز میں کہا یہ محسوس کرتے ہوئے کہ سب لوگ ان کی بات سن رہے ہیں "اور بہت ہی بیوقوفہ ساس تھا کچھ ہرے رنگ کا۔ اب ہمارے لئے بھی ضروری تھا کہ انہیں مدعو کریں۔ اور میں نے پچاسی کو پیک کا ساس بنایا اور سب لوگ بڑے خوش رہے۔ میں تو ہزار روپل والا ساس بنوا نہیں سکتی۔"

"ان کا جواب نہیں! سفیر کی بیوی نے کہا۔"

"غضب ہیں! کسی اور نے کہا۔"

پرنس میا ٹھایا کی باتوں کا پیرا کر وہ اثر بیشہ ایک ہی ہوتا تھا اور اس اثر کے پیرا ہونے کا راز یہ تھا کہ اگرچہ باتیں وہ اکثر موضوع سے متعلق نہیں کرتی تھیں "اور اس وقت بھی انہوں نے یہی کیا تھا، لیکن وہ سیدھی سادی چیزوں کے بارے میں باتیں کرتی تھیں اور ان میں ایک مفہوم ہوتا تھا۔ جس معاشرے میں وہ زندگی بسر کرتی تھیں اس میں اس طرح کی باتیں انتہائی حاضر جواب لطیفوں کا سامان کرتی تھیں۔ پرنس میا ٹھایا خود نہیں سمجھ پاتی تھیں کہ ایسا کس وجہ سے ہے لیکن وہ جانتی تھیں کہ ان کی باتیں ایسا ہی عمل کرتی تھیں اور وہ ان کا استعمال کرتی تھیں۔

چونکہ پرنس میا ٹھایا جب باتیں کر رہی تھیں تو سب انہیں سننے لگے تھے اور سفیر کی بیوی کے آس پاس باتیں بند ہو گئی تھیں اس لئے خاتون خانہ نے یہ چاہا کہ پورے معاشرے کو یکجا کر لیں۔ چنانچہ وہ سفیر کی بیوی سے

مطالب ہوئیں:

"آپ بالکل چائے نہیں پینا چاہتیں؟ تو آپ ہمارے پاس آجائے۔"

"نہیں! ہم لوگ یہاں ٹھیک ہیں" سفیر کی بیوی نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر دسی باتیں چھیڑ دیں جو پہلے شروع کی تھیں۔

یہ بات چیت بہت سی خوشگوار تھی۔ کار سین میں بیوی کے بارے میں رائے زنی ہو رہی تھی۔

"آنانا اپنے ماسکو کے سفر کے بعد بہت بدل گئی ہیں۔ ان میں کچھ عجیب سی بات پیدا ہو گئی ہے" ان کی ایک دوست نے کہا۔

"خاص بات یہ بدل گئی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ایک لکینی درویشی کی پرچھائیں لائی ہیں" سفیر کی بیوی نے کہا۔

"تو پھر کیا ہوا۔ کریم کے ہاں ایک حکایت ہے۔۔۔ بے پرچھائیں کا آدمی! ایک ایسے آدمی کے بارے میں جسے اس کی پرچھائیں سے محروم کر دیا گیا تھا اور یہ اسے کسی چیز کے لئے سزا دی گئی تھی۔ میں یہ آج تک نہیں سمجھ پاتا کہ اس میں سزا کیا ہوئی۔ البتہ عورت کے لئے بغیر پرچھائیں کے ہونا ضرور ناخوشگوار ہوتا ہو گا۔"

"ہاں لیکن پرچھائیں دار عورتوں کا انجام عام طور سے برا ہوتا ہے" آنانہ کی دوست نے کہا۔

"چھالے پڑیں آپ کی زبان پر" یہ الفاظ سن کر اچانک پرنس میا ٹھایا بول پڑیں۔ "کار! تینا بہت سی اچھی عورت ہیں۔ ان کے شو ہر مجھے پسند نہیں ہیں لیکن ان سے تو میں بہت پیار کرتی ہوں۔"

"اور شو ہر آپ کو کس وجہ سے نہیں پسند؟ وہ اتنے ممتاز شخص ہیں" سفیر کی بیوی نے کہا۔ "میرے شو ہر تو کہتے ہیں کہ یورپ میں ایسے بہت سی کم ہیں۔"

"میرے شو ہر بھی مجھ سے یہی کہتے ہیں لیکن میں نہیں مانتی" پرنس میا ٹھایا نے کہا۔ "اگر ہمارے شو ہر طرح طرح کی باتیں نہ کرتے ہوتے تو ہم لوگ وہ دیکھ سکتے جو حقیقت ہے" اور ا لکینی اگلساندرو وچ میری رائے میں بالکل یہ تو قوف ہیں۔ میں یہ سرگوشی میں کہتی ہوں... لیکن کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ساری باتیں صاف ہو جاتی ہیں؟ پہلے جب مجھ سے کہا جاتا تھا کہ ان کی ذہانت کو دیکھوں تو میں نے بیوی تلاش کی لیکن مجھے نہیں ملی اور میں یہ سمجھی کہ میں خود یہ تو قوف ہوں جو ان کی ذہانت کو نہیں دیکھتی۔ لیکن جیسے ہی میں نے کہا کہ "وہ یہ تو قوف ہیں" ظاہر ہے کہ سرگوشی میں تو سب کچھ اس قدر صاف ہو گیا کہ کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

"آج آپ کتنی بد مزاج ہو رہی ہیں!"

"ذرا بھی نہیں۔ میرے لئے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ ہم دو میں سے کسی نہ کسی کو تو یہ تو قوف ہونا تھا اور آپ جانتی ہیں کہ اپنے بارے میں کبھی بھی نہیں کہا جاسکتا۔"

"اپنی حالت سے کوئی بھی مطمئن نہیں" اور اپنی عقل سے ہر کوئی مطمئن ہے۔ سفارتی کارکن نے فرانسیسی کا مشہور شعر سنایا۔

پرنس میا ٹھایا فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گئیں "بالکل ایسا ہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ آنانہ کو میں آپ لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ اتنی اچھی اور پیاری ہی ہیں۔ اگر سب لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اور پرچھائیں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں تو اب وہ کیا کریں؟"

آنانہ کی دوست نے صفائی دیتے ہوئے کہا "اور میں ان کے بارے میں رائے زنی کرتا بھی نہیں چاہتی۔"

ی واقف کاروں کی تعظیم کرتے اور جن لوگوں نے ہاتھ بڑھائے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے وہ خاتون خانہ سے مخاطب ہو گئیں:

"میں کاؤتس لیدیا کے ہاں مگنی تھی اور پہلے آنا چاہتی تھی لیکن بیٹنا پڑا۔ ان کے ہاں سر جان تھے۔ بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں۔"

"اچھا وہ مشغری جو ہیں؟"

"ہاں انہوں نے ریڈ انڈینز کی زندگی کے بارے میں بڑے دلچسپ طریقے سے بیان کیا۔" آنا کے آنے کی وجہ سے بات چیت منقطع ہو گئی تھی لیکن پھر بھڑک اٹھی جیسے بجھتا ہوا لپ پھرے لو پھرتا ہے۔

"سر جان! ہاں! سر جان! میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ بڑی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ ولا سینہ اتوان پر بالکل فریفت ہیں۔"

"اور کیا یہ سچ ہے کہ چھوٹی ولا سینہ کی شادی تو پوف کے ساتھ ہونے والی ہے؟"

"ہاں! کہتے ہیں کہ یہ بالکل طے ہو چکا ہے۔"

"مجھے تو والدین پر حیرت ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ محبت کی شادی ہے۔"

"محبت کی؟ آپ کے بھی کیسے طوفان نوح سے پہلے کے زمانے کے خیالات ہیں! آج کل محبت کی بات کون کرتا ہے؟" سفیری بیوی نے کہا۔

"کیا کیا جائے؟ یہ امتحان پر انداستور ابھی تک ختم نہیں ہوا" دروہکی نے کہا۔

"یہ اور بھی برا ہے ان لوگوں کے لئے جو اس دستور پر قائم ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ مسرت بخش شادیاں دی ہوئی ہیں جو سوچ سمجھ کر کی جاتی ہیں۔"

"ہاں! لیکن سوچ سمجھ کر کی جانے والی شادیوں کی مسرت اکثر غبار کی طرح اڑ جاتی ہے صرف اس لئے کہ وہی محبت پیدا ہو جاتی ہے جس کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا" دروہکی نے کہا۔

"لیکن سوچ سمجھ کر کی جانے والی شادی ہم اسی کو کہتے ہیں جس میں دونوں اپنی اپنی نوجوانی کی بنا بھیجیں کر چکے ہوں۔ یہ تو بال بھاری طرح ہوتی ہیں۔ ان کو تو بھیل لینا ہی پڑتا ہے۔"

"تب بچہ کی طرح محبت سے محفوظ رکھنے کا بھی کوئی بکا در یافت کرنا چاہئے۔"

"مجھے جوانی میں گر جا کر کھرے محافظ سے محبت ہو گئی تھی" پرنس میا ٹھایا نے کہا۔ "پہ نہیں اس سے مجھے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔"

"نہیں مذاق کی تو چھوڑیے! میں سمجھتی ہوں کہ محبت کو بچانے کے لئے غلطی کرنا اور پھر غصہ لانا ضروری ہے" پرنس بیٹی نے کہا۔

"شادی کے بعد بھی؟" سفیری بیوی نے مذاق میں کہا۔

"غلطی کی غلطی کرنے کے لئے کبھی دیر نہیں ہوتی" سفارتی کارکن نے انگریزی کے محاورے کا ترجمہ کیا۔

"بالکل ایسا ہی ہے" بیٹی نے فوراً اضافہ کیا "ضروری ہے کہ غلطی کی جائے اور سنبھلا جائے۔ آپ کیا سوچتی ہیں اس کے بارے میں؟" وہ آنا سے مخاطب ہوئیں جو ہونٹوں پر ہلکی سی خست مسکراہٹ کے ساتھ اس

"اگر ہمارے پیچھے پیچھے کوئی بھی پرچھائیں کی طرح نہیں چلا تو اس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ہمیں رائے زنی کرنے کا حق حاصل ہے۔"

اور آنا کی دوست کو ابھی طرح نما کر پرنس میا ٹھایا اٹھیں اور سفیری بیوی کے ساتھ میز کے پاس آ گئیں جہاں پروشیا کے بادشاہ کے بارے میں عام بات چیت ہو رہی تھی۔

"آپ لوگ وہاں کسی کی غیبت کر رہے تھے؟" بیٹی نے پوچھا۔

"کار سنہن میاں بیوی کی۔ پرنس نے الکساندر روج کے کردار پر روشنی ڈالی" سفیری بیوی نے مسکرا کر میز کے پاس بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"افسوس ہے کہ ہم نے نہ سنا" خاتون خانہ نے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور آپ آخر کار آئی گئے!" انہوں نے مسکرا کر دروہکی سے کہا جو ابھی داخل ہوا تھا۔

دروہکی نہ صرف یہ کہ سب سے واقف تھا بلکہ یہاں جن لوگوں سے اس کی ملاقات ہوئی ان سے وہ روز ہی ملتا تھا۔ اس لئے وہ ایسے پرسکون انداز میں داخل ہوا جس سے لوگ ان لوگوں کے پاس واپس آتے ہیں جن کے پاس سے ذرا سی دیر پہلے اٹھ کر گئے ہوں۔

"کمان سے آ رہا ہوں میں؟" اس نے سفیری بیوی کے سوال کا جواب دیا۔ "اب کیا کروں؟ اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ پوف (13) سے آ رہا ہوں۔ شاید سویرا اور پھر بھی نئی خوشی کے ساتھ۔ بہت سی دلکش ہے! میں جانتا ہوں کہ یہ شرم کی بات ہے مگر میں سو جاتا ہوں اور پوف میں بالکل آخر تک بیٹھا رہتا ہوں اور خوش رہتا ہوں۔ آج..."

اس نے ایک فرانسیسی اداکارہ کا نام لیا اور اس کے بارے میں کچھ کتا چاہتا تھا لیکن سفیری بیوی نے مذاقہ ڈراؤنے پن کے ساتھ اس کی بات کاٹ دی۔

"مہربانی کر کے اس بھیا تک چیز کے بارے میں کچھ نہ کہئے۔"

"اچھا! نہیں! کون کا اس لئے اور بھی کہ اس بھیا تک چیز کے بارے میں کبھی جانتے ہیں۔" اور کبھی وہاں جاتے بھی اگر اس کو بھی ویسے ہی قبول کر لیا جاتا جیسے اوپر اگو کیا جاتا ہے" پرنس میا ٹھایا نے غصہ کیا۔

7

دروازے کے پاس پاؤں کی چاپ سنائی دی اور پرنس بیٹی نے یہ جان کر کہ یہ کار سینہاں دروہکی پر نظر ڈالی۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک عجیب اور نیا تاثر پیدا ہو گیا۔ وہ آئے والی کو خوشی سے ٹیک لگ اور اس کے ساتھ ہی بیٹھتے ہوئے دیکھا کہ وہاں دھیرے دھیرے کھڑا ہو گیا۔ ڈرائنگ روم میں آنا داخل ہو رہی تھیں جیسا کہ اس طرح غیر معمولی طور پر سیدھی اپنے بے ہوش تیز خیز اور سبک قدموں سے جو انہیں معاشرے کی دوسری عورتوں کی چال سے ممتاز کر دیتے تھے، نظروں کے رخ کو بدلے بغیر انہوں نے وہ چند قدم طے کئے جو ان میں اور خاتون خانہ کے درمیان حائل تھے "ان سے ہاتھ ملایا، مسکرائیں اور اسی مسکراہٹ کے ساتھ دروہکی کی طرف دیکھا۔ دروہکی نے جبکہ کہ تعظیم کی اور ان کے لئے کرسی کھکائی۔ آنا نے بس سر کی ذرا سی جنبش سے جواب دیا "ان کا رنگ سرخ ہو گیا اور تیریاں چڑھ گئیں۔ لیکن فوراً



بات چیت کو سن رہی تھیں۔

"میں سوچتی ہوں" آنانے دستانے سے کھیلنے ہوئے کہا جسے انہوں نے اتار لیا تھا "میں سوچتی ہوں... کہ اگر جتنے داغ ہوئے ہیں اتنے ہی طرح کے ذہن ہوتے ہیں تو جتنے دل اتنی قسم کی محبتیں۔"

دروہکی آنانے کو دیکھ رہا تھا اور سانس روک کر انتظار کر رہا تھا کہ وہ کیا جواب دیتی ہیں۔ جب آنانے نے یہ کہا تو اس نے یوں ٹھنڈی سانس لی جیسے خطرہ ٹل گیا ہو۔

اچانک آنانے اس سے مخاطب ہو گئیں:

"مجھے ماسکو سے ایک خط ملا ہے۔ ان لوگوں نے مجھے لکھا ہے کہ کیٹی شیریا مہلکا یا بہت بیمار ہیں۔"

"کیا واقعی؟" دروہکی نے بھوس بھوس کی طرح پوچھا۔

آنانے اسے ترشی سے دیکھا۔

"آپ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں؟"

"برعکس اس کے بہت دلچسپی ہے۔ آپ کو کیا لکھا ہے ان لوگوں نے، اگر میں جان سکتا ہوں تو؟" اس نے پوچھا۔

آنانے انہیں اور نیٹھی کے پاس گئیں اور ان کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر انہوں نے کہا "مجھے ایک پیالی چائے دیجئے۔"

جتنی دیر میں پرنس نے چائے انڈیلی دروہکی آنانے کے پاس آگیا۔

"کیا لکھا ہے آپ کو؟" اس نے اپنا سوال دوہرایا۔

"میں اکثر سوچتی ہوں کہ مرد اس بات کو نہیں سمجھتے کہ کیا شرفانہ ہے اور کیا غیر شرفانہ اور باتیں ہمیشہ اسی کی کرتے ہیں" آنانے اسے براہ راست جواب دیئے بغیر کہا۔ "میں بہت دنوں سے آپ سے کہتا چاہتی ہوں" انہوں نے اضافہ کیا اور چند قدم چل کر کونے والی میز کے پاس بیٹھ گئیں جس پر البم رکھے ہوئے تھے۔

"میں آپ کے الفاظ کے معنی اچھی طرح ٹھیک سے سمجھا نہیں" دروہکی نے انہیں چائے کی پیالی دیتے ہوئے کہا۔

انہوں نے اپنے پاس والے صوفے کی طرف دیکھا اور وہ فوراً وہیں بیٹھ گیا۔

"ہاں میں آپ سے کہتا چاہتی تھی" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا "آپ نے برابر تاؤ کیا؟" برا۔

"کیا بچ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے برابر تاؤ کیا؟ لیکن اس کا سبب کون ہے کہ میں نے ایسا برابر تاؤ کیا؟"

"یہ آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں؟" آنانے نے جیسے پن سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ جانتی ہیں کہ کیوں؟" اس نے بہت اور خوشی کے ساتھ "ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چلیں

بچہ کاٹے بغیر جواب دیا۔

وہ نہیں بلکہ آنانے گرائیں۔

"اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں دل نہیں ہے" انہوں نے کہا۔ لیکن ان کی

نظریں کہہ رہی تھیں کہ وہ جانتی ہیں کہ اس کے دل ہے اور اسی لئے وہ اس سے ڈرتی ہیں۔

"جس کے بارے میں آپ نے ابھی بات کی وہ محبت نہیں غلطی تھی۔"

"یاد ہے آپ کو کہ میں نے آپ کو یہ لفظ 'یہ شرمناک لفظ استعمال کرنے سے منع کیا تھا' آنانے کا بیٹے ہوئے کہا لیکن فوراً ہی انہیں احساس ہوا کہ اسی ایک لفظ "منع" سے انہوں نے دکھا دیا کہ وہ اس پر اپنے معروف حق کو تسلیم کرتی ہیں اور اس طرح وہ محبت کی باتیں کرنے پر اس کی ہمت افزائی کرتی ہیں۔ "میں بہت دنوں سے آپ سے یہ کہتا چاہتی ہوں" انہوں نے پر عزم طریقے سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بات جاری رکھی اور ان کا سرخ چہرہ بالکل چمکا اٹھا۔ "اور آج میں جان بوجھ کر آئی تھی، مجھے معلوم تھا کہ آپ سے ملاقات ہوگی۔ میں آپ سے یہ کہنے آئی ہوں کہ اسے ضرور بالخصوص ختم ہو جانا چاہئے۔ میں کبھی کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوتی لیکن آپ مجھے یہ محسوس کراتے ہیں کہ جیسے میں کسی بات کی قصوروار ہوں۔"

اس نے انہیں دیکھا اور ان کے چہرے کی نئی روحانی خوبصورتی پر ششدر رہ گیا۔

"تو آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں کیا کروں؟" اس نے سادگی اور سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ آپ ماسکو جائیں اور کیٹی سے معافی مانگیں" انہوں نے کہا اور ان کی آنکھوں میں

ایک تیز چمک پیدا ہو گئی۔

"یہ آپ نہیں چاہتیں؟" اس نے کہا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ آنانہ کہہ رہی ہیں جو اپنے آپ کو کہنے پر مجبور کر رہی ہیں، نہ کہ وہ جو کہتا چاہتی ہیں۔

"اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ آپ کہتے ہیں" انہوں نے سرگوشی میں کہا "تو ایسا کیجئے تاکہ

مجھے سکون ملے۔"

دروہکی کا چہرہ مکمل اٹھا۔

"کیا بچ آپ یہ نہیں جانتیں کہ آپ میرے لئے ساری زندگی ہیں۔ لیکن سکون خود مجھے نہیں حاصل اور میں آپ کو بھی نہیں دے سکتا۔ اپنا سارا وجود اور محبت... ہاں، دے سکتا ہوں۔ میں آپ کے اور اپنے بارے میں الگ الگ سوچتی نہیں سکتا۔ میرے لئے آپ اور میں ایک ہی ہیں۔ اور مجھے اپنے سامنے سکون کا امکان نہیں نظر آتا، اپنے لئے نہ آپ کے لئے۔ مجھے تو انتہائی ناامیدی کا اور رنج و غم کا امکان نظر آتا ہے۔ یا پھر خوشی کا، بے انتہا خوشی کا امکان نظر آتا ہے! کیا واقعی ایسی خوشی ممکن نہیں ہے؟" اس نے بالکل ہی دہلی زبان سے کہا لیکن انہوں نے سن لیا۔

آنانے اپنے ذہن کی ساری قوت اس بات میں لگا دی کہ وہ بات کہیں جو کہتا چاہئے لیکن اس کی بجائے

انہوں نے اس کے چہرے پر اپنی نظریں گزودیں جو محبت بھری تھیں اور کوئی جواب نہیں دیا۔

"یہ وہی وہ خوشی؟" دروہکی نے بے انتہا خوش ہو کر سوچا۔ "جب میں بالکل ناامید ہو چکا تھا اور لگا تھا کہ

اس کا کوئی انجام نہ ہو گا تب۔ یہ وہی وہ خوشی! وہ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ وہ اس کا اعتراف کر رہی ہیں۔"

"تو آپ میرے لئے یہ کیجئے کہ مجھ سے یہ لفظ بھی نہ کہئے اور ہم اچھے دوست رہیں گے" انہوں نے زبان سے نکال لیکن ان کی آنکھیں بالکل ہی دوسری باتیں کہہ رہی تھیں۔

"دوست ہم نہیں ہوں گے" آپ خود ہی جانتی ہیں۔ اور ہم سب سے خوش بہت لوگ ہوں گے یا سب

سے بد بہت۔ یہ آپ کے بس میں ہے۔"

آنانے کچھ کہتا چاہتی تھیں لیکن دروہکی نے ان کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

"آخر میں تو صرف ایک ہی درخواست کر رہا ہوں 'امید کرنے کا اور اذیت برداشت کرنے کا حق مانگ رہا

”تو ہر کسی چیز میں کوئی تبدیلی نہ کیجئے۔ جیسا ہے ویسا ہی سب کچھ رہنے دیجئے“ اس نے کانچیں ہولی آواز میں کہا۔ ”لجئے آپ کے شو پر آگئے۔“

واقعی اسی وقت اگلے کسی اگلے سالہ رواج اپنی پرسکون اور بے ڈھنگی حال سے ڈرانگ روم میں داخل ہوئے۔

انہوں نے پوری محفل پر نظر ڈالتے ہوئے کہا "آپ کا رامبولے (14) پورے شاب پر ہے۔۔۔ یونانی دیوالا کی حسینان رعنا بھی ہیں اور فنون کی دیوا یوں بھی۔"

”یہ تو ناشائستہ ہو تا جا رہا ہے“ ایک خاتون نے آنکھوں سے وردِ شکی، آننا اور ان کے شوہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

صرف انہیں دو خواتین نے نہیں بلکہ محفل میں موجود تقریباً سارے لوگوں نے 'میں تک کہ پر بس  
میا ٹھٹھا اور خود' جیسی نئی نئی بھی دوسرے لوگوں کے حلقے سے الگ ہٹ کر بیٹھے والوں کی طرف کئی بار دیکھا جیسے یہ  
بات ان سب کو پریشان کر رہی ہو۔ بس الکساندر ووج نے ایک بار بھی ادھر نہیں دیکھا اور جو بات چیت  
چمڑکائی تھی اس کی دلچسپی سے اپنی توجہ نہیں ہٹائی۔

انہوں نے کہا "میں آپ کے شوہر کی باتوں کی وضاحت اور درستی پر ہمیشہ حیرت کرتی ہوں۔ انتہائی تجزیہ اور مابعد الطبیعیاتی فکر بھی جب وہ بات کرتے ہیں تو میرے لئے قابل فہم ہو جاتی ہے۔"

”ہاں ہاں!“ آنتانے خوشی کی مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے اور جو کچھ بیسی نے ان سے کہا تھا اس کا ایک لفظ بھی سمجھے بغیر کہ۔ وہ اناٹھ کر بڑی نیز کے پاس آئیں اور عام بات چیت میں حصہ لینے لگیں۔

پسینے لگنا شروع ہوا۔ وہ جانتے ہی نہیں تھے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کیا اس کی وجہ اس کی کمزوری ہے؟

137

کارستین خاندان کا بوڑھا مونا آنا کو چوان چمڑے کا چکننا اور کوٹ پہنے ہوئے بائیں طرف کے سرسے  
 کھوڑے کو بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے تھا جو سر دی کھانسیا تھا اور صدر دروازے کے پاس ہی بدک رہا تھا۔  
 کبھی کا دروازہ کھولے ہوئے غصہ مگر کھڑا ہوا تھا اور صدر دروازے کا ہٹ کھولے اسے چمڑے ہوئے چوہار  
 کھڑا تھا۔ آنا کارڈیٹو اپنے چھوٹے چھوٹے تیز ہاتھوں سے آستین کی لیس کو کفر کے کوٹ کے ایک کپ سے  
 چھڑائی ہوئی سر جھکائے ہوئے بہت سی حسین آئینہ اندامیں دروہکی کی باتیں سن رہی تھیں جو انہیں پچھانے آ  
 رہا تھا۔

"محبت..." آنا نے بتی دھیرے دھیرے ایک اندرونی آواز میں دوہرایا "اور اچانک جیسے ہی انہوں نے لیس کو چمڑا لیا "اضافہ کیا" مجھے یہ لفظ اس لئے بھی ناپسند ہے کہ میرے لئے یہ بتی معنی خیز ہے" اس سے

ان کی نگاہوں اور ان کے ہاتھ کے لمس نے اس کے بدن میں آگ لگا دی۔ اس نے اپنی ہتھیلی کو اس جگہ پر بوسہ دیا جہاں انہوں نے اسے چھوا تھا اور اس احساس کے ساتھ خوش خوش گھر چلا کہ آج شام کو وہ اپنے مقصد کے حصول سے اس سے زیادہ قریب پہنچ گیا تھا جتنا پہلے دو مہینوں میں پہنچنا تھا۔

8

۱۔ لکھنئی الکساندر روڈ کو اس میں کوئی خاص یا ناٹا شہرت بات نظر نہیں آئی تھی کہ ان کی بیوی درویشی کے پاس ایک الگ میز کے پاس بیٹھی تھیں اور کسی چیز کے بارے میں بڑے جوش کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں لیکن انہوں نے دیکھ لیا کہ ذرا تنگ روم میں دوسرے لوگوں کو یہ کچھ خاص اور ناٹا شہرت بات لگ رہی تھی اس لئے انہیں بھی یہ ناٹا شہرت بات لگی۔ انہوں نے طے کیا کہ بیوی سے اس کے بارے میں کتنا ضروری ہے۔

گھر واپس آ کر اگلیسی الکساندر ووج اپنے کمرے میں چلے گئے جیسا کہ وہ عام طور سے کرتے تھے اور آرام کر ہی پر بیٹھ کر پابیت (16) کے بارے میں کتاب کو اس جگہ سے کھولا جہاں کاغذ تراش لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق ایک بجے تک پڑھتے رہے۔ بس کبھی کبھی وہ اپنا تھاپا فینچے اور سر کو یوں جھٹکتے جیسے کسی چیز کو دماغ سے نکال رہے ہوں۔ اپنے معمول کے مقررہ وقت پر کھڑے ہوئے اور سونے کی تیاری میں انہوں نے ہاتھ منہ دھویا اور بال بنائے۔ آنا کارڈیو نامی تک نہیں آئی تھیں۔ وہ کتاب بغل میں دبا کر اوپر چلے گئے۔ لیکن آج شام کو سرکاری امور سے متعلق عام خیالات و تصورات کی بجائے ان کے خیالات صرف اپنی بیوی پر اور ان کے ساتھ ہو جانے والی کسی ناخوشگوار بات پر مرکوز تھے۔ اپنی عادت کے خلاف وہ بستر لینے نہیں بلکہ پیچھے ہاتھ باندھ کر وہ کمرے میں لیٹنے لگے۔ وہ لیٹ نہیں سکے کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ پہلے ان کے لئے اس نئی



ہوں جیسے اب ہے۔ لیکن اگر یہ بھی ناممکن ہے تو مجھے حکم دیجئے کہ میری صورت نہ نظر آئے اور میں چلا جاؤں گا۔ اگر میری موجودگی آپ کو گراں گزرتی ہے تو آپ مجھے کبھی نہ دیکھیں گی۔"

"میں آپ کو کیسے دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"تو پھر کسی چیز میں کوئی تبدیلی نہ کیجئے۔ جیسا ہے ویسا ہی سب کچھ رہنے دیجئے۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے آپ کے شوہر آگئے۔"

واقعی اسی وقت اگلیسی الکساندر روڈج اپنی پرسکون اور بے ڈھنگی حال سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

اپنی بیوی اور درویشی پر ایک نظر ڈال کر وہ خاتون خانہ کے پاس چلے گئے اور چائے کی پیالی لے کر بیٹھ گئے۔ وہ اپنی ہنسی ہنسی اور بیشہ صاف سنی جانے والی آواز اور معمول کے مطابق مذاقہ لہجے میں باتیں کرنے لگے جیسے کسی کا مذاق اڑا رہے ہوں۔

انہوں نے پری محفل پر نظر ڈالتے ہوئے کہا "آپ کا رابو لے (14) پورے شباب پر ہے۔ یونانی دیو مالاک سینٹان رہنا بھی ہیں اور فنون کی دیویاں بھی۔"

لیکن پرنس نیٹشی ان کے اس لہجے کو "نئے وہا سنیزنگس" (15) کہتی تھیں، بالکل برواشت نہیں کر سکتی تھیں اور ایک سمجھدار خاتون خانہ کی طرح انہوں نے فوراً ہی اگلیسی الکساندر روڈج کی باتوں کا رخ عام لازمی فوجی خدمت کے بارے میں سنجیدہ بات چیت کی طرف موڑ دیا اور وہ فوراً اس طرف مائل ہو گئے اور پرنس نیٹشی کے سامنے سنجیدگی سے نئے حکم کی مدافعت کرنے لگے اس لئے کہ پرنس نے اس پر حملہ کیا تھا۔

درویشی اور آنتا چھوٹی میز کے پاس بیٹھے رہے۔

"یہ تو ناشائستہ ہوتا جا رہا ہے" ایک خاتون نے آنکھوں سے درویشی، آنتا اور ان کے شوہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"اور میں نے آپ سے کیا کہا تھا؟" آنتا کی دوست نے جواب دیا۔

صرف انہیں دو خواتین نے انہیں بلکہ محفل میں موجود تقریباً سارے لوگوں نے، یہاں تک کہ پرنس میا ٹھاکا اور خود نیٹشی نے بھی دوسرے لوگوں کے حلقے سے الگ ہٹ کر بیٹھنے والوں کی طرف مٹی ہار دیکھا جیسے یہ بات ان سب کو پریشان کر رہی ہو۔ بس اگلیسی الکساندر روڈج نے ایک بار بھی ادھر نہیں دیکھا اور جو بات چیت چھڑتی تھی اس کی لپچی سے اپنی توجہ نہیں ہٹاتی۔

پرنس نیٹشی نے یہ دیکھ کر کہ سب پر اس سے خراب اثر پڑ رہا ہے، اگلیسی الکساندر روڈج کی باتیں سننے کے لئے کسی اور کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود وہ آنتا کے پاس جا بیٹھیں۔

انہوں نے کہا "میں آپ کے شوہر کی باتوں کی وضاحت اور درستی پر بیشہ حیرت کرتی ہوں۔ انتہائی تجریدی اور مابعد الطبیعیاتی فکر بھی، جب وہ بات کرتے ہیں تو میرے لئے قابل فہم ہو جاتی ہے۔"

"ہاں ہاں!" آنتا نے خوشی کی مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے اور جو کچھ نیٹشی نے ان سے کہا تھا اس کا ایک لفظ بھی سمجھنے بغیر کہا۔ وہ اٹھ کر بیڑی میز کے پاس آگئیں اور عام بات چیت میں حصہ لینے لگیں۔

سنی الکساندر روڈج آدھ گھنٹہ بیٹھنے کے بعد اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ ساتھ ہی گھر چلیں لیکن انہوں نے شوہر کی طرف سے یہی جواب دیا کہ وہ رات کے کمانے کے لئے رکیں گی۔ اگلیسی

الکساندر روڈج نے سربھا کو سب کو تعلیم کی اور چلے گئے۔

کارستین خانہ ان کا بوڑھا ماما نار کوچان، چھڑے کا پکٹنا اور کوٹ پہنے ہوئے بائیں طرف کے سر سے گھوڑے کو بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے تھا جو سرری کھا گیا تھا اور صدر دروازے کے پاس ہی بدک رہا تھا۔ کبھی کا دروازہ کھولے ہوئے خد شکار کھڑا ہوا تھا اور صدر دروازے کا پٹ کھولے اسے پکڑے ہوئے چوہدار کھڑا تھا۔ آنتا کا ریڈو نا اپنے چھوٹے چھوٹے تیز باتوں سے آستین کی لیس کو فرکے کوٹ کے ایک جگہ سے چھڑاتی ہوئی، سربھا کے ہوئے بہت سی حسین آئینہ انداز میں درویشی کی باتیں سن رہی تھیں جو انہیں بچانے آ رہا تھا۔

"آپ نے کچھ نہیں کہا۔ ہم مان لیتے ہیں کہ میں کچھ بھی مطالبہ نہیں کرتا" اس نے کہا "لیکن آپ جانتی ہیں کہ مجھے دو سنی کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے زندگی میں صرف ایک یہ خوشی ہے، یہ لفظ جو آپ کو اس قدر ٹانپند ہے... ہاں... محبت..."

"محبت..." آنتا نے بہت سی دھیرے دھیرے ایک اندرونی آواز میں دوہرایا "اور اچانک جیسے ہی انہوں نے لیس کو چھڑایا، اضافہ کیا "مجھے یہ لفظ اس لئے بھی ٹانپند ہے کہ میرے لئے یہ بہت سی معنی خیز ہے" اس سے کہیں زیادہ جتنا آپ سمجھ سکتے ہیں "اور انہوں نے اس کو غور سے دیکھا۔ "پھر ملیں گے!"

انہوں نے ہاتھ ملایا اور تیز تیز پھدکتے ہوئے قدموں سے وہ چوہدار کے برابر سے ٹھپیں اور کبھی میں جا چھپیں۔

ان کی نگاہوں اور ان کے ہاتھ کے لمس نے اس کے بدن میں آگ لگا دی۔ اس نے اپنی پٹلی کو اس جگہ پر بوسہ دیا جہاں انہوں نے اسے چھوا تھا اور اس احساس کے ساتھ خوش خوش گھر چلا کہ آج شام کو وہ اپنے مقصد کے حصول سے اس سے زیادہ قریب پہنچ گیا تھا جتنا پچھلے دو مہینوں میں پہنچ پایا تھا۔

## 8

اگلیسی الکساندر روڈج کو اس میں کوئی خاص یا ناشائستہ بات نظر نہیں آتی تھی کہ ان کی بیوی درویشی کے پاس ایک الگ میز کے پاس بیٹھی تھیں اور کسی چیز کے بارے میں بڑے جوش کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں لیکن انہوں نے دیکھ لیا کہ ڈرائنگ روم میں دوسرے لوگوں کو یہ کچھ خاص اور ناشائستہ بات لگ رہی تھی "اس لئے انہیں بھی یہ ناشائستہ بات لگی۔ انہوں نے طے کیا کہ بیوی سے اس کے بارے میں کتنا ضروری ہے۔

گھر واپس آ کر اگلیسی الکساندر روڈج اپنے کمرے میں چلے گئے جیسا کہ وہ عام طور سے کرتے تھے اور آرام کر رہی پر بیٹھ کر پاپائیت (16) کے بارے میں کتاب کو اس جگہ سے کھولا جہاں کاغذ تراش لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے معمول کے مطابق ایک بجے تک پڑھتے رہے۔ بس کبھی کبھی وہ اپنا ہاتھ پٹختے اور سر کو یوں جھٹکتے جیسے کسی چیز کو دماغ سے نکال رہے ہوں۔ اپنے معمول کے مقررہ وقت پر کھڑے ہوئے اور سوئے کی تازگی میں انہوں نے ہاتھ منہ دھویا اور بال بنائے۔ آنتا کا ریڈو نا ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ وہ کتاب بغل میں دبا کر اوپر چلے گئے۔ لیکن آج شام کو سرکاری امور سے متعلق عام خیالات و تصورات کی بجائے ان کے خیالات صرف اپنی بیوی پر اور ان کے ساتھ ہو جانے والی کسی ناخوشگوار بات پر مرکوز تھے۔ اپنی عادت کے خلاف وہ بستر لینے نہیں بلکہ پیچھے ہاتھ باندھ کر وہ کمرے میں بیٹھ گئے۔ وہ لیٹ نہیں کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ پہلے ان کے لئے اس نئی



صورت حال پر غور کرنا ضروری ہے جو پیدا ہو گئی ہے۔  
جب الکسی الکساندر روچ نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ بیوی کے ساتھ بات کرنا ضروری ہے تب انہیں یہ ہمت ہی آسان اور سادہ بات معلوم ہوئی تھی۔ لیکن اب جب وہ نئی پیدا شدہ صورت حال کے بارے میں غور کرنے لگے تو وہ انہیں ہمت ہی پیچیدہ اور مشکل معلوم ہوئی۔

الکسی الکساندر روچ رشک و حسد میں جتنا نہیں تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق رشک و حسد سے بیوی کی توہین ہوتی ہے اور بیوی پر احماد کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے خود سے یہ سوال نہیں کیا کہ احماد کرنا یعنی اس بات کا پورا یقین رکھنا کیوں ضروری ہے کہ ان کی جوان بیوی ان سے ہمیشہ محبت کریں گی۔ لیکن انہیں بے اعتمادی نہیں تھی اس لئے وہ اعتبار کرتے تھے اور خود سے کہتے تھے کہ احماد کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ ان کا یہ یقین اب بھی قائم تھا کہ رشک و حسد شرمناک جذبہ ہے اور یہ کہ احماد کرنا ضروری ہے پھر بھی وہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ کسی غیر منطقی اور ناقابل توجہ چیز کے سامنے کھڑے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ الکسی الکساندر روچ زندگی کے اس امکان کے سامنے کھڑے تھے کہ ان کی بیوی کو ان کے علاوہ بھی کسی سے محبت ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز انہیں ہمت ہی ناقابل توجہ اور ناقابل فہم لگ رہی تھی اس لئے کہ یہ خود زندگی تھی۔ الکسی الکساندر روچ نے اپنی ساری زندگی سرکاری حلقوں میں بسر کی تھی اور کام کیا تھا اور زندگی کے کموں سے انہیں واسطہ پڑتا رہا تھا۔ اور ہر بار جب خود زندگی سے ان کا ٹکراؤ ہو جاتا تو وہ ایک طرف ہو کر اسے نکلنے کا راستہ دے دیتے۔ اب انہیں ایک ایسے احساس کا تجربہ ہو رہا تھا جو ایسے شخص کو ہی ہو سکتا تھا جو کسی کھڈے کے اوپر بنے ہوئے پل پر اطمینان سے چلا جا رہا ہو اور اچانک یہ دیکھے کہ یہ پل ٹوٹنا ہوا ہے اور نیچے اچھا کھڈ ہے۔ یہ کھڈ خود زندگی تھی اور پل وہ معنوی زندگی تھی جو الکسی الکساندر روچ بسر کر رہے تھے۔ ان کے ذہن میں پہلی بار یہ سوالات پیدا ہوئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی بیوی کسی اور سے محبت بھی کر سکتی ہیں اور وہ ان سوالوں سے بہت خوفزدہ ہوئے۔

وہ کپڑے بدلے بغیر ہی اپنے ہوا قدموں سے کھانے کے کمرے کے کڑی کے آواز کرتے ہوئے فرش پر جس میں صرف ایک لیپ کی روشنی تھی اور تاریک ڈرائنگ روم کے قالین پر ٹل رہے تھے جہاں روشنی کا عکس صرف ان کی بیوی ہی تصور پر پڑ رہا تھا جو ابھی تھوڑے ہی دنوں پہلے بٹائی گئی تھی اور صوفے کے اوپر ٹھکی ہوئی تھی اور کچھ روشنی آنا کے کمرے سے آ رہی تھی جہاں دو موسم تیاں جل رہی تھیں اور ان کی روشنی میں آنا کے عزیزوں اور سیلیوں کی تصویریں اور ان کے لکھنے کی میز پر رکھی ہوئی عرصے سے جالی پچھائی چھوٹی موٹی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ آنا کے کمرے میں ہو کر وہ صوفے کے کمرے کے دروازے تک جاتے اور مڑ کر پھر واپس آ جاتے۔

ہر بار اپنی طویل چمل قدمی کے دوران میں اور خاص طور سے کھانے کے روشن کمرے کے کڑی کے فرش پر وہ رک جاتے اور خود سے کہتے "ہاں اس کا فیصلہ کرنا اور اسے بند کرنا اپنا زاویہ نظر اور اپنا فیصلہ تبادلتا ضروری ہے۔" اور وہ واپس مڑ آتے۔ "لیکن کیا تبادلتا؟ اور کون سا فیصلہ؟" وہ اپنے آپ سے ڈرائنگ روم میں آکر کہتے اور اس کا انہیں کوئی جواب نہ ملتا۔ آنا کے کمرے کے موڑے پہلے وہ خود سے پوچھتے "لیکن آخر کار ہوا کیا ہے؟ کچھ نہیں۔" وہ دیر تک اس سے باتیں کرتی رہیں۔ تو پھر؟ کیا کم ہیں معاشرے میں ایسے لوگ جن کے ساتھ عورتیں باتیں کر سکتی ہیں؟ اور پھر رشک و حسد کرنا۔ اس کا مطلب ہے خود کو بھی ذلیل کرنا اور انہیں

بھی "پھر وہ آنا کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے آپ سے کہتے۔ لیکن یہ دلیل جو پہلے ان کے لئے اتنی وزنی ہوتی تھی اب بالکل بے وزن اور بے معنی تھی۔ اور وہ صوفے کے کمرے کے دروازے سے مڑ کر پھر سے ہال میں آ جاتے۔ لیکن جیسے ہی وہ تاریک ڈرائنگ روم میں پھر سے داخل ہوتے ان سے کوئی آواز نہ سنی کہ یہ ایسا نہیں ہے اور اگر دوسرے لوگوں نے اسے دیکھا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ نہ کچھ تو ہے۔ اور کھانے کے کمرے میں وہ پھر خود سے کہتے "ہاں اس کا فیصلہ کرنا اور اسے بند کرنا اور اپنا زاویہ نظر تبادلتا ضروری ہے۔" اور پھر ڈرائنگ روم کے کمرے پر وہ مڑنے سے پہلے خود سے سوال کرتے "کیسے فیصلہ کرنا ہے؟" اور اس کے بعد خود سے پوچھتے "ہوا کیا ہے؟" اور خود ہی جواب دیتے "کچھ نہیں۔" اور یہ یاد کرتے کہ رشک و حسد ایسا جذبہ ہے جس سے بیوی کی ذلت ہوتی ہے، ٹھکڑا رنگ روم میں انہیں پھر یقین ہو جاتا کہ کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے۔ ان کے جسم کی طرح "ان کے خیالات بھی پتھر لگا رہے تھے اور وہ کسی نئی چیز تک نہیں پہنچ پاتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا اور اترتے سے سینہ پر ٹچ کر آنا کے کمرے میں بیٹھ گئے۔

یہاں جب انہوں نے آنا کی میز پر ملا نیت کا قلمدان اور ادھر ادھر دیکھا تو ان کے خیالات اچانک بدل گئے۔ انہوں نے آنا کے بارے میں اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ وہ کیا سوچتی اور محسوس کرتی ہیں۔ انہوں نے پہلی بار جاندار طریقے سے ان کی نجی زندگی "ان کے خیالات اور ان کی آرزوؤں کا تصور کیا" اور یہ بات کہ آنا کی اپنی خاص زندگی بھی ہونی چاہئے اور وہ ہو سکتی ہے۔ الکسی الکساندر روچ کو اتنی بھیاں تک لگی کہ انہوں نے اسے جلدی سے اپنے ذہن سے دور کر دیا۔ وہ یہی کھڈ تھا جس کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں ڈر لگ رہا تھا۔ خیالات و احساسات میں خود کو کسی دوسری ہستی میں رکھنا ایک ایسا روحانی عمل تھا جس سے الکسی الکساندر روچ واقف نہیں تھے۔ وہ اس روحانی عمل کو نقصان دہ اور خطرناک قیاس آرائی سمجھتے تھے۔

"اور سب سے بھیاں تک بات یہ ہے" انہوں نے سوچا "کہ میں اسی وقت جب میرا کام ختم کے قریب پہنچ رہا ہے" (وہ اس پر دو بجیت کے بارے میں سوچ رہے تھے جسے اب وہ پیش کرنے والے تھے) "جب مجھے سارے سکون اور ساری روحانی قوتوں کی ضرورت ہے تب مجھ پر آپڑی یہ بیہودہ تشویش۔ لیکن اب کیا کیا جائے؟ میں ان لوگوں میں تو نہیں ہوں جو بے چینی اور تشویش کا ہار اٹھائے پھرتے ہیں اور ان سے آنکھیں نہیں ملا سکتے۔"

"میرے لئے غور کرنا فیصلہ کرنا اور اسے ذہن سے نکال دینا ضروری ہے" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔ "ان کے احساسات کے بارے میں سوالات" اس بارے میں کہ ان کی روح میں کیا ہوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ میرا معاملہ نہیں ہے، یہ معاملہ ہے ان کے ضمیر کا اور مذہب کے تحت آتا ہے" انہوں نے خود اور انہیں یہ جان کر دل کا بوجھ ہٹا دیا جو ان کے احساسات کا پابند قانون بنانے کا وہ نقطہ مل گیا جو نئی پیدا ہوا۔ صورت حال کی۔ میں کار فرما تھا۔

"چنانچہ" الکسی الکساندر روچ نے اپنے آپ سے کہا "ان کے احساسات وغیرہ کے سوالات دراصل ان کے ضمیر کے سوالات ہیں جن سے میرا کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔ میری ذمہ داری واضح طور پر معین ہے۔ خاندان کے اکوای حیثیت سے میں وہ شخصیت ہوں جس کا فرض ہے ان کی رہنمائی کرنا اور اس لئے ایک حد تک ذمہ دار ہستی کی حیثیت سے مجھے ان کو خطرے سے آگاہ کر دینا چاہئے جسے میں دیکھ رہا ہوں، پہلے سے خبردار کر دینا چاہئے بلکہ اپنے اختیارات کا بھی استعمال کرنا چاہئے۔ مجھے ان سے صاف صاف بات کرنی چاہئے۔"

اور الکسی الکساندر روچ کے دماغ میں وہ سب صاف صاف مرتب ہو گیا جو انہیں ابھی اپنی بیوی سے



کہتا تھا۔ اور یہ سوچ پکنے کے بعد کہ وہ اپنی بیوی سے کیا کہیں گے انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ انہیں خانگی معاملات کے لئے اس طرح خواہ مخواہ اپنا وقت اور اپنی ذہنی قوتیں صرف کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے ذہن میں رپورٹ کی طرح بالکل واضح اور درست طور پر اپنی آئندہ تقریر کی فہمیت اور ترتیب و تواتر طے ہو گیا۔ "مجھے مندرجہ ذیل باتیں کہنی اور بالکل صاف کر دینی ہیں: "اول" معاشرے کی رائے اور شائستگی کی اہمیت کی وضاحت۔ دوئم" ازدواج کی اہمیت کے مذہبی معنی۔ سوئم" اگر ضروری ہو تو" بیٹے کی ممکنہ بدعتی کی طرف اشارہ۔ چارم" خود ان کی اپنی بدعتی کی طرف اشارہ۔" اور ہتیلیاں بچے کی طرف کر کے الگینی الکساندر روج نے اپنی انگلیوں کو پھنسا لیا اور ہاتھ پھیلا کر انہیں بتا جس سے انگلیاں جڑ گئیں۔

اس حرکت ہاتھوں کی انگلیوں کو پھنسا کر چٹانے کی بری عادت سے انہیں ہمیشہ سکون ملتا تھا اور وہ درستی و باقاعدگی پیدا ہو جاتی تھی جس کی اس وقت انہیں ضرورت تھی۔ صدر دروازے کے پاس کبھی کے پچنے کی آواز آئی۔ الگینی الکساندر روج بیچ بال میں بیٹھ گئے۔

بیڑیوں پر زنا۔ قدموں کے چڑھنے کی آہٹ ہوئی۔ الگینی الکساندر روج اپنی تقریر کے لئے تیار ہو کر کمرے ہو گئے اور انہوں نے پھر سے اپنی انگلیاں پھنسا لیں اور انتظار کرنے لگے کہ اب پھر سے کوئی جوڑ پختے گا یا نہیں۔ ایک جوڑ پختا۔

بیڑیوں پر سبک قدموں کی چاپ ہی سے انہوں نے آنا کے قریب تر آجائے کو محسوس کیا اور حالانکہ وہ اپنی تقریر سے مطمئن تھے پھر بھی غریب جو وضاحت کرنی پڑے گی اس سے انہیں ڈر لگا۔

9

آنا سر جھکائے اور سر پوش کے پھندوں سے کھلتی ہوئی داخل ہوئیں۔ ان کا چہرہ ایک تابندہ دک سے روشن تھا لیکن یہ دک پرست نہیں تھی۔ اسے دیکھ کر کچ اندھیری رات میں لگ جانے والی آگ کی بھیاں دک کا خیال آتا تھا۔ شوہر کو دیکھ کر آنا نے سراہا لیا اور جیسے سوتے سے جاگ کر مسکرائیں۔

"سوتے نہیں گئے؟ یہ تو معجزہ ہو گیا!" انہوں نے کہا "اپنا سر پوش پیچھے کھٹکایا زور کے بغیر آگے بڑھتی ہوئی ڈرائنگ روم میں چلی گئیں اور دروازے کے پیچھے سے بولیں "سوتے کا وقت ہو گیا" الگینی الکساندر روج۔"

"آنا مجھے تم سے بات کرنا ہے۔"

"مجھ سے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا اور دروازے سے باہر آ کر الگینی الکساندر روج کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔"

"کیا بات ہے؟ کس چیز کے بارے میں؟" انہوں نے بیٹھے ہوئے پوچھا۔ "تو ٹھیک ہے بات کر لیتے ہیں اگر ایسا ضروری ہے تو۔ لیکن سوچا جاتے تو بہتر ہوتا۔"

آنا کے منہ میں جو کچھ آ رہا تھا وہ کے جاری تھی اور اپنی آواز سن کر اپنی جھوٹ بولنے کی صلاحیت پر انہیں خود تعجب ہو رہا تھا۔ ان کے الفاظ کتنے سادہ اور قدرتی تھے اور یہ کس قدر رچ لگتا تھا کہ وہ سونا چاہتی ہیں! انہوں نے محسوس کیا کہ وہ جھوٹ کی ایک نہ چھیدی جاسکتے والی زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ

کوئی نظر نہ آنے والی قوت ان کی مدد کر رہی تھی اور انہیں سارا دیئے ہوئے تھی۔

"آنا مجھے تم کو خبردار کر دیتا چاہئے" الگینی الکساندر روج نے کہا۔

"خبردار؟" وہ بولیں۔ "کس چیز سے؟"

انہوں نے اتنی سادگی سے خوش خوش شوہر کی طرف دیکھا کہ جو انہیں اس طرح نہ جانتا ہو تا جیسے ان کے شوہر جانتے تھے وہ نہ ان کے الفاظ کی آوازیں کوئی بھی غیر قدرتی چیز دیکھ سکتا تھا نہ مفہوم میں۔ لیکن ان کے شوہر کے لئے جو انہیں جانتے تھے جو جانتے تھے کہ اگر کبھی وہ پانچ منٹ بھی ستر بیٹھنے میں دیر کرتے تو وہ اس کی وجہ پوچھتی تھیں "ان کے لئے جو جانتے تھے کہ آنا اپنی ہر سرست 'خوشی اور رنج کے بارے میں انہیں فوراً بتا دیتی تھیں" ان کے لئے یہ بات بہت معنی خیز تھی کہ وہ اس وقت ان کی حالت کی طرف دھیان ہی نہیں دیتا چاہتیں مگر وہ ان سے اپنے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہتا چاہتیں۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ آنا کی روح کی وہ گہرائی جو پہلے ان کے سامنے ہمیشہ کھلی رہتی تھی اس وقت ان کے لئے بند تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر وہ ان کے لیے سے یہ سمجھ گئے کہ اس وقت ان کو ان چیزوں کے بارے میں کوئی پریشانی بھی نہیں اور وہ جیسے ان سے صاف کہہ رہی ہوں: ہاں بند ہے" اور یہ ایسا ہی ہونا چاہئے اور آئندہ ایسا ہی ہو گا۔ اب الگینی الکساندر روج کو اس طرح کا احساس ہوا جیسا اس شخص کو ہوتا جو اپنے گھر واپس آئے اور اسے بند پائے۔ انہوں نے سوچا "لیکن ہو سکتا ہے کبھی ابھی مل جائے۔"

"میں تمہیں اس چیز سے خبردار کرنا چاہتا ہوں" انہوں نے ہلکی آوازیں کہا "کہ تم ان جانے میں اور لا پرواہی سے معاشرے میں اپنے بارے میں باتیں کئے جانے کا بہانہ فراہم کر سکتی ہو۔ آج کاؤنٹ در و دھکی کے ساتھ" (انہوں نے یہ نام بڑے سکون سے ہر رکن پر زور دے کر ادا کیا) "تمہاری بہت زیادہ پر جو ش بات چیت نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔"

انہوں نے کہا اور آنا کی ہنسی ہوئی آنکھوں کو دیکھا جو اب ان کے لئے بالکل ناقابل فہم ہونے کی وجہ سے خوفناک ہو گئی تھیں۔ یہ کہتے ہی انہیں اپنے الفاظ کے بیکار اور غیر ضروری ہونے کا احساس ہو گیا۔

"تم ہمیشہ ایسی ہی باتیں کرتے ہو" آنا نے اس طرح جواب دیا جیسے ان کی بات بالکل سمجھی ہی نہ ہوں اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس سب میں سے جان بوجھ کر صرف آخری بات کو سمجھی ہوں۔ "کبھی تم کو یہ نہیں اچھا لگتا کہ میں چپ چپ اور آکتائی ہوئی تھی تو کبھی یہ نہیں اچھا لگتا کہ میں خوش تھی۔ آج میں آکتائی ہوئی نہ تھی یہ تم کو برا لگا؟"

الگینی الکساندر روج چونک بڑے اور انہوں نے ہاتھوں کو موڑا کہ انگلیاں پچھا تھیں۔

"اف" مہربانی کر کے "انگلیاں مٹ چٹانا" مجھے بالکل پسند نہیں" آنا نے کہا۔

"آنا" یہ جس میں تو ہو نہ؟" الگینی الکساندر روج نے اپنے اوپر جبر کر کے دھیرے سے کہا اور اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔

"آخر بات کیا ہے؟" آنا نے بہت ہی پر غلوں اور مزاحیہ انداز میں کہا۔ "تم مجھ سے چاہتے کیا ہو؟" الگینی الکساندر روج چپ رہے اور انہوں نے ہاتھ سے اپنا ماتھا پونچھا اور آنکھیں ملیں۔ انہوں نے

دیکھا کہ جو وہ کرنا چاہتے تھے اس کی یعنی اپنی بیوی کو معاشرے کی نظروں میں غلطی کرنے سے خبردار کرنے کی بجائے وہ غیر ارادی طور پر اس چیز کے بارے میں پریشان ہونے لگے جس کا تعلق بیوی کے ضمیر سے تھا اور اپنی



تصور کی ہوئی کسی دہارے سے کھیلنے لگے۔

"میں یہ کہتا چاہتا تھا" انہوں نے سر دھری اور سکون کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی "اور میں اچھا کرتا ہوں کہ میری بات غور سے سنا۔ جیسا کہ تم جانتی ہو، میں تسلیم کرتا ہوں کہ رشک و حسد ایک ذلیل کرنے والا اور پست کرنے والا جذبہ ہے اور میں اس جذبہ کی رہنمائی میں کچھ کرنے کا بھی روادار نہ ہوں گا۔ لیکن شائستگی کے معنوں قوانین ہیں جن کو توڑنا اور سزا نہ بھگتنا ناممکن ہے۔ آج میں نے میں دھیان دیا لیکن معاشرے پر جو تاثر ہوا اس کی بنیاد پر رائے قائم کرتے ہوئے سب نے دیکھا کہ تمہارا رویہ اور رٹاؤ ایسا نہیں تھا جیسا کہ ہونا چاہئے تھا۔"

"میں ہرگز کچھ نہیں سمجھ پاری ہوں" آنا نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ انہوں نے سوچا "ویسے ان کے لئے سب برابر ہے۔ تشویش صرف اس کی ہے کہ معاشرے میں لوگوں نے دیکھا۔" "تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" الکساندر روڈیج "انہوں نے اضافہ کیا، کمزری ہو گئیں اور اندر جانا چاہا۔ لیکن الکساندر الکساندر روڈیج آگے بڑھ آئے جیسے انہیں روکنا چاہئے ہوں۔

ان کا چہرہ بد شکل اور اس تھا، جیسا آنا نے انہیں بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ رک گئیں اور سر پیچھے کو اور ایک طرف کو جھکا کر انہوں نے تیز تیز ہاتھوں سے بالوں کی پٹن نکالنی شروع کر دیں۔

"ہاں تو میں سن رہی ہوں کیا ہو گا؟" انہوں نے اطمینان سے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا "بلکہ دلچسپی کے ساتھ سن رہی ہوں اس لئے کہ سمجھنے کا بھی چاہتا ہے کہ معاملہ کیا ہے۔"

آنا نے کہا اور انہیں خود اس قدر قہر سے پریشان کر دیا کہ انہوں نے یہ بات کسی حتیٰ اور ان الفاظ کے انتخاب پر تعجب ہوا جن کا استعمال انہوں نے کیا تھا۔

"تمہارے احساسات کی ساری تصبیلات میں جانے کا مجھے حق نہیں ہے اور بالعموم میں اسے بیکار اور نقصان دہ سمجھتا ہوں" الکساندر روڈیج نے کہا شروع کیا۔ "اپنی روح کی گمراہیوں میں کرید کر کبھی کبھی ہم کو ایسا چیز مل جاتی ہے جو وہاں ہمارے محسوس کے بغیر ہی رہتی۔ تمہارے احساسات۔ یہ تمہارے ضمیر کا معاملہ ہے۔ لیکن تمہارے سامنے اپنے سامنے اور خدا کے سامنے میرا فرض ہے کہ میں تمہیں تمہاری ذمہ داری سے آگاہ کر دوں۔ ہماری زندگی ایک ساتھ بندھی ہوئی ہے اور یہ بندھن لوگوں نے نہیں خدا نے قائم کیا ہے۔ اس بندھن کو صرف جرم توڑ سکتا ہے اور اس قسم کے جرم کی سزا لازمی طور پر موت ہی بنتی ہے۔"

"کچھ بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔" انہوں نے کہا "اور میں کس بری طرح سوچتا ہوں؟" آنا نے کہا اور جلدی جلدی بالوں پر ہاتھ پھیرا یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی پن رہ تو نہیں مٹی۔

"آنا خدا کے لئے اس طرح مت بات کر" الکساندر روڈیج نے نرمی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے میں غلطی کر رہا ہوں لیکن یقین جانو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اسی قدر اپنے لئے کہہ رہا ہوں جس قدر تمہارے لئے۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم سے محبت کرتا ہوں۔"

ایک لمحے کے لئے ان کا سر جھک گیا اور آنکھوں میں مذاق اڑانے والی چنگاری بجھ سی گئی لیکن لفظ "محبت" نے انہیں پھر سے چونکا دیا۔ وہ سوچنے لگیں "محبت کرنا؟ کیا جج وہ محبت کر سکتے ہیں؟ اگر انہوں نے یہ نہ سن رکھا ہو تاکہ محبت بھی ایک چیز ہوتی ہے تو کبھی یہ لفظ استعمال نہ کیا ہو تا۔ وہ تو جانتے بھی نہیں کہ محبت ہوتی کیا ہے۔"

"الکساندر روڈیج، کتنی کتنی باتیں میں کچھ نہیں سمجھ پاری ہوں" انہوں نے کہا۔ "کچھ قطعی طور پر کہو کہ تم کو کیا چاہئے؟"

"مجھے اپنی بات ختم کر لینے دو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ لیکن میں اپنے بارے میں بات نہیں کر رہا ہوں۔ اس میں خاص ہمتیاں ہیں۔ ہمارا بیٹا اور تم خود۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں ممکن ہے کہ تم کو میری باتیں بالکل بیکار اور بے عمل لگ رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ میری غلط فہمی کا نتیجہ ہوں۔ ایسی صورت میں میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دینا۔ لیکن اگر تم خود محسوس کرتی ہو کہ ذرا سی بھی بنیاد ہے تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور اگر تمہارا دل کے تو مجھے بتا دو۔"

الکساندر روڈیج نے خود اس طرف دھیان نہیں دیا کہ انہوں نے وہ تو بالکل ہی نہیں کہا جو تیار کیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا۔ ہاں اور۔" اچانک انہوں نے مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کرتے ہوئے کہا "واقعی سونے کا وقت ہو گیا۔"

الکساندر روڈیج نے ٹھنڈی سانس بھری اور کچھ اور کے بغیر سونے کے کمرے میں چلے گئے۔ آنا جب سونے کے کمرے میں آئیں تو وہ لیٹ چکے تھے۔ ان کے ہونٹ سختی سے بچھنے ہوئے تھے اور آنکھیں آنا کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔ آنا اپنے بستر پر لیٹ گئیں اور ہر منٹ انتظار کرتی رہیں کہ وہ ایک بار اور ان سے بات کریں گے۔ وہ اس بات سے ڈر رہی تھیں کہ الکساندر روڈیج پھر بات کریں گے اور چاہتی بھی تھیں۔ لیکن وہ چپ رہے۔ آنا تیر تک بے حس و حرکت لیٹی انتظار کرتی رہیں اور پھر ان کے بارے میں بھول بھی گئیں۔ وہ دوسرے کے بارے میں سوچ رہی تھیں وہ ان کی نگاہوں میں پھر پاتا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھیں کہ اس خیال سے ان کا دل کیسے بچھاؤ اور خوشی سے بھر گیا۔ اچانک انہیں ہمارا اور پر سکون خراٹے سنائی دیئے۔ شروع شروع میں تو الکساندر روڈیج جیسے اپنے خراٹوں سے خود ہی ڈر گئے اور انہوں نے خراٹے لینے بند کر دیئے۔ لیکن دوبار سانس لینے کے بعد خراٹے پھر سے شروع ہو گئے پر سکون اور ہموار انداز میں۔

"دیر ہو گئی، دیر ہو گئی، بہت دیر ہو چکی" آنا نے مسکراتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ وہ دیر تک بے حس و حرکت آنکھیں کھولے لیٹی رہیں جن کی پلک "انہیں لگتا تھا کہ اندھیرے میں وہ خود دیکھ رہی تھیں۔"

اس شام سے الکساندر روڈیج کے لئے اور ان کی بیوی کے لئے نئی زندگی شروع ہوئی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ آنا ہمیشہ کی طرح معاشرے میں جاتی آتی رہیں، خاص طور سے پرنسپل کے پاس وہ اکثر جاتی تھیں اور جہاں بھی وہ جاتیں وہاں درویشی سے ان کی ملاقات ہوتی۔ الکساندر روڈیج اسے دیکھتے تھے لیکن کچھ کرنے سے تھے۔ انہوں نے آنا سے وضاحت طلب کرنے کی جتنی بھی کوششیں کیں اس کی مخالفت میں آنا نے شوخ نا بھگی کی ایک ایسی دیوار ان کے سامنے کھڑی کر دی جس کو وہ چھو نہ سکتے تھے۔ ظاہری طور پر تو سب کچھ ویسے ہی تھا لیکن اندرونی طور پر ان کے تعلقات بالکل بدل گئے۔ الکساندر روڈیج جو ریاستی سرگرمیوں میں اتنے پر قوت انسان تھے "اس معاملے میں خود کو بالکل بے بس محسوس کرتے تھے۔ بیل کی طرح



تا بعد امداری سے گردن جھکانے ہوئے وہ تھرکا انتظار کر رہے تھے جسے وہ اپنے اوپر تھا ہوا محسوس کرتے تھے۔ ہر بار جب وہ اس کے بارے میں سوچنا شروع کرتے تو محسوس کرتے کہ ایک بار اور کو شش کرنی ضروری ہے مگر نیک دلی، شفقت و محبت اور سمجھانے بجائے انہیں بچا لینے کی اور ہوش میں لانے کی امید اب بھی ہے اور ہر دن وہ ارادہ کرتے کہ ان سے بات کریں۔ لیکن ہر بار جیسے ہی وہ آتا ہے بات شروع کرتے دیئے ہی وہ محسوس کرتے کہ بڑی اور فریب کی جو روح آتا ہے حاوی ہو گئی تھی وہی ان پر چھائی جا رہی ہے اور وہ آتا ہے وہ بات نہ کہہ پاتے جو وہ کہنا چاہتے تھے نہ اس لیے میں کہتا ہوں۔ وہ آتا ہے غیر ارادی طور پر ان لوگوں کا جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں "قدرے مذاق اڑانے والے اپنے عادی لیے میں بات کرتے۔ اور اس لیے میں ان سے وہ کہنا ناممکن تھا جو کہنے کی ضرورت تھی۔"

11

وہ جو تقریباً پانچ سالہ دور ویشی کے لئے اس کی زندگی کی واحد آرزو رہی تھی اور اس کے لئے اس کی ساری سابق آرزوؤں کا بدل بن گئی تھی وہ جو آتا ہے کے لئے خوشی کا ناممکن اور خوفناک اور اسی وجہ سے اور زیادہ مسکون خواب تھا۔ وہ آرزو پوری ہو گئی۔ وہ آتا ہے کے سامنے کھڑا تھا، بالکل پیلا پڑا ہوا اور اس کا پھیلا جڑا کپکپا رہا تھا، وہ منت کر کے انہیں تسکین دے رہا تھا، حالانکہ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ کس چیز کے بارے میں اور کیسے۔

"آنا! آنا!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "آنا! خدا کے لئے!"

لیکن وہ جتنا زور سے بول رہا تھا اتنی ہی آواز کا سر جو بھی نازاں اور خوش و خرم تھا اب شرم سے جھلک رہی تھا جا رہا تھا۔ وہ بالکل دل شکست ہو کر صوفے پر سے فرش پر اس کے قدموں کے پاس لڑھک آئیں۔ اگر اس نے سنبھلا نہ ہوتا تو وہ قالین پر گر پڑتیں۔

"اے میرے خدا! مجھے معاف کر دے!" انہوں نے سسکیاں لیتے ہوئے اور اس کے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھ کر کہتے ہوئے کہا۔

وہ خود کو اس قدر مجرم اور قصور وار سمجھ رہی تھیں کہ وہ بس خاکسار بن کر معافی کی خواہشگار ہو سکتی تھیں۔ اور زندگی میں اب اس کے سوا ان کا کوئی بھی نہ تھا چنانچہ اب وہ معاف کئے جانے کے لئے دعا بھی اسی سے مانگ رہی تھیں۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر اپنے بے عزت ہو جانے کو جسمانی طور پر محسوس کیا اور ان سے کچھ اور نہیں کہا گیا۔ اور وہ وہی محسوس کر رہا تھا جو قاتل اس وقت محسوس کرتا ہے جب بے جان جسم کو دیکھتا ہے "یہ جسم" جسے اس نے جان سے محروم کر دیا تھا "ان کی محبت تھی" ان کی محبت کا پھیلاؤ۔ اس بات کو یاد کرنے میں اس طرح کا خوف اور تافرق تھا کہ شرم کی یہ بھیا تک قیمت کس چیز کے لئے ادا کی گئی تھی۔ اپنے روحانی ننگے پن کے سامنے شرم نے انہیں کچل کر رکھ دیا اور اس پر بھی اثر ڈالا۔ لیکن اس سارے بھیا تک پن کے باوجود جو قاتل اپنے مقتول کی لاش کے سامنے محسوس کرتا ہے، ضروری ہوتا ہے کہ اس لاش کے ٹکڑے کر کے اسے چھپا دیا جائے اور جو کچھ قاتل نے مقتول سے چھین لیا ہے اسے استعمال کیا جائے۔

اور جیسے جنونی فیسے سے گھویا جوش کے ساتھ قاتل اس لاش پر ٹوٹ پڑتا ہے اور اسے مسمیت لے جاتا ہے اور کٹ کر رکھ دیتا ہے ویسے ہی اس نے ان کے چہرے اور کندھوں پر یوسوں کی بو چھاڑ دی۔ وہ اس کا ہاتھ

پکڑے ہوئے بالکل ساکت رہیں۔ ہاں یہ بڑے۔ یہی ہیں جو اس شرم کی قیمت دے کر خریدے گئے ہیں۔ ہاں اور یہی ایک ہاتھ ہے جو ہمیشہ میرا رہے گا جو میرے شریک جرم کا ہے۔ انہوں نے اس ہاتھ کو اٹھایا اور چوم لیا۔ وہ گھٹنوں کے مٹی ہو گیا اور چاہتا تھا کہ ان کا چہرہ دیکھے لیکن انہوں نے منہ ڈھانپ لیا اور کچھ نہیں بولیں۔ آخر کار جیسے اپنے اوپر بڑا جبر کر کے وہ انہیں اور انہوں نے اسے پرے ہٹا دیا۔ ان کا چہرہ اب بھی ویسا ہی خوبصورت تھا لیکن اسی لئے اور بھی زیادہ قابل رحم تھا۔

"سب کچھ ختم ہو گیا" انہوں نے کہا۔ "اب میرے پاس کچھ نہیں سوائے تمہارے۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"میں کیسے اس بات کو بھلا سکتا ہوں جو میری زندگی ہے۔ خوشی کے ان لمحوں کے لئے..."

"کیسی خوشی!" انہوں نے کراہت اور خوف کے ساتھ کہا اور ان کے خوف سے غیر ارادی طور پر وہ بھی متاثر ہو گیا۔ "خدا کے لئے کچھ مت کہو، اب اور کچھ مت کہو۔" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں اور اس سے دور ہٹ گئیں۔

"اب اور کچھ مت کہو" انہوں نے کہا اور چہرے پر سرد ناامیدی کے تاثر کے ساتھ "میرا اس نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا" وہ اس کے پاس سے چلی گئیں۔ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ اس وقت وہ نئی زندگی میں اپنے اس ورور پر شرم، خوشی اور خوف کے احساس کا اظہار لفظوں میں نہیں کر سکتیں اور اس کے بارے میں وہ بات کرنا اور نامناسب الفاظ سے ان جذبات کی جنگ کرنا نہ چاہتی تھیں۔ لیکن بعد کو بھی دوسرے دن نہ تیسرے دن انہیں نہ صرف یہ کہ وہ الفاظ نہ ملے جو ان احساسات کی ساری پیچیدگی کا اظہار کر سکیں بلکہ وہ خیالات بھی نہ ملے جن سے وہ اس سب پر غور و فکر کر سکیں جو ان کے دل میں تھا۔

وہ اپنے آپ سے کہیں "نہیں" ابھی میں اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتی بعد کو جب مجھے ذرا سکون ہو جائے گا۔ "لیکن خیالات کے لئے یہ سکون کبھی پیدا ہی نہ ہوتا۔ ہر بار جب انہیں اس کا خیال آتا کہ انہوں نے کیا کیا اور ان کا کیا انجام ہو گا اور انہیں کیا کرنا چاہئے تو ان پر خوف طاری ہو جاتا اور وہ ان خیالات کو اپنے دل سے نکال دیتیں۔

"بعد کو بعد کو" وہ کہیں "جب مجھے ذرا سکون ہو جائے گا۔"

البتہ خواب میں "جب انہیں اپنے خیالات پر قابو نہ رہ جاتا تب" ان کی حالت اپنی ساری بدکردار عیانی میں ان کے سامنے آ جاتی۔ ایک خواب وہ تقریباً ہر رات کو دیکھتیں۔ وہ خواب میں دیکھتیں کہ دونوں بیک وقت ان کے شوہر تھے مگر دونوں ان پر اپنے پیار کی بو چھاڑ کر رہے تھے۔ اگلی سنی الکساندر رو دیتے تھے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہتے تھے "اب کتنا اچھا لگتا ہے!" اور اگلی سنی رو دیتے بھی وہیں موجود ہوتا تھا اور اسی طرح وہ بھی ان کا شوہر تھا۔ اور وہ تجب کرتیں کہ پہلے یہ انہیں ناممکن لگتا تھا اور وہ ان دونوں کو مسکراتے ہوئے سمجھاتی تھیں کہ یہ کیسے زیادہ آسان اور سادہ تھا اور یہ کہ اب وہ دونوں مطمئن اور خوش ہیں۔ لیکن یہ خواب انہیں کسی بہت ہی ذرا آنے پہنچنے کی طرح دہو چکا تھا اور وہ ڈر کر جاگ پڑتی تھیں۔

12

ماکو سے واپسی پر شروع کے دنوں میں لیوین جب ٹھکرائے جانے کی شرمندگی کو یاد کرتا تھا تو کچھ پڑتا تھا



اور اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ تب وہ خود سے کہا کرتا تھا کہ ”جب میں طبیعیات کے امتحان میں ناکام ہو گیا تھا اور مجھے یونیورسٹی کے دوسرے ہی سال میں رہنا پڑا تھا تب بھی میں ایسے ہی سرخ ہو جاتا تھا اور چونکہ پڑنا تھا اور سمجھتا تھا کہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ اسی طرح میں تب بھی سمجھتا تھا کہ سب کچھ برباد ہو گیا جب میں نے اس مقدمے کو چھوٹ کر دیا تھا جو بہن نے میری نگرانی میں دیا تھا۔ لیکن کیا ہوا؟ اب جب اتنے برس گزر چکے ہیں تب میں یاد کرتا ہوں اور تعجب کرتا ہوں کہ کیسے میں ان باتوں سے اتنا زنجیدہ ہوا تھا۔ ایسا ہی اس غم کے ساتھ ہو گا۔ وقت گزرے گا اور میں اس سے بھی بے نیاز ہو جاؤں گا۔“

لیکن تین مہینے گزر گئے اور وہ اس معاملے کی طرف سے بے نیاز نہ ہو سکا اور اسے یاد کر کے اس کے دل میں اب بھی ویسا ہی درد ہوتا جیسا اولین دنوں میں ہوتا تھا۔ اسے سکون نہ حاصل ہو سکا اس لئے کہ اس نے اتنے دنوں تک ازدواجی زندگی کے خواب دیکھے تھے اور خود کو اس کے لئے اس قدر تیار کر چکا تھا پھر بھی وہ غیر شادی شدہ تھا اور شادی سے اتنا دور تھا جتنا پہلے بھی نہ تھا۔ وہ خود ایک درد کے ساتھ محسوس کرتا تھا ”جیسا کہ اس کے ارد گرد کے لوگ محسوس کرتے تھے کہ اس کی عمر میں انسان کے لئے تنہا رہنا اچھا نہیں ہے۔ اسے یاد تھا کہ کیسے اس نے ماسکو جانے سے پہلے اپنے مویشی بان نکولائی سے ”جو بھولا بھالا کسان تھا“ ایک بار کہا تھا ”نکولائی“ اب میں شادی کرنا چاہتا ہوں“ اور کیسے نکولائی نے جلدی سے جواب دیا تھا جیسے یہ تو ایسا معاملہ تھا جس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ ”وقت تو کب کا ہو چکا کہ سنسن تن دمیتر بیچ۔“ لیکن شادی اب اس سے بیشہ سے زیادہ دور تر ہو چکی تھی۔ اس کے دل میں کوئی بسا ہوا تھا اور جب وہ اس جگہ اپنی جان بچان کی کسی لڑکی کو رکھنے کی کوشش کرتا تو محسوس کرتا کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ انکار کی یاد اور وہ دل اسے اذیت دے کر شرمندہ کرتا تھا جو اس نے اس سلسلے میں ادا کیا تھا۔ وہ اپنے آپ سے چاہے کتنا ہی کیوں نہ کہتا کہ اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے پھر بھی اس کی یاد اسی قسم کی شرم دلانے والی دوسری یادوں کی طرح اسے چٹکا دیتی اور اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ ہر انسان کی طرح اس کی بیٹی ہوئی زندگی میں بھی ایسی باتیں تھیں جنہیں وہ براہ تسلیم کرتا تھا جن کے لئے اس کے ضمیر کو اس کی ملامت کرنی چاہئے تھی۔ لیکن بری باتوں کی یاد اسے ہرگز ایسی اذیت نہ دیتی تھی جیسی یہ معمولی لیکن شرمناک یادیں۔ یہ زخم بھی نہ بھرتے۔ اور اب ان یادوں کے برابر ہی موجود تھے انکار اور وہ قابل رحم حالت جس میں وہ لازمی طور پر دوسروں کو اس شام نظر آیا ہو گا۔ پھر بھی وقت اور کام نے اپنا اثر دکھایا۔ رفتہ رفتہ گلاؤں کی زندگی کے نظریہ آنے والے لیکن اہم واقعات نے گراں اور تکلیف دہ یادوں کو دھندلا دیا۔ ہر ہفتہ وہ کبھی کو پہلے سے کم یاد کرتا۔ وہ بے چینی سے اس خبر کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کی شادی ہو گئی یا چند دنوں میں ہونے والی ہے۔ اسے امید تھی کہ ایسی خبر اسے ایسے ہی شغلیاب کر دے گی جیسے دانت لگوا دینے سے درد جاتا رہتا ہے۔

اسی عرصے میں ہمارا آگئی ”بہت ہی خوبصورت“ چاؤ بھری ”بغیر انتظار کروائے اور بغیر قریب دیکھے آجائے والی ہمارا جوان کیماپ ہماروں میں تھی جس میں بیڑہ پوسے پرندے اور جانور اور آدمی سب ایک ساتھ خوش ہو اٹھتے ہیں۔ اس خوبصورت ہمارے لیون میں اور بھی زیادہ جان ڈال دی اور اسے اپنے اس ارادے میں اور بھی پختہ کر دیا کہ پہلے کی ساری چیزوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور استحکام و آزادی کے ساتھ اپنی خدائی کی زندگی کی تعمیر کرنی ہے۔ حالانکہ جن منصوبوں کے ساتھ وہ گاؤں واپس آیا تھا ان میں سے بہت سے منصوبے پورے نہیں ہوئے لیکن خاص منصوبے کو پورا کرنا اس نے شروع کر دیا تھا۔ وہ زندگی کو پاک صاف رکھنے کے خیال پر

عمل پیرا تھا۔ اسے اب شرم کا وہ احساس نہیں ہو رہا تھا جو عام طور پر ناکامی کے بعد اسی پر حاوی ہو جاتا تھا اور وہ ساف دلی سے لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتا تھا۔ فردوسی میں اسے ماریا نکولائی کا خط ملا تھا جس میں لکھا تھا کہ بھائی نکولائی کی صحت خراب تر ہو گئی ہے لیکن وہ علاج کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اس خط کے ملنے کے بعد لیون بھائی کے پاس ماسکو گیا اور انہیں ڈاکٹر سے مشورہ کرنے پر اور پریس جاکر کسی چشمے کے پاس علاج کروانے پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اسے بھائی کو تنگ کئے بغیر انہیں سمجھانے اور سزے کے لئے رقم قرض دینے میں ایسی کامیابی ہوئی تھی کہ اس سلسلے میں وہ اپنے آپ سے مطمئن تھا۔ کھیتی کے علاوہ ”جو ہمار میں خاص توجہ کا مطالبہ کرتی تھی“ اور پڑھنے کے علاوہ لیون نے جاڑوں ہی میں کھیتی باڑی کے بارے میں ایک کتاب لکھنی شروع کر دی تھی جس کا خاص موضوع یہ تھا کہ زراعت میں مزدور کے کردار کو بھی آپ وہو اور زمین کی طرح ایک مطلق عنصر کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے“ اور اس لئے زرعی سائنس کے سارے نتائج صرف آپ وہو اور زمین سے حاصل ہونے والے حقائق سے نہیں بلکہ آپ وہو“ زمین اور مزدور کے غیر تغیر پذیر کردار کے حقائق سے اخذ کئے جانے چاہئیں۔ چنانچہ خدائی کے باوجود بلکہ خدائی کی وجہ سے اس کی زندگی بہت مصروفیت کی تھی اور بھی بکھار ہی اس کے دل میں یہ پوری نہ ہو سکے والی خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اس کے ذہن میں جو خیالات آتے ہیں ان میں اکائی میٹا کیلورن کے علاوہ کسی کو شریک کرے“ حالانکہ ان کے ساتھ بھی وہ اکثر طبیعیات“ زراعت کے نظریے اور خاص طور سے فلسفے کے بارے میں متبادل خیالات کیا کرتا تھا۔ فلسفہ اکائی میٹا کیلورن کا پند یہ موضوع تھا۔

ہمارا دیر تک اپنے شباب پر نہیں آئی۔ ایئر سے پہلے والے ہفتوں میں آسمان بالکل صاف ہو گیا اور پالا پڑنے لگا۔ دن کو دھوپ میں برف پگھلتی اور رات کو صفر سے سات ڈگری کے نیچے تک ٹھنڈک ہو جاتی۔ برف کی اتنی سخت تہہ جی ہوئی تھی کہ گاڑیاں راستے کے بغیر کہیں بھی جا سکتی تھیں۔ ایئر کے دن زمین پر برف تھی۔ لیکن ایئر کے بعد والے پیری کو خوشگوار گرم ہوا چلنے لگی ”بادل اڑنے لگے اور تین دن تین رات بڑی تیز گرم بارش ہوئی۔ جمرات کو ہوا کا زور ڈرا کم ہوا اور گہرا سرمئی کرا چھا گیا جس نے گویا قدرت میں رد نما ہونے والی تہہ کیوں کے اسرار کو ڈھک لیا۔ کمرے کے نیچے پگھلی برف کا پانی بہہ نکلا“ جمی ہوئی برف تیزی اور ٹوٹ کر سرہ نقلی گلدے اور جھاگ دیتے ہوئے دھاروں نے زور پکڑ لیا اور اگلے اتوار کو کراچٹ گیا“ بادل اڑ گئے اور مہاں وہاں صرف ان کے گالے رہ گئے اور اصل ہمارا نمودار ہو گئی۔ صبح کو روشن سورج نکلا اور اس نے پانی پر جمی ہوئی برف کی بجلی برت کو جلد ہی پگھلا دیا اور بیدار زمین سے نکلتی ہوئی بھاپ سے بھری ہوئی ساری گرم فضا تھر تھرا اٹھی۔ پرانی کھاس ہری ہوئی اور نئی کھاس کی کوٹھلیں نکل آئیں“ گھڑ روز گرنٹ کی جھاڑیوں اور بھوج کے رال دار چبچہ بیڑوں پر گئے پھوٹ آئے اور بید بھجوں کے لٹکتے ہوئے پھولوں کے سنہرے گچھوں کے درمیان شد کی ٹھکیاں بھجھکتا لگیں۔ ٹھکیاں سبز میداںوں اور پختہ ہونے لگی تھیں کے اوپر نظریہ آنے والے پنڈولوں کے گیت گونجنے لگے“ شیوں اور دلدلوں کے اوپر جو ابھی تک بے پے پانی سے بلبلارہے تھے ٹھکیاں چھمکانے لگیں اور بہت اوپر آسمان میں سارسیں اور بھٹکیں اپنی بستی چیخوں کے ساتھ اڑتی ہوئی گزرتے لگیں۔ چراگاہوں میں مویشی ڈکرانے لگے جو ان جگہوں پر سنبھلے نظر آ رہے تھے جہاں سے ان کی کھال پر کے جاڑوں کے بال گر گئے تھے۔ ٹیڑھی میڑھی ناگہن والے سمنے اپنی میاتی ہوئی ماؤں کے ارد گرد کد کدے لگانے لگے جن کا اون جھڑنے لگا تھا۔ پھرتیلے لڑکے پگھڑیوں پر دوڑنے لگے تھے جو ان کے ننگے پاؤں سے پٹ پٹ کر سوتھ رہی



تھیں، تالاب پر کھڑے دھوٹی ہوئی کسان عورتوں کی ہنسی بولتی آوازیں کو گونجنے لگی تھیں اور صحنوں میں کسانوں کی کھانڈیاں چلنے کی ٹھناٹھن سنائی دینے لگی تھی جو اپنے محل اور سراون ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے۔ سچ بچ ہمارا آگئی تھی۔

## 13

لیوین نے اپنے بڑے بوٹ پہنے اور پہلی بار سور کا کوٹ نہیں بلکہ سوئی کوٹ پہنا اور پانی کو بھانڈا ہوا جو دھوپ میں چمک رہا تھا اور جس کی ترمی سے آنکھیں چمکا چوند ہو رہی تھیں، کبھی جی برف پر اور کبھی چبچبی کچھڑ پاؤں رکھتا ہوا اپنے کھیتوں کا پکر لگایا۔

ہمارے منصوبوں اور پرو بیکنٹوں کا زمانہ۔ اور لیوین جب صحن میں نکلا تو جیسے ہمارے بچہ کو نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی وہ شائیں اور شنیاں کدھر اگیں گی، جو ابھی چشموں میں بند ہیں، ویسے ہی وہ بھی ٹھیک سے نہ جانتا تھا کہ اب وہ اپنی پسندیدہ کھیتی باڑی میں کس کام کو شروع کرے گا۔ لیکن وہ یہ ضرور محسوس کرتا تھا کہ بہترین منصوبوں اور پرو بیکنٹوں سے اس کا ذہن بھرا ہوا ہے۔ سب سے پہلے وہ مویشیوں کی طرف گیا۔ گایوں کو باڑے میں چھوڑ دیا گیا تھا اور وہ جاڑوں کے پال کرنے کے بعد اپنے پٹنے بالوں والی کھال کو چمکا دھوپ سے کھینچ کر اری تھیں اور میدان میں جانے کی اجازت مانگ رہی تھیں۔ اپنی گایوں کو تعریف و تحسین کی نظروں سے دیکھنے کے بعد جن کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات بھی اسے معلوم تھیں، اس نے انہیں میدان میں بٹکا دینے کا اور باڑے میں چھڑوں اور بچھیوں کو نکالنے کا حکم دیا۔ مویشی بان جلدی سے میدان میں جانے کی تیاریاں کرنے لگا اور گواتیں اپنے ہلکے اٹھائے ہوئے نیچے پاؤں جو ابھی تک دھوپ نہ گٹنے کی وجہ سے سفید تھے، کچھڑوں میں چھپا چھپ کرٹی، شنیاں لے کر بچھیوں اور چھڑوں کے پیچھے دوڑ دوڑ کر انہیں باڑے میں نکالنے لگیں جو ذکر کر رہے تھے اور ہنست کی خوشی سے پاگل ہو رہے تھے۔

اس سال جو بچھیاں چھڑے پیدا ہوئے تھے ان کو تھوڑی دیر تک دیکھنے اور دل میں خوش ہونے کے بعد اس نے کہ وہ بہت سی اچھے تھے، شروع جاڑوں میں پیدا ہونے والے چھڑے کسانوں کی گایوں کے برابر ہو گئے تھے اور باؤ کی بچھیاں تین مہینے میں سال بھر کی گٹنے لگی تھی لیوین نے حکم دیا کہ ان کے لئے چری ہار لائی جائے اور جنگلا لگا کر اس میں ان کے لئے سوکھی گھاس ڈال دی جائے۔ لیکن پتہ چلا کہ جنگل، جنہیں خزان میں صحن میں رکھ دیا گیا تھا اور جاڑوں میں استعمال نہیں کیا گیا تھا، اب سب ٹوٹے پڑے ہیں۔ اس نے یو جی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا جسے اس کے حکم کے مطابق کھائی کی مشین پر کام کرنا چاہئے تھا۔ لیکن پتہ چلا کہ یو جی سراونوں کی مرمت کر رہا تھا جن کی ماسینا (17) ہی کے وقت ہو چکی چاہئے تھی۔ اس پر لیوین بہت جھنجھلا گیا۔ جھنجھلا نے کی بات یہ تھی کہ کھیتی باڑی کے کام میں یہ ٹال منول اور دیر ہر سال ہوتی رہتی تھی جس کے خلاف وہ برسوں سے اپنی پوری قوت سے لڑ رہا تھا۔ اس کو معلوم ہوا کہ انہیں بارکش گھوڑوں کے اصطبل میں لے جایا گیا اور وہاں وہ ٹوٹ گئے اس لئے کہ وہ چھڑوں کے لئے ٹیکے ہی بنائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اسی سے یہ بھی پتہ چلا کہ سراون اور کھیتی باڑی کے سارے ساز و سامان کے لئے جاڑوں ہی میں جانچنے اور مرمت کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے لئے خاص طور سے تین یو جی لگائے گئے تھے لیکن ان کی مرمت نہیں کی گئی اور سراونوں کی مرمت اب کی جاتی تھی جب انہیں کھیت میں لے جانے اور استعمال کرنے کی ضرورت تھی۔ لیوین نے عمار کو بلانے کے لئے

آدمی بھیجا لیکن فوراً خودی اس کی تلاش میں چل پڑا۔ عمار دیکھا ہوا جیسے آج کے دن ہر چیز دک رہی تھی، بھوسے کے ٹھکے کو ہاتھ میں توڑتا موڑتا ہوا ایک کتے میں سے نکلا۔

”یو جی کھائی مشین پر کیوں کام نہیں کر رہا ہے؟“

”میں کل ہی آپ کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ سراونوں کی مرمت کرنا ضروری ہے۔ آخر اب بتائی کا وقت آ گیا ہے۔“

”اور جاڑوں میں کیوں مرمت نہیں کر لی گئی؟“

”لیکن آپ کو یو جی کس لئے چاہئے؟“

”چھڑوں کے باڑے کے لئے جنگل کہاں ہیں؟“

”میں نے تو انہیں جگہ پر لگانے کا حکم دے دیا تھا۔ اب ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟“ عمار نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

”ان لوگوں کے ساتھ نہیں اس عمار کے ساتھ!“ لیوین نے بھڑک کر کہا۔ ”آپ کو میں آخر کس لئے رکھتا ہوں؟“ وہ چلا گیا۔ لیکن اسے یاد آیا کہ اس سے کوئی مدد نہیں ملے گی، وہ آدمی جیسے پہلے پرک گیا اور ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ ”تو پھر؟“ بوائی شروع کرنا ممکن ہے؟ ”اس نے ذرا دیر رک کر پوچھا۔

”تو رکینوں کے پیچھے کل یا پرسوں ممکن ہو گا۔“

”اور چیتا گھاس؟“

”میں نے واسلی اور میکا کو بھیج دیا ہے، وہ بوریہ ہیں۔ مگر یہ نہیں وہ کرپائیں گے یا نہیں، کچھ بہت ہے۔“

”کتے دو سیاتین؟“

”چھ پرلو نہیں گے۔“

”اور سب پر کیوں نہیں؟“ لیوین پھر پوچھا۔

یہ اور زیادہ جھنجھلا نے کی بات تھی کہ میں نہیں بلکہ صرف چھو سیاتین پر چیتا گھاس پوٹی جاری تھی۔ اصول کے اعتبار سے بھی اور خود اس کے تجربے کی بنا پر بھی چیتا کی بوائی بھی اچھی ہوتی تھی جب اسے جتنی جلد ممکن ہو تقریباً برف رچے ہوئے پودا جائے۔ اور لیوین یہ کبھی نہ کر سکا تھا۔

”آدمی نہیں ہیں۔ اب ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟“ تین تو آئے ہی نہیں۔ اور سیوین ہے تو۔“

”تو کچھ لوگوں کو بھوسے کے کام سے ہٹا لیتے۔“

”وہ تو میں نے ہٹا لیا۔“

”تو پھر وہ لوگ کہاں ہیں؟“

”پانچ تو کھانچا بنا رہے ہیں“ (اس کا مطلب تھا کھانا بنا رہے ہیں) ”اور چار جی کو الٹ پلٹ رہے ہیں تاکہ ان کے انگوٹے نہ نکل آئیں کسٹن تن دمیتھ۔“

لیوین بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ ”انگوٹے نہ نکل آئیں“ کا مطلب یہ تھا کہ سچ والی انگلستانی جی خراب ہو چکی ہے۔ پھر وہ نہیں کیا گیا جو اس نے حکم دیا تھا۔

”میں نے روزوں ہی میں کہا تھا کہ چنیاں لگا دی جائیں یا“ وہ پھر چلا پڑا۔



"آپ پریشان نہ ہوں، ہم سب کچھ وقت پر کر لیں گے۔"

لیون نے فٹے میں ہاتھ جھٹکا اور بھنڈاڑ میں جی دیکھنے گیا اور پھر اصلیل میں واپس آیا۔ جی ابھی خراب نہیں ہوئی تھی لیکن مزدور اسے بیٹے سے الٹ پلٹ رہے تھے جبکہ صرف یہ کرنا تھا کہ اسے ٹھیلے بھنڈاڑ میں دھیرے دھیرے گرادیا جائے۔ اس کو ٹھیک کر کے اور وہاں سے دو مزدوروں کو چیتیا کی بوائی کے لئے بھیج کر مختار پر لیون کا فصد ڈرا لٹھا ہوا۔ اور پھر دن بھی اتنا اچھا تھا کہ فصد کرنا ممکن تھا۔

"اگناٹا!" اس نے کوچان کو پکارا جو آستینیں چڑھا کر کنویں کے پاس بھی کدو دھو رہا تھا۔ "میرے لئے ذرا زین کس دو۔"

"کس گھوڑے پر؟"

"چلو کو پیک پر کس دو!"

"جی سرکار۔"

جب تک میں گھوڑے پر زین کسی گئی تب تک میں لیون نے مختار کو آواز دی جو اس پاس ہی منڈلا رہا تھا، تاکہ اس سے ملاپ کر لے۔ اور اس سے وہ بہار کے دنوں کے آئندہ کاموں اور کھیتی باڑی کے منصوبوں کی باتیں کرنے لگا۔

کھاد کی دھلائی جلدی شروع کرنی ہے تاکہ گھاس کی پہلی کٹائی سے پہلے سب ختم ہو جائے اور دوردوالے کھیت کی مسلسل جٹائی کرتے رہتا ہے تاکہ اس کو پرتی رہنے دیا جاسکے۔ ساری گھاس مزدور لگا کر کٹوانی ہے ادھیا پر نہیں۔

مختار پوری توجہ سے سن رہا تھا اور بظاہر کوشش کر رہا تھا کہ مالک کے منصوبوں کی تائید کرے۔ پھر بھی اس کے چہرے پر وہی غامبیری اور بیداری والا اثر تھا جس سے لیون بڑی اچھی طرح واقف تھا اور ہمیشہ چڑھتا تھا۔ چہرے کا یہ تاثر کتنا تھا۔ یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ہو گا وہی جو خدا چاہے گا۔

لیون کو کسی چیز سے اتنا رنج نہیں ہو تا تھا جتنا اس لیے سے۔ لیکن بعد ان سارے مختاروں میں مشترک تھا جو اس کے ہاں رہ چکے تھے۔ اس کی تجویزوں کے بارے میں ان سب کا رویہ ایک ہی جیسا تھا اور اسی لئے اب اسے فصد نہیں آتا تھا بلکہ وہ رنجیدہ ہو جاتا تھا اور اس غصہ کی قوت کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے جسے وہ اور کوئی نام نہ دے سکتا تھا سو اس کے کہ "جو خدا چاہے گا" اور جو برابر اس سے مزاحم ہوتی رہتی تھی وہ خود کو اور زیادہ آدھ اور راجب محسوس کرتا تھا۔

مختار نے کہا "جتنا کچھ کر سکیں گے، کنستن تن دمیر بیج۔"

"اور کر کیوں نہیں سکیں گے؟"

"مزدور کم سے کم پندرہ نذر اور لگانے چاہئیں لیکن آتے ہی نہیں۔ آج کچھ آئے تھے وہ گرمیوں بھر کے سڑ سڑ روئل مانگ رہے تھے۔"

لیون چپ ہو گیا۔ پھر وہ قوت اس سے مزاحم ہو گئی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ چاہے جتنی کوشش کریں، چالیس مزدور سے زیادہ نہیں لگا سکیں گے، موجودہ اجرت پر۔ بیسیس 'اڑتیس مزدور ہو سکتا ہے چالیس لگائیں لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ پھر بھی وہ جدوجہد کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

"اگر نہیں آتے تو آدمی کو سوری بھیجئے، مٹھیرو لکا بھیجئے، تلاش کرنا چاہئے۔"

"بھیجئے کو تو بھیجوں گا" واسلی فوڈو روچ نے بیدلی سے کہا۔ "اور پھر گھوڑے کزور ہو گئے ہیں۔"

"دوسرے خرید لیں گے۔ ارے میں تو جانتا ہوں نہ" لیون نے ہتھوئے اضافہ کیا "آپ چاہتے ہیں کہ سب اور کم ہی رہے اور خراب ہی ہو۔ لیکن اس سال میں آپ کو اپنی سی نہ کرنے دوں گا۔ سب خود کروں گا۔"

"ارے آپ تو ویسے بھی گلتا ہے کم ہی سوتے ہیں۔ ہمیں بھی خوشی ہوتی ہے کہ مالک کی نظروں کے سامنے کام کرتے ہیں۔"

"تو بھوج کے بیڑوں والی گھاٹی کے ادھر چیتیا گھاس بوئی جا رہی ہے؟ جا کے دیکھتا ہوں" اس نے گھٹے بدن کے کیت یا پو کو پیک پر بیٹھے ہوئے کہا جسے کوچان لے آیا تھا۔

"بالوں کو پار کر کے نہ جاپائے گا، کنستن تن دمیر بیج" کوچان نے پکار کر کہا۔

"تو جھگ میں سے ہو کر جاؤں گا۔"

اور اپنے چھوٹے سے لاجواب اور بہت دنوں سے بندھے رہنے والے گھوڑے کی تیز چال سے بوجھ بچوں پر پھار رہا تھا اور لگام کو جھٹک جھٹک کر منہ زوری دکھا رہا تھا "لیون کچھ بھرے صحن میں ہو کر بھاگ سے باہر نکلا اور کھیتوں میں آگیا۔

لیون موٹی باڑے اور کھیتی میں تو خوش تھا ہی لیکن اب میدان میں اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اچھے گھوڑے کی ہموار چال کے ساتھ ساتھ زین پر اچھلتا ہوا اور برف اور ہوا کی گرم و تازہ منک میں جی کھول کر سانس لیتا ہوا، جھگ میں کہیں کہیں باقی رہ جانے والی ٹوٹی اور ٹپٹھتی ہوئی برف پر سے گزر کر جو قدموں کے پھسلنے ہوئے نشانوں سے ڈھکی تھی، وہ اپنے ایک ایک پیڑ کو دیکھ کر خوش ہوا جن کے تنوں کی چھال پر ہری کائی جی تھی اور شفیوں میں جتنے بھر آئے تھے۔ جب وہ جھگ سے باہر نکلا تو اس کے سامنے ٹھیلیں قالین کی طرح سرسبز گھاس کا ایک وسیع و عریض قطعہ آگیا جس میں کوئی بھی خالی جگہ یا دلدل نہ تھی۔ بس یہاں وہاں نشیبوں کے دھبے تھے جن میں برف پگھل رہی تھی۔ اسے اس پر بھی فصد نہیں آیا کہ کسی کسان کی گھوڑی اور بچہ بیٹا اس کی نئی نئی گھاس کو روند رہے تھے (جب ایک کسان اسے راستے میں ملا تو اس نے کہا کہ ان کو بنگا دے) اور نہ ایپاٹ نامی کسان کا سحرے پن اور بیوقوفی کا جواب برا لگا جو اسے راستے میں مل گیا تھا اور جب اس نے پوچھا کہ "کیوں ایپاٹ، بوائی کریں گے جلد ہی؟" تو اس نے جواب دیا "پہلے جٹائی کرنی پڑے گی، کنستن تن دمیر بیج۔" وہ جتنا آگے بڑھتا گیا اتنی ہی اس کا جی اور خوش ہو گیا اور کھیتی باڑی کے ایک سے بڑھ کر ایک منصوبے اس کے ذہن میں آئے گئے۔ وہ سارے کھیتوں کے دھکی پھلو پر پیڑ لگا دے گا تاکہ ان کے نیچے برف دیر تک نہ جم رہے پائے، کھیتوں کو تقسیم کر کے چھ میں کھاد ڈلوائے گا اور تین کو گھاس اور چری کے لئے چھوڑ دے گا، کھیتوں کے دوسرے سرے پر موٹی باڑا اختیار کروائے گا اور ایک تالاب کھدوائے گا اور کھاد کے واسطے مویشیوں کے ایسے اماٹے بنوائے گا جو ادھر ادھر کئے جاسکیں۔ اور تب تین سو سیاتین گیسوں، سو سیاتین آلوار ڈیزل سو د سیاتین پر چیتیا کی بوائی ہوگی اور ایک د سیاتین بھی ایسا نہ ہو گا کہ اس کی ساری قوت خورج جائے۔

اس طرح کے خوابوں کے ساتھ گھوڑے کو احتیاط سے مینڈوں پر چلا تے ہوئے تاکہ ہزرو روٹ نہ جائے وہ ان مزدوروں کے پاس پہنچا جو چیتیا کی بوائی کر رہے تھے۔ بیج والی گاڑی ایک کنارے پر نہیں بلکہ بیج میں کھڑی ہوئی تھی اور جاڑوں سے پہلے جس گیسوں کی بوائی ہو چکی تھی وہ پیوں سے پھل گیا تھا اور گھوڑے نے اسے روند



والا تھا۔ دونوں مزدور مینڈر بیٹھے ہوئے تھے اور غالباً ایک ہی پائپ سے باری باری قبا کو پی رہے تھے۔ گاڑی میں جو مٹی تھی، جس میں ج ملا گیا تھا، اسے اچھی طرح مل کر چورا نہیں کیا گیا تھا، وہ پٹری دار تھی یا تھے ہوئے لونڈے تھے۔ مالک کو دیکھ کر مزدور واسلی گاڑی کے پاس آیا اور بیٹھنے لگا، کچھ کھینچا شروع کر دیا۔ یہ اچھا نہیں تھا لیکن مزدوروں پر لیون بہت ہی کم غصہ کرتا تھا۔ جب واسلی پاس آیا تو لیون نے اسے حکم دیا کہ گاڑی کنارے کھڑی کرے۔

"کوئی بات نہیں سرکار، پھر سے بڑھ آئے گا" واسلی نے جواب دیا۔

"اچھا تم بحث مت کرو، لیون نے کہا" اور جو تم سے کہا جاتا ہے وہ کرو۔"

"جی سرکار" واسلی نے جواب دیا اور گھوڑے کی لگام کا کن پٹا پکڑ لیا۔ "اور یو آئی تو؟" اس نے خوشامدانہ لہجے میں کہا "ایک نمبر کی ہو رہی ہے۔ بس چلائی میں بڑی کوشش کرتی پڑتی ہے! ہر قدم سے ایک ایک پوٹلے کی۔"

"اور تم نے جس مٹی میں ج ملا ہے یہ اچھی طرح چھانی ہوئی کیوں نہیں ہے؟" لیون نے کہا۔

"وہ ہم ج بکیرے وقت لئے جاتے ہیں" واسلی نے جواب دیا اور مٹی بھرچ اور مٹی لے کر اس نے واسلی پر مل کر دکھایا۔

یہ قصور واسلی کا نہیں تھا کہ اسے چھانی ہوئی مٹی نہیں دی گئی تھی پھر بھی جینٹل ہٹ تو ہوئی ہی۔

لیون اپنی جینٹل ہٹ کو دبائے اور جو کچھ برا اور غلط لگے اسے درست کرنے کا ایک طریقہ کی بار آنا چکا تھا۔ اس وقت بھی اس نے وہی طریقہ استعمال کیا۔ اس نے دیکھا کہ کیسے بیٹا قدم قدم کر کے پاؤں سے لپٹ جاتے والے مٹی کے بڑے بڑے لونڈوں کو گھینٹے ہوئے چل رہا تھا اور وہ گھوڑے پر سے اترا آیا۔ واسلی اس نے ج کی نوکری لے لی اور ج بکیرے چلا۔

"تم نے کہاں پر چھوڑا تھا؟"

واسلی نے پاؤں سے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور لیون جس طرح بھی اس سے ہوسکا مٹی لے بیچوں کو بکیرے چلا۔ چنانہٹ مشکل تھا جیسے داندل میں ہوتا ہے، اور لیون ایک ذکر کرنے کے بعد بیٹے میں تر ہو گیا۔ رک کر اس نے ج کی نوکری دے دی۔

"تو مالک جب گرمیاں آئیں تو اس ذکر کے لئے مجھ کو برا بھلا نہ کہنے گا" واسلی نے کہا۔

"کیوں؟" لیون نے خوش خوش کہا اس لئے کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کا آڑوہ طریقہ کار گر ہو رہا ہے۔

"بس گرمیوں میں دیکھ لیجے گا۔ یہ ذکر الگ ہی دکھائی دے گی۔ آپ ذرا دیکھئے تو جہاں میں نے جینٹل ہٹ میں یو آئی کی تھی۔ کسی بیٹا لنگائی ہے! میں تو یہ سمجھ کر کام کرتا ہوں کہ سنسن تن دمیر ج کچھ اپنے تنگے باپ کے لئے محنت کر رہا ہوں۔ برا کام کرنا میں خود نہیں پسند کرتا اور دوسروں کو نہیں کرنے دیتا۔ مالک کے لئے اچھا ہے تو ہمارے لئے اچھا ہے۔ اب ادھر دیکھتے ہیں" واسلی نے کھیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تو جی خوش ہو جاتا ہے۔"

"بہت اچھی آئی ہے واسلی، کیوں؟"

"ہاں ایسی بہت تو بڑے بوڑھوں کو بھی یاد نہیں۔ میں ابھی گھر گیا تھا، ہمارے ہاں بوڑھے نے بھی کیوں بویا تھا تین امینک (18) کہہ رہا تھا کہ کالے گیوں میں اور اس میں فرق نہیں کر سکو گے۔"

"اور تم لوگ گیوں کافی دنوں سے بونے لگے ہو؟"

"آپ ہی نے تو سکھایا تھا پچھلے سے پہلے سال۔ آپ نے تو دواپ بھرچ مجھے دے ڈالے۔ چوتھائی ہم نے

ج والا اور تین امینک کی یو آئی کی۔"

"اچھا ذرا دھیان رکھنا، ج میں جو لونڈے ہیں انہیں توڑتے جانا، لیون نے گھوڑے کی طرف آتے

ہوئے کہا "اور بیٹھا پر نظر رکھنا۔ اور فصل اچھی ہو گئی تو جیسں دھیان تین بچے پچاس کو بیک ملیں گے۔"

"ہم آپ کے حکم کے تابعدار آپ کو دعا دیتے ہیں۔ ہم تو آپ مجھے کہ دیئے ہی آپ کے گن گاتے ہیں۔"

لیون گھوڑے پر سوار ہو کر اس کھیت میں گیا جس میں پچھلے سال چیتا بوی گئی تھی، اور پھر اس کھیت میں جس کو جوت کر ہار کے گیوں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

جس کھیت سے جینٹل ہار چیتا کافی جا بیکل تھی اس میں کھوئیوں سے بڑی اچھی فصل اگ رہی تھی۔ وہ

اچھی طرح نکل آئی تھی اور خوب ہری ہو کر پچھلے سال کے گیوں کی ٹوٹی ہوئی کھوئیوں میں نمایاں ہو گئی تھی۔

گھوڑے کے پاؤں گئے گئے تنگ زمین میں دھنس جاتے تھے اور اودھ جی زمین میں سے جب وہ قدم نکالتا تو

چٹکارے کی سی آواز آتی۔ جی ہوئی زمین پر تو چٹکانا ہی ناممکن تھا۔ زمین بس اسی جگہ کھتی تھی جہاں جی برف تھی

اور جہاں سے پچھلی شروع ہو گئی تھی وہاں تو گھوڑے کے پاؤں پنڈلی پنڈلی تھک دھنس جاتے تھے۔ جی زمین بڑی

اچھی حالت میں تھی، دو دن بعد اس پر سراون چلانا اور یو آئی کرنا ممکن ہو جائے گا۔ ہر جی خود ہوسرت تھی، ہر جی

دل کو خوش کرنے والی تھی۔ واپسی میں لیون نالوں کی طرف سے آیا، اس امید میں کہ پانی اتر گیا ہو گا۔ اور واقعی

وہ ان کو بار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ البتہ اس نے دو بلیوں کو ڈرا دیا۔ اس نے سوچا "چاہی بھی ضرور ہوں گی"

اور گھر کی طرف والے موڑ پر اسے جھگ کا گھراں مل گیا جس نے چاہی کے بارے میں اس کے مفروضے کی تائید

کی۔

لیون گھوڑا دوڑاتے ہوئے گھر پہنچا تاکہ جلدی سے کھانا کھالے اور شام کے لئے بندوق تیار کر لے۔

14

لیون بہترین پر مسرت دلی اور روحانی حالت میں گھر کے قریب پہنچ رہا تھا کہ اس نے گھر کے صدر دروازے کی طرف سے گاڑی کی گھنٹیوں کی آواز سنی۔

"یہ تو کوئی ریلوے اسٹیشن سے آیا ہے" اس نے سوچا "یہ ماسکو کی ریل گاڑی کے آنے کا وقت بھی

ہے۔ کون ہو گا؟ اگر بھائی گولا کی ہوں تو؟ انہوں نے تو کہا تھا کہ "ہو سکتا ہے چشموں پر چلا جاؤں" ہو سکتا

ہے تمہارے پاس آ جاؤں۔" ایک منٹ کے لئے تو اسے اس بات سے ڈر لگا۔ کوئی ہوئی کہ بھائی گولا کی کی

موجودگی سے اس کی یہ پر مسرت بہار والی مزاجی کیفیت بھگ ہو جائے گی لیکن پھر اسے اپنے اس احساس سے

شرمندگی ہوئی اور اس نے فوراً ہی گویا دل ہی دل میں اپنی باتیں پھیلا دیں اور پیار بھری خوشی کے ساتھ امید اور

خواہش کرنے لگا کہ یہ بھائی گولا کی ہی ہوں۔ اس نے گھوڑے کو اڑنے لگائی اور اکاشیا کے بیڑوں کی آڑ سے لٹکا تو

دیکھا کہ ریلوے اسٹیشن کے اڈے کی تین گھوڑوں والی گاڑی ہے جس میں کوئی صاحب سمور کا کوٹ پہنے ہوئے

آئے ہیں۔ یہ بھائی نہیں تھے۔ "کاش کوئی خوشگوار آدمی ہو جس سے کچھ باتیں کی جا سکیں" اس نے سوچا۔



”آہا! لیون! دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر خوشی سے چلایا ”کیا مسمان آیا ہے کہ جی خوش ہو گیا! واہ! کس قدر خوشی ہوئی کہ تم آگئے!“ اس نے استی بان ارکاڈ سچا کر پہچان لیا اور پکار کر کہا۔

اور دل میں سوچا ”اب یقینی طور پر جان جاؤں گا کہ ان کی شادی ہو گئی یا کب ہونے والی ہے۔“ اور بہار کے اس خوبصورت دن کو اس نے محسوس کیا کہ کبھی کیا اس کے لئے بالکل تکلیف دہ نہیں ہے۔

”کیوں! میرا تو انتظار تمہیں رہا نہیں ہو گا؟“ استی بان ارکاڈ سچے بے پنی کی برف گاڑی پر سے اترتے ہوئے کہا۔ ان کے ناک کے ہانے پر گالوں اور بھوڑوں پر کچھڑکی، مچھٹیں، تھیں لیکن ان کے چہرے پر خوشی اور تندرستی کی دھک تھی۔ ”ایک تو“ تم سے ملنے آیا ہوں ”انہوں نے لیون سے گلے ملے اور اسے بوسہ دیتے ہوئے کہا ”دوسرے شکار پر جانے کے لئے“ اور تیسرے پر گوشہ والا جنگل پہنچنے کے لئے۔

”بہت خوب! اور کیا بہار آئی ہے؟ اور تم اس برف گاڑی پر پہنچ کیسے گئے یہاں تک؟“

”پہنچنے دار گاڑی میں تو اور بھی مشکل ہوتی، سنسن تن دمیر سچ“ جانے پچانے گاڑی والے نے جواب دیا۔

”میں بہت بہت خوش ہوں“ لیون نے صاف دلی اور بچوں کی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

لیون اپنے مسمان کو اس کمرے میں لے گیا جو آنے جانے والوں کے لئے تھا جہاں استی بان ارکاڈ سچا سامان بھی لایا گیا۔ ”بیک، بندوق جو خلاف کے اندر تھی، سگار کا تھیلہ، انیس ہاتھ مندھوئے اور کپڑے بدلنے کے لئے چھوڑ کر اس عرصے میں وہ درختیں چلا گیا کہ جہاں اور چیتا کے بارے میں ضروری باتیں دے دے۔ پیش والان میں اسے اگافیا نیٹو دنا مل گئیں، جنہیں گھر کی عزت کی بیشہ فکر رہتی تھی۔ وہ کھانے کے بارے میں پوچھنے لگیں۔

”جو آپ چاہیں وہ کر لیجئے، بس ذرا جلدی“ اس نے کہا اور بخار کے پاس چلا گیا۔

جب وہ واپس آیا تو استی بان ارکاڈ سچا ہاتھ مندھوئے، بال بنائے اور مسکراہٹ کی روشنی نکھیرتے ہوئے اپنے کمرے سے نکلے اور وہ دونوں ساتھ ہی اوپر گئے۔

”مجھے بہت ہی خوشی ہے کہ تمہارے پاس آگیا! اب میں سمجھنے کی کوشش کروں گا“ وہ راز کیا ہیں جن میں تم یہاں مصروف رہتے ہو۔ نہیں، میں سچ کہتا ہوں، مجھے تم پر یار تک آتا ہے۔ کیا گھر پہ سب کچھ کتنا اچھا! روشن، پرست! استی بان ارکاڈ سچے نے کہا اور یہ بھول گئے کہ بیشہ بہار نہیں ہوتی اور نہ آج کے سے روشن دن ہوتے ہیں۔ ”اور تمہاری آیا کتنی دلکش ہیں! اپن پنے کوئی خوبصورت سی خادمہ ہوتی تو اور اچھا ہوتا، لیکن تمہاری راہبانہ اور روکھی پسلی عادتوں کے لئے۔ یہ بہت اچھا ہے۔“

استی بان ارکاڈ سچے نے بہت ہی دلچسپ خیریں سنائیں اور لیون کے لئے خاص طور سے دلچسپ خبریں بتائی کہ اب کی گرمیوں میں اس کے بھائی سرگئی ابو اودوچ اس کے پاس گاؤں میں آکر رہنے والے ہیں۔

استی بان ارکاڈ سچے نے ایک لفظ بھی کبھی اور بالعموم شیریا تکی خاندان کے بارے میں نہیں کہا۔ بس اپنی بیوی کی طرف سے تعظیم پہنچادی۔ لیون ان کی اس سلیقہ مندی کے لئے ان کا بہت شکر گزار تھا اور اپنے مسمان سے بہت خوش تھا۔ جیسا کہ بیشہ ہوتا تھا، تنہائی کے دنوں میں اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات و احساسات جمع ہو گئے تھے جن میں وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو شریک نہ کر سکتا تھا ”اور اب وہ استی بان ارکاڈ سچے کے سامنے بہار کی شاعرانہ خوشی کا بھی جی کھول کر انعام کر رہا تھا اور کھینچ باڑی کی ناکامیوں اور منصوبوں کا بھی“

ان کتابوں کے بارے میں اپنے خیالات اور تیروں کا بھی جو اس نے پڑھی تھیں اور خاص طور سے اپنی تعریف کے موضوع کا بھی جس کی بنیاد زراعت کے بارے میں ساری کتابوں کی تنقید پر تھی حالانکہ خود اس نے اس بات کو محسوس نہیں کیا تھا۔ استی بان ارکاڈ سچے بیشہ سے بہت دلچسپ آدمی تھے، ہر بات کو صرف اشارے ہی سے سمجھ لیتے تھے اور اس آند پر تو وہ خاص طور سے شفیق تھے اور لیون نے ان میں اپنے لئے احرام اور ایک قسم کی محبت کا نیار تھان بھی محسوس کیا جو اس کے لئے بہت ہی سرت آمیز تھا۔

اگافیا نیٹو دنا اور پادری کی اس کوشش کا کہ کھانا خاص طور سے اچھا ہو، نتیجہ صرف یہ ہوا کہ جب دونوں بھوکے دوست اصل کھانے سے پہلے گزک کے طور پر کچھ چکھنے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے ذیل روٹی اور کھن ”دھوئیں میں سبکی ہوئی بیج، کھمبوں کے نوچے سے اپنا پیٹ بھر لیا اور ان باتوں کا انتظار کئے بغیر ہی، جن سے پادری خاص طور سے مسمان کو متاثر کرنا چاہتا تھا، لیون نے شور بولنے کا حکم دیا۔ استی بان ارکاڈ سچے اگرچہ دوسری طرح کے کھانے کے عادی تھے مگر انہیں سب چیزیں بہت اچھی لگیں۔ جڑی بوٹیاں ملا کر تیار کی ہوئی براڈی بھی، ذیل روٹی اور کھن بھی اور خاص طور سے دھوئیں میں سبکی ہوئی بیج بھی، کھمبیاں بھی اور بچاتا والا شور بہ بھی، سفید ساس کے ساتھ مرغی بھی اور کرانیا کی سفید شراب بھی۔ سب کچھ بہت ہی اچھا اور بڑے ہی مزے کا تھا۔

”بہت خوب، بہت ہی عمدہ“ انہوں نے کھانے کے بعد موٹا سا پیچوس سلگاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو تمہارے ہاں ایسا لگتا ہے جیسے سمندری جہاز کے شور اور ہنگولوں کے بعد پر سکون ساحل پر پہنچ گیا ہوں۔ ہاں تو تمہارا کہنا ہے کہ خود مزدور کے عنصر کا بھی مطالعہ کیا جانا چاہئے اور اسی کی روشنی میں زراعتی طریقوں کا انتخاب کیا جانا چاہئے۔ میں تو خراس معاملے میں اناڑی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ نظریہ اور اس کا اطلاق خود مزدور پر بھی اثر انداز ہو گا۔“

”ہاں، لیکن ذرا غصہ، میں سیاسی معاشیات کی نہیں بلکہ زرعی سائنس کی بات کر رہا ہوں۔ اسے نیچری سائنسوں کی طرح ہونا چاہئے اور جو منظر موجود ہیں ان کا اور مزدور کا مشاہدہ کیا جانا چاہئے مع اس کی معاشی“

نیلپاتی۔۔۔

اسی وقت اگافیا نیٹو دنا مرے لے کر آگئیں۔

”ارے اگافیا نیٹو دنا! استی بان ارکاڈ سچے نے اپنی موٹی موٹی انگلیوں کے سروں کو چوچتے ہوئے کہا ”کیا بیج پکوائی تھی آپ نے اور جڑی بوٹی والی براڈی کتنی کتنی عمدہ تھی! تو پھر کیا پلنے کا وقت نہیں ہو گیا کو سیتا؟“ انہوں نے اضافہ کیا۔

لیون نے کھڑکی سے باہر دیکھا کہ سورج جنگل کے پیڑوں کی بے پتیوں والی مہکتوں کی آڑ میں ڈھٹا جا رہا تھا۔

”ہو گیا وقت، بالکل ہو گیا!“ اس نے کہا۔ ”نکما، ہلکی گاڑی تیار کرو!“ اور وہ نیچے دوڑ گیا۔

استی بان ارکاڈ سچے نے نیچے آکر خود بڑی احتیاط کے ساتھ بندوق کے لک واریکس کے اوپر سے کمرچ کا غلاف اتار اور اسے کھول کر اپنی جیتی اور جدید ترین نمونے کی بندوق کو جوڑنے لگے۔ کزنانے بھانپ لیا تھا کہ اسے داد کا پینے کے نام پر اچھی بخشش ملے گی اور وہ استی بان ارکاڈ سچے کے ساتھ سائے کی طرح لگا تھا۔ اس نے انہیں جرائیں اور جو تے پساتے جو استی بان ارکاڈ سچے نے بڑی خوشی سے اسے کرتے دیا۔



"کوستیا ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر سوداگر ریا نہیں آئے۔ میں نے اسے آج آنے کے لئے کہا تھا۔ تو اسے بھالیں اور انتظار کرنے کو کہیں۔"

"تم کیا جنگل واقعی ریا نہیں کے ہاتھ چ رہے ہو؟"

"ہاں تم کیا اسے جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں جانتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ سودا بھی کر چکا ہوں کچھ طور پر اور قطعی طور پر۔"

"اسی بان ارکاڈ کچھ نہیں پڑے۔" کچھ طور پر اور قطعی طور پر "اس سوداگر کا کچھ کلام تھا۔"

"ہاں وہ باتیں اس طرح کرتا ہے کہ ہنس آنا لازمی ہے۔ یہ سمجھ جاتی ہے کہ مالک کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے لاسکا کو جھپٹا پاتے ہوئے کہا جو مننا مننا کر لیون کے آس پاس اچھل کود رہی تھی اور کبھی اس کا ہاتھ چاٹتی تھی تو کبھی بوٹ اور بندوق۔"

جب وہ باہر نکلے تو گاڑی برساتی کے نزدیک کھڑی تھی۔

"میں نے گاڑی کے لئے کہہ دیا تھا مالانکہ دور نہیں جاتا ہے، کو تو پیدل چلیں؟"

"نہیں بہتر یہ ہے کہ گاڑی میں چلیں۔" اسی بان ارکاڈ کچھ نے گاڑی کے پاس آتے ہوئے کہا۔ وہ بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں پر شیر کی کمال پیٹ کر سگار پینے لگے۔ "یہ کیسے کہ تم تباہ کو نہیں پیچے اسکا تو صرف یہی نہیں کہ ایک خوشی ہے بلکہ یہ تو خوشی کا تاج اور نشان ہے۔ یہ ہے زندگی کا اکتا اچھا ہے اس اسی طرح کی زندگی میں جینا چاہتا ہوں!"

"تو پھر کون تم کو اس سے روکتا ہے؟" لیون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں، تم خوش نصیب آدمی ہو۔ جو کچھ تمہیں پسند ہے وہ سب تمہارے پاس ہے۔ گھوڑے پسند ہیں تو گھوڑے ہیں، کتے پسند ہیں تو وہ ہیں، فکڑا ہے، کھیتی باڑی ہے۔"

"ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ میں اس سے خوش ہوتا ہوں جو میرے پاس ہے اور جو نہیں ہے اس کا رنج نہیں کرتا۔" لیون نے کبھی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"اسی بان ارکاڈ کچھ سمجھ گئے، انہوں نے اس کو دیکھا لیکن کچھ نہیں۔"

لیون اس کے لئے ابو کھی کا شکر گزار تھا کہ انہوں نے اپنی بیٹہ والی جلتہ مندی سے یہ دیکھ لیا تھا کہ شیرا کھی خاندان کے بارے میں باتیں کرنے سے لیون ڈرنا تھا اور انہوں نے ان لوگوں کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ لیون خواب چاہتا بھی تھا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ جانے جس سے اس کو اتنی اذیت تھی مگر وہ خود بات چھڑنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

"اور تمہارے معاملات کیسے ہیں؟" لیون نے یہ سوچ کر کہا کہ صرف اپنے ہی بارے میں سوچتے رہتا

ابھی بات نہیں ہے۔

اسی بان ارکاڈ کچھ کی آنکھیں بڑی خوشی کے ساتھ چمک اٹھیں۔

"خیر اب تم تو یہ باتیں نہیں ہو کہ آدمی کے پاس اگر اس کی روٹی کا راتب موجود ہو تو بھی یہ ممکن ہے کہ

اسے رول پسند آجائے، تمہارے خیال میں تو یہ جرم ہے۔ لیکن میں محبت کے بغیر زندگی کو حلیم نہیں کرتا۔"

انہوں نے لیون کے سوال کو اپنے طور پر سمجھتے ہوئے کہا۔ "اب کیا کیا جائے، میں بتا ہی ایسا ہوں۔ اور سچ یہ ہے کہ اس سے کسی کو اتنا کم نقصان پہنچتا ہے اور خود کو کتنی طمانیت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔"

"تو کیا کوئی نئی بات ہے؟" لیون نے پوچھا۔

"ہے بھائی! اب تم دیکھو کہ تم ایسان کی عورتوں (19) جیسی وفادار اور بے لوث عورتوں کو تو جانتے ہو نہ۔ عورتیں جنہیں آدمی بس خوابوں میں دیکھتا ہے۔ تو ایسی عورتیں جانتے میں بھی مل جاتی ہیں۔ اور یہ بڑی خطرناک عورتیں ہوتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ عورت تو جتنی ہی ایسی ہے کہ تم چاہے کتنا ہی اس کا مطالعہ کر لو پھر بھی سب کچھ بالکل نیا ہی ہو گا۔"

"تو پھر بہتر یہی ہے کہ مطالعہ کیا ہی نہ جائے۔"

"نہیں، کسی ریا خیزی داں نے کہا ہے کہ اصل خوشی سچائی کو دریافت کر لینے میں نہیں بلکہ اس کی تلاش میں ہے۔"

لیون چپ چاپ سنتا رہا اور اس نے بڑی کوشش کی لیکن کسی طرح وہ اپنے دوست کی روح میں داخل نہیں ہو سکا اور ان کے احساسات کو سمجھ سکا نہ اس قسم کی عورتوں کا مطالعہ کرنے کے لئے ان کی دلی رغبت کو۔

15

شکار کی جگہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چشے کے کنارے اسٹین کے چھوٹے سے کچھ میں تھی۔ جنگل میں پہنچ کر لیون گاڑی سے اترا اور ابو کھی کو ایک کائی دار دلدلی صاف قلعے کے کونے میں لے گیا جہاں کی برف پگھل چکی تھی۔ خود وہ دوسرے سرے پر بھوج کے ایک جڑواں بیڑ کے پاس آگیا اور اپنی بندوق کو ایک نیچے سوکے ہوئے دو شاخے سے ٹکرا کر اس نے اپنا کشتان اتارا اور اپنے ہاتھوں کو ادھر ادھر گھمایا یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ آزادانہ حرکت کر رہے ہیں۔

بوڑھی سرسئی لاسکا اس کے پیچھے پیچھے آکر اس کے مقابل چوکی ہو کر بیٹھ گئی اور ہر آہٹ سننے کے لئے اس نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ سورج کھٹے جنگل کی آڑ میں جا رہا تھا اور اسٹین کے کچھ میں یہاں وہاں بھوج کے اونچے بیڑوں کی لکٹی شاخیں نمایاں طور پر روشن نظر آ رہی تھیں اور ان کی بھری بھری کلیاں ایسی لگ رہی تھیں جیسے بس اب ان سے کوئٹھیں پھوٹنے ہی والی ہیں۔

کھٹے جنگل کے اس حصے سے جہاں ابھی تک برف جمی رہ گئی تھی تقریباً بغیر کسی آواز کے پانی کی پتلی پتلی ٹیڑھی میز می وھاریں بہ رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں مچھرا رہی تھیں اور کبھی کبھی ایک بیڑ سے اڑ کر دوسرے بیڑ پر جا رہی تھیں۔

کھل خاموشی کے وقفوں میں پچھلے سال کی سوکھی پتیوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی جو پھلتی ہوئی زمین سے اور گھاس کے گھنے سے حرکت میں آ جاتی تھیں۔

"کیسا سنا ہے! سنائی اور دکھائی دیتا ہے کہ گھاس کیسے اگتی ہے!" لیون نے نئی گھاس کی سوتیوں کے پاس اسٹین کی ایک بیٹگی ہوئی سلیش پتی کو حرکت میں آتے دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ وہ کھڑا ہوا اس اور نیچے تک رہا تھا، کبھی گیلی کائی گل زمین کو، کبھی کان لگائے کبھی ہوئی لاسکا کو، کبھی بیڑوں کی لکٹی بیٹنگوں کو جو اس کے سامنے نیچے ڈھلان پر سمندر کی لہروں کی طرح نظر آ رہی تھیں، کبھی تاریک ہوتے ہوئے آسمان پر بادلوں کی سفید پٹیوں کو۔ درر کے بیڑوں کے اوپر ایک شہر بہت بلندی پر اطمینان سے پر مارا ہوا تھا اور ایک اور بالکل اسی طرح



ہوئی اور ایک دوسرے کا چپھا کرتی ہوئی پھٹی پھٹی جینے والی نہیں بلکہ سیٹیاں ہی سی بجاتی ہوئی شکاریوں کے سر کے بالکل اوپر آگئیں۔ چار گولیاں چلیں اور چابیاں پھرتی سے مڑیں اور آنکھ سے ادھمک ہو گئیں۔

.....  
شکار بست ہی اچھا رہا۔ استی پان ارکاڈ سچے نے دو چڑیاں اور ماریں اور لیون نے بھی ماریں تو دو لیکن ان میں سے ایک ملی نہیں۔ اندھیرا ہونے لگا۔ روشن اور نقری سیارہ زہرہ مغرب میں بالکل نیچے ہی نکل آیا تھا اور بھوج کے بیڑوں کے پیچھے سے اس کی نرم و لطیف چمک نظر آ رہی تھی۔ مشرق میں ایک بست ہی روشن مگر گھبر ستارہ ساک رابع بست بلندی پر اپنی سرخ آگ بکھیرنے لگا تھا۔ لیون کو اپنے سر کے اوپر دب اکبر کے ستارے بھی نظر آتے اور بھی کم ہو جاتے۔ چاہیوں نے اب اڑنا بند کر دیا تھا لیکن لیون نے اور انتظار کرنے کا فیصلہ کیا جب تک سیارہ زہرہ جو اسے بھوج کے ایک بیڑی شاخ کے نیچے نظر آ رہا تھا اس کے اوپر نہ آجائے اور دب اکبر کے سارے ستارے صاف نہ نظر آتے لگیں۔ سیارہ زہرہ شاخ کے اوپر آ گیا اور دب اکبر کے رتھ کے ہم گمرے نیلے آسمان پر صاف دکھائی دینے لگے لیکن وہ پھر بھی انتظار کئے جا رہا تھا۔

"چلنے کا وقت تو ہو گیا نہ؟" استی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔

جنگل میں سناٹا ہو چکا تھا اور ایک بھی چڑیا چھپا نہیں رہی تھی۔

"ابھی اور ٹھہرتے ہیں" لیون نے جواب دیا۔

"جیسا چاہو۔"

دو دونوں اب ایک دوسرے سے کوئی پندرہ قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے۔

"استیو!" اچانک لیون نے غیر متوقع طور پر کہا "تم آخر مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ تمہاری سالی کی شادی ہو گئی یا کب ہونے والی ہے؟"

لیون خود کو اتنا محکم اور پرسکون محسوس کر رہا تھا کہ اس نے سوچا کہ کوئی بھی جواب اسے پریشان نہیں کر سکتا لیکن جو جواب استی پان ارکاڈ سچے نے دیا اس کی توقع تو اسے ہرگز نہ تھی۔

"شادی کے بارے میں سوچا تھا نہ اب سوچ رہی ہیں۔ وہ بست بیمار ہیں اور ڈاکٹر نے انہیں پر دس بھیج دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی ڈر ہے کہ شاید وہ بچیں بھی نہ۔"

"یہ تم کہہ کیا رہے ہو!" لیون چیخ اٹھا۔ "بست بیمار ہیں؟ کیا ہوا ہے انہیں؟ کیسی ہیں..."

جب وہ لوگ یہ باتیں کر رہے تھے تبھی لاسکا اپنے کان اٹھائے آسمان کی طرف اور ناراضگی کی نظروں سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی "یہ اچھا وقت نکالا ہے ان لوگوں نے باتیں کرنے کے لئے... چڑیا آ رہی ہے... یہ رہی" مگنا ابھی نہیں گئی۔"

لیکن ٹھیک اسی لمحے ان دونوں نے اچانک چپہتی ہوئی سینی سن لی جس نے ان کے کان جیسے چسپاں دیئے۔ دونوں نے ایک دم بندوقیں اٹھالیں "دوبجلیاں کوندیں" دو گولیوں کے گننے کی آوازیں ایک ساتھ آئیں۔ جو چاہی اور اڑ رہی تھی اس نے تو فوراً اپنے پر سینے اور کھنٹی جھاڑیوں میں گڑبڑی اور مبینہ مبینہ گھاس کھل گئی۔

"کیا بات ہے! دونوں نے مل کر کہا "لیون چلا یا اور لاسکا کے ساتھ چاہی کو تلاش کرنے کے لئے کھنٹی جھاڑی میں گھس گیا۔ "ہاں تو وہ کیا بات تھی جو تکلیف دہ ہو رہی تھی؟" وہ یاد کرنے لگا۔ "ہاں، کیسی بیمار ہیں..."

اسی سمت میں اڑ کر گیا۔ کھنٹی جھاڑیوں میں چڑیاں زور زور سے اور پریشان ہو کر چھپانے لگیں۔ پاس ہی ایک بھورا لوبولا اور لاسکا چونک کر بڑی احتیاط کے ساتھ چند قدم مٹی اور سرائیک طرف کر کے اگلنے لگی۔ چشے کے اس پار سے کونسل کے کونسل کی آواز آئی۔ دو بار اس نے اپنی آوازیں کوک بھری اور پھر پھٹی پھٹی آوازیں جلدی سے کوک کر چپ ہو گئی۔

"کیا بات ہے! اچھی سے کونسل کو گننے لگی!" استی پان ارکاڈ سچے نے جھاڑی کی آڑ سے نکلے ہوئے کہا۔

"ہاں" سن رہا ہوں "لیون نے جواب دیا اور اسے خود کو نگار گزر نے والی اپنی آواز سے خاموشی کو توڑنا اچھا نہیں لگا۔ "اب دیر نہیں لگے گی۔"

استی پان ارکاڈ سچے کا ذیل پھر جھاڑی کے پیچھے چلا گیا اور لیون کو بس دیا سلائی کا روشن شعلہ اور اس کے بعد باہر دوس کا سگلتا ہوا سرا اور نیلا دھواں دکھائی دیا۔

"تک" تک "استی پان ارکاڈ سچے کے بندوق کا گھوڑا چھانے کی آواز آئی۔

"اور یہ کون سی چیز چھ رہی ہے؟" انہوں نے لیون کو ایک طویل آوازی طرف متوجہ کر کے پوچھا جو کچھ ایسی تھی جیسے منٹانے کی سی مبینہ آوازیں کوئی شرے چھڑا رہا ہو۔

"ارے تم اسے نہیں جانتے؟ یہ کھرہا ہے۔ اچھا اب باتیں بند کرو! سنو! اڑتی ہوئی آ رہی ہے!" لیون نے اپنی بندوق کا گھوڑا چھانے ہوئے تقریباً چھ کر کہا۔

بست دور سے آتی ہوئی مبینہ سینی اور ٹھیک دو سینڈ کے اسی وقفے کے بعد جس سے شکاری اتنی اچھی طرح واقف ہوتے ہیں "دوسری" تیسری سینی سنائی دی اور تیسری کے بعد ایک پھٹی پھٹی چھ سنی سنائی دینے لگی۔

لیون نے دائیں بائیں نظر کی اور اس کے سامنے دھندلے نیلے آسمان پر اسہین کے نرم کونپلوں والے بیڑوں کی طرف نظر نہ آنے والی بھٹکوں کے اوپر اڑتی ہوئی ایک چڑیا نظر آ گئی۔ وہ اڑتی ہوئی سیدھی اس کے اوپر چلی آ رہی تھی "اسے بالکل اپنے کان پر پھٹی پھٹی چھ سنی سنائی دی جیسے کوئی مضبوط کپڑا پھاڑنے کی ہموار آواز آ رہی ہو اور چڑیا کی گردن اور لمبی سی چونچ نظر آنے لگی۔ لیون شست پاندہ ہی رہا تھا کہ جھاڑی کے پیچھے سے

جہاں ابھول کھڑے تھے "ایک لال بکلی کا سا کوند اٹکا۔ چڑیا تیر کی طرح گری اور پھر پھڑا کر پھر اوپر اڑ گئی۔ پھر بجلی کوندی گولی گننے کی آواز آئی اور چڑیا پر پھر پھڑائی ہوئی "جیسے ہوا میں گننے کی کوشش کر رہی ہو" ایک لمحے کو گنئی

سی رہی اور پھر بعد سے دھندلی زمین پر گر پڑی۔

"کیا میرا نشانہ چوک گیا؟" استی پان ارکاڈ سچے نے چھ کر کہا جنہیں دھوئیں کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"یہ رہی!" لیون نے لاسکا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ایک کان اٹھائے اور اپنی جھری دم ہلاتے ہوئے "دبے دبے قدموں سے" جیسے اس خوشی کو طول دیتا چاہتی ہو اور گویا مسکراتی ہوئی "شکار شدہ چڑیا کو اپنے مالک کے پاس لا رہی تھی۔" مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے مار لیا "لیون نے کہا لیکن اس کے ساتھ ہی اسے رنک بھی ہوا کہ اس چاہی کا شکار کرنے میں اسے کامیابی نہ ہوئی تھی۔

"دائیں طرف کی نالی سے تو نشانہ بست ہی برا چوکا تھا!" استی پان ارکاڈ سچے نے کار توں بھرتے ہوئے کہا۔

"شش... شش... اور آ رہی ہیں۔"

واقعی ایک کے بعد ایک بڑی جلدی جلدی اور تیز سیٹیاں سنائی دیں۔ دو چابیاں ایک دوسرے سے کھینچ



”میں حمیس وہ سکھانے کی کوشش کبھی نہ کروں گا جو تمہاں اپنی عدالت میں لکھتے ہو“ اس نے کہا ”اور اگر مجھے ضرورت پڑی تو تم سے گزارش کروں گا۔ لیکن حمیس اس قدر یقین ہے کہ تم جھگ کے معاملے میں سارے قاعدے اور طور طریقے جانتے ہو یہ مشکل معاملہ ہے۔ پڑ گئے تم؟“

”پڑ کیسے گئے جاسکتے ہیں؟“ اسٹی پان ارکاڈیج نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ وہ پوری کوشش کر رہے تھے کہ اپنے دوست کو اس کی خراب دلی حالت میں سے نکال لیں۔ ”رست کے ذرے گننا‘ سیاروں کی کریمیں گننا داغ عالی تو یہ کر سکتا ہے لیکن۔۔۔“ (21)

”ہاں لیکن ریا سین کا عالی داغ یہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اسے مفت نہ دے دیا جائے جیسے تم کر رہے ہو تو ایک بھی سوداگر گئے بغیر نہ خریدے گا۔ تمہارا جھگ میں جاتا ہوں۔ میں وہاں ہر سال شکار کھیلنے جاتا ہوں اور تمہارے جھگ کی قیمت فی دسیا تین پانچ سو روپے نقد‘ جبکہ اس نے حمیس دینے دو سو روپے دل وہ بھی تسلوں میں۔ مطلب یہ کہ تم نے اس کو تیس ہزار مفت میں دے دیئے۔“

”اچھا اب معاملہ بس کرو“ اسٹی پان ارکاڈیج نے رحم کی درخواست کرنے کے انداز میں کہا ”تو پھر کسی اور نے کیوں نہیں دیا؟“

”اس لئے کہ اس نے دوسرے سوداگروں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ اس نے انہیں اس معاملے میں نہ پڑنے کی رقم دی ہے۔ میں ان سب سے سوئے کر چکا ہوں‘ انہیں جانتا ہوں۔ آخر یہ سوداگر تو ہیں نہیں‘ یہ تو منافع خور ہیں۔ وہ ایسا سوداگر تائی نہیں جس میں اس کو دس پندرہ فیصد کی کاٹ لیں ہو‘ وہ تو انتظار کرتا ہے کہ میں کو بیگ میں ایک روپے کا مال خرید سکے۔“

”اچھا اچھا“ اس اتم اس وقت ناراض ہو۔

”بالکل نہیں“ لیون نے گھر بچتے بچتے اداسی کے ساتھ کہا۔

برساتی کے پاس لوہے اور چمڑے کی کسی ہوئی ہلکی گاڑی کھڑی تھی جس میں ایک بھل گھوڑا بڑے چوڑے چوڑے پنوں سے جتا ہوا تھا۔ گاڑی میں ریا سین کا لال لال چہرے والا مختار کسی ہوئی بیٹی باندھے بیٹھا ہوا تھا۔ وہی کوچوان کا کام بھی کرتا تھا۔ خود ریا سین گھر کے اندر پہنچ چکا تھا اور ان دونوں دوستوں سے اس کی ملاقات پیش والاں میں ہوئی۔ ریا سین اور میز عمر کا لبا اور دپلا پٹلا آدمی تھا۔ مونچس رکھے ہوئے لیکن نمایاں ٹھوڑی صاف منڈی ہوئی اور آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی اور گدلی گدلی سی۔ وہ لمبے پچھلے دامن کا کمرے رنگ کا کٹ پٹنے تھا جس کی کمرے کے نیچے پیچھے کی طرف بن گئے ہوئے تھے۔ وہ بڑے خل بوٹ پہنے تھا جن پر ٹخنوں کے پاس ٹکٹیں پڑی تھیں لیکن پنڈلیوں پر وہ کھینچے ہوئے تھے۔ ان کے اوپر اس نے باپوش بھی پہن رکھے تھے۔ اس نے رومال سے اپنا منہ پونچھا اور کوٹ کو کھینچ کر اچھی طرح لیڈنا حالانکہ وہ اس کے پیچھے ہی ٹھیک تھا۔ اس نے مسکرا کر آئے والوں سے صاحب سلامت کی اور اسٹی پان ارکاڈیج کی طرف ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”اچھا تو آپ آگئے“ اسٹی پان ارکاڈیج نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ”بہت خوب۔“

”حضور والا کی بات نہ ماننے کی جرات کیسے کر سکتا تھا‘ حالانکہ راستہ بہت خراب ہے۔ یکے طور پر پورا راستہ پیدل ہی چلا گھر وقت پر پہنچ گیا۔ کسٹن تن دمیترج‘ تنظیم بجالاتا ہوں“ وہ لیون سے مخاطب ہوا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ لیکن لیون تو ری چڑھا کر ایسا بن گیا جیسے اس نے ریا سین کے ہاتھ کو دیکھا ہی نہ ہو اور اس نے تھیلے میں سے چابیاں نکالنی شروع کر دیں۔ ”اچھا تو شکار سے دل ہمارا ہے تھے آپ لوگ؟ یہ کون

تو اب کیا کیا جائے بیوے افسوس کی بات ہے“ اس نے سوچا۔

”اچھا‘ ڈھونڈ لیا تو بڑی سمجھدار ہے“ اس نے لاسکا کے منہ سے چڑیا کو لے کر اسے تقریباً بھرے شکاری تھیلے میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر پکار کر بولا ”استیوا مل گیا!“

16

گھر واپس آتے دوئے لیون نے پوچھ پوچھ کر کیٹی کی بیماری اور شریا سکی خاندان کے منصوبوں کی ساری تفصیلات معلوم کر لیں۔ اور حالانکہ یہ اعتراف کرنا اسے برا لگتا پھر بھی جو کچھ اسے معلوم ہوا وہ اسے اچھا لگا۔ اس نے بھی اچھا لگا کہ ابھی کچھ امید تھی اور زیادہ اچھا اس لئے کہ لگا کہ جس نے اس کو اتنا درد دیا تھا وہ اب خود بھگت رہی تھی۔ لیکن جب اسٹی پان ارکاڈیج نے کیٹی کی بیماری کے اسباب کے بارے میں بات شروع کی اور انہوں نے اس سلسلے میں درد کشی کا ذکر کیا تو لیون نے ان کی بات کاٹ دی:

”مجھے خانگی تفصیلات جاننے کا کوئی حق نہیں ہے اور سچ بات یہ ہے کہ کوئی دلچسپی بھی نہیں۔“

اسٹی پان ارکاڈیج ذرا سا مسکرائے اس لئے کہ انہوں نے لیون کے چہرے پر وہ فوری تبدیلی دیکھ لی تھی‘ جس سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھے‘ جس کے تحت وہ آن کی آن میں اتنی اداس ہو جاتا تھا جتنا منٹ بھر پہلے وہ خوش و خرم ہوا تھا۔

”تم نے ریا سین کے ساتھ جھگ کا سودا بالکل پکا کر لیا ہے؟“ لیون نے پوچھا۔

”ہاں پکا کر لیا ہے۔ بڑی اچھی قیمت ہے‘ انڈیس ہزار۔ آٹھ ہاتھ کے ہاتھ اور باقی چھ سال میں۔ میں بست دونوں سے اسے بچا چاہتا تھا۔ کسی نے اس سے زیادہ دام نہیں لگائے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جھگ مفت میں دے دیا“ لیون نے رکھائی ہے کہا۔

”یعنی مفت میں کیوں؟“ اسٹی پان ارکاڈیج نے ٹیک دلی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ جانتے تھے کہ لیون اس وقت ہر بات سے چڑا ہوا ہے۔

”اس لئے کہ جھگ کم سے کم پانچ سو روپے فی دسیا تن کی مالیت کا ہے“ لیون نے جواب دیا۔

”ارے تم گاؤں کے زمیندار ایسی ہی باتیں کرتے ہو!“ اسٹی پان ارکاڈیج نے مذاقہ انداز میں کہا۔ ”یہ ہم شری بھائیوں سے تم لوگوں کا حقارت کے ساتھ بات کرنے کا لہجہ۔ اور جب سودا کرنا ہو نا ہے تو ہم ہمیشہ زیادہ اچھا سودا کرتے ہیں۔ تم یقین رکھو کہ میں نے سارا اسباب لگایا ہے“ انہوں نے کہا ”اور جھگ بڑے قاعدے میں بکا ہے‘ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اب وہ کیسے انکار نہ کر دے۔ آخر یہ کار آمد کھڑی تو ہے نہیں“ اسٹی پان ارکاڈیج نے یہ لفظ ”کار آمد“ استعمال کر کے لیون کو یقین دلانا چاہا کہ اس کے شکوک بے جا ہیں ”بلکہ زیادہ تو امید من ہے۔ اور وہ بھی دسیا تین میں تیس سا تین (20) سے زیادہ نہ نکلے گی اور اس نے مجھے دو سو روپے فی دسیا تین کے حساب سے دیئے۔“

لیون حقارت سے مسکرایا۔ اس نے سوچا ”جانتا ہوں“ یہ انداز جو صرف انہیں کا نہیں بلکہ سارے شری باشندوں کا ہوتا ہے جو دس سال میں دو ایک بار دسیا ت آتے ہیں اور گاؤں کے دوچار لفظ سیکھ لیتے ہیں اور انہیں موقع بے موقع استعمال کرتے ہیں اس محکم یقین کے ساتھ کہ بس وہ سب کچھ جان گئے۔ کار آمد‘ دسیا تین میں تیس سا تین سے زیادہ نہ نکلے گی۔ لفظ تو استعمال کرتے ہیں لیکن سمجھتے خود بھی کچھ نہیں ہیں۔“



ی مطلب چڑیاں کھلاتی ہیں؟" ریا بینن نے چاہیوں کو حقارت کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔ "مزید ار تو مطلب ہوئی ہی ہوں گی" اور اس نے ناپسندیدگی کے انداز میں سر ہلایا جیسے سوچ رہا ہو کہ کہیں گناہ بہ لذت نہ ثابت ہو۔

"چاہو تو میرے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں چلے جاؤ" لیون نے اداسی سے تجویزی چڑھاتے ہوئے فراہمیں میں استیپان ارکاڈو سٹچ سے کہا۔ "آپ میرے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں چلے آورو ہیں آپ لوگ بات چیت کر لیجئے۔"

"بالکل ممکن ہے، جہاں مرضی ہو" ریا بینن نے حقارت آمیز وقار کے ساتھ کہا جیسے وہ یہ محسوس کرانا چاہتا ہو کہ ہو سکتا ہے دوسروں کے لئے یہ جاننا مشکل ہو تا ہو کہ کس کے ساتھ کیسے پیش آئیں لیکن اس کے لئے کبھی کسی چیز میں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

پڑھنے لکھنے کے کمرے میں داخل ہو کر ریا بینن نے عادت کے مطابق ادھر ادھر نظر ڈالی جیسے تلاش کر رہا ہو کہ مقدس شیشہ کہاں رکھی ہے لیکن جب اسے وہ نظر آئی تو اس نے اپنے اوپر صلیب کا نشان نہیں بنایا۔ اس نے کتابوں کی الماریاں اور شیشیں دیکھیں اور انہیں شکوک کے ساتھ بینن کے ساتھ اس نے چاہیوں کو دیکھا تھا، حقارت کے انداز میں مسکراتے ہوئے ناپسندیدگی سے سر ہلایا۔ اب وہ کسی طرح یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ یہ گناہ بہ لذت نہیں ہے۔

"تو پھر رقم لائے؟" بلو سکی نے پوچھا۔ "بیٹھے۔"

"رقم میں ہم دیر نہیں کریں گے۔ میں تو آپ سے ملنے اور بات چیت کرنے آیا ہوں۔"

"اب بات چیت کس کی کرنی ہے؟ ارے آپ بیٹھے تو۔"

"ہاں بیٹھ تو سکتا ہوں" ریا بینن نے بیٹھے ہوئے کہا اور اپنے لئے سب سے تکلیف دہ انداز میں اس نے اپنی کتیاں آرام کرسی کی پشت پر کھالیں۔ "کچھ کمی کرنے کی ضرورت ہے پر بس۔ غضب ہو جائے گا۔ رقم تو قطعی طور پر تیار ہے" ایک ایک کو پیک تک۔ رقم میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔"

اس عرصے میں لیون اپنی بندوق الماری میں رکھ کر دروازے سے نکل چکا تھا لیکن سوداگر کی بات سن کر رک گیا۔

"مفت میں جنگل لے لیا" اس نے کہا۔ "یہ تو دیر میں میرے پاس پہنچے نہیں تو میں نے رقم ملے کر دی ہوتی۔"

ریا بینن کھڑا ہو گیا اور چپ چاپ مسکراتے ہوئے لیون کو اس نے پیچھے سے اوپر تک دیکھا۔

"نکستین تن دیر سیرک تو بڑی کس کے قطعی باندھے ہیں" اس نے مسکرا کر استیپان ارکاڈو سٹچ سے کہا "ان سے قطعی طور پر کچھ خرید اسی نہیں پاسکتا۔ گیہوں کا سودا کر رہا تھا" ابھی رقم دے رہا تھا۔"

"میں اپنی چیز مفت میں آپ کو کیوں دے دوں؟ مجھے بڑی تولی نہیں اور نہ میں نے چوری کی ہے۔"

"رحم کیجئے صاحب" آج کے زمانے میں چوری کرنا تو بچے طور پر ناممکن ہے۔ آج کے زمانے میں تو قطعی طور پر سب کچھ مکمل عدالت میں ہوتا ہے، سب کچھ شرفا کے قاعدے سے ہوتا ہے، یہ نہیں کہ چوری کر لے کوئی۔ ہم تو ایماندار ہی سے بات کر رہے تھے۔ جنگل بڑا منگنا پڑ رہا ہے۔ حساب بھی پورا نہیں پڑے گا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ کم کر دیجئے چاہے خود ڈا ہی سہی۔"

"ارے معاملہ آپ لوگوں کا ملے ہو چکا ہے کہ نہیں؟ اگر ملے ہو چکا ہے تو اب مول بھاؤ نہیں ہو سکتا" اور اگر نہیں ملے ہو" لیون نے کہا "تو جنگل میں خرید لوں گا۔"

مسکراہٹ ریا بینن کے چہرے سے اچانک غائب ہو گئی "اس پر بس ایک شکرے جیسا، قار مگرانہ اور بے رحمانہ تاثر رہ گیا۔ پھر تلی ہڈی الکیوں سے اس نے اپنے کوٹ کے کب کھولے۔ قیص "واکٹ کے تانبے کے ٹین اور گڑی کی زنجیر نظر آئی۔ جلدی سے اس نے ایک موٹا سا پائٹا بٹا نکال لیا۔

"مموائی کیجئے، جنگل میرا ہے" اس نے جلدی سے اپنے اوپر صلیب کا نشان بناتے ہوئے اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "رقم تو اور جنگل میرا ہو گیا۔ اس طرح کرتا ہے سودا ریا بینن کو ڈیاں نہیں گنتا" وہ بھوس سکو ڈر بڑا ملاتے ہوئے بولا۔

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو اتنی جلدی نہ کرتا" لیون نے کہا۔

"ارے اب مان جاؤ" بلو سکی نے تعجب کے ساتھ کہا "آخر میں قول دے چکا ہوں۔"

لیون دروازے کو دھڑ سے بند کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ ریا بینن نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر سر ہلایا۔

"سب تو جوانی ہے، قطعی طور پر لڑکپن ہے بس۔ میں تو خرید رہا ہوں، یقین کیجئے، صرف عزت کی خاطر" مطلب یہ کہ صرف ناموری کے لئے کہ بلو سکی کا جنگل کسی اور نے نہیں بلکہ ریا بینن نے خرید لیا۔ اور اب تو خدا جو بھی کرے حساب تو پورا کرنا ہی ہے۔ خدا پر تو بھروسہ کرنا ہی ہے۔ اتنی ضمانت کیجئے "اب بیچ نامہ لکھ دیجئے۔" کچھ بھر بعد سوداگر اپنے لہارے کو اچھی طرح پلٹ کر اور کوٹ کے کب لگا کر جیب میں بیچ نامہ رکھتے ہوئے اپنی خوب اچھی طرح کسی بندھی گاڑی میں بیٹھا اور اپنے گھر چل دیا۔

"اف یہ بالک لوگ" اس نے اپنے بھارے کہا "ایک ہی چیز ہیں۔"

"یہ تو ہے ہی" بھارے نے لگام اس کے حوالے کر کے گاڑی کی چمڑے کی چادر باندھتے ہوئے جواب دیا۔ "اور سودا کیسار ہا میل اگنا تیجئے؟"

"بس ایسا ہی رہا۔"

## 17

توٹوں سے پھولی ہوئی جیب کے ساتھ "جو سوداگر نے انہیں تین مہینے جنگلی دے دیئے تھے" استیپان ارکاڈو سٹچ اوپر گئے۔ جنگل کا سودا ملے تمام ہو گیا، رقم جیب میں آگئی، شکاربست اچھا رہا تھا اور استیپان ارکاڈو سٹچ دل سے بہت ہی خوش و خرم تھے اور اسی لئے خاص طور سے ان کا پی چاہتا تھا کہ اس بڑی مزاحی کیفیت کو دہر کر دیں جو لیون پر طاری ہو گئی تھی۔ ان کا پی چاہتا تھا کہ رات کے کھانے کے ساتھ دن ویسے ہی خوشگوار طریقے پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا۔

لیون کا پی واقعی برا ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا اور جو اس کے کہ وہ دل سے چاہتا تھا کہ اپنے شفیق مسمان کے ساتھ نیکی اور پیار کے ساتھ پیش آئے۔ اس خبر کے نشے نے اس پر دھیرے دھیرے عمل کرنا شروع کیا کہ ابھی کبھی کی شادی نہیں ہوئی۔

کبھی کی شادی نہیں ہوئی اور وہ بیمار ہیں "اس شخص سے محبت کرنے کی وجہ سے بیمار ہیں جس نے انہیں



نظر انداز کر دیا ہے۔ اس سے جیسے اس کی اپنی توہین ہو رہی تھی۔ وردھشی نے ان کو نظر انداز کیا اور انہوں نے اس کو 'لیون' کو نظر انداز کیا۔ چنانچہ وردھشی کو حق تھا کہ وہ لیون کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور اس لئے وہ اس کا دشمن تھا۔ لیکن لیون نے یہ سب نہیں سوجھا تھا۔ وہ ہمیشہ طور پر محسوس کر رہا تھا کہ اس میں کچھ اس کے لئے بھی توہین آمیز بات ہے اور اب وہ اس بات پر غصہ نہیں کر رہا تھا جس نے اس کو پریشان کر دیا تھا بلکہ ہر اس چیز سے الجھ رہا تھا جو اس کے ذہن میں آ رہی تھی۔ وہ جنگل کی امتحان فروخت اور اس دھوکے پر جو ابلوکھی کے ساتھ کیا گیا تھا اور جو اس کے گھر میں کیا گیا تھا 'آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

"تو، ختم ہو گیا؟" اس نے اپنی پان ارکاڈ سٹج کا سامنا ہوتے ہی کہا۔ "کھانا کھاؤ گے؟"

"ہاں، انکار تو نہیں کروں گا۔ مجھے دہات میں کس قدر بھوک لگتی ہے، کمال ہو جاتا ہے۔ اور تم نے ریا سین سے کھانے کے لئے کیوں نہیں کھا؟"

"لغت ہے اس پر!"

"مگر یہ تم اس کے ساتھ رہناؤ کیسا کرتے ہو؟" ابلوکھی نے کہا۔ "تم نے اس سے ہاتھ بھی نہیں ملایا۔ اس سے ہاتھ نہ ملانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"اس وجہ سے کہ میں اپنے خندہ کار سے ہاتھ ملانا نہیں اور خندہ کار اس سے سونگنا بہتر ہے۔"

"تم بھی کس قدر رجعت پسند ہو! اور طبقات کا ایک ہونا؟" ابلوکھی نے کہا۔

"جس کو طبقات کا ایک ہونا اچھا لگے وہ ضرور کرے یہ سب" اور مجھے یہ سخت نا پسند ہے۔"

"تم میں دیکھ رہا ہوں کہ قطعی طور پر رجعت پرست ہو۔"

"کچ تو یہ ہے کہ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ میں کون ہوں۔ میں۔۔۔ کس تن لیون ہوں" اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"اور کس تن لیون جس کا بی بیست رہا ہو رہا ہے؟" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میرا بی بیست رہا ہے اور معلوم ہے کیوں؟ معاف کرنا مجھے، تمہاری امتحان فروخت سے۔۔۔"

ابلوکھی نے نیک دلی سے تیوریاں چڑھائیں، ایک ایسے شخص کی طرح جسے اس کے کسی تصور کے بغیر ہی چیز جابجا رہا ہو اور برا بھلا کہا جا رہا ہو۔

"اچھا اب بہت ہو چکا!" انہوں نے کہا۔ "کب ایسا ہوا ہے کہ کسی نے کچھ بچا ہو اور بیچنے کے فوراً ہی بعد اس سے نہ کہا گیا ہو کہ "اس کی قیمت تو اس سے بہت زیادہ تھی؟" لیکن جب تک وہ بیچتا ہوتا ہے تب تک کوئی بھی اسے نہیں دیتا۔۔۔ نہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تو اس بد نصیب ریا سین پر دانت پیستے ہو۔"

"ہو سکتا ہے، چیتا ہوں۔ اور پتہ ہے کیوں؟ تم پھر کو کے کہ میں رجعت پرست ہوں یا اسی طرح کی کوئی اور نفرت انگیز بات کو کے پھر بھی مجھے جھجھلاہٹ ہوتی ہے اور برا لگتا ہے ہر طرف یہ دیکھنا کہ طبقہ امرا مفلس ہو جا رہا ہے۔ اسی طبقے سے میرا تعلق ہے اور طبقات کے ایک ہو جانے کی بات کے باوجود مجھے خوشی ہے کہ میرا تعلق اسی طبقے سے ہے۔ اور یہ مفلس ہو رہا ہے عیاشی کی وجہ سے نہیں۔ ایسا ہونا تو کوئی بات نہ تھی۔ مالکوں کی طرح شان سے رہنا۔ یہ تو طبقہ امرا کا شیوہ ہے اور طبقہ امرا ہی یہ کر سکتا ہے۔ اب ہمارے آس پاس کسان زمینیں خرید رہے ہیں۔ یہ مجھے برا نہیں لگتا۔ مالک زمیندار تو کچھ کرتے نہیں کسان محنت کرتا ہے اور کابل کھتے آدمی کو میدان سے نکال باہر کر دیتا ہے۔ یہی ہونا چاہئے۔ اور کسان کے لئے میں خوش ہوں۔ لیکن مجھے برا

لگتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مفلس کسی سمجھ میں نہیں آتا اسے کیا کہا جائے، سیدھے پن کی بنا پر ہو رہی ہے۔ اور ایک پرستانی منافع خور نے آدمی قیمت پر ایک قانون مانگن سے بڑی اچھی جائیداد خرید لی جو بیستامیں رہتی ہیں۔ اور ایک سوداگر کو ایک روٹل فی دو سیاتین کے لگان پر ایسی زمین دے دی جاتی ہے جو دس روٹل فی دو سیاتین کی ہے۔ ابھی تم نے بغیر کسی وجہ کے اس لنگے کو تمہیں ہزار روٹل کھتے کے طور پر دے دیئے۔"

"تو پھر کیا کرنا؟ ایک ایک بیڑ گنا؟"

"بالکل گنا چاہئے تھا۔ تم نے تو مانا نہیں لیکن ریا سین نے گنا۔ ریا سین کے بچوں کے پاس زندگی بسر کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ ہو گا لیکن تمہارے بچوں کے پاس شاید نہیں ہو گا!"

"اچھا تم مجھ کو معاف کرنا لیکن اس سگنے میں کچھ گھٹیا پن ہے۔ ہماری اپنی مصروفیات ہیں اور ان لوگوں کی اپنی اور انہیں منافع تو ضرور چاہئے۔ اور پھر سودا پکا ہو چکا، بات ختم۔ اور یہ رہے ادھ تلتے انڈے، جیسے مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ اور اکافیا میٹا کیلوونا ہمیں وہ جڑی بوٹیوں والی شاندار ابراہادی دیں گی۔"

اسٹی پان ارکاڈ سٹج بیز کے پاس آ بیٹھے اور اکافیا میٹا کیلوونا کے ساتھ ٹیسی مذاق کرنے اور انہیں یقین دلانے لگے کہ انہوں نے مدد توں سے اس طرح کا کھانا نہیں کھایا۔

"ارے آپ کم سے کم تعریف تو کرتے ہیں" اکافیا میٹا کیلوونا نے کہا "اور کس تن دیمیر کچ کو تو چاہے کچھ بھی دے دو، ڈبل روٹی کا کٹورا ہی سہی، وہ کھا کے چل دیتے ہیں۔"

لیون نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی ہمت کو شش کی لیکن وہ اداس اور چپ چاپ ہی رہا۔ اس کے لئے اسٹی پان ارکاڈ سٹج سے ایک سوال کرنا ضروری تھا لیکن وہ ہمت نہ کر سکا تھا، نہ اس کی یہ سمجھ میں آیا تھا کہ کس طرح سوال کرے، نہ یہ کہ کس وقت اور کیسے۔ اسٹی پان ارکاڈ سٹج نیچے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ انہوں نے کپڑے اتارے، پھر سے ہاتھ منہ دھوا، اپنی رات کی جھالدار قمیض پہنی اور لیٹ گئے لیکن لیون پھر بھی انہیں کے کمرے میں ڈٹا رہا اور طرح طرح کی بیکار باتیں کرتا رہا مگر وہ پوچھنے کی اس کی ہمت ہی نہ پڑی جو وہ پوچھنا چاہتا تھا۔

"یہ صابن کتنے حیرت انگیز طریقے سے بناتے ہیں یہ لوگ" اس نے اس خوشبودار صابن کو ہاتھ میں ہلے کر اٹھتے پھرتے ہوئے کہا جسے اکافیا میٹا کیلوونا نے مسمان کے لئے رکھا تھا لیکن ابلوکھی نے اسے استعمال نہیں کیا تھا۔ "دیکھو ذرا، یہ تو بالکل فنکارانہ تخلیق ہے۔"

"ہاں آج کل ہر چیز کمال کے اس درجے پر پہنچ گئی ہے" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے ہیکلی ہیکلی اور بڑی باہر کرت جمائی کے ساتھ کہا۔ "مثلاً جمیٹراور یہ نشاط انگیز جگہیں۔۔۔ آ۔۔۔ آ۔۔۔ انہوں نے جمائی لی۔" ہر جگہ ہیکلی کی روشنی۔۔۔ آ۔۔۔ آ!"

"ہاں ہیکلی کی روشنی" لیون نے کہا۔ "ہاں۔ اچھا تو وردھشی اب کہاں ہیں؟" اس نے صابن رکھتے ہوئے اچانک پوچھ لیا۔

"وردھشی؟" اسٹی پان ارکاڈ سٹج نے اپنی جمائی کو روکے ہوئے کہا "وہ پیٹرس برگ میں ہیں۔ تمہارے جانے کے فوراً ہی بعد چلے گئے تھے اور اس کے بعد ایک بار بھی ماسکو نہیں آئے۔ اور پتہ ہے کہ میں کوستیا" انہوں نے میز پر کھاناں ٹیک کر ہتھیلیوں پر اپنا خوبصورت سرخ چہرہ رکھا جس کی وجہ سے ان کی غم، نیک اور خندہ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں ستاروں کی طرح چمکنے لگیں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی "تصور خود تمہارا ہے۔"



تم رقیب سے ڈر گئے۔ اور میں نے تو اس وقت بھی تم سے کہا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ کس کے لئے زیادہ امکانات تھے۔ تم آخر آگے کیوں نہیں بڑھے؟ میں نے بھی تم سے کہا تھا کہ۔۔۔ انہوں نے منہ کھولے بغیر صرف جبروں سے جمائی۔

”انہیں معلوم ہے کہ میں نے خواستگاری کی تھی لیکن نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔“ ہاں ان کا انداز کچھ معیار نہ سا کچھ سیرانہ سا ہے۔ اور یہ محسوس کر کے کہ اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا ہے وہ چپ رہا اور استیصال کا رنگ ان کے آنکھوں میں آکھیں ڈال کر دیکھا۔

البوعلی نے اپنی بات جاری رکھی ”اگر کبھی کی طرف سے تب کچھ تھا بھی تو وہ محض ظاہری شکل و صورت کے لئے کشش تھی۔ تم تو جانتے ہی ہو یہ اصلی طبقہ امرا والا انداز اور معاشرے میں آئندہ حیثیت کا اثر کبھی پر نہیں بلکہ ماں پر ہوا۔“

لیون نے بھوس بھوس کیٹھ لیں۔ ٹھکرائے جانے کی توہین جس سے ہو کر وہ گزرا تھا اس کے دل کو یوں جلا رہی تھی جیسے ابھی ابھی گلنے والا تازہ زخم ہو۔ لیکن اب وہ اپنے گھر پر تھا اور اپنے گھر کی تو دلوں میں بھی مدد کرتی ہیں۔

”فہمہ، فہمہ“ وہ ابوعلی کی بات کاٹ کر بول پڑا ”تم کہتے ہو اصلی طبقہ امرا والا انداز۔ کیا میں تم سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ درویشی کا کیا کسی اور کا یہ طبقہ امرا والا انداز کس چیز پر مبنی ہے جس کی وجہ سے مجھ کو دھتکارا جائے؟ درویشی تو تم طبقہ امرا کا سمجھتے ہو لیکن میں نہیں سمجھتا۔ جس شخص کے پاس بے تیرے میرے کی خواہش کر کے خود کو آگے بڑھایا جس کی ماں نے خدا جانے کس کس سے تعلق نہیں رکھا۔ میں تم مجھے معاف کرنا لیکن طبقہ امرا کا میں خود کو اور اپنے جیسے لوگوں کو سمجھتا ہوں جو ماضی میں خاندان کی تین چار مہکتی ٹوٹا سکتے ہیں جو تعلیم و تہذیب کے بلند ترین درجے پر تھیں (استعداد اور ذہانت۔ یہ دوسری بات ہے) اور جنہوں نے کبھی کسی کے سامنے خود کو ذلیل نہیں کیا، کبھی کسی چیز کے محتاج نہیں رہے، جیسے میرے باپ تھے اور میرے دادا تھے۔ اور ان جیسے میں بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں۔ تم کو یہ بات گھٹیا لگتی ہے کہ میں جنگل میں بیٹھ گیا ہوں اور تم تمیں ہزار روٹل ریا سین کو بخش دیتے ہو۔ لیکن تمہیں تو لگان ملتا ہے اور پتہ نہیں اور کیا، لیکن مجھے نہیں ملتا اس لئے مجھے اپنے اجداد کا ترکہ اور محنت عزیز ہے۔ طبقہ امرا کے ہم ہیں نہ کہ وہ جن کا وجود اس دنیا کے طاقتور لوگوں کی محتاجات کی بدولت برقرار ہے اور جنہیں دو کوڑی میں خرید لیا جاسکتا ہے۔“

”یہ تم کس پر فخر کر رہے ہو؟ مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے“ استیصالانہ انداز کا وہ سچے غلوں اور خوشدلی سے کہا حالانکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ جن لوگوں کو دو کوڑی میں خرید لیا جاسکتا ہے ان میں لیون نے خود ان کو بھی شامل کر لیا ہے۔ لیون کا جوش میں آنا انہیں سچے دل سے اچھا لگا تھا۔ ”تم کس پر فخر کر رہے ہو؟ حالانکہ تم درویشی کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اس میں سے بہت کچھ سچ نہیں ہے لیکن میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو تم سے سیدھے سیدھے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میرے ساتھ ماسکو چلا اور۔۔۔“

”نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ تم جانتے ہو یا نہیں لیکن میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ او میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں نے خواستگاری کی تھی اور جواب میں مجھے انکار ملا تھا اور اب کا تھینا الکساندر وہ میرے لئے محض ایک تکلیف دہ اور شرمناک یاد ہیں۔“

”آخر کس لئے؟ یہ تو محض حماقت ہے۔“

”لیکن ہم اس کے بارے میں باتیں نہیں کریں گے۔ تم مہمانی کر کے مجھے معاف کرنا اگر میں نے تمہارے ساتھ روکے پن سے باتیں کیں“ لیون نے کہا۔ ”اب سب کچھ کہہ چکے کے بعد وہ پھر ویسے ہی ہو گیا تھا جیسے صبح کو تھا۔“ تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو استیصال؟ مہمانی کر کے خفا نہ ہونا“ اس نے کہا اور مسکرا کر استیصال پر ارکا دکھانے لگا۔

”ارے نہیں بالکل نہیں“ اور خفا کس لئے ہونا۔ میں تو خوش ہوں کہ ہم نے بات صاف کر لی۔ اور پتہ ہے کہ میں صبح سویرے کا شکار بھی اچھا ہوتا ہے۔ چلیں نہ ہم لوگ؟ پھر میں بعد کو سوؤں گا نہیں بلکہ شکار ہی پر سے سیدھے ریلوے سٹیشن چلا جاؤں گا۔“

”یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔“

18

بادو اس کے کہ درویشی کی ساری باطنی زندگی اس کے جنون محبت سے لبریز تھی اس کی ظاہری زندگی معاشرے اور رجسٹ کے تعلقات اور دلچسپیوں کے پرانے اور عادی ڈھارے پر بغیر کسی تبدیلی کے اور بلا روک ٹوک چلتی جا رہی تھی۔ رجسٹ کی دلچسپیوں کو درویشی کی زندگی میں اہم مقام حاصل تھا اس لئے بھی کہ اسے اپنی رجسٹ سے محبت تھی اور اس لئے بھی کہ رجسٹ میں لوگ اس سے محبت کرتے تھے۔ رجسٹ میں لوگ درویشی سے صرف محبت ہی نہیں بلکہ اس کا احترام اور اس پر فخر بھی کرتے تھے، فخر اس لئے کرتے تھے کہ یہ شخص جو بہت ہی مالدار تھا، بہت اچھی تعلیم اور صلاحیت رکھتا تھا جس کے سامنے ہر قسم کی کامیابی کے راستے کھلے تھے، جاہ پسندی میں بھی اور حکمت و ناموری میں بھی، ان سب کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا اور زندگی کی ساری دلچسپیوں میں سب سے زیادہ رجسٹ کے مفادات اور رفاقت کو عزیز رکھتا تھا۔ درویشی اپنے بارے میں اپنے ساتھیوں کی اس رائے کو جانتا تھا۔ اور اس کے علاوہ کہ وہ اس زندگی کو پسند کرتا تھا یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ اس کے بارے میں جو رائے قائم کی گئی تھی اس کو برقرار رکھنا اس کا فرض ہے۔

یہ تو کتنے کی ضرورت تھی نہیں کہ اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے بھی اپنی محبت کے بارے میں بات نہیں کی، شراب کی بدست محفلوں میں بھی اس کے منہ سے اس کے بارے میں ایک لفظ نہیں نکلا (دیکھو وہ کبھی ننھے میں میں اعتاد حت بھی نہ ہوا تھا کہ اسے اپنے اوپر قابو نہ رہ جائے) اور وہ اپنے ان لاپرواہ ساتھیوں کا بھی منہ بند کر دیتا تھا جو اس تعلق کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود کہ اس کی محبت کے بارے میں پورے شہر کو معلوم تھا۔۔۔ سب لوگ کم و بیش صحت کے ساتھ کاروبار تینا سے اس کے تعلق کے بارے میں قیاس کر چکے تھے۔ زیادہ تر نوجوان اس سے اسی بات پر رشک کرتے تھے جو اس کی محبت میں سب سے دشوار چیز تھی۔ کاروبار میں اعلیٰ حیثیت پر اور اس لئے معاشرے کے لئے اس تعلق کی نمائندگی اہمیت پر۔

زیادہ تر نوجوان عورتیں جو آنا سے رشک کرتی تھیں اور جو بہت دنوں سے اس بات سے عاجز تھیں کہ انہیں بڑی پاکیزہ کہا جاتا تھا، اس بات پر خوش تھیں کہ انہوں نے تو پہلے ہی سے بھانپ لیا تھا اور وہ صرف معاشرے کی رائے میں تبدیلی کی تاخیر کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ اپنی حقارت کے پورے وزن کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑیں۔ ان عورتوں نے کچھ کہہ کر وہ لوہے ابھی سے تیار کر لئے تھے جو وقت آنے پر وہ سب ان پر پھینکنے والی



تھیں۔ بڑی عمر کے اور اعلیٰ حیثیت کے لوگوں میں سے زیادہ تر معاشرے میں اس رسوائی سے ناخوش تھے جو تیار ہو رہی تھی۔

دروہکی کی ماں کو جب اس کے تعلق کے بارے میں معلوم ہوا تو شروع میں تو وہ خوش تھیں اس لئے کہ ان کی سمجھ کے مطابق ہونمار نوجوان کو کوئی بھی چیز اس درجہ نہیں نکھارتی سنواری تھی جیسے کہ اعلیٰ معاشرے میں ایک تعلق اور اس لئے بھی کہ کار۔ تینا بھی، جو انہیں اپنے بیٹے کے بارے میں اتنی باتیں کرتے رہنے کی وجہ سے اس قدر پسند آئی تھیں، بہر حال دیکھی جیسی کاوشیں دروہکی کی سمجھ میں، ساری خوبصورت اور مہذب عورتیں ہوتی ہیں۔ لیکن کچھ دنوں پہلے انہیں یہ معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے ایک مجوزہ عمدے سے جو اس کی فوجی زندگی کے لئے بہت اہم ہوتا، صرف اس لئے انکار کر دیا تھا کہ وہ رجنٹ ہی میں رہے جہاں وہ کار۔ تینا سے مل سکتا تھا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس انکار کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں کے لوگ دروہکی سے ناخوش ہیں۔ تب کاوشیں دروہکی نے اپنی رائے بدل دی۔ انہیں یہ بات بھی پسند نہیں آئی کہ جس حد تک انہیں معلوم ہوا تھا، یہ ویسا تابندہ، پردہ دار معاشرے والا تعلق بھی نہ تھا جس کی انہوں نے تائید و توثیق کر دی ہوتی، بلکہ یہ تو کسی قسم کا انتہائی ناامیدی کا، ویر (22) کا جیسا جنون محبت تھا، بیساکہ لوگوں نے انہیں بتایا تھا، جو دروہکی کو حماقت پر آمادہ کر سکتا تھا۔ وہ دروہکی سے اس وقت سے نہ لی تھیں جب وہ ماسکو سے غیر متوقع طور پر چلا گیا تھا اور انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کے توسط سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آکر ان سے ملے۔

بڑے بھائی بھی اسی طرح چھوٹے سے ناخوش تھے۔ وہ یہ تخصیص نہیں کرتے تھے کہ کیسی تھی یہ محبت، گہری کہ معمولی، جنونی یا سرسری، بد اخلاق یا با اخلاق (وہ خود بچے والے تھے پھر بھی ایک ناچنے والی کورکے ہوئے تھے، اس لئے وہ اس معاملے میں رواداری برتتے تھے)، لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ محبت ان لوگوں کو پسند نہیں تھی جنہیں پسند ہونی چاہئے تھی۔ اس لئے وہ بھی بھائی کے برتاؤ کی تائید نہیں کرتے تھے۔ فوجی ملازمت اور معاشرے کی مصروفیتوں کے علاوہ دروہکی کی ایک اور بھی مصروفیت تھی۔ گھوڑے جن کا وہ پر جوش شیدائی تھا۔

اسی سال افسروں کی ایک اسٹبل چز گھڑوڑ ہونے والی تھی۔ دروہکی نے مقابلے میں شریک ہونے کے لئے اپنا نام کھو ادیا تھا اور اچھی نسل کی ایک انگلستانی گھوڑی بھی خرید لی اور اپنی محبت کے باوجود وہ آئندہ دوڑ کا انتظار بڑی شدت سے لیکن ضبط کے ساتھ کر رہا تھا۔

یہ دونوں جذبے ایک دوسرے میں غل نہیں ہوتے تھے۔ برعکس اس کے اسے ایک ایسی مصروفیت اور دلی لگاؤ کی ضرورت تھی جو اس کی محبت سے آزاد ہو، جس میں وہ تازہ دم ہو سکے اور اپنے بہت ہی پریشان کن تاثرات سے آرام حاصل کر سکے۔

19

کراسنویے سلو (23) میں جس دن دوڑیں ہونے والی تھیں اس دن دروہکی اپنے معمول سے پہلے ہی دینٹ اسٹیک کھانے کے لئے افسروں کے میس میں آیا۔ اس کو کھانے پینے میں بہت سختی کے ساتھ اپنے اوپر جبر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اس کا وزن بالکل مقررہ ساڑھے چار پونڈ کے برابر تھا۔ لیکن اس کا خیال رکھنا ضروری تھا کہ اب اور وزن نہ بڑھے اس لئے وہ میٹھی اور ماوے دار چیزوں سے پرہیز کرتا تھا۔ وہ سفید

راکٹ پر کھلے ہٹوں کا کٹ پٹنے ہوئے اپنی کھنیاں میز پر رکھائے بیٹھا تھا۔ دینٹ اسٹیک کا انتظار کرتے ہوئے وہ ایک فرانسیسی ٹائل کو دیکھنے لگا جو پلٹ پر نکھار کھا تھا۔ وہ کتاب کو صرف اس لئے دیکھ رہا تھا کہ آئے جانے والے افسروں سے باتیں نہ کرنی پڑیں اور وہ سوچ سکے۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آج گھڑوڑ کے بعد آٹھ بجے اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ ان سے تین دن سے نہیں ملا تھا اور چونکہ ان کے شوہر ولس سے واپس آگئے تھے اس لئے اسے پتہ نہیں تھا کہ آج ملاقات ممکن ہو گی یا نہیں اور اسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ اس کا پتہ کیسے چلائے۔ پچھلی بار وہ آٹھ بجے اپنی رشتے کی بہن، بیٹی کے کمر میں والے مضائقہ سے بیٹھے میں ملا تھا۔ کار۔ تینٹن خاندان کے مضائقہ سے بیٹھے میں وہ جہاں تک ہو سکتا تھا کہی جاتا تھا۔ اب وہ وہاں جانا چاہتا تھا اور اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ یہ کیسے کیا جائے۔

”خمار ہرے میں یہ کہہ دوں گا کہ بیٹی نے مجھے یہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے کہ آٹھ گھڑوڑ میں آئیں گی یا نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ میں جاؤں گا“ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا، کتاب پر سے نظریں اٹھائیں اور انہیں دیکھنے کی خوشی کا تصور کر کے اس کا چہرہ دک اٹھا۔

”کسی کو میرے گھر بھجوا کر یہ کہلوادو کہ تین گھوڑوں والی گاڑی جلدی سے تیار کر دی جائے“ اس نے خندہنگار سے، جو اس کے لئے چاندی کی گرم قاب میں دینٹ اسٹیک لایا تھا، کہا اور قاب اپنی طرف کھٹاکر کھانے لگا۔

پاس کے ہلیئرڈ والے کمرے سے گیندوں کے ٹکرانے کی کھٹکھٹ کی بات چیت کرنے اور چننے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اندر آنے والے دروازے سے دو افسران داخل ہوئے۔ ایک تو کمزور سا بچہ پنکے چرے والا نوجوان تھا جو تھوڑے ہی دن ہوئے کور آف میز سے ان کی رجنٹ میں آیا تھا، دوسرا گلدہ اساکہ کی کا افسر تھا جو ہاتھ میں زنجیری پٹنے تھا اور جس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی سی تھیں۔

دروہکی نے ان دونوں کی طرف نظر اٹھائی اور تیزی سے چھا کر کتاب کو بول دیکھتے ہوئے جیسے اس نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہ ہو، بیک وقت کھانا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

”یہ کیا کام کے لئے اپنے کو مضبوط بنا رہے ہو؟“ گلدہ نے افسرے اس کے پاس بیٹھے ہوئے کہا۔ ”وہ تو تم دیکھ ہی رہے ہو“ تیریاں چڑھا کر، منہ پوچھتے ہوئے اور اس کی طرف دیکھے بغیر دروہکی نے جواب دیا۔

”اور وزن بڑھ جانے سے ڈرتے نہیں؟“ گلدہ نے افسرے نوجوان افسر کے لئے کرسی کھسکاتے ہوئے۔

”کیا؟“ دروہکی نے غصے میں کہا اور کراہت کا اظہار کرنے کے انداز میں دانت کوس کر اپنی جی ہولی بتیسی دکھادی۔

”وزن بڑھ جانے سے ڈرتے نہیں؟“ ”ارے سنو“ ایک بولن خیرس دتلا ڈرا“ دروہکی نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا اور کتاب کو قاب کی دوسری طرف کھٹاکر پھرنے لگا۔

گلدہ نے افسرے شرابوں والا کارڈ اٹھایا اور نوجوان افسر سے مخاطب ہو گیا۔ وہ اسے کارڈ دیتے ہوئے اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا ”تم خود پسند کرو کہ ہم لوگ کیا ہیں۔“



”شاید راتن کی شراب“ نوجوان افسر نے جھمک کے ساتھ نکھکیوں سے دروہی کو دیکھتے ہوئے اور اپنی نورس مونچھوں کو انگلیوں سے پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ یہ دیکھ کر کہ دروہی ان لوگوں کی طرف نہیں مڑا، نوجوان افسر کھڑا ہو گیا۔

اس نے کہا ”چلئے بیٹروم میں چلئے ہیں۔“

گدبدا افسر بڑی تابعداری کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور وہ دونوں دروازے کی طرف چل دیئے۔

اسی وقت سوار فوج کا ایک لہبا اور سڈول افسر یا شوین کمرے میں داخل ہوا اور اس نے حیات کے ساتھ ان دونوں افسروں کو دیکھ کر ادب سے سر سے کچھ تعظیم کا سا اشارہ کیا اور دروہی کی طرف چلا آیا۔

”آھا! یہ رباہو!“ اس نے چلا کر کہا اور اپنا بڑا سا ہاتھ اس کے کندھے پر مارا۔ ”دروہی نے مجھے میں نظر اٹھائی لیکن فوراً ہی اس کا چہرہ اپنی مخصوص ملانیت اور قطعی شفقت سے دھماکا اٹھا۔

”مجھ داری کی بات ہے الیوشا“ سوار فوج کے افسر نے ہماری اونچی آواز میں کہا۔ ”ابھی تمہوڑا کھانا اور بس ایک چھوٹا کلاس شراب لی لو۔“

”کھانے کوئی نہیں چاہتا۔“

”جا رہے ہیں دونوں الگ نہ ہونے والے ساتھی“ یا شوین نے مذاق اڑانے کے انداز میں دونوں افسروں کو دیکھتے ہوئے کہا جو اسی وقت بس کمرے سے نکل ہی رہے تھے۔ اور وہ دروہی کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ

سواری کی تنگ برجس پہنے ہوئے تھا اور بیٹھنے کے لئے اسے اپنی ٹانگوں کو گھٹنوں اور گھٹنوں پر سے ٹوکے

زادے پر موڑنا پڑا اس لئے کہ وہ کرسی کی اونچائی کے حساب سے بہت لمبی تھیں۔ ”کل تم کراٹینسکی (24) میں کیوں نہیں آئے؟ تو میرا بالکل بری نہیں تھی۔ کہاں تھے تم؟“

”میں تو یہ سکایا کے ہاں دیر تک بیٹھا رہا“ دروہی نے جواب دیا۔

”اوہ!“ یا شوین نے کہا۔

یا شوین جواری اور عیاش اور صرف یہ نہیں کہ ایسا آدمی تھا جس کے کوئی اصول نہ تھے بلکہ وہ غیر اخلاقی اصولوں کا آدمی تھا۔ یا شوین رجسٹ میں دروہی کا بہترین دوست تھا۔ دروہی اس سے محبت کرتا تھا اس کی

غیر معمولی جسمانی قوت کے لئے بھی، جس کو وہ زیادہ تر اس طرح ظاہر کرتا تھا کہ تم کے تم شراب پی سکتا تھا سو

نہیں تھا اور پھر بھی ویسے کا ویسا ہی رہتا تھا اور اس کی بڑی ذہنی قوت کے لئے جس کا اعتراف وہ ہر تر افسروں اور ساتھیوں کے ساتھ اپنے تعلقات میں کرتا تھا، جس کی وجہ سے لوگ اس سے ڈرتے بھی تھے اور اس کا احترام

بھی کرتے تھے اور پھر تاش کے کھیل میں کرتا تھا جو وہ سینوں ہزار کی بازی لگا کر کھیلتا تھا لیکن وہ کتنی بھی شراب پی پینے کے باوجود ہمیشہ اتنی مہارت اور چنگلی سے کھیلتا تھا کہ انگریزی کلب (25) کا بہترین کھلاڑی سمجھا جاتا تھا۔

دروہی اس کا احترام اور اس سے محبت خاص طور سے اس وجہ سے کرتا تھا کہ وہ محسوس کرتا تھا کہ یا شوین اس سے اس کی دولت اور خطاب کی بنا پر نہیں بلکہ خود اس کی ذات سے محبت کرتا تھا۔ اور سمسوں میں بس وہی ایک

ایسا شخص تھا جس سے دروہی اپنے عشق کی بات کرنا چاہ سکتا تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ باوجود اس کے کہ یا شوین بظاہر تو ہر جذبے کو حیات کی نظر سے دیکھتا تھا صرف وہی ایک دروہی کو ایسا لگتا تھا جو اس زبردست جنون کو سمجھ سکتا تھا جس سے اب اس کی ساری زندگی پر تھی۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی یقین تھا کہ یا شوین کو افواہوں اور رسوائی کی باتوں سے بالکل کوئی خوشی نہیں ہوتی اور وہ اس جذبے کو اسی طرح سمجھتا ہے جیسے سمجھنا چاہئے

یعنی وہ جانتا ہے اور اسے یقین ہے کہ یہ محبت مذاق نہیں، دل بہلا دانی نہیں بلکہ کچھ عجیبہ تر اور اہم تر چیز ہے۔

دروہی نے اس سے اپنی محبت کے بارے میں بات بھی نہ کی تھی لیکن جانتا تھا کہ یا شوین کو سب معلوم ہے، وہ سب سمجھتا ہے جیسے کہ سمجھتا چاہئے اور اس کی آنکھوں میں یہ دیکھ کر دروہی کو خوشی ہوتی تھی۔

”آھا!“ اس نے اس بات پر کہا کہ دروہی کل تو یہ سکایا کے ہاں تھا اور اس کی کالی کالی آنکھیں ہنک

اٹھیں۔ وہ اپنی بائیں طرف کی مونچھ کو اپنی بری عادت کے مطابق منہ میں ٹھونسنے لگا۔

”اور تم نے کل کیا کیا؟ کچھ بیٹا؟“ دروہی نے پوچھا۔

”آٹھ ہزار۔ مگر اس میں سے تین کمرے نہیں ہیں شاید ہی دس وہ شخص۔“

”تب تو تم مجھ پر ہار سکتے ہو“ دروہی نے ہنسنے ہوئے کہا۔ (یا شوین نے دروہی پر بہت بڑی بازی لگائی تھی۔)

”کسی حالت میں نہیں ہاروں گا۔“

”بس ایک تین تین خطرناک ہے۔“

اور یہ بات چیت شروع ہو گئی کہ آج کی گھڑ دوڑ کے بارے میں کیا توہمات کی جارہی تھیں۔ دروہی اب بس اسی چیز کے متعلق سوچ سکتا تھا۔

”چلو، میں ختم کر چکا“ دروہی نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چلا۔ یا شوین بھی کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی بے انتہا لمبی ٹانگوں اور پینے کر سیدھا کیا۔

”میرے لئے کھانا تو ابھی بہت جلدی ہو گا لیکن پینا ضروری ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اے“ شراب پینا!

وہ اپنی پریڈر کاؤنڈ کی مشہور اور شیشوں کو ہلادینے والی ہماری آواز میں چلا یا۔ ”نہیں، رہنے دو“ وہ فوراً ہی پھر چلا یا۔ ”تم کمرے جا رہے ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلا ہوں۔“

اور وہ اور دروہی چل دیئے۔

20

دروہی ایک کشادہ اور صاف ستھری فن لینڈی بنگلیا میں مقیم تھا جس کو گلی کی دیوار سے دو حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ یہاں کیپ میں بھی پتھر تکی اسی کے ساتھ رہتا تھا۔ جب دروہی اور یا شوین بنگلیا میں داخل

ہوئے تو پتھر تکی سو رہا تھا۔

”اٹھو، بس بہت سو چکے“ یا شوین نے گلی کی دیوار کے دوسری طرف جا کر اور پتھر تکی کے کندھے

جھنجھوڑتے ہوئے کہا جو تکیے میں ناک گھسنے لگا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔

پتھر تکی اچانک اچھل کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”تمہارے بھائی یہاں آئے تھے“ اس نے دروہی سے کہا۔ ”انہوں نے مجھے جگا دیا“ لعنت ہے ان پر“ اور کہہ گئے ہیں کہ پھر آئیں گے“ اور وہ کھل تان کر پھر سے تکیے پر ڈھے پڑا۔ ”جان چھوڑو میری یا شوین“ اس نے یا شوین پر خفا ہوتے ہوئے کہا جو اس کے اوپر سے کھیل گھسیٹ رہا تھا۔ ”ارے چھوڑو بھی!“ اس نے گروٹ بدل کر آنکھیں کھول دیں۔ ”بہتر ہو گا کہ تم ہتاؤ اب میں کیا بیوں منہ کا مڑا اتنا خراب ہو رہا ہے کہ۔۔۔“

”داد کا پتا سب سے اچھا رہے گا“ یا شوین نے اپنی پاٹ دار آواز میں کہا۔ ”تیرا شکوہ صاحب کے لئے



وردوہکی نے خط اور بھائی کا رقعہ لے لیا۔ یہ وہی تھا جس کی اسے توقع تھی۔ ماں کا خط جس میں انہوں نے ڈانٹا تھا کہ وہ ان کے پاس گیا نہیں اور بھائی کا رقعہ جس میں لکھا تھا کہ بات کرنا ضروری ہے۔ وردوہکی جانتا تھا کہ یہ سب اسی ایک معاملے کے بارے میں ہے۔ "انہیں اس سے کیا سروکار؟" وردوہکی نے سوچا اور خط کو سو ڈوڑ کر کوٹ کے بنوں کے درمیان پھنسا لیا کہ راستے میں غور سے پڑے گا۔ بنگلہ کی راہ داری میں اس کی ملاقات دو افسروں سے ہو گئی ایک تو اسی کی رجمنٹ کا تھا لیکن دوسرا کسی اور رجمنٹ کا تھا۔ وردوہکی کا گھر ہمیشہ سارے افسروں کا ڈار ہوتا تھا۔

"بکدھر؟"

"کام ہے، پیڑ حریف جا رہا ہوں۔"

"اور گھوڑی زار سکھ لے (29) سے آگئی؟"

"ہاں آگئی ہے عمر میں نے ابھی دیکھا نہیں۔"

"کہتے ہیں کہ تختہ تین کا گھوڑا نکال دیا تو نظر آتا ہو گیا۔"

"بیکار کی باتیں انکر آپ اس کچھ نہیں دوڑیں گے کیسے؟" دوسرے افسر نے کہا۔

"یہ آگئے مجھے بچانے والے! پیڑ حریف نے آنے والے افسروں کو دیکھ کر کہا۔ اس کے سامنے اردلی کشتی میں واد کا اور کھیرے لئے ہوئے کھڑا تھا۔ "یہ یا شوین نے مجھ سے پتے کو کہا ہے تاکہ تازہ دم ہو جاؤں۔"

"ارے ہمارا تو تم نے کل ہی برا حال کر دیا تھا" آنے والوں میں سے ایک نے کہا "ساری رات سوئے نہیں دیا۔"

"نہیں ہم کمرے ہم نے ختم کیا!" پیڑ حریف بیان کر رہا تھا "دو لکوف پھت کے اوپر لیٹ گیا اور کہنے لگا کہ اس کا می اداس ہے۔ میں نے کہا "موسیقی بجاتے ہیں، جلوس جنازہ کا کوچ! وہ جلوس جنازہ کا کوچ سننے سننے ہی دین پھت کے اوپر سو گیا۔"

"تو پھر کیا چہ پی جاتے؟" اس نے جام ہاتھ میں لئے لئے بھویں سکھ کر کہا۔

"بچہ بیچ واد کا تو ضرور اور بعد کو سیلٹری پانی اور بہت سالیو "یا شوین نے کہا۔ وہ پیڑ حریف کے پاس ہی ایسے کھڑا تھا جیسے ماں بچے کے پاس کھڑی ہوئی بچے سے دوا پی جانے کو کہہ رہی ہو "اور پھر تھوڑی سی شاہین۔ بس ایک بوتل۔"

"اب یہ ہے سمجھ داری کی بات۔ وردوہکی فھر ماؤ پیتے ہیں ذرا۔"

"نہیں! الوداع حضرات! آج میں پی نہیں رہا ہوں۔"

"کیوں! وزن بڑھ جائے گا تو ہم اکیلے ہی نہیں گے۔ سیلٹری پانی لاؤ اور لیو۔"

"وردوہکی!" کسی نے اس وقت آواز دی جب وہ راہ داری میں نکل آیا تھا۔

"کیا ہے؟"

"تم بال کٹوا لیتے نہیں تو وہ بہت بھاری ہو رہے ہیں، خاص طور سے چند پا۔"

وردوہکی واقعی وقت سے پہلے ہی گھبراہٹ لگا تھا۔ وہ خوشدلی سے ہنس پڑا اور اس کی جی ہوئی جیسی نظر آ گئی۔ اس نے ٹوپی کھٹک کر چند پا پر کھڑی اور باہر آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"اصطبل چلو!" اس نے کہا اور خط پڑھنے کے لئے نکال لئے لیکن پھر اس نے رائے بدل دی تاکہ گھوڑی

واد کا اور کھیرے لاؤ! اس نے پکار کر کہا۔ لگ رہا تھا کہ اسے اپنی آواز سننا اچھا لگتا ہے۔

"واد کا! تمہارے خیال میں؟ اس؟" پیڑ حریف نے آنکھوں کو میچے اور ملتے ہوئے پوچھا۔ "اور تم بھی؟" پلو ساتھ پیتے ہیں اور وردوہکی تم بچے کے؟" پیڑ حریف نے اٹھتے اور ہاتھوں کے نیچے شیر کی کمال کا کابل لپیٹے ہوئے کہا۔

وہ لکڑی کی دیوار کے درمیں کھڑا ہو گیا اور ہاتھ اٹھا کر فراخسی میں گانے لگا "تو۔۔۔ لا میں تھا ایک بادشاہ (26) وردوہکی تم بچے کے؟"

"سیری جان چھوڑو" وردوہکی نے خدنگار سے کوٹ لے کر سینے ہوئے کہا۔

"یہ کہاں چلے تم؟" اس سے یا شوین نے پوچھا۔ "تین گھوڑوں والی گاڑی بھی لگ گئی" اس نے دروازے پر آتی ہوئی گاڑی کو دیکھ کر اضافہ کیا۔

"اصطبل جا رہا ہوں" اور پھر مجھے بریاضی کے پاس بھی جانا ہے گھوڑوں کے سلسلے میں "وردوہکی نے کہا۔

وردوہکی نے بیچ بیچ بریاضی کے ہاں جانے کا جو پیڑ حریف (27) سے دس درست (28) کے قافلے پر رہتا تھا اور اسے گھوڑوں کے لئے رقم لا کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس بھی اسی وقت ہوئے لیکن اس کے ساتھی فوراً ہی سمجھ گئے کہ وہ صرف وہیں نہیں جا رہا ہے۔

پیڑ حریف نے شراب پینا جاری رکھتے ہوئے آنکھ ماری اور ہونٹوں کو آگے نکال دیا جیسے کہہ رہا ہو "ہاں ہاں جانتے ہیں یہ بریاضی کون ہے۔"

"بس خیال رکھنا کہ دیر نہ ہو!" یا شوین نے بس اتنی ہی کہا اور پھر بات ٹالنے کے لئے بولا "اور میرے اپن کا کیا حال ہے؟" اچھی خدمت دے رہا ہے؟" اس نے لکڑی سے باہر گاڑی کے بیچ والے گھوڑے کو دیکھتے ہوئے پوچھا جو اس نے وردوہکی کے ہاتھ بچا تھا۔

"فھر!" پیڑ حریف نے چلا کر وردوہکی سے کہا جو باہر نکلنے ہی والا تھا۔ "تمہارے بھائی تمہارے لئے ایک خط اور رقعہ چھوڑ گئے ہیں۔ فھر! کہاں رکھ دیئے؟"

وردوہکی فھر گیا۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"ہیں کہاں؟ یہی تو سوال ہے!" پیڑ حریف نے ناک پر شادت کی انگلی رکھ کر بڑی متانت کے ساتھ کہا۔

"ارے ہٹاؤ بھی! کیا یہ قوتی ہے!" وردوہکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آتش دان تو میں نے سلگایا نہیں۔ بیس نہیں ہوں گے۔"

"اچھا اب بک بک کا پی ہو گئی! کہاں ہے وہ خط؟"

"نہیں! بیچ کتا ہوں بھول گیا۔ یا میں نے خواب میں دیکھا تھا؟ فھر! فھر! ارے تو فھر کیوں کر رہے ہو! ارے! تم نے چار بوتل پی ہوئی، جیسے میں نے کل پی تھی تو تم یہ بھی بھول جاتے کہ کہاں پڑے ہو۔ فھر! ابھی یاد کرتا ہوں!"

پیڑ حریف لکڑی کی دیوار کے ادھر جا کر اپنے بستر لیٹ گیا۔

"فھر! ایسے میں لینا تھا اور ایسے وہ کھڑے تھے۔ ہاں ہاں۔۔۔ یہ رہا وہ خط! اب پھر حریف نے گدے کے نیچے سے خط نکالا جہاں اس نے اسے چھپا دیا تھا۔



عارضی اسٹبل، تختوں سے بنایا ہوا اور سارا ریس کورس کے پاس ہی بنایا گیا تھا اور وہیں کل اس کی گھوڑی لائی گئی ہوگی۔ اس نے ابھی تک اس کو نہ دیکھا تھا۔ پچھلے دنوں میں وہ خود گھوڑی کو مشق کرانے نہیں لے گیا تھا بلکہ اس نے اسے نرینز کے سپرد کر دیا تھا اور اب وہ قطعی طور پر نہیں جانتا تھا کہ اس کی گھوڑی یہاں کس حالت میں پہنچی اور کیسی تھی۔ وہ اپنی گاڑی سے نکلا ہی تھا کہ اس کے سامنے نے دور ہی سے اس کی گاڑی کو پہچان کر نرینز کو آواز دی۔ ایک سو کامسا انگریز فل بوٹ اور چھوٹی جیکٹ پہنے، بس گھوڑی کے نیچے چلی داڑھی رکھے، سواروں کی بمونڈی چال چٹا کمینیاں باہر کو نکالے اور جھومتا ہوا اس کی طرف لپکا۔

"تو فرو فرو کیسی ہے؟" دروہشی نے انگریزی میں پوچھا۔

"آل رائٹ، سر۔" سب ٹھیک ہے جناب عالی۔ انگریز کی آواز کہیں حلق کے اندر ہی اندر سنائی دی۔ "بہتر ہے کہ آپ نہ جائیں" اس نے ہیٹ اٹھاتے ہوئے اضافہ کیا۔ "میں نے چھپکا چڑھا دیا ہے اور گھوڑی بدک رہی ہے۔ نہ جانا ہی بہتر ہوگا" اس سے گھوڑی کو پہچان ہوتا ہے۔

"نہیں میں جاؤں گا۔ ایک نظر دیکھنے کوئی چاہتا ہے۔"

"چلیے" اسی طرح منہ کھولے بغیر بھوسے کی طرح انگریز نے کہا اور کمینیاں ہلا تاہو اپنی لڑائی مل کھاتی ہوئی چال میں آگے آگے چلا۔

وہ نکڑی کے اسٹبل کے سامنے والے چھوٹے سے صحن میں آگئے۔ ڈیوٹی والا بھلا نوجوان سالز کا صاف کوٹ پہنے اور ہاتھ میں بھاڑو لئے ہوئے انہیں ملا اور ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ اسٹبل میں اپنے اپنے تھان پر پانچ گھوڑے کھڑے تھے اور دروہشی جانتا تھا کہ یہیں اس کا خاص حریف تختین کا اونچا سفید رنگ گھوڑا لگا دیا تر بھی آج لایا گیا ہوگا اور کھڑا ہوگا۔ اپنی گھوڑی سے بھی زیادہ دروہشی گلابا تر کو دیکھنا چاہتا تھا جسے اس نے پہلے نہ دیکھا تھا۔ لیکن دروہشی جانتا تھا کہ کھڑوڑ کے آداب کے مطابق نہ صرف یہ کہ اسے دیکھنا نہ چاہئے بلکہ اس کے بارے میں پوچھ سمجھ کرنا بھی بد تہیزی ہوگی۔ جب وہ راہ داری میں جا رہا تھا تو لڑکے نے بائیں طرف کے دوسرے تھان کے دروازے کھول دیئے اور دروہشی نے ایک بہت بڑا سفید رنگ گھوڑا اور اس کے سفید پاؤں دیکھے۔ وہ جان گیا کہ یہ گلابا تر ہے لیکن ایک ایسے شخص کے احساس کے ساتھ جو دوسرے کے کھلے خط کی طرف سے من موڑ لیتا ہے اس نے آنکھیں دوسری طرف کر لیں اور فرو فرو کے تھان کے پاس آگیا۔

"یہاں وہ گھوڑا ہے... ماک... مجھ سے یہ نام بھی ادا ہی نہیں ہوتا" انگریز نے پیچھے کو منہ کر کے بڑی سی کندھے ناخن والی انگلی سے گلابا تر کے تھان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو تختین کا؟ ہاں وہ میرے ایک ہی سنجیدہ حریف ہیں" دروہشی نے کہا۔

"اگر اس پر آپ سواری کرتے ہوتے تو میں آپ پر بازی لگا دیتا۔"

"فرو فرو زیادہ جو شیلی ہے" وہ زیادہ طاقتور ہے" دروہشی نے اپنی شہسواری کی تعریف پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسٹبل چیز میں سارا معاملہ شہسواری اور پلک کا ہوتا ہے" انگریز نے کہا۔

"پلک" یعنی توانائی اور جسارت و روشنی اپنے آپ میں نہ صرف یہ کہ کافی محسوس کرتا تھا بلکہ 'جو زیادہ اہم بات تھی اسے پکارتے تھے تاکہ اس سے زیادہ "پلک" دنیا میں اور کسی کے ہوی نہیں سکتی۔

"اور آپ کو پورا یقین ہے کہ اور زیادہ دوڑانے کی ضرورت نہ تھی؟"

"کوئی ضرورت نہیں" انگریز نے جواب دیا۔ "مہربانی کر کے زور سے باتیں نہ کیجئے۔ گھوڑی پریشان ہو رہی ہے" اس نے بند تھان کی طرف سرے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ لوگ اسی کے سامنے کھڑے تھے اور اندر سے بھوسے پر کھٹکھٹ سہارے کی آواز آرہی تھی۔

اس نے دروازہ کھولا اور دروہشی تھان میں داخل ہو گیا جس میں بس ایک روشندان سے ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ تھان میں ایک جیلے گھوڑی کھڑی تھی جس کے قہقہے پر چھپکا بندھا تھا اور جو تازہ بھوسے پر سہار رہی تھی۔ دھندلی روشنی میں تھان پر نظر ڈال کر دروہشی نے ایک بار پھر خود بخود ایک ہی نظر میں اپنی پسندیدہ ترین گھوڑی کے سارے خدو خال دیکھ لئے۔ فرو فرو درمیانہ قد کی گھوڑی تھی اور جوڑے کے حساب سے بالکل بے نقص نہ تھی۔ وہ بڑی پکی ہڈیوں والی تھی، اس کا سینہ حالاکہ آگے کا خاصا نکلا ہوا تھا کھٹکھٹ تھا۔ شے ذرا سے گاڑم سے ہو جاتے تھے اور اگلے اور اس سے بھی زیادہ پچھلے پاؤں میں نمایاں غم تھا۔ اگلے اور پچھلے پاؤں کی پھلیاں خاص طور سے مضبوط تھیں۔ البتہ زین کے نیچے گھوڑی بہت چوڑی تھی جو بات اب مشق کے دوران میں پیٹ چمٹ جانے کی وجہ سے خاص طور سے فوراً نظر میں آتی تھی۔ سامنے سے دیکھنے پر اس کے اگلے پاؤں کی پٹنڈلی کی ہڈیاں انگلی سے موٹی نہیں لگتی تھیں۔ سوائے پیلوں کے وہ ساری کی ساری ایسی لگتی تھی جیسے اسے پیلو سے دبا دیا گیا ہو اور گہرائی میں کھینچ دیا ہو۔ لیکن اس میں اعلیٰ درجے کی ایک خوبی تھی جو ساری خامیوں کو بھلا دینے پر مجبور کر دیتی تھی۔ یہ خوبی تھی خون، وہ خون جس کے بارے میں انگریز میں کہا جاتا ہے کہ بڑا ہے۔ نسل کے چال کے نیچے سے نمایاں طور پر ابھری ہوئی پھلیاں بہن پر کھینچی ہوئی جھمر جراتی ہوئی تھیں اور اطلس جیسی پختی جلد چمکی تھی۔ ہڈیوں کی طرح مضبوط لگ رہی تھیں۔ ابھری ہوئی چمکی آنکھوں والا اس کا دھلا پتلا قہقہہ تھان تک کے ہانے سے تھنوں تک چوڑا ہوتا گیا تھا اور تھنوں کی اندرونی نرم جلی سے خون چھلکا پڑتا تھا۔ اس کے سارے ڈیل ڈول میں اور خاص طور سے اس کے سر میں ایک پر عزم توانائی اور اس کے ساتھ ہی نرمی و شفقت کا تاثر تھا۔ وہ ان جانوروں میں سے تھی جو لگتا ہے کہ بات صرف اس لئے نہیں کرتے کہ ان کے منہ کی میکانیکی ساخت ایسی ہے جو انہیں بولنے کی اجازت ہی نہیں دیتی۔

کمرے کے دروہشی کو تو لگتا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر اس وقت جو کچھ محسوس کر رہا تھا وہ سب وہ سمجھ رہی تھی۔ دروہشی جیسے ہی اس کی طرف دیکھا اس نے بڑی گہری سانس لی اور اپنی ابھری ہوئی آنکھوں کو یوں اٹاکر سفیدی پر خون اتر آیا۔ اس نے تھان کے دوسرے سرے سے ان دونوں کو دیکھا جو اندر آئے تھے، اس کے منتنے پھڑکنے لگے اور وہ کھڑے کھڑے اپنے پاؤں پاؤں بدلنے لگی۔

"دیکھ رہے ہیں آپ جس قدر پریشان ہے وہ" انگریز نے کہا۔

"ارے میری پیاری پیاری میری!" دروہشی نے گھوڑی کے پاس جاتے ہوئے اور اسے پکارتے ہوئے کہا۔

لیکن جیسے جیسے وہ قریب ہوتا گیا ویسے ویسے گھوڑی زیادہ بے چین ہوتی گئی۔ بس جب وہ اس کے سر کے پاس پہنچ گیا تب وہ اچانک شانت ہو گئی اور اس کی ہلکی اور نرم جلد کے نیچے پھلیاں جھرمکنے لگیں۔ دروہشی نے



جذبہ کا تجربہ اسے بہت ہی کم ہوتا تھا۔ "ان لوگوں سے کیا مطلب؟ میرے بارے میں فکر مند ہونے کو ہر ایک شخص کیوں اپنا فرض سمجھتا ہے؟ اور کیوں سب کے سب میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟ اس لئے کہ یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ تو کوئی ایسی چیز ہے جسے وہ سمجھ نہیں سکتے۔ اگر یہ اعلیٰ سوسائٹی کا معمولی تعلق ہو تا تو یہ لوگ مجھے جہنم سے رہنے دیتے۔ یہ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ تو کچھ دوسری چیز ہے مگر یہ کھلاڑی نہیں ہے، یہ عورت مجھے زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس لئے وہ ناراض ہوتے ہیں۔ ہمارا مقدر کچھ بھی کیوں نہ ہو اور کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے اسے ہم نے بنایا ہے اور ہم اس کی شکایت نہیں کرتے۔" اس نے کہا "اور لفظ "ہم" میں اس نے اپنے کو اور آنا کو متحد کر لیا۔" نہیں، یہ لوگ ہمیں ضرور دکھائیں گے کہ ہم کیسے زندگی بسر کریں۔ یہ لوگ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ خوش کیا ہوتی ہے، وہ جانتے ہی نہیں کہ اس محبت کے بغیر ہمارے لئے سکھ ہے نہ دکھ۔ زندگی ہی نہیں ہے" اس نے سوچا۔

وہ سارے لوگوں پر مد اعلیٰ کرنے کے لئے اسی وجہ سے خفا ہو رہا تھا کہ دل میں وہ بھی محسوس کرتا تھا کہ یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ جس محبت نے اس کو آنا کے ساتھ باندھ دیا تھا وہ کوئی واقعی کشش نہ تھی جو گزر جائے گی جیسے کہ اعلیٰ سوسائٹی کے تعلق گزر جاتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کے دل میں بھی خوشگوار یا ناخوشگوار یاد کے علاوہ اس کا اور کوئی اثر نہیں رہ جاتا۔ وہ اپنی اور آنا کی حالت کی ساری اذیت کو پورے معاشرے کی نظروں میں جس طرح وہ نمایاں تھے اس میں اپنی محبت کو چھپانے، جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کی ساری مشکل کو محسوس کرتا تھا، اور جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، چالاکی کرنا اور سارے وقت دوسروں کے بارے میں سوچتے رہنا ایسی صورت میں جبکہ ان کو ایک بندھن میں باندھنے والا جذبہ اتنا قوی تھا کہ وہ دونوں سوائے اپنی محبت کے دوسری تمام چیزوں کو بھول چکے تھے۔

اسے وہ بار بار ہوتے رہنے والے واقعات بہت یاد آئے جب جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا ضروری ہوتا تھا جو اس کی فطرت کے اس قدر متنافی تھا۔ اسے خاص طور سے یاد آیا کہ اس نے متعدد بار جھوٹ اور قریب کی ضرورت پر آنا میں شرم کا احساس دیکھا تھا۔ اور اسے اس عجیب احساس کا تجربہ ہوا جو آنا کے ساتھ اس کے تعلق ہونے کے بعد سے اس پر اکثر طاری ہو جاتا تھا۔ یہ کسی چیز سے تحفہ کا احساس تھا۔ اگلیسی اگلساں روویج سے خود اپنے آپ سے یا پورے معاشرے سے، یہ وہ اچھی طرح نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس عجیب احساس کو وہ ہمیشہ اپنے دل سے نکال دیتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اپنے خیالات کے سلسلے کو جاری رکھا۔

"ہاں، وہ پہلے بھی دکھی تھیں لیکن ان میں خودداری تھی اور سکون تھا۔ لیکن اب وہ پرسکون اور پروقار نہیں رہ سکتیں حالانکہ وہ اس کو ظاہر نہیں کرتیں۔ ہاں، اس صورت حال کو ختم ہونا چاہئے" اس نے دل میں کہا۔

اب پہلی بار اس کے دماغ میں یہ بات صاف طور پر آئی کہ جتنی جلدی ہو سکے اس جھوٹ کو ختم کر دینا ضروری ہے۔ "سب کچھ چھوڑ کے اپنے پیار سمیت کہیں چھپ جانا چاہئے۔ بس وہ اور میں" اس نے سوچا۔

اس کی مضبوط گردن پر ہاتھ پھیرا اور دھاردار بال پر سے ایال کی ایک لٹ کو درست کیا جو دوسری طرف چلی گئی تھی اور اپنا منہ اس کے منتوں کے پاس لایا جو اوڑتی ہوئی چکاڑے کے پروں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے منہ سے ہونے منتوں سے زور سے سانس بھری اور نکالی، جھرجھری سی لی اور اپنی ایک کوئی کمزری کر کے دروہکی کی طرف مضبوط سیاہ ہونٹ پھینکا جیسے اس کی آستین کو پکڑنا چاہتی ہو۔ لیکن اسے بندھے ہوئے چھینکے کا خیال آیا اور اس نے اسے ہلا کر اپنی تیس ٹانگوں سے پھر پھر پرے زمین پر پٹا پٹ کرنا شروع کر دیا۔

"پریشان مت ہو، پریشان مت ہو" دروہکی نے اس کے پیچھے پر ایک بار اور ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اس پر سر تھپکانے کے ساتھ تھان سے باہر نکل آیا کہ گھوڑی بہترین حالت میں ہے۔

گھوڑی کا دلی بیجان دروہکی پر بھی طاری ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ گھوڑی کی طرح اس کے دل میں بھی خون مومیں مار رہا ہے اور اس کا بھی حرکت میں آنے کا کٹ کھانے کوئی چاہتا ہے۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا اور وہ خوش بھی تھا۔

اس نے انگریز سے کہا "تو ٹھیک ہے، میں سب تمہارے اوپر چھوڑتا ہوں، ساڑھے چھ بجے اپنی جگہ پر رہتا۔"

"سب کچھ بالکل ٹھیک ہو گا" انگریز نے کہا۔ "اور آپ کہاں جا رہے ہیں، می لارڈ؟" اس نے پوچھا اور غیر متوقع طور پر یہ انداز مخاطب "می لارڈ" استعمال کیا جو وہ تقریباً کبھی نہیں کرتا تھا۔

دروہکی نے حیرت کے ساتھ سر اٹھایا اور جیسا کہ وہی کر سکتا تھا، انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں بلکہ اس کے ماتھے پر نظریں گڑو کر دیکھا اور اس کے سوال کی جرات پر تعجب کا اظہار کیا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ انگریز نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ اس وقت وہ اس کو مالک نہیں بلکہ چاکر کی طرح دیکھ رہا تھا، اس نے جواب دیا:

"مجھے بریادھی کے پاس جانا ہے اور کھینے بھر بعد میں گھر آ جاؤں گا۔"

"کتنی بار آج لوگ مجھ سے یہ سوال کر چکے ہیں!" اس نے دل میں سوچا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا جو اس کے ساتھ کبھی ہو تا تھا۔ انگریز نے اسے غور سے دیکھا۔ اور جیسے وہ جان گیا ہو کہ دروہکی، ماں جا رہا تھا، اس نے اضافہ کیا:

"دوڑے پہلے سب سے ضروری ہے پرسکون رہنا، کسی چیز سے پریشان نہ ہوئیے گا اور کسی بات پر جھنجھلائیے گا نہیں۔"

"آل رائٹ" منکراتے ہوئے دروہکی نے جواب دیا اور اچھل کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے پیز حروف چلنے کا حکم دیا۔

وہ مشکل سے چند ہی قدم گیا ہو گا کہ بادل جو صبح ہی سے بارش کی دھمکی دے رہے تھے، پھنے اور زوروں سے برس پڑے۔

"یہ تو برا ہے!" دروہکی نے گاڑی کا ہڈ اٹھاتے ہوئے سوچا۔ "کچھ تو ویسے ہی تھی اب تو بالکل دلدل ہو جائے گا۔" بند گاڑی کی تختی میں بیٹھے بیٹھے اس نے ماں کا خط اور بھائی کا رشتہ نکالا اور انہیں پڑھا۔

ہاں، یہ سب وہی تھا، بالکل وہی۔ سارے لوگوں کو، اس کی ماں کو، اس کے بھائی کو، سب کو اس کے دلی معاملے میں مد اعلیٰ کرنا ضروری معلوم ہوتا تھا۔ اس مد اعلیٰ پر اس کے دل میں غصہ پیدا ہوا۔ حالانکہ اس



مکھڑوں کو ان کے ذرا بھی زور لگائے بغیر کچڑ میں کھینچنے لے جا رہا تھا۔ اپنی منزل پر پہنچا تو سورج پھر نکل آیا تھا اور شاہراہ کے دونوں طرف کے مضافاتی بنگلوں کی چھتیں اور باغوں میں لائٹ کے پرانے بیڑ بھنگی تر مراہٹ سے دھک رہے تھے اور پانی ڈالیوں سے خوشگوار انداز میں نکھ رہا تھا اور چھتوں پر سے بہ رہا تھا۔ اب دروہی یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ یہ تیز بارش کیسے ریس کو رس کو خراب کر دے گی بلکہ اب تو وہ اس بات پر خوش تھا کہ غالباً اس بارش کی بدولت وہ گھر پر ہوں گی اور اکیلی "اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگلی سنی الگسندرو دھج تھوڑے ہی دن ہوئے پر دیں کے چشموں پر سے واپس آئے ہیں اور ابھی تک ہیئرس برگ سے یہاں نہیں نکلے ہوئے ہیں۔

آنا کو اکیلے پانے کی امید میں دروہی جیسا کہ وہ ہمیشہ کرتا تھا کہ اس کی طرف لوگوں کی توجہ نہ مبذول ہو، پل پار کرنے سے پہلے ہی گاڑی سے اتر آیا اور پیدل چلا۔ وہ سڑک کی طرف والی برساتی میں نہیں بلکہ صحن میں سے ہو کر گیا۔

"صاحب آگئے؟" اس نے باغبان سے پوچھا۔

"جی نہیں۔" میم صاحبہ گھر پر ہیں۔ آپ برساتی کی طرف سے چلے جائیے۔ وہاں لوگ ہیں وہ دروازہ کھول دیں گے۔" باغبان نے جواب دیا۔

"نہیں میں باغ ہی میں ہو کر جاتا ہوں۔"

اور یہ یقین کر کے کہ وہ اکیلی ہیں اور انہیں اچنبھے میں ڈال دینے کی خواہش کے تحت "اس لئے کہ آج اس نے آنے کا وعدہ نہیں کیا تھا اور انہوں نے غالباً سوچا بھی نہ ہو گا کہ وہ گھر دوڑ سے پہلے آئے گا" وہ اپنی سیف کو سنبھالے ہوئے اور ریتیلی پگڈنڈی پر "جس کی دونوں طرف پھول لگے تھے" احتیاط کے ساتھ قدم رکھتا ہوا برآمدے کی طرف چلا جا رہا تھا۔ دروہی اب وہ سب بھول چکا تھا جو اس نے راستے میں اپنی حالت کی ناگواری اور مشکلوں کے بارے میں سوچا تھا۔ وہ صرف ایک بات سوچ رہا تھا کہ بس اب انہیں دیکھے گا۔ صرف تصور میں نہیں بلکہ جیستی جاگتی، جیسی وہ حقیقت میں ہیں۔ وہ اپنے پورے بچے جاکر "تاکہ آہٹ نہ ہو" برآمدے کے دھڑواں زخموں پر چڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک اسے وہ یاد آیا جو وہ ہمیشہ بھول جاتا تھا اور جو ان کے ساتھ اس کے رشتے کا سب سے اذیت ناک پہلو تھا۔ ان کا بیٹا اور اس کی سالیہ اور۔۔۔ جیسی کہ وہ اسے لگتی تھیں۔۔۔ معاذانہ لگائیں۔

یہ لڑکا دوسروں سے کہیں زیادہ ان کے رشتے میں رکاوٹ بن جاتا تھا۔ جب وہ موجود ہوتا تو آنا اور دروہی دونوں ہی نہ صرف یہ کہ ایسی کوئی بات کرنا روانہ رکھتے تھے جو وہ سمجھ کے سامنے دھرانہ سکیں بلکہ وہ اشاروں کنایوں میں بھی ایسی کوئی بات نہ کرتے تھے جسے یہ لڑکا سمجھ نہ سکے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ طے نہیں کیا تھا پھر بھی یہ بات خود بخود طے ہو گئی تھی۔ اس بچے کو دھوکا دینے میں وہ خود اپنی توجہ نہیں محسوس کرتے۔ اس کی موجودگی میں وہ آپس میں واقف کاروں کی طرح باتیں کرتے۔ لیکن اس احتیاط کے باوجود دروہی اکثر یہ دیکھتا تھا کہ بچہ اسے غور سے اس طرح نکھ رہا ہے جیسے وہ کچھ سمجھ نہ پا رہا ہو اور یہ بچہ اس کے ساتھ ایک عجیب عجیب کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس کے رویے میں ناہمواری رہتی تھی، کبھی شفقت تو کبھی سرد مہری اور شرمیلا پن۔ جیسے بچہ یہ محسوس کرتا ہو کہ اس شخص اور اس کی ماں کے درمیان کوئی اہم رشتہ ہے جس کے معنی وہ سمجھ نہیں سکتا۔

واقعی یہ لڑکا محسوس کرتا تھا کہ وہ اس رشتے کو سمجھ نہیں سکتا اور وہ کوشش کرتا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ پاتا

تھا کہ اس شخص کے بارے میں وہ کس طرح کے احساسات رکھے۔ احساسات ظاہر ہونے کے بارے میں ایک بچے کی حساسیت کے ساتھ وہ صاف دیکھتا تھا کہ باپ "گورلس" آیا۔۔۔ سبھی دروہی سے نہ صرف یہ کہ محبت نہ کرتے تھے بلکہ اسے تا فرار ڈر کے ساتھ دیکھتے تھے حالانکہ اس کے بارے میں کچھ کہتے نہ تھے اور یہ کہ ماں اسے بہترین دوست کی طرح دیکھتی تھیں۔

"اس کے مطلب کیا ہیں؟ وہ ہے کون؟ اس سے کس طرح محبت کرنی چاہئے؟ میں اگر یہ نہیں سمجھتا تو میں قصور وار ہوں یا پھر خوف یا برا لڑکا ہوں" بچہ سوچتا اور اسی سے اس کا وہ آزمائے والا "سوالیہ" ایک حد تک معاذانہ تاثر، "جھجک اور ناہمواری پیدا ہوتی جس سے دروہی کو اتنی الجھن ہوتی تھی۔ اس بچے کی موجودگی سے ہمیشہ اور مسلسل دروہی میں بے وجہ خف کا وہ عجیب احساس پیدا ہوتا تھا جو اسے پچھلے دنوں لگا رہتا تھا۔ اس بچے کی موجودگی سے دروہی اور آنا ویسا ہی محسوس کرتے جیسا کہ وہ سمندر کی سیاح اپنے دل میں محسوس کرتا ہے جو اپنے قلب نما میں دیکھتا ہے کہ جس سمت میں وہ تیزی سے جا رہا ہے وہ اس کی مقررہ روش سے بالکل ہی الگ ہے لیکن حرکت کو روک دینا اس کے بس میں نہیں ہے کہ ہر لمحہ اسے مقررہ سمت سے دور تری کرنا جا رہا ہے اور اس گمراہی کا اعتراف کرنا ویسا ہی ہے جیسے اپنی برادری کا اعتراف کرنا۔

بچہ زندگی کے بارے میں اپنے بھولے بھالے زاویہ نظر کی بنا پر وہ قلب نما تھا جو انہیں یہ دکھاتا تھا کہ وہ کس درجہ اس سب سے دور چلے گئے ہیں جسے وہ جانتے تھے لیکن جاننا نہیں چاہتے تھے۔

اس بار سرخو ڈاکھر پر نہیں تھا۔ وہ بالکل اکیلی برآمدے میں بیٹھی تھیں اور بیٹے کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں جو ٹھٹھکے کے لئے گیا تھا اور بارش میں پھنس گیا تھا۔ انہوں نے ایک نوکر اور ایک خادمہ کو اسے ڈھونڈنے بھیجا تھا اور بیٹھی انتظار کر رہی تھیں۔ وہ بہت چوڑی کڑھائی والا سفید لباس پہنے برآمدے کے ایک کونے میں پردوں کی آڑ میں بیٹھی تھیں اور انہوں نے دروہی کے آنے کی آہٹ بھی نہیں سنی۔ اپنا سیاہ مٹکھریالے ہالوں والا سر جھکا کر وہ اپنے ماتھے کو ایک ٹھنڈے ہزارے پر ٹکائے ہوئے تھیں جو منڈیر پر رکھا ہوا تھا اور اپنے دونوں خوبصورت ہاتھوں سے، جن میں اس کی جانی پہچانی انگوٹھیاں تھیں، ہزارے کو پکڑے ہوئے تھیں۔ دروہی کو ان کی قیامت "سرگردن اور ہاتھوں کی خوبصورتی ہر بار اتنی غیر متوقع لگتی تھی کہ وہ حیران رہ جاتا تھا۔ وہ رک گیا اور انہیں حسین آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن جیسے ہی اس نے ان سے قریب تر ہونے کے لئے قدم بڑھانا چاہا ویسے ہی انہوں نے اس کی قہمت کو محسوس کر لیا اور ہزارے کو کھسکا کر اپنا گرم اور سرخ چہرہ اس کی طرف موڑا۔

"کیا ہوا آپ کو؟ طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" اس نے ان کے پاس آتے ہوئے فراہیسی میں کہا۔ وہ ان کی طرف تیزی سے لپکتا چاہتا تھا لیکن اسے خیال آگیا کہ ہو سکتا ہے کوئی اور ہو۔ اس نے بالکل ہی کے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا جیسے کہ ہر بار ہو جاتا تھا جب وہ محسوس کرتا تھا کہ اسے ڈرنا اور ادھر ادھر دیکھتے رہنا چاہئے۔

"نہیں" میں بالکل ٹھیک ہوں "انہوں نے کھڑے ہو کر اور اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو کس کر دہاتے ہوئے کہا۔ "میں تو انتظار نہیں کر رہی تھی۔۔۔ تمہارے آنے کا۔"

"اف میرے خدا" کتنے ٹھنڈے ہاتھ ہیں! "اس نے کہا۔

"تم نے تو مجھے ڈرا دیا" انہوں نے کہا۔ "میں اکیلی ہوں اور سرخو ڈاکھا انتظار کر رہی ہوں" وہ ٹھٹھکے گیا۔



ہے۔ وہ لوگ ادھر ہی سے آئیں گے۔"

لیکن اس کے باوجود کہ وہ پرسکون رہتا جیسا کہ ان کے ہونٹ پکپکا رہے تھے۔

"معاف کیجئے گا کہ میں آپ کی بات میں سارا دن آپ کو دیکھنے بھرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے فراموشی ہی میں اپنی بات جاری رکھی، جیسے وہ ہمیشہ اس وقت بات کرتا تھا جب آپس میں روسی زبان کے نامکمل اور سوا۔"

"آپ کا خطرناک تم سے احتراز کرنا چاہتا تھا۔"

"معاف کیا کرتا میں تو اس قدر خوش ہوں!"

"لیکن یا آپ کی طبیعت تاساز ہے یا آپ دیکھی ہیں؟" اس نے ان کے ہاتھ چھوئے بغیر ان پر جھک کر کہا۔

"آپ کس چیز کے بارے میں سوچ رہی تھیں؟"

"بس اسی ایک چیز کے بارے میں؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

انہوں نے جی جی کہا تھا۔ ان سے کبھی، کسی وقت بھی پوچھا جاتا کہ وہ کس چیز کے بارے میں سوچ رہی تھیں تو وہ لفظی کئے بغیر جواب دے سکتی تھیں، اسی ایک چیز کے بارے میں؟ اپنے کلمہ کے بارے میں اور اپنے دکھ کے بارے میں۔ ابھی جس وقت وہ ان کے پاس پہنچا تھا اس وقت وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ کیوں دوسروں کے لئے، مثلاً، نیکی کے لئے (وہ تو بھیکچ کے ساتھ ان کے معاشرے سے پوشیدہ تعلق کے بارے میں جانتی تھیں) سب کچھ اتنا آسان ہوتا تھا اور ان کے لئے اتنا اذیت ناک؟ آج یہ خیال کئی پلوؤں سے انہیں خاص طور سے اذیت دے رہا تھا۔ انہوں نے اس سے گھڑوؤں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے ان کے سوالوں کے جواب دیئے اور یہ دیکھ کر کہ وہ پریشان تھیں اس نے ان کا دھیان ہٹانے کی کوشش میں ہستی سادہ لہجے میں گھڑوؤں کی تیاری کی تفصیلات بتاتی شروع کر دیں۔

"ہاتھوں کو نہ تھاتا؟" وہ اس کی پرسکون اور پر شفقت نظروں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ "وہ اتنا خوش ہے، اپنی گھڑوؤں میں اس قدر کھویا ہوا ہے کہ اس بات کو دیکھتے نہ سمجھے گا جیسے سمجھنا چاہئے، ہمارے لئے اس واقعے کی جوابدہی ہے اس کو پوری طرح نہ سمجھے گا۔"

"لیکن آپ نے بتایا تھا کہ جب میں آیا تھا تو آپ کس چیز کے بارے میں سوچ رہی تھیں؟" اس نے اپنی بات کا سلسلہ ختم کر کے کہا۔ "بتا دیجئے، مہربانی کر کے!"

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور سر تھوڑا سا جھکا کر اسے ٹھکیوں سے اپنی لمبی لمبی پلوں کی آڑ میں چھپتی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کا ہاتھ، جس میں وہ ایک پتی توڑ کر لئے کھیل رہی تھیں، کا پ رہا تھا۔ اس نے یہ دیکھا اور اس کے چہرے پر پرستاری، غلامانہ وفاداری کا وہ تاثر پیدا ہو گیا جو ان کو اپنا گرویدہ بنالیتا تھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی بات ہوئی ہے۔ کیا میں یہ جاننے کے بعد ایک منٹ بھی پرسکون رہ سکتا ہوں کہ آپ کو کوئی ایسا غم ہے جسے میں نہیں سکتا؟" بتا دیجئے، خدا کے واسطے! اس نے منت کرتے ہوئے پھر کہا۔

"ہاں، اگر اس نے اس کی ساری اہمیت کو نہ سمجھا تو میں کبھی اسے معاف نہ کروں گی۔ نہ کہنا ہی بہتر ہے، آزمانے کی ضرورت کیا ہے؟" انہوں نے اسے اسی طرح دیکھتے ہوئے اور یہ محسوس کرتے ہوئے سوچا کہ پتی سمیت ان کا ہاتھ زیادہ زوروں سے کانپتا جا رہا ہے۔

"خدا کے واسطے! اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پھر کہا۔

"بتا دوں؟"

"ہاں، ہاں، ہاں۔"

"میں حلف ہوں؟" انہوں نے دھڑلے سے اور رک رک کر کہا۔

ان کے ہاتھ میں جو پتی تھی وہ اور زوروں میں کانپنے لگی لیکن انہوں نے اس کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ وہ اس اطلاع کو کیسے سنتا ہے۔ اس کا چہرہ بیٹا پن کیا؟ وہ کچھ کہتا چاہتا تھا لیکن پھر رک گیا۔ اس نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور سر جھکا لیا۔ "ہاں، وہ اس واقعے کی ساری اہمیت سمجھ گیا؟" انہوں نے سوچا اور شکرگزاری کے ساتھ اس کا ہاتھ دیا۔

لیکن ان کا یہ خیال غلط تھا کہ وہ اس خبر کی اہمیت کو اسی طرح سمجھا تھا جیسے وہ خود ایک عورت کی حیثیت سے اسے سمجھتی تھیں۔ یہ خبر سن کر اس نے کسی سے خفیہ کے اسی عجیب احساس کو، جو اس پر طاری ہو جاتا تھا، اپنے اوپر دس گنا قوت کے ساتھ عادی ہونے محسوس کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ گیا کہ وہ گھرانہ جس کی وہ قہر کر رہا تھا، اس واقعہ ہو گیا ہے، کہ اب اسے شوہر سے راز رکھنا ممکن ہے اور اب کسی نہ کسی طرح اس غیر قدرتی صورت حال کو جلد ختم کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس پر بھی ان کی پریشانی کا اثر ہوا۔ اس نے ان کو محبت بھری تاہم اداانہ نظروں سے دیکھا ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اٹھ کر چپ چاپ برآمدے میں چلے گیا۔

"ہاں؟" اس نے ان کے پاس جا کر فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "اپنے رشتے کو کھلو اور اس طرح میں نے دیکھا تھا کہ آپ نے اور اب ہمارے مقدور کا فیصلہ ہو چکا۔ اس جھوٹ کو؟" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "ختم کرنا ضروری ہے جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"ختم کرنا؟ کیسے ختم کرنا ہے؟" انہوں نے دھڑلے سے کہا۔

اب انہیں سکون ہو گیا تھا اور ان کا چہرہ پر شفقت مسکراہٹ سے دکھ اٹھا تھا۔

"شوہر کو چھوڑنا ہے اور ہمیں اپنی زندگیوں کو جھگڑنے کے لئے ہے۔"

"وہ تو یوں بھی جھگڑ رہی ہیں؟" انہوں نے بے مشکل سنائی دینے والی آواز میں کہا۔

"ہاں لیکن پوری طرح سے، پوری طرح سے۔"

"لیکن کیسے؟" انہوں نے تم مجھے بتاؤ، کیسے؟" انہوں نے اپنی حالت کی بے چارگی پر غصے کے ساتھ کہا۔

"کیا اس صورت حال سے نکلنے کا کوئی چارہ ہے؟ کیا میں اپنے شوہر کی بیوی نہیں ہوں؟"

"چارہ تو ہر صورت حال سے نکلنے کا ہوتا ہے۔ بس صبر کرنا ضروری ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔ "جس حالت میں تم رہتی ہو اس سے تو ہر چیز بہتر ہوگی۔ آخر میں دیکھا ہوں نہ کہ تم کو ہر چیز کے سلسلے میں معاشرے کی وجہ سے، بیٹنے کی وجہ سے، شوہر کی وجہ سے کتنی اذیت برداشت کرنی پڑتی ہے۔"

"اف، شوہر کا ذکر تو نہ کرو؟" انہوں نے ایک سادہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں نہیں جانتی میں ان کے بارے میں سوچتی ہی نہیں، ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

"تم جی نہیں کہہ رہی ہو۔ میں جیسے جانتا ہوں۔ تم کو ان کے بارے میں بھی اذیت ہوتی ہے۔"

"ارے وہ تو جانتے ہی نہیں؟" انہوں نے کہا اور اچانک ان کے چہرے پر ایک روشن رنگ آئے گا ان کے گال، ہاتھ اور گردن سرخ ہو گئے اور آنکھوں میں شرم کے آنسو بھر آئے۔ "لیکن ہم ان کے بارے میں باتیں نہ کریں گے۔"



دروہی نے پہلے بھی کئی بار کوشش کی تھی، حالانکہ اسنے فیصلہ کن طریقے سے نہیں جتنا کہ اس وقت کر نہیں اپنی صورت حال پر غور کرنے پر مائل کرے اور ہر بار اسے رائے زنی کی اسی سلیبت اور جکے بن کا سامنا کرنا پڑا تھا جس سے انہوں نے اس وقت اس کی گزارش کا جواب دیا تھا۔ جیسے اس میں کوئی ایسی بات تھی جسے وہ خود اپنے لئے واضح نہیں کر سکتی تھی یا نہیں کرنا چاہتی تھی، گویا جیسے وہ اس کے بارے میں بات کرنا شروع کرتی دیکھے ہی وہ "اصلی آئنا" کہیں اپنے اندر چلی جاتی اور کوئی دوسری عورت سامنے آجاتی جو اس کے لئے غیر ہوتی، جس سے وہ محبت نہیں کرنا تھا بلکہ ڈرنا تھا اور جو اسے روکتی تھی۔ لیکن آج اس نے سب کچھ کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"وہ جانتے ہیں یا نہیں؟" دروہی نے اپنے عادی محکم اور پرسکون لمبے میں کہا "وہ جانتے ہیں یا نہیں؟" ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو۔۔۔ آپ اسی طرح نہیں رہ سکتیں، خاص طور سے اب۔"

"تو آپ کے خیال میں کیا کرنا چاہئے؟" انہوں نے اسی طرح جکے بن سے مذاق اڑانے کے انداز میں پوچھا۔ پہلے تو وہ اس بات سے ڈر رہی تھی کہ وہ ان کے حوالہ ہونے کو کہیں لاپرواہی اور بے توجہی سے نہ سمجھ لیں اب وہ جھنجھلا رہی تھی کہ اس نے اس خبر سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ کوئی نہ کوئی اقدام کرنا ضروری ہے۔

"ان کو سب کچھ بتانا اور انہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"بہت اچھا، فرض کر لیتے ہیں کہ میں یہ کر دیتی ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ اس سے کیا ہو گا؟ میں سب کچھ پہلے ہی سے بتا رہی ہوں" اور ان کی آنکھوں میں، جن سے منٹ بھر پہلے محبت چمکی پڑتی تھی، بدی کی چمک پیدا ہو گئی۔ "اچھا تو آپ دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور آپ نے اس سے بھراں تعلقات قائم کر لئے؟" (انہوں نے شوہر کی نقل کی اور لفظ "بھراں" پر بالکل اسی طرح زور دیا جیسے الکساندر روچ کرتے تھے۔) "میں نے آپ کو اس کے نتائج سے مذہبی قانونی اور خانہ دانی نقطہ نظر سے خبردار کر دیا تھا۔ آپ نے میری بات نہیں سنی۔ اب میں اپنے نام کی رسوائی نہیں کر سکتا، وہ کرنا چاہتی تھی" اور اپنے بیٹے کی بھی "لیکن بیٹے کے بارے میں ان سے مذاق نہ کیا گیا۔" "اپنے نام کی رسوائی۔" اور اسی قسم کی دوسری باتیں "انہوں نے اضافہ کیا۔ "بالعموم وہ اپنے سرکاری انداز میں وضاحت اور صحت کے ساتھ کہیں گے کہ وہ مجھے چھوڑ نہیں سکتے لیکن رسوائی کو روکنے کے لئے سارے اقدام کریں گے جو ان کے بس ہیں گے۔ اور جو کچھ وہ کہیں گے اسے بڑے سکون کے ساتھ "بڑی سلیقہ مندی سے انجام دیں گے۔ تو یہ ہونے والا ہے۔ یہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی مشین ہے" اور جب اسے غصہ آجائے تو بد خصلت مشین "انہوں نے کہا اور اسی وقت انہیں الکساندر روچ اور ان کے ذیل ڈول باتیں کرنے کے انداز اور ان کے کردار کی ساری تفصیلات یاد آگئیں اور انہیں وہ ہراس چیز کے لئے قصور وار سمجھ رہی تھی جو ان میں انہیں بری نظر آسکتی تھی اور اس سے بھیا یک قصور کی بنا پر وہ کچھ بھی انہیں معاف نہ کر پاری تھی جس کی وہ خود ان کے سامنے قصور وار تھیں۔

"لیکن آئنا" دروہی نے قائل کن اور نرم آواز میں انہیں تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "پھر بھی ان سے کرنا تو ضروری ہے اس کے بعد وہ جو کچھ اقدام کریں گے اسی کے مطابق ہم عمل کریں گے۔"

"تو کیا ہم بھاگ جائیں گے؟"

"اور نہ کیوں بھاگیں گے؟ مجھے اس کو جاری رکھنے کا تو کوئی امکان نہیں نظر آتا۔ اور اپنے لئے نہیں۔" میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دکھ جھیل رہی ہیں۔"

"ہاں بھاگ جائیں گے اور آپ مجھے اپنی رکھیل بتالیں گے؟" انہوں نے غصے میں کہا۔

"آئنا! اس نے نرمی سے ڈانٹنے کے انداز میں ٹوکا۔

"ہاں" انہوں نے اپنی بات جاری رکھی "آپ کی رکھیل بن جاؤں اور سب کچھ برباد ہو جائے دوں۔"

وہ پھر کھڑا چاہتی تھی "بیٹے کو" لیکن یہ لفظ ان کی زبان سے نہ نکل سکا۔ دروہی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ تو آنا اور پاکیزہ فطرت رکھتے ہوئے وہ کیسے قریب کی اس صورت حال کو برداشت کر سکتی ہیں اور اس سے لکنا نہیں چاہتیں۔ وہ قیاس بھی نہ کر سکتا تھا کہ اس کا خاص سبب وہی لفظ "بیٹا" تھا جو ان کی زبان سے نہ نکل سکا تھا۔ جب وہ بیٹے کے بارے میں اور آئندہ اس ماں سے اس کے رشتے کے بارے میں سوچتیں جس نے اس کے باپ کو چھوڑ دیا ہو، تو اپنی حرکت انہیں اتنی بھیا یک لگتی کہ وہ سوچے سمجھے بغیر بس عورت کی طرح اپنے آپ کو محض جھوٹی دلیلوں اور لفظوں سے یہ تسکین دینے کی کوشش کرتیں کہ سب کچھ ویسے ہی رہے گا جیسے تھا اور اس بھیا یک سوال کو وہ بھول جاتی تھیں کہ بیٹے کا کیا ہو گا۔

"میں تم سے درخواست کرتی ہوں" میں تمہاری منت کرتی ہوں "اچانک انہوں نے بالکل دوسرے پر غلوس اور محبت بھرے لمبے میں کہا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا "بھئی مجھ سے اس کے بارے میں بات نہ کرنا!"

"لیکن آئنا۔۔۔"

"بھئی نہیں۔ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں جس حالت میں ہوں اس کی ساری ہستی اور سارے بھیا یک بن کو جانتی ہوں، لیکن اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھتے ہو۔ مجھ پر چھوڑ دو اور میری بات مانو۔ بھئی مجھ سے اس کے بارے میں بات نہ کرنا۔ وعدہ کرتے ہو مجھ سے تم؟" نہیں، نہیں "وعدہ کرو!"

"میں ہر بات کا وعدہ کرتا ہوں لیکن میں سکون سے نہیں رہ سکتا خاص طور سے اس کے بعد جو تم نے مجھے بتایا ہے۔ جب میں جانتا ہوں کہ تم پریشان ہو تو میں کیسے سکون سے رہ سکتا ہوں۔"

"میں؟" انہوں نے دوہرایا۔ "ہاں مجھے کبھی کبھی اذیت ہوتی ہے لیکن وہ گزر جائے گی اگر تم مجھ سے کبھی یہ نہ کہو گے تو۔ جب تم مجھ سے اس کے بارے میں بات کرتے ہو مجھی مجھے اس سے اذیت ہوتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا" اس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں" انہوں نے اس کی بات کاٹ دی "کہ تمہاری ایماندار فطرت کے لئے جھوٹ بولنا کتنا مشکل ہے اور مجھے تمہارے اوپر ترس آتا ہے۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ تم میرے لئے اپنی زندگی برباد کر سکتے ہو۔"

"میں نے بھی ابھی ابھی سوچا تھا" اس نے کہا "میری خاطر تم سب کو کیسے قربان کر سکتی ہو؟ میں خود کو اس کے لئے کبھی معاف نہیں کر سکتا کہ تم دیکھی ہو۔"

"میں دیکھی؟" انہوں نے اس کے اور قریب آکر اور محبت کی پر نشاط مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے کہا "میں ایک ایسے بھوکے شخص کی طرح ہوں جسے کھانا دے دیا گیا ہو۔ ہو سکتا ہے اسے سردی لگے اور کپڑے اس کے پٹے پر اترے ہوں اور اسے شرم آئے لیکن وہ دیکھی نہ ہو گا۔ میں دیکھی؟ نہیں، یہ رہا میرا سکھ۔"



انہوں نے اپنے واپس آتے ہوئے بیٹے کی آواز سنی اور جلدی سے برآمدے میں ادھر ادھر نظر ڈال کر وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کی آنکھوں میں اس کے لئے جانی پہچانی آگ روشن ہو گئی اور پھر تیلے پن کے ساتھ انہوں نے اپنے خوبصورت انگوٹھوں بھرے ہاتھ اٹھائے اس کے سر کو اپنے ہاتھوں میں لیا، دیر تک اسے دیکھا اور پھر اپنا چہرہ اور کھلے ہوئے مسکراتے ہوئے ہونٹ قریب لاکر اس کا منہ اور دونوں آنکھیں چوم لیں اور اسے پرے ہٹا دیا۔ وہ جلی جاتا جاتی تھی لیکن اس نے انہیں روک لیا۔

”کب؟“ وہ انہیں بے خودی کے ساتھ دیکھتے ہوئے سرگوشی میں بدبایا۔

”آج ہی“ ایک بیچے“ انہوں نے سرگوشی میں جواب دیا اور ٹھنڈی سانس بھر کر اپنے سبک اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی بیٹے سے ملنے چلی گئیں۔

سرو ڈاکو بے باغ میں بارش نے آیا تھا اور وہ اپنی آیا کے ساتھ باغ کے کچ کی بیٹھک میں ٹھہر گئے تھے۔

”اچھا تو، پھر ملیں گے“ انہوں نے دروہی سے کہا۔ ”اب جلد ہی گھڑ دوڑ میں پہنچنا ہو گا۔ بیٹھی نے وعدہ کیا ہے کہ آکر مجھے لے جائیں گی۔“

دروہی نے گھڑی پر نظر ڈالی اور تیز تیز چلا گیا۔

24

جب دروہی نے کار سنچن کے گہری بالکتی میں اپنی گھڑی دیکھی تھی تو وہ اس قدر بیجان میں تھا اور اپنے خیالوں میں اتنا غرق تھا کہ اس نے ڈاکو پر سوئیاں تو دیکھیں لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بجا ہے۔ وہ شاہراہ پر نکل آیا اور کچھ بیٹھنیں احتیاط کے ساتھ قدم رکھا ہوا اپنی گاڑی کی طرف چلا۔ وہ اتنا کی محبت سے اس درجہ پر تھا کہ اس نے یہ سوچا بھی نہیں کہ کیا وقت ہو گیا ہے اور بریاضی کے ہاں جانے کا وقت بھی ہے یا نہیں۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے اس میں حاضی کی بس ظاہری قوت رہ گئی تھی جو صرف یہ بتاتی تھی کہ بالترتیب کیا کیا کرنا ہے۔ وہ اپنے کوچوان کے پاس آیا، جولاٹم کے ایک گھنے بیڑ کے طویل ترہوتے ہوئے سائے میں اپنے بائیں پر بیٹھا دنگ رہا تھا، بیٹے میں ترکھوڑوں کے اوپر منڈلاتے ہوئے پتنگوں کی تظاہروں کو خوشی کے ساتھ دیکھا اور کوچوان کو جگا کر اچھل کے گاڑی میں بیٹھ گیا اور اسے بریاضی کے ہاں چلنے کا حکم دیا۔ کوئی سات ورست جانے کے بعد اسے اتنا ہوش آیا کہ گھڑی دیکھے اور تب اس کی سمجھ میں آیا کہ ساڑھے پانچ بج چکے ہیں اور اسے دیر ہو گئی ہے۔

اس دن کئی دوڑیں تھیں۔ سوار فوج کی دوڑ، اس کے بعد افسروں کی دوڑ اور سب سے پہلے چار ورست کی دوڑ اور پھر وہ دوڑ جس میں اس کو حصہ لینا تھا۔ وہ جلدی کر کے اپنی دوڑ کے وقت تک پہنچ سکا تھا لیکن اگر وہ بریاضی کے ہاں گیا تو بس عین وقت پر پہنچے گا اور اس وقت تک پورا دربار پہنچ چکا ہو گا۔ اور یہ اچھا نہیں تھا۔ لیکن بریاضی سے وہ آنے کا وعدہ کر چکا تھا اس لئے اس نے آگے ہی جانے کا فیصلہ کیا اور کوچوان کو حکم دیا کہ گھوڑوں کو بغیر کسی رو رعایت کے دوڑائے۔ وہ بریاضی کے ہاں پہنچا اس کے پاس پانچ منٹ ٹھہرا اور واپس لوٹ پڑا۔ اس تیز رفتاری نے اسے مطمئن کر دیا۔ اس کے اور اتنا کہ رشتے میں جتنی بھی مشکلیں تھیں، سارا غیر یقینی پن، جوان دونوں کی بات چیت کے بعد وہ گیا تھا، وہ سب اس کے دماغ سے دور ہو گیا۔ اب وہ خوشی اور بیجان کے ساتھ دوڑ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور یہ کہ وہ بہر حال پہنچ جائے گا اور کبھی بھی آج رات کو ملاقات

کی متوقع خوشی بھی اس کے تصور میں ایک تیز روشنی کی طرح کوند پڑتی۔

مضافاتی بنگلوں نیز ہائرس برگ سے دوڑ کے لیے آنے والوں کی گاڑیوں سے آگے نکل کر وہ جتنا ہی زیادہ گھڑ دوڑ کی فضا میں پہنچتا جا رہا تھا اتنا ہی زیادہ اس پر غریب ہونے والی دوڑ کا احساس طاری ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی ہنگامی میں کوئی بھی نہ تھا، سب دوڑ میں جا چکے تھے اور خدنگار پچانگ پر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جتنی دیر میں اس نے کپڑے بدلے اتنی دیر میں خدنگار نے اطلاع دی کہ دوسری دوڑ شروع ہو چکی ہے مگر بہت سے صاحب لوگ اس کے بارے میں پوچھنے آچکے تھے اور اسٹبل سے دوبار لڑکا دوڑنا ہوا آیا تھا۔

بغیر جلدی کئے ہوئے کپڑے بدل کر (وہ کبھی جلدی نہیں کرتا تھا اور خود کو قابو سے باہر کبھی نہ ہونے دیتا تھا) دروہی نے کوچوان کو اسٹبل چلنے کا حکم دیا۔ تھان ہی پر اسے بگھیوں، راہ کیروں، سپاہیوں کا وہ سمندر، جو ریس کورس کے چاروں طرف ٹھہریں مار رہا تھا، اور لوگوں سے کچھ بچ بچے ہوئے پولیس نظر آئے۔ شاید دوسری دوڑ ابھی چل رہی تھی اس لئے کہ جب وہ اسٹبل میں داخل ہوا تو اس نے کھنٹی بجتے سنی۔ جب وہ تھان کے پاس پہنچا تھا تب اس نے تختین کے گھوڑے گھار دیا تو کو دیکھا تھا جس پر نیلی کوٹ لگی ہوئی تاری جھول پڑی تھی۔ اس کے کان بے انتہا بڑے بڑے لگ رہے تھے اور ان کے سرے نیلے سے نظر آرہے تھے۔ اسے ریس کورس پر لے جایا جا رہا تھا۔

”کارڈ کماں ہیں؟“ اس نے اسٹبل والے لڑکے سے پوچھا۔

”تھان میں ہیں، ذہن کس رہے ہیں۔“

پانوں پاٹ کھلے تھان میں فرو فرور زین کسی جاچکی تھی اور اسے باہر لے جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔

”دیر تو نہیں ہوئی؟“

”آل رائٹ، آل رائٹ! اب ٹھیک ہے، سب ٹھیک ہے“ انگریز بیڑیایا ”بس آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔“

دروہی نے ایک بار اور اپنی خوبصورت اور پسندیدہ گھوڑی کے ڈیل ڈول پر نظر ڈالی جس کا سارا جسم بھر بھری لے رہا تھا۔ یہ مشکل اس نے اپنے آپ کو اس خطرے الگ کیا اور اسٹبل سے باہر چلا گیا۔ وہ ایسے وقت پولیسمنوں میں پہنچا جو اس بات کے لئے سب سے موزوں تھا کہ اس کی طرف کوئی بھی کسی طرح کی توجہ نہ کرے۔ دو درست والی دوڑیں ختم ہو رہی تھیں اور سارے لوگوں کی نگاہیں سوار گارڈ کے ایک افسر پر جو آگے تھا اور اس کے پیچھے ایک لائٹ ہسار پر جمی ہوئی تھیں جو اپنے اپنے گھوڑوں کو آخری زور دے کر بھجور کر رہے تھے اور دوڑ کے اختتام والے ستون تک پہنچنے ہی والے تھے۔ دوڑ کے ختم ہونے کے اندر اور باہر سے بے شمار لوگوں نے دوڑ کو ستون کے پاس بھیڑ لگی تھی۔ سوار گارڈ کے افسروں اور سپاہیوں کی ٹولی اپنے افسر اور ساتھی کی متوقع جیت پر بلند آواز میں خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ جس وقت دوڑ کے خاتمے کی کھنٹی بجی تھی اور اول آنے والا سوار گارڈ کا بلند قامت افسر کچھڑے چھینٹوں سے ڈھکا ہوا زین پر جمک گیا تھا اور اس نے اپنے ہانپتے ہوئے اور بیٹے میں ترہونے کی وجہ سے تقریباً سیاہ نظر آنے والے سرمئی گھوڑے کی نگام چھوڑ دی تھی تقریباً اسی وقت دروہی کسی کے دیکھے بغیر پہنچ چکے تھے۔

کوشش کر کے اپنے قدموں کو آہستہ کرتے ہوئے گھوڑوں نے اپنے بھاری جسم کی رفتار کو سست کیا اور سوار گارڈ کے افسر نے ایک ایسے شخص کی طرح جو گہری نیند سے جاگا ہو چاروں طرف نظر دوڑائی اور بڑی مشکل



سے مسکرایا۔ اپنوں اور فیروں کی ایک بھیڑ نے اسے گھیر لیا۔  
 وردھکی دانستہ طور پر اعلیٰ سوسائٹی کے اس منتخب مجمع سے احتراز کر رہا تھا جو پولین کے سامنے اپنے کو  
 لئے دیئے ہوئے اور آزادانہ طور پر گھوم پھر رہا تھا اور بات چیت کر رہا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ انہیں لوگوں میں  
 کار - جینا بھی تھیں اور - بیٹی بھی اور اس کے بھائی کی بیوی بھی اور وہ جان بوجھ کر ان لوگوں کے پاس نہیں گیا  
 کہ کہیں دھیان نہ بٹ جائے۔ جان پہچان کے لوگ اسے برابر ملتے رہے اور اسے روک کر پہلے والی دوڑوں کی  
 تفصیلات بتاتے رہے اور اس سے پوچھتے رہے کہ وہ دیر سے کیوں آیا۔  
 جس وقت دوڑ میں جیتنے والوں کو انعام لینے کے لئے پولین میں بلایا گیا اور سارے لوگ ادھر متوجہ ہو  
 گئے اس وقت وردھکی کے بڑے بھائی الکساندر اس کے پاس آ پہنچے۔ وہ کرل تھے اور ان کے کندھوں پر جھبے  
 لگے تھے۔ وہ دہکتے ہوئے قدموں سے آ رہے تھے اور اتنے ہی کھٹے ہوئے جسم کے تھے جیسے الکسی نے لیکن اس سے زیادہ  
 خوبصورت اور سرخ و سفید تھے۔ ان کی ناک لال اور چہرہ شریاویوں جیسا صاف گو اور ہر مٹاؤ کو ظاہر کر دینے والا  
 تھا۔

انہوں نے کہا "تمیں میرا قد ملا؟ تم تو کبھی ملتے ہی نہیں۔"  
 الکساندر وردھکی اپنی عیاشانہ اور خاص طور سے شریاویوں جیسی زندگی کے لئے مشہور تھے لیکن اس کے  
 باوجود وہ پوری طرح سے درباری ملتے کے آدمی تھے۔ اس وقت جب وہ اپنے بھائی سے ایسی چیزوں کے بارے  
 میں باتیں کر رہے تھے جو اس کے لئے بالکل ناگوار تھیں تب بھی یہ جان کر کہ ان پر ہو سکتا ہے سب سے لوگوں  
 کی نگاہیں لگی ہوں وہ مسکرا رہے تھے جیسے اپنے بھائی سے کسی غیر اہم چیز کے بارے میں مذاق کر رہے ہوں۔  
 "ہاں مل گیا اور سچ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کس لئے فکر مند ہیں؟" الکسی نے کہا۔  
 "میں اس لئے فکر مند ہوں کہ ابھی ابھی مجھے دھیان دلایا گیا کہ تم یہاں نہیں پہنچے اور یہ کہ پیر کو لوگوں  
 نے تم کو پیر محرف میں دیکھا تھا۔"

"کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا فیصلہ کرنے کا تعلق صرف انہیں لوگوں سے ہوتا ہے جنہیں ان  
 سے براہ راست دلچسپی ہو اور جس معاملے کی بات آپ کر رہے ہیں وہ ایسا ہی ہے۔"

"ہاں، لیکن پھر فوج میں ملازمت مت کرو۔۔۔۔۔"  
 "میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مداخلت نہ کریں، اور بس۔"  
 الکسی وردھکی کی توہیناں چڑھ گئیں اور چہرہ زرد ہو گیا اور اس کا نمایاں مچلا جڑا پھڑکنے لگا جو اس کے  
 ساتھ بہت ہی کم ہوتا تھا۔ وہ بہت ہی نیک دل انسان کی حیثیت سے غصہ شاذ و نادر ہی کرتا تھا لیکن جب غصہ کرتا  
 تھا اور جب اس کی ٹھوڑی پھڑکنے لگتی تھی تو جیسا کہ الکساندر وردھکی جانتے تھے وہ خطرناک ہو جاتا تھا۔  
 الکساندر وردھکی خوش خوش مسکرائے۔

"میں تو صرف ماں کا خطا پہنچانا چاہتا تھا۔ ان کو جواب لکھ دینا اور دوڑ شروع ہونے سے پہلے پریشان مت  
 ہونا۔ بون شانس (30) انہوں نے مسکراتے ہوئے اضافہ کیا اور اس کے پاس سے چلے گئے۔  
 لیکن ان کے جانے کے فوراً بعد ایک اور دوستانہ سلام نے اسے روک لیا۔

"دوست کو بھی پہچانا نہیں چاہئے، میرے دوست! اسٹی پان ارکاڈیج نے کہا۔ یہاں پٹریس برگ کی  
 چمک دمک میں بھی ان کا سرخ چہرہ اور پتلے چمکتے ہوئے اچھی طرح نکلیں گے ہوئے گل چمچے اس سے کم تابندہ نہ

تھے جتنے ماسکومیں رہتے تھے۔" کل آیا ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہاری جیت دیکھوں گا۔ تو ہم کب ملیں  
 گے؟

"کل میں میں آ جاؤ" وردھکی نے معذرت میں ان کے اور کوٹ کی آستین کو دھاتے ہوئے کہا اور سچ  
 رہیں کو رس میں چلا گیا جہاں اسٹینل جڑ کے لئے گھوڑے لائے جا رہے تھے۔  
 سینے میں تر اور صحن سے بالکل چور دوڑ میں حصہ لے سکتے والے گھوڑوں کو سائیکس واپس لے جا رہے  
 تھے اور اچھی دوڑ کے لئے ایک کے بعد ایک نئے 'نازدہ دم' زیادہ تر انگریزی گھوڑے لائے جا رہے تھے جن پر  
 جمولیں پڑی تھیں جن کے تنگ خوب کے ہوئے تھے اور وہ بڑے بڑے عجیب و غریب پرندوں کی طرح لگ  
 رہے تھے۔ دائیں طرف کو چھری اور خوبصورت فرو ولانی جاری تھی جو اپنی چمکیلی اور خاصی لمبی پنڈلیوں پر  
 یوں چھوکتی ہوئی آ رہی تھی جیسے کانیوں پر چل رہی ہو۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر لمبے کالوں والے گلاباڑ  
 پر سے جمول اتاری جا رہی تھی۔ گھوڑے کے طاقتور، دکھش اور ہرجوڑی سے بالکل درست ڈیل ڈول ہے انتہا  
 تناسب پنوں اور غیر معمولی طور پر چھوٹی پنڈلیوں نے جو بالکل سبوں کے اوپر رکھی ہوئی لگ رہی تھیں غیر  
 ارادی طور پر وردھکی کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرا لیا۔ وہ اپنی گھوڑی کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن پھر ایک  
 واقف کار نے اسے روک لیا۔

"اھا، وہ رہے کار سین! واقف کار نے اس سے باتیں کرتے کرتے کہا۔ "بیوی کو ڈھونڈ رہے ہیں  
 اور وہ سچ پولین میں ہیں۔ آپ ان سے نہیں ملے۔"  
 "نہیں، میں تو نہیں ملا" وردھکی نے جواب دیا اور اس نے پولین کی طرف دیکھا تاکہ نہیں جدھر اسے  
 کار - جینا کو دکھایا گیا تھا۔ وہ اپنی گھوڑی کی طرف چلا گیا۔

وردھکی ابھی زین کو اچھی طرح جانچ رہے تھے کہ بھی نہ سکا تھا، جس کو تھوڑا بہت ٹھیک کرنے کی ضرورت تھی،  
 کہ دوڑ میں حصہ لینے والوں کو اپنے نبردار مقام روانگی نکالنے کے لئے پولین میں طلب کیا گیا۔ سنجیدہ، سندر اور  
 بہت سے تو زرد چروں والے ستروافران پولین میں پہنچے اور سب نے اپنے اپنے نمبر نکالے۔ وردھکی کو نمبر ۶  
 ملا۔ آواز سنائی دی۔ "اپنی اپنی زین برا!"

یہ محسوس کر کے کہ دوسرے سواروں کے ساتھ اس وقت وہ ایک ایسا مرکز ہے جس پر ساری نگاہیں لگی  
 ہوئی ہیں وردھکی اس ناؤ بھری حالت میں اپنی گھوڑی کے پاس پہنچا جس میں وہ اپنی رفتار کو تیزی اور پرسکون بنا  
 لیتا تھا۔ کارڈ نے دوڑ کے اعزاز میں اپنا سترن جشن والا لباس پہنا تھا۔ سیاہ، مٹن لگا جیکٹ، کلف دار سخت کالر  
 جس پر اس کے گال نکلے ہوئے تھے سیاہ گول ہیٹ اور ٹاپ بوٹ۔ وہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا اور اسے اپنی  
 اہمیت کا احساس تھا۔ وہ خود ہی دونوں طرف سے گھوڑی کی نگاہ پڑنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ فرو فرو اس طرح  
 سکپکپائے جا رہی تھی جیسے جوڑی چڑھی ہو۔ اس کی ایک آنکھ آتشیں نظروں سے پاس آتے ہوئے وردھکی کو  
 دیکھ رہی تھی۔ وردھکی نے تنگ میں ایک انگلی تھمیز کر دیکھا۔ گھوڑی نے آنکھیں نیچائیں، دانت پھڑپھڑے اور  
 ایک کوتلی نیچ کر لی۔ انگریز نے اپنے دانت بھیج لئے اور اس نے اس بات پر مسکرانے کی کوشش کی کہ اس کی  
 کسی ہوئی زین کی بھی جانچ کی جاتی ہے۔

"سوار ہو جائیے، کم پریشان ہوں۔"  
 وردھکی نے آخری بار اپنے حریفوں کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ دوڑ میں تو انہیں دیکھ نہیں پائے گا۔ ان میں



کل ملا کر سترہ افراد وہیں حصہ لے رہے تھے۔ دوڑ چار دوسرے کے ایک بیٹھو گھیرے پر پولیس کے سامنے ہونے والی تھی۔ اس گھیرے پر نور کوئیں بتائی مٹی تھیں۔ ندی کوئی دو ارشمن (31) اونچی ایک بڑی سی دیواری روک جو پولیس کے عین سامنے تھی، سوکھانا، پانی بھرا نالا، ایک ڈھلان، آئرش بینک (جو سب سے مشکل روکوں میں تھا) جو ایک گھاٹ پر مشتمل تھا جس کے اوپر کھنی جماڑی گلی تھی اور اس کی آڑ میں گھوڑوں کو نظر نہ آنے والا ایک اور نالا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ گھوڑا ایک ہی جست میں دو لوں رکاوٹوں کو پار کرے نہیں تو مارا جائے، اس کے بعد پانی بھرے دو نالے اور ایک سوکھانا اور تھے۔ اور دو ڈکر پولیس کے سامنے ختم ہونا تھا۔ لیکن مقام رواگنی گھیرے میں نہیں بلکہ اس سے الگ ہٹ کر کوئی سواٹرین کے قافلے پر تھا اور پہلی روک یعنی بند سے روکی ہوئی کوئی تین ارشمن چوڑی ندی اسی قافلے پر تھی جسے دوڑ میں حصہ لینے والے اپنی مرضی کے مطابق چھلانگ کر پانی میں کھس کر پار کر سکتے تھے۔

دوڑ میں حصہ لینے والے تین بار صف میں کھڑے ہوئے لیکن ہر ایک کی نہ کسی کا گھوڑا وقت سے پہلے ہی دوڑ پڑا اور سب کو پھرے واپس آنا پڑا۔ ریس شروع کرانے والے ہر کرمل سترین تھا ہونے لگے تھے مگر آخر کار جو تھی کوشش میں وہ چلا پائے، اشارت 1 اور سوار دوڑ پڑے۔

جب وہ صف بنا رہے تھے تو ساری نگاہیں اور ساری دوچشمی دور بینیں سواروں کی رنگ برنگی ٹوپی پر جمی ہوئی تھیں۔

”روانہ ہو گئے اور دوڑ پڑے!“ توقع کی خاموشی کے بعد ہر طرف سے آواز سنائی دی۔

ٹوپیاں اور الگ الگ لوگ ادھر ادھر دوڑنے لگے تاکہ اچھی طرح دیکھ سکیں۔ پہلے ہی صف میں سواروں کی ایک جگہ جمع شدہ ٹوپی بکھر گئی اور دکھائی دینے لگا کہ کیسے وہ دو دو، تین تین، اور ایک ایک کر کے ندی کے پاس پہنچ رہے تھے۔ ناظرین کو تو لگ رہا تھا کہ وہ سب ساتھ ہی ساتھ دوڑ رہے تھے لیکن دوڑنے والوں کے لئے سکندوں کے فرق تھے جو ان کے لئے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔

پہاں میں جھلا اور بہت زیادہ گھبراہٹ ہوئی فرد فرورنے ابتدائی لمحہ گھوڑا اور کئی گھوڑے اس سے پہلے اپنی جگہ سے دوڑ پڑے لیکن ندی تک پہنچنے سے پہلے ہی دروہشی، لگام کو جھٹکتی گھوڑی کو پوری طاقت سے روکے ہوئے بڑی آسانی سے تین سے آگے نکل گیا اور اس کے آگے بس تین کا سمندر تک گھلایا ترہ گیا جس کے پیچھے بڑی ہمواری اور سبک پن سے دروہشی کے بالکل سامنے حرکت کر رہے تھے اور سب سے آگے خوبصورت ڈانیا تھا جس پر نیم جان کو زوولف سوار تھے۔

شروع کے چند منٹوں میں دروہشی کو اپنے اوپر قابو نہ کر سکی تھی۔ پہلی روک، ندی تک وہ گھوڑی کی چال کی رہنمائی کسی طرح نہ کر سکا۔

گھلایا تر اور ڈانیا روک تک ساتھ ہی ساتھ پہنچے۔ ایک ساتھ ہی وہ ندی کے اوپر بلند ہوئے اور اڑ کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے ہی بالکل اس طرح کہ پتہ بھی نہ چلا، فرد فرورنے بھی گویا اڑتے ہوئے جست لگائی لیکن عین اسی وقت جب دروہشی فضا میں معلق تھا تو اس نے تقریباً اپنی گھوڑی کی ٹاپوں کے نیچے کو زوولف کو دیکھا جو ندی کے اس کنارے پر گھوڑی سمیت لڑھک گئے تھے (کو زوولف نے جست بھرنے کے

سے دو تو آگے اپنے مقام رواگنی کی طرف جا رہے تھے۔ گاسٹین، جو آج دروہشی کا خطرناک حریف اور یوں اس کا دوست تھا، اپنے بھڑکے ہوئے گھوڑے کے ارد گرد گھوم رہا تھا جو اسے سوار نہیں ہونے دے رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا لائٹ ہسار تنگ بر جس پہنے ہوئے، انگریز چاکلی کی طرح دکھائی دینے کی خواہش میں اپنے گھوڑے کی گردن پر پٹلی کی طرح دھکا ہوا اسے سر ہٹ دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ پرنس کو زوولف زور دھونے ہوئے اپنی گریوہشکی اسٹیل فارم کی اسٹیل گھوڑی پر بیٹھے تھے اور انگریز سائیکس اسے لگام پکڑ کر لارہا تھا۔ دروہشی اور اس کے سب ساتھی کو زوولف کو اور ان کی ان خصوصیتوں کو جانتے تھے کہ ان کے اعصاب، کمزور ہیں اور ان میں غضب کی خود پندی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ پرنس کو زوولف ہر چیز سے ڈرتے تھے، منہ زور گھوڑے پر دوڑ لگانے سے ڈرتے تھے لیکن آج صرف اس لئے انہوں نے دوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ خطرناک تھا کہ لوگوں کی گردن ٹوٹ جاتی تھی کہ ہر روک پر ایک ڈاکٹر، ایسویٹس اور نرس موجود تھے۔ ان کی آنکھیں چار ہونیس اور دروہشی نے شفقت کے ساتھ ان کی ہمت بڑھانے کے لئے آنکھ ماری۔ بس اسے ایک شخص نہیں دکھائی دیا، اس کا خاص حریف گھلایا تر پر سوار تھو تھن۔

”جلدی مت کیجئے گا“ کارڈ نے دروہشی سے کہا، ”اور ایک بات یاد رکھئے گا کہ روک پر نہ اس کی لگام کھینچنے کا اور نہ اڑ لگائیے گا“ اسے خود ہی طے کر دیتے گئے کہ کیا کرنا چاہتی ہے۔“

”اچھا اچھا“ دروہشی نے لگام سنبھالتے ہوئے کہا۔

”اگر ممکن ہو تو دوڑ میں بھی آگے ہی رہنے کا لیکن اگر پیچھے رہ جائیں تو بھی آخری صف تک بدل نہ ہوئے گا۔“

گھوڑی حرکت بھی نہ کر پائی تھی کہ دروہشی نے محکم اور پھر تیلے انداز سے دھانے دار فولادی رکاب پر پاؤں رکھا اور بڑی آسانی سے چڑنے کی چڑچڑائی ہوئی زمین پر جم کر بیٹھ گیا۔ دائیں پاؤں کو بھی رکاب میں ڈال کر اس نے اپنی عادت کے مطابق دوہری لگاموں کو اگلیوں کے بیچ میں ٹھیک سے پکڑا اور کارڈ نے اپنے ہاتھ ہٹا لئے۔ جیسے وہ یہ نہ جانتی ہو کہ کون سا پاؤں پہلے بیٹھانا چاہئے فرد فرورنے اپنی لمبی گردن تان کر لگام کو کھینچا اور چلنے لگی، جیسے کمانیوں پر اچھل رہی ہو اور سوار کو اپنی پیٹھ پر اچکانے لگی۔ کارڈ قدم بیٹھاتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ پہاں میں جھلا گھوڑی سوار کو دھوکا دینے کی کوشش میں کبھی لگام کو ایک طرف سے کھینچنے، کبھی دوسری طرف سے۔ دروہشی اسے آواز سے اور ہاتھ سے دھیر دھیر دلائے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اپنے مقام رواگنی کی طرف جاتے ہوئے بند سے روکی ہوئی ندی تک پہنچ چکے تھے۔ دوڑ میں حصہ لینے والے بہت لوگ آگے تھے، بہت سے پیچھے تھے کہ اچانک دروہشی کو اپنے پیچھے کچھ نہیں ایک گھوڑے کے دوڑنے کی ٹاپیں سنائی دیں اور تھو تھن اپنے سفید پاؤں اور لٹکتے کانوں والے گھلایا تر پر اس کے برابر سے ہو کر آگے نکل گیا۔ تھو تھن مسکرایا اور اس کے لیے لے دانت نظر آ گئے لیکن دروہشی نے اسے ہنسے سے دیکھا۔ وہ اسے دیکھے بھی پسند نہیں کرتا تھا، اس وقت وہ اسے اپنا سب سے خطرناک حریف سمجھ رہا تھا اور اس بات پر اسے جھنجھلا ہٹ ہوئی کہ اس نے پاس سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے نکل کر اس کی گھوڑی کو بھدکا دیا تھا۔ فرد فرورنے اپنے بائیں پاؤں کو جھٹک دے کر سر ہٹ دوڑنا چاہا اور دو چھلانگیں لگائیں بھی لیکن پھر کھینچی ہوئی لگام پر تھا وہ کدو جھنگ دار دھکی چلنے اور سوار کو اچکانے لگی۔ کارڈ نے بھی تیوری چڑھا لی اور تقریباً دو ڈکر دروہشی کی طرف بیٹھا۔



بعد لگام ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور گھوڑی نے جست لگائی تو وہ اس کے سر کے اوپر سے ہوتے ہوئے دوسری طرف جا کرے۔ یہ تفصیلات درویش کو بعد میں معلوم ہوئیں، اس وقت تو اس نے بس اتنا ہی دیکھا کہ جہاں پر فرو فرود کی ٹائیں لگنے والی تھیں وہیں پر ڈائیاں لگ چکی تھیں۔ لیکن فرو فرود نے اپنی جگہ کی طرف جست کے دوران ہی میں ٹانگوں اور سر سے زور لگایا اور ڈائیاں ٹانگوں پر جا کر اس سے آگے زمین پر جا گئی۔

”واہ‘ میری پیاری!‘ درویش نے سوچا۔

ندی کے بعد درویش نے گھوڑی پر پوری طرح قابو پایا اور اسے روکنے لگا۔ اس کا ارادہ تھا کہ بڑی روک کو تختین کے پیچھے ہی رہ کر پار کرے اور اس کے بعد بے رکاوٹ والے دو سو ساڑھین کے فاصلے میں اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔

بڑی روک زار کے پٹیلین کے عین سامنے تھی۔ جب وہ ”شیطان“ (بڑی روک کا بھی نام تھا) کے پاس پہنچے تو اعلیٰ حضرت اور پورا دربار اور ساری بھیڑ انہیں لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ درویش کو اور تختین کو جو اس سے گھوڑے کے پورے ڈبل بھر آگے تھا۔ درویش نے اپنے اوپر ہر طرف سے لگی ہوئی ان آنکھوں کو محسوس کیا لیکن دیکھا اس نے کچھ نہیں سوائے اپنی گھوڑی کی کتوتیوں اور گردن، اس کی طرف لپکتی ہوئی زمین اور گھادیا تر کے پنوں اور سفید پاؤں کے، جو اس کے سامنے اپنی تیز تیز ٹاپوں سے ٹال دے رہا تھا اور ان کے درمیان ایک ہی فاصلہ برقرار رکھے ہوئے تھا۔ گھادیا تر بلند ہوا اور کسی چیز کو چھوئے بغیر اپنی چھوٹی دم لہرا کر درویش کی آنکھ سے اوچھل گیا۔

”مرحبا!“ کسی ایک شخص کی آواز سنائی دی۔

اسی لمحے درویش کی آنکھوں کے سامنے، خود اس کے سامنے، روک کا تختہ کونرا۔ اپنی چال میں ذرا بھی تبدیلی کے بغیر گھوڑی اس کی راتوں تلے بلند ہوئی، تختے غائب ہو گئے اور بس پیچھے سے کوئی چیز کھڑکی۔ آگے جاتے ہوئے گھادیا تر کی وجہ سے جوش میں آکر گھوڑی روک کے سامنے وقت سے پہلے ہی بلند ہو گئی تھی اور اس کا ایک پچھلا سم روک سے ٹکرایا تھا۔ لیکن اس کی چال نہیں بدلی اور درویش کے منہ پر کچھ کا ایک چمینا بڑا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ اب بھی گھادیا تر سے اسی فاصلے پر ہے۔ اسے پھر اپنے سامنے اس کے پیچھے اور چھوٹی دم نظر آئی اور پھر اتنی ہی دوری پر سفید پاؤں کی وہی تیز تیز ٹاپیں دکھائی دینے لگیں۔

جس وقت درویش نے یہ سوچا کہ اب تختین سے آگے نکل جانا چاہئے عین اسی لمحے خود فرو فرود نے یہ سمجھ کر کہ وہ کیا سوچ رہا تھا، کسی اشارے کے بغیر ہی زور لگایا اور سب سے زیادہ مناسب پہلو سے، چلتے والی رسی کی طرف سے تختین کے قریب تر پہنچنا شروع کر دیا۔ لیکن تختین رسی کے ساتھ ہی ساتھ لگا رہا اور اس نے ادھر سے نکلنے کا راستہ نہیں دیا۔ درویش نے یہ سوچا ہی تھا کہ تختین کے بائیں سے لٹکنا چاہئے کہ فرو فرود نے اپنے قدم بدلے اور اسی طرف سے آگے بڑھنے لگی۔ فرو فرود کے کندھے، جو پیٹنے سے گہرے رنگ کے ہونے لگے تھے، گھادیا تر کے پنوں کے برابر آگئے۔ چند قدم دونوں برابر دوڑے۔ لیکن روک سے پہلے، جس کے پاس وہ پہنچ رہے تھے، درویش نے بڑا پکڑ نہ کاٹنے کے خیال سے لگام سے کام لینا شروع کیا اور ٹھیک ڈھال کے اوپر تختین سے آگے نکل گیا۔ اس نے تختین کے چہرے کی ایک جھلک دیکھی، نیچڑی چمینٹوں سے اٹا ہوا۔ اسے یہ بھی لگا کہ تختین مسکرایا۔ درویش اس سے آگے تو نکل آیا تھا لیکن اب بھی اپنی پیٹنے کے بالکل پیچھے ہی وہ ٹاپوں کی وہی ہمار آواز اور گھادیا تر کے تختوں سے نکلنے والی تیز تیز اور بالکل تازہ سانسوں کی پھپھار سن رہا تھا۔

اگلی دو روکیں، کالا اور پاؤ، آسانی سے پار ہو گئیں لیکن درویش کو گھادیا تر کے دوڑنے اور پھپھارنے کی آوازیں قریب تر سنائی دینے لگیں۔ اس نے گھوڑی کو بڑھایا اور خوشی کے ساتھ محسوس کیا کہ گھوڑی نے بڑی آسانی سے اپنی رفتار تیز کر دی اور گھادیا تر کی ٹاپوں کی آواز پھر اسی پہلے والے فاصلے سے آنے لگی۔

درویش اب دوڑ میں سب سے آگے تھا، جو وہ خود چاہتا تھا اور جیسا کہ نے کا مشورہ کارڈ نے بھی دیا تھا، اور اب اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ اس کا بیان، خوشی اور فرو فرود کے لئے بیا سب بڑھ گیا۔ اس کا بھی چاہتا تھا کہ مرکز پیچھے دیکھے لیکن ایسا کرنے کی اس نے ہمت نہیں کی اور وہ کوشش کرنے لگا کہ خود پریشان نہ ہو اور گھوڑی کو زیادہ تاکید نہ کرے تاکہ اس میں اتنی ہی طاقت محفوظ رہے جتنی وہ محسوس کر رہا تھا کہ گھادیا تر میں رہ گئی ہے۔ اب ایک اور سب سے مشکل روک رہ گئی تھی، اگر اس کو اس نے دو سروں سے پہلے پار کر لیا تو وہ اول آجائے گا۔ وہ آئرش بینک کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس بینک کو اس نے اور فرو فرود نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا اور اسے اور گھوڑی کو، دونوں کو ساتھ ہی ایک لمحے بھر کے لئے ٹھک ہوا۔ اس نے گھوڑی کی کتوتیوں سے دیکھا کہ وہ جھٹک رہی ہے اور اس نے چابک اٹھایا لیکن فوراً ہی محسوس کیا کہ ٹھک بے بنیاد تھا۔ گھوڑی جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے اپنی رفتار بڑھائی اور بڑے بڑے تیلے انداز میں، بالکل ویسے ہی جیسے وہ چاہتا تھا، بلند ہوئی اور زمین سے اچھل کر اپنے سارے ڈبل کو ڈھیللا چھوڑ دیا اور یہ قوت بے عملی اسے نالے سے بہت آگے نکال لے گئی اور فرو فرود نے اسی ٹال پر بغیر کسی کوشش کے، اسی قدم سے اپنی دوڑ جاری رکھی۔

”مرحبا درویش!“ اسے لوگوں کی ایک بھیڑ کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی رجسٹ والوں اور دوستوں کو پہچان لیا جو اس روک کے پاس ہی کھڑے تھے اور یا شوین کی آواز بھلا وہ کیسے نہ پہچانتا حالانکہ اس نے اسے دیکھا نہیں۔

”شباباش، میری حبیبہ!“ اس نے فرو فرود کے پارے میں سوچا اور یہ جاننے کے لئے کان لگائے کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ پیچھے سے گھادیا تر کی ٹاپوں کی آواز سن کر اس نے طے کر لیا کہ ”بس وہ دوڑ چکا!“ بس اب ایک پانی بھرا نالہ رہ گیا تھا، دو ایشین چوڑا۔ درویش نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں اور بہت آگے نکل کر اول آنے کی خواہش کے تحت اس نے لگام کو گردش دینا شروع کیا۔ گھوڑی کی چال کے ساتھ ساتھ اس کے سر کو اوپر اٹھاتے اور نیچے لاتے ہوئے۔ محسوس کر رہا تھا کہ گھوڑی اپنا آخری زور لگا کر دوڑ رہی ہے، اس کی صرف گردن اور کندھے ہی نہیں بلکہ بال، سر اور نوکیلی کتوتیوں پر پیٹنے کی بوندیں جھٹک رہی تھیں اور وہ اب بھر کر سانس لے رہی تھی۔ لیکن وہ جانتا کہ یہ محفوظ طاقت باقی دو سو ساڑھین کے لئے کافی سے زیادہ ہوگی۔ صرف اس نے کہ وہ خود کو زمین سے قریب تر محسوس کر رہا تھا کہ اس کی گھوڑی نے اپنی رفتار کس قدر بڑھا دی ہے۔ نالے کو وہ یوں اڑتے ہوئے پار کر گئی جیسے اسے اس نے دیکھا ہی نہ ہو۔ اس پر سے وہ پرندے کی طرح اڑ کر نکل گئی لیکن ٹھیک اسی وقت درویش نے محسوس کر کے ڈر سے کانپ گیا کہ گھوڑی کی رفتار سے مطابقت رکھنے کی بجائے، خود اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیسے، اس نے ایک انتہائی غلط اور ناقابل معافی حرکت کی تھی اور زمین پر پیچھے کو ہو گیا تھا۔ اچانک اس کی نشست بدل گئی اور وہ سمجھ گیا کہ کوئی ہمیانک بات ہو گئی تھی۔ ابھی وہ یہ بھی نہ سمجھ پایا تھا کہ ہوا کیا تھا کہ اس کے بالکل پاس ہی سمندر رنگ گھوڑے کے سفید پاؤں کوندے اور تیزی سے تختین اس کے برابر سے نکل گیا۔ درویش کا ایک پاؤں زمین سے رگڑنے لگا اور گھوڑی اسی پاؤں کے اوپر گرنے لگی۔ درویش اپنا پاؤں اس کے نیچے آنے سے بس پہچان پایا تھا کہ وہ پہلو کے بل گر پڑی اور ہانپ ہانپ کر پھپھار رہے ہوئے اپنی پیٹنے



گنا تھا جیسے وہ اپنی بیوی سے اس رات والی پہلی بات چیت کی بنا پر ناخوش ہوں جسے ان کی بیوی سننے پر تیار ہی نہ تھیں۔ بیوی کے ساتھ ان کے تعلقات میں جھجھلاہٹ کا کچھ سایہ سا تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ گویا وہ ان سے مخاطب ہو کر دل ہی دل میں کہتے ہوں "تم میرے ساتھ وضاحت اور صفائی کرنا نہ چاہتی تھیں" تو یہ تمہارے ہی لئے اور برا ہے۔ اب تو تم خود مجھ سے صفائی مانگو گی اور میں کوئی وضاحت اور صفائی نہ کروں گا۔ تمہارے ہی لئے اور برا ہے۔" وہ دل ہی دل میں اس شخص کی طرح باتیں کرتے جس نے آگ بجھانے کی بجائے بیکار کو شش کی ہو اور اپنی کوشش کے رائیگاں جانے پر کہہ رہا ہو "تو اب بھگتو خودی! اجاؤ جلاؤ بھتنائی چاہے!"

سرکاری امور میں اس قدر نکتہ رس اور ذہین ہونے کے باوجود وہ بیوی سے اس قسم کے تعلقات کی بے عقلی کو ذرا بھی نہ سمجھتے تھے۔ وہ اسے سمجھ نہ پاتے اس لئے کہ ان کے واسطے اپنی موجودہ حالت کو سمجھنا بہت ہی بھیاں تھا اور انہوں نے اس صندوق کو اپنے دل میں رکھ کر بند کر کے اس پر مہر لگا دی تھی جس میں خاندان کے لئے یعنی بیوی اور بیٹے کے لئے ان کے جذبات رکھے ہوئے تھے۔ وہ بیٹے کے ساتھ بڑی توجہ سے پیش آتے تھے لیکن ان جاڑوں کے خاتمے کے وقت سے وہ بیٹے سے بھی خاص طور سے سرد مہری برتنے لگے تھے اور اس کے ساتھ بھی ان کے تعلقات دیسے ہی ٹھکر کرنے والے ہو گئے تھے جیسے بیوی کے ساتھ تھے۔ وہ اس کو دیکھتے تو کہتے "ارے واہ توجو ان!"

الکسی اگلساندر روج سوچتے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں کسی سال بھی اتنا سرکاری کام نہیں کرنا پڑا تھا جتنا اس سال کرنا پڑا تھا۔ انہیں اس بات کا احساس نہ تھا کہ اس سال وہ اپنے لئے خودی سوچ سوچ کر کام پیدا کرتے تھے مگر یہ بھی ایک ذریعہ تھا اس صندوق کو نہ کھولنے کا جس میں بیوی اور بیٹے کے لئے جذبات اور ان کے بارے میں خیالات رکھے تھے اور جنہیں اس میں پڑے پڑے جتنی دیر ہوتی جاتی تھی وہ اتنے ہی زیادہ بھیاںک ہو جاتے تھے۔ اگر کسی کو الکسی اگلساندر روج سے یہ پوچھنے کا حق ہو تاکہ وہ اپنی بیوی کے برتاؤ کے بارے میں کیا سوچتے تھے تو شیخ اور صلہ پند الکسی اگلساندر روج کوئی جواب نہ دیتے اور ان سے اس کے بارے میں پوچھنے والے شخص پر بڑا فصر کرتے۔ اسی سے تو الکسی اگلساندر روج کے چہرے پر جب ان سے کوئی ان کی بیوی کی خیر خیریت پوچھتا تو تمہمنہ اور ہندی کا تاثر پیدا ہو جاتا۔ الکسی اگلساندر روج اپنی بیوی کے برتاؤ اور احساسات کے بارے میں کچھ سوچتا ہی نہ چاہتے تھے اور واقعی اس کے بارے میں وہ کچھ سوچتے بھی نہ تھے۔

الکسی اگلساندر روج کا مستقل مصافقاتی ہنگامہ پیر حروف میں تھا اور عام طور سے کاؤتس لیدیا ایو انودنا بھی وہیں آتا کے پڑوس ہی میں رہتی تھیں اور ان سے ملتی رہتی تھیں۔ اس سال کاؤتس لیدیا ایو انودنا نے پیر حروف میں رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ایک بار بھی آتا کے پاس نہ گئی تھیں اور انہوں نے اشاروں کنایوں میں الکسی اگلساندر روج پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ "بیشی اور دروہشی سے آنا کی اتنی قربت مناسب نہیں ہے۔" الکسی اگلساندر روج نے فوراً ان کو روک دیا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ ان کی بیوی شلوک و شہباز سے بلند ہیں۔ اس کے بعد سے وہ کاؤتس لیدیا ایو انودنا سے کترانے لگے۔ وہ اس بات کو نہ دیکھنا چاہتے تھے اور نہ انہوں نے دیکھا کہ معاشرے میں بہت سے لوگ ان کی بیوی کو نکھیوں سے دیکھنے لگے ہیں۔ وہ نہ سمجھتا چاہتے تھے اور نہ سمجھے کہ کیوں ان کی بیوی نے خاص طور سے زار سکوپے سلو میں خصل ہو جانے پر اصرار کیا جہاں "بیشی رہتی تھیں اور جہاں سے توڑے ہی فاصلے پر دروہشی کی رجسٹ کایمپ تھا۔ انہوں نے اپنے لئے اس بارے میں

میں ترتیبی گردن کو تان کر پیسے اٹھنے کی کوشش کر رہی ہو، دروہشی کے قدموں کے پاس ڈھکی پڑنے کی طرح ترپنے لگی۔ دروہشی نے جو بخوبی حرکت کی تھی اس سے گھوڑی کی کرنٹ مچی تھی۔ لیکن یہ اس کی سمجھ میں بہت بعد کو آیا۔ اس وقت تو اس نے صرف یہ دیکھا کہ تختہ تین تیزی سے بہت دور نکل گیا اور کچھ بھری گھری زمین پر وہ لٹکڑا ہوا اکیلا کھڑا رہ گیا اور اس کے سامنے اکڑی اکڑی سانسیں لیتی ہوئی فرد فرد پڑی تھی اور اس کی طرف سر اٹھائے اسے اپنی خوبصورت آنکھوں سے تنک رہی تھی۔ ابھی تک دروہشی کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ ہو کیا کیا تھا۔ اس نے نگاہ پکڑ کر گھوڑی کو کھینچا۔ وہ پھر پھلی کی طرح تڑپتی زمین کے پلوچہ چرائے اور اس نے اپنے اگلے پاؤں بڑھائے لیکن پٹوں کو اٹھانے بھر کا دم اس میں نہ تھا۔ وہ پھر بے بس ہو کر پلو کے بل لڑھک مچی۔ شدت جذبات سے اٹھتے ہوئے سفید چہرے اور کپکپاتے ہوئے نچلے جڑے کے ساتھ دروہشی نے اس کے پیٹ میں غور کاری اور پھر اسے نگاہ سے سمجھنے لگا۔ لیکن گھوڑی نے کوئی حرکت نہیں کی اور زمین کو تھو تھن سے رگڑتی ہوئی بس اپنی پوتی آنکھوں سے مالک کو بکھتی رہی۔

"آہ! دروہشی سر پکڑ کر کہا "آہ! کیا کیا میں نے!" وہ چیخ اٹھا۔ "اور دوڑ بھی ہار گیا! اب اپنی غلطی سے شرمناک! ناقابل معافی غلطی! اور اس دکھاری پیاری گھوڑی کو مار ڈالا! آہ! یہ کیا کیا میں نے!" لوگ "ڈاکٹر اور اس کا معاون" اس کی رجسٹ کے افسر دوڑ کر اس کے پاس پہنچے۔ اسے یہ جان کر اور دکھ ہوا کہ وہ خود صحیح سلامت ہے اور اسے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ گھوڑی کی کرنٹ مچی تھی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسے گولی ماری جائے۔ دروہشی لوگوں کے سوالوں کا جواب دے سکتا نہ کسی سے بات کر سکا۔ وہ مڑا اور ٹوٹی اٹھائے بغیر ہی "جو سر سے گر گئی تھی" ٹیس کورس سے باہر چلا۔ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ خود کو بہت بد نصیب محسوس کر رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے گھر سے دکھ کا تجربہ ہوا تھا "ایسے دکھ کا جس کا کوئی مداوا نہ تھا اور جس کے لئے قصور وار وہ خود تھا۔

یاشون اس کی ٹوٹی اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا اور اسے گھر لے گیا۔ آدھ گھنٹے بعد دروہشی کے ہوش و حواس درست ہوئے۔ لیکن اس دوڑ کی یاد اس کے دل میں زندگی کی سب سے تکلیف دہ اور اذیت ناک یاد کی طرح بہت دنوں تک باقی رہی۔

اپنی بیوی سے الکسی اگلساندر روج کے ظاہری تعلقات دیسے ہی رہے جیسے پہلے تھے۔ بس واحد فرق یہ ہوا تھا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مصروف رہنے لگے تھے۔ سابق برسوں کی طرح وہ ہمار شروع ہوتے ہی پردیس کے پشوں پر اپنی صحت ٹھیک کرنے چلے گئے تھے جو ہر سال جاڑوں میں زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے خراب ہو جاتی تھی اور حسب معمول وہ جولائی میں واپس آئے اور دوپتہ توانائی کے ساتھ اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ گئے تھے۔ اور معمول کے مطابق ہی ان کی بیوی گرمیوں میں مصافقاتی ہنگامہ میں چلی گئی تھیں اور وہ پیرس برگ میں رہتے تھے۔

پرس تو پر سکایا کے ہاں والی شام کے بعد کی بات چیت کے وقت سے انہوں نے اپنے شلوک اور رشک کے بارے میں آنا سے کبھی بات نہ کی تھی اور کسی کی نقل اتارنے والا ان کا عادی لہجہ بیوی کے ساتھ ان کے موجودہ تعلقات کے لئے نہایت موزوں اور اطمینان بخش تھا۔ وہ اپنی بیوی سے کچھ سرد مہری برتنے لگے تھے۔ ایسا



سوچتا رہا نہیں رکھا اور سوچا بھی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے دل کی گمراہیوں میں، کبھی خود اپنے آپ سے بھی اعتراف کئے بغیر اور اس کے بارے میں کوئی ثبوت ہی نہیں بلکہ کسی طرح کے شک کے بغیر بھی وہ چینی طور پر جانتے تھے کہ وہ ایسے شوہر ہیں جنہیں فریب دیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے وہ بدستور تھے۔

بیوی کے ساتھ اپنی آٹھ سال کی سسکی زندگی کے زمانے میں کتنی بار انہوں نے دوسری بیویاں محروم اور قریب خوردہ شوہروں کو دیکھ کر دل میں کہا تھا: ”کیسے لوگ اس کی نوبت آئے دیتے ہیں؟ کیسے یہ لوگ اس بد قیڑی کی صورت حال کو ختم نہیں کرتے؟“ لیکن اب جب مصیبت ان کے سر پر پڑی تو نہ صرف یہ کہ وہ اس کے بارے میں سوچتے نہیں تھے کہ اس صورت حال کو کیسے ختم کیا جائے بلکہ وہ اس کے بارے میں بالکل جاننا ہی نہ چاہتے تھے اور اسی لئے نہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ صورت حال بہت ہی بے ہیاں اور بہت ہی غیر فطری تھی۔

پریس سے واپس آنے کے بعد اے گلسینی الکساندر روویچ دوبارہ مضائقہ مبالغے میں آئے تھے۔ ایک بار انہوں نے کھانا کھایا اور دوسری بار مہمانوں کے ساتھ شام بھر رہے لیکن کسی بار انہوں نے وہاں رات نہیں بسر کی جیسے وہ پچھلے برسوں میں کیا کرتے تھے۔

دو ڈولادان گلسینی الکساندر روویچ کے لئے بڑی مصروفیت کا دن تھا۔ لیکن صبح ہی سے انہوں نے اپنے لئے دن کا پروگرام بنا کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ دوسرا کھانا جلدی کھالیں گے اور فوراً ہی بیوی کے پاس مضائقہ مبالغے چلے جائیں گے اور وہاں سے دوڑیں جہاں پورا دربار ہو گا اور وہاں انہیں ضرور ہونا چاہئے۔ بیوی کے پاس وہ اس لئے جانا چاہتے تھے کہ انہوں نے خود یہ فیصلہ کیا تھا کہ وضع داری کے تقاضے کے طور پر وہ ہفتے میں ایک بار ان کے پاس جایا کریں گے۔ اس کے علاوہ اس دن پندرہ سوئس مارک تھی اور انہیں قاعدے کے مطابق بیوی کو خرچ کے لئے رقم بھی دینی تھی۔

اپنے خیالات کے عادی نظم و ضبط کے ساتھ انہوں نے بیوی کے بارے میں یہ سب سوچ کر ان سے متعلق اپنے خیالات کو اور آگے پھیلنے پر مبنی نہیں دیا۔

اس صبح کو گلسینی الکساندر روویچ بہت مصروف تھے۔ پچھلی شام کو کاؤتس لیدیا ایوانوونا نے انہیں چین کا سفر کر دیا۔ والے ایک مشہور سیاح کا کتابچہ بھیجا تھا جو پریس برگ میں تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی کہ گلسینی الکساندر روویچ ان سیاح سے مل لیں جو مختلف پہلوؤں سے بہت ہی دلچسپ اور ضروری آدمی تھے۔ گلسینی الکساندر روویچ شام کو اس کتابچے کو پورا نہ پڑھا پائے تھے اور صبح کو اسے انہوں نے ختم کیا۔ اس کے بعد درخواستیں لے کر آنے والوں کا سلسلہ شروع ہوا، پورے گھنٹوں میں ملاقاتیں، تقرارات، فریاضائیاں، اعلانات، پشن اور اجرتوں کی تفصیلات، خط و کتابت۔ وہ روزمرہ کا کام بھی کیا کہ گلسینی الکساندر روویچ اس سب کو کہتے تھے جو

اتنا زیادہ وقت لے لیتا تھا۔ اس کے بعد ذاتی کام تھے، ان کے ڈاکٹر انہیں دیکھنے آئے اور ان کا ٹیپ آیا جو ان کی جائیداد کا انتظام کرتا تھا۔ فیصلے تو زیادہ وقت نہیں لیا۔ اس نے بس اے گلسینی الکساندر روویچ کو ضروری رقم دی اور مختلف امور کے سلسلے میں مختصر پورٹ دی، امور کچھ اچھی حالت میں نہ تھے اس لئے کہ اتفاق ایسا تھا کہ اس سال متعدد بار سفر کرنے کی وجہ سے خرچ زیادہ ہو گیا تھا اور شمارہ تھا۔ لیکن ڈاکٹر نے جو پریس برگ کے مشہور ڈاکٹر تھے اور گلسینی الکساندر روویچ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے، بہت وقت لیا۔ گلسینی الکساندر روویچ تو آج ان کا انتظار بھی نہیں کر رہے تھے اور ان کے آجانے پر انہیں تعجب ہوا، اس لئے اور بھی زیادہ کہ ڈاکٹر نے گلسینی الکساندر روویچ سے ان کی حالت کے بارے میں بہت تفصیل کے ساتھ سوالات کئے،

آلہ کران کے سینے کا معائنہ کیا اور ان کے جگر کو دیکھا اور بچا کر دیکھا۔ گلسینی الکساندر روویچ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کی دوست لیدیا ایوانوونا نے یہ دیکھ کر کہ اس سال گلسینی الکساندر روویچ کی صحت زیادہ اچھی نہیں ہے ڈاکٹر سے کہا تھا کہ وہ جا کر ان کا معائنہ کریں۔ ڈاکٹر سے کاؤتس لیدیا ایوانوونا نے کہا تھا کہ ”میری خاطر سے یہ کر دیجئے۔“

”کاؤتس! میں یہ روس کی خاطر کروں گا“ ڈاکٹر نے جواب دیا تھا۔

”بے باغض ہے!“ کاؤتس لیدیا ایوانوونا نے کہا تھا۔

ڈاکٹر کو گلسینی الکساندر روویچ کی طرف سے سخت بے اطمینانی ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ جگر بہت بڑھا ہوا ہے، غذا کم ہو گئی ہے اور چشموں پر جانے کا کوئی قاعدہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے تجویز کیا کہ جسمانی ورزش جتنا زیادہ ممکن ہو کریں اور وہی تازہ کوہیتا ممکن ہو کم کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تشویش اور رنج کسی طرح کا نہ ہو یعنی وہی نہ کریں جو نہ کرنا گلسینی الکساندر روویچ کے لئے اتنا ہی ناممکن تھا جتنا کہ سانس نہ لینا۔ اور ڈاکٹر گلسینی الکساندر روویچ کو اس ناخوشگوار علم کے ساتھ چھوڑ گئے کہ کچھ گزیدہ ہے اور اسے ٹھیک کرنا ناممکن ہے۔

گلسینی الکساندر روویچ کے پاس سے نکل کر جسمانی ہی میں ڈاکٹر کی ملاقات گلسینی الکساندر روویچ کے سیکرٹری سیلودین سے ہو گئی تھی، ڈاکٹر اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے کہ یونیورسٹی میں دونوں ساتھ تھے اور حالانکہ ملتے تو کم تھے لیکن ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور اچھے دوست تھے۔ چنانچہ مریض کے بارے میں ڈاکٹر موصوف اپنی رائے کسی کو اتنا صاف صاف نہ بتا سکتے تھے جتنا کہ سیلودین کو۔

”میں کیا تاؤں مجھے کتنی خوشی ہے کہ آپ نے انہیں دیکھ لیا“ سیلودین نے کہا۔ ”وہ ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے لگتا ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟“

”خیال یہ ہے کہ“ ڈاکٹر نے سیلودین کے سر کے اوپر سے اپنے کوچہ ان کو گاڑی لانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ”یہ کہ“ ڈاکٹر نے اپنے نرم چہرے کے دستانے کی ایک انگلی ہاتھ میں لے کر چڑھاتے ہوئے کہا ”کسی ساز کے تار کو کسے بغیر توڑنے کی کوشش کیجئے تو پتہ چلے گا کہ یہ بہت مشکل ہے۔ لیکن اسے جس حد تک ممکن ہو کس دھچکے اور کھینچے ہوئے تار پر بس انگلی کا بوجھ ڈالو اور وہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اپنی تندرستی اور کام سے ذرا دارانہ لگن کی وجہ سے ان کے اعصاب حد درجہ سخت ہوئے ہیں۔ اور کچھ خارجی دباؤ بھی پڑ رہا ہے، بہت زیادہ دباؤ“ ڈاکٹر نے معنی خیز انداز میں بھوین چڑھاتے ہوئے اپنی بات ختم کی۔ ”آج دوڑیں آئیے گا؟“ اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اضافہ کیا۔ ”ہاں، ہاں، ظاہر ہے کہ وقت تو بہت لگتا ہے“ ڈاکٹر نے سیلودین کی کسی بات کے جواب میں کہا جو انہوں نے ٹھیک سے نہ سنی تھی۔

ڈاکٹر کے بعد جس نے اتنا زیادہ وقت لے لیا تھا، وہ مشہور سیاح آگئے اور گلسینی الکساندر روویچ نے جو کتابچہ پڑھا تھا اس کو اور اس موضوع پر اپنے پہلے کے علم کو استعمال کر کے سیاح کو اس موضوع پر اپنے علم کی گہرائی اور روشن خیال زاویہ فکری وسعت سے حیرت میں ڈال دیا۔

سیاح کے آنے کے ساتھ ہی ساتھ کسی صوبہ کے مارشل آف دی نو بیلیٹی (32) کے آنے کی اطلاع بھی دی گئی تھی جو ان دنوں پریس برگ آئے ہوئے تھے اور ان سے باتیں کرنا ضروری تھا۔ ان کے جانے کے بعد سیکرٹری کے ساتھ روزمرہ کے کاموں کو ختم کرنا تھا اور ایک اور اہم شخصیت کے پاس ایک بہت اہم اور ضروری کام سے جانا تھا۔ گلسینی الکساندر روویچ بس پانچ ہی بجے واپس آئے جو ان کے کھانے کا وقت تھا اور



کہاں کہ میرے دوستوں میں سے کسی نے اسے سمجھا ہو گا۔ اتنی جیش قیامت ہے میری صحت۔  
”اچھا اچھا تو اس نے کیا کہا؟“

انہوں نے شوہر سے ان کی صحت اور مصروفیتوں کے بارے میں پوچھا، انہیں سمجھایا کہ آرام کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ وہ ان کے پاس رہنے آجائیں۔

یہ سب انہوں نے بہت خوش خوش، بڑی جلدی جلدی اور آنکھوں میں ایک خاص چمک کے ساتھ کہا۔ لیکن اس وقت الکساندر روڈج نے ان کے اس سب سے کوئی بھی اہمیت نہیں دی۔ انہوں نے اپنی بیوی کے الفاظ سننے اور انہیں اسی براہ راست مفہوم میں سمجھا جس کے وہ حامل تھے۔ اور جواب انہوں نے سادگی سے دینے حالانکہ انداز ان کا مذاقہ ہی تھا۔ اس ساری بات چیت میں کوئی خاص چیز نہ تھی لیکن بعد کو آتنا بھی اس مختصرے منظر کو شرم کے اذیت ناک درد کے بغیر نہیں یاد کر سکیں۔

سرو ڈا آئیما اپنی کورس کے پیچھے پیچھے۔ اگر الکساندر روڈج نے توجہ سے دیکھنے کی زحمت کی ہوتی تو انہوں نے اس شرمیلی ہوئی اور کھوئی کھوئی نظر کو ضرور دیکھ لیا ہو تا جو سرو ڈا نے باپ پر اور پھر ماں پر ڈالی تھی۔ لیکن وہ کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور انہوں نے دیکھا بھی نہیں۔

”ارے واہ تو جو ان اکتا ہوا ہو گیا ہے۔ واقعی یہ تو پورا مرد ہو گیا ہے۔ سلام تو جو ان۔“

اور انہوں نے سسے ہوئے سرو ڈا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

سرو ڈا باپ کے ساتھ اپنے تعلقات میں پہلے بھی شرمیلا تھا اور جب سے الکساندر روڈج اسے لہو جان کہنے لگے تھے اور جب سے اس کے سر میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ دو دشمن دوست ہے یا دشمن؟ تب سے وہ باپ سے اور بھی دور ہو گیا تھا۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا جیسے وہ اور مدافعت کی درخواست کر رہا ہو۔ اسے بس ماں ہی کے ساتھ اچھا لگتا تھا۔ اس عرصے میں الکساندر روڈج بننے کے کدھے پر ہاتھ رکھ کر گورلس سے باتیں کرنے لگے اور سرو ڈا اتنی اذیت اور اٹ پنا پن محسوس کر رہا تھا کہ آتنا نے دیکھا کہ وہ بس اب رو پڑے گا۔

آتنا کا چہرہ اس وقت ذرا لگائی ہو گیا تھا جب بیٹا اندر آیا تھا۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ وہ اٹ پنا محسوس کر رہا ہے تو جلدی سے انہیں ”بیٹے کے کدھے پر سے“ الکساندر روڈج کا ہاتھ اٹھایا اور اسے لے کر کمرے میں پہلی گئیں۔ پر فوراً ہی واپس آ گئیں۔

”لیکن چلے کا وقت تو ہو گیا“ انہوں نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آخر نیٹھی ابھی تک کیوں نہیں آئیں!“

”ہاں تو؟“ الکساندر روڈج نے کہا اور کدھے ہو کر انہوں نے اپنی انگلیاں پھنسا کر پٹکا نہیں۔ ”میں اس لئے بھی آیا تھا کہ جس میں رقم دے دوں اس لئے کہ بلیں تھیں کمانوں پر تو جیتیں نہیں“ انہوں نے کہا۔ ”میرے خیال میں تمہیں ضرورت ہوگی۔“

”نہیں گھوٹی ضرورت نہیں... ہاں، ضرورت ہے“ انہوں نے شوہر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ان کا چہرہ ہی نہیں سر کی جلد تک سرخ ہو گئی۔ ”تو میرے خیال میں دوڑ کے بعد تمہیں آ جانا۔“

”ہاں ہاں!“ الکساندر روڈج نے جواب دیا۔ ”اور یہ آگئیں بیڑ حروف کی حینہ، پر نس تویر سکایا“ انہوں نے اندر آتی ہوئی انگریزی وضع کی چھوٹی لیکن بہت اونچی گاڑی کو کھڑی میں سے دیکھ کر اضافہ

بیکر ٹری کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے انہیں مدعو کیا کہ وہ ان کے ساتھ مضافاتی پگھلے پر اور وہاں سے دوڑیں چلیں۔

الکساندر روڈج اس بات کو خود بھی حلیم تو نہیں کرتے تھے لیکن آج کل وہ ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے کہ جب وہ اپنی بیوی سے ملیں تو کوئی تیسرا شخص بھی موجود ہو۔

## 27

آتنا اوپر کی منزل پر آہنے کے سامنے کھڑی آٹھ ٹکائی مدد سے اپنے لباس پر آخری فیہ لگا رہی تھیں کہ انہیں صدر دروازے کے پاس بجری پر پیوں کی آواز سنائی دی۔

”نیٹھی کے لئے تو ابھی بہت جلدی ہے“ انہوں نے سوچا اور کھڑکی سے جھانک کر انہوں نے دیکھی اور اس میں سے اوپر نکلی ہوئی کالی بیٹ اور الکساندر روڈج کے اس قدر جانے پہچانے ہوئے کان دیکھے۔ ”کس قدر نا وقت ہے! کیا رات کو بھی نہیں رہیں گے؟“ انہوں نے سوچا۔ اور اس کا جو نتیجہ ہو سکتا تھا وہ انہیں اتنا خوفناک اور بھانک لگا کہ وہ ذرا بھی سوچے بغیر خوش اور دیکھتے ہوئے چہرے کے ساتھ ان سے ملنے کے لئے چلی گئیں اور اپنے اندر جانے پہچانے محبت کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے خود کو ان کے حوالے کر دیا اور باتیں کرنی شروع کر دیں، خود بھی یہ جانے بغیر کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

”ارے کتنا اچھا ہو گیا جو آگئے!“ انہوں نے شوہر کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور بیکر ٹری سیلو دین کی طرف مسکراتے ہوئے کہا۔ ”رات کو رہو گے نہ؟“ وہ پہلے الفاظ تھے جو ان کی پر فریب روح نے کہے۔ ”اور ابھی ہم ساتھ چلیں گے۔ بس افسوس یہ ہے کہ میں نیٹھی سے وعدہ کر چکی ہوں۔ وہ مجھے لینے آئیں گی۔“

”نہیں نہیں، میں ہمیشہ ساتھ رہنے والوں کو ہرگز الگ الگ نہیں کروں گا“ انہوں نے اپنے عادی مذاقہ لیے میں کہا ”میں اور میٹائل و اسلیٹیج جائیں گے۔ مجھے تو ڈاکٹروں نے بھی پیدل چلنے کو کہا ہے۔ کچھ راستہ پیدل چل کر جاؤں گا اور تصور کروں گا کہ میں چشموں پر ہوں۔“

”تو جلدی کیا ہے؟“ آتنا نے کہا۔ ”چائے پیو گے؟“ انہوں نے گھنٹی بجنا کر غصہ مٹا کر پوچھا۔ ”چائے لائیے اور سرو ڈا سے کہہ دیجئے کہ الکساندر روڈج آئے ہیں۔ ہاں تو تمہاری صحت کیسی ہے؟ میٹائل و اسلیٹیج، آپ میرے ہاں پہلے نہیں آئے، دیکھئے ذرا ہماری بالنگی پر کتنا اچھا ہے۔“ وہ کبھی ایک سے مخاطب ہوتی تھیں اور کبھی دوسرے سے۔

وہ بڑی سادگی سے اور فطری انداز میں باتیں کر رہی تھیں لیکن بہت زیادہ اور بہت جلدی جلدی بول رہی تھیں۔ انہوں نے خود اس بات کو محسوس کیا اس لئے اور بھی کہ میٹائل و اسلیٹیج انہیں تجسس کی جس نظر سے دیکھ رہے تھے اس سے انہوں نے سمجھا کہ وہ جیسے ان کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔

میٹائل و اسلیٹیج فوراً ہی برآمدے میں چلے گئے۔ وہ شوہر کے پاس بیٹھ گئیں۔

”دیکھئے میں تو تمہاری طبیعت بہت اچھی نہیں لگ رہی ہے“ انہوں نے کہا۔

”ہاں“ وہ بولے ”آج ڈاکٹر میرے پاس آیا تھا اور اس نے میرا ایک گھنٹے کا وقت لے لیا۔ میں محسوس



کے پاس ایک ایڈجسٹ جنرل کھڑے تھے جن کا لکسٹی الکساندر روج احرام کرتے تھے اور جو اپنی ذہانت اور تعلیم و تہذیب کے لئے بہت مشہور تھے۔ لکسٹی الکساندر روج نے ان سے کچھ باتیں کیں۔

دو دو ٹوں کے بیچ میں کچھ وقفہ تھا اس لئے بات چیت میں کوئی چیز خلل نہیں ہوئی۔ ایڈجسٹ جنرل دو ٹوں پر تپندہ بیگی ظاہر کر رہے تھے۔ لکسٹی الکساندر روج نے اعتراض کیا اور دو ٹوں کی مداخلت کی۔ آنا ان کی سہیل اور ہمارا آواز سن رہی تھیں، ایک ایک لفظ کی طرف دھیان دے رہی تھیں اور ان کا ہر لفظ انہیں جموٹا لگ رہا تھا اور ان کے کانوں کو بے حد گراں گزر رہا تھا۔

جب چار دورست والی اسٹیل چیز دوڑ شروع ہوئی تو وہ ذرا آگے کو جبکہ آئیں اور مسلسل ٹھنکی بانڈھے دروہکی کو گھوڑی کے پاس جاتے ہوئے اور زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھتی رہیں، اور اس کے ساتھ ہی وہ شوہر کی تافر انگیز مسلسل آواز بھی سنتی رہیں۔ وہ دروہکی کے لئے بہت ڈر رہی تھیں اور اس سے انہیں اذیت ہو رہی تھی لیکن اس سے بڑی اذیت ان کو اپنے شوہر کے جانے پہچانے لہجے اور سہیل آواز سے ہو رہی تھی جو انہیں لگ رہا تھا کہ کبھی بند ہی نہ ہوگی۔

”میں بری عورت ہوں“ میں تپا ہو چکی ہوں“ وہ سوچ رہی تھیں ”لیکن جموٹ بولنا مجھے پسند نہیں ہے اور جموٹ میں میں برداشت کر سکتی مگر ان کی (شوہر کی) تو فضا ایسی جموٹ ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتے ہیں سب کچھ جانتے ہیں، لیکن جب اسے سکون کے ساتھ بات کر سکتے ہیں تو محسوس کیا کرتے ہوں؟ اگر وہ مجھے مار ڈالے، دروہکی کو قتل کر دیتے تو میں ان کا احرام کرتی۔ لیکن میں ”ان کو بس جموٹ اور وضع داری کی ضرورت ہے“ آنا نے اپنے آپ سے کہا۔ وہ اس کے بارے میں بالکل سوچ رہی تھیں کہ وہ شوہر سے چاہتی کیا تھیں اور کیا چاہتی تھیں کہ وہ کیسے ہوں۔ وہ اس بات کو بھی نہیں سمجھ رہی تھیں کہ لکسٹی الکساندر روج کی یہ ظاہری اور خاص قسم کی خوش گفتاری جس سے انہیں اس قدر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی محض ان کی اندرونی تشویش اور پریشانی کا اظہار تھی۔ جیسے بچے کو چوٹ لگ جاتی ہے تو وہ اچک اچک کر اپنے عضلات کو حرکت میں لاتا ہے تاکہ درد کو دبائے، اسی طرح لکسٹی الکساندر روج کے لئے ذہنی حرکت ضروری تھی تاکہ بیوی کے بارے میں ان خیالات کو دبائے رہیں جو ان کی موجودگی میں اور دروہکی کی موجودگی میں اور اس کے نام کے بار بار دہرائے جاتے رہنے کی وجہ سے اپنی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ اور جیسے بچے کے لئے اپنا تندرستی بات ہوتی ہے اسی طرح لکسٹی الکساندر روج کے لئے اچھی طرح اور سمجھ داری سے باتیں کرنا تندرستی چیز تھی۔ وہ کہہ رہے تھے:

”فوج کے اور سوار فوج کے لئے دو ٹوں میں خطرہ ہونا دوڑ کی ضروری شرط ہے۔ اگر انگلستان تاریخ میں سوار فوج کے انتہائی نامیہ کارناموں کی مثالیں پیش کر سکتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نے اپنے ہاں چانوروں اور لوگوں کی اس قوت کو تاریخی اعتبار سے ترقی دی ہے۔ اسپورٹ میری رائے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ہم ہمیشہ کی طرح بالکل سلی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔“

”سلی نہیں“ پرس تو سرسکایا ”کہا“ کہتے ہیں کہ ایک افسر کی دو پٹیاں ٹوٹ گئیں۔“

لکسٹی الکساندر روج اپنی مخصوص مسکراہٹ مسکرائے جس میں بس دانت کھلتے تھے ”اس سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔“

”میں تسلیم کرتا ہوں پرس کہ یہ سلی نہیں بلکہ اندرونی معاملہ ہے۔ لیکن بات یہ نہیں ہے“ اور وہ پھر

کیا۔ ”کیا خوش و غمی ہے ادکشا اتواب ہم بھی چلیں۔“

پرس تو سرسکایا گاڑی میں سے اتریں نہیں۔ صرف ان کا ہڈھنگار ممد ہو جاتا ”لبادہ اور سیاہ بیٹ پٹے ہوئے گاڑی پر سے صدر دروازے کے پاس کو پڑا۔“

”تو میں جاری ہوں“ الوداع“ آنا نے کہا اور بیٹے کو پیار کر کے لکسٹی الکساندر روج کے پاس آئیں اور ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ”تم بہت اچھے ہو جو آگئے۔“

لکسٹی الکساندر روج نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

”اچھا تو پھر چلیں گے۔ تم چائے پینے کے لئے آجانا، بہت اچھا رہے گا!“ آنا نے کہا اور چلی گئیں، دیکتی ہوئی اور خوش و غرم۔ لیکن جیسے ہی شوہر ان کی آنکھ سے اوچھلے ہوئے دیسے انہوں نے اپنے ہاتھ پر اس جگہ کو محسوس کیا جسے ان کے ہونٹوں نے چھوا تھا اور کراہت سے کانپ اٹھیں۔

28

جب لکسٹی الکساندر روج ریس کورس میں پہنچے تو آنا بیٹی کے ساتھ پولیس میں بیٹھ چکی تھیں، اسی پولیس میں جہاں پوری اعلیٰ سوسائٹی جمع تھی۔ انہوں نے اپنے شوہر کو آتے ہوئے دوری سے دیکھ لیا تھا۔ دو لوگ ”شوہر اور عاشق“ ان کی زندگی کے دو مرکز تھے اور ان کی قربت کو وہ ظاہری حواس کے بغیر ہی محسوس کر لیتی تھی۔ جب وہ بہت دور تھے جمعی انہوں نے شوہر کے قریب تر آنے کو محسوس کر لیا تھا اور غیر ارادی طور پر انہیں بھیرکی ان لمہوں میں دیکھتی رہی تھیں جن کے بیچ میں وہ چل رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ کیسے وہ پولیس کے پاس پہنچ رہے تھے۔ کبھی شان بے نیازی سے کسی کی خوشامد اندہ تقسیم کا جواب دیتے ہوئے، کبھی کھوئے کھوئے سے محمد ستانہ انداز میں برآمدالوں سے صاحب سلامت کرتے ہوئے اور کبھی اس دنیا کے صاحبان ثروت و جاہ کی نظریں آنے کی کوشش کرتے ہوئے اور اپنی گول بیٹ کو اٹھاتے ہوئے جو ان کے کانوں کے سروں کو دبائے رہتی تھی۔ وہ ان سب طور طریقوں کو چاہتی تھیں اور سب ان کے لئے کراہت انگیز تھے۔ ”بس چاہ پندی“ صرف کامیاب ہونے کی خواہش۔ بس یہی ہے ان کے دل میں ”وہ سوچ رہی تھیں ”اور بلند آدرش تہذیب و تمدن سے محبت مذہب“ یہ سب صرف ہتھیار ہیں تاکہ کامیاب ہوں۔“

لکسٹی الکساندر روج نے جس طرح عورتوں کے پولیس پر نظر ڈالی (وہ بالکل سیدھے آنا ہی کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن انہوں نے ملل، ٹیول، فیتوں، بالوں اور ہتھکڑیوں کے سمندر میں بیوی کو پہچانا نہیں) اس سے آنا سمجھ گھٹیں کہ وہ انہیں کو تلاش کر رہے ہیں لیکن انہوں نے جان بوجھ کر شوہر کی طرف دھیان نہیں دیا۔

”لکسٹی الکساندر روج!“ پرس بیٹی نے پکار کر ان سے کہا ”آپ غالباً اپنی بیوی کو نہیں دیکھ رہے ہیں یہ ہیں وہ!“

وہ اپنی سرسکراہٹ سے مسکرائے۔

”ہاں تو اتنی چمک دک ہے کہ آنکھیں چکا چوند ہو گئیں“ انہوں نے کہا اور پولیس میں آگئے۔ وہ بیوی کی طرف دیکھ کر مسکرائے جیسے کہ شوہر کو بیوی سے ملنے پر مسکراتا چاہتے ہیں جن سے ابھی ابھی وہ مل چکے تھے۔ پھر انہوں نے پرس اور دوسرے واقف کاروں سے صاحب سلامت کی ”ہر ایک سے اس طرح پیش آتے ہوئے جس طرح کرنا چاہئے تھا یعنی خواتین سے مذاق کرتے ہوئے اور مردوں کو تعظیم سے نوازتے ہوئے۔ نیچے پولیس



جنرل سے مخاطب ہو گئے جس سے وہ سنجیدگی سے بات کر رہے تھے۔ "یہ نہ بھولنے کہ دوڑ میں فنی لوگ چلے رہے ہیں جنہوں نے اس سرگرمی کا استحباب کیا ہے اور آپ کو ماننا پڑے گا کہ ہرچیز میں اس کے خفیہ کا دو سراغ بھی ہوتا ہے۔ اس کا براہ راست تعلق فنی کی ذمہ داری سے ہے۔ نقد انعام کے لئے کے بازی کا اپنی ترقیاء دروں کا بیودہ اسپورٹ جنگی پن ہے لیکن مہارتوں کو بڑھانے والا اسپورٹ ارتقا کی علامت ہے۔"

"میں میں تو دوسری بار نہیں آؤں گی مجھے تو اس سے بہت گھبراہٹ ہوتی ہے پر نس بیٹی نے کہا۔

"نہیک ہے نہ آنا؟"

"گھبراہٹ تو ہوتی ہے لیکن اس کی طرف سے دھیان ہٹانا بھی ممکن نہیں۔" دوسری خاتون نے کہا۔ "میں اگر روم والی ہوتی تو ایک بھی سرکس نہ چھوڑتی۔"

آنا کچھ نہیں بولیں اور دو رہیں ہٹائے بغیر ایک ہی جگہ پر دیکھتی رہیں۔

بات چیت کے دوران میں اسی وقت ایک لمبے قد کے جنرل وہاں سے گزرے۔ باتوں کا سلسلہ روک کر

الکسانڈر روڈیج جلدی سے لیکن وقار کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور پاس گزرتے ہوئے جنرل کو جبک کر

تعمیم بجالا۔

"آپ نہیں دوڑ رہے ہیں؟" جنرل نے مذاق کیا۔

"میری دوڑ زیادہ مشکل ہے" الکسانڈر روڈیج نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

اور حالانکہ اس جواب کے کوئی خاص معنی تھے لیکن جنرل نے ایسا ناگہر کیا جیسے ان سے ایک ذہن آدمی

نے بڑی ذہانت کی بات کہی ہو اور وہ اس لا پلاؤ آنت دی لا ساس (33) کو پوری طرح سمجھتے ہیں۔

"دو فرق ہیں" الکسانڈر روڈیج نے بیٹھے ہوئے اپنی بات جاری رکھی "شرکت کرنے والے اور

ناظرین اور اس تماشے سے لگاؤ ناظرین کے کنٹرول کی جتنی علامت ہے میں مانتا ہوں، لیکن۔"

"پر نس آئے شرط لگائیں" نیچے سے استیپان ارکاڈوچکی آواز سنائی دی جو پر نس بیٹی سے مخاطب

تھے۔ "آپ کس کی طرف داری کر رہی ہیں؟"

"میں اور آنا تو پر نس کو زونلیف کی طرف ہیں" بیٹی نے جواب دیا۔

"میں وروڈیج کی طرف ہوں۔ ایک جوڑی دستا ہے۔"

"طے رہی؟"

"لیکن کتنا خوبصورت لگتا ہے، ہے نہ؟"

الکسانڈر روڈیج کے پاس جب تک یہ لوگ باتیں کرتے رہے تب تک وہ چپ رہے لیکن فوراً ہی

انہوں نے پھر بولنا شروع کر دیا۔

"میں مانتا ہوں مگر مردانہ کھیل۔۔۔" انہوں نے بات کا سلسلہ چھیڑا ہی تھا۔

لیکن اسی وقت دوڑنے والے روانہ ہو گئے اور سارے لوگوں نے بات چیت بند کر دی۔ الکسانڈر روڈیج بھی چپ ہو گئے اور سارے لوگ اٹھ اٹھ کر ندی کی طرف دیکھنے لگے۔ الکسانڈر روڈیج کو

دوڑ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے وہ دوڑنے والوں کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی جھکی جھکی آنکھوں سے ناظرین کا جائزہ لیتا شروع کر دیا۔ ان کی نگاہیں آنا پر تک گئیں۔

آنا کا چہرہ سفید اور سر تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ بھی اور کسی کو بھی نہیں دیکھ رہی تھیں سوائے ایک کے۔ ان کا ہاتھ کٹنگ کی سی حالت میں کچے کو دبوچے ہوئے تھا اور وہ دم سادھے ہوئے تھیں۔ الکسانڈر روڈیج نے انہیں دیکھا اور جلدی سے منہ موڑ کر دوسرے لوگوں کو دیکھنے لگے۔

انہوں نے اپنے دل میں کہا "اب یہ خاتون اور دوسرے لوگ بھی بڑے بیجان میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے۔" وہ آنا کی طرف دیکھنا نہیں چاہتے تھے لیکن ان کی نگاہیں غیر ارادی طور پر انہیں کی طرف کھینچ جاتی تھیں۔ انہوں نے پھر اس چہرے کو دیکھا اور کوشش کی کہ اس چیز کو نہ پڑھیں جو اس پر اتنی صاف صاف لکھی تھی۔ اور اپنی مرضی کے خلاف اس پر انہوں نے وہی پڑھ لیا جو وہ نہ جانتا چاہتے تھے۔

سب سے پہلے کو زونلیف ندی پر گئے تو سارے لوگ پریشان ہو گئے لیکن الکسانڈر روڈیج نے آنا کے سنے ہوئے فتح مندانہ چہرے پر صاف دیکھا کہ جسے وہ دیکھ رہی تھیں وہ نہیں گرا تھا۔ جب تختیں اور وروڈیج بڑی روک پار کر گئے اور اس کے بعد ایک اور افراد ہیں پر سر کے بل گرا اور سخت چوٹ کھا کر مر گیا تو

سارے لوگوں پر ہراس طاری ہو گیا لیکن الکسانڈر روڈیج نے دیکھا کہ آنا نے اس کی طرف دھیان تک نہیں دیا اور بڑی مشکل سے سمجھیں کہ ان کے ارد گرد بات کس چیز کے بارے میں ہو رہی ہے۔ الکسانڈر روڈیج بار بار ان کی طرف زیادہ گھور گھور کر دیکھتے رہے۔ آنا نے جو وروڈیج کو دوڑتے ہوئے دیکھتے

رہنے میں بالکل سوچا تھا کہ اپنے شوہر کی سرور نظروں کو محسوس کیا جو پلو سے انہیں پر لگی ہوئی تھیں۔

انہوں نے ایک لمبے لمبے لئے ادھر مڑ کر سوائے نظروں سے شوہر کو دیکھا اور ذرا سا بیویں سیڑھی پر بھرتہ

موڑ لیا۔

"اونہ، میرے لئے سب برابر ہے" جیسے انہوں نے شوہر سے کہا اور اس کے بعد پھر ایک بار بھی ان کی

طرف نہیں دیکھا۔

"دوڑ کی ساعت ابھی نہیں تھی۔ سترہ لوگوں میں آدھے سے زیادہ لوگ گرے اور انہیں چوٹیں آئیں۔

دوڑ کے ختم ہوتے ہوتے سارے لوگ بیجان میں تھے جو اس وجہ سے اور بھی بڑھ گیا کہ اعلیٰ حضرت بھی ناخوش

تھے۔

سارے لوگ اپنی ٹاپنڈی کی کا اٹھارہ بلند آواز میں کر رہے تھے سارے لوگ ایک فخر وہ ہر رہے تھے

جو کسی شخص نے کہا تھا "بس اب شیروں کے سرکس کی کسر وہ گئی ہے" اور ہر شخص پر ہراس طاری تھا "چنانچہ

جب وروڈیج گرا اور آنا نے بڑے زور سے آہ بھری تو اس میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد

آنا کے چہرے پر ایسی تبدیلی آئی جو وضع داری کے قطعی خلاف تھی۔ وہ بالکل ہی بدحواس ہو گئیں۔ وہ شکار ہو

جانے والی چیز کی طرح تڑپنے لگیں، بھی کڑی ہو نا اور کہیں جانا چاہتیں، بھی بیٹی سے مخاطب ہو تیں۔

"چلو چلیں، چلو چلیں" وہ کہہ رہی تھیں۔

لیکن بیٹی نے ان کی بات نہیں سنی۔ وہ نیچے کو جھکی ہوئی ایک جنرل سے بات کر رہی تھیں جو ان کے

پاس آیا تھا۔

الکسانڈر روڈیج اٹھ کر آنا کے پاس آگئے اور بڑے اخلاق کے ساتھ اپنا بازو ان کی طرف کیا کہ وہ



اس کا سارا لے کر چلیں۔  
 "اگر آپ چاہیں تو چلیں" انہوں نے فراہمی میں کہا۔ لیکن آنا اس طرف کان لگائے ہوئے تھیں کہ  
 جزل کیا کہہ رہا ہے اور انہوں نے شوہر کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

"کتنے ہیں کہ ان کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی" جزل نے کہا۔ "یہ سب مجھ سے باہر ہے۔"  
 آنا نے شوہر کی بات کا جواب دینے بغیر دوڑ بن گئی اور اس جگہ کو دیکھا جہاں درویشی مگر تھا۔ لیکن وہ  
 جگہ اتنی دور تھی اور وہاں اتنے زیادہ لوگوں کی بھیڑ تھی کہ کچھ بھی بھائی نہ دیتا تھا۔ انہوں نے دوڑیں بچے کر لی  
 اور جانا چاہا لیکن اسی وقت ایک افسر کو ڈاؤن ڈاؤن ہوا آیا اور اس نے اعلیٰ حضرت کو رپورٹ دی۔ آنا اس کی  
 بات سننے کے لئے آگے کو جبک گئیں۔

"اسٹیو! اسٹیو!" انہوں نے بھائی کو پکارا۔  
 لیکن بھائی نے ان کی آواز نہیں سنی۔ انہوں نے پھر چاہا کہ چلی جائیں۔  
 "میں ایک بار پھر آپ کے لئے اپنا بازو پیش کرتا ہوں" اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو "کسی افسر روڈیج  
 نے ان کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

وہ تنفر کے ساتھ شوہر سے پرے ہٹ گئیں اور ان کی طرف دیکھے بغیر انہوں نے جواب دیا:  
 "نہیں نہیں، مجھے چھوڑ دیجئے، میں ٹھہروں گی۔"  
 اب انہوں نے دیکھا کہ درویشی کے کرنے کی جگہ سے ایک افسر ریس کورس کے حلقے میں ہو کر دوڑتا ہوا  
 پولیس کی طرف آ رہا تھا۔ بیٹی نے رد مال ہلا کر اسے اشارے سے بلایا۔  
 افسر نے خبر لایا کہ سوار کو چوٹ نہیں آئی لیکن گھوڑی کی کمر ٹوٹ گئی۔

یہ سن کر آنا جلدی سے بیٹھ گئیں اور اپنا منہ انہوں نے چمکے سے ڈھک لیا۔ کسی افسر روڈیج نے  
 دیکھا کہ وہ درویشی تھیں اور صرف اپنے آنسوؤں ہی کو نہیں بلکہ سکیوں کو بھی کسی طرح روک نہیں پاری  
 تھیں جن کی وجہ سے ان کا سینہ ابھرا ابھرا آتا تھا۔ کسی افسر روڈیج نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں  
 اپنی آڑ میں لے لیا اور انہیں خود کو سنبھالنے کا وقت دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے آنا سے مخاطب ہو کر کہا "تیری ہار میں آپ کے لئے اپنا بازو پیش کرتا  
 ہوں" آنا نے ان کی طرف دیکھا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں۔ پر نس بیٹی نے ان کی مدد کی۔  
 "نہیں! کسی افسر روڈیج میں آنکھ لگائی تھی اور میں نے انہیں لے جانے کا وعدہ کیا تھا" بیٹی چچ  
 میں بول پڑیں۔

"صاف سمجھنے کا پر نس! کسی افسر روڈیج نے اخلاق سے مسکراتے ہوئے لیکن نظریں گڑو کر  
 انہیں دیکھتے ہوئے کہا "مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ آنا کی طبیعت ناساز ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ  
 چلیں۔"

آنا نے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا "فرماں برداری کے ساتھ کھڑی ہو گئیں اور شوہر کا بازو پکڑ لیا۔  
 بیٹی نے آنا سے سرگوشی میں کہا "میں ان کے پاس کسی کو بھیج کر سب معلوم کر کے تمہیں کھلو ابھیجوں  
 گی۔"

پولیس سے نکلنے وقت کسی افسر روڈیج نے ملنے والوں سے پیشہ کی طرح باتیں کیں اور آنا کے

لئے بھی ضروری تھا کہ وہ بھی جواب دیں اور باتیں کریں لیکن وہ اپنے آپ میں نہیں تھیں اور شوہر کا بازو پکڑے  
 ہوئے وہ جیسے سوئے میں چل رہی تھیں۔

وہ سوچ رہی تھیں "چوٹ لگی کہ نہیں؟ کیا یہ سچ ہے؟ مگر آنا ممکن ہو گا کہ نہیں؟ آج ملاقات ہو گی کہ  
 نہیں؟"

وہ چپ چاپ کسی افسر روڈیج کی گاڑی میں بیٹھ گئیں اور چپ چاپ ہی گاڑیوں کی بھیڑ میں سے  
 نکل آئیں۔ کسی افسر روڈیج نے جو کچھ بھی دیکھا تھا اس سب کے باوجود اب بھی وہ اپنی بیوی کی اصل  
 حالت کے بارے میں سوچنے کو روانہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے صرف باہری علاقہ دیکھی تھیں۔ انہوں نے  
 دیکھا تھا کہ ان کی بیوی نے وضع داری کا خیال نہیں رکھا اور یہ ان کو بتا دینا ان کا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن ان کے  
 لئے صرف اتنا ہی کہنا اور زیادہ کچھ نہ کہنا بڑا مشکل تھا۔ انہوں نے منہ کھولا کہ آنا سے یہ کہہ دیں کہ انہوں نے  
 کتنی بد سلوکی بردتی ہے، لیکن غیر ارادی طور پر ان کے منہ سے بالکل ہی دوسری بات نکل گئی۔

"مگر تم سب میں اس بدمعاشانہ تماشے کے لئے کس قدر شوق پایا جاتا ہے" انہوں نے کہا۔ "میں دیکھ رہا  
 ہوں کہ۔۔۔"

"کیا؟ میں کبھی نہیں" آنا نے عمارت کے ساتھ کہا۔  
 کسی افسر روڈیج پر انمان گئے اور فوراً ہی انہوں نے وہ کہنا شروع کر دیا جو وہ کہنا چاہتے تھے۔  
 "میں آپ سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں" انہوں نے بات شروع کی۔  
 "شروع ہو گئی وضاحت اور مصفا" آنا نے سوچا اور انہیں بہت ڈر لگا۔  
 "میں آپ سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج آپ بہت بد سلوکی دکھائی" انہوں نے آنا سے  
 فراہمی میں کہا۔

"کس چیز میں بد سلوکی دکھائی میں نے؟" آنا نے زور سے کہا اور تجزی سے ان کی طرف منہ موڑ کر ان کی  
 آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا لیکن اب ان کے چہرے پر پہلے والی کسی بات کو چھپانے والی خرمی نہ تھی بلکہ  
 اس پر ایک باعزم تاثر تھا جس کے تحت انہوں نے بڑی مشکل سے اس خوف کو چھپایا تھا جو ان کو محسوس ہو رہا  
 تھا۔

"بھولنے مت!" کسی افسر روڈیج نے ان سے کوچہ ان کی پشت پر کھلی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے  
 ہوئے کہا۔

وہ ڈر سا اٹھے اور انہوں نے کھڑکی کے شیشے کو اٹھا دیا۔  
 "کون سی چیز آپ کو بد سلوکی لگی؟" آنا نے دہرایا۔  
 "وہ انتہائی نامساعدی تھی آپ ایک دوڑنے والے کے گردنے پر چھپانے لگیں۔"  
 انہوں نے انتظار کیا کہ آنا احتجاج کریں گی لیکن وہ چپ رہیں اور سامنے نکلی رہیں۔

"میں آپ سے پہلے ہی یہ گزارش کر چکا ہوں کہ معاشرے میں اپنے اوپر اتنا قابو رکھنے کے بد زبان لوگ  
 بھی آپ کے خلاف کچھ نہ کہہ سکیں۔ ایک وقت تھا جب میں نے اندرونی رشتوں کی بات کی تھی۔ اب میں ان  
 کا ذکر نہیں کرتا۔ اب میں ظاہری رشتوں کی بات کرتا ہوں۔ آپ نے بد سلوکی بردتی اور میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ  
 ایسا ہو۔"



آنانے ان کی آدمی ہات سنی نہیں۔ وہ ان سے خوف محسوس کر رہی تھیں اور یہ سوچ رہی تھیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ وہ دھوکا کھوٹ نہیں آئی۔ کیا یہ اسی کے بارے میں لوگ کہہ رہے تھے کہ سوار سچ و سلامت ہے البتہ گھوڑی کی کرفٹ مچی ہے؟ جب اگلی سنی الکساندر روویج اپنی ہات ختم کرچکے تو وہ بس بتا دی مذاق اڑانے کے انداز میں مسکرائیں اور جواب کچھ نہیں دیا اس لئے کہ انہوں نے وہ سنا ہی نہ تھا جو شوہر نے کہا تھا۔ اگلی سنی الکساندر روویج نے بڑی جسارت کے ساتھ ہات کرنا شروع کیا تھا لیکن جب صاف طور سے ان کی سمجھ میں آیا کہ وہ کس چیز کے بارے میں بات کر رہے ہیں تو ان پر بھی وہ خوف طاری ہو گیا جو آنا پر طاری تھا۔ انہوں نے آنا کی مسکراہٹ دیکھی اور ان کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔

”وہ میرے شک کرنے پر مسکرا رہی ہیں۔ ہاں“ ابھی وہ وہی کہیں گی جو انہوں نے اس بار کہا تھا کہ میرے شک کی کوئی بنیاد نہیں ہے مگر یہ محکمہ خیریات ہے۔“

اب جب ساری باتوں کا انکشاف ان کے اوپر ٹکا ہوا تھا تو انہیں کسی چیز کی ایسی خواہش نہ تھی جیسی اس بات کی کہ آنا پہلے ہی کی طرح انہیں مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیں کہ ان کا شک محکمہ خیر ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جو کچھ وہ جانتے تھے وہ اتنا خوفناک تھا کہ اب وہ ہر بات کا یقین کر لینے کو تیار تھے۔ لیکن آنا کے ڈرے ہوئے اور ٹھکنے چہرے کا تاثر اب دھوکا دینے کا بھی وعدہ نہیں کر رہا تھا۔

”ہو سکتا ہے میں غلطی کر رہا ہوں“ اگلی سنی الکساندر روویج نے کہا۔ ”اس صورت میں میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیجئے۔“

”نہیں آپ نے غلطی نہیں کی“ آنا نے انتہائی ناامیدی سے ان کے سر پر ہرے کو دیکھتے ہوئے دھیرے دھیرے کہا۔ ”آپ نے غلطی نہیں کی۔ میں انتہائی ناامید ہو گئی تھی اور نہ وہاں میرے بس میں نہیں تھا۔ میں باتیں آپ کی سن رہی ہوں لیکن سوچ ان کے بارے میں رہی ہوں میں ان سے محبت کرتی ہوں میں ان کی محبوب ہوں میں برداشت نہیں کر سکتی میں ڈرتی ہوں میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔ میرے ساتھ آپ کا جو جی چاہے سوئیجئے۔“

اور گاڑی کے کونے میں کھٹک کر وہ ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگیں۔ اگلی سنی الکساندر روویج ذرا ابھی بٹے ڈلے نہیں اور نہ انہوں نے اپنی سامنے کھنٹی ہوئی نگاہوں کی سمت میں کوئی تبدیلی کی۔ لیکن ان کے پورے چہرے پر مرنے کا سا مقدس سکوت طاری ہو گیا اور مضائقہ پانچ پچھلے میں کچنے تک سارے وقت بھی تاثر قائم رہا۔ گھر کے قریب پہنچ کر انہوں نے اسی تاثر کے ساتھ آنا کی طرف منہ کیا۔

”ٹھیک! لیکن میں اس وقت تک وضع داری کا لحاظ رکھنے کا مطالبہ کرتا ہوں“ ان کی آواز کا بچے مگر ”جب تک میں اپنی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری اقدامات نہ کر لوں اور آپ کو ان کے بارے میں مطلع نہ کر دوں۔“

وہ گاڑی سے پہلے اترے اور انہوں نے سارا دے کر آنا کو اتارا۔ نوکروں کے سامنے انہوں نے چپ چاپ آنا کا ہاتھ دیا گاڑی میں بیٹھے اور پیرس برگ چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد پیرس نیکی کا ہڈھکار آیا اور آنا کے لئے ایک رقعہ لایا:

”میں نے اگلی سنی کے پاس آدمی بھیجا تھا ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے“ انہوں نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ وہ ٹھیک اور صحیح سلامت ہیں لیکن بہت غی بدل ہیں۔“

”تو وہ آئیں گے!“ آنا نے سوچا۔ ”کتنا اچھا کیا میں نے جو انہیں سب کچھ بتا دیا۔“ انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ابھی تین گھنٹے اور باقی تھے اور پچھلی ملاقات کی تھیلیات کی یاد دے ان کے خون میں آگ سی لگا دی تھی۔

”اف میرے خدا ابھی تک کتنا اجالا ہے! بڑی خوفناک بات ہے لیکن مجھے ان کی صورت دیکھنا اچھا لگا ہے اور یہ حیرت انگیز اجالا ابھی اچھا لگتا ہے۔ شوہرا ہاں ہاں۔۔۔ خیر شکر ہے خدا کا کہ ان سے سارا تعلق ختم ہو گیا۔“

ان ساری جگہوں کی طرح جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں جرمنی میں چشموں کے اس چھوٹے مقام پر بھی جہاں شیریا تنکی خاندان کے لوگ آئے تھے معمول کے مطابق معاشرے کا چھوٹا سا پختہ نمونہ بن گیا تھا جس میں ان کے ہر رکن کے لئے معین اور ناقابل تخریب جگہ ملے ہو گئی تھی۔ جیسے پانی کی معین اور ناقابل تخریب مقدار لٹھ میں محمد عرف کی ڈلی کی معروف شکل اختیار کر گئی ہے بالکل ویسے ہی چشموں پر آنے والا ہر شخص اپنی جگہ پر رکھ دیا جاتا تھا۔

فئورسٹ شیریا تنکی زامت گیمان اونڈو تھیر (34) نے جو مکان کرائے پر لیا تھا اس کے اور اپنے خطاب کے اور اپنے واقف کاروں کے اعتبار سے فورای اپنی معین اور ملے شدہ جگہ پر بلوریں ٹھم کی طرح شکل پذیر ہو گئے۔

اس سال چشموں پر ایک اصلی جرمن فئورسٹین (35) آئی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے معاشرے کی یہ شکل پذیر ہوئی اور بھی پر زور طریقے سے ہوئی تھی۔ پیرس شیریا تنکی کی بڑی خواہش تھی کہ اپنی بیٹی کو جرمن پیرس کی خدمت میں پیش کریں اور کچنے کے دوسرے ہی دن انہوں نے یہ رسم پوری کر دی۔ کئی نے اپنے ”بہت ہی سادہ“ یعنی بہت ہی خوش وضع گرمیوں کے لباس میں جو پیرس سے آرڈر کر کے منگوایا گیا تھا بہت ہی جھک کر بڑے وقار کے ساتھ تقسیم کی۔ جرمن پیرس نے کہا ”مجھے امید ہے کہ اس خوبصورت سے ٹکڑے کے گلاب جلد ہی پھر کھل اٹھیں گے۔“ اور شیریا تنکی خاندان کے لئے فورای زندگی کے معین راستے پختہ طور پر ملے ہوئے جن سے ادھر ادھر ہونا ممکن تھا۔ شیریا تنکی خاندان ایک انگریزی لیڈی سے ”ایک جرمن کاؤتس اور ان کے بیٹے سے جو پچھلی لڑائی میں زخمی ہو گیا تھا“ ایک سویٹش سائنس دان سے اور ایم کیوٹ اور ان کی بہن سے متعارف ہوا۔ لیکن شیریا تنکی خاندان والوں کا خاص معاشرہ غیر ارادی طور پر ماسکو کی خواتین ماریا یوگینیٹا ریشیہ اور ان کی بیٹی جو کئی کو اس لئے نہیں پسند تھی کہ وہ بھی کئی ہی کی طرح محبت کی وجہ سے تیار پڑی تھی ”اور ماسکو کے ایک کرمل پر مشتمل تھا جس کو کئی نے بچپن سے پوری دردی میں دیکھا تھا اور اسی طرح انہیں جانتی تھی اور جو یہاں اپنی مکمل کردن اور پھولدار ٹائی میں اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سمیت غیر معمولی طور پر محکمہ خیر گتے تھے اور ان سے بڑی آکٹاہٹ ہوتی تھی اس لئے کہ ان سے پیچھا چھڑانا ممکن ہی نہ تھا۔ جب یہ سب کچھ اتنے پختہ طریقے سے ملے ہو گیا تو کئی کا جی بہت آگے آگے لگا اس لئے اور بھی کہ پیرس شیریا تنکی کا رلباڑا چلے گئے اور وہاں کے ساتھ اکیلی رہ گئی۔ جن لوگوں کو وہ جانتی تھی ان سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ ان سے اب کسی نئی چیز کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اب یہاں چشموں پر اس کی خاص



پسندیدہ دلچسپی تھی لوگوں کا مشاہدہ کرنا اور جنہیں نہ جانتی تھی ان کے بارے میں قیاس کرنا۔ کبھی کے کردار کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ لوگوں میں ہمیشہ سب سے اچھی اور خوبصورت چیزیں فرض کر لیتی تھی، خاص طور سے ان لوگوں میں جنہیں وہ نہ جانتی تھی۔ اور اب یہ سب قیاس کر پکنے کے بعد کہ کون کیا ہے، ان کے درمیان آپس میں کس طرح کے تعلقات ہیں اور وہ کس طرح کے لوگ ہیں، کبھی سب سے حیرت انگیز اور خوبصورت خصوصیتوں کا تصور کرتی اور اپنے مشاہدے میں اس کی تائید و تصدیق کرتی۔

ایسے لوگوں میں اس کی توجہ خاص طور سے ایک روسی لڑکی پر مرکوز ہو گئی جو ایک بیمار روسی خاتون کے ساتھ چشموں پر آئی تھی جنہیں سب لوگ مادام اشتال کہتے تھے۔ مادام اشتال کا تعلق اعلیٰ سوسائٹی سے تھا لیکن وہ اتنی بیمار تھیں کہ بھل پھرنے لگی تھیں اور بس جب کبھی بکھار بہت ہی روشن اور خوشگوار دن ہوتا تو وہ پٹنے دار کرسی پر چشموں کے کنارے نظر آتیں۔ لیکن پرس شیریا سکایا نے اس کی تشریح اس طرح کی کہ مادام اشتال بیمار کی وجہ سے اتنا نہیں جتنا کہ مجھڑ کی وجہ سے کسی بھی روسی سے حصارف نہ ہوئی تھیں۔ روسی لڑکی مادام اشتال کی دیکھ بھال کرتی تھی اور اس کے علاوہ کبھی نے اس بات کی طرف دھیان دیا کہ وہ سارے شدید بیمار لوگوں کے پاس آتی جاتی تھی، جن کی تعداد چشموں پر زیادہ ہی تھی، اور ان کی دیکھ بھال بہت ہی فطری طریقے سے کرتی تھی۔ کبھی کے مشاہدے کے مطابق یہ روسی لڑکی مادام اشتال کی رشتہ دار نہ تھی لیکن اس کے ساتھ ہی محفواہ دار مددگار بھی نہ تھی۔ مادام اشتال اسے وارنگا کہتی تھیں اور دوسرے لوگ اسے "مازل وارانگا" کہتے تھے۔ خیر اس کا تو ذکر یہ کیا کہ اس لڑکی کے اشتال صاحبہ سے اور دوسروں کے ساتھ اس لڑکی کے رشتے اور برتاؤ کا مشاہدہ کرنے سے کبھی کو دلچسپی ہو گئی تھی۔ کبھی جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، اس مازمل وارانگا سے ناقابل بیان ہمدردی محسوس کرتی تھی اور جب اس سے آنکھیں چار ہوتیں تو محسوس کرتی کہ وہ بھی اس لڑکی کو اچھی لگتی ہے۔

وارنگا کا یہ تو نہیں کہ جوانی کی سرحد پار کر چکی تھی بلکہ کچھ ایسا تھا کہ جیسے اس کا وجود جوانی سے آشنائی نہ ہوا ہو۔ اس کی عمر انیس بھی ہو سکتی تھی اور تیس بھی۔ اگر اس کے خدو خال بیان کئے جائیں تو چہرے کی مریضانہ رحمت کے باوجود وہ بد صورت نہیں بلکہ خوبصورت ہی تھی۔ اور اس کا جسم بھی سڈول ہوتا اگر وہ بالکل ہی سوکھی نہ ہوتی اور درمیانہ قد کے اعتبار سے اس کا سر بہت بڑا نہ ہوتا۔ لیکن مردوں کے لئے اس میں ہرگز کوئی کشش نہ رہی ہوگی۔ وہ کسی بہت ہی خوبصورت پھول کی طرح تھی جو پوری طرح مکمل کرا تر چکا ہو اور خوشبو سے ماری ہو حالانکہ ابھی اس کی ساری ہنسنکڑیاں برقرار ہوں۔ اس کے علاوہ مردوں کے لئے اس میں کوئی کشش اس وجہ سے بھی نہ ہو سکتی تھی کہ اس میں اس چیز کی بڑی کمی تھی جو کبھی میں بہت زیادہ تھی۔ زندگی کی دہائی ہوئی آگ اور اپنی دلکشی کا احساس۔

وہ ہر وقت کسی کام میں مصروف نظر آتی تھی جس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا تھا اور اسی لئے لگتا تھا کہ اسے ادھر ادھر کی چیزیں۔ کوئی دلچسپی نہ ہو سکتی تھی۔ کبھی کی اپنی حالت سے اس صریحی تشدد نے اسے خاص طور سے اپنی طرف کھینچا۔ کبھی یہ محسوس کرتی تھی کہ وارنگا میں اس کی طرز زندگی میں ہو سکتا ہے اسے وہ مثال مل جائے جسے اب وہ اتنی اذیت کے ساتھ تلاش کر رہی تھی۔ زندگی سے دلچسپی زندگی میں وقار۔ جو لڑکیوں اور مردوں کے ان معاشرے والے تعلقات سے باہر ہو جن سے اب کبھی کو تغیر ہوا تھا، جو اب اسے سامان تجارت کی وہ شرمناک نمائش لگتی تھی جو خریداری کی توقع میں کی جاتی ہے۔ کبھی اپنی اس انجان دوست کا

بہت زیادہ مشاہدہ کرتی اتنا ہی زیادہ اسے یقین ہوتا جاتا کہ یہ لڑکی ہی وہ کامل ہستی ہے جس طرح ہونے کا وہ خود تصور کرتی تھی اور اتنا ہی زیادہ اس کا پیہا تھا اس لڑکی سے حصارف ہونے کا۔

دونوں لڑکیوں کا ہر روز لڑکی کئی بار ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا اور ہر سانس پر کبھی کی آنکھیں کھینچیں "کون ہیں آپ؟ کیا ہیں آپ؟ کیا یہ سچ ہے کہ آپ دیکھی ہو گئی ہیں جیسا کہ میں آپ کو تصور کرتی ہوں؟ لیکن خدا کے واسطے یہ نہ سوچئے گا کہ اس کی نظرس اضافہ کرتیں "میں آپ سے زبردستی جان پہچان پیدا کرنے کی روادار ہوں گی۔ میں تو بس آپ کی مداح ہوں اور آپ سے پیار کرتی ہوں" اور انجان لڑکی کی نگاہیں جواب دیتیں "میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں اور آپ بہت بہت ہی پیاری ہیں۔ اور اگر میرے پاس وقت ہوتا تو میں تو آپ سے اور بھی زیادہ پیار کرتی۔" اور واقعی کبھی خود دیکھتی تھی کہ وہ ہر وقت مصروف رہتی تھی۔ چٹختے پر سے کسی روسی خاندان کے بچوں کو گھر لے جا رہی ہے، یا کسی بیمار کے لئے شال لاکر اسے اچھی طرح اوڑھنا رہی ہے، یا کسی مجنونا لائے ہوئے مریض کا دھیان بنانے کی کوشش کر رہی ہے یا کسی کے لئے کافی کے ساتھ کھانے کے بکٹ چھانٹ چھانٹ کر خرید رہی ہے۔

چشموں پر شیریا سکی خاندان کے بچنے کے بعد جلد ہی دو لوگ اور آگئے جنہوں نے ہر ایک کی بنا سازگار توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ ان میں ایک تو بہت لمبا، قد رے جھکا ہوا سا مرد تھا جس کے ہاتھ بہت بڑے بڑے تھے جو اپنے قد کے حساب سے بہت چھوٹا اور پرانا اور کوٹ پہنے رہتا تھا اور اس کی آنکھیں سیاہ اور بھولی لیکن اس کے ساتھ ہی خوفناک تھیں اور ایک عورت تھی جس کے چہرے پر چپک کے چپکے جگہ داغ تھے۔ وہ کسی تو قبول صورت لیکن بہت ہی برے اور بد ذوق کپڑے پہنتی تھی۔ یہ پہچان کر کہ یہ لوگ روسی ہیں کبھی نے اپنے تصور میں ان کے بارے میں خوبصورت اور پرکشش رومان بنانا شروع کر دیا۔ لیکن پرس شیریا سکایا نے کور لیست (36) سے پتہ لگا لیا کہ یہ ٹھوکانی لیون اور ماریا ٹھوکانی ہیں اور کبھی کو سمجھایا کہ یہ لیون کتنا برا آدمی تھا۔ چنانچہ ان دونوں سے حلق سارے تصورات غائب ہو گئے۔ اتنا اس لئے نہیں کہ ماں نے اس سے کہا تھا، جتنا اس لئے کہ یہ "نن تن کے بھائی تھے۔ کبھی کے لئے یہ لوگ اچانک حد درجہ ناپسند ہو گئے۔ اس لیون نے اپنا سر جھکنے کی عادت سے اس میں خنجر کا بے پناہ اضافہ پیدا کر دیا تھا۔

اسے لگا کہ اس لیون کی بڑی بڑی خوفناک آنکھوں سے جو مسلسل اس پر لگی رہتی تھیں، نفرت اور مذاق اڑانے کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا اور وہ اس کا سامنا ہونے سے کترانے لگی۔

اس دن موسم بہت ہی خراب تھا، ساری صبح بارش ہوتی رہی تھی اور بیماروں نے اپنی چھتروں سے بیت کر دیا کہ برآمدے میں بیٹھ لگائی تھی۔

کبھی اپنی ماں اور ماسکو کے کرل کے ساتھ ٹہل رہی تھی جو اپنے پورے کوٹ میں، جسے اس نے فرینکفرٹ میں بنایا تھا، جھومتے ہوئے چل رہا تھا۔ یہ لوگ برآمدے کے ایک سرے پر چل رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ لیون سے سامنا نہ ہو جو دوسرے سرے پر چل رہے تھے۔ وارنگا اپنا کمرے رنگ کا لباس پہنے، سیاہ سیٹ لگے جس کی پیشینے کو لٹکی ہوئی سی تھیں ایک نایاب فرائیسی عورت کے ساتھ پورے برآمدے کی لمبائی میں ٹہل رہی تھی اور ہر بار جب کبھی سے اس کا سامنا ہوتا تو وہ ایک دوسرے کو دوستانہ نظروں سے دیکھتیں۔



”اما میں اس لڑکی سے بات کر سکتی ہوں؟“ کیٹی نے اپنی ناواقف دوست پر نظر رکھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہا کہ وہ چشمے کی طرف جا رہی ہے اور وہ اس کے پاس جا کر اس سے مل سکتی ہے۔

”ہاں“ اگر تمہارا اتفاق یہی چاہتا ہے تو میں پہلے اس کے بارے میں معلوم کر لوں پھر میں خود ہی اس کے پاس چلوں گی“ ماں نے جواب دیا۔ ”مگر تمہیں کون سی خاص چیز نظر آئی اس میں؟ غالباً کمپن ہوگی۔ اگر تم چاہو تو میں مادام اشتال سے تعارف حاصل کر لوں۔ میں ان کی خواہر سیتی کو جانتی تھی“ پرس نے غصے سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

کیٹی کو معلوم تھا کہ پرس اس بات پر ناراض ہیں کہ اشتال صاحبہ لگتا تھا ان کے ساتھ تعارف ہونے سے کتراتے تھیں۔ کیٹی نے اصرار نہیں کیا۔

”کتنی پیاری ہے!“ اس نے وارنگل کو اس وقت دیکھتے ہوئے کہا جب وہ فرانسیسی عورت کو پانی کا گلاس دے رہی تھی۔ ”دیکھئے تو ذرا“ ہر چیز کتنی سادہ مگر کتنی پیاری ہے۔“

”مجھے تو تمہارے آن گواماں (37) پر ہنسی آتی ہے“ پرس نے کہا۔ ”میں پلوو ایس چلتے ہیں“ انہوں نے لیون کو دیکھ کر اضافہ کیا جو ان کی طرف اپنی عورت اور ایک جرمین ڈاکٹر کے ساتھ آ رہے تھے جس سے وہ زور زور سے بڑے فیسے میں ہاتھیں کر رہے تھے۔

وہ لوگ واپس جانے کے لئے مڑ چکے تھے کہ اچانک زور زور کی ہاتھیں نہیں بلکہ چھین سنائی دیں۔ لیون رک کر چلانے لگے تھے اور ڈاکٹر بھی گرم ہو گیا تھا۔ ان کے گرد بھیڑ لگ گئی۔ پرس اور کیٹی جلدی سے وہاں سے دوڑ چلی گئیں اور کرل سے معلوم کرنے کے لئے کہ بات کیا ہے بھیڑ میں شامل ہو گیا۔

چند منٹ بعد کرل ٹپکتا ہوا ان لوگوں کے ساتھ آیا۔

”یہ وہاں کیا ہو رہا تھا؟“

”شرمناک رسوائی“ کرل نے جواب دیا۔ ”بس ایک سی چیز سے ڈرنا چاہئے۔ کہ پردیس میں کسی روسی سے ملاقات نہ ہو۔ یہ لمبے والے صاحب ڈاکٹر سے لڑ پڑے اور اس سے گالی گھونچ کرنے لگے کہ وہ ان کا نمیک علاج نہیں کر رہا ہے اور چھڑی ہلا کر اسے دھمکانے لگے۔ شرم کی بات ہے!“

”اف“ کس قدر ناخوشگوار بات ہے!“ پرس نے کہا۔ ”تو پھر آخر میں کیا ہوا؟“

”شکر ہے کہ اس نے... ارے اس تمہیں جیسی ٹوپی والی لڑکی نے بچ بچاؤ کر دیا۔ روسی گنتی ہے“ کرل نے کہا۔

”مازمل وارنگلے؟“ کیٹی نے خوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں ہاں“ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی اور اس نے ان صاحب کو سمجھایا بجھایا اور لے گئی۔

”دیکھئے اما“ کیٹی نے ماں سے کہا۔ ”آپ تعجب کر رہی تھیں کہ میں اس کی اتنی تعریف کرتی ہوں۔“

اگلے دن کیٹی نے اپنی انجمن دوست کا مشاہدہ کرتے ہوئے دیکھا کہ مازمل وارنگل کے ابوی تعلقات لیون اور ان کی عورت سے بھی ہو گئے تھے جو اپنے دوسرے پروتیرے (38) کے ساتھ تھے۔ وہ ان کے پاس جاتی ان سے باتیں کرتی، عورت کے لئے ترجمان کے فرائض انجام دیتی اس لئے کہ اسے ایک بھی بیوی زبان نہ آتی تھی۔

کیٹی ماں سے اور زیادہ منت کرنے لگی کہ وہ اسے وارنگل سے تعارف ہونے کی اجازت دے دیں۔ اور

یاد جو اس کے کہ اشتال صاحبہ سے جو پتہ نہیں کس بات پر اتنا محمضہ کرتی تھیں، تعارف ہونے کے لئے پہلا قدم اٹھانا پرس کے لئے بہت ہی ناگوار تھا پھر بھی انہوں نے وارنگل کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے اس نتیجے پر پہنچیں کہ اس سے تعارف و واقفیت میں کوئی برائی نہیں ہے حالانکہ اچھا بھی کم ہی ہے۔ چنانچہ وارنگل سے تعارف ہونے کے لئے انہوں نے خود ہی پہل کی۔

ایسے وقت کا انتخاب کر کے جب ان کی بیٹی چشمے پر مگی ہوئی تھی اور وارنگل ڈائل روٹی اور بن وغیرہ کی دکان کے سامنے کھڑی تھی پرس اس کے پاس گئیں۔

”مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے تعارف حاصل کروں“ انہوں نے اپنی پروکار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میری بیٹی کو آپ سے محبت ہو گئی ہے“ وہ بولیں۔ ”آپ ہو سکتا ہے مجھے نہ جانتی ہوں۔ میں...“

”پرس کی محبت تو دود طرف سے زیادہ ہی ہے“ جلدی سے وارنگل نے جواب دیا۔

”کل آپ نے ہمارے بچارے ہم وطن کے ساتھ کتنی نیکی کی!“ پرس نے کہا۔

وارنگل کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

”مجھے یاد نہیں میں نے تو شاید کچھ بھی نہیں کیا“ اس نے کہا۔

”ارے کیوں“ آپ نے اس لیون کو پریشانی میں پڑنے سے بچایا۔

”ہاں“ ساکپائے (39) نے مجھے بلایا اور میں نے ان کا فصد کم کرانے کی کوشش کی۔ وہ بہت بیمار ہیں اور ڈاکٹر سے ناراض تھے۔ مجھے تو ان بیماروں کی دیکھ بھال کرنے کی عادت ہے۔“

”ہاں میں نے سنا کہ آپ سینٹر میں غالباً اپنی بیٹی“ مادام اشتال کے ساتھ رہتی ہیں۔ میں ان کی خواہر سیتی کو جانتی تھی۔“

”میں وہ میری بیٹی نہیں ہیں۔ میں انہیں ماں کہتی ہوں لیکن ان کی رشتہ دار نہیں ہوں۔ انہوں نے مجھے پالا ہے“ اس نے جواب دیا اور اس کا چہرہ پھر گلابی ہو گیا۔

یہ بات اتنی سادگی سے کہی گئی تھی اور اس کے چہرے پر سچائی اور صاف دلی کا ایسا اظہار تھا کہ پرس سمجھ گئیں کہ کیٹی کو کیوں اس وارنگل سے محبت ہو گئی ہے۔

”اور یہ لیون کیسے ہیں؟“ پرس نے پوچھا۔

”وہ جا رہے ہیں“ وارنگل نے جواب دیا۔

اسی وقت اس بات پر خوشی سے دھکی ہوئی کہ اس کی ماں نے اس کی انجمن دوست سے تعارف حاصل کر لیا، کیٹی بھی چشمے پر سے آٹھنٹا۔

”تو تو کیٹی تمہاری یہ شدید خواہش کہ تمہارا تعارف ہو جائے مازمل...“

”وارنگلے“ وارنگل نے مسکراتے ہوئے ان کا جملہ پورا کر دیا۔ ”مجھے سب لوگ یہی کہتے ہیں۔“

کیٹی کا چہرہ خوشی سے گلابی ہو گیا اور وہ چپ چاپ اپنی نئی دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے رہی جس نے جواب میں ہاتھ دہرایا تو نہیں لیکن اپنے بے حس و حرکت ہاتھ کو کیٹی کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ ہاتھ نے ہاتھ کے دبائے کا جواب تو نہیں دیا لیکن مازمل وارنگل کا چہرہ پر سکون، خوشی کی۔ حالانکہ قدرے غمگین۔ مسکراہٹ سے مکمل اٹھا اور اس کے بڑے لیکن خوبصورت دانت نمایاں ہو گئے۔

”میں خود بہت دنوں سے یہ چاہتی تھی“ اس نے کہا۔



ساتھ بھیج دوں۔"

کیٹی نے دیکھا کہ وارننگا نے اس بات پر کہ اس کے ساتھ کسی کو جانے کی ضرورت ہے، بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔

"نہیں میں بیسویں ایپریل آتی ہوں اور میرے ساتھ کبھی نہیں ہوتا" اس نے بیٹھا اٹھا کر ہوئے کہا۔ اور کیٹی کو ایک بار اور پیار کر کے اور یہ بتاتے بغیر کہ کیا چیز اہم ہوتی ہے، بغل میں موسیقی کی بیاض دبائے ہوئے جرات مندانہ قدموں سے چلتی ہوئی وہ گریس کی دھندلکی رات میں کم ہو گئی اور اس بارے میں اپنا راز بھی اپنے ساتھ ہی لے گئی کہ کیا چیز اہم ہے اور کون سی چیز اسے یہ قابلِ رشک سکون اور وقار عطا کرتی ہے۔

### 33

کیٹی اشتال صاحبہ سے بھی متعارف ہو گئی اور اس واقعیت نے وارننگا سے دوستی کے ساتھ مل کر نہ صرف یہ کہ اس پر گہرا اثر کیا بلکہ اس کے غم میں بھی اسے تسکین پہنچائی۔ اسے یہ تسکین اس بات سے ملی کہ اس واقعیت کی بدولت ایک بالکل نئی دنیا اس کے سامنے آگئی جس میں اور اس کے ماضی میں کوئی چیز مشترک تھی ہی نہیں۔ یہ ایک بلند تر اور خوبصورت دنیا تھی جس کی بلندی سے اس ماضی کو سکون کے ساتھ دیکھنا ممکن تھا۔ اس نے یہ دریافت کیا کہ اس جبلتی زندگی کے علاوہ جس کے حوالے اس نے خود کو ابھی تک کر رکھا تھا، ایک روحانی زندگی بھی تھی۔ اس زندگی کا انکشاف مذہب سے ہوتا تھا لیکن ایسے مذہب سے جس میں اور اس مذہب میں کوئی چیز مشترک نہ تھی جسے وہ بچپن سے جانتی تھی جس کا اظہار "بیواؤں کے گھر" (40) میں تھوڑوں کے موقع پر اور شام کی عبادت میں جہاں جان پہچان کے لوگوں سے ملاقات ہو سکتی تھی اور پادری کے ساتھ سلاویائی عبارتوں کی زبانی یاد کرنے میں ہوتا تھا۔ یہ بلند تر اور پر اسرار مذہب تھا جس کا تعلق بہت سے خوبصورت خیالات و جذبات سے تھا جس پر صرف اعتقاد رکھنا ہی نہیں، صرف اس لئے کہ اس کا حکم دیا گیا تھا، بلکہ اس سے محبت کرنا بھی ممکن تھا۔

کیٹی نے یہ سب کچھ باتوں سے نہیں جانا۔ مادام اشتال تو کیٹی سے اس طرح باتیں کرتی تھیں جیسے کسی پیارے بچے سے کی جاتی ہیں جس سے لگاؤ اس لئے ہوتا ہے جیسے خود اپنی جوانی کی یاد ہو۔ بس ایک بار ان کے منہ سے نکل گیا کہ سارے لوگوں کو رنج و غم میں تسکین ملتی ہے صرف محبت اور عقیدت سے کہ ہم سے ہو رہی کرنے کے واسطے عیسائی مسیح کے لئے کوئی بھی غم حقیر نہیں ہے۔ مگر فوراً ہی انہوں نے بات کا موضوع بدل دیا۔ لیکن کیٹی کو ان کی ہر حرکت سے، ہر نقطہ سے، ان کی جیسا کہ کیٹی کہتی تھی، ہر آسانی نظر سے، خاص طور سے ان کی زندگی کی پوری کہانی سے جو اسے وارننگا کے ذریعے معلوم ہوئی تھی، ہر چیز سے وہ معلوم ہو جاتا تھا جو اہم تھا اور جسے وہ اب تک نہ جانتی تھی۔

لیکن مادام اشتال کا کردار چاہے کتنا ہی بلند کیوں نہ رہا ہو، ان کی کہانی چاہے کتنی ہی دردناک کیوں نہ رہی ہو، ان کی باتیں چاہے کتنی ہی بلند اور پر شفقت کیوں نہ رہی ہوں، کیٹی نے غیر ارادی طور پر ان میں ایسی خصوصیات دیکھیں جن سے وہ ابھمن میں جھلا ہو گئی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ ایک بار جب مادام اشتال اس سے اس کے رشتہ داروں کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہی تھیں تو وہ عمارت کے ساتھ مسکرائی تھیں جو کبھی سائی

تک دلی کے متافی تھا۔ یہ بھی اس نے دیکھا کہ جب وہ ایک بار ان کے ہاں پہنچی اور اس نے ان کے پاس ایک کیسٹوکلک پادری کو موجود پایا تو مادام اشتال کو حشمتی کر کے اپنا چہرہ لپٹ شیڈ کی تاریکی میں ہوئے تھیں اور خاص طور سے مسکرا رہی تھیں۔ یہ دونوں باتیں چاہے کتنی ہی کتنی حقیقت رہی ہوں لیکن انہوں نے اسے ابھمن میں جھلا کر دیا تھا اور وہ مادام اشتال کے بارے میں شبہ میں پڑ گئی تھی۔ لیکن دوسری طرف وارننگا، جو اس کی تھی جس کا کوئی اپنا نہ تھا، کوئی دوست نہ تھا، جو ایک خوش فہمی کے ختم ہو جانے کا غم اٹھا چکی تھی، جسے نہ کسی چیز کی خواہش تھی نہ کسی سے کوئی شکایت تھی، وہی ہستی تھی جس طرح جینے کے کیٹی صرف خواب دیکھ سکتی تھی۔ وارننگا کو دیکھ کر اس نے سمجھا کہ آدمی اگر خود کو بھول جائے اور دوسروں سے محبت کرے تو اسے سکون اور سکھ مل سکتا ہے اور وہ بہت سی اچھائیوں میں رہتا ہے۔ اور کیٹی ایسا ہی بننا چاہتی تھی۔ اب اس بات کو واضح طور پر سمجھ کر کہ سب سے اہم کیا چیز تھی کیٹی نے اس بات پر اکتفا نہ کیا تھا کہ وہ ان چیزوں کو تعریف و تحسین کی نظروں سے دیکھا کرے۔ اس نے دل و جان سے خود کو اپنے سامنے آ جانے والی اس نئی دنیا کے حوالے کر دیا۔ وارننگا سے یہ سن کر کہ مادام اشتال اور دوسرے لوگ جن کے اس نے نام لئے، کیا کرتے تھے، کیٹی نے اپنی آئندہ زندگی کا ایک پرست مسخوبہ تیار کیا۔ وہ چاہے کہیں بھی رہے اب ویسا ہی کیا کرے گی جیسا اشتال صاحبہ کی بھیجی اپنے کیا کرتی تھیں جن کے بارے میں وارننگا نے اسے بہت کچھ بتایا تھا۔ وہ کبھی لوگوں کو تلاش کرے گی جہاں تک ہو سکے ان کی مدد کرے گی، انجیل تقسیم کرے گی، بیماروں، بھروسوں اور مرے ہوئے لوگوں کو انجیل پڑھ کر سنائے گی۔ بھروسوں کو انجیل پڑھ کر سنائے گی، جیسے اپنے کرتی تھیں، کیٹی کو خاص طور سے بہت ہی دلکش لگا۔ لیکن یہ سب راز کے خواب تھے جن کے بارے میں کیٹی نے ماں کو بتایا نہ وارننگا کو۔ بہر حال اس وقت کے انتظار میں جب وہ بڑے پیمانے پر اپنے منصوبوں کی تکمیل کر سکے گی، کیٹی کو بیس چشموں پر، جہاں اتنے بیمار اور دیکھی لوگ تھے، وارننگا کی نقل میں اپنے نئے اصولوں پر عمل کرنے کے مواقع آسانی سے مل گئے۔

شروع میں پرس نے صرف یہ دیکھا کہ کیٹی پر اشتال صاحبہ اور خاص طور پر وارننگا سے اپنے "آن گواہ" جیسا کہ وہ اسے کہتی تھیں، بڑا گہرا اثر ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ کیٹی نہ صرف یہ کہ اپنی سرگرمیوں میں وارننگا کی نقل کرتی ہے بلکہ غیر ارادی طور پر اس کے چلنے، باتیں کرنے اور پلکیں جھپکاتے کے انداز کی بھی نقل کرتی ہے۔ لیکن بعد کو پرس نے دیکھا کہ ان کی بیٹی میں اس محور ہو جانے کی کیفیت سے آزادانہ طور پر کوئی عجیبہ روحانی تبدیلی بھی رونما ہو رہی ہے۔

پرس نے دیکھا کہ کیٹی شام کو فرانسسی انجیل پڑھتی ہے جو اسے اشتال صاحبہ نے تجویز کے طور پر دی تھی حالانکہ پہلے وہ ایسا نہیں کرتی تھی کہ وہ اعلیٰ سوسائٹی کے ملاقاتیوں سے کھڑائی اور وارننگا کی سرپرستی میں رہنے والے بیماروں سے اور خاص طور سے بیمار مصروف پروف کے مطلق خاندان سے ملتی جلتی ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ کیٹی کو اس بات پر بڑا اثر تھا کہ اس خاندان کے لئے وہ رضا کارانہ ترس کی ذمہ داریاں پوری کرتی تھی۔ یہ سب تو ٹھیک تھا اور پرس اس کے خلاف کچھ بھی نہ کہہ سکتی تھیں اس لئے اور بھی کہ پروف کی بیوی بہت ہی معقول اور شائستہ عورت تھیں اور جرمن پرس نے کیٹی کی سرگرمیاں دیکھ کر اس کی بڑی تعریفیں کی تھیں اور اسے تسکین کا فرشتہ کہا تھا۔ یہ سب بہت اچھا ہوتا اگر ضرورت سے زیادہ نہ ہوتا تو۔ لیکن پرس نے دیکھا کہ ان کی بیٹی حد سے گزرتی جا رہی ہے اور انہوں نے اس سے یہ کہہ بھی دیا۔

"ایل نے فوٹو اسے ریتو ترے" (41) انہوں نے بیٹی سے کہا تھا۔



"نہیں" وارنگا نے موسیقی کی بیاض پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا "نہیں، چلے اسی کو گاتے ہیں۔" اور اس نے اس گیت کو بھی پہلے ہی کی طرح سکون کے ساتھ سردیوں سے اور اچھی طرح گایا۔

جب اس نے ختم کیا تو سبوں نے پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور چائے پینے چلے گئے۔ کئی اور وارنگا اس چموتے سے بارش میں بیٹھ گئیں جو گھر کے بیل میں تھا۔

"کیا میرا یہ خیال بچ ہے کہ اس گانے سے آپ کی کوئی یاد وابستہ ہے؟" کئی نے کہا اور پھر جلدی سے اضافہ کیا "آپ کچھ بتائیے نہیں، صرف اتنا کہ دیکھتے کہ بچ ہے یا نہیں؟"

"کیوں نہیں؟ میں بتا دیتی ہوں" وارنگا نے سادگی سے کہا اور جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے اپنی بات جاری رکھی "ہاں یہ ایک یاد ہے" اور کبھی وہ بڑی تکلیف دہ تھی۔ میں نے ایک شخص سے محبت کی تھی۔ یہ گانا میں اس کے لئے گایا کرتی تھی۔"

کئی اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھاڑے چپ چاپ اور درد مندی سے وارنگا کو دیکھتی رہی۔

"میں اس سے محبت کرتی تھی اور وہ مجھ سے محبت کرتا تھا لیکن اس کی ماں کو یہ پسند نہیں تھا تو اس نے شادی دوسری سے کر لی۔ اب وہ ہمارے ہاں سے تھوڑے ہی قاصطے پر رہتا ہے، میں اسے دیکھتی ہوں۔ آپ نے تو سوچا بھی نہ ہو گا کہ میری زندگی میں بھی روان ہوا ہو گا؟" اس نے کہا اور اس کے خوبصورت چہرے پر زرد اور

کے لئے وہ آگ دمک اٹھی جو کئی نے محسوس کیا کہ کبھی اندر سے اس کے پورے وجود کو روشن کئے رہی ہوگی۔

"سوچا کیوں نہیں؟ میں اگر مرد ہوتی تو میں آپ کو جاننے کے بعد کسی اور سے محبت کر ہی نہ سکتی تھی۔ صرف یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے کیسے محض اپنی ماں کی مرضی پر آپ کو بھلا دیا اور آپ کو اتنا دکھ دیا۔ اس کے دل تو تھا ہی نہیں۔"

"ارے نہیں، وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے، اور میں بھی دیکھی نہیں ہوں۔ بلکہ اس کے برعکس میں تو بہت سبھی ہوں۔ تو آج اور نہیں گائیں گے؟" اس نے گھر کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کتنی اچھی ہیں، کتنی اچھی ہیں!" کئی بے اختیار کہہ اٹھی اور اسے روک کر پتھر کر کے بولی "کاش میں تھوڑا سا بھی آپ کی طرح ہوتی!"

"آپ کو کسی دوسرے کی طرح ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ جیسی ہیں دیکھی ہیں اچھی ہیں" اپنی نرم اور حسی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ وارنگا نے کہا۔

"نہیں، میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یہ بتائیے۔ نمبر ۱ ذرا پیٹھ جائیں" کئی نے اسے پھر اپنے برابر بچ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بتائیے کیا واقعی یہ سوچ کر تو ہیں کا احساس نہیں ہو گا کہ اس شخص نے آپ کی محبت کو نظر انداز کر دیا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ..."

"لیکن اس نے نظر انداز نہیں کیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا لیکن وہ فرماں بردار بیٹا تھا۔"

"ہاں، لیکن اگر اس نے ماں کی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ خودی ہے؟" کئی نے کہا اور محسوس کیا کہ اس نے اپنا راز افشا کر دیا اور شرم کی سرخی سے جھٹکے ہوئے اس کے چہرے نے اس کے ساتھ دنگا۔

"جب اس نے بری حرکت کی ہوئی اور مجھے اس پر زور بھی رہا تھا "آتا" وارنگا نے جواب دیا۔ ظاہر تھا کہ وہ سمجھ گئی تھی کہ اب بات اس کی نہیں بلکہ کئی کی ہو رہی تھی۔

"لیکن تو ہیں؟" کئی نے کہا۔ "تو ہیں کو تو بھولنا ناممکن ہے" کئی نے کہا اور اسے یاد آیا کہ آخری بار جس جب موسیقی رک گئی تھی تو اس نے درودھکی کو کیسی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تو ہیں کس بات سے؟ آخر آپ نے تو کوئی بری حرکت نہیں کی؟" "برائی سے بھی بدتر۔ شرمناک۔"

وارنگا نے اپنے سر کو جھٹکا اور اپنا ہاتھ کئی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"ارے شرم کس بات کی؟" اس نے کہا۔ "آخر جو شخص آپ کی طرف سے بے نیاز ہو اس سے آپ تو نہیں کہہ سکتی تھیں کہ آپ اس سے محبت کرتی ہیں؟"

"ظاہر ہے، نہیں۔ میں نے کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا لیکن وہ جانتا تھا۔ نہیں نہیں، نگاہیں ہوتی ہیں، انداز ہوتے ہیں۔ میں سو برس جیوں تو بھی نہ بھولوں گی۔"

"کیا نہیں بھولیں گی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ساری بات یہ ہے کہ آپ اب بھی اس سے محبت کرتی ہیں یا نہیں؟" وارنگا نے کچھ گلی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف کہا۔

"میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔ میں خود کو صاف نہیں کر سکتی۔"

"کس لئے؟"

"شرم تو ہیں۔"

"آہ، اگر سب اتنے ہی حساس ہوتے جتنی آپ ہیں" وارنگا نے کہا۔ "کوئی ایسی لڑکی نہ ہوگی جس نے یہ نہ بھٹکا ہو۔ اور یہ سب اس قدر غیر اہم ہے۔"

"اور اہم کیا ہے؟" کئی نے اس کے چہرے کو تجسس آمیز حیرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بہت سی چیزیں اہم ہیں" مسکراتے ہوئے وارنگا نے کہا۔

"کون سی چیزیں؟"

"ارے بہت سی چیزیں اہم ہیں" وارنگا نے جواب دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ لیکن اسی وقت کونڈی میں سے پرنس کی آواز آئی۔

"کئی، ٹھنڈ ہے! تو شال لے جاؤ یا کرے میں آ جاؤ!"

"واقعی وقت ہو گیا" وارنگا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی ذرا دیر کو مارا میرے کے ہاں بھی جانا ہے۔ انہوں نے مجھ سے آئے کو کہا تھا۔"

کئی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکے ہوئے تھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں شدید تجسس اور منت کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھی "کیا ہے، کیا ہے وہ سب سے اہم چیز جس سے اتنا سکون ملتا ہے؟ آپ جانتی ہیں، مجھے بھی بتا دیجئے!" لیکن وارنگا کی تو یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کئی کی نگاہیں کس چیز کے بارے میں سوال کر رہی تھیں۔ اسے صرف یہ یاد تھا کہ آج اسے ابھی مارا میرے کے پاس جانا ہے کہ جلدی گھر جا کر ماں کو بارہ بجے چائے دینی ہے۔ وہ کرے میں آئی، اس نے موسیقی کی بیاض سنبھالی اور سب سے رخصت ہو کر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

"اجازت دیجئے کہ میں آپ کو پتھرا آؤں" کرمل نے کہا۔

"ہاں اب رات کو اکیلے کیسے جا سکتی ہیں؟" پرنس نے تانیہ کی۔ "میں کم سے کم پراشائی کو آپ کے



”لیکن آپ تو اتنی معروف رہتی ہیں۔“

”ارے نہیں“ اٹھنے لگے مجھے تو کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔“ وارننگا نے جواب دیا لیکن اسی وقت اسے اپنے سے واقف کاروں کو پھوڑنا پڑا اس لئے کہ دو چھوٹی چھوٹی رو سی لڑکیاں، کسی مریض کی بیٹیاں اس کے پاس دوڑ آ ہوئی آئیں۔

”وارننگا! ماما راری ہیں!“ انہوں نے پکار کر کہا۔

اور وارننگا ان کے ساتھ چلی گئی۔

32

پرنس شیریا حاکم نے وارننگا کے ماضی کے بارے میں اور مادام اشتال سے اس کے رشتے کے بارے میں جو تفصیلات معلوم کیں وہ حسب ذیل تھیں:

مادام اشتال کے بارے میں کچھ لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے اپنے شوہر کو بڑی اذیت دی اور دوسرے لوگ کہتے تھے کہ شوہر نے اپنے غیر اخلاقی برتاؤ سے انہیں بے انتہا اذیت پہنچائی۔ وہ ہمیشہ سے مریض اور غفقاٹی مزاج کی عورت تھیں۔ شوہر سے طلاق لینے کے بعد جب ان کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا تو وہ فوراً ہی مر گیا اور اشتال صاحبہ کے رشتہ داروں نے ان کی حساس طبیعت کو جانتے ہوئے اور اس ڈر سے کہ اس خبر سے کہیں وہ خودی نہ مرجائیں، ان کا بچہ بدل دیا اور اسی رات کو پینرس برگ کے اسی گھر میں پیدا ہوئے والی شادی محل کے باروہی کی بیٹی کو لے کر ان کا بچہ بنا دیا۔ یہ وارننگا تھی۔ مادام اشتال کو بعد کو معلوم ہو گیا کہ وارننگا ان کی بیٹی نہ تھی لیکن وہ اسے پالنے پر تیار رہیں اس لئے اور بھی کہ اس واقعہ کے جلد ہی بعد وارننگا کے اصلی رشتہ داروں میں سے کوئی نہ رہ گیا۔

مادام اشتال اب تو دس سال سے زیادہ سے کبھی وطن گئے بغیر جنوب میں پردیس میں رہتی تھیں اور کبھی بہتر سے نہ اٹھتی تھیں۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ مادام اشتال نے نیکی کے کام کرنے والی اور بلند ہی خیالات کی عورت کی طرح اپنی ساری حیثیت بنائی ہے اور حضوں کا کھانا تھا کہ وہ دل سے کسی بلند اخلاقی اصولوں کی خاتون تھیں جو صرف اپنے آپ کو پاس کے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے ہی کے لئے زندہ تھیں جیسا کہ وہ خود کو ظاہر کرتی تھیں۔ یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ ان کا ذہب کیا ہے۔ کیسے تو لگ پڑے لٹھنٹ یا شری کی لکائی۔ لیکن ایک بات میں کسی کو شک نہیں تھا کہ سارے کلیساؤں اور فرقوں کی اہم ترین شخصیتوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔

وارننگا بھی ان کے ساتھ مستقل پردیس ہی میں رہتی تھی اور جتنے لوگ مادام اشتال کو جانتے تھے وہ سب مادام ذیل وارننگا کو بھی جانتے اور اس سے پکار کر تھے (جیسے کہ سب اسے پکارتے تھے)۔ ان سب تفصیلات کو جان کر پرنس کو کوئی بات ایسی نہیں ملتی جس کی بنا پر ان کو وارننگا کے ساتھ اپنی بیٹی کے مراسم ہونے پر کوئی اعتراض ہو سکے۔ اس لئے اور بھی کہ وارننگا کے طور طریقے اور اس کی پرورش و پرورش بہترین قسم کی تھی، فرانسیسی اور انگریزی وہ بہت اچھی بولتی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے مادام اشتال کی طرف سے معذرت کا یہ پیغام بھی پہنچایا کہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے پرنس سے متعارف ہونے کی خوشی سے محروم رہیں۔ وارننگا سے متعارف ہونے کے بعد کبھی اپنی دوست سے روز بروز زیادہ ہی محو رہتی گئی، ہر دن اسے

وارننگا میں منت ہی خوبیاں ملتی رہتی تھیں۔

پرنس نے جب یہ سنا کہ وارننگا بہت اچھا لگتی ہے تو اس سے کہا کہ وہ شام کو ان کے ہاں آکر گائے۔

”کیٹی بیٹا تو بھائی ہے اور ہمارے ہاں فوراً ہی پناہ بھی ہے، بہت اچھا تو نہیں ہے لیکن ہمیں آپ کا کام سن کر بڑی خوشی ہوگی“ پرنس نے اپنی بیٹی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جو اس وقت کیٹی کو خاص طور سے اچھی نہیں لگی اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ وارننگا کا نام نہیں چاہتی تھی۔ مگر وارننگا شام کو آگئی اور اپنے ساتھ موسیقی کی ایک سیاض بھی لائی۔

پرنس نے ماریا یوگینیووا اور ان کی بیٹی کو اور کرل کو بھی مدعو کر لیا تھا۔

وارننگا اس بات سے بالکل بے نیاز لگ رہی تھی کہ وہاں بالکل ہی انہماک لوگ موجود تھے۔ وہ فوراً ہی فوراً پناہ کو پاس پہنچ گئی۔ وہ خود سے پناہ کی سگت پر توجہ کا سکتی تھی لیکن درج شدہ موسیقی کو دیکھ دیکھ کر آواز سے اس کی پوری پابندی کرتی تھی۔ کیٹی بیٹا تو اچھا بھائی تھی اور اس نے اس کی سگت کی۔

وارننگا جب پہلا گانا بہت اچھی طرح گانے لگی تو پرنس نے کہا ”آپ میں غیر معمولی استعداد ہے۔“

ماریا یوگینیووا اور ان کی بیٹی نے بھی اس کا شکریہ ادا کیا اور بہت تعریف کی۔

”دیکھئے تو“ کرل نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا ”آپ کو سننے کے لئے کہنے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔“

واقعی کھڑکی کے نیچے خاصی بڑی بھیز لگ گئی تھی۔

”مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ کو پسند آیا“ وارننگا نے سادگی سے جواب دیا۔

کیٹی بڑے فخر کے ساتھ اپنی دوست کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس کے فن کی بھی داد دے رہی تھی، اس کی آواز کی بھی اور اس کی صورت کی بھی، لیکن سب سے زیادہ مداح وہ اس کے انداز کی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وارننگا اپنے گانے کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی اور حسین و تعریف سے بالکل بے نیاز تھی۔ وہ ٹوکویا بس یہ پوچھ رہی تھی کہ ”اور گانے کی ضرورت ہے یا کافی ہو گیا۔“

کیٹی نے دل ہی دل میں سوچا: ”اگر ان کی جگہ میں ہوتی تو میں اس پر کتنا اتراؤں؟ اگر کوئی کے نیچے یہ بھیڑ دیکھ کر میں کتنی خوش ہوتی اور ان کے لئے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ یہ صرف اس خواہش کے تحت گارہی ہیں کہ ماماں کی بات نہ ٹالیں اور ان کو خوش کر دیں۔ کون سی چیز ہے ان میں؟ کیا چیز ان کو یہ قوت دیتی ہے کہ وہ سب لوگوں سے بے نیاز ہو کر آزادانہ طور پر پرسکون رہیں؟ میرا کتنا ہی چاہتا ہے کہ اس قوت کو معلوم کروں اور خود بھی ایسا ہی کرنا ان سے سیکھوں“ کیٹی نے اس پرسکون چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ پرنس نے وارننگا سے اور گانے کو کہا اور وارننگا نے ایک اور گانا اسی ہمواری اور عمدگی سے اتنی ہی اچھی طرح ”فوراً ہی پناہ کو پاس سیدھے کھڑے ہو کر اور اس پر اپنے پتے سنولائے ہوئے ہاتھ سے تال دیتے ہوئے گایا۔

گیتوں کی موسیقی کی سیاض میں اگلا گیت اطلالی تھا۔ کیٹی نے اس کا ابتدا یہ بنایا ”جو اسے بہت پسند آیا تھا اور اس نے وارننگا کی طرف دیکھا۔

”اے چھوڑ دیتے ہیں“ وارننگا نے کہا اور اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

کیٹی نے اپنی ڈری ڈری اور سوالیہ آنکھیں وارننگا کے چہرے سے ہٹائیں نہیں۔

”تو کوئی اور“ اس نے جلدی سے ورق اٹھتے ہوئے کہا اور فوراً سمجھ گئی کہ اس گانے سے کوئی خاص بات وابستہ تھی۔



مگر جی نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے صرف دل میں یہ سوچا کہ صیائی مذہب کے سلسلے میں ضرورت سے زیادہ کی بات کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس نظریے کی پابندی کرنے میں ضرورت سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے جس میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم دو سرائی اس کے سامنے کرو اور کوئی کھٹان چھین لے تو اپنی قبیلے بھی اسے دے دو؟ لیکن پرس کو یہ حد سے گزرنا اچھا نہیں لگا اور یہ بات اور بھی اچھی نہیں لگی کہ ”وہ محسوس کر رہی تھیں“ کیٹی ان سے اپنے دل کی بات نہیں کہنا چاہتی۔ یہ حقیقت تھی کہ کیٹی اپنے سنے زاویے نظر اور احساسات کو ماں سے چھپاتی تھی۔ وہ انہیں اس لئے نہیں چھپاتی تھی کہ اپنی ماں کا احترام یا ان سے محبت نہ کرتی تھی بلکہ صرف اس لئے کہ وہ ماں تھیں۔ ماں کی یہ نسبت کسی پر بھی وہ اپنے رازوں کو فوراً آشکار کر سکتی تھی۔

”پتہ نہیں کیوں آنا پادلوونا دست دنوں سے ہمارے ہاں نہیں آئیں“ ایک بار پرس نے پتروف کی بیوی کے بارے میں کہا۔ ”میں نے انہیں بلایا تھا لیکن وہ کچھ ناراض سی ہیں۔“

”نہیں“ میں نے تو نہیں خیال کیا ماں“ کیٹی نے ذرا شرمندہ سی ہو کر کہا۔

”تم بہت دنوں سے ان کے ہاں نہیں گئیں؟“

”کل ہم پٹاؤں پر سیر کرنے کی تیاری کر رہے ہیں“ کیٹی نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے“ جاؤ تم لوگ“ پرس نے جی کے بوکھلائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اور یہ قیاس کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ اس بوکھلاہٹ کا سبب کیا ہے۔

اسی دن وارینکا ان کے ہاں کھانے پر آئی اور اس نے اطلاع دی کہ کل پٹاؤں پر سیر کے لئے جانے کے سلسلے میں آنا پادلوونا نے اپنی رائے بدل دی ہے۔ اور پرس نے دیکھا کہ کیٹی کا چہرہ پھر گھائی ہو گیا۔ جب ماں جی اکیلے رہ گئیں تو پرس نے کہا ”کیٹی تمہارے اور پتروف میاں بیوی کے درمیان کوئی ناخوشگوار بات تو نہیں ہو گئی؟“ انہوں نے ہمارے ہاں بچوں کو بھیجا اور خود آنا کیوں بند کر دیا؟“

کیٹی نے جواب دیا کہ ان کے درمیان کوئی بھی بات نہیں ہوئی اور وہ ہرگز نہیں سمجھ پاتی کہ آنا پادلوونا اس سے کیوں ناراض ہیں۔ کیٹی نے بالکل سچ جواب دیا تھا۔ وہ اس بات کا سبب جانتی تو نہیں تھی کہ اس کے ساتھ آنا پادلوونا کا رویہ کیوں بدل گیا ہے لیکن وہ قیاس کر سکتی تھی۔ اس نے قیاس ایسی بات کا کیا تھا جسے وہ ماں سے نہ بتا سکتی تھی۔ جسے وہ خود اپنے آپ سے بھی نہ کہہ سکتی تھی۔ یہ ان باتوں میں سے ایک تھی جنہیں آدمی جانتا ہے لیکن انہیں اپنے آپ سے بھی کہہ نہیں سکتا کہ اگر اس کا قیاس غلط ہوا تو یہ بیوی ہی خوفناک اور شرمناک بات ہوگی۔

وہ اس خاندان سے اپنے تعلقات کی یادوں کو بار بار اپنے ذہن میں تازہ کرتی اور ان کا جائزہ لیتی۔ وہ آنا پادلوونا کے گول اور نیک چہرے پر اس بھولی خوشی کو یاد کرتی جو ان کی ملاقات ہونے پر ظاہر ہوتی تھی ”ان کے ساتھ بیکار پتروف کے بارے میں اپنی رازدارانہ بات چیت کو اور اس سازش کو یاد کرتی کہ پتروف کی توجہ کام کی طرف سے ہٹانی ہے جو ان کے لئے منع تھا اور انہیں ٹھٹھکے کے لئے لے جاتا ہے۔ وہ چھوٹے لڑکے کے لگاؤ کو یاد کرتی جو اسے ”میری کیٹی“ کہتا تھا اور جب تک وہ نہ ہو تب تک سونے کے لئے لیٹنا ہی نہ چاہتا تھا۔ یہ سب کتنا اچھا تھا! اس کے بعد اس نے بحورے کوٹ میں لمبوس پتروف کے بالکل ٹھیک و نازا ذیل ڈول اور ان کی لمبی گردن کو ”ان کے بہت ہی چمکدار سے ٹھٹھکے والے بالوں کو“ ان کی سوائے نیلی آنکھوں کو جو شروع میں کیٹی کو

بڑی بھیاں لگی تھیں ”اور اس کی موجودگی میں ان کی اس مریضانہ کوشش کو یاد کیا کہ وہ بہت دالے اور جیالے لگیں۔ اسے اپنی شروع کے دنوں کی وہ کاوش بھی یاد آئی جو اس نے اپنی اس کراہت پر قابو پانے کے لئے کی تھی جسے وہ دن کے سارے مریضوں سے اور اسی طرح پتروف سے بھی محسوس کرتی تھی اور یہ کہ ان سے کچھ بات کر سکنے کے لئے اسے کتنی کوشش کرنی پڑتی تھی۔ اسے وہ سمجھتی ہوئی اور دل میں گھر کر لینے والی نظر یاد آئی جس سے پتروف اسے دیکھا کرتے تھے اور ایسے میں خود اس کو درد مند اور اٹ پنے پن کا اور بعد کو اپنی نیکی کا جو احساس ہوا تھا اس کا خیال آیا۔ یہ سب کچھ کتنا اچھا تھا! لیکن یہ سب تو شروع میں تھا۔ اب تو چند دن پہلے اچانک سب گریز ہو گیا۔ آنا پادلوونا بڑے بناوٹی انداز میں کیٹی سے ملتی تھیں اور ان کی آنکھیں براہ راست پر اور اپنے شوہر پر لگی رہتی تھیں۔

کیا واقعی اس کے قریب آنے سے پتروف کی پرسکش خوشی ہی آنا پادلوونا کی سرد مری کا سبب تھی؟

”ہاں“ اسے یاد آیا ”اس وقت آنا پادلوونا میں کوئی نہ کوئی بات تھی جو ان کی نیکی سے بالکل ملتی جلتی ہوئی نہ تھی جب انہوں نے پرسوں سے میں کہا تھا ”دیکھ لیجئے سارے وقت آپ کا انتظار کرتے رہے“ آپ کے بغیر کافی نہیں بیٹنا چاہتے حالانکہ اس قدر کمزور ہو گئے ہیں۔“

”اور ہو سکتا ہے انہیں یہ بھی ناگوار گزرا ہو کہ میں نے ان کو شال لا کر دی۔ بات تو سادہ سی تھی لیکن انہوں نے اتنے اٹ پنے پن سے شال لی اور اتنی دیر تک شکر یہ ادا کرتے رہے کہ خود میں اٹ پنا پن محسوس کرنے لگی۔ اور پھر میری وہ تصویر جو انہوں نے اتنی اچھی بنائی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر تو وہ نظر جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ بوکھلائے ہوئے شیفانہ انداز میں! ہاں“ ضرور یہی ہے۔ کیٹی نے ایک خوف کے ساتھ اپنے دل میں پھر سے کہا۔ ”نہیں“ یہ نہیں ہو سکتا ”ہرگز نہیں ہونا چاہئے! ان کی حالت تو ایسی افسوسناک ہے!“ اس نے اپنے آپ سے اس کے بعد کہا۔

اس شب نے اس کی نئی زندگی کی دلکشی کو زہر آلود کر دیا۔

34

پرس شریا نیکی چشموں کے پانی کے علاج کا سلسلہ پورا ہونے سے پہلے ہی اپنی بیوی اور بیٹی کے پاس واپس آگئے۔ وہ کارلسباڈ کے بعد باؤن اور کیسٹین چلے گئے تھے اور اپنے روسی ملاقاتیوں سے ملنے ”جیسا کہ انہوں نے کہا تھا“ اپنی روسی روح کو تازہ دم کرنے کے لئے۔

پریس میں زندگی کے بارے میں پرس اور پرس کے زاویہ نظر بالکل متضاد تھے۔ پرس کو ہر چیز خوبصورت لگتی تھی اور روسی معاشرے میں اپنی قطعی طور پر اعلیٰ حیثیت کے باوجود وہ پوری کوشش کرتی تھیں کہ پریس میں پوربی خاتون کی طرح لگیں جو کہ وہ نہیں تھیں۔ اس لئے کہ وہ تو روسی جاگیرداران تھیں۔ اور چونکہ وہ بہت ہی ٹھنی رہتی تھیں اس لئے ایک حد تک اٹ پنا پن محسوس کرتی تھیں۔ اس کے برعکس پرس کو پریس کی ہر چیز بڑی لگتی تھی ”پوربی زندگی ان کو گراں گزرتی تھی“ وہ اپنی روسی عادتوں کو برقرار رکھتے تھے اور جان بوجھ کر پریس میں خود کو اس سے کم پوربی ظاہر کرتے تھے جتنے وہ دراصل تھے۔

پرس واپس آئے تو دہلے ہو گئے تھے اور ان کے گالوں پر کھال تھیلوں کی طرح ٹپک آئی تھی لیکن دلی



”ہاں صاحب فراش تود میرے دیکھتے دیکھتے ہوئی ہیں“ پر نس نے کہا۔

”کہتے ہیں کہ وہ دس سال سے انھیں ہی نہیں۔“

”اٹھتیں تو اس لئے نہیں کہ ان کی انگلیں بہت چھوٹی ہیں۔ ان کا ذیل ڈول بہت ہی برا ہے۔“

”پاپا! یہ نہیں ہو سکتا!“ کٹی بول اٹھی۔

”میری زبانیں تو یہی کہتی ہیں میری لاڈلی۔ اور تمہاری دوا رنگا کو یہ سب برداشت کرنا پڑتا ہے“ انہوں نے اضافہ کیا۔ ”اف! یہ بتا جاگیر دار نہیں!“

”نہیں نہیں پاپا!“ کٹی نے پر زور احتجاج کیا۔ ”دوا رنگا تو ان کی پرستش کرتی ہے۔ اور پھر وہ تو اتنی نیکی کرتی ہیں! جس سے چاہے پوچھ لو ان کو اور اپنے اشتال کو بھی جانتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے“ انہوں نے کسی سے اس کا ہاتھ دہاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن یہ بہتر ہے کہ لوگ جب کچھ کریں تو چاہے کسی سے بھی پوچھا جائے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔“

کٹی چپ ہو گئی، اس لئے نہیں کہ اسے کچھ کہنا نہ تھا بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے باپ سے بھی اپنے راز دارانہ خیالات کا اظہار نہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس کے باوجود کہ اس نے باپ کے زاویہ نظر سے متاثر نہ ہونے کے لئے اتنی تیاری کر لی تھی اور انہیں اپنے مقدس معبد میں دخل انداز نہ ہونے دینا چاہتی تھی، وہ محسوس کر رہی تھی کہ اشتال صاحب کی وہ الوحیٰ تمثیل جسے وہ پورے مینے اپنے دل میں لئے رہی تھی، بیشک کے لئے غائب ہو گئی جیسے ایک طرف پیچھے ہوئے کپڑوں میں بننے والی شکل غائب ہو جاتی ہے جب یہ سمجھ میں آ جاتا ہے کہ یہ کپڑے کس طرح پڑے ہوئے ہیں۔ بس ایک چھوٹی ناگوں والی عورت رہ گئی جو اس لئے بستر سے لگ گئی کہ اس کا ذیل ڈول بہت برا ہے اور وہ بے زبان دوا رنگا کو انت دیتی ہے اس لئے کہ وہ اس کی شال کو ٹھیک سے نہیں لپیٹ پاتی۔ اور تصور کی کسی بھی کوشش سے پہلے والی مادام اشتال کو واپس لانا ممکن نہیں تھا۔

35

پر نس نے اپنی خوشدلی اپنے گھر کے لوگوں میں، اپنے ملاقاتیوں میں، یہاں تک کہ اس جرمن مالک مکان میں بھی پھیل کر دی تھی جس کے ہاں شیریا کی خاندان مقیم تھا۔

کٹی کے ساتھ وہ چشموں پر سے واپس آئے تو پر نس نے چونکہ کرل، ماریا یو گینیو نا اور دوا رنگا کو کافی پینے کے لئے مدعو کیا تھا، حکم دیا کہ میز اور کرسیاں بائیںے میں لا کر فندق کے بیڑ کے نیچے لگائی جائیں اور بیچ کے لئے دسترخوان دیں۔ بجھایا جائے۔ ان کی خوشدلی کے زیر اثر مکان مالک اور خادم دو ڈوڈو کام کرنے لگے۔ وہ پر نس کی فیاضی سے واقف تھے اور آدھ گھنٹے میں ہا بورگ کا پیار ڈاکٹر جو اوپر رہتا تھا، کمری میں سے رشک کے ساتھ صحت مند لوگوں کی اس پرست رومی محفل کو دیکھنے لگا جو فندق کے بیڑ کے نیچے جمع تھی۔ بیڑوں کے تھر تھراتے ہوئے سایہ دار چلتے میں سفید میز پوش سے ڈھکی میز کے پاس جس پر کافی پاٹ، ڈبل روٹی، مکھن، پنیر اور مینڈا شکاری گوشت رکھا تھا، پر نس ادنیٰ سی ٹوپی لگائے بیٹھی تھیں جس پر کاسنی فیتے لگے تھے اور لوگوں کو کافی کی پیالیاں اور مینڈوچ دے رہی تھیں۔ دوسرے سرے پر پر نس بیٹھے تھے، خوب کھا رہے تھے اور خوش خوش زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے پاس اپنی ساری خرید بھجلا رکھی تھی۔ نقشین مندو قحیر، مکمل

کی چھوٹی چھوٹی چیزیں، ہر قسم کے کاغذ تراش جو انہوں نے سارے چشموں پر بہت سارے خرید لئے تھے اور اب ہر ایک کو تجھے کے طور پر دے رہے تھے جن میں خادمہ لیٹن بھی تھی اور مالک مکان بھی، جس سے وہ اپنی مزاحیہ خراب جرمن زبان میں مذاق کر رہے تھے اور اسے یقین دلا رہے تھے کہ کٹی کی صحت چشموں کے پانی سے نہیں بلکہ ان کے بہت عمدہ کھانے سے ٹھیک ہوئی ہے، خاص طور سے شوربے سے جو وہ آلوچے ڈال کر بناتے ہیں۔ پر نس اپنے شوہر کی روسی عادتوں پر ہنس رہی تھیں لیکن اتنی خوش اور بشارت تھیں جتنی چشموں پر قیام کے سارے زمانے میں کبھی نہ رہی تھیں۔ کرل بیشک کی طرح ہر قسم کے مذاق پر ہنس رہے تھے لیکن پورپ کے سلسلے میں، جس کا وہ اپنے خیال میں بہت غور سے مطالعہ کر رہے تھے، وہ پر نس کے طرفدار تھے۔ ٹیک دل ماریا یو گینیو نا ہر اس مضحکہ خیز بات پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتی تھیں جو پر نس کہتے تھے اور دوا رنگا بھی پر نس کے مذاقوں پر کمزور لیکن دوسروں کو متاثر کر دینے والی ہنسی سے بے بس ہو جاتی تھی۔ کٹی نے اسے اس طرح بھی نہ دیکھا تھا۔

ان سب چیزوں سے کٹی بھی خوش ہو گئی لیکن وہ بے فکر ہوئی نہیں سکتی تھی۔ وہ ان مسئلوں کو حل نہیں کر پاری تھی جو اس کے باپ نے اس کے لئے غیر ارادی طور پر اس کے دوستوں اور اس زندگی پر اپنے زاویہ نظر کا اظہار کر کے پیدا کر دیئے جس سے اسے اس قدر لگاؤ ہو گیا تھا۔ ان مسئلوں میں اس تبدیلی نے اور اضافہ کر دیا تھا جو پتروف میاں بیوی اور اس کے تعلقات میں پیدا اور آج اسے صریحی اور ناخوشگوار طریقے سے ظاہر ہو گئی تھی۔ سب لوگ خوش تھے لیکن کٹی خوش و غم نہ ہو سکتی تھی اور اس کی وجہ سے اسے اور بھی کوفت ہو رہی تھی۔ اسے کچھ اس قسم کا احساس ہو رہا تھا جس کا تجربہ بچپن میں ہوتا تھا جب اسے مزادے کر اس کے کمرے میں بند کر دیا جاتا تھا اور وہاں سے وہ اپنی ہنسی کھینچتی، ہنوں کے حقے بنا کرتی تھی۔

”چھا! تم نے یہ اتنی دھیر ساری چیزیں کس لئے خرید لیں؟“ پر نس نے مسکراتے ہوئے اور شوہر کو کافی کی پیالی دیتے ہوئے کہا۔

”ارے شلنے نکلے، کسی اشتال کے پاس پہنچ گئے، وہاں لوگ خریدنے کو کہنے لگے“ ”اے لاؤخت“ ایکسٹینس، ”دور خلاؤخت“ (44) تو اب جب انہوں نے ”دور خلاؤخت“ گمہ دیا تو بس پھر مجھ سے نہیں رہا جاتا اور دس ٹالر ختم ہو جاتے ہیں۔“

”یہ محض آکاہٹ دور کرنے کے لئے“ اور آکاہٹ ایسی ہوتی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آدن کہاں جائے کیا کرے۔“

”بھلا آدمی آکاہٹ کیسے سکتا ہے، پر نس؟ اب تو جرمنی میں اتنی دلچسپ چیزیں ہیں“ ماریا یو گینیو نا بولیں۔

”ہاں ہاں میں ساری دلچسپ چیزوں کو جانتا ہوں۔ آلوچے پڑا ہوا شور پر اور مشروہ والی سلامی۔ سر۔ جانتا ہوں۔“

”نہیں، آپ جو چاہیں کہیں پر نس، ان کے ادارے بھی دلچسپ ہیں“ کرل نے کہا۔

”اس میں کیا دلچسپ ہے؟ وہ لوگ تو سب بڑے خوش ہیں، تانے کی دھڑی کی طرح، کہ سب پر غصائی۔ لیکن میں آخر کس بات پر خوش ہوں؟ میں نے تو کبھی جاپانی نہیں، مجھے تو اپنے جوتے خودی اتارنے پڑتے ہیں اور خودی انہیں دروازے کے باہر رکھنا پڑتا ہے۔ صبح کو انھوں، خوراک پرے پنوں اور جاؤ سیلون میں خراب چائے



طرف لپی تھیں جو روش پر ہلکا جا رہا تھا۔  
 "ان کی صورت کس قدر قابل رحم اور کس قدر نیک اور بھلی ہے!" پرس نے کہا۔ "تم ان کے پاس  
 کیوں نہیں گئیں؟ وہ تو تم سے کچھ کہنا چاہتے تھے؟"

"تو چلے، چلتے ہیں" کیٹی نے فیصلہ کن انداز میں مڑتے ہوئے کہا۔ اس نے پتروف کے پاس پہنچ کر ان  
 سے پوچھا "آج آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

پتروف اپنی چھڑی کا سارا لے کر کھڑے ہو گئے اور چمکتے ہوئے انہوں نے پرس کو دیکھا۔

"یہ میری بیٹی ہے" پرس نے کہا۔ "مجھے تعارف ہونے کی اجازت دیجئے۔"

مصور نے تعظیم کی اور مسکرائے جس سے ان کے بے حد چمکتے ہوئے سفید دانت نمایاں ہو گئے۔

"پرس، کل ہم آپ کا انتظار کرتے رہے" مصور نے کیٹی سے کہا۔

یہ کہتے وقت ان کے قدم ڈگمگائے اور انہوں نے پھر سے اسی طرح ڈگمگا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ  
 انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔

"میں تو آنا چاہتی تھی لیکن دارنگا نے کہا کہ آنا پادلوونا نے یہ کھلا بھیجا ہے کہ آپ نہیں چلیں گے۔"

"کیسے نہیں چلیں گے!" پتروف نے سرخ ہوتے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی بھانپتے ہوئے کہا۔ وہ  
 آنکھوں سے اپنی بیوی کو تلاش کرنے لگے۔ "انیتا، انیتا!" انہوں نے پکار کر کہا اور ان کی پتلی سی سفید گردن پر  
 ری جیسی موٹی موٹی رگیں ابھر آئیں۔

آنا پادلوونا آنکھیں۔

"تم نے پرس کو کیسے یہ کھلا بھیجا کہ ہم نہیں چلیں گے!" بیٹی ہوئی آواز میں پتروف نے جھنجھلاہٹ کے  
 ساتھ سرگوشی میں اپنی بیوی سے کہا۔

"سلام پرس" آنا پادلوونا نے بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جو ان کے سابق برتاؤ سے بالکل ہی مختلف  
 تھی۔ "بڑی خوشی ہوئی ہے آپ سے مل کر" وہ پرس سے مخاطب ہو گئیں "آپ کا بہت دنوں سے انتظار تھا"  
 پرس۔

"کیسے تم نے پرس سے یہ کھلا بھیجا کہ ہم نہیں چلیں گے؟" مصور نے پتلی ہوئی آواز میں اور زیادہ  
 کے ساتھ پھر سرگوشی میں کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اس بات پر اور زیادہ جھنجھلا رہے تھے کہ ان کی آواز بیٹھ گئی اور  
 وہ اپنی بات کو اس لیے میں ادا نہ کر سکتے تھے جس میں چاہتے تھے۔

"اف" میرے خدا! میں نے سوچا کہ ہم نہیں جائیں گے" بیوی نے چڑکے جواب دیا۔

"کیسے کب..." مصور نے کھانٹتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔

پرس نے سلام کے لئے اپنی ہیٹ سر سے اٹھائی اور بیٹی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔

"اف" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "کیسے بد نصیب لوگ ہیں!"

"ہاں پاپا" کیٹی نے جواب دیا "لیکن یہ ہے آپ کو" ان لوگوں کے تین تو بچے ہیں، کوئی خدنگار نہیں  
 ہے اور تقریباً کوئی آمدنی نہیں ہے۔ انہیں کچھ آئیڈی (43) سے مل جاتا ہے" کیٹی نے بڑے جوش سے بیان  
 کیا۔ وہ اس پریشان کن کوئی کی کوشش کر رہی تھی جو اس کے ساتھ آنا پادلوونا کے برتاؤ میں عجیب تبدیلی ہو  
 جانے سے اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔

"اور یہ رہیں مادام اشتال" کیٹی نے چھوٹی سی گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس میں تکیوں میں چھپی، کچھ  
 نیلی اور سرخ سی چیزیں لپٹی چھتری کے سامنے کوئی چیز لپٹی تھی۔

یہ مادام اشتال تھیں۔ ان کے پیچھے اداس اداس مساحت مند جرمن خادم کھڑا تھا جو ان کی گاڑی کو ٹھیک  
 تھا۔ پاس ہی کچھ سترے بالوں والا ایک سوئیڈش کاؤنٹ کھڑا تھا جس کا نام کیٹی کو معلوم تھا۔ کئی بار لوگ گاڑی  
 کے آس پاس ٹھل رہے تھے اور ان خاتون کو کسی عجیب و غریب چیز کی طرف دیکھ رہے تھے۔

پرس ان کے پاس گئے۔ اور فوراً ہی کیٹی نے ان کی آنکھوں میں مذاق اڑانے والی پریشان کن چمک  
 دیکھی۔ مادام اشتال کے پاس پہنچ کر وہ اتنی عمدہ فرانسیسی زبان میں جس میں اب بہت کم لوگ بولتے تھے، غیر  
 معمولی اخلاق اور شفقت کے ساتھ کہنے لگے۔

"مجھے پتہ نہیں کہ میں آپ کو یاد ہوں یا نہیں، لیکن میرا فرض ہے کہ میں اپنے بارے میں یاد دلاؤں تاکہ  
 اس نیکی کے لئے آپ کا شکر ادا کر سکوں جو آپ نے میری بیٹی کے ساتھ برتی ہے" پرس نے اپنی ہیٹ اتار کر  
 اور پھر سے پتے بغیر ان سے کہا۔

"پرس! الکساندر شیرا تکی" مادام اشتال نے ان کی طرف اپنی آسانی آنکھیں اٹھائیں جن میں کیٹی نے  
 ناراضگی کا اظہار دیکھا۔ "بڑی خوشی ہوئی۔ مجھے تو آپ کی بیٹی سے بڑی محبت ہو گئی ہے۔"

"آپ کی صحت اب بھی خراب ہے؟"

"ہاں اب تو میں اس کی عادی ہو گئی ہوں" مادام اشتال نے کہا اور پرس سے سوئیڈش کاؤنٹ کا تعارف  
 کرایا۔

"لیکن آپ میں بہت کم تبدیلی ہوئی ہے" پرس نے مادام اشتال سے کہا۔ "مجھے تو دس یا بیارہ سال سے  
 آپ سے ملاقات کا شرف نہیں حاصل تھا۔"

"ہاں" خدا صلیب دتا ہے اور اسے لے چلنے کی طاقت بھی۔ اکثر تعجب ہوتا ہے کہ کس لئے یہ زندگی  
 کھینچتی چلی جا رہی ہے... دوسری طرف ہے! انہوں نے جھنجھلا کر دارنگا سے کہا جو ان کے پاؤں پر شال ٹھیک  
 سے نہیں لپیٹ رہی تھی۔

"قابائنی کرنے کے لئے" پرس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں چپتے ہوئے کہا۔

"اس کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے" اشتال صاحبہ نے پرس کے چہرے کے تاثر کے معنی سمجھ کر کہا۔ "تو  
 کاؤنٹ آپ مہمانی کر کے یہ کتاب مجھے بھجوا دیجئے گا نہ؟ آپ کا بہت بہت شکر یہ" وہ سوئیڈش کاؤنٹ سے مخاطب  
 ہو گئیں۔

"آ!" پرس نے ماسکودالے کر قل کو دیکھ کر کہا جو پاس ہی کھڑے تھے اور مادام اشتال کو تعظیم کر کے وہ بیٹی  
 اور کر قل کے ساتھ، جو انہیں لوگوں کے ساتھ آئے تھے، وہاں سے چلے گئے۔

"یہ ہے ہمارا طبقہ امراء" پرس! ماسکو کے کر قل نے مذاق اڑانے کا انداز ظاہر کرنے کی خواہش میں  
 کہا۔ وہ اشتال صاحبہ سے روٹھے ہوئے تھے اس لئے کہ انہوں نے کر قل سے تعارف نہیں حاصل کیا تھا۔

"وہ کسی ہیں جیسے پہلے تھیں" پرس نے جواب دیا۔

"اور پرس" کیا آپ انہیں بیماری سے پہلے یعنی جب سے وہ صاحب فراش ہوئی ہیں اس سے پہلے بھی  
 جانتے تھے؟"



حالت کے اعتبار سے وہ انتہائی خوش و خرم تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کبھی بالکل صحت یاب ہو چکی ہے تو ان کی خوشدلی کی حالت اور بھی بہتر ہو گئی۔ اشتال صاحبہ اور وارنگا کے ساتھ کبھی کبھی دو سنی کی خیر اور کبھی میں کسی طرح کی تبدیلی رونما ہونے کے سلسلے میں پرنس کے مشاہدے کی اطلاع سے پرنس کو ذرا پریشانی ہوئی اور ان میں حسب معمول اس سب سے رنج و رنج کا وہ احساس پیدا ہوا جو ان کی بیٹی کو ان سے دور لے جاسکتا تھا اور انہیں یہ ڈر لگا کہ کہیں ان کی بیٹی ان کے اثر سے کھل کر کسی ایسے دائرے میں نہ پھنک جائے جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ لیکن یہ ناخوشگوار خبریں جلد ہی غلطی اور خوشدلی کے اس سمندر میں ڈوب گئیں جو ان میں ہمیشہ سی موجزن رہتا تھا اور کارلسباؤ کے چشموں کے پانی سے خاص طور سے قوی تر ہو گیا تھا۔

اپنی آمد کے دوسرے دن پرنس اپنا لبا اور کوٹ پن کر اپنی روسی جھریوں اور سوچے ہوئے سے گالوں سمیت جو کلفدار کالر پر رکھے ہوئے گلتے تھے، انتہائی خوشدلی کی حالت میں اپنی بیٹی کے ساتھ چشموں پر گئے۔ بڑی خوبصورت صبح تھی، صاف ستھرے گھر اور ان کے چھوٹے چھوٹے باغ، سرخ چروں اور سرخ بازوؤں والی میز پر پڑنے اور خوشی سے کام کرنے والی جرمن خادماؤں کے نظارے اور روشن دھوپ سے دل کو خوشی ہو رہی تھی۔ لیکن جیسے جیسے وہ لوگ چشموں کے قریب پہنچنے گئے ویسے ویسے ان کی ملاقات زیادہ مریضوں سے ہونے لگی اور بخوبی منظم جرمن زندگی کے درمیان انہیں دیکھ کر اور زیادہ رنج ہو تا تھا۔ کبھی کو اب اس تضاد پر کوئی حیرت نہ ہوتی تھی۔ روشن دھوپ، ہریالی کی پرست دھوپ اور موسیقی کی آواز اس کے لئے ان سارے جانے پہچانے چروں کے گرد اور ان کی حالت کی بہتری یا بُتری کے گرد جس پر وہ نظر رکھتی تھی، ایک قدرتی فریم تھا۔ لیکن جون کی صبح کی روشنی اور دھوپ، آکر کشمرا کی آوازیں جو ان دنوں کے مقبول عام والٹر کی دھن بجا رہا تھا اور خاص طور سے صحت مند خادماؤں کی صورت شکل سارے پورے صبح ہونے والے، جھگھے جھگھے انداز میں حرکت کرنے والے قریب الہرگ لوگوں کے ساتھ مل کر پرنس کو کچھ بے سلیقہ اور بد شکل دکھ کر گئی۔

جب وہ اپنی بیٹی کو بازو کا سار ادا کر چلے گئے تو انہیں خیر اور گویا جوانی کے واپس آ جانے کا جو احساس ہو تا تھا اس کے باوجود اس وقت وہ اپنی پر قوت چال اور اپنے مضبوط، مونے ناز، اعصاب کی وجہ سے جیسے کچھ اٹ پنا پن محسوس کر رہے تھے اور ان کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔ انہیں تقریباً ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس شخص کو ہو سکتا ہے جو معاشرے میں ننگا ہو۔

”لاؤ، مجھے اپنے نئے دوستوں سے ملاؤ“ انہوں نے بیٹی سے کہا اور اپنی کہنی سے اس کا ہاتھ دبایا۔ ”مجھے تو یہ تمہارا بد بخت سو دین بھی اچھا لگنے لگا اس لئے کہ اس نے تم کو صحت یاب کر دیا۔ بس یہ کہ بڑی ادا سی ہے، بڑا غمزہ ماحول ہے۔ یہ کون ہیں؟“

کبھی ان جان پہچان کے اور انجان لوگوں کے نام انہیں بتاتی چل رہی تھی جن سے ان کا سابقہ ہو تا تھا۔ باغ کے صدر دروازے کے بالکل پاس ہی ان کی ملاقات ٹائیٹا مادام بہتر سے ہو گئی جو اپنے راہبر کے ساتھ تھیں اور جب انہوں نے کبھی کی آواز سنی تو بڑی فراموشی خاتون کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی اور اس سے پرنس کو بڑی مسرت ہوئی۔ انہوں نے فوراً ہی محتاط و مہربانی کی فراہمی فرادانی کے ساتھ پرنس سے بات کی اور ان کی تعریف کی کہ ان کی اتنی خوبصورت اور اچھی بیٹی ہے اور کبھی کی موجودگی میں اس کو آسان پر بٹھا دیا اور اسے خزانہ کا جو اب موتی اور فرشتہ رحمت کہا۔

پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا ”تو یہ دوسرا فرشتہ ہو گی۔ یہ تو فرشتہ رحمت نبرا ایک مازمل وارنگا کو کہتی

ہے۔“

”اے مازمل وارنگا۔ وہ تو بیچ فرشتہ ہیں، اے (42) مادام بہتر نے تائید کی۔  
برآمدے میں ان کی ملاقات خود وارنگا سے ہو گئی۔ وہ تیزی سے بڑھ کر ان کی طرف چلی آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بڑا خوش وضع سرخ بیگ تھا۔

کبھی نے اس سے کہا ”اور دیکھئے ہمارے پاپا آ گئے۔“

وارنگا نے سادگی کے ساتھ لیکن قدرتی انداز میں، جیسے وہ ہر کام کرتی تھی، تعظیم کی جو سر جھکا کر اور گھٹنوں سے جھک کر تعظیم کرنے کے سچ کی چیز تھی، اور فوراً پرنس سے بغیر شرمائے ہوئے بڑی سادگی سے بات کرتی شروع کر دی جیسے وہ سب کے ساتھ کرتی تھی۔

”ظاہر ہے کہ میں آپ کو جانتا ہوں، بہت اچھی طرح جانتا ہوں“ پرنس نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ ان کی مسکراہٹ سے کبھی یہ سمجھ کر خوش ہو گئی کہ اس کی دوست اس کے باپ کو اچھی لگی۔ ”کہاں جا رہی ہیں آپ اتنی جلدی میں؟“

”ماماں یہاں ہیں“ اس نے کبھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”ساری رات وہ سوئیں نہیں اور ڈاکٹر نے انہیں باہر نکلنے کا مشورہ دیا ہے۔ میں ان کے لئے ان کے کام لے جا رہی ہوں۔“

جب وارنگا چلی گئی تو پرنس بولے ”تو یہ ہے فرشتہ نبرا ایک!“  
کبھی نے دیکھا کہ وہ وارنگا کا مذاق اڑانا چاہتے تھے لیکن کسی طرح یہ نہ کر سکے اس لئے کہ وارنگا انہیں اچھی لگی تھی۔

پرنس نے اضافہ کیا ”اچھا تو تمہارے سارے دوستوں سے ملیں گے، مادام اشتال سے بھی، اگر وہ مجھے پہچاننے کا کام کریں تو۔“

”اور پاپا، کیا آپ بیچ میں جاتے تھے؟“ کبھی نے ڈر کر پوچھا اس لئے کہ اس نے مادام اشتال کا ذکر کرتے وقت پرنس کی آنکھوں میں مذاق اڑانے والی چمک پیدا ہوتے دیکھ لی تھی۔

”ان کے شو ہر کو جانتا تھا اور تھوڑا سا انہیں بھی، دستاویزوں میں ان کے شامل ہونے سے پہلے۔“  
”دستاویز کی کون ہوتے ہیں پاپا؟“ کبھی نے پوچھا۔ اسے اس بات سے ڈر لگنے لگا کہ مادام اشتال میں جس چیز کی وہ اتنی قدر کرتی تھی اس کا کوئی نام بھی تھا۔

”اچھی طرح تو میں خود بھی نہیں جانتا۔ بس یہ جانتا ہوں کہ وہ ہر چیز کے لئے خدا کا شکر ادا کرتی ہیں، ہر دکھ کے لئے، اس کے لئے بھی وہ خدا کا شکر ادا کرتی ہیں کہ ان کے شو ہر مر گئے۔ اور یہ مسکندہ خیر گئے لگتا ہے اور اس لئے کہ ان کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔“

”یہ کون ہیں؟ کس قدر قابل رحم چہرہ ہے!“ پرنس نے بیچ پر بیٹھے ہوئے درمیانہ قد کے ایک مریض کو دیکھ کر پوچھا۔ وہ بھورا اور روٹ اور سفید چٹون پہنے تھا جو اس کی بالکل ہڈیلی ٹانگوں پر عجیب طرح سے ڈھیر سی تھی۔  
ان صاحب نے اپنے ہتھکڑی لے چھد رے بالوں پر سے اپنی اسٹراپٹ اٹھائی جس کی وجہ سے ان کی اونچی پیشانی نظر آتی جس پر بیٹ سینے سے مرہضانہ سرخ نشان پڑا ہوا تھا۔

”یہ پتروف ہیں، مصور“ کبھی نے گلابی ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ”اور یہ ان کی بیوی ہیں“ اس نے آنا پادلوو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اسی وقت جب یہ لوگ قریب پہنچے تھے تو جیسے جان بوجھ کر ایک بچے کی



سے جلدی چلے جانا چاہتے تھے لیکن اب نہیں جانا چاہتے "وارنکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تو پھر!" کیٹی نے ساری بات سننے کی جلدی میں وارنکا کو اداس نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر؟ نہیں کیوں، آنا پاؤ لوں گا کہ وہ اس لئے نہیں جانا چاہتے کہ آپ یہاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نازیبا بات تھی لیکن اسی کی وجہ سے، آپ کی وجہ سے جھڑا ہو گیا۔ اور آپ تو جانتی ہیں کہ یہ بیمار لوگ کتنے چڑھے ہوئے ہیں۔"

کیٹی کی ہجرتیں سکڑتی ہی چلی گئیں، بس وارنکا باتیں کرتی رہی۔ وہ کیٹی کو نرم اور مطمئن کرنے کی کوشش کر رہی تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ ایک دھماکا ہونے والا ہے لیکن اسے یہ پتہ نہ تھا کہ آنسوؤں کا یا لفظوں کا۔

"تو یوں آپ کا نہ جانا ہی اچھا ہے... اور آپ مجھے اس بات کو، آپ پرانہ ماننے..."

"میں اسی کی مستحق ہوں، اسی کی مستحق ہوں!" کیٹی نے تیزی سے وارنکا کے ہاتھ سے چھتری جھینٹے ہوئے اور اپنی دوست کی آنکھوں سے پرے دیکھتے ہوئے کہا۔

وارنکا اپنی دوست کا پچگانہ قصہ دیکھ کر مسکراتا چاہتی تھی لیکن وہ ڈرتی تھی کہ کیٹی کہیں پرانہ مان جائے۔

"مستحق کیسے؟ میں کبھی نہیں!" اس نے کہا۔

"مستحق ہوں اس لئے کہ یہ سب بناوٹ تھی، اس لئے کہ یہ سب سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا، دل سے نہیں۔ مجھے کیا سروکار تھا ایک اپنی محض سے؟ اور اب یہ ہو گیا کہ میں جھگڑے کا سبب بن گئی اور یہ کہ میں نے وہ کیا تھا جو کسی نے مجھ سے کرنے کو نہ کہا تھا۔ اس وجہ سے کہ سب بناوٹ تھی! بناوٹ! بناوٹ!..."

"مگر کس مقصد کے لئے بناوٹ؟" وارنکا نے چپکے سے کہا۔

"اف، کس قدر بیوقوفی، شرمناک! کوئی ضرورت نہیں تھی مجھے... سب بناوٹ!..." اس نے چھتری کو کھولنے اور بند کرتے ہوئے کہا۔

"مگر آخر کس مقصد سے؟"

"تاکہ بہتر نظر آؤں لوگوں کی نظریں، اپنی نظریں، خدا کی نظریں، سب کو دھوکا دوں۔ نہیں، اب میں اس حد تک نہیں کروں گی! بری رہوں گی لیکن کم سے کم جھوٹی اور دھوکے باز تو نہ بنوں گی!"

"اور دھوکے باز کون ہے؟" وارنکا نے ملامت بھرے انداز میں کہا۔ "آپ تو ایسے بات کر رہی ہیں جیسے..."

لیکن کیٹی پر اپنے جھوٹی غصے کا دورہ پڑا تھا۔ اس نے وارنکا کو پوری بات کہنے ہی نہیں دی۔

"میں آپ کے بارے میں نہیں کہہ رہی ہوں، ہرگز نہیں۔ آپ تو ہر طرح سے کامل ہیں۔ ہاں، ہاں میں جانتی ہوں کہ آپ ہر طرح سے کامل ہیں۔ لیکن میں بری ہوں تو اب کیا کیا جائے۔ اگر میں بری نہ ہوتی تو یہ نہ ہوا ہوتا۔ تو اب میں ویسی ہی رہوں گی جیسی ہوں، لیکن بناوٹی بن نہیں کروں گی۔ مجھے آنا پاؤ لوں گا کہ کیا لیا تارنا! وہ لوگ جیسے چاہیں رہیں، اور میں جیسے چاہوں گی ویسے خود رہوں گی۔ میں کوئی اور نہیں بن سکتی... اور یہ سب وہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے!"

"آخر کیا وہ نہیں ہے؟" وارنکا نے حیرانی سے کہا۔

ہئے۔ اپنے گھر میں اور ہی بات ہے! اطمینان سے جاگو، کسی بات پر غصہ کرو، تھوڑا بہت بڑبڑاؤ، اچھی طرح سے آنکھ مکھل جائے، طبیعت سنبھل جائے تو اطمینان سے، بغیر کسی جلدی کے ساری چیزوں کے بارے میں سوچ سبھو۔"

"لیکن وقت۔ تو دولت ہے، یہ نہ بھولے،" کرل نے کہا۔

"کون سا وقت! وہ وقت ہوتا ہے کہ آدھ روئل میں آدی پورا مینڈیچ دے، اور وہ وقت اور ہوتا ہے کہ آدھ کھنے کو بھی کسی قیمت پر نہیں خریداجاسکا۔ ٹھیک ہے نہ کیٹی؟ تم کیوں آخر اتنی ادبی ہوئی لگ رہی ہو؟"

"میں تو ٹھیک ہوں بالکل۔"

"اور آپ کہاں ملیں؟ ذرا دیر تو اور بیٹھے!" انہوں نے وارنکا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے گھر جانا ہے" وارنکا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر ہنسنے ہنسنے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

اپنے آپ کو سنبھال کر وہ سب سے رخصت ہوئی اور اپنی ہیٹ لینے کے لئے اندر چلی گئی۔ کیٹی اس کے پیچھے پیچھے گئی۔ اسے اب وارنکا بھی دو سری لگ رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے سے بری ہو گئی تھی لیکن وہ اس سے مختلف ہو گئی جیسی اس نے پہلے تصور کیا تھا۔

"اف، مدتوں سے میں اس طرح نہیں بنی تھی!" وارنکا نے چھتری اور یک اٹھاتے ہوئے کہا۔ "کتنے بارے ہیں آپ کے پاپا!"

کیٹی چپ رہی۔

"تو اب کب ملیں گے ہم لوگ؟" وارنکا نے پوچھا۔

"اماں ذرا دیر کے لئے پتروف میاں بیوی کے پاس جانا چاہتی تھیں۔ آپ وہاں نہیں جائیں گی؟" کیٹی نے وارنکا سے اسے آزمانے کے لئے کہا۔

"جاؤں گی میں" وارنکا نے جواب دیا۔ "وہ لوگ جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو میں نے سامان ہاندینے میں مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"تو پھر میں بھی آؤں گی۔"

"نہیں، آپ کو کیا ضرورت ہے؟"

"کس لئے، کس لئے، کس لئے؟" کیٹی نے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور وارنکا کو نہ جانے دینے کے لئے اس نے وارنکا کی چھتری پکڑ لی۔ "نہیں، ٹھہریئے تو، کس لئے؟"

"بس یوں ہی، آپ کے پاپا آگئے ہیں اور پھر آپ سے وہ لوگ ذرا جھینٹے ہیں۔"

"نہیں، آپ مجھے بتائیے، کس لئے آپ نہیں چاہتیں کہ میں پتروف کے ہاں اکثر جاؤں؟ آخر آپ نہیں چاہتیں نہ؟ کس لئے؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا، وارنکا سکون کے ساتھ بولی۔

"نہیں، آپ مہربانی کر کے بتائیے!"

"سب تاروں؟" وارنکا نے پوچھا۔

"سب، سب!" کیٹی نے تائید کی۔

"ارے خاص بات تو کوئی نہیں، بس صرف یہ کہ میٹا ٹیل اگلے بیوچ" (یہ معصوم کا نام تھا) "پہلے تو میاں



”سب کچھ وہ نہیں ہے۔ میں کسی اور طرح جی ہی نہیں سکتی سوائے اپنے دل کے کسے کے مطابق ہیں کے“ اور آپ اصولوں کے مطابق جیتی ہیں۔ میں آپ سے بس محبت کرنے لگی لیکن غالباً آپ نے صرف اس لئے کہ مجھے بچانا اور مجھے سکھانا چاہتی تھیں!“

”آپ نا انصافی کر رہی ہیں“ وارنکا نے کہا۔

”لیکن میں دو سروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہی ہوں میں تو اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں۔“

”کیٹی!“ ماں کی آواز سنائی دی ”ادھر آنا ذرا“ پاپا کو اپنا مونہ لگا دیا اور دیکھا۔“

کیٹی نے بڑی نخوت کے ساتھ ”اپنی دوست سے صلح کے بغیر“ میز پر سے مونہ کا ہار اٹھایا جو ڈبے میں رکھا تھا اور ماں کے پاس چلی گئی۔

”یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہو؟“ اس سے ماں اور باپ نے ایک ساتھ ہی کہا۔

”کچھ نہیں“ اس نے جواب دیا ”میں ابھی آتی ہوں“ اور اگلے پاؤں بھاگ گئی۔

”وہ تو ابھی بیٹیں ہیں!“ اس نے سوچا۔ ”میں ان سے کیا کہوں؟“ اے میرے خدا! یہ میں نے کیا کیا ہے! کہہ مئی میں اس لئے میں نے ان کو نہیں پہچانی؟ کیا کروں میں؟ اب کیا کہوں ان سے؟“ کیٹی نے سوچا اور دروازے کے پاس رک گئی۔

وارنکا بیٹھ پنے چھتری لئے میز کے پاس بیٹھی تھی اور ایک کمائی کو دیکھ رہی تھی جسے کیٹی نے توڑ دیا تھا۔ اس نے سراٹھایا۔

”وارنکا! مجھے معاف کر دیجئے“ معاف کر دیجئے!“ کیٹی نے اس کے پاس آکر سرگوشی میں کہا۔ ”مجھے کچھ یاد نہیں کہ میں نے کیا کیا۔ میں۔۔۔“

”میں سچ کہتی ہوں میں آپ کو رنجیدہ کرنا نہیں چاہتی تھی“ وارنکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

صلح ہو گئی۔ لیکن باپ کے آنے کے ساتھ کیٹی کے لئے وہ ساری دنیا بدل گئی جس میں وہ رہتی تھی۔ اس نے جو کچھ جانا تھا اس سب کو ترک تو نہیں کیا لیکن وہ سمجھ گئی کہ یہ سوچ کر کہ وہ جو چاہے سو بن سکتی ہے وہ خود کو دھوکا دے رہی تھی۔ جیسے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے بناوٹ اور ڈھنگ کے بغیر اس بلندی پر قائم رہنے کی ساری مشکلوں کو جس پر خود کو پہنچانا چاہتی تھی محسوس کر لیا۔ اس کے علاوہ اس نے رنج اور بیماری کی قریب الگ الگ لوگوں کی دنیا کی گراں باری کو بھی محسوس کیا جس میں وہ رہتی تھی۔ اور اسے وہ جرات ناک لگا جو اس سے محبت کرنے کے لئے اسے اپنے اوپر کرنا پڑتا تھا۔ اور اس کا پیچھے لگا کہ وہ جلد سے جلد تازہ ہوا میں روس میں ’یر کو خدوہ میں پہنچ جائے جہاں اسے خطوں سے معلوم ہوا تھا کہ اس کی بہن ڈالی اپنے بچوں سمیت پہنچ گئی تھیں۔

لیکن وارنکا سے اس کی محبت کم نہیں ہوئی۔ رخصت ہوتے وقت کیٹی نے اس سے التجا کی کہ وہ اس کے پاس روس آئے۔

”جب آپ کا بیاد ہوگا تب میں آؤں گی“ وارنکا نے کہا۔

”وہ تو میں کبھی نہ کروں گی۔“

”تو پھر میں کبھی نہیں آؤں گی۔“

”تو پھر میں اسی لئے بیاد کروں گی۔ دیکھئے یاد رکھئے گا“ وعدہ!“ کیٹی نے کہا۔

ڈاکٹر کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کیٹی گھر روس واپس آئی تو شفا یاب ہو چکی تھی۔ اب وہ پہلے جیسی بے فکر اور خوش و غرم تونہ تھی لیکن اسے سکون مل گیا تھا اور اس کے ماسک والے غم بس یا دین کر رہ گئے تھے۔





## حصہ سوم

۱

سرگئی ابو الودج کو زینت ذہنی کام سے آرام کرنا چاہئے تھے چنانچہ وہ معمول کے مطابق پردیس جانے کی بجائے مٹی کے آخر میں بھائی کے پاس رہنے کے لئے گاؤں میں آگئے۔ ان کے عقیدے کے مطابق بہترین زندگی گاؤں کی زندگی تھی اور اب وہ اسی زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے بھائی کے پاس آئے تھے۔ کسنتن تن لیون کو بڑی خوشی ہوئی اس لئے اور بھی کہ ان گرمیوں میں اسے بھائی کو ملائی کے آنے کی توقع نہ تھی۔ لیکن سرگئی ابو الودج سے اپنی محبت اور احترام کے باوجود کسنتن تن لیون گاؤں میں بھائی کے ساتھ اٹ پنا محسوس کرتا تھا۔ گاؤں کی طرف بھائی کا رویہ اسے اٹ پنا بلکہ ناگوار لگتا تھا۔ کسنتن تن لیون کے لئے گاؤں رہنے سنے کی یعنی خوشی، دکھ درد اور محنت مشقت کرنے کی جگہ تھا۔ سرگئی ابو الودج کے لئے گاؤں ایک طرف تو محنت سے آرام کی جگہ کی طرح تھا اور دوسری طرف غریب کا مفید توڑ تھا جس کو وہ اس کی افادیت کو جانتے ہوئے خوشی سے استعمال کرتے تھے۔ کسنتن تن لیون کے لئے گاؤں اس لئے اچھا تھا کہ وہ بلاشبہ مفید محنت کا میدان تھا۔ سرگئی ابو الودج کے لئے گاؤں خاص طور سے اس لئے اچھا تھا کہ وہاں کچھ نہ کرنا ممکن بھی تھا اور ضروری بھی۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کے ساتھ سرگئی ابو الودج کا برتاؤ بھی لیون کو گراں گزر رہا تھا۔ سرگئی ابو الودج کہتے تھے کہ وہ عام لوگوں کو جانتے اور ان سے محبت کرتے ہیں اور اکثر وہ کسانوں سے بات چیت کرتے تھے جو وہ بہت اچھی طرح کر سکتے تھے، کسی طرح کی بناوٹ کے بغیر اور تواضع کے بغیر، اور اس طرح کی ہر بات چیت سے وہ ایسی عام معلومات اخذ کر لیتے تھے جو عام لوگوں کے حق میں اور اس بات کا ثبوت ہوتی تھیں کہ وہ ان لوگوں کو جانتے تھے۔ کسنتن تن لیون کو عام لوگوں کی طرف یہ رویہ پسند نہ تھا۔ کسنتن تن کے لئے کسان تو مشترکہ محنت کے خاص شریک کار تھے اور کسانوں کے احترام اور ان سے ایک طرح کی خون کی محبت کے باوجود جو جیسا کہ وہ خود کہتا تھا، اس کی کسان اٹانے دودھ سے اسے ملی تھی، وہ مشترکہ کام میں ان کے شریک کی حیثیت سے، کبھی کبھی ان لوگوں کی قوت، نرم دلی اور انصاف پسندی پر عیش عیش کرتے ہوئے بھی، اکثر جب مشترکہ کام دوسری خوبیوں کا مستحق بنے ہوئے تو وہ عام لوگوں پر ان کی لاپرواہی، گندگی، شراب کی لت اور بھوٹ کیوجہ سے غصہ بھی کرتا۔ کسنتن تن لیون سے اگر پوچھا جاتا کہ وہ عام لوگوں سے محبت کرتا ہے یا نہیں تو وہ ہرگز نہ سمجھ سکتا کہ اس سوال کا کیا جواب دے۔ وہ عام لوگوں سے محبت کرتا بھی تھا اور نہیں بھی کرتا تھا جیسے کہ لوگوں سے بالعموم۔ ظاہر ہے کہ ایک نیک دل انسان ہونے کی حیثیت سے بالعموم لوگوں سے وہ محبت نہ کرنے کی یہ نسبت زیادہ عجیب ی کرتا تھا، چنانچہ ایسا ہی عام لوگوں کے ساتھ بھی تھا۔ لیکن عام لوگوں سے کچھ خاص طور سے محبت کرنا یا نہ کرنا وہ نہ کر سکتا تھا اس لئے کہ وہ عام لوگوں ہی کے ساتھ تو زندگی بسر کرتا تھا، اس کی ساری دلچسپیاں عام لوگوں ہی سے

وایستہ تھیں اور وہ خود کو بھی عام لوگوں ہی کا ایک حصہ سمجھتا تھا اور خود میں عام میں کوئی خاص خوبی یا غای نہ دیکھتا تھا اور خود کو عام لوگوں کے مقابل نہ رکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اگرچہ وہ کسانوں کے ساتھ مالک، درمیاں، کڑی اور سب سے بڑھ کر شریک کی طرح (کسانوں کو اس پر مجبور سا تھا اور وہ چالیس چالیس درست چل کر اس کے پاس مشورہ کرنے آتے تھے) انتہائی قریبی تعلق کی زندگی بسر کرتا تھا، پھر بھی وہ عام لوگوں کے بارے میں کوئی خاص رائے نہ رکھتا تھا اور اس سوال کا کہ وہ عام لوگوں کو جانتا ہے یا نہیں، جو اب دینا بھی اس کے لئے اتنا ہی مشکل ہو جاتا تھا اس کا کہ وہ عام لوگوں سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔ یہ کہنا کہ وہ عام لوگوں کو جانتا ہے اس کے لئے ویسا ہی تھا جیسا کہ کہنا کہ وہ لوگوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر قسم کے لوگوں کا براہر مشاہدہ کرتا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا اور ان میں کسان لوگ بھی تھے جنہیں وہ دلچسپ اور اچھے لوگ سمجھتا تھا اور براہر ان میں ہی خصوصیات دیکھتا رہتا تھا اور ان کے بارے میں اپنی سابق رائے بدل کر نئی رائے قائم کرتا رہتا تھا۔ سرگئی ابو الودج اس کے برعکس تھے۔ جیسے اس زندگی کی ضد کے طور پر جو انہیں پسند نہ تھی وہ گاؤں کی زندگی کو پسند کرتے تھے بالکل اسی طرح لوگوں کے اس طبقے کی ضد کے طور پر جسے وہ پسند نہ کرتے تھے وہ عام لوگوں کو پسند کرتے تھے اور بالکل اسی طرح وہ بالعموم لوگوں کی ضد کے طور پر عام لوگوں کو جانتے بھی تھے۔ ان کی منہاجیاتی عمل میں عام لوگوں کی زندگی کی معین شکلیں واضح طور پر بن گئی تھیں جو ایک حد تک تو عام لوگوں کی زندگی سے اخذ کی گئی تھیں لیکن زیادہ تر دوسری طرح کی زندگی کی ضد کے طور پر۔ انہوں نے عام لوگوں کے بارے میں اپنی رائے اور ان سے ہمدردانہ برتاؤ میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

بھائیوں کے درمیان عام لوگوں کے بارے میں بحث کے دوران میں جب اختلاف رائے ہوتا تو اس میں سرگئی ابو الودج بیٹھ اسی لئے جیت جاتے کہ وہ عام لوگوں کے، ان کے کردار، ان کی خوبیوں، ان کے ذوق کے بارے میں ایک قطعی اور معین سمجھ رکھتے تھے۔ کسنتن تن لیون کوئی معین اور ناقابلِ تفسیر سمجھ نہ رکھتا تھا چنانچہ ان بحثوں میں ہمیشہ وہ خود اپنی بات کے خلاف بات کہتے پکڑا جاتا تھا۔

سرگئی ابو الودج کا خیال یہ تھا کہ ان کا چھوٹا بھائی بہت ہی عمدہ شخص ہے اور اس کا دل اپنی جگہ پر بڑی اچھی طرح رکھا ہوا ہے (جیسے کہ وہ فراہمی میں کہتے تھے) لیکن اس کا ذہن حالانکہ کافی تیز تھا پھر بھی وقتی تاثرات کا تابع تھا اور اسی لئے متضاد باتوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھی بڑے بھائی والی سر پرستانہ شفقت کے ساتھ اسے چیزوں کے معنی سمجھانے کی کوشش کرتے تھے لیکن انہیں اس سے بحث کرنے کی طلبیت نہ حاصل ہوتی تھی اس لئے کہ اس کے پرچھے اثرات نہایت آسان تھا۔

کسنتن تن لیون اپنے بھائی کو دو وسیع ذہن اور تعلیم و تہذیب کے مالک شخص کی طرح دیکھتا تھا جو لفظ کے انتہائی بلند معنوں میں شریف الطبع تھا اور جس میں عام بہبود کے لئے کام کرنے کی فطری صلاحیت تھی۔ لیکن اپنے دل کی گہرائی میں، جیسے جیسے وہ عمر میں زیادہ ہوتا جاتا تھا اور اپنے بھائی سے قریب تر آ جاتا تھا دیکھ دیکھ کر اکثر بیٹھتا کہ یہ خیال آتا تھا کہ عام بہبود کے لئے کام کرنے کی یہ صلاحیت، جس سے وہ خود کو بالکل ہی محروم سمجھتا تھا، شاید خلی ہے ہی نہیں بلکہ برعکس اس کے کسی طرح کی کمی ہے۔ نیک دیانتدارانہ اور شرطانہ آر زوؤں اور ذوق کی کمی نہیں بلکہ قوت زندگی کی کمی، اس چیز کی کمی جسے دل کما جاتا ہے، اس شاید کاوش کی کمی جو انسان کو زندگی کے بے شمار راستوں میں سے صرف ایک کا انتخاب کرنے پر اور صرف اسی ایک کی آرزو کرنے پر اکساتی ہے۔ بھائی کو وہ جتنا زیادہ جانتا گیا اتنا ہی زیادہ اس نے یہ دیکھا کہ سرگئی ابو الودج بھی اور عام



ایک نئے سامع کے مل جانے سے جوش میں آکر خوب لہک لہک کر باتیں کیں، چند تھکے اور ذہنی خیالات پیش کئے، جن کو نوجوان ڈاکٹر نے احترام کے ساتھ اہم قرار دیا، اور وہ اپنی بھائی کی اچھی طرح جانی پہچانی ہوئی اس بیانی دلی حالت میں پہنچ گئے جس میں وہ تائبندہ اور جاندار بات چیت کے بعد عام طور سے پہنچ جاتے تھے۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد سرگمی ایوانودج جیسی لے کر دی پر جانا چاہتے تھے۔ انہیں جیسی سے پھلی کا شکار کرنا بہت پسند تھا اور کچھ اس بات پر فخر تھا کہ وہ ایسے امتحانہ فخل کو بھی پسند کر سکتے ہیں۔

کسٹن تن لیون کے لئے جتنائی کے کھیتوں میں اور چراگاہ میں جانا ضروری تھا۔ اس نے بھائی کو بھی اپنے ساتھ گاڑی میں لیے پلنے کی پیش کش کی۔

یہ گرمیوں کا وہ زمانہ تھا جب موجودہ سال کی فصل یعنی ہو چکی تھی اور اگلے سال کے لئے بوائی کی فکریں شروع ہو جاتی ہیں، جب گھاس کاٹنے کا وقت آ جاتا ہے، جب کالے گیوں میں بالیاں آچکتی ہیں لیکن وہ ابھی پوری طرح بھری نہیں ہوتیں اور سرسبز سبزی ہلکی بالیاں ہوا میں جمومتی ہوتی ہیں، جب ہری جتنی جس کے بیج بچ میں زرد گھاس کے جوٹے بکھرے ہوتے ہیں، غیر ہوا رطوبت سے دیر میں بوئے جانے والے کھیتوں پر جموتی ہوتی ہے، جب جلدی تیار ہونے والا بڑی گھواں پھیل کر زمین کو ڈھانپ لیتا ہے، جب پرتی زمین جو موشیوں کے کھروں سے پٹ کر پھری طرح سخت ہو جاتی ہے، پکڑندوں کو چھوڑ کر جن پر مل چلائی نہیں، آدمی جوئی جا چکتی ہے، جب کھیتوں میں لائی ہوئی کھاد کے سوکے ڈھیر صبح کو شدید جیسی گھاس کے ساتھ مل کر سکتے ہیں اور نشیب میں گھاس کے کٹنے کے انتظار میں چراگاہیں سمندر کی طرح چونکی کھڑی ہوتی ہیں اور ان کے بیج بچ میں غائی کئے ہوئے سوریل کے دھنسلوں کے سیاہ ہوتے ہوئے ڈھیر بڑے ہوتے ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کھیتی کے کاموں میں فصل کی کٹائی سے پہلے، جس میں ہر سال ایک ہی طرح کا کام کرنا پڑتا ہے اور جو لوگوں کی ساری قوت کا متقاضی ہوتا ہے، دم لینے کا مختصر سا وقفہ ملتا ہے۔ فصل بہت اچھی تھی اور گرمیوں کے صاف اور روشن دن تھے جن کی راتیں اوس بھری اور چھوٹی تھیں۔

بھائیوں کو چراگاہ تک پہنچنے کے لئے جنگل میں سے ہو کر جانا تھا۔ سرگمی ایوانودج سارے وقت گھنیری پتوں والے جنگل کی خوبصورتی کی داد دیتے رہے اور بھائی کو کبھی لاکم کا پرانا بیڑ دکھاتے جو سائے والے پلوں میں تاریک تھا اور زرد گھوکوں سے ڈھکا ہوا تھا اور مکھل پڑنے کو تیار تھا، اور کبھی اس سال کے بیڑوں کی چمکتی ہوئی زمردیں کو نمرو کو پھلوں کو دکھاتے۔ کسٹن تن لیون کو قدرت کی خوبصورتی کے بارے میں باتیں کرنا اور سننا بالکل پسند نہیں تھا۔ جو چیز وہ دیکھتا تھا اس کو الفاظ اس کے خیال میں خوبصورتی سے عاری کر دیتے تھے۔ وہ بھائی کی باتوں پر حای بھرنا ہا لیکن غیر ارادی طور پر کچھ اور ہی سوچنے لگا تھا۔ جب وہ جنگل سے ہو کر نکل آئے تو اس کی ساری توجہ ایک ٹیلے کی ڈھلان پر واقع پرتی زمین پر مرکوز ہو گئی جس میں کہیں تو زرد ہوتی ہوئی گھاس تھی، کہیں وہ روئندی ہوئی تھی اور کہیں اس پر دیکھا جیسی کے نشان تھے، کہیں کھاد ڈھیر کی ہوئی تھی اور کہیں کہیں جتنی ہوئی بھی تھی۔ کھیت پر گاڑیوں کی ایک قطار پل جارہی تھی۔ لیون نے گاڑیوں کو گنا اور اس بات سے خوش ہو گیا کہ جتنی ضرورت تھی اتنی سب لائی جارہی تھیں اور چراگاہ کو دیکھ کر اس کا خیال گھاس کی کٹائی کی طرف چلا گیا۔ گھاس کی کٹائی کے دنوں میں وہ کچھ خاص طور سے جیالا اور زندہ دل محسوس ہونے لگتا تھا۔ چراگاہ کے پاس پہنچ کر لیون نے گھوڑے کو روک دیا۔

صبح کی اوس گھنٹی گھاس کے نیچے نیچے اب تک باقی تھی اور سرگمی ایوانودج نے پاؤں کو بھینکنے سے بچانے

بہود کے لئے کام کرنے والے بہت سے دوسرے لوگ بھی عام بہود سے اس محبت تک اپنے دل کے تھامے پر نہیں پہنچے تھے بلکہ انہوں نے اپنی محنت سے بحث کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اس میں مصروف ہونا اچھا ہے اور بس اسی لئے اس کام میں مصروف تھے۔ لیون کا یہ مفروضہ یہ دیکھ کر اور بھی قوی ہو گیا کہ عام بہود کے سوالات یا روح کے لافانی ہونے کے مسائل اس کے بھائی کے دل کو اس سے زیادہ متاثر نہ کرتے تھے جتنا شریخ کی بازی یا کسی نئی مشین کی طماع ساخت کرتی تھی۔

اس کے علاوہ کسٹن تن لیون گاؤں میں بھائی کے ساتھ اس لئے بھی اٹ پنا محسوس کرتا تھا کہ گاؤں میں خاص طور سے گرمیوں میں لیون کھیتی باڑی کے کاموں میں برابر مصروف رہتا تھا اور گرمیوں کا طویل دن بھی اس کے لئے کافی نہ ہوتا تھا کہ وہ سارے کام کر لے جو ضروری ہوتے تھے۔ لیکن سرگمی ایوانودج آرام کرتے تھے۔ اور اگرچہ وہ اس وقت آرام کرتے ہوتے تھے، یعنی اپنے مضامین اور تحریروں پر کام نہ کرتے ہوتے تھے، پھر بھی وہ ذہنی سرگرمی کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ ان کے ذہن میں جو خیالات آتے تھے ان کا اظہار خوبصورت سچے سچے انداز میں ضرور کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کوئی جو ان کی باتیں سنے۔ سب سے قدرتی اور حسب معمول سامع ان کا بھائی ہی تھا۔ چنانچہ ان کے تعلقات کی دوستانہ سادگی کے باوجود کسٹن تن انہیں اکیلے چھوڑتے ہوئے اٹ پنا محسوس کرتا تھا۔ سرگمی ایوانودج کو دھوپ میں گھاس پر لیٹ جانا دھوپ سے ٹکنا اور کاملی کے ساتھ باتیں کرنا بہت پسند تھا۔

وہ بھائی سے کہتے "تم یقین نہیں کر سکتے کہ یہ عیاشی کی کاملی میرے لئے کتنی بڑی مسرت ہے۔ ذہن میں ایک بھی خیال نہیں بالکل خالی۔"

لیکن کسٹن تن لیون کو ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے سے آگاہ ہونے لگتی خاص طور سے اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ نہ دیکھے گا تو لوگ ساری کھاد ان کے کھیت میں لے جائیں گے اور اسے خدا ہی جانے کس طرح ڈھیر کر دیں گے اور مل میں پھالی کے بیج ٹھیک سے نہیں کہیں گے اور نکل جانے دیں گے اور بعد کو کہیں گے کہ سنے ہوں گا، یا ان ہی ٹھیک نہیں ہے اور پرانے لکڑی کے ہلوں کی بات ہی اور تھی، وغیرہ وغیرہ۔

"اچھا تو اب گرمی اور دھوپ میں کافی مارے مارے پھر چکے کہ نہیں؟" سرگمی ایوانودج اس سے کہتے۔

"نہیں، مجھے دوڑ کر بس ایک منٹ کے لئے دفتر میں جانا ہے۔ لیون جواب دیتا اور دوڑ کر کھیتوں میں پہنچ جاتا۔"

2

شروع جون میں یہ ہوا کہ اس کی آیا اور گرمی کی گھراں اگافیا ٹیلو نو تھمبوں کے نوچے کا ایک مرتبان لے کر، جسے انہوں نے ابھی ابھی ٹھیک لگا تھا، خانے میں جاتے ہوئے پھل کر گر پڑیں اور ان کی کٹائی میں موج آگئی۔ انہیں دیکھنے کے لئے زمستوہ کا نوجوان ڈاکٹر آیا جس نے ابھی ابھی کورس پورا کیا تھا اور بڑا ہاتھنی تھا۔ اس نے ہاتھ کو دیکھا اور کہا کہ وہ اکٹرا نہیں ہے۔ اس نے اس پر کہہ لیا لگا دیا اور کھانے کے لئے ٹھہر گیا۔ یہ بظاہر اسے مشہور و معروف سرگمی ایوانودج کو زینت کے ساتھ باتیں کرنے میں برا مزہ آ رہا تھا۔ اس نے چیزوں کے بارے میں اپنے روشن خیال زاویہ نظر کا اظہار کرنے کے لئے پورے علاقے کے شرمناک قصے سنائے اور زمستوہ کی خراب حالت کا رونا رویا۔ سرگمی ایوانودج نے بڑی توجہ سے سنا اور بار بار سوالات کئے اور



کے لئے کہا کہ انہیں گاڑی میں بید بختوں کی ان بھاڑیوں تک پہنچا دیا جائے جہاں سوری پھیلیاں لگتی ہیں۔ لیون کو اپنی گھاس کے روئے کا بہت افسوس تھا پھر بھی وہ چر اگاہ پر سے گاڑی کو لے گیا۔ پیوں اور گھوڑے کی ٹاپوں کے پاس اونچی گھاس نری سے مرزا جاتی اور اس کے چنگ گاڑی کے پٹے کے پیچھے ہونے چکے حصوں اور تیلیوں پر لگے رہ جاتے۔

اس کے بھائی ایک بھاڑی کے پیچھے بیٹھ گئے اور جی کو ٹھیک ٹھاک کرنے لگے اور لیون گھوڑے کو الگ لے جا کر اسے ہانڈہ کے گھاس کے سبز سمندر میں داخل ہو گیا جو ہوانہ ہونے کی وجہ سے بالکل ساکت تھا۔ بچے ہوئے بچوں والی گھاس اس جگہ پر کمر کر تک تھی جہاں بہار میں ہانڈہ کا پانی آ جاتا تھا۔

چر اگاہ کو آڈاکاٹ کردہ سڑک پر آگیا اور اس کی ملاقات ایک بوڑھے سے ہو گئی جس کی آنکھ سوچی ہوئی تھی اور وہ شد کی کھیموں کا ایک معنوی چھتا لے جا رہا تھا۔

لیون نے پوچھا ”کیوں لگ گیا ہاتھ فونچ؟“

”کیسا ہاتھ لگنا، کسٹن تن دمیر بیچ اپنے ہی گھرانے ہو جائے تو بہت ہے۔ دوسری مرتبہ ساری کھیاں اڑ گئیں۔ شکر ہے کہ لڑکوں نے پکڑ لیا۔ آپ کے ہاں جتنا کر رہے ہیں۔ ایک گھوڑا کھول کر ان لوگوں نے بچھا کیا۔“

”اور کیا کہتے ہو فونچ گھاس کا ٹل جانے یا انتظار کیا جائے؟“

”ارے اب کیا کوں! ہمارے حساب سے تو سینٹ پیٹر کے دن (1) تک انتظار کرنا چاہئے لیکن آپ بیٹھ جلدی کاٹ لیتے ہیں۔ تو خدا امدد کرے گاٹ نیچے گھاس تو ابھی ہے۔ مویشیوں کے لئے کھلی جگہ ہو جائے گی۔“

”اور موسم کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟“

”یہ تو خدا کا کام ہے۔ ہو سکتا ہے موسم اچھا ہی رہے۔“

لیون اپنے بھائی کے پاس چلا گیا۔ پھلی تو کوئی گلی نہیں تھی لیکن سرگئی ابو انودج کو آکٹا ہٹ نہیں ہوئی اور وہ بہت خوش مزاجی کی حالت میں تھے۔ لیون نے دیکھا کہ ڈاکٹر کے ساتھ بات چیت سے جوش میں آکر وہ باتیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے برعکس لیون جلدی گھر جانا چاہتا تھا کہ وہ گھاس کاٹنے والوں کو کل بلوانے کا بندوبست کرے اور گھاس کی کٹائی کے سلسلے میں اسے جو کچھ شہادت تھے ان کا فیصلہ کر لے جس کی وجہ سے وہ گہری فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

”تو پھر چلیں اب“ اس نے کہا۔

”جلدی کہاں جانے کی ہے؟ بیٹھے ہیں ذرا۔ مگر تم تو کس قدر بیگ لگے ہو! پھلی تو نہیں لگی مگر اچھا رہا۔ ہر شکار میں یہ اچھی بات ہوتی ہے کہ فطرت سے سہارہ پڑتا ہے۔ یہ فولادی رنگ کا پانی کتنا دلکش ہے!“ انہوں نے کہا۔ ”چر اگاہ والے یہ کنارے دیکھ کر مجھے بیشہ وہ پیکلی یاد آ جاتی ہے۔ جانتے ہو تم؟ گھاس کتنی ہے پانی سے ہم جھوٹے ہیں ہم جھوٹے ہیں۔“

”میں یہ پیکلی نہیں جانتا لیون نے اداس اداس انداز میں جواب دیا۔

”اور پتہ ہے تمہیں میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا، سرگئی ابو انودج نے کہا۔ ”جو کچھ مجھے اس

اکڑنے بتایا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تحصیل میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کچھ نرالی ہی چیز ہے۔ وہ بالکل ایسی ہیوقوف نوجوان نہیں ہے۔ اور میں نے تم سے کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ یہ اچھا نہیں ہے کہ تم اجلاس میں نہیں جاتے اور بالعموم زمستوہ کے کام سے الگ ہو گئے۔ اگر شائستہ لوگ الگ ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ خدا ہی جانے سب کچھ کیسے ہو گا۔ رقم ہم ادا کرتے ہیں لیکن وہ صرف تنخواہوں میں چلی جاتی ہے اسکو نہیں نہ نائب ڈاکٹر دانیال ہیں نہ دوا خانے۔ کچھ بھی تو نہیں ہے!“

”آخر میں نے کوشش تو کی تھی“ لیون نے آہستہ سے اور بادل ناخواستہ جواب دیا ”میں کر سکتا تو اب کیا کیا جائے؟“

”کیا نہیں کر سکتے تم؟ میں صاف کہتا ہوں کہ بالکل نہیں سمجھتا۔ یہ تو میں مانتا نہیں کہ بے نیازی یا بے کھچی ہے یہ محض کاغذی تو نہیں ہے۔“

”نہ پہلی ہے نہ دوسری اور نہ تیسری۔ میں نے آزمایا اور میں دیکھتا ہوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا“ لیون نے کہا۔

جو کچھ بھائی کہہ رہے تھے اس کی طرف وہ کم ہی توجہ کر رہا تھا۔ دریا کی دوسری طرف جتی ہوئی زمین پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے کچھ سیاہ سی چیز دیکھی لیکن وہ صاف دیکھ کر یہ نہ طے کر پایا کہ یہ گھوڑا ہے یا گھوڑے پر سوار کیا رہے۔

”کس وجہ سے تم کچھ نہیں کر سکتے؟ تم نے کوشش کی اور تمہارے خیال میں کامیابی نہیں ہوئی چنانچہ اب تم نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ تم میں خودداری کیوں نہیں ہے؟“

”خودداری“ لیون نے اپنے بھائی کے پر جوش لفظوں سے چڑ کر کہا ”میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر یونیورسٹی میں مجھ سے کہا جاتا کہ دوسرے لوگ تکمیلی احصا سمجھ لیتے ہیں اور میں نہیں سمجھ پاتا۔ تو یہ خود داری کا معاملہ ہوتا۔ لیکن یہاں پہلے تو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ ان کاموں کے لئے معروف صلاحیت کا مالک ہونا ضروری ہے اور سب سے بڑھ کر اس بات کا کہ یہ سارے کام بہت اہم ہیں۔“

”تو پھر کیا یہ اہم نہیں ہے؟“ سرگئی ابو انودج نے کہا اس بات پر بہت زیادہ چڑ کر کہ وہ جس چیز کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ ان کے بھائی کو غیر اہم لگتی ہے اور خاص طور سے اس بات پر کہ صاف ظاہر تھا کہ وہ ان کی بات تقریباً سن ہی نہیں رہا تھا۔

”مجھے نہیں لگتا اہم“ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں آخر آپ کیا چاہتے ہیں؟“ لیون نے جواب دیا۔ اب اسے صاف دکھائی دے گیا تھا کہ پہلے اسے جو نظر آ رہا تھا وہ بھلا تھا۔ اسے لگا کہ بھلا نے نائب کسانوں کو جتنی سے چھٹی دے دی ہے۔ وہ لوہوں کو کھول رہے تھے۔ اس نے سوچا ”کیا واقعی جتنا ختم ہو گئی؟“

”مگر تم میری بات سنو“ بھائی نے اپنے خوبصورت ذہین چہرے پر تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا ”ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ سادہ لوح اور صاف گو آدمی ہونا اور جھوٹ کو پسند نہ کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ یہ سب میں جانا ہوں۔ لیکن تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کا یا تو کوئی مفہوم نہیں ہے یا پھر بہت ہی برا مفہوم ہے۔ تم اس بات کو کیسے غیر اہم سمجھتے ہو کہ وہ عام لوگ جن سے تم محبت کرتے ہو جیسا کہ تم یقین دلاتے ہو۔۔۔“

”میں نے کبھی یقین نہیں دلایا“ کسٹن تن لیون نے سوچا۔

”... کسی مدد کے نہ ہونے کی وجہ سے مر جاتے ہیں؟ جاہل کسان عورتیں بچوں کو بھوکا مارتی ہیں اور عام



لوگ جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر ہر غشی کا اقتدار برقرار ہے جبکہ ان کی مدد کرنے کا وسیلہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ لیکن تم مدد نہیں کرتے اس لئے کہ یہ اہم نہیں ہے۔“

اور سرگئی ایوانوویچ نے اسے ایک گونگوش جھکا کر دیا تو تم اتنے غیر ترقی یافتہ رہ گئے ہو کہ اس سب کو دیکھ ہی نہیں سکتے جو تم کر سکتے ہو یا پھر تم اسے کرنے کے لئے اپنے اطمینان "اپنے غرور اور مجھے پتہ نہیں کس چیز ترک نہیں کر سکتے۔"

کسٹن تن لیون یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے لئے اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ ہار مان لے لیا اعتراف کر لے کہ اسے امور عامہ سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اور اس کو یہ بات بری لگی اور بہت کھلی۔

"یہ بھی ہے اور وہ بھی "اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "میں نہیں دیکھتا کہ یہ ممکن ہو تاکہ۔۔۔"

"کیا؟ اچھی طرح رقم صرف کر کے ڈاکٹری مدد پہنچانا ممکن ہے؟"

"ناممکن ہے، جیسا کہ مجھے لگتا ہے۔۔۔ ہماری تحصیل کے چار ہزار مربع دورست کے رقبے اور ہمارے ہاں کی جیسی کچھ طوفانی جھکاؤ اور کام کے زمانوں کو دیکھتے ہوئے مجھے تو نہیں لگتا کہ ہر جگہ ڈاکٹری مدد دینا ممکن ہے۔ اور دو آؤں پر تو میں ویسے بھی یقین نہیں کرتا۔"

"لیکن محاف کرنا، یہ نا انصافی ہے۔۔۔ میں تمہیں ہزاروں مثالیں دے سکتا ہوں۔۔۔ اچھا اور اسکول؟"

"اسکول کس لئے؟"

"تم کہہ کیار ہے ہو؟ کیا تعلیم کے فائدے کے بارے میں بھی کوئی شک ہو سکتا ہے؟ اگر وہ ہمارے لئے اچھی ہے تو سب کے لئے اچھی ہے۔"

کسٹن تن لیون یہ محسوس کر رہا تھا کہ اخلاقی اعتبار سے اس کے لئے کوئی راہ قرار نہیں رہ سکتی اور اسی وجہ سے اسے غصہ آیا اور غیر ارادی طور پر وہ امور عامہ کی طرف سے اپنی بے نیازی کا خاص سبب بیان کر گیا۔

"ہو سکتا ہے یہ سب اچھا ہو لیکن مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ان میڈیکل مرکزوں کی فکر کروں جنہیں میں کبھی استعمال نہیں کروں گا اور ان اسکولوں کی جن میں اپنے بچوں کو کبھی نہ بھیجوں گا؟ جاں کسان بھی اپنے بچوں کو نہیں بھیجتا چاہے اور مجھے ابھی تک پکا یقین نہیں ہے کہ انہیں بھیجتا ضروری ہے؟"۔۔۔ اس نے کہا۔

سرگئی ایوانوویچ ذرا دیر کے لئے اس غیر متوقع زاویہ نظر پر حیران رہ گئے لیکن پھر فوراً ہی انہوں نے حملے کا نیا منصوبہ تیار کر لیا۔

وہ چپ ہو گئے اور انہوں نے ایک جسی نکالی "اے پھر سے پانی میں ڈالا اور مسکراتے ہوئے بھائی سے مخاطب ہوئے۔

"مگر میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔ اول یہ کہ میڈیکل مرکزوں کی ضرورت تو ہے۔ اب آج ہی اگائیو میڈیکل یونیورسٹی کے لئے ہم نے ضلع کے ڈاکٹر کو بلا بھیجا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ ان کا ہاتھ میڑھا ہی رہ جائے گا۔"

"یہ ابھی طے نہیں ہے۔۔۔ پھر یہ کہ پڑھا لکھا کسان ہمارے لئے زیادہ کار آمد اور زیادہ موقع مزدور ہو گا۔"

"نہیں یہ تو آپ جس سے چاہے پوچھ لیجئے" کسٹن تن لیون نے قطعی انداز میں کہا "پڑھا لکھا آدمی مزدور کی حیثیت سے بدتر ہوتا ہے۔ اور مزدور کی حرمت کرنا ناممکن ہے اور پل جیسے ہی بنائے جاتے ہیں ویسے ہی چوری کر لئے جاتے ہیں۔"

"بہر حال" سرگئی ایوانوویچ نے بھوسیں سکھ کر کہا۔ انہیں اپنی بات کا رد کیا جانا اور خاص طور سے اس طرح بالکل پسند نہ تھا جب لوگ برابر ایک بات سے اچھل کر دوسری پر پہنچ جاتے ہیں اور بغیر کسی تعلق کے نئی باتیں پیش کرتے جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ جاننا ممکن ہی نہیں ہوتا کہ کس کا جواب دیا جائے۔ "بہر حال" اصل بات یہ نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم اس بات کا تو اعتراف کرتے ہو یا نہیں کہ عام لوگوں کے لئے تعلیم اچھی چیز ہے؟"

"اعتراف کرتا ہوں" لیون نے غیر ارادی طور پر کہا اور فوراً ہی سوچا کہ اس نے وہ نہیں کہا جو وہ سوچتا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اگر وہ اس بات کا اعتراف کر لیتا ہے تو اس پر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ بیکار کی باتیں کرتا ہے جن کا کوئی منہموم ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو وہ نہیں جانتا تھا کہ اس پر یہ کیسے ثابت کیا جائے گا لیکن یہ ضرور جانتا تھا کہ یہ بلاشبہ منطقی طور سے اس پر ثابت کر دیا جائے گا اور وہ اس ثبوت کا انتظار کر رہا تھا۔

دلیل بتا لیون توقع کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ سیدھی سادی تھی۔

"اگر تم اعتراف کرتے ہو کہ یہ اچھی چیز ہے" سرگئی ایوانوویچ نے کہا "تو ایک دیانت دار انسان کی حیثیت سے تم یہ کئی نہیں سکتے کہ ایسے کام سے تمہیں محبت اور ہمدردی نہ ہو اور اسی لئے تم اس کے لئے کام کرنے کی خواہش نہ کرو۔"

"لیکن میں اب بھی یہ اعتراف نہیں کرتا کہ اچھا کام ہے" کسٹن تن لیون نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیسے؟ ارے تم نے ابھی ابھی تو کہا۔۔۔"

"یعنی یہ کہ میں اس کو اچھا بھی نہیں سمجھتا اور ممکن بھی۔"

"یہ تم کو شش کئے بغیر بیان ہی نہیں سکتے۔"

"اچھا" فرض کر لیتے ہیں "لیون نے کہا حالانکہ وہ بالکل ایسا کچھ نہیں فرض کر رہا تھا "فرض کر لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہے لیکن میں پھر بھی نہیں دیکھتا کہ کس لئے میں اس کی فکر کروں؟"

"یعنی کیا مطلب؟"

"نہیں، لیکن جب ہم نے یہ بات چھیڑی دی ہے تو مجھے فلسفیانہ نقطہ نظر سے سمجھائیے "لیون نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں فلسفہ کس لئے" سرگئی ایوانوویچ نے کہا۔ لیون کو یہ لگا کہ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ اپنے بھائی کے اس حق کو تسلیم ہی نہ کرتے ہوں کہ وہ فلسفے کے بارے میں بحث کر سکتا ہے۔ اور اس سے لیون جھجھلا گیا۔

"میں بتاتا ہوں کس لئے؟" وہ گرم ہو کر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ساری سرگرمیوں کی محرک ہماری ذاتی خوشی ہوتی ہے۔ اب میں زمستہ کے اداروں میں "ایک جاگیردار کی حیثیت سے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتا جو میری خوشحالی کا باعث بن سکے۔ سڑکیں بہتر نہیں ہوتی ہیں اور بہتر ہو ہی نہیں سکتیں، میرے گھوڑے مجھے خراب سڑکوں پر بھی لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اور میڈیکل مرکز کی مجھے ضرورت نہیں۔ جنس آف پیس کی مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے کبھی اس سے نہیں رجوع کیا اور نہ رجوع کروں گا۔ اسکولوں کی مجھے نہ صرف یہ کہ کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ نقصان دہ بھی ہیں جیسا کہ میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ زمستہ کے اداروں کا مطلب میرے لئے صرف یہ ہے کہ وہ سیاحت پیچھے اٹھارہ کو پیک کا ٹیکس ادا کروں، شربتاؤں، کھٹلوں کے ساتھ رات بسر کروں اور ہر طرح کی بیکار اور شرمناک باتیں سنوں جبکہ میرے ذاتی مفادات مجھے اس کے لئے نہیں



لئے اپنے طریقے کا استعمال کیا۔ ایک کسان سے درانتی لے کر اس نے گھاس کاٹی شروع کر دی۔ یہ کام اسے اتنا پسند آیا کہ اس نے کئی مرتبہ گھاس کاٹی۔ اس نے گھر کے سامنے والی چراگاہ کی ساری گھاس کاٹ ڈالی تھی اور اس سال اس نے ہمارے میں اپنے لئے منصوبہ بنالیا تھا کہ کسانوں کے ساتھ دن بھر گھاس کاٹے گا۔ بھائی کے آنے کے بعد سے اس نے دوبارہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ گھاس کاٹنے یا نہ کاٹنے؟ ایک تو اسے یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ بھائی کو دن بھر کے لئے اکیلا چھوڑ دے اور پھر اسے یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں بھائی اس بات کے سلسلے میں اس پر فیس نہ۔ لیکن چراگاہ میں سے گزرتے ہوئے اسے گھاس کاٹنے کا تاثر یاد آیا اور اس نے تقریباً فیصلہ کر لیا کہ وہ گھاس کاٹے گا۔ بھائی کے ساتھ جھبیلادینے والی بات چیت کے دوران میں اسے پھر اپنا یہ ارادہ یاد آیا تھا۔

”جسائی نقل و حرکت کی ضرورت ہے نہیں تو میرا کردار بالکل ہی چپٹ ہو جائے گا“ اس نے سوچا اور طے کر لیا کہ وہ گھاس کاٹنے کا چاہے وہ بھائی کے اور عام لوگوں کے سامنے کتنا ہی اٹ چکا کیوں نہ ہو۔ شام کے قریب وہ دفتر میں گیا، اس نے کام کے بارے میں بندوبست کیا اور گاؤں میں آدمی بھیجا کہ کل کے لئے گھاس کاٹنے والوں کو بلا آئے تاکہ کالیوف والی چراگاہ میں کٹائی ہو جو سب سے بڑی اور سب سے اچھی چراگاہ ہے۔

”اور ہاں مہربانی کر کے میری درانتی بھی تیت کے پاس بھیج دیجئے گا تاکہ وہ اسے تیز کر لے اور کل لے آئے۔ ہو سکتا ہے میں خود بھی کٹائی کروں“ اس نے جھبیلادینے والے کو کوشش کی۔

مکار مسکرایا اور بولا ”جی حضور۔“

شام کو چائے کے وقت اس نے بھائی کو بھی بتایا۔

”لگتا ہے موسم اچھا ہی رہے گا“ اس نے کہا۔ ”کل میں گھاس کاٹنا شروع کروں گا۔“

”مجھے یہ کام بہت پسند ہے“ سرگئی ایاوودج نے کہا۔

”مجھے بھی بے حد پسند ہے۔ کبھی کبھی کسانوں کے ساتھ میں نے بھی گھاس کاٹی ہے اور کل سارے دن کاٹنا چاہتا ہوں۔“

سرگئی ایاوودج نے سراٹھایا اور بھائی کو تجسس کے ساتھ دیکھا۔

”یعنی کیسے؟ کسانوں کے برابر اور سارے دن؟“

”ہاں“ بڑا اچھا لگتا ہے۔“ لیون نے کہا۔

”جسائی ورزش کی حیثیت سے تو بہت ہی اچھا ہے لیکن تم مشکل ہی سے ٹک سکو گے“ کسی طرح سے بھی مذاق اڑانے کے انداز کے بغیر سرگئی ایاوودج نے کہا۔

”میں آزما چکا ہوں۔ شروع میں بڑی مشکل ہوتی ہے پھر آدمی چل پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں بچوں کا نہیں۔“

”بہت خوب“ اور یہ بتاؤ کہ کسان اسے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ضرور ہنستے ہوں گے کہ جاگیردار صاحب کیسی عجیب حرکت کر رہے ہیں۔“

”نہیں“ میرے خیال میں تو نہیں۔ لیکن یہ کام ہی ایسا مشترکہ، ہنسی خوشی کا اور مشکل ہے کہ زیادہ سوچنے سمجھنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔“

”اور تم ان کے ساتھ کھانا کیسے کھاؤ گے؟ وہاں تو ہمارے لئے شراب اور جینی ہوئی ٹبل مرئی بھیجتا بھی اٹ پٹائی ہوگا۔“

”نہیں“ میں بس ان لوگوں کے دم لینے کے وقتے میں گھر آ جاؤں گا۔“

اگلی صبح کو کسٹن تن لیون اپنے معمول سے جلدی اٹھا۔ لیکن کھیتی باڑی کے سلسلے کے اختیارات میں اسے دیر ہو گئی اور جب وہ گھاس کی کٹائی کے قطعے پر پہنچا تو گھاس کاٹنے والے دوسری پٹی کی کٹائی کر رہے تھے۔ ٹیلے پر سے اسے ٹھیک کا وہ حصہ نظر آنے لگا جو سائے میں تھا جہاں سے گھاس کاٹی جا چکی تھی۔ وہاں سرسئی سرسئی پٹیاں تھیں اور کٹائیوں کے کالے ڈھیر تھے جنہیں گھاس کاٹنے والوں نے اس جگہ اتار کر ڈال دیا تھا جہاں سے انہوں نے کٹائی شروع کی تھی۔

مجھے جیسے وہ قریب پہنچا یا دیسے دیسے اسے ایک کے پیچھے ایک کسان، ایک ڈوری کی طرح تنے ہوئے اور الگ الگ طرح سے درانتی چلاتے ہوئے نظر آئے جن میں کوئی کٹان پنے تھا تو کوئی صرف تھیں۔ اس نے گنا، وہ ۳۲ نفر تھے۔

وہ چراگاہ کے پچھلے غیر ہموار حصے پر دھیرے دھیرے حرکت کر رہے تھے۔ وہاں پرانے تالاب کا بند تھا۔ لیون نے اپنے کئی لوگوں کو پہچان لیا۔ وہاں بوڑھا پر میل تھا جو بڑی لمبی سفید قمیض پہنے تھا اور جھکا ہوا درانتی چلا رہا تھا، نوجوان واسکا تھا جو پہلے لیون کے ہاں کوچوان رہ چکا تھا اور اس وقت درانتی کی ہر حرکت سے پوری پٹی کاٹ لاتا تھا۔ انہیں میں تیت بھی تھا جو گھاس کی کٹائی میں لیون کا استاد تھا۔ وہ نالے قد کا بڑا پٹا کسان تھا اور بغیر جھکے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے درانتی سے کھیلنے ہوئے اپنی چوڑی پٹی کی کٹائی کر رہا تھا۔

لیون گھوڑے پر سے اتر آیا اور اسے سڑک پر باندھ کر تیت کے پاس پہنچا جس نے جھاڑی کے پاس سے دوسری درانتی لا کر اسے دے دی۔

”تیار رہے سرکار“ اسٹری کی طرح چلتی ہے، اپنے آپ ہی کاٹتی ہے۔“ تیت نے مسکرا کر ٹوٹی آواز سے ہونے اور اسے درانتی دیتے ہوئے کہا۔

لیون نے درانتی لے لی اور اس کو آزمانے لگا۔ پسینے میں تر اور ہنسنے بولنے گھاس کاٹنے والے اپنی پٹی پوری کر کے ایک کے پیچھے ایک سڑک پر کھل آئے اور سمجھنے لگے جاکیردار صاحب کو سلام کیا۔ وہ سب اسے دیکھ رہے تھے لیکن کسی نے اس وقت تک کچھ نہیں کہا جب تک سڑک پر کھل آنے والے لمبے ق کے بے داڑھی اور جھریوں بھرے چہرے والے ایک بڑھے نے، جو پوشتین کا بیٹک پہنے تھا، اس سے بات نہیں چھیڑی۔

اس نے کہا ”سرکار یہ دھیان رہے کہ ایک بار جت گئے تو پھر پیچھے نہیں رہتا ہے!“ اور لیون نے گھاس کاٹنے والوں میں دہلی دہلی ہنسی کی آواز سنی۔

”کوشش تو یہی کروں گا کہ بچوں نہیں“ اس نے تیت کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا اور شروع کرنے کے وقت کا انتظار کرنے لگا۔

”دھیان رہے“ بوڑھے نے پھر سے کہا۔

تیت نے جگہ خالی کر دی اور لیون کٹائی کرتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ گھاس بچی، سڑک کے قریب کی تھی اور لیون نے ایک تو بہت دنوں سے کٹائی نہیں کی تھی اور پھر وہ اپنے اوپر لگی ہوئی سارے لوگوں کی



نظروں سے گھبرا ہوا تھا۔ شروع شروع میں اس نے بری کٹائی کی حالانکہ درانتی وہ بڑے ذوروں میں چلا رہا تھا۔ اس کے پیچھے سے آوازیں آئیں:

"ٹھیک بٹائی نہیں ہے، مٹھلیا بہت اوپر گئی ہے، دیکھو! نہیں کتنا جھکنا پڑتا ہے" ایک نے کہا۔

"ایزی پر زیادہ زور دینا چاہئے" دوسرا بولا۔

"کوئی بات نہیں، ٹھیک ہے، کانٹے لگے کی" بوڑھے نے بات جاری رکھی۔ "دیکھو! آگے بڑھنے لگے۔ زیادہ چڑی بنی لیس کے تو جھک جائیں گے۔ مالک ہیں، اپنے لئے کوشش کر رہے ہیں اور ذرا اپنی توجہ بکھو اتارا کوئی بھائی ہو تاو ایسی کٹائی پر اس کی مرمت ہو جاتی۔"

نرم گھاس آگئی تھی اور لیون سب کچھ سنتا ہوا لیون جواب دے بغیر اور جہاں تک ممکن تھا بہتر کٹائی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کوئی سو قدم کٹائی کر لی ہوگی۔ تھیت کے بغیر یہ محتاسی چلا جا رہا تھا اور وہ ممکن کا ذرا بھی اعتمار نہیں کر رہا تھا۔ لیون لیون اتنا جھک چکا تھا کہ اسے بے حد ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ رک نہ جائے۔

وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ آخری زور لگا کر درانتی چلا رہا ہے اور اس نے طے کیا کہ تھیت سے رک جائے تو کے۔ لیون اسی وقت تھیت خود ہی رک گیا اور اس نے جبکہ کر گھاس اٹھائی "اس سے رگڑ کر درانتی کو پوچھا اور اسے تیز کرنے لگا۔ لیون نے اپنی کمر سیدھی کی اور ابھر کر سانس لیتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک کسان گھاس کاٹ رہا تھا اور بھلا ہر وہ بھی اسی طرح جھک گیا تھا اس لئے کہ اسی وقت لیون تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ بھی رک گیا اور اپنی درانتی تیز کرنے لگا۔ تھیت نے اپنی درانتی تیزی کی اور لیون کی بھی اور وہ پھر آگے بڑھے۔

دوسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ تھیت براہِ بردر درانتی چلاتا ہوا اس کے بغیر اور جھکے بغیر چلا جا رہا تھا۔ لیون اس کے پیچھے چل رہا تھا کہ کوشش کر رہا تھا کہ پچھڑے نہ پائے اور اس کو مشکل سے مشکل تر لگنے لگا تھا۔ بار بار ایسا لہر آتا جب وہ محسوس کرتا کہ اب اس میں اور قوت نہیں رہ گئی لیکن عین اسی وقت تھیت رک جاتا اور درانتی تیز کرنے لگتا۔

اس طرح انہوں نے پہلی پٹی طے کی۔ اور یہ لمبی پٹی لیون کو خاص طور سے مشکل معلوم ہوئی۔ لیون جب پٹی پوری ہو گئی اور تھیت درانتی کو کندھے پر رکھ کر دھیرے دھیرے چلتا ہوا انہیں نشانوں پر واپس چلا جو اس کی ایزلیوں سے کٹی گھاس پر بن گئے تھے اور لیون بھی بالکل اسی طرح اپنی کافی ہوئی پٹی پر چلا تو اس کے کہ اس کے چہرے پر پسینے کی اولوں جیسی بوندیں تھیں اور ناک پر سے ٹپک رہی تھیں اور اس کی پٹنے اس طرح جھپکی تھی جیسے پانی سے تڑکی گئی ہو "اے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ خاص طور سے وہ اس بات پر خوش تھا کہ اب وہ جان گیا تھا کہ تک سکے گا۔

اس کو بس ایک چیز سے بے اطمینانی تھی کہ اس کی پٹی اچھی نہیں کٹی تھی۔ "ہاتھ کم چلاؤں گا اور پورے دھڑے زیادہ زور لگاؤں گا" اس نے اپنی پٹی کا موازنہ تھیت کی پٹی سے کرتے ہوئے سوچا جو ایسی لگ رہی تھی جیسے دھماکے سے تراش دی گئی ہو، جبکہ اس کی اپنی پٹی میں یہاں وہاں گھاس چھوٹ گئی تھی اور کٹائی بھی ہوا نہ تھی۔

لیون نے دھیان دیا کہ تھیت نے پہلی پٹی خاص طور سے جلدی جلدی کافی تھی، غالباً وہ مالک کو آنا چاہتا

تھا اور پٹی بھی لمبی پڑ گئی تھی۔ اس کے بعد کی پٹیاں آسان تھیں پھر بھی لیون کو اپنا پورا زور لگانا پڑتا تھا تاکہ کسانوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔

وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا اور کچھ بھی نہ چاہتا تھا سوائے اس کے کہ کسانوں سے پچھڑے نہیں اور جہاں تک ہو سکے بہتر کام کرے۔ وہ بس درانتی کی سر سرری آواز سن رہا تھا اور اپنے آگے تھیت کے سیدھے ڈبل کو جو برابر آگے ہی بیٹھا جا رہا تھا، کٹی ہوئی گھاس کے خم دار نیم دائرے کو، اپنی درانتی کے پھل کے پاس دھیرے دھیرے لہروں کی طرح کرتی ہوئی گھاس اور پھولوں والی ٹہنیوں کو اور سانسے اپنی پٹی کے خاتمے کو دیکھ رہا تھا جہاں آرام کرنے کی مصلحت ملے گی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہے اور کہاں ہے آیا ہے لیکن سچ کام میں اس کو گرم اور پسینے سے تر کندھوں پر ٹھنڈے کاٹھکوارا احساس ہوا۔ جب اس کی درانتی تیزی جاری تھی تو اس نے آسان پر نظر ڈالی۔ ایک نیچا سیاہ پائل اڑتا ہوا آیا تھا اور بڑی بڑی بوندیں پڑنے لگی تھیں۔ کچھ کسان تو اپنے کھتوں کی طرف دوڑے اور انہیں بہن لیا اور کچھ لیون ہی کی طرح بس خوشی سے اس خوشگوار ناڈی میں کندھے اچکا کر رہ گئے۔

ایک کے بعد ایک پٹیاں کٹتی گئیں۔ ان لوگوں نے لمبی اور چھوٹی گھاس کی اچھی اور بری گھاس کی پٹیوں پر پٹیاں کاٹیں۔ لیون کو وقت کا کوئی احساس ہی نہ رہا اور یہ تو اسے قطعی طور پر یہ نہ تھا کہ دیر ہو چکی یا ابھی جلدی ہی ہے۔ اس کے کام میں اب ایک تبدیلی ہو گئی تھی جس سے اس کو بے انتہا خوشی ہو رہی تھی۔ اس کے کام کے سچ میں ایسے منت آتے جب وہ وہ قطعی طور پر یہ بھول ہی جاتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے کام اسے آسان لگنے لگتا تھا اور ایسے ہی وقتوں میں اس کی پٹی بھی اتنی ہی ہموار اور اچھی کٹتی تھی جتنی تھیت کی۔ لیون جیسے ہی اسے یہ یاد آ جاتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور بہتر کٹائی کی کوشش کرنے لگتا دیکھتے ہی اسے محنت کی ساری دشواری اور رگرائی محسوس ہونے لگتی اور پٹی بری کٹتی۔

ایک اور پٹی پوری کرنے کے بعد وہ پھر پٹی شروع کرنا چاہتا تھا لیکن تھیت فہم گیا اور اس نے بوڑھے کے پاس جا کر اس سے چپکے سے کچھ کہا۔ دونوں نے سورج کی طرف نظری۔ "کیا باتیں کر رہے ہیں وہ لوگ اور یہ تھیت ہی پٹی کیوں نہیں شروع کرنا؟" لیون نے سوچا۔ وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ کسانوں نے کم سے کم چار گھنٹے مسلسل گھاس کاٹی ہے اور اب ان کے ناشہ کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

بوڑھے نے کہا "سرکار ناشہ کا وقت ہو گیا۔"

"کیا سچ وقت ہو گیا تو پھر ناشہ ہونا چاہئے۔"

لیون نے اپنی درانتی تھیت کو دے دی اور کسانوں کے ساتھ 'جو روٹی لانے کے لئے کھتوں کے ڈھیر کے پاس جا رہے تھے' کٹی ہوئی گھاس کے لیے قلعے میں سے ہو کر جس پر بارش کا ہلکا سا چھڑکاؤ ہو گیا تھا، اپنے گھوڑے کی طرف چلا۔ اب جا کر اس کی سمجھ میں آیا تھا کہ اس نے موسم کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا اور بارش اس کی گھاس کو نم کئے دے رہی تھی۔

"گھاس خراب ہو جائے گی" اس نے کہا۔

"کچھ نہیں سرکار، بارش میں کاٹو اور دھوپ میں اٹھاؤ!" بوڑھے نے کہا۔

لیون نے گھوڑے کی ہانگ کھولی اور کافی پینے گھر چل دیا۔

سرگئی ایو لودج ابھی ابھی اٹھے تھے۔ کافی پی کر لیون پھر گھاس کی کٹائی کرنے چلا گیا، اس سے پہلے ہی کہ



مرگنی ایہ افواج کپڑے بدل کر کھانے کے کمرے میں آئیں۔

## 5

ناشتے کے بعد لیون کو گھاس کی پٹی اپنی پہلی جگہ پر نہیں ملی بلکہ اس سے مذاق کرنے والے بوڑھے جس نے اس کو اپنے پڑوس میں گھاس کاٹنے کی دعوت دی تھی اور ایک نوجوان کسان کے درمیان جگہ ملی جس نے کچیل خزاں میں شادی کی تھی اور اب کے گرمیوں میں پہلی بار گھاس کاٹ رہا تھا۔

یوڈا سیدھا جاتا ہوا آگے آگے چل رہا تھا ہا ہر مڑے ہوئے پاؤں سے ہوارا طریتے سے بڑے بڑے قدم رکھتا ہوا بالکل درست اور ہوارا انداز سے درانتی چلا رہا تھا جس میں بظاہر اسے اس سے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑ رہی تھی جتنی آدمی کو چلتے ہیں ہاتھ ہلانے میں کرنی پڑتی ہے اور وہ جیسے مکمل مکمل میں گھاس کا ایک ہی جیسا اونچا ڈمیر لگا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ میں کاٹ رہا تھا بلکہ تیز درانتی خودی ریلی گھاس کو تراشی جاری تھی۔

لیون کے پیچھے پیچھے نوجوان بیٹا چل رہا تھا۔ اس کا چہرہ قبول صورت تھا اور بالوں پر نازہ بٹی ہوئی گھاس کا مریشا بندھا تھا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑی محنت کر رہا تھا لیکن جب لیون سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو وہ مسکرا دیا۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ جان دے دے گا لیکن یہ کسی طرح نہیں مانے گا کہ اسے مشکل ہو رہی ہے۔

لیون ان دونوں کے بیچ میں چل رہا تھا۔ گھاس کی کٹائی جب زوروں پر تھی تب اسے اتنی مشکل نہیں ہو رہی تھی۔ لیون بدستور اسے ٹھنڈک پہنچا رہا تھا اور دھوپ جس سے اس کی پیٹھ سردار کہنی تک کھلے ہاتھ چپ رہے تھے اسے کام میں مضبوطی اور استواری دے رہی تھی۔ اور کسی چیز کا ہوش نہ رہ جانے والے لمبے اکڑ ویشتر آنے لگے جب یہ ممکن ہوتا تھا کہ وہ سوچے ہی نہ کہ کیا کر رہا ہے۔ گھاس اپنے آپ کٹتی جاتی تھی۔ یہ بڑی خوشی کے لمحے ہوتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ خوشی کے لمحے وہ تھے جب ندی پر پہنچ کر جہاں پٹیاں ختم ہوتی تھیں 'یوڈا کھنٹی بھنگی گھاس سے اپنی درانتی کو پونچھتا اس کے فولاد کو ندی کے نازہ پانی میں دھوتا اور ٹین کے ایک کک میں پانی بھر کر لیون کو پیش کرتا۔

وہ آنکھ مار کر کہتا "کتنے میری کو اس (3) کیسی ہے! اچھی ہے نہ!"

اور درحقیقت لیون نے بھی ایسا شروب نہ پیا تھا جیسا یہ نیم گرم پانی تھا جس میں گھاس تھیر رہی تھی اور ٹین کے کک میں سے زنگ کا سا مزہ آرہا تھا۔ اور اس کے فوراً ہی بعد درانتی کو ہاتھ میں لئے ہوئے بوڑھے مزے سے ٹھٹھلے کا وقت آجاتا جب وہ پتے پیٹنے کو پونچھ سکتا تھا 'جی بھر کر گری گری سانس لے سکتا تھا اور گھاس کاٹنے والوں کی پوری تھی ہوئی ڈوری کو اور اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ سکتا تھا کہ جنگل میں اور کیتوں میں کیا ہو رہا ہے۔

لیون نے جتنی دیر تک کٹائی کی اتنی ہی زیادہ اسے فراموشی کے ان لمحوں کا احساس ہوا جن میں ہاتھ تو درانتی چلا رہے تھے 'درانتی خودی چلتی تھی گویا وہ کسی شعور رکھنے والے اور زندگی سے بھرپور جسم کی طرح تھی اور جیسے کام کسی جادو کی طرح اس کے بارے میں سوچے بغیر ہی اپنے آپ بالکل درست اور بہت سی عمدہ طریقے سے ہوتا جاتا تھا۔ یہ سب سے بابرکت لمحے ہوتے تھے۔

مشکل صرف تب ہوتی تھی جب اس بے شعوری طور پر ہونے والی کٹائی کو روکنا اور سوچنا پڑتا، جب اسے کسی اہمار کے گرد یا سو ریل کے کسی چھوٹے جھونپڑے کی کٹائی کرنی ہوتی تھی۔ یوڈا تو یہ کام بڑی آسانی

سے کر لیتا تھا۔ کوئی اہمار آجاتا تو وہ اپنے ہاتھوں کی حرکت کو بدل دیتا اور کہیں درانتی کی نوک سے اور کہیں بچلے حصے سے چھوٹے چھوٹے وار کر کے اہمار کو دونوں طرف سے کاٹ لیتا۔ اور یہ کرتے وقت وہ ہر اس چیز کا مشاہدہ بھی کرتا جو اس کے سامنے ہوتی۔ کبھی وہ کوئی جنگلی گوندنی تو لیتا اور خود کھالیتا یا لیون کو پیش کرتا 'کبھی درانتی کی نوک سے کوئی سوکھی فشی ہٹا کر ایک طرف کرتا 'کبھی اسے کسی شیر کا کوئی گھوڑا نظر آجاتا جس میں سے مادہ درانتی کے ٹھیک پیچھے سے اڑ جاتی یا اگر کوئی سانپ راستے میں آجاتا تو اسے پھولیتا اور درانتی پر اس طرح اٹھا کر جیسے کانٹے میں اٹھالیا ہو لیون کو دکھاتا اور دور پیٹک دیتا۔

ہاتھوں کی حرکت کو اس طرح بدلتا لیون کے لئے بھی مشکل تھا اور اس کے پیچھے والے نوجوان کے لئے بھی۔ وہ دونوں ایک ہی طرح سے تھکاؤ بھرے انداز میں ہاتھ چلاتے چلاتے کام کی ہر جوش بھونک میں آجاتے تھے اور پھر اس حرکت میں تبدیلی کرنا اور ساتھ ہی جو کچھ سامنے پڑے اس کا مشاہدہ کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا تھا۔

لیون نے دھیمان ہی نہ دیا کہ وقت کیسے گزر گیا۔ اگر اس سے پوچھا جاتا کہ اس نے کتنی دیر گھاس کی کٹائی کی ہے تو وہ کہتا کہ آدھ گھنٹہ۔ حالانکہ اب کھانے کا وقت ہونے والا تھا۔ جب وہ ایک نئی پٹی شروع کرنے کے لئے جا رہے تھے تو بوڑھے نے لیون کی توجہ ان لڑکے لڑکیوں کی طرف مبذول کرائی جو مختلف سستوں سے اونچی گھاس میں تھوڑا تھوڑا نظر آتے ہوئے راستوں پر گھاس کاٹنے والوں کی طرف چلے آ رہے تھے اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی حرکتوں میں روٹیوں کی پوٹیاں اور کواس کی مرا حیاں لا رہے تھے جن کے منہ تھجڑوں سے بند کئے ہوئے تھے۔

"دیکھئے 'کپڑے کوڑے رکھتے چلے آ رہے ہیں" اس نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور آنکھوں پر ہاتھ سے چھپاتا کر سورج کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
دونٹیاں اور کانٹے کے بعد یوڈا رک گیا۔

"تو سرکار کھانا کھالیا جائے!" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور ندی کے پاس پہنچ کر بھی گھاس کاٹنے والے کئی گھاس کی پٹیاں پر سے ہوتے ہوئے کٹانوں کے ڈمیر کی طرف چل پڑے جہاں کھانا لانے والے بچے ان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ جو کسان دور سے آئے تھے وہ اپنی اپنی گاڑیوں کے سائے میں اور پاس والے بید بھجوں کی ایک جمادی کے نیچے جس پر انہوں نے کئی ہوئی گھاس ڈال دی تھی جمع ہو گئے۔

لیون بھی انہیں کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا جانے کوئی نہیں چاہ رہا تھا۔ مالک کی موجودگی کا شرم و لحاظ بہت پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ کسان کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کچھ نے ہاتھ منہ دھوئے نوجوانوں نے ندی میں نہالیا، 'مضوں نے آرام کرنے کے لئے جگہ بنائی 'روٹیوں کی پوٹیاں کھولی گئیں اور کواس کی مرا حیاں پر سے چھیننے سے ہٹائے گئے۔ بوڑھے نے ایک چال میں روٹی کو چور کیا 'اسے نکڑی کے چھچھے کے دتے سے کھلا 'اس پر گکے سے پانی اٹھلا 'پھر روٹی کا ایک اور ٹکڑا کاٹا 'اس پر تک چھڑکا اور پورب کی طرف منہ کر کے دعا پڑھی۔

پالے کے سامنے گھنٹوں کے بل بیٹھے ہوئے اس نے کہا "مالک 'میرا روٹی اور پانی کا شور بہ چکھ کر دیکھئے!"

روٹی اور پانی کا شور بہ اتنا مزیدار تھا کہ لیون نے گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے بوڑھے کے ساتھ



خوش خوش گھر چل دیئے۔ لیون گھوڑے پر سوار ہوا اور افسوس کے ساتھ کسانوں سے رخصت ہو کر گھر چلا۔ ٹیلے کے اوپر پہنچ کر اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ نیچے سے اٹھتے ہوئے کمرے میں وہ لوگ اسے نظر تو نہیں آئے البتہ ان کی خوش و خرم بھونڈی آوازیں، قہقہے اور درختوں کے گھرانے کی ٹھنڈی ٹھنڈی۔

سرگئی ایو انودج بہت دیر ہوئے کھانا کھا چکے تھے اور اپنے کمرے میں بیٹھے پانی میں لیو اور برف ڈال کر پی رہے تھے اور اخباروں و رسالوں پر نظر ڈال رہے تھے جو ابھی ابھی ڈاک سے موصول ہوئے تھے کہ لیون پہنچ گیا۔ پیسے سے اس کے ہال بیٹھانی پر لٹ بن کر چپک گئے تھے اور اس کی بیٹھنے اور سینہ تر تھا اور دھول سے کالا ہو گیا تھا۔ وہ خوشی کے ساتھ ہاتھ کرتا ہوا ان کے کمرے میں گھس آیا۔

”ہم نے پوری چر اگاہ کاٹ ڈالی، انا ف، کس قدر اچھا لگا، بہت ہی شاندار اور آپ نے کیسے وقت گزارا؟“ لیون نے کہا۔ وہ کل والی ناخوشگوار بات چیت کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔

”پاپ رے پاپ! یہ تمہاری کیا حالت ہو گئی ہے!“ سرگئی ایو انودج نے کہا اور شروع میں انہوں نے بھائی کو نا پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ ”ارے دروازہ، دروازہ تو بھیر دو!“ انہوں نے چلا کر کہا۔ ”ضرور تم نے درجن بھر کو تانر آجائے دیا ہو گا!“

سرگئی ایو انودج کو تھکیوں سے سخت چڑھتی اور اپنے کمرے میں وہ صرف رات کو کوئی کھولتے تھے اور دروازہ بڑی کوشش کر کے بند رکھتے تھے۔

”قسم خدا کی، ایک بھی نہیں آئی۔ اور ابھی مٹی ہو گی تو میں پتھروں کا۔ آپ کو تو یقین نہیں آئے گا کہ کتنا مزہ آتا ہے! آپ نے دن کیسے گزارا؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ مگر کیا بیچ تم نے سارے دن گھاس کاٹی؟ میرے خیال میں تم تو بہت ہی بھوکے ہو گے۔ کڑا نے تمہارے لئے سب تیار کر رکھا ہے۔“

”نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں نے وہیں کھالیا تھا۔ اچھا میں نہانے جا رہا ہوں۔“

”ہاں ہاں، جاؤ جاؤ، اور میں ابھی آتا ہوں تمہارے پاس“ سرگئی ایو انودج نے بھائی کو دیکھ کر سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ”جاؤ، جلدی جاؤ“ انہوں نے مسکراتے ہوئے اضافہ کیا اور اپنی کتابیں سمیٹ کر خود بھی چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ اچانک وہ خود بھی خوش ہوا اٹھے تھے اور بھائی سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ ”اور جب بارش ہوئی تب تم کہاں تھے؟“

”بارش کیسی؟ بس ذرا بوند باندی ہوئی تھی۔ اچھا تو میں ابھی آتا ہوں۔ تو آپ نے دن ٹھیک طرح سے گزارا؟ یہ تو بہت ہی اچھا رہا“ اور لیون نسا کر کپڑے بدلنے چلا گیا۔

پانچ منٹ بعد دو توں بھائی کھانے کے کمرے میں آگئے۔ لیون کو تو لگ رہا تھا کہ وہ کھانا نہیں چاہتا اور وہ صرف اس لئے بیٹھ گیا تھا کہ کڑا کو برا نہ لگے، لیکن جب اس نے کھانا شروع کیا تو اسے کھانا بہت ہی مزہ لگا۔ سرگئی ایو انودج نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

”ارے ہاں، تمہارے لئے ایک خط ہے“ انہوں نے کہا۔ ”کڑا، ذرا نیچے سے وہ خط لانا تو۔ اور دیکھو، دروازہ اچھی طرح بھیر دینا۔“

خط ابلو شکی کا تھا۔ لیون نے اسے اونچی آواز میں پڑھا۔ ابلو شکی نے پیئرس برگ سے لکھا تھا: ”مجھے ڈالی کا خط ملا ہے، وہ گھر کو شہ میں ہیں اور کچھ ایسا ہے کہ ان کا کوئی انتظام ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔ سرائی کر کے تم ان

کے پاس چلے جاؤ، اور انہیں مشورہ دو۔ تم ان کی مدد کر سکتے ہو اس لئے کہ سب کچھ جانتے ہو۔ تم سے مل کر وہ بہت خوش ہوں گی۔ وہ بھاری بالکل اکیلی ہیں۔ میری ساس اور سارے لوگ ابھی تک ملک سے باہر ہیں۔“

”یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے، ضرور ان کے پاس جاؤں گا“ لیون نے کہا۔ ”پہلے ساتھ چلتے ہیں۔ ڈالی بہت ہی اچھی ہیں۔ ہے نہ؟“

”اور وہ لوگ یہاں سے پاس ہی ہیں؟“

”کوئی تیس دو سو۔ ہو سکتا ہے چالیس ہو۔ مگر سڑک بہت اچھی ہے۔ سفر بڑا اچھا ہے گا۔“

”بڑی خوشی کی بات ہے“ سرگئی ایو انودج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر غیر شعوری طور پر وہ بھی بہت خوش ہو گئے تھے۔

”بھوک تمہیں کتنی لگی تھی!“ انہوں نے اس کے پلیٹ پر ہتھکے ہوئے گبرے سرخ، سنولائے چہرے اور گردن کو دیکھ کر کہا۔

”کتنا اچھا رہا! آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ اس طرح کا معمول ہر قسم کی بے وقوفی میں کتنا مفید ہوتا ہے۔ میں

طب میں ایک اور اصطلاح کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں: ناربا ٹکسیر (4)۔“

”لیکن تمہیں تو لگتا ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔“

”ہاں مگر مختلف اعصابی بیماریوں کے لئے۔“

”ہاں، اس کو آزمانا چاہئے۔ ویسے میں بھی گھاس کی کٹائی پر آنا چاہتا تھا تمہیں دیکھنے کے لئے لیکن گری اتنی ناقابل برداشت تھی کہ میں جنگل سے آگے نہیں گیا۔ تھوڑی دیر وہیں بیٹھا اور پھر جنگل سے ہو کر کسانوں کی

بستی میں چلا گیا۔ وہاں تمہاری انا سے ملاقات ہو گئی اور ان سے میں نے نوئی کہ کسان تمہارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھا کہ وہ اس کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ تمہاری انا نے کہا: ”یہ مالک لوگوں کا کام نہیں ہے۔“ مجھے لگتا ہے کہ عام طور سے لوگوں کی سمجھ میں ”مالک لوگوں کی“ جیسا کہ وہ انہیں کہتے ہیں سرگرمی کے

مطالعات بہت پہلے کے ساتھ تھیں ہیں۔ اور وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ مالک لوگ اپنے مقررہ چوکے سے باہر نکلیں۔“

”ہو سکتا ہے“ لیکن مجھے تو ایسی خوشی حاصل ہوئی ہے جو میں نے ساری زندگی کبھی نہیں محسوس کی۔ اور

برائی تو اس میں آخر کوئی ہے نہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟“ لیون نے جواب دیا۔ ”اب اگر انہیں پسند نہیں تو پھر

کیا کیا جائے۔ اور بہر حال میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایس؟“

”عام طور سے“ سرگئی ایو انودج نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”تم جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں، اپنے دن سے

خوش اور مطمئن ہو۔“

”بہت مطمئن ہوں۔ ہم نے ساری چر اگاہ کی گھاس کاٹ لی۔ اور ایک لاکھ سو سو سے میری دوستی

بھی ہو گئی! آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ کتنی اچھی اور دلچسپ چیز ہے۔“

”تو تم اپنے دن سے مطمئن ہو۔ اور میں بھی۔ ایک تو میں نے خطرے کے دو منٹے حل کر لئے اور ایک بہت

ہی اچھا حل ہے۔ ایک پیادے سے بازی کھلتی ہے۔ میں تمہیں دکھاؤں گا۔ اور پھر میں نے اپنی اور تمہاری کل

کی بات چیت کے بارے میں سوچا۔“

”کیا؟ کل کی بات چیت کے بارے میں؟“ لیون نے کہا۔ وہ کھانے کے بعد مزے سے بیٹھا ہوا آنکھیں



بچ رہا تھا اور پھر ابھر کر سانس لے رہا تھا۔ یہ یاد کرنا کہ کل کی یہ بات حجت کس چیز کے بارے میں تھی، ہرگز اس کے بس میں نہ تھا۔

”میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک حد تک تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمارا اختلاف رائے اس بات میں ہے کہ تم ذاتی مفاد کو محرک قرار دیتے ہو اور میں یہ کہتا ہوں کہ عام بہود سے دلچسپی ہر اس شخص میں ضرور ہونی چاہئے جو علم کے مصروف ذہن پر کھڑا ہو۔ ہو سکتا ہے تم یہ بات بھی ٹھیک کہتے ہو کہ ایسی سرگرمی زیادہ پندیدہ ہوگی جس میں مادی دلچسپی بھی شامل ہو۔ عام طور سے تمہاری فطرت، جیسا کہ فراہمی کہتے ہیں، بہت ہی پریم سوچیز (5) ہے۔ تم چاہتے ہو پر جوش اور پر قوت سرگرمی یا پھر کچھ نہیں۔“

لیون نے بھائی کی بات سنی لیکن اس کی سمجھ میں ہرگز کچھ نہیں آیا اور وہ سمجھنا چاہتا بھی نہیں تھا۔ اسے بس یہ ڈر تھا کہ بھائی اس سے کہیں کوئی ایسا سوال نہ پوچھ لیں جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ ”تو یہ ہے دوست“ سرگئی ایو انودچ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”ہاں، ظاہر ہے۔ لیکن پھر کیا ہو؟“ میں اپنی بات پر اصرار نہیں کرتا“ لیون نے بچوں کی طرح قصور وار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں بحث کس چیز کے بارے میں کر رہا تھا؟“ اس نے سوچا۔ ”ظاہر ہے کہ میں ٹھیک کہتا ہوں اور وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں اور سب کچھ بالکل ٹھیک ہے۔ بس صرف یہ کہ دفتر چانا چاہئے؟“ نظامات کرنے کے لئے۔ ”وہ انکوائری لے کر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

سرگئی ایو انودچ بھی مسکرائے۔

”سمجھنے جانا چاہتے ہو تو ساتھ ہی پلیس“ انہوں نے کہا اس لئے کہ وہ بھائی سے جدا نہ ہونا چاہتے تھے جس سے تازگی اور توانائی کی کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں۔ ”پلو، تمہیں ضرورت ہو تو دفتر میں بھی ہو لیتا۔“

”ہاں رہے“ لیون اتنی زور سے چلایا کہ سرگئی ایو انودچ ڈر گئے۔

”کیا ہوا؟“

”اگائیٹا کیلونا کا ہاتھ کیسا ہے؟“ لیون نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ”میں تو ان کے بارے میں بالکل بے عمل ہی گیا تھا۔“

”بہت بہتر ہے۔“

”پھر بھی میں دو ذکر ان کے پاس جاتا ہوں۔ آپ ٹوپی بھی نہ پہن پائیں گے اور میں واپس آ جاؤں گا۔“ اور وہ کھٹکے کی طرح ایڑیوں سے دھڑا دھڑکا ہوا ایڑیوں پر دوڑ گیا۔

7

جب استی پان ارکاڈ سچا اپنی سب سے قدرتی اور سب سے ضروری ذمہ داری پوری کرنے کے لئے، جس سے سبھی سرکاری عہدیدار اچھی طرح واقف ہوتے ہیں حالانکہ وہ دوسرے لوگوں کی سمجھ میں بالکل ہی نہیں آتی۔ یعنی وزارت میں اپنے وجود کے بارے میں یاد دلانے کے لئے پیڑس برگ آئے تھے جس کے بغیر سرکاری عہدے پر برقرار رہنا ممکن ہی نہیں ہوتا، اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے سلسلے میں گھر سے تقریباً ساری رقم لے کر چلے آئے تھے اور گھڑوؤں میں اور مضاماتی بنگلوں میں ہنسی خوشی وقت گزار رہے تھے، ممبئی والی بچوں کو لے کر گاؤں چلی گئی تھیں تاکہ اخراجات کو جہاں تک ہو سکے کم کر دیں۔ وہ یہ گوشوہ گاؤں آئی تھیں

جو انہیں جین میں ملا تھا۔ اسی کے جنگل کو بہار میں فروخت کیا گیا تھا۔ یہ گاؤں لیون کے گاؤں پکو ٹکسے سے پچاس دورست کے قافلے پر تھا۔

یو گوشوہ کا بیڑا پانارنا مکان ٹوکب کا گردا گیا تھا لیکن پرس شیرا ٹکی ہی نے وہاں ایک خفی مکان بنوایا اور بعد کو اسے اور بڑا کروایا تھا۔ کوئی بیس سال پہلے، جب ڈالی پچی تھیں، یہ خفی مکان خاصی گنجائش والا اور آرام دہ تھا حالانکہ سارے خفی مکانوں کی طرح اس کا ایک پہلو نکاسی کی گلی کی طرف تھا اور دوسرا جنوب کی طرف۔ لیکن اب یہ خفی مکان پرانا اور خستہ ہو چکا تھا۔ جب استی پان ارکاڈ سچا یہاں بارشیں جنگل بیچنے آئے تھے تو ڈالی نے ان سے کہا تھا کہ وہ اس مکان کا جائزہ لے کر اس کی ضروری مرمت کرنے کا حکم دے دیں۔ استی پان ارکاڈ سچا نے سارے قصور وار شوہروں کی طرح جو اپنی بیوی کے آرام کی بڑی فکر رکھتے ہیں، خود مکان کا جائزہ لیا اور اپنی سمجھ کے مطابق انہوں نے ساری ضروری چیزوں کے ٹھیک ٹھاکہ کئے جانے کا بندوبست کر دیا۔ ان کی سمجھ کے مطابق سارے فرنیچر پر نیا کچھن چڑھایا جانا تھا، پردے لگائے جانے تھے، باغی مضافاتی کرنی تھی، تالاب کے پاس ایک چھوٹا سا مل بنانا تھا اور پھول پودے لگائے تھے۔ لیکن وہ دوسری بہت سی ضروری چیزوں کو بے عمل گئے جن کی وجہ سے ایسی نمایاں رہ گئیں جنہوں نے بعد کو داریا الکساندر روڈنا کو بہت تکلیف پہنچائی۔

استی پان ارکاڈ سچا فکر اور خیال رکھنے والے باپ اور شوہر بننے کی چاہے کتنی کوشش کیوں نہ کرتے رہے ہوں، انہیں کسی طرح یہ یاد ہی نہ رہتا تھا کہ ان کے بیوی بچے بھی ہیں۔ ان کے ذوقی کواروں والے تھے اور انہیں کے انداز میں وہ سوچتے اور تصور کرتے تھے۔ جب وہ ماسکو واپس آئے تو انہوں نے بیوی کو بڑے غم کے ساتھ اطلاع دی کہ سب کچھ تیار ہو گیا ہے، مگر مکان تو بالکل کھلوے کی طرح خوبصورت اور دلکش ہو جانے کا اور یہ کہ بیوی کے لئے ان کا تو زوردار مشورہ یہی ہے کہ وہ چلی جائیں۔ بیوی کا گاؤں چلا جانا استی پان ارکاڈ سچا کے لئے ہر اعتبار سے بہت سی خوشگوار تھا۔ بچوں کے لئے بھی اچھا رہے گا، خرچ بھی کم ہو جائے گا اور وہ خود آزاد بھی رہیں گے۔ داریا الکساندر روڈنا گریوں بھر کے لئے گاؤں چلے جانے کو بچوں کے لئے اور خاص طور سے چھوٹی بچی کے لئے ضروری سمجھتی تھیں جو لال بخار کے بعد پوری طرح تندرست نہ ہو سکی تھی اور پھر اس لئے بھی کہ چھوٹی چھوٹی توہینوں سے، گھڑی والے، پھلی والے، جوتوں والے کے چھوٹے چھوٹے قرضوں سے نجات مل جائے گی جن سے انہیں بڑی اذیت پہنچتی تھی۔ اس کے علاوہ گاؤں جانا ان کے لئے اس واسطے بھی خوشگوار تھا کہ وہ اپنی بہن کی کوہلا پھلا کر لانے کے خواب بھی دیکھ رہی تھیں جو چھ گریوں تک پر دیں سے ضروری لوٹ آئے والی تھی اور ڈاکٹر نے اسے حیرنے کی ہدایت کی تھی۔ کئی نئے چشموں والی صحت گاہ سے لکھا تھا کہ اسے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی اس خیال سے کہ وہ گرمیاں ڈالی کے ساتھ یہ گوشوہ میں گزارے گی جس سے ان دونوں کے بچپن کی یادیں وابستہ تھیں۔

شروع میں تو ڈالی کے لئے گاؤں کی زندگی بہت ہی کشن تھی۔ وہ گاؤں میں بچپن میں رہی تھیں اور ان کے ذہن میں یہ تاثر باقی رہ گیا تھا کہ گاؤں تو شہر کی ساری ناخوشگوار یوں سے پناہ لینے کی جگہ ہے مگر زندگی اگرچہ وہاں خوبصورت تو نہیں تھی (اور ڈالی نے اس بات کو بہت آسانی سے گوارا کر لیا تھا) مگر کم خرچ اور آرام دہ تھی۔ وہاں سب کچھ ہو تا ہے، سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے، سب کچھ سستا ہو تا ہے اور بچوں کے لئے اچھا رہتا ہے۔ لیکن اب جب وہ ماکن کی حیثیت سے گاؤں میں پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی بھی چیز دیسی نہیں ہے جیسی وہ سمجھتی تھیں۔







الکساندر رونے لائے دن، اگر وہ وہاں موجود ہوتی تو مہزائی فوراً نہ آنے دی ہوتی لیکن اب گورنس کی حمایت کرتا اور اس کی بات رکھنا ضروری تھا اور انہوں نے بھی اس کے فیصلے کی تائید کر دی کہ گریٹا کو ٹیٹھی پائی نہیں ملے گی۔ اس سے عام خوشی کی فضا زرا خراب ہو گئی۔

گریٹا رونے لگا اور اس نے کہا کہ ٹیکو لٹکا بھی سٹی بیجا رہا تھا لیکن اسے مزاح نہیں دی گئی اور وہ پائی کے لئے نہیں رو رہا تھا اس کی اسے کوئی پروا نہیں بلکہ اس بات پر رو رہا تھا کہ یہ انسانی ہے۔ یہ تو بہت سی دل دکھانے والی بات تھی اور داریا الکساندر رونے لے گیا کہ وہ گورنس سے بات کر کے گریٹا کو معافی دلوا دیں گی۔ وہ گورنس کی طرف چلیں۔ لیکن ہال میں سے گزرتے ہوئے وہاں انہوں نے ایسا منظر دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ان کا دل خوشی سے معمور ہو گیا اور انہوں نے بھرم کو خود ہی معاف کر دیا۔

مزایا فٹ گریٹا ہال میں کوئے والی کڑی پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس آنیا پیٹ کے لئے کھڑی تھی۔ تانیائے یہ بمانہ بتایا کہ وہ اپنی گریٹا کو کھانا کھانا چاہتی ہے، اگر گریٹا گورنس سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے حصے کی پائی لے کر بچوں کے کمرے میں چلی جائے اور سبائے وہاں جانے کے وہ بھائی کے پاس آگئی۔ اسے جو سزا عطا کر دی گئی تھی اس کی نا انصافی پر بدستور روئے ہوئے وہ پائی بھی کھا رہا تھا جو تانیائے اس کے لئے لائی تھی اور سکیوں کے بیچ بیچ میں کھ رہا تھا، تم خود بھی تو کھاؤ۔ دونوں ساتھ ساتھ کھاتے ہیں۔

شروع میں تانیائے گریٹا کے لئے رحم کا جذبہ طاری رہا اور بعد کو اسے اپنے نیک عمل کا پوری طرح احساس ہوا اور اس کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ لیکن اس نے انکار نہیں کیا اور وہ بھی اپنا حصہ کھاتے لگی۔

مال کو دیکھ کر وہ دھمکے لیکن جب دونوں کی نظریں ان کے چہرے پر پڑیں تو وہ سمجھ گئے کہ وہ کوئی اچھا کام کر رہے ہیں، وہ پائی سے بھرے سونوں سے بھنے لگے اور انہوں نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں کو ہاتھوں سے پونچھا اور اپنے دیکھتے ہوئے چہروں کو آنسوؤں اور ہنسنے سے پٹ لیا۔

”اف میری ماں! اتنی سفید فرائ! تانیائے! اگر تانیائے! ماں نے فرائ کو بیچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ ایک باہر کت خوشی اور بیجان کے ساتھ مسکرا رہی تھیں۔

سننے کیڑے اٹار لئے گئے اور لڑکیوں کو بلاؤ ز اور لڑکوں کو پرانے بیٹک سینے کا حکم دیا اور گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا گیا، پھر ورنی کو جوت کر جو کہ عتار کو بہت برا لگا، تاکہ سب لوگ کھمبیاں جمع کرنے اور نمائے جائیں۔ خوشی کی چیخوں کا ایک طوفان بچوں کے کمرے میں اٹھا اور اس وقت تک نہیں تھا جب تک سب نمائے نہیں چلے گئے۔

سموں نے نوکری بھر کھمبیاں جمع کیں، یہاں تک کہ لیلی کو بھی ایک کھمبی مل گئی۔ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ کس ہول تلاش کر کے اسے دکھا دیتی تھیں لیکن آج اس نے خود ہی بیڑی سی کھمبی ڈھونڈ لی اور سموں نے بیڑی خوشی کی چیخ بلند کی۔ ”لیلی نے کھمبی ڈھونڈ لی!“

اس کے بعد سب لوگ دریا کنارے گئے۔ گھوڑوں کو بھونج کے بیڑوں کے نیچے کھڑے کر کے سب نمائے چلے۔ کوچوان تیر جھتی لے گھوڑوں کو بیڑے باندھ دیا جو دیش ہلا کر کھیاں اڑا رہے تھے اور خود کھاس کو روندنا ہوا بھونج کے سائے میں لیٹ کر کاغذ میں تبا کو لپیٹ کر پینے لگا۔ نمائے کی جگہ سے بچوں کی خوشی کی مسلسل چیخیں اس کے پاس تک پہنچ رہی تھیں۔

فرائیں سی گئیں، ان میں تبدیلیاں کی گئیں اور وہ دھوئی گئیں، دامن کھول کر بیچائے گئے اور پیش کھولی اور اٹھلی کی گئیں، ہنسنے اور ہنسنے لگے۔ بس صرف تانیائے کی فرائ کے سلیطے میں، جسے اگر گریٹا گورنس نے سینے کے لئے لے لیا تھا، داریا الکساندر رونے کا بیڑا چلا۔ اگر گریٹا گورنس نے اسے کھول کر بھرے سینے میں ٹیٹھی غلط جگہ ڈال دیں تھیں، اسٹین کے لئے سونے سے بہت بڑے کر دیئے تھے اور فرائ بالکل ہی خراب کر دی تھی۔ تانیائے کے کندھے پر وہ اتنی کس جاتی تھی کہ دیکھ کر تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن ماترینا غلیہ دونوں کو یہ سوچہ گئی کہ اس میں کلیاں لگا دیں اور کندھے پر جیلز کی جھار لگا دیں۔ فرائ کو ٹھیک ہو گئی لیکن اگر گریٹا گورنس سے تقریباً بھڑا ہو گیا۔ مگر صبح کو سب ٹھیک تھا کہ ہو گیا اور نوپے کے قریب، جس وقت تک پادری سے حیرت کے لئے انتظار کرتے کی درخواست کی تھی، نیچے خوشی سے دیکھتے ہوئے، سلیطے کے کیڑے پٹے ہوئے تیار گاڑی کے پاس برساتی کے سامنے کھڑے ہاں کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

گاڑی میں بھڑکنے والے گھوڑے دو دن کو بدل کر عتار کے گھوڑے پورینی کو جوت دیا گیا تھا۔ یہ ماترینا غلیہ دونوں کی سر سستی کا نتیجہ تھا۔ داریا الکساندر رونے بھی جنہیں اپنے سنگار کے بارے میں فکر مند ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی، سفید مل کا لباس پہنے ہوئے آئیں اور گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

داریا الکساندر رونے نے بیڑی احتیاط اور بیجان کے ساتھ کیڑے پٹے اور ہال بنائے تھے۔ پہلے وہ صرف اپنے لئے اچھے کیڑے پٹے تھی جس کو بصورت لگیں اور دوسرے انہیں پسند کریں۔ بعد کو جیسے جیسے ان کی عمر زیادہ ہوتی گئی دیئے دیئے انہیں اچھے کیڑے پٹنا اور بیجانا گوار گزرتے لگا۔ وہ دیکھتی تھی کہ کتنی بری ہو گئی ہیں۔ لیکن اب پھر وہ خوشی اور بیجان کے ساتھ جتنے سنورنے لگی تھیں۔ اب وہ اپنے لئے اپنی خوبصورتی کے لئے نہیں بلکہ اس لئے اچھی طرح کیڑے پٹے تھی جس کو ان پیارے پیارے بچوں کی ماں کی حیثیت سے عام مائے کو خراب نہ کریں۔ اور آئینے میں آخری بار دیکھ کر وہ اپنے آپ سے مطمئن ہو گئیں۔ وہ خوبصورت تھیں اس طرح تو نہیں جس طرح پہلے تھیں، جیسی چاہتی تھیں کہ بالوں میں دکھائی دیں لیکن اس مقصد کے لئے وہ اب بھی خوبصورت تھیں جو اب ان کے سامنے تھا۔

گرہے میں سوائے کسانوں، نوکروں اور ان کی عورتوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن داریا الکساندر رونے نے دیکھا کہ انہیں لگا کہ انہوں نے دیکھا کہ سارے لوگ ان کو اور ان کے بچوں کو قریبی قتلوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نیچے صرف اسی وجہ سے اچھے نہیں لگ رہے تھے کہ وہ عمدہ کیڑے پٹے ہوئے تھے بلکہ وہ اس لئے پیارے بھی لگ رہے تھے کہ وہ سب سے اچھی طرح خود کو لے دیئے رہے۔ یہ تو جگہ ہے کہ الیڈ شامٹ اچھی طرح کھڑا نہیں رہا، وہ سارے وقت سڑ سڑ کر اپنے کوٹ کا پیچھا دیکھتا چاہتا تھا پھر بھی وہ غیر معمولی طور پر باریک راگ رہا تھا۔ تانیائے بیڑی بزرگ کی طرح کھڑی رہی اور اس نے چھوٹے بچوں پر نظر بھی رکھی۔ لیکن سب سے چھوٹی لیلی تو ہر چیز پر اپنی بھولی حیرت کی وجہ سے بہت سی پیاری لگی رہی تھی اور جب حیرت لے کر اس نے کہا ”پلیز، تم مورا“ (6) تب تو مسکراہٹ منبہ کرنا مشکل ہو گیا۔

گھر واپس آتے ہوئے نیچے یہ محسوس کر رہے تھے کہ کوئی بہت اہم اور مقدس کام ہوا ہے اور وہ سب بہت سی چپ چاپ رہے۔

گھر پر بھی سب ٹھیک سی رہا لیکن لچ کے وقت گریٹا نے سٹی بیجانا شروع کر دیا اور سب سے خراب بات یہ ہوئی کہ اس نے گورنس کی بات بھی نہیں مانی۔ چنانچہ اسے کھانے کے بعد ٹیٹھی پائی نہیں دی گئی۔ داریا



اگرچہ سارے بچوں پر نظر رکھنا اور انہیں ان کی شرارتوں سے روک کے رکھنا کافی مشکل کام تھا اور پھر ان سب جرابوں اور جاکٹوں اور جوتوں کو یاد رکھنا اور کھانے نہ دینا اور ٹیوں اور قمیصوں کو کھانا اور بعد کو پھر بند کرنا اور ہاتھ دھنا آسان نہیں تھا لیکن داریا الکساندر روونا کو یہ خود بھی نہانا پسند تھا اور وہ اسے بچوں کے لئے مفید سمجھتی تھیں۔ انہیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوتی تھی جتنی سارے بچوں کے ساتھ نہانے سے۔ ان سارے گھوڑے پاؤں کو پکڑنا ان پر جرابیں پہنانا ان کے نکلے جسموں کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور انہیں ڈکی لگوانا اور ان کی کبھی خوشی کی تو کبھی ڈری جیسی سنتا اور ان کے ہاتھ ہوتے اور کھلی ہوئی ڈری ڈری سی پر سرت آگھوں والے چہلوں کو اپنے ان چپے چلاتے تھے فرشتوں کو دیکھنا ان کے لئے بڑی خوشی تھی۔

جب آدھے بچوں کو کپڑے پہنائے جاتے تھے تب غسل خانے کے پاس کچھ کھی سہائی کسان عورتیں بھر بونیاں پہنے جاری تھیں، پچھلے ہوئے آئیں اور کھڑی ہو گئیں۔ ماترچو ٹلیو نوٹا نے ایک سے پکار کر کہا کہ وہ چادر اور قمیص سکھادے جو پانی میں ڈوب گئی تھیں۔ اور داریا الکساندر روونا عورتوں سے باتیں کرنے لگیں۔ عورتیں پہلے تو مت پر ہاتھ رکھ کر ہنسی رہیں اس لئے کہ سوال ان کی سمجھ میں نہ آتے تھے لیکن پھر ان کی ہمت بندھی اور وہ باتیں کرنے لگیں۔ اور سچے دل سے بچوں کی تعریف کر کے انہوں نے تو داریا الکساندر روونا کو خرید لیا۔

"دیکھ تو کتنی خوبصورت ہے، سفید بالکل جیسے شکر" ایک نے تانیا کی تعریف کرتے ہوئے اور سر ملاتے ہوئے کہا۔ "مکملی ہے۔"

"ہاں بھاری تھی۔"

دوسری نے کوڈکے بچے کو دیکھتے ہوئے کہا "اور مطلب یہ کہ تم کو بھی نسلادیا۔"

"نہیں! ابھی یہ تو تین مہینے کا ہے" داریا الکساندر روونا نے فخر کے ساتھ کہا۔

"اے اے!"

"اور تمہارے بچے ہیں؟"

"تھے تو چار، دو رہ گئے ہیں ایک لڑکا، ایک لڑکی۔ ابھی پچھلے ہی مہینے تو اس کا دودھ چھڑایا ہے۔"

"اور کیا عمر ہے اس کی؟"

"دو سال ہو رہا ہے۔"

"تھے زیادہ دن کیوں پلایا؟"

"تمہارا دستور ہی کیا ہے۔ تین روزوں بھر۔"

اور بات چیت داریا الکساندر روونا کے لئے بڑی ہی دلچسپ ہو گئی۔ شوہر کیسا ہے؟ پیاری کون سی تھی؟ شوہر کہاں ہیں؟ یہاں اکثر آتے ہیں؟

داریا الکساندر روونا ان عورتوں کے پاس سے جانا نہیں چاہتی تھیں۔ ان کے ساتھ بات چیت اتنی دلچسپ ہو گئی تھی "ان کی دلچسپیاں اس قدر ایک ہی جیسی تھیں! داریا الکساندر روونا کے لئے سب سے خوشگوار بات یہ تھی کہ انہوں نے صاف دیکھا کہ کیسے یہ عورتیں سب سے زیادہ اس بات پر خوش ہیں اور اس کی تعریف کرتی ہیں کہ ان کے کتے بہت سے بچے ہیں اور وہ کتے اچھے اور خوبصورت ہیں۔ عورتوں نے اس بات پر تو داریا الکساندر روونا کو ہنسنا بھی دیا اور انگریز گورنر کو یہ برا بھی لگا کہ اس ہنسی کا سبب وہ تھی جو اس کی بالکل سمجھ ہی میں

نہ آتی تھی۔ ایک نوجوان کسان عورت انگریز گورنر کو کنگے چاہی تھی جو سب کے بعد کپڑے پہن رہی تھی اور جب اس نے تیسرا سا پہنا تو کسان عورت سے نہ رہا گیا اور اس کے منہ سے نکل ہی گیا "دیکھو تو، بلیوٹی گئی بلیوٹی گئی، مگر پلٹ ہی نہیں پچھتی!" اس نے کہا اور سمجھوں نے زوروں سے قہقہہ لگایا۔

9

سب نہائے ہوئے اور پچھلے سروں والے بچوں میں گھری ہوئی داریا الکساندر روونا اپنے سرے رومال ہاتھ سے گھر کے قریب پہنچ رہی تھیں کہ کوچاں نے کہا:

"کوئی صاحب آ رہے ہیں، لگتا ہے پکڑو شکسے والے ہیں۔"

داریا الکساندر روونا نے سامنے جھانک کر دیکھا اور سرخی ہیٹ اور سرخی اور کوٹ پہنے لیون کی پانی پچانی شکل کو دیکھ کر خوش ہو گئیں جو ان لوگوں کی طرف ہی آ رہا تھا۔ انہیں لیون سے مل کر خوشی تو بیشی ہی ہوتی تھی لیکن اس وقت وہ خاص طور سے خوش ہوئیں کہ وہ انہیں ان کی پوری آنہاں میں دیکھے گا۔ ان کی شان و شوکت کو اور اس بات کو کہ وہ کس چیز میں تھی لیون سے بہتر کوئی نہ سمجھ سکتا تھا۔

لیون نے جب انہیں دیکھا تو یہ محسوس کیا کہ جیسے وہ گھڑی زندگی کی اپنی بھی کی تصویر کی ہوئی تصویر کے سامنے کھڑا ہو۔

"داریا الکساندر روونا آپ تو بالکل ایسی لگ رہی ہیں جیسے سرخی اپنے چوڑوں سمیت گلتی ہے۔"

"ہائے میں کتنی خوش ہوں! انہوں نے کہا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"خوش ہیں لیکن آپ نے تو خبر بھی نہیں دی۔ میرے ہاں بھائی گھرے ہوئے ہیں۔ مجھے تو استیو کا رقبہ ملا کہ آپ یہاں ہیں۔"

"استیو کا؟" داریا الکساندر روونا نے تعجب کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں! انہوں نے لکھا کہ آپ یہاں آگئی ہیں اور ان کا خیال ہے کہ آپ مجھے کسی نہ کسی طرح سے اپنی مدد کرنے کی اجازت دیں گی "لیون نے یہ کہا اور کتے کتے وہ کچھ گھبرا سا گیا اور چپ ہو گیا۔ اور چپ چاپ سی گاڑی کے برابر چلا اور سامنے آتی ہوئی لائیم کی شاخوں کو توڑتا اور داغوں سے چپا رہا۔ وہ گھر اس نے کیا تھا کہ اسے خیال ہوا کہ داریا الکساندر روونا کو ان معاملات میں باہر کے شخص کی مدد لینا اچھا نہیں لگے گا جنہیں ان کے شوہر کو انجام دینا چاہئے تھا۔ داریا الکساندر روونا کو واقعی اتنی پان ار کا دھچکا کی یہ عادت پسند نہیں تھی کہ اپنے گھڑیلے کاموں کو غیروں کے سر ہاتھ دیں۔ اور وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ لیون اس بات کو سمجھتا ہے۔ اسی سمجھداری کی غفلت اور اسی شائستگی کی وجہ سے تو داریا الکساندر روونا لیون کو چاہتی تھیں۔

لیون نے کہا "خاہر ہے کہ اس سے میں یہی سمجھا کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ مجھ سے نانا چاہتی ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ خاہر ہے میں یہ تصور کر سکتا ہوں کہ آپ جیسی شہری گریہت کو یہاں بالکل جنگلی ماحول لگتا ہو گا اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں آپ کی خدمت کے لئے ہر طرح سے حاضر ہوں۔"

"ارے نہیں! ڈالی نے کہا۔" شروع شروع میں تو تکلیف ہوئی تھی لیکن اب تو سب بہت ہی اچھی طرح سے ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے میری بو ڈھی آیا کی بدولت "انہوں نے ماترچو ٹلیو نوٹا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ماترچو ٹلیو نوٹا سمجھ گئی کہ ان کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں اور وہ لیون کو دیکھ کر خوشی اور



اپنے پن کے ساتھ مسکرائیں۔ وہ لیون کو جانتی تھیں اور یہ بھی جانتی تھیں کہ یہ بھولتی بہن کے لئے اچھا رہوگا اور جانتی تھیں کہ یہ رشتہ بکا ہو جائے۔

انہوں نے لیون سے کہا "آپ آکر بیٹھ جائیے یہاں ہم ذرا سوئیں گے۔"

"نہیں میں بیڈ لی جاؤں۔ بچہ کون میرے ساتھ کھوڑوں کے برابر دوڑے گا؟"

بچے لیون کو بہت ہی کم جانتے تھے۔ انہیں بالکل یاد نہیں تھا کہ کب اسے دیکھا تھا لیکن اس کے ساتھ برتاؤ میں انہوں نے اس جھجک اور غیرت کے اس عجیب احساس کا اظہار نہیں کیا جو بچوں کو اکثر ایسے بیڈوں کے ساتھ ہوتا ہے جو بننے ہیں اور جس کے لئے انہیں اکثر سزا ملتی ہے۔ کسی بھی چیز میں ہلاکت اور نقص سے انتہائی ذہین اور سمجھدار آدمی بھی دھوکا کھا سکتا ہے لیکن محدود سے محدود سمجھ بوجھ والا بچہ بھی انہیں جان لیتا ہے اور ان سے خوف کرتا ہے چاہے وہ کتنی ہی اچھی طرح چھپائے گئے ہوں۔ لیون میں اور چاہے جو بھی خامیاں رہی ہوں لیکن اس میں نقص کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اسی لئے بچوں نے بھی اس کے لئے ویسا ہی اپنا پن ظاہر کیا جیسا انہیں ماں کے چہرے پر نظر آیا۔ اس کی دعوت پر دونوں بڑے بچے فوراً ہی کود کر اس کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ دسکی ہی سادی سے دوڑنے لگے جیسے آیا کے ساتھ یا س ہول کے ساتھ یا ماں کے ساتھ دوڑتے تھے۔ لیون نے بھی اس کے پاس جانے کی اجازت مانگی اور ماں نے اسے لیون کی گود میں دے دیا۔ اس نے لیون کو کندھے پر بٹھالیا اور اسے لئے لئے دوڑنے لگا۔

"ڈرے مت ڈرے مت داریا الکساندر دوڑنا!" اس نے خوش دلی کے ساتھ مسکراتے ہوئے ماں سے کہا "میں اسے گرنے یا چوٹ لگنے نہیں دوں گا۔"

اور اس کی سنبھلی ہوئی "پر قوت" بڑی احتیاط کے ساتھ فکر مند اور بہت ہی گاؤ بھری چال کو دیکھ کر ماں کو اطمینان ہو گیا۔ اور خوش ہو کر انہوں نے تائیدی نظروں سے اسے دیکھا۔

یہاں رہات میں بچوں کے ساتھ اور اس سے ہمدردی کرنے والی داریا الکساندر دوڑنے کے ساتھ لیون پر وہ پگھلا نہ دلی کیفیت طاری ہو گئی جو اس پر اکثر ہو جاتی تھی اور جو داریا الکساندر دوڑنے کو بہت ہی اچھی لگتی تھی۔ بچوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے اس نے انہیں جتنا تک سکھائی اپنی خراب انگریزی بول بول کر مس ہول کو ہنسیا اور داریا الکساندر دوڑنے کو رہات میں اپنی مصروفیتوں کے بارے میں بتایا۔

کھانے کے بعد جب داریا الکساندر دوڑنا اس کے ساتھ اکیلے باگنی پر نہیں تو انہوں نے کیٹی کا ذکر پھیلایا۔

"پتہ ہے آپ کو کیٹی یہاں آئیں گی اور میرے ساتھ گرمیوں بھر رہیں گی؟"

"اچھا؟" اس نے سرخ ہوتے ہوئے کہا اور فوراً ہی بات کا موضوع بدلنے کے لئے بولا "تو میں آپ کے لئے دو گائیں بیج دوں؟ اور اگر آپ حساب کرنا چاہیں تو مجھے پانچ روپے فی مینہ کے حساب سے ادا کر دیجئے بشرطیکہ آپ کو شرم نہ آئے۔"

"نہیں بہت شکر یہ آپ تو ہمارے ہاں سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔"

"اچھا تو پھر میں آپ کی گایوں کو دیکھتا ہوں اور اگر آپ اجازت دیں گی تو میں اس کا بندوبست کر دوں گا کہ انہیں چار ایسے دیا جائے۔ سارا معاملہ ہمارے کا ہو گا۔"

اور لیون بات کو محض ٹالنے کی خاطر داریا الکساندر دوڑنا کو دودھ دینے والے مویشیوں کے پالنے پر سن کا نظریہ سمجھانے لگا جو یہ تھا کہ گائے تو محض ایک مٹھین ہے جو چارے پر عمل کر کے اسے دودھ بنا دیتی ہے وغیرہ

وہ باتیں تو یہ کر رہا تھا لیکن اس کا بہت ہی چاہتا تھا کہ وہ کیٹی کے بارے میں تفصیلات سنے اور اس کے ساتھ ہی وہ اس سے ڈر بھی رہا تھا۔ وہ اس بات سے خوفزدہ تھا کہ اس نے جو سکون اتنی مشکل سے حاصل کیا ہے پھر ختم ہو جائے گا۔

"ہاں لیکن اس سب پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور کون کرے گا یہ؟" داریا الکساندر دوڑنے کے بادل رات جو اب دیا۔

اب انہوں نے مارتھنا فلمو نوٹا کے ذریعے اپنی گرجہ سٹی کو اس طرح ٹھیک ٹھاک کر لیا تھا کہ وہ اس میں اپنی طرح کی تبدیلی نہ کرنا چاہتی تھیں۔ اور پھر انہیں کھیتی باڑی کے سلسلے میں لیون کے علم پر یقین بھی نہیں۔ وہ ان دلیوں کو شک کی نظر سے دیکھتی تھیں کہ گائیں تو دودھ بنانے کی مٹھینیں ہیں۔ انہیں یہ لگتا تھا کہ اس کی دلیاں کھیتی باڑی میں گزری ہوئی کر سکتی تھیں۔ انہیں تو یہ ساری بات بہت زیادہ سیدھی سادی لگتی تھی کہ سامان مارتھنا فلمو نوٹا نے سمجھایا تھا، بس ضرورت اس امر کی تھی کہ چنگی اور سفید راتوں والی کو زیادہ چار پانی چائے اور باورچی خانے کی ساری دھون کو باورچی لے جا کر دھوین کی گائے کو نہ دینے پائے۔ یہ توصیہ بات لیون نے دے دی تھی اور گھاس کا چار ادا کرنے کی بات منگو کر اور فیرو واضح تھی۔ اور خاص بات یہ تھی کہ وہ کیٹی کے دے میں بات کرنا چاہتی تھیں۔

## 10

"کیٹی نے مجھے لکھا ہے کہ وہ اور کچھ اتنا نہیں چاہتی جتنا یہ کہ تمہاری ہو اور وہ سکون سے رہ سکیں" ڈالی نے ڈر اور تیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اور ان کی صحت اب بہتر ہے؟" لیون نے یہ جان کے ساتھ پوچھا۔

"شکر ہے خدا کا وہ بالکل صحت یاب ہو چکی ہیں۔ مجھے تو کبھی یہ یقین نہیں تھا کہ انہیں ہمسیروں کا آزار ہو گا۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی" لیون نے کہا اور جب اس نے یہ کہا اور چپ ہو کر ڈالی کو دیکھنے لگا تو انہیں اس کے چہرے پر کچھ قابل رحم بے بسی نظر آئی۔

"سنئے سنسن تن دیترچ" داریا الکساندر دوڑنے نے اپنی ٹیک دلی کی اور ذرا مذاق اڑانے والی مسکراہٹ لہو ساتھ کہا "آپ کیٹی سے کس لئے ناراض ہیں؟"

"میں؟ میں تو نہیں ناراض ہوں" لیون نے کہا۔

"نہیں" آپ ناراض تو ہیں۔ پھر آخر کس وجہ سے آپ جب ماکوس تھے تو ہمارے ہاں آئے نہ ان لوگوں کے ہاں گئے؟"

"داریا الکساندر دوڑنا" اس نے کہا اور اس کا چہرہ بالوں کی جڑوں تک سرخ ہو گیا "مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ اپنی نیکی کے باوجود اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ آخر آپ کو میرے اوپر رحم کیوں نہیں آتا جب آپ جانتی ہیں۔"

"میں کیا جانتی ہوں؟"



”جانتی ہیں کہ میں نے خواستگاری کی اور مجھے ٹھکرا دیا گیا“ لیون نے کمری دیا اور وہ ساری نرمی و شفقت جو ابھی ذرا پہلے وہ کیٹی کے لئے محسوس کر رہا تھا اب اس بات پر فحشے میں بدل گئی کہ اس کی توہین کی گئی تھی۔

”آپ کیوں سوچتے ہیں کہ میں جانتی ہوں؟“

”اس لئے کہ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔“

”اب اس میں آپ غلطی کر رہے ہیں۔ میں تو یہ نہیں جانتی تھی حالانکہ قیاس میرا یہی تھا۔“

”اچھا تو اب تو آپ جانتی ہیں۔“

”میں صرف یہ جانتی تھی کہ بات ہو گئی لیکن کیا ہوا؟ یہ تو میں کیٹی سے کبھی نہ جان سکتی تھی۔ میں صرف یہ دیکھتی تھی کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس سے انہیں بے حد اذیت ہو رہی ہے اور یہ کہ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے بارے میں کبھی بات نہ کروں۔ اور اگر انہوں نے مجھے نہیں بتایا تو کسی کو بھی نہ بتایا ہو گا۔ لیکن آپ لوگوں میں کیا ہوا؟ مجھے بتائیے تو سی۔“

”جو ہوا وہ میں نے آپ کو بتا دیا۔“

”کب؟“

”جب میں پچھلی بار آپ کے ہاں آیا تھا۔“

”جانتے ہیں آپ؟ میں آپ سے کیا کموں کی“ داریا الکساندر روڈنا بولیں ”مجھے تو کیٹی پر ترس آتا ہے بے انتہا ترس آتا ہے۔ آپ تو صرف اپنی خود پسندی کی وجہ سے دکھ جمیل رہے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے“ لیون نے کہا ”لیکن۔۔۔“

انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

”لیکن بھاری پر مجھے ترس آتا ہے بے انتہا ترس آتا ہے۔ اب میں سب سمجھ رہی ہوں۔“

”اچھا داریا الکساندر روڈنا“ آپ مجھے معاف کیجئے گا“ اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”الوداع! داریا الکساندر روڈنا پھر ملیں گے۔“

”نہیں“ ٹھہریے ”انہوں نے اس کی آستین پکڑتے ہوئے کہا۔ ”ٹھہریے تو بیٹھے!“

”مرانی کر کے“ براہ کرم ”اب اس کی بات نہ کیجئے“ اس نے بیٹھے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی محسوس کیا کہ اس کے دل میں وہ امید بھر سرائی ہے اور کسمپرسی ہے جسے وہ دفن کر چکا تھا۔

”اگر میں آپ کو اتنا چاہتی نہ ہوتی“ داریا الکساندر روڈنا نے کہا اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ”اگر میں آپ کو اس طرح جانتی نہ ہوتی جس طرح جانتی ہوں۔۔۔“

جو جذبہ لگتا تھا کہ مرد کا ہے وہ جاندار سے جاندار تر ہو جا رہا تھا، جی اٹھا تھا اور لیون کے دل پر پوری طرح چھا گیا تھا۔

”ہاں اب میں سمجھ گئی“ الکساندر روڈنا نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”آپ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ آپ مرد لوگ آزاد ہوتے ہیں اور اپنی پسند سے انتخاب کرتے ہیں اور آپ کے لئے ہمیشہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کس سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن لڑکی تو امید اور توقع کی حالت میں عورتوں والی لڑکیوں والی شرم و حیا کے ساتھ آپ مردوں کو دور سے دیکھتی ہے، ہر بات شخص قول پر مان لیتی ہے۔ لڑکی کو ہو سکتا ہے یہ احساس بھی ہو کہ وہ نہیں جانتی کہ کس سے محبت کرتی ہے اور نہیں جانتی کہ کیا کہے۔“

”ہاں“ مگر اس کا دل کچھ نہیں کہتا۔۔۔“

”نہیں“ دل تو کہتا ہے لیکن آپ ڈر اسوچئے تو۔ آپ مرد لوگ ایک لڑکی سے آنکھیں لڑاتے ہیں مگر میں آتے جاتے ہیں، قریب آتے ہیں، دیکھتے بھالتے ہیں، انتظار کرتے ہیں کہ آپ کو وہ چیز ملتی ہے یا نہیں جس سے آپ محبت کرتے ہیں اور بعد کو جب آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ محبت کرتے ہیں تو آپ خواستگاری کرتے ہیں۔۔۔“

”نہیں“ یہ بالکل اس طرح تو نہیں ہوتا۔۔۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا“ آپ خواستگاری اس وقت کرتے ہیں جب آپ کی محبت پختہ ہو جاتی ہے یا جب انتخاب کے دو امکانات میں سے کسی ایک کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔ لیکن لڑکی سے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی انتخاب کر لے مگر انتخاب تو وہ کر نہیں سکتی، صرف جواب دے سکتی ہے۔ ہاں یا نہیں۔“

”ہاں“ انتخاب، میرے اور درویشی کے درمیان“ لیون نے سوچا اور جو مردہ جذبہ اس کے دل میں جی اٹھا تھا وہ پھر سے مر گیا اور بس اس کے دل پر ایک اذیت ناک دباؤ بن کر رہ گیا۔

”داریا الکساندر روڈنا“ اس نے کہا ”اس طرح لباس کا یا میں نہیں جانتا کسی اور خریدنے والی چیز کا انتخاب کیا جاتا ہے محبت کا نہیں۔ انتخاب کر لیا گیا اور سبزی ہوا۔۔۔ اور اب اس کو وہ ہرایا نہیں جاسکتا۔“

”اف“ خود پسندی اور خود پسندی! ”داریا الکساندر روڈنا نے اس طرح کہا جیسے اس کو سرے جذبے کے مقابلے میں جسے صرف عورتیں جانتی ہیں وہ اس جذبے کی پستی کی بنا پر اس کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہی ہوں۔“ جس وقت آپ نے کیٹی سے خواستگاری کی تھی اس وقت وہ اسی حالت میں تھیں جب وہ جواب دے ہی نہ سکتی تھیں۔ ان کے ذہن میں تذبذب تھا اس کا کہ آپ یا درویشی۔ اس کو وہ روز دیکھتی تھیں اور آپ سے بہت دنوں سے نہ ملی تھیں۔ فرض کیجئے کہ وہ زیادہ بڑی ہو تیں مثلاً ان کی جگہ پر اگر میں ہوتی تو کوئی تذبذب ہو ہی نہ سکتا تھا۔ مجھے اس سے پیشہ سے تا فرق تھا اور آخر کو ہی ہوا۔“

لیون کو کیٹی کا جواب یاد آیا۔ انہوں نے کہا تھا ”نہیں“ یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔“

”داریا الکساندر روڈنا“ اس نے روکے پن سے کہا ”آپ کو مجھ پر جو اعتماد ہے اس کی میں بڑی قدر کرتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ آپ غلطی کر رہی ہیں۔ اب میں صحیح ہوں یا نہیں صحیح ہوں مگر اس خود پسندی کا جس کو آپ اتنی حقارت سے دیکھتی ہیں اثر یہ ہے کہ میرے لئے کارٹنا الکساندر روڈنا کے بارے میں کسی طرح کا خیال ممکن ہی نہیں ہے، آپ سمجھئے اس بات کو کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔“

”میں صرف ایک بات اور کموں کی کہ آپ سمجھتے ہی ہیں کہ میں اپنی بن کے بارے میں بات کر رہی ہوں جس سے میں ویسی ہی محبت کرتی ہوں جیسی اپنے بچوں سے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ آپ سے محبت کرتی تھیں بلکہ میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ اس وقت کے ان کے انکار سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔“

”میں نہیں جانتا“ لیون نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”کاش آپ کو معلوم ہو تا کہ مجھے کتنا دکھ پہنچا رہی ہیں ایسے بالکل ویسا ہی ہے جیسے آپ کا کوئی بچہ مر جائے اور لوگ آپ سے کہیں کہ وہ بڑا ہو کر ایسا ہوتا اور ویسا ہوتا اور وہ تو زندہ رہ سکتا تھا اور آپ اس کو دیکھ کر خوش ہو سکتی تھیں۔ لیکن وہ مر گیا، مر گیا، مر گیا۔۔۔“

”آپ کس قدر مضحکہ خیز ہیں“ داریا الکساندر روڈنا نے لیون کے بیجاان کے باوجود غمگین مسکراہٹ کے



ساتھ کہا۔ ”ہاں“ اب میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔ انہوں نے فکر مندانہ انداز میں اپنی بات جاری رکھی۔ ”تو جب کبھی یہاں ہوں گی تو آپ ہمارے ہاں نہیں آئیں گے؟“

”نہیں“ انہیں آؤں گا۔ غار ہرے کہ میں کا ترنا الگسائے روونا سے بھاگوں گا تو نہیں لیکن جہاں تک کر سکا ہوں کو شش کروں گا کہ انہیں اپنی موجودگی کی ناخوشگوار سے بچائے رکھوں۔“

”آپ بہت بہت ہی زیادہ مضحکہ خیز ہیں“ داریا الگسائے روونا نے شفقت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے دوہرایا۔ ”چھانوٹ ٹھیک ہے“ یوں سمجھئے کہ ہم نے اس کے بارے میں کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔ ”تانیہ“ تم کس لئے آئی ہو؟“ داریا الگسائے روونا نے فرائیسی میں لڑکی سے کہا جو وہاں اچنی تھی۔

”ماما میرا بچہ کہاں ہے؟“

”میں فرائیسی میں پوچھ رہی ہوں تو تم بھی فرائیسی ہی میں بتاؤ۔“

لڑکی نے کھٹکایا لیکن بھول گئی کہ بچے کو فرائیسی میں کیا کہتے ہیں۔ ماں نے بتا کر اس سے کھلوایا اور پھر فرائیسی ہی میں بتایا کہ وہ بچے کو کس طرح تلاش کرے۔ اور یہ لیون کو اچھا نہیں لگا۔

اب اسے داریا الگسائے روونا کے گھر میں اور بچوں میں ہر چیز اتنی اچھی اور پیاری نہیں لگ رہی تھی جیسی پہلے تھی۔

”اور وہ بچوں سے فرائیسی میں بات کیوں کرتی ہیں؟“ لیون نے سوچا۔ ”یہ کتنی غیر قدرتی اور بنادنی بات ہے! اور بچے اس کو محسوس کرتے ہیں۔ انہیں فرائیسی بولنا تو سکھانا لیکن غلوں کے ساتھ بات کرنا بھلا دینا“ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ داریا الگسائے روونا یہ ساری باتیں پہلے ہی میں بار سوچ چکی تھیں اور پھر بھی غلوں کی قربانی دے کر بھی وہ اپنے بچوں کی پرورش اسی راستے پر کرتے کہ ضروری سمجھتی تھیں۔

”تو آپ کو جانا کہاں ہے؟ بیٹھے تو سی۔“

لیون چائے کے وقت تک گھبرا رہا لیکن اس کی خوشی ختم ہو چکی تھی اور وہ اٹ پنا محسوس کر رہا تھا۔

چائے کے بعد وہ پیش دالان میں آیا یہ حکم دینے کے لئے کہ اس کے گھوڑے تیار رکھے جائیں اور جب وہ واپس آیا تو داریا الگسائے روونا کو پریشان صورت پایا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ لیون جس وقت باہر چلا گیا تھا تو داریا الگسائے روونا کے لئے ایک بھیانک واقعہ ہو گیا جس نے اچانک ان کی آج کی ساری خوشی کو اور بچوں پر ان کے فخر کو چٹنا چور کر دیا۔ گریٹا اور تانیہ جس گیند کی خاطر لڑائی ہو گئی۔ بچوں کے کمرے سے آنے والی چیخیں سن کر داریا الگسائے روونا دوڑی ہوئی گئیں اور انہوں نے دونوں کو بہت ہی بری حالت میں دیکھا۔ تانیہ نے گریٹا کے بال پکڑ رکھے تھے اور وہ غصے سے سرخ شدہ صورت کے ساتھ اسے جہاں بھی پڑ جائیں گے مار رہا تھا۔ داریا الگسائے روونا نے جب یہ دیکھا تو ان کے دل کے اندر کوئی چیز جیسے ٹوٹ گئی۔ جیسے ان کی زندگی پر اندھیرا چھا گیا ہو۔ وہ سمجھ گئیں کہ ان کے بچے جن پر انہیں اتنا فخر تھا نہ صرف یہ کہ بہت ہی معمولی بلکہ برے تھے جن کی تربیت بری طرح کی گئی تھی ان میں بھونٹے اور وحشیانہ رجحانات تھے اور یہ بد بچے تھے۔

وہ کسی اور چیز کے بارے میں بات کر سکتی تھیں نہ سوچ سکتی تھیں اور لیون کو اپنی بدھمی کے بارے میں بتاتے بغیر ان سے رہائی نہ گیا۔

لیون نے دیکھا کہ وہ بہت دکھی ہیں اور اس نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کی کہ اس سے کد

ہی بری بات ثابت نہیں ہوتی کہ لڑتے جھگڑتے تو سبھی بچے ہیں۔ لیکن یہ کتنے وقت لیون اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ ”نہیں“ میں اپنے نہیں دکھاؤں گا کہ اپنے بچوں سے فرائیسی میں بات کروں ”نہیں“ میرے ایسے بچے نہیں ہوں گے۔ بس اس کی ضرورت ہے کہ بچوں کو غراب نہ کیا جائے“ انہیں کچھ اور بتانے کی کوشش نہ کی جائے تو بہت سی پیارے ہوں گے۔ ہاں میرے ایسے بچے نہیں ہوں گے۔“

اس نے رخصت لی اور چلا گیا اور داریا الگسائے روونا نے اسے روکا نہیں۔

11

جولائی کے وسط میں لیون کے پاس اس کی بہن کے گاؤں کا کھیا آیا جو کدو شکوے سے میں دور ست کے قافلے پر تھا۔ کھیا بتانے آیا تھا کہ وہاں کام کیا جا رہا تھا اور یہ کہ گھاس کی کٹائی ہو چکی ہے۔ بہن کی چاہنیہ اسے خاص آمدنی بچھار کی چراگا ہوں سے ہوتی تھی۔ پیلے کے برسوں میں کسان میں روٹل فی دسہان کے حساب سے گھاس خرید لیتے تھے۔ جب جائیداد کا انتظام لیون نے سنبھالا تو اس نے گھاس کا جائزہ لینے کے بعد دیکھا کہ اس کا دام تو زیادہ ہونا چاہئے اور اس نے پچیس روٹل فی دسہان قیمت مقرر کر دی۔ کسانوں نے یہ قیمت نہیں دی اور جیسا کہ لیون کو شبہ تھا انہوں نے دوسرے گاؤں کو بھی نہیں چھوڑنے دیا۔ تب لیون خود ہاں گیا اور اس نے یہ انتظام کیا کہ گھاس کی کٹائی کچھ تو مزدوری دے کر اور کچھ ٹائی پر کر دائی جائے۔ وہاں کے کسانوں نے تو ہر طرح سے اس اخراج میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی لیکن کام ہو گیا اور پہلے ہی سال چر اگاہ سے تقریباً دو گنی آمدنی ہوئی۔ پچھلے سے پہلے سال اور پچھلے سال بھی کسانوں کی طرف سے اسی طرح مخالفت کی گئی اور گھاس کی کٹائی اسی بددست کے مطابق کی گئی۔ اس سال کسانوں نے ساری گھاس تسانی ٹائی پر لے لی تھی اور کھیا نے آ کر اطلاع دی کہ گھاس کی کٹائی ہو چکی اور اس نے ہارش ہونے کے ڈر سے فشی کو بلا یا اور اس کی موجودگی میں ٹائی کر دی اور مالک کے حصے کے گیارہ بیڑے ڈھیر اکٹھے کر دیے ہیں۔ اس سوال پر کہ بڑی چراگاہ میں کتنی گھاس نکلی تھی کھیا کے گول مول جواب سے ”پوچھے بغیر گھاس کا بڑا کر دینے میں کھیا کی جلدی اور اس کے پورے لیے سے لیون سمجھ گیا کہ گھاس کے اس بڑاے میں کچھ گھپلا کیا گیا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ معاملے کی تصدیق کرنے خود جائے گا۔

اس گاؤں میں کھانے کے وقت پہنچ کر اس نے گھوڑے کو اپنے بوڑھے دوست کے گھر میں چھوڑا ”جو اس کے بھائی کی انا کا شوہر تھا“ اور بوڑھے کے پاس چلا گیا جہاں اس نے شادی کھیموں کے چھتے لگا رکھے تھے۔ لیون اس سے گھاس کی کٹائی کی تفصیلات جاننا چاہتا تھا۔ باتونی اور شریف صورت بوڑھے پار پہنچنے بہت خوش ہو کر لیون کا خیر مقدم کیا۔ اسے اپنے سارے چھتے دکھائے اپنی شادی کھیموں کے بارے میں اور اس سال کے معجز کے بارے میں ساری تفصیلات بتائیں لیکن گھاس کے بارے میں لیون کے سوالوں کے جواب اس نے ہاں غراست اور ہسم ہسم سے دیئے۔ اس سے لیون کے شکوک اور پختہ ہو گئے۔ وہ چراگاہ میں گیا اور اس نے گھاس کے ڈھیروں کو دیکھا۔ ہر ڈھیر میں پچاس گاڑی گھاس ہوئی نہ سکتی تھی۔ کسانوں کا بھانڈا چھوڑنے کے لئے لیون نے گھاس ڈھونڈنے والی گاڑیوں کو فوراً لانے اور ایک ڈھیر کو اسارے میں پھانے کا حکم دیا۔ اس ڈھیر میں سے صرف تیس گاڑی بھر گھاس نکلی۔ کھیا کے یہ یقین دلائے کے باوجود کہ گھاس پوری تھی اور ڈھیر بتانے کے بعد بیٹھ گئی تھی اور اس کی قمیوں کے باوجود کہ سب کچھ دین ایمان سے کیا گیا تھا لیون اپنی بات پر اڑا ہوا کہ گھاس کی



لاور ہے تھے۔ ایوان یار میتوف گاڑی میں گھاس کے اوپر کھڑا ہوا گھاس لے رہا تھا اور گھاس کے پڑے پڑے گھنوں کو براہِ کرم ہاتھ اور پاؤں سے دبا دبا کر جمارہا تھا جنہیں اس کی نوجوان اور خوبصورت بیوی پہلے کوئلے میں بھر بھر کر اور پھر جیلی سے اٹھا کر اسے دیتی جاری تھی۔ نوجوان کسان عورت بڑی آسانی سے خوشی خوشی اور سلیقے سے کام کر رہی تھی۔ اچھی طرح جھانکی ہوئی گھاس میں جیلی فوراً نہیں دھنکتی تھی۔ وہ پہلے اسے جیلی سے کوچ کوچ کر مٹی کی کٹی، جیلی کو اس میں دھنکتی اور پھر ایک تیز پھرتی حرکت سے اپنے بدن کا سارا زور اس پر ڈالتی اور لال پٹکے میں کسی ہوئی اپنی کر کوئل دے کر فوراً اسیدھی ہو جاتی اور سفید کرتی کے اندر اپنی بھری بھری چھاتیوں کو ناجی اور جیلی کو پڑے سلیقے سے ہاتھوں پر اٹھاتی اور گھاس کے گٹھے کو جھپاکے سے اوپر اٹھا کر گاڑی پر پھینچا دیتی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ایوان اپنی بیوی کو ایک منٹ کی بھی فالتو محنت سے بچانے کی کوشش میں دینے جانے والے گٹھے کو جلدی سے ہاتھ پھیلا کر لیتا اور اسے گاڑی میں پھیلا دیتا۔ گھاس کے آخری حصے کو بھی دے کر عورت نے اپنی گردن پر سے گھاس کے گرے پڑے تنکوں کو صاف کیا اور لال روٹل کو ٹھیک کیا جو کھک کر اس کی سفید دھوپ سے جنو محفوظ پیشانی پر آگیا تھا اور گھاس کے ڈھیر کو باندھنے کے لئے گاڑی کے نیچے گھس گئی۔ ایوان نے اسے بتایا کہ رسی کو کیسے باندھا جائے اور جواب میں اس کے کچھ کہنے پر زور سے ہنسا۔ دونوں چروں کے تاثر میں بڑی گری اور نوجوان محبت صاف نظر آ رہی تھی جو ابھی تھوڑے ہی دنوں پہلے پیدا ہوئی تھی۔

12

گاڑی پر گھاس کا ڈھیر بندھ گیا۔ ایوان نیچے کود آیا اور مضبوط مونے نازے گھوڑے کو کام پکڑ کر لے چلا۔ عورت نے جیلی کو گاڑی کے اوپر پیسٹک دیا اور بیباکی سے چلتی ہوئی ان عورتوں کے پاس چلی گئی جو ایک جگہ اکٹھی ہوئی تھیں۔ ایوان سڑک پر آگرو سڑی گاڑیوں کی قطار میں گھس گیا۔ عورتیں جیلیوں کو کندھے پر رکھے، سوخ پکڑوں میں دھکتی اور کوچ دار آوازوں میں چنکتی ہنسی خوش باتیں کرتی گاڑیوں کے پیچھے پیچھے چلیں۔ ایک بھونڈی اور بالکل گنواہ آواز میں کسی عورت نے کوئی گیت چھیڑا اور اسے بول تک گاتی گئی اور پھر اسی گیت کو کوئی پچاس آوازیں شروع سے گائے لگیں جن میں طرح طرح کی آوازیں تھیں، کچھ بھونڈی کچھ مستین لیکن سب صحت مند۔

گاتی ہوئی عورتیں لیون کے قریب آتی جاری تھیں اور اسے لگا کہ جیسے خوشی سے گرجتی ہوئی گھاس کے اوپر چھاتی جاری ہے۔ گھنا چھاتی اور اس نے لیون کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور گھاس کے جس ڈھیر پر وہ لیٹا ہوا تھا وہ اور دوسرے ڈھیر اور گاڑیاں اور ساری چر اگاہ اور دور کے میدان سب پاس آگئے اور اس پر سرت گیت کی نال پر جھونے لگے جو بیٹیوں، سیٹیوں اور تالیوں کے ساتھ گایا جارہا تھا۔ لیون کو اس صحت مند خوشی پر رشک آنے لگا اور اس کا پیچھا چاہا کہ زندگی کی مسرت کے اس اظہار میں وہ بھی شریک ہو جائے۔ لیکن وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور بس لیٹا ہوا استرا اور دیکھتا رہا۔ جب گاتے ہوئے لوگ آگے سے اوجھل ہو گئے اور ان کی آواز آتی ہی بند ہو گئی تو لیون پر اپنی تنہائی، اپنی جسمانی کاہلی اور اس دنیا سے اپنی مغفرت پر رنج و غم کا شدید احساس طاری ہو گیا۔

جن کسانوں نے گھاس کے سلیٹے میں اس سے سب سے زیادہ بحث اور ٹکرائی تھی جن کو اس نے برا بھلا کہا تھا جو اسے دھوکا دینا چاہتے تھے انہیں میں سے کئی ایک نے بڑی خوشی کے ساتھ اسے سلام کیا تھا اور صاف

بٹائی اس کے حکم کے بغیر کی گئی اس لئے وہ اس گھاس کو پچاس گاڑی بی بی ڈھیر کے حساب سے مان ہی نہ سکتا تھا۔ لہٰذا بحث اور ٹکرائے کے بعد معاملہ اس طرح طے ہوا کہ ان ڈھیروں کو تو کسان پچاس گاڑی بی بی ڈھیر مان کر اپنے حصے میں لے لیں اور مالک کے حصے کی گھاس کے ڈھیر پھر سے بنائے جائیں۔ یہ بات حجت اور گھاس کے نئے ڈھیر بنانے کا کام سر پر تک جاری رہا۔ جب گھاس کے آخری حصے کی بٹائی ہو چکی تھی تو لیون باقی کام کی گھرائی فٹشی کے پردہ کر کے گھاس کے ایک ڈھیر پر بیٹھ گیا جس پر بید بختوں کا ایک ڈنڈا لگا تھا اور کسانوں سے بھری ہوئی چر اگاہ کے منظر سے لطف اندوز ہونے لگا۔

اس کے سامنے دریا کے ایک موڑ کے کنارے دلدل کے اس پار خوش رنگ کپڑے پہنے ہوئے عورتوں کی ایک قطار گونجتی ہوئی آوازوں میں ہنسی خوشی چنکتی ہوئی حرکت کر رہی تھی۔ اور ٹکرائی ہوئی گھاس سے تیزی کے ساتھ زردی مائل سبز رنگ کی کھونٹیوں کے اوپر سرسبز رنگ کی ٹل کھاتی منڈیریں سی بن رہی تھیں۔ عورتوں کے پیچھے پیچھے جیلی لے ہوئے مرد چل رہے تھے اور منڈیروں کو سمیٹ کر وہ ان سے چوڑے اور اونچے ڈھیر بنائے جا رہے تھے۔ بائیں طرف کو چر اگاہ میں جہاں سے گھاس کا پیچھا چلی گئی گاڑیاں ایک کے بعد ایک چر چراتی ہوئی آ رہی تھیں اور بیلوں پر پڑے پڑے گٹھے اٹھا کر گھاس لادی جاتی گھاس کے ڈھیر قایم ہو جاتے اور ان کی جگہ مسکتی ہوئی گھاس سے لدی ہوئی بڑی بڑی گاڑیاں نمودار ہو جاتیں جن کے گھوڑوں کے پنوں کے اوپر گھاس کا ڈھیر کھاتی دیتا تھا۔

"ایسے موسم میں گھاس اٹھانی چاہئے! بہت سی اچھی سوکھی گھاس تیار ہوگی!" بوڑھے نے لیون کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ گھاس تھوڑی ہے" اس کی تومک چائے جیسی ہے ایسے تایدوڑا غار ہے جن جیسے بھلیں والے پختی ہیں" اس نے گھاس کے پڑے ہوئے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے اضافہ کیا۔ "گھاس کے وقت سے اب تک آدمی سے اوپر ہی اٹھالے گئے ہیں۔"

"آخری ہے کیا؟" اس نے ایک نوجوان سے پکار کر کہا جو گاڑی کے اگلے حصے پر کھڑا ہاگ کے سرے کو لہراتا ہوا پاس سے گزر رہا تھا۔

"آخری ہے بابا! نوجوان نے گھوڑے کو روک کر کہا اور مسکرا کر ایک خوش مزاج اور لال گالوں والی عورت کو دیکھا جو مسکراتی ہوئی اسی گاڑی میں بیٹھی تھی اور آگے چلا گیا۔

"یہ کون ہے؟ بیٹا؟" لیون نے پوچھا۔

"میرا سب سے چھوٹا والا ہے" بوڑھے نے شہتقانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا اچھا نوجوان ہے۔"

"ہاں ٹھیک سی ہے۔"

"بیٹا وہ چکا؟"

"ہاں سینٹ کلب (7) والے روزے کو تیرا سال لگ گیا۔"

"ارے" اور بچے ہیں؟"

"کیسے بچے! سال بھر تک کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا اور شرابا تو اوپر سے تھا" بوڑھے نے جواب دیا۔ "مگر کیا گھاس ہے! بالکل چائے جیسی!" اس نے بات بدلنے کی خاطر پھر سے کہا۔

لیون نے دانکا میتوف اور اس کی بیوی کو پڑے غور سے دیکھا۔ وہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر گھاس



طور سے سوچ سمجھ نہیں سکتا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ”میں بعد کو اس سب کو صاف کروں گا۔ صرف ایک چیز جتنی ہے کہ اس رات نے میرے مقدر کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ہال بچوں والی زندگی کے بارے میں پہلے کے میرے سارے خواب لغو تھے، اصل چیز نہیں تھی۔“ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ”یہ سب کہیں زیادہ سادہ اور بہت ستر ہے۔“

”کس قدر خوبصورت ہے!“ اس نے اپنے سر کے ٹھیک اوپر آسمان میں ٹھہرے ہوئے سفید اون کے گالوں جیسے عجیب بادل کو دیکھ کر کہا جو بالکل پچی کی طرح لگ رہا تھا۔ ”اس دلکش رات کی ہر چیز کس قدر دلکش ہے اور یہ پچی کس وقت بن گئی؟ ابھی ذرا اوپر پہلے تو میں نے آسمان کی طرف دیکھا تھا اور تب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ بس دو سفید پٹیاں تھیں۔ ہاں اسی طرح تو زندگی کے بارے میں میرا زادیہ نظر بھی بدل گیا!“

وہ چرگاہ سے نکل آیا اور بڑی سڑک پر ہو کر گاڑی کی طرف چلا۔ ہوا تیز ہو گئی اور سرسبز اداسی سی چھا گئی۔ جھنڈا وقت ہو گیا اور وہ بے کھلی پھیل گئی جو تڑکا ہونے، اندھیرے پر ابلنے کی پوری جیت ہونے سے پہلے عام طور سے ہو جاتی ہے۔

لحظہ سے سٹپٹا سکا تو ایون تیز چلنے لگا۔ اس کی نگاہیں زمین پر لگی ہوئی تھیں۔ ”یہ کیا ہے؟ کوئی آ رہا ہے؟“ اس نے گھنٹیوں کی آواز سن کر کہا اور سر اٹھا کر دیکھا۔ اس سے کوئی چالیس قدم پر اس کی طرف اسی سڑک سے جس پر وہ جا رہا تھا چار گھوڑوں کی ایک بھٹی چلی آ رہی تھی جس کے اوپر سامان بندھا ہوا تھا۔ پیچھے والی جوڑی کے دونوں گھوڑے ہم سے لگے لگے چلنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہوشیار کوچران اپنے بکس پر ایک طرف کو ہر بٹھا تھا اور بڑی مہارت سے ہم کو لکھ کے اوپر کے ہوئے تھا تاکہ گھوڑے ہمارے زمین پر دوڑ سکیں۔ لیون نے بس اتنا ہی دیکھا اور یہ سوچا بھی نہیں کہ بھٹی میں کون جا رہا ہو گا۔ اس نے بھٹی کو بس کھوئے کھوئے سے انداز میں دیکھا تھا۔

بھٹی میں ایک کوئے میں ایک یوحنا بیٹھی اور گھم رہی تھی اور کھڑکی کے پاس ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی جو بظاہر ابھی ابھی جاگی تھی وہ اپنی رات کو پینے والی سفید ٹوپی کے فیٹوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھی۔ نورانی اور فکر مند، بہت ہی نازک اور پیچیدہ اندرونی زندگی میں ڈوبی ہوئی، جس سے لیون کا کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ وہ اس سے پرے پڑنے کے منظر کو دیکھ رہی تھی۔

یہ منظر نظروں سے غائب ہونے ہی والا تھا کہ اسی لمحے اس کی صاف چچی آنکھوں نے لیون کو دیکھا۔ اس نے پہچان لیا کہ یہ لیون ہی ہے اور اس کا چہرہ تجب آمیز خوشی سے دکھ اٹھا۔

وہ غلطی کر رہی نہیں سکتا تھا۔ یہ آنکھیں دنیا میں اور تو ہوتی نہیں سکتیں۔ دنیا بھر میں بس ایک ہی تھی جو اس کے لئے زندگی کی ساری روشنی اور مفہوم کو مرکوز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ یہ ہستی تھی کبھی۔ وہ سمجھ گیا کہ کبھی ریلوے اسٹیشن سے یہ کو شودہ جاری ہوگی۔ اور وہ تمام چیزیں جنہوں نے اس بے خواب رات کو اسے پریشان کیا تھا، وہ سارے فیصلے جو اس نے کئے تھے، سب کچھ اچانک غائب ہو گیا۔ اس نے کسی کسان لڑکی سے شادی کرنے کے اپنے خواب کو تافر کے ساتھ یاد کیا۔ بس وہیں اس بھٹی میں جو سڑک کی دوسری طرف سے گزر کر تیزی سے دور ہوئی چلی جا رہی تھی، اسی میں اس کی زندگی کی اس پیمانی کو حل کرنے کا امکان تھا جو پچھلے دنوں اس کے لئے اس قدر اذیت ناک بار بن گئی تھی۔

کبھی نے پھر اس طرف نظر نہیں کی۔ بھٹی کی کمانیوں کی آواز آئی بند ہو گئی اور گھنٹیوں کی آواز بہت ہی

ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی طرف سے ان کے دل میں کوئی ہدی نہیں تھی اور وہ دل میں ہدی رکھ بھی نہ سکتے تھے اور انہیں صرف یہی نہیں کہ کوئی پچھتاوا نہ تھا بلکہ یاد بھی نہ رہا تھا کہ وہ اسے دھوکا دینا چاہتے تھے۔ سب پر مسرت مشترک محنت کے سمندر میں غرق ہو چکا تھا۔ خدا نے دن دیا تھا۔ خدا نے قوت دی تھی اور دن اور قوت محنت کے لئے وقف کر دیئے گئے تھے اور یہی بذات خود انعام تھا۔ اور کس کے لئے محنت کی کئی قسمی؟ محنت کا پھل کیا اور کیسا ہو گا؟ یہ سب غیر حتمی اور حقیر تصورات تھے۔

لیون اکثر دل ہی دل میں اس زندگی کو سراہتا تھا اور ان لوگوں کے لئے اکڑ رکھ محسوس کرتا تھا جو یہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن آج پہلی بار، خاص طور سے اس نے اپنی پار میٹوف اور اس کی نوجوان بیوی کے رشتے میں جو کچھ دیکھا تھا اس کے زیر اثر لیون کو پہلی بار یہ خیال ہوا کہ اس کا درد اور تواسی پر ہے کہ وہ اس قدر بوجھل، کاغذی، مصنوعی اور ذاتی زندگی کو بدل دے جو وہ بسر کر رہا تھا اور اس سختی، پاک صاف اور مشترک خوبصورت زندگی کو اپنالے۔

اس کے ساتھ جو بڑا بٹھا ہوا تھا وہ بھی دیر ہوئے گھر چاچا تھا۔ لوگ سب تیز ہو گئے تھے۔ جو پاس کے تھے وہ اپنے گھر چلے گئے تھے اور دور والے رات کے کھانے اور چرگاہ میں رات بسر کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لیون کی طرف لوگوں نے کوئی دھیان نہ دیا تھا اور وہ گھاس کے ڈھیر لٹا بدستور سوچتا، دیکھتا اور سنتا رہا۔ جو لوگ چرگاہ میں رات بسر کرنے کو رہ گئے تھے وہ گرمیوں کی مختصر رات میں بالکل نہیں سوئے۔ پہلے تو کھانے کے وقت کی عام پر مسرت بات چیت اور قصوں کی آوازیں آتی رہیں اور بعد کو پھر سے گیت اور قہقہے سنائی دینے لگے۔

محنت کے پورے طویل دن کا کوئی اور اثر ان پر نہیں رہ گیا تھا سوائے خوشی کے۔ تڑکا ہونے سے پہلے ہر طرف سناٹا ہو گیا۔ بس صرف رات کی آوازیں، دلدل میں مینڈکوں کی مسلسل ٹراہٹ اور چرگاہ میں گھوڑوں کے پیکارنے کی آواز سویرے سویرے زمین سے اٹھنے والے کمرے میں سنائی دیتی رہی۔ لیون کی آنکھ کھلی تو وہ گھاس کے ڈھیر پر سے اتر اور ستاروں کو دیکھ کر اس نے سمجھا کہ رات گزر گئی۔

”تو اب میں کیا کروں گا؟ یہ کیسے کروں؟“ اس نے اپنے آپ سے کہا اور خود اپنے لئے اس نے ہر اس چیز کا اعتبار لفظوں میں کرنے کی کوشش کی جو اس نے اس مختصر رات میں سوچا اور محسوس کیا تھا۔ اس نے جو کچھ سوچا اور محسوس کیا تھا وہ سب خیال کی تین الگ الگ راہوں میں بٹ گیا تھا۔ اول۔ یہ کہ اپنی پرانی زندگی کو اپنے بے فائدہ علم کو اور اپنی اس تعلیم کو جھٹک دینے کا خیال تھا جس کی ضرورت کسی کو بھی نہ تھی۔ اس تباہی سے اسے خوشی حاصل ہوئی اور اس کے لئے یہ بہت آسان اور سادہ تھا۔ دوسرے خیالات اور تصورات کا تعلق اس زندگی سے تھا جو وہ اب جینا چاہتا تھا۔ اس زندگی کی سادگی، پاکیزگی اور اصول پسندی کو وہ صاف محسوس کرتا تھا اور اسے یقین تھا کہ اس میں اسے وہ طمانیت، سکون اور وقار مل جائے گا جس کی عدم موجودگی کو وہ اتنے درد کے ساتھ محسوس کرتا تھا۔ لیکن خیالات کی تیسری راہ اس سوال کے گرد گھومتی تھی کہ پرانی زندگی سے نئی کی طرف یہ عبور کس طرح عمل میں لایا جائے۔ اور اس معاملے میں کوئی چیز واضح طور سے اس کے ذہن میں نہ آتی تھی۔ ”شادی کرنا؟ کام کرنا اور کام کی ضرورت پیدا کرنا؟ پکھو قندیلے کو چھوڑ دینا؟ زمین خرید لینا؟ عام کسانوں کی برادری میں شامل ہو جانا؟ کسان لڑکی سے شادی کرنا؟ یہ میں کیسے کروں گا؟“ اس نے پھر اپنے آپ سے سوال کیا اور اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ ”مگر آج تو میں ساری رات سوچا نہیں ہوں اور میں چیزوں کو صاف



ہلکی ہلکی سنائی دے رہی تھی۔ کتوں کے بھونکنے سے پتہ چلا تھا کہ کبھی گاؤں میں داخل ہو گئی ہے۔ اور بس وہ گئے تو چاروں طرف سنسان کھیت، سانسے گاؤں اور خوردہ، اکیلا اور ہر ایک سے انہی "جو اچاڑاڑک پر تھما چلا جا رہا تھا۔"

اس نے آسمان کی طرف اس امید سے دیکھا کہ وہاں وہ پہلی مل جائے گی جو اسے اتنی اچھی لگی تھی اور جو اس کے لئے آج کی رات کے سارے خیالات و احساسات کا پیکر بن گئی تھی۔ آسمان پر اب بچی کی طرح کی کوئی چیز نہ رہ گئی تھی۔ وہاں "نا قابل رسائی بلندی پر ایک پراسرار تغیر ہو چکا تھا۔ بچی کا وہ نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کی جگہ سارے آدمے آسمان پر اون کے گالوں جیسے لگوں کی "جو برابر چھوٹے ہوتے جا رہے تھے" ایک قالین سی چھٹی تھی۔ آسمان نکلا اور روشن ہو گیا تھا اور اس کی سوالیہ نظروں کا جواب اسی شفقت لیکن اس نارسائی کے ساتھ دے رہا تھا۔

"نہیں" اس نے اپنے آپ سے کہا "سادگی اور محنت کی یہ زندگی چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو میں اس کی طرف واپس نہیں جاسکتا۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔"

### 13

جو لوگ اگلیسی الکساندر رووچ سے بہت قریب تھے ان کے علاوہ کوئی بھی یہ نہ جانتا تھا کہ اس دیکھنے میں انتہائی سرد اور عقلیت پسند شخص میں ایک کمزوری ہے جو اس کے کردار کے عام رجحان کی ضد ہے۔ اگلیسی الکساندر رووچ کسی بچے یا عورت کو روٹے ہوئے بے نیازی سے دیکھ اور سن نہیں سکتے تھے۔ آنسو دیکھ کر وہ سخت الجھن میں پڑ جاتے تھے اور غور و فکر کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو جاتے تھے۔ ان کے شے کے منہم اور سیکرٹری اس بات کو جانتے تھے اور در خواستیں لے کر آنے والیوں کو پہلے سے خبردار کر دیتے تھے کہ اگر وہ اپنے معاملے کو بگاڑنا نہیں چاہتے تو روئیں ہرگز نہیں۔ وہ کہہ دیتے تھے کہ "وہ خفا ہو جائیں گے اور آپ کی بات ہی نہیں سنیں گے۔" اور در حقیقت ان صورتوں میں آنسو جو روحانی خلفشار اگلیسی الکساندر رووچ میں پیدا کر دیتے تھے اس کا اظہار فوری غصے کی شکل میں ہوتا۔ "میں نہیں کر سکتا، کچھ نہیں کر سکتا، مہربانی کر کے آپ چلے جائیے!" وہ ایسی صورتوں میں عام طور سے چلا پڑتے۔

جب ریس کو رس سے واپس آتے ہوئے آتا ہے انہیں درویشی کے ساتھ اپنے تعلق کے بارے میں بتایا اور اس کے بعد فوراً وہ ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر روئے لگیں تو اگلیسی الکساندر رووچ کو ان پر جو غصہ آیا تھا اس کے باوجود انہوں نے اس کے ساتھ ہی اس روحانی خلفشار کی شدت کو بھی محسوس کیا جو ان میں آنسو دیکھ کر پیش پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اس بات کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اس وقت اپنے جذبات کا اظہار صورت حال سے نامناسب ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اندر زندگی کی ہر نمود کو دبا دینے کی کوشش کی اور اسی لئے وہ چلے ڈلے نہ انہوں نے آنکا کی طرف دیکھا۔ اسی سے ان کے چہرے پر مردنی کا وہ عجیب و غریب تاثر پیدا ہو گیا تھا جو آنا کو اس قدر حیرت انگیز لگا تھا۔

جب وہ گھر پہنچ گئے تو اگلیسی الکساندر رووچ نے آنا کو کبھی سے آنا اور اپنے اوپر جبر کر کے "اپنے دستور کے مطابق بڑے اخلاق کے ساتھ ان سے رخصت ہوئے اور وہ الفاظ کے جو ان پر کوئی ذمہ داری نہ عائد کرتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ کل وہ اپنے فیصلے سے انہیں مطلع کر دیں گے۔

بیوی کے الفاظ نے ان کے بدترین شبہات کی تصدیق کر دی تھی اور ان کے دل کو بیوی بے رحمی سے زخمی کر دیا تھا۔ اس زخم کو انسانی رحم کے اس عجیب احساس نے اور بھی گہرا کر دیا تھا جو ان میں بیوی کے آنسوؤں کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ کبھی میں اکیلے رہ گئے تو اگلیسی الکساندر رووچ کو اس بات پر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ وہ خود کو اس رحم سے بھی بالکل آزاد محسوس کر رہے تھے اور ان شبہات اور در فکر و رقابت کی ان تکیوں سے بھی جو پچھلے دنوں ان کے لئے اذیت کا باعث تھے۔

انہیں ایک ایسے شخص کے احساسات کا تجربہ ہو رہا تھا جس کا بہت دنوں سے درد کرنے والا دانت نکال دیا گیا ہو اور پھر یہ ایک درد کے ختم ہونے پر اور اس احساس کے بعد کہ کوئی بہت بیوی اس کے سرے بھی بیوی چڑھ جڑے میں سے نکال دی گئی ہے اس مریض کو اپنی خوش محسوس کاتھین نہیں ہوتا اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اب اس چیز کا جو دمیں رہ گیا جو اتنی طویل مدت تک اس کی زندگی کو زہر آلود کئے ہوئے تھی "ساری توجہ کو اپنی طرف مبذول کروائے ہوئے تھی اور یہ کہ اب پھر وہ اپنے ایک دانت کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی دلچسپی لے سکتا ہے" سوچ سکتا ہے اور یہی سکتا ہے۔ یہی احساس اگلیسی الکساندر رووچ کو بھی ہو رہا تھا۔ درد بہت عجیب اور بے ایک تھا لیکن اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ اب پھر وہ اپنی بیوی کے علاوہ دوسری چیزوں کے بارے میں بھی سوچ سکتے ہیں اور یہی سکتے ہیں۔

"بے ایمان" بے درد" بے دین" بد چلن عورت! یہ میں ہمیشہ سے جانتا تھا اور ہمیشہ دیکھتا تھا حالانکہ اس پر ترس کھانے کی اور خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا تھا "انہوں نے اپنے سے کہا۔ اور در حقیقت انہیں یہ لگتا تھا کہ وہ اس بات کو ہمیشہ دیکھتے تھے۔ وہ اپنی سابق زندگی کی تفصیلات کو یاد کرتے جو پہلے انہیں کسی طرح سے بری نہ لگتی تھیں لیکن اب یہ تفصیلات صاف صاف دکھائی دیتی تھیں کہ وہ ہمیشہ سے بد چلن تھی۔ "میں نے اپنی زندگی کو اس سے وابستہ کر کے غلطی کی لیکن میری غلطی میں کوئی برائی نہیں ہے اور اس لئے میں دیکھی نہیں ہوں گا۔ قصور وار میں نہیں ہوں" انہوں نے اپنے آپ سے کہا "بلکہ وہ ہے۔ لیکن مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میرے لئے اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

اس سب سے ان کی دلچسپی بالکل ختم ہو گئی کہ بیوی کا اور بیٹے کا کیا مشہو گا۔ بیٹے کی طرف بھی ان کے جذبات ویسے ہی بدل گئے تھے جیسے بیوی کی طرف۔ اب جس چیز سے انہیں دلچسپی تھی وہ صرف یہ سوال تھا کہ وہ کس طرح بہترین "سب سے زیادہ شائستہ" اپنے لئے سب سے زیادہ آرام دہ اور اس لئے سب سے زیادہ انصاف پسندانہ طریقے سے اس بچہ سے چھٹکارا حاصل کر لیں "جو اس نے خود کو کران پر اچھال دیا، تھی" اور اپنی سرگرم "باعزت اور کار آمد زندگی کے راستے پر آگے چلنے جائیں۔

"میں اس بنا پر دیکھی نہیں ہو سکتا کہ ایک قابل فحاش عورت نے جرم کیا ہے۔ مجھے صرف اس تکلیف دہ صورت حال سے نکلنے کی بہترین راہ تلاش کرنی چاہئے جس میں اس نے مجھے پھنسا دیا ہے۔ اور اس راہ کو میں تلاش کروں گا" انہوں نے اپنی بھینوں زیادہ سے زیادہ ترسکھڑے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ "میں پہلا نہیں ہوں اور آخری بھی نہیں۔" اور تاریخی مثالوں کا ذکر ہی کیا جو بادشاہ ٹرائے سینڈس کی بیوی "خوبصورت تیلین" (8) سے شروع ہوئی ہیں جس کی یاد سب کے ذہن میں تازہ ہے "شہزادوں کے ساتھ بیویوں کی بیوفائی کے معاصرانہ واقعات کا پورا سلسلہ اگلیسی الکساندر رووچ کے ذہن میں نمودار ہو گیا۔ "داریا لوف" پہلا تھکی پرنس "کربانوف" کاؤنٹ "مکودین" درام۔ ہاں درام بھی... ایسا عزت دار اور لائق آدمی... سید "نوف" "چاکین"



یکہ کن "۱" لکسینی الکساندر روج نے یاد کیا۔ "یہ حلیم ہے کہ ان لوگوں کو ایک طرح کے نامعلوم ریڈیکول (9) کا شکار تو بنانا ہے لیکن مجھ کو اس میں سوائے بدھسمی کے اور کچھ نظر نہیں آیا اور ان لوگوں سے مجھے پیش ہورہی رہی ہے" لکسینی الکساندر روج نے اپنے آپ سے کہا حالانکہ یہ سچ نہیں تھا اور انہوں نے بھی اس قسم کے لوگوں سے ہورہی نہیں کی بلکہ اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے مرد سے محبت کرنے والیوں کی مثالیں چنی زیادہ ہوئیں اتنی وہ خود کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ "یہ تو ایسی بدھسمی ہے جس میں کوئی بھی جلا ہو سکتا ہے۔ اور بدھسمی نے مجھے بھی آیا۔ بات صرف اتنی ہے کہ کس بہترین طریقے سے اس صورت حال کو بداشت کیا جائے۔" اور انہوں نے ان لوگوں کے طریقہ عمل کی تفصیلات کا جائزہ لیتا شروع کیا جو اسی طرح کی صورت حال میں جلا ہوئے تھے جس میں وہ خود تھے۔

"داریا لوف نے تو ڈوڈ کل لڑا تھا۔"

جوانی میں لکسینی الکساندر روج کو ڈوڈ کل کا خیال خاص طور سے دلکش لگتا تھا صرف اس لئے کہ وہ جسمانی طور پر بزدل آدمی تھے اور اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ لکسینی الکساندر روج بے انتہا خوف کے بغیر اپنی طرف سے ہوئے ہتھول کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا تھا۔ اس خوف نے جوانی میں انہیں اکثر ڈوڈ کل کے بارے میں سوچنے پر اور خود کو ایسی حالت میں تصور کرنے پر مجبور کیا تھا جس میں ان کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ضروری ہو۔ زندگی میں کامیابی اور پائیدار حیثیت حاصل کرنے کے بعد بہت دنوں پہلے وہ اس احساس کو بھول چکے تھے لیکن اس احساس کی عادت غالب آگئی اور اب بھی اپنی بزدلی سے خوف اتنا زبردست ثابت ہوا کہ لکسینی الکساندر روج نے دیر تک اور ہر پہلو سے ڈوڈ کل کے سوال پر غور و فکر کیا اور دل ہی دل میں اس سے کھینچے رہے حالانکہ وہ پہلے سے جانتے تھے کہ وہ کسی صورت میں بھی لڑیں گے نہیں۔

"ملاشبہ ہمارا معاشرہ ابھی تک اتنا وحشیانہ ہے (دیا ہے ہی نہیں جیسا انگلستان میں ہے) کہ بہت سے لوگ۔۔۔ اور ان بہت سے لوگوں کی تعداد میں وہ بھی تھے جن کی رائے کی لکسینی الکساندر روج بڑی قدر کرتے تھے۔" ڈوڈ کل کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن نتیجہ کیا نکلے گا؟ فرض کر لیجئے کہ میں نے ڈوڈ کل کے لئے لکھا "۱" لکسینی الکساندر روج نے اپنے آپ سے باتیں کرنا جاری رکھا اور لکھنے کے بعد جس طرح وہ رات بسر کریں گے اس کا اور اپنی سمت اٹھے ہوئے ہتھول کا تصور کر کے وہ کانپ گئے اور سمجھ گئے کہ وہ یہ بھی نہیں کریں گے۔ "فرض کیجئے کہ میں نے ڈوڈ کل کے لئے لکھا "۱" فرض کیجئے کہ میں نے ہتھول چلانا نہ کیا "وہ سوچتے رہے "مجھے کھڑا کر دیا گیا" میں نے ہتھول کی لمبی دہائی "انہوں نے آنکھیں بند کر کے اپنے آپ سے کہا "اور لگا کہ میں نے اسے مار دیا" لکسینی الکساندر روج نے اپنے آپ سے کہا اور سر کو جھٹکا تاکہ ان احمقانہ خیالات کو دل سے نکال دیں۔ "کسی شخص کو اس لئے قتل کر دینے میں کون سی دانتی ہے کہ جرم کا ارتکاب کرنے والی بیوی اور بیٹے کے ساتھ اپنے رشتے کا تعین کیا جائے؟ یہ فیصلہ تو پھر بھی پہلے ہی کی طرح مجھے کرنا ہی پڑے گا کہ اس عورت کے ساتھ کیا کروں؟ لیکن اس سے بھی زیادہ امکان یہ ہے جو بلاشبہ ہو گا بھی کہ۔۔۔ میں خودی قتل یا زخمی ہو جاؤں گا۔ میں جو بے قصور شخص ہوں شکار بنوں گا۔ قتل یا زخمی۔ یہ تو اور بھی بے معنی بات ہوگی۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ میری طرف سے ڈوڈ کل کے لئے لکھا نا دیانت داری کا برتاؤ نہیں ہوگا۔ کیا میں پہلے ہی سے جانتا نہیں ہوں کہ میرے دوست مجھے ڈوڈ کل لڑنے نہیں دیں گے۔ یہ نہیں ہونے دیں گے کہ ایک ایسے ریاستی

کارکن کی زندگی خطرے میں پڑے جو روس کے لئے ضروری ہے؟ تو پھر کیا ہو گا؟ ہو گا یہ کہ میں پہلے سے جانتے ہوئے کہ معاملہ خطرے کی حد تک کبھی نہیں پہنچے گا خود کو اس لٹکار سے صرف ایک طرح کی جموئی شان و شوکت دینا چاہتا تھا۔ یہ بدیہاتی ہے "یہ دکھاوا ہے اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکا دینا ہے۔ ڈوڈ کل فکری چیز ہے اور مجھ میں کوئی بھی اس کی توقع نہیں کرتا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اپنی عزت کو برقرار رکھوں جس کی ضرورت مجھے اپنی سرگرمی کو کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رکھنے کے لئے ہے۔" ملازمتی سرگرمی تو لکسینی الکساندر روج کے لئے پہلے بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی لیکن اب تو وہ ان کے نزدیک خاص طور سے اہم ہو گئی تھی۔

ڈوڈ کل کے بارے میں غور و فکر کرنے اور اسے رد کر دینے کے بعد لکسینی الکساندر روج نے طلاق کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ جو دوسرا چارہ تھا جس کا انتخاب ان میں سے کئی شوہروں نے کیا تھا جن کا انہیں خیال آیا تھا۔ طلاق کے سارے معروف واقعات کو (جو اس اعلیٰ معاشرے میں بہت زیادہ تھے جس سے وہ اچھی طرح واقف تھے) جب لکسینی الکساندر روج نے یاد کیا اور ان کا جائزہ لیا تو ان میں ایک بھی انہیں ایسا نہ ملا جس میں طلاق کا مقصد وہ رہا جو ان کے پیش نظر تھا۔ ان سارے واقعات میں شوہر نے بیوہ کا پیوی کو چھوڑ دیا یا فروخت کر دیا اور اسی فرق نے جو اپنے قصور کی بنا پر شادی کرنے کا کوئی حق نہ رکھتی تھی نے زوج کے ساتھ فرضی "تقریباً جائز رشتہ قائم کر لیا۔ اپنے واقعے میں لکسینی الکساندر روج نے دیکھا کہ قانونی یعنی ایسا طلاق حاصل کرنا ممکن نہیں ہے جس میں قصور وار بیوی کو رد کر دیا جائے۔ وہ دیکھتے تھے کہ زندگی کے جن پیچیدہ حالات میں وہ تھے ان میں ایسے غیر شائستہ بیوت فراہم کرنا ممکن نہیں تھا جن کا پیوی کے جرم کو بے غائب کرنے کے لئے قانون مطالبہ کرتا تھا۔ وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ اگر یہ بیوت ہوتے تو بھی اس زندگی کے معروف آداب ان کو پیش کرنے کے روادار نہ تھے اور ان بیوتوں کو پیش کرنے سے معاشرے کی نظر میں بیوی سے زیادہ وہ خود گر جائیں گے۔

طلاق کی کوشش صرف ایسی شرمناک رسوائی کا باعث بن سکتی تھی جس سے دشمنوں کے معاشرے میں ان کی بلند حیثیت کو پست کرنے اور انہیں بدنام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ خاص مقصد۔۔۔ کم سے کم گریز کے ساتھ صورت حال کو ٹھیک کرنا۔ طلاق کے ذریعے بھی نہ حاصل ہوگا۔ اس کے علاوہ طلاق کی صورت میں بلکہ طلاق کی کوششوں کی صورت میں بھی یہ صاف ظاہر تھا کہ بیوی اپنے شوہر سے تعلقات منقطع کر لے اور اپنے عاشق کے ساتھ جاوے۔ لیکن لکسینی الکساندر روج کے دل میں "یا وہ بیوی سے" "بہت سارے انہیں لگتا تھا "پوری حقارت آمیز بے نیازی کے" اس سلسلے میں صرف ایک جذبہ باقی تھا۔ وہ یہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ان کی بیوی بغیر کسی رکاوٹ کے درویشی سے جاوے مگر اس کا جرم اس کے لئے ناکامہ مند ہو۔ اس کا صرف خیال ہی لکسینی الکساندر روج کو اتنا جھٹکا دیتا کہ اس کا تصور کرتے ہی وہ اندرونی درد سے تڑپ اٹھے "میدھے ہو کر بیٹھ گئے" تبھی میں انہوں نے جگہ بدلی اور اس کے بعد دیر تک تیوریاں چڑھائے ہوئے اپنے من اور ہڈیوں پاؤں پر روئیں دار کھیل پڑھتے رہے۔

"یا قاعدہ طلاق کے علاوہ کیا نونف" "ہسکودین اور اس ٹیک درام کی طرح کا برتاؤ کرنا بھی ممکن تھا یعنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لیتا" انہوں نے ذرا پرسکون ہو کر سوچنا جاری رکھا۔ لیکن اس اقدام کا مطلب بھی رسوائی کی وہی پانپندگی تھا جو طلاق میں ہوگی اور خاص بات یہ ہے کہ یہ بھی بالکل یا قاعدہ طلاق ہی جیسا اپنی بیوی کو درویشی کی باتوں میں دھکیل دینے کے برابر ہوگا۔ "نہیں" "یہ ناممکن ہے" "ناممکن" "۱" اپنے کھیل کو پھر سے



لیٹا شروع کرتے ہوئے انہوں نے زور سے کہا۔ "میں دیکھی نہیں ہو سکتا لیکن ان دونوں کو بھی سکھی نہیں ہوتا چاہئے۔"

دھڑک دھڑکاتے ہوئے ہڈیوں میں ان کے لئے اذیت ناک تھا جب انہیں جتنی طور پر ممکن نہ معلوم تھا اسی وقت ختم ہو گیا جب ان کی بیوی کے لفظوں نے ان کے درد کو دے والے دانت کو اکھاڑ لیا تھا۔ لیکن اس ہڈی کی جگہ ایک دوسرے ہڈی نے لے لی تھی۔ اس خواہش نے کہ نہ صرف یہ کہ بیوی کی حیات نہ ہونی چاہئے بلکہ اسے اس کے جرم کی سزا ملنی چاہئے۔ وہ اس ہڈی کا اعتراف نہ کرتے تھے لیکن دل کی گہرائی میں ان کا دل چاہتا تھا کہ اسے ان کے سکون اور عزت کو برباد کرنے کے صلے میں دکھ اٹھانے دے۔ اور پھر سے ذہنی مطلق اور علیحدگی کے حالات کا جائزہ لے کر اور پھر سے انہیں رد کر کے اگلی سنی الکساندر روڈیج کو یقین ہو گیا کہ اس صورت حال سے نکلنے کی راہ صرف ایک تھی۔ بیوی کو اپنے ہی ساتھ رکھنا جو کچھ ہوا ہے اسے معاشرے سے چھپائے رکھنا اور اس تعلق کو ختم کرنے کے لئے اور سب سے بڑھ کر جس کا وہ اپنے آپ سے بھی اعتراف نہ کرتے تھے۔ بیوی کو سزا دینے کے لئے اپنے بس بھر سارے اقدام کرنا۔ "مجھے اپنے اس فیصلے سے مطلع کر دینا چاہئے کہ اس مشکل صورت حال کو دیکھتے ہوئے جس میں انہوں نے خاندان کو پھنسا دیا ہے" دوسری ساری راہ چارہ دونوں فریقوں کے لئے پہلے والی عاہری صورت حال سے بدتر ہوئی۔ اور میں اس کو برقرار رکھنے پر رضامند ہوں لیکن ان کی طرف سے میری مرضی یعنی عاشق کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کی حیل کرنے کی سخت شرط ہے۔ "جب یہ فیصلہ قطعی طور پر کیا جائے گا تب اس کی تائید میں اگلی سنی الکساندر روڈیج کو ایک اور اہم دلیل کا خیال آیا۔ انہوں نے اپنے آپ سے کہا "مخلص اس فیصلے کے مطابق میرا عمل مذہب کے مطابق بھی ہو گا۔ مخلص اسی فیصلے کے مطابق میں ایک مجرم بیوی کو اپنے پاس سے نکال نہیں رہا ہوں بلکہ اسے راہ راست پر آنے کا موقع دے رہا ہوں بلکہ چاہئے میرے لئے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو" اس کو راہ راست پر لانے اور گناہ سے بچانے کے لئے اپنی توانائی کا ایک حصہ بھی وقف کر دوں گا۔ "اگرچہ اگلی سنی الکساندر روڈیج یہ جانتے تھے کہ وہ بیوی پر کسی طرح کا اخلاقی اثر نہیں ڈال سکتے مگر راہ راست پر لانے کی ان ساری کوششوں کا نتیجہ کچھ نہیں لگے گا "سوائے محبت کے۔ اگرچہ ان شخصوں کو سمجھنے کے دوران میں انہوں نے ایک بار بھی یہ نہ سوچا تھا کہ مذہب سے رہنمائی حاصل کریں پھر بھی اب جبکہ ان کا فیصلہ "جیسا کہ انہیں لگتا تھا" مذہب کے مطالبات سے مطابقت رکھتا تھا تو انہیں اپنے فیصلے کی اس مذہبی تائید سے پوری طمانیت اور قدرے تسکین حاصل ہو گئی۔ انہیں یہ سوچ کر خوشی ہوئی کہ زندگی کے اس قدر اہم معاملے میں بھی کوئی ان پر ایذا انگیزہ اٹھانے کا کہ ان کا عمل اس مذہب کے اصولوں کے مطابق نہ تھا جس کے علم کو انہوں نے عام سرد مری اور بے نیازی کے باوجود ہمیشہ بلند رکھا۔ مزید تفصیلات پر غور کرتے ہوئے اگلی سنی الکساندر روڈیج کو اس کی بھی کوئی وجہ نظر نہ آئی کہ بیوی کے ساتھ ان کے تعلقات کیوں تقریباً ویسے ہی نہیں رہ سکتے جیسے پہلے تھے۔ چنگ و دھواں اس حالت میں تو کبھی نہ ہوں گے کہ پھر سے ویسے ویسے ہی بیوی کا احترام کرنے لگیں لیکن اس کی کوئی وجہ نہ تھی اور ہو بھی نہ سکتی تھی کہ وہ اپنی زندگی کو درہم برہم کر دیں اور اس لئے دکھ جھیلیں کہ وہ بے پرواہی اور بیوقوفی تھی۔ "ہاں وقت گزر جائے گا" ہر چیز کو درست کر دینے والا وقت" اور رشتہ پھر پہلے ہی کی طرح بحال ہو جائے گا" اگلی سنی الکساندر روڈیج نے اپنے آپ سے کہا "یعنی اس حد تک بحال ہو جائے گا کہ میں اپنی زندگی کی روش میں کوئی گزیر نہ محسوس کروں گا۔ وہ تو ضرور دیکھی ہوں گی لیکن میں تصور وار نہیں ہوں اور اس لئے میں دیکھی نہیں ہو سکتا۔"

پینس برگ پہنچنے پہنچنے اگلی سنی الکساندر روڈیج نہ صرف یہ کہ اس فیصلے پر پوری طرح قائم ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنے ذہن میں وہ خط بھی مرتب کر لیا جو وہ اپنی بیوی کو لکھیں گے۔ دربان کے کمرے میں جا کر انہوں نے ان کاغذات اور خطوں پر ایک نظر ڈالی جو وزارت سے پیچھے گئے تھے اور حکم دیا کہ وہ سب ان کے دفتر میں لائے جائیں۔

"یہ سب رکھ دو اور اب میں کسی سے نہیں ملوں گا" انہوں نے دربان کے سوال پر کسی قدر خوشی کے ساتھ الفاظ "نہیں ملوں گا" پر زور دے کر کہا اور یہ ان کی اچھی مزاجی کیفیت کی علامت تھی۔ اپنے دفتر میں اگلی سنی الکساندر روڈیج ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوپارہ بیٹھے اور پھر کلنے کی بیوی سی میز کے سامنے رک گئے جس پر چھ ہفتے خدنگار نے ان سے پہلے آکر روشن کر دی تھیں۔ انہوں نے اپنی انگلیاں پٹکتائیں اور بیٹھ کر اپنی لکھنے کی چیزیں ٹھیک ٹھاک کرنے لگے۔ پھر اپنی کنڈیاں میز پر ٹکا کر انہوں نے سر کو ایک طرف جھکا کر "ذرا دیر سوچا اور لکھنا شروع کر دیا۔ لکھتے میں وہ ایک سیکنڈ بھی رکے نہیں۔ انہوں نے بیوی کو کسی طرح مخاطب کئے بغیر ہی فراہمی میں لکھا اور ضمیر "آپ" کا استعمال کیا جو فراہمی میں سرد مری کا وہ لہجہ نہیں رکھتی جو روسی زبان میں اس سے مخصوص ہے۔

"ہماری پچھلی بات چیت میں میں نے آپ سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تھا کہ میں اس بات چیت کے موضوع کے سلسلے میں اپنے فیصلے سے آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ساری چیزوں پر بخوبی غور کر کے میں اب اس وعدے کو پورا کرنے کے مقصد سے لکھ رہا ہوں۔ میرا فیصلہ حسب ذیل ہے۔ آپ کا عمل چاہے کیسا بھی رہا ہو میں خود کو وہ بندھن توڑنے کا حق دار نہیں سمجھتا جس میں ہمیں اقتدار اعلیٰ نے باندھا ہے۔ زمین میں سے کسی ایک کی کنون مزا تھی خود روئی بلکہ جرم سے بھی خاندان تباہ و برباد نہیں ہو سکتا اور ہماری زندگی کو ویسے ہی چلنا چاہئے جیسے وہ پہلے چلتی تھی۔ یہ میرے لئے، آپ کے لئے، ہمارے بیٹے کے لئے ضروری ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ اس بات پر پچھتائی ہوں گی اور پچھتاہی ہیں جو اس خط کا سبب ہے اور یہ کہ اس بات میں آپ میرے ساتھ تعاون کریں گی کہ ہمارے درمیان جو ناجاتی ہوئی ہے اس کی وجہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جائیں۔ اس کے برعکس صورت میں آپ خود یہ تصور کر سکتی ہیں کہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو کن چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ذاتی ملاقات کے وقت ان سب باتوں کے بارے میں زیادہ تفصیل کے ساتھ باتیں کرنے کی امید رکھتا ہوں۔ چونکہ مضافاتی پتیلے میں رہنے کا موسم ختم ہو رہا ہے اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جتنی جلد ممکن ہو آپ پینس برگ منتقل ہو جائیں "زیادہ سے زیادہ مشکل تک۔ آپ کے آنے کے سلسلے میں سارے ضروری بندوبست کر دیئے جائیں گے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ میں اپنی اس استدعا کی تکمیل کو خاص اہمیت دیتا ہوں۔!۔ کار سنٹین کمرہ یہ کہ اس خط کے ساتھ رقم بھی ہے جس کی شاید آپ کے اخراجات کے لئے ضرورت ہو۔"

انہوں نے خط کو پڑھا اور مطمئن ہو گئے "خاص طور سے اس بات سے کہ انہیں اس میں رقم رکھنے کا خیال آیا۔ اس میں کوئی سخت لفظ نہیں تھا نہ تادیب تھی لیکن تلفت بھی نہ تھا۔ خاص بات تو یہ تھی کہ یہ



واپسی کے لئے ایک سہرا مل تھا۔ خط کو موڈر اور اس کی بھنوں کو ہاتھی دانت کے پیسے سے کاغذ تراش سے برابر کر کے انہوں نے اسے رقم کے ساتھ لٹانے میں رکھا اور بیوی خوشی کے ساتھ "جون کو اپنی گھنٹی کی اچھی طرح منظم کی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کھینچ ہوئی تھی" خند مٹکا کر بولایا۔  
 "یہ ہمارے کوہنہ کا کل مضافاتی پچگلے جا کر آنا اور بونا کو بے آئے" انہوں نے کہا اور کھڑے ہو گئے۔

"جو حکم حضور والا۔ چائے دفتری میں لائی جائے؟"

الکساندر روویچ نے حکم دیا کہ چائے دفتری میں لائی جائے اور پیسے سے کاغذ تراش سے کھیلنے ہوئے وہ آرام کرسی کی طرف گئے جس کے پاس لیپ اور یوگینی کبات (10) کے ہارے میں ایک فرانسیسی کتاب رکھ دی گئی تھی جسے وہ آج کل پڑھ رہے تھے۔ آرام کرسی کے اوپر ایک سہرے فریم میں آنکا کی بیوی تصویر ملتی تھی جو ایک مشہور فنکار نے بنائی تھی۔ الکساندر روویچ اسے دیکھنے لگے۔ تصویر سے ایسی آنکھوں نے جن کے اندر جھانکنا ممکن نہیں تھا، انہیں مذاق اڑانے کے یہاں گاندہ انداز میں دیکھا جیسے ان کی وضاحت اور صفائی کی اس آخری شام کو دیکھا تھا۔ فنکار نے سر پر سیاہ لیس "سیاہ پل اور خوبصورت سفید ہاتھ جس کی چو تھی انگلی انگلیوں سے ڈھکی ہوئی تھی" بڑی عمدگی سے بنائے تھے اور انہوں نے الکساندر روویچ پر ناقابل برداشت بیباکی سے لٹکارنے کا ساما عمل کیا۔ ذرا دیر تصویر کو نکتے رہنے کے بعد انہوں نے ایسی جھرمجی کر لی کہ ان کے ہونٹ کپکپانے لگے اور ان سے کچھ "میرر" کی سی آواز نکلے۔ انہوں نے منہ موڑ لیا اور جلدی سے آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور کتاب کھول لی۔ انہوں نے پڑھنے کی کوشش کی لیکن اپنے آپ میں یوگینی کبات سے پہلے والی جیالی دلچسپی کی طرح دوبارہ نہ پیدا کر سکے۔ وہ کتاب کو دیکھ رہے تھے اور سوچ کچھ اور رہے تھے۔ وہ بیوی کے ہارے میں نہیں بلکہ اپنے ریاستی کام کی ایک پیچیدگی کے ہارے میں سوچ رہے تھے جو پچگلے دنوں پیدا ہو گئی تھی اور ان دنوں ان کی ملازمت کی خاص دلچسپی بن گئی تھی۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اس وقت وہ اس پیچیدہ معاملے میں ہمیشہ سے زیادہ گہرائی تک پہنچ گئے تھے اور ان کے ذہن میں پیسے کے معرکے کا خیال آیا تھا۔ یہ بات وہ اپنی تعریف آپ کے بغیر کہہ سکتے تھے۔ جو لازمی طور پر اس سارے معاملے کو سلجھا دے گا، انہیں اپنی ملازمتی زندگی میں بلند تر کر دے گا، ان کے دشمنوں کو تباہ کر دے گا اور اس لئے ریاست کے لئے انتہائی فائدہ کا باعث ہو گا۔ جو غرض چائے لے کر آیا تھا وہ جیسے ہی کمرے سے باہر گیا دیوے ہی الکساندر روویچ کھڑے ہوئے اور گھنٹی کی بیز کے پاس پہلے گئے۔ رواں امور والے پورٹ فولیو کوچ پر کھٹکا کر طمانیت اور خوشی کی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ: "انہوں نے اسٹینڈ پر سے چل اٹھائی اور اس اچھے ہوئے معاملے سے متعلق ان پیچیدہ قانون کو پڑھنے میں جت گئے جنہیں انہوں نے منگوایا تھا۔ یہ پیچیدگی حسب ذیل تھی۔ ریاستی شخصیت کی حیثیت سے الکساندر روویچ کی خصوصیت، صرف ایک انہیں کی وہ انفرادی کرداری خصوصیت جو ہر آگے بڑھنے والے عہدیدار میں موجود ہوتی ہے، وہ خصوصیت جس نے ان کی استوار جاہ طلبی، نظم و ضبط، دیانتداری اور خود اعتمادی کے ساتھ مل کر ان کی ملازمتی زندگی کی تشکیل کی تھی، یہ تھی کہ وہ کاغذی افسر شاہی کو نظر انداز کرتے تھے، انہوں نے خط و کتابت میں بیوی کی کردی تھی، اور جہاں تک ممکن ہو تا اصل معاملے سے براہ راست تعلق پیدا کرتے اور کفایت شعاری سے کام لیتے۔ ہوا یہ کہ 2 جون والے مشہور و معروف کمیشن میں ذرا نکایا صوبے کے کمیٹیوں میں سہجائی کے ہارے میں مقدمہ چلا دیا گیا۔ یہ معاملہ

الکساندر روویچ کی وزارت کے تحت تھا اور لا حاصل اخراجات کی نیز معاملے کے ہارے میں کاغذی رویہ اختیار کرنے کی لمبیاں مل تھا۔ الکساندر روویچ جانتے تھے کہ یہ حق بجانب تھا۔ ذرا نکایا صوبے کے کمیٹیوں کی سہجائی کا معاملہ الکساندر روویچ کے پیش رو عہدیدار کے پیش رو نے شروع کیا تھا اور درحقیقت اس معاملے پر بہت زیادہ رقم خرچ کی گئی اور ضائع ہوئی اور بالکل بے فائدہ اور بظاہر اس سارے معاملے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ الکساندر روویچ نے جیسے ہی عہدہ سنبھالا ویسے ہی انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا اور اس معاملے کو وہ ہاتھ میں لے لیا ہی چاہتے تھے۔ لیکن شروع ہی میں جب وہ ہونو خود کو غیر محکم محسوس کرتے تھے جمعی وہ جان گئے کہ اس سے بہت سے لوگوں کے مفادات وابستہ تھے اور اسے ہاتھ لگانا سمجھی ہوگی۔ بعد کو وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئے اور اس معاملے کو بس بھول ہی گئے۔ وہ دوسرے سارے معاملات کی طرح اپنی بے عملی کی قوت سے چلا رہا۔ (بہت سے لوگوں کو اس سے روزی ملتی تھی، خاص طور سے ایک بااعلاق موسیقی نواز خاندان کو جس کی ساری بیٹیاں تاروں والے ساز بجاتی تھیں۔ الکساندر روویچ اس خاندان کو جانتے تھے اور بیوی بیٹیوں میں سے ایک کے دینی باپ بھی بنے تھے۔) ایک معاندانہ وزارت کی طرف سے اس معاملے کا اٹھایا جانا، الکساندر روویچ کی رائے میں "بدیانتی کی بات تھی اس لئے کہ ہر وزارت میں اس سے بھی بدتر معاملات تھے جنہیں مصروف ملازمتی شائستگی کے مطابق کوئی بھی نہیں اٹھا تھا۔ اب جب انہیں لٹکار دی دیا گیا تھا تو انہوں نے دعوت مقابلہ کو ہٹ کے ساتھ قبول کر لیا اور مطالبہ کیا کہ ایک خاص کمیشن مقرر کیا جائے جو ذرا نکایا صوبے میں کمیٹیوں کی سہجائی کے کمیشن کے کام کا مطالعہ اور جانچ کرے۔ لیکن یوں انہوں نے ان حضرات کو بھی کوئی رعایت نہیں دی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ایک اور خاص کمیشن بھی مقرر کیا جائے جو چھوٹی قومیتوں کی تنظیم کے معاملے (11) کی تفتیش کرے۔ چھوٹی قومیتوں کی تنظیم کے معاملے کو 2 جون والے کمیشن میں اتفاق سے اٹھایا بھی جا چکا تھا اور الکساندر روویچ نے اس کی پر زور حمایت کی تھی کہ یہ چھوٹی قومیتوں کی افسوس ناک حالت کو دیکھتے ہوئے انتہائی فوری حل طلب معاملہ ہے۔ کمیشن میں یہ معاملہ کئی وزارتوں کے درمیان بحث و مکرار کا سبب بن گیا۔ الکساندر روویچ سے عناد رکھنے والی وزارت نے یہ دکھایا کہ چھوٹی قومیتوں کی حالت خوب بھلنے پھولنے کی ہے اور مجوزہ تنظیم نو ان کے بھلنے پھولنے کو ختم کر سکتی ہے اور اگر کچھ خرابیاں ہیں تو وہ اس وجہ سے پیدا ہوئی ہیں کہ الکساندر روویچ کی وزارت نے قانون میں درج شدہ اقدامات کی تکمیل نہیں کی۔ اب الکساندر روویچ کا ارادہ یہ مطالبہ کرنے کا تھا: اول یہ کہ ایک نیا کمیشن بنایا جائے جس کے سپرد یہ کام ہو کہ وہ عمل وقوع پر جا کر چھوٹی قومیتوں کی حالت کی تفتیش کرے۔ دوم یہ کہ اگر پتہ چلے کہ چھوٹی قومیتوں کی حالت درحقیقت ویسی ہی ہے جیسی کہ کمیٹی کے ہاتھ میں دی جانے والی سرکاری اطلاعات سے ظاہر ہوتی ہے تو ایک اور سائنسی کمیشن مقرر کیا جائے جو (الف) سیاسی، (ب) انتظامی، (ج) سماجی، (د) نسلیاتی، (ر) مادی اور (س) مذہبی نقطہ نظر سے چھوٹی قومیتوں کی اس افسوس ناک حالت کے اسباب کی تحقیق کرے۔ سوئے یہ کہ معاندانہ وزارت سے ان اقدامات کے ہارے میں شہادت طلب کی جائے جو اس وزارت نے پچگلے دس برسوں میں ان نقصان دہ حالات کے اندامانہ عمل کے لئے کئے ہوں جن میں چھوٹی قومیتیں اس وقت ہیں۔ اور چہارم و انتظامی یہ کہ وزارت سے اس ہارے میں وضاحت طلب کی جائے کہ اس نے کیوں، جیسا کہ کمیٹی میں پیش کی جانے والی شہادت نمبر ۱۹۵۱ء اور ۱۸۳۰ء اور نمبر ۵ دسمبر ۱۸۷۳ء اور ۶ جون ۱۸۷۳ء سے ظاہر ہوتا ہے، بنیادی اور تربیتی قانون جلد قائل صفحہ ۱۸ کے اور دفعہ ۳۹



کے ماشے کے مضمون کے مین خلاف عمل کیا۔ لکھنی الکساندر رواج نے جب جلدی جلدی ان خیالات کا ایک غلام اپنے لئے لکھا تو ان کے چہرے پر جیسے ہی کی سرفی چمائی۔ ایک مصلح کاغذ سیاہ کر کے وہ ماشے انہوں نے مٹھنی بھائی اور اپنے شیعہ کے مضمون کے لئے ایک رقعہ دیا کہ انہیں کچھ ضروری حوالے فراہم کئے جائیں۔ کمزے ہو کر کمرے میں بیٹھے ہوئے ان کی نظر پھر آتاکے تصور پر پڑی اور وہ تیری چڑھا کر حمارت سے مکرانے۔ یو کو جینی کتابوں سے متعلق کتاب کو پھر پڑھنے اور ان میں اپنی دلچسپی کو بحال کر لینے کے بعد لکھنی الکساندر رواج گیارہ بیچے سوئے گئے اور جب وہ بستر پر لیٹے اور انہوں نے یو کے ساتھ ہونے والے واقعے کو یاد کیا تو اب وہ انہیں اتنا زیادہ یقین اور تاریک نہیں نظر آیا۔

15

درویش نے جب آتا ہے یہ کہا تھا کہ ان کی صورت حال ناقابل برداشت ہے اور یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ سب کچھ شوہر سے صاف صاف بتادیں تو انہوں نے ہٹ دھرمی سے چڑ کر اس کی بات کو رد کر دیا تھا لیکن اپنے دل کی گمراہی میں وہ اپنی حالت کو بھوت اور بددیانتی پر مبنی سمجھتی تھیں اور بدل سے چاہتی تھیں کہ اسے بدل دیں۔ کمزور ڈسے شوہر کے ساتھ واپس آتے ہوئے انہوں نے ایک بھائی کے لئے شوہر سے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ اس میں انہیں جتنی تکلیف برداشت کرنی پڑی اس کے باوجود وہ اس سے خوش تھیں۔ جب ان کے شوہر انہیں چھوڑ کر چلے گئے تو انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ خوش ہیں کہ اب سب کچھ طے ہو جائے گا اور کم سے کم بھوت اور فریب تو نہ ہو گا۔ انہیں یہ بات جتنی گنتی تھی کہ اب ان کی صورت حال بھٹے کے لئے متعین ہو جائے گی۔ یہ نئی صورت حال ہو سکتا ہے بری ہو لیکن معین ہوگی اس میں ابہام اور بھوت نہ ہو گا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ الفاظ کہہ کر خود کو اور شوہر کو جو درد پہنچایا اس کا صلہ اب یہ ملے گا کہ سب کچھ متعین ہو جائے گا۔ اسی رات کو وہ درویش سے ملیں لیکن اسے انہوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جو ان کے اور شوہر کے درمیان ہوا تھا حالانکہ اس سے اس لئے کہنا ضروری تھا کہ صورت حال متعین ہو جائے۔

اگلی صبح کو جب ان کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے انہیں جس چیز کا خیال آیا وہ الفاظ تھے جو انہوں نے شوہر سے کہے تھے اور یہ الفاظ انہیں اتنے ہیما تک لگے کہ اب وہ سمجھتی تھیں کہ وہ کیسے یہ عجیب اور بھوڑے الفاظ اپنی زبان سے ادا کر سکیں اور وہ یہ بھی تصور نہ کر سکتی تھیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ لیکن الفاظ تو کہے جا چکے تھے اور لکھنی الکساندر رواج کچھ کے بغیر چلے گئے تھے۔ "میں درویش سے ملی اور اس کو بتایا میں بالکل اس وقت جب وہ جانے والا تھا تب میں نے اسے واپس بلا کر اس سے کہا تھا لیکن پھر میں نے اپنی رائے بدل دی اس لئے کہ یہ عجیب لگتا کہ میں نے اس سے شروع ہی میں کیوں نہیں کہا۔ جب میں چاہتی تھی تو آخر کس وجہ سے میں نے اس سے نہیں کہا؟" اور اس سوال کے جواب میں شرم کی گرم سرفی ان کے چہرے پر چھا گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ کس چیز نے انہیں اس سے باز رکھا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ انہیں شرم کی بات لگی تھی۔ کل شام کو ان کی صورت حال انہیں بالکل صاف لگ رہی تھی لیکن اب انہیں نہ صرف یہ کہ غیروارح بلکہ ایسی لگی جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہ تھی۔ انہیں رسوائی سے ڈر لگنے لگا جس کے بارے میں پہلے انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ انہوں نے یہ سوچنا شروع ہی کیا تھا کہ ان کے شوہر کیا کریں گے کہ ان کے دل میں اتنا ہی ڈر وائے خیالات آئے

لگے۔ انہیں یہ خیال ہوا کہ بس ابھی مضمون آجائیں گے اور انہیں گھر سے نکال دیں گے اور ساری دنیا میں ان کی رسوائی کا حضور راپٹ جائے گا۔ انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ جب انہیں گھر سے نکال دیا جائے گا تو وہ کہاں جائیں گی۔ اور کوئی جواب ان کی بھیج میں نہیں آیا۔

جب انہوں نے درویش کی کے بارے میں سوچا تو انہیں یہ لگا کہ وہ ان سے محبت نہیں کرتا کہ اس نے ان کو ایک بوجھ سمجھنا شروع کر دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی نذر میں کر سکتیں اور اس کے لئے انہوں نے اس سے معافرت محسوس کی۔ انہیں لگا کہ وہ الفاظ جو انہوں نے شوہر سے کہے تھے اور جنہیں وہ اپنے تصور میں بار بار دہرا رہی تھیں وہ تو انہوں نے سب سے کہے تھے اور سب نے انہیں سن لیا ہے۔ وہ ان لوگوں سے آنکھیں ملانے کی جرأت نہ کر سکتی تھیں جو ان کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اس کی بھی جرأت نہ کر سکیں کہ خادمہ کو بلا لیں اور اس سے بھی کم اس کی کہ بچے جائیں اور بیٹے اور اس کی گورنس سے ملیں۔

خادمہ دیر سے ان کے دروازے کے پاس کان لگائے رکھ رہی تھی۔ وہ خود ہی کمرے میں ان کے پاس آ گئی۔ آتے سوالیہ انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور سمجھ کر سرخ ہو گئیں۔ خادمہ نے معافی مانگی کہ اندر آ گئی اور اس نے کہا کہ اسے لگا کہ انہوں نے اسے بلایا ہے۔ وہ ان کے لئے گاؤن اور ایک رقعہ لائی۔ رقعہ بیٹھی کا تھا جنہوں نے انہیں یاد دلایا تھا کہ آج ان کے ہاں لیزا میر کا لودا اور جیوئیس اسٹوٹس اپنے پرستاروں کا لودا و سکی اور پورے اسٹریٹوف کے ساتھ کوڈیٹ پارٹی کے لئے آئیں گی۔ آخر میں انہوں نے لکھا تھا "آئیے چاہے دیکھنے ہی کے لئے" اخلاق و آداب کے مطالعے کے طور پر۔ میں آپ کا انتظار کروں گی۔"

آتے رقعہ پر حار اور ٹھنڈی سانس لی۔

"کچھ نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے" انہوں نے آنکھوں سے کہا جو سنگار میز پر شیڈوں اور برشوں کو ادھر ادھر اٹھا رہی تھی "تم چلو میں ابھی کپڑے بدل کر آتی ہوں۔ کچھ نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

آنکھوں کا چلی گئی لیکن آتے نے کپڑے بدلنے نہیں شروع کئے بلکہ اسی حالت میں ہاتھ لٹکائے سر جھکائے بیٹھی رہیں اور کبھی کبھی پورے بدن سے جھرجھری لیتیں جیسے کچھ حرکت کرنا کچھ کرنا چاہتی ہوں اور پھر ویسے ہی ساکت ہو جاتیں۔ وہ مسلسل دہرائے جا رہی تھیں "اف میرے خدا" میرے خدا! "لیکن ان کے لئے "میرے" میں کوئی معنی تھے نہ "خدا" میں۔ اس کے باوجود کہ انہوں نے جس مذہب میں پرورش پائی تھی اس میں کبھی شک نہ کیا تھا اپنی حالت میں مذہب میں مدد تلاش کرنے کا خیال ان کے لئے بالکل ویسا ہی مغائر تھا جیسا کہ خود لکھنی الکساندر رواج سے مدد لینے کا۔ وہ پہلے سے جانتی تھیں کہ مذہب کی مدد اسی شرط پر ممکن ہے کہ وہ اسی چیز کو ترک کر دیں جو ان کے لئے زندگی کا سارا مضمون بن گئی تھی۔ وہ صرف پریشان ہی نہیں بلکہ انہیں اس نئی روحانی حالت سے "جس کا تجربہ انہیں پہلے کبھی نہ ہوا تھا" خوف کا احساس ہونے لگا۔ انہیں محسوس ہوا کہ جیسے کبھی کبھی آکھوں کے سامنے چیز ایک کی دو نظر آئے گئی ہے ویسے ہی ان کے دل میں ہرگز ایک کی دو ہوتی شروع ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی ان کی سمجھ میں نہ آتا کہ وہ کس چیز سے ڈر رہی ہیں کیا چاہتی ہیں۔ وہ اس سے ڈر رہی ہیں یا اس کو چاہتی ہیں جو ہو چکا یا جو ہونے والا ہے اور وہ چاہتی کیا ہیں یہ وہ نہ جانتی تھیں۔

"اف" میں یہ سن کر کیا رہی ہوں! "انہوں نے اچانک سر کے دونوں طرف درد محسوس کر کے اپنے آپ سے کہا۔ جب وہ چوٹیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنکٹیوں پر بال پکڑے انہیں سمجھ رہی







پر مجبور کر دیا۔

”اپنے قصور اور اپنے بچھڑانے کے بارے میں میں بات نہیں کر سکتی اس لئے کہ۔“  
وہ پھر رک گئیں۔ وہ اپنے خیالات میں تسلسل نہیں پاری تھیں۔ ”نہیں“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا  
”کچھ بھی لکھنے کی ضرورت نہیں۔“ اور اس خط کو پھاڑ کر انہوں نے پھر سے لکھا۔ اس میں فیاضی کی یاد دہانی نہیں  
کی اور بند کر کے مر لگا دی۔

دو سراسر خط درودھلی کو لکھتا ضروری تھا۔ انہوں نے لکھا۔ ”میں نے شوہر کو سب کچھ بتا دیا ہے“ اور دیر  
تک بیٹھی رہیں۔ ان میں آگے لکھنے کی قوت ہی نہ تھی۔ یہ اتنی بھڑکی اور اتنی غیر نسوانی بات لگتی تھی۔ ”اور  
پھر میں اسے لکھ کر کیا سکتی ہوں؟“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ ان کے ہرے پر شرم کی سرخی پھر چھا گئی، ”نہیں  
اس کا سکون یاد آیا اور اس پر جھنجھلاہٹ میں انہوں نے اس کاغذ کے پرے پرے کدے جس پر یہ خط لکھا  
تھا۔ ”کچھ بھی نہیں لکھتا ہے“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور اپنے بلا ٹک پیڈ کو بند کر کے وہ ادھر چلی گئیں۔  
انہوں نے گورنس اور نوکروں سے کہا کہ وہ آج ہی ماسکو جائیں گے اور فوراً ہی اپنی چیزوں کو رکھنے سنبھالنے میں  
لگ گئیں۔

16

مضافاتی پچھلے کے سارے کمروں میں دربان، باغبان اور خدمتگار آ جا رہے تھے اور چیزیں لے جا رہے  
تھے۔ الماریاں اور دروازے کھلی ہوئی تھیں۔ دو بار آدمی دو دو کمران پر گیا دو دریاں ملائے کے لئے۔ فرش پر اخبار  
پچھے ہوئے تھے۔ دو صندوق کئی بیک اور بندھے ہوئے کیلوں کے ٹکڑے کو پیش دالان میں لے جایا گیا۔ کبھی اور  
کرائے کی دو گاڑیاں برساتی کے پاس کھڑی تھیں۔ آتنا سامان باندھنے کے کام میں اپنی اندرونی تشویش کو بھول  
گئی تھیں اور اپنے کمرے میں میز کے پاس کھڑی اپنے سٹری بیک میں چیزیں رکھ رہی تھیں کہ آسمان کے ایک  
آہستہ والی کبھی کی کڑکڑاہٹ کی طرف انہیں متوجہ کیا۔ آتنا لے کھڑی سے باہر دیکھا اور برساتی کے پاس  
اکسیسی اگلسٹارہ دو بج کے ہر کارے کو دیکھا جو صدر دروازے کی کھٹکی بجا رہا تھا۔

”جاؤ معلوم کر دیا بات ہے“ انہوں نے کہا اور جو کچھ بھی ہو اس سب کے لئے تیار ہو کر وہ کھٹکیوں پر ہاتھ  
رکھ کر آرام کر رہی پر بیٹھ گئیں۔ خدمتگار ایک موٹا سا بیکٹ لایا جس پر اکسیسی اگلسٹارہ دو بج کی گھنٹی میں پتہ لکھا  
تھا۔

”ہر کارے کو جواب لے کر آنے کا حکم ہے“ اس نے کہا۔

”اچھا“ انہوں نے کہا اور جیسے ہی خدمتگار باہر گیا دیوے ہی انہوں نے کانپتی انگلیوں سے لفاظ چاک کیا۔  
اس میں سے کاغذ میں لپٹے ہوئے ان مڑے نوٹوں کا ایک بیکٹ گر پڑا۔ انہوں نے خط نکالا اور آخر سے پڑھا  
شروع کیا۔ ”آپ کے آنے کے سلسلے میں سارے ضروری بندوبست کر دیئے جائیں گے۔“ ”میں اپنی اس  
استدعا کی تکمیل کو خاص اہمیت دیتا ہوں“ انہوں نے پڑھا۔ انہوں نے جلدی جلدی اور آگے پڑھا ”آخر سے  
شروع کی طرف“ اور پھر ایک بار خط کو شروع سے پڑھا۔ جب ختم کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ انہیں سر دی گئی  
رہی ہے اور یہ کہ ان پر ایک ایسی بھاری سمیٹ آپڑی ہے جس کی وہ توقع بھی نہ کرتی تھیں۔

”مج کو وہ اس بات پر بچھڑا رہی تھیں کہ انہوں نے شوہر کو وہ سب بتا دیا اور صرف ایک بات چاہتی تھیں کہ

انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ کسی طرح سے ان کا ہو جائے۔ اور اب اس خط نے ان کے الفاظ کو ان کے قرار دے  
دیا اور انہیں وہی دے دیا جو وہ چاہتی تھیں۔ لیکن اب یہ خط انہیں ہر چیز سے زیادہ بھیاں لگ رہا تھا جس کا وہ  
تصور کر سکتی تھیں۔

”ٹھیک! ٹھیک!“ وہ بیڑا نہیں ”ظاہر ہے کہ وہ بیسہ ٹھیک ہی ہوتے ہیں۔ وہ بیسائی ہیں، وہ فیاض ہیں، اب اس  
پست، شرمناک شخص اور اس بات کو میرے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا اور نہ سمجھے گا“ اور میں کسی کو سمجھتا سکوں  
کی۔ لوگ کہتے ہیں۔ ”مذہبی“ اخلاق کے باندہ، دیانت دار، سمجھدار انسان۔ لیکن لوگ تو وہ نہیں دیکھتے جو میں  
نے دیکھا ہے۔ لوگ تو نہیں جانتے کہ آٹھ سال انہوں نے میری زندگی کا کھانا کھوٹا ہے، ہر چیز کا کھانا کھوٹا دیا جو مجھ  
میں جائیداد تھی مگر انہوں نے ایک بار بھی تو یہ نہ سوچا کہ میں جیتی جاگتی عورت ہوں جس کو محبت کی ضرورت  
ہے۔ لوگ تو نہیں جانتے کہ کیسے ہر قدم پر انہوں نے میری توہین کی اور اپنے آپ سے خوب مطمئن رہے۔ کیا  
میں نے کو شش نہیں کی، پوری قوت سے کو شش کی مگر اپنی زندگی کا جو ازعلاش کروں؟ کیا میں نے کو شش نہیں  
کی ان سے محبت کرنے کی، اور جب شوہر سے محبت کرنا ناممکن ہو گیا تو بیٹے سے محبت کرنے کی؟ لیکن وقت گزرنا  
گیا یہاں تک کہ میں نے سمجھ لیا کہ میں خود کو اب اور دھوکا نہیں دے سکتی کہ میں زندہ جان ہوں مگر یہ میرا  
تصور نہیں ہے کہ خدا نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے مگر محبت کرنا اور زندہ رہنا میرے لئے ضروری ہے۔ اور اب کیا؟  
اگر وہ مجھے مار ڈالتے، اس کو مار ڈالتے تو میں سب برداشت کر لیتی، میں سب معاف کر دیتی۔ لیکن نہیں، وہ۔“

”کیسے میں نے قیاس نہیں کیا کہ وہ کیا کریں گے؟ وہ تو وہی کریں گے جو ان کے پست کردار سے مخصوص  
ہے۔ وہ ٹھیک بنے رہیں گے اور مجھ تباہ شدہ کو اور بھی بری طرح“ اور بھی پست طریقے سے تباہ کریں گے۔“  
”آپ خود ہی تصور کر سکتی ہیں کہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو کن چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔“ انہیں خط کے  
الفاظ یاد آئے۔ ”یہ دھمکی ہے کہ وہ بیٹے کو لے لیں گے اور غالباً ان کے اعتقاد قانون کی رو سے یہ ممکن بھی  
ہے۔ لیکن کیا میں جانتی نہیں کہ وہ اس کی بات کس لئے کر رہے ہیں؟ وہ بیٹے سے بھی میری محبت کا تعین نہیں  
کرتے یا اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں (جیسے وہ بیسہ مذاق اڑاتے تھے) ”میرے اس جذبے کو حقارت کی  
نظر سے دیکھتے ہیں لیکن جانتے ہیں کہ میں بیٹے کو نہ چھوڑوں گی“ بیٹے کو چھوڑ دی نہیں سکتی کہ بیٹے کے بغیر میرے  
لئے اس کے ساتھ بھی زندگی نہیں ہو سکتی جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ لیکن اگر میں بیٹے کو چھوڑ کر چلی جاؤں  
تو میرا عمل سب سے شرمناک اور گری ہوئی عورت کا ہو گا۔ وہ یہ جانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ کرنا میرے بس  
ہی میں نہیں۔“

انہیں خط کا دوسرا فقرہ یاد آیا ”ہماری زندگی تو پہلے بھی انتہا تک تھی“ اور آخری دلوں میں انتہائی  
بھیاں لگ ہو گئی تھی۔ تو اب وہ کیسی ہو گی؟ اور وہ یہ سب جانتے ہیں، جانتے ہیں کہ میں اس بات پر بچھڑتا نہیں سکتی  
کہ میں سانس لیتی ہوں کہ میں محبت کرتی ہوں، جانتے ہیں کہ اس سے سوائے بھوٹ اور فریب کے اور کچھ  
حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن مجھے انتہا دیتے رہتا ان کے لئے ضروری ہے۔ میں ان کو جانتی ہوں، اب میں جانتی ہوں کہ  
وہ تو بھوٹ میں اس طرح تھرتھرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں جیسے پانی میں چھلی۔ لیکن نہیں، میں انہیں یہ خوش نہ  
حاصل ہونے دوں گی۔ میں ان کے اس بھوٹ کے جانے کو نوبت ڈالوں گی جس میں وہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ جو  
بھی ہوتا ہے۔ بھوٹ اور فریب سے تو ہر چیز بہتر ہو گی!“

”لیکن کیسے؟“ اف میرے خدا، میرے خدا! کیا بھی کوئی اور بھی ایسی عورت اتنی دھمکی ہوئی ہے جیسی میں



ہوں؟۔"

"نہیں 'نوح' والوں کی 'نوح' والوں کی! وہ اچھل کر کھڑی ہو گئیں اور اپنے آنسوؤں کو ہٹا کر چلائیں۔ اور لکھنے کی میز کے پاس گئیں کہ انہیں دوسرا خط لکھیں۔ لیکن اپنے دل کی گہرائی میں اس وقت بھی وہ محسوس کر رہی تھیں کہ کچھ بھی 'نوح' والا ان کے بس میں نہ ہوگا اس پہلے والی صورت حال سے لکھانا ان کے بس میں نہ ہو گا وہ کتنی ہی جھوٹی اور بے آہدی کی کیوں نہ ہو۔

وہ لکھنے کی میز کے پاس بیٹھ گئیں لیکن لکھنے کی بجائے میز پر ہاتھ اور ان پر سر رکھ کر رونے لگیں مسکریاں لے لے کر اور پورے دھڑ سے ہٹے ہوئے جیسے بچے روتے ہیں۔ وہ اس لئے رورہی تھیں کہ اپنی صورت حال کو واضح کرنے اور یقین کرنے کے بارے میں ان کا خواب بیش کے لئے پختہ نہ ہو گیا۔ وہ پہلے سے جانتی تھیں کہ سب کچھ پہلے ہی کی طرح رہے گا بلکہ پہلے سے کس بدتر ہوگا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ معاشرے میں وہ حیثیت جو انہیں حاصل تھی اور سچ کو اتنی کم اہم لگ رہی تھی وہ حیثیت انہیں عزیز ہے اور یہ کہ ان میں اتنی قوت نہ ہوگی کہ وہ اس کی بجائے ایسی عورت کی شرمناک حیثیت کو اپنائیں جو اپنے شوہر اور بچے کو چھوڑ کر اپنے عاشق سے جا ملی ہو مگر وہ چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں وہ اپنے آپ سے قوی تر نہ ہو سکیں گی۔ انہیں آزادانہ محبت کرنے کا تجربہ بھی نہ ہو گا اور وہ ہمیشہ بھرم پوری رہیں گی 'ہر لمحہ ہانڈا پھوٹ جانے کے خوف کے تحت شوہر کو دھوکا دینے والی تاکہ ایک ایسے خیر اور آزاد شخص کے ساتھ شرمناک تعلق قائم رکھ سکیں جس کے ساتھ وہ مشترکہ زندگی بھی نہ بسر کر سکیں گی۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ سب ایسے ہی ہو گا اور اس کے ساتھ ہی یہ اتنا بھیاں ک تھا کہ وہ یہ تصور بھی نہ کر سکتی تھیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور وہ رورہی تھیں 'پھوٹ پھوٹ کر' جیسے وہ بچے روتے ہیں جنہیں سزا دی گئی ہو۔

خدا حگار کے قدموں کی چاپ نے انہیں اپنے آپ کو سنبھالنے پر مجبور کیا اور اس سے اپنے چہرے کو چھپاتے ہوئے انہوں نے ایسے غماز کیا جیسے لکھ رہی ہوں۔

خدا مت گار نے عرض کیا "ہر کار وہ جواب کی درخواست کر رہا ہے۔"

"جواب؟ ہاں؟" انہوں نے کہا "کوئی ذرا دیر انتظار کرے۔ میں تمہیں بتا دوں گی۔"

"میں کیا لکھ سکتی ہوں؟" انہوں نے سوچا۔ "میں اکیلی کیا فیصلہ کر سکتی ہوں؟ میں کیا جانتی ہوں؟ میں جانتی کیا ہوں؟ میں کس چیز سے محبت کرتی ہوں؟" انہوں نے پھر محسوس کیا کہ ان کے دل میں ہر چیز ایک کی دو ہوئی جا رہی ہے۔ وہ پھر اس احساس سے ڈر گئیں اور انہوں نے عمل کی سہ سے پہلے ذہن میں آنے والی تجویز کو جمیٹ لیا جو اپنے بارے میں سوچنے سے ان کی توجہ کو ہٹا سکتی ہو۔ "مجھے اگلی سنی سے ملنا چاہئے" (وہ اپنے دل میں درویش کی کوئی نام سے پکارتی تھیں) "وہ ایک مجھے تاسکتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔" جسکی کہ ہاں جاتی ہوں "ہو سکتا ہے وہ ان اس سے ملاقات ہو جائے" انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور یہ بالکل معمول گئیں کہ کل ہی جب انہوں نے اس سے کہا تھا کہ وہ پرس تویر سکایا کے ہاں نہیں جائیں گی تو اس نے کہا تھا کہ چھوہ بھی نہیں جائے گا۔ وہ میز کے پاس گئیں اور شوہر کو لکھا "مجھے آپ کا خط مل گیا ہے۔" اور بلا کر خدا حگار کو دے دیا۔

آنحضرت آئی تو انہوں نے اس سے کہا "تم نہیں جائیں گے۔"

"بالکل نہیں جائیں گے؟"

"نہیں، بالکل تک سامان نہ کھانا اور گاڑی کھڑی رکھنا۔ میں پرس کے ہاں جاؤں گی۔"

"لباس کون سا تیار کروں؟"

17

جس کو کیٹ پارٹی میں پرس تویر سکایا نے آنا کوہ مو کیا تھا اسے دو خواتین اور ان کے پرستاروں پر مشتمل ہونا چاہئے تھا۔ یہ دونوں خواتین پیئرس برگ کے اعلیٰ سوسائٹی کے نئے طبقے کی خاص نمائندگان تھیں اور انہیں کسی نقل کی نقل میں لے بہت سیخانی دیو موند (12) کہا جاتا تھا۔ یہ توچ ہے کہ ان خواتین کا تعلق بھی اعلیٰ طبقے سے تھا لیکن وہ اس سے بالکل مختلف اور معاندانہ تھا جس میں آنا کا آنا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اسٹریٹوٹ 'جو پیئرس برگ کے سب سے بااثر لوگوں میں تھے اور لیزا میر کا لوہا کے پرستار تھے' ملازمت میں اگلی سنی 'الکسانڈر روج' کے دشمن تھے۔ انہیں سب مصلحتوں کی بنا پر آنا اس پارٹی میں نہ جانا چاہتی تھیں اور ان کے اسی انکار سے پرس تویر سکایا کے رخصتے کے آخری فقرے کا تعلق تھا۔ اب آنا اس امید میں وہاں جانا چاہتی تھیں کہ درویشی سے ملاقات ہو جائے گی۔

آنا دوسرے سماجوں سے پہلے ہی پرس تویر سکایا کے ہاں پہنچ گئیں۔

جس وقت وہ پہنچیں اسی وقت درویشی کا خدا حگار بھی داخل ہوا جو کل چھپوں میں کھسکی گئے ہوئے شای خادم خاص کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ دروازے کے پاس رک گیا اور اس نے فوٹی آتا کر آنا کو اندر جانے کا راستہ دیا۔ آنا نے اسے پہچان لیا اور جی انہیں یاد آیا کہ کل درویشی نے کہا تھا کہ وہ نہیں آئے گا۔ حالانکہ اسی کے بارے میں اس نے رقد بھیجا ہے۔

انہوں نے پیش دالان میں کوٹ اتارتے ہوئے سنا کہ خدا حگار نے کیسے "ر" کا لفظ بھی شای خادم خاص کی طرح کرتے ہوئے کہا "کاؤنٹ کے پاس سے پرس کی خدمت میں۔"

ان کا یہ پوچھنے کا بیجا کہ اس کے مالک کہاں ہیں۔ ان کا بیجا کہ وہاں لوٹ جائیں اور اسے خط بھیجیں کہ وہ ان کے پاس آجائے یا خود ہی اس کے پاس چلی جائیں۔ لیکن نہ پہلا کرنا ممکن تھا نہ دوسرا اور تیسرا۔ سامنے سے ان کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے کتنی بھیجی ستائی دینے لگی اور پرس تویر سکایا کا خدا حگار آدھا سزا ہوا اکیلے دروازے کے سامنے کھڑا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ وہ اندر کے کمروں میں چلی جائیں۔

"پرس باغ میں ہیں" ابھی انہیں اطلاع ہوتی ہے۔ کیا آپ باغ میں تشریف لانے کی زحمت فرمائیں گی؟" دوسرے خدا حگار نے دوسرے کمرے میں اطلاع دی۔

یہ عجیبی اور ہر چیز کے مجسم ہونے کی صورت حال تھی جو گھر پر تھی بلکہ بدتر اس لئے کہ کوئی اقدام کرنا ممکن نہ تھا، درویشی سے ملنا ممکن نہ تھا اور یہاں فہرٹا ضروری تھا 'ٹانوس اور ٹاناسا گار معاشرے میں۔ لیکن وہ ایسے سنگار اور لباس میں تھیں جو وہ جانتی تھیں کہ ان پر بھجنا ہے۔ وہ اکیلی نہیں تھیں 'چاروں طرف کا حلی کا یہ عادی' جن کا ساما حول تھا اور ان کے لئے گھر سے بھر تھا۔ یہاں انہیں یہ سوچنے دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ کیا کریں۔ سب کچھ اپنے آپ ہی ہو جاتا تھا۔ تیشی سفید لباس پہنے ہوئے ان کی طرف آ رہی تھیں اور ان کے سنگار اور خوش و منی پر وہ دنگ رہ گئیں۔ آنا انہیں دیکھ کر بیش کی طرح مسکرائیں۔ پرس تویر سکایا کے ساتھ تو بیکویج تھے اور مفصل کی ایک رشتہ دار جو ان لڑکی جس کے والدین کو اس بات کی بے انتہا خوشی تھی کہ وہ کمریوں میں مشغور و معروف پرس کے ساتھ رہے گی۔



عالم ان کے اندام میں کوئی نہ کوئی خاص بات تھی اس لئے کہ بیشی نے فوراً اسے دیکھ لیا۔  
 ”میں بہت بری طرح سوئی“ آنتا نے جواب دیا اور خدشہ کی طرف دیکھا جو انہیں لوگوں کی طرف آ رہا تھا اور ان کے خیال کے مطابق درویش کی کارکردگی بارگاہ تھا۔

”مجھے کتنی خوشی ہے کہ آپ آگئیں“ بیشی نے کہا۔ ”میں تھک گئی ہوں اور ابھی ابھی ان لوگوں کے آنے سے پہلے میرا چائے پینے کا میز چاہ رہا تھا“ اور وہ تو بیکچور سے مخاطب ہو کر بولیں ”اور آپ ساشا کے ساتھ جا کر کوئیٹ گراؤنڈ کو دیکھ آتے جہاں اس کی کٹائی کی گئی ہے“ اور پھر آنتا سے مخاطب ہو گئیں اور مسکرا کر ان کا ہاتھ دباتے ہوئے جس میں وہ چھتری لئے تھے انہوں نے کہا ”اور چائے پر ہم اور آپ دل کی باتیں کریں گے“ وہ بول ہیوا اے کوڑی بھٹ (13) ٹھیک ہے نہ؟“

”اس لئے اور بھی کہ میں آپ کے پاس دیر تک نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے بڑی لمبی دریدے کے پاس جانا ہے۔ میں ان سے سویرے سے وعدہ کر رہی ہوں“ آنتا نے کہا جن کے لئے بھوت، جو ان کی فطرت کے متافی تھا، معاشرے میں نہ صرف سادہ اور قدرتی ہو گیا تھا بلکہ انہیں اس سے خوشی بھی حاصل ہوتی تھی۔

وہ اس بات کی بالکل کوئی وضاحت نہ کر سکتی تھیں کہ انہوں نے کس لئے یہ کہہ دیا جو انہوں نے ایک سینکڑ پہلے سوچا بھی نہ تھا۔ انہوں نے یہ صرف اس خیال سے کہہ دیا تھا کہ چونکہ درویش تو ہو گا نہیں اس لئے انہیں اپنے چھٹکارے کو جتنی بنا لینا چاہئے اور کسی طرح اس سے ملنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن انہوں نے بوڑھی والٹن وریدے ہی کا ذکر کیا جن کے پاس انہیں جانا تھا جیسے کہ اور لوگوں کے پاس جانا تھا ”اس کی وضاحت وہ نہ کر سکتی تھیں، لیکن اس کے ساتھ ہی جیسا کہ بعد کو پتہ چلا وہ درویشی سے ملاقات کا سب سے عیارانہ ذریعہ سوچتے ہوئے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہ سوچ سکتی تھیں۔

”نہیں میں آپ کو کسی حالت میں بھی نہ جانے دوں گی“ بیشی نے آنتا کے چہرے کو فورے دیکھتے ہوئے کہا ”میں سچ کہتی ہوں اگر آپ سے محبت نہ ہوتی تو میں برا مان جاتی۔ جیسے آپ ڈرتی ہوں کہ میرا معاشرہ آپ کے لئے بدنامی کا باعث بن جائے گا۔ مہربانی کر کے ہمارے لئے چھوٹے ڈرائنگ روم میں چائے“ انہوں نے خدشہ سے مخاطب ہوتے وقت بیشی کی طرح آنکھیں میچ کر کہا۔ اس سے رقتہ نے کرا انہوں نے پڑھا اور فراموشی میں بولیں ”اگلیں ہمارے ساتھ دیکھا کریا“ اس نے لکھا ہے کہ وہ نہیں آسکتا ”انہوں نے اتنے قدرتی اور سادہ لہجے میں اضافہ کیا جیسے انہیں کبھی یہ خیال ہی نہ ہو سکتا تھا کہ آنتا کے لئے درویشی کی کوئی اور بھی اہمیت ہو سکتی ہے سوائے کوئیٹ کے ایک کھلاڑی کے۔

آنتا جانتی تھیں کہ بیشی سب کچھ جانتی ہیں لیکن جس طرح وہ درویشی کے بارے میں بات کرتی تھیں اس سے آنتا کو بیشیہ ڈر ادر کے لئے یقین ہو جاتا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتیں۔

”اچھا“ آنتا نے بے نیازی سے کہا جیسے انہیں اس سے کوئی خاص دلچسپی نہ ہو اور مسکراتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ”آپ کا معاشرہ کسی کے لئے بدنامی کا باعث کیسے بن سکتا ہے؟“ لفظوں کا یہ کھیل ”راز کو یوں چھپانا آنتا کے لئے بڑا دلکش تھا جیسے کہ سبھی عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ اور چھپانے کی ضرورت نہیں، نہ وہ متعجب جس کے لئے اسے چھپانا تھا، بلکہ چھپانے کا خود ہی عمل ہی دلکش معلوم ہوتا تھا۔ ”میں پوپ سے بڑھ کر کیتھولک تو نہیں ہو سکتی“ انہوں نے کہا۔ ”اسٹریوٹ اور لیزا میرا کالوا۔“ یہ تو معاشرے کی بالائی کی بھی بالائی ہیں۔ پھر ان کا تو ہر جگہ خیر مقدم کیا جاتا ہے ”اور میں تو“ انہوں نے ”میں“ پر خاص طور پر زور دیا کہ ”بھی

خفت اور خیر و اوار نہیں تھی۔ بس مجھے فرصت ہی نہیں ہوتی۔“  
 ”نہیں“ ہو سکتا ہے آپ اسٹریوٹ سے ملنا نہ چاہتی ہوں؟“ نہیں اور اگلیں الگ سائبروڈیج کو کیشی میں ایک دوسرے سے تیزے ٹکرائے دیجئے، ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن معاشرے میں تو یہ سب سے مہمان خاص ہے جسے میں جانتی ہوں اور پھر کوئیٹ کے پر جوش کھلاڑی ہیں۔ آپ خود ہی دیکھ لیجئے گا اور باوجود اس کے کہ لیزا کے عشق میں جھلا پڑے والی ان کی حیثیت بہت سی مضحکہ خیز ہے، دیکھنا چاہئے کہ اس مضحکہ خیز صورت حال میں کیسے وہ اپنا راستہ نکال لیتے ہیں اور بہت سی پیارے ہیں۔ سافو شو جس کو آپ نہیں جانتیں؟ یہ لیا بالکل ہی نیا رنگ ہے۔“

بیشی یہ سب کہہ رہی تھیں اور اس دوران میں ان کی ہر سرت اور ذہن نظر سے آنتا نے محسوس کیا کہ بیشی ایک حد تک ان کی صورت حال کو سمجھتی ہیں اور کچھ انتظار کر رہی ہیں۔ وہ دونوں چھوٹے کمرے میں تھیں۔

”لیکن مجھے اگلیں کو لکھنا چاہئے“ اور بیشی میز کے پاس بیٹھ گئیں چند سطریں انہوں نے لکھیں اور کاغذ کو لٹکانے میں رکھ کر کہا ”میں لکھ رہی ہوں کہ وہ کھانے کے لئے تو آجائے۔ میرے ہاں کھانے کے وقت ایک خاتون اکیلی بیچ رہتی ہیں، ان کے ساتھ کے لئے کوئی مروت ہونا چاہئے۔ دیکھئے ذرا“ کاغذ پر لکھنے کے لئے کائی ہے یا نہیں؟ مجھے صاف لیجئے گا ”ایک منٹ کے لئے آپ کو اکیلی چھوڑ رہی ہوں۔ آپ مہربانی کر کے اس پر مہر لگا دیجئے اور بھجوا دیجئے“ انہوں نے دروازے پر سے کہا ”مجھے ذرا ہندوستان کرنا ہے۔“

آنتا ایک منٹ بھی سوچے بغیر بیشی کا خط لے کر میز کے پاس بیٹھ گئیں اور اسے پڑھے بغیر آخر میں لکھا۔ ”مجھے آپ سے ملنا ضروری ہے۔ وریدے باغ میں آجائے۔ میں وہاں چھ بجے پہنچ جاؤں گی۔“ انہوں نے مہر لگادی اور بیشی واپس آگئیں تو ان کے سامنے خط خدشہ کا رکھ دیا۔

ان لوگوں کے لئے چائے کی چھوٹی میز پر نیم سرد چھوٹے ڈرائنگ روم میں چائے لگائی گئی تو اسی دوران عورتوں میں اسے کوڑی بھٹ ہوئی جس کا وعدہ پرس تو بر سکایا نے مسالوں کے آنے سے پہلے تک کے لئے کیا تھا۔ ان دونوں نے انہیں لوگوں کے بارے میں باتیں کیں جن کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں اور باتوں میں لیزا میرا کالوا کا ذکر چھڑ گیا۔

”وہ بہت سی پیاری ہیں اور مجھے تو بیشی بہت سی اچھی لگیں“ آنتا نے کہا۔

”آپ تو ضرور ہی ان سے محبت کرتی ہوں گی۔ وہ تو آپ کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ کل دو دو ڈول کے بعد میرے پاس آئیں اور بہت سی امید ہو گئی کہ آپ انہیں نہیں ملیں۔ وہ تو کہتی ہیں کہ آپ تو بالکل کسی ناول کی ہیروئن ہیں اور یہ کہ اگر وہ مرد ہو تو آپ کے لئے وہ ہزاروں بیوقوفیاں کر کر رہیں۔ اسٹریوٹ ان سے کہتے ہیں کہ بیوقوفیاں تو وہ ہی سے کرتی ہیں۔“

”لیکن مہربانی کر کے آپ مجھے یہ بتائیے“ آنتا نے کچھ دیر چپ رہنے کے بعد اس لہجے میں کہا جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ سوال وہ محسوس یوں ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ یہ کہ جو کچھ وہ پوچھنے والی ہیں وہ ان کے لئے اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جتنی اسے ہونی چاہئے ”میں بھی یہ نہیں سمجھ پائی“ مجھے بتائیے مہربانی کر کے پرس کا نوٹس کیے، ”جنتیں سب بیٹھا کہتے ہیں“ ان کے تعلقات کیسے ہیں؟ میں تو ان لوگوں سے کم ہی ملی ہوں۔ یہ قصہ کیا ہے؟“



نیسی آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکرائیں اور بڑے غور سے انہوں نے آنا کو دیکھا۔  
 "یہ سنے طور طریقے ہیں" انہوں نے کہا۔ "بھئی نے یہی طور طریقے اپنائے ہیں۔ لحاظ اور عزت کے پرانے تصورات کو بھاڑ میں جمونک دیا ہے۔ لیکن اس کے اپنے طور طریقے ہیں کہ بھاڑ میں کیسے جمونک جائے۔"

"وہ تو نمیک ہے لیکن کالو ڈسکی سے ان کے تعلقات کیسے ہیں؟"  
 "نیسی نے بالکل غیر متوقع طور پر مسرت اور ناقابل ضبط قہقہہ لگایا جو وہ بہت سی کم کرتی تھیں۔  
 "یہ تو آپ پر نس میا ٹھانیا کی مملکت پر چھاپ مار رہی ہیں۔ یہ تو انتہائی شرارتی بچے کا سا سوال ہے" اور نیسی بھلا ہر چاہتی تو تھیں ضبط کرنا لیکن نہ کر سکیں اور انہوں نے دوسروں کو بھی ہنسا دینے والا ایسا قہقہہ لگایا جو صرف کبھی کبھار ہی قہقہہ لگانے والے لگاتے ہیں۔ "ان سے پوچھنا چاہئے" انہوں نے قہقہے سے آنکھوں میں ہنسنے والے آنسوؤں کے پھج میں کہا۔

"نہیں" آپ تو فہم رہی ہیں "آنا نے بھی خیر ارادی طور پر فہمی کے پھوت سے متاثر ہوتے ہوئے کہا "لیکن میں تو بھئی نہ سمجھ سکی۔ اس میں شوہر کا رد عمل میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"شوہر؟ لیزا میرا لودا کے شوہر تو ان کے پیچھے پیچھے کیل لئے کھوٹے ہیں اور ہر وقت ان کی خدمت کے لئے حاضر رہتے ہیں۔ اور اس سے آگے وہاں دراصل کیا ہے یہ کوئی بھی جانتا نہیں جانتا۔ آپ تو جانتی ہیں کہ اچھے معاشرے میں بتاؤ سنگار کی بعض تھیلا کے بارے میں باتیں نہیں کی جاتیں بلکہ سوچا بھی نہیں جاتا۔ یہی اس معاملے کے بارے میں بھی ہے۔"

"آپ رولاند کی کہان کے جشن میں جائیں گی؟" آنا نے بات کا موضوع بدلنے کے خیال سے پوچھا۔  
 "میرے خیال میں تو نہیں" نیسی نے جواب دیا اور اپنی دوست کی طرف دیکھے بغیر احتیاط کے ساتھ نازک اور شفاف پیالی میں خوشبودار چائے انڈ ملٹی شروع کر دی۔ پھر انہوں نے سگرت نکالی اور اسے چاندی کے ہوٹلر میں لگا کر سلگایا۔

"اب یوں دیکھنے کے میں تو بہت سبھی حالت میں ہوں" بغیر فہمی کے انہوں نے چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر کھانا شروع کیا۔ "میں آپ کی بات سمجھتی ہوں اور لیزا کو بھی سمجھتی ہوں۔ لیزا۔ ان بھولی بھالی عتیوں میں سے ہیں جو بچوں کی طرح یہ سمجھتی ہی نہیں کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ کم سے کم اس وقت نہیں سمجھتی تھیں جب بالکل نوجوان تھیں۔ اور اب شاید وہ جانتی ہیں کہ یہ تا بھئی ان کو نذیب دیتی ہے۔ اب وہ ہو سکتا ہے جان بوجھ کر نہ سمجھتی ہوں" نیسی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اور ہر حال یہ انہیں نذیب تو دیتی ہے۔ آپ جانتے کہ ایک سی چیز کو الے کی طرح دیکھا اور اس سے اذیت بھیجتی جا سکتی ہے اور اسے سیدھے سادے بلکہ مسرت بخش طریقے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ چیزوں کو بہت زیادہ الے کے طور پر دیکھنے کا رجحان رکھتی ہوں۔"

"میرا کس قدر رہی جانتا ہے کہ دوسروں کو میں اس طرح جانتی جس طرح خود کو جانتی ہوں" آنا نے سنجیدگی سے غور مندا نہ انداز میں کہا۔ "میں دوسروں سے بدتر ہوں یا بہتر؟ میرے خیال میں تو بدتر۔"  
 "بالکل بچہ، بالکل بچہ" نیسی نے پھر کہا۔ "تو وہ لوگ آگئے۔"

قدموں کی چاپ اور ایک مرد کی آواز سنائی دی، پھر عورت کی آواز اور قہقہہ "اور اس کے بعد وہ مسمان داخل ہوئے جن کا انتظار تھا۔ ساٹوا شٹس اور دیکھا ہوا صحت مندی سے بھرپور نوجوان شخص جسے سب لوگ واسکا کہتے تھے۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ صحت اسٹیک اور تربو کل کی غذا اور برگنڈیوائن اسے خوب رہا اس آتی ہے۔ واسکا نے جبکہ کر خواتین کو تعلیم کی اور ان پر نظروائی لیکن بس منٹ بھر کے لئے۔ وہ ڈرائنگ روم میں ساٹو کے پیچھے پیچھے داخل ہوا تھا اور ڈرائنگ روم میں سارے وقت انہیں کے پیچھے پیچھے رہا جیسے ان سے بد معاہوا ہو اور اس نے ایک سیکٹر کے لئے ان پر سے نظریں نہیں ہٹائیں جیسے انہیں کہا جانا چاہتا ہو۔ ساٹو اسٹس حس منبرے بالوں اور سیاہ آنکھوں والی خاتون تھیں اور اونچی ایڑی والے جوتے پہنے چھوٹے سے تیز چلنے والے قدموں سے چل رہی تھیں۔ انہوں نے عورتوں سے بڑے پر زور طریقے سے دھیرے دھیرے مردوں کی طرح ہاتھ ملایا۔

آنا اس نئی مشہور و معروف ہستی سے پہلے کبھی نہ ملی تھیں اور وہ ساٹوا شٹس حس کی خوبصورتی اور اس انتخاب پر حیران رہ گئیں جہاں تک ان کا بناؤ سنگار اور ان کے انداز کی بیباکی پہنچی ہوئی تھی۔ ان کے سر پر اپنے اور مصنوعی لطیف منبرے بالوں کا ایسا بالائی ڈھانچا بنا ہوا تھا کہ ان کا سر بیانی میں سدھول "خوب بھرے ہوئے اور سامنے سے بہت زیادہ کھلے ہوئے شیم تن کے برابر لگ رہا تھا۔ آگے بڑھنے میں وہ ایسے جوش و خروش سے کام لیتی تھیں کہ ہر حرکت کے ساتھ لباس کے نیچے گھٹنوں اور ٹانگوں کے اوپر ہی صے کے خطوط نمایاں ہو جاتے تھے اور ذہن میں خیر ارادی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ پیچھے سے اس ابھارے ہوئے منکھتے ہوئے پاؤں میں ان کا اصل بونا سا اور سدھول "اوپر سے اس قدر برہنہ اور پیچھے سے اور نیچے سے اس قدر ڈھکا ہوا جسم کہاں ختم ہوتا ہے۔ نیسی نے جلدی سے ان کا اور آنا کا تعارف کروایا۔

"آپ بھلا یہ تصور بھی کر سکتی ہیں کہ ہم نے دو سیابیوں کو تقریباً کل ہی ڈالا تھا بس" انہوں نے فوراً ہی آنکھیں چپکا چپکا کر مسکراتے ہوئے اور اپنے لباس کے پچھلے حصے کو جھپٹتے ہوئے "جسے انہوں نے پھر فوراً ہی ایک طرف کو زیادہ کر کے ڈال لیا" بیان کرنا شروع کر دیا۔ "میں واسکا کے ساتھ آ رہی تھی۔ ارے ہاں، آپ ان سے تعارف نہیں ہیں" اور انہوں نے اس نوجوان شخص کا خاندانی نام بتا کر اس کا تعارف کرایا اور سرخ ہو کر خاصی زور سے اپنی غلطی پر فہم یعنی اس بات پر کہ انہوں نے ایک غیر تعارف شخص کے سامنے اسے واسکا کہہ دیا۔

واسکا نے ایک بار اور آنا کو تعلیم کی لیکن ان سے کچھ کہا نہیں۔ وہ ساٹو سے مخاطب ہوا:

"شرط آپ ہار گئیں۔ ہم یہاں پہلے پہنچ گئے۔ اب آپ ادا کیجئے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ساٹو اور بھی خوش ہو کر فہمیں۔

"ابھی اسی وقت تو نہیں" انہوں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں" میں بعد کو ملے لوں گا۔"

"اچھا اچھا" ارے ہاں! "اچانک وہ خاتون خانہ سے مخاطب ہو گئیں "میں بھی کیا خوب ہوں۔ میں تو بھول ہی گئی۔ میں آپ کے ہاں ایک مسمان لائی ہوں۔ یہ ہیں وہ۔"



سافو جس غیر متوقع نوجوان مسلمان کولائی تھیں اور بھول گئی تھیں وہ بہر حال اناہم مسلمان تھا کہ باوجود اس کی کم عمری کے دونوں خواتین اس سے ملنے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

یہ سافو کا نیا پرستار تھا۔ اس کا اسکاکی طرح وہ بھی سافو کے پیچھے پیچھے لگا رہتا تھا۔

جلدی ہی پرنس کالوڈسکی اور لیزا میر کالوڈ اور اسٹریٹوف بھی آگئے۔ لیزا میر کالوڈ اپنی پہلی سیاہ بالوں والی خاتون تھیں۔ ان کے چہرے پر مشرقی انداز کی آنکس تھی اور ہست ی دگش آنکھیں تھیں جنہیں سب پر اسرار کئے تھے۔ ان کے کمرے پر رنگ کے لباس اور سنگار کا (جسے آٹانے فوراً دیکھ لیا تھا اور وہ انہیں ہست ی اچھا لگا تھا) انداز ان کے حسن سے بہت میل کھاتا تھا۔ سافو جتنی سخت اور کسی کساتی ہوئی تھیں اتنی ہی لیزا نرم اور بکھری بکھری سی تھیں۔

لیکن آٹانے کے ذوق کے مطابق لیزا میں کہیں زیادہ کشش تھی۔ جیسی نے ان کے بارے میں آٹانے کا تھا کہ لیزا نے انہماں بیچے کا انداز جان بوجھ کر اختیار کر لیا ہے لیکن جب انہیں آٹانے دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ بیچ نہیں تھا۔ وہ بیچ کا انہماں بکھری ہوئی لیکن پیاری اور لاچار عورت تھیں۔ یہ تو جگہ ہے کہ انداز ان کا بھی ویسا ہی تھا جیسا سافو کا تھا۔ سافو کی طرح ان کے پیچھے پیچھے بھی دو پرستار لگے رہتے تھے جیسے ساتھ ہی ٹانگہ دیئے گئے ہوں اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں نگہ جاتے تھے۔ ان میں ایک نوجوان تھا اور دو سرا بوڑھا۔ لیکن لیزا میں کوئی ایسی بات تھی جو ان کے ارد گرد کی ہر چیز سے بلند تر تھی۔ ان میں شیشے کے ٹکڑوں کے بیچ میں بچے ہیرے کی پنک تھی۔ یہ پنک ان کی دگش اور درحقیقت پر اسرار آنکھوں سے پیدا ہوتی تھی۔ ان سیاہ ملتوں میں گہری آنکھوں کی جھلکی تھی لیکن ساتھ ہی جذبات سے بھری ہوئی نگاہیں اپنے پورے غلوں سے لوگوں کو حیران کر دیتی تھیں۔ ان آنکھوں سے آنکھیں چار کر کے ہر شخص کو لگتا کہ اس نے انہیں جان لیا اور جاننے کے بعد ان سے محبت نہ کرنا اس کے بس میں نہ تھا۔ آٹانہ کو دیکھ کر ان کا پورا چہرہ اچانک خوشی کی مسکراہٹ سے دھک اٹھا۔ ”ہائے“ آپ سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہوئی!“ انہوں نے آٹانے کے پاس آکر کہا۔ ”کل ریس کورس میں آپ کے پاس میں آئی جا رہی تھی کہ آپ جلی گئیں۔ کل خاص طور سے آپ سے ملنے کا میرا ہمت جی چاہتا تھا۔ یہ بیچ ہے نہ کہ بہت سی بیباک تھا؟“ انہوں نے آٹانہ کو اپنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”جو لگتا تھا پوری روح کو بے نقاب کر رہی تھیں۔

آٹانے گلابی ہوتے ہوئے جواب دیا ”ہاں“ مجھے بالکل توقع نہیں تھی کہ انا بیباک ہو گا۔“

اسی وقت سب لوگ باغ میں جانے کے لئے اٹھے۔

”میں نہیں جاؤں گی“ لیزا نے مسکراتے ہوئے آٹانے کے پاس بیٹھ کر کہا۔ ”آپ بھی نہیں جائیں گے؟“

”نہیں“ مجھے تو بہت پسند ہے“ آٹانے کہا۔

”اچھا یہ بتائیے کہ آپ کیسے یہ کرتی ہیں کہ آپ کو آٹا ہٹ نہیں ہوتی؟ کوئی بھی آپ کو دیکھے۔ ہر وقت خوش و خرم۔ آپ زندہ دل رہتی ہیں اور میں آٹا جاتی ہوں۔“

”کیسے آٹا جاتی ہیں؟ آپ کا معاشرہ تو پیرس برگ میں سب سے زیادہ خوش و خرم لوگوں کا ہے“ آٹانے کہا۔

”ہو سکتا ہے جو لوگ ہمارے معاشرے میں نہیں ہیں ان کو اور بھی آٹا ہٹ ہوتی ہو۔ لیکن ہم“ اور میں تو

جیسی طور پر خوش و خرم تو نہیں ہیں بلکہ بے انتہا بے انتہا آٹا ہٹ ہوتی ہے۔“

سافو پچیس سال کا دو دنوں نوجوانوں کے ساتھ باغ میں چلی گئیں۔ جیسی اور اسٹریٹوف چائے پیتے رہے۔

”آٹا ہٹ کیسے ہوتی ہے؟“ جیسی نے کہا۔ ”سافو کہہ رہی تھیں کہ ان لوگوں نے آپ کے ہاں خوب جیسی مذاق کیا۔“

”افو، کیسی بے کیفی تھی!“ لیزا میر کالوڈ نے کہا۔ ”دونوں کے بعد سب لوگ میرے ہاں آگئے۔ اور سب وہی سب بالکل وہی بالکل ایک ہی جیسا۔ ساری شام سو فوں پر ایڈتے رہے۔ تو اس میں جیسی مذاق کی کون سی بات ہوئی؟ نہیں آپ کیا کرتی ہیں جو آپ کو آٹا ہٹ نہیں ہوتی؟“ وہ پھر آٹانے سے مخاطب ہو گئیں۔ ”آپ کو دیکھتے ہی صاف نظر آتا ہے کہ یہ ہے عورت جو ہو سکتا ہے سبھی ہو سکتا ہے دیکھی ہو لیکن آٹا کی تو نہیں۔ ہمیں بھی سکھائیے کہ آپ کیسے یہ کرتی ہیں۔“

”کسی طرح نہیں کرتی“ آٹانے ان باندھ لینے والے سوالوں سے سرخ ہو کر کہا۔

”بس یہی سب سے اچھا طریقہ ہے“ ان لوگوں کی بات میں اسٹریٹوف نے مداخلت کی۔

اسٹریٹوف کوئی پچاس سال کے آدمی تھے، بال بکھری ہو گئے تھے لیکن ابھی تازہ دم تھے، بہت سی بدھن تھے لیکن چہرے سے کردار اور ذہانت کا اظہار ہوتا تھا۔ لیزا میر کالوڈ ان کی بیوی کی جتنی تھیں اور وہ اپنا فرمت کا سارا وقت انہیں کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ آٹانہ کا رہنا سے ملے تو ملازمت میں آگئی۔ لیکن اگلا سا دو بیچ کے دشمن ہونے کے باوجود وہ اعلیٰ معاشرے کے ذہین شخص کی طرح ان سے اپنے دشمن کی بیوی سے خاص شفقت و مہارت سے پیش آنے کی کوشش کر رہے تھے۔

”کسی طرح نہیں“ انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دوہرایا ”یہی بہترین طریقہ ہے۔ میں آپ سے ایک زمانے سے کہہ رہا ہوں“ وہ لیزا میر کالوڈ سے مخاطب ہو گئے ”کہ اگر آدمی یہ چاہتا ہے کہ آٹا ہٹ نہ ہو تو اس کے بارے میں سوچنا ہی نہ چاہئے کہ آٹا ہٹ ہوگی۔ یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے اگر آدمی بے خوابی سے ڈرتا ہو تو اسے یہ نہ ڈرنا چاہئے کہ وہ سو نہ پائے گا۔ یہی آٹانہ کا دینا ہے کہ آٹا۔“

”اگر میں نے یہ کہا ہو تا تو مجھے بڑی خوشی ہوتی اس لئے کہ یہ صرف ذہانت کی ہی نہیں بیچ بات بھی ہے“ آٹانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں آپ بتائیے کہ نیند آٹا کیوں ناممکن ہو جاتا ہے اور نہ آٹا کیوں ناممکن ہو جاتا ہے۔“

”نیند آنے کے لئے کام کرنا چاہئے اور خوش و خرم رہنے کے لئے بھی کام کرنا چاہئے۔“

”کام میں کیوں کروں گی جب میرے کام کی کسی کو ضرورت نہیں؟ اور سوچ مجھ کریا دکھاوے کے لئے میں کر نہیں سکتی اور چاہتی بھی نہیں۔“

”آپ کو ٹھیک کرنا ناممکن ہے“ اسٹریٹوف نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا اور پھر آٹانے سے ہاتھیں کرنے لگے۔

آٹانے ان کی ملاقات بہت سی کم ہوئی تھی اس لئے وہ بھی پٹی باتوں کے علاوہ ان سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے لیکن یہ بھی پٹی باتیں بھی کہ وہ پیرس برگ کب آئیں گی اور یہ کہ کاؤٹس لیا اے الوداعاں سے کتنی محبت کرتی تھیں، انہوں نے ایسے انداز سے کیس جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ دل سے چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ



خوشگوار سے پیش آئیں اور انہیں دکھادیں کہ وہ ان کا احرام کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔  
تو یکجہاں یہ کہنے کے لئے آئے کہ سارے لوگ کروٹ پھینٹے والوں کا انتظار کر رہے ہیں۔

”نہیں“ آپ مہربانی کر کے نہ جائیے ”لیزا میرا کاوا لے کر زارش کی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ آنا جاری ہیں۔ اسٹریٹوف بھی ان سے مل گئے۔

”یہ تو بہت ہی زبردست تضاد ہے“ انہوں نے کہا ”اس محفل کے بعد یہ یاد دہانے کے پاس جانا۔ اور ان کے لئے تو آپ دوسروں کی فہیت کرنے کا موقع ہوں گی جبکہ یہاں آپ ایسا احساس پیدا کریں گی جو بہت سی اچھا اور فہیت کے احساسات کے عین متابی ہو گا“ انہوں نے آنا سے کہا۔

آنا نے ذرا دیر بے چینی کی حالت میں سوچا۔ اس ذہن مہض کی دلچسپ بات چیت، بھولی بھالی ہچکناہ ہمدردی جو ان کی طرف لیزا میرا کاوا لے گا ہر کی تھی اور اعلیٰ معاشرے کا عادی ماحول۔ یہ سب اتنا آسان تھا اور گہرا انہیں ان مشکلات کا سامنا کرنا تھا کہ ایک منٹ کے لئے تو وہ حذب و بزم ہو گئیں کہ وہ گھبرائی نہ جائیں۔ صفائی اور وضاحت کی شخص گھڑی کو کچھ اور دور کریں۔ لیکن یہ یاد کر کے کہ گھر میں اگر انہوں نے کوئی فیصلہ نہ کیا تو تبتائی میں انہیں کس چیز کا انتظار ہو گا؟ اس حرکت کو یاد کر کے جس کے بارے میں سوچنا بھی بے حیا کہ تھا جب وہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے بال بوجھ رہی تھیں ”انہوں نے رخصتی اور بلی گئیں۔

19

دروہکی دیکھنے میں اپنی لاپرواہی کی معاشرتی زندگی بسر کرنے کے باوجود ایسا مہض تھا جسے بد نظمی سے نفرت تھی۔ نوجوانی ہی میں جب وہ گور آنف جیڑ میں تھا جسی اسے رقم قرض مانگنے پر انکار کی ذلت برداشت کرنے کا تجربہ ہو چکا تھا اور تب سے اس نے ایک بار بھی خود کو ایسی حالت میں نہیں پختہ دیا تھا۔

اپنے امور کو بیشہ نظم و ضبط کے ساتھ چلانے کے لئے وہ سال میں کوئی پانچ بار اپنی حالت کا جائزہ لیتا تھا اور اکیلے رہ کر اپنے معاملات کو ٹھیک ٹھاک کرتا تھا۔ وہ اسے اپنے حساب کتاب کا دن کرتا تھا یا لیبر لایبیو (14) کہتا تھا۔

دو ڈول کے دوسرے دن دروہکی جب دیر سے اٹھا تو اس نے نہ داڑھی بتائی نہ نہایا۔ وردی کا کوٹ پہن کر اس نے میز پر رقم، بل اور خطوط پھیلائے اور اپنے کام میں لگ گیا۔ بیڑہ کی یہ جانتا تھا کہ ایسی صورت حال میں وہ بھٹا ہو جاتا تھا چنانچہ جب وہ جاگا اور اس نے اپنے ساتھی کو کھینے کی میز کے پاس بیٹھے دیکھا تو چپکے سے کپڑے پہنے اور اس کے کام میں غل ہونے بغیر چلا گیا۔

کوئی بھی مہض جو حالات کی پیچیدگی اور اپنے ماحول کی پھوٹی سے پھوٹی تفصیلات کو جانتا ہے یہ فرض کرتا ہے کہ ان حالات کی پیچیدگی اور ان کو سلجھانے کی شکلیں مہض اس کی ذاتی اور اتفاقی خصوصیتیں ہیں اور وہ کسی طرح سوچتا ہی نہیں کہ دوسرے لوگ بھی اپنے ذاتی حالات کی اسی قسم کی پیچیدگیوں میں گھرے ہوئے ہیں جیسے کہ وہ خود۔ دروہکی کو بھی ایسی ہی لگتا تھا۔ یہ سوچنے میں وہ اندرونی غر محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا اور یہ بے بنیاد بھی نہ تھا کہ دوسرا کوئی مہض اگر خود کو ایسے ہی مشکل حالات میں پاتا تو اب تک کب کا بولکھلا جاتا اور بری حرکتیں کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن دروہکی یہ محسوس کرتا تھا کہ خاص طور سے اس وقت اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کا اچھی طرح جائزہ لے اور انہیں سلجھالے تاکہ وہ بولکھلائے اور بھٹکے نہیں۔

اس نے سب سے پہلے جس چیز کو سب سے آسان معاملے کی طرح لیا وہ اس کے مالی معاملات تھے۔ اپنی پھوٹی پھوٹی تحریر میں خط و کتابت کے ایک کاغذ پر سب سے پہلے اس نے لکھا کہ وہ کتنے کا مقروض ہے اور میزان کرنے کے بعد اسے پتہ چلا کہ وہ ستر ہزار روپے اور کچھ سو کا مقروض ہے جو اس نے حساب کی آسانی کے لئے چھوڑ دیا۔ رقم من کر اور بینک کی کتاب دیکھ کر اس نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک ہزار آٹھ سو روپے بچے ہیں اور نئے سال تک کوئی اور رقم حاصل نہ ہوگی۔ قرضوں کی فہرست کو پھر سے پڑھ کر اس نے انہیں پھر سے تین خانوں میں تقسیم کر کے دیکھا۔ پہلے خانے میں وہ قرضے درج کئے گئے جنہیں فوراً ادا کرنا تھا یا بر حال جنہیں ادا کرنے کے لئے رقم تیار رکھنی تھی تاکہ مطالبہ کئے جانے پر ذرا بھی تاخیر کے بغیر ادا کی جاسکے۔ اس طرح کے قرض تقریباً چار ہزار تھے۔ پندرہ سو روپے گھوڑے کے لئے اور دو ہزار پانچ سو روپے نوجوان ساتھی و خینسکی کی شہادت کے جو دروہکی کی موجودگی میں ایک پتہ باز سے یہ رقم ہار گیا تھا۔ دروہکی اسی وقت رقم ادا کر دینا چاہتا تھا (اس کے پاس رقم تھی) لیکن و خینسکی اور یاخون نے اس بات پر اصرار کیا کہ دروہکی نہیں بلکہ وہ خود ادا کریں گے اس لئے کہ دروہکی تو کھلا بھی نہ تھا۔ یہ سب تو بہت اچھا تھا لیکن دروہکی جانتا تھا کہ اس مندے معاملے میں جس میں اس نے صرف اس طرح حصہ لیا تھا کہ و خینسکی کے لئے زبانی شہادت دی تھی ”اس کے لئے یہ زحمتی ہزار اپنے پاس رکھنا ضروری ہے تاکہ اس جہلاڑے کے من پر مار سکے اور اس سے اور کوئی بات چیت نہ کرے۔ چنانچہ اس پہلے سب سے ضروری حصے کے لئے چار ہزار روپے ہونے چاہئے تھے۔ دوسرے حصے میں آٹھ ہزار کم ضروری قرض تھے۔ اس میں زیادہ تر ریس کورس کے اصل کے سلسلے کے، جیٹی اور سوکھی گھاس کے لئے ”گھر پر تیز“ دین سا زونیرہ کو دینے تھے۔ ان میں سے بھی دو ہزار ادا کرنا ضروری تھا تاکہ وہ بالکل سکون سے رہ سکے۔ قرضوں کا آخری حصہ۔ دوکانوں، ہوٹلوں اور دروہکی کو ادا کرنے کا۔ ایسا تھا جس کے بارے میں کچھ سوچنے کی ضرورت نہ تھی۔ تو یوں کم سے کم چھ ہزار کی ضرورت تھی اور رواں اخراجات کے لئے کل تھے ایک ہزار آٹھ سو۔ جس آدمی کی آمدنی ایک لاکھ ہو، جیٹی کہ سارے لوگ دروہکی کی حیثیت کا تعین کرتے تھے، ایسے قرض گنتا تو یہ تھا کہ مشکل پیدا کرنے والے نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن بات یہ تھی کہ اس کے پاس یہ ایک لاکھ تو کمیں تھے ہی نہیں۔ باپ کی بے انتہا بڑی جائیداد کا ”جو اکیلی ہی دو لاکھ سالانہ کی آمدنی کی تھی“ بھائیوں کے درمیان بٹوارا نہیں ہوا تھا۔ جس وقت بڑے بھائی نے ”جو بہت زیادہ مقروض تھے“ پرنس واپس چڑھ کر اسے شادی کی ”جو ایک دمبھروادی (15) کی بیٹی تھیں اور ان کے پاس کسی طرح کی جائیداد نہ تھی“ تو اگلیسی باپ کی جائیداد سے حاصل ہونے والی ساری آمدنی سے بڑے بھائی کے حق میں دستبردار ہو گیا اور اپنے لئے اس نے صرف ۲۵ ہزار سالانہ رکھ لئے۔ تب اگلیسی نے بڑے بھائی سے کہا تھا کہ جب تک وہ شادی نہیں کرتا ”جو کہ غالباً کبھی نہیں کرے گا“ یہ رقم اس کے لئے کافی ہوگی۔ بھائی ایک بہت سی خرچ طلب رجسٹ کے کاغذ تھے اور انہوں نے ابھی ابھی شادی کی تھی۔ وہ یہ نہ کر سکے کہ اس خچے کو قبول نہ کریں۔ ماں کے پاس اپنی الگ جائیداد تھی اور وہ ”اس ۲۵ ہزار کی مخصوص کردہ رقم کے علاوہ“ اگلیسی کو ۲۰ ہزار سالانہ اور دے دیتی تھیں۔ اور اگلیسی اس سب کو خرچ کر لیتا تھا۔ پچھلے دنوں ماں اس کے تعلق اور ماسکوتے اس کے چلے آنے کے سلسلے میں اس سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے اسے رقم بھیجی بند کر دی۔ اور اس کے نتیجے میں دروہکی کو جس کی عادت ۳۵ ہزار سالانہ کے خرچ کی زندگی بسر کرنے کی پڑ چکی تھی ”اس سال بچیں ہی ہزار لے اور اب وہ مشکل میں پڑ گیا۔ اس مشکل سے نکلنے کے لئے وہ ماں سے رقم نہ مانگ سکتا تھا۔ ان کے آخری خط سے ”جو اسے کل ہی



ملاحظہ! وہ خاص طور سے اس بات پر مضمحل کیا تھا کہ اس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ معاشرے میں اور ملازمت میں کامیابی کے لئے اس کی مدد کرنے کے واسطے تیار ہیں لیکن ایسی زندگی کے لئے نہیں جو سارے اچھے معاشرے کے لئے باعث رسوائی ہو۔ ماں کی اس کو خریدنے کی خواہش سے اسے دلی توجہ کا احساس ہوا تھا اور وہ ان کی طرف سے اور بھی سرد ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے دیئے ہوئے فیاضانہ قول سے بھی نہ پھر سکا تھا حالانکہ اس وقت وہ کار - بیٹنا کے ساتھ اپنے تعلق کی ہمہ جہت پیش بینی کر کے یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ قول اس نے لاپرواہی میں دے دیا تھا اور اسے شادی کے بغیر ہی ایک لاکھ کی ساری آمدنی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ لیکن قول سے پھر جاننا ناممکن تھا۔ وہ بس اپنے بھائی کی بیوی کا خیال کرتا "یا دکر تاکہ کیسے پیاری اور بست ہی اچھی سی داریا کو جب بھی کوئی مناسب موقع مل جاتا تو اسے یاد دلادیتیں کہ اس کی فیاضی انہیں یاد ہے اور وہ اس کی بڑی قدر کرتی ہیں" اور وہ سمجھ جاتا کہ جو کچھ وہ دے چکا ہے اسے واپس لینا ناممکن ہے۔ یہ اتنی ہی ناممکن تھا جتنا عورت کو بیٹنا چوری کرنا یا جھوٹ بولنا۔ بس ایک ہی چیز تھی اور وہی اسے کرنی چاہئے تھی جسے کرنے کا فیصلہ درودھکی نے ایک منٹ کے بھی تذبذب کے بغیر کر لیا۔ کسی سامو کار سے دس ہزار قرض لے لینا جس میں کوئی مشکل نہ ہوگی، عام طور سے اپنے خرچوں کو کم کر دینا اور ریس کے گھوڑوں کو بیچ دینا۔ اس کا فیصلہ کر کے اس نے فوراً ہی رولاند کی کورقہ لکھا جنہوں نے سبکی بار اس کے گھوڑے خرید لینے کی تجویز اس کے پاس بھجوائی تھی۔ پھر اس نے انگریز کو اور سامو کار کو بلوایا اور جو رقم اس کے پاس تھی اس کو حساب کے مطابق الگ الگ رکھ دیا۔ اس کام کو ختم کر کے اس نے ماں کے خط کا ایک سرد اور ٹھیکسا جواب لکھا۔ بعد کو اس نے اپنے بڑے سے آٹا کے تین رتھے نکالے "انہیں پڑھا اور جلدادیا اور ان کے ساتھ اپنی کل کی بات چیت کو یاد کر کے سوچنے لگا۔

20

درودھکی کی زندگی خاص کر اس اعتبار سے سبکی تھی کہ اس کے اپنے اصول تھے جو بغیر کسی شک و شبہ کے یہ متعین کر دیتے تھے کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ ان اصولوں کا ضابطہ حالات کے ایک بہت ہی چھوٹے دائرے کا احاطہ کرتا تھا لیکن پھر یہ اصول قطعی تھے اور درودھکی چونکہ اس دائرے سے باہر کبھی نکلتا ہی نہ تھا اس لئے اسے جو کرنا چاہئے اس کی تحمیل میں اس نے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی تذبذب نہیں کیا۔ یہ اصول بغیر کسی شک و شبہ کے یہ متعین کر دیتے تھے کہ بے باز کو ادا کرنا ضروری ہے لیکن درزی کو ضروری نہیں کہ مردے جھوٹ نہیں بولنا چاہئے لیکن عورت سے ممکن ہے کہ کسی کو بھی دھوکا نہ دینا چاہئے لیکن شوہر کو ممکن ہے کہ توہین کو معاف کرنا ناممکن ہے لیکن توہین کرنا ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔ سارے اصول غیر متغیر اور برے ہو سکتے تھے لیکن وہ قطعی تھے اور ان کی تحمیل کر کے درودھکی سکون محسوس کرتا تھا اور سراٹھا کر چل سکتا تھا۔ بس اور کچھ دنوں سے آٹا کے ساتھ اپنے تعلق کے سلسلے میں درودھکی یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ اس کے اصولوں کا ضابطہ پوری طرح سارے حالات کا تعین نہ کرتا تھا اور مستقبل میں ایسی مشکلوں کا اور ٹھوک کا خیال ہونے لگا تھا جن میں درودھکی کو ابھی سے رہنمائی کی کوئی ڈور نہ ملتی تھی۔

اس وقت آٹا اور ان کے شوہر کے ساتھ اس کا جو رشتہ تھا وہ اس کے لئے سادہ اور صاف تھا۔ اصولوں کے جس ضابطے کو رہنمائے عمل بنا کر وہ زندگی بسر کرتا تھا اس میں یہ رشتہ صاف اور صحیح طور پر متعین تھا۔ وہ مذہب اور معزز عورت ہیں جو اس سے محبت کرتی ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے اس لئے اس کے

واسطے وہ ایسی عورت ہیں جو اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ احرام کی مستحق ہیں جتنے کی مستحق قانونی بیوی ہوتی۔ اسے اپنا ہاتھ کٹوا دینا زیادہ گوارا تھا یہ نسبت اس کے کہ لفظ سے یا اشارے سے کہنے سے اس کی توہین ہی نہیں بلکہ ان کے لئے وہ احرام ظاہر نہ کرنے کو رو رکھے جس کی توقع کوئی بھی عورت کر سکتی ہے۔

معاشرے کے بارے میں رویہ بھی صاف تھا۔ سب جان سکتے ہیں "اس کا شبہ کر سکتے ہیں لیکن کسی کو بھی اس کی بات کرنے کی ہمت نہ کرنی چاہئے۔ اگر اس کے برعکس ہو تو وہ بات کرنے والے کو چپ کر دینے اور جس گورت سے وہ محبت کرتا تھا اس کی غیر موجود عزت کا احرام کروانے کے لئے تیار تھا۔

شوہر کے بارے میں اس کا رویہ اور بھی زیادہ صاف تھا۔ جس وقت سے آٹا نے درودھکی سے محبت کی تھی وہ ان پر صرف اپنے حق کو اٹل سمجھتا تھا۔ شوہر صرف ایک فالتو اور غل ہونے والا شخص تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی صورت حال افسوسناک تھی لیکن اب کیا کیا جائے؟ شوہر کو صرف ایک حق حاصل تھا کہ وہ ہاتھ میں ہتھیار لے کر جنگ کی طرہیت کا مطالبہ کرے اور اس کے لئے درودھکی شروع ہی سے تیار تھا۔

لیکن پچھلے دنوں اس کے اور آٹا کے درمیان نئے اندرونی رشتے پیدا ہو گئے تھے جو غیر متعین ہونے کی بنا پر درودھکی کے لئے خوف کا باعث تھے۔ کل ہی انہوں نے اسے مطلع کیا تھا کہ وہ حاملہ ہیں۔ اور اس نے محسوس کیا کہ یہ خبر اور انہیں اس سے جو توقعات تھیں وہ کسی ایسی چیز کی متقاضی تھیں جن کا پوری طرح تعین اصولوں کے اس ضابطے میں نہیں کیا گیا تھا جس کو اس نے زندگی میں رہنمائے عمل بنایا تھا۔ اور درحقیقت وہ انہیں جسے میں پڑ گیا تھا اور جب انہوں نے اپنی صورت حال سے باخبر کیا تو اولین لمحوں میں اس کے دل نے کہا کہ وہ شوہر کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کرے۔ اس نے یہ کہہ تو دیا لیکن اب وہ صاف طور سے دیکھ رہا تھا کہ اگر اس کے بغیر کام چل جاتا تو بہتر تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنے آپ سے کہنے کے بعد اسے ڈر ہوا کہ۔ کیا یہ بری بات نہیں ہے؟

"اگر میں نے شوہر کو چھوڑ دینے کے لئے کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے آٹا میں۔ کیا میں اس کے لئے تیار ہوں؟ اس وقت میں کیسے انہیں وہاں سے لاسکتا ہوں جب میرے پاس رقم ہی نہیں؟ فرض کیا کہ میں اس کا بندوبست کر لیتا ہوں۔ تو میں انہیں لاؤں گا کیسے جب تک فوجی ملازمت میں ہوں؟ اگر میں نے یہ کہا ہے تو اس کے لئے تیار ہونا چاہئے یعنی رقم ہونی چاہئے اور فوجی ملازمت سے بیکدوش ہو جانا چاہئے۔"

اور وہ سوچتا رہا۔ فوجی ملازمت سے بیکدوش ہو یا نہ ہو "اس سوال سے وہ دوسرے سوال پر آیا جس کا تعلق شاید اس کی ساری زندگی کی خاص اور رازدارانہ دلچسپی سے تھا جس کے بارے میں صرف وہی جانتا تھا۔

جاہ و اکرام کی ہوس اس کے بچپن اور جوانی کا پرانا خواب تھا "ایسا خواب جس کا اعتراف وہ خود بھی نہ کرتا تھا لیکن جو اتنا قوی تھا کہ یہ چہ نہ اس وقت بھی اس کی محبت سے جدوجہد کر رہا تھا۔ معاشرے اور ملازمت میں اس کے اولین قدم کا سیاق تھے لیکن دو سال پہلے اس نے ایک بڑی بھونڈی غلطی کی۔ اپنی آزادی کا اکتھار کرنے اور آگے بڑھنے کی خواہش کے تحت اس نے ایک عہدے سے انکار کر دیا جو اسے پیش کیا گیا تھا۔ اسے یہ امید تھی کہ یہ انکار اس کی وقعت میں بہت اضافہ کر دے گا۔ لیکن پتہ یہ چلا کہ اس نے ضرورت سے زیادہ جسارت سے کام لیا تھا اور اسے چھوڑ دیا گیا۔ اور خواہی خواہی آزاد انسان کی حیثیت اختیار کر کے اس نے اسے بھایا "خود کو بڑی غصا اور سمجھداری سے لئے دیئے رہا "ایسے پیسے اسے کسی پر غصہ نہ ہو اور کسی کی طرف سے اسے توہین کا کوئی احساس نہ ہو اور صرف یہ چاہتا ہو کہ اسے چین اور سکون سے رہنے دیا جائے اس لئے کہ وہ بہت خوش و خرم ہے۔ لیکن دراصل وہ پچھلے سال جب ماسکو گیا تھا تب بھی خوش و خرم نہیں تھا۔ وہ یہ محسوس کر



رہا تھا کہ یہ ایسے آزاد شخص کی حیثیت جو سب کچھ ہو سکتا تھا لیکن چاہتا ہی نہیں "ختم ہوئی جارہی ہے اور سب سے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ وہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا سوائے اس کے کہ دیانت دار اور نیک شخص رہے۔ کار - جتنا سے اس کے تعلق نے اتنا ہنگامہ بنایا اور وہ عام توجہ کا مرکز بن گیا اور اس سے اسے نئی ہنگامہ دہک مل گئی تو وقتی طور پر اس کا جاہ و اکرام پسندی کا گھن ساکت ہو گیا لیکن ایک ہفتہ پہلے اس گھن کا گیزا بھرے نئی قوت کے ساتھ جاگ اٹھا۔ اس کا بچپن کا ساشی "ایک سی حلقے کا ایک سی سادہ دولت مند اور کور آف میچ میں بھی اس کا ساشی سیر پر خوش فکری اس کے ساتھ سی فارغ انضیل ہوا تھا جس کے ساتھ وہ جماعت میں بھی مقابلہ کرتا تھا" جناسنگ میں بھی "شرارتوں میں بھی اور جاہ و اکرام کے خوابوں میں بھی۔ وہ چند ہی دن ہوئے وسط ایشیا سے لوٹا تھا جہاں اسے دو ترقیاں ملیں اور ایسا جیتا جو اس نے کم عمر جنرل کو کم ہی دیا جاتا تھا۔

جیسے ہی وہ پیئرس برگ پہنچا دیسے ہی اس کے بارے میں باتیں ہونے لگیں کہ یہ روشن ترین قورائیت کا نیا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ دروہشی ہی کا ہم عمر اور ہم جماعت وہ تو جنرل ہو گیا تھا اور ایسے تقرری ترقی کر رہا تھا جو ریاستی امور پر اثر انداز ہو سکتا تھا اور دروہشی آزاد بھی تھا اور ذہین و تابندہ بھی اور ایک حسینہ کا محبوب بھی لیکن قابس رجسٹ میں پکٹان تھے پوری چھوٹ دے دی گئی تھی کہ جتنا چاہے آزاد رہے۔ "ظاہر ہے کہ میں سیر پر خوش فکری پر رشک نہیں کرتا اور کبھی نہیں سکتا لیکن اس کے ترقی کرنے سے میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وقت کے انتظار میں رہنا چاہئے اور میرے جیسے شخص کی ملازمتی زندگی بہت جلدی ہی بن سکتی ہے۔ تین سال پہلے وہ بھی اسی صورت حال میں تھا جس میں میں ہوں۔ ملازمت سے بیکدوش ہو کر تو میں اپنی نکتیاں جلا دوں گا۔ فوجی ملازمت میں رہ کر میں گنواؤں گا تو کچھ نہیں۔ آتنا نے تو خود ہی کہا تھا کہ وہ اپنی حیثیت کو بدلنا نہیں چاہتیں۔ اور مجھے جب ان کی محبت حاصل ہے تو میں سیر پر خوش فکری پر رشک کیسے کر سکتا ہوں۔" اور آہستہ آہستہ اپنی مونچھوں پر ناؤ دیتا ہوا وہ بیڑے کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور کمرے میں بیٹھنے لگا۔ اس کی آنکھیں خاص طور سے تابندگی کے ساتھ چمک رہی تھیں اور اسے روح کی اس محکم پر سکون اور پرست حالت کا احساس ہو رہا تھا جو اس میں ہمیشہ اپنی صورت حال کو واضح طور سے سمجھ لینے کے بعد پیدا ہو جاتی تھی۔ سب کچھ دیسے ہی صاف اور روشن تھا جیسا پہلے کے دنوں کے حساب کتاب کے بعد ہوا کرتا تھا۔ اس نے داؤھی بنائی "ٹھنڈے پانی سے نہایا" کپڑے بدلے اور باہر آگیا۔

"میں تو جہیں لینے آیا تھا۔ آج تو تمہاری "دھلائی" بڑی دیر تک چلتی رہی" پیتر تکی نے کہا۔ "تو پھر" "ختم ہو گئی؟" "ختم ہو گئی" دروہشی نے صرف آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اور اپنی مونچھوں کو ایسی احتیاط سے ناؤ دیتے ہوئے کہا جیسے اس تنظیم و ترتیب کے بعد "جو اس نے اپنے امور میں یہ ایک تھی کوئی بھی جری اور تیز حرکت اسے درہم برہم کر سکتی ہو۔" "اس کے بعد تم ہمیشہ ایسے لگتے ہو جیسے گرم حمام سے نکل کر آ رہے ہو" پیتر تکی نے کہا۔ "میں گر - 7 کا کے ہاں سے آ رہا ہوں" (اس طرح وہ لوگ اپنے رجسٹر کمانڈر کا نام لیتے تھے) "وہاں تمہارا انتظار رہا ہے۔"

دروہشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا حالانکہ سوچ وہ کچھ اور ہی رہا تھا۔ "اچھا تو یہ موسیقی ان کے ہاں بچ رہی ہے؟" اس نے اپنے کانوں تک آتی ہوئی پولکا اور والتر کی دھنیں بجاتے ہوئے براس بیٹن کی جانی بچانی آواز سن کر کہا۔ "اور یہ جشن کس سلسلے میں ہے؟" "سیر پر خوش فکری آیا ہے۔"

"ارے!" دروہشی نے کہا "مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔" اس کی آنکھوں کی مسکراہٹ اور بھی روشن ہو گئی۔

جب ایک بار اس نے اپنے آپ ملے کر لیا کہ وہ اپنی محبت میں سبھی ہے اور اس پر اس نے اپنی جاہ و اکرام کی ہوس کو قربان کر دیا۔ کم سے کم اپنے لئے یہ رول اختیار کر لیا۔ "تو پھر دروہشی سیر پر خوش فکری سے کوئی حد نہ محسوس کر سکتا تھا اور نہ اسے اس بات کا صدمہ ہو سکتا تھا کہ وہ رجسٹ میں آیا تو سب سے پہلے اس کے پاس کیوں نہیں آیا۔ سیر پر خوش فکری بہت اچھا دوست تھا اور اس کے آنے سے وہ خوش تھا۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

رجسٹ کمانڈر دینن ایک بیڑے سے زمیندارانہ گھر میں رہتا تھا۔ سارے لوگ نیچے کی کشادہ باگھی پر جمع تھے۔ محسن میں دروہشی کی نظر جس چیز پر سب سے پہلے پڑی وہ گانے والوں کی ٹولی تھی جو وردی کے کوٹ پہنے دادا کے ایک پیسے کے پاس کھڑے تھے اور رجسٹ کمانڈر کا صحت مند پرست ڈیل تھا جسے افسران چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ باگھی کے پہلے زینے پر چلا گیا تھا اور بیٹن کی آواز سے "جو افریقین باغ کی کارٹیل بجا رہا تھا" اونچی آواز میں چلا کر ایک طرف کھڑے ہوئے سپاہیوں کو کچھ حکم دے رہا تھا اور ہاتھ سے اشارے کر رہا تھا۔ سپاہیوں کی ایک ٹولی "ایک کوارٹر شاہزادہ چند نوجوان افسران و دروہشی کے ساتھ ہی باگھی پر پہنچے۔ میز کے پاس واپس آکر رجسٹ کمانڈر نے ایک گلاس لیا اور پھر سے برساتی میں آگیا اور اس نے بلند آواز میں فوٹ تجویز کیا۔ "ہمارے سابق ساتھی اور بہادر جنرل پر لیس سیر پر خوش فکری کی صحت کا جام "ہررا!"

رجسٹ کمانڈر کے پیچھے پیچھے ہاتھ میں گلاس لئے مسکراتا ہوا سیر پر خوش فکری بھی نکل آیا۔ وہ بالکل اپنے سامنے کھڑے ہوئے کوارٹر شاہزادے مخاطب ہوا جو دوسری بار فوجی خدمت انجام دے رہا تھا اور لال کانوں والا جیلا آدمی تھا "یونہی اریکو" تم تو روز بروز اور جوان ہوتے جا رہے ہو۔"

دروہشی نے تین سال سے سیر پر خوش فکری کو نہ دیکھا تھا۔ وہ زیادہ ہنستے ہو گیا تھا اور اس نے اپنے گل مجھے بڑھائے تھے لیکن ویسی سڈول تھا اور وہ اتنا اپنی وجاہت کی بنا پر نمایاں نہیں لگتا تھا جتنا اپنی شفیق اور شریف صورت اور طور طریق کی بنا پر۔ دروہشی نے اس میں جو واحد تبدیلی دیکھی وہ ایک مستقل ہلکی ہلکی دھک تھی جو ان لوگوں کے چہروں پر ہوتی ہے جنہوں نے کامیابی حاصل کر لی ہوتی ہے اور جنہیں یقین ہوتا ہے کہ اس کامیابی کو ہر شخص تسلیم کرنا ہے۔ دروہشی اس دھک کو جانتا تھا اور اس نے سیر پر خوش فکری کے چہرے پر اسے فوراً دیکھ لیا۔ سیر پر خوش فکریوں سے اترتے ہوئے سیر پر خوش فکری نے دروہشی کو دیکھا۔ سیر پر خوش فکری کا چہرہ خوشی کی مسکراہٹ سے کھل اٹھا۔ اس نے سر کا اشارہ کر کے اپنا گلاس اٹھا کر دروہشی کو سلام کیا اور اس اشارے سے یہ دکھایا کہ اسے مجبوراً "پہلے کوارٹر شاہزادے کے پاس جانا پڑ رہا ہے جو تین کرکڑا ہوا گیا تھا اور بوسہ دینے کے لئے اپنے ہونٹوں کو تیار کر رہا تھا۔

"لو! وہ بھی آگیا!" رجسٹ کمانڈر نے ہکا کر کہا۔ "اور یا شہین نے مجھ سے کہا کہ تم پر اسی والا دورہ پڑا



ہے۔"

سیرپو خوشکونی نے بیالے کو ازراہ شکر کے ہم اور تازہ ہونٹوں کو لہو سے دیا اور دھال سے منہ پر چمچے ہوئے دروہی کے پاس آیا۔

"بڑی خوشی ہوئی مجھے!" اس نے دروہی سے ہاتھ ملاتے ہوئے اور اسے ایک طرف کو لے جاتے ہوئے کہا۔

رجنٹ کمانڈر نے ہکا کرکٹ شوٹس سے کہا "تم ان کا خیال رکھنا!" اور دروہی کی طرف اشارہ کر کے پیچھے ہٹا ہوا پاس چلا گیا۔

"کل تم رئیس کو رس میں کیوں نہیں آئے؟ میں نے سوچا تھا کہ وہیں تم سے ملاقات ہوگی" دروہی نے سیرپو خوشکونی کو اوپر سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"میں کیا تو تھا مگر میں۔" قصور وار ہوں "اس نے اضافہ کیا اور ایڈجسٹ سے مخاطب ہو کر بولا "سوائی کر کے میری طرف سے تقسیم کرنے کا حکم دیتے" قصور وار ہوں۔"

اور اس نے جلدی سے ہونے سے سو روپے کے تین ٹوٹ لٹالے اور اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔

"دروہی! کچھ کھانا چاہے ہو کہ جو؟" یا شوٹس نے پوچھا۔ "ارے سنو! ادھر کاؤنٹ کے لئے کھانے کو کچھ لاؤ! اور یہ لو پیٹنے کو۔"

رجنٹ کمانڈر کے ہاں جشن دیر تک جاری رہا۔

لوگوں نے خوب شراب پی۔ سیرپو خوشکونی کو اٹھا کر ہوا میں اچھالا اور لو کا گیا۔ پھر رجنٹ کمانڈر کو اچھالا گیا۔ پھر خود رجنٹ کمانڈر اور دیگر سختی لے گانے والوں کے سامنے ٹانج کیا۔ پھر رجنٹ کمانڈر جو کچھ ست پر گیا تھا، صحن میں ایک بچہ پر بیٹھ گیا اور یا شوٹس نے اس نے ثابت کرنا شروع کیا کہ بدشاہ پر روس کو برتری حاصل ہے، خاص طور سے سوار فوج کے حیلے میں "اور جشن ذرا دیر کو ہم پڑ گیا۔ سیرپو خوشکونی گھر کے اندر فوگٹ میں ہاتھ دھوئے گیا اور وہاں اسے دروہی مل گیا جو اپنے سر پر پانی کا تریزاں لٹا رہا تھا۔ اس نے اپنا دروہی کا کوٹ اتار دیا تھا اور بالوں سے ڈھکی ہوئی لال گردن کو ہاتھ دھونے کے برتن کی ٹوٹی کے پیچھے کے اسے اور سر کو ہاتھوں سے دھو رہا تھا۔ یہ شتم کر کے وہ سیرپو خوشکونی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں وہیں ایک چھوٹے سے صوفے پر بیٹھے تھے اور ان میں بات چیت ہونے لگی جو دونوں کے لئے بہت سی دلچسپ تھی۔

"مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ اپنی بیوی کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے" سیرپو خوشکونی نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم اس سے اکثر ملتے رہے۔"

"وہ داریا کی دوست ہیں اور پٹرس برگ میں بس یہی عورتیں ہیں جن سے مل کر خوشی ہوتی ہے" دروہی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مسکرایا وہ اس بات پر کہ پہلے ہی سے اس نے اس موضوع کا اندازہ لگ لیا تھا جس پر بات چیت ہونے والی تھی اور یہ اسے اچھا لگا۔

"بس یہی؟" سیرپو خوشکونی نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"اور مجھے بھی تمہارے بارے میں معلوم ہوتا رہا لیکن صرف تمہاری بیوی ہی کے ذریعے نہیں" دروہی نے چہرے پر ہنس کا اظہار کر کے اس کے کنارے کو روک دیا۔ "مجھے تمہاری کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی لیکن اس پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ میں تو اس سے زیادہ کی توقع کرتا تھا۔"

سیرپو خوشکونی مسکرایا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اپنے بارے میں یہ رائے اسے اچھی لگی اور وہ اس بات کو چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔

"میں اس کے برعکس، صاف اعتراف کرتا ہوں کہ اس سے کم کی توقع کر رہا تھا۔ لیکن میں خوش ہوں، بہت خوش۔ مجھے جاہد اگر ارام کی ہوس ہے، یہ میری کمزوری ہے اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے تم کو اگر کامیابی نہ حاصل ہوتی تو تم یہ اعتراف نہ کرتے" دروہی نے کہا۔

"نہیں میرے خیال میں ایسا نہیں ہے" سیرپو خوشکونی نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ اس کے بغیر زندگی بے معنی ہوتی لیکن بے کیف ضرور ہوتی۔ ظاہر ہے "اور ہو سکتا ہے میں غلطی کر رہا ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ مجھ میں سرگرمیوں کے اس دائرے کے لئے جس کام میں نے انتخاب کیا ہے، کچھ ملاحیت ہے اور اگر طاقت، وہ چاہے جیسی بھی ہو، میرے ہاتھ میں ہوگی تو بہتر ہوگا۔ بہت ان بہت سے لوگوں کے ہاتھ میں ہونے کے جن میں میں جانتا ہوں "سیرپو خوشکونی نے کامیابی کے دیکھے ہوئے احساس کے ساتھ کہا۔ "اور اسی لئے میں اس سے جتنا قریب تر آتا ہوں اتنا ہی زیادہ مجھے خوشی ہوتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارے لئے ایسا ہو لیکن سب کے لئے یہ صحیح نہیں ہے۔ میں بھی یہی سمجھتا تھا لیکن اب تو زندگی بسر کر رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ صرف اس کے لئے جیتنا بے معنی ہے" دروہی نے کہا۔

"لو دیکھ لو، یہ رہی!" سیرپو خوشکونی نے ہنسنے ہوئے کہا۔ "میں نے تو اس سے بات شروع کی تھی کہ میں نے تمہارے بارے میں سنا، تمہارے افکار کے بارے میں... ظاہر ہے کہ میں نے تمہارے فیصلے کی تائید کی۔ لیکن ہر چیز کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہارا عمل تو اچھا تھا لیکن تم نے اسے ایسے نہیں کیا جیسے کہ کرنا چاہتا تھا۔"

"جو ہو چکا تو ہو چکا" اور تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ کر چکا ہوں اس پر مجھتا نا کبھی نہیں اور پھر یہ کہ میں بہت مزے میں ہوں۔"

"مزے میں ہو۔۔۔ واقعی طور پر۔ لیکن تم اس پر مطمئن نہیں رہ سکتے۔ میں تمہارے بھائی کے بارے میں یہ نہ کہوں گا۔ وہ اچھا بچہ ہے، جیسے یہ ہے ہمارا میزبان۔ لو وہ رہا!" اس نے "ہررا" کا نعروں کر اضافہ کیا "اور وہ بہت خوش ہے۔ لیکن تم اس پر مطمئن نہیں رہ سکتے۔"

"میں یہ نہیں کہتا کہ اس سے میں مطمئن ہوں۔"

"اور صرف یہی ایک بات نہیں ہے۔ تم جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"کس کو؟"

"کس کو؟ معاشرے کو۔ روس کو لوگوں کی ضرورت ہے، پارٹی کی ضرورت ہے، نہیں تو سب کچھ چوٹ ہو رہا ہے اور چوٹ ہو جائے گا۔"

"یعنی کیا؟ روسی کیونٹنوں کے مقابلے میں ہر جینٹ کی پارٹی؟"

"نہیں" اس بات سے جھنجھلا کر کہ اس پر ایسی ہیرو قوتی کا شبہ کیا جاتا ہے، سیرپو خوشکونی نے توجہ دینا چاہتے ہوئے کہا۔ "تو سارے اونٹن بلاگ (16) جو بیٹھ رہی ہے اور رہے گی۔ کیونٹن کیس ہیں ہی نہیں۔ لیکن سازشی لوگوں کے لئے بیٹھ ضروری ہو تا ہے کہ کوئی نقصان دہ اور خطرناک پارٹی نہ لگے۔ یہ پرانی چیز ہے۔ نہیں "آزاد لوگوں کی" جیسے تم ہو اور میں ہوں "ایک طاقتور پارٹی کی ضرورت ہے۔"



”لیکن کس لئے؟“ وردھکی نے کئی لوگوں کے نام لئے جن کے ہاتھ میں طاقت تھی۔ ”لیکن یہ لوگ کیوں آزاد نہیں ہیں؟“

”صرف اس لئے کہ ان کے پاس آزادانہ حیثیت نہیں ہے یا پیدائش سے نہیں تھی، جائیداد نہیں تھی، ناموری نہیں تھی، سورج سے اتنی قربت نہیں تھی جس میں ہم نے جنم لیا ہے۔ انہیں خریدنا چاہتا تھا، راقم سے یا عتایات سے۔ اور اپنے عہدوں پر قائم رہنے کے لئے انہیں کوئی نہ کوئی رجحان گھڑنی پڑتی ہے۔ اور وہ کوئی نہ کوئی خیال یا رجحان پیش کرتے ہیں جس پر انہیں خودیقین نہیں ہوتا اور جو بدی کا باعث بنتا ہے۔ اور یہ سارا رجحان دراصل ہوتا ہے سرکاری مکان اور معین مخدوم حاصل کرنے کا ذریعہ۔ سیالے یا پالیسی فین کے سا (17) جب ان کے ہاتھ کے پتوں کو دیکھو تو۔ ہو سکتا ہے میں ان سے بھی براہوں، یہ توقف ہوں، حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ کیوں میں ان سے بدتر ہوں گا۔ لیکن مجھ میں اور تم میں ایک تو یقینی اہم برتری ہے۔ کہ ہمیں خریدنا زیادہ مشکل ہے۔ اور ایسے لوگوں کی ضرورت ہمیشہ سے کیس زیادہ ہے۔“

وردھکی بڑے غور سے سن رہا تھا لیکن اس کی توجہ کو اس کے الفاظ کے مافیہ نے اتنا زیادہ اپنے پر مرکوز نہیں رکھتا معاملے کی طرف سیر پو خہ قہقہوں کے روئے نے جو صاحبان اقتدار اور اختیار سے ٹکر لینے کی سوچ رہا تھا اور اس دنیا میں اس نے اپنی پسند اور بائند کا تعین کر لیا تھا جبکہ اس کے لئے فوجی ملازمت میں صرف اپنے اسکو اڈر کے مفادات تھے۔ وردھکی یہ بھی سمجھ گیا کہ سیر پو خہ قہقہوں اپنے ٹھٹھکی چیزوں کو سمجھنے کی صلاحیت کی بنا پر اپنی ذہانت اور جو ب ذہانی کی بنا پر جو اس ماحول میں اتنی کم نظر آتی ہے جس میں وہ رہتا تھا انتظامی طور پر سکتا تھا۔ اور اسے سیر پو خہ قہقہوں پر شک آیا چاہے اس کا ضمیر اس کی کتنی ہی ملامت کیوں نہ کرے۔

”پھر بھی اس کے لئے مجھ میں ایک سب سے خاص چیز کی کمی ہے“ اس نے جواب دیا ”طاقت کی خواہش نہیں ہے۔ پہلے تھی لیکن اب جاتی رہی۔“

”تم مجھے معاف کرنا لیکن یہ سچ نہیں ہے“ سیر پو خہ قہقہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”نہیں سچ ہے سچ کہہ رہا ہوں!۔ اب“ وردھکی نے بالکل سچی بات کہنے کے لئے اضافہ کیا۔  
”ہاں یہ سچ ہے کہ اب نہیں ہے یہ اور بات ہے، لیکن یہ اب ہمیشہ تو نہیں رہے گا۔“  
”شاید“ وردھکی نے جواب دیا۔

”تم کہتے ہو شاید“ سیر پو خہ قہقہوں نے اپنی بات جاری رکھی جیسے اس نے وردھکی کے خیالات کو مہذب لیا ہو ”اور میں تم سے کہتا ہوں یقیناً۔ اور اسی لئے میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم نے اس طرح عمل کیا جس طرح کرنا چاہتے تھا۔ اس کو میں سمجھتا ہوں لیکن اب تمہیں اسی پر ڈنٹ نہ رہنا چاہئے۔ میں تم سے صرف کارت بلالٹ (18) مانگتا ہوں۔ میں تمہاری سرپرستی نہیں کر رہا ہوں... حالانکہ میں تمہاری سرپرستی کیوں نہ کروں؟ تم نے کتنی بار میری سرپرستی کی ہے! میں امید کرتا ہوں کہ ہماری دوستی ان چیزوں سے بلند تر رہے گی۔ ہاں“ اس نے شفقت سے بالکل کسی عورت کی طرح، مسکراتے ہوئے اس سے کہا ”مجھے کارت بلالٹ دے دو، جنت کو چھوڑ دو اور میں ان دیکھ ان جانے طور پر تمہیں سمجھ لوں گا۔“

”مگر تم سمجھو اس بات کو کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے“ وردھکی نے کہا ”بس صرف یہ کہ سب کچھ جیسا ہے ویسا ہی رہے۔“

سیر پو خہ قہقہوں اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

”تم نے کہا سب کچھ جیسا ہے ویسا ہی رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ لیکن میری بات سنو: ہم ایک ہی عمر کے ہیں، ہو سکتا ہے تم نے مجھ سے زیادہ عورتوں کو جانا ہو“ سیر پو خہ قہقہوں کی مسکراہٹ اور اشارے نے بتادیا کہ وردھکی کو ذرے کی کوئی ضرورت نہیں کہ سیر پو خہ قہقہ کی شفقت و احتیاط کے ساتھ دھمتی رنگ کو ہاتھ لگائے گا۔ ”لیکن میں شادی شدہ ہوں اور تم یقیناً جانو کہ ایک اپنی بیوی کو جان کر (جیسا کہ کسی نے لکھا ہے) جس سے تم محبت کرتے ہو، تم ساری عورتوں کو اس سے زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہو جتنا بڑا درد عورتوں کو جان کر۔“

”ابھی آتے ہیں!“ وردھکی نے کمرے میں جوتا کتے ہوئے افسرے پکار کر کہا جو یہ کہنے آیا تھا کہ ان لوگوں کو رجسٹر کاغذ دیکھا رہے ہیں۔

وردھکی اب سیر پو خہ قہقہ کی بات آخر تک سننا اور جانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کتنا کیا ہے۔  
”اور یہ ہے تمہارے لئے میری رائے۔ عورت۔ کسی بھی شخص کی سرگرمی کی راہ میں رکاوٹ کا سب سے بڑا چٹھو ہوتی ہے۔ عورت سے محبت کرنا اور کچھ اور بھی کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے، سہولت سے بغیر رکاوٹ کے محبت کرنے کا۔ اور وہ ہے شادی۔ کس طرح، کس طرح میں تم سے کروں کہ میں کیا سوچتا ہوں“ سیر پو خہ قہقہ کی نے کہا جنہیں چھٹیپیس بہت پسند تھیں ”تمہو، تمہو! ہاں جیسے فائدہ (19) لے کر چلنا اور ساتھ ہی عورتوں سے کچھ کرتے رہنا اسی وقت ممکن ہے جب فائدہ دینے پر بندھا ہو۔ اور یہی شادی ہے۔ اور یہ میں نے محسوس کیا شادی کر کے۔ اچانک میرے ہاتھ خالی ہو گئے۔ لیکن شادی کے بغیر اس فائدہ کو اپنے پیچھے چھیننے پلٹنے میں ہاتھ اتنے بھرے ہوں گے کہ کچھ بھی کرنا ناممکن ہو گا۔ مزاحف کو گھو پوف کو دیکھو۔ ان لوگوں نے عورتوں کی خاطر اپنی ملازمتی زندگی تباہ کر لی۔“

”لیکن کیسی عورتوں کی خاطر!“ وردھکی نے فرانسیسی عورت اور ادکارہ کو یاد کر کے کہا جن سے ان دونوں شخصوں کا تعلق تھا۔

”معاشرے میں عورت کی حیثیت جتنی بھی ہو اتنی ہی برا ہے، زیادہ برا ہے۔ یہ تو ویسے ہی ہے جیسے صرف بوجھ کو ہاتھوں پر اٹھا کر چلنا ہی نہیں بلکہ اسے دوسرے سے چھیننا بھی۔“

”تم نے محبت کبھی کی ہی نہیں“ وردھکی نے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اور آنا کے بارے میں سوچتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اسے یاد رکھنا“ اور یہ بھی کہ عورتیں سب مردوں سے زیادہ مروت پسند ہوتی ہیں۔ ہم محبت کو کوئی بہت بڑی چیز بنا دیتے ہیں اور عورتیں ہمیشہ سچ آتی (20)۔“

”بس ابھی آتے ہیں ابھی!“ اس نے خندہ نگار سے کہا جو آخر آپا تھا لیکن خندہ نگار ان لوگوں کو پھر ملانے نہیں آیا تھا جیسا اس نے سمجھا تھا۔ خندہ نگار تو وردھکی کے لئے رقتہ لایا تھا۔

”آپ کے لئے ایک آدمی پر نس تو یہ رکال کے ہاں سے لایا ہے۔“

وردھکی نے خط کی مہر ڈالی اور اس کے گال سرخ ہو گئے۔

”میرے سر میں درد ہونے لگا۔ میں گھر جاؤں گا“ اس نے سیر پو خہ قہقہ کی سے کہا۔  
”اچھا تو الوداع۔ تو کارت بلالٹ دیتے ہو نہ؟“  
”بعد کو بات کریں گے“ میں تم کو پتیس رنگ میں ڈھونڈھ لوں گا۔“



پانچ بجے تھے اور اس خیال سے کہ وہ وقت پر پہنچ بھی جائے اور اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑوں پر نہ جائے جنہیں بھی جانتے تھے، وردھلی آکرا شوہن کی کرائے کی بھی پریشا اور اسے جتنا ممکن ہو تیز چلنے کا حکم دیا۔ کرائے کی یہ پرانی بھی چار لوگوں کے لئے تھی اور اس میں جگہ بہت تھی۔ وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا اور سامنے کی نشستوں پر پاؤں پھیلا کر سوچنے لگا۔

اس کے معاملات جس طرح صفائی کے ساتھ سلجھ گئے تھے اس کا ہمہ سہا احساس میرپور خوشکوی کی دوستی اور اس کی چالپسی کی ہمہ سی یادوں سے اسے ضروری محض شمار کر کے کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ متوقع ملاقات۔ سب چیزیں مل کر زندگی کے خوش آئندہ احساس کا عام تاثر بن گئیں۔ یہ احساس اتنا شدید تھا کہ وہ غیر ارادی طور پر مسکراتے لگا۔ اس نے اپنے پاؤں نشست پر سے ہٹائے اور ایک کے گھٹنے پر دو سرا پاؤں رکھ کر اسے ہاتھوں سے پکڑ کر بندلی کے اس بچے کو ٹٹول کر دیکھا جو دو ٹٹوں میں گرنے پر جھل گیا تھا اور پھر نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر کئی بار گہری گہری سانس لی۔

”اچھا ہے، بہت سی اچھا ہے!“ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اس کو پہلے بھی اپنے جسم کے مسرت بخش احساس کا تجربہ ہوا تھا لیکن پہلے بھی اس نے اپنے آپ سے ”اپنے جسم سے اتنی محبت نہ کی تھی جتنی اب کرنے لگا تھا۔ اسے طاقتور پاؤں میں یہ ہلکا سا درد محسوس کرنا اچھا لگتا تھا اور سانس لینے میں اپنے سینے کے اندر پھیلیں کی حرکت کا احساس بھی اچھا لگتا تھا۔ اگست کا وہی صاف اور سردوں جس نے آنا کو نامیدی اور بھاری کاناٹا شدید احساس دلایا تھا، وہی اس کو اتنا بیدار کن اور جیلا بنا دینے والا لگ رہا تھا اور اس کی گردن اور چہرے پر نازکی پیدا کر رہا تھا جو دھلنے کی وجہ سے اب تک چپ رہا تھا۔ اس کی مونچھوں سے بریلیا نین کی منک اس نازہ ہوا میں اسے خاص طور سے اچھی لگ رہی تھی۔ بیکھی کی کمڑی سے اسے جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ سب اس سرد صاف فضا میں ”دن دھلی“ اس زردی مائل روشنی میں دیے ہی نازہ، خوش و خرم اور طاقتور لگ رہا تھا جیسے وہ خود تھا۔ ڈھلتے ہوئے سورج کی کرنوں میں چمکتی ہوئی چھتیں، پاؤں اور عمارتوں کے کونے کے صاف نمایاں خطوط بھی اور کبھی کبھار ملنے والے راہ کیروں کے قد و قامت اور بگیاں بھی، پیڑوں اور گھاس کی سارکت، ہریالی اور آلو کے پودوں کی سیدھی سینڈوں والے کھیت بھی، اور مکاؤں کی ”پیڑوں“ جھاڑیوں اور آلو کے پودوں کی منڈیروں کی ترچھی ترچھی پرچمائیاں بھی۔ سب کچھ خوبصورت تھا جیسے کوئی بہت اچھی تصویر ہو جسے فنکار نے اچھی اچھی بنا کر ختم کیا ہو اور اس پر روشن بھیج دیا ہو۔

”تیز چلو“ اور تیز!“ اس نے کوچوان سے کہا اور سر کمڑی سے باہر کر کے اور تین روٹل کاناٹ نکال کر اس نے کوچوان کے ہاتھ میں تھما دیا جو ادھر مڑ کر دیکھنے لگا تھا۔ کوچوان کے ہاتھ نے بیکھی کی لالٹین کے پاس کچھ ٹٹولا، چابک سڑکانے کی آواز سنائی دی اور ہوا راہ راہ پر بیکھی تیزی سے دوڑنے لگی۔

”کچھ نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہئے سوائے اسی خوشی کے“ اس نے کمڑیوں کی درمیانی جگہ میں ٹھنکی بجانے کی ہاتھی دانت کی موٹھ کو دیکھتے ہوئے اور آنا کے اس روپ کا تصور کرتے ہوئے سوچا جس میں اس نے انہیں بچھلی بار دیکھا تھا۔ ”اور میں جتنا آگے بڑھتا جاتا ہوں اتنی ہی ان سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اور یہ آگیا وریدے کے سرکاری مضافاتی پچھلے کا باغ۔ اس وقت وہ کہاں ہیں؟ کہاں؟ کیسے؟ کس لئے انہوں نے یہاں ملے

کی جگہ مقرر کی اور بیٹھی کے خط میں کیوں لکھا؟“ یہ سب اس نے اب سوچنا شروع کیا لیکن اب سوچنے کا وقت ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے روش تک پہنچنے سے پہلے ہی کوچوان کو رکھنے کے لئے کہا اور گاڑی ابھی رکی بھی نہ تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر کود آیا اور مکان کی طرف جانے والی روش پر پیدل ہی چل پڑا۔ روش پر کوئی بھی نہ تھا۔ لیکن جب اس نے دائیں کو نظر ڈالی تو انہیں دیکھ لیا۔ ان کا چہرہ غائب سے ڈھکا ہوا تھا لیکن اس نے برسرِ آکھوں سے اس خاص چال کو جو صرف انہیں سے مخصوص تھی اور کندھوں کے اتار اور سر کے بالکین کو دیکھا اور جیسے بجلی کی لہری اس کے سارے بدن میں دوڑ گئی۔ اس نے ٹانگوں کی کانٹوں جیسی پھر تلی حرکت سے لے کر سانس لینے میں پھیپھڑوں کی حرکت تک خود اپنے وجود کو کوئی شدت کے ساتھ محسوس کیا اور پتہ نہیں کیسے اس کے ہونٹ پکپکاتے لگے۔

اس کے پاس آکر انہوں نے بڑی مضبوطی سے اس کے ہاتھ کو دبایا۔

”تم ناراض تو نہیں ہو کہ میں نے تمہیں بلایا؟ تم سے ملنا میرے لئے بہت ضروری تھا“ انہوں نے کہا اور ہونٹوں کے اس سنجیدہ اور تندرست ہنسنے سے جو اس نے ان کی غائب کے پچھ دیکھا فوراً اس کے دل کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی۔

”میں ناراض لیکن تمہارا آئیں کیسے؟ کدھر؟“

”کیا فرق پڑتا ہے؟“ انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ”چلو، تم سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔“

وہ یہ سمجھ گیا کہ کچھ ہو گیا ہے اور یہ ملاقات مسرت بخش نہ ہوگی۔ ان کی موجودگی میں اس کی اپنی مرضی رہ ہی نہ جاتی تھی۔ ان کی تشویش کی وجہ نہ جاننے کے باوجود وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ تشویش غیر ارادی طور پر خود اسے بھی ہوتی جا رہی ہے۔

”کیا؟ کون سی بات؟“ اس نے ہاتھ سے ان کی کمری کو دبایا تو ہوئے اور ان کے خیالات کو ان کے چہرے پر پڑنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ چند قدم چپ چاپ چلیں جیسے اپنے دل کو بہت دلا رہی ہوں، اور اچانک رک گئیں۔

”کل میں نے تمہیں بتایا نہیں“ انہوں نے تیز تیز اور گہری سانسیں لیتے ہوئے کہنا شروع کیا ”کہ ایکسٹریکٹسٹ روڈ کے ساتھ گھروا میں آتے ہوئے میں نے انہیں سب بتا دیا... کہہ دیا کہ میں ان کی بیوی نہیں رہ سکتی... اور سب کہہ دیا۔“

وہ سن رہا تھا، غیر ارادی طور پر اپنے پورے جسم کو ان کی طرف جھکانے ہوئے جیسے اس طرح وہ ان کی صورت حال کو ان کے لئے آسان تر بنانا چاہتا ہو۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے یہ کہا وہ یسے ہی وہ سیدھا ہو گیا اور اس کے چہرے پر غم اور تندی کا تاثر پیدا ہو گیا۔

”ہاں ہاں، یہ بہتر ہے، ہزار گنا بہتر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتنا تکلیف دہ رہا ہو گا“ اس نے کہا۔

لیکن انہوں نے اس کے الفاظ نہیں سنے، وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے خیالات پر بھری تھیں۔ وہ نہ جان سکتی تھیں کہ اس کے چہرے کے تاثر کا تعلق اس پہلے خیال سے تھا جو اس کے ذہن میں آیا تھا۔ کہ اب ڈوکل ناگزیر ہے۔ آنا کے ذہن میں ڈوکل کا خیال بھی آیا ہی نہ تھا اس لئے انہوں نے تندی کے اس گزراں تاثر کے معنی کچھ اور ہی سمجھے۔







سے کہا۔ ان کے اس احساس با قاعل نے انہیں دھوکا نہیں دیا تھا کہ سب کچھ پہلے ہی کی طرح رہے گا۔

”منگل کو میں پیٹرس برگ جاؤں گا اور سب کچھ طے ہو جائے گا۔“

”ہاں“ انہوں نے کہا ”لیکن اب ہم اس کی بات نہ کریں گے۔“

آنا کی بکھی ”جیسے انہوں نے واپس کر دیا تھا اور بعد کو دریائے ہارگ کے چھوٹے پھانگ پر آئے کو کہا تھا“ وہاں آگئی۔ آنا اس سے رخصت ہوئیں اور گھر چلی گئیں۔

23

پیر کو دوسری جون والے کیشن کا حسب معمول اجلاس تھا۔ الکساندر روویچ اجلاس کے ہال میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دستور کے مطابق کیشن کے ممبران اور صدر سے صاحب سلامت کی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور ان کاغذات پر ہاتھ رکھ لئے جو ان کے سامنے تیار کئے دھرے تھے۔ انہیں کاغذات میں وہ حوالے تھے جن کی انہیں ضرورت تھی اور اس بیان کا خلاصہ جو وہ دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ویسے اب انہیں حوالوں کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ انہیں سب یاد تھا اور اپنے ذہن میں وہ ان چیزوں کو دہرائے کی ضرورت بھی نہ سمجھتے تھے جو وہ کہیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ جب وقت آئے گا اور وہ اپنے سامنے اپنے مخالف کی صورت دیکھیں گے جو بے نیازی کا اظہار کرنے کی لا حاصل کو شش کر رہا ہو گا تو ان کی تقریر خود بخود اس سے بہتر انداز سے رواں ہو جائے گی جتنی وہ اب تیار کر سکتے تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کی تقریر کا فائدہ اتنا عظیم ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ یا معنی ہو گا۔ تب تک حسب معمول رپورٹ سننے میں انہوں نے بالکل ہی معمولی مسودہ سادی صورت بنائے رکھی۔ ان کی ابھری ہوئی رنگوں والے سفید ہاتھوں کو جس کی لمبی لمبی انگلیاں بڑی نرمی سے ان کے سامنے پڑے ہوئے سفید کاغذ کے درقوں کے دونوں سروں کو چھو رہی تھیں ”اور ان کے حلقے سے ایک طرف کو ہٹ گئے ہوئے سر کو دیکھ کر کوئی بھی یہ سوچ نہ سکتا تھا کہ بس ابھی ان کے منہ سے ایسی تقریر نکلے گی جو ایک بھیاک طوفان اٹھا دے گی“ ممبران کو چیتنے پر مجبور کر دے گی ”وہ ایک دوسرے کی بات کاٹنے لگیں گے اور صدر کو قلم و ضبط رکھنے کا مطالبہ کرنا پڑے گا۔ جب رپورٹ ختم ہو گئی تو الکساندر روویچ نے اپنی سینیں دھیمی آواز میں اطلاع دی کہ چھوٹی قومیتوں کی تنظیم کے امور کے متعلق وہ اپنے کچھ خیالات سے مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ سارے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ الکساندر روویچ نے کہا کہ اس تنظیم کو کھانا صاف کیا اور اپنے مخالف کی طرف دیکھے بغیر لیکن ”جیسا کہ تقریر کرتے وقت وہ پیش کرتے تھے“ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے پہلے آدمی کے چہرے کا انتخاب کر کے ”جو ایک چھوٹا سا مسلح پسند بڑا تھا اور کیشن میں کبھی اپنی رائے کا اظہار نہ کرتا تھا“ اپنے خیالات پیش کرنے شروع کئے۔ بات جب بنیادی اور ترکیبی قانون تک پہنچی تو مخالف اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ استریوف بھی کیشن کے ممبر تھے اور ڈبک انہیں بھی لگا تھا اس لئے انہوں نے بھی صفائی دینی شروع کی۔ اور اجلاس بالعموم طوفانی ہو گیا۔ لیکن الکساندر روویچ کی جیت ہوئی اور ان کی تجویز منظور کر لی گئی۔ تین دنوں کی کیشن مقرر کئے گئے اور اگلے دن پیٹرس برگ کے ایک معروف ملے میں بس اسی اجلاس ہی کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ الکساندر روویچ کی کامیابی اس سے بھی زیادہ تھی جتنی

اکلی صبح کو ”منگل کے دن“ الکساندر روویچ کی جب آنکھ کھلی تو انہوں نے طمانیت اور خوشی کے

ساتھ کل کی فتح کو یاد کیا اور جب ان کے گلے کے منہ میں ان کی خوشامد کرنے کی خواہش کے تحت انہیں کیشن میں جو کچھ ہوا تھا ان افواہوں کے بارے میں بتایا جو اس تک پہنچی تھیں تو وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ حالانکہ چاہتے تو یہ تھے کہ بے نیاز لگیں۔

وہ گلے کے منہ میں ساتھ مصروف ہو گئے اور بالکل ہی بھول گئے کہ آج منگل تھا جو انہوں نے آنا اور کاڈیٹا کی واپسی کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور جب خدمت گار نے آکر ان کے کپڑے کی اطلاع دی تو الکساندر روویچ کو حیرت ہوئی اور نا خوشگوار ی کا شدید احساس ہوا۔

آنا صبح سویرے ہی پیٹرس برگ پہنچ گئیں۔ ان کے لئے ان کے تار کے مطابق بھیجی گئی تھی اور اس لئے ان کے کپڑے کے بارے میں الکساندر روویچ کو معلوم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن جب وہ پانچویں تو انہوں نے ان کا استقبال نہیں کیا۔ آنا کو بتایا گیا کہ ابھی تک وہ اپنے کمرے سے نہیں نکلے ہیں اور گلے کے منہ میں ساتھ مصروف ہیں۔ آنا نے حکم دیا کہ شوہر کو خبر کر دی جائے کہ وہ آگئی ہیں۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں اور اپنی چیزیں کھولنے رکھنے لگیں اور انتظار کرنے لگیں کہ ان کے شوہر آئیں۔ لیکن ایک گھنٹہ گزر گیا اور وہ نہیں آئے۔ وہ کچھ انتظامات کرنے کے بہانے سے کھانے کے کمرے میں گئیں اور جان بوجھ کر انہوں نے اونچی آواز میں باتیں کیں اس توقع میں کہ ان کے شوہر یہاں آجائیں گے۔ لیکن وہ یہاں بھی نہیں آئے حالانکہ آنا نے سنا کہ وہ منہ میں کچھ پوچھنے اپنے کمرے کے دروازے تک آئے۔ وہ جانتی تھیں کہ الکساندر روویچ اپنے معمول کے مطابق جلد ہی دفتر پہلے جائیں گے اور وہ اس سے پہلے ان سے مل لینا چاہتی تھیں تاکہ ان کے تعلقات متعین ہو جائیں۔

وہ ڈرائنگ روم کو پار کر کے پر عزم طریقے سے ان کے پاس چلیں۔ جب وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ اپنی سرکاری وردی پہنے ہوئے بٹھا ہر جانے کے لئے تیار چھوٹی میز کے پاس بیٹھے اس پر کھیناں نکالے تھے۔ آنا نے انداز میں سامنے تک رہے تھے۔ وہ آنا کو نہیں دیکھ پائے تھے کہ آنا نے انہیں دیکھ لیا اور سمجھ گئیں کہ وہ انہیں کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

آنا کو دیکھ کر انہوں نے اٹھنا چاہا پھر انہوں نے اس خیال کو ترک کر دیا اور ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جو آنا نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا ”اور وہ جلدی سے اٹھ کر اور ان سے آنکھیں چار کر کے نہیں بلکہ اس سے اوپر ان کی پیشانی اور بالوں کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف بڑھے۔ وہ ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے بیٹھے تو کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ آگئیں“ انہوں نے آنا کے پاس بیٹھے ہوئے کہا اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن گڑبڑا گئے۔ کئی بار انہوں نے بات شروع کرنی چاہی لیکن رک گئے۔ باوجود اس کے کہ اس ملاقات کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے میں آنا نے ان سے حقارت کرنے اور ان کو الزام دینے کا ارادہ کر لیا تھا ”اب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان سے کیا کہیں اور انہیں اب شوہر پر ترس آ رہا تھا۔ چنانچہ نہ موٹی خاصی دیر تک طاری رہی۔ الکساندر روویچ نے کہا ”ریوٹا ٹھیک ہے؟“ اور جواب کا انتظار کئے بغیر اضافہ کیا ”میں آج شام کو کھانا کھائے نہیں کھاؤں گا اور ابھی مجھے جانا ہے۔“

”میں اسکو چلی جانا چاہتی تھی“ آنا نے کہا۔

”نہیں“ آپ نے بہت ہی اچھا کیا کہ آگئیں“ الکساندر روویچ نے کہا اور پھر چپ ہو گئے۔

یہ دیکھ کر کہ بات شروع کرنا شوہر کے بس میں نہیں ہے ”انہوں نے خودی شروع کیا۔



۱۱ لکسینڈ رووچ "آنانے ان کی طرف دیکھتے ہوئے اور اپنے بالوں پر بندھی ان کی ہنسی کی وجہ سے بھی نگاہیں نیچی کئے بغیر کہا "میں بزم عورت ہوں میں بری عورت ہوں لیکن میں وہی ہوں جو حق میں جو میں نے آپ سے تب کہا تھا اور میں آپ سے یہی کہنے آئی ہوں کہ میں کسی چیز میں بھی تبدیلی نہیں کر سکتی۔"

"میں نے اس کے بارے میں آپ سے پوچھا ہی نہیں" انہوں نے پر عزم طریقے سے اور ان کی آنکھوں میں حقارت آمیز آنکھیں ڈال کر کہا "یہ تو میں نے فرض کر لیا تھا۔" قصے کے زیر اثر ہلکا ہر وہ پوری طرح پھراہنی ملا جیتوں کے مالک ہو گئے تھے۔ "لیکن جیسا کہ تب میں نے آپ سے کہا تھا اور آپ کو لکھا تھا" انہوں نے تیز صہن آواز میں کہنا شروع کیا "میں اس وقت بھی وہ ہر راہ ہوں کہ اس کے بارے میں جاننا میرے لئے ضروری نہیں ہے۔ میں اس کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ ساری بیویاں اتنی ٹیک نہیں ہوتیں جتنی آپ ہیں مگر اپنے شوہر کو ایسی خوشگوار خبر دینے میں اتنی جلدی کریں" انہوں نے لفظ "خوشگوار" پر خاص طور سے زور دیا۔ "میں اس وقت تک اسے نظر انداز کرتا رہوں گا جب تک معاشرے کو اس کے بارے میں نہ معلوم ہو جب تک میرے نام کو نشانہ لگے۔ اور اس لئے میں آپ کو صرف اس بات سے خبردار کرتا ہوں کہ ہمارے تعلقات ویسے ہی ہونے چاہئیں جیسے وہ ہمیشہ تھے اور صرف اسی صورت میں مگر اگر آپ نے خود کو مشتبہ بنایا "میں اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کے اقدامات کرنے پر مجبور ہوں گا۔"

"لیکن ہمارے تعلقات ویسے ہی نہیں سکتے جیسے ہمیشہ تھے" آنانے سہی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے جھنجھنی ہوئی آواز میں کہا۔

جب انہوں نے شوہر کے ان بر سکون حرکات و سکنات کو پھر سے دیکھا، بچوں کی سی صہن اور تیز مذاق اڑانے والی آواز پھر سے سنی تو ان سے تافرنے پہلے والے ترس کو ختم کر دیا اور حالانکہ انہیں ڈر لگ رہا تھا لیکن چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ اپنی حالت کو واضح کر دینا چاہتی تھیں۔

"میں آپ کی بیوی تو نہیں رہ سکتی جبکہ میں..." انہوں نے کہنا شروع کیا۔

وہ ہنسنے اور ان کی ہنسی میں بدی اور سرد مری تھی۔

"آپ نے جس قسم کی زندگی کا انتخاب اپنے لئے کیا ہے اس کا کس آپ کی سمجھ پر بھی ضرور پڑا ہے۔

میں اس قدر عزت کرتا ہوں یا حقارت کرتا ہوں "دونوں... میں آپ کے ماضی کی عزت کرتا ہوں اور حال سے حقارت کرتا ہوں... کہ میرے الفاظ میں دور دور بھی وہ معنی نہیں تھے جو آپ نے انہیں پڑتا ہے۔"

آنانے ہنسنی ساٹھس بھری اور سر جھکا لیا۔

"پھر بھی میں یہ نہیں سمجھتا کہ اتنی آزادی برتنے کے بعد بھی جتنی آپ نے برتی اور اپنے شوہر کو براہ

راست اپنی بے وفائی سے مطلع کر دیا اور اس کو کسی طرح قابل ملامت نہیں سمجھا "ایسا لگتا ہے کہ آپ شوہر کے سلسلے میں بیوی کے فرائض ادا کرنے کو قابل ملامت سمجھتی ہیں؟"

۱۱ لکسینڈ رووچ "آپ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ میں یہاں اس شخص سے نہ ملوں اور آپ خود کو اس طرح لئے دیئے رہیں کہ نہ معاشرے کو نہ نوکروں کو آپ پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے... کہ آپ اس سے نہ ملیں۔ لگتا ہے کہ یہ بہت زیادہ نہیں ہے۔ اور اس کے عوض میں آپ ایک باعزت عورت کے سارے حقوق سے قانہ افتا کیس کی "اس کے فرائض ادا کئے بغیر۔ بس اتنا ہی مجھے آپ سے کہنا ہے۔ اب میرے جانے کا وقت ہو گیا۔ کھانا میں گھر پر نہیں

کھاؤں گا۔"

وہ کھڑے ہو گئے اور دروازے کی طرف چلے۔ آنا بھی کھڑی ہو گئیں۔ ۱۱ لکسینڈ رووچ نے بغیر کچھ کے ہوئے سر جھکا کر تعظیم کی اور انہیں آگے جانے دیا۔

24

لیون نے جو رات کھاس کے ڈھیر بر سر کی تھی وہ اس کے لئے رائیگاں نہیں مگی۔ جس طرح وہ اپنی بھتیجی باڈی چلا رہا تھا اس سے اس کا جی پھر گیا اور اس کی ساری دلچسپی ختم ہو گئی۔ بہت سی عمدہ فصل کے باوجود بھی اتنی ناکامیاں نہیں ہوتی تھیں اور نہ اس کے اور کسانوں کے درمیان تعلقات اتنے معاندانہ ہوئے تھے جتنے اس سال "یا کم سے کم اسے لگتا بھی تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اور ان ناکامیوں اور معاندت کا سبب اب اس کی سمجھ میں ابھی طرح آ گیا تھا۔ خود کام میں وہ جو دلکشی محسوس کرتا تھا اور اس کے نتیجے میں کسانوں سے حاصل ہونے والی قربت "وہ رشک جو اسے ان پر اور ان کی زندگی پر آتا تھا "اس زندگی کو اختیار کر لینے کی خواہش "جو اس رات کو خواب نہیں رہی تھی بلکہ ایک ارادہ بن چکی تھی جس کی تکمیل کی تھیلیات کے بارے میں اس نے سوچ لیا تھا۔ ان ساری چیزوں نے بھتیجی باڈی کے بارے میں اس کے نظر کو اتنا بدل دیا کہ اس سے اب وہ پہلی جیسی دلچسپی سے ہی نہ سکتا تھا اور مزدوروں کے ساتھ اپنے ان ناخوشگوار تعلقات کو دیکھتے بغیر وہی نہ سکتا تھا جو سارے معاملے کی بنیاد تھے۔ پادابھی بہتر نسل کی گایوں کا روٹ "ساری کھاد دی ہوئی اور جتنی ہوئی زمین "نو ہوا رکھت جن کے چاروں طرف بید بختوں کی باؤھ لگی تھی "کافی کمرائی تک کھاد ڈالی ہوئی نوے و سیاتین زمین "بولنے کی کلیں وغیرہ۔ یہ بہت ہی اچھا ہوتا اگر اس نے خود کیا ہو یا ایسے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہو تا جو اس سے ہمدردی رکھنے والے لوگ ہوتے۔ لیکن اب وہ صاف دیکھ رہا تھا (زراعت کے بارے میں اپنی کتاب پر کام کر کے "جس کے مطابق زراعت کا خاص عنصر کام کرنے والے کو ہونا چاہئے" یہ سمجھنے میں اسے بہت مدد ملی) کہ بھتیجی باڈی "جس طرح وہ چلا رہا تھا، محض ایک شدید اور تلخ جدوجہد تھی اس کے اور کام کرنے والوں کے درمیان "جس میں ایک طرف "اس کی طرف تو یہ مستقل اور تازہ بھری کوشش و کاوش تھی کہ ہر چیز کو بدل کر اس طرح کی کر دے جس کو بہتر سمجھتا ہے "لیکن دوسری طرف چیزوں کا قدرتی رنگ ڈھنگ تھا۔ اور اس جدوجہد میں اس نے دیکھا تھا کہ اس کی طرف سے انتہائی تازہ بھری قوت صرف کرنے اور دوسری طرف سے کسی کوشش بلکہ اس کی نیت تک نہ ہونے کی وجہ سے حاصل یہ ہوتا تھا کہ زراعت کسی کے قانکے کے مطابق بھی نہ ہوتی تھی اور بہت ہی اچھا سا زوسامان "بہت ہی اچھے موٹیں اور زمین بالکل بیکاری خراب ہوتے۔ خاص چیز یہ تھی کہ اس کام میں لگائی جانے والی توانائی نہ صرف یہ کہ بالکل مفت میں برپا ہوتی تھی بلکہ اب جبکہ اس کے لئے اس کی بھتیجی باڈی کا منہم بالکل واضح ہو گیا تھا تو وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا کہ اس کی توانائی کے صرف کا مقصد ہی بالکل بچہ تھا۔ دراصل "جدوجہد کس چیز کے لئے تھی؟ وہ اپنی ایک ایک کوڑی کے لئے لڑتا تھا (اور لڑے بغیر نہ رہ سکتا تھا اس لئے کہ وہ اپنی توانائی کے زور کو ذرا کم کر دیتا تو اس کے پاس اتنی رقم بھی نہ ہوتی کہ وہ کام کرنے والوں کی مزدوری چکا سکے) اور وہ لوگ صرف اس لئے لڑتے تھے کہ وہ زمین سے اور مڑے سے کام کر سکیں جیسے کرنے کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ اس کے مفاد میں تو یہ تھا کہ ہر مزدور جہاں تک ہو سکے زیادہ کام کرے اور ایسا کرنے میں دھیان لگائے اور کوشش کرے کہ جیلیاں گھوڑے سے چلائے جانے والے پانچے اور اناج



اس بات نے کہ اس نے خواستگاری کی تھی اور کیٹی نے اسے ٹھکرایا تھا، اس کے اور کیٹی کے درمیان ایک ناقابل عبور رکاوٹ پیدا کر دی تھی۔ "میں اب صرف اس لئے تو ان سے اپنی بیوی بننے کی درخواست نہیں کر سکتا کہ وہ اس کی بیوی نہیں بن سکتیں جس کی بیٹا چاہتی تھیں" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اس خیال نے اسے کیٹی کی طرف سے بالکل سرد اور معاندانہ بنادیا۔ "ان کو قصور وار سمجھے بغیر ان سے بات کرنا، فیسے کے بغیر انہیں دیکھنا میرے بس ہی میں نہیں ہو گا اور وہ مجھ سے اور زیادہ نفرت کرنے لگیں گی جیسا کہ وہ ہنسی چاہئے۔ اور پھر مجھ سے جو کچھ داریا الکساندر روٹا نے بتایا ہے اس کے بعد میں کیسے ان لوگوں کے ہاں جا سکتا ہوں؟ کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے کہ میں یہ نہ ظاہر کروں کہ جو کچھ انہوں نے بتایا ہے وہ میں جانتا ہوں؟ اور میں وہاں پہنچوں بڑی دریا دلی کے ساتھ؟ انہیں معاف کر دینے اور ان سے شفقت کے ساتھ پیش آنے کے لئے۔ میں ان کے سامنے جا کر معاف کر دینے والے اور انہیں اپنی محبت عطا کرنے والے کارول ادا کروں! مجھ سے داریا الکساندر روٹا نے یہ بتایا کیوں؟ ہو سکتا تھا اتفاقاً؟ میری ان کی ملاقات ہو جاتی اور تب سب کچھ خود بخود ہی جاتا لیکن اب تو یہ ناممکن ہے، ناممکن ہے!"

داریا الکساندر روٹا نے اسے ایک رقعہ بھیجا تھا جس میں اس سے کیٹی کے لئے زبانی ذہن مانگی تھی۔ انہوں نے اسے لکھا تھا "مجھے لوگوں نے بتایا کہ آپ کے پاس ذہن ہے۔ مجھے امید ہے کہ اسے لے کر آپ خود ہی آئیں گے۔"

اور یہ وہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ کیسے ایک ذہن اور سلیقہ مند عورت خود اپنی بہن کی یوں توہین کر سکتی تھی! اس نے دسویں رقعے لکھے اور سب کو بھاڑ ڈالا اور ذہن بغیر کسی جواب ہی کے بھجوا دی۔ یہ لکھنا ناممکن تھا کہ وہ کسی دن آئے گا اس لئے کہ وہ جا تو سکتا نہیں تھا۔ اور یہ لکھنا کہ وہ نہیں آسکتا اس لئے کہ اسے فرصت نہیں یا وہ کہیں جا رہا ہے، اس سے بھی بدتر ہوتا۔ اس نے جواب کے بغیر ذہن بھجوا دی اور اس احساس کے ساتھ کہ اس نے کچھ شرمناک حرکت کی ہے، دوسرے دن وہ کھیتی باڑی کے سارے ناپسندیدہ کاموں کو بخار کے سپرد کر کے ایک دور کی تحصیل میں اپنے دوست سویا وٹسکی کے پاس چلا گیا جس کے پردوس میں دلدل تھی جہاں چاہی کا بڑا اچھا شکار ہوتا تھا۔ سویا وٹسکی نے تھوڑے ہی دنوں پہلے اسے لکھا تھا اور درخواست کی تھی کہ وہ اس کے ہاں آنے کا اپنا پرانا وعدہ پورا کرے۔ سو روٹسکی تحصیل میں چابیوں والی دلدل پر شکار کے لئے جانے کا جی بہت چاہتا تھا لیکن لیون کھیتی باڑی کے کاموں کی وجہ سے اس سفر کو ٹالتا رہا۔ اب وہ اس بات سے خوش تھا کہ شیریا کسکی خاندان کے پردوس سے بھی چلا جائے گا اور سب سے خاص بات یہ تھی کہ کھیتی باڑی سے دور شکار پر جانے گا جو ہرگز نہ غم میں بیٹھ اس کے لئے بہترین تسکین فراہم کرے گا۔

## 25

سو روٹسکی اویز میں ریلوے لائن تھی نہ گھوڑوں کی ڈاک چوکی۔ لیون اپنی ہی گاڑی اور گھوڑے لے گیا۔

آدھے راستے پر وہ گھوڑوں کو چار اپنی دینے کے لئے ایک مالدار کسان کے ہاں رکا۔ کنبے بٹے کنبے بڑھے نے چھانک کھولا جس کی سرخی مائل داڑھی بڑی چست تھی اور گالوں کے پاس سفید ہو چلی تھی۔ تینوں گھوڑوں کو اندر آتے دینے کے لئے وہ چھانک کے ستون سے بالکل چپک کر لگ گیا۔ کوچان کو ایک بڑے سے صاف

گاہنے کی مٹی نہیں نہیں اور وہ جو کام کرے اسے سوچ سمجھ کر کرے۔ کام کرنے والوں کا جی چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے مزے سے آرام کر کر کے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بغیر حیاں لگائے اور لا پرواہی سے سوچے سمجھے بغیر کام کریں۔ اب کے گرمیوں میں لیون نے قدم قدم پر اس بات کو دیکھا۔ اس نے کلور گھاس کاٹنے کے لئے لوگوں کو بھیجا، سب سے خراب قطعہ چھانٹ کر جن میں بھاڑ بھکا ڈبٹ تھا اور جو حج کے لئے بیمار تھی اور ہر بار ان لوگوں نے وہ گھاس کاٹی جو حج کے لئے سب سے اچھی تھی اور اپنے جواز میں یہ لکھا کہ بخار تھی حکم دیا تھا اور اسے یہ کہہ کر تسکین دی کہ یہاں کی سوکھی گھاس بہت ہی عمدہ ہوگی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان قطعوں کی گھاس کاٹنا آسان تھا۔ اس نے کئی گھاس کو پھیلانے کھائے کی مشین بھیجی اور اسے ان لوگوں نے پہلی ہی غیوں میں توڑ دیا اس لئے کہ کسان کو یہ اچھا نہیں لگا کہ وہ سامنے سیٹ پر بیٹھا ہے اور اس کے سر کے اوپر بچک پلٹے رہیں۔ اور اس سے کہا گیا کہ "آپ بالکل پریشان نہ ہوں، محروم تیں ساری گھاس بڑی تیزی سے پھیلا کر سکھا دیں گی۔" ملی بالکل بخار ثابت ہوئے اس لئے کہ مل چلائے والوں کو یہ خیال ہی نہیں آیا کہ مل کی افشانی ہوئی چھائی کو نکال کر دیں اور انہوں نے گھوڑوں کو بھجور لیا کہ پورا زور کر کے مل کو زمین میں دھنے دھنے موڑیں اور زمین کو بھی خراب کریں۔ اور اس سے ان لوگوں نے یہی کہا کہ آپ گھبراہٹیں نہیں۔ گھوڑوں کو کیوسوں میں کھس جائے دیا گیا اس لئے کہ کوئی بھی آدمی رات کو پہرہ دینے پر تیار نہ تھا اور منع کرنے کے باوجود ان لوگوں نے باری باری سپردہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ وانکا سارا دن محنت کرنے کے بعد سو گیا اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے اس نے کہا "آپ جو چاہیں سزا دیں۔" اس کی تین سب سے اچھی چھڑیاں زیادہ کھانے کی وجہ سے سرگھس اس لئے کہ ان کے لئے پانی کا بندوبست کئے بغیر اس قطعہ میں پھوڑا کیا جہاں کلور گھاس کاٹی گئی تھی اور کسی طرح یہ ماننا ہی نہ چاہتے تھے کہ کلور سے ان کے پیٹ پھول گئے تھے بلکہ اسے تسکین دینے کے لئے ان لوگوں نے بتایا کہ کیسے ایک پڑوسی کے توہین دن میں ایک سو بارہ راس موٹی ٹکف ہو گئے۔ یہ سب اس لئے نہیں ہوتا تھا کہ کوئی لیون کے ساتھ یا اس کی کھیتی باڑی کے ساتھ بدی کرنا چاہتا تھا۔ اس کے برعکس وہ جانتا تھا کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں، اس کو سپردہ سادہ زمیندار سمجھتے ہیں (جو سب سے بڑی تعریف تھی) بلکہ یہ سب صرف اس لئے ہوتا تھا کہ وہ لوگ کسی خوشی اور بغیر سوچے سمجھے کام کرنا چاہتے تھے اور اس کے مفادات ان لوگوں کے لئے نہ صرف مغاڑ اور ناقابل فہم تھے بلکہ ان کے امتیازاتی حق بجانب مفادات کے ازلی طور پر خلاف تھے۔ لیون ایک مدت سے کھیتی باڑی سے اپنے تعلق کی طرف سے بے اطمینانی محسوس کرتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی ناؤ میں پانی آ رہا ہے لیکن اس نے سوراخ کو تلاش نہیں کیا اور وہ اسے نہیں ملا۔ ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر خود کو دھوکا دیا ہو لیکن اب وہ اور زیادہ خود کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔ جس طرح وہ کھیتی باڑی کو چلا رہا تھا وہ اس کے لئے نہ صرف یہ کہ دلچسپ نہیں رہ گئی بلکہ اس سے اس کا جی پھر گیا اور اب اور زیادہ وہ اس میں مصروف نہیں رہ سکتا تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی اضافہ ہو گیا اس سے صرف تیس درست کے فاصلے پر کیٹی شیریا کسکی کی موجودگی کا جس سے وہ ملنا چاہتا تھا لیکن اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ جب وہ داریا الکساندر روٹا کو ملنا چاہتا تھا تو انہوں نے اس سے آنے کو کہا تھا "اس لئے آنے کو کہ وہ از سر نو ان کی بہن سے خواستگاری کرے جو، جیسا کہ انہوں نے اسے محسوس کرایا تھا، اب اسے قبول کر لیں گی۔ خود لیون بھی کیٹی شیریا کسکی کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ اب بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ لیکن وہ جانتے ہوئے کہ کیٹی وہاں ہے، البتہ کسکی کے ہاں نہیں جا سکتا تھا۔



ستھرے سنے سخن میں جس میں چلے ہوئے مل رکھے تھے، سانبان کے نیچے جگہ دکھا کر بڑھے نے لیون کو گھر میں چلنے کے لئے کہا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ایک نوجوان عورت ننگے پاؤں پر پاپوش چڑھائے جھلی ہوئی سٹے باہری کمرے میں فرش کو پونچھا کر رہی تھی۔ لیون کے پیچھے پیچھے آتی ہوئی کھیتا سے وہ ڈرنگی اور چچی بڑی عین جب اسے پتہ چلا کہ کھیتا نہیں کاٹنے کی تو اپنے ڈر پر وہ خودی فوراً اپنے لگی۔ آستین چڑھی ہانڈ سے لیون کو اندر جانے کا دروازہ دکھاتے ہوئے وہ پھر تک گئی اور اس نے اپنا خوبصورت چہرہ چھپا لیا اور پونچھا لگانا جاری رکھا۔

"کیا سارا دروازہ لایا جائے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں، مہربانی ہوگی۔"

اندرونی کمرہ بہت بڑا تھا جس میں ایک ہالینڈی خور تھا اور بیچ میں کڑی کی دیوار تھی۔ مقدس شہیوں کے نیچے ایک میز تھی جس پر رنگے سے نقش و نگار بنے تھے "ایک بیچ تھی اور دو کرسیاں تھیں۔ دروازے کے پاس ہی برتنوں کی ایک الماری تھی۔ کمرہ کیوں کے پتہ بند تھے نکلیاں بہت کم تھیں اور اتنی صفائی تھی کہ لیون کو یہ گھر ہو گئی کہ لاسکا جو راستے بھردوٹی اور چہنوں میں نہائی تسزنی آتی تھی "فرش کو کندہ نہ کر دے اور اس نے دروازے کے پاس کوٹنے میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے اس سے پوچھنے کو کہا۔ اندرونی کمرے پر نظر ڈال کر لیون پچھلے سخن میں کھل گیا۔ پاپوش والی قبول صورت نوجوان عورت اس کے آگے آگے ہنگلی سے ہلکتی خالی بائیں کو اپنا کتائی ہوئی پانی لانے کے لئے کتوں کی طرف بھاگی جاری تھی۔

"جلدی کرنا" بڑھے نے اس کو دیکھ کر اپنی آواز میں خوش دلی سے کہا اور لیون کے پاس آیا۔ "تو سرکار، نکولائی ابو انودج سویا ٹسکی کے ہاں جا رہے ہیں؟ وہ بھی ہمارے ہی ہاں رکھتے ہیں" اس نے بات توئی انداز میں شروع کیا اور اپنی کتیاں برساتی کے ننگے پر نکلیں۔

بڑھا سویا ٹسکی سے اپنی واقفیت کے بارے میں بتا رہا تھا کہ چھانک پھر سے چڑھائے اور مزدور مل اور سرادون لئے ہوئے کھیت سے آگئے۔ ہلوں اور سرادوں میں جتے ہوئے گھوڑے مضبوط اور خوب کھائے پئے ہوئے تھے۔ دو نوجوان مزدور جو بٹھا ہر گھری کے لگ رہے تھے چیمٹ کی قمیص پہنے اور ٹوہیاں لگائے تھے اور باقی دو کرائے کے مزدور تھے "ان میں ایک بوڑھا تھا اور ایک لڑکا۔ وہ دونوں گھریلو کپڑوں کی قمیص پہنے تھے۔ بڑھا برساتی سے چل کر گھوڑوں کے پاس پہنچ گیا اور ان کے ساج کھولنے لگا۔

"یہ لوگ کیا جوت رہے ہیں؟"

"آلو کی کھدائی کر رہے ہیں۔ توڑی سی زمین ہم بھی لگان پر لے رہے ہیں۔ فیودت ہمہ دیا کو مت جوتا اس کو چڑھی پر لے جاؤ دوسرے کو جوت دیں گے۔"

"تو بڑھا میں نے ہلوں کے لیے جو چھایاں لینے کو کسی قمیص وہ آگئیں کیا؟" ایک لمبے سے قد کے صحت مند نوجوان نے پوچھا جو بڑھے کا بیٹا لگ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ اٹلی گاڑی میں ہیں" بوڑھے نے لگام اتار کر اسے گول گول لینے اور زمین پر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تک یہ لوگ کھارے ہیں تم انہیں چڑھاؤ۔"

قبول صورت نوجوان عورت بھری بائیاں لئے ہوئے باہری کمرے میں سے گزری۔ ہنگلی سے اس کا کندھا جا رہا تھا۔ کہیں سے اور عورتیں نمودار ہو گئیں۔ نوجوان خوبصورت "امیزارو یوڈمی بدھل" بچوں سمیت اور بن بچوں کے۔

ساوا کی چچی میں سٹی سی بیچتے لگی۔ مزدور اور گھر کے لوگ گھوڑوں کو چار پانی دے کر کھانے چلے گئے۔ لیون اپنی گاڑی میں سے اپنا زور راہ لایا اور اس نے اپنے ساتھ چائے پینے کے لئے بڑھے کو مدعو کیا۔

"چائے تو آج ہم لپی پکے" بڑھے نے کہا۔ بٹھا ہراس کو اس دعوت سے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ "خیر ساتھ کے لئے لپی لیتا ہوں۔"

چائے پینے کے دوران میں لیون نے بڑھے کی کھیتی باڑی کی تفصیلات معلوم کر لیں۔ دس سال سے بڑھا ایک زمیندار سے ایک سو مین و سیاتین زمین لگان پر لیتا تھا۔ پچھلے سال اس نے اس کو پتھر دیا اور پڑوس کے زمیندار سے تین سو سیاتین زمین اور لگان پر لے لی۔ زمین کا تھوڑا حصہ جو سب سے خراب تھا وہ لگان پر دے دیتا تھا اور چالیس و سیاتین کاشت کی زمین وہ خود جوتا تھا اپنے گھر کے لوگوں اور دو مزدوروں کی مدد سے۔ بڑھے نے شکایت کی کہ کھیتی باڑی اچھی نہیں تھی۔ لیکن لیون سمجھ گیا کہ وہ شکایت محض ایک دستہ کے طور پر کر رہا تھا ورنہ اس کی کھیتی باڑی تو پھل پھول رہی تھی۔ اگر اس کی حالت بری ہوتی تو اس نے ایک چھوٹا بچہ روٹل فی و سیاتین کے حساب سے زمین نہ خریدی ہوتی، تین بیٹوں اور ایک بیٹھے کا بیانا نہ کیا ہوتا، آگ میں گھر جل جانے کے بعد دو بار دنیا اور ہر بار پہلے سے بہتر گھر نہ بنایا ہوتا۔ بڑھے کی شکایتوں کے باوجود صاف نظر آتا تھا کہ اسے اپنی خوش حالی پر بجا طور سے فخر ہے، اپنے بیٹوں، بیٹھوں، "بوسوں" گھوڑوں، گالیوں پر اور خاص طور سے اس بات پر فخر تھا کہ وہ اس ساری کھیتی باڑی کو سنبھالے ہوئے تھا۔ بڑھے کے ساتھ بات چیت کر کے لیون کو پتہ چلا کہ وہ نئے طریقوں کے بھی خلاف نہیں تھا۔ وہ بہت آلوہ تھا اور اس کے آلوہ میں "لیون نے آتے ہوئے یہ دیکھا تھا، بھول آگئے تھے اور آلوہ نے لگے تھے جبکہ لیون کے ہاں آلوہ ابھی بھول آئے شروع ہی ہوئے تھے۔ وہ اپنے آلوہ کی کھدائی ایک نئی قسم کے مل سے کرتا تھا جو اس نے ایک زمیندار سے مانگ کر لیا تھا۔ اس نے گیہوں بو یا تھا۔ لیون کو اس کے بارے میں ایک پھرتی سی بات بہت عجیب لگی کہ کالے گیہوں کی خالی سے جو گھاس نکلتی تھی اسے بڑھا گھوڑوں کو کھلاتا تھا۔ لیون کی بار یہ دیکھ کر کہ یہ اتنا اچھا چارہ بیکار جاتا ہے اسے جع کر دیا جاتا تھا لیکن یہ ہمیشہ ناممکن ثابت ہوا۔ بڑھا کسان یہ کر لیتا تھا اور وہ اس چارے کی بہت سی تعریف کرتا تھا۔

"ارے عورتوں کو کرنا ہی کیا ہوتا ہے؟ ڈھیر یاں اٹھا کر سڑک تک وہ لاتی ہیں اور وہاں سے ریڑھی اٹھا لاتی ہے۔"

"اور ہم زمینداروں کے ہاں مزدوروں سے کام کرائے میں سب بگڑ جاتا ہے" لیون نے اسے ایک گھاس چائے اور دیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے بہت بہت" بڑھے نے جواب دیا "گھاس لیا لیکن شکر کی ڈلی لینے سے اٹھا کر ڈیرا اور دکھایا کہ اس کے پاس ذرا سی کٹری ہوئی ڈلی بیچ رہی تھی۔" مزدوروں سے کہاں کام چل سکتا ہے؟" اس نے کہا۔ "بس بربادی ہوتی ہے۔ اب سویا ٹسکی ہی کو لے بیچے۔ ہم جانتے ہیں کہ کیسی زمین ہے، کالی اور بھری پیسے پیتے کے دانے اور تب بھی فصل کی کوئی بہت ڈیک تو نہیں مار سکتے۔ سب گھرائی نہ ہونے کی وجہ سے!"

"مگر تم بھی تو آخر مزدوروں ہی کی مدد سے کھیتی باڑی کرتے ہو؟"

"ہمارا معاملہ تو کسانوں کا ہے۔ ہم تو سبھی خود کرتے ہیں۔ خراب کام کرتا ہے۔ تو جانتے ہو، ہم خود ٹھیک کر لیں گے۔"

"بابائینگو، کچھ تاریک رہا ہے" پاپوش والی عورت نے اندر بھاگ کر کہا۔



”تو یہ ہے سرکار“ بڑھے نے اٹھتے ہوئے کہا ”دیر سے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا لیون کا شہر یہ ادا کیا اور باہر چلا گیا۔“

جب لیون اپنے کوچہ ان کو آواز دینے کے لئے بھگیا کے پچھلے حصے میں گیا تو اس نے کسان کے ہرے خاندان کو کھانا کھاتے دیکھا۔ عورتیں کمزری ہوئی مردوں کو کھانا کھلا رہی تھیں۔ لیون ان صحت مند بیٹاؤں سے بھرے منہ سے کوئی مذاقہ بات نہ رہا تھا اور سب لوگ ہنس رہے تھے اور خاص طور سے خوشی کے ساتھ پاپوش والی عورت ہنس رہی تھی اور پیالے میں کرم کے کا شور بہ ڈال رہی تھی۔

بہت ممکن ہے کہ پاپوش والی عورت کے خوش شکل چہرے نے خوش انتظامی کا وہ تاثر پیدا کیا ہو جو لیون کے دل پر اس کسان کی گھر سے ہوا تھا لیکن یہ تاثر اتنا گہرا تھا کہ وہ کسی طرح اس کو بھلا نہ سکا۔ اور بڑھے کے گھر سے سویاؤں کی کے ہاں تک سارے راستے اسے وہ رہ کر اس کسان گھرانے کا خیال آتا رہا جسے اس تاثر میں کوئی چیز خاص طور سے اس کی توجہ کی طالب تھی۔

## 26

سویاؤں کی اپنے اوپر دہش طبقہ امرا کا مارشل تھا۔ وہ لیون سے پانچ سال بڑا تھا اور بہت دنوں سے شادی شدہ تھا۔ اسی کے گھر میں اس کی لیون سالی بھی رہتی تھی جو لیون کو بہت پسند تھی۔ اور لیون جانتا تھا کہ سویاؤں کی اور اس کی بیوی بہت چاہتے تھے کہ اس لڑکی کی شادی اس سے کر دیں۔ وہ یہ بات چینی طور پر جانتا تھا۔ جیسے کہ وہ بھی لیون جان جاتے ہیں جنہیں اچھا برا کہا جاتا ہے، حالانکہ کبھی کسی سے اس کی بات کرنے پر وہ کبھی نہ آمادہ ہوتا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے باوجود کہ وہ شادی کرنا چاہتا تھا، اور اس کے باوجود کہ ساری چیزوں سے یہی لگتا تھا کہ یہ بہت سی دلکش لڑکی ضرور اس کے لئے بہت سی اچھی بیوی ہوتی وہ اس سے شادی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ چاہے اسے کتنی شہریاں سکایا سے محبت نہ ہی ہوتی، بالکل اسی طرح جیسے وہ آسمان پر اڑنے سکتا تھا۔ اور یہ جان کر اس کی وہ خوشی کم ہو گئی تھی جو اسے امید تھی کہ سویاؤں کی کے ہاں جا کر ہوگی۔

لیون کو جب سویاؤں کی کا خط ملا جس میں اسے شکار کے لئے آنے کی دعوت دی گئی تھی تو اس نے بھی اس کے بارے میں سوچا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے طے کیا کہ اس کے بارے میں سویاؤں کی کے اس طرح کے خیالات تو اس کے شخص مفروضے ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں اور اس لئے وہ بہر حال جانے گا۔ اس کے علاوہ اپنے دل کی گہرائی میں وہ خود کو آزمائش بھی چاہتا تھا، اس لڑکی کو یہ نہ بتا کر وہ خود کو پٹا پٹا چاہتا تھا۔ سویاؤں کی میاں بیوی کی گھریلو زندگی حد درجہ خوشگوار تھی اور خود سویاؤں کی مستوہ کے بہترین کارکنوں میں سے تھا جن سے لیون واقف تھا، اور لیون کو وہ ہمیشہ بہت سی دلچسپ لگتا تھا۔

سویاؤں کی ان لوگوں میں سے تھا جنہیں دیکھ کر لیون کو ہمیشہ تعجب ہوتا تھا، جن کے اصول ہمیشہ بہت سی منطقی ہوتے ہیں حالانکہ ان کے اپنے بھی نہیں ہوتے اور وہ اپنے آپ کا فرما ہوتے ہیں اور زندگی اپنے آپ ہی چلتی جاتی ہے غیر معمولی طور پر ایک مطمئن ست میں اور اس پر استواری کے ساتھ قائم رہتے ہوئے، ان اصولوں سے بالکل آزاد اور تقریباً ہمیشہ انہیں بالکل کاٹتے ہوئے۔ سویاؤں کی غیر معمولی طور پر لبل آدی تھا۔ وہ طبقہ امرا کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ زیادہ تر امرا دل ہی دل میں کھیت غلامی کے حق میں تھے اور صرف شرمندگی کی وجہ سے اس کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ وہ دوس کو ”ترکی کی حم کا“ تباہ شدہ ملک اور دوس

کی حکومت کو اتنی بری سمجھتا تھا کہ سنجیدگی سے حکومت کی سرگرمیوں کی تنقید کرنا بھی گوارا نہ کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ یہ وہ طبقہ امرا کے مارشل کی حیثیت سے کام کرتا تھا اور مثالی مارشل تھا اور جب بھی باہر نکلتا تو ہمیشہ کائیڈ اور لالہ فیتے والی ٹوپی (21) پہنتا تھا۔ اس کا کھانا تھا کہ انسان کی طرح زندگی بسر کرنا صرف پردیس میں ممکن ہے اور جب بھی ممکن ہو تا تو وہ پردیس میں رہنے چلا جاتا لیکن اس کے ساتھ ہی روس میں بہت سی پیچیدہ اور بہتر طریقے کی زراعت بھی کرتا تھا اور غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ ہر چیز پر نظر رکھتا تھا اور روس میں جو کچھ بھی ہوتا اس سے باخبر رہتا تھا۔ وہ روسی کسان کو یہ سمجھتا تھا کہ یہ بندہ اور انسان کے بیچ میں ارتقا کے کسی درمیانی ذینے پر رہ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مستوہ کے اختیارات میں سب سے زیادہ اشتیاق کے ساتھ کسانوں سے ہاتھ ملاتا اور ان کی راتیں دھیان سے سنتا تھا۔ وہ خدا کو ماننا تھا نہ روز حساب کو لیکن اسے مذہبی رہنماؤں کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کی بڑی فکر رہتی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ خاص طور سے کوشاں رہتا تھا کہ گرجا گھر اسی کے گاؤں میں رہے۔

عورتوں کے سوال پر وہ عورتوں کی پوری آزادی اور خاص کر ان کے لئے کام کرنے کے حق کے انتہا پسند طرفداروں کا حمایتی تھا لیکن اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سبھی لوگ ان کی بن بچوں کی غائی زندگی کو سراہتے تھے اور اس نے اپنی بیوی کی زندگی کا اہتمام یوں کیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کرتی تھی اور کبھی نہ سکتی تھی سوائے شوہر کے ساتھ مل کر سوتے رہنے کے کہ وقت کیسے زیادہ اچھی طرح اور ہنس خوشی گزارا جائے۔

اگر لیون میں لوگوں کو سب سے اچھے پہلو سے سمجھنے کی صلاحیت اور عادت نہ ہوتی تو سویاؤں کی کا کردار اس کے لئے کسی طرح کی مشکل یا سوالات نہ پیش کرتا۔ اس نے اپنے دل میں کہہ لیا ہوتا۔ ”یہ تو فہم ہے یا لنگھا ہے“ اور سب کچھ صاف ہو جاتا۔ لیکن وہ ”یہ تو فہم“ نہ کہہ سکتا تھا اس لئے کہ سویاؤں کی بلاشبہ نہ صرف بہت سمجھدار بلکہ بہت سی تعلیم یافتہ شخص تھا اور اپنے علم کو بڑی سادگی سے سمجھانے رہتا تھا۔ کوئی ایسا موضوع نہ تھا جسے وہ نہ جانتا ہو لیکن اپنے علم کا مظاہرہ وہ بھی کرتا تھا جب اس پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اور یہ تو لیون اور بھی کم کہہ سکتا تھا کہ وہ لنگھا تھا اس لئے کہ سویاؤں کی بلاشبہ دیندار، نیک اور سمجھدار شخص تھا جو خوشی خوشی، جوش اور توانائی کے ساتھ براہ راست کام کرتا تھا جنہیں اس کے ارد گرد کے سبھی لوگ بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے اور وہ غالباً بھی جان بوجھ کر کوئی بری حرکت نہ کرتا تھا اور کر سکتا ہی نہیں تھا۔

لیون سمجھنے کی کوشش کرتا اور نہ سمجھ پاتا اور ہمیشہ اس کو اور اس کی زندگی کو ایسے دیکھتا جیسے یہ کوئی جیتی جاگتی پہیلی ہو۔

وہ اور لیون دوست تھے اسی لئے لیون اپنے واسطے اس بات کو ردوار سمجھتا کہ سویاؤں کی کو آزمائے پر کے اور زندگی کے بارے میں اس کے زاویہ نظری اصل بنیاد تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ لیکن یہ ہمیشہ بے سود ہوتا۔ سویاؤں کی کے ذہن کے جن خاتوں کے دروازے سب کے لئے کھلے تھے ان سے آگے اور اندر جانے کی لیون جب بھی کوشش کرتا تو دیکھتا کہ سویاؤں کی ذرا گھبرا سا جاتا، اس کی نظروں سے ذرا ذرا نظر آنے والا خوف ظاہر ہونے لگتا جیسے وہ ڈرنا ہو کہ لیون اسے سمجھ جائے گا اور وہ بڑی نیک اور خوش مزاجی سے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیتا۔

اب جب کھیتی باڑی کی طرف سے اس کی خوش فہمی کا ازالہ ہو گیا تھا تو لیون کو سویاؤں کی کے ہاں جانا خاص طور سے اچھا لگ رہا تھا۔ نہ صرف یہ کہ ان سمجھی، اپنے آپ سے مطمئن اور بالکل کیورتوں کے جوڑے



جیسے محبت لوگوں اور ان کے اچھی طرح بنائے سنوارے آشیائے کو دیکھنے ہی سے اس کا پی خوش ہو جاتا تھا، بلکہ اب وہ خود اپنی زندگی سے اتنا غیر مطمئن محسوس کرتا تھا کہ سویا و سکی میں وہ راز معلوم کرنے کا پی چاہتا تھا جس کی وجہ سے اسے زندگی میں اتنی وضاحت، سمت، کائنات اور خوش مزاجی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ لیون چاہتا تھا کہ سویا و سکی کے پڑوسی زمینداروں سے بھی اس کی ملاقات ہوگی اور اب اسے کھیتی باڑی کے بارے میں 'فصل کے بارے میں' مزدوروں کی مزدوری کے بارے میں وہی بات کرنا اور سننا اچھا لگتا تھا جو لیون چاہتا تھا کہ کچھ بہت ہی گھٹیا باتیں بھی جانتی ہیں لیکن جواب لیون کو واحد اہم بات لگتی تھی۔ "یہ ہو سکتا ہے کہ کھیت غلامی کے قوانین کے زمانے میں انہم نہ رہی ہو یا انگلستان میں انہم نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں خود حالات معین اور قطعی تھے۔ لیکن ہمارے ہاں جب سب اٹھل پھل ہو چکا ہے اور بس ابھی کچھ ٹھیک ہونا شروع ہوا ہے تو یہ سوال روس میں واحد اہم سوال ہے کہ یہ حالات کیا شکل اختیار کریں گے؟ لیون نے سوچا۔

فکار لیون کی توقع سے بدتر ثابت ہوا۔ دلدل سوکھ چکی تھی اور چابی بالکل ہی نہ رہ گئی تھی۔ وہ دن بھر مارا مارا پھرتا رہا اور صرف تین چیزیں لایا۔ البتہ، عیساکہ فکار میں پیشہ ہوتا ہے وہ خوب اچھی اچھی بھوک کے ساتھ اور بڑی اچھی مزاجی کیفیت کے ساتھ اور ذہنی حالت کی اس بیداری کے ساتھ واپس آیا جو پر قوت جسمانی نعل و حرکت کی بدولت اس میں پیشہ ہو جاتی تھی۔ اور فکار پر اسی وقت جب لگتا تو یہ تھا کہ وہ کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچ رہا ہے، بار بار پھر اسے یاد آ رہا تھا کہ اس کا خاندان یاد آ جاتا اور یہ تاثر نہ صرف یہ کہ اپنی طرف توجہ کا بلکہ اس سے متعلق کسی چیز کے حل کا بھی طالب ہوتا۔

شام کو چائے کے وقت دو زمینداروں کی موجودگی میں جو قوت کے کسی معاملے کے سلسلے میں آئے تھے، وہی دلچسپ بات چیت چمڑکی جس کا لیون کو انتظار تھا۔

چائے کی میز کے پاس لیون خاتون خاندان کے برابر بیٹھا تھا اور اس کا فرض تھا کہ وہ ان سے اور ان کی بہن سے باتیں کرے۔ خاتون خاندان گول چہرے، نیلے سنہرے بالوں والی اور دسپتہ قد کی خاتون تھیں اور ہر وقت مسکراتی رہتی تھیں جس سے ان کے گالوں میں ٹوٹے پڑ جاتے تھے۔ لیون کو شش کر رہا تھا کہ ان کے قوسے سے اس کی پہلی کامل تلاش کر لے جو ان کے شوہر سے متعلق تھی اور لیون کے لئے اس قدر اہم تھی۔ لیکن وہ پوری آزادی سے سوچ نہیں پا رہا تھا اس لئے کہ وہ تکلیف دہ حد تک اٹ پنا محسوس کر رہا تھا۔ تکلیف دہ حد تک اٹ پنا وہ اس وجہ سے محسوس کر رہا تھا کہ اس کے عین سامنے سویا و سکی کی سالانی بیجی تھی اور اسے یہ لگ رہا تھا کہ اس نے خاص طور سے اس کے لئے خاص لباس پہنا تھا جس کا مریع مخرف کی شکل کا گھاس طور سے نچا کٹا ہوا تھا اور اس کا سفید سینہ نظر آ رہا تھا۔ اس مریع مخرف کے نظارے نے 'پادجو' اس کے سینہ بہت مستقیم تھا، یا خاص کر اس کے لئے کہ وہ بہت سفید تھا، لیون کو خیال کی آزادی سے محروم کر دیا تھا۔ وہ یہ تصور کر رہا تھا، غالباً غلطی کر رہا تھا کہ یہ کات خاص طور سے اس کے سلسلے میں کی گئی ہے اور وہ سمجھتا تھا کہ اس کو دیکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اسے نہ دیکھنے کی کو شش کر رہا تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک چیز کا تصور دار تو وہ ہے ہی کہ یہ کات کی گئی۔ لیون کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی کو دھوکا دے رہا تھا کہ اسے کچھ وضاحت کر دینی چاہئے، لیکن یہ وضاحت کرنا بالکل ہی ناممکن ہے اور اسی لئے بار بار اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا، وہ پریشان تھا اور اٹ پنا محسوس کر رہا تھا۔ اس کا اٹ پنا لیون سویا و سکی کی خوبصورت سالانی پر بھی اثر کر گیا۔ لیکن لگتا تھا خاتون خاندان نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا اور جان بوجھ کر اپنی بہن کو بات چیت میں شریک کرتی رہیں۔

"آپ کہتے ہیں" خاتون خاندان نے بات چیت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا، "میرے شوہر کسی بھی روسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں لے سکتے۔ اس کے برعکس پردیس میں وہ خوش تو رہے ہیں لیکن اتنا نہیں جتنا ہمیں۔ یہاں وہ خود کو اپنے دائرے میں محسوس کرتے ہیں۔ انہیں اتنے کام رہتے ہیں اور وہ ہر چیز میں دلچسپی لینے کی فطری صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہائے! آپ ہمارے اسکول میں نہیں گئے؟"

"میں نے دیکھا ہے۔۔۔ وہ جو عشق بچیاں سے ڈھکی ہوئی چھوٹی سی عمارت ہے، وہی نہ؟"

"ہاں، وہ ناستیا کا کام ہے۔ انہوں نے اپنی بہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ خود پڑھاتی ہیں؟" لیون نے اس نے گربان کی کات کے آس پاس کہیں دیکھنے کی کو شش کرتے ہوئے پوچھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ اس سمت میں چاہے کہیں بھی دیکھے اسے وہ کات ضرور دکھائی دے گی۔

"ہاں میں خود ہی پڑھاتی تھی اور اب بھی پڑھاتی ہوں لیکن ہمارے پاس بہت سی اچھی استانی بھی ہیں۔ اور ہم نے جتنا تک بھی رائج کر دی ہے۔"

"نہیں، شکریہ، اب مجھے اور چائے نہیں چاہئے" لیون نے کہا اور اس نے محسوس کیا کہ وہ بد اخلاقی برت رہا ہے لیکن اب اس میں اس بات چیت کو اور چلانے کا دم نہیں رہ گیا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ "میں بڑی دلچسپ بات چیت سن رہا ہوں" اس نے اضافہ کیا اور میز کے دوسرے سرے پر کھینچ گیا جہاں صاحب خاندان دونوں زمینداروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سویا و سکی میز کی طرف پلوکے میز پر گئی رکھے ہاتھ سے چائے کی پانی کو گھما رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی داڑھی کو مٹھی میں سمیٹ کر فک تک لے جاتا اور پھر جیسے اسے سوکھ کر چھوڑ دیتا۔ وہ چپکتی ہوئی کالی کالی آنکھوں سے کھجوری مونچھوں والے گرم ہوتے ہوئے زمیندار کو دیکھ رہا تھا اور بھلا ہر ان کی تقریر بڑی مستحکم انکیز لگ رہی تھی۔ زمیندار عام لوگوں کی شکایتیں کر رہا تھا۔ لیون صاف سمجھ رہا تھا کہ سویا و سکی اس زمیندار کی شکایتوں کا ایسا جواب دے سکتا ہے جو اس کی تقریر کے سارے مضمون کو فوراً ختم کر دے لیکن اس کی حیثیت ایسی تھی کہ وہ یہ جواب نہیں دے سکتا چنانچہ زمیندار کی مزاحیہ تقریر کو سن رہا ہے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہے۔

بھلاہر یہ کھجوری مونچھوں والا زمیندار کھیت غلامی کا کڑا حجاجی، نہات کا پرانا باشندہ اور پر خوش زراعت پیشہ تھا۔ اس کی علاقہ میں لیون نے لباس میں بھی دیکھیں۔ پرانی وضع کات حال کوٹ پسینے کی زمیندار کی بھلاہر عادت نہ تھی، اور اس کی ذہن نیکی ہوئی آنکھوں میں بھی اور شائستہ روسی زبان میں بھی اور حکمانہ لہجے میں بھی جو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ بدلتوں سے عادت بن گیا ہے اور بڑے سے خوبصورت سنولائے ہوئے ہاتھ کی قطعی حرکت میں بھی جس کی چوڑھی انگلی میں شادی کی پرانی انگوٹھی تھی۔

27

"جو کچھ کیا جا چکا ہے اس سب کو چھوڑ دینے کا اگر افسوس نہ ہوتا۔۔۔ اپنی لگائی ہوئی محنت کو۔۔۔ تو میں سب کو ہاتھ کے ایک اشارے سے خدا حافظ کہتا ہوں اور نکولا کی اپنی انگوٹھی کی طرح چل دیتا۔۔۔ آج! "تیلن" گونسنے"

زمیندار نے کہا اور اس کا بڑا حاذق چہرہ ایک خوشگوار مسکراہٹ سے دکھ اٹھا۔



"ہاں مگر دیکھئے آپ چھوڑتے تو نہیں" گولائی ابو انوچ سویا ٹوٹکی نے کہا "مطلب یہ کہ کچھ تو قائم ہے اور مستحکم ہیں۔"

"قائدہ صرف ایک ہے کہ اپنے گھر میں رہتا ہوں جو خرید اہوا ہے نہ کرائے پر لیا ہوا۔ اور پھر یہ امید بھی لگی رہتی ہے کہ لوگ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ورنہ تو آپ یقین کیجئے۔ یہ شراب کی لت اور کج روی اسب کچھ کا کچھ ہو گیا۔ نہ گھوڑے ہیں نہ گائیں۔ بھوک سے مرا جا رہا ہے لیکن مزدوری پر کام میں لگا لیجئے۔ تو سب توڑناڑ کے چوہن کر کے رکھ دے گا اور آپ سے جس آف پیس کے سامنے بھی جا کر کھڑا ہو جائے گا۔"

"ارے جس آف پیس کے ہاں مقدمے تو آپ بھی دائر کرتے ہیں" سویا ٹوٹکی نے کہا۔

"میں مقدمہ دائر کرتا ہوں؟ کسی حالت میں بھی نہیں! جو کچھ سننے میں آتا ہے اس کے بعد تو گلے ہے کہ مقدمہ نہ چلانے ہی میں خیریت ہے! اب وہ کارخانے ہی والے معاملے کو دیکھ لیجئے۔ دھنگلی لے لی اور چلے بنے۔ جس آف پیس نے کیا کیا؟ انہیں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ انہیں تو بس دو لوست کی عدالت اور فورمن (22) قابو میں رکھ سکتا ہے۔ وہ پرانے طریقے سے ان کی حرمت کر دیتا ہے۔ اور یہ نہ ہو۔ تپ تو سب چھوڑ چھاڑ کے دنیا کے اس سرے پر چلے جاؤ!"

صاف دکھائی دے رہا تھا کہ زمیندار سویا ٹوٹکی پر چڑ نہیں کر رہا تھا لیکن سویا ٹوٹکی نے صرف یہ کہ خفا نہیں تھا بلکہ بظاہر اس سے لطف اندوز بھی ہو رہا تھا۔

"لیکن آخر ہم تو اپنی کھیتی باڑی ان اقدامات کے بغیر ہی چلا رہے ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "میں لیوین اور یہ صاحب" اس نے دوسرے زمیندار کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں" یہ ٹائٹل پتروچ کا کام تو چل رہا ہے مگر زرا پوچھئے کہ کیسے؟ کیا کچ بچ یہ معقول زراعت ہے؟"

زمیندار بولا۔ اس نے لفظ "معقول" کو صریح طور پر بڑی اداسے کہا تھا۔

"میری کھیتی باڑی تو سیدھی سادی ہے" یہ ٹائٹل پتروچ نے کہا "خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میری کھیتی باڑی صرف اتنی ہے کہ خزاں میں لگان ادا کرنے کے لئے رقم تیار ہے۔ کسان آتے ہیں۔" مائی باپ ہمارے اوپر رحم کیجئے! تو اب کسان تو سارے اپنے پڑوسی ہیں "ان پر ترس آتا ہے۔ تو بس دے دیتا ہوں پہلی تہائی پر مگر کہہ دیتا ہوں کہ "یاد رکھنا یاد" میں نے تمہاری مدد کی ہے، تم میری مدد کرنا جب ضرورت پڑے تو۔" جی کی بوائی ہو، گھاس کی کٹائی ہو یا فصل کی کٹائی ہو۔ تو بس ملے کر لیتا ہوں کہ گھرا لے پیچھے کتنا کام کرنا پڑے گا۔ اب یہ تو جی ہے کہ ان میں بھی کچھ تو ہوتے ہیں بے ایمان۔"

لیوین ان پوری نظام والے طریقوں سے بہت دنوں سے واقف تھا۔ اس نے سویا ٹوٹکی سے آنکھیں چار کیں اور یہ ٹائٹل پتروچ کی بات کاٹ کر وہ بھڑکی مومچوں والے زمیندار سے مخاطب ہوا۔

"تو آپ کیا تجویز کرتے ہیں؟" اس نے پوچھا "اب کھیتی باڑی کس طرح چلائی جائے؟"

"بس اسی طرح چلائی جائے جس طرح یہ ٹائٹل پتروچ چلاتے ہیں" یا تو تہائی پر دے دیجئے یا لگان پر کسانوں کو دے دیجئے۔ یہ ممکن تو ہے لیکن اسی سے تو ریاست کی عام دولت برباد ہو رہی ہے۔ جہاں میری زمین کھیت فلاسوں کی محنت اور اچھے انتظام سے نو گنا پیداوار دیتی تھی تو تہائی پر دینے میں بس تین گنا ملتا ہے۔ کھیت فلاسوں کی آزادی نے توروں کو برباد کر دیا!"

سویا ٹوٹکی نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے لیوین کو دیکھا بلکہ اسے مذاق اڑانے والا جیسا خفیف سا اشارہ

بھی کیا لیکن لیوین کو اس زمیندار کے الفاظ معتمد انگیز نہیں لگے۔ یہ باتیں اس سے زیادہ اس کی سمجھ میں آئیں جتنی سویا ٹوٹکی کی باتیں آتی تھیں۔ جو کچھ اس زمیندار نے اس بات کے ثبوت میں کہا کہ کھیت فلاسوں کی آزادی سے روس کیوں برباد ہو گیا اس میں بہت کچھ لیوین کو قابل یقین "اس کے لئے نیا اور ناقابل انکار بھی لگا۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ زمیندار اپنے ذاتی خیالات کا اعتراف کر رہا تھا جو کہ بہت ہی کیا جہت ہے" اور یہ خیالات ایسے تھے جن تک وہ صرف اس وجہ سے نہیں پہنچا تھا کہ اس نے اپنے کامل مداح کو کسی نہ کسی جہت میں مصروف رکھا تھا بلکہ جو اس کے حالات زندگی سے پیدا ہوئے تھے "جن پر اس نے اپنی بات کی تخیلی میں سر کھپایا تھا اور ان پر ہر پہلو سے غور کیا تھا۔"

"آپ دیکھئے تو سہی بات یہ ہے کہ ہر قسم کی ترقی صرف طاقت اور اقتدار سے وجود پزیر ہوتی ہے" صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اس نے یہ دکھانے کی خواہش کے تحت کہا کہ وہ تعلیم سے بچا نہ نہیں ہے۔ "پٹرادل" یا "کڑا" (الکساندر کی اصلاحات (23) کو لے لیجئے۔ پورپ کی تاریخ کو لے لیجئے۔ اور زراعت کی ترقی تو اور بھی زیادہ۔ وہ چاہے آکھو۔ جو ہمارے ہاں یہ جبر رائج کیا گیا۔ آخر جتنی بھی توجیہ کلزی کے بل سے نہ کی جاتی تھی۔ اسے بھی عالمی عمل تاریخ میں طاقت ہی کے بل پر رائج کیا گیا۔ اب ہمارے زمانے میں ہم زمیندار کھیت فلاس کی حالت میں بہتر طریقوں سے کھیتی باڑی چلاتے تھے "اناج کھانے کی پھلیاں گھمائی کی مٹھیں، کھاد لے جانے کی گاڑیاں، سبھی ساز و سامان۔۔۔ سب کچھ ہم نے اپنی طاقت سے رائج کیا اور کسانوں نے شروع میں مزاحمت کی لیکن بعد کو ہماری نقل کی۔ اب کھیت فلاس کا نظام تو برباد ہو گیا، طاقت ہم سے لے لی گئی اور ہماری زراعت "جو کہ بلند سطح تک پہنچ گئی تھی" لازمی طور پر بالکل وحشی "ابتدائی قدیمی حالت میں پہنچ جائے گی۔ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔"

"لیکن آخر کیوں؟ اگر زراعت معقول طریقے سے کی جا رہی ہے تو آپ مزدور لگا کر اسے چلا سکتے ہیں" سویا ٹوٹکی نے کہا۔

"طاقت اور اقتدار نہیں ہے نہ تو میں اسے چلاؤں گا کس چیز سے؟ مجھے بتائیے تو سہی۔"

"یہ ہے وہ چیز۔ مزدور کی طاقت، زراعت کا خاص عنصر" لیوین نے سوچا۔

"مزدوروں سے۔"

"مزدور اچھی طرح اور اچھے ساز و سامان سے کام نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا مزدور صرف ایک چیز جانتا ہے۔ شراب پینا، سوری طرح سے "اور شراب میں دھت ہو کر ہر اس چیز کو خراب کر دیتا جو آپ اسے دیں۔ کھوڑوں کو ضرورت سے زیادہ پانی پلا دے گا، گھمائی کی مٹھیں میں ڈھیری ڈال دے گا کہ ٹوٹ جائے۔ جو چیز اس کے معمول کے مطابق نہیں ہے اسے وہ ہزاروں سے دیکھتا ہے۔ اسی کی بدولت زراعت کی پوری سطح بہت ہو گئی ہے۔ زمین پر پڑی رہ گئی، جمناؤ جمناؤ آگ آئے یا کسانوں کو دے دی گئی اور جہاں دسیوں لاکھ کو ارب اناج پیدا ہونا چاہئے وہاں چند لاکھ ہو جائے۔ ملک کی دولت کم ہو گئی۔ اگر یہی کیا جاتا لیکن سوچ سمجھ کر۔"

اور اس نے کسانوں کی آزادی کے بارے میں اپنا منصوبہ بیان کرنا شروع کیا جس کے تحت ان غلامیوں سے بچا جاسکتا تھا۔

لیوین کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن جب اس نے اپنی بات ختم کی تو لیوین نے پھر اس کی پہلی تجویز کا ذکر سمجھا اور سویا ٹوٹکی سے مخاطب ہو کر اور اسے اپنی سنجیدہ رائے ظاہر کرنے پر اسکا نے کی کوشش



کرتے ہوئے کہا:

"یہ تو بالکل سچ ہے کہ زراعت کی سطح بہت ہوتی جا رہی ہے اور یہ بھی کہ مزدوروں کے ساتھ ہمارے تعلقات کی بنیاد پرستی ہے اس میں فائدہ مند معقول طریقے کی کھیتی باڑی چلانا ممکن نہیں ہے۔"

"مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے" سویا ڈسکی نے سنجیدگی سے اعتراض کیا "میں تو صرف یہ دیکھتا ہوں کہ ہم کو کھیتی باڑی چلانا خود نہیں آتا اور یہ کہ اس کے برعکس جو کھیتی باڑی ہم کھیت غلامی کے دلوں میں چلاتے تھے وہ یہ نہیں کہ بہت بلند تھی بلکہ بہت پست تھی۔ ہمارے پاس اب بھی مشینیں ہیں نہ کھیتی باڑی کے کام کے اچھے موٹے نہ صحیح معنوں میں ہدایت کاری ہے اور نہ ہم حساب کتاب رکھنا جانتے ہیں۔ کسی بھی زمیندار سے پوچھ لےجئے وہ جانتا ہی نہیں کہ اس کے لئے کون سی چیز فائدہ مند ہے کون سی نہیں ہے۔"

"اگلی دلوں کی طرح حساب کتاب رکھنا" زمیندار نے غارت سے کہا۔ "حساب آپ جیسے چاہیں رکھ لےجئے لیکن جب وہ لوگ ہرچیز تو ڈالیں گے تو کوئی منافع نہ ہوگا۔"

"تو دیکھو! ایس کے؟ آپ کی گھنیا گمانی مشین یا دوسری کوئی مشین تو دیں گے لیکن میرے دفعتی انجن کو نہیں تو دیں گے۔ آپ کے معمولی نسل کے گھوڑے کو کیا کہتے ہیں اسے جسے دم موڑ کر چلانا پڑتا ہے؟ غراب کر دیں گے لیکن آپ اپنے فن لینڈی ہارشل گھوڑے یا گاڑی میں جو تھے والے گھوڑے لےجئے! نہیں نہیں غراب کریں گے۔ اور یہی ہرچیز کے بارے میں سچ ہے۔ ہمیں زراعت کو بلند تر سطح پر لے جانا ہے۔"

"ہاں اگر ایسا کرنے کا سامن ہو تا تو کوئی ایسا موقع آپ کے لئے ٹھیک ہے لیکن میں تو ایک بیٹے کو بونچور شی میں پڑھاتا ہوں۔ ان لوگوں کو کوئی اسکول میں تربیت دلا تا ہوں۔ تو میں تو فن لینڈی ہارشل گھوڑے خرید نہیں سکتا۔"

"لیکن اس کے لئے تو بیک ہیں۔"

"نہ کہ جو کچھ رہا ہے وہ بھی بیک ہو جائے؟ نہیں" آپ کا بہت مت شکر ہے۔"

"مجھے اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ زراعت کی سطح کو اور بھی بلند کرنا ضروری اور ممکن ہے" لیون نے کہا۔ "میں اسی میں مصروف رہتا ہوں اور میرے پاس اس کے ذرائع بھی ہیں لیکن میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے پتہ نہیں کہ بینک کس کے لئے مفید ہیں۔ کم سے کم میں نے تو چاہا ہے کسی بھی چیز پر رقم کیوں نہ خرچ کی ہو" سب میں نقصان ہی ہوا۔ سویشیوں میں تو نقصان مشینوں میں تو نقصان۔"

"اب یہ ہوئی نہ سچ بات" کچھڑی سوچوں والے زمیندار نے خوشی کے ساتھ جتنے ہوئے تائید کی۔

"اور میں اکیلا ہی نہیں ہوں" لیون نے اپنی بات جاری رکھی "میں سارے زمینداروں کا ذکر کرتا ہوں جو معقول طریقے سے اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔ بہت سی کم استثنائے ساتھ سبھی نقصان کے ساتھ کاروبار چلاتے ہیں۔ لیکن آپ بتائیے کیا آپ کی زراعت فائدہ بخش ہے؟" لیون نے کہا اور فوراً ہی اس نے سویا ڈسکی کی نظر میں ڈراوہ گزراں اٹھار دیکھا جو اسے ہمیشہ اس وقت دکھائی دیتا تھا جب وہ سویا ڈسکی کے ذہن کے خاتون کے کھلے دروازوں سے آگے اور اندر جانا چاہتا تھا۔

اس کے علاوہ لیون کی طرف سے یہ سوال بالکل صاف دلی سے نہیں کیا گیا تھا۔ چائے کے وقت خاتون خانہ نے ابھی ابھی اسے بتایا تھا کہ انیس گریم میں ان لوگوں نے ماسکو سے ایک جرمن کوڈ ہو کیا تھا جو بہت مشہور محاسب تھا۔ اس نے پانچ سو روپے زر معاوضہ لے کر ان کی زراعت کا مطالعہ کیا اور پتہ چلایا کہ اس میں

تین ہزار کچھ روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ انیس ٹھیک رقم یاد نہیں تھی لیکن لگتا ہے کہ جرمن نے چوتھائی کو بیک تک صحیح صحیح حساب لگایا تھا۔

سویا ڈسکی کی زراعت کے فائدہ بخش ہونے کے ذکر پر زمیندار کو ہنسی آگئی۔ ظاہر ہے وہ جانتا تھا کہ اس کے پڑوسی اور طبقہ امر کے مارشل کو کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔

"ہو سکتا ہے فائدہ بخش نہ ہو" سویا ڈسکی نے جواب دیا "لیکن اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یا تو میں برا زراعت پیشہ شخص ہوں یا پھر لگان بڑھانے کے لئے اپنا سرمایہ صرف کر رہا ہوں۔"

"ارے لگان! لیون بے اختیار جیغ اٹھا۔ "ہو سکتا ہے یورپ میں لگان ہو تا تو جہاں محنت صرف کرنے سے زمین بہتر ہو جاتی ہے لیکن ہمارے ہاں تو محنت صرف کرنے سے زمین بدتر ہو رہی ہے یعنی یہ کہ اس کو نیچے لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ لگان ہو تا ہی نہیں۔"

"لگان کیسے نہیں؟ یہ تو قانون ہے۔"

"تو پھر ہم قانون سے باہر ہیں۔ لگان سے ہمارے لئے کسی بھی چیز کی وضاحت نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس سب گنڈھ جاتا ہے۔ نہیں" آپ بتائیے کہ لگان کا نظریہ کیسے ہے۔"

"آپ دھی بٹیں گے؟ ماشا زراعتی یا کوئٹا نیاں اور ہر جگہ "سویا ڈسکی نے اپنی بیوی سے کہا۔ "اس سال کوئٹا نیاں تو بہت دیر تک چل رہی ہیں۔"

اور سویا ڈسکی بہت سی خوشگوار مزاحیہ کیفیت کے ساتھ اٹھا اور چلا گیا۔ بظاہر اس نے یہ سمجھا کہ بات چیت اسی جگہ پر ختم ہو جی جہاں لیون کو یہ لگتا تھا کہ ابھی بس شروع ہی ہوئی ہے۔

اپنے ہم کام سے محروم ہو کر لیون نے زمیندار کے ساتھ بات چیت جاری رکھی اور اسے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ساری مشکل اس چیز سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم اپنے مزدور کی خصوصیات اور عادتوں کو جانتا نہیں چاہتے۔ لیکن زمیندار "ان تمام لوگوں کی طرح جو آزادانہ طور پر اور تنہائی میں سوچنے کے عادی ہوتے ہیں" ایسی اور بالکل نئے خیال کو قبول کرنے میں سست اور اپنے خیال پر خاص طور سے اڑا رہنے والا آدمی تھا۔ وہ اصرار کرتا رہا کہ روسی کسان سو رہا ہے اور سو رہیں سے محبت کرتا ہے اور اسے سو رہیں سے نکالنے کے لئے طاقت اور اقتدار چاہئے اور وہ نہیں ہے "ڈنڈا چاہئے اور ہم اسے لہلہ ہو گئے ہیں کہ ہم نے ہزاروں سال پرانے ڈنڈے کی جگہ پتہ نہیں کیسے دیکھ لیں اور جیل خانے رائج کر دیئے ہیں کہ لٹفٹے سڑیل کسانوں کو اچھا شور پکھلایا جاتا ہے اور حساب لگایا جاتا ہے کہ کتنی آدمی اسے کھپ ڈٹا ہوا چاہئے۔

"کس وجہ سے آپ یہ سوچتے ہیں" لیون نے سوال کی طرف واپس آنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "مگر مزدور قوت کے ساتھ ایسا رشتہ تلاش کر لیتا نا ممکن ہے جس کے تحت کام پیداوار بخش ہو؟"

"یہ روسی عام لوگوں کے ساتھ بغیر ڈنڈے کے کبھی نہ ہو گا طاقت اور اقتدار نہیں ہے" زمیندار نے جواب دیا۔

"کون سے نئے حالات تلاش کئے جاسکتے ہیں؟" سویا ڈسکی نے دھی کھانے کے بعد پانچ ورس پیتے ہوئے بحث میں مصروف لوگوں کی طرف واپس آتے ہوئے کہا۔ "مزدور قوت کے ساتھ سارے رشتے ممکن ہیں اور ان کا مطالعہ کیا جا چکا ہے" اس نے کہا۔ "بہرے کی باقیات یعنی ابتدائی قدیمی برادری جس میں سب کے لئے سچ طرفہ ضمانت ہوتی تھی (24) اپنے آپ ہی ختم ہوتی جا رہی ہے، کھیت غلامی کا نظام برباد کر دیا گیا" اب باقی رہ جی



آزادانہ محنت اور اس کی شکلیں بھی معین اور تیار ہیں تو ہمیں انہیں لے لینا چاہئے۔ کمیٹ مزدور دھماڑی کا مزدور اپنے کمیٹ کا مالک کسان۔ اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔

”لیکن یو روپ تو ان شکلوں سے مطمئن نہیں ہے۔“

”مطمئن نہیں ہے اور نئی شکلیں تلاش کر رہا ہے۔ اور غالباً تلاش کر بھی لے گا۔“

”میں اسی کی قہارت کر رہا ہوں“ لیون نے جواب دیا۔ ”آخر ہم اپنی طرف سے کیوں نہ تلاش کریں؟“

”اس لئے کہ یہ تو بالکل دیباہی ہے جیسارٹلے لائن بنانے کے نئے طریقے ایجاد کرنا۔ وہ تو تیار ہیں ایجاد کے چاہئے ہیں۔“

”لیکن اگر وہ ہمارے لئے سوزوں نہیں ہیں اگر وہ امتحان ہیں تو؟“ لیون نے کہا۔

اور اس نے سویا ڈسکی کی آنکھوں میں خوف کا اظہار پھر دیکھا۔

”ہاں ہاں“ لیون نے کہ ہم نوپیاں اچھالیں گے کہ ہم نے وہ تلاش کر لیا جو یو روپ تلاش کر رہا ہے ایہ سب جانتا ہوں لیکن مجھے محاف کیجئے گا کیا یو روپ میں مزدوروں کی تنظیم کے سوال پر جو کچھ کیا جا چکا ہے وہ سب آپ جانتے ہیں؟“

”نہیں بہت کم جانتا ہوں۔“

”اس سوال پر غور فکر کرنے میں اس وقت یو روپ کے بہترین داغ لگے ہوئے ہیں۔ شو تسو (25) تحریک ہے۔ پھر مزدور سوال سے متعلق تحریروں کا انبار ہے امتحانی لبل لاسال (26) تحریک ہے۔ میلاد زین کی تنظیم ہے۔ یہ سب چیزیں اس وقت وجود رکھتی ہیں آپ غالباً جانتے ہی ہوں گے۔“

”میں نے اس کے بارے میں سنا تو ہے لیکن بہت سی مبہم طور سے۔“

”نہیں“ یہ تو آپ یوں ہی کہتے ہیں یقیناً اس سب کے بارے میں آپ مجھ سے کم تو نہ جانتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ میں ساجیات کا پروفیسر تو نہیں ہوں البتہ مجھے اس سے دلچسپی تھی۔ اور واقعی اگر آپ کو دلچسپی ہو تو آپ بھی مطالعہ کیجئے۔“

”لیکن وہ لوگ کس نتیجے پر پہنچے؟“

”میں اب اجازت چاہتا ہوں۔“

دونوں زمیندار کھڑے ہو گئے اور سویا ڈسکی نے پھر لیون کو اس پر نظر ڈالنے کی ناخوشگوار عادت سے روک دیا جو اس کے ذہن کے کھلے خانوں کے پرے تھا اور وہ اپنے ممانوں کو رخصت کرنے چلا گیا۔

28

اس شام کو خواتین کے ساتھ لیون کو بڑی سی آکٹا ہٹ ہوئی۔ اسے پہلے سے کہیں زیادہ یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ اسے اب اپنی سمجھتی باؤی سے بے اطمینانی کا جو احساس ہونے لگا تھا وہ کسی طرح بھی صرف اسی کی مخصوص صورت حال نہ تھی بلکہ یہ عام حالات تھے جن میں روس کے معاملات پہنچ گئے تھے مگر مزدور کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ قائم کر لینا محض خواب نہیں ہے جس کے تحت وہ اس طرح کام کریں جیسے اس کسان کے ہاں کام کرتے تھے جس سے وہ آدھے راستے پر ملا تھا۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جسے انجام دینا ضروری ہے۔ اور اسے لگ رہا تھا کہ اس فریضے کو انجام دینا ممکن ہے اور اس کی کوشش کرنی چاہئے۔

خواتین سے رخصت ہو کر اور اگلے دن پورے دن رہنے کا وعدہ کر کے تاکہ سب ساتھ کھوڑوں پر جا کر شاہی جنگلات میں وہ دلچسپ جگہ دیکھیں جہاں زمین کا بڑا سا ٹکڑا پھٹ کر بچے چلا گیا تھا لیون سونے سے پہلے صاحب خانہ کے کمرے میں چلا گیا تاکہ مزدوروں کے سوال سے متعلق وہ کتابیں لے لے جن کی پیش کش سویا ڈسکی نے اسے کی تھی۔ سویا ڈسکی کا کمرہ بہت بڑا تھا جس میں دو افراد کے سارے سارے کتابوں کی الماریاں تھیں اور دو میزیں تھیں۔ ایک تو بہت بڑی سی لکھنے کی میز تھی جو بچ کمرے میں رکھی تھی اور دوسری ایک گول میز تھی جس پر لپ کے گرد ستاروں کی ٹوکوں کی شکل میں مختلف زبانوں کے اخباروں اور رسالوں کے تازہ ترین شمارے رکھے تھے۔ لکھنے کی میز کے پاس دروازوں کی ایک الماری تھی جس کی درازوں پر سنہری حروف میں مختلف قسم کی ٹانگوں کی نشاندہی کی ہوئی تھی۔

سویا ڈسکی نے لیون کے لئے کتابیں نکالیں اور رانگ چیز بڑھنے لگیا۔

”کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟“ اس نے لیون سے کہا جو گول میز کے پاس کھڑے ہو کر رسالوں پر سرسری نظر ڈال رہا تھا۔

”ارے ہاں“ اس میں ایک بڑا دلچسپ مضمون ہے ”سویا ڈسکی نے اس رسالے کے بارے میں کہا جو لیون ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ ”معلوم یہ ہوا“ اس نے خوش ہو کر خامے جیا لے انداز میں کہا ”کہ پولینڈ کی تقسیم کا خاص قصوردار فریڈرک تو تھا ہی نہیں (27)۔ معلوم یہ ہوا کہ۔۔۔“

اور اپنی خصوصی وضاحت کے ساتھ اس نے مختصراً ”اس نئی بہت اہم اور دلچسپ دریافت کے بارے میں بیان کیا۔ اس کے باوجود کہ لیون اس وقت سب سے زیادہ زراعت سے متعلق خیالات میں الجھا ہوا تھا اس نے صاحب خانہ کی باتیں سن کر اپنے آپ سے سوال کیا ”اس کے داغ میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے؟ اور کیوں اسے پولینڈ کی تقسیم سے دلچسپی ہے؟“ جب سویا ڈسکی نے اپنی بات ختم کی تو لیون نے غیر ارادی طور پر پوچھا ”تو پھر؟“ لیکن پھر کچھ بھی نہیں ”دلچسپ بات صرف یہ تھی کہ ”معلوم یہ ہوا ہے۔“ اور سویا ڈسکی نے نہیں سمجھایا اور اس کے خیال میں سمجھانے کی ضرورت بھی نہ تھی کہ یہ چیز اس کے لئے کیوں دلچسپ تھی۔

”لیکن مجھے تو وہ قصوردار زمیندار بہت دلچسپ لگا“ لیون نے ابھر کر سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”آدی وہ ذہین ہے اور اس نے بہت سی باتیں سچ کہیں۔“

”ارے چلو بھی اکیٹ غلامی کا پکا چھاپا ہوا حامی جیسے کہ وہ بھی ہیں!“ سویا ڈسکی نے کہا۔

”جن کے آپ مارشل ہیں۔۔۔“

”ہاں“ اس نے کہ میں مارشل کی حیثیت سے انہیں دوسری طرف لے جاتا ہوں ”سویا ڈسکی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”میں جس چیز میں الجھا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ ”لیون نے کہا ”وہ بچ کتا ہے کہ ہمارا معاملہ یعنی معقول طریقے سے سمجھتی کام تو نہیں چل رہا ہے۔ چل رہی ہے تو سامو کاری والی سمجھتی باؤی جیسے اس بالکل چپ رہنے والے شخص کی یا پھر بالکل سادہ قسم کی سمجھتی باؤی۔ اس میں قصور کس کا ہے؟“

”ظاہر ہے کہ خود ہمارا۔ اور پھر یہ بھی سچ نہیں ہے کہ ہمارا کام چل نہیں رہا ہے۔ واسیلی کوف کا تو چل رہا ہے۔“

”کارخانہ۔۔۔“



”پھر بھی میری تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو تجب کس بات پر ہے؟ عام لوگ ارتقا کے مادی ارتقا کے بھی اور اخلاقی ارتقا کے بھی اسے نیچے کے ذہن پر کھڑے ہیں کہ بالکل غلط ہے کہ انہیں ہر اس چیز کی مخالفت کرنی چاہئے جو ان کے لئے اجنبی ہو۔ یورپ میں معقول طریقے سے سمجھی اس لئے چل رہی ہے کہ عام لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمارے ہاں عام لوگوں کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ یہ ہے ساری بات۔“

”لیکن عام لوگوں کو تعلیم کیسے دی جائے؟“

”عام لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اسکول اسکول اور اسکول۔“

”لیکن آپ نے تو خود ہی کہا کہ عام لوگ مادی ارتقا کے نیچے پر کھڑے ہیں۔ اس میں اسکول کس طرح مدد کریں گے؟“

”پتہ ہے آپ کو؟ آپ کی باتیں سن کر مجھے ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ کسی مریض کو مشورہ دیا گیا۔ ”آپ ملین دوائیں آزمائیے۔“ ”دی تھیں حالت اور خراب ہو گئی۔“ ”جو ٹیکس لگوا کر دیکھئے۔“ ”دیکھا حالت اور خراب ہو گئی۔“ ”تو پھر تو اب بس خدا سے دعا کیجئے۔“ ”وہ بھی کی۔ حالت اور خراب ہو گئی۔“ ”دیئے ہی آپ کی اور ہماری بات ہے۔ میں کہتا ہوں سیاسی معاشیات۔ آپ کہتے ہیں ”حالت اور خراب ہو جائے گی“ میں کہتا ہوں ”سوشلزم۔ آپ کہتے ہیں ”حالت اور خراب ہو جائے گی۔“ ”اچھا تعلیم۔“ ”حالت اور خراب ہو جائے گی۔“

”ہاں مگر اسکول کس طرح مدد کریں گے؟“

”لوگوں کے ذہن میں دوسری چیزوں کی مانگ پیدا کریں گے۔“

”اور یہی تو بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔“ لیون نے جوش میں آکر اعتراض کیا۔ ”اسکول کس طرح سے لوگوں کی مادی حالت کو بہتر بنانے میں ان کی مدد کریں گے؟ آپ کہتے ہیں کہ اسکول اور تعلیم ان کے ذہن میں دوسری چیزوں کی مانگ پیدا کریں گے۔ یہ اور بھی برا ہو گا اس لئے کہ ان مانگوں کو پورا کرنا ان کے بس میں نہیں ہو گا۔ جمع تفریق اور بنیادی اصولوں کا علم کس طرح سے ان کی مادی حالت کو بہتر بنانے میں مدد کرے گا؟ یہ میں کبھی نہیں سمجھ پایا۔ ابھی پر سوں میں ایک کسان عورت سے ملا جس کی گود میں بچہ تھا۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک سیانی کے پاس جا رہی ہے، بچے کو تشنگ کے دورے پڑتے ہیں تو اسی کا علاج کروانے جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ سیانی کیسے علاج کرتی ہے۔ اس نے بتایا ”وہ بچے کو انڈے سینے والی مرغی کے ساتھ بٹھا دیتی ہے اور کچھ بدلاتی ہے۔“

”کیجئے؟ آپ نے خود ہی کہہ دیا انا کہ وہ تشنگ کا علاج کروانے کے لئے مرغی کے ذرے میں نہ لے جائے“

”بس اسی لئے ضروری ہے۔۔۔ خوش ہو کر سویا خوشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں!“ لیون نے چڑ کر کہا۔ ”یہ علاج میرے خیال میں ویسا ہی ہے جیسا اسکول کے ذریعے عام لوگوں کا علاج کرنا۔ عام لوگ غریب ہیں اور جاہل ہیں۔ اس بات کو ہم دیکھنے پر مجبور ہیں جیسے وہ عورت تشنگ کو دیکھتی تھی اس لئے کہ بچہ تو چلا تا ہے۔ لیکن اس مصیبت میں غریبی اور حالت میں اسکول کس طرح مدد کریں گے یہ دیکھ ہی سمجھ میں نہیں آتا جیسے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ انڈے سینے والی مرغی تشنگ میں مدد کرتی ہے۔ مدد تو اس چیز میں کرنی چاہئے جس کی بدولت وہ غریب ہے۔“

”تو کم سے کم اس میں تو آپ اسٹینسر (28) کے قریب پہنچ جاتے ہیں جو آپ کو اس قدر نہیں پسند ہے۔ وہ بھی اسی طرح کہتا ہے کہ تعلیم و تہذیب زیادہ خوشحالی اور زندگی کی آسائش کا جیسا کہ وہ کہتا ہے زیادہ نمائے دھونے کا نتیجہ تو ہو سکتی ہے لیکن پڑھنے اور حساب کر لینے کا نہیں۔۔۔“

”تو مجھے بڑی خوشی ہے یا بڑا افسوس ہے کہ اسٹینسر کے قریب پہنچ گیا لیکن یہ بات میں بہت دنوں سے جانتا ہوں کہ اسکولوں سے مدد نہیں ملے گی، مدد ملے گی تو ایسے معاشی نظام سے جس کے تحت عام لوگ زیادہ مالدار ہوں گے اور ان کے پاس فرصت کا وقت زیادہ ہو گا۔ تب اسکول بھی ہو جائیں گے۔“

”بہر حال پورے یورپ میں تو اب اسکول لازمی ہیں۔“

”اور کیا آپ خود اس معاملے میں اسٹینسر سے متفق ہیں؟“ لیون نے پوچھا۔

”لیون سویا خوشی کی آنکھوں میں خوف کے انگاروں کی ایک جھلک نمودار ہوئی اور وہ مسکرا کر بولے:

”ہاں، تشنگ کا یہ علاج لا جواب ہے، کیا واقعی آپ نے اپنے کانوں سے سنا ہے؟“

لیون نے دیکھا کہ اس شخص کی زندگی اور اس کے خیالات کے درمیان جو تعلق ہے اسے وہ کبھی نہیں تلاش کر سکتا۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اس کے لئے اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا کہ اس کی بحث کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، اسے تو صرف بحث کے عمل کی ضرورت تھی۔ اور جب بحث کا عمل اسے کسی اندھی گلی میں پہنچا دیتا تھا تو اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ یہ اس کو بالکل پسند نہیں تھا اور اس سے وہ احتراز کرتا تھا اور بات چیت کا رخ کسی خوشگوار اور دل خوش کن چیز کی طرف موڑ دیتا تھا۔

آدھے راستے پر جس کسان سے ملاقات ہوئی تھی، جو آج کے دوسرے سارے تاثرات و خیالات کی اصل بنیاد بن گیا تھا، اس سے لے کر آج کے سارے تاثرات سے لیون بڑے ہیجان میں جھلا تھا۔ یہ بس کچھ اور منتشر سویا خوشی، جو صرف معاشرتی استمال کے لئے اپنے پاس کچھ خیالات رکھتا تھا اور جس کی زندگی کی بنیاد کچھ اور ہی تھی جو لیون کے لئے ایک راز سرست تھی، جبکہ بھیڑ کے ساتھ، جس کا نام ہم غریب ہے، وہ رائے عامہ کی رہنمائی ان خیالات کے ذریعے کرتا تھا جس سے نئی زندگی میں پرہیز کرتا تھا؟ یہ قصہ در زمیندار جس کی دلیلیں سب صحیح تھیں جو زندگی کی اذیتوں پر مبنی تھیں لیکن پورے طبقے پر اور روس کے سب سے اعلیٰ طبقے پر اس کا قصہ بالکل صحیح نہ تھا؟ خود اپنی سرگرمیوں سے اس کی بے اطمینانی اور اس سب کا علاج تلاش کر لینے کی قسم سی امید۔ ان سب چیزوں سے مل کر ایک اندرونی تشویش کا احساس اور اس امید کی شکل اختیار کر گئی تھی کہ اس کا حل قریب ہی ہے۔

اپنے کمرے میں جب وہ اکیلا رہ گیا تو کمانیوں دار گلدے پر لیٹا ہوا، جو ہر حرکت پر اس کے پاؤں اور ہاتھوں کو غیر متوقع طور پر اوپر اچھالتا تھا، لیون دیر تک نہیں سویا۔ لیون کو سویا خوشی کی کسی ایک بات سے بھی کوئی دلچسپی نہ رہ گئی تھی حالانکہ اس نے ذہانت کی بہت سی باتیں کہی تھیں۔ لیکن زمیندار کے افذ کردہ نتیجوں پر غور و خوض کرنے کی ضرورت تھی۔ لیون کو غیر ارادی طور پر اس کے سارے الفاظ یاد آئے اور اپنے تصور میں اس نے اپنے جو ابوں میں ترسہ کو دھجکی۔

”ہاں مجھے اس سے کہنا چاہئے تھا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہماری زراعت اس لئے نہیں چلتی کہ کسان ان تمام چیزوں سے نفرت کرتا ہے جو حالات کو بہتر بنانے کے لئے کی جاتی ہیں اور یہ کہ ان سدھاروں کو طاقت اور اقتدار کے ذریعے رائج کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ان سدھاروں کے بغیر زراعت بالکل ہی نہ چلتی تو آپ کی بات



ٹھیک ہوتی، لیکن وہ چلتی تو ہے البتہ صرف وہیں چلتی ہے جہاں مزدور اپنی عادتوں کے مطابق کام کرتے ہیں جیسے اس آدھے راستے والے بڑے کے ہاں۔ زراعت سے آپ کی اور ہماری مشترکہ بے اطمینانی یہ ثابت کرتی ہے کہ تصور دار ہم ہیں یا مزدور۔ ہم بہت دنوں سے اپنے طور پر پوری طریقے سے سہارا رہے ہیں اور مزدور قوت کی خصوصیتوں کے بارے میں سوچتے ہیں نہ سوال کرتے ہیں۔ تو آئیے یہ آزمائیں کہ مزدور قوت کو مثالی قوت کو نہیں بلکہ روسی کسان کو اس کی جبلت سمیت تسلیم کریں اور اس کے مطابق زراعت کا بندوبست کریں۔ مجھے اس سے کہنا چاہیے تھا کہ ”ذرا یہ تصور کیجئے کہ آپ کے ہاں بھی زراعت ویسے ہی چلنے لگے جیسے اس بوڑھے کے ہاں چلتی ہے اور آپ نے مزدور کو محنت کی کامیابی سے دلچسپی پیدا کرانے کا ذریعہ ڈھونڈ لیا اور آپ نے بھی سدھاروں کا وہ واسطہ تلاش کر لیا جسے وہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ زمین کو کمزور کے بغیر پہلے سے دوگنی، سبھی پیداوار حاصل کر لیں گے۔ تو آدھا آدھا بانٹ لیجئے، آدھا مزدور قوت کو دے دیجئے تو بھی وہ اضافہ جو آپ کے پاس رہ جائے گا زیادہ ہو گا اور مزدور قوت کو بھی زیادہ ملے گا۔ اور ایسا کرنے کے لئے زراعت کی سطح کو نیچا کرنا اور مزدوروں کے لئے زراعت کی کامیابی میں دلچسپی پیدا کرنی ہوگی۔ یہ کیسے کیا جائے۔ یہ تفصیلات کا سوال ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ ممکن ہے۔“

اس خیال نے لیون میں شدید بیجان پیدا کر دیا۔ وہ آدمی رات تک نہیں سویا اور اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی تفصیلات پر غور کرتا رہا۔ دوسرے دن اس کا جانے کا ارادہ تو نہ تھا لیکن اب اس نے فیصلہ کیا کہ وہ صبح سویرے ہی گھر چلا جائے گا۔ اس کے علاوہ سویا ٹشکی کی سالی اور اس کے گریبان کی کاٹ نے بھی اس میں ایسا احساس پیدا کیا جو کسی بہت سی بری حرکت پر شرمندگی اور بچتا دوسے کا سا تھا۔ سب سے خاص بات یہ تھی کہ وہ آخر کے بغیر گھر جانا چاہتا تھا۔ ضروری تھا کہ وہ اپنے نئے منصوبے کو کسانوں کے سامنے پیش کرے، جاؤں کے لئے بوائی سے پہلے، تاکہ اس کی بوائی نئی بنیادوں ہی پر کی جائے۔ اس نے پہلے والی ساری کھیتی باڑی کو بالکل ہی بدل دینے کا فیصلہ کیا۔

29

لیون کے منصوبے کی تکمیل میں بہت سی مشکلیں پیش آئیں لیکن وہ جدوجہد کرتا رہا، جہاں تک اس سے ہو سکا اور اگرچہ وہ اتنا تو نہیں حاصل کر سکا جتنا چاہتا تھا پھر بھی اس نے اتنا حاصل کر لیا کہ وہ خود کو دھوکا دینے بغیر یقین کر سکتا تھا کہ یہ معاملہ اس لائق ہے کہ اس کے لئے محنت کی جائے۔ خاص مشکلوں میں ایک یہ تھی کہ کھیتی باڑی کا کام چل رہا تھا اور ساری چیزوں کو روک دینا اور سب کچھ نئے سرے سے شروع کرنا ناممکن تھا۔ مشین کو چلنے ہی میں بالکل کھول کر پوری طرح سے ٹھیک ٹھاک کرنا ضروری تھا۔

جس شام کو وہ گھر پہنچا اس شام کو جب اس نے عمار کو اپنے منصوبوں سے مطلع کیا تو عمار نے اس کی بات کے اس حصے کو غماز پر غماز پر غماز سے ساتھ ساتھ سنا جس سے یہ ثابت ہوا تھا کہ اب تک جو کیا گیا تھا وہ سب بیکار اور غیر فائدہ بخش تھا۔ عمار نے کہا کہ وہ تو بہت دنوں سے یہ کہہ رہا تھا لیکن اس کی بات کوئی شتائی نہ چاہتا تھا۔ جہاں تک لیون کی پیش کردہ تجویز کا۔ زراعت کے سارے شعبوں میں مزدوروں کے ساتھ حصہ داروں کی طرح شریک ہونے کا۔ تعلق تھا تو عمار نے اس پر بس بڑی بیدلی ظاہر کی اور کوئی قطعی رائے نہیں دی اور فوراً ہی اس نے کالے گیسوں کے کتھوں کے باقی حصے کو کل ہی اٹھانے کی اور دوبارہ جتنائی کے لئے آدمی بھیجنے کی

بات شروع کر دی۔ چنانچہ لیون نے محسوس کیا کہ ابھی منصوبے کے اس حصے کی بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اس کے بارے میں کسانوں سے بات کر کے اور انہیں نئی شرطوں پر زمین دینے کی پیشکش کر کے بھی اسے اسی خاص مشکل کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ سب روزمرہ کے رواں کاموں میں اتنے مصروف تھے کہ انہیں تنظیم کے فائدے اور نقصان کے بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہ تھی۔

ایسا لگا کہ ایک بھولے بھالے کسان، موٹی کے گھراں ابو ان نے لیون کی تجویز کو پوری طرح سے سمجھا۔ کہ وہ اپنے ہاں بچوں سمیت فائدہ بخش موٹی ہاؤس کا حصہ دار بن جائے۔ اور اسے اس بندوبست سے پوری طرح بھر دی ہو گئی۔ لیکن جب لیون اس طرف اشارہ کرنا کہ فائدہ تو مستقبل میں ہو گا تو ابو ان کے چہرے سے تشویش اور افسوس ظاہر ہونے لگا کہ وہ پوری بات سن ہی نہیں سکتا اور وہ اپنے لئے کوئی ایسا کام ڈھونڈ لیتا جس میں دیر نہیں کی جاسکتی تھی یا تو دن کے باڑے سے سوکھی گھاس ہٹانے کے لئے جیلی اٹالیا تیا موٹیوں کے لئے پانی اٹالیا یا تو کھانے لگتا۔

دوسری مشکل یہ تھی کہ کسانوں کی اس بے اعتباری کو کسی طرح دوری نہ کیا جاسکتا تھا کہ زمیندار کا اصل مقصد کچھ اور بھی ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ جتنا بھی ہو سکے انہیں نچوڑا جائے۔ انہیں پکا یقین تھا کہ لیون کا اصل مقصد (چاہے وہ ان سے کچھ بھی کہے) بیشک وہی رہے گا جو وہ ان سے نہیں کہے گا۔ اور خود کسان بھی اپنی رائے دیتے وقت باتیں تو بہت کرتے تھے لیکن وہ ہرگز نہ کہتے تھے جو ان کا اصل مقصد تھا۔ اس کے علاوہ (لیون محسوس کرتا تھا کہ چننا زمیندار ٹھیک ہی کہتا تھا) معاہدہ چاہے کچھ بھی ہو کسانوں کی پہلی اور ناقابل تہیہ شرط یہ رہتی تھی کہ انہیں کھیتی باڑی کے کوئی بھی نئے طریقے اپنانے اور نیا ساز و سامان استعمال کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ وہ یہ بات مانتے تھے کہ نئے فل زیادہ اچھی جتنائی کرتے تھے کہ مٹی کو توڑنے اور پارک جتنائی کرنے والی پھالیاں اچھی طرح کام کرتی ہیں لیکن وہ ہزاروں جیسے ڈھونڈ لیتے تھے کہ ان دونوں کو استعمال کرنا کیوں ممکن نہیں ہے۔ اور اگرچہ اسے یقین تھا کہ زراعت کی سطح کو نیچا رکھنا ضروری ہے پھر بھی بہتر ساز و سامان کے استعمال سے انکار کرنے پر اسے افسوس ہوتا تھا اس لئے کہ ان کے فوائد اس قدر صریح تھے۔ ان ساری مشکلوں کے باوجود وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور خزاں تک میں کام آگے بڑھنے لگا یا کم سے کم اسے یہی لگا۔

شروع میں لیون نے سوچا کہ ساری کھیتی باڑی جیسی تھی ویسی ہی کسانوں، مزدوروں اور عمار کو نئی شرکت داری کی شرطوں پر دے دے لیکن بہت جلد اسے یقین ہو گیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے کھیتی باڑی کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا۔ موٹی باڑا، باغ، سبزوں کے کھیت، گھاس کے میدان، کھیت کئی حصوں میں بانٹ دیئے گئے اور وہ الگ قطعے رہے۔ لیون کو یہ لگا کہ موٹی کے گھراں بھولے ابو ان نے معاملے کو سب سے زیادہ اچھی طرح سمجھا ہے۔ اس نے زیادہ تر اپنے ہاں بچوں کے ساتھ ایک آرٹیل بنایا اور موٹی ہاؤس کا حصہ دار بن گیا۔ دور پر واقع کھیت آٹھ سال سے پرانی پڑا تھا اسے سمجھدار بڑھتی ٹیڈور ریزنوف کی مدد سے کسانوں کے چھ خاندانوں نے نئی مشترکہ شرطوں پر لے لیا اور کسان شورا نے انہیں شرطوں پر سبزوں کے سارے کھیت لے لئے۔ باقی سب ابھی پرانے ہی حال پر رہا لیکن یہ تین قطعے نئے بندوبست کی ابتدا تھے اور لیون ان میں پوری طرح مصروف ہو گیا۔

یہ توجہ تھا کہ موٹی ہاؤس میں ابھی تک کام میں پہلے سے بہتری نہیں آئی تھی اور ابو ان نے اس بات کی سخت مخالفت کی کہ گوشائے کو گرم رکھا جائے اور کریم سے کھن نکالا جائے۔ وہ اس بات پر زور دیتا تھا کہ لھند



میں رکھنے سے گائیں چار اکم کھائی ہیں اور کھنی کریم سے نکالا ہوا کھن زیادہ زوردار ہوتا ہے اور اس نے پرانے طریقے کے مطابق خزاہ کا مقابلہ کیا اور اس نے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ظاہر کی کہ اسے جو رقم ملتی تھی وہ خزاہ میں جی بلکہ منافع میں جو اس کا حصہ ہو گا اس میں سے اسے کتنی مل رہی تھی۔

یہ سچ تھا کہ خود ریزونوف کی کمپنی نے یوائی سے پہلے اپنی زمین کو دوبارہ میں جو آج بیساکہ ملے ہوا تھا اور اس کے جوا میں یہ کما کہ وقت کم تھا۔ یہ بھی سچ تھا کہ اس کمپنی کے کسانوں نے یہ شرط مان لی تھی کہ یہ کام نئی بنیادوں پر کریں گے لیکن وہ اس زمین کو مشترکہ نہیں بلکہ لگان پر لی ہوئی کہتے تھے اور اس آرٹیل کے کسانوں اور خود ریزونوف نے کئی بار لیون سے یہ کما کہ "آپ تو زمین کے لئے نقد لگان لے لیتے تو آپ کو بھی سکون ہو جاتا اور ہم پر بھی بندھن نہ ہوتا۔" اس کے علاوہ ان کسانوں نے اس زمین پر نیا موٹی گاڑا اور کھتا بنانے کا جو معاہدہ کیا تھا اسے طرح طرح کے بہانے کر کے جاڑے تک نہ لے رہے۔

یہ بھی سچ تھا کہ شراپینٹ نے جو سبزیوں کے کھیت لئے تھے وہ ان کے چھوٹے چھوٹے قطعے کسانوں کو لگان پر دے دینا چاہتا تھا۔ اس کو جن شرطوں پر زمین دی گئی تھی ان میں وہ بظاہر بالکل نئی غلط اور ایسا لگتا تھا کہ جان بوجھ کر غلط سمجھاتا تھا۔

یہ بھی سچ تھا کہ اکثر لیون کسانوں کے ساتھ باتیں کرتے اور ان میں اس بندوبست کے سارے فائدے سمجھاتے وقت یہ محسوس کرتا تھا کہ ایسے وقت کسان صرف اس کی آواز سنتے رہتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہوئے ہیں کہ وہ چاہے کچھ بھی کہے اسے ان کو دھوکا نہ دینے دیں گے۔ یہ بات لیون خاص طور سے اس وقت محسوس کرتا تھا جب وہ سب سے سمجھدار کسان ریزونوف سے بات کرتا اور ریزونوف کی آنکھوں میں ایسا کھیل دیکھتا جو لیون کے اوپر ہنسی کو بھی دکھاتا اور اس محکم یقین کو بھی کہ اگر کوئی دھوکا کھائے گا بھی تو وہ محض ریزونوف تو نہیں ہو گا۔

لیکن اس سب کے باوجود لیون سوچتا تھا کہ کام چل پڑا اور یہ کہ اگر وہ بختی کے ساتھ حساب رکھے اور اپنی بات پر اڑا رہے تو وہ ان لوگوں پر آئندہ اس طرح کے بندوبست کے فوائد ثابت کر دے گا اور جب کام اپنے آپ ہی چلنے لگے گا۔

اس کام اور اس کے ساتھ اس باقی بھتی باؤی میں جو لیون کے ہاتھ میں رہی تھی اور پھر گھر پر اپنی کتاب پر کام کرنے میں ساری گرمیاں لیون اتنا مصروف رہا کہ وہ شکار پر بھی تقریباً نہیں گیا۔ اگست کے آخر میں اسے ایلوئسکی گھرانے کے ایک ملازم سے "جو زمین واپس لایا تھا یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ ساکھو چلے گئے۔ اس نے محسوس کیا کہ دارا یا انکسانہ دروٹا کے خط کا جواب نہ دے کر اپنی بد اخلاقی سے جس کے بارے میں وہ شرم سے سرخ ہوئے بغیر نہ سوچ سکتا تھا اس نے اپنی کشتیاں جلا ڈالی ہیں اور اب وہ کبھی ان کے ہاں نہ جاسکے گا۔ اس نے رخصت ہوئے بغیر چلے آکر بالکل اسی طرح کا برتاؤ سویاٹسکی میاں یوئی کے ساتھ بھی کیا تھا۔ لیکن وہ ان کے ہاں بھی کبھی نہیں جانے گا۔ اب اس کے لئے سب برابر تھا۔ اپنی بھتی باؤی کے لئے بندوبست میں وہ اس قدر مصروف تھا جس قدر اب تک وہ کسی چیز میں نہ ہوا تھا۔ اس نے ان کتابوں کو پڑھا جو اسے سویاٹسکی نے دی تھیں اور جو کتابیں اس کے پاس نہیں تھیں ان کے لئے آرڈر دے کر اس نے اس موضوع پر سیاسی معاشیاتی اور سوشلسٹ کتابیں پڑھیں اور جیسی کہ اسے توقع تھی اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس معاملے سے تعلق رکھتی ہو جسے اس نے ہاتھ میں لیا تھا۔ سیاسی معاشیاتی کتابوں میں مشغول کے ہاں جسے اس نے پڑے جو ش کے

ساتھ سب سے پہلے پڑھا تھا اور اسے یہ امید تھی کہ کسی بھی لمحے اسے ان سوالوں کے حل مل جائیں گے جن میں وہ الجھا ہوا تھا اسے یورپی زراعت کی حالت سے اخذ کئے ہوئے قوانین ملے۔ لیکن یہ کسی طرح اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ ان قوانین کو جنہیں روس پر عائد نہیں کیا جاسکتا عام اور آفاقی کیوں ہونا چاہئے۔ لیکن جنہاں نے سوشلسٹ کتابوں میں بھی دیکھی جو یا تو بیدار محفل قیاس آرائیاں تھیں لیکن ان کا اطلاق کسی طرح نہ کیا جاسکتا تھا حالانکہ اسے اپنی طالب علمی کے زمانے میں وہ بڑی دلکش معلوم ہوتی تھیں یا پھر معاملے کی اس حالت کی بہتری اور بیحد کاری کی کوشش تھی جس میں یورپ پہنچ گیا تھا اور جس میں اور روس کے زراعتی معاملے میں کوئی بھی چیز مشترک نہ تھی۔ سیاسی معیشت کتنی تھی کہ جن قوانین کے مطابق یورپ کی دولت نے ترقی کی تھی اور ترقی کر رہی تھی ان کا جو ہر عام و آفاقی اور ناقابل شک و شبہ تھا۔ سوشلسٹ تعلیمات کا کہنا تھا کہ ان قوانین کے مطابق ارتقاء ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور دونوں میں سے کوئی اس بات کا جواب دینا تو کیا اس کی طرف اشارہ تک نہ کرتی تھی کہ لیون اور سارے روسی کسان اور مالکان اپنے کروڑوں ہاتھوں اور بے شمار وسیع زمین کو کس طرح استعمال کریں کہ وہ عام بہبود کی خاطر زیادہ سے زیادہ بار آور ہوں۔

ایک بار جب اس نے اس معاملے کو ہاتھ میں لے لیا تو اس نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ وہ تمام چیزیں پڑھ ڈالیں جن کا تعلق اس کے موضوع سے تھا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ خزاں میں پڑیں جا کر اس معاملے کا مزید مطالعہ وہیں اصلی جگہ پر کرے گا تاکہ اس کے ساتھ اس معاملے میں بھی پھر وہی نہ ہو جو اکثر مختلف سوالوں کے سلسلے میں ہو چکا تھا۔ اکثر یہ ہوا کہ جیسے وہ اپنے ہم کلام کے خیالات سمجھنے لگا اور اپنے خیالات پیش کرنے لگا ویسے ہی اچانک اس سے کہا جاتا "اور کاؤفان" اور جو کس "اور دیو آ" اور پیکلی (29) ان میں آپ نے نہیں پڑھا۔ پڑھ لیجئے انہوں نے اس سوال سے سیر حاصل بحث کی ہے۔"

اب وہ صاف دیکھ رہا تھا کہ کاؤفان اور پیکلی اسے کچھ نہیں بتا سکتے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ روس کے پاس بہت اچھی زمین ہے اور بہترین کام کرنے والے ہیں اور چند صورتوں میں جیسے اس کسان کے ہاں جس سے وہ آدھے راستے پر ملتا تھا کام کرنے والے اور زمین بہت پید کرتے تھے لیکن زیادہ تر صورتوں میں "جب یورپی طریقے سے سہا یہ لگایا جاتا ہے تو وہ کم پیدا کرتے ہیں" اور یہ کہ ایسا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کام کرنے والے بس اپنے ہی مخصوص طریقے سے کام کرنا چاہتے ہیں اور اچھی طرح کام کرتے ہیں اور یہ مزاحمت اتفاق نہیں بلکہ مستقل ہے اور اس کی بنیاد عام لوگوں کی روح میں ہے۔ اس نے سوچا کہ روسی عام لوگوں کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ ذمہ داری غیر متبوضہ وسعت زمین پر شعوری طور سے آباد ہوں اور اسے کام میں لائیں۔ جب تک کوئی غیر متبوضہ زمین رہی جب تک انہوں نے ایسے طریقے اپنائے رکھے جو اس کے لئے ضروری تھے اور یہ کہ یہ طریقے اتنے بڑے نہیں ہیں جتنا انہیں عام طور سے خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کو وہ نظری طور پر کتاب میں اور عملی طور پر اپنی بھتی باؤی میں ثابت کرنا چاہتا تھا۔

مختصر کے آخر تک میں اس زمین پر جو آرٹیل کو دی گئی تھی موٹی گاڑا بنانے کے لئے نکلی ڈھوکہ پر بنیادی محنت اور گاہیوں سے حاصل ہونے والا کھن بچ دیا گیا اور منافع حصہ و سدی تقسیم کر دیا گیا۔ بھتی باؤی کے عمل میں کام بہت ہی اچھا چل رہا تھا کہ کم لیون کو یہی لگ رہا تھا۔ اس کے واسطے کہ نظری طور پر سارے معاملے



ہوگا۔ اس سے کچھ نہیں۔ اور اس کے پاس غالباً اپنی اگلی میٹا کیلویٹاری ہوں گی جن کو وہ اپنے منصوبوں کا راز دار بنا آ رہا ہوگا۔

یہی سب سوچتے ہوئے لیون اندر راہونے کے بعد گھر پہنچا۔

مخار، جو سوداگر کے پاس گیا تھا، واپس آیا اور اپنے ساتھ گیسوں کی رقم کا ایک حصہ لے آیا۔ بوڑھے خدنگار کے ساتھ معاہدہ ہو گیا تھا اور راستے میں مخار کو معلوم ہوا تھا کہ ہر جگہ اناج کھیتوں ہی میں کھڑا تھا اس لئے ابھی تک اس کے جو ایک سو ساٹھ گنتے نہیں کئے تھے وہ اس نقصان کے مقابلے میں کچھ نہیں تھے جو دوسروں کو اٹھانا پڑ رہا تھا۔

کھانے کے بعد لیون اپنی عادت کے مطابق کتاب لے کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا اور پڑھتے پڑھتے اپنی کتاب کے سلسلے میں اپنے آئندہ سفر کے بارے میں سوچنے لگا۔ آج اپنے کام کی ساری اہمیت کو وہ واضح طور سے سمجھ گیا اور اس کے ذہن میں اپنے آپ ہی پورے پورے پٹلے آئے گئے جو اس کے خیالات کے جوہر کا اظہار کرتے تھے۔ اس نے سوچا، "اسے لکھ لیا تھا چاہئے۔ اس کو ضرور ایک مختصر سا مقدمہ ہونا چاہئے جسے میں پہلے غیر ضروری سمجھتا تھا۔" وہ لکھنے کی میز کی طرف جانے کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس کے پاؤں کے پاس لیٹی ہوئی لاسا کبھی کبھی ہو کر اس کی طرف تنگے لگی جیسے پوچھ رہی ہو کہ کدھر چلتا ہے۔ لیکن لکھنے کا وقت ہی نہ ملا اس لئے کہ اگلے دن کے کام کی بات کرنے کے لئے کسانوں کے ٹھکانے اور لیون پیش والاں میں چلا گیا۔

بدانتیں دینے یعنی کل کے واسطے کام کا بندوبست کرنے اور ان سارے کسانوں سے ملنے کے بعد جنہیں اس سے کام تھا، لیون اپنے کمرے میں چلا گیا اور کام کرنے بیٹھا۔ لاسا کیڑے کے نیچے لیٹ گئی اور اگلی میٹا کیلویٹا اپنی جگہ پر بیٹھ کر جرائیں بننے لگیں۔

کچھ دیر لکھنے کے بعد لیون کو اچانک غیر معمولی وضاحت کے ساتھ کہیں اس کے انکار اور آخری ملاقات کا خیال آ گیا۔ وہ کھڑا ہو کر کمرے میں بیٹھ گیا۔

"کوئی ضرورت نہیں اوسنے آرتا ہے" اگلی میٹا کیلویٹا نے اس سے کہا۔ "اب آپ گھر میں کس لئے بیٹھے ہوئے ہیں؟ اگر مہائی کے چشموں پر چلے جاتے، انتظام تو سارا کری لیا۔"

"میں تو اگلی میٹا کیلویٹا پر سونپا ہوں۔ کام ختم کرنا ضروری ہے۔"

"ارے آپ کا کام بھی کیا ہے؟ کیا واقعی آپ نے کسانوں کو کم بخش دیا ہے اور لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ تمہارے مالک کو اس کے بدلے میں زار کی عنایت حاصل ہوگی۔ اور اچھا تو اس پر ہے کہ آپ کو کسانوں کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں ان کی فکر نہیں کر رہا ہوں اپنے لئے کر رہا ہوں۔"

اگلی میٹا کیلویٹا کو کھیتی باڑی کے سلسلے میں لیون کے منصوبوں کی ساری تفصیلات معلوم تھیں۔ لیون اکثر اپنے خیالات ان کی ساری باریکیوں سمیت ان کے سامنے پیش کرتا اور خاصی باران سے بحث بھی کرتا اور ان کی وضاحتوں سے کبھی کبھی متفق نہ ہوتا۔ لیکن اس وقت اس نے جو کچھ کہا اس سے وہ بالکل کچھ اور ہی سمجھیں۔

"اپنی روح کے بارے میں یہ تو سبھی جانتے ہیں، ہر چیز سے پہلے سونپنا چاہئے" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "اب پارلینڈ کو دیکھئے، یہ تو ادا پر والے کی مرضی کے پڑے لکھتے تھے، لیکن موت ایسی پائی کہ

کی وضاحت کی جائے اور تعینف کو ختم کیا جائے، جو لیون کے خوابوں کے مطابق نہ صرف یہ کہ سیاسی معاشیات میں ایک انقلاب برپا کر دے گی بلکہ اس سائنس کو بالکل ہی نیست و نابود کر دے گی اور ایک نئی سائنس، زمین سے عام لوگوں کے تعلق کی سائنس کی ابتدا کرے گی، جس سے کتنا تھا کہ وہ پریس جاکر ساری چیزوں کا ہر موقع مطالعہ کرے کہ وہاں اس سمت میں کیا کیا گیا ہے اور اس بات کے قائل کن جوت تلاش کرے کہ وہاں جو کچھ کیا گیا ہے وہ سب وہ نہیں ہے جس کی ضرورت ہے۔ لیون صرف یہ انتظار کر رہا تھا کہ گیسوں پتیا دیا جائے تاکہ وہ رقم حاصل کر لے اور پریس چلا جائے۔ لیکن پارٹی شروع ہو گئی جس کی وجہ سے جو اناج اور آٹا ابھی تک کھیت میں تھا اسے اٹھانے کی مہلت ہی نہ ملتی تھی۔ سارا کام رک گیا بلکہ گیسوں کا پتیا بھی بند ہو گیا۔ راستوں پر ناگزیر کچھ تھی۔ دو چکیاں ہاڑھ میں بند تھیں اور موسم روز بروز بدتر ہی ہو گیا۔

۳۰ ستمبر کو صبح سے سورج نکل آیا اور اچھے موسم کی امید کر کے لیون فیصلہ کن انداز میں سفر روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے گیسوں کو یوروں میں بھرنے کا حکم دیا، مخار کو رقم لانے کے لئے سوداگر کے پاس بھیجا اور خود کھیتی باڑی کے کاموں میں لگ گیا تاکہ سفر جانے سے پہلے آخری بندوبست کر دے۔

بہر حال سارے کام ختم کر کے اور پارٹی کی تربیوں سے تر، جو اس کے چمڑے کے جینٹ کے نیچے کبھی گردن پر بیٹھتے تو کبھی اس کی جرابوں کی گھٹس کے اوپر، لیکن دل کی انتہائی خوش و خرم اور جہالی حالت میں لیون شام کو گھر واپس آیا۔ شام کے قریب خراب موسم بدتر ہو گیا۔ پچری دار برف پوری تر تھا اور کانوں اور سر کو جھکتی ہوئی گھوڑی پر اتنے زوروں میں پڑی تھی کہ وہ آڑی آڑی چل رہی تھی لیکن کٹھ پتلی لیون مزے میں تھا اور اپنے چاروں طرف گدلی ٹالیوں کو دیکھتا جو پیسوں کے ساتھ ہماگ رہی تھیں، کبھی ہرنگی ٹنٹی سے لگتی ہوئی بندوں کو، کبھی پل کے تختے پر پڑی ہوئی جی برف کو، جو ابھی تک پھسل نہ تھی، کبھی بوڑھے سلی اور بیچتیوں کو جو ایک تنگے ہو جانے والے پیڑ کے چاروں طرف ایک موٹی پرت کی شکل میں ڈھیر ہو گئی تھیں۔ ارد گرد کی فطرت کی اداسی کے باوجود لیون کو خاص طور سے جیلے پن کا احساس ہو رہا تھا۔ دور کے گاؤں میں اس نے کسانوں کے ساتھ جوت پخت کی تھی اس سے دکھائی دے رہا تھا کہ وہ اپنے نئے رشتوں کے عادی ہونے لگے تھے۔ ایک بوڑھے خدنگار کے ہاں وہ کپڑے کھانے کے لئے چلا گیا تھا، بظاہر اس نے لیون کے منصوبے کی تائید کی اور خود سے پیشکش کی کہ وہ موٹی خریدنے کے لئے شرکت داری میں شامل ہو جائے گا۔

لیون سوچ رہا تھا، "میں یہ ضرورت ہے کہ مستعدی کے ساتھ اپنے نصب العین کی طرف بوجھتا ہوں تو میں جو چاہتا ہوں وہ حاصل کر لوں گا اور یہ اس لائق ہے کہ اس کے لئے کام اور محنت کی جائے۔ یہ معاملہ میرا ذاتی نہیں ہے بلکہ یہاں عام بہبود کا سوال ہے۔ ساری زراعت کو اور خاص کر سارے عام لوگوں کی حالت کو بالکل بدل دینا چاہئے۔ مفلسی کی بجائے۔ عام دولت اور طمانیت، عتاد کی بجائے۔ اتفاق رائے اور مفادات کا تعلق۔ مختصر یہ کہ انقلاب، بغیر خون خرابے کے، لیکن زبردست انقلاب، شروع میں ہمارے اوپر دے کے چھوٹے سے طبقے میں پھر گہرائی میں روس میں 'ساری دنیا میں۔ اس لئے کہ انصاف پسند خیال کبھی بے ثمر ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں یہ ہے وہ مقدمہ جو اس لائق ہے کہ اس کے لئے کام کیا جائے۔ اور اس بات سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو گا کہ یہ خیال میرا، کسٹن تن لیون کا ہے، اسی کا جو بال ناچ میں سیاہ ٹائی باندھ کر گیا تھا (30) اور جسے شیریا سکا نے ٹھکانا قرار دیا جو خود اپنی نظریں اتنا قابل رحم اور حقیر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فر۔ ٹکلن (31) نے اپنے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔" اس کے بعد خود کو اتنا ہی حقیر محسوس کیا کہ وہ اس طرح اپنے اوپر بھروسہ نہ کیا



خدا ہر ایک کو دے " انہوں نے ایک خند مٹا کر کے بارے میں کہا جس کی موت کچھ ہی دن پہلے ہوئی تھی۔ "تو یہ کر لی ساری پاک رسیں ادا کر لیں۔"

"میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں" اس نے کہا۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اپنے فائدے کے لئے کر رہا ہوں۔ اگر کسان اچھی طرح کام کریں تو میرے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔"

"ارے آپ چاہے کچھ کریں اگر وہ بیکار ملے ہے" تو سب کچھ اوندھاسیدھا ہی رہے گا۔ اگر دین دھرم ہے تو کام کرے گا اور میں ہے تو آپ کچھ نہیں کر سکتے۔"

"واہوا" اور آپ خود ہی کہتی ہیں کہ اے ان تو سونے کی دیکھ بھال زیادہ اچھی کرنے لگا۔"

"میں تو ایک ہی بات کہتی ہوں" اگلیاٹا کیلونا نے کہا اور صاف ظاہر تھا کہ انہوں نے یہ بات اتفاقاً نہیں بلکہ خیالات کے پورے تسلسل اور توازن کے ساتھ کسی "آپ کو شادی کر لینی چاہئے" بس یہ ہے ساری بات۔"

اسی بات کی طرف اگلیاٹا کیلونا کے دھیان دلانے پر جس کے بارے میں وہ خود ہی ابھی ابھی سوچ رہا تھا اسے برا بھی لگا اور اپنی توہین کا احساس بھی ہوا۔ لیون نے اپنی بھوسیں سیٹھیں اور ان کو جواب دینے بغیر پھر سے اپنے کام میں لگ گیا اور اپنے ذہن میں اس سب کو دہرانے لگا جو اس نے اس کام کی اہمیت کے بارے میں سوچا تھا۔ بس بھی کھار خاموشی میں اس کے کانوں میں اگلیاٹا کیلونا کی بنا کی سلاخیوں کی آواز آتی اور اسے وہ باتیں یاد آتی جنہیں وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا اور پھر بھوسیں سیٹھ لیتا۔

نوبے گھنٹیوں کی آواز اور کچڑ میں کسی گاڑی کے مشکل سے چلنے اور ہٹکولے کمانے کی دہلی دلی آواز سنائی دی۔

"لہجے" آپ کے ہاں مسان آگئے" اب ہی نہیں آئے گا" اگلیاٹا کیلونا نے کہا اور کڑی ہو کر دروازے کی طرف چلیں۔ لیون لیون لپک کر ان سے آگے نکل گیا۔ اب اس کا کام آگے میں بڑھ سکتا تھا اور اسے مسان کے آنے کی خوشی ہوئی چاہے کوئی بھی ہو۔

### 31

دو ڈکری جب وہ آدمی سیڑھیاں ملے کر چکا تو لیون نے پیش دالان میں کھانسنے کی جانی پہچانی آواز سنی۔ لیکن اس نے خود اپنے پاؤں کی چاپ میں یہ آواز صاف نہیں سنی تھی اور وہ امید کر رہا تھا کہ اس سے غلطی ہوئی ہو۔ پھر اس نے لب اور بالکل بے غلطی دیکھا جس سے وہ اچھی طرح واقف تھا اور لگا کہ اب تو اپنے آپ کو دھوکا دینا ناممکن ہے۔ پھر بھی وہ امید کر رہا تھا کہ اس نے غلطی کی ہو اور یہ دراز قد شخص جو اپنا پتھر کا کٹا ہوا رخسار ہے تھے اور کھائیں رہے تھے اس کے بھائی نکولا کی نہیں تھے۔

لیون اپنے بھائی سے محبت کرتا تھا لیکن ان کے ساتھ رہنا اس کے لئے ہمیشہ اذیت ناک ہوتا تھا۔ اور اب جبکہ وہ اپنے ذہن میں آئے ہوئے خیالات اور اگلیاٹا کیلونا کے یاد دلانے کے زیر اثر ایک غیر واضح اور مبہم سی حالت میں تھا اس کے لئے اپنے بھائی سے یہ ملاقات خاص طور سے گراں گزری۔ وہ توقع کر رہا تھا کہ کوئی خوش باش صحت مند غیر شخص مسان آیا ہو گا جو اس کے روحانی غیر واضح بن کی طرف سے اس کی توجہ ہٹا دے گا مگر اس کی بجائے اسے ملاقات کرنی پڑی تھی اپنے بھائی سے جو اسے اچھی طرح سمجھتے تھے جو اس کے

انتہائی اندرونی اور دلی خیالات کا اظہار کر رہا تھا اس کے اور اسے ساری بات کہہ دینے پر مجبور کر دیں گے۔ اور یہ اس کے لئے ناگوار تھا۔

ایسے شرمناک احساس پر خود اپنے اوپر غصہ کرتے ہوئے لیون دو ڈکری پیش دالان میں گیا۔ جیسے ہی اس نے بھائی کو قریب سے دیکھا ویسے ہی ذاتی خوش فہمی کے دور ہو جانے کا یہ جذبہ فوراً ہی غائب ہو گیا اور اس کی جگہ ترس نے لے لی۔ بھائی نکولا کی اپنے دہلیز بن اور بنیاری کیوجہ سے پہلے ہی ایسے تھے کہ دیکھ کر گڑ گڑاتا لیکن اب تو وہ اور بھی دہلیز ہو گئے تھے اور بھی زیادہ مکمل گئے تھے۔ اب تو بس ایک ڈھانچا رہ گیا تھا جس پر کمال پڑھی ہوئی تھی۔

وہ پیش دالان میں کھڑے اپنی لمبی دلی پتلی گردن کو جھٹک رہے تھے اور اس پر سے مظنا تار رہے تھے اور بہت سی عجیب قابل رحم انداز میں مسکرا رہے تھے۔ اس صلہ جو یا نہ اور تابعدار نہ مسکرا ہٹ کو دیکھ کر لیون کو لگا کہ اس کے گلے میں پھندا پڑ رہا ہے۔

"لو" میں آگیا تمہارے پاس" نکولا کی نے ہماری آواز میں بھائی کے چہرے کو یک تک دیکھتے ہوئے کہا۔ "چاہتا تو میں بہت دنوں سے تمہیں طبیعت ہمیشہ خراب رہی۔ اب میں بہت ٹھیک ہو گیا ہوں" انہوں نے اپنی بڑی سی سوکھی دلی پتلیوں سے داڑھی کو پوچھتے ہوئے کہا۔

"ہاں" ہاں" لیون نے جواب دیا۔ اور جب اس نے ان کو بیا کر کرتے ہوئے ہونٹوں سے بھائی کے جسم کے سوکھے پن کو محسوس کیا اور ان کی بڑی بڑی عجیب طرح سے چمکتی ہوئی آنکھوں کو اور بھی قریب سے دیکھا تو اسے پہلے سے بھی زیادہ ڈر لگا۔

لیون نے کئی ہفتے پہلے بھائی کو لکھا تھا کہ گھر میں جو چھوٹی سی جائیداد غیر تقسیم شدہ رہ گئی تھی اس کی فروخت سے ان کے حصے کا کوئی دو ہزار روپے مل سکتا ہے۔

نکولا کی نے بتایا کہ اب وہ یہ رقم لینے اور خاص بات یہ تھی کہ اپنے آشیانے میں رہنے اپنی دھرتی کو چھو کر پرانے زمانے کے سوراٹوں کی طرح آئندہ سرگرمی کے لئے طاقت حاصل کرنے آئے ہیں۔ ان کے کندھے اب پہلے سے بھی زیادہ جھک گئے تھے اور ان کے لیے قدر پر اتنا دیا پن آدی کو حیرت میں ڈال دیتا تھا مگر اس کے باوجود ان کی حرکات و سکنات حسب دستور حیز اور جھٹکے دار تھیں۔ لیون انہیں اپنے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں لے گیا۔

بھائی نے بڑی کوشش اور احتیاط کے ساتھ کپڑے بدلے جو پہلے کبھی نہ ہوتا تھا اپنے سیدھے بالوں میں جو بہت سی تھوڑے رہ گئے تھے کٹھنکی کی اور مسکراتے ہوئے اوپر آئے۔

وہ بہت ہی خوش اور مشتعل مزاجی کیفیت میں تھے جیسے وہ بچپن میں اکثر ہوتے تھے اور لیون کو اس کی یاد آتی تھی۔ انہوں نے سرخنی ایو اوچ کا ذکر بھی بغیر کسی غصے کے کیا۔ اگلیاٹا کیلونا سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کچھ غصہ نہ اٹھایا اور پرانے خند مٹا کر کے بارے میں پوچھا۔ یار فین دہن کی موت کی خبر سے ان پر برا اثر ہوا۔ ان کے چہرے سے خوف ظاہر ہونے لگا لیکن فوراً ہی وہ شہنشاہ بن گئے۔

"آخر وہ بوڑھے تو تھے ہی" انہوں نے کہا اور بات کا موضوع بدل دیا۔ "ہاں تو اب تمہارے پاس مینہ دو مینے رہوں گا اور پھر ماسکو چلا جاؤں گا۔ تمہیں پتہ ہے کہ کیا ٹکوف نے مجھے جگہ دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں ملازمت کرنے لگوں گا۔ اب میں اپنی زندگی کو بالکل ہی دوسری طرح کی بناؤں گا" انہوں نے اپنی بات جاری



رکھی۔ "پہلے ہمیں میں نے اس عورت سے جان چھڑائی۔"  
"مارا کھولا تھو؟" "کیسے؟" آخر کس لئے؟

"اے وہ کھلی عورت تھی اس نے میرے ساتھ بہت سی ناگوار حرکتیں کیں۔" لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ ناگوار حرکتیں کیا تھیں۔ وہ یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ مارا کھولا یا تو انہوں نے اس کے بھگدیا تھا کہ وہ چائے بہت ہلکی بنا تی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ان کی دیکھ بھال اس طرح کرتی تھیں جیسے بیمار کی جاتی ہے۔ "پھر یہ کہ میں دیسے بھی اپنی زندگی کو پوری طرح بدلاتا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ میں نے بہت سی بد قولیاں کیں جیسے کہ سبھی کرتے ہیں، لیکن دولت اور حیثیت کی مجھے کوئی پروا نہیں اس کی اہمیت سب سے کم ہے۔ صحت اچھی ہونی چاہئے اور صحت خندا کا شکر ہے، ٹھیک ہو گئی۔"

لیون سنٹار ہا اور سوچتا رہا لیکن کسی طرح نہ سوچ پاتا کہ کیا اسے قابل کھلائی بھی یہی محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے لیون سے اس کے معاملات کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ لیون کو اپنے بارے میں باتیں کر کے خوشی ہوئی اس لئے کہ وہ بغیر کسی تصنع کے باتیں کر سکتا تھا۔ اس نے بھائی کو اپنے منصوبوں اور سرگرمیوں کے بارے میں بتایا۔

بھائی سن تو رہے تھے لیکن صاف ظاہر تھا کہ انہیں اس سے دلچسپی نہیں تھی۔

یہ دو انسان ایک دوسرے سے اتنے قریب تھے اور اتنی محبت کرتے تھے کہ ذرا سی حرکت، آواز کا لہجہ دونوں کو اس سے زیادہ تادیتا تھا جتنا لفظوں میں کہا جاسکتا تھا۔

اس وقت ان دونوں کے ذہن میں ایک ہی خیال تھا، کھلائی کی بیماری اور قریب تر آتی ہوئی موت، جس نے باقی سارے خیالات کو ہٹا دیا تھا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی اس کی بات کرنے کی ہمت نہ کر سکتا تھا اور اس لئے وہ چاہے کچھ بھی بات کریں، چونکہ وہ اس کا اظہار نہیں کر رہے تھے جو ان کے دل میں تھا، سب جھوٹ ہی تھا۔ لیون بھی کسی اور بات سے اتنا خوش نہ ہوا تھا جتنا اس سے کہ شام ختم ہو گئی اور سونے کے لئے جانے کا وقت ہو گیا۔ وہ کبھی کسی بھی باہری آدمی یا سرکاری عہدیدار کی آمد پر اتنا غیر فطری اور متاثر نہیں ہوا تھا جتنا آج تھا۔ اور اس غیر فطری پن کے علم اور اس پر بچھتاوے نے اسے اور بھی غیر فطری بنا دیا۔ اس کا بی چاہتا تھا کہ وہ اپنے قریب المرگ بھائی پر روئے لیکن اس کو ان کی باتیں سننے پر ہی تھیں اور اس بات کو جاری رکھنا پڑا تھا کہ وہ کس طرح زندگی بسر کریں گے۔

چونکہ گھر میں سلیمن تھی اور صرف ایک کمرہ گرم کیا جاتا تھا اس لئے لیون نے بھائی کو اپنے ہی سونے کے کمرے میں لکڑی کی دیوار کی دوسری طرف لٹایا۔

بھائی لیٹ گئے اور سوتے یا نہیں سوئے لیکن وہ مریض کی طرح کروٹیں بدلتے اور کھانتے رہے اور جب کھانے کر بھی گھانا نہ صاف ہوا تو وہ بڑبڑاتے۔ کبھی کبھی جب وہ بھاری بھاری سانس لینے کو کہتے "اف میرے خدا!" کبھی کبھی جب بظلم گلے میں پھنس جاتا تو وہ جھنجھلا کر کہتے "اور نہ لعنت ہے!" لیون بہت دیر تک نہیں سویا اور انہیں کی طرح کان لگا رہا۔ لیون کو مختلف طرح کے خیالات ستارہے تھے لیکن سارے خیالات کا سلسلہ ایک ہی بات پر ٹوٹا تھا۔ موت۔

موت ہر چیز کا گزیر انجام، اس کو پہلی بار ناقابل مزاحمت قوت کے ساتھ نظر آیا۔ اور یہ موت، یہاں اس محبوب بھائی میں جو سوتے میں گرا رہا تھا اور عادت کی بنا پر بغیر کسی احتیاز کے کبھی خدا کو آواز دیتا اور کبھی

شیطان کو، اتنی دور نہیں تھی جتنی اسے پیشہ لگتی تھی۔ وہ خود اس کے اندر بھی تھی۔ اس کو وہ محسوس کر رہا تھا۔ آج میں تو کل، کل میں تو تیس سال بعد گیا واقعی سب برابر نہیں ہے؟ اور یہ چیز کیا تھی یہی ناگزیر موت۔ یہ صرف یہی نہیں کہ وہ جانتا نہ تھا، صرف یہی نہیں کہ اس نے اس کے بارے میں کبھی سوچا نہ تھا بلکہ اس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا سوچنے کی ہمت بھی نہ کر سکتا تھا۔

"میں کام کر رہا ہوں، میں کچھ کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ بھول ہی گیا کہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے مگر۔" موت بھی ہے۔

وہ اندھیرے میں پلنگ پر بیٹھ گیا اور جبکہ اس نے اپنے ہاتھ کھٹکوں کے گرد باندھ لئے اور خیالات کے تاروں سے سانس روک کر سوچنے لگا۔ لیکن خیالات میں اس نے جتنا زیادہ تار پھیدا کیا اتنا ہی یہ بات زیادہ واضح ہوتی گئی کہ یہ بلاشبہ ایسا ہی ہے مگر وہ زندگی میں ایک چھوٹی سی حقیقت کو دیکھنا بھول ہی گیا تھا۔ یہ کہ موت آئے گی اور سب کچھ ختم ہو جائے گا مگر کوئی چیز اس لائق بھی نہیں ہے کہ اسے شروع کیا جائے اور یہ کہ اس میں کسی طرح کی بدنامی نہیں ہے۔ ہاں یہ بہت سی بیماریاں ہیں مگر یہ یہ ایسا ہی۔

"ہاں مگر ابھی تو میں زندہ ہوں، تو اب میں کیا کروں؟ کیا کروں؟" اس نے انتہائی ناامیدی سے کہا۔ اس نے موسم بقی جلائی اور بڑی احتیاط کے ساتھ اٹھ کر آئینے کے پاس گیا اور اپنی صورت اور بالوں کو دیکھنے لگا۔ ہاں، کتھنوں پر سفید بال تھے۔ اس نے اپنا منہ کھولا۔ پیچھے والے دانت خراب ہونے لگے تھے۔ اس نے اپنے چہرے دار بازوؤں پر سے آستین ہٹائی۔ ہاں، قوت تو بہت ہے۔ لیکن یہ جو کھلائی اپنے ہتھکڑوں کی بجائے کھلی قوت سے سانس لے رہے ہیں ان کا جسم بھی صحت مند تھا۔ اور اچانک اسے یاد آیا کہ بچپن میں کیسے وہ دونوں سونے کے لئے لیٹتے تھے اور اس انتظار میں رہتے تھے کہ جیسے ہی نچو دور بگدا بچ دوڑاڑے سے باہر جائیں ویسے ہی ایک دوسرے پر تنگے چپکے چپکے کر قہقہے لگائیں کہ ضبط نہ کر پائیں مگر نچو دور بگدا بچ کا خوف بھی زندگی کی اس ہرزہ اور موتیں مارتی ہوئی خوشی کو روک نہ سکتا تھا۔ "اور اب یہ دھنسا ہوا خالی سینہ... اور میں، شے یہ پتہ ہی نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور کیوں..."

"کھوں کھوں کھوں! اف لعنت! یہ تم اور ادا کر گیا کر رہے ہو، تم سوچے کیوں نہیں؟" بھائی اس پر قہقہے۔

"بس یوں ہی؟" نہیں، نیند ہی نہیں آ رہی ہے۔"

"لیکن میں تو اچھی طرح سویا۔ اب مجھے پتہ نہ نہیں آ رہا ہے۔ دیکھو، قیص چھو کر دیکھ لو۔ لیون نہیں ہے نہ؟"

لیون نے چھو کر دیکھا اور لکڑی کی دیوار کی دوسری طرف جا کر محسوس ہی کیجیادی لیکن اس کے بعد بھی اسے تک نہیں سویا۔ یہ سوال اس کے ذہن میں ڈرا ڈرا واضح ہوا ہی تھا کہ وہ زندگی کیسے بسر کرے کہ ایک اور انجمن سوال پیدا ہو گیا۔ موت۔

"لیکن وہ تو مر رہے ہیں، اگلی بار تک مر جائیں گے تو کیسے ان کی مدد کی جائے؟ میں ان سے کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں اس کے بارے میں کیا جانتا ہوں؟" میں تو بھول ہی گیا تھا کہ یہ بھی ہوتا ہے۔"



"میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ مزدور قوت کو قدرتی تجزیاتی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے، یعنی اس کا مطالعہ کرنا چاہئے اس کے خواص کا اعتراف کرنا چاہئے اور..."

"لیکن یہ بالکل بیکار ہے۔ یہ قوت اپنے ارتقا کے ذریعے کے مطابق خودی سرگرمی کی جانی ہو بھی شکل تلاش کر لیتی ہے۔ ہر جگہ غلام تھے اس کے بعد ٹیٹنرس (34) اور ہمارے ہاں لگان کی تکمیل کرنے والی محنت ہے لگان کا نظام ہے اور حکیت مزدوری کا کام ہے۔ تو تم تلاش کیا کر رہے ہو؟"

لیون ان آخری گفتگوں پر اچانک گرم ہو گیا اس لئے کہ اپنے دل کی گمراہی میں اسے اندیشہ تھا کہ یہ سچ تھا۔ سچ یہ تھا کہ وہ کمیونزم اور معین شعوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ بہ مشکل ہی ممکن تھا۔

اس نے گرم ہو کر جواب دیا "میں پیداوار بخش طریقے سے کام کرنے کا ذریعہ تلاش کر رہا ہوں اپنے لئے بھی اور مزدور کے لئے بھی۔ میں متفہم کرنا چاہتا ہوں..."

"متفہم تم کچھ بھی نہیں کرنا چاہتے۔ بس یہ کہ جیسے تم نے ساری زندگی بسر کی ہے تم چاہتے ہو طبع زاد بننا یہ دکھانا کہ تم کسانوں کا خالی استحصال نہیں بلکہ ایک خیال کے تحت کر رہے ہو۔"

"اچھا تو آپ یوں سوچتے ہیں تو چھوڑ دیجئے!" لیون نے کہا اور محسوس کیا کہ اس کے ہائیں گال کے پٹے بے اختیار پھڑک رہے ہیں۔

"تم میں یقین کبھی نہیں تھا اور اب بھی نہیں ہے تم کو تو بس اپنی خود پسندی کو تسکین پہنچانا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے بہت اچھا ہے اب چھوڑیے میری جان!"

"چھوڑی رہا ہوں! بہت پہلے ہی چھوڑنا چاہئے تھا! جاؤ تم جہنم میں! اور مجھے سخت افسوس ہے کہ میں یہاں آیا۔"

بعد کو لیون نے بھائی کو مٹانے کی بڑی کوشش کی لیکن گولائی کچھ سنائی نہ چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ الگ ہو جانا ہی کہیں بہتر ہے اور کسٹن تن دیکھ رہا تھا کہ اصل بات صرف یہ ہے کہ بھائی کے لئے زندگی کا قابل برداشت ہو گئی ہے۔

جب کسٹن تن دوسری مرتبہ ان کے پاس آیا اور ظاہر داری کے لئے اس نے ان سے کہا کہ اگر اس نے کسی بھی طرح ان کی توجہ کی ہو تو وہ اسے معاف کر دیں تب تک گولائی پہلے جانے کی تیاری کر چکے تھے۔

"ارے واہ کیا فانیضی ہے!" گولائی نے کہا اور مسکرائے۔ "اگر تم یہ سمجھنا چاہتے ہو کہ تم ٹھیک تھے تو میں تم کو یہ طمانیت فراہم کر سکتا ہوں۔ تم ٹھیک تھے لیکن میں بہر حال جا رہا ہوں۔"

رواگی سے بس ٹھیک پہلے گولائی نے اس کو پکارا اور اچانک بھائی کو ایک عجیب سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے کہا:

"پھر بھی کوستیا میرے بارے میں بہت برا نہ سوچنا!" اور ان کی آواز بھرمانی۔

صرف یہی الفاظ تھے جو خلوص کے ساتھ کہے گئے تھے۔ لیون سمجھ گیا کہ ان الفاظ کی تہ میں مضموم یہ تھا کہ "تم دیکھ رہے ہو اور جانتے ہو کہ میری حالت بری ہے اور ہو سکتا ہے اب پھر کبھی نہ ملیں۔" لیون یہ سمجھ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے ایک بار پھر بھائی کو پکارا لیکن وہ کچھ کہ نہ سکا کہا کیا ہی نہیں۔

ماننے اور فرمانبرداری کی وجہ سے اس پناہن محسوس کرنے لگتے ہیں تو بہت جلد ہی ان کا ضرورت سے زیادہ مطالبہ کرنا اور جھگڑا لو ہو جانا ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ یہی اس کے بھائی کے ساتھ بھی ہو گا۔ اور واقعی بھائی گولائی کی صلہ جوئی اور نیکی زیادہ دیر نہیں چلی۔ اگلی ہی صبح کو وہ بھائی کے اوپر جھنجھلائے اور اس سے اچھٹے لگے اور اس کی سب سے دھمکی رگوں کو کھینچنے لگے۔

لیون نے خود کو قصور وار محسوس کیا اور وہ اسے درست نہیں کر سکا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر وہ دونوں تصنع سے کام نہ لیں اور اس طرح بات کریں جیسے دل کھول کر بات کرنا کہا جاتا ہے، یعنی بس وہی بات کریں جو وہ سوچتے اور محسوس کرتے ہیں تو وہ دونوں بس ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے اور کسٹن تن کہتا "تم سر رہے ہو، تم سر رہے ہو، تم سر رہے ہو!" اور گولائی نے صرف یہ جواب دیا ہوتا "میں جانتا ہوں کہ میں مریاؤں کا لیکن میں ذرا ناہوں، ذرا ناہوں، ذرا ناہوں!" اور اس سے زیادہ انہوں نے کوئی بات نہ کی ہوئی بشرطیکہ دل کی بات کرنا چاہتے۔ لیکن اس طرح زندہ رہنا ممکن ہو جاتا اس لئے لیون وہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو اس نے ساری زندگی کرنے کی کوشش کی تھی اور کبھی نہ کھپایا تھا اور جو اس کے مشاہدے کے مطابق بہت سے لوگ اتنی اچھی طرح کر سکتے تھے اور جس کے بغیر زندہ رہنا ممکن تھا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ جو سوچتا تھا اس کی بات نہ کرے اور براہیہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ بات جھوٹی لگتی تھی اور اس کے بھائی اسی بات کو پکڑ لیتے اور اس سے جھنجھلا جاتے تھے۔

تیسرے دن گولائی نے اپنے بھائی سے کہا کہ وہ پھر سے اپنا منصوبہ بیان کرے اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے اس پر اعتراضات کئے بلکہ سوچ سمجھ کر اس کو اور کمیونزم کو گنڈھ کرنے لگے۔

"تم نے بس کسی اور کے خیال کو لے لیا لیکن اسے صبح کر دیا اور اس کا اطلاق ناقابل اطلاق پر کرنا چاہتے ہو۔"

"لیکن میں تو تم سے کہہ رہا ہوں کہ ان میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں ہے! وہ لوگ جائیداد کو، سرمائے کو، وراثت کے رد اور بننے کو نہیں تسلیم کرتے، لیکن میں اس استعمال (32) کو رد کئے بغیر صرف محنت کو یا قاعدہ بنانا چاہتا ہوں" (لیون کو یہ بات بالکل نا پسند تھی کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے لیکن جب سے وہ اپنی کتاب میں مصروف ہوا تھا تب سے غیر ارادی طور پر روز بروز زیادہ غیر روسی الفاظ استعمال کرنے لگا تھا)۔

"یہی تو بات ہے، تم نے کسی اور کے خیال کو لے لیا اس میں سے وہ سب نکال دیا جو اس کی اصل قوت تھی اور تم یقین کرنا چاہتے ہو کہ یہ تو کوئی نئی چیز ہے، گولائی نے اپنی غائی کو فٹے سے سمجھنے ہوئے کہا۔

"لیکن میرے خیال میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں ہے..."

"وہاں" غصے میں آنکھیں چمکاتے ہوئے اور طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے گولائی نے کہا "وہاں کم سے کم کیسے کہا جائے، قلعہ سی دگشی تو ہے، وضاحت ہے، تئیں ہے، ہو سکتا ہے یہ ہو پوہا ہو۔ لیکن فرض کر لو کہ پورے ماضی کو تاہلہ رازا (33) بنا دیتا ممکن ہو، نہ جائیداد ہو جائے، نہ خاندان رہ جائے تو محنت متفہم ہو جائے گی۔ لیکن تمہارے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہے..."

"آخر آپ یہ گنڈھ کس لئے کر رہے ہیں، کمیونسٹ تو میں کبھی تھا ہی نہیں۔"

"لیکن میں تھا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ عمل از وقت لیکن معقول چیز ہے اور اس کا مستقبل ہے جیسے کہ اولین صدیوں میں یہ سائیت کا تھا۔"



بھائی کے جانے کے تیسرے دن خود یون بھی پردیس چلا گیا۔ ریلے اسٹیشن پر اس کی ملاقات کیٹی کے پیچھے بھائی شیریا تنکی سے ہو گئی جسے یون کی بے انتہا اداسی پر بڑا تعجب ہوا۔

”جیس ہو کیا ہے؟“ شیریا تنکی نے اس سے پوچھا۔

”ارے کچھ نہیں، خوشی کی چیزیں دنیا میں ویسے بھی کم ہیں۔“

”کم کہاں ہیں؟ کسی پرانے میول اوزین جانے کی بجائے تم میرے ساتھ ہر س چلو۔ پھر دیکھیں گے کتنی خوشیاں ہیں۔“

”نہیں میں شرم کر چکا۔ اب تو مرنے کا وقت ہے۔“

”واہ کیا بات کہی ہے!“ شیریا تنکی نے چپٹے ہوئے کہا۔ ”اور میں نے تو ابھی بس شروع کرنے کی تیاری کی ہے۔“

”ہاں، تھوڑے دنوں پہلے میں بھی یہی سوچتا تھا لیکن اب میں جانتا ہوں کہ جلدی مرنے والا ہوں۔“

لیون نے وہی کہا تھا جو وہ سچ سچ پچھلے دنوں سوچتا رہا تھا۔ اسے ساری چیزوں میں صرف موت یا اس سے قریب تر آنا دکھائی دیتا تھا۔ مگر اس نے جو کام پھیلایا تھا اس میں وہ اور زیادہ مصروف ہو گیا تھا۔ جب تک موت نہیں آتی تب تک کسی نہ کسی طرح زندگی تو کاٹنی ہی تھی۔ اس کے لئے ہر چیز پر اندھرا چھا گیا تھا لیکن اسی اندھیرے ہی کے نتیجے میں وہ محسوس کرتا تھا کہ اس اندھیرے میں رہنا ہی کرنے والا واحد دھماکا اس کا کام تھا جسے اس نے ساری آخری قوت دکا کر پکڑ لیا تھا اور پکڑے ہوئے تھا۔



## حصہ چہارم

۱

کار سینن میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہتے رہے ہر روز وہ ملتے تھے لیکن ایک دوسرے کے لئے بالکل انہی ہو گئے تھے۔ الکساندر روڈج نے بیوی سے روز ملنے کا قاعدہ بنالیا تھا تاکہ نوکروں کو قیاس آرائیاں کرنے کا موقع نہ ملے۔ لیکن گھر پر کھانا کھانے سے وہ گریز کرتے تھے۔ الکساندر روڈج کے گھر میں دروہشی بھی نہیں آتا تھا لیکن گھر سے باہر آنا اس سے ملتی تھیں اور شوہر اس بات کو چاہتے تھے۔

صورت حال تینوں کے لئے اذیت ناک تھی اور اگر ان میں سے ہر ایک کو یہ توقع نہ ہوتی کہ یہ صورت حال بدل جائے گی اور یہ صرف ایک وقتی المناک مشکل ہے جو گزر جائے تو اسے برداشت کرنا کسی کے بھی بس میں نہ ہوتا۔ الکساندر روڈج یہ انتظار کر رہے تھے کہ یہ جنون گزر جائے گا جیسے کہ ہر چیز گزر جاتی ہے مگر سب لوگ اس کے بارے میں بھول جاتیں گے اور ان کے نام کو بھول جائے گا۔ اس صورت حال کا واروہد ار آنا پر تھا اور انہیں کے لئے یہ سب سے زیادہ اذیت ناک بھی تھی وہ اسے لئے برداشت کر رہی تھیں کہ انہیں اس کا نہ صرف انتظار بلکہ یقین تھا کہ یہ سب بہت جلدی سلجھ جائے گا اور سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ وہ یہ تو ہرگز نہ چاہتی تھیں کہ اس تھکی کو کون سی چیز سلجھائے گی لیکن انہیں پورا یقین تھا کہ یہ چیز اب جلد ہی نمودار ہونے والی ہے۔ دروہشی غیر ارادی طور پر ان کی تابعداری کر رہا تھا اور وہ بھی اپنے سے الگ اور آزاد کسی چیز کی توقع کر رہا تھا جو لازمی طور پر اس ساری مشکل کو دور اور درست کر دے گی۔

سچ چاڑوں میں دروہشی نے ایک بہت ہی بے کیف ہنرے گزارا۔ اسے ایک بیرونی پرس کے ساتھ تعینات کر دیا گیا جو پیئرس برگ آئے ہوئے تھے۔ دروہشی کا فرض انہیں پیئرس برگ کی قابل دید چیزیں دکھانا تھا۔ دروہشی خود بھی وجہ تھا اس کے علاوہ اسے خود کو عزت و احترام کے ساتھ لئے دیئے رہنے کا فن بھی آتا تھا اور اسے ایسی شخصیتوں سے ملنے باتیں کرنے کی عادت بھی تھی۔ اسی لئے پرس موصوف کے ساتھ اسی تعینات کیا گیا۔ لیکن اس کی ذمہ داریاں اسے بہت گراں معلوم ہوئیں۔ پرس کوئی بھی ایسی چیز چھوڑنا نہ چاہتے تھے جس کے بارے میں وطن میں ان سے سوال کیا جاسکتا ہو کہ روس میں یہ دیکھا ہے یا نہیں۔ اور پھر جہاں تک ہو سکے وہ خود روسی تفریحوں سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔ ان دونوں دلچسپیوں میں ان کی رہنمائی کرنا دروہشی کا فرض تھا۔ صبح کو وہ قابل دید مقامات دیکھنے جاتے اور شام کو قوی تفریحوں میں حصہ لیتے۔ پرس کی صحت پر نسوں کے درمیان بھی غیر معمولی طور پر اچھی تھی۔ ورزشوں اور اپنے جسم کی اچھی دیکھ بھال کی بدولت وہ اتنی قوت رکھتے تھے کہ ان زیادتیوں کے باوجود جن سے تفریحوں میں کام لیتے تھے وہ بڑے سے چپٹے ہرے ہالینڈی کھیرے کی طرح تروتازہ رہتے تھے۔ پرس نے بہت سیر سفر کیا تھا اور انہوں نے یہ دریافت کیا تھا کہ نقل



وحمل کے ذرائع کی موجودہ سہولت کا ایک خاص فائدہ یہ تھا کہ قومی تقریبات دستیاب ہو گئی تھیں۔ وہ اسپین جا چکے تھے جہاں انہوں نے سڑکوں پر گالے بجانے میں حصہ لیا تھا اور ایک اسپینی لڑکی سے قربت حاصل کی تھی جو گیارہ بجاتی تھی۔ سوٹر لینڈ میں انہوں نے گیسزا (1) کا شکار کیا تھا۔ انگلستان میں انہوں نے سرخ فرائ کوٹ پن کرگھوڑے کو ٹیپوں پر سے بھگایا تھا اور شرط لگا کر دو سو بمزیتوں کا شکار کیا تھا۔ ترکی میں وہ ایک حرم میں گئے تھے ہندوستان میں انہوں نے ہاتھی پر سواری کی تھی اور اب روس میں سب خاص روسی تقریبات کا مزہ چکھتا چاہتے تھے۔

دروہشی کو گوان کے خاص میر تقریبات ہونے کی حیثیت سے ان ساری روسی تقریبات کا اہتمام کرنے میں جن کا مشورہ مختلف لوگوں نے پرس کو دیا تھا بڑی مشکل ہوئی۔ گھڑ دوڑیں بھی تھیں اور بلینی (2) بھی رچھ کا شکار بھی اور تین گھوڑوں کی گاڑی پر سواری بھی، چھٹی باج گانے بھی تھے اور چکر بھولے بھی جن کے ساتھ روسی طریقے سے برتن توڑتے تھے۔ اور پرس بہت ہی غیر معمولی آسانی سے روسی روح کے مالک بن گئے، انہوں نے کشتی بھر برتن توڑے، زانو پر بھی لڑکیوں کو بٹھایا اور لگتا تھا جیسے پوچھ رہے ہوں کہ۔ اور کیا ہے؟ یا بس اسی میں ساری روسی روح ہے؟

در اصل ساری روسی تقریبات میں پرس کو سب سے زیادہ پسند آئیں فراہسی اداکاریاں، خیلے ناچنے والی ایک لڑکی اور سفید مہروالی شاپین۔ دروہشی پر نسوں کا عادی تھا لیکن یہ نہیں اس وجہ سے کہ پچھلے دنوں وہ خود بدل گیا تھا یا اس پرس سے بہت زیادہ قربت کی وجہ سے یہ ہفتہ اس کے لئے بے انتہا گراں ہو گیا۔ اس پر رے ہفتے میں اسے سارے وقت ایک احساس ہوتا رہا، اس شخص کی طرح کا احساس جسے کسی خطرناک پاگل کے ساتھ رکھ دیا گیا ہو اور جو اس پاگل سے بھی ڈر رہا ہو اور اس سے اتنا قریب ہونے کی وجہ سے اسے خود اپنی عقل گنوا دینے کا ڈر ہو۔ دروہشی برابر اس ضرورت کو محسوس کرتا تھا کہ پوری طرح سے عمدہ ارادہ احرام کے لمبے میں کوئی فرق نہ آنے پائے تاکہ توہین کا شکار نہ ہو جائے۔ انہیں لوگوں کے ساتھ جو دروہشی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پرس کے لئے روسی تقریبات فراہم کرنے کے لئے اپنی کمال سے باہر نکل آئے تھے پرس کا رویہ حقارت آمیز تھا۔ پرس روسی عورتوں کا مطالعہ کرنا چاہتے تھے اور ان عورتوں کے بارے میں ان کی رائے پر دروہشی متعدد بار تحفے سے سرخ ہو گیا۔ لیکن خاص سبب جس کی بنا پر دروہشی کے لئے پرس بہت گراں ہو گئے تھے یہ تھا کہ اس نے ان میں اپنے آپ کو دیکھا۔ اور اس آئینے میں اس نے جو کچھ دیکھا وہ اس کی خود پسندی کو اچھا نہیں لگا۔ یہ ایک بہت ہی بیوقوف، بہت ہی خود اعتماد، بہت ہی ستر دست اور بہت ہی خوش پوش انسان تھا اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ شریف تھے۔ یہ سچ تھا اور دروہشی اس نے انکار نہ کر سکتا تھا۔ بلند تر لوگوں کے ساتھ وہ برابر ہی سے، خوشامد کے بغیر پیش آتے تھے اور برابر لوگوں کے ساتھ بغیر کسی بندش کے اور سادگی سے، اور ماتحتوں کے ساتھ حقارت آمیز نیک دلی کا برتاؤ کرتے تھے۔ دروہشی خود بھی ایسا ہی تھا اور اسے اپنی بڑی خوبی سمجھتا تھا۔ لیکن پرس کے ساتھ معاشرت میں وہ ماتحت تھا اور خود اس کے ساتھ یہ حقارت آمیز نیک دلی کا برتاؤ اس کے لئے ازیت بن گیا۔

”بیوقوف موشی اکیا دقتی میں بھی ایسا ہی ہوں؟“ اس نے سوچا۔

چاہے یہ کچھ بھی کیوں نہ رہا ہو، جب وہ ساتویں دن پرس کے ماسکو جانے سے پہلے اس سے رخصت ہوا اور انہوں نے اس کا شکر یہ ادا کیا تو اسے بڑی خوشی ہوئی کہ اس اث پنی صورت حال اور ناکوار آئینے سے اسے

نجات ملی۔ رچھ کے شکار سے واپس آکر جس میں ساری رات روسی محفل میں وطرب گرم رہی تھی، شیش پر اس نے پرس سے رخصت ملی۔

2

گھر واپس آیا تو دروہشی کو اپنے کمرے میں آنا کا رقعہ ملا۔ انہوں نے لکھا تھا ”میں بیمار اور بہت دھکی ہوں۔ میں باہر نہیں جاسکتی لیکن اب آپ سے ملے بغیر بھی نہیں رہ سکتی۔ شام کو آئیے۔ سات بجے اگستینو روہش کو نسل چلے جائیں گے اور دس بجے تک وہیں رہیں گے۔“ ایک منٹ اس بات کے عجیب ہونے کے بارے میں سوچنے کے بعد کہ وہ اسے سیدھے اپنے پاس بلاری ہیں شوہر کے اس مطالبے کے باوجود کہ اس سے نہ ملیں، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ جائے گا۔

دروہشی ان جاڑوں میں ترقی پا کر ریل ہو گیا تھا اور وہ رجسٹر کو چھوڑ کر الگ رہنے لگا تھا۔ شیش کے وہ فور ای سوئے پر لیٹ گیا اور پانچ منٹ میں ان بیوہ متاعری یادیں جو اس نے پچھلے دنوں میں دیکھی تھیں گھڑ ہو گئیں اور آنا کے اور ہانکا کرنے والے ایک کسان کے تصورات سے مل گئیں جس نے رچھ کے شکار میں بڑا اہم رول ادا کیا تھا۔ اور دروہشی کی آنکھ لگ گئی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اندھا ہوا چکا تھا اور وہ زسے کانپ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے موسم جی چلائی۔ ”کیا ہوا؟ کیا؟“ میں نے خواب میں کون سی ایسی بیسیا کچھ دیکھی؟ ہاں ہاں۔ ہانکا کرنے والا کسان، چھوٹا سا کاندہ آدمی جس کی داڑھی لٹ دار اور پکٹی تھی، تنک کرکچہ کر رہا تھا اور اچانک اس نے فراہسی میں کچھ عجیب سے الفاظ کہے۔ ہاں، خواب میں اس سے زیادہ تو کچھ نہیں تھا، اس نے اپنے آپ سے کہا ”لیکن یہ اتنا بیسیا کس وجہ سے تھا؟“ اس نے پھر سے جیتے جاگتے کسان کو یاد کیا اور ان ناقابل فہم فراہسی الفاظ کو بھی جو اس کسان نے کہے تھے ”اور اس کی ریشہ کی ہڈی پر خوف کی ٹھنڈی لمبی دھڑ گئی۔“

”کیا یہ قوتی ہے؟“ دروہشی نے سوچا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔

ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس نے خد شکار کو آواز دی، جلدی جلدی کپڑے بدلے اور برساتی میں نکل آیا۔ وہ خواب کو بالکل بھول چکا تھا اور اب اسے صرف اس بات کی کوفت تھی کہ اسے دیر ہو گئی۔ کار سنیں خانہ ان کی برساتی کے پاس پہنچ کر اس نے پھر گھڑی پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ نو بجتے ہیں دس منٹ باقی تھے۔ صدر دروازے کے پاس اونچی اور تنگ سی بھٹی کھڑی تھی جس میں سرخی جوڑی جتی ہوئی تھی۔ اس نے آنا کی گاڑی کو پکڑا۔ ”وہ میرے پاس آ رہی ہیں“ دروہشی کو خیال ہوا ”اور یہ بہتری ہوتا۔“ مجھے اس گھر میں جانا اچھا نہیں لگا۔ لیکن اب کیا فرق پڑتا ہے۔ میں چھپ تو سکتا نہیں۔“ اس نے اپنے آپ سے کہا اور ایک ایسے شخص کے انداز سے جسے کسی چیز پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، جو اس نے بچپن سے اپنے آپ میں پیدا کیا تھا، دروہشی اپنی برف گاڑی میں سے نکل آیا اور دروازے کی طرف چلا۔ دروازہ کھلا اور ایک دربان ہاتھ پر کھیل ڈالے لگا اور اس نے بھی کو قریب لانے کے لئے کہا۔ دروہشی کو تھیلیات کی طرف دھیان دینے کی عادت تو نہیں تھی لیکن اس وقت اس نے تعجب کے اس اعتبار کو دیکھ لیا جس کے ساتھ دربان نے اس پر نظر ڈالی تھی۔ بالکل دروازے میں دروہشی اگستینو روہش سے تقریباً لکر آیا۔ گیس کی مشعل نے ان کی سیاہ ہیٹ اور سفید ٹائی سمیت جو پیور کے اور کوٹ کی وجہ سے اور چمک رہی تھی، ان کے سنے ہوئے جھکے جھکے چہرے کو اجال دیا۔



رہے؟ سارے وقت پر نس کے ساتھ؟

وہ اس کی زندگی کی ساری تفصیلات جانتی تھیں۔ وہ کتنا چاہتا تھا کہ ساری رات میں سویا تھا اور اس کی آنکھ لگی لیکن ان کے بیچانی اور خوش و خرم چہرے کو دیکھ کر اس کا خمیر ملات کرنے لگا اور اس نے کہا کہ اسے پر نس کی روانگی کی رپورٹ دینے کے لئے جانا ضروری تھا۔

"تو اب تو ختم ہو گیا؟ وہ چلے گئے؟"

"شکر ہے خدا کا کہ ختم ہو گیا۔ تم یقین نہیں کرو گی کہ میرے لئے یہ سب کس قدر ناقابل برداشت تھا۔"

"کس وجہ سے؟ آخر یہ تو تم بھی لوگوں کی، جو ان مردوں کی پیشہ ہی کی زندگی ہے؟" انہوں نے بھوس بھوس کر کر کہا اور کروٹنے کی بتائی لے کر جو میز پر پی ہوئی تھی، دروہی کی طرف دیکھے بغیر اس میں سے کب نکالے لگیں۔

"میں نے بہت دنوں سے یہ زندگی چھوڑ دی۔" اس نے ان کے چہرے کے تاثر کو بدل جانے پر حیران ہو کر اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اور میں اعتراف کرتا ہوں" اس نے مسکرا کر اپنے ہواار سفید دانت دکھاتے ہوئے کہا "مگر اس پختہ بھر میں میں نے خود کو پیسے آئیے میں دیکھا اور مجھے اچھا نہیں لگا۔" وہ ہاتھ میں کر دیشیا لے ہوئے تھیں لیکن بن نہیں رہی تھیں بلکہ اسے عجیب، چٹکتی ہوئی اور غیر دوستانہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"آج صبح لیزا میرے پاس آئی تھیں۔ وہ ابھی تک کاؤتس لیدیا ایوانوونا کے باجوہ میرے پاس آئے سے ڈرتی تھیں۔" انہوں نے اضافہ کیا "اور انہوں نے آپ کی شخصیت بھی شام کا حال سنایا۔" کس قدر شرمناک!

"میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا۔"

انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ تحریر تھی وہاں جسے تم پہلے جانتے تھے؟"

"میں کہنا چاہتا تھا۔"

"تم سب مرد کتنے ذلیل ہوتے ہو! کیسے تم لوگ یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ عورت اس بات کو بھول ہی نہیں سکتی۔" انہوں نے اور بھی زیادہ گرم ہوتے ہوئے کہا اور اس طرح اس پر اپنی جھجلاہٹ کے سبب کو ظاہر کر دیا "خاص طور سے ایسی عورت جو تمہاری زندگی کو نہیں جان سکتی۔ میں کیا جانتی ہوں؟ پہلے میں کیا جانتی تھی؟" انہوں نے کہا "وہی جو تم نے مجھے بتایا۔ اور میں کیا جانوں کہ تم نے مجھ سے سچ بتایا کہ۔"

"آنا! تم میری کوہن کر رہی ہو۔ کیا تم کو مجھ پر یقین نہیں ہے؟ کیا میں نے تم سے کہا نہیں کہ میرے ذہن میں ایسے خیالات ہیں ہی نہیں جنہیں میں تم پر ظاہر نہ کر سکوں؟"

"ہاں! ہاں! انہوں نے کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ رنج و رقاہت کے خیالات کو دل سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ "لیکن کاش جنہیں معلوم ہو تا کہ میرے لئے کتنا مشکل ہے! میں یقین کرتی ہوں" تم پر یقین کرتی ہوں۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے؟"

لیکن ایک دم وہ یاد نہ کر سکا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ رنج و رقاہت کے یہ دورے پچھلے دنوں ان پر اکثر و بیشتر پڑنے لگے تھے۔ ان دوروں سے وہ دہر جاتا تھا اور چمپا کے کی وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر تا ہو لیکن ان کی طرف

کار خن کی ہے جس و حرکت گلدی آ نکھیں دروہی کے چہرے پر گز گئیں۔ دروہی نے سر جھکا کر تعظیم کی اور انگلی سے انگلی اندر روہی نے دھانہ بھیج کر ہاتھ بہت تک اٹھایا اور پہلے گئے۔ دروہی نے دیکھا کہ کیسے وہ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کسی میں بیٹھ گئے اور انہوں نے کھڑکی میں سے کھیل اور دروہی لے لی اور آگے سے او بھل ہو گئے۔ دروہی پیش دالان میں داخل ہوا۔ اس کی بھوس سڑکی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں نمے اور غور کی چمک تھی۔ "یہ بھی کیا صورت حال ہے!" اس نے سوچا۔ "اگر وہ لڑے، اپنی آمد کی مدافعت کرتے، تو میں کچھ کر سکتا تھا،" اپنے احساسات کا اظہار کر سکتا تھا۔ لیکن یہ کمزوری یا ذلالت۔ وہ تو مجھے ایک فریبی کی حالت میں پچپا دیتے ہیں جب کہ میں ایسا ہونا پہلے بھی نہیں چاہتا تھا اور اب بھی نہیں چاہتا۔"

وریدے باغ میں آنا کے ساتھ اپنی صفائی اور وضاحت والی بات چیت کے بعد سے دروہی کے خیالات بہت بدل چکے تھے۔ غیر ارادی طور پر آنا کی کمزوری کی تابعداری کرتے ہوئے، جنہوں نے اسے سب کچھ دے دیا تھا اور اس سے صرف یہ توقع کرتی تھیں کہ وہ ان کے مقدر کا فیصلہ کر دے اور پہلے ہی سے سب کچھ قبول کر لینے پر تیار تھیں، دروہی نے بہت مدت سے یہ سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ یہ تعلق ختم ہو سکتا ہے جیسا کہ وہ جب سوچتا تھا۔ اس کے باوجود اکرام علی کے منصوبے پھر کس منظر میں چلے گئے اور یہ محسوس کر کے کہ اب وہ سرگرمی کے اس معلق سے باہر نکل آیا ہے جس میں سب کچھ طے شدہ تھا، اس نے اپنے آپ کو پوری طرح سے اپنے جذبات کے حوالے کر دیا تھا اور یہ جذبات اسے روز بروز زیادہ مضبوطی سے آنا کے ساتھ بانڈھتے چلے جا رہے تھے۔

پیش دالان ہی میں اس نے آنا کے دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ سمجھ گیا کہ آنا اس کا انتظار کر رہی تھیں، اس کی آہٹ پر کان لگائے تھیں اور اب ڈرانگ روم میں واپس جا رہی تھیں۔

"نہیں!" اسے دیکھ کر وہ جھج پڑیں اور ان کی آواز کی پہلی ہی گونج پر ان کی آنکھوں میں آنسو ڈھپا آئے "نہیں! مگر یہ اسی طرح چل رہے گا تو پھر یہ اور بھی" اور بھی زیادہ پہلے ہو جائے گا!"

"کیا میری دوست؟"

"کیا؟ میں انتظار کر رہی ہوں، بھگت رہی ہوں، مھنہ دو گھنٹے۔۔۔ نہیں، میں نہیں کروں گی! میں تم سے جھگڑا تو نہیں کر سکتی۔ یقیناً تم آ نہیں سکتے تھے۔ نہیں، نہیں کروں گی!"

انہوں نے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھ لئے اور دیر تک اسے گہری، پرست لیکن ساتھ ہی آزمائے والی نظروں سے دیکھتی رہیں۔ وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر ان دنوں کی بھیگی پوری کر رہی تھیں جب انہوں نے اسے نہ دیکھا تھا۔ وہ ہر ملاقات کی طرح اس وقت بھی اس کے بارے میں اپنے تخیل کی تصویر کا (جو ناقابل موازنہ طور پر ہزار حقیقت میں ناممکن تھی) موازنہ اس سے کر رہی تھیں جیسا وہ واقعی تھا۔

3

"تم لے ان سے؟" انہوں نے اس سے پوچھا۔ وہ دونوں لپ کے نیچے میز کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ "یہ ہے تمہاری سزا دیر کرنے کی۔"

"ہاں، لیکن یہ ہوا کیسے؟ انہیں تو کونسل میں ہونا چاہئے تھا؟"

"گئے تھے اور واپس آگئے اور اب پھر کہیں گئے ہیں۔ لیکن یہ کچھ نہیں۔ اس کی بات مت کرو۔ تم کہاں



"ہاں، لیکن مجھ سے نہیں رہا جانا تاہم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے انتظار میں کتنی اذیت جمیلی ہے! میرے خیال میں میں جلتی نہیں ہوں۔ میں جلتی نہیں ہوں، جب تم یہاں ہوتے ہو، میرے پاس تو مجھے تمہارے اوپر یقین ہوتا ہے، لیکن جب کہیں اور تم اپنی الگ زندگی بسر کرتے ہو جو میرے لئے ناقابل فہم ہوتی ہے۔"

وہ اس سے دور ہٹ گئیں اور آخر کار انہوں نے کوشش کی بنائی میں سے کب نکال لیا اور تیزی سے شادت کی انگلی سے لپک کر روشنی میں چپکے ہوئے سفید اون کے پے در پے پھرتے ڈالے گئیں اور اپنی کڑھی ہوئی آستین کے اندر پٹکی سی کلائی کو جلدی جلدی اعصابی انداز میں کھمکاتے گئیں۔

"اچھا تو یہ بتاؤ کہ اگلیسی الکساندر روج سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی؟" اچانک غیر فطری انداز میں ان کی آواز کو گونجی۔

"دروانڈول میں ہم آپس میں ٹکرائے۔"

"اور انہوں نے اس طرح تمہاری تعظیم کی؟"

انہوں نے منہ لٹکا کر اور آنکھوں کو نیم بند کر کے اپنے چہرے کے تاثر کو بدل لیا اور روشنی نے ان کے خراب صورت چہرے پر زور دیر کے لئے چہرے کا وہی تاثر دیکھا جس کے ساتھ اگلیسی الکساندر روج نے اس کی تعظیم کی تھی۔ وہ مسکرا اور آنا اس شہنشاہ دلی ہنسی کے ساتھ نہیں جو ان کی خاص و کشیدہ میں تھی۔

"میں تو انہیں ہرگز نہیں سمجھتا،" دروہی نے کہا۔ "اگر مضائقہ ہے تو مجھے میں تمہارے صاف صاف بتا دیتے کہ بعد وہ تم سے قطع تعلق کر لیتے، اگر وہ مجھے ڈول کے لئے لٹکارتے۔ لیکن یہ تو میں نہیں سمجھتا کہ کیسے وہ اس طرح کی صورت حال کو گوارا کر سکتے ہیں؟ یہ تو کھائی دیتا ہے کہ وہ بھی بھگت رہے ہیں۔"

"وہ؟" آنا نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ "وہ بالکل مطمئن ہیں۔"

"آخر کس لئے ہم سب اذیت جمیل رہے ہیں جبکہ سب کچھ اچھا ہو سکتا تھا؟"

"سوائے ان کے۔ کیا میں انہیں جانتی نہیں، اس جھوٹ کو، جس میں وہ سر سے تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ کیا واقعی اگر آدمی کچھ بھی محسوس کرتا ہو تو وہ اس طرح زندگی بسر کر سکتا ہے جیسے وہ میرے ساتھ کرتے ہیں؟ وہ کچھ نہیں سمجھتے، کچھ نہیں محسوس کرتے۔ کیا واقعی جو شخص کچھ بھی محسوس کرتا ہو اپنی عزم پیوی کے ساتھ ایک ہی گھبراہٹ رہ سکتا ہے؟ کیا وہ اس سے بات کر سکتا ہے؟" اسے "تم" کہہ کر مخاطب کر سکتا ہے؟

اور پھر غیر ارادی طور پر ان کے ذہن میں ان کا خیال آیا تھا "تم ہائیرے" تم آنا!

"وہ مرد نہیں ہیں، انسان نہیں ہیں، کھنکھتی ہیں، کوئی نہیں جانتا لیکن میں جانتی ہوں۔" ان کے ان کی جگہ پر ہوتی ہوئی بھی ان کی جگہ پر ہوتا تو میں نے کب کا کل کر دیا ہوتا، میں نے اس پیوی کے کھلے کھلے کر دیئے ہوئے ایسی کے جیسی میں ہوں، یہ نہ سمجھتی اس سے "ہائیرے" آنا۔ وہ انسان نہیں ہیں، وہ زارتی مشین ہیں۔ وہ سمجھتے ہی نہیں کہ میں تمہاری پیوی ہوں کہ وہ غیر ہیں کہ وہ قاضی ہیں۔ نہیں کریں گے، ان کی بات ہی نہیں کریں گے۔"

"تم ٹھیک نہیں کہہ رہی ہو، ٹھیک نہیں کہہ رہی ہو میری دوست،" دروہی نے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن بہر حال ان کے بارے میں ہم بات نہیں کریں گے۔ تم مجھے بتاؤ، تم کیا کرتی رہیں؟ کیا ہوا ہے جس میں یہ بنیادی کیا ہے اور ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

انہوں نے اس کو شرارت آمیز خوشی کے ساتھ دیکھا۔ بظاہر انہوں نے شوہر میں کچھ اور مسئلہ خیر اور

سے سرو ہو جانا تھا، جو اس کے کہ جانتا تھا کہ وہ کھدور ثابت کی وجہ تو یہی تھی کہ وہ اس سے محبت کرتی تھیں۔ جانے کتنی بار اس نے اپنے آپ سے کہا تھا کہ ان کی محبت تو سکہ ہے اور وہ تو اس سے اس طرح محبت کرتی تھیں جیسے صرف وہ عورت محبت کر سکتی ہے جس کے لئے محبت زندگی کی ہر رکت سے زیادہ گراں قدر ہو۔ اور اب وہ اس وقت کے مقابلے میں سکہ سے کہیں زیادہ دور تھا، جب ان کے پیچھے پیچھے ہاسکو سے چلا آیا تھا۔ تب سے وہ خود کو بہت دکھی سمجھتا تھا لیکن سکہ نصیب ہونے ہی والا تھا۔ اب وہ محسوس کرتا تھا کہ ہنر سکہ تو گزر چکا تھا۔ وہ اب ویسی بالکل نہ رہ گئی تھی جیسی اس نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اخلاقی اور جسمانی دونوں اعتبار سے بدل گئی تھی اور بری ہی ہو گئی تھی۔ وہ سارے بدن سے پھیل گئی تھی اور ان کے چہرے پر اس وقت جب وہ اداکارہ کی بات کر رہی تھیں، ہدی کا ایک تاثر تھا جس نے ان کے چہرے کو مسح کر دیا تھا۔ وہ انہیں اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے آدمی اپنے توڑے ہوئے اور مر رہا جانے والے پھول کو دیکھے جس میں اسے وہ حسن مشکل سے نظر آتا ہے جس کی بنا پر اس نے اسے توڑا اور بھاڑا کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ محسوس کرتا تھا کہ جب اس کی محبت قوی تر تھی تو اگر وہ شدت کے ساتھ چاہتا تو اس محبت کو اپنے دل سے کوچ کر بیٹھ سکتا تھا لیکن اب جب اس وقت کی طرح اسے لگتا تھا کہ اسے ان سے محبت نہیں رہ گئی تو وہ جانتا تھا کہ ان سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا۔

"اچھا تو بتاؤ تو سی،" تم پر بس کے بارے میں مجھے کیا بتانا چاہتے تھے؟ میں نے دیکھا کہ وہ بھاڑا گیا، انہوں نے اضافہ کیا۔ وہ وہ لوگ رکتور ثابت کے جذبے کو کہتے تھے۔ "ہاں تو تم نے پر بس کے بارے میں بات کرنی شروع کی تھی؟ تمہارے لئے اتنی مشکل کیوں تھی؟"

"اف، ناقابل برداشت!" اس نے کھوئے ہوئے خیال کا سرا پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"قریب سے جاننے میں ان کی جیت نہیں ہوتی۔ اگر ان کی صحیح تعریف بیان کی جائے تو وہ خوب اچھی طرح سے کھلائے پلائے ہوئے جانور ہیں، جیسوں کو نمائشوں میں اول انعام ملتے ہیں، بس اور کچھ نہیں،" اس نے جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا جو انہیں بڑی دلچسپ لگی۔

"نہیں، آخر کیوں؟" انہوں نے اعتراض کیا۔ "بہر حال انہوں نے بہت کچھ دیکھا ہے، تعلیم یافتہ ہیں؟"

"یہ تعلیم بالکل دوسری ہے۔ ان لوگوں کی تعلیم۔ وہ ظاہر ہے تعلیم یافتہ صرف اس لئے ہیں تاکہ تعلیم کو عقارت سے دیکھنے کا حق حاصل ہو جائے جیسے کہ یہ لوگ ہر چیز کو عقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں سوائے وحشیانہ تقریروں کے۔"

"آخر تم بھی کو وحشیانہ تقریریں تو اچھی لگتی ہیں؟" انہوں نے کہا اور اس نے پھر وہ اس نظریں دیکھیں جو اس سے کھڑائی تھیں۔

"یہ تم ان کی اتنی طرف داری کیوں لے رہی ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں طرف داری نہیں لے رہی ہوں، میرے لئے بالکل کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن میں سوچتی ہوں کہ اگر یہ تقریبات جنہیں خود پند نہ تو تم انکار کر سکتے تھے۔ لیکن تیرے کو حوالے پاس میں دیکھ کر جنہیں بھی تو مزہ آتا ہے۔"

"پھر وہی دیا!" اس نے ان کا ہاتھ جو انہوں نے میز پر رکھ لیا تھا اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چومتے ہوئے

کہا۔



بے گئے پلوڑہ میں لے گئے اور انتظار میں تھیں کہ وقت ملے تو تھیں۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی:

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ بیماری نہیں بلکہ ہماری صورت حال ہے۔ کب ہوگا؟"

ان کی آنکھوں کی مذاق اڑانے والی چمک ماند پڑ گئی لیکن ایک دوسری مسکراہٹ نے ہنسی ایسی چیز کے علم نے جس سے وہ واقف نہیں تھا اور ایک دہرے دہرے سے غم نے ان کے چہرے کے پتلے والے تاریک جگہ لے لی۔ "جلدی" جلدی۔ تم نے کہا کہ ہماری صورت حال انتہا تک ہے مگر اسے سلجھانے کی ضرورت ہے۔ کاش تم کو یہ معلوم ہو تاکہ میرے لئے وہ کتنی تکلیف دہ ہے میں کیا کچھ نہ دے ڈالتی اس کے لئے کہ تم سے آزادانہ اور مکمل کر محبت کر سکوں اتنی انتہا نہ بھگتتی اور اپنی جگہ سے تم کو نہ انتہا پہنچاتی۔ اور یہ ہو جاتا ہے کہ جلدی "لیکن ایسے نہیں جیسے ہم سوچتے ہیں۔"

اور یہ خیال کر کے کہ یہ کیسے ہو گا وہ خدا اپنے آپ کو اس قدر قابل رحم لگیں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ اپنی بات جاری نہ رکھ سکیں۔ انہوں نے یس کی روشنی میں بچتی آنکھوں والے اپنا رخ صورت سفید ہاتھ اس کی آستین پر رکھ دیا۔

"یہ ایسے نہیں ہو گا جیسے ہم سوچتے ہیں۔ میں تم سے یہ کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن تم نے مجھے مجبور کر دیا۔ جلدی" جلدی سب سلجھ جائے گا اور ہم سب کو "سب کو بچیں مل جائے گا اور پھر ہم کوئی انتہا نہیں بھیلیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں" اس نے سمجھتے ہوئے کہا۔

"تم نے پوچھا کب؟ جلدی۔ اور میں اس میں زندہ نہ بچوں گی۔ میری بات مت کاٹنا" اور انہوں نے بے صبری سے کہا "میں یہ جانتی ہوں" اور بیچنی طور پر جانتی ہوں۔ میں مریاؤں کی اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ مریاؤں کی" مجھے بھی چمکارا مل جائے گا اور تم لوگوں کو بھی۔"

ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ ان کے ہاتھ پر جھک کر اسے چومنے لگا اس کو شش میں کہ اپنی پریشانی کو چھپالے جس کی وہ جانتا تھا کہ کوئی بنیاد نہ تھی لیکن وہ اس پر قابو نہ پاسکتا تھا۔

"تو بس یہ ہے" اور یہی بہتر ہے "انہوں نے بڑی شدت کے ساتھ اس کے ہاتھ کو دبا تے ہوئے کہا۔ "بس یہی ایک" ایک ہی راستہ ہمارے لئے رہ گیا ہے۔"

وہ سنبھل گیا اور اس نے سرائیا۔

"ہماری قوتی ہے! تم کیسی محض سے بالکل خالی ہو قوتی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"نہیں" یہ سچ ہے۔

"کیا کیا ہے؟"

"کہ میں سرائیا گی۔ میں نے خواب دیکھا ہے۔"

"خواب؟" دروہی نے دھریا اور ایک دم اسے اپنے خواب والا کسان یاد آ گیا۔

"ہاں خواب" انہوں نے کہا۔ "بہت دن ہوئے میں نے یہ خواب دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا تھا کہ میں دوڑ کر اپنے سونے کے کمرے میں گئی کہ مجھے وہاں سے کچھ لینا تھا یا کچھ معلوم کرنا تھا۔ تم تو جانتے ہو خواب میں کیسے ہوتا ہے "انہوں نے خوف سے آنکھیں پھاڑ کر کہا "اور سونے کے کمرے میں گونے میں کچھ کھڑا تھا۔"

"اور نہ ہماری قوتی ہے ایسے کوئی یقین کر سکتا ہے۔"

لیکن انہوں نے اپنا قطع کلام کرنے میں دیا۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھیں وہ ان کے لئے بہت سی اہم تھا۔

"اور یہ کچھ جو تھا وہ مڑا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک کسان تھا "ناٹا سا" ڈراؤنا اور اس کی داڑھی لٹوں دار اور پکٹی تھی۔ میں بھانگنا چاہتی تھی لیکن وہ ایک بورے پر جھکا اور اس میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولنے لگا۔"

انہیں یاد آیا کہ وہ کیسے بورے میں ٹٹول رہا تھا۔ ان کے چہرے پر بے انتہا خوف چھایا ہوا تھا۔ اور دروہی کو بھی اپنا خواب یاد آیا اور اس نے بھی ایسا ہی خوف محسوس کیا۔

"وہ ٹٹولے جا رہا تھا اور ساتھ ہی فراہمی میں کچھ پڑا نا جا رہا تھا "تیز تیز" اور یہ ہے جس میں وہ "ر" کی آواز بہت گول کر کے بول رہا تھا۔ "ایل فو لے ہاتھ لے" لے ہوئے "لے پتیری۔" (3) اور مارے ڈر کے میں جاگ پڑنا چاہتی تھی تو جاگ پڑی۔ لیکن میں خواب ہی میں جاگتی تھی۔ اور میں خود سے دیکھنے لگی کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اور کور کور لینی نے مجھ سے کہا کہ "زچگی میں" زچگی میں مر جائیے گا "زچگی میں" "ماں میں۔" اور میری آنکھ مکمل کھلی۔

"کیسی قوتی ہے، کیسی قوتی ہے! "دروہی نے کہا لیکن اس نے خود محسوس کیا کہ اس کی آواز میں ذرا بھی تین نہ تھا۔

"خیر ہم اس کی بات نہیں کریں گے۔ ذرا کتنی بجاؤ" میں چائے لائے کو کھوں گی۔ ہاں، تم تو ڈاٹھراؤ "اب میں زیادہ دن تو۔۔۔"

لیکن اچانک وہ رک گئیں۔ ان کے چہرے کا تاثر یکبارگی بدل گیا۔ خوف اور پریشانی کی جگہ اچانک پرسکون "مجیدہ اور بارکرت توجہ نے لے لی۔ وہ اس تبدیلی کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ انہوں نے اپنے اندر نئی زندگی کی حرکت کو محسوس کیا تھا۔

#### 4

الکسی الکساندر روڈج "اپنے ہاں برساتی میں دروہی سے ملاقات ہونے کے بعد اٹالوی آجی اسنے چلے گئے جیسا کہ ان کا ارادہ تھا۔ وہاں وہ دو ایکٹ ختم ہونے تک بیٹھے اور ان سب لوگوں سے مل لئے جن سے ان کو ملنا تھا۔ گھر واپس آکر انہوں نے کوٹ ایشینڈ کا بیڑے غور سے جائزہ لیا اور یہ دیکھ کر کہ وہاں فوجی اور کوٹ نہیں تھا وہ اپنے معمول کے مطابق اپنے کمرے میں چلے گئے۔ لیکن اپنے معمول کے خلاف وہ سونے کے لئے نہیں لیئے اور تین بجے رات تک اپنے کمرے میں ٹپکتے رہے۔ وہ اپنی بیوی پر فحشے کے احساس سے بے چین تھے جو شام تھی رات اور ان کی عادت کی ہوئی واحد شرط کو پورا کرنا نہ چاہتی تھیں۔ کہ وہ اپنے عاشق سے اپنے کمرے میں نہ ملیں۔ بیوی نے ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا تھا اور ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ بیوی کو سزا دیں اور اپنی دھمکی پر عمل کریں۔۔۔ طلاق کا مطالبہ کریں اور بیٹے کو لے لیں۔ وہ اس معاملے سے متعلق ساری مشکل کو جانتے تھے لیکن انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ یہ کریں گے اور اب انہیں دھمکی کو پورا کرنا چاہئے۔ کاؤتس لیدیا اب انوٹانے اشارہ کیا "ان سے کہا تھا کہ یہ ان کی صورت حال سے نکلنے کی بہترین راہ ہوگی اور پچھلے دنوں طلاق کے دستور نے اس معاملے کو اتنا کامل بنادیا تھا کہ الکسی الکساندر روڈج کو یہ امکان نظر آنے لگا تھا کہ وہ کبھی مشکلات پر عبور حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ مصیبت کبھی اکیلے تو آتی نہیں اور چھوٹی تو بیٹوں کی تنظیم اور زرا نیک گہرنا میں



سنگی کے معاملے نے اگستینی الکساندر روج کی ملازمت میں ایسے ناخوشگوار حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ان پچھلے دنوں میں وہ سارے وقت انتہائی تازگی کی کیفیت میں رہے تھے۔

وہ ساری رات نہیں سوئے اور ان کا غصہ کسی بہت سی زبردست ضربِ مرکب کے حساب سے بڑھتا ہوا صبح تک انتہا کو پہنچ گیا۔ انہوں نے جلدی جلدی کپڑے بدلے اور پیسے غصے کے لبریز پالے کو ہاتھ میں لئے ہوئے اور یہ ڈرتے ہوئے کہ وہ پھٹک نہ جائے اور اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ غصے کے ساتھ ہی وہ توانائی بھی ضائع ہو جائے گی جو بیوی سے صاف صاف بات کرنے کے لئے ضروری تھی، پیسے ہی انہیں معلوم ہوا کہ آٹنا اٹھ گئی ہیں وہ ان کے کمرے میں چلے گئے۔

جب وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو آٹنا جو یہ سوچتی تھیں کہ اپنے شوہر کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھیں، ان کی صورت شل دیکھ کر ہکا بکا رہ گئیں۔ ان کی پیشانی پر تل تھے اور آنکھیں روکنے پر ان کے ساتھ سامنے تک رہی تھیں اور آٹنا سے آنکھیں چار کرنے سے کڑا رہی تھیں۔ منہ مضبوطی سے اور عقادت کے انداز میں بھنپا ہوا تھا۔ ان کی چال میں 'مرکات و سکتات' میں 'آواز میں ایسا غم اور استحکام تھا جسے بیوی نے ان میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے اور ان سے حال چال پوچھے بغیر سیدھے ان کی گھنٹی کی بیری طرف گئے اور گھنٹی اٹھا کر انہوں نے اس کی دراز کھولی۔

"کیا چاہئے آپ کو؟" وہ چیخ اٹھیں۔

"آپ کے عاشق کے خط" انہوں نے کہا۔

"وہ یہاں نہیں ہیں" آٹنا نے دراز بند کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس حرکت ہی سے وہ سمجھ گئے کہ ان کا اندازہ صحیح تھا اور انہوں نے بیوی درشتی سے آٹنا کا ہاتھ جھٹک دیا، جلدی سے وہ پورٹ فولیو جھٹ لیا جس میں وہ جانتے تھے کہ آٹنا سے ضروری کاغذات رکھتی تھیں۔ آٹنا نے پورٹ فولیو جھین لیا تھا لیکن انہوں نے آٹنا کو ایک طرف دھکیل دیا۔

"ذرا بیٹھ جائیے! مجھے آپ سے بات کرنا ہے" انہوں نے کہا اور پورٹ فولیو کو بغل میں رکھ کر کرسی سے اٹنے زوروں سے دیکھا کہ ان کا کندھا پر اٹھ آیا۔

وہ حیرانی اور ہلکے کے ساتھ چپ چاپ ان کو سمجھتی رہیں۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اپنے گھر میں آپ کو آپ کے عاشق سے ملنے کی اجازت نہ دوں گا۔"

"مجھے ان سے ملنا ضروری تھا تاکہ..."

کوئی ممانہ ان کی سمجھ میں نہ آیا تو وہ رک گئیں۔

"میں ان تھیلیات میں نہیں جاؤں گا کہ عورت کو اپنے عاشق سے ملنے کی ضرورت کس لئے ہوتی ہے۔"

"میں چاہتی تھی" میں صرف... "انہوں نے کہا اور ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ شوہر کی اس بد تمیزی پر انہیں غصہ آیا اور ان کی ہمت بڑھ گئی۔ "کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ میری توہین کرنا آپ کے لئے کس قدر آسان ہو گیا ہے؟" انہوں نے کہا۔

"توہین کرنا ممکن ہوتا ہے صرف ایماندار آدمی کی اور ایماندار عورت کی، لیکن چور سے کتنا کہ وہ چور ہے" یہ صرف لاکسٹا آسمان دین نے (4) ہوتا ہے۔

"آپ کی اس نئی خصوصیت کا سنگ دلی کا مجھے پتہ نہیں تھا۔"

"آپ اس کو سنگ دلی کہتی ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو آزادی دے دیتا ہے؟" اسے اپنے نام کی عزت دکھاتا ہے صرف اس شرط پر کہ وہ شائستگی برتے۔ یہ سنگ دلی ہے؟"

"یہ سنگ دلی سے بھی بدتر ہے" یہ زلات ہے، اگر آپ جانتا ہی چاہتے ہیں تو! "آٹنا نے غصے سے بڑک کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ پہلی جانا چاہتی تھیں۔

"نہیں" وہ اپنی مین آواز میں قہقہے جو اس وقت معمول سے زیادہ ہی تیز ہو گئی تھی، اور اپنی بیوی کی انگلیوں سے ان کا ہاتھ اٹنے زور سے پکڑ کر کہنے لگی "آٹنا! انہوں نے دیکھا تھا، سرخ نشان پڑ گیا، انہوں نے زبردستی آٹنا کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا۔ "زلات؟ اگر آپ یہ لفظ استعمال ہی کرنا چاہتی ہیں تو زلات ہے عاشق کی خاطر اپنے شوہر کو، بچے کو چھو ڈینا اور شوہر کی روٹی کھانا!"

آٹنا نے سر جھکا لیا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ وہ نہیں کہا جو کل اپنے عاشق سے کہا تھا کہ ان کا شوہر تو وہ ہے، اور شوہر فاضل ہے، بلکہ انہیں اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ انہوں نے شوہر کے الفاظ کے حق بجانب ہونے کو پوری طرح محسوس کیا اور پچھنے سے بس اتنا ہی کہا:

"آپ میری صورت حال کو اس سے بدتر نہیں بیان کر سکتے جتنا میں خود سمجھتی ہوں، لیکن یہ سب آپ کس لئے کہہ رہے ہیں؟"

"کس لئے میں یہ سب کہہ رہا ہوں؟ کس لئے؟" انہوں نے ویسے ہی غصے میں اپنی بات جاری رکھی۔ "تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ چونکہ آپ نے شائستگی کی پابندی کرنے کے سلسلے میں میری مرضی کی تعمیل نہیں کی اس لئے میں ایسے اقدامات کروں گا کہ یہ صورت حال ختم ہو جائے۔"

"جلدی بہت ہی جلد وہ ویسے ہی ختم ہو جائے گی" وہ بددعا نہیں اور سوت کے قریب ہونے کے خیال سے جس کی اب وہ خود بھی خواہاں تھیں، ان کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے۔

"وہ اس سے جلد تر ختم ہو جائے گی جتنی آپ نے اپنے عاشق کے ساتھ مل کر سوچا ہو گا! آپ کو ضرورت ہے حیوانی جذبات کی تسکین کی تو..."

"اگستینی الکساندر روج، میں یہ نہیں کہتی کہ یہ ٹھیک دلی ہے لیکن یہ شرافت نہیں ہے۔ گرے ہوئے پرادر کرنا۔"

"ہاں، آپ کو صرف اپنا خیال رہتا ہے، لیکن اس شخص پر کیا زور رہی ہے جو آپ کا شوہر تھا؟ اس سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کی ساری زندگی تباہ ہو گئی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔"

اگستینی الکساندر روج اتنی تیزی سے بول رہے تھے کہ وہ گڑبگڑا گئے اور یہ الفاظ کسی طرح ان سے کہے ہی نہیں گئے۔ اور آخر میں انہوں نے "تکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے" ہی کہہ دیا۔ آٹنا کو ہنسی آئی اور فوراً ہی شرمندگی بھی ہوئی کہ ان کے لئے ایسے وقت میں بھی کوئی چیز مضحکہ خیز ہو سکتی ہے۔ اور انہیں پہلی مرتبہ ایک لمحے کے لئے شوہر کے لئے ہمدردی کا احساس ہوا، انہوں نے شوہر کے نقطہ نظر سے دیکھا اور انہیں شوہر پر ترس آیا۔ لیکن وہ کہہ کیا سکتی تھیں یا کر کیا سکتی تھیں؟ انہوں نے سر جھکا لیا اور چپ رہیں۔ ذرا بددعا بھی چپ رہے اور بعد کو کم چینی مین اور سرد آوازیں بولے اور بغیر سوچے سمجھے ایسے لفظوں پر زور دیا جو کسی خاص اہمیت کے حامل نہ



تھے۔

"میں آپ سے یہ کہنے آیا تھا۔" انہوں نے کہا۔

آنانے ان کے چہرے پر نظر ڈالی۔ "نہیں یہ تو مجھے صرف لگا تھا۔" انہوں نے شہر کے چہرے کے اس وقت کے تاثرات کو یاد کرتے ہوئے سوچا جب وہ لفظ "بکھوٹیل رہا ہے" پر گزرا مگر تھے۔ "میں بھلا ان گدلی آنکھوں اور ایسی خود اطمینانی کے ساتھ کوئی شخص کچھ محسوس بھی کر سکتا ہے؟"

"میں کچھ بھی بدل نہیں سکتی۔" انہوں نے دلی زبان سے کہا۔

"میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ کل میں ماسکو چلا جاؤں گا اور اب اس گھر میں نہیں آؤں گا۔" اور آپ کو میرے فیصلے کے بارے میں دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا جس کے بعد میں طلاق کا مقدمہ کروں گا۔ میرا بیٹا میری بہن کے پاس چلا جائے گا۔" لکسنی الکساندر روڈیج نے کوشش کر کے یاد کرتے ہوئے کہا کہ وہ بیٹے کے بارے میں کیا کہنا چاہتے تھے۔

"آپ کو سرخ وادی ضرورت اس لئے ہے کہ آپ مجھے دکھ دینا چاہتے ہیں۔" آنانے نے شہر کو گھسیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ اس سے بچ نہیں سکتے۔ سرخ وادی کو میرے پاس ہی چھوڑ دیجئے!"

"ہاں، اب مجھے اپنے بیٹے سے بھی محبت نہیں رہی اس لئے کہ آپ سے مجھے جو کراہت ہے وہ اس سے بھی وابستہ ہو گئی ہے۔ لیکن بہر حال میں اسے لے لوں گا۔ الوداع!"

اور وہ چلے جاتا ہے تھے لیکن اب کے آنانے انہیں روک لیا۔

"لکسنی الکساندر روڈیج، سرخ وادی کو میرے پاس چھوڑ دیجئے!" انہوں نے ایک بار پھر سرگوشی میں کہا۔

"مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔ سرخ وادی کو رہنے دیجئے میری۔ جلدی مجھے پچھوئے والے ہے۔" اسے رہنے دیجئے!"

لکسنی الکساندر روڈیج کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنانے سے ہاتھ چھڑا کر وہ کچھ کے بغیر کمرے سے چلے گئے۔

5

جب لکسنی الکساندر روڈیج وہاں پہنچے تو پینس برگ کے مشہور مصروف وکیل کاملاً آبی کر رہا ہوا تھا۔ تین خواتین۔ ایک بوڑھی، ایک جوان اور ایک سوداگر کی بیوی، تین حضرات۔ ایک جرم شیکر جو انگلی میں انگوٹھی پہنے تھا، ایک داڑھی والا سوداگر اور ایک قصور عمدیدار جو روڈیج پہنے تھا اور جس کی گردن سے ایک کراس لنگ رہا تھا، بظاہر ہر دے انتظار کر رہے تھے۔ دو معاون نیز کے پاس بیٹھے ہوئے پردوں کے گھروں سے کچھ لکھ رہے تھے۔ لکسنی کی نیز کا ساڑو سامان، جس کا خود لکسنی الکساندر روڈیج کو بیوا شوق تھا، بہت سی اچھا تھا اور لکسنی الکساندر روڈیج کی نظر فوراً ہی ان چیزوں پر پڑ گئی۔ ایک معاون اپنی جگہ سے اٹھے بغیر توری چڑھا کر فیس میں لکسنی الکساندر روڈیج سے مخاطب ہوا۔

"آپ کو کیا چاہئے؟"

"مجھے وکیل صاحب سے کام ہے۔"

"وکیل صاحب مصروف ہیں۔" معاون نے درشتی سے جواب دیا اور انتظار کرنے والوں کی طرف قلم سے اشارہ کر کے پھر سے گھٹنے لگا۔

"کیا وہ کچھ بھی وقت نہیں نکال سکتے؟" لکسنی الکساندر روڈیج نے کہا۔

"ان کو ذرا بھی فرصت نہیں ہے، وہ ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔ آپ انتظار کیجئے۔"

"تو پھر کیا آپ اتنی زحمت نہ کریں گے کہ انہیں میرا کارڈ دے دیں؟" لکسنی الکساندر روڈیج نے وقار کے ساتھ کہا۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اپنا نام اور شخصیت ظاہر کئے بغیر کام نہیں چلے گا۔

معاون نے کارڈ لیا اور اس کی تحریر کو سرخ وادی کی طرف پناہ دینے کی دیکھتے ہوئے کمرے میں چلا گیا۔

لکسنی الکساندر روڈیج اصولی طور پر کھلی عدالت سے ہمدردی رکھتے تھے لیکن ہمارے ہاں اس کا اطلاق جس طرح اعلیٰ سرکاری امور پر کیا جاتا تھا، جن سے وہ واقف تھے، اس سے وہ پوری طرح متفق تھے اور جس حد تک وہ بلند ترین اقتدار کی قائم کی ہوئی کسی چیز پر تنقید کر سکتے تھے، اس کی تنقید بھی کرتے تھے۔ ان کی ساری زندگی انتظامی سرگرمیوں میں گزری تھی اس لئے جب وہ کسی چیز سے متفق نہ بھی ہوتے تھے تو ان کی نا اطمینانی ان باتوں کو سوچ کر نرم پڑ جاتی تھی کہ غلطیاں ہوتی ضروری ہیں اور ہر معاملے کو درست کرنے کا امکان بھی ہے۔ نئی عدالتی حکیموں میں وہ ان باتوں کو پسند کرتے تھے جو وکیلوں پر عائد کی گئی تھیں لیکن ابھی تک انہیں وکیلوں سے کوئی کام نہ پڑا تھا اس لئے ان کی نا پسندیدگی صرف نظری تھی۔ اب ان ناخوشگوار تاثرات کی بنا پر، جو انہیں وکیل موصوف کے ملاقاتی کمرے میں حاصل ہوئے، ان کی نا پسندیدگی اور بھی بڑھ گئی۔

"ابھی آتے ہیں۔" معاون نے کہا اور در حقیقت دو ہی منٹ میں ایک بوڑھے قانون دان کا دراز قد ڈیل "جو وکیل کے ساتھ مشورہ کر رہا تھا" اور خود وکیل دروازے میں نمودار ہوئے۔

وکیل پتہ قد، گھٹنے جسم کا تنہا آدھی تھا۔ اس کی داڑھی سیاہ مائل سرخ، بھوس بھکے رنگ کی کھنی اور پیشانی آگے ابھری ہوئی تھی۔ وہ ٹائی اور کمز کی دو سری زنجیروں سے لے کر بیٹھ لیدر کے جوتوں تک جھیکتی طرح سپانسر تھا۔ اس کا چہرہ توڑ ہیں، سیاہیوں جیسا تھا لیکن آرائش یا گھول کی سی اور ذوق پر تھا۔

"تشریف لائیے۔" وکیل نے لکسنی الکساندر روڈیج سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس نے اداسی کے ساتھ کار سین کو اپنے پاس سے گزر کر پہلے کمرے میں داخل ہونے دیا اور دروازہ بند کر لیا۔

"تشریف رکھئے نہ۔" اس نے کاغذات سے لدی لکسنی کی میز کے پاس آرام کر سی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور خود صدر مقام پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو لٹے لگا جن کی مضی مضی انگلیاں سفید بالوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور اس نے اپنا سر ایک طرف جھکا لیا۔ لیکن وہ اپنے اس انداز نشست سے مطمئن نہ ہوئی تھا کہ میرے اوپر ڈاڑھا تو ایک پتنگا آیا۔ وکیل نے ایسی پھرتی سے جس کی توقع بھی اس سے نہ کی جا سکتی تھی، ہاتھ مار کر پتنگے کو پکڑا اور پھر پہلے سے والے انداز میں بیٹھ گیا۔

"اپنے معاملے کی بات شروع کرنے سے پہلے" لکسنی الکساندر روڈیج نے وکیل کی حرکت پر حیرت سے نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ، جس کے بارے میں مجھے آپ سے بات کرنی ہے، راز رہنا چاہئے۔"

وکیل کی سرخی مائل کھنی موچھوں میں مشکل سے نظر آنے والی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"جن رازوں کے لئے مجھ پر بھروسہ کیا گیا ہے اگر انہیں راز نہ رکھ سکتا تو میں وکیل ہی نہ ہوتا۔ لیکن اگر آپ مزید تصدیق چاہتے ہوں تو۔۔۔"

لکسنی الکساندر روڈیج نے وکیل کے چہرے پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ سرخی ذہین آنکھیں بند رہی ہیں اور وہ سب کچھ پہلے سے جانتی ہیں۔



ذیل صورتوں میں۔۔۔ زوجین میں جسمانی نقص، پھر کوئی خیرے بغیر پانچ سال کی علیحدگی، اس نے ہاؤس سے دھکی ہوئی ایک چھوٹی سی انگلی کو موڑتے ہوئے کہا "اور پھر زنا کاری" (یہ لفظ اس نے مرتبہ خوشی اور طمانیت کے ساتھ ادا کیا)۔ "ان کی تقسیم مزید حسب ذیل ہے" (اس نے اپنی موٹی موٹی انگلیوں کو موڑنا جاری رکھا حالانکہ پہلی تین صورتوں اور تقسیم مزید کو ایک ہی ترتیب میں رکھنا بظاہر ناممکن تھا) "شوہر یا بیوی میں جسمانی نقص، پھر شوہر یا بیوی کا ارتکاب زنا"۔ اب چونکہ ساری انگلیاں مڑ چکی تھیں اس لئے اس نے انہیں کھول لیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "یہ تو اصلی نقطہ نظر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے رجوع کرنے کا شرف مجھے اس لئے عطا کیا ہے کہ عملی طلاق کے بارے میں معلوم کر سکیں۔ چنانچہ نظریوں کی روشنی میں میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ طلاق ہمیشہ حسب ذیل صورتوں میں عمل میں آتا ہے۔ جسمانی نقص تو نہیں ہے، جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں؟ اور اسی طرح کوئی خیرے بغیر حاضری بھی نہیں ہے؟۔۔"

الکساندر رودیچ نے انہیں انہیں انداز میں سر ہلایا۔

"قواب حسب ذیل صورت رہ جاتی ہے۔ زوجین میں ایک کی طرف سے ارتکاب زنا اور مرتکب فریق کا باہمی رضامندی سے حالت جرم میں پکڑا جانا اور ایسی رضامندی نہ ہونے کی صورت میں رضامندی کے بغیر حالت جرم میں پکڑا جانا۔ یہ کہنا ضروری ہے کہ آخری صورت عمل میں بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے" وکیل نے کہا اور الکساندر رودیچ پر ایک سرسری نظر ڈال کر چپ ہو گیا جیسے پستول پیچھے والا دکاندار مختلف قسم کے پستولوں کے فائدہ تانے کے بعد اپنے گاہک کے انتخاب کا انتظار کر رہا ہو۔ لیکن الکساندر رودیچ چپ رہے اس لئے وکیل نے اپنی بات جاری رکھی "سب سے عام اور سادہ اور معقول طریقہ میں باہمی رضامندی سے ارتکاب زنا کو سمجھتا ہوں۔ میں اگر کسی غیر ترقی یافتہ شخص سے بات کرتا ہوں تو اس طرح بات کرنا ہرگز روا نہ رکھتا لیکن میرا خیال ہے کہ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں۔"

لیکن الکساندر رودیچ اس قدر پر آئندہ ذہن تھے کہ باہمی رضامندی سے ارتکاب زنا کی معقولیت فوراً ان کی سمجھ میں نہیں آئی اور انہوں نے اپنی نظریے اپنی اس نا سمجھی کا اظہار بھی کر دیا لیکن وکیل نے جلد ہی ان کی مدد کی:

"دو لوگ ایک ساتھ اور زیادہ نہیں رہ سکتے۔۔۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اگر دونوں اس پر راضی ہیں تو پھر تفصیلات اور رسمی باتیں غیر اہم ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سب سے سادہ اور سب سے یقینی طریقہ ہے۔"

اب الکساندر رودیچ پوری طرح سمجھ گئے۔ لیکن ان کے مذہبی مطالبات بھی تھے جو ان اقدامات کے راستے میں حائل تھے۔

"موجودہ معاملے میں اس کا سوال یہ پیدا نہیں ہوتا" انہوں نے کہا۔ "میں صرف ایک صورت ممکن ہے رضامندی کے بغیر حالت جرم میں پکڑا جانا جس کی تائید خطوں سے ہوتی ہے جو میرے پاس ہیں۔"

خطوں کے ذکر پر وکیل نے اپنے ہونٹ ہنسنے اور ہمدردی و حقارت کی ہلکی سی آواز نکالی۔

"آپ یہ دیکھنے کی زحمت کیجئے" اس نے شروع کیا "اس طرح کے معاملے کا فیصلہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں روحانی مجاز کے تحت ہوتا ہے، اس قسم کے معاملوں میں لائق صد احترام پادری حضرات چھوٹی چھوٹی تفصیلات تک جاننے کے خواہاں ہوتے ہیں" اس نے مسکرا کر کہا جس سے لائق صد احترام پادریوں کے ذوق

"آپ میرے نام سے تو واقف ہیں؟" الکساندر رودیچ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"میں آپ کو جانتا ہوں اور آپ کی منہ" اس نے پھر ایک چٹکا پکڑا "سرگرمیوں کو بھی جیسے کہ ہر روزی جاتا ہے" وکیل نے تقسیم کے ساتھ سر ہٹا کر کہا۔

الکساندر رودیچ نے اپنی ہمت بڑھانے کے لئے گہری سانس لی۔ لیکن جب ایک بار انہوں نے فیصلہ کر لیا تو اپنی بات اپنی زمین آوازیں بغیر کسی جھجک اور پس دہش کے، کچھ الفاظ پر زور دیتے ہوئے جاری رکھی۔

"یہ میری مدد تھی" الکساندر رودیچ نے کہنا شروع کیا "کہ میں ایسا شوہر ہوں جس کے ساتھ دعا کی جاتی ہے اور اپنی بیوی سے قانونی قطع تعلق کرنا چاہتا ہوں یعنی طلاق لینا چاہتا ہوں لیکن اس طرح سے کہ بیٹا اپنی ماں کے پاس نہ رہے۔"

وکیل کی سرسری آنکھیں نہ ہنسنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن ناقابل ضبط خوشی سے باہر نکل پڑی تھیں اور الکساندر رودیچ نے دیکھا کہ اس میں صرف ایسے شخص کی خوشی نہ تھی جسے ایک قائمہ منہ مقدمہ مل گیا تھا۔ اس میں حتمی منہ کی خوشی تھی "اس میں دیکھی ہوئی ہوگی جیسی انہوں نے اپنی بیوی کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔"

"آپ طلاق کی تحویل کے لئے میری مدد چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں، لیکن میں آپ کو خبردار کرنا چاہتا ہوں" الکساندر رودیچ نے کہا "کہ میں آپ کی توجہ کا بھلا طالب بننے کا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ میں آپ کے اس صرف ابتدائی مشورہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں طلاق چاہتا ہوں لیکن میرے لئے وہ طریقے بڑی اہمیت رکھتے ہیں جن سے وہ ممکن ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اگر طریقہ میرے مطابق نہ رہتا ہو تو میں قانونی چارہ جوئی سے انکار کر دوں۔"

"ارے" یہ تو جیسے ہی ایسا ہوتا ہے "وکیل نے کہا "اور یہ ہمیشہ آپ کی مرضی پر ہے۔"

وکیل نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے اس کی آنکھوں کی ناقابل ضبط خوشی اس کے موکل کو بری لگے اور الکساندر رودیچ کے پاؤں کو سمجھنے لگا "پھر اس نے اپنی ناک کے سامنے اڑتے ہوئے پیچھے کو دیکھا اور ہاتھ بڑھایا لیکن الکساندر رودیچ کی صورت حال کا لحاظ کر کے اسے پکڑا نہیں۔"

"حالانکہ اس موضوع پر ہماری قانونی صورت حال کے عام خطوط سے میں واقف ہوں" الکساندر رودیچ نے اپنی بات جاری رکھی "میں بالعموم ان طریقوں کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں جن سے عمل میں اس طرح کے مقدمات طے پاتے ہیں۔"

"آپ چاہتے ہیں" وکیل نے نظریں اٹھائے بغیر اپنے موکل کے لمبے کواپنا نے پر مطمئن ہو کر کہا "کہ میں آپ کو وہ راستے بتا دوں جن پر آپ کی خواہشات کی تحویل ممکن ہو۔"

اور الکساندر رودیچ کے سر کے تائیدی اشارے پر بس جلدی سے کبھی کبھار ان کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے "جس پر سرخ سرخ دھبے نمودار ہو رہے تھے" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"طلاق ہمارے قانون کے مطابق" اس نے ہمارے قانون کے لئے پابندی کی کی خفیف سی جھجک کے ساتھ کہا "جیسا کہ آپ جانتے ہیں" حسب ذیل صورتوں میں ممکن ہے۔۔۔ کہ کوئی انتظار نہ کریں! اس نے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے معاون سے کہا پھر بھی کھڑا ہو گیا "اس سے چند الفاظ کے اور پھر بیٹھ گیا" حسب



سے اس کی ہمدردی ظاہر ہوتی تھی۔ "خلوں سے بلاشبہ ایک حد تک تائید ہو سکتی ہے لیکن شادی لازمی طور پر براہ راست طریقے سے حاصل کئے ہوئے ہونی چاہئیں یعنی جتنی گواہوں کے ذریعے دے دیے اگر آپ مجھ کو اپنے احمق کا اہل گھنے کا شرف عطا کرتے ہیں تو مجھے ان اقدامات کا انتخاب کرنے کا حق بھی دیجئے جن کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ مجھے نتیجہ چاہئے اسے ذریعے کو نظر انداز کرنا چاہئے۔"

"اگر ایسا ہے۔" لکسنی الکساندر روویج نے شروع کیا اور ان کا چہرہ یکبارگی سفید پڑ گیا۔ لیکن اسی وقت وکیل کھڑا ہو گیا اور پھر دروازے تک معاون کے پاس گیا جو ان لوگوں کی باتوں میں غل ہوا۔

"ان سے کہہ دیجئے کہ ہم سستا سودا نہیں کرتے! اس نے کہا اور لکسنی الکساندر روویج کے پاس واپس آیا۔

اپنی جگہ پر واپس آکر اس نے آنکھ پھا کر پھر ایک پتنگا پکڑ لیا اور تیرہ ری چاراکر سوچا "مگر میں میرے فرنیچر کا تو اچھا مال ہو جائے گا!"

"ہاں تو آپ کچھ کہہ رہے تھے۔۔۔" اس نے کہا۔

"میں خط کے ذریعے آپ کو اپنے فیصلے سے مطلع کروں گا" لکسنی الکساندر روویج نے کھڑے ہو کر میز کو پکڑے پکڑے کہا۔ "ذرا دیر چپ کھڑے رہنے کے بعد انہوں نے کہا "آپ کی باتوں سے میں یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ ملاقات کی تحویل ممکن ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اسی طرح آپ مجھے اپنی شرطوں سے مطلع کریں۔"

"بالکل ممکن ہے بشرطیکہ آپ مجھے عمل کرنے کی پوری آزادی سونپ دیں" وکیل نے سوال کا جواب دیتے بغیر کہا۔ "میں کب تک آپ سے خبر لے کر توقع کرتا ہوں؟" وکیل نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی آنکھیں اور جوتے چمکاتے ہوئے پوچھا۔

"ایک ہفتے بعد۔ اور آپ عنایت کر کے مجھے مطلع کر دیجئے گا کہ آپ اس مقدمے کی پیروی اپنے ذمے لیں گے یا نہیں اور کن شرطوں پر۔"

"بہت اچھا۔"

وکیل نے بڑے احزام کے ساتھ تقسیم کی اور منوکل کو دروازے سے نکل جانے دیا اور جب وہ اکیلا رہ گیا تو اس کا تکی خوش ہو گیا۔ اسے اتنی خوشی ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے قاعدے کے خلاف مول بھاڑ کرنے والی خاتون کے لئے فیس میں کمی کردی اور پتنگے پکڑنا بھی بند کر دیا۔ اس نے قطعی طور پر طے کر لیا کہ اگلے جاؤں میں وہ اپنے فرنیچر پر نخل چڑھوالے کا بیساکہ بیکنین کے ہاں ہے۔

6

لکسنی الکساندر روویج نے ۷ اگست والے کمیشن کے اجلاس میں بڑی نمایاں فتح حاصل کی تھی لیکن اس فتح کے نتیجے میں انہیں بالکل برباد کر دیا۔ چھوٹی قومیتوں کی زندگی کی حقیقتیں ہر پہلو سے کرنے کے لئے نیا کمیشن مقرر کر دیا گیا اور لکسنی الکساندر روویج کی پیدا کی ہوئی غیر معمولی تیزی اور توانائی کے ساتھ اپنے کام کی جگہ پر روانہ کر دیا گیا۔ تین مہینے بعد رپورٹ پیش کر دی گئی۔ چھوٹی قومیتوں کی زندگی کی حقیقتیں سیاسی، انتظامی، معاشی، نسلیاتی، مادی اور مذہبی پہلوؤں سے کی گئی۔ سارے سوالوں کے جوابات بہت عمدگی سے مرتب کئے گئے تھے اور

جوابات میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی اس لئے کہ وہ انسانی خیالات کی پیداوار تھے جن میں پیشہ فطرت کا امکان نہ تھا۔ بلکہ وہ سب سرکاری کارکنوں کے پیدا کردہ تھے۔ سارے جوابات سرکاری اعداد و شمار کا نتیجہ تھے جو گورنروں اور بڑے پادریوں نے فراہم کئے تھے جو اویز کے عہدیداروں اور صدر پادریوں کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی تھے اور ان معلومات کی بنیاد دو سو تھک کے حکام اور مقامی پادریوں کی اطلاعات پر تھی۔

اس لئے ان سارے جوابات پر کسی طرح کا شک کیا ہی نہ جاسکتا تھا۔ مثلاً ان سارے سوالوں کے کہ خراب فصلیں کیوں ہوتی ہیں کہ باشندے اپنے مذہبی عقیدوں پر کیوں قائم ہیں وغیرہ ایسے سوالوں کے جو سرکاری مشین کی سولت کے بغیر حل نہیں ہوتے اور صدیوں تک حل نہیں ہو سکتے بہت سی واضح اور یقینی حل پیش کئے گئے تھے۔ اور فیصلہ لکسنی الکساندر روویج کے حق میں ہوا۔ لیکن اسٹریٹوف نے یہ محسوس کر کے کہ پچھلے

اجلاس میں انہیں منہ کی کھائی پڑی تھی، کمیشن کی رپورٹ موصول ہونے کے بعد ایسا طریق کار استعمال کیا جس کی کوئی توقع لکسنی الکساندر روویج کو نہ تھی۔ اسٹریٹوف نے کمیشن کے چند اراکین کو اپنے ساتھ ملالیا اور

اچانک لکسنی الکساندر روویج کے طرقدار ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ ان اقدامات کی پر زور رداعت کی جو کئے جا چکے تھے، جن کی تجویز کار خن نے پیش کی تھی بلکہ اسی نوعیت کے دوسرے اقدامات بھی تجویز کئے جو زیادہ انتہا

پہنچا رہے تھے۔ یہ اقدامات "جو اس بات کے مقابلے میں شدید تر تھے جس پر لکسنی الکساندر روویج کے خیالات مبنی تھے، منظر کر لئے گئے اور تب اسٹریٹوف کا طریق کار عیاں ہوا۔ یہ اقدامات "جو انتہا تک پہنچا دیئے گئے تھے"

اچانک اس قدر امتحان لگنے لگے کہ سرکاری لوگ "رائے عامہ" متعل متذخاتین اور اخبارات سب کے سب ایک ساتھ ہی ان اقدامات پر برس پڑے اور خود ان اقدامات کے خلاف بھی اپنے غصے کا اظہار کیا اور ان کے

جنم دانا لکسنی الکساندر روویج کے خلاف بھی۔ اسٹریٹوف تو ایک طرف ہو گئے اور ایسے بن گئے جیسے انہوں نے محض اندھے پن سے کار خن کے منصوبوں پر عمل کیا تھا اور جو کچھ ہو گیا اس پر اب وہ خود حیران اور بے حد

پریشان ہیں۔ اس چیز نے لکسنی الکساندر روویج کو برباد کر دیا۔ لیکن خراب ہوتی ہوئی صحت کے باوجود گھریلو دکھ کے باوجود لکسنی الکساندر روویج نے ہار نہیں مانی۔ کمیشن میں پھوٹ پڑ گئی۔ کچھ ممبروں نے اسٹریٹوف کے

ساتھ مل کر اپنی فطرتی کا جو ازیہ پیش کیا کہ انہوں نے لکسنی الکساندر روویج کی رہنمائی میں نظر ثانی کرنے والے کمیشن پر مجبور کیا تھا جس نے رپورٹ پیش کی تھی۔ اور اب وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ اس کمیشن کی رپورٹ بالکل

امتحان ہے اور بس کاغذ سناہ کیا گیا ہے۔ لکسنی الکساندر روویج اور ان کے ساتھ کچھ لوگ جو کانڈ کے سلسلے میں ایسے انقلابی رویے کے خطرے کو دیکھ رہے تھے، ان اعداد و شمار کی حمایت کرنا جاری رکھا جو نظر ثانی کرنے

والے کمیشن نے مرتب کئے تھے۔ اس کے نتیجے میں بلند ترین سطحوں میں بلکہ معاشرے میں بھی خاص گڑبگڑ مچی اور اس کے باوجود کہ اس سے سب کو دلچسپی حد سے زیادہ تھی پھر بھی کوئی یہ نہ سمجھ سکا کہ چھوٹی قومیتیں

در حقیقت زیادہ مفلس ہوتی جاتی ہیں اور تباہ ہو رہی ہیں یا پھل پھول رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اور اب حد تک ان کی بیوی کی بیوفا کی بنا پر ان سے کی جانے والی حقارت کے نتیجے میں لکسنی الکساندر روویج کی صورت

حال بہت ہی نازک ہو گئی۔ اور اسی صورت حال میں لکسنی الکساندر روویج نے ایک اہم فیصلہ کیا۔ کمیشن کو بڑی حیرت ہوئی جب انہوں نے اعلان کیا کہ وہ معاملے کی تحقیق کے لئے خود موقع پر جانے کی اجازت مانگیں گے۔ اور اجازت حاصل کر کے لکسنی الکساندر روویج دور دراز گھرناؤں کے لئے روانہ ہو گئے۔

لکسنی الکساندر روویج کی روانگی پر بڑا شور مچا اس لئے اور بھی کہ روانگی سے ٹھیک پہلے انہوں نے



باقاعدہ طور پر وہ رقم واپس کر دی جو انہیں اپنی حریف مقصود تک جانے کے لئے ہمارے گھوڑوں کی قیمت کے طور پر ادا کی گئی تھی۔

پرسس بیٹی نے اس کے ہارے میں پرسس سہا ٹکایا سے کہا "میں تو اسے بہت سی شرطیں فعل سمجھتی ہوں۔ ڈاک چوکی کے گھوڑوں کے لئے کیوں رقم ادا کی جائے جب سبھی جانتے ہیں کہ اب ہر جگہ ریل گاڑی جاتی ہے؟"

لیکن پرسس سہا ٹکایا اس سے متفق نہیں تھیں بلکہ پرسس کو بری سٹاک کی رائے پر وہ جھنجھلا بھی گئیں۔ "آپ کے لئے یہ کمائیت اچھا ہے جب آپ کے پاس مجھے پتہ نہیں کتنے لاکھ ہیں؟ انہوں نے کہا "لیکن مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے جب میرے شوہر گرمیوں میں معاملے کے دروہوں پر جاتے ہیں۔ ان کے لئے سفر کمائیت اچھا ہے اور انہیں بہت پسند بھی ہے اور میرے لئے ایسا بندوبست ہو جاتا ہے کہ اس رقم سے میں بھی اور کو جو ان رکھ سکتی ہوں۔"

دور دراز گھمنڈوں کے سفر پر جاتے ہوئے الکسیی الکساندر روویچ جن دن کے لئے ماسکو میں رہے۔ اپنی آہ کے دوسرے دن وہ گورنر جنرل سے ملے گئے۔ گورنر کو پچھلے (5) کے چورہاے پر جہاں ہمیشہ بکریوں اور کرانے کی گاڑیوں کی بھینٹ لگی رہتی ہے "الکسیی الکساندر روویچ نے اچانک اپنا نام سنا جو اتنی اونچی اور پرست آواز میں بکرا کر آیا تھا کہ وہ مڑ کر دیکھے بغیر نہ رہ سکے۔ فٹ ہاتھ کے کوئے پر "فیشن ایبل اور ہمارے کوٹ پہنے چھوٹی سی فیشن ایبل بیٹ بیگ کر کے لگائے "سرخ ہونٹوں کے چھ میں سفید داغوں کو مسکراہٹ سے بھگاتے "خوش و خرم" جو ان دیکھتے ہوئے اتنی پان ارکاڈ سٹج کھڑے تھے اور وہ اسرار کے ساتھ چلائے جا رہے تھے اور رکے کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ ایک ہاتھ سے کوئے پر کی ہوئی گاڑی کی کوئی پکڑے تھے۔ گاڑی کی کوئی سے ایک عورت کے "جو محل کی ٹوٹی پٹے تھی اور دو بچوں کے سر لٹکے ہوئے تھے۔ دوسرے ہاتھ سے اتنی پان ارکاڈ سٹج اپنے ہنوتی کو مسکرا کر اشارہ کر رہے تھے۔ غارتوں بھی ٹیک دلی سے مسکرائیں اور الکسیی الکساندر روویچ کے لئے ہاتھ ہلائے۔ یہ ڈالی اور ان کے بچے تھے۔

الکسیی الکساندر روویچ ماسکو میں کسی سے بھی ملنا نہ چاہتے تھے اور سب سے کم اپنی بیوی کے بھائی سے۔ انہوں نے سلام کے لئے بیٹ اٹھائی اور آگے بڑھ جانا چاہتے تھے لیکن اتنی پان ارکاڈ سٹج نے ان کے کوچہ ان سے رکنے کو کہا اور برف پر دو ڈکران کی طرف بڑھے۔

"آخر یہ گناہ نہیں ہے تو کیا ہے کہ تم نے ہم لوگوں کو کھلو بھی نہ بھیجا کافی دنوں سے یہاں ہو؟ اور میں کل دیر سوکے ہاں گیا تھا وہاں پہنچنے پر لکھا ہوا دیکھا "کار سنہن "لیکن مجھے خیال بھی نہیں ہوا کہ یہ تم ہو گے؟" اتنی پان ارکاڈ سٹج نے گاڑی کی کوئی کے اندر سر ڈال کر کہا۔ "ورن تو میں ڈرا دیر کو آ جاتا۔ تم سے مل کر کس قدر خوشی ہوئی؟" انہوں نے برف بھاڑنے کے لئے ایک پاؤں سے دوسرے کو گزرتے ہوئے کہا۔ "میں خبر تک نہ کرنا گناہ نہیں ہے تو کیا ہے؟" انہوں نے دو ہرایا۔

"مجھے فرصت ہی نہیں تھی میں بہت مصروف ہوں" الکسیی الکساندر روویچ نے روکھے پن سے جواب دیا۔

"چلو میری بیوی کے پاس تک تو چلو وہ تم سے اتنا ملنا چاہتی ہیں۔"

الکسیی الکساندر روویچ نے مکمل ہٹایا جس میں ان کی گھنٹی ٹانگیں لپٹی ہوئی تھیں اور گاڑی سے اتر کر

برف میں ہو کر داریا الکساندر روویچ کے پاس چلے۔

"یہ کیا بات ہے الکسیی الکساندر روویچ؟" آخر کس لئے آپ ہم لوگوں سے ایسا کتراتے ہیں؟" ڈالی نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں بہت مصروف تھا۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر؟" انہوں نے ایسے لہجے میں کہا جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ان لوگوں سے ناراض ہیں۔ "صحت کیسی ہے آپ کی؟"

"اور میری پیاری آننا کیسی ہیں؟"

الکسیی الکساندر روویچ نے کچھ زیر لب کہا اور چاہا کہ چلے جائیں۔ لیکن اتنی پان ارکاڈ سٹج نے انہیں روک لیا۔

"میں بتاؤں کل ہم کیا کریں گے۔ ڈالی بکل انہیں کھانے پر بلا لو۔ ہم کوڑ نیٹیں اور مسٹوف کو بھی بلا لیں گے تاکہ ماسکو کے دانشور طبقے سے ان کی تواضع کریں۔"

"تو آپ میری کر کے کل تشریف لائے؟" ڈالی نے کہا "ہم آپ کا انتظار کریں گے پانچ بجے یا آپ چاہیں تو چھ بجے۔ لیکن میری پیاری آننا کیسی ہیں؟ کتنے دن ہو گئے۔"

"وہ اچھی ہیں؟" الکسیی الکساندر روویچ بھوس سیخ کر بدبوائے۔ "بڑی خوشی ہوئی؟" اور وہ اپنی گاڑی کی طرف چلے۔

"آئیے گا؟" ڈالی نے پکار کر کہا۔

الکسیی الکساندر روویچ نے کچھ کماٹتے ڈالی آتی جاتی گاڑیوں کے شور میں نہ سن پائیں۔

"میں کل تمہارے پاس آؤں گا؟" اتنی پان ارکاڈ سٹج نے پکار کر ان سے کہا۔

الکسیی الکساندر روویچ گاڑی میں بیٹھ گئے اور اس میں اس طرح اندر کود گھس گئے کہ نہ خود کچھ دیکھیں اور نہ کوئی انہیں دیکھ سکے۔

"عجیب آدمی ہے!" اتنی پان ارکاڈ سٹج نے اپنی بیوی سے کہا گاڑی پر نظر ڈالی منہ کے سامنے ہاتھ سے ایسا اشارہ کیا جس کا مقصد بیوی اور بچوں کے لئے پار غا ہر کرنا تھا اور پھر تلی چال سے فٹ ہاتھ پر چل دیئے۔

"اسٹیوا اسٹیوا!" ڈالی نے پکارا۔ ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔

انہوں نے مڑ کر دیکھا۔

"آخر مجھے کریشا کے لئے اور کوٹ خریدنا ہے اور تانیا کے لئے بھی۔ مجھے رقم تو دے دو۔"

"کوئی بات نہیں، تم وہاں کہہ دینا کہ میں ادا کر دوں گا؟" اور پاس سے گزرتے ہوئے ایک واقعہ کار کو سر کے اشارے سے خوش خوش سلام کرتے ہوئے وہ آنکھ سے او جھل ہو گئے۔

اگلے دن اتوار تھا۔ اتنی پان ارکاڈ سٹج نیلے کے ریسرسل میں ہلوتی جھیر گئے اور خوبصورت اور ان کی سر پرستی میں بی بی آئے والی راقصہ ماشا عیسووا کو موسٹگی کی ملا دی جس کا وعدہ انہوں نے کل شام کو کیا تھا اور بتلی پردوں کی آؤٹس جھیر کی دن والی دھندلی روشنی میں اس کے خوبصورت اور تجھے سے دیکھتے ہوئے چہرے کو بوسہ بھی دیا۔ موسٹگی کی مالا کا تختہ دینے کے علاوہ انہیں نیلے کے بعد ملاقات بھی طے کرنی تھی۔ انہوں نے



اسے سمجھایا کہ خیلے کے شروع میں ان کا ہونا ممکن نہیں ہے لیکن وعدہ کیا کہ وہ آخری ایکٹ میں آپائیں گے اور اسے رات کے کھانے کے لئے لے جائیں گے۔ جھیل سے استی پان ارکاڈ سچا شکاری ہزار گئے اور دعوت کے لئے خود چھلی اور ایسپرکس بند کی اور بارہ بجے دو سو بج گئے جہاں انہیں تین لوگوں سے ملنا تھا جو ان کی خوش قسمتی سے تینوں ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ لیون سے جو وہیں ٹھہرا تھا اور تھوڑے ہی دن میں ہونے والی دہائی سے آیا تھا "اپنے نئے حاکم اعلیٰ سے جو حال ہی میں اس بلند عہدے پر فائز ہوئے تھے اور معائنے کے دورے پر ماسکو آئے تھے اور اپنے ہنوئی کار سینے سے تاکہ انہیں کھانے کے لئے ضرور لے جائیں۔

استی پان ارکاڈ سچا کو اچھا کھانا پسند تھا لیکن دعوت دینا انہیں اس سے بھی زیادہ پسند تھا، بہت بڑی نہیں لیکن بہت ہی مخصوص۔ کھانے کے اعتبار سے بھی "شراب کے اعتبار سے بھی اور مہمانوں کے انتخاب کے اعتبار سے بھی۔ آج کی دعوت کا پروگرام انہیں بہت پسند تھا۔ زندہ پرچ چھلی "ایسپرکس اور لاپس دی ریستائلس (6)۔ بہت ہی عمدہ لیکن بالکل سادہ خور کا سینکا ہوا گوشت اور اس کے ساتھ کے لئے موزوں شرابیں۔ یہ تو کھانوں اور شرابوں کی بہت۔ اور مہمانوں میں کیٹی اور لیون اور اس خیال سے کہ یہ بہت واضح نہ لگے ایک چھتری بسن اور نوجوان شیریا سکی بھی ہوں گے "اور مہمانوں میں لاپس دی ریستائلس ہوں گے سرکینی کوڈ نیشیت اور الکسین الکساندرودوچ۔ سرکینی ایو انودوچ ماسکو والے اور قلفی "الکسین الکساندرودوچ پیرس برگ والے اور عملی انسان۔ اور پھر انہوں نے مشہور و معروف سکی پر جوش لہلہ "پاؤنی" مویتار "مورخ" اور سب سے پیارے پچاس سالہ نوجوان "مستوف" کو بھی بلایا تھا جو کوڈ نیشیت اور کار سینے کے ساتھ چٹنی یا مسالے کی طرح ہوں گے۔ وہ ان دونوں کو اشتعال دلائیں گے اور ایک دوسرے سے بھڑا دیں گے۔

استی پان ارکاڈ سچا نے جو جنگل بنایا تھا اس کی رقم کی دوسری قسط سوداگر سے مل چکی تھی اور ابھی تک سب خرچ نہیں ہوئی تھی۔ اور کچھ دنوں سے ڈالی بہت جمی اور نیک ہو گئی تھیں اور استی پان ارکاڈ سچا اس دعوت کے خیال سے ہر اعتبار سے خوش تھے۔ وہ انتہائی خوش دلی کی حالت میں تھے۔ صرف دو چیزیں ذرا ناخوشگوار تھیں لیکن یہ دونوں چیزیں بھی نیک دلی کی سرت کے اس سمندر میں غرق ہو گئی تھیں جو استی پان ارکاڈ سچا کے دل میں موجزن تھا۔ یہ دو چیزیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ کل راستے میں جب ان کی ملاقات الکسین الکساندرودوچ سے ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ الکسین الکساندرودوچ ان کے ساتھ روکے اور درشت تھے۔ اور الکسین الکساندرودوچ کے چہرے کے اس تاثر کو اور اس حقیقت کو کہ وہ نہ ان لوگوں کے ہاں آئے اور نہ اپنے آنے کی اطلاع دی "ان افواہوں کے ساتھ ملا کر جو انہوں نے آنا اور دور و دھکی کے بارے میں سنی تھیں "استی پان ارکاڈ سچا نے یہ قیاس کیا کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔

یہ تو ایک ناخوشگوار چیز تھی۔ دوسری ذرا ناخوشگوار چیز یہ تھی کہ نئے حاکم اعلیٰ کو "سارے نئے حاکمان اعلیٰ کی طرح" ابھی سے یہ شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ وہ بڑے خطرناک شخص ہیں "میں چھ بجے اٹھتے ہیں، عمو ڈے کی طرح بہت کر کام کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں سے بھی اسی طرح کے کام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ نئے حاکم اعلیٰ کو یہ شہرت حاصل تھی کہ ان کے طور طریقے بھالوں جیسے ہیں اور سنا یہ گیا تھا کہ وہ اس سے بالکل ہی مختلف ڈھب کے آدمی ہیں جس کے سابق حاکم اعلیٰ تھے اور جس کے اب تک خود استی پان ارکاڈ سچا تھے۔ کل استی پان ارکاڈ سچا دردی پن کرا پی ملازمت پر مگے تھے اور نئے حاکم اعلیٰ بڑی مہربانی سے پیش آئے اور انہوں

نے ابلو سکی سے اس طرح بات چیت کی جیسے وہ پرانے شناسا ہوں۔ اسی لئے استی پان ارکاڈ سچا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ وہ فریگری کہڑوں میں ان سے ملنے جائیں۔ یہ خیال کہ ہو سکتا ہے نئے حاکم اعلیٰ ان سے اچھی طرح نہ پیش آئیں دوسری ناخوشگوار چیز تھا۔ لیکن استی پان ارکاڈ سچا جبلی طور پر محسوس کر رہے تھے کہ سب کچھ بہت اچھی طرح سے ٹھیک ہو جائے گا۔ انہوں نے ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے سوچا "سارے لوگ "سارے انسان ہماری ہی طرح گنہگار ہیں۔ تو پھر کس لئے خفا ہونا اور جھگڑا کرنا؟"

"کو کیسے ہو" واسیلی "انہوں نے اپنی بیٹ کج کئے ہوئے راہ داری میں داخل ہو کر ایک جانے پہچانے خد شکار سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے تو اپنے کل مجھے پوچھا ہے؟ لیون۔ سات نمبر میں ہیں؟ مجھے ذرا لے چلو اور معلوم کرو کہ کاؤنٹ انچکن "سیہ نے حاکم اعلیٰ تھے۔ ملاقات کر سکتے ہیں؟"

"جو حکم" مکرانے ہوئے واسیلی نے جواب دیا۔ "بہت دنوں سے آپ ہمارے ہاں تشریف نہیں لائے۔"

"کل میں آیا تھا لیکن دوسرے دروازے سے۔ یہ سات نمبر ہے؟"

جب استی پان ارکاڈ سچا داخل ہوئے تو لیون سچا کرے میں تویر کے ایک کسان کے ساتھ کھڑا کچھ کی ایک کمال ٹاپ رہا تھا۔

"ارے" مار لیا؟" استی پان ارکاڈ سچا پچھے۔ "بڑی شاندار چیز ہے۔ ریمپنی؟ کیا حال چال ہیں آر نیپ!"

انہوں نے کسان سے ہاتھ ملایا اور اور کوٹ اور بیٹ اتارے بغیر کرسی پر بیٹھ گئے۔

لیون نے ان کی بیٹ اتارے ہوئے کہا "ارے اتار دو" بیٹھو ذرا دیر!"

"تمیں" مجھے فرصت نہیں ہے "میں بس سکند بھر کے لئے آیا ہوں" استی پان ارکاڈ سچا نے جواب دیا۔

انہوں نے اپنے اور کوٹ کے ٹخن کھول دیئے "پھر اسے اتار دیا اور پورے گھٹنے بھر بیٹھے اور لیون سے شکار کے بارے میں اور بالکل ذاتی معاملوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

"اچھا" اب تو بتاؤ کہ پردیس میں کیا کیا؟ کہاں گئے تھے؟" استی پان ارکاڈ سچا نے کسان کے ہاتھ کے بعد کہا۔

"میں جرمنی گیا، "پروشیا، "فرانس"، انگلستان، لیکن کسی دار السلطنت میں نہیں بلکہ کارخانوں والے شہروں میں "اور بہت سی نئی چیزیں دیکھیں۔ اور میں خوش ہوں کہ وہاں گیا۔"

"ہاں میں مزدوروں کی تنظیم کے بارے میں تمہارے خیالات جانتا ہوں۔"

"بالکل نہیں۔ روس میں مزدور کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ روس میں تو سوال ہے زمین کے ساتھ محنت کش لوگوں کے تعلق کا۔ یہ سوال وہاں بھی ہے لیکن وہاں جو سڑکل چکا ہے اس کی بیوند کاری کا سوال ہے جبکہ ہمارے ہاں۔"

استی پان ارکاڈ سچا لیون کی بات بڑے دھیان سے سن رہے تھے۔

"ہاں ہاں" وہ کہتے رہے۔ "بہت ممکن ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو" انہوں نے کہا۔ "لیکن مجھے خوشی ہے کہ تمہارے حوصلے بہت بلند ہیں۔ درجہ کے شکار پر بھی جاتے ہو "کام بھی کرتے ہو اور جوش سے بھرے ہوئے ہو۔ ورنہ تو شیریا سکی نے مجھے بتایا "وہ تم سے ملا تھا کہ تم کچھ ٹھمنیں اور اس سے ہو اور سارے وقت



موت کی باتیں کرتے ہو۔۔۔

"تو پھر کیا ہوا" موت کے بارے میں ہر وقت ہی سوچتا رہتا ہوں "لیون نے کہا۔ "مجھے یہ ہے کہ مرنے کا وقت آگیا۔ اور یہ کہ یہ سب بڑی قوتی ہے۔ میں تم سے کچھ کہتا ہوں۔ میں اپنے خیالات کو اور اپنے کام کو بے حد اہم سمجھتا ہوں لیکن دراصل۔۔۔ تم ذرا یہ سوچو کہ آخر ہماری یہ ساری دنیا بس پچھوئی کا ایک بھورا ہے جو ایک بہت سی چھوٹی سی سیارے پر آگ آیا ہے۔ اور ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے پاس شاید کوئی بہت سی عظیم چیز ہے۔ خیالات، محاسنات، یہ سب معمول کے ذرے ہیں۔"

"مگر میرے بھائی یہ باتیں بھی اتنی ہی پرانی ہیں جتنی دنیا۔"

"پرانی ہیں لیکن پتہ ہے جنہیں جب آدمی اسے صاف صاف سمجھ لیتا ہے تو سب کچھ جیسے بچ ہو جاتا ہے۔ جب یہ سمجھ میں آ جاتا ہے کہ آج میں توکل ہم مر جائیں گے اور کچھ بھی باقی نہ رہ جائے گا تو پھر سب کچھ بچ معلوم ہو جاتا ہے! میں تو اپنے خیالات کو اتنا اہم سمجھتا ہوں اور پتہ ہے چلتا ہے کہ اگر ان کو عمل کا روپ بھی دے دیا تو بھی وہ اتنے ہی ناچیز ہیں جتنا اس رات بھئی کو پکڑ لیتا۔ تو آدمی زندگی بسر کرتا ہے، شکار سے اور کام سے اپنا بچا بھلا تا ہے۔ تاکہ بس موت کے بارے میں نہ سوچے۔"

لیون کی باتیں سن کر اسٹی پان ارکاڈ کھٹکے چہرے پر خفیف سی محبت آمیز مسکراہٹ آگئی۔

"یہ تو ظاہر ہے! اور یوں تم میرے ہم خیال ہو گئے۔ یاد ہے جنہیں 'تم مجھ پر برس پڑے تھے کہ میں زندگی میں لطف اور مسرت تلاش کرتا ہوں؟"

واعظانہ اتنا تذبذب!۔ (7)

"نہیں! زندگی میں ہر حال اچھا ہی ہے۔۔۔" لیون گڑبگڑا گیا۔ "مگر میں نہیں جانتا۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ جلد ہی مر جاؤں گا۔"

"جلد کس لئے؟"

"اور پتہ ہے جنہیں اگر موت کے بارے میں سوچو تو زندگی میں دلکشی کم تر ہو جاتی ہے۔ لیکن سکون زیادہ ہو جاتا ہے۔"

"اس کے برعکس! اختتام کے قریب مسرت اور زیادہ ہوتی ہے۔ خیر! اب مجھے چلنا چاہئے" اسٹی پان ارکاڈ کھٹکے نے دوسوں بار اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں! بیٹھو بھی! لیون نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔ "اب کب ملاقات ہوگی؟ میں توکل چلا جاؤں گا۔"

"میں بھی کیا خوب آدمی ہوں! میں آیا تو اس لئے تھا کہ۔۔۔ آج کھانے پر میرے ہاں ضرور آؤ۔ ہمارے بھائی ہوں گے، میرے سوتیلی کار ستن ہوں گے۔"

"اچھا کیا وہ یہاں ہیں؟" لیون نے کہا اور کئی کے بارے میں پوچھتا چلا۔ اس نے سنا تھا کہ شروع جاؤں میں وہ پیٹرس برگ میں اپنی بہن کے ہاں تھیں جو سفیری بیوی ہیں اور اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ وہاں آئیں یا نہیں۔ لیکن پھر اس نے سوال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ "ہوں نہ ہوں سب برابر ہے۔"

"تو آؤ گے نہ؟"

"ہاں! ظاہر ہے۔"

"تو پھر کچھ اور لباس غیر درسی۔"

اور اسٹی پان ارکاڈ کھٹکے نے ہو گئے اور چپے سے حاکم اعلیٰ کے ہاں چلے گئے۔ اسٹی پان ارکاڈ کھٹکی جہلت نے انہیں دھوکا نہیں دیا۔ نئے خروفاک حاکم اعلیٰ بہت سی ہتھیار آوی لٹے اور اسٹی پان ارکاڈ کھٹکے نے ان کے ساتھ ناشتہ کیا اور اتنی دیر بیٹھے کہ کہیں تین بجے کے بعد اگلی اگلساں روویج کے پاس پہنچ گئے۔

8

اگلسی اگلساں روویج گر جاگھر سے واپس آکر ساری صبح ہوٹل میں اپنے کمرے میں رہے۔ اس صبح کو انہیں دو کام کرنے تھے۔ ایک تو چھوٹی تو میتوں کے ایک وفد سے ملنا اور اسے پیٹرس برگ کے لئے روانہ کرنا جو اس وقت پیٹرس برگ جاتے ہوئے ماسکوس تھا۔ دوسرے وکیل کو خط لکھنا جس کا انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ یہ وفد حالانکہ اگلسی اگلساں روویج کی پیش قدمی پر بلایا گیا تھا پھر بھی اس میں مشکلیں تھیں بلکہ کچھ خطرے بھی تھے۔ چنانچہ اگلسی اگلساں روویج بہت خوش تھے کہ یہ وفد انہیں ماسکوس مل گیا۔ اس وفد کے اراکین کو اپنے رول اور اپنی ذمہ داریوں کی رتی بھر بھی سمجھ نہ تھی۔ انہیں بڑی سادہ لوحی کے ساتھ یقین تھا کہ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی ضرورتیں اور اصل صورت حال بیان کر دیں اور حکومت سے مدد کی درخواست کریں۔ وہ اس بات کو بالکل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی کئی درخواستوں اور مطالبات سے مخالف فریق کی تائید ہوتی تھی اور اس طرح سارا معاملہ چوتھ ہو جاتا تھا۔ اگلسی اگلساں روویج ان کے ساتھ دیر تک جو بیٹھے رہے، انہوں نے ان کے لئے پروگرام لکھا جس سے انہیں کسی صورت میں بھی انحراف نہ کرنا چاہئے تھا اور ان لوگوں کو رخصت کرنے کے بعد پیٹرس برگ ایک خط لکھا جس میں وفد کے سلسلے میں بدایات درج کیں۔ اس کام میں خاص معاون کاؤش لیدیا ایو الوونا کو ہونا تھا۔ وہ وفدوں کے امور کی باہر تھیں اور وفد کی رہنمائی اور اس کے لئے صحیح سمت کا تعین کرنے کا کام کوئی بھی ایسا نہ کر سکتا تھا جیسادہ کر سکتی تھیں۔ اس کام کو ختم کر کے اگلسی اگلساں روویج نے وکیل کو بھی خط لکھا۔ ذرا سے بھی پس و پیش کے بغیر انہوں نے وکیل کو اپنی بہترین سمجھ کے مطابق عمل کرنے کی پوری آزادی دے دی۔ خط کے ساتھ انہوں نے درودھی کے تین رتے بھی رکھ دیئے جو انہیں اس پورٹ فولیو میں لٹے تھے جسے انہوں نے آٹنا سے چھینا تھا۔

اس وقت سے جب سے اگلسی اگلساں روویج اس ارادے سے مکرے لٹے تھے کہ اب بیوی بچے کے پاس واپس نہیں آئیں گے، اور جب سے وہ وکیل کے پاس گئے تھے اور 'ایک ہی آدمی سے سہی' اپنے ارادے کے بارے میں بات کر چکے تھے، اور خاص طور سے جب سے انہوں نے زندگی کے اس معاملے کو کاغذ کا معاملہ بنا دیا تھا تب سے وہ اپنے ارادے سے روز بروز زیادہ مانوس ہوتے گئے تھے اور اب اس کی تکمیل کے امکان کو صاف صاف دیکھ رہے تھے۔

وکیل کے نام والے لفافے پر انہوں نے مہر لگا دی تھی کہ اسٹی پان ارکاڈ کھٹکی آواز کی بلند گونج سنائی دی۔ اسٹی پان ارکاڈ کھٹکے خندہ دھار سے بحث کر رہے تھے اور اصرار کر رہے تھے کہ ان کے آنے کی اطلاع کر دی جائے۔

"کیا فرق پڑتا ہے؟" اگلسی اگلساں روویج نے سوچا "اچھا ہی ہے۔ میں ابھی ان کی بہن کے سلسلے میں اپنی صورت حال سے مطلع کروں گا اور وضاحت کروں گا کہ کیوں میں ان کے گھر میں کھانا نہیں کھا سکتا۔"



انہوں نے کاغذات اکٹھے کر کے انہیں بستے میں رکھتے ہوئے ادھنی آواز میں کہا "اندرو آئے کی درخواست کرو!"

"دیکھا تم نے؟ صاف بھوٹ بول رہے تھے کہ صاحب نہیں ہیں!" استی پان ارکاڈ سٹیک کی آواز نے خدشہ کو جواب دیا جو انہیں اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔ چلتے چلتے ابلو سکی نے اوور کوٹ اتارا اور کمرے میں داخل ہو گئے۔ "مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم مل گئے! تو مجھے امید ہے کہ..." استی پان ارکاڈ سٹیک نے خوشی خوشی بات شروع کی۔

"میں نہیں آسکتا!" لکسینی الکساندر روڈج نے کھڑے کھڑے اور مسمان سے بھی ہنسنے کو کہے بغیر سرد مری سے کہا۔

لکسینی الکساندر روڈج نے اسی وقت سرد مری سے پیش آنے کے بارے میں سوچا تھا جو انہیں اپنی بیوی کے بھائی کے ساتھ برتنی چاہئے تھی جس کے خلاف انہوں نے طلاق کا مقدمہ شروع کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے نیک دلی کے اس سمندر کو ملحوظ نہیں رکھا تھا جو استی پان ارکاڈ سٹیک کے دل کے اندر پڑا تھا۔

استی پان ارکاڈ سٹیک نے اپنی چمکتی ہوئی صاف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

"کس وجہ سے تم نہیں آ سکتے؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے حیرانی کے ساتھ فراہمی میں کہا۔ "نہیں" اس کا تو تم وعدہ کر چکے ہو۔ اور ہم سب تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ہاں نہیں آ سکتا اس لئے کہ رشتہ داری کے وہ تعلقات جو ہمارے درمیان تھے انہیں اب ختم ہو جانا چاہئے۔"

"کیسے؟ یعنی آخر کیسے؟ کیوں؟" استی پان ارکاڈ سٹیک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ میں آپ کی بہن، اپنی بیوی سے طلاق لینے کا مقدمہ شروع کر رہا ہوں۔ مجھے چاہئے تھا..."

لیکن لکسینی الکساندر روڈج ابھی اپنی بات ختم بھی نہ کر پائے تھے کہ استی پان ارکاڈ سٹیک کا رتاؤ ایسا ہو گیا جس کی انہیں بالکل توقع نہ تھی۔ استی پان ارکاڈ سٹیک نے ٹھنڈی سانس بھری اور آرام کرسی پر بیٹھ گئے۔

"نہیں! لکسینی الکساندر روڈج، تم کہہ کیا رہے ہو!" ابلو سکی جچ اٹھے اور ان کے چہرے پر دکھ کے تاثرات پیدا ہو گئے۔

"ایسا ہی ہے۔"

"مجھے معاف کرنا، میں اس کا یقین نہیں کر سکتا، کسی طرح نہیں کر سکتا..."

لکسینی الکساندر روڈج یہ محسوس کر کے بیٹھ گئے کہ ان کے الفاظ نے وہ عمل نہیں کیا جس کی انہیں توقع تھی اور یہ کہ انہیں ضرور وضاحت کرنی پڑے گی اور یہ کہ ان کی وضاحت چاہے کیسی بھی کیوں نہ ہو، ان کے سالے کے ساتھ ان کے تعلقات دلیسے ہی رہیں گے جیسے تھے۔

"ہاں، میرے لئے یہ ایک تکلیف دہ ضرورت بنادی گئی ہے کہ میں طلاق کا مطالبہ کروں۔" انہوں نے کہا۔

"لکسینی الکساندر روڈج، میں صرف ایک بات کہتا ہوں۔ میں جہیں ایک بہت عمدہ انصاف پسند شخص

کی حیثیت سے جانتا ہوں، آنا کو بھی جانتا ہوں، مجھے معاف کرنا میں ان کے بارے میں اپنی رائے میں بدل سکتا

کہ وہ بہت ہی اچھی اور عمدہ عورت ہیں۔ اس لئے مجھے معاف کرنا کہ میں اس کا یقین نہیں کر سکتا۔ اس میں کوئی

غلط فہمی ہے۔" انہوں نے کہا۔

"ہاں، کاش یہ صرف غلط فہمی ہوتی..."

"معاف کرنا، میں سمجھتا ہوں" استی پان ارکاڈ سٹیک نے قطع کلام کیا "لیکن معقول بات ہے... صرف

ایک جلدی نہ کرنی چاہئے۔ ہرگز ہرگز جلدی نہ کرنی چاہئے!"

"میں نے جلدی نہیں کی!" لکسینی الکساندر روڈج نے سرد مری سے کہا "اور ایسے معاملے میں کسی سے مشورہ تو کیا نہیں جا سکتا۔ میں نے پکا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"بہت ہی بھیا تک بات ہے!" استی پان ارکاڈ سٹیک نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں نے لکسینی

الکساندر روڈج ایک کام تو کیا ہوتا۔ میں تم سے منت کرتا ہوں، تم بھی کرو!" انہوں نے کہا۔ "جہاں تک میں نے

سمجھا ہے مقدمہ ابھی شروع نہیں ہوا۔ مقدمہ شروع کرنے سے پہلے میری بیوی سے مل لو، ان سے بات کر لو۔ وہ

آنا کو پیار کرتی ہیں، بہن کی طرح، کم کو پیار کرتی ہیں، اور وہ حیرت انگیز عورت ہیں۔ خدا کے واسطے ان سے بات

کر لو! میرے ساتھ اپنی دوستی برقرار رکھیں، تم سے الٹا کرتا ہوں۔"

لکسینی الکساندر روڈج سوچنے لگے اور استی پان ارکاڈ سٹیک انہیں بھر دی سے دیکھتے رہے اور ان کی

خاموشی میں غل نہیں ہوئے۔

"تو تم ان کے پاس آؤ گے؟"

"مجھے پتہ نہیں۔ میں اسی لئے آپ کے ہاں آیا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تعلقات کو بدل جانا

چاہئے۔"

"کس لئے؟ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم دو راہ کو تو میں تو یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے رشتہ دارانہ تعلقات

کے ساتھ ہی تم میرے لئے بھی، ایک حد تک ہی سہی، وہی دوستانہ جذبات رکھتے ہو جو تمہارے لئے ہمیشہ سے

میرے دل میں ہیں... اور سچا احترام!" استی پان ارکاڈ سٹیک نے ان کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے بدترین

مفروضات بھی حق بن جائیں ہوں گے تو بھی میں ایک کا یا دوسرے کا طرفدار نہیں بننا اور کبھی نہ بنوں گا اور مجھے

کوئی سبب نہیں نظر آتا کہ کیوں ہمارے تعلقات کو بدل جانا چاہئے۔ خیر ابھی تو تم یہ کہو کہ آکے میری بیوی سے

ملو۔"

"مگر ہم اس معاملے کو بالکل مختلف طرح سے دیکھتے ہیں!" لکسینی الکساندر روڈج نے سرد مری سے کہا۔

"اور ہر حال، ہم اس کی بات نہیں کریں گے۔"

"نہیں، تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ آج کھانے پر ہی سہی؟ میری بیوی تمہارا انتظار کر رہی

ہیں۔ مہربانی کر کے، آ جانا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سے بات کرنا۔ وہ حیرت انگیز عورت ہیں۔ خدا کے

واسطے، میں تمہارے بل ہو کر تم سے منت کرتا ہوں!"

"اگر آپ اتنا ہی چاہتے ہیں۔ تو میں آ جاؤں گا!" لکسینی الکساندر روڈج نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

اور بات چیت کا موضوع بدلنے کی خواہش کے تحت انہوں نے اس کے بارے میں پوچھا جس سے دونوں

کو دلچسپی تھی۔ استی پان ارکاڈ سٹیک نے سنے حاکم اعلیٰ کے بارے میں، جو ابھی معرادی نہیں تھا لیکن جس نے

اچانک اپنا بلند عہدہ حاصل کر لیا تھا۔

کاؤنٹ انچن کو! لکسینی الکساندر روڈج پسند تو پہلے بھی نہ کرتے تھے اور ان کی راپوں میں کاؤنٹ سے



دوسرے کی ناقابل صحیح کج فہمی کا پس بغیر کسی غصے کے مذاق اڑانے کے عادی ہو گئے تھے۔

وہ موسم کی باتیں کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئی رہے تھے کہ استی پان ارکاڈ سٹجے نے انہیں آیا۔ ڈرائنگ روم میں ایلوئس کے خسرے نس الکساندر دیمیریٹج شیریا نکسی، ان کا جینیا نوجوان شیریا نکسی، تورو کھسین، کینٹی اور کار سین پلے ہی سے بیٹھے تھے۔

استی پان ارکاڈ سٹجے نے فوراً ہی دیکھ لیا کہ ڈرائنگ روم میں ان کے بغیر معاملہ گڑبڑ رہا ہے۔ واریا الکساندر روٹا اپنے خاص موقعوں والے سرمئی ریشمی لباس میں موجود تو تھیں لیکن وہ اس وجہ سے بھی فکر مند تھیں کہ بچوں کو ان کے کمرے میں اکیلے کھانا کھانا پڑ رہا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ شوہر ابھی تک نہیں آئے تھے اور وہ ان کے بغیر اس معاشرے میں اچھی طرح رہنا ضبط نہیں پیدا کر پاری تھیں۔ سب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے پادریوں کی بیٹیاں کسی کے ہاں ملنے آئی ہوں (جیسا کہ بوڑھے پر نس نے کہا) "بھلا ہران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ برساں کیوں بیچے گئے ہیں اور سب کو شش کر کے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے تاکہ چپ نہ رہیں۔ نیک دل تورو کھسین صریح طور پر خود کو اپنے ماحول میں نہیں محسوس کر رہے تھے اور مونے مونے ہونٹوں کی مسکراہٹ نے، جس سے انہوں نے استی پان ارکاڈ سٹجے کا خیر مقدم کیا، بالکل جیسے الفاظ میں کہا، "کیوں بھائی، تم نے مجھے ذہین لوگوں کے ساتھ بٹھا دیا! کچھ پٹا پٹا ہونا یا "شاؤدی فلور" میں ہوتے تو میرے ڈھب کی بات ہوتی۔" بوڑھے پر نس چپ بیٹھے تھے اور کبھی کبھی اپنی چٹکتی ہوئی آنکھوں سے کار سین کو دیکھ لیتے تھے۔ استی پان ارکاڈ سٹجے سمجھ گئے کہ پر نس نے کوئی نہ کوئی فقرہ سوچ لیا تھا جس سے اس سرکاری شخصیت پر ٹھانگا دیا جائے جس سے ملنے کے لئے لوگوں کو اس طرح بلایا گیا ہے جیسے اسٹریٹ میں چھٹی کی دعوت ہو۔ کینٹی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی اور اپنی ساری قوت یکجا کئے ہوئے تھی کہ کسٹن تن لیون جب داخل ہو تو اس کا چہرہ سرخ نہ ہونے پائے۔ نوجوان شیریا نکسی کا تعارف کار سین سے نہیں کرایا گیا تھا اور وہ یہ دکھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس سے وہ ذرا بھی جینیا نہیں۔ خود کار سین پیٹرس برگ کے دستور کے مطابق کہ جب دعوت میں خواتین بھی ہوں تو فراق کوٹ اور سفید ٹائی پن کر آنا چاہئے، اسی طرح آئے تھے اور اس لئے آئے تھے کہ زبان دی ہے تو وعدہ پورا کرنا چاہئے اور وہ اس معاشرے میں موجود رہ کر ایک تکلیف دہ فرض ادا کر رہے تھے۔ وہی اس سردمیری کے سب سے بڑے قصور وار تھے جس نے استی پان ارکاڈ سٹجے کے پیچھے سے پہلے سارے مسمانوں کو بٹھا دیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی استی پان ارکاڈ سٹجے نے معافی مانگی اور وضاحت کی کہ انہیں فلاں پر نس نے روک لیا تھا، جو ان کے لئے ساری تاجروں اور غیر حاضرین کا پذیر بنائے جاتے تھے، اور ایک منٹ میں انہوں نے سب سے سب کا تعارف کروا دیا اور الکسی الکساندر وویچ اور کوزیٹیت کو یکجا کر کے پالینڈ کے روسی بنائے جانے کا موضوع چھیڑ دیا جس میں ان لوگوں نے فوراً دستوف کو بھی الجھالیا۔ تورو کھسین کے کندھے پر ہاتھ مار کر ان کے کان میں کوئی ہنسائے والی بات کہی اور انہیں اپنی بیوی اور پر نس کے پاس بٹھا دیا۔ پھر انہوں نے کینٹی سے کہا کہ وہ آج بڑی خوبصورت لگ رہی ہیں اور نوجوان شیریا نکسی کا تعارف کار سین سے کروایا۔ ایک منٹ میں انہوں نے اس معاشرتی آئے کو ایسا گوندھا کہ ڈرائنگ روم میں جان پڑی اور جینی بات چیت کی آوازیں گونجنے لگیں۔ صرف کسٹن تن لیون ابھی تک نہیں آیا تھا۔ لیکن یہ اچھا ہی تھا اس لئے کہ کھانے کے کمرے میں استی پان ارکاڈ سٹجے دیکھ کر بوکھلا گئے کہ پراٹ اور خیرس تو لیوے کے ہاں سے نہیں

بیش اختلاف رہتا تھا، لیکن اب تو وہ رشک حسد کے اس جذبے کو دہائی نہیں سکتے، جسے ملازمت پیشہ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں، جو ملازمت میں ناکام ہونے والے کے دل میں اس شخص کے لئے ہوتی ہے جس کو ترقی ملی ہو۔ "تو کیا، تم نے ان سے؟" الکسی الکساندر وویچ نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

"کیوں نہیں، کل وہ ہمارے ہاں عدالت میں آئے تھے۔ کلنا ہے وہ کام کو اچھی طرح جانتے ہیں اور بہت کار گزار ہیں۔"

"ہاں، لیکن اس کار گزار کی کار غ نس طرف ہوتا ہے؟" الکسی الکساندر وویچ نے کہا۔ "اس طرف کہ کام کیا جائے یا اس طرف کہ جو ہو چکا ہے اسے پھر سے کیا جائے؟ ہماری ریاست کی بدمنصیبی ہے۔ یہ کانڈی انتظامیہ، جس کے وہ بڑے لائق نمائندہ ہیں۔"

"یہ سچ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ان پر کس چیز کے سلسلے میں اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ ان کے رخ کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن ایک بات ہے۔۔۔ آدمی بہت شاندار ہے۔" استی پان ارکاڈ سٹجے نے کہا۔ "میں ابھی ان کے پاس گیا تھا اور سچ کہتا ہوں، شاندار آدمی ہے۔ ہم نے ساتھ ناشتہ کیا اور میں نے انہیں یہ مشروب پینا سکھایا، یہ ہے جنہیں 'سنٹرے' اور شراب کو ملا کر۔ بڑی لمونڈک پینچاتی ہے۔ اور تعجب کی بات ہے کہ انہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ انہیں بہت پسند آئی۔" "سچ، وہ بہت سی عمدہ آدمی ہیں۔"

استی پان ارکاڈ سٹجے گھڑی دیکھی۔

"ارے باپ رہے، چار تو بج چکے اور ابھی مجھے دو لگا دو شین کے پاس بھی جانا ہے۔ تو مریانی کر کے کھانے پر ضرور آنا، تم تصور نہیں کر سکتے کہ نہ آئے تو مجھے اور بیوی کو کتنا رنج ہو گا۔"

الکسی الکساندر وویچ نے سالے کو اس طرح بالکل نہیں رخصت کیا جیسے استقبال کیا تھا۔

"میں نے وعدہ کر لیا ہے اور آؤں گا" انہوں نے ٹھکین لیے میں جواب دیا۔

"یقین جانو" میں اس کی بڑی قدر کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی بچھاؤ گے نہیں" استی پان ارکاڈ سٹجے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور چلتے میں اور کوٹ پہننے ہوئے انہوں نے اتفاق سے خندنگار کے سر ہاتھ پھیرا، اپنے اور چلے گئے۔

دروازے پر سے مڑے انہوں نے ایک بار اور پکار کر کہا "پانچ بجے اور مریانی کر کے فیروز می لباس میں!"

پانچ بج چکے تھے اور کئی مسمان ابھی چکے تھے تب خود صاحب خانہ گھر پہنچے۔ وہ سرگینی ایو انوویچ کوزیٹیت اور دستوف کے ساتھ ہی داخل ہوئے جو صدر دروازے میں ایک ہی وقت پہنچے تھے۔ یہ بقول ایلوئسکی ماسکو کے دانشور طبقے کے دو خاص نمائندے تھے۔ اپنے کردار اور اپنی ذہانت کی بنا پر دونوں کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی بھی عزت کرتے تھے لیکن آپس میں تقریباً ہر چیز میں بالکل ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے اور اتفاق رائے ہونے کی کوئی امید بھی نہ تھی اس لئے نہیں کہ ان کا تعلق مختلف انداز فکر سے تھا بلکہ اسی لئے کہ وہ ایک ہی کیمپ میں تھے (ان کے دشمن انہیں گنڈہ کر کے ایک ہی سمجھتے تھے) لیکن اس کیمپ میں ان میں سے ہر ایک کا اپنا رنگ تھا اور چونکہ اتفاق رائے کے لئے نیم تجزیہ جیزوں میں اختلاف رائے سے کم سازگار کوئی چیز نہیں ہوتی اس لئے یہ دونوں نہ صرف یہ کہ کبھی ہم رائے نہیں ہوتے تھے بلکہ ایک



بلکہ دوسرے کے ہاں سے لائی گئی تھی۔ وہ یہ انتظام کر کے کہ کوچوان کو جتنی جلد ممکن ہو لیوے کے ہاں بھیجا جائے پھر سے ڈرائنگ روم کی طرف چلے۔

کھانے کے کمرے کے دروازے پر ان کی ملاقات کسٹن تن لیون سے ہو گئی۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟"

"کیا واقعی تم دیر کے بغیر کہیں پہنچ سکتے ہو؟" استی پان ارکاڈ سٹچ نے اس کا ہاتھ لے کر بغل میں دبا دے ہوئے کہا۔

"تمہارے ہاں تو بہت لوگ ہیں؟ کون کون ہے؟" لیون نے دستانوں سے ٹوپی کی برف جھاڑتے ہوئے پوچھا اور اس کا چہرہ بے اختیار سرخ ہو گیا۔

"سب اپنے ہی ہیں۔" کئی بھی ہیں۔ چلو میں تمہیں کار سنیں سے ملا دوں۔"

استی پان ارکاڈ سٹچ اپنے لہلہ خیالات کے باوجود جانتے تھے کہ یہ ہوی نہیں سسکا کار سنیں سے تعارف کسی کے لئے بھی پسندیدہ نہ ہو۔ اس لئے وہ اپنے بہترین دوستوں کو اس شرف سے نوازتے تھے۔ لیکن کسٹن لیون اس وقت اس حالت میں نہیں تھا کہ اس تعارف کی ساری خوشی اور مہمانیت کو محسوس کر سکے۔ وہ کئی سے اس شام کے بعد نہ ملا تھا جو اس کے ذہن میں نقش ہو گئی تھی جب وہ درویشی سے ملا تھا۔ اگر اس منٹ کو شمار نہ کیا جائے جب اس نے کئی کو بڑی سڑک پر دیکھا تھا۔ وہ اپنے دل کی گہرائی میں جانتا تھا کہ آج یہاں وہ کئی سے ملے گا۔ لیکن اپنے اندر خیالات کی آزادی پر قرار رکھتے ہوئے وہ اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ یہ نہیں جانتا۔ اب جو اس نے یہ سنا کہ وہ یہاں سے تو اچانک اسے ایسی خوشی اور اس کے ساتھ ہی ایسے خوف کا احساس ہوا کہ اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے اور اس کی زبان سے وہ نکلا ہی نہیں جو وہ کہنا چاہتا تھا۔

"کیسی ہیں وہ؟ کیسی ہیں؟ ویسی ہی جیسی پہلے تھیں یا ویسی جیسی ابھی میں نظر آئی تھیں؟ اور جو داریا الکساندر روٹانے کما تھا وہی ہو تو؟ اور سچ آخر کیوں نہ ہو گا؟" اس نے سوچا۔

"ہاں، مہربانی کر کے مجھے کار سنیں سے ملا دو" اس نے بے مشکل کہا اور ناامیدانہ "ع" کے ساتھ وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور اس نے کئی کو دیکھا۔

وہ ویسی نہیں تھی جیسی پہلے تھی اور نہ ویسی جیسی ابھی میں نظر آئی تھی۔ وہ بالکل ہی مختلف تھی۔

وہ سہمی ہوئی، ہنسنی ہوئی، شرمندہ سی تھی اور اسی لئے اور بھی دلکش لگ رہی تھی۔ اس نے لیون کو اسی وقت دیکھ لیا جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ خوش ہو گئی اور اپنی خوشی سے اس قدر بولکھائی کہ ایک منٹ بھر کا وقت ایسا گزرا جب لیون غاقون خانہ کے پاس گیا اور اس نے پھر کئی پر نظر ڈالی تو اسے ڈالی کو اور خود کئی کو ایسا لگا کہ جیسے وہ ضبط نہ کر پائے کی اور رو پڑے گی۔ اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا بالکل سفید ہوا اور پھر سے سرخ ہوا اور وہ ساکت و صامت ہو گئی۔ بس اس کے ہونٹ ڈراڈرا اٹکپا رہے تھے۔ وہ لیون کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اس کے پاس گیا، تنظیم میں سر جھکا کر بغیر کچھ کے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ کئی کے ہونٹ اگر ڈراڈرا اٹکپا نہ رہے ہوتے اور آنکھوں میں نمی نہ ہوتی جس سے ان کی پلک اور بڑھ گئی تھی تو اس کی مسکراہٹ کو پر سکون کہا جاسکتا تھا جب اس نے کہا:

"کتنے دن ہو گئے ملے ہوئے! اور اس نے ناامیدانہ "ع" کے ساتھ اپنے منہ سے ہاتھ سے اس کا ہاتھ

ایلا۔

"آپ نے مجھے نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ کو دیکھا تھا" لیون نے خوشی سے دہکتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں نے آپ کو دیکھا تھا جب آپ ریلوے اسٹیشن سے برگوشوہ جاری تھیں۔"

"کب؟" کئی نے تعجب سے پوچھا۔

"آپ برگوشوہ جاری تھیں" لیون نے کہا اور محسوس کیا کہ اس کا دل خوشی سے اس قدر لرز رہا ہے کہ وہ سکیاں لینے لگے گا۔ وہ سوچ رہا تھا "اور کیسے میں نے یہ بہت کی کہ اس دل کو محسوس دینے والی ہستی کے ساتھ کسی طرح کی نامعصومیت کا خیال وابستہ کیا! اور لگتا ہے جو کچھ داریا الکساندر روٹانے کما تھا وہی ہے۔"

استی پان ارکاڈ سٹچ نے لیون کا ہاتھ پکڑا اور اسے کار سنیں کے پاس لے گئے۔

"تعارف کرانے کی اجازت دیجئے" اور انہوں نے دونوں کے نام لئے۔

"بڑی خوشی ہوئی دوبارہ مل کر" الکسینی الکساندر روٹچ نے لیون سے ہاتھ ملائے ہوئے سرد مری سے کہا۔

"آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟" استی پان ارکاڈ سٹچ نے تعجب سے پوچھا۔

"ہم تمہیں کتنے ریل گاڑی کے ڈبے میں ساتھ رہے ہیں" لیون نے مسکراتے ہوئے کہا "اور پھر ملے گئے جیسے لوگ غائب پوش رقص میں سے جاتے ہیں۔۔۔ دل میں یہ کرید لئے ہوئے کہ دوسرا کون تھا۔ کم سے کم میں تو اسی طرح کیا تھا۔"

"اچھا جواب حاضر کے لئے تشریف لے چلے!" استی پان ارکاڈ سٹچ نے کھانے کے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سب مرد کھانے کے کمرے میں آگئے اور میز کی طرف آئے جس پر نقل و گزک لگی تھی کوئی چھ قسم کا وادکا، اتنی ہی قسم کی پیڑ جن میں کچھ کے ساتھ چاندی کی کفکیر چٹیاں تھیں اور کچھ کے ساتھ نہیں تھیں، بیرنگ پھلی کا دیار، مختلف قسم کے نوٹھے اور مرے اور فراٹسی ذیل روٹی کے پتلے پتلے سلاسن کی طشتیاں۔

سارے مرد خوشبودار وادکا اور نقل و گزک کے پاس کھڑے تھے اور سرگئی ایو انوویچ کوڈ نیشٹ اور کار سنیں وہ حسرتوں کے درمیان پولینڈ کو روسی بنانے کے بارے میں بات چیت کھانے کے انتظار میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

سرگئی ایو انوویچ اس فن میں سب سے بڑے ماہر تھے کہ انتہائی تجزیہ اور سنجیدہ بحث کو بھی کسی بہت سی جھلکے اور پھٹنے ہوئے فقرے سے تمام کر دیں اور اس طرح ہم کلام لوگوں کی مزاحیہ کیفیت کو بالکل بدل دیں۔ انہوں نے اس وقت بھی یہی کیا۔

الکسینی الکساندر روٹچ نے یہ ثابت کیا تھا کہ پولینڈ کو روسی بنانے کا عمل صرف بلند تر اصولوں کے نتیجے میں پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے جنہیں روسی انتظامیہ کو بروئے کار لانا چاہئے۔

حسرتوں اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ ایک قوم دوسری کو سمجھی اپنے آپ میں ضم کر سکتی ہے جب وہ زیادہ مخمجان آباد ہو۔

کوڈ نیشٹ کو بعض شرائط کے ساتھ ان سے بھی اتفاق تھا اور ان سے بھی لیکن بس جزوی طور پر۔ جب وہ ڈرائنگ روم سے آرہے تھے تو بات چیت کو ختم کرنے کے لئے کوڈ نیشٹ نے مسکراتے ہوئے کہا:



"اس لئے دوسری قومیتوں کو روسی بنانے کا بس ایک ہی ذریعہ ہے، جہاں تک ہو سکے زیادہ بچے پیدا کرنا۔ تو میرا اور میرے بھائی کا عمل تو سب سے برا ہے۔ اور آپ شادی شدہ حضرات اور خاص طور سے آپ اسی پان ارکاڈ کچلے پوری طرح سے وطن دوستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کتنے بچے ہیں آپ کے؟" وہ شہنائے مسکراہٹ کے ساتھ صاحب خانہ سے مخاطب ہوئے اور اپنا شراب کا پھوٹا سا جام ان کی طرف بڑھایا۔

سب لوگ ہنس پڑے اور سب سے زیادہ خوش دلی کے ساتھ اسی پان ارکاڈ کچلے۔  
 "ہاں ہاں یہی سب سے اچھا ذریعہ ہے!" انہوں نے پتھر کا ایک ٹکڑا چپاتے ہوئے اور ان کی طرف جو جام بڑھایا گیا تھا اس میں کوئی خاص واد کا انڈھلتے ہوئے کہا۔ اس مذاق پر بات چیت ختم ہو گئی۔  
 "یہ بیکری نہیں ہے۔ اجازت ہے؟" صاحب خانہ نے کہا۔ "کیا تم نے پھر جتنا تک شروع کر دی؟" وہ لیون سے مخاطب ہوئے اور بائیں ہاتھ سے اس کے بازو کے پھول کو دبایا۔ لیون نے مسکرا کر اپنا ہاتھ موڑ لیا اور اسی پان ارکاڈ کچلے کی انگوٹھ کے نیچے کول بیکری طرح کی فولادی چمچلے پٹے کوئی کپڑے کے جیکٹ کے نیچے ابھر آئی۔

"کیا بازو ہیں بالکل سمن (8)"

"میرے خیال میں ریچھ کے شکار کے لئے بڑی طاقت کی ضرورت ہوتی ہوگی" اگلسنی الکساندر روویج نے "جنہیں شکار کے بارے میں بہت سی حد درجہ سادہ سادہ ذہن روٹی کے ایک جالے جیسے باریک سلاخ پر پتیر لگاتے ہوئے کہا۔  
 لیون مسکرایا۔

"بالکل نہیں۔ اس کے برعکس کوئی بچہ بھی ریچھ کو مار سکتا ہے" اس نے کہا اور خواتین کے لئے ذرا سی تعظیم سے ایک طرف ہو گیا جو خاتون خانہ کے ساتھ نقل و حرکت کی میری طرف آ رہی تھیں۔  
 "اور لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ نے ریچھ کا شکار کیا؟" کیٹی نے کہا۔ وہ کانٹے سے ایک پھسلتی ہوئی کھمبے کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جس سے اس کی آستین کی لیس کی بھار مل رہی تھی لیکن کھمبے قابو ہی میں نہ آ رہی تھی۔ "کیا واقعی ریچھ ہیں آپ کے علاقے میں؟" اس نے اپنا خوبصورت سر پوری طرح اس کی طرف موڑ کر مسکراتے ہوئے اسناد کیا۔

گلگتا تو یہ تھا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں کوئی بھی غیر معمولی بات نہ تھی لیکن جب اس نے یہ کہا تو لیون کے لئے آواز کی ہر گونج نہیں "لیون کی" انھوں کی ہر جنبش سے ایسے معنی تھے جن کا اظہار الفاظ میں کیا ہی نہ جا سکتا تھا۔ اس میں معاف کر دینے کی درخواست بھی تھی اور اس پر اعتماد اور پیار۔ لطیف شرابا ہوا پیاد بھی، وعدہ بھی اور امید بھی، اور اس کے لئے محبت بھی، جس پر یقین نہ کرنا اب اس کے لئے ممکن ہی نہ تھا اور جس کی خوشی سے اس کا دم گھٹنا جا رہا تھا۔

"نہیں" ہم تو برصوبے میں گئے تھے۔ وہیں سے واپس آتے ہوئے ریل گاڑی کے ڈبے میں میں آپ کے برادر نسبتی بلکہ برادر نسبتی کے بہنوئی سے ملا تھا" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی سی مٹھکھ خیز ملاقات تھی۔"

اور اس نے بہت سی خوش خوش اور پرتھاق انداز میں بیان کیا کہ کیسے وہ ساری رات نہیں سویا تھا اور پوئین کا کوٹ پہنے ہوئے اگلسنی الکساندر روویج کے کپار منٹ میں گھس گیا۔

"کنڈکٹر نے کماؤت کے برعکس میرا لباس دیکھ کر مجھے وہاں سے باہر نکال دینا چاہا لیکن میں نے فوراً ہی موٹے موٹے لفظوں کا استعمال کرنا شروع کر دیا اور... آپ بھی "اس نے کار سنہن سے مخاطب ہو کر کہا جن کا نام اور ولدیت وہ بھول گیا تھا "شروع میں تو پوئین کے کوٹ کی بنا پر مجھے بھگا دینا چاہتے تھے لیکن پھر آپ نے میری طرف داری کی، جس کے لئے میں بہت شکر گزار ہوں۔"

"دوپے بھی جگہ کے انتخاب کے سلسلے میں مسافروں کے حقوق بالکل غیر متعین ہیں" اگلسنی الکساندر روویج نے رومال سے اپنی انگوٹھ کے پوروں کو پونچھے ہوئے کہا۔

"میں نے دیکھا کہ آپ میرے سلسلے میں کچھ طے نہیں کر پار رہے ہیں" لیون نے ٹیک دلی سے مسکراتے ہوئے کہا "اس لئے میں نے بڑی جلدی دانا شورانہ بات شروع کر دی تاکہ اپنے پوئین کے کوٹ کی صفائی کر دوں۔"

سرگئی ایو انوویج خاتون خانہ سے باتیں کر رہے تھے اور ایک کان سے بھائی کی باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے کھکیوں سے اسے دیکھا۔ "یہ آج اسے ہو کیا کیا ہے؟ ایسا فاتح بنا ہوا ہے" انہوں نے سوچا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ لیون کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پر نکل آئے ہوں۔ لیون جانتا تھا کہ کیٹی اس کی باتیں سن رہی ہے اور اسے سننا اچھا لگ رہا ہے۔ اور اسے بس یہی چاہئے تھا۔ صرف اس کمرے میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں اس کے لئے صرف وہ تھا جو اب اپنی نظروں میں بہت اہم اور وقیع ہو گیا تھا "اور وہ تھی۔ وہ خود کو ایسی بلندی پر محسوس کر رہا تھا جہاں سر پرکار ہوا تھا اور کہیں نیچے بہت دور پر یہ سب دیکھ اور اچھے لوگ کار سنہن "ابلو شکی تھے اور باقی پوری دنیا تھی۔

بالکل اس طرح کہ کسی نے اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا "ان دونوں کی طرف بھی دیکھے بغیر" جیسے اب اور کہیں بھانے کی جگہ ہی نہ رہی ہو "اسی پان ارکاڈ کچلے نے لیون اور کیٹی کو پاس پاس بٹھادیا۔  
 "اچھا تو تم یہیں بیٹھ جاؤ" انہوں نے لیون سے کہا۔

کھانا بھی انتہائی اچھا تھا جتنے کہ برتن "جن کا اسپان ارکاڈ کچلے کو بڑا شوق تھا۔ شوربہ "ماری لوئیز" بہت سی کامیاب رہا، سوسے بہت سی خوش تھے "ایسے کہ منہ میں رکھتے ہوئے گھل جائیں اور بڑی مسرت سے بنائے گئے تھے۔ دو خندہ نگار اور ماتوئین "سفید ٹائیاں لگائے ہوئے کھانے اور شرابیں پیش کرنے کا کام بڑی خاموشی اور عمدگی سے کر رہے تھے۔ دعوت مادی پھلو سے بھی کامیاب تھی اور غیر مادی پھلو سے بھی۔ بات چیت کبھی عام، کبھی ذاتی موضوعات پر ہوتی رہی اور پھیلنے نہیں پڑی اور کھانا ختم ہوتے ہوتے اتنی جیالی ہو گئی کہ مرد باتیں کرتے ہی ہوئے میز کے پاس سے اٹھے "یہاں تک کہ اگلسنی الکساندر روویج بھی جوش میں آگئے تھے۔

حضور کو آخر تک بحث کرتے رہنا پسند تھا اور وہ سرگئی ایو انوویج کے فقرے سے مطمئن نہیں ہوئے تھے "اس لئے اور بھی کہ وہ خود اپنی رائے کی نادرستی کو محسوس کر رہے تھے۔

"میرا بھی یہ مطلب نہیں تھا" انہوں نے شوربے کے دوران میں اگلسنی الکساندر روویج سے کہا "میرے آباؤی کے گھرانے کے ذریعے بلکہ بنیادوں کو ایک کر کے نہ کہ اصولوں کے ذریعے۔"

"مجھے لگتا ہے" اگلسنی الکساندر روویج نے بغیر کسی جلدی کے بیڈلی سے جواب دیا "یہ ایک ہی بات ہے"



میری رائے میں دوسری قوم پر ہی قوم اثر انداز ہو سکتی ہے جو زیادہ ترقی یافتہ ہو۔۔۔“

”یہ تو سوال ہے“ حسرتوف نے اپنی بھاری آواز سے ان کی بات کاٹ دی۔ وہ ہمیشہ بولنے کی جلدی میں رہتے تھے اور لگتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے تھے دل و جان سے کہہ رہے تھے ”زیادہ ترقی یافتہ ہونے کو کس چیز میں فرض کیا جاسکتا ہے؟ انگریز، فرانسیسی، جرمن، کون ارتقا کے بلند ترین ذہین ہے؟ کون ان میں سے دوسرے کو تو مینے گا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ راسن فرانسیسی بن گیا لیکن جرمن قوم کم ترقی یافتہ تو نہیں ہے!“ وہ ہنسنے لگا ”اس میں دوسرا قانون ہے!“

”مجھے لگتا ہے کہ اثر ہمیشہ ہی تعلیم و تہذیب کا ہوتا ہے“ لکسینی الکساندر رووچ نے ذرا سا بھوس چڑھا کر کہا۔

”لیکن ہمیں کن چیزوں کو بھی تعلیم و تہذیب کی علامتیں فرض کرنا چاہئے؟“ حسرتوف نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں کہ یہ علامتیں بہت معروف ہیں“ لکسینی الکساندر رووچ نے کہا۔

”کیا پوری طرح معروف ہیں یہ علامتیں؟“ سرگئی ایو انووچ نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اصلی تعلیم و تہذیب صرف خالص کلاسیکی ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم دونوں طرف سے گرما گرم بحثیں سنتے ہیں اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مخالف کیمپ کے پاس بھی اپنی بات کے حق میں قوی دلیلیں ہیں۔“

”سرگئی ایو انووچ، آپ تو کلاسیکی عالم ہیں۔ سرخ شراب ملاحظہ کیجئے گا؟“ سنی پان ارکاڈو سچنے نے کہا۔

”میں اس یا اس تعلیم و تہذیب کے بارے میں اپنی رائے نہیں بیان کر رہا ہوں“ سرگئی ایو انووچ نے عنایت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا جیسے کسی بچے کو جو اب دے رہے ہوں اور ناگہاں بڑھا دیا“ میں صرف یہ کہ رہا ہوں کہ دونوں فریقوں کے پاس قوی دلیلیں ہیں“ انہوں نے لکسینی الکساندر رووچ سے مخاطب ہو کر اپنی بات جاری رکھی۔

”تعلیم کے اعتبار سے میں کلاسیکی ہوں لیکن اس بحث میں ذاتی طور پر میں اپنی جگہ نہیں ڈھونڈ سکتا۔ مجھے کوئی واضح دلیل نہیں ملتی کہ کلاسیکی علوم کو سائنسی علوم پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔“

”نیچری سائنسز بھی اسی قدر تعلیمی ارتقائی اثر رکھتی ہیں“ حسرتوف نے بحث میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

”ایک علم ہیئت کو لے لیجئے، نباتیات کو لے لیجئے یا حیوانیات کو اور اس کے عام قوانین کے نظام کو!“

”میں اس سے پوری طرح اتفاق نہیں کر سکتا“ لکسینی الکساندر رووچ نے جواب دیا۔ ”مجھے لگتا ہے کہ اس بات کا اعتراف نہ کرنا ناممکن ہے کہ زبانوں کی قواعد اور تشکیل و ساخت کا علم حاصل کرنے کا عمل ہی روحانی ارتقا پر خاص طور سے مفید اور خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات سے انکار کرنا بھی ناممکن ہے کہ کلاسیکی ادیبوں کا اثر بہت ہی اعلیٰ درجے کا اخلاقی اثر ہوتا ہے جبکہ بد قسمتی سے نیچری سائنسوں کی تعلیم کے ساتھ وہ نقصان دہ اور بصورتی تعلیمات وابستہ ہیں جو ہمارے عہد کے ناموس کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

سرگئی ایو انووچ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن حسرتوف نے اپنی اوپنی بھاری آواز سے انہیں بولنے کا موقع ہی نہیں دیا اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس رائے کی تائید کرتے ہوئے شروع کر دیا۔ سرگئی ایو انووچ اطمینان سے انتظار کرتے رہے کہ حسرتوف اپنی بات کہہ چکیں۔ ظاہر تھا کہ وہ سب کلمات کر دینے والا اعتراض تیار کر چکے تھے۔

”لیکن“ سرگئی ایو انووچ نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتے ہوئے مخاطب ہو کر کہا ”اس بات

سے متفق نہ ہونا تو ناممکن ہے کہ ان اور دوسرے علوم کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ کرنا تو مشکل ہے اور یہ سوال کہ کس کو ترجیح دی جائے اتنی جلد اور قطعی طور پر طے نہ ہوتا اگر کلاسیکی تعلیم و تہذیب کو وہ برتری نہ حاصل ہوتی جس کا ابھی ابھی آپ نے ذکر کیا یعنی اخلاقی۔۔۔ ویزول لامو (9)۔۔۔ غیر منکر اثر۔“

”بلاشبہ۔“

”اگر یہ غیر منکر اثر (10) کی برتری کلاسیکی علوم کو نہ حاصل ہوتی تو ہم نے زیادہ غور و فکر کیا ہوتا، دونوں طرفوں کی دلیلیں کا موازنہ کیا ہوتا“ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ سرگئی ایو انووچ نے کہا۔ ”اور ہم نے دونوں سمتوں کو جگہ دی ہوئی۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ کلاسیکی تعلیم و تہذیب کی ان کولیوں میں غیر منکر کی شفا بخش قوت مضمر ہے اور ہم بڑی ہمت کے ساتھ اسے اپنے مریضوں کو دیئے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر یہ شفا بخش قوت ان میں نہ ہو تو؟“ انہوں نے ایک جھٹکے اور پچھتے ہوئے فقرے پر اپنی بات ختم کر دی۔

سرگئی ایو انووچ کی کولیوں والی بات پر سب لوگ ہنس پڑے اور خاص طور سے زور سے بڑی خوشی کے ساتھ توروکسین ہنسے جنہیں بڑے انتظار کے بعد وہ معصک خیز بات مل گئی جس کے انتظار میں وہ پوری بات چیت سن رہے تھے۔

اسنی پان ارکاڈو سچنے نے حسرتوف کو مدعو کر کے غلطی نہیں کی تھی۔ حسرتوف کے ہوتے ہوئے دانشورانہ بات چیت ایک منٹ کو بھی پچھلے نہ پڑ سکتی تھی۔ سرگئی ایو انووچ نے اپنے مذاق سے بات چیت کو ختم کیا ہی تھا کہ حسرتوف نے نئے سرے سے شروع کر دیا۔

”اس سے بھی متفق ہونا ناممکن ہے کہ حکومت یہ مقصد بھی پیش نظر رکھتی ہے“ انہوں نے کہا۔ ”مربحی بات ہے کہ حکومت تو عام مصلحتوں کی رہنمائی میں عمل کرتی ہے اور وہ ان اثرات سے بالکل بے نیاز رہتی ہے جو اس کے کئے ہوئے اقدامات کا ہو سکتا ہے۔ مثلاً عورتوں کی تعلیم کو تو مضمری سمجھا جاتا ہے لیکن عورتوں کے لئے نصاب اور یونیورسٹیاں کھول رہی ہے۔“

اور بات چیت فوراً ایک کر عورتوں کی تعلیم کے نئے موضوع پر پہنچ گئی۔

لکسینی الکساندر رووچ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ عورتوں کی تعلیم ہی عورتوں کی آزادی کے سوال کے ساتھ گنڈھ ہو جاتی ہے اور صرف اسی لئے اسے مضمر سمجھا جاسکتا ہے۔

حسرتوف نے کہا ”اس کے برعکس میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان دونوں سوالوں کو الگ الگ یا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ تو کھن چکر ہے۔ عورتوں کو تعلیم یافتہ نہ ہونے کی بنا پر حقوق سے محروم کیا جاتا ہے اور ان میں تعلیم کی کمی اس لئے ہے کہ انہیں حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس بات کو نہ بھونا چاہئے کہ عورتوں کی عکھوی و غلطی اتنی شدید اور پرانی ہے کہ ہم اکثر اس خلیج کو سمجھتا ہی نہیں جانتے ہیں اور ہمارے درمیان حائل ہے۔“

”آپ نے کہا“ حقوق“ سرگئی ایو انووچ نے حسرتوف کے چپ ہونے کا انتظار کرنے کے بعد کہا ”جیوری کے ممبر ہونے کے مقامی انتظامیہ کے ممبر ہونے کے، حکومتی اداروں کے صدر ہونے کے، سرکاری عہدیدار ہونے کے پارلیمنٹ کے ممبر ہونے کے حقوق۔۔۔“

”بلاشبہ۔“

”لیکن اگر عورتیں شاذ و نادر استثنا کی حیثیت سے ان عہدوں پر فائز ہو سکتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ آپ نے لفظ ”حقوق“ کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ ذمہ داری“ کتنا زیادہ صحیح ہوتا۔ اس سے تو کوئی بھی آدمی متفق ہو گا



کہ جیوری کے ممبر شہری کو نسل کے رکن، نیلی گراف کلرک کے فرائض ادا کر کے ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم کوئی نہ کوئی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ کتنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں ذمہ داریاں تلاش کر رہی ہیں اور یہ بالکل جائز ہے۔ اور ان کی اس خواہش سے ہمدردی ہی کی جاسکتی ہے کہ وہ عام مردانہ محنت میں مدد کرنا چاہتی ہیں۔"

"بالکل درست" اگلیسی الکساندر روڈج نے تائید کی۔ "میں سمجھتا ہوں سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ عورتیں اس ذمہ داری کی اہلی بھی ہیں یا نہیں۔"

"تایا وہ اس کی بہت اہلی ہوں گی" اسی پان ارکاڈ سٹچ بولے "جب ان میں تعلیم پوری طرح عام ہو جائے تب۔ ہم دیکھتے ہیں کہ..."

"اور کمات؟" پرس نے کہا جو بڑی دیر سے یہ بات چیت سن رہے تھے اور اپنی پھوٹی پھوٹی مذاق اڑانے والی آنکھیں چکار رہے تھے "بٹیوں کے سامنے تو وہ ہراسکا ہوں نبال بہت سے سمجھا تھوڑا۔"

"نیکروں کے آزاد کئے جانے سے پہلے بالکل اسی طرح ان کے بارے میں بھی سوچا جاتا تھا" جسٹسٹف نے فیسے میں کہا۔

"مجھے صرف یہ بات عجیب لگتی ہے کہ عورتیں نئی ذمہ داریاں تلاش کر رہی ہیں" سرگنی ایو انوویج نے کہا "جبکہ ہم بد قسمتی سے دیکھتے ہیں کہ مردان سے کھراتے ہیں۔"

"ذمہ داریاں تو حقوق سے وابستہ ہیں۔ اقتدار، رقم، اعزاز و اکرام" یہ ہیں وہ چیزیں جنہیں عورتیں تلاش کر رہی ہیں" جسٹسٹف نے کہا۔

"یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے میں انہیں کھانے کا حق تلاش کروں اور اس بات کا برامانوں کہ لوگ عورتوں کو توانا رکھ کر تنخواہ دیتے ہیں اور مجھے نہیں رکھنا چاہتے" بوڈھے پرس نے کہا۔

تو وہ جسٹس نے بڑے زوروں کا قبضہ لگایا اور سرگنی ایو انوویج کو افسوس ہوا کہ یہ بات انہوں نے کیوں نہ کہی۔ یہاں تک کہ اگلیسی الکساندر روڈج بھی مسکرا دیے۔

"ہاں مگر مرد وہ تو نہیں چلا سکتا" جسٹسٹف نے کہا "جبکہ عورت..."

"نہیں ایک انگریز تھا جس نے جہاز پر اپنے بیٹے کو دودھ پلایا" بوڈھے پرس نے اپنی بٹیوں کی موجودگی میں بھی بات چیت کی اس آزادی کو ردوار کئے ہوئے کہا۔

"بہتے اس طرح کے انگریز ہوں گے اتنی ہی عورتیں بھی عہدہ اربنے کے لائق ہوں گی" سرگنی ایو انوویج نے کہا۔

"لیکن وہ لڑکی کیا کرے جس کے گھریا عزیز رشتہ دار نہیں ہیں؟" اسی پان ارکاڈ سٹچ نے عیسو واکویا کر کے کہا جو جسٹسٹف سے اتفاق رائے اور ان کی تائید کرنے میں سارے وقت ان کے ذہن میں تھی۔

"اگر اس لڑکی کے حالات زندگی کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے تو آپ کو یہ چل جائے گا کہ اس لڑکی نے خود ہی گھریا کو اپنا اپنی بہن کے گھریا کو خود ہی چھوڑ دیا ہے جہاں وہ عورتوں کے کام کاج کر سکتی تھی" غیر متوقع طور پر بات چیت میں شریک ہوتے ہوئے واریا الکساندر روڈج نے جھینلا کر کہا۔ "تایا انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ اسی پان ارکاڈ سٹچ کی مراد کس لڑکی سے ہے۔"

"لیکن ہم اصول کی بات کر رہے ہیں" آدرش کی "گو بعد از بھاری آواز میں جسٹسٹف نے اعتراض

کیا۔ "عورت آزاد ہونے کا، تعلیم یافتہ ہونے کا حق حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کے ناممکن ہونے کے احساس کی بنا پر وہ دہلی ہوئی، پکلی ہوئی ہے۔"

"اور میں دبا ہوا اور پکلا ہوا ہوں اس سے کہ مجھے پرورش گھر میں ان کی طرح ملازم نہیں رکھا جاتا" بوڈھے پرس نے پھر کہا جس پر تو وہ جسٹس کو بڑی خوشی ہوئی اور چپٹے چپٹے انہوں نے اس پر ہنس کے مونے والے سرے کو ساس میں ڈبو دیا۔

اس عام بات چیت میں بھی حصہ لے رہے تھے سوائے کئی اور لیون کے۔ شروع میں جب لوگ ایک قوم پر دو سرے کے اثر کی بات کر رہے تھے تو لیون بے اختیار ہی سوچ رہا تھا کہ اس موضوع پر وہ بھی کچھ کہہ سکتا تھا۔ لیکن یہ خیالات، جو پہلے اس کے نزدیک بڑے اہم تھے، اب اس کے ذہن میں خواب کی سی طرح جھلک رہے تھے اور ان میں اسے ذرا سی بھی دلچسپی نہ نظر آئی۔ بلکہ اسے تو یہ بھی عجیب لگا کہ یوں یہ لوگ ایک ایسی بات کے بارے میں باتیں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی ضرورت کسی کو بھی نہیں۔ اسی طرح کئی کے لئے بھی بظاہر تو یہ لگتا تھا کہ یہ لوگ عورتوں کی تعلیم اور حقوق کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ دلچسپ ہوئی چاہتے تھے۔ جانے کتنی بار اس نے اس کے بارے میں سوچا تھا اپنی پرہیز والی دوست واریٹکا کو اور اس کے شدید انحصار اور احتیاج کو یاد کیا تھا، کتنی بار اپنے بارے میں سوچا تھا کہ اس نے شادی نہ کی تو اس کا کیا ہوگا اور کتنی بار اس پر بہن کے ساتھ بحث کی تھی لیکن اس وقت اسے اس سے ذرا بھی دلچسپی نہ تھی۔ دو لیون کے ساتھ اپنی الگ بات چیت کر رہی تھی "بات چیت نہیں بلکہ کوئی خفیہ" دل سے دل کی بات "جو ہر لمحہ انہیں ایک دوسرے سے قریب تر کر رہی تھی اور دونوں میں اس انجمن اور نامعلوم حالت سے پرست خوف کا احساس پیدا کر رہی تھی جس میں وہ دونوں پھنچتے جا رہے تھے۔

شروع میں لیون نے کئی کے اس سوال کے جواب میں کہ کیسے وہ پچھلے سال اسے جھمی میں دیکھ سکا تھا، بتایا کہ کیسے وہ گھاس کی کٹائی کے قطعے سے بڑی سڑک پر آ رہا تھا اور کیسے اس نے اسے دیکھ لیا تھا۔

"یہ صحیح بہت سیرے کی بات ہے۔ آپ کی مثال اسی وقت آگے کھلی تھی۔ آپ کی ماماں اپنے کوئے میں سو رہی تھیں۔ بہت ہی خوبصورت صبح تھی۔ میں سوچتا جا رہا تھا کہ چار گھوڑوں کی اس جھمی میں کون ہو سکتا ہے؟ بہت ہی عمدہ چار گھوڑے اور گھنٹیاں اور ایک لمبے کے لئے آپ کی جھلک دکھائی دی اور میں نے کھڑکی میں دیکھا۔ آپ یوں بیٹھی ہوئی تھیں اور دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹوپی کے فیتے پکڑے کچھ بڑے غور سے سوچ رہی تھیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا بڑا بی چاہا کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کیا سوچ رہی تھیں۔ کسی اہم چیز کے بارے میں؟"

"میں کہیں سر جھاڑ منہ چاڑھ نہیں ہو رہی تھی؟" کئی نے سوچا۔ لیکن یہ تفصیلات بیان کرتے وقت لیون کے چہرے پر جو بدلی سرست کی مسکراہٹ تھی اسے دیکھ کر کئی نے محسوس کیا کہ اس کے برعکس اس کو کچھ کہنا لیون پر جو اثر ہوا تھا وہ تو بہت اچھا تھا۔ کئی کا چہرہ گلابی ہو گیا اور وہ خوش ہو کر ہنسی۔

"جی، مجھے یاد نہیں۔"

"تو وہ کھسک کر..." میں جذبات "لیون۔ تو وہ جسٹس کی غم آنکھوں اور ملنے جسم کو تعریفی نظروں



”وہ‘ میرا خیال ہے کہ ٹھیک ہیں داریا الکساندر روٹا“<sup>۱۳</sup> لکسنی الکساندر روچ نے ان کی طرف دیتے بغیر



جواب دیا۔ "الگسینی الکساندر روویج" میں معافی چاہتی ہوں مجھے حق تو نہیں ہے... لیکن میں آتا سے بہن کی طرح پیار اور ان کی عزت کرتی ہوں۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں 'منت کرتی ہوں' مجھے بتائیے کہ یہ آپ لوگوں کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ آپ ان کو کس چیز کا قصور وار قرار دے رہے ہیں؟"

الگسینی الکساندر روویج نے بھوس سیکڑ لیں اور آنکھیں تقریباً بند کر کے سر جھکا لیا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے شوہر نے آپ کو وہ "میں بھی بتا دی ہوں گی کہ میں کیوں آنکارا کا دیوتا کے ساتھ اپنے سابق رشتے کو بدلنا ضروری سمجھتا ہوں" انہوں نے داریا الکساندر روویج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اور ٹاپنڈی کی نظر میں شریا کی کوئی کھابو ڈراٹھک روم کو یاد کر رہا تھا۔

"میں نہیں یقین کرتی،" نہیں کرتی، "اس کا یقین میں کری نہیں سکتی!" ڈالی نے بڑی شدت کے ساتھ اپنے سوکھے پتلے ہاتھ اپنے سامنے باندھتے ہوئے کہا۔ وہ تجزی سے انھیں اور اپنا ہاتھ الگسینی الکساندر روویج کی آستین پر رکھ کر بولیں "میں لوگ آج رہے ہیں، میری کر کے ادھر آجائے۔"

داریا الکساندر روویج کے بیان نے الگسینی الکساندر روویج پر بھی اثر کیا۔ وہ اٹھی اور تابعداری سے ان کے پیچھے پیچھے بچوں کے پڑھنے کے کمرے میں چلے گئے۔ دونوں ایک میز کے پاس بیٹھ گئے جس پر موسم جامہ بچا ہوا تھا جو جگہ جگہ سے قلم تراش سے کٹا ہوا تھا۔

"میں نہیں یقین کرتی،" اس کا یقین نہیں کرتی، "ڈالی نے ان کی کھڑائی ہوئی آنکھوں سے آنکھیں چار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"داریا الکساندر روویج حقیقت کا یقین نہ کرنا ممکن ہے۔" انہوں نے لفظ "حقیقت" پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آخر کیا کیا ہے انہوں نے؟ کیا؟ کیا؟" داریا الکساندر روویج بولیں "کیا کیا انہوں نے؟"

"انہوں نے اپنی ذمہ داری کی تحقیر کی اور دوسرے مرد سے تعلقات قائم کر لئے۔ یہ کیا انہوں نے؟"

انہوں نے کہا۔

"نہیں،" نہیں ہو نہیں سکتا، "نہیں، خدا کے واسطے، آپ سے غلطی ہوئی،" ڈالی نے اپنے ہاتھ کپٹیوں پر رکھ کر اور آنکھیں بند کر کے کہا۔

الگسینی الکساندر روویج سرد میری سے بس ہونٹوں سے مسکرائے اور یہ چاہا کہ اپنے محکم یقین کو ڈالی پر بھی ظاہر کر دیں اور اپنے آپ پر بھی۔ لیکن اس پر زور مدافعت سے وہ تذبذب میں تو نہیں چلا ہوئے لیکن ان کا زخم پھر سے ہرا ہوا گیا۔ وہ زیادہ جوش کے ساتھ بات کرنے لگے۔

"جب یو یو خود اس کے بارے میں شوہر کو مطلع کرے تو غلطی کرنا بہت سی مشکل ہے۔ انہوں نے مطلع کیا کہ زندگی کے آٹھ سال اور بیٹا۔ کہ یہ سب غلطی تھی اور وہ نئے سرے سے زندگی شروع کرنا چاہتی ہیں"

انہوں نے غصے میں پتھر نکارتے ہوئے کہا۔

"آنا اور بد چلتی۔ میں دونوں کو ایک تصویر میں نہیں کر سکتی، میں اس کا یقین نہیں کر سکتی۔"

"داریا الکساندر روویج!" انہوں نے ڈالی کے ٹیک اور پریشان چہرے پر نظریں گڑو کر اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان کی زبان بے اختیار کھل گئی ہے کہا "میں کیا سمجھتا تھا کہ اس کے لئے کہ شک کرنا اب بھی ممکن ہو تا۔"

جب مجھے شک تھا تو میرے لئے بہت تکلیف دہ تھا لیکن اب سے پھر بھی آسان تھا۔ جب مجھے شک تھا تو امید بھی تھی۔ لیکن اب کوئی امید نہیں اور میں پھر بھی ہر چیز پر شک کرتا ہوں۔ میں ہر چیز پر شک کرتا ہوں مجھے اپنے بیٹے سے نفرت ہو گئی، کبھی کبھی مجھے یقین نہیں ہو تا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ میں بہت دھمکی ہوں۔"

انہیں یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ داریا الکساندر روویج نے جیسے ہی ان کے چہرے پر نظر ڈالی ویسے ہی وہ سمجھ گھٹیں اور انہیں الگسینی الکساندر روویج پر ترس آنے لگا اور ان کے اندر اپنی دوست کے بے قصور ہونے کا یقین ڈکھایا۔

"اف! کس قدر بھیاںک ہے یہ، بھیاںک! لیکن کیا واقعی یہ سچ ہے کہ آپ نے طلاق کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"میں نے آخری اقدام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میرے لئے اب اور کچھ کرنے کو رہی نہیں گیا۔"

"رہی نہیں گیا، رہی نہیں گیا۔" وہ بد بد انہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ "نہیں، یہ نہ کہنے کے اور کچھ رہی نہیں گیا۔"

"اس قسم کے غم میں ہی تو بھیاںک چیز ہوتی ہے کہ دوسرے غموں جیسے نقصان، موت وغیرہ کی طرح آدمی اپنی صلیب اٹھائے نہیں پھر سکتا۔ یہاں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے" انہوں نے داریا الکساندر روویج کے خیالات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اس ذیل کن صورت حال سے نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے جس میں آپ کو جھکا کر دیا گیا ہے۔ تینوں ایک ساتھ تو نہیں رہ سکتے۔"

"میں سمجھتی ہوں، میں اسے بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں،" ڈالی نے کہا اور سر جھکا لیا۔ وہ اپنے بارے میں "اپنے ازدواجی غم کے بارے میں سوچ کر چپ ہو گئیں۔ لیکن پھر اچانک ایک سخت حرکت کے ساتھ انہوں نے سر اٹھایا اور منت کرنے کے انداز میں ہاتھ جو ڈکھایا "لیکن ٹھہریے! آپ بھائی ہیں۔ ان کے بارے میں بھی تو سوچئے! ان کا کیا ہو گا اگر آپ نے انہیں چھوڑ دیا تو؟"

"میں نے سوچا اور داریا الکساندر روویج اور بہت سوچا" الگسینی الکساندر روویج نے کہا۔ ان کے چہرے پر لال لال دھبے ابھر آئے اور ان کی دھندلائی ہوئی آنکھیں داریا الکساندر روویج کے چہرے پر جم گئیں۔ داریا الکساندر روویج کو اب ان پر دل سے ترس آ رہا تھا "جب انہوں نے خود میری تذکیل کے بارے میں مجھے مطلع کیا تو اس کے بعد میں نے یہی کیا۔ میں نے سب کچھ پہلے ہی جیسا رہنے دیا۔ میں نے ان کے لئے اپنی اصلاح کرنے کا موقع دیا،" انہوں نے ان کی کوشش کی۔ اور پھر؟ انہوں نے آسان ترین مطالبہ بھی نہ پورا کیا کہ شائستگی پر قرار رکھیں "انہوں نے گرم ہوتے ہوئے کہا۔ "بھائی اس شخص کو ممکن ہو تا ہے جو خود بخود ہونا نہ چاہتا ہو۔ لیکن اگر فطرت ہی ساری ایسی خراب ہو گئی ہو "اتنی بد اخلاق ہو گئی ہو کہ اسے برادری ہی میں اپنی نجات نظر آتی ہو تو پھر کیا کیا جاسکتا ہے؟"

"کچھ بھی، لیکن طلاق نہیں!" داریا الکساندر روویج نے جواب دیا۔

"لیکن کچھ بھی کیا؟"

"نہیں، یہ تو بہت سی بھیاںک ہے۔ وہ کسی کی بھی بیوی نہ ہوں گی، نہ تو تہا ہو جائیں گی۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں؟" کندھے اچکا کر اور بھوس چڑھا کر الگسینی الکساندر روویج نے کہا۔ بیوی کے آخری برتاؤ کو یاد کر کے انہیں اتنا غصہ آ گیا تھا کہ وہ پھر ویسے ہی سرد ہو گئے جیسے بات چیت کے شروع میں تھے۔

"میں آپ کی ہمدردی کے لئے بہت شکر گزار ہوں لیکن اب میرے جانے کا وقت ہو گیا" انہوں نے اٹھتے ہوئے



”نہیں، فہرے تو“ آپ کو انہیں برادہ کرنا چاہئے۔ فہرے میں آپ کو اپنے بارے میں بتاتی ہوں۔ میں نے شادی کی۔ شوہر نے دوسری عورت سے تعلق قائم کر لیا۔ مجھے اور رقیبہ میں سب کچھ گولت مارنا چاہتی تھی میں خود چاہتی تھی۔ لیکن پھر مجھے ہوش آیا اور کس نے مجھے بھایا؟ آتا ہے۔ اور اب میں جی رہی ہوں اپنے بڑے ہو رہے ہیں شوہر اپنے بال بچوں میں دایم آگے اور اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہیں ان کا برتاؤ اور عمل زیادہ ستمنا بہتر ہو گیا ہے اور میں زندہ ہوں۔ میں نے معاف کر دیا اور آپ بھی معاف کر دیجئے“

الکسانہ رو روچ ان کی بات سن تو رہے تھے لیکن اب الفاظ کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے دل میں اس دن کا سارا فہرہ پھر سے ابھر آیا جب انہوں نے غلاق کا فیصلہ کیا تھا۔ انہوں نے خود کو سمجھوڑا اور اونچی چھتی ہوئی آواز میں کہا:

”معاف میں نہیں کر سکتا اور نہیں کرنا چاہتا“ اور اسے نازبا بھتا ہوں۔ میں نے اس عورت کے لئے سب کچھ کیا اور اس نے ہر چیز کو کچھ میں روند دیا جو اس کا اصل فہرہ ہے۔ یہ بد طینت انسان نہیں ہوں میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی لیکن اس سے میں نفرت کرتا ہوں اپنی روح کی پوری قوت سے اور میں اسے معاف بھی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس ساری بیدی کی بنا پر جو اس نے میرے ساتھ کی ہے اس سے بہت نفرت کرتا ہوں انہوں نے مجھ سے آنسو بھری آواز میں کہا۔

”جو آپ سے نفرت کرتے ہیں ان سے محبت کیجئے۔“ والی نے شرمندگی کے ساتھ سرکشی میں کہا۔

الکسانہ رو روچ عمارت کے ساتھ بیٹھے۔ یہ وہ جیسے سے جانتے تھے لیکن اس کا اطلاق ان کے معاملے پر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”جو آپ سے نفرت کرتا ہو اس سے محبت کیجئے، لیکن جس سے آپ نفرت کرتے ہوں اس سے محبت کرنا ناممکن ہے۔ معاف کیجئے گا کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔ ہر ایک کے لئے اپنے ہی دکھ کافی ہیں“

اور اپنے آپ کو سنبھال کر الکسانہ رو روچ نے سکون کے ساتھ رخصت لی اور چلے گئے۔

### 13

جب سب لوگ میز کے پاس سے اٹھے تھے تو لیون چاہتا تو تھا کئی کے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم میں جانا لیکن وہ ڈرا کہ اس کا بہت زیادہ صریحی طور پر کئی کی طرف توجہ کرتا کہیں اس کے لئے باخو گھوڑا نہ ہو۔ وہ مردوں کی ٹولی میں رہ گیا اور عام بات چیت میں حصہ لینے لگا اور کئی کی طرف دیکھے بغیر یہ وہ اس کی ساری حرکات و سکنات کو اس کی نظروں کو اور اس جگہ کو محسوس کرتا رہا جہاں وہ ڈرائنگ روم میں تھی۔

اب وہ ڈرائی بھی کو شش کے بغیر اس وعدے کی تکمیل کر رہا تھا جو اس نے کئی سے کیا تھا۔ کہ ہمیشہ سارے لوگوں کے بارے میں صرف اچھا ہی سمجھے گا اور ہمیشہ سب کو پسند کرے گا۔ بات چیت دہری برادری کے بارے میں شروع ہو گئی جس میں ہنسٹرف کو ایک خاص اہمیت نظر آ رہی تھی اور وہ اسے مجموعی گیت کی سی ابتدا کہہ رہے تھے۔ لیون ان سے متعلق نہیں تھا اور نہ اپنے بھائی سے جو اپنے دستور کے مطابق دوسری برادریوں کی اہمیت کو تسلیم بھی کر رہے تھے اور نہیں بھی کر رہے تھے۔ لیون پھر بھی ان لوگوں سے باتیں کرتا رہا اور یہ کو شش کرتا رہا کہ کسی طرح ان میں مصالحت ہو جائے اور ایک دوسرے پر ان کے اعتراضات نرم تر ہو جائیں۔ لیکن

اس کو اس سے ذرا بھی دلچسپی نہ تھی کہ وہ خود کیا کہہ رہا ہے اور اس سے بھی کم دلچسپی اس سے تھی جو وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ وہ تو بس یہ چاہتا تھا کہ سب لوگ خوش رہیں اور سب کو اچھا لگے۔ اب تو وہ یہ جانتا تھا کہ بس ایک سی چیز اہم ہے۔ اور یہ اہم چیز پہلے وہاں ڈرائنگ روم میں تھی اور پھر حرکت کرنے لگی اور دروازے کے پاس آ کر رک گئی۔ اس نے مڑ کر دیکھے بغیر یہ محسوس کیا کہ مسکراتی ہوئی آنکھیں اسی پر لگی ہیں اور اس سے مڑنے بغیر نہ رہا گیا۔ کئی دروازے کے پاس شیریا تنکی کے ساتھ کھڑی لیون کو دیکھ رہی تھی۔

”میں سوچ رہا تھا کہ آپ فوراً تو میرے پاس جائیں گی“ اس نے کئی کے پاس آتے ہوئے کہا۔ ”بس یہی ایک چیز ہے جو مجھے گاؤں میں نہیں ملتی۔“ موسیقی۔

”نہیں، ہم تو صرف آپ کو بلانے آئے تھے اور میں شکر یہ ادا کرتی ہوں“ اس نے تھکی سی مسکراہٹ سے لیون کو نوازتے ہوئے کہا۔ ”کہ آپ آگئے۔ اتنے زوروں میں بحث کس لئے ہو رہی ہے؟ آخر کبھی کوئی دوسرے کو قائل تو نہیں کر سکتا۔“

”ہاں یہ تو سچ ہے“ لیون نے کہا ”زیادہ تر تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی بحث صرف اس لئے کرتا ہے کہ یہ کسی طرح سمجھ رہی نہیں یا تاکہ مخالف آخر ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔“

لیون نے اکثر انتہائی ذہین لوگوں کے درمیان بحث میں دیکھا تھا کہ زبردست کوششوں اور منطقی تفاسیروں اور الفاظ کی بڑی افراط کے بعد لوگوں کو آخر کار یہ احساس ہوتا تھا کہ جس چیز کو وہ ایک دوسرے پر ثابت کرنے کی شدید کوشش کر رہے تھے وہ تو انہیں بڑی دیر سے بحث کی ابتدا ہی سے معلوم تھی لیکن انہیں پسند مختلف چیزیں تھیں اور جو چیز انہیں پسند ہے اس کا نام اس لئے نہیں لینا چاہئے کہ وہ زیر بحث نہ آئے۔ اس کو اکثر یہ تجربہ ہوا تھا کہ اکثر بحث کے وقت وہ چیز سمجھ میں آ جاتی ہے جو مخالف کو پسند ہے اور اچانک آدمی کو خود بھی یہ چیز پسند آ جاتی ہے اور وہ فوراً متفق ہو جاتا ہے اور تب ساری دلیلیں غیر ضروری ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور کبھی کبھی اسے اس کے برعکس بھی تجربہ ہوا۔ کہ آخر کار اس نے خود کو دیا کہ اسے کیا پسند ہے اور جس کے لئے وہ دلیلیں گھڑ رہا تھا لیکن ہوا یہ کہ جب اس نے بات اچھی طرح اور سچائی سے کہہ دی تو اچانک مخالف متفق ہو گیا ہے اور بحث کرنا ختم کر دیتا ہے۔ یہی اس نے کتنا چاہا۔

کئی نے اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے بھو میں سیٹھ لیں۔ لیکن جیسے ہی لیون نے وضاحت کرنی شروع کی ویسے ہی وہ سمجھ گئی۔

”میں سمجھ گئی۔ ضروری یہ ہے کہ آدمی معلوم کرے کہ وہ کس لئے بحث کر رہا ہے“ اسے کیا پسند ہے اور جیسی یہ ممکن ہے کہ۔“

اس نے لیون کے بھونڈے طریقے سے ادا کئے ہوئے خیال کو پوری طرح سمجھ لیا اور اس کا اظہار کر دیا۔ لیون خوشی سے مسکرائے لگا۔ اپنے بھائی اور ہنسٹرف کے ساتھ اس کی اچھی ہوئی لمبی چوڑی بحث سے اس انتہائی پیچیدہ خیال کو اس نے مختصر اور واضح طور پر تقریباً الفاظ کے بغیر ادا کر دینے کی طرف عبور اس کے لئے بے حد حیرت انگیز تھا۔

شیریا تنکی ان لوگوں کے پاس سے چلا گیا اور کئی تاش کھیلنے کی میز کے پاس آکر بیٹھ گئی اور ہاتھ میں کھریا مٹی کے کریمز کے نئے میز کپڑے پر ایک دوسرے کو کانتے ہوئے دائرے بنانے لگی۔

ان لوگوں نے وہی بات پھر سے چھیڑ دی جو کھانے کے دوران میں چل رہی تھی۔ عورتوں کی آزادی اور



کام کرنے کے بارے میں۔ لیون کو داریا الکساندر روٹا کی رائے سے اتفاق تھا کہ جس لڑکی کی شادی نہ ہو وہ بھی خاندان میں عورتوں کی دالے کام کاج تلاش کر سکتی ہے اور کوئی بھی خاندان مددگار عورت کے بغیر گزارا نہیں کر سکتا مگر ہر فریب پانڈار خاندان میں آیا میں تو ہوتی ہی ہیں وہ چاہے محفوظ اور ملازمہ ہوں یا رشتہ دار ہوں۔  
 "نہیں" کیٹی نے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا لیکن وہ اپنی جی آنکھوں سے لیون کو زیادہ ہمت کے ساتھ دیکھ رہی تھی "لڑکی ایسی حالت میں بھی ہو سکتی ہے کہ خاندان میں شامل ہی نہ ہو سکتی ہو بغیر اپنی توہین کے ہوئے اور خود۔"

لیون اس کا اشارہ سمجھ گیا۔

"ہاں ہاں!" اس نے کہا "ہاں ہاں" آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔"

اور وہ سب کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا جو کھانے کے دوران میں مسٹوف عورتوں کی آزادی کے مسئلے میں ثابت کر رہے تھے صرف اس وجہ سے کہ اس نے کیٹی کے دل میں ان بیاہی بیڑھیا ہو جانے کا اور توہین کا خوف دیکھ لیا تھا اور چونکہ وہ کیٹی سے محبت کرتا تھا اس لئے اس نے اس خوف اور توہین کو محسوس کیا اور اپنی دلیوں کو اس نے فوراً ترک کر دیا۔

خاموشی ہو گئی۔ کیٹی ویسے ہی میز پر ایک دوسرے کو کانٹے ہوئے دائرے بناتے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی چمک تھی۔ اس کی مزاحیہ کیفیت کے تحت لیون نے بھی اپنے سارے وجود میں خوشی کا براہِ بڑھتا ہوا آواز محسوس کیا۔

"اف! میں نے تو ساری میز بھردی!" کیٹی نے کہا اور کھریا مٹی رکھ کر وہ اس طرح بلی جیسے اٹھنا چاہتی ہو۔  
 "تو کیا میں اکیلا رہ جاؤں گا۔۔۔ ان کے بغیر؟" لیون نے ڈر کر سوچا اور کھریا مٹی اٹھالی۔ "فہرے" اس نے میز کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "میں بہت دنوں سے ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"  
 اس نے کیٹی کی پر محبت لیکن سخی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔  
 "پوچھئے ضرور۔"

"یہ" اس نے کہا اور کچھ لفظوں کے پہلے حرف لکھے: "ج آں م ج دت کی م س ت اک ک م ت ک ک ن ی ت؟" ان حرفوں کا مطلب تھا "جب آپ نے مجھے جواب دیا تھا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو اس کا کیا مطلب تھا کہ بھی نہیں یا تب؟" اس بات کا کوئی امکان نہ تھا کہ کیٹی اس پیچیدہ جملے کو سمجھ سکے کیونکہ لیون نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کی زندگی کا دار و مدار اسی پر ہے کہ وہ اسے سمجھتی ہے یا نہیں۔

کیٹی نے اس کو جو جلدی سے دیکھا اور پھر بلی بڑی ہوئی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بڑھتا شروع کر دیا۔ کبھی بھی وہ آنکھ اٹھا کر لیون کو دیکھ لیتی تو اس سے پوچھتی ہو کہ "یہ وہی ہے جو میں سمجھتی ہوں؟"  
 "میں سمجھ گئی" اس نے کہا اور اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

"یہ کون سے لفظ ہیں؟" اس نے حرف "ک ن" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس نے لفظ "کبھی نہیں" شروع ہوتے تھے۔

"یہ لفظ ہیں "کبھی نہیں" کیٹی نے کہا "لیکن یہ سچ نہیں ہے!"

لیون نے جو لکھا تھا اسے جلدی سے مٹا دیا اور کھریا مٹی کیٹی کو دے دی۔ اس نے لکھا "ت م ک ا ج ن د س ت۔"

ڈالی کو ا کیٹی الکساندر روٹ سے باتیں کر کے جو رنج پہنچا تھا وہ ان دونوں کو دیکھ کر بالکل ہی دور ہو گیا۔  
 کیٹی ہاتھ میں کھریا مٹی لئے ہوئے اور شریانی ہوئی پر مسرت مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں اٹھا کر لیون کو دیکھتی ہوئی "اور لیون کا سنڈل ڈیل میز پر جھکا ہوا اور اس کی روشن آنکھیں کبھی میز کو اور کبھی کیٹی کو دیکھتی ہوئی۔  
 اچانک لیون کا چہرہ دھمک اٹھا۔ وہ سمجھ گیا۔ اس کا مطلب تھا "تب میں کوئی جواب نہ دے سکتی تھی۔"  
 اس نے سمجھتی ہوئی سوالیہ نظروں سے کیٹی کو دیکھا۔

"صرف تب؟"

"ہاں" کیٹی کی مسکراہٹ نے جواب دیا۔

"اور! اور آپ؟" اس نے پوچھا۔

"تو آپ یہ پڑھئے۔ میں وہ بتاتی ہوں جس کی مجھے آرزو ہے، بڑی آرزو!" اس نے لفظوں کے پہلے حرف لکھے: "ک ج ح ا ب ج ا م ک د۔" اس کا مطلب تھا کہ "جو ہوا ا سے آپ بھول جائیں اور معاف کر دیں۔"

اس نے بڑے تناؤ کی حالت میں کھریا مٹی چمین لی "اپنی کانپتی ہوئی آنکھوں سے اسے توڑ دیا" اور اس جملے کے لفظوں کے پہلے حرف لکھے "مجھے کچھ بھی بھولنا اور معاف کرنا نہیں" میں تو ہمیشہ آپ سے محبت کرتا رہا ہوں۔"

کیٹی نے مستقل مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھا۔

"میں سمجھ گئی" اس نے سرکوشی میں کہا۔

وہ بیٹھ گیا اور اس نے ایک لمبا سانس لے لیا۔ کیٹی سب سمجھ گئی اور اس سے پوچھتے بغیر کہ یہی مطلب ہے یا نہیں اس نے جواب لکھ دیا۔

کیٹی نے جو لکھا تھا اسے وہ برتن تک نہ سمجھ سکا اور بار بار کیٹی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا۔ شدت خوشی سے وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ جو کچھ کیٹی نے لکھا تھا ان کے لفظ تو وہ کسی طرح نہ بنا سکا لیکن اس کی خوشی سے دھکی ہوئی خوبصورت آنکھوں سے وہ سب کچھ سمجھ گیا جو اسے جانتا تھا۔ اور اس نے تین حرف لکھے۔ لیکن ابھی وہ لکھتا ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ کیٹی نے اس کے ہاتھ کے اوپر سے پڑھ لیا اور جواب لکھ دیا "ہاں۔"

"تم لوگ" سکرزی "کھیل رہے ہو؟" پرس نے پاس آتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر صحیفہ پہنچنا ہے تو اب چلنا چاہئے۔"

لیون کھڑا ہو گیا اور اس نے کیٹی کو دروازے تک پہنچایا۔

ان کی بات چیت میں سب کچھ کما جا چکا تھا۔ یہ کہا جا چکا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے اور وہ اپنی ماں اور باپ سے کہہ دے گی کہ وہ صبح کو آئیں گے۔

جب کیٹی چلی گئی اور لیون اکیلا رہ گیا تو کیٹی کے بغیر اسے ایسی بے چینی کا احساس ہوا اور ایسا بے اختیار جی چاہنے لگا کہ کسی طرح جلدی سے کل صبح تک کا وقت کٹ جائے جب وہ کیٹی کو پھر سے دیکھ سکے گا اور ہمیشہ کے لئے اس کی اور اپنی زندگی کو ایک کر لے گا کہ وہ ان چودہ گھنٹوں سے موت کی طرح ڈرے لگا جو اسے



کبھی کے بغیر گزارنے نہیں گئے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی کے ساتھ رہے اور باتیں کرے تاکہ وقت کو چمکے دے سکے۔ اس کے لئے استیجان ارکاڈی صاحب سے خوشگوار ہم کلام ہوتے لیکن وہ عجیب سا انہوں نے کہا "ایک پارٹی میں چلے گئے حالانکہ درحقیقت وہ پیٹلے میں گئے تھے۔ لیون ان سے بس اتنا کہ پایا کہ وہ بہت خوش ہے اور وہ ان سے محبت کرتا ہے اور کبھی کبھی وہ سب نہیں بھولے گا جو انہوں نے اس کے لئے کیا ہے۔ استیجان ارکاڈی صاحب کی نگاہ اور مسکراہٹ سے لیون کو پتہ چل گیا کہ انہوں نے اس جذبہ کو ویسے ہی سمجھا تھا جیسے سمجھنا چاہئے تھا۔

"تو پھر 'مرنے کا وقت' آیا کہ نہیں؟" استیجان ارکاڈی صاحب نے پیار سے لیون کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔  
 "نہیں نہیں! لیون نے کہا۔

داریا الکساندروونا نے بھی اسے رخصت کرتے ہوئے گویا مبارکباد کہتے ہوئے اس سے کہا:  
 "مجھے کتنی خوشی ہے کہ آپ کبھی سے پھر مل لے، پرانی دوستیوں کی قدر کرنی چاہئے۔"  
 لیکن داریا الکساندروونا کے یہ الفاظ لیون کو اچھے نہیں لگے۔ وہ سمجھ ہی نہ سکتی تھیں کہ یہ سب کتنا بلند اور ان کی دسترس سے باہر تھا اور انہیں اس کا ذکر کرنے کی ہمت ہی نہ کرنی چاہئے تھی۔  
 لیون ان لوگوں سے تو رخصت ہو گیا لیکن وہ اپنے بھائی کے ساتھ ہو گیا تاکہ اکیلا نہ رہ جائے۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں ایک پیٹلے میں جا رہا ہوں۔"

"تو میں بھی آپ کے ساتھ چلا ہوں، چل سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں؟ چلو، 'سرگئی ایو انووچ' نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ آج ہمیں ہوا کیا ہے؟"

"مجھے؟ مجھے خوشی مل گئی! لیون نے بھی کی کھڑکی کو کراتے ہوئے کہا۔ "آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ بند بکس میں گھسنی ہے۔ مجھے خوشی مل گئی! آپ نے بھی شادی کیوں نہیں کی؟"

سرگئی ایو انووچ مسکرا دیئے۔

"میں بہت خوش ہوں۔ لگتا ہے لڑکی بہت سی اچھی ہے۔۔۔" سرگئی ایو انووچ نے کہا شروع کیا۔

"مت کئے، مت کئے، مت کئے! لیون نے ان کے فرکٹ کے کار کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اور

اسے ان کے منہ پر ڈھانپتے ہوئے چلا کر کہا۔ "لڑکی بہت اچھی ہے، اتنے سادہ اور معمولی سے الفاظ تھے جو اس کے جذبات سے کوئی مطابقت ہی نہ رکھتے تھے۔

سرگئی ایو انووچ نے خوش ہو کر قہقہہ لگایا جو ان کے ساتھ بہت سی کم ہو رہا تھا۔

"پھر بھی یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ مجھے اس کی بڑی خوشی ہے۔"

"کل کہا جاسکے گا کل! بس اور کچھ نہیں! کچھ نہیں! کچھ نہیں! بس چپ! لیون نے کہا اور ان کا منہ پھر ان کے فرکٹ کے کار سے ڈھانپ کر اضافہ کیا "میں آپ کو بہت چاہتا ہوں تو کیا میں چل سکتا ہوں؟"

"ظاہر ہے، چل سکتے ہو۔"

"آج آپ کے پیٹلے میں کس موضوع پر بحث ہوگی؟" لیون نے ویسے ہی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

وہ لوگ پیٹلے میں پہنچ گئے۔ لیون نے سنا کہ کیسے سیکرٹری نے بھکاتے ہوئے پچھلے بلے کی روداد پڑھی جس

سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خود نہیں سمجھ رہا تھا۔ لیون لیون نے اس سیکرٹری کے چہرے سے یہ دیکھا کہ وہ بہت سی باتیں ایک اور عمدہ آدمی ہے۔ یہ اس سے ظاہر ہو رہا تھا جس طرح وہ روداد پڑھنے میں گڑبڑا رہا تھا اور الجھ رہا تھا۔ پھر تقریریں شروع ہوئیں۔ لوگ کسی رقم کے نہیں کے بارے میں اور کسی پانپ کے پچھانے کے سلسلے میں بحث کر رہے تھے اور سرگئی ایو انووچ نے دو ممبروں پر چوٹیں کیں اور کچھ بڑے عجیب انداز میں بڑی بڑی بحثیں کرتے رہے۔ اور دوسرے ممبر نے کانڈ پر کچھ درج کر کے پہلے تو چپکے ہوئے تقریر شروع کی اور پھر سرگئی ایو انووچ کو بڑے زہریلے انداز میں اور بہت اچھی طرح جواب دیا۔ اور پھر سو یا ٹو سکی نے (وہ بھی وہاں تھا) کچھ کہا، بہت سی خوبصورتی سے اور شرط نامہ ڈھنگ سے کہا۔ لیون ان لوگوں کی تقریریں سن رہا تھا اور صاف دیکھ رہا تھا کہ نہ یہ نہیں کہ وہ رقم نہ پانپ، یہ سب کچھ بھی نہیں تھا اور عمدہ لوگ تھے اور یہ سب کچھ ان کے درمیان بڑی خوبی سے اور بڑے سلیقے سے ہو رہا تھا۔ کسی کو یہ لوگ پریشان نہیں کر رہے تھے اور سب کا اچھا لگ رہا تھا۔ لیون کے لئے خاص طور سے دھیان دینے کی بات یہ تھی کہ آج وہ ان سب کو بالکل آ رہا تھا اور دیکھ سکتا تھا اور چھوٹی چھوٹی ملاحتوں سے جو پہلے اسے نظر بھی نہ آتی تھیں، ان سب کی روح کو اس نے پہچان لیا تھا اور صاف دیکھ رہا تھا کہ یہ سب نیک لوگ ہیں اور خاص طور سے اس سے لیون سے، "تو آج بھی محبت کر رہے تھے۔ یہ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کیسے لوگ اس سے باتیں کر رہے تھے، کتنی شفقت اور محبت سے اسے وہ سب لوگ بھی دیکھ رہے تھے جن سے وہ متعارف نہ تھا۔

"تو پھر 'خوشی ہوئی' یاں آکر؟" اس سے سرگئی ایو انووچ نے پوچھا۔

"بہت۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ اتنا دلچسپ ہو گا! بہت سی عمدہ بہت خوب!"

سو یا ٹو سکی لیون کے پاس آیا اور اسے چائے پینے کے لئے بلایا۔ لیون کسی طرح نہ سمجھ سکا اور اسے کچھ یاد بھی نہ آیا کہ وہ سو یا ٹو سکی سے کس بات پر ناخوش تھا اور اس میں کیا چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ تو سمجھ رہا اور بے انتہا نیک آدمی تھا۔

"ارے، بڑی خوشی ہوئی!" اس نے کہا اور سو یا ٹو سکی سے اس کی بیوی اور سالی کی خیریت پوچھی۔ اور خیالات کی عجیب و غریب وابستگیوں کی بدولت، چونکہ سو یا ٹو سکی کی سالی کا خیال شادی کے ساتھ وابستہ تھا، اسے یہ لگا کہ اپنی خوشی کے بارے میں کسی اور کو اتنی اچھی طرح بتا ہی نہیں سکتا جتنا سو یا ٹو سکی کی بیوی اور سالی کو۔ چنانچہ وہ بڑی خوشی سے ان کے پاس جانے کو تیار ہو گیا۔

سو یا ٹو سکی نے اس سے گاؤں میں اس کے معاملات کے بارے میں پوچھ چمکے کی اور بیٹھ کی طرح اس نے فرض کر لیا کہ کوئی ایسی چیز دریافت کر لینے کا کوئی امکان ہی نہیں جو یورپ میں دریافت نہ کی جا چکی ہو لیکن آج یہ مفروضہ لیون کو ذرا بھی ناگوار نہیں گزرا۔ بلکہ اس کے برعکس اس نے محسوس کیا کہ سو یا ٹو سکی ٹھیک ہی کہتا ہے کہ یہ سارا معاملہ ہی کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور اس نے اس حیرت انگیز نرمی اور شفقت کو دیکھا جس سے سو یا ٹو سکی اپنی دورست بات کو کہنے سے گریز کر رہا تھا۔ سو یا ٹو سکی کے ہاں کی خواہشیں خاص طور سے پیار اور شفقت سے جیش آئیں۔ لیون کو لگا کہ وہ سب لوگ پہلے ہی سے جانتے ہیں اور اس کی خوشی کے شریک ہیں لیکن محض شائستگی کی بنا پر اس کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ وہ ان کے ہاں محض بھر "دو" تین گھنٹے بیٹھا رہا اور مختلف موضوعات پر باتیں کرنا بھر سوچ و صرف ایک ہی چیز کے بارے میں رہا تھا جس سے اس کا دل لبریز تھا "اور اس نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا کہ وہ لوگ اس سے بے انتہا دلچسپی سے ہیں اور بہت دیر ہوئے ان کے سونے کا



دیکھ رہا ہو۔ تین بجے کے بعد اسے راہ داری میں پاؤں کی چاپ سنائی دی اور اس نے دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ یہ جواری میاں کین تھا جو کلب سے واپس لوٹا تھا۔ وہ میاں کین سے واقف تھا۔ اس وقت وہ اس سچری چڑھانے اور کھانٹا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ”بھارہ، دھکی انسان!“ لیون نے سوچا اور اس شخص کے لئے پیار اور رحم کے بارے میں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ میاں کین سے بات کرے، اس کو تسلی دے لیکن یہ سوچ کر کہ وہ صرف قیص پتے ہوئے ہے اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور ان مجبورہ شلوں کو خاموش لیکن اس کے لئے معنی سے بھرپور صلیب اور بلند ہوتے ہوئے روشن زرد ستارے کو گئے۔ چھ بجے کے بعد فرش کی صفائی کرنے والوں کا شور سنائی دینے لگا اور کسی خد شکاری کو ٹھری میں ٹھنی تینے کی آواز سنائی دی اور لیون نے محسوس کیا کہ وہ تو سردی سے اُڑنے لگا ہے۔ اس نے روزوں کو بند کر دیا، ہاتھ منہ دھویا، کپڑے پئے اور سڑک پر نکل گیا۔

## 15

سڑکوں پر ابھی تک سنا تھا۔ لیون شیریا تنکی خاندان کے مکان تک گیا۔ صدر دروازہ بند تھا اور سارے میں سو تپا ہوا تھا۔ وہ واپس گیا اور پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے کافی تنگائی۔ دن والا خد شکار اس کے لئے کافی لایا۔ گجور چاچا تھا۔ لیون اس خد شکار سے بھی باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسے کسی نے بلایا اور وہ چلا گیا۔ لیون نے کوشش کی کہ کافی پی لے اور اس نے ایک رول من میں رکھ لیا لیکن من کی جیسے سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا کیا کرے۔ لیون نے رول کو تھوک دیا، اور کوٹ پٹا اور پھر ٹپٹے نکل گیا۔ جب وہ دوسری مرتبہ شیریا تنکی خاندان کے مکان کی برساتی تک پہنچا تو بونج بچکے تھے۔ گھریں لوگ بس ابھی اٹھے تھے اور باورچی کھانے پینے کی چیزیں خریدنے کے لئے جا رہا تھا۔ ابھی کم سے کم دو گھنٹے اور کاٹنا ضروری تھا۔

یہ ساری رات اور صبح لیون نے بالکل بے شعوری کے عالم میں کافی قسمی اور وہ محسوس کر رہا تھا جیسے اسے زندگی کے بادی حالات میں سے باہر نکال دیا گیا ہو۔ اس نے دن بھر کچھ نہ کھایا تھا، وہ دو راتیں سویا نہیں تھا اور کئی گھنٹے کپڑے اتارے پالے جیسے ٹھنڈی ہوا کے سامنے بیٹھا رہا تھا۔ پھر کچھ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ سے زیادہ تازہ دم اور تندرست ہی نہیں بلکہ خود کو اپنے جسم سے بالکل آزاد محسوس کر رہا تھا۔ وہ عضلات کی کوشش کے بغیر ہی چل پھر رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا کہ وہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ اسے بالکل یقین تھا کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو وہ اوپر اڑ سکتا ہے یا کسی مکان کے کونے کو اس کی جگہ سے ہٹا سکتا ہے۔ باقی وقت وہ سڑکوں پر ٹھٹھا رہا، بار بار گھڑی دیکھتا اور ادھر ادھر حرکت کرتا رہا۔

اور اس وقت، جو کچھ اس نے دیکھا وہ پھر بعد کو کبھی نہ دیکھا۔ وہ اسکول جاتے ہوئے بچوں کو، چھتوں پر سے اڑ کر فٹ پاتھ پر آتے ہوئے سرمئی کپڑوں کو اور دکانوں میں کسی ان دیکھے ہاتھ کی رکھی ہوئی چھوٹی چھوٹی ڈبل روٹیوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا جن کے اوپر میدہ چمڑکا ہوا تھا۔ یہ روٹیاں کپڑے تراور دو چھوٹے چھوٹے لڑکے ارضی مخلوق نہ تھے۔ یہ سب کچھ ایک ساتھ ہی ہوا۔ ایک لڑکا کپڑے کی طرف دوڑا اور لیون کو دیکھ کر مسکرایا، کپڑے پھینک کر اڑ گیا اور وہاں اڑتی کاپٹی برف کے بیچ میں وہ دھوپ میں چمکتا ہوا نظر آئے لگا اور ایک چھوٹی سی کھڑکی سے تازہ سٹیک ہوئی ڈبل روٹی کی خوشبو آئی اور چھوٹی چھوٹی ڈبل روٹیاں دکان میں رکھ گئیں۔ یہ ساری چیزیں ایک ساتھ مل کر اتنی غیر معمولی اور اچھی لگیں کہ لیون ہنسنے لگا اور آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔

وقت ہو چکا تھا۔ سویا ڈسکی اسے پیش والاں تک پہنچانے آیا اور جمائی لینے ہوئے اس نے اس عجیب حالت پر تعجب کیا جس میں اس کا دوست تھا۔ دو بج چکے تھے۔ لیون اپنے ہٹل واپس آیا اور اس خیال سے اسے ڈر لگا کہ اب وہ اکیلے کیسے اپنی چٹائی کے ساتھ وہ دس گھنٹے گزارے گا جو ابھی اسے اور کانٹے ہیں۔ جس خد شکاری پرہے کی باری تھی وہ سویا نہیں تھا، اس نے لیون کے لئے موسم جی روشن کی اور جانا چاہا لیکن لیون نے اسے روک لیا۔ یہ خد شکار، گجور، جس کی طرف لیون نے پہلے کبھی دھیان بھی نہ دیا تھا، اسے ہستی سمجھ رہا اور اچھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نیک آدمی لگا۔

”کیوں گجور، جاگئے رہنا بڑا مشکل ہوتا ہے؟“

”اب کیا کیا جائے۔ ہمارا کام ہی ایسا ہے۔ مالک لوگوں کے ہاں بچن تو رہتا ہے لیکن پھر یہاں آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔“

پتہ چلا کہ گجور کے ہاں بچے ہیں، تین لڑکے اور ایک بیٹی جو سلائی کا کام کرتی ہے اور اس کی شادی وہ ایک ساج بنانے والے کے فٹنی سے کرنا چاہتا ہے۔

اس سلسلے میں لیون نے گجور کو اپنے خیالات سے مطلع کیا کہ بیاہ میں اصل چیز محبت ہوتی ہے اور محبت ہوتی ہے تو آدمی ہمیشہ سکھی رہتا ہے اس لئے کہ کھتہ تو اپنے آپ میں ہوتا ہے۔

گجور نے بڑی توجہ سے سنا اور غماہی ہو رہا تھا کہ اس نے لیون کے خیالات کو پوری طرح سمجھا لیکن اس کی تائید میں اس نے ایسی بات کہی جس کی لیون کو بالکل توقع نہ تھی مگر جب وہ اچھے مالک لوگوں کے ہاں رہتا تھا تو وہ اپنے مالکوں سے ہمیشہ خوش اور مطمئن رہا اور اب بھی وہ اپنے مالک سے خوش ہے حالانکہ وہ فرانسیسی ہیں۔

لیون نے سوچا، ”حیرت انگیز حد تک نیک آدمی ہے۔“

”اور تم نے گجور جب شادی کی تھی تو اپنی بیوی سے محبت کرتے تھے؟“

”بھلا کیوں نہیں محبت کرتا تھا؟“ گجور نے جواب دیا۔

اور لیون نے دیکھا کہ گجور بھی بے انتہا خوش ہے اور اپنے دلی جذبات بیان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

”میری زندگی بھی بڑی اچھے والی تھی۔ میں نے بھٹکین ہی سے...“ اس نے شروع کیا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اسے بظاہر لیون کی خوشی کا پھوٹ لگ گیا تھا جیسے لوگوں میں ایک کی جمائی کا پھوٹ دوسرے کو لگ جاتا ہے۔

لیکن اسی وقت ٹھنی تینے کی آواز سنائی دی۔ گجور چلا گیا اور لیون اکیلا رہ گیا۔ دعوت میں اس نے تقریباً کچھ نہیں کھایا تھا، سویا ڈسکی کے ہاں بھی چائے اور رات کے کھانے سے انکار کر دیا تھا لیکن اب بھی وہ کھانے کے بارے میں سوچ تک نہ سکتا تھا۔ وہ جھپٹیلی رات کو بھی نہ سویا تھا لیکن سونے کا اسے خیال بھی نہ آیا۔ کمرے میں بڑی تازگی تھی لیکن اس کو گری سے ٹھنن ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں روزوں کو کھول دیا اور انہیں کے سامنے بیڑے بٹھ گیا۔ برف سے ڈھکی ہوئی ایک چھت کے اوپر زنجیروں سے آراستہ ایک صلیب نظر آ رہی تھی اور اس کے اوپر ستاروں کا شش لہرا جھرمٹ مسک اعلان اور اس کی نوک پر کارون ترین زرد ستارہ کیسا نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی صلیب کو دیکھتا اور کبھی ستارے کو اور پالے سے ہماری تازہ ہوا میں سانس لیتا رہا جو کمرے میں برابر بھرتی جاری تھی اور تصور میں آنے والی تمثیلوں اور یادوں کے سلسلے پر یوں دھیان دیتا رہا جیسے خواب میں



گزشتہ کوچ اور کیسلہ فکا سڑک کا بڑا سا پکڑا کڑو پھر ہوئی میں واپس آیا اور اپنے سامنے گھڑی رکھ کر بیٹھ گیا اور بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔ برابر والے کمرے میں لوگ بیٹھیں اور دھوا کا دھڑی کے بارے میں کچھ باتیں کر رہے تھے اور اس طرح کھانسیں رہے تھے جیسے تباہ کو پینے والے صبح کو کھاتے ہیں۔ وہ لوگ سمجھ ہی نہیں رہے تھے کہ گھڑی کی سوئی بارہ پر پہنچنے والی ہے۔ سوئی بارہ پر پہنچ گئی۔ لیون باہر نکل کر سائی میں آیا۔ ایسا لگا جیسے گاڑی ہانوں کو سب معلوم تھا۔ انہوں نے خوش خوش لیون کو گھیر لیا۔ سب آپس میں بھینس کرنے لگے اور اپنی خدمات پیش کرنے لگے۔ دوسرے گاڑی ہانوں کو نہیں نہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے اور کسی وقت ان کے ساتھ بھی چلنے کا وعدہ کر کے لیون نے ایک کو لے لیا اور اسے شیریا تنکی خانہ ان کے مکان پر چلنے کو کہا۔ گاڑی بان اپنے گفتار کے پیچھے سے فیض کا سفید کار اپنی موٹی 'سرخ' اور مضبوط گردن پر چڑھائے ہوئے بڑی ہی جیلا لگ رہا تھا۔ اس گاڑی بان کی برف پر چلنے والی گاڑی اور اپنی آرام دہ تھی 'ایسی کہ اس کے بعد لیون پھر کبھی ایسی گاڑی پر سوار نہیں ہوا۔ گھوڑا بست اچھا تھا اور دوڑنے کی کوشش بھی کر رہا تھا لیکن لگتا تھا کہ بالکل چل ہی نہیں رہا ہے۔ گاڑی بان کو شیریا تنکی خانہ ان کا مکان معلوم تھا اور اس نے اپنے ہاتھوں کو خاص طور سے اٹھا کر اور "مے سے" کہہ کر بڑے احترام کے ساتھ صدر دروازے کے پاس گاڑی لگا دی۔ شیریا تنکی کا دربان غالباً سب جانتا تھا۔ یہ اس کی آنکھوں کی مسکراہٹ سے اور جس انداز سے اس نے کہا اس سے ظاہر ہوتا تھا:

"بست دنوں بعد آئے آپ سنسن تن دیر بچا!"

وہ نہ صرف یہ کہ سب کچھ جانتا تھا بلکہ لیون یہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ خوش بھی تھا اور اپنی خوشی کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیون کو اس کی بوڑھی محبتی آنکھوں میں دیکھ کر اپنی خوشی میں بھی کچھ سننے پن کا احساس ہوا۔

"اٹھ مجھے سب لوگ؟"

"تشریف لائے!" اسے ہمیں رہنے دیجئے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اس لئے کہ لیون اپنی ٹوپی لینے کے لئے مڑنا چاہتا تھا۔ اس کے کچھ تو معنی تھے۔

"کے اطلاع دینے کا حکم ہے؟" دوسرے خدنگار نے پوچھا۔

یہ خدنگار حالانکہ نوجوان اور نئے خدنگاروں میں سے تھا اور بڑا پانکا تھا لیکن بہت ہی نیک اور اچھا آدمی تھا اور وہ بھی سب سمجھتا تھا۔

"پرس... پرس... چھوٹی پرس کو" لیون نے کہا۔

پہلی صورت جو اس نے وہاں دیکھی وہ مادموزیل لیون کی تھی۔ وہ ہال میں ہو کر جاری تھیں اور ان کے ہانوں کے گھو گھر بھی چمک رہے تھے اور چہرہ بھی۔ لیون نے ان سے بس بات شروع ہی کی تھی کہ اچانک دروازے کے ادھر قدموں کی چاپ اور لباس کی سرسراہٹ سنائی دی اور مادموزیل لیون کی آنکھ سے او جھل ہو گئیں اور اس کے دل پر اپنی خوشی سے قربت کا خوف طاری ہو گیا۔ مادموزیل لیون جلدی سے اسے پھوڑ کر دوسرے دروازے کی طرف چل دیں۔ ان کے جاتے ہی چوٹی فرش پر تیز تیز بیک قدموں کی چاپ گونجی اور اس کی خوشی 'اس کی زندگی' اس کا اپنا وجود۔ اس کے اپنے وجود کا ہر حصہ جس کی اسے اتنے دنوں سے جستجو تھی 'انتظار تھا' جلدی جلدی اس سے قریب آیا۔ وہ چل کر نہیں آ رہی تھی بلکہ کوئی نظر نہ آنے والی قوت اسے لیون کی طرف لا رہی تھی۔

لیون نے بس اس کی صاف اور بچی آنکھیں دیکھیں جو محبت کی اسی خوشی سے سخی سخی تھیں جس سے

لیون کا دل بھی لہر رہا تھا۔ ان آنکھوں کی چمک قریب سے قریب تر آتی گئی اور اپنی محبت کے نور سے اس کو خیر تر کرتی گئی۔ وہ لیون کے بالکل پاس آ کر 'اسے چھوٹی ہوئی رک گئی۔ اس کے ہاتھ اٹھے اور لیون کے کندھوں پر آ گئے۔

وہ جتنا بھی کر سکتی تھی وہ سب اس نے کیا۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس آئی تھی اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کر دیا تھا 'شریانی ہوئی اور خوش۔ لیون نے اسے لپٹا لیا اور اپنے ہونٹ اس کے دہانے پر رکھ دیئے جو اس کے بوسے کے طلبگار تھے۔

وہ بھی ساری رات نہ سوئی تھی اور ساری صبح اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ ماں باپ نے بغیر کسی جت کے اپنی رضامندی دے دی تھی اور اس کی خوشی پر خوش تھے۔ وہ اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سب سے پہلے وہی اس کو اپنی اور اس کی خوشی کی خبر دے۔ اس نے تیاری کی تھی کہ اکیلے ہی میں لیون سے ملے اور اس خیال سے وہ خوش بھی تھی 'جھمک بھی رہی تھی اور شرم بھی آ رہی تھی اور وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کیا کرنے والی ہے۔ اس نے لیون کے قدموں کی چاپ سنی اور دروازے کی آڑیں کھڑی انتظار کر رہی تھی کہ مادموزیل لیون چلی جائیں۔ مادموزیل لیون چلی گئیں۔ اور وہ بغیر سوچے ہوئے بغیر اپنے آپ سے کیوں اور کیا پوچھے ہوئے اس کے پاس آئی اور وہ کیا ہو اس نے کیا تھا۔

"چلے ماما کے پاس!" اس نے لیون کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ لیون سے دیر تک کچھ بھی نہ کیا کیا 'اتنا اس لئے نہیں کہ وہ گفتگو سے اپنے احساسات کو بھرجھرتے ڈرتا تھا جتنا اس لئے کہ جب بھی کچھ کہنا چاہتا تھا تو وہ محسوس کرتا تھا کہ زبان سے الفاظ کی بجائے آنکھوں سے آنسو نکلے پڑ رہے ہیں۔ اس نے کیٹی کا ہاتھ لے کر چوم لیا۔

"کیا واقعی یہ سچ ہے؟" اس نے آخر کار بھاری آواز میں کہا۔ "مجھے تو یقین ہی نہیں آتا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو!"

وہ اس "تم" اور اس شرمیلے پن پر مسکرا دی جس سے لیون اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں" اس نے معنی خیز انداز میں رک رک کر کہا۔ "میں کتنی خوش ہوں!"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ ان دونوں کو دیکھ کر پرس جلدی جلدی سانس لینے لگیں 'خواری رو پڑیں اور پھر فوراً اپنے گلیں اور اسے پھر تیلے قدموں سے کہ لیون کو ان سے اس کی توقع بھی نہ تھی وہ دوڑ کر ان کے پاس آئیں اور لیون کا سر دونوں ہاتھوں میں لے کر انہوں نے اسے پیار کیا اور اس کے گالوں کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا۔

"تو سب تمام ہو گیا! میں خوش ہوں۔ اس سے پیار کرنا۔ میں خوش ہوں... کیٹی!"

"جلدی ملے تمام ہو گیا!" بوڑھے پرس نے بے نیازی سے کیٹی کو شش کرتے ہوئے کہا لیکن لیون نے دیکھ لیا کہ جب وہ اس سے مخاطب ہوئے تو ان کی آنکھیں نم تھیں۔

"میں بہت دنوں سے یہی شے اس کا انتظار کر رہا تھا!" انہوں نے لیون کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں تو تب بھی جب اس تنکون مزاج نے صفائی تھی کہ..."

"پاپا!" کیٹی نے چلا کر کہا اور اپنے ہاتھ سے ان کا منہ بند کر دیا۔

"اچھا، نہیں کروں گا!" انہوں نے کہا "میں بہت بہت خوش... اف میں کس قدر یہ خوف..."



"میں کتنی اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ ضرور ہو گا! مجھے امید تو کبھی نہ تھی لیکن دل میں ہمیشہ یقین کرتا تھا۔"

اس نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ طے تھا اور ہونا تھا۔"

"اور میں؟" وہ بولی "تب بھی... وہ رک گئی لیکن پھر اس نے اپنی صاف جی آنکھوں سے پر عزم انداز میں اسے دیکھتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی "تب بھی جب میں نے اپنی خوشی کو خودی اپنے سے دور کر دیا تھا۔ میں نے ہمیشہ محبت آپ ہی سے کی، لیکن میں کسی اور طرف مائل ہو گئی تھی۔ میرے لئے یہ کتنا ضروری ہے... آپ اسے بھول سکتے ہیں؟"

"شاید یہی بہتر تھا۔ آپ کو بھی مجھے بہت سی چیزوں کے لئے معاف کر دینا ہو گا۔ مجھے آپ کو بتا دینا چاہئے کہ..."

یہ ان چیزوں میں سے ایک تھی جو اس نے طے کیا تھا کہ کیٹی سے بتا دے گا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کیٹی کو پہلے ہی دن سے دو چیزیں بتا دے گا۔ ایک تو یہ کہ وہ اتنا پاکیزہ نہیں ہے جتنی کہ کیٹی "اور دوسرے یہ کہ وہ خدا کو نہیں مانتا۔ یہ تکلیف دہ تو تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ اسے بتا دینا چاہئے یہ بھی اور وہ بھی۔"

"نہیں! ابھی نہیں! بعد کو!" اس نے کہا۔

"اچھا! بعد کو کسی، لیکن بتا ضرور دیجئے گا۔ مجھے کسی چیز کا ذر نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ جانا چاہئے۔ اب تو طے ہو گیا۔"

اس نے بات پوری کر دی:

"طے ہو گیا کہ آپ مجھے قبول کر لیں گی۔ چاہے میں کیسا ہی کیوں نہ ہوں، مجھ سے انکار نہیں کریں گی؟"

ہاں؟

"ہاں! ہاں۔"

ان کی باتوں کا سلسلہ ماد موزیل لیون کے آنے سے ٹوٹ گیا جو بناوٹی لیون پر شفقت مسکراہٹ کے ساتھ اپنی عزیز ترین شاکر کو مبارکباد کہنے آئیں۔ ابھی وہ گئی نہ تھی کہ مبارک سلامت کہتے ہوئے سب خد شکار آ گئے۔ اس کے بعد رشتہ دار آئے اور وہ بابرکت ہنگامہ شروع ہوا جس سے لیون شادی کے ایک دن بعد تک چھٹکارا نہیں پاسکا۔ لیون سارے وقت اٹ پٹا محسوس کرتا رہا، آکٹاپا ہوا سارا، لیکن خوشی کا تاؤ برابر بڑھتا ہی گیا۔ وہ برابر یہ محسوس کرتا رہا کہ اس سے بہت زیادہ کی توقع تھی جس کا اسے علم بھی نہ تھا اور جو کچھ بھی اس سے کہا گیا وہ سب کچھ کرتا رہا اور اس سب سے اسے خوشی ہی حاصل ہوئی۔ اس نے بالکل سوچا تھا کہ اس کی خواہشگاری دو سروں سے ملتی جلتی بالکل نہ ہوگی کہ خواہشگاری کے عام حالات اس کی خاص خوشی کو برباد کر دیں گے لیکن ہوا یہ کہ اس نے بھی وہی سب کیا جو دوسرے کرتے ہیں اور اس سے اس کی خوشی بڑھتی ہی اور زیادہ مخصوص تر ہوئی گئی، جیسی کسی اور کو حاصل ہوئی تھی نہ حاصل ہوگی۔

"اب ہم مٹھائیاں کھا سیں گے" ماد موزیل لیون نے کہا اور لیون مٹھائیاں لینے چلا گیا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی" سو یا زبانی نے کہا "میرا مشورہ ہے کہ گلدے آپ فین کے ہاں سے خریدے۔"

"تو کیا ضروری ہے؟" اور لیون فین کے ہاں چلا گیا۔

بھائی نے اس سے کہا کہ تم کچھ رقم قرض لے لو اس لئے کہ تحفوں وغیرہ بہت خرچ ہو گا۔

"کیا تجھے ضروری ہیں؟" اور وہ دو ڈا ہوا فولد کے ہاں چلا گیا۔

انہوں نے کیٹی کو گلے لگایا اور اس کے چہرے پر ہاتھ کو پھر چرے پر پیا رکھا اور اس کے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔

اور لیون کے دل میں اس شخص کے لئے جو پہلے اس کے واسطے غیر تھا، بوڑھے پر نس کے لئے محبت کا ایک نیا جذبہ پیدا ہوا جب اس نے دیکھا کہ کیٹی کیسے دیر تک اور بڑی شفقت سے ان کے مضبوط ہاتھ کو پیا رکھتی رہی۔

## 16

پر نس آرام کر سی پر چپ بیٹھی مسکرا رہی تھی اور پر نس ان کے پاس بیٹھے تھے۔ کیٹی باپ کی آرام کر سی کے پاس کھڑی تھی اور اب تک ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے تھی۔ سب چپ تھے۔

سب سے پہلے پر نس نے ساری بات کو لفظوں کا روپ دیا اور سارے احساسات و جذبات کو زندگی کے سوالوں کی شکل میں پیش کیا۔ اور شروع شروع میں یہ بات سب کو ایک ہی طرح عجیب بلکہ تکلیف دہ لگی۔

"تو کب؟" منگنی کرنا اور اعلان کرنا چاہئے۔ اور شادی کب ہو؟ تم کیا سوچتے ہو! لکساندر؟"

"یہ رہا" بوڑھے پر نس نے لیون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اب تو یہی سب سے اہم شخصیت ہیں۔"

"کب؟" لیون نے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "کل! اگر مجھ سے پوچھتے ہیں تو آج منگنی اور کل بیاہ۔"

"اچھا بس! مومن! یہ تو قی کی باتیں مت کرو۔"

"تو ہفتے بھر بعد۔"

"یہ تو بالکل بالکل ہو گیا۔"

"نہیں! آخر کیوں؟"

"خدا کے واسطے" اس نے اس جلد بازی پر مسکراتے ہوئے کہا "اور جیز؟"

"تو کیا جیز اور سارا ہنگامہ بھی ہو گا؟" لیون نے ذکر کر سوجا۔ "لیکن... کیا واقعی جیز اور منگنی اور یہ سب کچھ... کیا واقعی یہ سب میری خوشی میں غلط ڈال سکتے ہیں؟ کوئی بھی چیز غلط نہیں ڈال سکتی! اس نے کیٹی پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ اسے جیز کا خیال ذرا بھی ڈرا بھی برا نہیں لگا تھا۔ "مطلب یہ کہ یہ ضروری ہے" اس نے سوچا۔

"اب میں تو کچھ جانتا نہیں" میں نے تو جوبی چاہتا ہے وہ کہہ دیا "اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"تو اسے ہم طے کر لیں گے۔ اب منگنی ہو سکتی ہے اور اعلان کیا جاسکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔"

پر نس اپنے شوہر کے پاس گئیں اور ان کو بوڑھے کرانہوں نے چاہا کہ چلی جائیں۔ لیون پر نس نے انہیں پکڑ لیا، لٹائیا اور محبت میں جٹا نو جوان کی طرح "مسکراتے ہوئے انہیں کئی بار پیا رکھا۔ بظاہر ہر دو ہیابوڑھا ذرا دیر کو گزرا گئے تھے اور اچھی طرح سمجھ نہیں رہے تھے کہ ان دونوں کو پھر سے محبت ہو گئی ہے یا صرف ان کی بیٹی کو۔ جب پر نس اور پر نس چلے گئے تو لیون نے اپنی منگنی کے پاس آکر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب اس نے اپنے اوپر قابو حاصل کر لیا تھا اور باتیں کر سکتا تھا اور اسے کیٹی سے بہت کچھ کہتا تھا۔ لیکن اس نے بالکل وہ نہیں کہا جو کہتا چاہئے تھا۔



لگا 'اخلاقی اعتبار سے اس کے سامنے اور بھی زیادہ جھکنے لگا اور اپنی خوشی کی اور بھی قدر کرنے لگا جس کا مستحق وہ خود کو نہیں سمجھتا تھا۔

17

کھانے کے دوران میں اور اس کے بعد جو بات چیت ہوئی تھی اس کے تاثرات کو غیر ارادی طور پر یاد کرتے ہوئے اگلسنی الکساندر روچ اپنے اکیلے کمرے میں واپس آ گئے۔ داریا الکساندر روچ نے جو کچھ معاف کر دینے کے بارے میں کہا تھا اس پر انہیں جھنجھلاہٹ سی ہوئی۔ عیسائی اصول کا اطلاق یا عدم اطلاق خود اپنے معاملے پر کرنا بہت ہی مشکل سوال تھا جس کے بارے میں اتنی آسانی سے بات کرنا ناممکن تھا اور اگلسنی الکساندر روچ بہت پہلے ہی اس سوال کو نفی میں طے کر چکے تھے۔ جتنی باتیں ہوئی تھیں ان میں یہ توقف اور ٹیک تو روحمیں کے الفاظ ان کو سب سے زیادہ پیچھے تھے "بہت سی قابل تعریف بات کی 'ڈوئل کے لئے لاکار' اور مار دیا۔" صاف ظاہر تھا کہ سبھی کا یہی خیال تھا حالانکہ اخلاق کی بنا پر کسی نے یہ کہا نہیں۔

"بہر حال یہ معاملے ہو گیا اور اس کے بارے میں اب کچھ نہیں سوچتا" اگلسنی الکساندر روچ نے دل میں کہا۔ اور صرف آئندہ روایتی اور معاہدے کے دورے کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں بیٹھنے اور ہوٹل کا جو دربان انہیں پہنچانے آیا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ ان کا مددگار کہاں ہے۔ اس نے بتایا کہ خدمتگار ابھی ابھی کہیں چلا گیا ہے۔ اگلسنی الکساندر روچ نے اس سے چائے لانے کو کہا اور میز کے پاس بیٹھ کر انہوں نے فروم کی ریلے کا بیڈ بک اٹھا لیا اور سفر کی راہ طے کرنے لگے۔

"دو تار آئے ہیں" ان کے اپنے خدمتگار نے واپس آنے پر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں جب والد! میں ذرا دیر کو چلا گیا تھا۔"

اگلسنی الکساندر روچ نے تار لے لئے تھے اور ان کی مہر توڑی۔ پہلا تار تو اس خبر کے بارے میں تھا کہ اسٹریٹوف کا تقرر اسی عہدے پر کر دیا گیا ہے جس کے ملاکار کار خنن تھے۔ انہوں نے تار کو پھینک دیا "ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ کھڑے ہو کر کمرے میں خشنے لگے۔ "کوس" دیولٹ پر دیر سے دستاوت (11) انہوں نے کہا۔ "کوس" سے ان کا مطلب ان لوگوں سے تھا جنہوں نے یہ تقرر کیا تھا۔ انہیں اس بات پر جھنجھلاہٹ نہیں تھی کہ یہ عہدہ انہیں نہیں ملا کہ صاف ظاہر تھا کہ ان کو نظر انداز کر دیا گیا بلکہ انہیں اس بات پر حیرت تھی اور بالکل ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان لوگوں نے کیسے یہ نہ دیکھا کہ باتوئی تھرے باز اسٹریٹوف اس جگہ کے لئے سب سے کم موزوں ہے۔ کیسے ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ یہ تقرر کر کے وہ اپنے آپ کو "اپنے پر بیچ (12) کو بر باد کر رہے ہیں!"

"اسی طرح کی کوئی اور بات ہوگی" انہوں نے اپنے آپ سے تلخی کے ساتھ کہا اور دوسرا تار کھولا۔ یہ تار بیوی کا تھا۔ نام "آنا" نیلی پھل سے لکھا ہوا پہلا لفظ تھا جس پر ان کی نظر پڑی۔ "میں سرری ہوں۔ درخواست کرتی ہوں" منت کرتی ہوں آجائے۔ معافی کے ساتھ سکون سے مروں گی" انہوں نے پڑھا۔ وہ جفاقت سے مسکرائے اور انہوں نے تار کو پھینک دیا۔ اس بات میں تو کوئی شک ہی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ قریب تھا اور چالاک! بیسیا کہ انہیں اولین لمحوں میں لگا تھا۔

"کوئی ایسا قریب تو ہے ہی نہیں جس سے وہ باز رہ جائے۔ بچہ ہونے والا ہو گا۔ ہو سکتا ہے زچکی کی بیماری

اور مٹھائیوں کی دکان میں 'فومین کے ہاں اور فولد کے ہاں اس نے دیکھا کہ لوگ اس کے پتھر ہیں مگر وہ لوگ بھی اس کے لئے خوش ہیں اور اس کی خوشی پر نازاں ہیں جیسے کہ وہ سبھی لوگ تھے جن سے ان دنوں میں اس کا سابقہ پڑا۔ خلاف معمول بات یہ تھی کہ لوگ نہ صرف یہ کہ اس سے محبت کرتے تھے بلکہ وہ سارے لوگ جو پہلے غیر ہمدرد 'سرد اور بے نیاز تھے اب اس کے مداح ہو گئے تھے 'اس کی ہر بات مان لیتے تھے 'اس کے احساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے شفقت و شائستگی سے پیش آتے تھے اور اس کے اس یقین کے شریک تھے کہ وہ دنیا بھر میں سب سے خوش نصیب انسان ہے اس لئے کہ اس کی نگہ میں وہ سب کچھ تھا جس کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ یہی خود کیسٹی بھی محسوس کرتی تھی۔ جب کاؤتسز نور دستن نے اس طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھا کہ وہ تو کچھ بہتر کی توقع کرتی تھیں تو کیسٹی اتنے جوش میں آگئی اور اس نے اتنے قائل کن طور پر ثابت کیا کہ لیون سے بہتر دنیا میں کچھ ہو ہی نہیں سکتا تو کاؤتسز نور دستن کو بھی تسلیم کرنا پڑا اور پھر انہوں نے کیسٹی کی موجودگی میں بھی لیون کا غیر مقدم بغیر تحسین آمیز مسکراہٹ کے نہیں کیا۔

اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ سب بیان کرنا ان دنوں کا ایک تکلیف دہ واقعہ تھا۔ اس نے بوڑھے پر نس سے مشورہ کیا اور ان کی اجازت حاصل کر کے کیسٹی کو اپنا روزنامہ دے دیا جس میں وہ ساری چیزیں لکھی تھیں جو اس کے دل پر بار تھیں۔ اس نے روزنامہ جب لکھا تھا بھی اس خیال سے لکھا تھا کہ یہ اس کی ہونے والی بیوی کے لئے ہے۔ دو چیزوں سے اسے سخت اذیت ہو رہی تھی۔ اس کا بے داغ نہ ہونا اور اس کی بے دینی۔ بے دینی کے اعتراف کی طرف تو کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ کیسٹی خود ذہنی تھی "اس نے مذہب کی سچائیوں پر کبھی شک نہ کیا تھا لیکن اس کی ظاہری بے دینی سے کیسٹی کو ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی۔ اپنی محبت کی بدولت وہ اس کی روح کو اچھی طرح جانتی تھی اور روح میں اس نے وہی دیکھا جو وہ دیکھنا چاہتی تھی اور اس کے لئے اس بات سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا کہ روح کی اس حالت کو بے دین ہونا کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے اعتراف پر وہ رو پڑی۔

لیون نے کیسٹی کو اپنا روزنامہ اندرونی جدوجہد کے بغیر نہ دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے اور کیسٹی کے درمیان کوئی راز نہ رہنا چاہئے اور اسی لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ روزنامہ دے دینا ضروری تھا لیکن اس نے یہ انداز نہ لگایا تھا کہ اس کا اثر کیا ہو سکتا ہے "اس نے خود کو کیسٹی کی جگہ نہ رکھا تھا۔ اس شام کو جب وہ صبح میں گیا اور کیسٹی کا رویا ہوا 'خود اسی کے پہنچائے ہوئے ناقابل حلانی رنج سے دمگی 'قابل رحم اور پیارا چہرہ دیکھا تب اس کی سمجھ میں آیا کہ اس کے شرمناک ماضی اور کیسٹی کی کبوتری جیسی پاکیزگی کے درمیان کتنا زبردست عار حائل ہے اور تب اس نے جو کچھ کیا تھا اس پر بے انتہا خوفزدہ ہو گیا۔

"لے جائے" لے جائے ان بھیا نک کتابوں کو!" اس نے اپنے سامنے میز پر پڑی ہوئی بیاضوں کو کھٹکاتے ہوئے کہا۔ "کس لئے آپ نے انہیں دیا تھا مجھ کو!.. نہیں" پھر بھی اچھا ہی کیا" اس نے لیون کی ناامیدانہ صورت پر ترس کھاتے ہوئے اضافہ کیا "مگر یہ بھیا نک ہے" بھیا نک!"

اس نے سر جھکالیا اور چپ رہا۔ وہ کچھ کہہ ہی نہ سکا۔

"آپ مجھے معاف نہیں کریں گی" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"نہیں" معاف تو میں نے کر دیا مگر یہ بھیا نک ہے!"

لیکن اس کی خوشی اتنی تھی کہ اس اعتراف نے اس میں غلغل نہیں ڈالا بلکہ اس میں صرف ایک نئے رنگ کا اضافہ کر دیا۔ کیسٹی نے اسے معاف کر دیا تھا مگر اس وقت سے وہ خود اپنے کو اس کے اور بھی کم اہل سمجھنے



ہو۔ لیکن ان کا مقصد کیا ہے؟ بچے کو جائز بنانا، مجھ کو پھنسا دینا اور طلاق میں مشکل ڈالنا؟ انہوں نے سوچا۔ لیکن اس میں کچھ کہا گیا کہ... مر رہی ہوں؟ انہوں نے تار کو پھر سے پڑھا اور جو کچھ اس میں کہا گیا تھا اس کے براہ راست مفہوم پر وہ حیران رہ گئے۔ ”اور اگر یہ سچ ہے تو؟“ انہوں نے دل میں کہا۔ ”اگر یہ سچ ہے کہ تکلیف اور موت سے قریب ہونے کے وقت وہ سچے دل سے بچتا رہی ہوں اور میں اسے قریب سمجھ کر جانے سے انکار کر دوں؟ تو یہ نہ صرف یہ کہ سنگ دلی ہوگی اور سب مجھے برا کہیں گے بلکہ یہ میری جانب سے یہ تو قبیح بھی ہوگی۔“

”تو تیرے بھی کو روک لینا۔ میں پیئرس برگ جاؤں گا؟“ انہوں نے غصہ سے کہا۔

الکسیئی الکساندر روڈچ نے طے کیا کہ وہ پیئرس برگ جائیں گے اور پیوی سے ملیں گے۔ اگر ان کی بیماری قریب ہوئی تو وہ چپ رہیں گے اور چلے آئیں گے۔ اگر وہ سچ بتا دیں، مرنے والی ہیں اور مرنے سے پہلے ان سے ملنا چاہتی ہیں تو وہ انہیں معاف کر دیں گے بشرطیکہ وہ ان کے بچنے کی پہنچ گئے اور اگر بہت دیر سے پہنچے تو اپنا آخری فرض ادا کر دیں گے۔

سارے راستے انہوں نے پھر اس کے بارے میں نہیں سوچا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔

ویل کے فہم سے رات بسر کرنے کی حکمن اور گندگی کے احساس کے ساتھ پیئرس برگ کے صبح سویرے کے کمرے میں الکسیئی الکساندر روڈچ بھی میں سنسنائی ہو چکی تھی۔ اپنی اپنے سامنے دیکھتے ہوئے یہ سوچے بغیر ہی چلے جا رہے تھے کہ ان کا سابقہ کس چیز سے پڑے گا۔ وہ اس کے بارے میں سوچ ہی نہ سکتے تھے اس لئے کہ وہ جب تصور کرتے تھے کہ کیا ہو گا تو اپنے ذہن سے اس مفروضے کو نکال نہ سکتے تھے کہ آتنا کی موت فوراً ہی ان کی صورت حال کی ساری دشواریوں کو دور کر دے گی۔ ان کی نظروں کے سامنے سے ڈھل روئی والوں کی دکانیں بند دکائیں، رات کے گاڑی بان، فٹ پاتھ کی صفائی کرتے ہوئے دربان گزرتے رہے اور ان سب کو وہ دیکھتے رہے اس خیال کو دبانے کی کوشش میں کہ ان کے سامنے کیا آنے والا ہے اور کس چیز کی خواہش کرنے کی وہ ہمت نہیں کر سکتے پھر بھی خواہش رکھتے ہیں۔

وہ اپنی رسانی کے پاس پہنچ گئے۔ صدر دروازے کے پاس ایک کرائے کی گاڑی اور ایک بھی کڑی تھی جس کا کوچاں سو رہا تھا۔ پیش دالان میں داخل ہوتے ہوئے الکسیئی الکساندر روڈچ نے جیسے اپنے دماغ کے ایک دور افتادہ کونے سے اپنے فیصلے کو نکالا اور اس سے تصدیق کی۔ وہاں یہ درج تھا: ”اگر قریب ہے تو حقارت سے بھری ہوئی خاموشی اور فوراً چلے جانا۔ اگر سچ ہے تو سلیٹے اور شائستگی کے مطابق عمل کرنا۔“

الکسیئی الکساندر روڈچ کے تختی بجانے سے پہلے ہی دربان نے دروازہ کھول دیا۔ دربان پتروف جسے عام طور سے کہتے ہیں ”کابا جانا تھا“ پرانے جیکٹ میں، ٹائی کے بغیر اور سلیر پہنے ہوئے بہت سی عجیب لگ رہا تھا۔

”ما لگن کیسی ہیں؟“

”کل۔ بہ خیر نہ چلی ہو مٹی۔“

الکسیئی الکساندر روڈچ ٹھہر گئے اور ان کا چہرہ ہلکا پڑ گیا۔ اب صاف طور سے ان کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کتنی شدت سے آتنا کی موت کے خواہاں تھے۔

”اور طبیعت کیسی ہے؟“

کور نئی صبح والا ایہاں باندھے بیڑیوں سے دوڑتا ہوا آیا۔

”بہت خراب ہے“ اس نے جواب دیا۔ ”کل ڈاکٹروں کی بیٹھک ہوئی تھی۔ اس وقت بھی ڈاکٹر ہیں

یہاں۔“

”میرا سامان اتار لاؤ؟“ الکسیئی الکساندر روڈچ نے کہا اور اس خبر سے قدرے مطمئن ہو کر کہ ابھی ہر حال موت کی امید ہے، وہ پیش اپوان میں چلے گئے۔

ڈھنگرے ایک فونی اور کوٹ لگ رہا تھا۔ الکسیئی الکساندر روڈچ نے اسے دیکھا اور پوچھا۔

”کون آیا ہے؟“

”ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر اور کاؤنٹنڈرووٹسکی۔“

الکسیئی الکساندر روڈچ اندر کے کمرے میں گئے۔

ڈراٹنگ روم میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ان کے قدموں کی چاپ سن کر آتنا کے کمرے سے والی نکلی جو کاسنی فیتوں والی ٹوپی پہنے ہوئے تھی۔

وہ الکسیئی الکساندر روڈچ کے پاس آئی اور موت سے قربت والے اپنے پن اور بے تکلفی کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں سونے کے کمرے میں لے گئی۔

”شکر ہے خدا کا کہ آپ پہنچ گئے! صرف آپ کے بارے میں پوچھتی ہیں، آپ ہی کے بارے میں؟“ اس نے کہا۔

”صرف دینا جلدی سے!“ سونے کے کمرے سے ڈاکٹر کی جھانکنا آواز آئی۔

الکسیئی الکساندر روڈچ آتنا کے کمرے میں آ گئے۔ ان کی میز کے پاس ایک نئی کرسی کی پشت سے کندھا لٹکے ہوئے کمرے میں روڈچکی بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر کی آواز سن کر وہ اچھل پڑا اور چہرے پر سے ہاتھ ہٹا دی اس نے الکسیئی الکساندر روڈچ کو دیکھا۔ آتنا کے شہر کو دیکھ کر وہ اس قدر ہلکا ہوا کہ پھر سے بیٹھ گیا اور اس نے سر اور کندھے اس طرح جھکا لئے جیسے کہیں چھپ جانا چاہتا ہو لیکن پھر اس نے اپنے اوپر جبر کیا اور کھڑے ہو کر کہا:

”وہ مر رہی ہیں۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ کوئی امید نہیں۔ میں بالکل آپ کے اختیار میں ہوں، لیکن مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیجئے... ہر حال میں آپ کے اختیار میں ہوں، میں تو...“

الکسیئی الکساندر روڈچ نے دروڈسکی کے آنسو دیکھے تو انہیں اسی روحانی غلط فہمی کا احساس ہوا جو ان میں دوسرے لوگوں کی تکلیف دیکھ کر ہوتا تھا۔ انہوں نے منہ موڑ لیا اور اس کی پوری بات سننے بغیر ہی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ سونے کے کمرے سے آتنا کی آواز آ رہی تھی جو کچھ کہہ رہی تھی۔ ان کی آواز پر مسرت اور جیالی تھی اور لہجے میں غیر معمولی قطعیت تھی۔ الکسیئی الکساندر روڈچ سونے کے کمرے میں داخل ہو گئے اور پلنگ کے پاس گئے۔ وہ انہیں کی طرف منہ لٹکی ہوئی تھی۔ ان کے گالوں پر سرفی ابھری ہوئی تھی، آنکھیں پتک رہی تھیں، چھوٹے چھوٹے سفید ہاتھ کرتی کی آستین سے باہر نکلے ہوئے تھے اور کھیل کے کونے کو مروڑے جا رہے تھے جیسے کھیل رہے ہوں۔ لگ رہا تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ تندرست ہیں بلکہ بہترین روحانی طاقت میں ہیں۔ وہ جلدی جلدی گونج دار آواز میں اور غیر معمولی طور پر صحیح اور چرچا بات لہجے میں بول رہی تھیں:

”اس لئے کہ الکسیئی، میں الکسیئی الکساندر روڈچ کی بات کر رہی ہوں (کتنی عجیب بات ہے، تقدیر بھی کتنی عجیب لگ ہے کہ دونوں کا نام الکسیئی ہے، ہے نہ؟) الکسیئی مجھ سے انکار نہ کرتے۔ میں بھول جاتی، وہ



بست اچھے ہوا! وہ اپنے ایک چلتے ہوئے ہاتھ سے اگلیسی الکساندر روچ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھیں اور دوسرے ہاتھ انہیں پرے ہٹا رہی تھیں۔

اگلیسی الکساندر روچ کا روحانی ظفر برابر بڑھتا گیا اور اب وہ اس درجے تک پہنچ گیا تھا کہ انہوں نے اس کے خلاف جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا۔ اچانک انہوں نے محسوس کیا کہ جس چیز کو وہ روحانی ظفر سمجھ رہے تھے وہ اس کے برعکس روح کی ایک باریک حالت تھی جس نے انہیں ایک نیا سکھ دیا تھا، ایسا جیسا انہوں نے پہلے کبھی نہ جانتا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ وہ عیسائی اصول جس پر وہ ساری زندگی عمل کرنا چاہتے تھے انہیں اپنے دشمنوں کو معاف کر دینے اور ان سے محبت کرنے کی تلقین کرتا تھا۔ بلکہ دشمن سے محبت اور اس کو معاف کرنے کے پرستار احساس سے ان کی روح لبریز تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل ہو گئے اور آٹا کے ہاتھ کے خم میں، جو جینٹ کے اندر سے آگ کی طرح انہیں جھلسائے دے رہا تھا، سر رکھ کر بیٹھنے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آٹا نے ان کے سچے ہوتے ہوئے سر کو پٹایا، ان سے قریب کھبک آئیں اور سر کشانہ فخر کے ساتھ اپنی آنکھیں اوپر کھانسیں۔

”یہ ہیں وہ، میں جانتی تھی اب سب لوگوں کو الوداع، الوداع! وہ لوگ پھر آگئے، جاتے کیوں نہیں وہ لوگ؟“ آخر میرے اوپر سے یہ سنوڑ ہٹاؤ!

ڈاکٹر نے ان کے ہاتھ اٹھائے اور احتیاط سے انہیں نیچے پر رکھ دیا اور کندھے تک انہیں ڈھک دیا۔ وہ بڑی تابعداری سے چٹ لیٹ گئیں اور چپکتی ہوئی آنکھوں سے اپنے سامنے کھٹکتے گئیں۔

”بس ایک بات یاد رکھنا کہ مجھے صرف معافی کی ضرورت تھی، اور کچھ نہیں، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی... آخر وہ آنکھیں نہیں؟“ انہوں نے دروازے میں کھڑے درویش کی طرف مت کر کے کہا۔ ”ادھر آؤ! آجاؤ! ان سے ہاتھ ملاؤ۔“

درویشی پٹنگ کے پاس تک آیا اور انہیں دیکھ کر اس نے پھر اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

”منہ کھولو، ان کی طرف دیکھو۔ وہ تو ویسے جیسے ہیں“ آٹا نے کہا۔ ”ہاں ہاں کھولو، منہ کھولو!“ انہوں نے خف سے کہا۔ ”اگلیسی الکساندر روچ، اس کا منہ کھول دو، میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔“

اگلیسی الکساندر روچ نے درویشی کے ہاتھ پکڑ کر اس کے منہ پر سے ہٹا دیئے۔ اس کی صورت دکھ اور شرم کے آثار کی وجہ سے، جو اس پر نمایاں تھے، بیگانہ لگ رہی تھی۔

”اس کے ہاتھ میں ہاتھ دو۔ اسے معاف کر دو۔“

اگلیسی الکساندر روچ نے درویشی سے ہاتھ ملایا اور آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جو ان کی آنکھوں سے بہنے چاہتے تھے۔

”شکر ہے خدا کا، شکر ہے خدا کا“ آٹا نے کہا۔ ”اب سب تباہی ہو چکی۔ بس ذرا سانس پھیلاتا ہے۔ ایسے ہاں یہ بہت اچھا ہے۔ یہ پھول کس قدر بد مذاقی سے بنائے گئے ہیں، بیٹھے کے پھول تو بالکل کھٹکتے ہی نہیں ہیں!“ انہوں نے دیوار کی کافہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اف میرے خدا! میرے خدا! کب یہ ختم ہو گا؟ مجھے سو فیصد دے دیجئے، ڈاکٹر! مجھے سو فیصد دے دیجئے۔ میرے خدا! میرے خدا!“

اور وہ سر پر تڑپنے لگیں۔

معاف کر دیجئے... لیکن وہ آنکھیں نہیں رہے ہیں؟ وہ نیک ہیں، وہ خود نہیں جانتے کہ وہ کتنے نیک ہیں۔ اب! میرے خدا! کب تک یہ اچھے جلدی سے پانی دیتے، جلدی! آؤ، یہ تو اس کے لئے، میری بیٹی کے لئے معاف ہو گا! اچھا تو ٹھیک ہے، اچھا اسے انکو دے دیجئے۔ اچھا! میں راضی ہوں، بلکہ یہ بہتر ہے۔ وہ آئیں گے تو اسے دیکھ کر انہیں برا لگے گا۔ اسے دے دیجئے۔“

”آٹا! راکوینا“ وہ آگئے۔ یہ رہا! آٹا نے ان کی توجہ اگلیسی الکساندر روچ کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اف، کیسی محبت ہے!“ آٹا نے شوہر کو دیکھے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ ”ہاں اسے مجھے دے دیجئے، میری بیٹی کو دے دیجئے، وہ تو ابھی آئے نہیں۔ آپ لوگ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ معاف نہیں کریں گے کہ انہیں جانتے نہیں۔ کسی نے انہیں نہیں جانا۔ صرف میں نے، اور میرے لئے بھی کتنی مشکل ہوئی۔ ان کی آنکھوں کو جانا ضروری ہے، سرخ ڈاکی آنکھیں بھی دیکھی ہیں اور اسی لئے میں انہیں دیکھ نہیں سکتی۔ سرخ ڈاکی کھانا دیا گیا؟ میں جانتی ہوں تاکہ سب بھول جائیں گے۔ وہ ہوتے تو نہ بھولتے۔ سرخ ڈاکی کو نہ والے کمرے میں لے جانا چاہئے اور مار لیتے سے کھانا چاہئے کہ اس کے کمرے میں سوئے۔“

اچانک وہ ٹھٹھک گئیں، چپ ہو گئیں اور ڈر کر جیسے وہ توقع کر رہی ہوں کہ کوئی انہیں مارنے والا ہو جیسے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے انہوں نے ہاتھ اٹھا کر منہ کے سامنے کرتے۔ انہوں نے شوہر کو دیکھ لیا تھا۔

”نہیں، نہیں،“ وہ کہنے لگیں ”میں ان سے نہیں ڈرتی، میں موت سے ڈرتی ہوں۔ اگلیسی، ادھر آؤ۔ مجھے جلدی اس لئے ہے کہ وقت بہت کم ہے، اب زیادہ دیر مجھے زندہ نہیں رہنا ہے، ابھی بخار شروع ہو جائے گا اور پھر میں کچھ نہ کچھ پاؤں گی۔ اب میں سمجھتی ہوں، اور سب سمجھتی ہوں میں سب دیکھتی ہوں۔“

اگلیسی الکساندر روچ کے تیری چڑھے ہوئے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہو گئے۔ انہوں نے آٹا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کچھ کھانا چاہا لیکن کسی طرح ان سے بولا ہی نہ گیا۔ ان کا بچنے کا ہونٹ کپکپایا لیکن وہ اپنے بیجان ہی کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔ اور بس کبھی کبھی آٹا کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ اور ہر بار جب وہ ان پر نظر ڈالتے تو وہ آٹا کی آنکھوں کو دیکھتے جو ان کو اتنے پیار اور اتنی پرست شغقت سے دیکھ رہی تھیں جتنی انہوں نے ان آنکھوں میں کبھی نہ دیکھی تھی۔

”فصو، تم نہیں جانتے... فصریے، فصریے...“ وہ رک گئیں جیسے اپنے خیالات کو یکجا کر رہی ہوں۔

”ہاں!“ انہوں نے کھانا شروع کیا، ”ہاں، ہاں، ہاں، میں یہ کھانا چاہتی تھی۔ مجھ پر کبج مت کرو۔ میں بالکل ویسی ہوں... لیکن مجھ میں ایک اور عورت ہے، میں اس سے ڈرتی ہوں۔ اس نے اس سے محبت کی تھی اور میں تم سے نفرت کرنا چاہتی تھی اور میں اس کو نہ بھول سکی جو میں پہلے تھی۔ وہ میں نہیں ہوں۔ اب میں اصلی ہوں، پوری طرح۔ میں اب مریض ہوں، میں جانتی ہوں کہ مریضوں کی، ان سے پوچھ لو۔ میں تو اس وقت بھی محسوس کر رہی ہوں، اتنا تو جہ ہے ہاتھوں پر، پاؤں پر، انگلیوں پر۔ انگلیاں کیسی ہونگی ہیں، اتنی بڑی بڑی! لیکن یہ جلدی ختم ہو جائے گا... مجھے صرف ایک چیز چاہئے۔ تم مجھے معاف کر دو، بالکل سے معاف کر دو! اب بہت ذلیل ہوں لیکن مجھ سے میری کھلائی نے بتایا تھا: دکھ بھیلنے والی ہیٹ کے بارے میں، کیا نام تھا ان کا؟ ان کی حالت تو بدتر تھی۔ اور میں روم جاؤں گی، وہاں ایک دربان ہے، تب میں کسی کو پریشان نہ کروں گی، بس سرخ ڈاکی لے جاؤں گی اور بیٹی کو... نہیں، تم معاف نہیں کر سکتے! میں جانتی ہوں اسے معاف کرنا ناممکن ہے، انہیں نہیں، جاؤ، تم







آئے، بھی فرش پر تنگ کے پاس الگسیٹا لکسائے رووچ کی عجیب سی حالت آنکھوں میں پھرتی تھی۔  
 "سو جانا ہے؟" اس نے اپنے آپ سے ایک تندرست شخص کے اس پر سکون  
 تعجب کے ساتھ کہا کہ اگر وہ تنگ گیا ہے اور سو جانا ہے تو فوراً ہی سو بھی جائے گا۔ اور درحقیقت اسی لمحے اس  
 کے ذہن میں چیزیں گنڈھ ہونے لگیں اور وہ سب کچھ بھول جانے کے کھٹ میں گرے گا۔ اس کے سر زدن کی  
 طرف سے لاعلم ہو جانے کے سمندر کی لہریں امنڈ امنڈ کر آنے لگی تھیں کہ اچانک جیسے بجلی کے زوردار جھٹکے  
 نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اس طرح چونک پڑا کہ اس کا پورا جسم صوفے کی کانٹوں پر اچھل گیا اور وہ اپنے  
 ہاتھوں کو تنگ کر گھٹنوں کے بل اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں پوری کھلی ہوئی تھیں جیسے وہ کسی سویا نہ ہو۔ ایک  
 لمحے پہلے اس نے جو سر کا بھاری پن اور ہاتھ پاؤں کی کسل محسوس کی تھی وہ اچانک غائب ہو گئی۔

"آپ مجھے کچھ نہیں دے سکتے ہیں؟" اسے الگسیٹا لکسائے رووچ کے الفاظ سنائی دیے اور انہیں اس نے  
 اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور آنا کا بخار سے چتا ہوا لال چہرہ اور چستی ہوئی آنکھیں دیکھیں جو شفقت و  
 محبت کے ساتھ اسے نہیں بلکہ الگسیٹا لکسائے رووچ کو دیکھ رہی تھیں۔ اور اس نے اپنا اس وقت کا جیسا کہ  
 اسے لگا احمقانہ اور مضحکہ خیز ذلیل دیکھا جب الگسیٹا لکسائے رووچ نے اس کے منہ پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے  
 تھے۔ اس نے پھر پاؤں پیٹا لے اور پہلے کی طرح صوفے پر پڑ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"سو جانا ہے؟" سو جانا ہے؟" اس نے اپنے آپ سے بار بار کہا۔ لیکن بند آنکھوں سے وہ آنکھوں کی صورت کو  
 اس طرح اور بھی صاف دیکھ رہا تھا جس طرح وہ گھڑوڑے پہلے والی یادگار شام کو تھی۔

"یہ اب نہیں رہ گیا اور کبھی نہ ہو گا اور وہ اسے اپنی یاد سے دھوٹا جاتا ہے۔ لیکن میں اس کے بغیر زندہ  
 نہیں رہ سکتا۔ کس طرح ہم میں ملاپ ہو؟ کس طرح ہم میں ملاپ ہو؟" اس نے اوپنی آواز میں کہا اور لا شعوری  
 طور پر ان لفظوں کو دوہرا نے لگا۔ لفظوں کے اس دوہرا نے نئی تیشوں اور یادوں کے نمودار ہونے کو روک  
 دیا جو وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے دماغ میں جھوم کئے ہوئے تھیں۔ لیکن یہ چاہ زیادہ دیر تک اس کے تخیل کو  
 قابو میں نہ رکھ سکا۔ پھر غیر معمولی تیزی کے ساتھ ایک کے بعد ایک بستر میں لوگوں کی یادیں ابھر نے لگیں اور ان  
 کے ساتھ ہی ابھی تھوڑی دیر پہلے والی تذلیل بھی۔ آنکھ کی آواز نے کہا "ہاتھ ہٹا دو۔" اس نے ہاتھ ہٹا دیے اور  
 اپنے چہرے کے شرمسار اور احمقانہ تاثرات کو محسوس کیا۔

وہ سوئے کی کوشش میں بدستور لیٹا رہا حالانکہ محسوس کر رہا تھا کہ نیند آنے کی ذرا سی امید نہیں ہے۔  
 اور سارے وقت وہ کسی نہ کسی خیال سے متعلق اتفاقی الفاظ کو دوہرا تا رہا اور اس طرح نئی تیشوں کو روکنے کی  
 خواہش کرتا رہا۔ اس کے کان میں "عجیب سی" ہانگوں جیسی سرگوشی میں "ان لفظوں کو بار بار دوہرا نے کی آواز  
 پڑی "قد رنہ کسکا فاکہ نہ اٹھاسکا۔ قد رنہ کسکا فاکہ نہ اٹھاسکا۔"

"یہ کیا ہے؟" یا میں پاگل ہوا جا رہا ہوں؟" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "ہو سکتا ہے۔ کس وجہ سے لوگ  
 پاگل ہو جاتے ہیں؟ کس وجہ سے خود کو گولی مار لیتے ہیں؟" خود اپنے آپ کو جواب دیا اور آنکھیں کھول کر حیرت  
 سے اپنے سر کے پاس نیچے کا کڑھا ہوا اختلاف دیکھا جسے اس کی بھانج واریا نے کاڑھا تھا۔ اس نے نیچے کے نیچے کو  
 کھینچا اور واریا کے بارے میں یاد کرنے کی کوشش کی کہ پچھلی بار اس سے کب ملا تھا۔ لیکن ادھر ادھر کی کسی بات  
 کے بارے میں سوچنے سے اور اذیت ہوتی تھی۔ "نہیں" سو جانا چاہئے؟" اس نے نیچے کو اپنے پاس کیا اور اس پر  
 رکھ لیا لیکن آنکھیں بند کرنے کے لئے کوشش کرنی پڑی تھی۔ وہ اچھل پڑا اور بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دل

میں کہا "میرے لئے تو یہ غارت ہے" اب یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا کیا جائے۔ کیا بچا ہے؟" اس کے  
 خیالات نے آنا سے اس کی محبت کے علاوہ تیزی سے اس کی زندگی کا جائزہ لیا۔

"جہاد اکرام پندی؟" سیر پر خوشنودی؟ جہاد؟ دربار؟" کسی چیز پر بھی وہ غور نہ سکا۔ ان سب میں پہلے تو  
 معنی تھے لیکن اب کچھ نہیں رہ گئے تھے۔ وہ صوفے سے اٹھا "اس نے جبکہ اتارا اپنی کھولی اور آزادانہ سانس  
 لینے کے لئے بالوں بھرا سینہ کھول لیا۔ وہ کمرے میں ٹھٹھکے لگا۔ "ایسے لوگ پاگل ہو جاتے ہیں" اس نے دوہرایا  
 "اور ایسے ہی خود کو گولی مار لیتے ہیں۔ تاکہ شرمندگی نہ ہو" اس نے رک رک کر اضافہ کیا۔

وہ دروازے کے پاس گیا اور اسے بند کر دیا۔ اور پھر ایک تک دیکھتے ہوئے اور دانتوں کو بھیج کر وہ میز کے  
 پاس گیا۔ اس نے ریو اور اٹھایا "اس کو دیکھا" اور میگزین کو کھما کر کارٹس کو جیب میں کر دیا۔ ذرا دیر وہ سوچتا رہا۔  
 کوئی دو منٹ تک سر آگے کو جھکائے چہرے پر تاؤ بھرے خیالات کے آثار سمیت وہ ہاتھ میں ریو اور لے  
 ساکت کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ "ظاہر ہے" اس نے اپنے آپ سے کہا جیسے خیالات کی منطقی تطویل اور واضح  
 روش نے اسے ناقابل تھلک نتیجے پر پہنچا دیا ہو۔ درحقیقت یہ "ظاہر ہے" جو اس کے لئے قائل کن تھا، محض  
 یادوں اور تصورات کے بالکل اسی دائرے کی تکرار کا نتیجہ تھا جس میں وہ اس کھنے کی مدت میں دسیوں بار پتھر  
 کاٹ چکا تھا۔ اس خوشی کی یادیں بھی وہی تھیں جو ہمیشہ کے لئے گواہی دیتی تھیں "زندگی میں آئندہ جو کچھ ہونے  
 والا تھا اس کے بے معنی ہونے کے تصورات بھی وہی تھے" اپنی تذلیل اور تحقیر کا ظلم بھی وہی تھا۔ اور ان  
 تصورات و احساسات کا تازہ بھی وہی تھا۔

"ظاہر ہے" اس نے پھر اس وقت کہا جب تیسری بار اس کے خیالات پھر یادوں اور تصورات کے اسی  
 جادوئی دائرے کے اندر جا پہنچے اور ریو اور کو سینے کے بائیں حصے پر رکھ کر اور سارے ہاتھ سے زور سے بھٹکا دے  
 کر جیسے اسے اپنی مٹھی سے کس کر پکڑ رہا ہو "اس نے لبلی دبا دی۔ اس نے گولی چلنے کی آواز نہیں سنی لیکن سینے پر  
 ایک زوردار دھچکے نے اس کی انگٹوں کو ڈنگا دیا۔ اس نے میز کی بٹ پکڑی چابی ریو اور گرا دیا "لڑکھڑایا اور  
 حیرت سے اپنے چاروں طرف دیکھا ہوا زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے کمرے کو نہیں پہچانا اس لئے کہ وہ بچے سے  
 اپنی میز کی خمار انگٹوں کو رڈی کاغذ کی نوکری کو اور شیر کی کھال کو دیکھ رہا تھا۔ ذرا تنگ روم میں خدشہ کار کے تیز  
 تھوڑے سے جوتوں کے چر سرائے کی آواز سن کر وہ ہوش میں آیا۔ اس نے دماغ پر زور دے کر سوچا اور اس کی  
 سمجھ میں آیا کہ وہ فرش پر ہے "اور شیر کی کھال پر اور اپنے ہاتھ پر خون دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا کہ اس نے خود کو  
 گولی ماری تھی۔

"یہ خوف؟" چونک گیا "وہ بڑبڑایا اور ہاتھ سے ٹٹول کر ریو اور کو اٹھانے کی کوشش کی۔ ریو اور اس کے  
 بالکل بائیں پاس تھا اور وہ ہاتھ بڑھا کر آگے ڈھونڈ رہا تھا۔ اسی تلاش میں اس نے ہاتھ زیادہ بڑھا دیا اور ایک  
 طرف کو بہت جھک گیا اور اتنی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے کہ توازن قائم رکھ سکے وہ گر پڑا اور خون زوروں میں  
 بہہ لگا۔

گل جھجھوں والا خوش پوش خدشہ کار "جو اپنے جان پہچان والوں سے جانے کتنی بار اپنے اعصاب کمزور  
 ہونے کی شکایت کر چکا تھا فرش پر پڑے ہوئے مالک کو دیکھ کر اتنا ڈر گیا کہ انہیں ویسے ہی اسی طرح خون بہتا پھوڑ  
 کر کسی کو دھکے لئے بلا نہ بھاگا۔ ایک گھنٹے بعد روشنی کی بھانج واریا آئیں اور جو تین ڈاکٹر موجود تھے جن  
 کے لئے انہوں نے ہر طرف آدمی دوڑا دیئے تھے اور جو ایک ساتھ ہی آ پہنچے تھے "ان کی مدد سے زخمی کو بستر پر لایا



الکسی اگلسانہ رووچ نے جو یہ غلطی کی تھی کہ اپنی بیوی سے ملنے کی تیاری کرتے ہوئے انہوں نے اس اتفاق کا اندازہ نہیں لگایا تھا کہ ان کا بچہ تیار ہو گا اور وہ انہیں معاف کریں گے اور وہ مرے گی نہیں یہ غلطی پاسکو سے ان کے واپس آنے کے دو مہینے بعد پوری شدت کے ساتھ ان کے آگے پڑی۔ لیکن انہوں نے جو غلطی کی تھی وہ صرف اسی وجہ سے نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے اس اتفاق کا اندازہ نہیں لگایا تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ اس دن قریب المرگ بیوی سے ملاقات ہونے سے پہلے تک اپنے دل کو بھی نہ جانتے تھے۔ بیمار بیوی کے بستر کے پاس زندگی میں پہلی بار انہوں نے دردمندانہ رحم کے اس جذبے کو اپنے دل کو غالب آجانے دیا جو ان کے دل میں دوسرے لوگوں کی تکلیف دیکھ کر پیدا ہوا تھا اور جس سے ان کو پہلے شرم آتی تھی کہ یہ ایک نقصان دہ کمزوری ہے۔ اور بیوی کے لئے رحم نے اس بات پر بچھاوے سے کہ وہ ان کی موت کے خواہاں تھے اور سب سے بڑھ کر معاف کر دینے کی خوشی ہی نے ایسا کیا کہ اچانک انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے دکھ میں کمی محسوس کی بلکہ انہیں ایسا روحانی سکون بھی حاصل ہوا جو انہوں نے پہلے بھی نہ جانتا تھا۔ اچانک انہوں نے محسوس کیا کہ جو ان کے دکھ کا سرچشمہ تھا وہی ان کی روحانی خوشی کا سرچشمہ بن گیا اور جب وہ حاکم کرتے تھے ملامت کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے تو جو چیز انہیں لائیں معلوم ہوتی تھی وہی 'جب انہوں نے معاف کر دیا اور محبت کرنے لگے تو سیدھی سادی اور بالکل صاف ہو گئی۔

انہوں نے بیوی کو معاف کر دیا اور ان کی تکلیف اور بچھاوے کی بنا پر انہیں ان پر ترس آیا۔ انہوں نے دروہی کو معاف کر دیا اور اس پر انہیں ترس آیا خاص طور سے اس کے بعد جب انہوں نے اس کی نامیدی کی حرکت کی خبر سنی۔ انہیں اپنے بچنے پر بھی پہلے سے زیادہ ترس آیا اور اب انہوں نے خود کو اس بات پر ملامت کی کہ انہوں نے اس کی طرف بہت کم توجہ کی تھی۔ لیکن نوزائیدہ بچی کے لئے ان کے دل میں ایک خاص جذبہ تھا جو صرف ترس ہی کا نہیں بلکہ شفقت تھا۔ شروع میں تو انہوں نے صرف رحم کے جذبے کے تحت اس نوزائیدہ بچی کی طرف توجہ کی تھی جو ان کی بیٹی نہ تھی اور جسے ان کی بیماری کے دنوں میں ایک طرف ڈال دیا گیا تھا اور اگر انہوں نے اس کی فکر نہ کی ہوتی تو غالباً مری ہو جتی۔ انہیں خود یہ احساس نہ ہوا کہ وہ اس بچی سے کتنا پیار کرنے لگے تھے۔ وہ دن میں کئی بار بچوں والے کمرے میں جاتے اور وہاں دیر تک بیٹھے رہتے۔ چنانچہ اتنا اور کھانا پہلے تو ان کے سامنے ذرا بچھتی تھیں لیکن پھر وہ ان کی موجودگی سے مانوس ہو گئیں۔ کبھی آدھ آدھ کھنے پھر وہ سو جاتی بچی کی زمفرانی سی سرخ 'دو تھیں بھری تیوریاں چڑھی صورت کو چپ چاپ دیکھتے رہتے اور اس کی پیشانی پر ہل پڑتے اور پھوٹے پھوٹے گدبے 'منہوں میں بند انگلیوں والے ہاتھوں کو دیکھتے رہتے جن سے وہ اپنی آنکھیں اور ناک ملتی۔ ایسے لمحوں میں الکسی اگلسانہ رووچ خاص طور سے خود کو پر سکون اور اپنے آپ سے راضی اور خوش محسوس کرتے اور اپنی صورت حال میں کوئی بات خلاف نظر نہ آتی کوئی ایسی بات نظر نہ آتی جسے بدلنے کی ضرورت ہو۔

لیکن جیسے جیسے وقت گزر گیا وہ دیکھنے لگے کہ اب یہ صورت حال ان کے لئے چاہے کتنی ہی قدرتی کیوں نہ ہو 'لوگ انہیں اس میں نہ رہنے دیں گے۔ وہ محسوس کرنے لگے کہ بابرکت روحانی

قوت کے علاوہ 'جو ان کی روح کی رہنمائی کرتی تھی' ایک دوسری 'بھونڈی' اتنی یا اس سے بھی زیادہ با اختیار قوت تھی جو اس کی زندگی کی رہنمائی کرتی تھی اور یہ کہ یہ قوت انہیں وہ چین اور سکون نہیں دے گی جس کے وہ خواہاں تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ سب لوگ انہیں سوائہ حیرت کے ساتھ دیکھتے تھے مگر لوگ انہیں سمجھتے نہیں تھے اور ان سے کسی چیز کی توقع کرتے تھے۔ خاص طور سے انہوں نے بیوی کے ساتھ اپنے رشتے کی ناپائیداری اور اس کے غیر قدرتی ہونے کو محسوس کیا۔

جب وہ نری گزر گئی جو ان میں قریب المرگ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی تو الکسی اگلسانہ رووچ نے دیکھا کہ آٹانان سے ڈرتی تھیں 'ان کو بوجھ کی طرح سمجھتی تھیں اور ان سے آنکھیں نہ ملا سکتی تھیں۔ وہ جیسے کچھ کہتا جانتی تھیں اور ان سے کہنے کا فیصلہ نہ کر پاتی تھیں اور وہ بھی یہ محسوس کر کے کہ ان کا رشتہ اسی طرح چٹا نہیں رہ سکتا 'ان سے کسی چیز کی توقع کرتی تھیں۔

قروری کے آخر میں ایسا ہوا کہ آٹانان کی نوزائیدہ بچی 'جس کا نام بھی آٹانان رکھا گیا تھا' بیمار ہو گئی۔ الکسی اگلسانہ رووچ صبح کو بچوں والے کمرے میں گئے تھے اور پوچھ کچھ کرنے کے بعد انہوں نے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وہ خود وزارت چلے گئے۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد وہ تین بجے کے بعد گھر واپس آئے۔ پیش ابوان میں داخل ہوتے ہی انہوں نے کاناہ اور دی پنے اور رچھ کی کھال کا لبادہ اوڑھے ایک خوش شکل خدحگار کو ہاتھ میں امریکی کتے کی روئیں دار کھال کا سفید بے آستین کا کولٹ لئے ہوئے کمرے دیکھا۔

"کون آیا ہے؟" الکسی اگلسانہ رووچ نے پوچھا۔  
"پرنس لیڈر اوتنا لیتو دروونا تویر سکایا" خدحگار نے الکسی اگلسانہ رووچ کو یہ لگا کر مسکرا کر جواب دیا۔

ان سارے شخصوں میں الکسی اگلسانہ رووچ نے یہ دیکھا تھا کہ معاشرے میں ان کی جان پہچان کے لوگوں 'خاص طور سے عورتوں کو ان سے اور ان کی بیوی سے کچھ خاص دلچسپی ہو گئی تھی۔ جان پہچان کے ان سارے لوگوں میں انہوں نے بڑی مشکل سے چھپائی جانے والی کچھ خوشی دیکھی 'وہی خوشی جو انہوں نے دیکھ کی آنکھوں میں اور اس وقت خدحگار کی آنکھوں میں دیکھی۔ سب لوگوں کو جیسے بڑی مسرت تھی جیسے بیٹی کی شادی کر دی ہو۔ لوگ جب ان سے ملنے تو ان سے بس ذرا ایسی ڈھکی چھپی خوشی کے ساتھ آٹانان کی صحت کے بارے میں پوچھتے۔

الکسی اگلسانہ رووچ کو پرنس تویر سکایا کی موجودگی 'ان سے وابستہ یادوں کی وجہ سے بھی اور اس وجہ سے بھی ناگوار ہوئی کہ وہ ویسے بھی انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔ اور وہ سیدھے بچوں والے کمرے میں چلے گئے۔ بچوں کے پہلے کمرے میں سرخ ڈامیر بننے کے ٹل لیتا ہوا اور پاؤں کر سی پر رکھے کوئی تصویر بتا رہا تھا اور خوش خوش اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ آٹانان کی بیماری کے زمانے میں فرانسیسی گورنس کی جگہ جو انگریز گورنس آگئی تھی وہ سرخ ڈا کے پاس ہی بیٹھی ہوئی بنائی کر رہی تھی۔ اس نے جلدی سے انھ کو تھکیم کی اور سرخ ڈا کو شوکا دے کر خدحگار کیا۔

الکسی اگلسانہ رووچ نے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا 'بیوی کی صحت کے بارے میں گورنس کے سوال کا جواب دیا اور پوچھا کہ ڈاکٹر نے مئی (13) کے بارے میں کیا کہا۔  
"ڈاکٹر نے کہا کہ کوئی خطرہ ناک بات نہیں ہے اور سٹائٹ کا مشورہ دیا ہے جناب۔"



"لیکن وہ تو دیکھی ہی تکلیف میں ہے" اگلیسی الکساندر روویج نے پاس والے کمرے سے بچی کی چیخیں سن کر کہا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ اتنا ٹھیک نہیں ہے جناب" گریز گورنس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"کس وجہ سے آپ کو یہ خیال ہوا؟" انہوں نے رک کر پوچھا۔

"جناب ایسا ہی کاؤتس پول کے ہاں بھی ہوا تھا۔ بچے کا علاج ہو تا رہا اور یہ یہ چلا کہ بچہ تو بھوکا رہتا تھا۔

انکے دودھ نہیں تھا جناب۔"

اگلیسی الکساندر روویج نے کچھ سوچا اور چند سیکنڈ کھڑے رہنے کے بعد دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ بچی انانکی گود میں اگزی ہوئی 'سر پیچھے کو تانے ہوئے لیٹی تھی اور نہ بھری چھاتی کو منہ میں لینا چاہتی تھی جو اسے دی جا رہی تھی نہ چپ ہو رہی تھی باوجود اس کے کہ انادور کھائی دونوں اس پر جھگی ہوئی اسے بسلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"کچھ بہتر نہیں ہوئی؟" اگلیسی الکساندر روویج نے کہا۔

"بہت بے چینی ہو رہی ہے" کھائی نے سرگوشی میں جواب دیا۔

"مس ایڈورڈ کتنی ہیں کہ ہو سکتا ہے انکے دودھ نہ ہو؟" انہوں نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچتی ہوں" اگلیسی الکساندر روویج۔

"تو پھر آپ نے کیا کیوں نہیں؟"

"کس سے کہوں؟ آنا کار کا ریٹا تو خود ہی بیمار ہیں" کھائی نے کچھ ناراضگی سے کہا۔

کھائی گھر کی پرانی خادمہ تھی۔ اور اس کے ان سادہ لفظوں میں اگلیسی الکساندر روویج کو اپنی صورت حال کی طرف اشارہ نظر آیا۔

بچی اور زور سے چیخیں اور سانس روک چکے تھے۔ کھائی ہاتھ جھٹک کر اس کے پاس گئی اور بچی کو آناکے ہاتھ سے لے کر اسے مثل مثل کر بلانے لگی۔

"ڈاکٹر سے کہنا چاہئے کہ انکو دیکھئے" اگلیسی الکساندر روویج نے کہا۔

دیکھنے میں تندرست اور جلیلی انادور کر کہ اسے نکال دیا جائے گا کچھ منہ منہ میں بیڑائی اور بیڑی بیڑی چھاتیوں کو ڈھک کر عمارت سے مسکرائی کہ اس کے دودھار ہونے پر شک کیا جا رہا ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں بھی اگلیسی الکساندر روویج کو لگا کہ ان کی صورت حال پر ہنسنا جا رہا ہے۔

"بھ نصیب بچی!" کھائی نے بچی کو بسلاتے ہوئے کہا اور اسے لئے شعلی رہی۔

اگلیسی الکساندر روویج کرسی پر بیٹھ گئے اور دکھ بھری بے بسی کے ساتھ شعلی ہوئی کھائی کو دیکھتے رہے۔

بچی آخر کار چپ ہو گئی اور جب اسے گھری پانچویں میں لٹا دیا گیا اور کھائی ٹکیہ ٹھیک کر کے اس کے پاس سے بہت گہمی تو اگلیسی الکساندر روویج کھڑے ہوئے اور بیڑی مشکل سے بچوں کے بل چل کر بچی کے پاس آئے۔

زرا دیر تو وہ چپ رہے اور بے بسی کی اسی نظر سے بچی کو دیکھتے رہے لیکن اچانک ان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی جس سے ان کے ماتھے کی جلد اور سر کے بال بل گئے اور وہ اسی طرح خاموشی سے کمرے سے چلے گئے۔

کھانے کے کمرے میں انہوں نے کھٹی بھائی اور جو خد جھکار آیا اس کو حکم دیا کہ ڈاکٹر کو لانے کے لئے پھر سے آدی بھیجا جائے۔ انہیں بیوی پر اس بات سے جھینلا ہٹ تھی کہ وہ اس بیماری بچی کی ٹھہر نہیں رکھتی تھیں

اور ان پر جھینلا ہٹ کی اس حالت میں وہ ان کے پاس جانا نہیں چاہتے تھے اور وہ پرنس بیٹی سے بھی ملنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن وہ سکتا تھا بیوی کو تعجب ہو کہ وہ اپنے معمول کے مطابق ان کے پاس آئے کیوں نہیں۔ اس لئے اپنے اوپر جبر کر کے وہ سونے کے کمرے میں چلے گئے۔ نرم قالین پر چل کر وہ بالکل دردناک سے تک آئے تو انہوں نے غیر ارادی طور پر وہ بات چیت سن لی جسے سننا نہ چاہتے تھے۔

"اگر وہ چلے نہ جا رہے ہوتے تو میں آپ کا انکار سمجھ سکتی تھی اور ان کا بھی لیکن آپ کے شوہر کو اس سے بلند تر ہونا چاہئے" بیٹی نے کہا۔

"میں شوہر کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے نہیں چاہتی۔ یہ بات ہی نہ کیجئے!" آنا نے بیجانی آواز میں جواب دیا۔

"لیکن یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ اس شخص سے رخصت ہونا نہ چاہتی ہوں جس نے آپ کی خاطر اپنے کو گولی مار لی..."

"اسی لئے تو میں نہیں چاہتی۔"

اگلیسی الکساندر روویج چہرے پر ڈرے ہوئے اور قصور وار ہونے کے تاثر کے ساتھ ٹھہر گئے اور انہوں نے چاہا کہ چپ چاپ واپس چلے جائیں۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ یہ خلاف تہذیب بات ہوگی وہ مڑ کر آئے اور کھٹکھٹاتے ہوئے سونے کے کمرے کی طرف چلے۔ آوازیں آتی بند ہو گئیں اور وہ کمرے میں آ گئے۔

آنا سرمنی ڈیرنگ گاؤن پہنے ایک سینی پر بیٹھی تھیں۔ ان کے سیاہ بال پھونکے ہوئے تھے اور ان کے گول سر پر کھٹے بال برش کی طرح کھڑے تھے۔ پیشہ کی طرح شوہر کو دیکھ کر ان کے چہرے کا جیالا پن یکبارگی غائب ہو گیا۔ انہوں نے سر جھکا لیا اور بے چینی سے بیٹی کی طرف دیکھنے لگیں۔ بیٹی جدید ترین فیشن کی انتہا کے مطابق ایسی ٹوپی پہنے تھیں جو کہیں ان کے سر کے اوپر اس طرح رکھی تھی جیسے لیپ کے اوپر شیڈ ہوتا ہے اور فائنٹھی رنگ کا لباس پہنے جس کی نمایاں پٹریاں چوٹی پر ایک طرف کو آڑی تھیں اور سائے پر دوسری طرف کو آنا کے پاس ہی اپنی بلند قامت کو سیدھے تانے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے سر جھکا کر مذاق اڑانے والی مسکراہٹ سے اگلیسی الکساندر روویج کا رخ مقدم کیا۔

"آ!" انہوں نے کہا جیسے انہیں بڑا تعجب ہوا ہو "مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ گھر پر ہیں۔ آپ تو کہیں دکھائی ہی نہیں دیتے اور جب سے آنا بیمار پڑی ہیں تب سے میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ میں نے سب سنا۔ کہ آپ نے تنہی ٹھہر مندی دکھائی۔ ارے آپ تو حیرت انگیز شوہر ہیں!" انہوں نے معنی خیز اور شفقت آمیز انداز میں کہا جیسے انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ جیسا برتاؤ کیا تھا اس کے لئے انہیں تنقائے فیاضی عطا کر رہی ہوں۔

اگلیسی الکساندر روویج نے سرد مہری سے تعظیم کی اور بیوی کے ہاتھ کو بوسہ دے کر ان کی طبیعت بحال پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے بہتر ہوں" آنا نے ان سے آنکھ چرا تے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن آپ کے چہرے پر تو بخار بھی رحمت ہے" انہوں نے کہا اور "بخار بھی" پر زور دیا۔

"ہم لوگوں نے ہائیں بہت کیں" بیٹی نے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ میری جانب سے یہ خود غرضی تھی" اس لئے اب میں جاتی ہوں۔"



وہ کھڑی ہو گئیں لیکن اتنا اچانک سرخ ہوتے ہوئے جلدی سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
 "نہیں ابھی ٹھہرے، مہربانی کر کے۔ مجھے آپ سے کتنا ہے... نہیں، آپ سے" وہ اگلیسی  
 الکساندر روڈج سے مخاطب ہوئیں اور رنگ ان کی گردن اور پیشانی پر بھی دوڑ گیا۔ "میں آپ سے کچھ بھی چاہتا  
 نہیں چاہتی اور چپا سکتی بھی نہیں۔"  
 اگلیسی الکساندر روڈج نے انگلیاں پٹختیں اور سر جھکا لیا۔

"نہیسی نے بتایا کہ کاؤنٹ دروڈسکی ہمارے ہاں آنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے تاشقند جانے سے پہلے رخصت  
 ہو لیں۔" انہوں نے شہر کی طرف نہیں دیکھا اور صاف ظاہر تھا کہ وہ جلدی جلدی سب کچھ کہہ دینا چاہتی تھیں  
 چاہے یہ ان کے لئے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ "میں نے کہہ دیا ہے کہ میں ان سے نہیں مل سکتی۔"  
 "آپ نے میری دوست یہ کہا کہ اس کا واروہارا اگلیسی الکساندر روڈج پر ہو گا۔" نہیسی نے ان کو صحیح  
 کیا۔

"نہیں نہیں، میں ان سے نہیں مل سکتی اور اس سے کوئی حاصل بھی نہیں۔" وہ اچانک رک گئیں اور  
 انہوں نے سوالیہ نظروں سے شہر کی طرف دیکھا (وہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے)۔ "مختصر یہ کہ میں نہیں  
 چاہتی۔"

اگلیسی الکساندر روڈج آگے بڑھے اور چاہتے تھے کہ آنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔  
 پہلی حرکت میں تو انہوں نے اپنا ہاتھ ان کے غم اور بڑی بڑی پھولی ہوئی رگوں والے ہاتھ سے چھڑا لیا جو  
 ان کے ہاتھ کو پکڑ رہا تھا لیکن پھر نظر اپنے اوپر جڑ کر کے انہوں نے شہر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔  
 "میں اس اعتماد کے لئے آپ کا بہت شکر گزار ہوں لیکن..." انہوں نے اچھے ہوئے انداز میں  
 جھنجھلاہٹ کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہوئے کہا کہ جو چیز وہ اپنے آپ آسانی اور وضاحت سے طے کر سکتے تھے  
 اس کی بات وہ پرس تویر سکایا کے سامنے نہیں کر سکتے جو انہیں اسی بھونڈی قوت کا پیکر لگتی تھیں جسے لازمی طور  
 پر معاشرے کی نظروں میں ان کی زندگی کی رہنمائی کرنی تھی اور اس میں محض ہوتی تھی کہ وہ خود کو اپنے احساس  
 محبت و معافی کے سپرد کر دیں۔ انہوں نے پرس تویر سکایا کو دیکھا اور رک گئے۔  
 "اچھا تو الدواع، میری جان۔" نہیسی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ انہوں نے آنا کو پیار کیا اور چل دیں۔  
 اگلیسی الکساندر روڈج انہیں رخصت کرنے گئے۔

"اگلیسی الکساندر روڈج! میں جانتی ہوں کہ آپ سچ سچ بہت فیاض آدمی ہیں۔" نہیسی نے چھوٹے  
 ڈرائنگ روم میں رک کر اور ان سے خاص طور سے زوروں سے ایک بار اور ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "میں  
 بہر حال غبر ہوں لیکن آنا سے میں اتنی محبت اور آپ کا اتنا احترام کرتی ہوں کہ میں مشورہ دینے کی جرات کر رہی  
 ہوں۔ اس سے مل لیجئے۔" اگلیسی عزت کا پیکر ہے اور وہ تاشقند جا رہا ہے۔  
 "پرس آپ کی بہرہ ریزی اور مشورے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن اس سوال کو ہم میری  
 بیوی کسی سے مل سکتی ہیں یا نہیں مل سکتیں، وہ خود طے کریں گی۔"

انہوں نے یہ اپنی عادت کے مطابق بھیں چھا کر دو قار کے ساتھ کہا لیکن فوراً ہی خیال ہوا کہ الفاظ  
 چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہوں، ان کی صورت حال میں دو قار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ انہوں نے اس ضبط کی ہوئی  
 بدظنیت اور مذاق اڑانے والی مسکراہٹ میں بھی دیکھ لیا جس سے نہیسی نے ان کی بات کے بعد انہیں دیکھا تھا۔

اگلیسی الکساندر روڈج نے ہال میں تعظیم کر کے نہیسی کو رخصت کیا اور بیوی کے کمرے کی طرف چلے۔  
 وہ لیٹ گئی تھیں لیکن ان کے قدموں کی چاپ سن کر جلدی سے پہلے والے انداز میں بیٹھ گئیں اور زوری زوری  
 نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ دروہی ہیں۔

"تم نے مجھ پر جو اعتماد کیا اس کے لئے میں بہت شکر گزار ہوں۔" انہوں نے مختصراً "روسی زبان میں وہی  
 جملہ دوہرایا جو نہیسی کی موجودگی میں فراہمی میں کہا تھا اور آنا کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ جب وہ روسی میں بات  
 کرتے تھے اور انہیں "تم" کہتے تھے تو اس "تم" سے آنا کو بیش چڑھتی تھی۔ "اور تم نے جو فیصلہ کیا اس کے  
 لئے بھی بہت شکر گزار ہوں۔ میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ اب جب وہ جا رہے ہیں تو کاؤنٹ دروڈسکی کو یہاں آنے  
 کی کوئی ضرورت نہیں۔ بہر حال..."

"تو میں نے تو کہہ دیا، پھر اب دوہرانے کی کیا ضرورت ہے؟" اچانک آنا نے ان کی بات جھنجھلاہٹ کے  
 ساتھ کاٹ دی جسے وہ ضبط نہ کر سکی تھیں۔ انہوں نے سوچا "کوئی بھی ضرورت نہیں اس شخص کو اس عورت  
 سے رخصت ہونے کی جس سے وہ محبت کرتا ہے، جس کے لئے وہ مرنا اور خود کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا اور جو اس  
 کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ نہیں کوئی ضرورت نہیں!" انہوں نے اپنے ہونٹ سمجھنے لگے اور اپنی چپکتی ہوئی  
 آنکھیں جھکا کر شہر کے موٹی پھولی نوں والے ہاتھوں کو دیکھنے لگیں جو دھیرے دھیرے ایک دوسرے کو مل  
 رہے تھے۔

"اس کے بارے میں کبھی بات نہیں کریں گے" انہوں نے سکون کے ساتھ اضافہ کیا۔  
 "میں نے اس سوال کا فیصلہ کرنا تمہارے اوپر چھوڑ دیا اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ..." اگلیسی  
 الکساندر روڈج نے کتنا شروع کیا تھا۔

"کہ میری خواہش آپ کی خواہش سے مطابقت رکھتی ہے" آنا نے جلدی سے جملہ پورا کر دیا۔ انہیں  
 اس بات سے جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی کہ وہ اتنے دھیرے دھیرے بات کرتے ہیں جب کہ وہ پہلے ہی سے جانتی  
 ہوئی ہیں کہ وہ کیا کہیں گے۔

"ہاں!" انہوں نے تائید کی "اور پرس تویر سکایا نے انتخابی مشکل گھریلو معاملے میں بالکل بجاہد اعلیٰ  
 کی۔ خاص طور سے وہ..."

"جو کچھ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے اور اس کا میں بالکل نہیں یقین کرتی" آنا نے تیزی سے کہا "میں  
 جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے سچے دل سے پیار کرتی ہیں۔"

اگلیسی الکساندر روڈج نے ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہو گئے۔ وہ بڑی تشویش کے انداز میں ڈرائنگ  
 گاؤن کے بند سے کھیل رہی تھیں اور انہیں ان کے لئے جسمانی تافر کے اس اذیت ناک احساس کے ساتھ دیکھ  
 رہی تھیں جس پر وہ خود کو غلامت کرتی تھیں لیکن جس کو دور نہ کر سکتی تھیں۔ اس وقت وہ صرف ایک بات  
 چاہتی تھیں۔ کہ ان کی گھٹاؤنی موجودگی سے انہیں نجات مل جائے۔

"میں نے ڈاکٹر کو بلوایا ہے" اگلیسی الکساندر روڈج نے کہا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں، مجھے ڈاکٹری کیا ضرورت ہے؟"



"نہیں، بیٹی چھ ری ہے اور کہتے ہیں کہ انکا دودھ کم ہے۔"

"جب میں نے اس کے لئے سنت کی تھی تو تم نے مجھے کیوں نہیں دودھ پلانے دیا؟ کوئی فرق نہیں پڑتا۔"  
 (الکسینی الکساندر روچ مجھ گئے کہ "کوئی فرق نہیں پڑتا" کے معنی کیا ہیں) "وہ تو بیٹی ہے اور اسے یہ لوگ مار دیں گے" انہوں نے ٹھٹھکی بھائی اور کما کما بچی کو ان کے پاس لایا جائے۔ "میں نے کما کما مجھے دودھ پلانے دیا جائے تو مجھے اجازت نہیں دی اور اب بھی کورا کر رہے ہیں۔"

"میں نے برا نہیں کیا۔"

"نہیں آپ کہہ رہے ہیں! اف میرے خدا! میں مرکیوں نہ مٹی!" اور وہ سسکیاں لینے لگیں۔ "مجھے معاف کر دو" میں جھٹھلائی ہوئی ہوں "میں غلط بات کہہ رہی ہوں" انہوں نے خود کو سنبھالنے ہوئے کہا۔ "اچھا تم جاؤ۔"

الکسینی الکساندر روچ نے بیوی کے پاس سے جاتے ہوئے اپنے آپ سے فیصلہ کن انداز میں کہا "نہیں" یہ اس طرح نہیں رہ سکتا۔"

معاشرے کی نظروں میں ان کی صورت حال کا نام ممکن ہوتا اور ان سے ان کی بیوی کی نفرت اور بالعموم اس بھونڈی براسرار قوت کی طاقت جو ان کی روحانی کیفیت کے بالکل برعکس زندگی میں ان کی رہنمائی کرتی تھی اور جو اپنی مرضی کی قہیل کا اور ان کی بیوی کے ساتھ اپنے تعلقات کو بدلنے کا مطالبہ کرتی تھی، کبھی انہیں اتنی صریحی اور واضح نہیں نظر آئی تھی جتنی آج نظر آئی۔ وہ صاف دیکھ رہے تھے کہ پورا معاشرہ اور بیوی ان سے کسی چیز کا مطالبہ کر رہے تھے، لیکن کس چیز کا۔۔۔ یہ وہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اس کی وجہ سے ان کے دل میں غصے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا جو ان کے سکون کو اور ایک کارنامہ انجام دینے کی خوبی کو برباد کئے دے رہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے لئے بہتر یہی ہوتا کہ وہ دروہی سے تعلقات منقطع کر لیں لیکن اگر وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے تو وہ اس کے لئے بھی تیار تھے کہ ان تعلقات کے بحال ہونے کی اجازت دے دیں بس صرف یہ کہ بچوں کو ذلیل نہ کیا جائے، اسے ان سے محروم نہ کیا جائے اور ان کی اپنی صورت حال کو بدلانہ جائے۔ چاہے یہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو، یہ بالکل قطع تعلق سے تو بہر حال بہتر ہو گا جس میں ان کے لئے کوئی راہ چارہ نہ رہ جائے گی اور وہ خود ان ساری چیزوں سے محروم ہو جائیں گے جن سے محبت کرتے تھے۔ لیکن وہ خود کو بے بس محسوس کرتے تھے، وہ پہلے سے جانتے تھے کہ سب ان کے خلاف ہیں اور انہیں وہ نہ کرنے دیا جائے گا جو انہیں اب اتنا قدرتی اور اچھا لگتا تھا بلکہ انہیں وہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا جو برا ہے لیکن ان لوگوں کو لازمی اور ضروری لگتا تھا۔

21

ابھی بیٹی ہال سے نکل بھی نہ پائی تھیں کہ ان سے دروازے ہی میں استیپان ارکاڈ کا کھٹکی ملاقات ہو گئی جو ابھی ابھی جلیسینٹ (14) کی دکان سے واپس آئے تھے جہاں تازہ کستور اچھیلیوں کی کھپ آئی تھی۔

"آپ کس آیا خوشگوار ملاقات ہوئی! وہ بولے" اور میں آپ کے ہاں گیا تھا۔"

"منت بھری ملاقات" اس لئے کہ میں جاری ہوں "بیٹی نے مسکراتے اور دستانے پہننے ہوئے کہا۔

"پرئس" دستانے ابھی مت پہنئے، مجھے اپنے ہاتھوں کا پورے تو لینے دیجئے۔ میں پرانے دستوروں میں

سے کسی کے پھر سے رائج ہونے کے لئے اتنا شکر گزار نہیں ہوں جتنا ہاتھوں کو پورے دینے کا "انہوں نے بیٹی کے ہاتھ کو پورے دیا۔ "تو ملاقات کب ہوگی؟"

"آپ اس کے مستحق نہیں ہیں" بیٹی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں" میں بہت مستحق ہوں اس لئے کہ میں اب انتہائی عجیبہ آدمی ہو گیا ہوں۔ میں نہ صرف یہ کہ اپنے بلکہ دوسروں کے گھریلو معاملات کو ٹھیک ٹھاک رکھتا ہوں "انہوں نے چہرے پر معنی خیز تاثر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہائے" مجھے کتنی خوشی ہے! "بیٹی نے ان کی بات کو فوراً سمجھ کر کہ وہ ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں" جواب دیا اور وہ لوگ دونوں ہال میں واپس آکر کونے میں کھڑے ہو گئے۔ "وہ تو انہیں مار ڈالیں گے" بیٹی نے معنی خیز سرگوشی میں کہا "یہ تو ناممکن ہے" ناممکن۔۔۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ بھی ایسا سمجھتی ہیں" استیپان ارکاڈ کھٹکی نے عجیبہ اور درد مندو احساس صورت بنا کر سر کو جھٹکتے ہوئے کہا "میں تو اسی کے لئے پیئرس برگ آیا ہوں۔"

"سارا شراہی کی بات کر رہا ہے" بیٹی نے کہا۔ "یہ تو ناممکن صورت حال ہے۔" ان کا کھٹکی جاری ہیں "کھٹکی جاری ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ آفتان عورتوں میں سے ہیں جو اپنے ہڈیات کے ساتھ مذاق نہیں کر سکتیں۔ دو میں سے ایک ضروری ہے۔ یا تو وہ اسے لے جائیں، پر قوت عمل کریں، یا پھر طلاق دے دیں۔ لیکن یہ صورت حال تو آنا کو ٹھکنے دے رہی ہے۔"

"ہاں" ہاں... بالکل یی... "المو کس نے ٹھٹھکی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "میں تو آج ہی اسی لئے ہوں۔ یعنی خاص طور سے اس کے لئے تو نہیں... مجھے جیبر لین بنا دیا گیا ہے تو شکر یہ ادا کرنے کے لئے آنا ہی تھا۔ لیکن خاص بات یہ ہے کہ اس معاملے کو طے کرنا ہے۔"

"خدا آپ کی مدد کرے!" بیٹی نے کہا۔

پرئس بیٹی کو پیش والا ان تک پہنچا کر "ایک بار اور بیٹی کے ہاتھ کو دستانے کے اوپر" جہاں ان کی نبض تھی، پورے کر اور ان کو ادھر ادھر کی ایسی احتیاطی پھٹکا پھٹکا سنا کر کہ بیٹی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ نہیں یا ناراض ہوں، وہ اپنی بہن کے پاس چلے گئے اور دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔

استیپان ارکاڈ کھٹکی کا دل تو خوشی سے لبریز تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے فوراً ہی بڑے قدرتی انداز میں وہ ہمدردانہ "شاعرانہ اور پر جوش لہجہ اختیار کر لیا جو ان کی مزاجی کیفیت سے مطابقت رکھتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ طبیعت کیسی ہے اور صبح بھر انہوں نے کیا کیا۔

"بہت ہی بری حالت ہے۔ دن کو بھی صبح کو بھی کل بھی ایسی ہی تھی اور کل رہے گی بھی ایسی ہی" آنا نے جواب دیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تم پر اداسی اور ناامیدی چھا جاتی ہے۔ خود کو بھونڈے کی ضرورت ہے، زندگی سے آنکھیں ملانے کی ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مشکل ہے لیکن..."

"میں نے یہ سنا تھا کہ عورتیں مردوں سے ان کی برائیوں کی بنا پر بھی محبت کرتی ہیں" آنا یکبارگی بول پڑیں "لیکن میں ان کی نیکیوں کی بنا پر ان سے نفرت کرتی ہوں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ تم سمجھو اس بات کو کہ ان کو دیکھ کر مجھ پر حسرتی طور پر رد عمل ہوتا ہے، میں آپ سے باہر ہو جاتی ہوں۔ میں ان کے ساتھ



نہیں رہ سکتی، نہیں رہ سکتی۔ اب میں کیا کروں؟ میں دکی تھی اور میں سوچتی تھی کہ اس سے زیادہ دکی ہونا تو ناممکن ہے لیکن اب میں جس بھیاںک حالت میں ہوں اس کا تو میں تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ تم یقین کر دو گے بھلا کہ میں یہ جانتی ہوں کہ وہ نیک اور بہت سی اچھے آدمی ہیں مگر میں ان کے ناخن کے برابر بھی نہیں ہوں، پھر بھی میں ان سے نفرت کرتی ہوں۔ میں ان کی دریا دلی کی بنا پر ان سے نفرت کرتی ہوں۔ اور میرے لئے کچھ نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ۔۔۔

وہ کتنا جانتی تھی، مگر ماؤں! لیکن اسٹی بان ارکاڈ سچے نے انہیں نہیں کئے دیئے۔

”تم بیمار ہو اور مجھ لائی ہوئی ہو“ انہوں نے کہا ”تم میری بات مافوق کہ تم بے انتہا مبالغے سے کام لے رہی ہو۔ اس میں ایسی بھیاںک کوئی بات نہیں ہے۔“

اور اسٹی بان ارکاڈ سچے مسکرائے۔ اسٹی بان ارکاڈ سچے کی جگہ دوسرے کسی آدمی کو اگر ایسی ناامیدی سے سہاوت پڑتا تو وہ مسکرائے کی جرات نہ کرتا (مسکراتا بھوڑا اپن گلا) لیکن ان کی مسکراہٹ میں اتنی نیک دلی اور تقریباً نسوانی شفقت تھی کہ اس سے تو میں کا احساس نہ ہوتا بلکہ وہ تکلیف کو آسان بنا دیتی تھی اور تسکین پہنچاتی۔ ان کی پرسکون اور تسکین بخش باتیں اور مسکراہٹ روحن بادام کی طرح درد کو کم کرنے اور آرام دینے کا عمل کرتی تھیں۔ اور آٹانے نے فوراً ہی اسے محسوس کیا۔

”نہیں استیو!“ انہوں نے کہا ”میں برباد ہو گئی، برباد ہو گئی یا تو بربادی سے بھی بدتر ہے! میں ابھی برباد تو نہیں ہوئی، یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ سب ختم ہو گیا۔ بلکہ اس کے برعکس میں محسوس کرتی ہوں کہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ میں ساز کے حد سے زیادہ سننے والے ناری طرح ہوں جو نوٹ کر رہا ہے۔ لیکن ابھی تو میں ختم ہوا۔۔۔ ختم بڑے بھیاںک طریقے سے ہو گا۔“

”کوئی بات نہیں“ دھیرے دھیرے تار کو ڈھیلا کرنا ممکن ہے۔ کوئی ایسی صورت حال ہوتی ہی نہیں جس سے نکلنے کی راہ نہ ہو۔“

”میں نے سوچا اور بہت سوچا۔ صرف ایک۔۔۔“

وہ پھر ان کی ذری ہوئی صورت سے سمجھ گئے کہ یہ جس واحد راہ چارہ کی بات کر رہی ہیں وہ موت ہے اور انہوں نے آٹانے کو پھر بات پوری کرنے نہیں دی۔

”ذرا بھی نہیں!“ انہوں نے کہا ”مجھے معاف کرنا۔ تم اپنی صورت حال تو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں جیسے میں دیکھتا ہوں۔ مجھے صاف صاف اپنی رائے کا اظہار کرنے دو“ اور پھر وہ اپنے روحن بادام انداز میں مسکرائے۔ ”میں شروع سے شروع کرتا ہوں۔ تم نے ایک ایسے شخص سے شادی کی جو تم سے بیس سال بڑا ہے۔ تم نے شادی کی محبت کے بغیر یا یہ جانے بغیر کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ ماننا ہو گا کہ یہ لفظی تھی۔“

”بھیاںک لفظی!“ آٹانے نے کہا۔

”لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ یہ حتمی شدہ حقیقت ہے۔ بعد کو تم نے یوں کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور شخص سے محبت کرنے کی بد نصیبی سمجھتی ہے۔ یہ بد نصیبی ہے لیکن یہ بھی حتمی شدہ حقیقت ہے۔ اور تمہارے شوہر کو اس کا پتہ چل گیا اور اس نے اس بات کو معاف کر دیا“ وہ ہر جملے کے بعد رک جاتے تھے اور آٹانے کے اعتراض کا انتظار کرتے تھے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ”ایسا ہی ہے۔“ اب سوال یہ ہے کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ بدستور رہ سکتی ہو یا نہیں؟ تم یہ جانتی ہو یا نہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں یا نہیں؟“

”میں کچھ نہیں جانتی، کچھ بھی نہیں جانتی۔“

”لیکن تم نے تو خود کہا کہ تم انہیں برداشت ہی نہیں کر سکتیں۔“

”نہیں میں نے نہیں کہا میں نے جو کہا وہاں لپکتی ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی اور کچھ نہیں سمجھتی۔“

”ہاں، لیکن مجھے کہنے دو۔۔۔“

”تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی کھڑے سر کے بل گرتی جا رہی ہوں لیکن مجھے اپنے آپ کو چھٹا نہیں چاہئے اور میں بچا سکتی بھی نہیں۔“

”کوئی بات نہیں، ہم کسی نہ کسی چیز کا سارا لیں گے اور ہمیں پکڑیں گے۔ میں تمہیں سمجھتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ تم اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لے سکتیں کہ اپنی خواہش کا اپنے احساسات کا اظہار کرو۔“

”میں کچھ نہیں جانتی، کچھ بھی نہیں، صرف یہ کہ سب کچھ ختم ہو جائے۔“

”اور وہ اسے دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اور کیا تم واقعی یہ سمجھتی ہو کہ ان پر تم سے کم اس کا بوجھ ہے؟ تم اذیت جمیل رہی ہو، وہ اذیت جمیل رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟ جبکہ طلاق سارے مسئلے کو سلجھا سکتا ہے“ اسٹی بان ارکاڈ سچے نے آخر کار بڑی کوشش کر کے اپنے خاص خیال کا اظہار کر دیا اور معنی خیز انداز میں انہیں دیکھا۔

آٹانے نے کوئی جواب نہیں دیا اور انکار میں اپنے کئے ہالوں والا سر ہلادیا۔ لیکن ان کا چہرہ ان کی پہلی والی خوبصورتی سے دمک اٹھا تھا اور اس کے تاثر سے اسٹی بان ارکاڈ سچے نے دیکھا کہ آٹانے طلاق صرف اس لئے نہیں چاہتیں کہ یہ انہیں ناممکن خوش محسوس معلوم ہوتا ہے۔

”مجھے تم لوگوں پر بے حد ترس آتا ہے! اور اگر میں اس صحیحی کو سلجھا سکتا تو مجھے کتنی خوشی ہوتی!“ اسٹی بان ارکاڈ سچے نے کہا جو اب زیادہ جرات سے مسکرا رہے تھے۔ ”مت کو، کچھ مت کو! کاش خدا مجھے ویسے ہی بات کرنے کی طاقت دے جیسے میں محسوس کرتا ہوں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔“

آٹانے فکرمند چمکتی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور کچھ نہیں بولیں۔

22

اسٹی بان ارکاڈ سچے کسی حد تک اسی پر تقدس صورت کے ساتھ، جس طرح وہ اپنی عدالت میں کرسی صدارت پر بیٹھے تھے، ”الکسینی الکساندر رووچ کے کمرے میں داخل ہوئے۔“ الکسینی الکساندر رووچ ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے کمرے میں مثل رہے تھے اور اسی مسئلے پر سوچ رہے تھے جس کے بارے میں اسٹی بان ارکاڈ سچے ان کی بیوی سے باتیں کر رہے تھے۔

”میں غلّ تو نہیں ہوں گا؟“ اسٹی بان ارکاڈ سچے نے اپنے بہنوئی کو دیکھتے ہی اچانک اپنی عادت کے خلاف کچھ ہو کھلا ہٹ سی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ اس ہو کھلا ہٹ کو چھپانے کے لئے انہوں نے اپنا سرٹ کس نکالا، جو انہوں نے حالی میں خرید ا تھا اور جس کو کھولنے کا طریقہ نیا تھا، اور اس کے پڑے کو سوچتے ہوئے اس میں سے ایک پیادوس نکالا۔

”نہیں۔“ ہمیں کچھ چاہئے کیا؟“ الکسینی الکساندر رووچ نے بادل ناخواستہ جواب دیا۔

”ہاں“ میں چاہتا تھا، مجھے با۔۔۔ ہاں، بات کرنی ہے!“ اسٹی بان ارکاڈ سچے نے اپنی عادت کے خلاف جھجک



نہیں رہ سکتی، نہیں رہ سکتی۔ اب میں کیا کروں؟ میں دکھی تھی اور میں سوچتی تھی کہ اس سے زیادہ دکھی ہونا تو ناممکن ہے لیکن اب میں جس بے یار و مددگار حالت میں ہوں اس کا تو میں تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ تم یقین کر کے بھلا کہ میں یہ جانتی ہوں کہ وہ نیک اور بہت سی اچھے آدمی ہیں مگر میں ان کے ناخن کے برابر بھی نہیں ہوں، پھر بھی میں ان سے نفرت کرتی ہوں۔ میں ان کی دریا دلی کی بنا پر ان سے نفرت کرتی ہوں۔ اور میرے لئے کچھ نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ...

وہ کتنا چاہتی تھی، مگر مرغاؤں، لیکن اسٹی بان ارکاڈ چٹانے انہیں نہیں کہنے دیا۔  
"تم بیمار ہو اور جھنجھلائی ہوئی ہو" انہوں نے کہا "تم میری بات مانو کہ تم بے انتہا مبالغے سے کام لے رہی ہو۔ اس میں ایسی بے یار و مددگار بات نہیں ہے۔"

اور اسٹی بان ارکاڈ چٹانے اسٹی بان ارکاڈ چٹانے کی جگہ دوسرے کسی آدمی کو اگر ایسی ناامیدی سے سابقہ پڑتا تو وہ مسکراتے کی جرات نہ کرتا (مسکراتا بھڑا ہوا ہوتا) لیکن ان کی مسکراہٹ میں اتنی نیک دلی اور تقریباً نسوانی شفقت تھی کہ اس سے توہین کا احساس نہ ہوتا بلکہ وہ تکلیف کو آسان بنا دیتی تھی اور تسکین پہنچاتی۔ ان کی پرسکون اور تسکین بخش باتیں اور مسکراہٹ روغن بادام کی طرح درد کو کم کرنے اور آرام دینے کا عمل کرتی تھیں۔ اور آٹانے فوراً ہی اسے محسوس کیا۔

"نہیں استیو!" انہوں نے کہا "میں برباد ہو گئی، برباد ہو گئی یا تو بربادی سے بھی بدتر ہے! میں ابھی برباد تو نہیں ہوئی، یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ سب ختم ہو گیا۔ بلکہ اس کے برعکس میں محسوس کرتی ہوں کہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ میں ساز کے حد سے زیادہ ہتے ہوئے تاریک طرح ہوں جو نوٹ کر رہے گا۔ لیکن ابھی تو نہیں ختم ہوا... ختم بڑے بے یار و مددگار طریقے سے ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں، دھیرے دھیرے تار کو ڈھیلا کرنا ممکن ہے۔ کوئی ایسی صورت حال ہوتی ہی نہیں جس سے نکلنے کی راہ نہ ہو۔"

"میں نے سوچا اور بہت سوچا۔ صرف ایک..."

وہ پھر ان کی ذری ہوئی صورت سے سمجھ گئے کہ یہ جس واحد راہ چارہ کی بات کر رہی ہیں وہ موت ہے اور انہوں نے آٹانے کو پھر بات پوری کرنے نہیں دی۔

"ذرا ابھی نہیں" انہوں نے کہا "مجھے معاف کرنا۔ تم اپنی صورت حال تو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں جیسے میں دیکھتا ہوں۔ مجھے صاف صاف اپنی رائے کا اظہار کرنے دو" اور پھر وہ اپنے روغن بادام انداز میں مسکرائے۔ "میں شروع سے شروع کرتا ہوں۔ تم نے ایک ایسے شخص سے شادی کی جو تم سے بیس سال بڑا ہے۔ تم نے شادی کی محبت کے بغیر یا جانے بغیر کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ ماننا ہو گا کہ یہ لفظی تھی۔"

"بے یار و مددگار لفظی!" آٹانے کہا۔

"لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ یہ تحلیل شدہ حقیقت ہے۔ بعد کو تم نے 'یوں کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور شخص سے محبت کرنے کی بد عینسی جھگڑتی۔ یہ بد عینسی ہے لیکن یہ بھی تحلیل شدہ حقیقت ہے۔ اور تمہارے شوہر کو اس کا پتہ چل گیا اور اس نے اس بات کو معاف کر دیا" وہ ہر پہلو کے بعد رک جاتے تھے اور آٹانے کے اعتراض کا انتہار کرتے تھے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "ایسا ہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ بدستور رہ سکتی ہو یا نہیں؟ تم یہ چاہتی ہو یا نہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں یا نہیں؟"

"میں کچھ نہیں جانتی، کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"لیکن تم نے تو خود کہا کہ تم انہیں برداشت ہی نہیں کر سکتیں۔"

"نہیں میں نے نہیں کہا، میں نے جو کماؤہ واپس لیتی ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتی اور کچھ نہیں سمجھتی۔"

"ہاں، لیکن مجھے کہنے دو کہ..."

"تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی کھڑے سر کے بل کرتی جا رہی ہوں لیکن مجھے

اپنے آپ کو پہچانا نہیں چاہئے اور میں پہچان سکتی بھی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں، ہم کسی نہ کسی چیز کا سارا لیں گے اور ہمیں پکڑ لیں گے۔ میں ہمیں سمجھتا ہوں، سمجھتا

ہوں کہ تم اپنے اوپر یہ ذمہ داری نہیں لے سکتیں کہ اپنی خواہش کا اپنے احساسات کا اظہار کرو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی، کچھ بھی نہیں، صرف یہ کہ سب کچھ ختم ہو جائے۔"

"اور وہ اسے دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اور کیا تم واقعی یہ سمجھتی ہو کہ ان پر تم سے کم اس کا بوجھ ہے؟ تم اذیت جھیل رہی ہو، وہ اذیت جھیل رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟ جبکہ طلاق سارے مسئلے کو سلجھا سکتا ہے" اسٹی بان ارکاڈ چٹانے آخر کار بڑی کوشش کر کے اپنے خاص خیال کا اظہار کر رہی دیا اور معنی خیز انداز میں انہیں دیکھا۔

آٹانے کوئی جواب نہیں دیا اور انکار میں اپنے کئے ہالوں والا سر ہلا دیا۔ لیکن ان کا چہرہ ان کی پہلی دلی خوبصورتی سے دمک اٹھا تھا اور اس کے تاثر سے اسٹی بان ارکاڈ چٹانے دیکھا کہ آٹانے طلاق صرف اس لئے نہیں چاہتیں کہ یہ انہیں ناممکن خوش محسوس ہو جائے۔

"مجھے تم لوگوں پر بے حد ترس آتا ہے! اور اگر میں اس صحیحی کو سلجھا سکتا تو مجھے کتنی خوشی ہوتی! اسٹی بان ارکاڈ چٹانے کہا جو اب زیادہ جرات سے مسکرا رہے تھے۔ "مت کو، کچھ مت کو! کاش خدا مجھے دیے ہی بات کرنے کی طاقت دے بیٹھے میں محسوس کرتا ہوں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔"

آٹانے ٹھہرنا بند چمکتی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور کچھ نہیں بولیں۔

## 22

اسٹی بان ارکاڈ چٹانے کی حد تک اسی پر تقدس صورت کے ساتھ، جس طرح وہ اپنی عدالت میں کرسی صدارت پر بیٹھے تھے، اگستینی الکساندر روچ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اگستینی الکساندر روچ ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے کمرے میں ٹھل رہے تھے اور اسی مسئلے پر سوچ رہے تھے جس کے بارے میں اسٹی بان ارکاڈ چٹانے ان کی بیوی سے باتیں کر رہے تھے۔

"میں غلط تو نہیں ہوں گا؟" اسٹی بان ارکاڈ چٹانے اپنے بہنوئی کو دیکھتے ہی اچانک اپنی عادت کے خلاف کچھ بوکھلاہٹ ہی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ اس بوکھلاہٹ کو چھپانے کے لئے انہوں نے اپنا سرٹ کیس نکالا، جو انہوں نے حال ہی میں خرید ا تھا اور جس کو کھولنے کا طریقہ نہ تھا، اور اس کے پڑے کو سونگھتے ہوئے اس میں سے ایک پیپر ڈس نکالا۔

"نہیں۔ ہمیں کچھ چاہئے کیا؟" اگستینی الکساندر روچ نے ہاتھ باخو استہ جواب دیا۔

"ہاں، میں چاہتا تھا، مجھے با... ہاں بات کرنی ہے" اسٹی بان ارکاڈ چٹانے اپنی عادت کے خلاف جھجک



محسوس کرنے پر خود حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ احساس اتنا غیر متوقع اور عجیب تھا کہ اسی پان ارکاڈ سچ کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ ان کے ضمیری آواز تھی جو کہ میری تھی کہ جو کچھ وہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ برا ہے۔ اسی پان ارکاڈ سچ نے اپنے اوپر جبر کیا اور جو جھجک ان پر طاری ہو رہی تھی اس پر قابو لایا۔

انہوں نے سرخ ہوتے ہوئے کہا ”مجھے امید ہے کہ تم بہن سے میری محبت اور تم سے غلطانہ تعلق اور احرام کا یقین کرتے ہو گے۔“

الکسینی الکساندر روڈیج رک گئے اور انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا لیکن اسی پان ارکاڈ سچ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ان کے چہرے پر تابعدارانہ قربانی کے آثار نمایاں تھے۔

”میرا ارادہ تھا... میں چاہتا تھا کہ اپنی بہن کے بارے میں اور آپ دونوں کی صورت حال کے بارے میں بات کروں“ اسی پان ارکاڈ سچ نے کہا۔ وہ اپنے خلاف حادثہ شریعیہ پن کے خلاف ابھی تک جدوجہد کر رہے تھے۔

الکسینی الکساندر روڈیج عقلمن انداز میں مسکرائے ”انہوں نے اپنے سالے کو دیکھا اور کوئی جواب دیئے بغیر میز کے پاس گئے اور اس پر سے ایک خط اٹھایا جو انہوں نے لکھنا شروع کیا تھا اور اسے اپنے سالے کو دے دیا۔

”میں بھی سارے وقت اسی کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ اور یہ ہے جو میں نے لکھنا شروع کیا تھا یہ سمجھ کر کہ لکھ کر میں زیادہ اچھی طرح بات کر سکتا ہوں اور یہ کہ میری موجودگی سے انہیں جھنجھلاہٹ ہوتی ہے“ انہوں نے خط دیتے ہوئے کہا۔

اسی پان ارکاڈ سچ نے خط لے لیا اور کچھ سمجھ میں نہ آنے والی حیرانی کے ساتھ ان بے حرکت بے نور آنکھوں کو دیکھا جو ان کے چہرے پر گڑی تھیں ”اور پڑھنے لکھنے“

”میں دیکھتا ہوں کہ میری موجودگی آپ کو گراں گزرتی ہے۔ میرے لئے یہ یقین کرنا چاہیے کتنا تکلیف دہ نہ ہو لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو الزام نہیں دیتا اور خدا میرا شاہد ہے کہ میں نے آپ کو آپ کی بنیادی کے زمانے میں دیکھ کر دل و جان سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ سب بھلاؤں کا جو ہمارے درمیان ہوا تھا اور نئی زندگی شروع کروں گا۔ میں نے جو کچھ کیا اس پر میں پچھتا نہیں رہا ہوں اور کبھی نہیں پچھتاؤں گا۔ لیکن میری صرف ایک خواہش تھی ”آپ کی بہبود“ آپ کی روح کی بہبود۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ نہیں حاصل ہو سکی۔ آپ مجھ سے خود تادیب کے کون سی چیز آپ کو سچی خوشی اور آپ کی روح کو سکون دے گی۔ میں سب کچھ آپ کی مرضی پر اور آپ کے اس احساس پر چھوڑتا ہوں کہ کیا جائز و مناسب ہے۔“

اسی پان ارکاڈ سچ نے خط واپس کر دیا اور اسی کچھ سمجھ میں نہ آنے والے انداز میں اپنے بہنوئی کو دیکھتے رہے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہیں یہ خاموشی ان دونوں کے لئے اتنی ایٹمی تھی کہ اسی پان ارکاڈ سچ جب چپ چاپ کارستین کے چہرے پر نظرس گزرتے تھے تو ان کے ہونٹوں پر مریضانہ لکھی طاری ہو گئی۔

الکسینی الکساندر روڈیج نے مڑتے ہوئے کہا ”تو یہ میں ان سے کہنا چاہتا تھا۔“

”ہاں ہاں...“ اسی پان ارکاڈ سچ جو اب دینے سے قاصر تھے اس لئے کہ ان کا کھاراندہ گیا تھا۔ ”ہاں

ہاں میں آپ کو سمجھتا ہوں“ آخر کار انہوں نے اٹھ کما۔

”میں جانا چاہتا ہوں کہ وہ چاہتی کیا ہیں“ الکسینی الکساندر روڈیج نے کہا۔

”مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ اپنی صورت حال کو خود نہیں سمجھتی۔ وہ فیصلہ کری نہیں سکتیں“ اسی پان ارکاڈ سچ نے خود کو سنہٹتے ہوئے کہا۔ ”وہ تمہاری دریاہلی سے دب کر رہ گئی ہیں بالکل دب گئی ہیں۔ اگر وہ یہ خط پڑھیں تو وہ کچھ کہنے لگیں گی نہ رہ جائیں گی“ وہ بس اپنا سر اور جھکائیں گی۔

”ہاں لیکن پھر اس صورت میں کیا کیا جائے؟ کیسے سمجھایا جائے... کیسے ان کی مرضی جانی جائے؟“

”اگر تم مجھے اپنی رائے کا اظہار کرنے کی اجازت دو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے اقدامات کی طرف اشارہ کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ جنہیں تم ضروری سمجھتے ہو تاکہ اس صورت حال کو ختم کر دیا جائے۔“

”مطلب یہ کہ تم سمجھتے ہو کہ اسے ختم کرنا ضروری ہے؟“ الکسینی الکساندر روڈیج نے ان کی بات کاٹ دی۔ ”لیکن کیسے؟“ انہوں نے خلاف عادت آنکھوں کے سامنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اضافہ کیا ”مجھے تو اس سے لنگھنے کی کوئی ممکن راہ نہیں نظر آتی۔“

”کسی بھی صورت حال سے لنگھنے کی راہ تو ہوتی ہے“ اسی پان ارکاڈ سچ نے کھڑے ہو کر کہا اور لگا کر جیسے ان میں جان پڑ گئی ہو۔ ”ایک وقت تھا جب تم قطع تعلق کرنا چاہتے تھے... اگر اب تم کو یقین ہو گیا ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے کو خوشی نہیں دے سکتے...“

”خوشی کو مختلف طریقوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن فرض کر لیتے ہیں کہ میں ہر چیز پر راضی ہوں میں کچھ نہیں چاہتا۔ تو بھی ہماری صورت حال سے لنگھنے کی راہ کیا ہے؟“

”اگر تم میری رائے جانا چاہتے ہو“ اسی پان ارکاڈ سچ نے اسی تسکین بخش ”روغن بادام بھی نرم و شیف مسکراہٹ کے ساتھ کہا جس سے وہ آتنا سے بات کر رہے تھے۔ یہ نیک مسکراہٹ اس قدر قائل کن تھی کہ الکسینی الکساندر روڈیج غیر ارادی طور پر اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اور اس کو تسلیم کرتے ہوئے ہر اس بات کو ماننے پر تیار ہو گئے جو اسی پان ارکاڈ سچ کہیں۔ اسی پان ارکاڈ سچ نے اپنی بات جاری رکھی ”وہ یہ کبھی نہیں کہہ سکتیں لیکن صرف ایک ہی چیز ممکن ہے“ وہ صرف ایک ہی چیز خواہش کر سکتی ہیں۔ یہ ہے اس رشتے کو اور اس سے وابستہ ساری یادوں کو ختم کر دینا۔ میری رائے میں تم لوگوں کی صورت حال میں نیا باہمی رشتہ قائم کرنا ضروری ہے۔ اور یہ رشتہ طرفین کی آزادی ہی سے قائم ہو سکتا ہے۔“

”طلاق“ الکسینی الکساندر روڈیج نے کراہت کے ساتھ ان کی بات کاٹ دی۔

”ہاں میں سمجھتا ہوں کہ طلاق۔ ہاں طلاق“ اسی پان ارکاڈ سچ نے سرخ ہوتے ہوئے دہرایا۔ ”یہ ہر اعتبار سے ایسے میاں بیوی کے لئے سب سے زیادہ معقول راہ چارہ ہے جو ایسی صورت حال کو بچ گئے ہوں جیسی تم لوگوں کی ہے۔ اگر میاں بیوی کو یہ لگے کہ ان کے لئے ساتھ زندگی بسر کرنا ناممکن ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ اور یہ تو بیسہ ہی ہو سکتا ہے۔“ الکسینی الکساندر روڈیج نے صفائی سانس بھری اور آنکھیں بند کر لیں۔

”اس میں صرف ایک چیز غور طلب ہے۔ کہ میاں بیوی میں سے کوئی بھی دوسری شادی کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں“ تب تو بہت آسان ہے“ اسی پان ارکاڈ سچ نے رفتہ رفتہ شریعیہ پن سے زیادہ آزاد ہوتے ہوئے کہا۔

الکسینی الکساندر روڈیج نے مارے تہکان کے بھوسے سکھڑ لیں ”اپنے آپ ہی کچھ بددائے لیکن جواب



کچھ نہیں دیا۔ اس سب کو جو استیپان ارکاڈوچ کے لئے بہت سی آسان لگ رہا تھا، گلیسنی الکساندر روچ بڑا درد ہار سوچ رہے تھے۔ اور یہ سب انہیں نہ صرف یہ کہ بہت آسان نہیں لگتا تھا بلکہ پوری طرح ناممکن لگتا تھا۔ وہ اپنی طلاق کی تفصیلات جانتے تھے اور اب وہ انہیں ناممکن لگتا تھا اس لئے کہ خودداری کا احساس اور مذہب کا احترام اس بات کی اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ فرضی بدکاری کا الزام اپنے سر لیں اور اس سے بھی کم اجازت اس بات کی دیتا تھا کہ یہی کی "ذلت اور رسوائی ہو۔ طلاق دوسری اور اہم و بھاری بات پر بھی ناممکن معلوم ہو رہا تھا۔

طلاق کی صورت میں بیٹے کا کیا ہو گا؟ اس کے ماں کے ساتھ رہنے دینا ناممکن تھا۔ طلاق کے فیصلوں کا پتہ دوسرا غیر قانونی خاندان ہو گا جس میں سوتیلے بیٹے کی صورت حال اور اس کی پرورش و پرورش کا ہر طرح سے غرابی ہوگی۔ اسے اپنے ساتھ رکھنا؟ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کی طرف سے ایک انتہائی اقدام ہو گا اور یہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے علاوہ طلاق، گلیسنی الکساندر روچ کے لئے سب سے زیادہ ناممکن اس لئے لگتا تھا کہ طلاق پر رضامند ہو کر وہ اپنا کوئی اقدام سے بالکل بے پروا کر دیں گے۔

ماں کو اس دور میں الکساندر روچ نے جو بات کہی تھی وہ ان کے دل میں چھو گئی تھی کہ طلاق کا فیصلہ کرنے میں وہ صرف اپنے بارے میں سوچتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس اقدام سے وہ اپنا کوئی عیش کے لئے قطعی طور پر بے پروا کر دیں گے اور وہ اسی بات کو اپنے معاف کر دینے سے اور بچوں سے اپنے لگاؤ سے وابستہ کر کے اپنی اپنے طور پر سمجھتے تھے۔ طلاق پر رضامند ہونا اور اپنا کوئی آزاد کر دینے کا مطلب اب ان کی سمجھ کے مطابق یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو بچوں کی زندگی کے آخری بندھن سے بھی چھڑالیں گے، جن سے وہ محبت کرتے تھے اور اپنا سے نیکی کے راستے پر واپس آنے کا آخری سارا بھی چین لیں گے اور انہیں چاہی کے عمار میں بھونک دیں گے۔ اگر وہ مطمئن ہوں گی تو وہ جانتے تھے کہ اپنا ضرور درد و دھن کے ساتھ رہنے لگیں گی اور یہ تعلق غیر قانونی اور بھرمات ہو گا اس لئے کہ کلیسا کے قانون کے مطابق جب تک شوہر زندہ ہے تب تک بیوی کی شادی نہیں ہوگی۔

"وہ اس سے جا نہیں گی اور سال دو سال بعد یا تو وہ انہیں چھوڑ دے گا یا پھر کوئی نیا تعلق پیدا کر لیں گی" گلیسنی الکساندر روچ نے سوچا "اور میں غیر قانونی طلاق پر رضامند ہو کر ان کی چاہی کا قصور وار ہوں گا۔"

یہ سب انہوں نے نیکو دل ہار سوچا تھا اور انہیں یقین تھا کہ طلاق کا معاملہ نہ صرف یہ کہ بہت آسان نہیں ہے، جیسا کہ ان کے سالے بتا رہے تھے بلکہ بالکل ناممکن تھا۔ وہ استیپان ارکاڈوچ کے ایک لفظ پر بھی یقین نہیں کر رہے تھے "ان کے ہر لفظ پر بڑا درد اور اعتراض کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے سالے کی بات پر محسوس کرتے ہوئے سنی کہ ان کے الفاظ میں اس طاقتور بھونڈی قوت کے خیالات کا اظہار ہو رہا ہے جو ان کی زندگی کی رہنمائی کرتی ہے اور جس کی تابعداری انہیں کئی ہی پڑے گی۔

"سوال صرف یہ ہے کہ تم کن شرطوں پر طلاق دینے پر رضامند ہو گے۔ وہ کچھ نہیں چاہتیں، کچھ بھی مانگتے کی بہت نہیں کر سکتیں، وہ سب کچھ تمہاری دریا دلی پر چھوڑتی ہیں۔"

"اف میرے خدا! اف میرے خدا! آخر کس لئے؟" گلیسنی الکساندر روچ نے طلاق کی ان تفصیلات کو یاد کر کے سوچا جن میں شوہر الزام اپنے اوپر لے لیتا ہے "اور اسی طرح جیسے درد و دھن نے کیا تھا انہوں نے بھی شرم سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

"تم بہت پریشان ہو، میں سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر تم اس پر غور کرو تو۔۔۔"

"اور انہیں گال پر تھپڑ مارنے والے کے سامنے پایاں گال کر دو اور کھٹان اتارنے والے کو قیاس بھی دے دو" گلیسنی الکساندر روچ نے سوچا۔

"ہاں ہاں! انہوں نے جی جی کر کہا "میں رسوائی اپنے سر لے لوں گا، بیٹے کو بھی دے دوں گا، لیکن یہ بہتر نہ ہو گا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال یہ تمہارا ہی چاہ ہے کہ۔۔۔"

اور وہ سالے کی طرف سے منہ پھیر کر "تاکہ وہ انہیں نہ دیکھیں، کھڑکی کے پاس کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہیں بڑی سچی "بڑی شرم کا احساس ہو رہا تھا لیکن اس سچی اور شرم کے ساتھ ہی انہیں اپنے اظہار کی بلندی کے سامنے خوشی اور لطافت کا بھی احساس ہوا۔

استیپان ارکاڈوچ نے متاثر ہو گئے تھے۔ وہ چپ بیٹھے رہے۔

"گلیسنی! میں کچھ کہتا ہوں وہ تو تمہاری دریا دلی کی بڑی قدر کرتی ہیں" انہوں نے کہا "لیکن صاف ظاہر ہے کہ خدا کی مرضی یہی تھی" انہوں نے اضافہ کیا اور کتے کی محسوس کیا کہ یہ یہی قوتی کی بات تھی اور اپنی یہ قوتی پر مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے ضبط کیا۔

گلیسنی الکساندر روچ کچھ جواب دینا چاہتے تھے لیکن آنسوؤں نے انہیں روک دیا۔

استیپان ارکاڈوچ نے کہا "یہ بد محسوس تھوڑی سی ہے اور اسے تسلیم کر لیتا چاہئے۔ میں نے اس بد محسوس کو ایک خبیث شہہ حقیقت کی طرح مان لیا اور کو شش کر رہا ہوں کہ تمہاری اور ان کی بددکریوں۔"

جب استیپان ارکاڈوچ نے کھڑکی کے کمرے سے نکلے تو وہ بہت متاثر تھے لیکن یہ چیز ان کے اس بات سے مطمئن اور خوش ہونے میں مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے معاملے کو کامیابی کے ساتھ طے تمام کر دیا اس لئے انہیں یقین تھا کہ گلیسنی الکساندر روچ اپنے قول سے پھر گئے نہیں۔ اس طمانیت کے ساتھ یہ خیال بھی مل گیا کہ جب یہ سارا معاملہ ختم ہو جائے گا تو وہ اپنی بیوی سے اور قریبی شناساؤں سے یہ سوال کریں گے کہ "مجھ میں اور اعلیٰ حضرت میں کتنا فرق ہے؟ اعلیٰ حضرت طلاق منظور کر دیتے ہیں اور اس سے کسی کی حالت بہتر نہیں ہوتی" اور میں نے طلاق دلوا دی اور تمہیں کی حالت بہتر ہو گئی۔" یا "مجھ میں اور اعلیٰ حضرت میں کیا چیز مشترک ہے؟ جب۔۔۔ بہر حال اس کے بارے میں میں سوچوں گا" انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔

## 23

درد و دھن کا زخم خطرناک تھا حالانکہ دل اس کی زد میں نہیں آیا تھا۔ کئی دن وہ زندگی اور موت کے درمیان جمو رہا تھا۔ جب وہ پہلی بار اس لائق ہوا کہ بات کر سکے تو صرف اس کی بھانج و دریا کرے میں تھیں۔

"واریا! اس نے ان کو کتنے نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میں نے بالکل اتفاقاً خود کو گولی مار لی تھی۔ اور میرانی کر کے بھی اس کی بات نہ کرنا اور سب سے بھی کہہ دینا۔ ورنہ بڑی یہی قوتی کی بات لگے گی۔"

اس کی بات کا جواب دینے بغیر واریا خوشی سے مسکراتی ہوئی اس کے اوپر جھک گئیں اور اس کے چہرے کو دیکھنے لگیں۔ آنکھیں روشن تھیں، بخاری جیسی نہیں لیکن ان میں ہمدردی تھی۔

"خیر شکر ہے خدا کا! انہوں نے کہا "تمہیں درد تو نہیں ہو رہا ہے؟"

"تھوڑا سا بیان" اس نے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔

"تو لاؤ میں تمہاری پٹی بدل دوں۔"



اس نے اپنے بڑے جڑوں کو چپ چاپ بند کر لیا اور انہیں پٹی بدلے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب وہ ختم کر چکیں تو اس نے کہا:

"میں سرسای حالت میں نہیں ہوں۔ مرنائی کر کے ایسا کرو کہ لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ میں نے جان بوجھ کر خود کو گولی مار لی تھی۔"

"ہائیں ویسے بھی کوئی نہیں کرتا۔ البتہ میں یہ امید کرتی ہوں کہ تم اب بھراٹھا "خود کو گولی نہ مار لو گے" انہوں نے سوائے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہرگز نہیں ماروں گا، لیکن اچھا یا اگر..."

اور وہ اداسی کے ساتھ مسکرایا۔

ان لفظوں اور مسکراہٹ سے داریا بے حد ڈر گئی تھیں۔ لیکن جب اس کی سوجن اتر گئی اور وہ صحت یاب ہونے لگا تو اس نے محسوس کیا کہ اسے اپنے غم کے ایک حصے سے بالکل نجات مل گئی۔ اس عمل سے اس نے جیسے اپنے اوپر سے وہ شرم اور زلت و محو زالی صحتی جو اسے پہلے معلوم ہوتی تھی۔ اب وہ سکون کے ساتھ اگستینی الکساندر روویج کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ وہ ان کی فاضی کو تسلیم کرتا تھا اور اب خود کو ذلیل نہیں محسوس کرتا تھا۔ اس کے علاوہ پھر زندگی کی پہلے والی ڈگر پر واپس آ گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بغیر شرم کے لوگوں سے آنکھیں ملانا ممکن ہے اور وہ اپنی عادتوں کی رہنمائی میں زندگی بسر کر سکتا تھا۔ صرف جس چیز کو وہ اپنے دل سے نہیں نکال سکا تھا، باوجود اس کے کہ وہ برابر اس جذبے کے خلاف جدوجہد کرتا رہتا تھا، وہ انتہائی ناامیدی کی حد تک پہنچا ہوا اس بات کا افسوس کہ وہ آٹنا کو بیٹھ کے لئے گنوا بیٹھا۔ اس نے دل میں یہ کیا فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس زیادتی کا کفارہ ادا کر سکتے ہیں بعد جو اس نے ان کے شوہر کے ساتھ کی تھی، اسے ان کو ترک کر دینا چاہئے اور ان کے پیچھا تو اسے اور ان کے شوہر کے درمیان اب بھی نہ آنا چاہئے۔ لیکن وہ اپنے دل سے ان کی محبت کو گنوا بیٹھنے کے افسوس کو بھی نہ نکال سکا، یادوں سے خوشی کے ان لمحوں کو بھی نہ مٹا سکا جو اس نے ان کے ساتھ جانے تھے جو اس کے لئے اس وقت اتنے کم قیمت تھے لیکن جو اب اپنی ساری دکھائی کے ساتھ اس کا پیچھا کرتے رہتے تھے۔

سیر پو خو شکوئی نے اس کے لئے تاشقند میں ایک عمدہ گھر لیا اور درویشی ڈرا سنے پیر و پیش کے بغیر اس تجویز پر رضامند ہو گیا۔ لیکن رواگچی کا وقت جتنا قریب آ گیا اتنی ہی وہ قربانی اس کو زیادہ تکلیف دہ لگتی گئی جو وہ اس چیز کے لئے کر رہا تھا جسے اپنا فرض سمجھتا تھا۔

اس کا زخم بھر چکا تھا اور وہ تاشقند کے لئے اپنی رواگچی کی تیاری کرنے کے واسطے اور اصرار کر جانے لگا تھا۔

"ایک بار ان سے مل لوں اور پھر دفن ہو جاؤں گا" مر رہوں گا" اس نے سوچا اور لوگوں سے رخصتی ملاقاتیں کرتے ہوئے اس نے اس خیال کا اظہار بیشی سے کیا۔ بیشی اس کی طرف سے یہی سفارش کر کے آٹنا کے پاس گئی تھیں اور اس کے لئے نفی میں جواب لائی تھیں۔

"اور بھی اچھا ہے" درویشی نے یہ خبر کا سوچا "یہ تو ایک کمزور تھی جس نے میری ریسی ملاقات کو بھی برباد کر دیا ہو تا۔"

دوسرے دن خود بیشی صبح کو اس کے پاس آئیں اور انہوں نے اطلاع دی کہ انہیں الموصی کے ذریعے قطعی خبر ملی ہے کہ اگستینی الکساندر روویج طلاق دے دیں گے اور چنانچہ وہ آٹنا سے مل سکا ہے۔

اس کی بھی فکر کے بغیر کہ وہ بیشی کو اپنے ہاں سے رخصت کر دے "اپنے سارے فیصلوں کو بحال کر" اور یہ پوچھنے بنا کہ شوہر کہاں ہیں، درویشی فوراً ہی کار سنخ کے مکان کی طرف چل پڑا۔ وہ بیڑیوں پر دو ڈگر چڑھا، کسی کو اور کچھ بھی دیکھے بغیر، اور تیز تیز قدموں سے یہ مشکل مسئلہ کے ہونے کو دوڑنے نہ گئے، وہ آٹنا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور کچھ سوچے اور یہ دیکھے بغیر کہ کمرے میں کوئی اور ہے کہ نہیں اس نے انہیں گلے لگا لیا اور ان کے چہرے پر ہاتھوں اور گردن پر یوسوں کی بوجھا ڈکڑی۔

آٹنا نے اس ملاقات کے لئے تیاری کی تھی، سوچا تھا کہ وہ اس سے کیا کہیں گی، لیکن اس میں سے کچھ بھی وہ نہ کہہ پائیں۔ اس کا جنون ان پر بھی طاری ہو گیا۔ وہ اس کو تسکین دینا، خود کو تسکین دینا چاہتی تھیں لیکن اس کے لئے دیر ہو چکی تھی۔ اس کے جذبات نے ان میں بھی ویسے ہی جذبات پیدا کر دیئے تھے۔ ان کے ہونٹ اس طرح کچکا پارہے تھے کہ وہ درہر تک کچھ بھی نہ کہہ پائیں۔

"ہاں تم میرے مالک بن گئے اور میں تمہاری ہوں" آخر کا وہ اس کے ہاتھ کو اپنے سینے پر دباتے ہوئے بولیں۔

"میں ہونا چاہتا تھا!" اس نے کہا۔ "جب تک ہم زندہ ہیں ایسا ہی رہنا چاہئے۔ اب میں یہ جانتا ہوں۔"

"یہ جے جے" انہوں نے کہا۔ ان کا رنگ پیلا پڑا، آٹنا جہاں اس کے سر کو سینے سے لگاتے ہوئے وہ بولیں "پھر بھی جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد اس میں کچھ نہ کچھ بھیاک چیز ضرور ہے۔"

"سب گزر جائے گا" سب گزر جائے گا، ہم اسے تسکین دیں گے، ہماری محبت اگر بڑھ سکتی ہوتی تو اس بات سے اور بھی بڑھ جاتی کہ اس میں کچھ نہ کچھ بھیاک چیز ہے" اس نے سراٹھا کر مسکراتے میں اپنے مضبوط دانت نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

اور جواب میں وہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں، اس کے لفظوں کے جواب میں نہیں بلکہ اس کی محبت بھری آنکھوں کے جواب میں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اسے اپنے ٹھنڈے گالوں اور کٹے ہوئے بالوں پر پھیرنے لگیں۔

"ان چھوٹے بالوں میں تو میں تمہیں پہچان ہی نہیں پاتا۔ تم اتنی خوبصورت لگنے لگی ہو۔ بالکل جیسے لڑکا۔ لیکن تم کتنی بلی پڑ گئی ہو!"

"ہاں میں بہت کمزور ہو گئی ہوں" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان کے ہونٹ پھر کچکا پانے لگے۔

"ہم اگلی چلیں گے" تم بالکل تندرست ہو جاؤ گی "اس نے کہا۔

"کیا واقعی یہ ممکن ہے کہ ہم شوہر اور بیوی کی طرح ساتھ رہیں" اکیلے "اپنے خاندان میں تمہارے ساتھ؟" انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"مجھے تو صرف اس بات پر حیرت تھی کہ اس کے علاوہ کچھ اور کیسے ہو سکتا تھا۔"

"استیو انے کہا ہے کہ وہ سب کچھ ماننے پر تیار ہیں لیکن میں ان کی دریاوی کو قبول نہیں کر سکتی" انہوں نے فکر مندگی کے ساتھ درویشی کے چہرے سے پرے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں طلاق نہیں چاہتی۔ میرے لئے اب سب برابر ہے۔ میں بس یہ نہیں جانتی کہ وہ سرخ ڈاکے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے۔"

وہ کسی طرح یہ نہ سمجھ سکا کہ ملاقات کی اس گھڑی میں وہ کیسے بیٹے کے بارے میں اور طلاق کے بارے میں سوچ سکتی ہیں۔ کیا واقعی اس سے کوئی فرق پڑتا ہے؟



## حصہ پنجم

۱

پرنس شیرا تنکایا سمجھتی تھیں کہ روزوں کے پلے سے پہلے جس میں صرف پانچ پختہ رہ گئے تھے شادی کرنا ممکن نہیں ہے (۱) اس لئے کہ اس وقت میں وہ آدھا مچا بھی تیار نہ کر سکتی تھیں لیکن انہیں لیون کی بات سے اتفاق کرنا پڑا کہ ہو سکتا ہے پلے کے بعد بہت سی دیر ہو جائے اس لئے کہ پرنس شیرا تنکی کی سبکی بوڑھی چچی بہت بیمار تھیں اور شاید وہ جلد ہی مر جائیں اور تب غمی کی وجہ سے شادی میں اور بھی دیر کرنی پڑے گی۔ چنانچہ دو مچا کو دو حصوں بڑا د مچا اور چھوٹا د مچا تقسیم کرنے کا فیصلہ کر کے پرنس پلے سے پہلے ہی شادی کر دینے پر رضامند ہو گئیں۔ انہوں نے طے کیا کہ د مچا کا چھوٹا حصہ وہ سب ابھی تیار کر لیں گی اور بڑا د مچا بعد کو بھجوا دیں گی۔ وہ لیون سے اس بات پر بہت ناراض تھیں کہ وہ کسی طرح سنجیدگی سے انہیں اس کا جو اب دے رہی نہ سکتا تھا کہ وہ اس سے مشتاق ہے یا نہیں۔ یہ منصوبہ اس وجہ سے اور بھی مناسب تھا کہ نو جوان لوگ تو شادی کے فوراً ہی بعد دیہات پلے جائیں گے جہاں بڑے د مچا کی چیزوں کی ضرورت ہوگی نہیں۔

لیون ابھی تک از خود ارٹھکی کی اس حالت میں تھا جس میں اسے لگتا تھا کہ وہ اور اس کی خوشی ہی ساری تخلیق کا خاص اور واحد مقصد ہے اور یہ کہ اب اسے کسی چیز کے بارے میں بھی سوچنے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس کے لئے سب کچھ دوسرے کر رہے ہیں اور کریں گے۔ اس کے مستقبل کی زندگی کے لئے بھی کوئی منصوبہ اور مقاصد نہ تھے اس کا فیصلہ کرنا بھی اس نے دوسروں پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سب کچھ بہت سی اچھا ہو گا۔ اس کے بھائی سرگئی اب انودچ "استی پان ارکا د مچا اور پرنس شیرا تنکایا اس کی رہنمائی کرتے تھے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اسے جو بھی مشورہ دیا جاتا اس سے وہ پوری طرح اتفاق ہی کرتا تھا۔ بھائی نے اس کے لئے رقم قرض لی پرنس نے شادی کے بعد ماسکو سے پلے جانے کا مشورہ دیا۔ استی پان ارکا د مچا نے مشورہ دیا کہ وہ پردیس چلا جائے۔ وہ ہر چیز سے مشتاق تھا۔ وہ سوچتا تھا "جو آپ لوگ چاہیں اگر آپ کو اس سے خوشی ہوئی ہو تو سب کر لیجئے۔ میں بہت خوش ہوں اور آپ چاہے کچھ بھی کیجئے میری خوشی زیادہ ہو سکتی ہے نہ کم۔" جب اس نے کیٹی کو استی پان ارکا د مچا کے مشورے کے بارے میں بتایا تو وہ بڑا حیران ہوا اس بات پر کہ کیٹی اس سے مشتاق نہیں ہوئی مگر ان کی مستقبل کی زندگی کے بارے میں اس کے کچھ اپنے معین ملاقات تھے۔ وہ جانتی تھی کہ لیون کے پاس گاؤں میں کام ہیں جو اسے پسند ہیں۔ لیون جیسا کہ دیکھتا تھا کیٹی نہ صرف یہ کہ اس کام کو سمجھتی تھیں بلکہ سمجھنا چاہتی بھی نہ تھی۔ مگر یہ چیز اس کام کو اہم سمجھنے میں غل نہیں ہوئی تھی۔ اور اسی لئے وہ جانتی تھی کہ ان کا کھر گاؤں میں ہو گا اور وہ پردیس نہیں جانا چاہتی تھی جہاں اسے رہنا نہیں تھا بلکہ وہاں جانا

"اس کے بارے میں بات نہ کرو" مت سوچو "اس نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں الٹ کر رکھتے ہوئے اور ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ اس کی طرف بالکل دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔

"اف" میں مریکیوں نہ مگنی "اچھا ہی ہوتا" انہوں نے کہا اور خاموش آنسو ان کے دونوں گالوں پر برس گئے۔ لیکن انہوں نے مسکراتے کی کوشش کی تاکہ اس کو رنج نہ ہو۔

پلے دروہی کی جو سمجھ تھی اس کے مطابق تاشقند میں ایک عزت بخش اور خطرناک حد سے پر تقرر سے انکار کرنا شرمناک اور ناممکن ہوتا۔ لیکن اب اس نے ایک منٹ بھی غور و فکر کئے بغیر اس حد سے پر جانے سے انکار کر دیا اور یہ دیکھ کر کہ اعلیٰ حلقوں میں اس کی حرکت کو نا پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے اس نے فوری ملازمت سے فوراً استعفا دے دیا۔

ایک مہینے بعد الکسی الکساندرودچ اپنے مکان میں بیٹے کے ساتھ اکیلے رہ گئے اور آنا دروہی کے ساتھ پردیس چلی گئیں بغیر طلاق لئے ہوئے اور اس سے قطعی طور پر انکار کر کے۔





جھوٹی اور بری حرکت کر رہا ہے۔

عبادتوں کے دوران میں وہ بھی دعاؤں کو سنتا اور ان میں ایسے معنی پیدا کرنے کی کوشش کرتا جو اس کے نقطہ نظر کے خلاف نہ جاتے ہوں، یہ محسوس کر کے کہ وہ انہیں نہیں سمجھ سکتا اور اسے ان کی مذمت کرنی چاہئے، وہ انہیں نہ سننے کی کوشش کرتا اور اپنے خیالوں، مشاہدوں اور یادوں میں مصروف ہو جاتا جو اس وقت اس کے دماغ میں غیر معمولی وضاحت کے ساتھ آتے رہتے تھے جب وہ گرے میں ساکت و صامت کھڑا ہوتا۔ وہ گرے میں دن کی شام کی اور رات کی عبادتوں میں کھڑا رہا اور دوسرے دن معمول سے پہلے اٹھ کر چائے پئے بغیر ہی اٹھ بیچ کر رہے میں صبح کی دعائیں سننے اور کیونین کے لئے بچھا گیا۔

گرے میں سوائے ایک بھکاری سیاحی، دو بوڑھیوں اور کلیسا کے خدام کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ ایک نوجوان ڈیکن نے جس کے اندر والے پتلے کرتے کے نیچے اس کی لمبی پٹیکہ کے دو الگ الگ نمائیاں صاف صاف نظر آرہے تھے، اس کا استقبال کیا، فوراً ہی دوار کے برابر رکھی ہوئی چھوٹی میز کے پاس جا کر عاتیں پڑنے لگا۔ قرات کے آہنگ اور خاص طور سے اکثر اور جلدی جلدی ایک ہی فقرہ "ٹالک دھم کر" دہرائے جانے کی وجہ سے، جو اس طرح سنائی دیتے تھے جیسے "کرم کیا، کرم کیا" کہا جا رہا ہو، لیون کو محسوس ہوا کہ اس کے ذہن کو بند کر کے مرگادی گئی ہے اور اب اسے مجبوز نے اور کریدنے کی کوئی ضرورت نہیں دور ان لمحات اور گڑبڑ ہوگی۔ چنانچہ وہ ڈیکن کے پیچھے کھڑا، سننے اور سمجھنے کی کوشش کے بغیر ہی اپنے طور پر سوچتا رہا۔ "اس کے ہاتھوں سے خیالات و جذبات کا اظہار حیرت انگیز طور پر زیادہ ہوتا ہے" اس نے یاد کر کے سوچا کہ کیسے کل وہ کوٹنے والی میز کے پاس بیٹھتے تھے۔ کچھ بات کرنے کو ان کے پاس تھا نہیں جیسے کہ ان دنوں میں تقریباً بیٹھ ہی ہوا تھا، اور وہ میز پر ہاتھ رکھے اسے کھول اور بند کر رہی تھی اور پھر اس کو دیکھ کر خودی ہٹنے لگی تھی۔ اسے یاد آیا کہ کیسے اس نے اس ہاتھ کو چوم لیا تھا اور پھر گلابی پتیلی کی لکیروں کو دیکھنے لگا تھا۔ "پھر وہی" کرم کیا" اپنے اوپر صلیب کا نشان بناتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے ڈیکن کی ٹپک دار پٹیکہ کی حرکت کو دیکھ کر لیون نے خود بھی رکوع میں جاتے ہوئے سوچا۔ "پھر انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی لکیریں دیکھنے لگیں۔ انہوں نے کہا "تمہارا ہاتھ تو بہت ہی اچھا ہے" اور اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور پھر ڈیکن کے چھوٹے سے ہاتھ کو۔ اس نے سوچا "ہاں" اب جلدی ختم ہو جائے گی، نہیں، گلتا ہے پھر شروع ہے" اس کو دعائیں کر خیال ہوا "نہیں، ختم ہو رہی ہے۔ یہ تو زمین تک جھک رہے ہیں۔ یہ تو ہمیشہ ختم سے پہلے ہی ہوتا ہے۔"

ڈیکن نے، بغیر دھیان دیتے ہوئے تین روٹل کے اس نوٹ کو وصول کر کے جو اس کی مجلس آئین کے نیچے چھتھ میں چھپا دیا گیا تھا، کہا کہ وہ اندراج کر دے گا اور خالی کر کے کے چھوڑ پر اپنے بے نوٹوں کو کھنا کھٹ کرتا ہو اتنی ہی سے آئٹمز میں چلا گیا۔ منٹ بھر میں اس نے وہاں سے جھانک کر دیکھا اور لیون کو اشارہ کیا۔ اب تک جو خیالات لیون کے ذہن میں بند تھے وہ کسمانے لگے لیکن اس نے انہیں جلدی سے اپنے دماغ سے نکال دیا۔ "میں نے کسی طرح سب ٹھیک ہو جائے گا" اس نے سوچا اور آئٹل کے پردے کے پاس چلا گیا۔ وہ زنجیوں پر چڑھا اور دائیں مڑ کر اس نے پادری کو دیکھا۔ بوڑھا پادری اپنی چھدری سفید داڑھی اور جھکی جھکی ایک آنکھوں سمیت ایک لیٹرن کے پاس کھڑا تھا اور مقدس کتاب کے ورق الٹ رہا تھا۔ لیون کی تقسیم میں ذرا سا سر جھکا کر اس نے فوراً اپنی عادی آواز میں دعائیں پڑھنی شروع کر دیں۔ انہیں ختم کر کے اس نے رکوع میں سر جھکا دیا، پھر اٹھ کر لیون سے مخاطب ہوا۔

چاہتی تھی جہاں ان کا گھر ہوگا۔ ارادے کے اس قطعی اظہار پر لیون کو تعجب ہوا لیکن چونکہ اس کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اس لئے اس نے فوراً ہی اسے اپنا ارکاڈ ٹکے سے درخواست کی، جیسے یہ ان کی ذمہ داری ہو، مگر وہ گاؤں جائیں اور وہاں بھی سبھی سب بندوبست اس خوش ذوقی سے کریں جو ان میں بہت ہے۔

"مگر سنو" اسے اپنا ارکاڈ ٹکے نے گاؤں سے واپس آنے کے بعد "جہاں انہوں نے نوپا تاجوڑے کی آمد کے لئے سارا بندوبست کر دیا تھا" ایک ہار لیون سے کہا "تمہارے پاس اس بات کی سند ہے کہ تم کیونین (2) کے لئے گئے تھے؟"

"نہیں، لیکن کیوں؟"

"اس کے بغیر کیا نہیں ہو سکتا۔"

"افواہ" لیون بچا تھا۔ "میں نے تو شاید نو سال سے کیونین کا روزہ بھی نہیں رکھا۔ کبھی اس کا خیال ہی نہیں آیا۔"

"خوب ہو تم بھی!" اسے اپنا ارکاڈ ٹکے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور مجھ کو مگر کہتے ہو! مگر یہ تو ناممکن ہے۔

تمہیں تو روزے رکھنے پڑیں گے۔"

"لیکن کب؟ چار دن تو رہ گئے ہیں۔"

اسے اپنا ارکاڈ ٹکے نے اس کا بھی بندوبست کر دیا اور لیون نے کیونین سے پہلے روزے رکھنا اور عبادت کے لئے گرے جانا شروع کر دیا۔ گرے کی ساری رسوم میں موجود رہتا اور حصہ لینا لیون کے لئے بہت تکلیف دہ تھا جیسے کہ ہر اس شخص کے لئے ہو سکتا ہے جو خود تو اعتقاد نہیں رکھتا لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کے اعتقاد کا احترام کرتا ہے۔ اس وقت وہ ہر چیز کے لئے حساس ہو جانے والی جس نرم شدہ حالت میں تھا اس میں کھڑکیاں کی ضرورت نہ صرف یہ کہ اس کے لئے تکلیف دہ تھی بلکہ بالکل ہی ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت اپنی عقل و نشان اور اپنی رہبر شگفتگی کی حالت میں اسے یا تو بصوت بولنا پڑے گا یا اللہ کا ارکاڈ ٹکے پڑے گا۔ اور وہ نہ یہ کر سکتا تھا نہ وہ۔ مگر اس نے اسے اپنا ارکاڈ ٹکے سے جتنی بار بھی پوچھا کہ کیا کیونین کے بغیر ہی سند حاصل کر لینا ممکن نہیں ہے؟ اسے اپنا ارکاڈ ٹکے نے ہر بار یہی کہا کہ یہ ناممکن ہے۔

"ارے تو تمہارا اس میں لگائی کیا ہے۔ دو دن؟ اور پھر وہ تو بہت سی شفیق، سمجھدار بڑھا ہے۔ وہ تو تمہارا یہ دانت یوں نکال لے گا کہ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔"

گرے میں پہلی عبادت کے لئے کھڑے ہو کر لیون نے اپنے اندر نوجوانی کے اس قوی مذہبی جذبے کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کی جس کا تجربہ اسے سولہویں سے سترہویں سال تک ہوا تھا۔ لیکن اسے فوراً ہی یقین ہو گیا کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ اس نے اس سب کو یوں دیکھنے کی کوشش کی جیسے یہ بے معنی خالی خوبی رسم ہے اسی طرح جیسے لوگوں سے ملنے جانے کی رسم ہے۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ یہ بھی کسی طرح نہیں کر سکتا۔ مذہب کے سلسلے میں لیون، اپنے ہم عصروں کی اکثریت کی طرح انتہائی غیر متعین و متغیر تھا۔ اعتقاد وہ نہیں رکھتا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کا بھی محکم یقین نہ تھا کہ یہ سب حق بجانب نہ تھا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا نہ اس کی اہمیت پر چونکہ اعتقاد رکھنے کی حالت میں تھا اور نہ اس سب کو بے نیازی سے خالی خوبی رسم پر جتنی کی طرح دیکھنے کی، اس لئے کیونین کی تیاری کی اس ساری مدت میں اسے اٹھ پنے اور شرم کا احساس ہوتا رہا کہ وہ ایسی چیز کر رہا ہے جسے کھنڈ نہیں سمجھتا اور اسی لئے جیسا کہ اس کی اندرنی آواز اس سے کہتی تھی۔



کی کہ وہ ان کے اعتقاد کو پختہ کر دے۔ شیطان بڑی طاقت رکھتا اور ہمیں اس کے تابع نہ ہو جانا چاہئے۔ خدا سے دعا کیجئے اور اس سے منت کیجئے خدا اسے دعا کیجئے۔ اس نے جلدی جلدی دو ہرایا۔

پادری ذرا دیر چپ رہا جب کچھ سوچ رہا ہو۔

"آپ جیسا کہ میں نے سنا ہے، میرے ملحقہ کلیسا کے باشندے اور روحانی بیٹے پرس شیدا ہو چکی ہیں شادی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں؟" اس نے مسکرا کر اضافہ کیا۔ "بڑی اچھی لڑکی ہے!"

"ہاں، پادری کی بات پر سرخ ہوتے ہوئے لیون نے جواب دیا۔ لیکن اس نے سوچا "کیون میں اس کے بارے میں پوچھنے کی انہیں کیا ضرورت ہے؟"

اور جیسے اس کے خیال کا جواب دیتے ہوئے پادری نے اس سے کہا:

"آپ شادی کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ خدا آپ کو اولاد عطا کرے، ایسا ہی ہے؟ آپ اپنے ہی اندر اگر شیطان کی ترتیب کو مغلوب نہ کر پائے، جو آپ کو بے اعتقادی کی طرف کھینچتا ہے تو پھر آپ اپنے انہوں کو کیسی تربیت دے سکیں گے؟" اس نے ذرا سی تاویب کے ساتھ کہا۔ "آکر آپ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں تو ایک نیک باپ کی طرح اس کے لئے صرف دولت، عیش و آرام اور عزت ہی کی تمنا تو نہیں کر سکتے۔ آپ اس کے لئے نجات کی، سچائی کے نور سے روحانی طور پر اس کے منور ہونے کی بھی تمنا کریں گے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے؟ جب معصوم ننھا آپ سے سوال کرے گا کہ "پاپا! اس نے یہ ساری چیزیں بتائیں جو مجھے اس دنیا میں اچھی لگتی ہیں۔ زمین، پانی، سورج، پھول، مکھاس؟" تو کیا آپ اس سے یہی کہیں گے کہ میں نہیں جانتا؟ آپ جانتے بغیر نہیں رہتے جب خدا نے اپنے کرم کی بنا پر اس کا انکشاف کر دیا ہے۔ یا آپ کا پچھ آپ سے پوچھے گا کہ مجھے قبر کے بعد کی زندگی میں کس چیز کا سامنا کرنا پڑے گا؟ تو جب آپ خود نہیں جانتے تو اس سے کیا کہیں گے؟ آپ اس کو کس طرح جواب دیں گے؟ کیا آپ اسے دنیا اور شیطان کی دلکش ترغیبات کے لئے چھوڑ دیں گے؟ یہ تو اچھا نہیں ہے!" اس نے کہا اور اپنے سر کو ایک طرف جھکا لیون کو نیک اور پر شفقت لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے رک گیا۔

لیون نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ پادری سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اس لئے کہ اب تک تو کسی نے اس سے اس طرح کے سوالات کئے نہیں تھے "اور جب ننھے بیٹے اس سے یہ سوالات کریں گے تب تک یہ سوچ لینے کا وقت ہو گا کہ انہیں کیا جواب دیا جائے۔

"آپ زندگی کے اس دور میں داخل ہو رہے ہیں، پادری نے اپنی بات جاری رکھی "جب راستے کا انتخاب کرنا اور اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اپنی برکت کی بنا پر آپ کی مدد کرے اور آپ پر رحم کرے" اس نے آخر میں کہا۔ "مالک اور خدا ہمارے بھائی مسیح، ہماری نوع انسان سے اپنی محبت و حمایت کے فضل اور فیاضی کی بنا پر اپنے اس بندے کو مدد فرمائیے۔۔۔۔۔" اور اجازت بخش دعا ختم کر کے پادری نے لیون کو دعا کے فیور برکت دی اور اسے رخصت کر دیا۔

اس دن گھر واپس آکر لیون کو اس بات پر خوشی ہوئی کہ یہ اٹھنے پر ہی صورت حال ختم ہو گئی اور اس طرح ختم ہوئی کہ اسے جموت نہیں بولنا پڑا۔

اس کے علاوہ اس کے ذہن میں اس بات کی ایک فیروا صبح یا د بھی رہ گئی کہ اس نیک اور خوش خلق بوڑھے نے جو باتیں کہی تھیں وہ بالکل ہی یقینی تھیں جیسا کہ اسے شروع میں لگتا تھا اور یہ کہ اس میں

"میں ان نظریات آتے ہوئے آپ کے سامنے بھی کھڑے ہیں اور آپ کے اعتراف کو قبول کر رہے ہیں" اس نے صلیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس سب پر اعتقاد رکھتے ہیں جن کی تعلیم ہمیں مقدس کلیسا نے جاری رکھی ہے؟" پادری نے لیون کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے اور ہاتھوں کو اپنی مہا کے اندر باندھ کر اپنی بات جاری رکھی۔

"میں نے شک کیا، مجھے ساری چیزوں پر شک ہے" لیون نے ایسی آواز میں کہا جو خود اس کے لئے ناخوشگوار تھی اور چپ ہو گیا۔

پادری چند سیکنڈ چپ رہا کہ وہ کچھ اور تو نہ کہے گا اور پھر آنکھیں بند کر کے ولادیمیر کے علاقے کے تیز تیز لمبے میں لنگھوں کو گول کر کے بولا:

"شک تو ایک قدرتی انسانی کمزوری ہے لیکن ہمیں دعا کرتے رہنا چاہئے کہ نیک دل خدا ہم کو قوی بنائے۔ کون سے خاص گناہ کئے آپ نے؟" اس نے ذرا بھی توقف کے بغیر اضافہ کیا جیسے کو شش کر رہا ہو کہ وقت نہ ضائع کرے۔

"میرا خاص گناہ شک ہی ہے۔ میں ساری چیزوں میں شک کرتا ہوں اور زیادہ تر وقت میں شک ہی کے عالم میں رہتا ہوں۔"

"شک تو ایک قدرتی انسانی کمزوری ہے" پادری نے وہی الفاظ دوہرائے۔ "آپ سب سے زیادہ کس چیز میں شک کرتے ہیں؟"

"میں ہر چیز میں شک کرتا ہوں، میں کبھی بھی خدا کے وجود پر بھی شک کرتا ہوں، لیون فیروا دی طور پر کہہ گیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کی ناٹاشکی پر خوف زدہ ہو گیا۔ لیکن پادری پر "ایسا لگا کہ لیون کے لفظوں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔

"خدا کے وجود پر کس طرح شک ہو سکتا ہے؟" اس نے جلدی سے بہت خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

لیون چپ رہا۔

"جب آپ اس کی تخلیق کو دیکھتے ہیں تو پھر خالق پر کیا شک کر سکتے ہیں؟" پادری نے تیز تیز عادی بات چیت کے انداز میں کہا۔ "کس نے آسمانی سقف کو ستاروں سے سجایا؟ کس نے زمین کو اس کی خوبصورتی کا لباس پہنایا؟ خالق کے بغیر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے سوالیہ انداز میں لیون کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لیون نے محسوس کیا کہ پادری کے ساتھ قلہ یا نہ مباحثہ شروع کرنا ناٹاشکی ہوگی اس لئے جواب میں اس نے وہی کہا جس کا براہ راست تعلق سوال سے تھا۔

"میں نہیں جانتا" اس نے کہا۔

"نہیں جانتے؟ تو پھر آپ اس بات میں کیسے شک کر سکتے ہیں کہ سب کچھ خدا نے تخلیق کیا ہے؟" پادری نے خوش ہو کر اس طرح کہا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو۔

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتا" لیون نے سرخ ہوتے ہوئے اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہا کہ اس کے الفاظ احمقانہ ہیں اور یہ کہ ایسی صورت حال میں ان کا احمقانہ ہونا لازمی ہے۔

"خدا سے دعا کیجئے اور اس سے منت کیجئے۔ مقدس اولیا کو بھی شکوک تھے اور انہوں نے خدا سے منت



کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کو سچنا سمجھتا ہے۔

"ظاہر ہے کہ ابھی تو میں 'لیون' نے سوچا۔ لیکن بعد کو کبھی ضرور۔" لیون اب پہلے سے زیادہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے دل میں کچھ غیر واضح اور غیر دیا بندہ ارادہ ہی چیز تھی اور یہ کہ مذہب کے سلسلے میں وہ خود بھی اسی حالت میں ہے جو اسے دوسروں میں بہت صاف نظر آتی تھی اور بالکل پسند نہیں تھی اور جس کے لئے وہ اپنے دوست سواڈسکی کی مذمت کرتا تھا۔

یہ شام اس نے ڈالی کے گھر پر اپنی مچھیر کے ساتھ گزار دی۔ وہ بہت خوش تھا اور اس نے استی پان ارکاڈ کو اپنی خوشدلی کی نئی پیڑا شدہ حالت کے بارے میں 'جس میں وہ اس وقت تھا' سمجھاتے ہوئے کہا کہ وہ اس کے کی طرح خوش ہے جس کو ایک سلسلے میں سے پھانسا نکھایا جا رہا ہو اور جو آخر کار یہ سمجھ کر کہ اس سے کیا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور اسے پورا کر کے بھونکنے لگتا ہو اور دم ہلا کر اسے خوشی کے میزوں اور کھڑکیوں پر اچکنے کو دے لگتا ہو۔

## 2

شادی کے دن لیون 'رسم کے مطابق' (پرنس شیریا سکی اور اربا الکساندر روٹنباری رسوں کی پابندی پر بہت سختی سے اصرار کرتی تھیں) اپنی مچھیر سے نہیں ملا۔ اس نے کھانا تین کو اداروں کے ساتھ اپنے ہاں ہوٹل ی میں کھایا جو اتفاق سے اس کے ہاں اکٹھے ہو گئے تھے۔ سرگئی ایو انوویچ، کناداسوف جو اس کا پونڈرشی کا ساتھی اور اب نیچل سافس کا پروفیسر تھا اور جس کو 'راسے میں ملاقات ہونے پر' لیون اپنے ہاں ٹھہٹ لایا تھا اور 'چریکوف جو اس کا شاہد لایا تھا' ماسکوس جنس آف ہیں تھا اور رنجیوں کے شکار میں لیون کا ساتھی رہتا تھا۔ کھانے کے دوران میں فسی خوشی کا ماحول رہا۔ سرگئی ایو انوویچ بڑی خوش مزاجی کی حالت میں تھے اور وہ کناداسوف کے انوکھے اور اچھوتے پن سے خوب محفوظ ہوئے۔ کناداسوف نے یہ محسوس کر لیا کہ اس کے انوکھے پن کی قدر کی جا رہی ہے اور اسے سمجھا جا رہا ہے 'چنانچہ اس نے خاصی نمائش کی۔ چریکوف نے خوشی اور نیک دلی سے ہر طرح کی بات چیت میں دلچسپی لی اور اسے آگے بڑھایا۔

"اب یہ دیکھئے، کناداسوف نے پونڈرشی کی ٹیکٹیک میں پڑی ہوئی عادت کے مطابق اپنے لفظوں کو سمجھتے ہوئے کہا: "ہمارا دوست کسٹن تن دمیتریچ کس قدر با استعداد آدمی تھا۔ میں جیسے دنوں اور گزرے ہوئے لوگوں کی بات کر رہا ہوں اس لئے کہ وہ اب نہیں رہا۔ تب اسے سائنس سے بہت محبت تھی 'پونڈرشی سے نکلنے کے بعد بھی' اور اس میں انسانی دلچسپیاں تھیں۔ اب اس کی استعداد کا ایک نصف حصہ تو اس کام میں لگا ہے کہ اپنے آپ کو دھوکا دے اور دوسرا نصف۔ اس دھوکے کا جو از فراہم کرنے میں۔"

"شادی کا آپ سے زیادہ قطعی دشمن میں نے نہیں دیکھا" سرگئی ایو انوویچ نے کہا۔ "میں" میں دشمن نہیں ہوں۔ میں تو تقسیم محنت کا دوست ہوں۔ جو لوگ کچھ نہیں کر سکتے انہیں لوگ پیدا کر کے چاہئیں اور باقی لوگوں کو ان کے علم و تدفیب اور خوشی کے لئے کام کرنا چاہئے۔ میں اس طرح سمجھتا ہوں۔ ہزار ہا لوگ ایسے ہیں جو ان دو کاموں کو ملانا چاہتے ہیں لیکن میں ان لوگوں میں نہیں ہوں۔"

"مجھے کس قدر خوشی ہوگی جب یہ معلوم ہوگا کہ آپ کو کسی سے محبت ہو گئی ہے! لیون نے کہا۔ "مرہانی کر کے مجھے شادی میں ضرور بلائیے گا۔"

"محبت تو مجھے اس وقت بھی ہے۔"

"ہاں کشل فٹس۔ معلوم ہے آپ کو" لیون اپنے بھائی سے مخاطب ہو گیا "یٹا کشل سیرینچ نڈا نیت کے بارے میں ایک مضمون لکھ رہے ہیں اور۔۔۔"

"ارے ارے" آپ کو بڑا مت بچنے کا! خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ موضوع کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ کشل فٹس نے مجھے واقعی محبت ہے۔"

"لیکن وہ بیوی سے محبت کرنے میں تو قفل نہ ہوگی۔"

"وہ تو نہ قفل ہوگی بیوی ضرور قفل ہوگی۔"

"کس وجہ سے؟"

"ارے دیکھ لیجئے گا۔ آپ کو کبھی پاڑی سے شکار سے لگاؤ ہے۔۔۔ تو دیکھ لیجئے گا!"

"اور آج ار نیپ آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ پردونے میں بہت سے بارہ کھلے ہیں اور درجہ "چریکوف نے کہا۔

"اب ان کا شکار تو آپ میرے بغیر کر لیں گے۔"

"یہ ہوئی نہ سچ بات" سرگئی ایو انوویچ نے کہا۔ "اور آئندہ کے لئے رنجہ کے شکار سے بھی چھٹی۔۔۔"

بیوی نہیں جانے دے گی!"

لیون مسکرایا۔ یہ تصور کہ بیوی اسے نہیں جانے دے گی اس کے لئے اتنا خوشگوار تھا کہ وہ رنجیوں کا سامنا کرنے کی طمانیت سے پیشہ کے لئے انکار کر دینے پر تیار تھا۔

"پھر مجھے افسوس تو ہوتا ہے کہ ان دو رنجیوں کا شکار لوگ آپ کے بغیر کر لیں گے۔ اور پچھلی بار نیلا وہ میں جو ہوا تھا وہ یاد ہے؟ حیرت انگیز شکار ہوتا" چریکوف نے کہا۔

لیون اس کی اس خوش فہمی کا ازالہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں کوئی چیز کبھی کے بغیر بھی اچھی ہو سکتی ہے اس لئے وہ کچھ نہیں بولا۔

"اپنی کنوارپن کی زندگی سے رخصت ہونے کی رسم یوں ہی نہیں قائم ہو گئی" سرگئی ایو انوویچ نے کہا۔ "چاہے آدی کتنا ہی خوش ہو پھر بھی آزادی ختم ہو جانے کا افسوس تو ہوتا ہی ہے۔"

"تو آپ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ احساس ہے، جیسے گوگل کے ڈرائے میں دو لمبا کوکڑی سے کوڈ کرھاگ جانے کا مکی چاہتا ہے؟ (3)؟"

"بالکل ہے تو لیکن اعتراف نہیں کریں گے! کناداسوف نے کہا اور زور سے قہقہہ لگایا۔

"تو پھر کیا کوکڑی تو کھلی ہے۔۔۔ چلو ابھی تو یہ چلے ہیں! ایک تو رہ بھگتی ہے اس کی مانند تک جایا جاسکتا ہے۔ واقعی چلو پانچ بجے والی گاڑی سے چلے ہیں! اور یہاں جو چاہیں کریں" چریکوف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں" لیون نے مسکراتے ہوئے کہا "کہ مجھے اپنے دل میں اپنی آزادی کے بارے میں افسوس کا یہ احساس کہیں ملتا ہی نہیں!"

"ارے آپ کے دل میں تو اس وقت ایسی اچھل پھل ہے کہ وہاں کچھ طے ہی گا نہیں" کناداسوف نے کہا۔ "نھر جائیے" جب ڈرائیو ٹھاک کر لیں گے تو چل جائے گا!"

"نہیں" اگر اپنے احساس (وہ کناداسوف کے سامنے "اپنی محبت" نہیں کہتا چاہتا تھا)۔۔۔ اور خوشی



کے علاوہ مجھے آزادی کے گنوانے کا ذرا بھی افسوس ہو تا تو میں ضرور محسوس کرتا چاہے تو حوڑای ساسی۔۔۔۔۔  
اس کے برعکس مجھے آزادی کے اس طرح ختم ہو جانے کی تو خوشی ہے۔۔۔۔۔

"براہ! آپ کی طرف سے تو اب بالکل ہی ناامید ہو جانا چاہئے! آنا و سونف نے کہا۔ "تو آئیے ان کے شغلیات ہونے کے لئے جام افغانیں یا اس کے لئے تنہا کریں کہ کاش ان کے خوابوں کا سواں حصہ ہی سہی حقیقت بن جائے۔ اور یہ بھی ایسی خوشی ہوگی جیسے روئے زمین پر کسی وجود پر نہیں ہوئی!"  
کھانے کے بعد جلدی مسمان چلے گئے تاکہ شادی سے پہلے کپڑے بدل سکیں۔

اکیلے رہ جانے پر ان کنواروں کی باتوں کو یاد کر کے لیون نے ایک بار پھر خود سے سوال کیا: کیا اس کے دل میں اپنی آزادی کے سلسلے میں افسوس کا وہ احساس ہے جس کے بارے میں یہ لوگ باتیں کر رہے تھے؟ وہ اس سوال پر مسکراتے لگا۔ "آزادی؟ آزادی کس لئے؟ خوشی تو صرف اس میں ہے کہ محبت کرے اور تنہا کرے" کئی کی تنہاؤں کے "اس کے خیالوں کے بارے میں سوچے بیٹھی کوئی آزادی نہ ہو۔۔۔۔۔ یہ تو خوشی!"

"لیکن کیا میں اس کے خیالات اس کی تنہاؤں اس کے احساسات کو جانتا ہوں؟" اچانک کسی آواز نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ اس کے ہونٹوں پر سے مسکراہٹ غائب ہو گئی اور وہ سوچنے لگا۔ اور یکبارگی اسے ایک عجیب احساس ہوا۔ اسے ذرا اور شے کا احساس ہوا! ہر چیز پر شبہ کا۔

"اور اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرتی ہو تو؟ اگر وہ مجھ سے شادی صرف اس لئے کر رہی ہو کہ بس شادی کرنی ہے تو؟ اگر وہ جانتی ہی نہ ہو کہ کیا کر رہی ہے تو؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ "ہو سکتا ہے وہ بعد کو چنگے اور شادی کرنے کے بعد یہ سمجھے کہ مجھ سے وہ محبت نہیں کرتی تھی اور کر سکتی ہی نہیں تھی۔" اور اس کے دل میں کئی کے بارے میں عجیب اور انتہائی بے خیالات آنے لگے۔ اسے درد و کھسکی سے بٹنے کا احساس ہوا! جیسے سال بھر پہلے ہوا تھا! اسے لگا کہ وہ شام ابھی کھلی تھی جب اس نے کئی کو درد و کھسکی کے ساتھ دیکھا تھا۔ اسے شک ہوا کہ کئی نے اسے سب کچھ نہیں بتایا تھا۔

وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "نہیں اس طرح تو نہیں ہو سکتا!" اس نے خود سے کہا۔ "میں اس کے پاس جاؤں گا! پوچھوں گا! آخری بار کسوں کا کہ ہم آزاد ہیں اور کیا یہی بہتر نہ ہو گا کہ ایسے ہی رہیں؟ یہی ہمیشہ کے دکھ بدنامی اور بے وفائی سے تو ہر چیز بہتر ہوگی!!" دل میں ناامیدی اور سارے لوگوں پر اپنے آپ پر کئی پر فخر لئے ہوئے وہ ہوٹل سے نکلا اور کئی کے پاس گیا۔  
کسی کو اس کے آجانے کی توقع نہ تھی۔

کئی اسے پیچھے دابے کمرہ میں سے ایک میں ملی۔ وہ ایک صندوق پر بیٹھی تھی اور ایک کرسی کی پشت پر اور فرش پر جو لباسوں کے ڈمیر لگے تھے ان میں سے چھانٹ چھانٹ کر نوکرائی کے ساتھ کچھ ٹھیک ٹھاک کر رہی تھی۔

"ارے!" اس نے لیون کو دیکھ کر اور خوشی سے گھائی ہوئے ہوئے جیج کر کہا۔ "کیسے ہو تم! ارے آپ کیسے آ گئے؟" ان آخری دنوں تک وہ لیون سے کبھی "تم" کہہ کر بات کرتی تو کبھی "آپ"۔۔۔۔۔ مجھے تو بالکل توقع نہ تھی! اور میں اپنے کنوارا ہونے کے لباسوں کو چھانٹ رہی ہوں کہ کون سے کس کو دوں۔۔۔۔۔"

"اچھا! یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے! لیون نے نوکرائی کو دیکھتے ہوئے اداسی کے ساتھ کہا۔  
"دو نیا شام تم جاؤ! میں پھر بلا لوں گی" کئی نے نوکرائی سے کہا۔ "کیا ہو! جس میں؟" اس نے نوکرائی کے

جاتے ہی پوچھا اور بڑے فیصلہ کن انداز میں "جس میں" کہا۔ اس نے دیکھ لیا کہ لیون کا چہرہ کچھ عجیب سا ہے! پریشان اور اداس! اور اسے ڈر گئے لگا۔

"کیٹی! مجھے بڑی اذیت ہو رہی ہے۔ میں اکیلے ہی اذیت میں برداشت کر سکتا" اس نے بڑے ناامیدانہ لہجے میں کہا۔ وہ کئی کے سامنے کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے منت آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کئی کے محبت بھرے اور صاف سچے چہرے سے یہ دیکھ لیا تھا کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا تھا اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا لیون اس کے لئے کہہ دیتا بہر حال ضروری تھا کہ کئی خود اس کو یقین دلا دے۔ "میں یہ کہنے آیا ہوں کہ وقت ابھی گزرا نہیں۔ اس سب کو ختم کر دینا اور سب ٹھیک کر لینا اب بھی ممکن ہے۔"

"کیا؟ میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ جس میں ہو کیا ہے؟"  
"جو میں نے ہزاروں بار کہا ہے اور جو میں سوچے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔ یہ کہ میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔ تم میرے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو ہی نہ سکتی تھیں۔ تم سوچ لو۔ تم نے لفظی کی۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ اگر۔۔۔۔۔ یہ بہتر ہے کہ تم بتا دو" اس نے کئی کے چہرے کو دیکھتے بغیر کہا۔ "مجھے بہت دکھ ہو گا۔ لوگ جو چاہیں وہ کہیں۔ دیکھی رہنے سے تو ہر چیز بہتر ہے۔۔۔۔۔ ابھی جب تک وقت ہے تب تک سب بہتر ہے۔۔۔۔۔"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا" کئی نے ڈرتے ہوئے جواب دیا "یعنی یہ کہ تم انکار کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ کہ کوئی ضرورت نہیں؟"

"ہاں! مگر تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں تو۔"  
"تم کھل ہو گئے ہو!" وہ جیج پڑی۔ جھنجھلاہٹ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔  
لیکن لیون کی صورت دیکھ کر ایسا ترس آتا تھا کہ کئی نے اپنی جھنجھلاہٹ کو ضبط کیا اور کپڑوں کو کرسی سے ہٹا کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟ سب بتا دو۔"  
"میں سوچ رہا ہوں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں۔ آخر کس وجہ سے تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتی ہو؟"

"یا میرے خدا! کیا کروں میں؟۔۔۔۔۔" اس نے کہا اور رونے لگی۔  
"اف! یہ میں نے کیا کیا!" لیون نے بے اختیار کہا اور کئی کے سامنے گھٹنوں کے ٹل کھڑے ہو کر اس کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔

پانچ منٹ بعد جب پرنس کمرے میں آئیں تو انہوں نے ان لوگوں کو ایسی حالت میں دیکھا جب صلح صفائی ہو چکی تھی۔ کئی نے نہ صرف یہ کہ یقین دلایا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے بلکہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کس وجہ سے محبت کرتی ہے یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ کس لئے محبت کرتی ہے۔ اس نے لیون کو بتایا کہ وہ اس سے اس لئے محبت کرتی ہے کہ اس کو پوری طرح سمجھتی ہے "اس لئے کہ وہ جانتی ہے کہ وہ کس چیز سے محبت کرتا ہے اور جس سے وہ محبت کرتا ہے وہ ضرور اچھی ہوگی۔ اور یہ سب لیون کو بالکل صاف اور واضح لگا۔ جب پرنس ان کے پاس آئیں تو وہ دونوں صندوق پر پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ کئی اس سمجھنے کے لباس کو دو نیا شام کو دے دینا چاہتی تھی جو وہ اس دن پہنے تھی جس دن لیون نے اس سے



خواستگار کی کتنی اور لیون اصرار کر رہا تھا کہ یہ لباس کسی کو بھی نہ دیا جائے اور دونیا شو آسانی والا لباس دے دیا جائے۔

”تم سمجھتے کیسے نہیں؟ اس کے ہال اور آنکھیں تو کالی ہیں“ آسانی رکھ اس کے لئے موزوں نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں نے یہ سب پہلے ہی سوچ لیا ہے۔“

پرنس کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کتنی کے پاس کس لئے آیا تھا تو انہوں نے نیم مذاقہ نیم سنجیدہ انداز میں خفگی کا اظہار کیا اور اسے کپڑے بدلنے کے لئے گھر بھیج دیا اور کہا کہ وہ کتنی کے ہال ٹھیک کرانے میں مل نہ ہو اس لئے کہ شارل بس اب آنے ہی والا ہے۔

”اس نے ان دونوں ویسے ہی کچھ نہیں کھایا اور اپنی صورت شکل بگاڑ لی ہے اور تم اوپر سے اپنی یہ قولوں سے اس کو پریشان کر رہے ہو“ پرنس نے لیون سے کہا۔ ”چلو اب تم جاؤ، چلو میرے اچھے۔“

لیون تصور وار اور شرمندہ سا لیکن مطمئن ہو کر اپنے ہوٹل میں واپس آ گیا وہاں اس کے بھائی، داریا الکساندر وونا اور اسٹی پان اس کا بھائی سب کے سب پوری طرح سہ سہ سہ سہ ہوئے اس کا انتظار کر رہے تھے تاکہ مقدس شہید کے سامنے اس کو دعائے خیر دے سکیں۔ دیر کرنے کا وقت بالکل نہیں تھا۔ داریا الکساندر وونا کو ابھی گھر جانا تھا تاکہ اپنے بیٹے کو لے آئیں جس کے ہالوں کو کھٹکھٹالے بنا کر پادشاہ لگا دیا گیا تھا اس لئے کہ اسے شہید لے کر دلہن کے ساتھ چلنا تھا۔ پھر ایک گاڑی شاہ بالا کے لئے بھیجی جاتی تھی اور دوسری کو، جسے سرگئی ایو نووچ لے کر جانے والے تھے، واپس بھیجتا تھا۔۔۔۔۔ ویسے بھی بہت سی عجیبہ معاملات بہت سے تھے۔ ایک چیز قطعی طور پر تھی کہ لیت دسل کرنے کی بالکل ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ ساڑھے چھ بج چکے تھے۔

شہید کے سامنے دعائے خیر دے دینے کی رسم میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ اسٹی پان اس کا بھائی پیو کے برابر مزاجیہ مقدس کے انداز میں کھڑے ہوئے، انہوں نے شہید کی اور لیون کو حکم دیا کہ وہ زمین تک جھک جائے۔ پھر انہوں نے اسے ٹیکہ دی کے ساتھ مذاق اڑانے کے انداز میں دعائے خیر کہہ دی اور تین بار بوسہ دیا۔ یہی داریا الکساندر وونا نے بھی کیا اور فوراً ہی وہ جانے کے لئے جلدی پچالے لگیں اور گاڑیوں کی آوا جائی کے سلسلے میں بھر پور ہو گئیں۔

”تو ہم یہ کریں گے کہ تم ہماری گاڑی میں اسے لینے کے لئے جاؤ اور سرگئی ایو نووچ اگر اتنی نیکی کریں کہ چلے جائیں اور بعد کو گاڑی بھیج دیں۔“

”اے مجھ کو بڑی خوشی ہوگی۔“

”اور میں ابھی اسے لے کر آتا ہوں۔ چیزیں بھیج دی گئیں؟“ اسٹی پان اس کا بھائی نے کہا۔

”بھیج دی گئیں“ لیون نے جواب دیا اور گونا گونا کو حکم دیا کہ ان کے کپڑے تیار کرے۔

3

لوگوں کی خاص طور سے عورتوں کی ہجڑا کر کے کو گھیرے ہوئے تھی جس میں شادی کے لئے روشنی کی گئی تھی۔ جو لوگ بیچ میں نہیں کھس پائے تھے وہ کمزریوں کے پاس ہجڑا لگائے تھے، دھکے دے رہے تھے، جھگڑ رہے تھے اور جنگوں میں سے جھانک رہے تھے۔

میں سے زیادہ بگیاں پولیس والے ایک کے پیچھے ایک سڑک پر کھڑی کر دیا تھے۔ ایک پولیس افسر

پالے کی ذرا بھی پروا کیے بغیر صدر دروازے کے پاس اپنی وردی میں دھنکا ہوا اکھڑا تھا۔ اور گاڑیاں برابر آتی جا رہی تھیں، جن میں سے کبھی بچوں کی سیٹ خواتین اپنے لباسوں کے دھبوں کو سنبھالے ہوئے تھیں تو کبھی مرد اپنی کیپ یا سیاہ سیٹ اتارتے ہوئے نکلتے اور گرہے میں چلے جاتے۔ گرہے کے اندر دونوں خانوں روشن کیے جا چکے تھے اور مقامی شہیدوں کے سامنے بھی ساری شخصیں جلادی گئی تھیں۔ شہیدوں والی دیوار کی قریبی زمین پر سنہری رنگ، شہیدوں کی زیریں بالیاں، کلیسا کی قدیم اور شہدائوں کی چاندی، فرش کے چوکے، قالینے، کلیسا کی منیوں کے پاس لگے ہوئے پرچم، شائیل تک جانے والے زینے، اور پرانی سیاہ شدہ کتابیں، پادریوں کے لباس اور چوڑے۔۔۔ ساری چیزیں روشنی سے دکھ رہی تھیں۔ گرم کیے ہوئے گرہے میں بائیں جانب فزاک کوٹوں اور سفید ٹائیوں، وردیوں، زر، تخت، غسل، اطلس، پالوں، پھولوں، عریاں کندھوں اور ہاؤڈوں اور لمبے لمبے دستانے پٹنے، ہاتھوں کی ہجڑا، لیکن پر جوش بات چیت چل رہی تھی جو چھت کے اونچے گنبد میں عجیب طرح سے گونجتی تھی۔ ہر بار جب دروازہ کھلتے میں چرچا تھا تو اس ہجڑا میں بات چیت بند ہو جاتی اور اس امید میں سب لوگوں کی نظریں اصرار اٹھ جاتیں کہ وہ دولہا اور دلہن کو داخل ہوتے دیکھیں گے۔ لیکن دروازہ دس سے بھی زیادہ بار کھل چکا تھا۔ مگر وہ یا تو کوئی اور ہوتا یا ہوتی جو پرے سے پہنچے تھے اور وہ وائیں جانب مدعو لوگوں کے سلسلے میں شامل ہو جاتے یا پھر کوئی تماشا دیکھنے والی ہوتی جو پولیس افسر کو چیک دے کر یا اس کی منت سناہت کر کے اندر آ جاتی اور بائیں جانب کے انجانے لوگوں کی ہجڑا میں شامل ہو جاتی۔ عزیز رشتہ دار اور باہر کے لوگ بھی اب تک انتظار کے سارے مرحلوں سے گزر چکے تھے۔

پہلے تو لوگ یہ فرض کیے رہے کہ دولہا اور دلہن بس پہنچنے ہی والے ہیں اور اس تاخیر کو کسی نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ پھر لوگ بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگے اور تعجب کا اظہار کرنے لگے کہ کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا۔ پھر اتنی دیر ہو گئی کہ انہیں پتہ چلا کہ احساس ہونے لگا اور رشتہ داروں اور مسلمانوں نے ایسا ظاہر کرنا شروع کر دیا جیسے وہ دولہا کے بارے میں سوچ ہی نہیں رہے ہیں بلکہ اپنی باتوں میں مصروف ہیں۔

اعلیٰ و ذیل کو جیسے اچانک اپنے وقت کی قدر و قیمت کا خیال آ گیا اور وہ بے مبری سے کھانسنے لگا جس سے کمزریوں کے شیشے تک مل گئے۔ کلیسا کی منیوں کے گرد وہیں سے کبھی کسی کے گھانا آزمانے کی آواز سنائی دیتی تو کبھی اوسپٹے ہوئے منیوں کے جھینگنے کی۔ پادری بار بار کبھی خادم کلیسا کبھی ڈیکن کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجتا کہ دولہا آگیا یا نہیں اور خود کاشی چوڑے اور کڑھے ہوئے چٹکے سیٹ جلدی جلدی پہلو دالے دروازے تک دولہا کی آمد کی توقع میں جاتا۔ آخر کار ایک خاتون نے کھڑی دیکھتے ہوئے کہا، ”لیکن یہ بے بڑی ہی عجیب بات! اور سارے مسلمانوں پر بے چینی طاری ہو گئی اور وہ زور زور سے اپنی حیرت اور بے اطمینانی کا اظہار کرنے لگے۔ ایک شاہ بالا یہ پتہ لگانے کے لئے نکلا کہ آخر ہوا کیا۔ اس عرصے میں کبھی جو خود بہت پہلے تیار ہو چکی تھی، سفید لباس پہنے، لمبی نقاب ڈالے، تاریخی پھولوں کا ہار سر پہنے، اپنی دینی ماں اور اپنی بہن پرنس لودوا کے ساتھ شیریا تھکی خاندان کے مکان کے ہال میں کھڑی سے باہر دیکھ رہی تھی اور آدھ گھنٹے سے زیادہ سے انتظار کر رہی تھی کہ شاہ بالا آئے اور اطلاع دے کہ دولہا گھر پہنچ چکا ہے۔

اس سارے وقت میں لیون چٹوٹے لیکن بغیر واسٹ اور فزاک کوٹ کے اپنے کمرے میں ٹھہر رہا تھا۔ وہ بار بار دروازے میں سے سر نکال کر راہ داری پر نظر ڈالتا۔ لیکن راہ داری میں وہ نظری نہ آتا جس کا وہ انتظار کر رہا تھا، وہ ناامید ہو کر دلہن آ جاتا اور ہاتھ ملٹے ہوئے اسٹی پان اس کا بھائی سے مخاطب ہوتا جو اطمینان



سے سرگت لی رہے تھے۔

"کیا کسی کوئی اور آدمی بھی ایسی بھانک اور اعتقاد حالت میں جھٹا ہوا ہو گا؟" اس نے کہا۔

"ہاں! اعتقاد تو ہے" استی پان ارکاڈ سچنے نے اس کو قہقہہ دینے کے انداز میں مسکراتے ہوئے تائید کی۔

لیکن تم پریشان نہ ہو ابھی لا رہا ہے۔"

"آخر کیسے نہ پریشان ہوں! لیون نے اپنے جنونی غصے کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اور یہ اعتقاد اور اتنے کھلے کر بیان کی وائسٹ ہائلز نامی ہے" اس نے اپنی قبض کے سامنے کے ٹپے دے دے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور اگر سامان انشیں بھجھا جائے گا تو اس نے بے اختیار بڑی ناامیدی کے ساتھ کہا۔

"تب میری بہن لیٹا۔"

"تو کب کے پس لیتا چاہتے تھا۔"

مستحکم خیریت سے کوئی قاعدہ نہیں۔۔۔ دم لو اسب ٹھیک ہو جائے گا۔"

بات یہ تھی کہ لیون نے جب پینے کے لئے کپڑے طلب کیے تو لیون کے بڑے خدمت گار کو زمانے فراک کوٹ وائسٹ اور ضرورت کی سب چیزیں لا کر رکھ دیں۔

"اور قبض! لیون بیٹا۔"

"قبض تو آپ پینے ہیں" کو زمانے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

صاف قبض رکھ لینے کا خیال کو زمانے کو نہیں ہوا تھا اور جب اسے یہ علم دیا گیا تھا کہ ساری چیزیں رکھ کر پرنس شیریا ہنکی کے ہاں پہنچا دے جہاں سے دو لہا لیسن آج ہی شام کو چلے جانے والے تھے تو اس نے ڈریس سوٹ کے علاوہ ساری چیزیں وہیں پہنچا دی تھیں۔ صبح سے پستی ہوئی قبض مل دل ملی تھی اور کھلے کر بیان کی وائسٹ کے ساتھ اسے پسند آتا تھا۔ پرنس شیریا ہنکی کے گھر پہنچنے میں مستحکم تھی۔ اس لئے قبض خریدنے کے لئے آدمی بھیجا گیا۔ وہ لوٹ آیا کہ دکانیں سب بند ہیں۔۔۔ اتوار ہے۔ استی پان ارکاڈ سچنے کے ہاں آدمی بھیجا۔ وہ قبض لایا تو لیون وہ بے انتہا ڈھیلی اور چھوٹی تھی۔ آخر کار پرنس شیریا ہنکی کے ہاں سامان کھولنے کے لئے آدمی بھیجا گیا۔ مگر بے میں دو لہا کا انتظار ہو رہا تھا اور وہ کمرے میں بند درندے کی طرح کمرے میں شل رہا تھا اور راہداری میں بھاگ رہا تھا اور خوفزدہ ہو کر اور ناامیدی کے ساتھ وہ ہاتھیں یاد کر رہا تھا جو اس نے کبھی سے کھی تھیں اور یہ کہ اسے وہ کیا سوچ رہی ہوگی۔

آخر کار قصور دار کو زمانے کی طرح حاکمیتا ہو قبض لے بھاگ کرے میں داخل ہوا۔

"بس وقت ہی پہنچ گیا۔ سامان گاڑی پر لا دیا جا رہا تھا" کو زمانے کہا۔

تین منٹ بعد گھڑی اس خوف سے نہ دیکھتے ہوئے کہ کوئی اور بڑھ جائے گی لیون دوڑتا ہوا راہداری میں سے گذرا۔

"اب اس سے کچھ نہیں ہو گا" استی پان ارکاڈ سچنے نے مسکراتے ہوئے اور اطمینان سے اس کے پیچے لپکتے ہوئے کہا۔ "میں کہہ رہا ہوں تاہم سے سب ٹھیک ہو جائے گا" سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ہاں! ہائلز ادھ مری ہو رہی ہے! "لوگوں نے بھیڑ میں اس وقت کہا جب لیون مگر بے کے صدر دروازے پر دلہن کا استقبال کرنے کے بعد اس کے ساتھ مگر بے میں داخل ہوا۔

استی پان ارکاڈ سچنے نے اپنی بیوی کو دیر ہونے کی وجہ بتائی اور مہمانوں نے مسکراتے ہوئے آپس میں کھسک پھری۔ لیون نے کسی چیز یا کسی شخص کی طرف بھی دھیان نہیں دیا۔ وہ ایک تک اپنی دلہن ہی کو نگے جا رہا تھا۔

سب لوگ کہتے تھے کہ اس کی صورت شکل ان پچھلے دنوں میں بہت بگڑ چکی ہے اور شادی کے دن اتنی خوبصورت ہرگز نہیں تھی جتنی وہ عام طور سے نظر آتی تھی۔ لیون کو ایسا بالکل نہیں لگتا تھا۔ اس نے کبھی کے بالوں کے اونچے سنگار، لمبی سفید نقاب اور سفید پھولوں کو "اونچے چنٹ دار کار کو جو اس کی لمبی گردن کو پولوؤں سے خاص کنواریوں والے انداز میں بند لپے ہوئے تھا اور صرف سامنے سے ذرا سا کھلا تھا" اور اس کی حیرت انگیز پتلی کر کو دیکھا اور اسے لگا کہ وہ تو بیش سے بھی زیادہ خوبصورت تھی۔۔۔ اس لئے نہیں کہ ان پھولوں "اس نقاب اور اس خاص طور سے جیس سے آرڈر کر کے منگوائے ہوئے لباس نے اس کے حسن میں کچھ اضافہ کر دیا تھا بلکہ اس لئے کہ اس کے لباس کی اس پر فصیح و دجج کے باوجود اس کی بیاری صورت "اس کی نگاہوں اور اس کے ہونٹوں کا آشوبی اس کا مخصوص معصومیت اور سچائی کا تاثر تھا۔

"میں تو سوچنے لگی تھی کہ تم بھاگ جانا چاہتے ہو" کبھی نے اس سے کہا اور اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"جو میرے ساتھ ہو وہ اچھا اعتقاد تھا کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے" اس نے سرخ ہوتے ہوئے کہا اور پھر اسے سرگمی ابو افودج کی طرف مخاطب ہوا پڑا جو اس کے پاس آگئے تھے۔

"اچھا قصد رہا یہ تمہاری قبض کا بھی!" سرگمی ابو افودج نے سرکاتے اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں" لیون نے کہہ دیا یہ نہ سمجھتے ہوئے کہ اس سے کیا کہا جا رہا ہے۔

"مگر کوئی سچا" اب فیصلہ کرنا ہے" استی پان ارکاڈ سچنے نے بڑی سخی ہوئی سی صورت بنا کر کہا "ایک بہت اہم سوال کا۔ اس وقت میں ایسی حالت میں ہوں کہ اس کی ساری اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ مجھے بے پوچھا جا رہا ہے

کہ استعمال شدہ شمعیں جلائی جائیں یا غیر استعمال شدہ؟ دس روپے کا فرق ہے" انہوں نے مسکراتے ہوئے

اضافہ کیا۔ "میں نے فیصلہ تو کر دیا لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ شاید تم راضی نہ ہو۔"

لیون سمجھ گیا کہ یہ مذاق تھا مگر وہ مسکرا نہ سکا۔

"تو پھر استعمال شدہ کہ غیر استعمال شدہ؟۔۔۔ یہ ہے سوال۔"

"ہاں ہاں، غیر استعمال شدہ۔"

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ سوال ملے ہو گیا" استی پان ارکاڈ سچنے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جب لیون ان کو

کھوٹی کھوٹی نظروں سے دیکھا تو اپنی دلہن کے پاس چلا گیا تو انہوں نے چرکوف سے کہا "ڈرا سوچو تو لوگ ایسی

صورت حال میں کیسے یہ توقف ہو جاتے ہیں۔"

"خیال رکھنا کبھی، قالین پر تم پہلے قدم رکھنا" کاؤٹس نور دسٹن نے پاس آتے ہوئے کہا اور پھر لیون

سے مخاطب ہو کر بولیں "ایچھے آدمی ہیں آپ بھی!"

"کیوں؟" اور تو نہیں لگ رہا ہے؟" بوڑھی چچی مار یا دمیسٹر۔ لیون نے کہا۔

"تمہیں غصہ تو نہیں لگ رہی ہے؟ تم تو بالکل پہلی ہو رہی ہو۔ غصہ! سرڈا جھکاؤ!" کبھی کی بہن پرنس

لودو نے کہا اور اپنے بھروسے بھروسے خوبصورت بازوؤں کو اٹھا کر اس کے سر پر لگے پھولوں کو درست کیا۔

"آگئے!۔۔۔ وہ ہے دو لہا!۔۔۔ کون سا؟۔۔۔ وہی جو زیادہ جوان ہے؟۔۔۔ اور دلہن تو اف میری



ذالی پاس آئیں۔ وہ کچھ کتنا چاہتی تھیں لیکن کہہ نہ پائیں، رو پڑیں اور پھر غیر فطری انداز میں ہنسنے لگیں۔

کبھی بھی لیون کی طرح سب کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے دیکھی نہ رہی ہو۔ اس سے مخاطب ہو کر جتنی بھی باتیں کی جاتی تھیں ان کا جو اب وہ صرف خوشی کی مسکراہٹ سے دے سکتی تھی جو اس وقت اس کے لئے بالکل فطری چیز تھی۔

اس عرصے میں کلیسا کے سب خدمت گزاروں نے اپنے خاص موقعوں والے لباس زیب تن کر لیے اور پادری نیز ذیکن لیٹرن کے پاس آگئے جو عبادت گاہ کے در کے پاس رکھا تھا۔ پادری نے لیون سے مخاطب ہو کر کچھ کہا لیکن لیون نے سنائی نہیں کہ اس نے کیا کہا۔

”دلسن کا ہاتھ پکڑ لیجئے اور اسے لے چلے“ لیون کے شاہد ہالانے اس کو بتایا۔

دیر تک لیون کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے کیا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ دیر تک ان لوگوں نے اس کو درست کرنے کی کوشش کی اور پھر اس خیال کو چھوڑ دیا چاہتے تھے ”اس لئے کہ وہ یا تو اس ہاتھ سے نہ پکڑتا تھا یا اس ہاتھ کو نہ پکڑتا تھا کہ آخر کار اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے گھڑے ہونے کے انداز کو بدلے بغیر“ کبھی کا بھی دایاں ہی ہاتھ پکڑتا تھا۔ جب اس نے آخر کار دلسن کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا، جیسا کہ کرتا چاہتے تھا تو پادری ان سے چند قدم آگے بڑھا اور لیٹرن کے پاس رک گیا۔ دوستوں اور جان پہچان کے لوگوں کی بھیڑیا ت چیت کی جھمکتا ہٹ اور لباس کی سرسراہٹ سمیت ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ کسی نے جب کہ دلسن کے لباس کے دنبالے کو درست کیا۔ کہہ میں ایسا سنا تھا چھٹا کیا کہ شمعوں سے پھلتی موم کی بوندیں چپتی سنائی دینے لگیں۔

بوڑھے پادری نے ”جو اپنی مقدس کلاہ پہنے تھا اور جس کے چاندی جیسے چمکتے ہوئے سفید بال دونوں طرف کانوں کے پیچھے کیے ہوئے تھے“ اپنے چھوٹے چھوٹے بوڑھے ہاتھ بھاری روپے چرنے کے اندر سے نکالے جس کی پشت پر طلائی صلیب بنی ہوئی تھی اور لیٹرن کے پاس کچھ چیزوں کو ٹھیک کرنے لگا۔

اسی بان ار کا دلچسپ بڑی احتیاط کے ساتھ اس کے پاس گئے ”انہوں نے اس کے کانوں میں کچھ کہا اور پھر لیون کو آنکھ مار کر دیکھا اپنی جگہ پر چلے گئے۔

پادری نے پھولوں سے بنی ہوئی دو شخصیں جلائیں ”انہیں ایک طرف روک کر جبکہ انہیں ہاتھ میں لے لیا تاکہ موم دھیرے دھیرے ٹپکے اور پھر اس نے دو لمبا دلسن کی طرف منہ کیا۔ یہ وہی پادری تھا جس نے لیون کے کیوینین کو قبول کیا تھا۔ اس نے جھلی جھلی اور رنجیدہ نظروں سے دو لمبا اور دلسن کو دیکھا، ٹھنڈی سانس لی اور چونے میں دایاں ہاتھ نکال کر اس سے دو لمبا کو دے گاؤں خیر برکت دی اور اسی طرح لیکن ذرا احتیاط شفقت کے ساتھ اپنی جوڑی ہوئی انگلیاں کبھی کے سر پر رکھیں۔ پھر اس نے شخصیں ان لوگوں کو دے دیں اور خود دلسن لے کر دھیرے دھیرے ان کے پاس سے چلا آیا۔

”کیا واقعی یہ حقیقت ہے؟“ لیون نے سوچا اور دلسن کی طرف دیکھا۔ اسے اوپر سے کبھی کے چہرے کے ایک رخ کی ذرا سی جھلک دکھائی دی اور وہ نوٹوں اور پگلوں کی جنبش سے اس کو بے چل گیا کہ کبھی نے اس کی نگاہ کو محسوس کر لیا ہے۔ کبھی نے اس کی طرف دیکھا تو نہیں لیکن اس کے اونچے پنڈ دار کار میں ”جو اس کے گلابی کانوں تک اٹھا ہوا تھا“ خفیف سی حرکت ہوئی۔ لیون نے دیکھا کہ کبھی نے سانس اندر ہی روک لی ہے اور

لبے دستانے پہنے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمع ذرا اتر کر قرار ہی ہے۔

قیس کے سلسلے کی ساری بوکھلاہٹ ”دیر“ جان پہچان کے لوگوں اور رشتہ داروں سے بات چیت ”ان کی بے اطمینانی“ اس کی مضحکہ خیز حالت۔۔۔ ساری چیزیں اچانک غائب ہو گئیں اور اس کا بی خوش بھی ہو گیا اور ڈر بھی لگنے لگا۔

کھیدہ قامت جاذب نظر اعلیٰ ذیکن ”روپلا جب پہنے اور اپنے سنورے ہوئے ٹھٹھکے والے بالوں کی لٹوں کو دونوں طرف لٹکانے ہوئے پھر تیلے قدموں سے آگے آیا اور ایک ٹھٹھی ہوئی حرکت سے اپنی دو انگلیوں پر ریشمی شانہ پوش کو اٹھا کر پادری کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

”اپنی برکت نازل کر“ پروردگار!“ دھیرے دھیرے ہوا کی لہروں کو چھیڑتے ہوئے ایک کے بعد ایک حشرم آوازیں نکلیں۔

”ہم برکت ہے ہمارا خدا ہمیشہ کے لئے“ اس وقت اور اب سے ”صدیوں صدیوں تک“ بوڑھے پادری نے مدغم لہجہ کے ساتھ جواب دیا اور لیٹرن پر کسی چیز کو ادھر ادھر کرتا رہا۔ اور پھر کلیسا کے نظرنے آنے والے خدمت گزاروں کے کورس کی آواز بڑے آہنگ کے ساتھ زوروں میں اٹھی ”بلند ہوئی گھڑکیوں سے لے کر عراب دار جمعت تک پر ہو گئی اور آہستہ ڈوب گئی۔

اوپر دنیا اور زمین اور نہایت کے بارے میں ”مقدس اعلیٰ عظیم کلیسا“ اعلیٰ حضرت زار کے بارے میں معمول کے مطابق دعائیں پڑھی گئیں اور اس وقت بیاہے جانے والے بندگان خدا کسرتن تن اور یکا ترینا کے بارے میں دعا کی گئی۔

”ہم دعا کرتے ہیں اے خدا کہ ان کے لئے ایسی محبت کی ضمانت کر جو کامل ہو“ آتش کی حامل ہو اور جسے تیری مدد حاصل ہو“ ایسا لگا جیسے اعلیٰ ذیکن کی آواز سے پورا گرجا سانس لے رہا ہو۔

لیون نے یہ الفاظ سنے اور اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے سوچا ”ان لوگوں نے کیسے بھانپ لیا کہ وہ چاہتے کہ ضرورت ہے تو مدد ہی کی؟“ اسے ابھی تھوڑی دیر پہلے کے اپنے خوف اور شہادت یاد آئے اور اس نے سوچا ”میں کیا جانتا ہوں؟ اس خوف دلانے والے معاملے میں مدد کے بغیر میں کیا کر سکتا ہوں؟ اس وقت تو مجھے مدد ہی کی ضرورت ہے۔“

ذیکن نے جب وہ ٹھٹھکے ختم کیا تو پادری ایک کتاب لے کر آیا ہے جانے والے سے مخاطب ہوا: ”خدا اے دائم تو چھڑے ہوؤں کو ملتا ہے“ اس نے پر شفقت لہجہ دار آواز کے ساتھ پڑھنا شروع کیا ”اور تو نے ان کے لئے محبت کے انوٹ بندھن کا فیصلہ کیا ہے۔ تو نے اسحق اور ربیکا پر اپنی برکت نازل کی اور ان کے وارثوں پر رحم و کرم کیا۔ اب تو ہی اپنے ان بندوں، کسرتن تن اور یکا ترینا پر اپنی برکت نازل کر اور ان کے دلوں کو نیکی کے ہر کام کی طرف مائل کر اس لئے کہ تو اے خدا، رحیم و کرم اور انسانوں سے محبت کرنے والا ہے اور ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں“ پاپ کی ”بیٹے کی اور روح القدس کی“ آج اور اب سے اور صدیوں صدیوں تک۔۔۔ آ۔ آمین“ ہوا میں پھر نظرنے آنے والے کورس کی آواز کو بجی۔

”چھڑے ہوؤں کو ملتا ہے اور تو نے ان کے لئے محبت کے انوٹ بندھن کا فیصلہ کیا ہے“ یہ الفاظ کس قدر گہرے معنوں کے حامل ہیں اور اس وقت جو احساس ہے اس سے کس قدر مصائب بکرتے ہیں؟ لیون نے



سوچا۔ ”کیا یہ بھی دی محسوس کر رہی ہے جو میں محسوس کر رہا ہوں؟“

اور اس نے کیٹی کی طرف نگاہ موڑی ہی تھی کہ اس سے آنکھیں چار ہو گئیں۔

اور اس کی نظروں میں جو تاثر تھا اس سے لیوین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کیٹی بھی وہی سمجھتی ہے جو وہ سمجھتا ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں تھا۔ مذہبی رسوم کے الفاظ تو کیٹی تقریباً کبھی ہی نہیں بلکہ اس نے عقد کے وقت تو سنا بھی نہیں۔ وہ انہیں سن اور سمجھ سکتی ہی نہ تھی اس لئے کہ ایک احساسِ ہستی ہی زبردست تھا جو اس کے دل پر پوری طرح چھایا ہوا تھا اور سارے وقت شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔ یہ اس سب کے حقیقت بن جانے کی خوشی تھی جو بڑھ مینے سے ان کے دل میں تکمیل پا رہا تھا اور جس نے ان سارے چھ مہینوں میں اسے خوشی بھی دی تھی اور اذیت بھی۔ اس دن جب اپنے ارباب والے گھر کے ہال میں وہ اپنا بیورو لباس پہنے لیوین کے پاس آئی تھی اور خود کو اس کے حوالے کر دیا تھا تو اس کے دل میں اسی دن اور اسی گھڑی اپنی پہلی زندگی سے ایک قطعِ تعلق ہو گیا تھا اور بالکل ہی دوسری اور نئی زندگی شروع ہوئی تھی جس سے وہ بالکل ہی ناواقف تھی۔ حالانکہ درحقیقت پرانی ہی زندگی چلتی رہی تھی۔ یہ چھ ہفتے اس کے لئے سب سے بابرکت بھی تھے اور اذیت ناک بھی۔ اس کی ساری زندگی ’ساری آرزوئیں‘ امیدیں اس ایک شخص پر مرکوز ہو گئی تھیں جو ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، جس کے ساتھ اسے ایک ایسے احساس نے وابستہ کر دیا تھا جو اس شخص سے بھی زیادہ ناقابلِ فہم تھا۔ یہ احساس اس کو کبھی اس شخص سے قریب تر کرتا تھا اور کبھی دور تر۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی پرانی زندگی ہی جیتی رہی تھی۔ پرانی زندگی ہی جیتے رہتے ہوئے اسے اپنے آپ سے ’اپنے پورے ماضی کے بارے میں بے قابو بے نیازی سے ڈر لگتا تھا‘ جو چیزوں اور عاقبتوں کے بارے میں ’محبوب اور اس سے محبت کرنے والے لوگوں کے بارے میں بھی تھی‘ اس بے نیازی سے ناراض اور رنجیدہ مہل ’پیارے اور پہلے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور پر شفقت باپ کے بارے میں بھی۔ کبھی تو اسے اب بے نیازی سے ڈر لگتا اور کبھی اس چیز سے خوشی ہوتی جس نے اس میں یہ بے نیازی پیدا کی تھی۔ اس شخص کے ساتھ جو زندگی بسر کرتی تھی اس سے باہر وہ کچھ سوچ سکتی تھی نہ کسی چیز کی آرزو کر سکتی تھی۔ لیکن یہ نئی زندگی ابھی تو نہیں تھی اور وہ واضح طور سے اس کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ بس صرف توقع تھی۔ سنے اور انہماں کا خوف اور خوشی۔ اور اب ذرا ہی دیر میں یہ توقع ’انہماں بنی ہوئی اور پہلے کی زندگی کو ج دینے کا چھتہ‘ دوا بھی۔ سب ختم ہو جائے گا اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ یہ ہو ہی نہ سکتا تھا کہ یہ نئی زندگی اپنے انہماں بنی کی بنا پر خوفناک نہ ہو۔ لیکن خوفناک ہو یا نہ ہو۔ وہ تو اس کے دل میں چھ ہفتے پہلے ہی وجود پذیر ہو چکی تھی۔ اس وقت تو صرف اس چیز کو مقدس بنایا جا رہا تھا جو اس کے دل میں پہلے ہی بن چکی تھی۔

پادری نے پھر لیوین کی طرف مڑ کر بڑی مشکل سے کیٹی کی چھوٹی سی انگوٹھی اٹھائی اور لیوین کا ہاتھ مانگ کر اس کی انگلی کے پہلے پور میں پٹائی۔ ”بندہ خدا! کتنی تن کا عقد کیزہ دینا کتنا تھکا کے ساتھ ہوا۔“ اور بڑی سی انگوٹھی کیٹی کی گلابی ’چھوٹی سی اور قابلِ رحم طور پر پتلی سی انگلی میں پٹنا کر پادری نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔

یہاں جانے والوں نے کیٹی ہار اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ انہیں کیا کرنا چاہئے اور ہر بار لٹلی کی اور پادری نے دہلی زبان سے انہیں درست کیا۔ آخر جو کچھ کرنا تھا وہ کر کے ’ان کی انگوٹھیں پر صلیب کا نشان بنانے کے اس نے پھر بڑی دالی انگوٹھی کیٹی کو اور چھوٹی دالی لیوین کو دی۔ ان لوگوں نے پھر بڑی اور دوبارہ انہوں نے

انگوٹھیاں دالیں بدلیں پھر بھی وہ نہ ہوا جو کرنے کا تقاضا تھا۔

ڈالی ’جینکٹ اور استی پان ارکا‘ سچے ان کو درست کرنے کے لئے آگے آتے رہے۔ کچھ گزریں ہوئیں ’کھسک پھسک ہوئی اور لوگ مسکرائے لیکن یہاں جانے والوں کے چہروں کا پر تقدس اور محبت بھرا تاثر نہیں بدلا۔ اس کے برعکس جب اپنے ہاتھوں میں گزیر کر رہے تھے تب ان کے چہروں کا تاثر زیادہ پر تقدس تھا اور استی پان ارکا سچے جس مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشی کی تھی کہ اب وہ اپنی اپنی انگوٹھیاں پہن لیں وہ ان کے ہونٹوں ہی پر جم کر رہ گئی۔ ان کو لگا کہ کسی طرح کی مسکراہٹ بھی ان لوگوں کو ناز یا معلوم ہوگی۔

جب وہ انگوٹھیاں کا تبادلہ کر چکے تو پادری نے پڑھنا شروع کیا ”تو نے شروع ہی سے انہیں مرد اور عورت قرار دیا اور تیری ہی طرف سے شوہر کو بیوی عطا ہوتی ہے تاکہ مدد کرے اور نسل انسانی کی پرورش و پرداخت کرے۔ تو خود ’اے مالک ہمارے‘ جس نے اپنے توارث پر اپنی سچائی کا انکشاف کیا ہے اور بخشش کا وعدہ کیا ہے اور اپنے بندوں ہمارے آپاء سے اپنے منتخب کردہ کی پشت در پشت سے ’نظر کر اپنے بندے‘ کتنی تن اور اپنی کتیز کا تھمتا پر اور ان کے عقد کو ایمان میں ’ہم خیالی‘ سچائی میں اور محبت میں بھتا ہوتا۔“

لیوین کا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ شادی کے بارے میں اس کے سارے خیالات اور اس بارے میں اس کے خواب کہ وہ اپنی زندگی کی حقیر و تنہیم کس طرح کرے گا۔ سب بچپن کے تھے اور یہ ایسی چیز تھی جسے وہ ابھی تک نہ سمجھ پایا تھا جس کو اب بھی وہ کم ہی سمجھ رہا تھا حالانکہ یہ سب اسی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس کے سینے میں ایک لچکی سی اوپر چھتی آری تھی اور اس کی آنکھوں میں ناقابلِ ضبط آنسو بھر آئے۔

## 5

گھر کے میں پورا ماسکو سارے رشتہ دار اور جان پہچان کے لوگ جمع تھے۔ اور عقد کی رسم کے دوران میں ’روشنی سے جھلکاتے ہوئے گرجے‘ بھی سچائی عورتوں اور لڑکیوں نیز سفید ٹائیاں ’فراک کوٹیاں اور دیاں پہنے ہوئے مردوں کی بھیڑ میں شائستہ دم آواز میں بات چیت کی نہیں تھی جس کو زیادہ تر مرد چلا رہے تھے اس لئے اور بھی کہ عورتیں مذہبی رسوم کی تفصیلات کا بغور مشاہدہ کرنے میں محو تھیں جو ان کے لئے بیش اس قدر باعث کشش ہوتی ہیں۔

دلہن کے پاس کے سب سے قریب والے ملنے میں ان کی دونوں بہنیں تھیں۔ ڈالی اور بڑی دالی پر سکون اور خوبصورت مدام لودو اور پادری دس سے آئی تھیں۔

”یہ ماری کاسنی رنگ کے لباس میں کیوں ہیں شادی کے موقع کے لئے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے سیاہ؟“ کور سنسکا لیا نے کہا۔

”ان کے چہرے کی رنگت کے ساتھ بس یہی ایک سارا رہ جاتا ہے۔“ وروہیتسکا لیا نے جواب دیا۔ ”مجھے تو اس بات پر تعجب ہے کہ ان لوگوں نے شام کو شادی کیوں رکھی۔ یہ تو سودا گروں کا دستور ہے۔“

”زیادہ اچھا لگتا ہے۔ میری شادی بھی شام کو ہوئی تھی“ کور سنسکا لیا نے لٹلی کی سانس بھر کر جواب دیا۔ انہیں یاد آ رہا تھا کہ اس دن وہ کتنی پیاری لگ رہی تھیں ’کس مسئلہ خیز جد تک ان کے شوہر ان کے عشق میں جلا تھے اور اب سب کچھ کس قدر مختلف ہو چکا تھا۔

”کتنے ہیں کہ جو دس سے زیادہ بار شادیاں بنا رہے اس کی شادی نہیں ہوتی۔ میں دسویں بار شادیاں بنا چکا ہوتا



تھا کہ محفوظ ہو جاؤں لیکن جگہ ہی خالی نہیں رہ گئی تھی "کاؤنٹ سینا وین نے خوبصورت پرنس چار سکایا سے کہا جن کی ان پر نظر تھی۔

پرنس چار سکایا اس کے جواب میں بس مسکرا دیں۔ وہ کیٹی کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہ کیسے اور کب کیٹی کی جگہ کاؤنٹ سینا وین کے ساتھ کھڑی ہوں گی اور کیسے وہ جب کاؤنٹ سینا وین کو ان کا اس وقت کا مذاق یاد دلانے لگیں گی۔

پرنس شیریا کیٹی بوڈی فرائلین بھولا گیا اسے کہہ رہے تھے کہ ان کا ارادہ ہے کہ وہ کیٹی کے شینون کے اوپر کٹ رکھ دیں تاکہ وہ کبھی رہے۔

"شینون پسنے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی" بھولا گیا نے جواب دیا جنہوں نے بہت پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ جس بوڈی فرائلین کو انہوں نے پھانسا ہے اگر اس نے ان سے شادی کی تو شادی بالکل سادہ ہوگی۔ "مجھے یہ تماشہ پسند ہی نہیں۔"

سرگئی ایو انوویچ داریا دمیتر۔ نیوٹا سے باتیں کر رہے تھے اور مذاق انداز میں انہیں یقین دلا رہے تھے کہ شادی کے بعد کبھی چلے جانے کی رسم اس لیے بوجھتی جاری تھی کہ نو بیاہتا لوگوں کا ضمیر پیشہ قہوڑی بہت سلامت کرتا ہے۔

"آپ کے بھائی کو فکر کرنا چاہئے۔ کیٹی تو ایسی بیاری ہے کہ یقین ہی نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں آپ کو رشک ہو رہا ہے؟"

"داریا دمیتر۔ نیوٹا" میں اس سب سے بہت پہلے گزر چکا ہوں "انہوں نے جواب دیا اور ان کا چہرہ اچانک غمگین اور سنجیدہ ہو گیا۔

اسی پان ارکا کا بچہ اپنی سالی کو طلاق کے بارے میں اپنا ذوق معنی مذاق سنارہے تھے۔ "پھولوں کے سرے کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے" انہوں نے اسی پان ارکا کا بچہ کی بات سنے بغیر جواب دیا۔

"کیسی افسوس کی بات ہے کہ کیٹی کی صورت ایسی خراب ہو گئی "کاؤنٹس نور دسٹن نے لوڈو اسے کہا۔ "پھر بھی وہ تو کیٹی کی جھنجھکیا کے برابر بھی نہیں ہے۔ ہے نا؟"

"نہیں" مجھے تو وہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ میرا برابر بہت ہوئے والا ہے "لوڈو اسے جواب دیا۔ "اور وہ خود کو کتنی اچھی طرح لے دیے ہوئے ہے! اور ایسی حالت میں اپنے کو لے دیے رہتا اور مضحکہ خیز نہ بننا اتنا مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ بالکل مضحکہ خیز نہیں ہے۔ اس میں تباہی بالکل نہیں ہے اور دکھائی دے رہا ہے کہ وہ متاثر ہے۔"

"لگتا ہے آپ اس رشتے کی توقع کر رہی تھیں۔"

"تقریباً۔ کیٹی تو ہمیشہ اس سے محبت کرتی تھی۔"

"اچھا اب یہ دیکھیں گے کہ کون کالین پر پہلے قدم رکھتا ہے۔ میں نے کیٹی کو صحت کر دی ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا" لوڈو اسے جواب دیا "ہم بھی تاجدار بیویاں ہیں۔ یہ تو ہمارے خاندان میں ہے۔"

"اور میں نے تو جان بوجھ کر اسلی سے پہلے قدم رکھا تھا۔ اور ڈالی آپ نے؟"

ڈالی ان لوگوں کے پاس ہی کھڑی تھیں اور ان کی باتیں سن رہی تھیں لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بہت زیادہ متاثر تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے اور وہ روئے بغیر کہہ رہی نہ سکتی تھیں۔ وہ کیٹی اور لیون کے لئے خوش تھیں۔ خیالوں ہی خیالوں میں وہ اپنی شادی میں پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے دیکھتے اور کھلتے ہوئے اسی پان ارکا کا بچہ پر نظر ڈالی، سب کچھ بھول گئیں اور صرف اپنی پہلی محسوس محبت کو یاد کرنے لگیں۔ انہوں نے صرف اپنے بارے میں نہیں بلکہ اپنی قریبی اور جان پہچان کی کبھی عورتوں کے بارے میں یاد کیا۔ انہوں نے ان سب کو ان کے لئے اس واحد مقدس وقت میں یاد کیا جب کیٹی کی طرح وہ محبت پسنے کھڑی تھیں اور ان کے دل میں محبت، امید اور خوف تھا، وہ ماضی کو بچ رہی تھیں اور ہر اسرار مستقبل میں داخل ہو رہی تھیں۔ انہوں نے جتنی دلتوں کو یاد کیا ان سب میں انہوں نے اپنی بیاری آنا کو بھی یاد کیا جن کے مجوزہ طلاق کی تفصیلات انہوں نے تھوڑے ہی دن ہوئے سنی تھیں۔ اور وہ بھی اسی طرح پاکیزہ، نارنجی پھولوں سے سجی اور نقاب ڈالے کھڑی تھیں اور اب کیا ہوا؟

"بہت ہی عجیب بات ہے" وہ بددائیں۔

نہجی رسوم کی ساری تفصیلات کو صرف ہمیں، سیلیاں اور رشتہ دار عورتیں ہی نہیں بلکہ باہری عورتیں بھی جو تماشہ دیکھنے کے لئے آگئی تھیں، بیان کے ساتھ، دم سادھے دیکھ رہی تھیں اور ڈری تھیں کہ کبیں دو لہایا دلہن کی کوئی نقل و حرکت یا چہرے کا کوئی تاثر چھوٹ نہ جائے۔ بے نیاز مرد جو مذاق یا ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے وہ انہیں زیادہ تر تو سنی ہی نہ تھیں اور سنتیں بھی تو جھجھکا کر کوئی جواب نہ دیتی تھیں۔

"یہ اتنا روٹا دھونا کس لئے؟ کیا مرضی کے خلاف بیایا جا رہی ہے؟"

"ایسے نوجوان کے ساتھ بھلا مرضی کے خلاف؟ پرنس ہے نا وہ؟"

"اور یہ سفید اطلس کے لباس میں بن ہے؟ ذرا سننا ڈیکھ کیسے دھاڑے گا: اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔"

"یہ چودوف خانقاہ کا کورس ہے؟"

"نہیں" اعلیٰ تنقید کلیا کا ہے۔

"میں نے خدمت گارے پوچھا تھا۔ کتا ہے کہ فوراً ہی بیوی کو لے کر اپنے گاؤں کی کوٹھی پر چلا جائے گا۔ کہتے ہیں بے انتہا الدار ہے۔ اسی لئے بیوی دی ہے۔"

"نہیں" بوڈی اچھی ہے۔

"اور آپ ماریا ولا سینا بحث کر رہی تھیں کہ جمو لیتی ہوئی کریولین پنی جاتی ہے۔ دیکھئے اس کو وہ جو تیس میں ہیں، کہتے ہیں سفیر کی بیوی ہیں دیکھئے کیسی بھول رہی ہے۔۔۔ یوں "اور پھر دوں۔"

"دلہن تو کتنی بیاری ہے، بالکل سمجھنے کی طرح آراستہ لگ رہی ہے۔ چاہے کچھ کہئے، مجھے تو بیچارہ پرتس آ رہا ہے، بن ہے ہماری۔"

ایسی باتیں تماشہ دیکھنے والیوں کی بھیڑ میں ہو رہی تھیں جو کسی نہ کسی طرح گرہے کے دروازے کے اندر کھس آئی تھیں۔



جب عقد کی ابتدائی رسم ختم ہو گئی تو گرہ کے ایک خدمت گزار نے لیکشن کے سامنے بچہ گرہے میں گلابی رنگی کپڑے کا ایک پارچہ بچھا دیا اور س نے کوئی بست ہی پر قلعہ اور پیچہ دو صحن والی مناجات گلابی شراب کی بس میں اونچے اور نیچے سروں کی بجائے بند کی تھی اور پارہ نے نوکیلا ہوتا جوڑے سے مخاطب ہو کر بچے ہوئے گلابی رنگی کے پارہ کے طرف اشارہ کیا۔ دونوں نے اکلویہ کماوت سنی تھی کہ کالین پر جو پہلے قدم رکھتا ہے وہی خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت جب ان دونوں نے یہ چند قدم اٹھائے تو اس کماوت کا خیال لیون کو آیا نہ کیشتی کو۔ انہوں نے تو اس بارے میں پر زور بحث اور رایوں کو بھی نہیں سنا کہ کچھ لوگوں کے مشاہدے کے مطابق لیون نے پہلے قدم رکھا تھا اور کچھ کے مطابق دونوں نے ایک ساتھ۔

جب دستور جو سوالات کیے جاتے ہیں کہ وہ دونوں ازدواج کے خواہش مند ہیں اور انہوں نے کسی اور سے وعدہ نہیں کیا ہے ان کے جوابات کے بعد 'جو خود ان کے کانوں کو بھی جھپ گئے' نئی عہادت شروع ہوئی۔ کیشتی و عاؤں کے الفاظ سن رہی تھی اور چاہتی تھی کہ ان کے مفہوم کو کچھ لیکن نہیں سمجھ سکی۔ رسوم جیسے جیسے آگے بڑھتی گئیں ویسے ویسے اس کا دل تھکس اور روشن خوشی کے احساس سے زیادہ بھرتا گیا اور اس میں توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت نہ رہ گئی۔

دعا کی گئی مگر انہیں مصمت و پاکیزگی مٹا ہوا اور اس کے سلسلے میں شریعتی حاصل ہو گیا انہیں بیٹے بیٹیاں دیکھنے کی سرت حاصل ہو۔ "نہیں یاد دلایا گیا کہ خدا نے عورت کو آدم کی پہلی بیوی سے پیدا کیا اور اسی بنا پر مرد اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ کر بیوی سے وابستہ ہوتا ہے اور وہ دونوں ایک گوشہ خون ہوں گے اور" یہ ایک سرعہ ہے۔ "دعا کی گئی کہ خدا انہیں صاحب اولاد بنائے اور ان پر برکت نازل کرے جیسے اسحاق اور یساکا پر" یوسف "موسا اور زبورہ پر" تھی اور وہ اپنے بیٹوں کے بیٹوں کو دیکھیں۔ "یہ سب بست ہی اچھا تھا۔" کیشتی نے سوچا "یہ سب اس کے علاوہ کچھ اور ہوئی نہ سکتا تھا" اور اس کے کھل اٹھنے والے چہرے کو خوشی کی مسکراہٹ نے روشن کر دیا جس سے سبھی دیکھنے والوں میں خوشی کی دھکیلی لہر دوڑ گئی۔

"پوری طرح بچھا دیتے" مشورے سنائی دینے جب پارہ نے ان کے لئے کٹ اٹھائے اور شیرا تنکی نے "اپنے تین بیٹوں والے دستاں پہنے کپڑے ہوئے ہاتھ سے کٹ کو کیشتی کے سر کے اوپر اٹھائے رکھا۔

"بچھا دیتے؟" کیشتی نے مسکراتے ہوئے دہلی زباں سے کہا۔

لیون نے اس کو دیکھا اور کیشتی کے چہرے پر خوشی کی جو دمک تھی اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور وہ بھی اتنی خوش ہو گیا جتنی کیشتی تھی۔

انہوں نے خوشی خوشی اعلیٰ دیکھنے کی آخری آیت پر گونجی ہوئی آواز میں خوارینہ کے کتب پڑھے جاتے تھے جس کا انتظار انہیں لوگ بڑی بے چینی سے کر رہے تھے۔ پچھلے پالے میں سے نم گرم سرخ شراب اور پانی پینا انہیں بست اچھا لگا اور جب پارہ نے اپنے گھونڈ کو جھک کر ان کے دو ہاتھ پکڑے اور لیکشن کے پچھلے لکوائے اور اس کے ساتھ ہی ایک گہری تپتی آواز نے جن کے ساتھ گایا "بارک ہو بیٹی کہ مرضی تساری پوری ہو گئی" (4) تو ان دونوں کو اور بھی اچھا لگا۔ شیرا تنکی اور جیو کٹ بھی جو کٹ کو سنبھالے سنبھالے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور دلن کے لباس کے دنبالے میں بار بار الجھ رہے تھے مسکرا رہے تھے اور پتہ

نہیں کیوں بہت خوش تھے "اور دونوں یا تو بچھڑ جاتے یا ہر بار جب پارہ کی رک جاتا تو وہ دو لہاؤں سے ٹکرا جاتے۔ کیشتی کے دل میں خوشی کی جو چنگاری روشن تھی اس سے لگتا تھا کہ بے میں موجود سارے لوگوں میں حرارت اور روشنی کی لہر دوڑا دی تھی۔ لیون کو لگ رہا تھا کہ پارہ کی اور دیکھنے بھی اسی کی طرح مسکرا رہا ہے۔

پارہ نے ان کے سروں پر سے کٹ اتار کر آخری دعا پڑھی اور نوکیلا ہوتا جوڑے کو مبارک باد کہا۔ لیون نے کیشتی پر نظر ڈالی۔ اس نے کیشتی کو کبھی اس روپ میں دیکھا ہی نہ تھا۔ خوشی کی اس نئی دمک کی بدولت 'جو اس کے چہرے پر تھی وہ بہت ہی دلکش ہو گئی تھی۔ لیون اس سے کچھ نہ کچھ کستا چاہتا تھا لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ مذہبی رسوم ختم ہو گئیں یا نہیں۔ اس کی مشکل کو پارہ نے حل کر دیا۔ وہ بہت ہی نیک دلی سے مسکرایا اور آہستہ سے بولا:

"اپنی زوجہ کا بوسہ لو اور تم اپنے زوجہ کا" اور اس نے ہمیں ان کے ہاتھوں سے لے لیں۔

لیون نے بڑی احتیاط کے ساتھ کیشتی کے مسکراتے ہوئے ہونٹوں کا بوسہ لیا "اے اپنے بازو کا سارا دیا اور ایک نئی اور عجیب قہمت محسوس کرتے ہوئے گرہے سے باہر لے چلا۔ اس کو یقین نہیں آتا تھا "ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سوچ ہو۔ جب ان دونوں کی جھج اور شریانی ہوئی آنکھیں چار ہوئیں تب اسے یقین آیا کہ وہ دونوں اب ایک ہو چکے ہیں۔

شام کے کھانے کے بعد اسی رات کو وہ دونوں گاؤں چلے گئے۔

درویشی اور آنا ساتھ ساتھ تین مہینے سے یورپ میں سفر کر رہے تھے۔ وہ بیس روم اور نیپلس کی سیر کر چکے تھے اور اس چھوٹے سے اطالوی شہر میں بس ابھی ابھی پہنچے تھے جہاں وہ کچھ دن قیام کرنا چاہتے تھے۔

وجہ اور کھیل ہیڈ ویٹر جس کے کھیلے تھل گئے ہوئے پنوں میں گردن تک ٹانگ تھل ہوئی تھی "فراک کوٹ اور چوڑے صدر کی سفید کیمبرک کی قبض پٹنے اور گول توند کے اوپر مہوں کا گچھا لٹکائے جب میں ہاتھ ڈالے" فخرت کے ساتھ بھوس کیٹھے ایک صاحب کو تندی کے ساتھ کچھ جواب دے رہا تھا جو پاس ہی کھڑے تھے۔ دوسری طرف سے قدموں کی آہٹ سن کر 'جو بیڑیوں کی طرف آرہے تھے' ہیڈ ویٹر ادھر مڑا اور روسی کاؤنٹ کو دیکھ کر 'جو ان کے ہاں بہترین کمروں میں ٹھہرے ہوئے تھے' "آرٹا" اس نے جب سے ہاتھ نکال لئے اور تقسیم کر کے بتایا کہ ہر کارہ آیا تھا کہ پالا تھو الا معاملہ طے ہو گیا ہے اور ختم جانید ا معاملہ پے پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہے۔

"اچھا! بڑی خوشی کی بات ہے" درویشی نے کہا۔ "اور داماد کرے میں ہیں یا نہیں؟"

"وہ کھٹنے گئی تھیں لیکن واپس آگئی ہیں" ہیڈ ویٹر نے جواب دیا۔

درویشی نے سر پر سے چوڑی نگر والی نرم ہیٹ اتاری اور رومال سے ماتھے کا پینہ اور آدمے کان تک بڑھے ہوئے بالوں کو پونچھا جو کٹھنی کے پیچھے کو سنوارے ہوئے اور اس کی گچ کو چھپائے ہوئے تھے۔ پاس جو صاحب ابھی تک کھڑے اسے دیکھے جا رہے تھے ان کی طرف کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے چاہا کہ چلا جائے۔

"یہ صاحب روسی ہیں اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے" ہیڈ ویٹر نے کہا۔



اس جھٹلا ہٹ کے کہ جان پہچان کے لوگوں سے بھاگ کے آدمی کہیں نہیں جاسکتا اور اس خواہش کے ملے بٹے احساس کے ساتھ کہ اپنی زندگی کی ایک رنگی میں کسی نہ کسی طرح کی تبدیلی کا موقع مل جائے۔ دروہشی نے پھر ان صاحب کی طرف دیکھا جو جانے کے لئے چند قدم گئے، پھر رک گئے تھے۔ دونوں کی آنکھیں بیک وقت چمک اٹھیں۔

"گھنٹینٹ!"

"دروہشی!"

واقعی وہ گھنٹینٹ ہی تھا جو کور آف میجر میں دروہشی کے ساتھ ہی زیر تعلیم تھا۔ کور میں گھنٹینٹ کا تعلق لبرل پارٹی سے تھا، گور سے وہ غیر فوجی رہے کے ساتھ نکلا اور اس نے کیس ملازمت میں کی۔ گور سے نکلنے کے بعد وہ اور دروہشی بالکل ہی الگ الگ راستوں پر ہو گئے اور بعد کو ان کی ملاقات بس ایک بار ہوئی تھی۔ اس بار جب ملاقات ہوئی تھی تو دروہشی کو معلوم ہوا کہ گھنٹینٹ نے کسی بہت سی دانشمندانہ لبرل سرگرمی کا انتخاب کیا تھا اور اس کی وجہ سے وہ دروہشی کی سرگرمی اور پیشے کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا رجحان رکھتا تھا۔ چنانچہ دروہشی اس ملاقات میں اس سے بڑی سردمہری سے اور پر غور انداز کے ساتھ پیش آیا تھا جو وہ جانتا تھا کہ کیسے کرنا چاہئے اور جس کا مفہوم کچھ یوں ہوتا تھا کہ "میری طرز زندگی آپ کو پسند ہو یا نہ ہو اس سے میرے لئے بالکل کوئی فرق نہیں پڑتا" اگر مجھ سے آپ واسطے رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو میری عزت کرنی پڑے گی۔" اور گھنٹینٹ نے بھی دروہشی کے لیے کی طرف سے حقارت آہستہ سے نیازی برتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس ملاقات نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے اور بھی دور کر دیا ہو گا۔ لیکن اب جو انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ مکمل اٹھے اور خوشی سے جیج پڑے۔ دروہشی کو بالکل یہ توقع نہیں تھی کہ وہ گھنٹینٹ کو دیکھ کر اتنا خوش ہو گا لیکن غالباً اسے خود بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کتنی بے کیفی محسوس کر رہا تھا۔ وہ پچھلی ملاقات کے تاثر کو بھول گیا اور اس نے صریح طور پر پرست چہرے کے ساتھ اپنے سابق ساتھی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خوشی کا ایسا ہی تاثر گھنٹینٹ کے چہرے پر بھی آیا جس پر پہلے تشویش کے آثار تھے۔

"تم سے مل کر کس قدر خوشی ہوئی!" دروہشی نے دوستانہ مسکراہٹ میں اپنے مضبوط سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں نے سنا۔۔۔ دروہشی، لیکن کونسا۔۔۔ یہ پتہ نہ تھا۔ بہت بہت خوشی ہوئی!"

"چلو اندر چلیں۔" ٹولیا کر رہے ہو تم؟

"اب تو دو سراسال ہے کہ میں بیٹیں رہتا ہوں کام کرتا ہوں۔"

"اچھا!" دروہشی نے دلچسپی کے ساتھ کہا۔ "چلو اندر چلیں۔"

اور روسوں کی عام عادت کے مطابق کہ جو بات نوکروں سے چھپائی ہو اسے روسی میں کہنے کی بجائے فرانسیسی میں کہا جائے "اس نے بھی فرانسیسی میں باتیں شروع کر دیں۔

"تم کار۔" تینا سے ملے ہو؟ ہم ساتھ ہی ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ میں انہی کے پاس جا رہا ہوں" اس نے گھنٹینٹ کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے فرانسیسی میں کہا۔

"اچھا! مجھے نہیں معلوم تھا" (حالانکہ وہ جانتا تھا) گھنٹینٹ نے بے نیازی سے کہا اور پھر اضافہ کیا "تم بہت دنوں سے آئے ہوئے ہو؟"

"میں؟ چھ تھانہ ہے" دروہشی نے جواب دیا اور ایک بار پھر اپنے ساتھی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ "ہاں وہ شائستہ آدمی ہے اور معاملے کو اسی طرح دیکھتا ہے جیسے دیکھنا چاہئے" دروہشی نے اپنے دل میں کہا۔ وہ گھنٹینٹ کے چہرے کے تاثر اور بات کا موضوع بدلنے کے معنی سمجھ گیا تھا۔ "آنانے اس کا قاتل کرایا جاسکتا ہے۔ وہ جیسے دیکھنا چاہے ویسے ہی دیکھتا ہے۔"

ان تین میٹوں میں جو اس نے آنانے کے ساتھ پریس میں گزارے تھے، دروہشی جب نئے لوگوں سے ملتا تو ہمیشہ خود سے اس سلسلے میں سوال کرتا کہ یہ کیا شخص آنانے کے ساتھ اس کے تعلق کو کیسے دیکھے گا اور زیادہ تر وہ اسی قسم کے مردوں سے ملتا تھا جو اسے ٹھیک سے سمجھ سکیں۔ لیکن اگر اس سے پوچھا جاتا تو ان لوگوں سے پوچھا جاتا جو یہ سمجھتے تھے کہ اس معاملے کو کیسے دیکھنا چاہئے، اور یہ سمجھتا کہ کس چیز پر مشتمل تھا تو جواب دینا اس کے لئے بھی مشکل ہوتا اور ان لوگوں کے لئے بھی۔

دراصل جو لوگ دروہشی کی رائے میں معاملے کو صحیح طور پر سمجھتے تھے وہ اس کو بالکل ہی نہیں سمجھتے تھے اور بس اس طرح لے دیے رہتے تھے جیسے ایسے تربیت یافتہ لوگ سارے پیچیدہ اور بڑا لکھے ہوئے مسئلوں کے سلسلے میں لے دیے رہتے ہیں جو زندگی کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔۔۔ وہ خود کو شائستگی سے لے دیے رکھتے تھے اور اشارے کرنے سے یا ناخوشگوار سوالات کرنے سے اجزا ذکر کرتے تھے۔ وہ ایسا غلاماں ہر کرتے تھے جیسے وہ اس صورت حال کے معنی اور مفہوم کو پوری طرح سمجھتے ہیں، اسے تسلیم بلکہ اس کی تائید بھی کرتے ہیں لیکن اس سب کی وضاحت کرنا بے عمل اور بیکار سمجھتے ہیں۔

دروہشی نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ گھنٹینٹ ایسے ہی لوگوں میں سے ہے اور اس لئے اس سے مل کر دو گنی خوشی ہوئی۔ اور درحقیقت گھنٹینٹ کو جب آنانے کے پاس لے جایا گیا تو ان کے ساتھ وہ اس طرح لے دیے رہا کہ دروہشی اس سے زیادہ کی خواہش نہ کر سکتا تھا۔ وہ بظاہر بغیر کسی کوشش کے اس طرح کی ساری بات چیت سے اجزا ذکر کرنا جو اس نے بن کا باعث بن سکتی تھی۔

وہ آنانے سے پہلے سے واقف نہ تھا اور ان کی خوبصورتی اور اس سے بھی زیادہ سادگی سے بے حد متاثر ہوا جس سے انہوں نے اپنی صورت حال کو قبول کر رکھا تھا۔ دروہشی جب گھنٹینٹ کو لے کر آیا تو آنانے کا چہرہ گلابی ہو گیا اور ان کے خوبصورت چہرے پر چھائی ہوئی بچوں کی سی یہ رحمت گھنٹینٹ کو بہت پسند آئی۔ لیکن جو چیز اسے خاص طور سے پسند آئی وہ یہ کہ انہوں نے فوراً ہی جیسے جان پوچھ کر، تاکہ ایک انجینیئر شخص کو کسی طرح کی غلط فہمی نہ ہو، دروہشی کو صرف انگلیسی کہا اور بتایا کہ وہ اور انگلیسی کرایہ پر لے ہوئے ایک نئے گھر میں منتقل ہو رہے ہیں جسے یہاں پالا تو کہتے ہیں۔ اپنی صورت حال کے بارے میں یہ راست رویہ گھنٹینٹ کو اچھا لگا۔ آنانے اس نیک دلی اور مسرت سے بھرے ہوئے توانا انداز کو دیکھ کر گھنٹینٹ کو جو ان کے شوہر انگلیسی الکساندر روچ کو بھی جانتا تھا اور دروہشی کو بھی "یہ لگا کہ وہ آنانے کو پوری طرح سمجھتا ہے۔ اسے لگا کہ وہ اس بات کو سمجھتا ہے جسے آنانے خود کسی طرح میں سمجھ سکتی تھیں۔۔۔ کہ شوہر کو دکھ پانچا کر" انہیں اور اپنے بیٹے کو چھوڑ کر اور اپنی ٹیک ٹائی گونا کر کیسے اتنی توانا پر مسرت اور تسکین محسوس کر سکتی ہیں۔

"گناڈیک میں اس کا ذکر ہے" گھنٹینٹ نے اس پالا تو کہنے کے بارے میں کہا جو دروہشی نے کرایہ پر لیا تھا۔ "ہاں تیسو رتھو (5) کی ایک بہت ہی خوبصورت تصویر ہے جو اس کے آخری دور کی تخلیقات میں سے ہے۔"



”معلوم ہے میں کیا سوچتا ہوں؟ موسم بہت ہی اچھا ہے وہاں چلتے ہیں ایک بار اور دیکھ لیں“ دروہی نے آنا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بڑی خوشی ہے“ میں ابھی بیٹ پن کر آتی ہوں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ گرمی بہت ہے؟“ آنا نے دروازے کے پاس رک کر اور دروہی کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور دیکھی ہوئی رگت پھر ان کے چہرے پر چھا گئی۔

دروہی سمجھ گیا کہ وہ سمجھ نہیں پاری ہیں کہ گھنٹینیت کے ساتھ وہ کس قسم کے تعلقات رکھنا چاہتا ہے اور ڈرتی ہیں کہ وہ کیا ہی طرح خوش آری ہیں جیسے وہ چاہتا ہے یا نہیں۔

اس نے آنا کو محبت بھری نظروں سے دیر تک دیکھا۔  
”نہیں بہت تو نہیں۔“

اور انہیں لگا کہ وہ سب سمجھ گھس گئیں خاص کر یہ کہ وہ ان سے خوش اور مطمئن ہے۔ اور مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے وہ تیز چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔

دوستوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور دونوں کے چہرے پر ایک ہنگامہ سی نمودار ہو گئی جیسے گھنٹینیت جو مریضی طور پر آنا کا مداح ہو گیا تھا ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہنا چاہتا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے اور دروہی کی چاہتا بھی تھا اور اس سے ڈرتا بھی تھا۔

”اچھا تو یوں ہے“ دروہی نے صرف کچھ بات پھرنے کے لئے کہنا شروع کیا۔ ”تو تمہارا بس گئے ہو؟ تو تم ابھی تک اسی کام میں مصروف ہو؟“ اس نے اپنی بات جاری رکھی اس لئے کہ اسے یاد آیا تھا کہ اس نے آنا تھا کہ گھنٹینیت کچھ لکھ رہا تھا۔

”ہاں میں دو اصول کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں“ گھنٹینیت نے اس سوال سے خوش ہو کر سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ یعنی یہ کہتا زیادہ صحیح ہو گا کہ اب لکھ نہیں رہا ہوں بلکہ تیاری کر رہا ہوں، مواد سلا جمع کر رہا ہوں۔ یہ مضمون زیادہ وسیع ہو گا اور تقریباً تمام سوالوں پر بحث کرے گا۔ ہمارے ہاں روس میں لوگ اس بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے کہ ہم برطانیہ کے وارث ہیں“ اس نے طویل اور پر جوش وضاحت شروع کی۔

دروہی کو پہلے تو اتنے پنے پن کا احساس ہو رہا تھا کہ وہ ”دو اصول“ کے حصہ اول سے واقف نہیں تھا جس کے متعلق مصنف اس طرح بات کر رہا تھا جیسے وہ کوئی مشہور و معروف چیز ہے۔ لیکن بعد کو جب گھنٹینیت نے اپنے خیالات پیش کرنے شروع کیے اور دروہی انہیں سمجھنے لگا تو ”دو اصول“ کو نہ جاننے کے باوجود اس نے گھنٹینیت کی باتیں خاصی دلچسپی سے سنیں اس لئے کہ وہ بڑی اچھی طرح بتا رہا تھا۔ البتہ گھنٹینیت اپنی مصروفیت کے موضوع کے بارے میں جس بیجا شدت کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اس پر دروہی کو حیرت بھی ہوئی اور رنج بھی۔ جیسے جیسے وہ بات کرتا جا رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھیں دیکھی جا رہی تھیں ”اچھی تیزی سے وہ مخالفین کی راہوں پر اعتراضات کرتا جا رہا تھا اور اس کے چہرے پر تشویش اور توہین کے آثار اترنے ہی نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ دروہی کو یاد تھا کہ لڑکپن میں گھنٹینیت دہلا پتا تیز طرار، تنگ دل اور شریف تھا ہمیشہ سب سے اچھا طالب علم رہتا تھا اب اس مجنونا ہٹ کے اسباب کو دروہی کسی طرح نہ سمجھ سکتا تھا اور اسے یہ اچھی نہیں لگی۔ خاص طور سے یہ بات اسے پسند نہیں آئی کہ گھنٹینیت جو اچھے معاشرے کا انسان تھا پڑھ نہیں کن ایرے فیرے قلم تھیننے والوں کی سطح پر آگیا جنہوں نے اسے ناراض کر دیا تھا اور اب وہ ان پر تھا اور

تھا۔ کیا یہ بات اس لائق ہے کہ اس پر یوں سرکھپایا جائے؟ دروہی کو یہ بات اچھی تو نہیں لگی لیکن اس کے باوجود اس نے محسوس کیا کہ گھنٹینیت دیکھی ہے اور اس پر دروہی کو افسوس ہوا۔ اس کے تاثرات اور خامے دیکھ چہرے پر دکھ اور تقریباً غلغلہ داغ اس وقت صاف نظر آ رہے تھے جب اس نے آنا کے آجائے کی طرف بھی دھیان نہیں دیا اور جلدی جلدی پر جوش طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا جاری رکھا۔

آنا جب بیٹ پن کر اور کندھوں پر ہلکا بادل ڈال کر آئیں اور اپنے خوبصورت ہاتھوں کی تیز تیز جنبش سے پھرتی سے پھلتے ہوئے دروہی کے پاس کھڑی ہو گئیں تو اس نے ہلکا کرانے کے احساس کے ساتھ گھنٹینیت کی فریادی نظروں سے جو اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں خود کو چھڑایا اور ایک نئی محبت کے ساتھ اپنی انتہائی دلکش زندگی اور خوشی سے بھرپور محبوبہ کو دیکھا۔ گھنٹینیت بڑی مشکل سے سنبھل پایا اور شروع میں تو وہ مرعہ ہوا اور اس اداس رہا لیکن آنا نے جو ان دونوں ہر ایک کے لئے شفقت محسوس کرتی تھیں اسے جلد ہی اپنے پرست اور سادہ انداز سے تازہ دم کر دیا۔ بات چیت کے مختلف موضوع آنا نے اس کے بعد انہوں نے اس سے مصوری کا ذکر چھڑا جس کے بارے میں اس نے بہت اچھی طرح باتیں کیں۔ آنا نے اسے بڑی توجہ سے سنا۔ وہ لوگ پیدل ہی اس گھر تک پہنچ گئے اور انہوں نے اسے دیکھا۔

”مجھے ایک بات کی بہت خوشی ہے“ آنا نے اس وقت کہا جب وہ لوگ واپس آ رہے تھے ”مرا لکھنی کے لئے ایک اچھا اسٹوڈیو ہو جائے گا۔ تم وہ کمرہ ضرور اپنے لئے لے لینا“ انہوں نے دروہی سے روسی میں کہا اور تم کا استعمال کیا اس لئے کہ اب تک وہ سمجھ چکی تھیں کہ ان لوگوں کی غنائی میں گھنٹینیت ایک قریبی انسان بن جائے گا اور اس کے سامنے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

”تو تم کیاد ا قتی تصویریں بناتے ہو؟“ گھنٹینیت نے تیزی سے دروہی کی طرف مڑ کر کہا۔

”ہاں بہت پہلے بناتا تھا اور اب پھر تو وہاں شروع کیا ہے“ دروہی نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

”ان میں بڑی صلاحیت ہے“ آنا نے خوشی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں تو ظاہر ہے رائے دینے کی اہل نہیں ہوں لیکن جو لوگ جانتے ہیں اور اہل ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں۔“

## 8

آنا اپنی آزادی اور جلد صحت یابی کے اس اولین دور میں خود کو ناقابل معافی طور پر سبھی اور زندگی کی خوشی سے بھرپور محسوس کرتی تھیں۔ شوہر کے دیکھی ہوئے کی یاد ان کے سکھ کو زہر آکوندہ کرتی تھی۔ یہاں ایک طرف تو اتنی بے بیباک تھی کہ اس کے بارے میں نہ سوچتا ہی اچھا تھا دوسری طرف ان کے شوہر کے دیکھی ہوئے کی بدولت ان کو اتنا زیادہ سکھ ملا تھا کہ اس کے بارے میں بھیچنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوا تھا۔ بیماری کے بعد ان کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا۔ شوہر کے ساتھ مصالحت، قطع تعلق، دروہی کے زخمی ہونے کی خبر، اس کی آمد، طلاق کی تیاری، شوہر کے گھر سے چلا جانا، بیٹے سے جدائی اس بات کی یاد انہیں بھاری طرح لگتی تھی جس سے وہ بیدار ہوئیں تو دروہی کے ساتھ اکیلی اور پردہ میں تھیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ انہوں نے جو بدی کی تھی اس کی یاد ان میں تاثر کا سا احساس پیدا کرتی تھیں کچھ اس طرح کا جیسے کوئی ڈوبتا ہوا شخص ایسے آبی کے لئے محسوس کرتا ہے جو اس سے چٹا رہا ہو اور جسے اس نے اپنے سے الگ دھکیل دیا ہو۔ وہ آدمی ڈوب گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ بری بات ہوئی لیکن اپنے بچنے کی ایک واحد صورت اور اب بہتر یہی ہے کہ ان بے بیباک تفصیلات کو یاد نہ کیا جائے۔



پہلے سے جان لے۔ اور یہ ہوئی نہ سکتا تھا کہ وہ اس کی قدر نہ کریں حالانکہ ان کی طرف اس کی توجہ کا یہ تاؤ، فکر مندی کی یہ فضا، جو ان کو گھیرے ہوئے تھی، ان کے لئے ہمارے بارین جاتی تھی۔

اس عرصے میں درودھکی، باوجود اس کے کہ جو وہ بہت دنوں سے چاہتا تھا اس کی پوری طرح تکمیل ہو چکی تھی، مکمل طور پر سبکی نہیں تھا۔ جلدی وہ محسوس کرنے لگا کہ اس کی خواہش کی تکمیل سے اسے سکھ کے اس پہاڑ سے جس کا وہ بھڑکا، صرف چند ریزے لے لے ہیں۔ خواہش کی اس تکمیل نے اس پر اس دائمی غلطی کو مایاں کر دیا جو لوگ یہ تصور کر کے کرتے ہیں کہ خواہش کی تکمیل ہی خوشی ہے۔ جب اس نے اپنی زندگی کو آنا کے ساتھ جوڑ دیا اور غیر فوری چیز سے پہلے شروع کر دیئے تو اس کے بعد کے پہلے دور میں اس نے بالعموم آزادی کی ساری دلکشی کو جسے وہ پہلے جانتا ہی نہ تھا اور محبت کی آزادی کو محسوس کیا اور خوش و مطمئن رہا لیکن زیادہ دنوں تک نہیں۔ جلدی اس نے محسوس کیا کہ اس کے دل میں خواہش ہونے کی خواہش۔ کوئی خواہش نہ ہونے کی ممکن سی بے تکلفی پیدا ہو رہی ہے۔ غیر آزادی طور پر وہ ہرگز رواں دوا ہے کیوں اپنے دل سے لگانے لگا جیسے یہی خواہش و مقصود ہو۔ دن کے سولہ گھنٹے کسی نہ کسی چیز میں مصروف رہنے کی ضرورت تھی اس لئے کہ وہ پردیس میں بالکل آزادی سے معاشرتی زندگی کے حالات کے اس دائرے کے باہر زندگی بسر کر رہے تھے جس میں بیٹریں برگ میں ان کا وقت صرف ہوتا تھا۔ تنہا رہنے کی زندگی کی ان تفریحوں کے بارے میں، جن میں درودھکی اپنے پہلے کے پردیس کے سفروں میں مصروف رہتا تھا، سوچنا بھی ناممکن تھا اس لئے کہ اس قسم کی ایک ہی کو خوش کے نتیجے میں آجائے غیر متوقع طور پر اور اس قدر بڑا مردود و نچیدہ ہو گئی تھی کہ جان بچان کے لوگوں کے ساتھ رات کی اس دیر تک بٹنے والی دعوت سے اس کا کوئی تائب ہی نہ رہ گیا تھا۔ مقامی اور روسی لوگوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات قائم کرنا بھی، ان کی اپنی غیر معین صورت حال کو دیکھتے ہوئے ناممکن تھا۔ قابل دید مقامات و عمارات کی سیر، قطع نظر اس سے کہ سب کچھ پہلے ہی دیکھا جا چکا تھا، اس کے لئے ایک روسی اور سمجھدار آدمی کی حیثیت سے اس ناقابل توضیح اہمیت کی حامل نہ تھی جو اس طرح کی سیر کو انگریز لوگ دیتے ہیں۔

اور جیسے بھوکے جانور ہر اس چیز پر مت مارتے ہیں جو سامنے پڑ جاتی ہے اس امید میں کہ یہ چارای ہو گا ویسے ہی درودھکی بھی نادانستہ طور پر کبھی سیاست کو پکڑ لیتا تو کبھی کسی نئی کتاب کو اور کبھی تصویروں کو۔

نوجوانی میں اس میں تصویر سازی کی صلاحیت تھی اور جب یہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اپنی رقم کہاں خرچ کرے تو اس نے کندہ کار تصویریں بنانے کی شروعات کر دی تھی چنانچہ اب مصوری پر وہ تنگ کیا اور اس میں خواہشوں کے اس سارے بے مصرف محفوفے کو صرف کرنے لگا جو کٹھنی کا ملامت لگاتا تھا۔

اس میں فن کو سمجھنے کی صلاحیت تھی اور غالباً باذوق طریقے سے فن کی نقل کرنے کی بھی۔ اور اس نے تصور کیا کہ اس میں وہی چیز ہے جو فنکار کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ کچھ مدت تک اس میں وہ پیش میں رہنے کے بعد کہ وہ مصوری کے کس کتب، مذہبی، تاریخی صنف یا حقیقت نگاری کا انتخاب کرے، اس نے تصویریں بنانی شروع کر دیں۔ وہ سب کتبوں کو سمجھتا تھا اور ان میں سے کسی سے بھی وجدان حاصل کر سکتا تھا لیکن یہ وہ تصویر ہی نہ کر سکتا تھا کہ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس بات کو بالکل جانے ہی نہیں کہ مصوری میں کون کون سے کتب تھے اور وجدان اس چیز سے حاصل کرے جو اس کے دل میں تھی اور اس بات کی فکری نہ کرے کہ جو تصویریں وہ بناتا ہے ان کا تعلق کسی معروف کتب سے ہو گا یا نہیں۔ چونکہ وہ اس بات کو نہیں جانتا تھا اور وجدان اس نے بلا واسطہ زندگی سے نہیں بلکہ بالواسطہ اس زندگی سے حاصل کیا جو فن کا پیکر اختیار کر چکی تھی اس لئے اس

اپنے برتاؤ کے بارے میں ایک مطمئن کردینے والا خیال انہیں قطع تعلق کے پہلے لمبے میں ہوا تھا اور اب جب وہ اس سب کو یاد کرتی تھیں جو ہو چکا تھا تو انہیں بس وہی ایک خیال یاد آتا تھا۔ انہوں نے سوچا تھا "میں نے تاگزیر طور پر اس شخص کو دکھ دیا ہے لیکن میں اس دکھ سے قانہ اٹھانا تو نہیں چاہتی" میں بھی تو دکھ بھگت رہی ہوں اور بھگتوں کی۔ میں خود کو اس چیز سے محروم کر رہی ہوں جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی۔ میں خود کو اپنے باعزت نام سے اور اپنے بیٹے سے محروم کر رہی ہوں۔ میں نے برائی کی اور اسی لئے میں خوشی نہیں چاہتی" میں طلاق نہیں چاہتی" میں رسوائی اور اپنے بیٹے سے جدا ہونے کی بھگتوں کی۔ "لیکن آنا دکھ جھیلنا چاہیے کتنے ہی غلوں کے ساتھ کیوں نہ چاہتی رہی ہوں" وہ دکھ ہرگز نہیں جھیل رہی تھی۔ رسوائی کوئی تھی ہی نہیں۔ ان میں اور درودھکی میں جتنا زیادہ سلیقہ تھا اس کی بدولت انہوں نے پردیس میں روسی خواتین سے احتراز کرتے ہوئے "خود کو کبھی کسی خراب صورت حال میں پڑنے ہی نہیں دیا اور ہر جگہ ایسے ہی لوگوں سے ملے جو ایسے بنے رہے جیسے وہ ان دنوں کی باہمی صورت حال کو اس سے زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں جتنی وہ خود سمجھتے ہوں گے" بیٹے سے وہ بے پار کرتی تھیں لیکن اس سے جدا ہونے کی اس پہلے دور میں ان کے لئے باعث اذیت نہ تھی۔ ان کی بیٹی اپنی بیماری تھی اور چونکہ آنا کے پاس بس وہی ایک رہ گئی تھی اس لئے وہ اس سے اتنی وابستہ ہو گئی تھیں کہ بیٹے کو بہت سی یاد کرتی تھیں۔

زندگی کا ملامت، جو بہت بڑی بلی کی وجہ سے اور بھی بڑھ گیا تھا، آنا شہید تھا اور زندگی کے حالات اس نے اور خوشگوار تھے کہ آنا خود کو ناقابل معافی طور پر سبکی محسوس کرتی تھی۔ درودھکی کو وہ جتنا زیادہ جانتی جاتی تھی اتنی زیادہ اس سے ان کی محبت بڑھتی جاتی تھی۔ وہ خود جو تھا اس کے لئے بھی اس سے محبت کرتی تھی اور اس لئے بھی کہ وہ ان سے محبت کرتا تھا۔ پوری طرح سے اس کا مالک ہونا ان کے لئے مستقل خوشی کا باعث تھا۔ اس سے قربت ان کے لئے بیشخ خوشگوار تھی۔ اس کے کردار کی ساری خصوصیتیں، جنہیں وہ روز بروز زیادہ جانتی جاتی تھی، ان کے لئے ناقابل بیان حد تک پیاری تھیں۔ اس کا ظاہر جو اب غیر فوری لباس میں ملبوس رہتا تھا، ان کے لئے آنا دلکش تھا جیسے پہلی بار محبت کرنے والی کسی نوجوان لڑکی کے لئے ہوتا ہے۔ وہ جو بھی کہتا، سوچتا اور کرتا اس سب میں انہیں کوئی خاص شرطانہ اور بلند چیز نظر آتی۔ وہ انہیں اس قدر قابل قدر اور قابل تعریف لگتا تھا کہ اپنے اس جذبے سے وہ خود ڈر جاتی تھیں۔ وہ اس میں ذہنیاتی تھیں لیکن کوئی ایسی چیز ملتی ہی نہ تھی جو خوبصورت نہ ہو۔ وہ اس کے سامنے اپنی کمتری کے احساس کو دکھانے کی جرأت نہ کر سکتی تھیں۔ انہیں لگتا تھا کہ اگر اسے اس کمتری کا پتہ چل گیا تو وہ ان سے محبت کرنا ترک کر سکتا ہے، اور اب وہ کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتی تھیں جتنا کہ اس کی محبت کو گنوا دینے سے، حالانکہ ابھی تک ان کے پاس ایسا سوچنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن وہ یہ کہہ نہ سکتی تھیں کہ اپنے ساتھ اس کے برتاؤ کے لئے اس کی شکر گزار نہ ہوں اور یہ نہ دکھائیں کہ وہ اس کی تھی قدر کرتی ہیں۔ ان کی رائے میں وہ ریاستی امور کے لئے اتنی قطعی صلاحیت اور میلان رکھتا تھا کہ ان میں وہ ایک اہم ردول اور کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنی جاہ پندی کو ان کے لئے قربان کر دیا اور کبھی ذرا سے بھی افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ وہ ان کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ محبت آمیز احرام کے ساتھ پیش آتا تھا اور کبھی ایک لمحے کے لئے بھی وہ اس خیال کو ذہن سے نکلنے نہیں دیتا تھا کہ آنا اپنی صورت حال کے اٹھنے پر ان کو کبھی نہ محسوس کریں۔ وہ اس قدر مردانہ مزاج انسان ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ کبھی ان کی بات کی تردید نہیں کرتا تھا بلکہ اپنی کوئی مرضی ہی نہ رکھتا تھا اور لگتا تھا کہ اسے بس یہی فکر رہتی ہے کہ کیسے ان کی خواہش کو



نے بڑی جلدی اور آسانی سے وجدان حاصل کر لیا اور اتنی ہی جلدی اور آسانی سے یہ بھی ہو گیا کہ اس نے جو تصویریں بنائیں وہ اس کتب سے بہت جلدی جلتی تھیں جس کی وہ نقل کرنا چاہتا تھا۔  
دوسرے سارے کتبوں سے زیادہ اسے لطیف و پر وقار اور موثر فراہمی کتب پسند تھا اور اسی کے اسلوب میں اس نے اٹالوی لباس میں آنکائی تصویر بنائی شروع کی۔ یہ تصویر اسے "اور جن لوگوں نے اسے دیکھا انہیں بھی بہت سی کامیاب لگی۔"

9

پرانہ "کس پیری کے عالم میں پڑا ہوا پالا تو" اس کی ادنیٰ استرکاری کی چھت "دواری تصویروں سے مزین دیواریں "پتی کاری کا فرش" ادنیٰ ادنیٰ کڑیوں پر زرد میچر کے پردے "آتش دانوں پر رکھے ہوئے گلدان" نقشین دروازے اور اداس اداس سے ہال اور ان میں چلی ہوئی تصویریں۔ اس پالا تو میں جب وہ لوگ غفلت ہو گئے تو اس نے اپنے غار سے دروہکی کی اس خوش فہمی کی تائید کی کہ وہ روسی جاگیردار اور خاص شای خدمت پر مامور فوجی افسر نہیں ہے جو اب ملازمت سے سبکدوش ہو چکا ہے بلکہ وہ فن کاروں کا روشن خیال مداح اور خود ایک معسر مزاج فنکار ہے جس نے دنیا کو "تعلقات و روابط کو" اپنے حوصلوں اور ارمانوں کو اپنی محبوبہ عورت کے لئے سجایا ہے۔

پالا تو میں آنے کے بعد سے دروہکی نے جو رول اختیار کیا تھا وہ بہت سی کامیاب رہا اور گھنٹہ نشینت کے توسط سے چند پوسٹ ٹھنڈیوں سے حصارف ہو کر شروع شروع میں وہ پرسکون رہا۔ اس نے ایک اٹالوی پروڈیوسر کی رہنمائی میں فطرت کے مطالعے کی تصویریں بنائیں اور ازمنہ و سطلی کی اٹالوی زندگی سے واقفیت حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ پچھلے کچھ دنوں سے ازمنہ و سطلی کی اٹالوی زندگی سے دروہکی اس قدر مسحور ہو گیا تھا کہ اس نے ازمنہ و سطلی کے دستور کے مطابق ہیٹ پٹنا اور کندھے پر اسکارف ڈالنا بھی شروع کر دیا تھا جو اس پر بہت سی پھیلتا تھا۔

ایک بار گھنٹہ نشینت سے "جو صبح صبح اس کے پاس آیا تھا" اس نے کہا "اور ہم اس دنیا میں رہتے ہیں اور کچھ بھی نہیں جانتے۔ تم نے میکا کیلوف کی تصویر دیکھی ہے؟" اور وہ روسی اخبار اسے دے دیا جو ابھی ابھی ملا تھا اور اس میں روسی فنکار کے بارے میں مضمون دکھایا جو اسی شہر میں رہتا تھا اور جس نے وہ تصویر کھینچ کر لی تھی جس کے چرچے بہت دنوں سے تھے اور جسے کھل ہونے سے پہلے ہی خرید لیا گیا۔ مضمون میں حکومت اور آکائی کی سخت مذمت کی گئی تھی کہ قابل قدر فنکار ہر طرح کی بہت افزائی اور مدد سے محروم تھا۔

"دیکھی ہے" گھنٹہ نشینت نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے کہ وہ بے استعداد تو نہیں ہے لیکن وہ بالکل ہی غلط سمت میں جا رہا ہے۔ یعنی اور ذہنی مصوری کے بارے میں اس کا رویہ بالکل ایسا اذوق "اشراؤس اور ریتان (6) جیسا ہے۔"

"تصویر کا موضوع کیا ہے؟" آنانے پوچھا۔

"یعنی پائیلٹ کے حضور میں (7) جیسا کہ کتب کی ساری حقیقت نگاری کے ساتھ یہودی دکھایا گیا ہے۔"

اور تصویر کے موضوع کے بارے میں سوال نے گھنٹہ نشینت کو اپنے ایک پسندیدہ موضوع پر پہنچا دیا۔ اس

نے بتانا شروع کیا:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ اتنی بھونڈی غلطی کیسے کر سکتے ہیں۔ یعنی کو عظیم قدما کے فن میں پہلے ہی اپنی معین تصویر کشی مل چکی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ خدا کی نہیں بلکہ کسی انتھائی با حکیم دان کی تصویر بنانا چاہتے ہیں تو تاریخ سے سزاوارتہ "خلق" شمولیت کو ردے (8) کو لیں لیکن یہ سب کو ہاتھ نہ لگائیں۔ وہ وہی چہرہ لیتے ہیں جسے فن کے لئے لینا ناممکن ہے اور پھر۔۔۔۔۔"

"اور کیا یہ سچ ہے کہ یہ میکا کیلوف ایسی مفلسی میں مبتلا ہے؟" دروہکی نے یہ سوچ کر پوچھا کہ روسی سرپرست فنون کی حیثیت سے اسے فنکار کی مدد کرنی چاہئے چاہے اس کی تصویر ابھی ہو یا بری۔

"شاید ہی۔ وہ بہت ہی عمدہ شبیہ ساز ہے۔ آپ نے اس کی بنائی ہوئی دوا سبیل کو دیکھی ہے؟ لیکن لگتا ہے کہ وہ اب شبیہ نہیں بنانا چاہتا" اس لئے ہو سکتا ہے وہ واقعی محتاجی کی حالت میں ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ۔۔۔۔۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس سے آنا اور کادینا کی شبیہ بنانے کی درخواست کریں؟" دروہکی نے کہا۔

"میری کیوں؟" آنابولیس۔ "تسماری بنائی ہوئی تصویر کے بعد میں کوئی اور شبیہ نہیں چاہتی۔ بہتر ہے کہ آنی کی ہو (اس عرفیت سے وہ اپنی بیٹی کو پکارتی تھیں)۔ یہ ری وہ "انہوں نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا جہاں خوبصورت اٹالوی اتانچی کو لے کر باغ میں آئی تھی۔ اور فوراً ہی آنانے دروہکی پر نظر ڈالی۔ یہ خوبصورت اتانچس کو ماڈل بنا کر دروہکی نے اپنی تصویر کا سر اور چہرہ بنایا تھا۔ آنکائی زندگی کا واحد پنہاں غم تھی۔ اس کے سر اور چہرے کی تصویر بناتے ہوئے دروہکی اس کی خوبصورتی اور ازمنہ و سطلی والے ناک نقشے کی بڑی تعریفیں کرتا تھا اور آنا اپنے آپ سے بھی یہ اعتراف کرنے کی جرأت نہ کر سکتی تھیں کہ انہیں ڈر ہے کہ وہ اس اتانچے جلنے لگیں گی۔ اسی لئے وہ اس کے اور اس کے ننھے بیٹے کے ساتھ خاص عنایت و شفقت سے پیش آتی تھیں۔

دروہکی نے بھی کھڑکی میں سے باہر دیکھا اور آنا سے آنکھیں چار کیں اور فوراً ہی گھنٹہ نشینت سے مخاطب ہو کر کہا:

"اور تم اس میکا کیلوف کو جاننے ہو؟"

"میں اس سے ملا ہوں۔ لیکن وہ عجیب سنگی سا ہے کسی طرح کی تعلیم و تہذیب ہے نہیں۔ یوں سمجھئے کہ ان وحشی نئے لوگوں میں سے ایک ہے جو اب اکثر ملتے ہیں" مطلب ان آزاد خیال لوگوں میں سے جو دالے (9) بے دینی، منکری اور ماعت پرستی کے نظریوں میں پروان چڑھتے ہیں۔ پہلے یہ ہو تھا "گھنٹہ نشینت نے کہا اور اس طرف دھیان ہی نہیں دیا دینا نہیں چاہا کہ آنا اور دروہکی دونوں کچھ کہنا چاہتے تھے "پہلے یہ ہو تھا کہ آزاد خیال وہ شخص ہو تھا جو مذہب، قانون، اخلاق کے نظریوں میں تربیت پا تھا اور خود وجد اور کد و کاوش کر کے آزاد خیالی تک پہنچتا تھا لیکن اب ایک نئی قسم نمودار ہونے لگی ہے جو اپنے آپ پھیننے والے آزاد خیالوں کی ہے جو آگ آتے ہیں بڑے ہو جاتے ہیں لیکن انہوں نے کبھی یہ سنا کہ نہیں ہو تاکہ تو انہیں تھے "اخلاق تھے" کہ مسلم اثبات اساتذہ تھے "یہ لوگ براہ راست ہر چیز سے انکار کر دینے کے نظریے میں پروان چڑھتے ہیں یعنی وحشی ہوتے ہیں۔ تو وہ بھی بس ایسا ہی ہے۔ لگتا ہے کہ وہ اسکو کے کسی شای خدمت کار کا بیٹا ہے اور اسے کسی



طرح کی تعلیم نہیں ملی۔ جب وہ اکیڑی میں داخل ہوا اور اس نے شہرت حاصل کر لی تو وہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ آدمی وہ بیوقوف نہیں ہے۔ اور اس نے ان چیزوں کی طرف توجہ کی جو اسے تعلیم کے سرچشمے معلوم ہوتے تھے۔ یعنی رسائل کی طرف۔ اب آپ سمجھئے کہ پرانے زمانے میں اگر کوئی شخص "فرض کیجئے کوئی فراہمیں" تعلیم حاصل کرنا چاہتا تو اس نے سارے کلاسیکی ادب کا مطالعہ کیا ہوتا، مذہبی عاملوں کا بھی، الیہ ذرا مانگروں کا بھی، سوزخوں کا بھی، فلسفیوں کا بھی اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کو کتنی ذہنی و دماغی محنت کرنی پڑتی۔ لیکن اب ہمارے ہاں ایسا شخص سیدھے منگری ادب کو اٹھالیتا ہے اور بڑی تیزی سے رد و انکار کے علم کے سارے جوہر عبور حاصل کر لیتا ہے اور بس تیار۔ اور اتنی ہی نہیں بلکہ میں سال پہلے تو اس منگری ادب میں بھی اسے ارباب اقتدار کے خلاف "صدیوں پرانے تصورات کے خلاف جدوجہد کی علامتیں مل جاتیں اور اس جدوجہد سے وہ سمجھ جاتا کہ کچھ اور چیزیں بھی تھیں، لیکن اب تو وہ سیدھے ایسی چیزوں پر جانا پڑتا ہے جن میں پرانے تصورات سے بحث تک نہیں کی جاتی اور براہ راست کہا جاتا ہے کہ کچھ نہیں ہے، "صرف ایو ولو تھین (10)" انتخاب اصل تھا کے لئے جدوجہد۔ اور بس۔ میں نے اپنے مضمون میں۔۔۔"

"پتہ ہے ہمیں کیا کرنا چاہئے" آتے آتے کہا جو کافی دیر سے بڑی احتیاط کے ساتھ دروہشی کو دیکھ رہی تھیں اور یہ جان بھی تھیں کہ دروہشی کو اس فنکاری تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں "اے تو صرف یہ خیال ہوا تھا کہ اس کی مدد کرے اور اسے ایک شبیہ بنانے کا کام دے دے۔" "میں بتاؤں" آتے آتے بڑے فیصلہ کن انداز میں گھنٹہ نشین کا قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "چلئے ہم ان کے پاس چلیں!"

گھنٹہ نشین نے خود کو سنبھالا اور بخوشی راضی ہو گیا۔ چونکہ یہ فنکار دروہ کے کسی محلے میں رہتا تھا اس لئے ان لوگوں نے کراہنے کی بجائے لپٹنے کا فیصلہ کیا۔

بکسی میں آتا گھنٹہ نشین کے ساتھ نہیں اور دروہشی سامنے کی سیٹ پر۔ سمجھئے ہمیں بعد وہ لوگ دور کے اس محلے کے ایک نئے مگر معمولی سے مکان پر پہنچ گئے۔ دربان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ ویسے تو یہاں ٹیلوف لوگوں سے صرف اسٹوڈیو میں ملتے ہیں لیکن اس وقت وہ اپنے گھر میں ہیں جو صرف دو قدم پر ہے۔ ان لوگوں نے دربان کی بیوی کی معرفت اپنے ملاقاتی کارڈ انہیں بھجوائے۔

10

فنکار میٹا ٹیلوف کے پاس جب کاؤنٹ دروہشی اور گھنٹہ نشین کے کارڈ لائے گئے تو وہ پیش کی طرح کام میں مصروف تھا۔ صبح کو اس نے ایک بڑی تصویر پر کام کیا تھا۔ مگر آکر وہ بیوی سے اس بات پر خفا ہو گیا کہ وہ مکان مانگن کو "جو کراہے کا مطالعہ کر لے" ٹال نہ سکی تھی۔

"میں بار میں نے تم سے کہا کہ تم صفائی دینے اور سمجھانے میں مت پڑا کرو۔ بیوقوف تو تم ایسے ہی ہو اور جب اطالوی زبان میں سمجھانا اور صفائی دینا شروع کرتی ہو تو نگنا بیوقوف ہو جاتی ہو" اس نے طویل جھگڑے کے بعد بیوی سے کہا تھا۔

"تو تم کراہی باقی مت رکھا کرو" میں تو قصور وار ہوں نہیں۔ اگر میرے پاس رقم ہوتی تو۔۔۔"

"خدا کے واسطے" تم مجھے ذرا صبر لینے دو! "میٹا ٹیلوف بھرائی ہوئی آواز میں چٹھا اور اپنے کانوں میں اگھیاں ٹھوس کر کلکڑی کی دیوار کے اوپر اپنے کام کرنے کے کمرے میں چلا گیا اور اندر جا کر اس نے دروازہ بند

کر لیا۔ "حق! اس نے اپنے آپ سے کہا اور میرے پاس بیٹھ کر پورٹ فولیو کھول کے فوراً ہی بڑے زوروں میں اس خاکے میں لگ گیا جو اس نے پہلے شروع کیا تھا۔

اس نے جوش اور کامیابی کے ساتھ وہ کبھی کام نہیں کرتا تھا جتنا اس وقت جب اس کی زندگی ابھی نہیں چلتی تھی اور خاص طور سے اس وقت جب بیوی سے جھگڑا کر لیتا تھا۔ "اف! کاش بھاگ جاتا کہیں میں!" اس نے کام کرتے کرتے سوچا۔ وہ ایک ایسے شخص کی تصویر کے لئے خاکہ بنا رہا تھا جو بے انتہا فحش میں تھا۔ وہ خاکہ وہ پہلے بھی بنا چکا تھا لیکن اس سے وہ مطمئن نہیں تھا۔ "نہیں" پہلے والا بہتر تھا۔ کہاں گیا وہ؟ "وہ بیوی کے پاس آیا اور منہ پھلائے ہوئے" اس کی طرف دیکھ کر بغیر ہی اس نے بڑی جی بڑی سے پوچھا کہ وہ کاغذ کہاں ہے جو اس نے دیا تھا۔ رد کردہ خاکے والا کاغذ مل گیا لیکن اس پر موسم جی کی پکنائی کے دھبے پڑ گئے تھے اور وہ گندہ تھا۔ پھر بھی اس نے وہ خاکہ لے لیا اور اپنے کمرے میں آکر اسے میز پر رکھا اور بھوسیں سکھڑ کر اسے خود سے دیکھنے لگا۔ اچانک وہ مسکرا اٹھا اور خوشی سے اس نے اپنے ہاتھ پیچھے۔

"مئی بالکل ہی!" اس نے زور سے کہا اور فوراً ہی پنسل لے کر جلدی جلدی خاکہ بنانے لگا۔ موسم جی کی پکنائی کے دھبے سے اس شخص کے چہرے پر ایک نیا انداز آ گیا تھا۔

وہ سب انداز کے مطابق خاکہ بنا رہا تھا اور بیکارگی اسے اس دکاندار کا نام لیاں ٹھوڑی والا تو اچھا یاد آ گیا جس سے وہ گار خریدتا تھا اور اس نے خاکے والے شخص کی ٹھوڑی اور پورا چہرہ اسی دکاندار کا سا بنا دیا۔ سارے خوشی کے وہ ہنس پڑا۔ بے جان اور تصور کردہ صورت! اچانک جائدار اور ایسی ہو گئی کہ اسے بدلنا ناممکن تھا۔ یہ صورت سمجھتی جانتی تھی اور بالکل واضح اور حتمی تھی۔ اس صورت کے تقاضوں کے مطابق خاکے کو درست کرنا ناممکن تھا، پاؤں کو دوسری طرح سے، ذرا انگلیں پھیلا کر کھڑے ہونے کے انداز میں درست کرنا ناممکن بلکہ ضروری تھا اور بائیں ہاتھ کے عمل وقوع کو بالکل بدلنا اور بالوں کو پیچھے کی طرف کرنا تھا۔ اتنی تبدیلیاں کر کے اس نے صورت میں کوئی تھیر نہیں کیا بس ان چیزوں کو دور کر دیا جو صورت اور شخصیت کو چھپائے ہوئے تھیں۔ اس نے گویا اس پر سے وہ پردہ اتار دیا جس کی آڑ میں سے وہ پوری طرح نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر نیا خط بس پوری شخصیت کو زیادہ نمایاں کر رہا تھا اس کی تمام توانائی کے ساتھ جو اسے موسم جی کی پکنائی کے دھبے کی بدولت اچانک نظر آ گئی تھی۔ وہ بڑی احتیاط کے ساتھ اس خاکے کی نوک پلک درست کر رہا تھا کہ اس کے پاس آنے والوں کے کارڈ لائے گئے۔

"ابھی آیا بس ابھی!"

وہ بیوی کے پاس آیا۔

"اچھا اب بس ہوا سا شام، خفاست ہو!" اس نے بیوی سے جھینپتے ہوئے اور محبت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم سارا ابھی قصور تھا، اور میرا ابھی قصور تھا۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔" اور بیوی سے میل ملاپ کرنے کے بعد اس نے زینتی رنگ کا کھنڈل کے کارڈ والا اور کوٹ پر "پتا" بیٹ لگا لی اور اسٹوڈیو چلا گیا۔ کامیابی سے بنائے جانے والے خاکے کو اب وہ بھول چکا تھا۔ اس وقت وہ اس بات پر خوش اور بھجان میں تھا کہ اس نے اہم رویہ اس اسٹوڈیو دیکھنے کے لئے کبھی میں آئے ہیں۔

اپنی اس تصویر کے بارے میں "جو اس وقت ایزل پر چڑھی تھی" دل کی گہرائی میں اس کی رائے بس ایک ہی تھی۔ کہ اس طرح کی تصویر کسی نے کبھی نہیں بنائی۔ یہ تو وہ نہیں سوچتا تھا کہ اس کی تصویر رفا نیل کی ساری



تصویروں سے بہتر تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ اس تصویر میں وہ جس چیز کی ترسیل کرنا چاہتا تھا اور اس نے کی تھی اس کی ترسیل بھی کسی نے نہ کی تھی۔ یہ وہ پورے یقین کے ساتھ جانتا تھا اور بہت دنوں سے اسی وقت سے جانتا تھا جب اسے بنا شروع کیا تھا، پھر بھی لوگوں کی رائے 'چاہے وہ کوئی بھی ہو' اس کے لئے بڑی اہمیت رکھتی تھی اور اس کو دل کی گہرائی تک متاثر کرتی تھی۔ ہر بات 'انتہائی معمولی بھی' جو یہ ثابت کرے کہ لوگ اس چیز کا تصور دماغ سے بھی دیکھتے ہیں جسے وہ خود اس تصویر میں دیکھتا تھا 'اسے دل کی گہرائی تک متاثر کرتی تھی۔ وہ اپنی تصویر کے بارے میں رائے دینے اور فیصلہ کرنے والوں کو اس سے زیادہ گہری سمجھ کا حامل قرار دیتا تھا جتنی خود اس میں تھی۔ اور اس سے ہمیشہ کسی ایسی چیز کی توقع کرتا تھا جو خود اس کو اپنی تصویر میں نہ نظر آئی ہو۔ اور اسے لگتا تھا کہ ایسی چیز اسے ناظرین کی راجوں میں مل جاتی تھی۔

وہ تیز رفتروں سے اپنے سٹوڈیو کے دروازے پر پہنچا اور اپنے بیجان کے باوجود آنکھیں ہلکی ہلکی سی روشن قامت کو دیکھ کر حیران رہ گیا جو صدر دروازے کے سامنے میں کھڑی گھنٹہ نشین کی باتیں بھی سن رہی تھیں جو بڑے جوش میں ان سے کہہ رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی 'یہ ظاہر' قریب آتے ہوئے اس نے اسے تاثر کو اسی طرح اپنی ذہنی گرفت میں لے کر محفوظ کر لیا تھا، جیسے اس نے سگار پیچنے والے دکاندار کی ٹھوڈی کے ساتھ کیا تھا، اور اسے کہیں چھپا دیا تھا جہاں سے اسے وہ جب نکالے گا جب اس کی ضرورت پڑے گی۔ وروسی اور آنکھ کو پہلے ہی گھنٹہ نشین کی باتیں سن کر فکارت کے بارے میں کوئی خوش فہمی کی گنجائش ہی نہ رہ گئی تھی۔ درمیانہ قدر اور بھرے بدن کے 'عجیب سی چال چلنے ہوئے میٹا کیلیف کو دیکھ کر جو بمبوری ہیٹ 'زنجونی رنگ کا اور کوٹ اور رنگ پائینچوں کی پتلون پہنے تھا جب کہ عام طور سے لوگ بہت دنوں سے چوڑے پائینچوں والی پتلونیں پہننے لگے تھے' اور خاص کر اس کے کشادہ چہرے کے معمولی پن اور اس پر جینسپ اور چمکا ہٹ تیز اپنے وقار کا احساس دلانے کی خواہش کے لئے چلے آتاری دھڑ سے ایک ناخوشوار تاثر ہوتا تھا۔

"تشریف لائیے" اس نے اپنی صورت سے بے نیازی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، "دلیز میں آکر جیب سے کتنی نکالی اور دروازہ کھول دیا۔"

77

اسٹوڈیو میں داخل ہو کر فکارت میٹا کیلیف نے مسلمانوں کو ایک بار پھر دیکھا اور اپنے طور میں اس نے وروسی کے چہرے کو بھی نقش کر لیا، خاص طور سے اس کے جڑے کو اس کے باوجود کہ اس کے فکارتانہ احساس نے کام کرنا بند نہیں کیا تھا اور اپنے لئے مواد سالانہ جمع کرنا جاری تھا 'اس کے باوجود کہ وہ اس بات سے برابر بڑھتا ہوا بیجان محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کام کے بارے میں رائے دینے کا وقت قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا اس نے تقریباً نظریہ آنے والی علامتوں سے جلدی جلدی اور بہت صحیح صحیح ان تینوں شخصیتوں کے بارے میں اپنی سمجھ بنائی۔ وہ (گھنٹہ نشین) تو بیس کار بننے والا وروسی تھا۔ میٹا کیلیف کو اس کا خاندانی نام یاد نہیں تھا اور نہ یہ یاد تھا کہ اس سے کہاں ملا تھا اور اس نے اس سے کیا بات کی تھی۔ اسے جیسے وہ سب چہرے یاد رہے تھے جو اس نے کبھی دیکھے ہوں 'ویسے ہی' اس کا صرف چہرہ یاد تھا۔ لیکن یہ بھی یاد تھا کہ یہ ان چہروں میں سے تھا جنہیں اس نے اپنے تصور میں دکھانے کے اہم اور اہمیت کے اعتبار سے بہت سی مفلس چہروں کے زبردست شعبے میں ڈال دیا تھا۔ اس چہرے پر گھنے بالوں اور بہت کشادہ پیشانی کی وجہ سے ظاہری اہمیت تو پیدا ہو جاتی تھی 'جس میں بس

پھوٹے بچے کی سی بے چینی کا اظہار تھا جو ناک کے پتلے پانے کے اوپر مرکوز تھا۔ میٹا کیلیف کے تصور میں وروسی اور آنکھ لازم طور پر مشہور اور بالدار وروسی ہوں گے جو فن کے بارے میں کچھ بھی نہیں سمجھتے، جیسے کہ سارے بالدار وروسی نہیں سمجھتے لیکن خود کو فن کے پارکی اور قدردان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ "یعنی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ساری پرانی چیزیں دیکھ چکے ہوں گے اور نئے فنکاروں کے اسٹوڈیو کے چکر لگا رہے ہیں" اس دھو جی جرمین اور ماہل رفاہیل کے احمق انگریز (11) کے ہاں گئے ہوں گے اور اب میرے پاس آئے ہیں تاکہ دائرہ نظریہ راہو جائے "اس نے سوچا۔ وہ نمائندگی اناڑیوں کے طور طریقوں کو بہت اچھی طرح جانتا تھا (وہ جتنے ہی سمجھدار ہوتے ہیں اتنے بدتر ہوتے ہیں) جو صرف اس مقصد سے ہم عصر فنکاروں کے اسٹوڈیو کا جائزہ لیتے ہیں کہ انہیں کتنے کا فن ہو جائے کہ فن پر زوال آگیا ہے کہ فنکاروں کو جتنا زیادہ دیکھنے اتنا ہی زیادہ یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ پرانے عظیم استادوں کے فن کی نقل کرنا ناممکن ہے۔ وہ اس سب کا ٹھیکہ تھا، یہ سب ان کے چہروں پر دیکھ رہا تھا، اس بے نیازانہ لاپرواہی میں دیکھ رہا تھا جس سے وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے، پلاسٹر کے ماڈلوں اور شیم تن مجسموں کو دیکھ رہے تھے اور آزادانہ شکل رہے تھے اس انتظار میں کہ وہ تصویر پر سے پردہ ہٹائے۔ لیکن اس کے باوجود جب اس نے اپنے ابتدائی خاکوں کو الٹا کھڑکی پر سے چلن اٹھائی اور چادرا تاری تو اسے زبردست بیجان کا احساس ہوا "اس لئے اور بھی زیادہ کہ باوجود اس کے کہ اس کی سمجھ کے مطابق سارے بالدار وروسیوں کا جانور اور بیوقوف ہونا لازمی تھا "اسے وروسی بھی پسند آیا تھا اور آنکھ خاص طور سے اچھی لگی تھیں۔

"یہ ہے" اگر آپ دیکھنا چاہیں تو "اس نے اچھلا ہٹ کے ساتھ ایک طرف ہٹے ہوئے اور تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ پائیلٹ کی تادیب ہے کتاب مٹی 'سورہ 27' اس نے بتایا اور محسوس کیا کہ بیجان کی وجہ سے اس کے ہونٹ کپکپانے لگے ہیں۔ وہ ہٹ کر ان لوگوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

ان چند سینکڑوں کی مدت میں 'جب آنے والے چپ چاپ تصویر کو دیکھتے رہے تو میٹا کیلیف بھی اسے دیکھ رہا تھا اور بے نیازانہ، کسی غیر متعلق شخص کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ ان چند سینکڑوں میں اسے پہلے سے یقین ہو گیا کہ سب سے بلند اور صحیح رائے بھی لوگ 'میں آئے والے دیں گے جنہیں وہ ابھی منٹ بھر پہلے اتنی حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پہلے جو کچھ اپنی تصویر کے بارے میں 'ان تینوں برسوں میں جب وہ اسے بنا رہا تھا' سوچا تھا وہ سب بھلا دیا، وہ اس کی ان ساری خوبیوں کو بھول گیا جو پہلے اس کے نزدیک ناقابل شک و شبہ تھیں۔۔۔ اس نے تصویر کو ان لوگوں کی بے نیازانہ، غیر متعلق 'نئی نظروں سے دیکھا اور اس میں اسے کوئی بھی خرابی نظر نہ آئی۔ اس نے پیش منظر میں یا نیلے کا جھنڈا یا ہوا چہرہ دیکھا اور عیساکو سکون چہرہ دیکھا اور پس منظر میں پائیلٹ کے خد گندروں کی صورتیں اور ذیل 'اور جو کچھ ہو رہا تھا اس کو دیکھا اور خواری ہوتا چہرہ دیکھا، ہر چہرہ 'جو اتنی تلاش 'اتنی غلطیوں اور ہجے کے بعد اس کے اندر اپنے خاص کردار کے ساتھ نمودار ہو رہا تھا، ہر چہرہ جس سے اس کو اتنی اذیت اور اتنی خوش ملی تھی 'اور یہ سارے چہرے جن کی جگہیں اتنی مرتبہ ادلی بدل گئی تھیں تاکہ ایک عام اور مکمل منظر بنے 'رنگوں اور رنگینوں کی ساری گہرائی اور ہلکا پن جو اس نے اتنی مشکلوں سے حاصل کی تھی یہ سب کچھ اب ان لوگوں کی نظروں سے دیکھ کر اسے بالکل فرسودہ اور پرچ لگ رہا تھا جو ہزاروں بار دوہرایا جا چکا تھا۔ جو چہرہ اسے سب سے زیادہ عزیز تھا 'عیساکو چہرہ 'جو تصویر کا مرکز تھا' جسے شکل پذیر ہوتے دیکھ کر وہ خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا 'وہ بھی تصویر کو ان لوگوں کی نظروں سے دیکھنے پر اس کے لئے بالکل ضائع ہو گیا۔



اس نے دیکھا کہ یہ اچھی طرح بنائی ہوئی (اور وہ اچھی طرح بنی بھی نہیں تھی۔ وہ اب بہت سارے نفاص کو صاف دیکھ رہا تھا) تین تین (12) کے انیس لاشی میسائز اور انیس میسائز اور پائیلٹ کی تکرار تھی۔ یہ سب بہت ہی مکھیا معمولی اور فرسودہ تھا بلکہ اسے اچھی طرح بنایا بھی نہیں گیا تھا۔۔۔ خطوط کمزور اور رنگ آمیزی ناہموار تھی۔ یہ لوگ اگر چند ہفتے اور عیقا نہ فقرے فکرا کی موجودگی میں کہہ دیں اور جب اکیلے رہ جائیں تو اس کے حال پر افسوس کریں اور فیس تو وہ بالکل حق بجانب ہوں گے۔ اس کے لئے یہ خاموشی بہت گراں ہو گئی (حالانکہ وہ ایک منٹ سے زیادہ نہیں رہی تھی)۔ اس خاموشی کو توڑنے کے لئے اور یہ دکھانے کے لئے کہ وہ پریشان نہیں ہے وہ اپنے اوپر جبر کر کے گھینٹینٹ سے مخاطب ہوا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکا ہوں" اس نے گھینٹینٹ سے کہا لیکن بے چینی سے بھی آنا کو اور بھی دور دیکھ کر کو دیکھتا رہا تاکہ ان کے چہرے کا ایک تاثر بھی اس کی نظر سے نہ چھپے۔

"کیوں نہیں! ہم روسی کے ہاں ملے تھے" یاد ہے اس شام کو اس اعلیٰ لڑکی (جی رائل (13) نے نظریں پر مٹی تھیں "گھینٹینٹ نے فوراً ہی بغیر ذرا سے بھی افسوس کے تصویر سے نظریں ہٹا کر فکرا کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

لیکن یہ دیکھ کر کہ میکا کیلوف تصویر کے بارے میں رائے کا کھڑے "اس نے کہا:

"جب میں نے آپ کی تصویر پچھلی بار دیکھی تھی تب سے تو یہ بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ اور تب کی طرح اب بھی مجھے پائیلٹ کی شخصیت حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ آدمی اس شخص کو اتنی اچھی طرح سمجھتا ہے جو ٹیک ہے" بڑی شاندار آدمی ہے لیکن دل کی گمراہی تک سرکاری عہدیدار ہے جسے اس بات سے کوئی مطلب ہی نہیں کہ وہ کر کیا رہا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ۔۔۔"

میکا کیلوف کا پورا متحرک چہرہ دکھانے لگا "آپ کیسے روشن ہو گئیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن بیان کے بارے میں کہہ سکا اور اس نے ایسا ظاہر کیا جیسے کھانسی آگئی ہو۔ گھینٹینٹ کی فنی سوچہ بوجہ کو چاہے وہ کتنا ہی کم نہ سمجھتا رہا ہو اور اس کی صحیح بات چاہے کتنی ہی معمولی رہی ہو کہ سرکاری عہدیدار کی حیثیت سے پائیلٹ کے چہرے کا تاثر بہت ہی قابل یقین تھا" اور اہم چیزوں کی بات نہ کر کے سب سے پہلے اتنی غیر اہم چیز کا ذکر کرنا چاہے کتنا ہی جنگ آمیز کیوں نہ رہا ہو" میکا کیلوف اس بات پر بھی بے انتہا خوش ہو گیا۔ پائیلٹ کی صورت اور ڈھیل کے بارے میں وہ خود بھی وہی سوچ رہا تھا جو گھینٹینٹ نے کہا تھا۔ یہ رائے ان لاکھوں دوسری رپائوں میں سے تھی جو "بیساکہ" کہ میکا کیلوف اچھی طرح جانتا تھا" ہو سکتا ہے اتنی ہی بچی ہوں" پھر بھی گھینٹینٹ کی رائے کی اہمیت اس کے لئے کم نہیں ہوئی۔ یہ بات کہہ دینے کی بنا پر گھینٹینٹ اسے اچھا لگا اور وہ چہرہ کی حالت سے یکبارگی بے انتہا خوشی کی حالت میں پہنچ گیا۔ فوراً ہی اس کی پوری تصویر میں جان بڑھ گئی اور وہ تمام جاندار چیزوں کی ساری ناقابل انکار وجوہ کی کے ساتھ زندہ ہو گئی۔ میکا کیلوف نے پھر یہ کہنے کی کوشش کی کہ وہ پائیلٹ کو اسی طرح سمجھتا تھا لیکن اس کے ہونٹ اس کے قابو سے باہر ہو کر کپکپانے لگے اور وہ کچھ بول نہ سکا۔ وروسی اور آٹانے بھی کچھ اسی طرح کی دہلی دلی آواز میں کہا جس سے عام طور سے لوگ تصویروں کی نمائشوں میں بات کرتے ہیں کچھ تو اس خیال سے کہ فکرا کو نہیں نہ پہنچے اور کچھ اس خیال سے کہ کوئی بیوقوفی کی بات زور سے نہ کہہ جائیں جسے نمائشوں میں فن کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہنا آتا آسان ہوتا ہے۔ میکا کیلوف کو لگا کہ تصویر سے یہ لوگ

بھی متاثر ہوئے ہیں اور وہ ان کے پاس آگیا۔

"یعنی کے چہرے کا تاثر کس قدر حیرت انگیز ہے" آٹانے کہا۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس سب میں انہیں یہی تاثر سب سے زیادہ پسند آیا تھا اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ تصویر کا مرکز ہے اور اسی لئے اس کی تعریف فنکار کے لئے خوشگوار ہوگی۔ "صاف نظر آ رہا ہے کہ انیس پائیلٹ پر رحم آ رہا ہے۔"

یہ پھر ان لاکھوں قابل یقین تصورات میں سے تھا جو اس کی پوری تصویر میں اور عیسائی کھیل میں ڈھونڈ سکتے تھے۔ آٹانے کہا کہ عیسائی پائیلٹ پر رحم آ رہا تھا۔ عیسائے چہرے کے تاثر میں رحم کا اظہار ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ اس میں محبت کا، غیر انسانی سکون کا، موت پر آمادی کا اور لفظوں کے لا حاصل ہونے کے احساس کا اظہار ہے۔ ظاہر ہے کہ پائیلٹ کے چہرے پر سرکاری عہدیدار کا اور عیسائے چہرے پر رحم کا تاثر ہوگا" اس لئے کہ ایک جسمانی زندگی کا بیکر ہے اور دوسرا روحانی زندگی کا۔ یہ سب اور بہت سی دوسری چیزیں میکا کیلوف کے ذہن میں نمودار ہوئیں۔ اور پھر اس کا چہرہ خوشی سے دھک اٹھا۔

"اور یہ شکل کس طرح بنائی گئی ہے" کتنی کشادگی اور ہوا کا احساس ہوتا ہے" اس کے گرد چکر لگانا ممکن ہے" گھینٹینٹ نے کہا۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ شکلوں کے مافیہ اور خیال کی تائید و تصدیق نہیں کر رہا ہے۔

"ہاں" حیرت انگیز استاد ہی ہے! "وروشکی نے کہا۔ "پس منظر کی یہ شکلیں کتنی واضح اور نمایاں ہیں! یہ ہے نکدیک" اس نے گھینٹینٹ سے کہا اور اس طرح اس بات چیت کی طرف اشارہ کیا جو ان کے درمیان اس سلسلے میں ہوئی تھی کہ وروسی اس نکدیک کو حاصل کرنے میں ناکام اور اس طرف سے ناامید ہو گیا ہے۔

"ہاں واقعی حیرت انگیز ہے!" گھینٹینٹ اور آٹانے تائید کی۔ میکا کیلوف ذہنی علو کی جس حالت میں تھا اس کے باوجود نکدیک کے ذکر سے اسے شدید توہین کا احساس ہوا اور اس نے وروسی کو تارائشکی سے دیکھ کر منہ پھلایا۔ وہ یہ لفظ نکدیک اکثر سنتا تھا اور اس کی سمجھ میں ہرگز نہیں آتا تھا کہ لوگ اس کا استعمال کر کے سمجھتے کیا تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس لفظ سے لوگ خاک اور تصویر بنانے کی ایسی میکانیکی صلاحیت سمجھتے تھے جو مواد و مافیہ سے بالکل آزاد ہو۔ اکثر وہ دیکھتا تھا جیسے کہ اس وقت کی تعریف میں اس نے محسوس کیا کہ لوگ نکدیک کو اندرونی صلاحیت کے مقابل رکھتے تھے۔ گویا اس چیز کی بھی اچھی تصویر بنانا ممکن ہے جو بری ہو۔ وہ جانتا تھا کہ اس بات کے لئے بڑی توجہ اور احتیاط کی ضرورت تھی کہ پردے ہٹائے جائیں جو خود تخلیق کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اس بات کے لئے بھی کہ سارے پردے ضرور ہٹا دیئے جائیں۔ لیکن تصویر بنانے کے فن میں نکدیک کوئی تھی ہی نہیں۔ اگر کسی چھوٹے بچے کو یا اس کی باورچہن کو بھی اسی طرح وہ نظر آ جاتا ہو، تو کھائی دیتا ہے تو وہ بھی جو کچھ دیکھتے اس پر سے پردے اسی طرح ہٹا دیئے۔ اور سب سے تجربہ کار اور متنازع مصور کو بھی اگر پہلے مافیہ کی حد میں نہ نظر آجائیں تو صرف میکانیکی صلاحیت سے وہ کوئی بھی تصویر نہ بنا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ اگر نکدیک کی بات کہتی ہے تو اس کے لئے اس کی تعریف کرنا ناممکن ہے۔ جتنی بھی تصویریں اس نے بنائیں اور وہ بنا تھا ان سب میں اسے آنکھوں میں کھلنے والے نفاص نظر آتے تھے جو اس بے احتیاطی کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے جس سے اس نے پردے ہٹائے تھے" اور ان نفاص کو اب وہ پوری تخلیق کو خراب کے بغیر درست نہ کر سکتا تھا۔ تقریباً سب چہروں اور شکلوں میں اسے اب بھی پوری طرح نہ ہٹانے جانے والے پردوں کے بچے کچھ جیسے نظر آتے تھے جو تصویر کو خراب کرتے تھے۔



"ایک چیز جو کسی جاسکتی ہے اگر آپ کئے کی اجازت دیں تو۔۔۔" گھنیشیت نے کہا۔

"ہاں ہاں مجھے بڑی خوشی ہوگی اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں" میٹا نیلوف نے بتاؤنی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وہ یہ ہے کہ آپ کی تصویر میں انسان خدا ہے خدا انسان نہیں ہے۔ ہر حال میں تو جاننا ہوں کہ آپ چاہتے بھی تھے۔"

"میں اسی عیسائی تصویر تو بتائی نہیں سکتا تھا جو میرے دل میں نہیں ہے" میٹا نیلوف نے اداسی کے ساتھ کہا۔

"ہاں لیکن اس صورت میں اگر آپ مجھے اپنے خیال کا اظہار کرنے کی اجازت دیں تو۔۔۔ آپ کی تصویر اتنی اچھی ہے کہ میری باتیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں اور پھر یہ تو میری ذاتی رائے ہے۔ آپ کے ہاں معاملہ دوسرا ہے۔ خود موضوع ہی مختلف ہے۔ لیکن اب انوف کو لے لیجئے۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر عیسائو ایک تاریخی شخصیت کی سطح پر لانا ہے تو اب انوف کے لئے بہتر ہے ہوتا کہ وہ دوسرے تاریخی موضوع کا انتخاب کرتے جو تازہ اور اچھوتا ہوتا۔"

"لیکن اگر یہ بلند ترین موضوع ہے جو خود کو فن کے سامنے پیش کرتا ہے تو؟"

"اگر تلاش کیا جائے تو دوسرے موضوع مل جائیں گے۔ لیکن بات یہ ہے کہ فن بحث اور تفتش کا متحمل نہیں ہوتا۔ مگر اب انوف کی تصویر دیکھ کر دینا اور دینے والوں کے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خدا ہے یا خدا نہیں ہے؟ اور اس سے تاریخی وحدت ختم ہو جاتی ہے۔"

"آخر کیوں؟ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے" میٹا نیلوف نے کہا "یہ بحث اب ہوی نہیں سکتی۔"

گھنیشیت کو اس سے اتفاق نہیں تھا اور تاریخی وحدت کے بارے میں جو فن کے لئے ضروری ہے اپنے پہلے والے خیالات پر قائم رہتے ہوئے اس نے میٹا نیلوف کے پرچھے اڑا دیئے۔

میٹا نیلوف پریشان ہو گیا اور وہ اپنے خیالات کی مدافعت میں کچھ بھی نہ کہہ پایا۔

12

آنا اور درویشی بڑی دیر سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور انہیں ان باتوں پر افسوس ہو رہا تھا جو ان کا دوست اتنی ہوشیاری سے کر رہا تھا۔ آخر کار درویشی صاحب خانہ کا انتظار کیے بغیر ایک اور چھوٹی سی تصویر کے پاس چلا گیا۔

"اف ایسا کمال ہے، بس قدر دلکش تصویر ہے، یہ تو معجزہ ہے، بالکل معجزہ! آنا اور درویشی نے ایک ساتھ ہی کہا۔

"کیا چیز ان لوگوں کو اتقدر پسند آگئی؟" میٹا نیلوف نے سوچا۔ وہ تو اس تصویر کے بارے میں بھول بھی چکا تھا جو اس نے تین سال پہلے بنائی تھی۔ وہ اس سارے دکھ اور بے انتہا خوشی کو بھول چکا تھا جس سے وہ اس تصویر کو بنانے کے دوران گزر رہا تھا، جب وہ کئی مہینے تک لگا رہا تھا۔ اب وہ اسے اسی طرح بھول گیا تھا جیسے ہر عمل شدہ تصویر کو بھول جاتا تھا۔ وہ اسے دیکھنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور صرف اس لئے دکھارہا تھا کہ

اس انگریز کا انتظار کر رہا تھا جو اسے خریدنا چاہتا تھا۔

"یہ تو بس یوں ہی ہمت کیلے کی ایک تصویر ہے" اس نے کہا۔

"کتنی اچھی تصویر ہے" گھنیشیت نے یہ ظاہر غلوں کے ساتھ تصویر سے متاثر ہو کر کہا۔

بید مجنوں کے ایک بچے کے سامنے میں دوڑ کے جسی سے چھلی پکڑ رہے تھے۔ ایک نے جو بڑا تھا، ابھی ابھی کاٹا پیچھا تھا اور تیسے کو بڑی احتیاط کے ساتھ جھازوں سے الگ ہٹا رہا تھا اور اس کام میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔ دوسرا جو ذرا چھوٹا تھا، گھاس پر پیٹ کے مل لینا کھینا ٹیکے پھیلے پھیلے پر اچھے اچھے سفید بالوں والا سر لٹکائے ٹکڑے ٹکڑے آنکھوں سے پانی کو نیک رہا تھا۔ وہ کس چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا؟

اس کی تصویر کی اتنی زیادہ تحسین سے میٹا نیلوف کا پہلا بیجان پھر سے عود کر آیا۔ لیکن باضی کے بارے میں یہ کاہلانہ احساس اسے پسند نہ تھا اور وہ اس سے ڈر رہا تھا اس لئے باوجود اس کے کہ اس تعریف سے اسے خوشی ہو رہی تھی اس نے ان لوگوں کی توجہ ایک اور تصویر کی طرف مبذول کرانی چاہی۔

لیکن درویشی نے پوچھا کہ یہ تصویر فروخت کیلئے ہے یا نہیں۔ اس وقت میٹا نیلوف کو 'جوان لوگوں کے آنے کی وجہ سے ایک بیانی ذہنی کیفیت میں مبتلا تھا' نقدی اور رقمی بات کچھ اچھی نہیں لگی۔ اس نے اداسی کے ساتھ بھوس سیڑ کر کہا "فروخت ہی کے لئے لٹکانی گئی ہے۔"

جب یہ لوگ چلے گئے تو میٹا نیلوف پائلیٹ اور عیسائی تصویر کے سامنے بیٹھ گیا اور ذہنی طور پر اس سب کو یاد کرنے لگا جو کمالی تھا اور کہا بھی نہ گیا تھا بلکہ ان آنے والوں کا اصلی مقصود تھا۔ اور عجیب بات یہ ہوئی کہ جب وہ لوگ میاں تھے اور جب اس نے ذہنی طور پر ان کا نقطہ نظر اپنا یا تھا تو جو چیز اس سے اتنی ذہنی معلوم ہوئی تھیں وہ اب اچانک اس کے لئے بالکل بے معنی ہو گئیں۔ وہ اپنی تصویر کو پوری طرح سے اپنی اور مکمل طور پر فنکارانہ نظر سے دیکھنے لگا اور اپنی تصویر کے کمال ہونے پر اور اسی کی وجہ سے اس کی اہمیت پر اعتماد کی اس حالت میں پہنچ گیا جو اسے دوسری ساری دلچسپیوں کو ذہن سے خارج کر دینے والے اس تباہی کے لئے درکار ہوئی تھی جس میں وہ کام کر سکتا تھا۔

پھر بھی عیسائی پادریں ٹھیک نہیں تھا جو سامنے سے دیکھنے پر چھوٹا نظر آنے والا بنایا گیا تھا۔ اس نے وصلی ہاتھ میں لے لی اور کام کرنا شروع کر دیا۔ پادریں کو ٹھیک کرنے کے دوران میں وہ پس منظر میں یوٹا کی شکل کو براہِ دیکھتا رہا جس کی طرف ان لوگوں نے جو ابھی آئے تھے کوئی دھیان نہ دیا تھا لیکن وہ خود جانتا تھا کہ یہ شکل کمال درجہ کی ہے۔ پادریں کو درست کر کے اس نے اس شکل پر کام کرنا چاہا لیکن محسوس کیا کہ اس کے لئے وہ بہت زیادہ بیانی کیفیت میں ہے۔ جب وہ بالکل سرد اور جذبات سے عاری ہوتا تھا تب بھی کام نہ کر سکتا تھا اور اسی طرح تب بھی جب وہ بہت نرم ہو گیا ہو اور سب کچھ ضرورت سے زیادہ دیکھنے لگا ہو۔ اس سرد مری سے وجدان تک کے عبور میں اس ایک درجہ تھا جس پر کام کرنا ممکن تھا۔ اور آج وہ بہت زیادہ بیانی کیفیت میں تھا۔ وہ تصویر پر پردہ ڈال دیتا چاہتا تھا لیکن رک کر چار ہاتھ میں لے لئے ایک باہرکت خوشی کی مسکراہٹ کے ساتھ دیر تک یوٹا کی شکل کو دیکھتا رہا۔ آخر کار اس نے جیسے یک گونہ رنج کے ساتھ اپنی نظریں ہٹائیں اور تصویر پر چادر ڈال کر تجھے تجھے انداز میں لیکن خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔

درویشی "آنا اور گھنیشیت گھر واپس آئے تو خاص طور سے خوش اور زندہ دل تھے۔ وہ میٹا نیلوف اور اس کی تصویروں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ان کی باتوں میں لفظ استعداد خاص طور سے بار بار آتا رہا



جس سے ان کی مراد ہوتی تھی ایک پیدائشی تقریباً طبعی صلاحیت جس کا دماغ دہل سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ ان ساری چیزوں کو جو فنکار دیکھتا، سمجھتا اور انگیزتا ہے، یہی نام دینا چاہتے تھے اس لئے کہ یہ لفظ ان کے واسطے سخت ضروری تھا کہ اس چیز کا اظہار کر سکیں تھے وہ سمجھ تو نہ پاتے تھے لیکن اس کے بارے میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ میٹا کیلوف کی استعداد سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن کافی تعلیم کی وجہ سے اس کی استعداد کا ارتقا نہیں ہو سکا۔۔۔ اور یہ ہمارے روسی فنکاروں کی مشترکہ بد عصبی ہے۔ لیکن پھلی پکڑنے والے لڑکوں کی تصویر ان کے ذہنوں پر نقش ہو گئی تھی اور وہ لوگ بار بار اس کا ذکر کرتے تھے۔

”کیا لا جو اب تصویر ہے اس کا میاں یہ ہے اس نے بنائی ہے وہ تصویر“ اور کیا سادگی ہے اوہ تو سمجھتا بھی نہیں کہ کتنی اچھی تصویر ہے۔ اسے ہاتھ سے جاتے نہیں دیتا چاہئے اور خرید لیتا چاہئے“ دروہی نے کہا۔

## 13

میٹا کیلوف نے اپنی تصویر دروہی کے ہاتھ فروخت کر دی اور آٹنا کی شبیہ بنانے پر بھی راضی ہو گیا۔ مقررہ دن پر وہ آیا اور اس نے کام شروع کر دیا۔

پانچویں نشست کے بعد تصویر کو جو بھی دیکھتا وہ حیران رہ جاتا۔ خاص طور سے دروہی تو صرف اس کی مشابہت ہی پر نہیں بلکہ خاص خوبصورتی پر بھی حیران تھا۔ عجیب لگتا تھا کہ اس میٹا کیلوف نے کیسے اس خاص حسن کو ڈھونڈ نکالا۔ دروہی سوچتا ”اس سب سے پیارے روحانی تاثر کو تلاش کر لینے کے لئے آٹنا کو جاننے اور محبت کرنے کی ضرورت تھی“ جیسے میں نے ان سے محبت کی“ حالانکہ اس نے اس سب سے پیارے روحانی تصور کو یہ شبیہ دیکھنے کے بعد ہی جانا تھا۔ لیکن یہ تاثر اتنا سچا تھا کہ اسے اور دوسروں کو لگتا تھا کہ وہ تو اسے بہت دنوں سے جانتے تھے۔

”میں اتنے دنوں سے سربار رہا ہوں اور کچھ بھی نہ کر پایا“ اس نے اپنی بنائی ہوئی شبیہ کے بارے میں کہا ”اور اس نے ایک نظر دیکھا اور تصویر بنادی۔ یہ مطلب ہوتا ہے نکسبک کا۔“

”وہ آجائے گی“ کلینٹین نے اس کو تسلی دی جس کی سمجھ کے مطابق دروہی میں استعداد تھی اور خاص چیز یہ کہ تعلیم تھی جو فن کے بارے میں بلند تر نظر رکھتا کرتی ہے۔ دروہی کی استعداد کے بارے میں کلینٹین کے یقین کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی تھی کہ اپنے مضامین اور خیالات کے لئے اسے دروہی کی ہمدردی اور تعریف کی ضرورت تھی اور وہ محسوس کرتا تھا کہ تعریف و حمایت کو دوطرفہ ہونا چاہئے۔

ایک انجانے گھنٹوں میں اس خاص طور سے دروہی کے ہاں پالا تسو میں میٹا کیلوف اس سے بالکل دوسرا ہی انسان لگتا تھا جیسا وہ اپنے ہاں اسٹوڈیو میں تھا۔ وہ معاندانہ اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا جیسے ایسے لوگوں کی قربت سے ڈرتا ہو جن کا وہ احترام نہیں کرتا۔ وہ دروہی کو عالی مرتبت کہہ کر مخاطب کرتا اور آٹنا اور دروہی کے مدعو کرنے کے باوجود کھانے کے لئے کبھی نہیں رکا اور تصویر بنانے کی نشستوں کے علاوہ ان کے ہاں کبھی نہیں آیا۔ آٹنا اس کے ساتھ دوسروں سے زیادہ شفقت برتتیں اور اپنی شبیہ کے لئے وہ اس کی شکر گزار تھیں۔ دروہی اس کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اخلاق کا سلوک کرتا اور صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی تصویروں کے بارے میں فنکار کی رائے جانتا چاہتا تھا۔ کلینٹین فنکار کو فن کی حقیقی سمجھ سے آشنا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے

نہ دیتا تھا۔ لیکن میٹا کیلوف سب کی طرف سے یکساں سرد مری برتا رہا۔ آٹنا نے اس کی نظروں سے محسوس کیا کہ اسے ان کو دیکھنا اچھا لگتا ہے لیکن ان سے باتیں کرنے سے وہ احتراز کرتا تھا۔ دروہی جب اس کی تصویروں کے بارے میں باتیں کرتا تو وہ بڑی ہٹ دھرمی سے چپ رہتا اور اسی ہٹ دھرمی سے وہ اس وقت بھی چپ رہا جب اسے دروہی کی تصویر دکھائی گئی اور صاف ظاہر تھا کہ کلینٹین کی باتیں اسے گراں گزریں لیکن اس نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

دیے بھی ان لوگوں نے جب میٹا کیلوف کو زیادہ قریب سے جانا تو وہ اپنے روکے پھیکے اور ناخوشگوار بلکہ ایک حد تک معاندانہ رویے کی وجہ سے ان لوگوں کو بالکل پسند نہیں آیا اور جب نشستیں ختم ہو گئیں ان کے ہاتھ میں بہت سی اچھی شبیہ آگئی اور میٹا کیلوف نے آٹنا پر کر دیا تو وہ لوگ خوش ہوئے۔

سب سے پہلے کلینٹین نے اس خیال کا اظہار کیا جو سب کے دلوں میں تھا۔ یہ کہ میٹا کیلوف کو دروہی سے رنگ و حسد تھا۔

”یوں کہنا چاہئے کہ رنگ و حسد تو نہیں تھا اس لئے کہ اس میں استعداد ہے لیکن وہ اس بات سے چڑتا تھا کہ طبقہ امرا کا ایک مالدار آدمی جو کاؤنٹ بھی ہے (آخر خطاب سے تو ایسے لوگ ہمیں چلتے ہیں) بغیر کسی خاص محنت کے اگر اس سے بہتر نہیں تو وہی کر لیتا ہے جو وہ خود کرتا ہے جس نے اپنی ساری زندگی اس کے لئے وقف کر دی ہے۔ خاص چیز یہ کہ تعلیم ہے جو اس کے پاس نہیں ہے۔“

دروہی نے میٹا کیلوف کی مدافعت کی لیکن اپنے دل کی گہرائی میں اسے کلینٹین کی اس بات پر یقین تھا اس لئے کہ اس کی سمجھ کے مطابق دوسری اور بہت تر دنیا کے آدمی کے لئے رنگ و حسد کرنا تو لازمی تھا۔

آٹنا کی شبیہوں کو دیکھ کر جن کا موضوع ایک ہی تھا اور اصل نمونے کو دیکھ کر جس کی تصویر اس نے بھی بنائی تھی اور میٹا کیلوف نے بھی دروہی پر وہ فرق واضح ہو جانا چاہئے تھا جو اس میں اور میٹا کیلوف میں تھا لیکن اس کو یہ فرق نہیں نظر آیا۔ میٹا کیلوف کی بنائی ہوئی شبیہ کے بعد اس نے آٹنا کی اس شبیہ کو جو وہ خود بنا رہا تھا صرف اس لئے ترک کر دیا کہ اب وہ غیر ضروری ہو گئی تھی۔ لیکن اپنی ازمنہ و سہلی کی زندگی والی تصویر کو بنانا اس نے جاری رکھا۔ اور وہ خود اور کلینٹین اور خاص طور سے آٹنا سے یہ محسوس کیا کہ وہ بہت اچھی ہے اس لئے کہ وہ میٹا کیلوف کی تصویروں کے مقابلے میں مشہور و معروف تصویروں سے زیادہ ملتی جلتی ہوئی تھی۔

دوسری طرف میٹا کیلوف کو باوجود اس کے کہ اسے آٹنا کی شبیہ بنانے سے بہت دلچسپی تھی جب نشستیں ختم ہو گئیں اور اسے فن کے بارے میں کلینٹین کی توضیحات سننے کی ضرورت نہ رہ گئی اور یہ ممکن ہو گیا کہ وہ دروہی کی مصوری کو بھول جائے تو ان لوگوں سے بھی زیادہ خوشی ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ دروہی کو مصوری سے شغف کرنے سے باز رکھنا ناممکن تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دروہی اور سارے تقریبی اداؤں کو جس چیز کی بھی چاہیں تصویریں بنانے کا پورا حق ہے لیکن اسے یہ ناگوار گزر رہا تھا۔ کسی بھی آدمی کو موسمی گزریا بنانے اور اسے پیار کرنے سے باز رکھنا ناممکن ہے۔ لیکن اگر یہ شخص اپنی موسمی گزریا کو لے کر کسی ایسے شخص کے سامنے جا بیٹھے جو محبت کرنا ہو اور وہ گزریا سے اس طرح پیار کرنے لگے جیسے محبت کرنے والا اپنی محبوبہ سے کرتا ہو تو محبت کرنے والے کو یہ ضرور ناگوار گزرے گا۔ اسی طرح کی ناگواری کا احساس دروہی کی مصوری دیکھ کر میٹا کیلوف کو ہوا۔ اسے کتنی بھی آٹنا کی شبیہاٹھت ہوئی، افسوس بھی ہوا اور تو جین بھی محسوس ہوئی۔

مصوری سے اور ازمنہ و سہلی سے دروہی کی دلچسپی زیادہ دنوں نہیں چلی۔ اس میں مصوری کا اتنا ذوق تھا



جس سے ان کی مراد ہوتی تھی ایک پیدائشی، تقریباً طبعی صلاحیت جس کا دماغ دل سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ ان ساری چیزوں کو جو فنکار دیکھتا، سمجھتا اور انگیزتا ہے، یہی نام دینا چاہتے تھے اس لئے کہ یہ لفظ ان کے واسطے سخت ضروری تھا کہ اس چیز کا اظہار کر سکیں جسے وہ سمجھتے تھے کہ ان کے بارے میں باتیں کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ میٹا نیلوف کی استعداد سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن بنائے تعلیم کی وجہ سے اس کی استعداد کا ارتقا نہیں ہو سکا۔۔۔ اور یہ ہمارے روسی فنکاروں کی مشترکہ بد قسمتی ہے۔ لیکن پہلی پکڑنے والے لوگوں کی تصویر ان کے ذہنوں پر نقش ہو گئی تھی اور وہ لوگ ہمارا اس کا ذکر کرتے تھے۔

”کیا لا جو اب تصویر ہے اس کا کامیابی سے اس نے بنائی ہے وہ تصویر“ اور کیا سادگی ہے اور تو سمجھتا بھی نہیں کہ کتنی اچھی تصویر ہے۔ اسے ہاتھ سے جاتے نہیں دینا چاہتے اور خرید لیتا چاہتے“ دروہی نے کہا۔

13

میٹا نیلوف نے اپنی تصویر دروہی کے ہاتھ فروخت کر دی اور ان کی شبیہ بنانے پر بھی راضی ہو گیا۔ مقررہ دن پر وہ آیا اور اس نے کام شروع کر دیا۔

پانچویں نشست کے بعد تصویر کو جو بھی دیکھا وہ حیران رہ جاتا۔ خاص طور سے دروہی تو صرف اس کی مشابہت ہی پر نہیں بلکہ خاص خوبصورتی پر بھی حیران تھا۔ عجیب لگتا تھا کہ اس میٹا نیلوف نے کیسے اس خاص حسن کو مضبوط نہ لگایا۔ دروہی سوچتا ”اس سب سے پیارے روحانی تاثر کو تلاش کر لینے کے لئے آنا کو جاننے اور محبت کرنے کی ضرورت تھی، جیسے میں نے ان سے محبت کی“ حالانکہ اس نے اس سب سے پیارے روحانی تصور کو یہ شبیہ دیکھنے کے بعد ہی جانا تھا۔ لیکن یہ تاثر اتنا سچا تھا کہ اسے اور دوسروں کو لگتا تھا کہ وہ تو اسے بہت دنوں سے جانتے تھے۔

”میں اسے دنوں سے سراہ رہا ہوں اور کچھ بھی نہ کر پایا“ اس نے اپنی بنائی ہوئی شبیہ کے بارے میں کہا ”اور اس نے ایک نظر دیکھا اور تصویر بنادی۔ یہ مطلب ہوتا ہے نہ کیسی کھا۔“

”وہ آجائے گی“ گلیشٹین نے اس کو تسلی دی جس کی سمجھ کے مطابق دروہی میں استعداد تھی اور خاص چیز یہ کہ تعلیم تھی جو فن کے بارے میں بلند تر نظر عطا کرتی ہے۔ دروہی کی استعداد کے بارے میں گلیشٹین کے یقین کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی تھی کہ اپنے مضامین اور خیالات کے لئے اسے دروہی کی ہمدردی اور تعریف کی ضرورت تھی اور وہ محسوس کرتا تھا کہ تعریف و حمایت کو دو طرفہ ہونا چاہئے۔

ایک انجانے گھر میں اور خاص طور سے دروہی کے ہاں پلا تو میں میٹا نیلوف اس سے بالکل دوسرا ہی انسان لگتا تھا جیسا وہ اپنے ہاں اسٹوڈیو میں تھا۔ وہ معاندانہ اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا جیسے ایسے لوگوں کی قربت سے ڈرنا ہو جن کا وہ احترام نہیں کرتا۔ وہ دروہی کو عالی مرتبت کہہ کر مخاطب کرتا اور آنا اور دروہی کے مدعو کرنے کے باوجود کھانے کے لئے کبھی نہیں رکا اور تصویر بنانے کی نشستوں کے علاوہ ان کے ہاں کبھی نہیں آیا۔ آنا اس کے ساتھ دوسروں سے زیادہ شفقت برتتیں اور اپنی شبیہ کے لئے وہ اس کی شکرگزار تھیں۔ دروہی اس کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اخلاق کا سلوک کرتا اور صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی تصویروں کے بارے میں فنکار کی رائے جانتا چاہتا تھا۔ گلیشٹین فنکار کو فن کی حقیقی سمجھ سے آشنا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے

نہ دیتا تھا۔ لیکن میٹا نیلوف سب کی طرف سے یکساں سرد مہری برتا رہا۔ آنا نے اس کی نظروں سے محسوس کیا کہ اسے ان کو دیکھنا اچھا لگتا ہے لیکن ان سے باتیں کرنے سے وہ احتراز کرتا تھا۔ دروہی جب اس کی تصویروں کے بارے میں باتیں کرتا تو وہ بڑی ہٹ دھرمی سے چپ رہتا اور اسی ہٹ دھرمی سے وہ اس وقت بھی چپ رہا جب اسے دروہی کی تصویر دکھائی گئی اور صاف ظاہر تھا کہ گلیشٹین کی باتیں اسے گراں گزریں لیکن اس نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

دیسے بھی ان لوگوں نے جب میٹا نیلوف کو زیادہ قریب سے جانا تو وہ اپنے روکے پیچھے اور ناخوشگوار بلکہ ایک حد تک معاندانہ رویے کی وجہ سے ان لوگوں کو بالکل پسند نہیں آیا اور جب ششیں ختم ہو گئیں ان کے ہاتھ میں بہت سی اچھی شبیہ آگئی اور میٹا نیلوف نے آنا پر دیکھا تو وہ لوگ خوش ہوئے۔

سب سے پہلے گلیشٹین نے اس خیال کا اظہار کیا جو سب کے دلوں میں تھا۔ یہ کہ میٹا نیلوف کو دروہی سے رشک و حسد تھا۔

”یوں کہنا چاہئے کہ رشک و حسد تو نہیں تھا اس لئے کہ اس میں استعداد ہے لیکن وہ اس بات سے چڑتا تھا کہ طبقہ امرا کا ایک مالدار آدمی جو کاؤنٹ بھی ہے (آخر خطاب سے تو ایسے لوگ بھی چلتے ہیں) بغیر کسی خاص محنت کے اگر اس سے بہتر نہیں تو وہی کر لیتا ہے جو وہ خود کرتا ہے جس نے اپنی ساری زندگی اس کے لئے وقف کر دی ہے۔ خاص چیز یہ کہ تعلیم ہے جو اس کے پاس نہیں ہے۔“

دروہی نے میٹا نیلوف کی بدافعت کی لیکن اپنے دل کی گمراہی میں اسے گلیشٹین کی اس بات پر یقین تھا اس لئے کہ اس کی سمجھ کے مطابق دروہی اور بہت تر دنیا کے آدمی کے لئے رشک و حسد کو بنا تو لازمی تھا۔

آنا کی شبیہوں کو دیکھ کر جن کا موضوع ایک ہی تھا اور اصل نمونے کو دیکھ کر جس کی تصویر اس نے بھی بنائی تھی اور میٹا نیلوف نے بھی دروہی پر وہ فرق واضح ہو جانا چاہئے تھا جو اس میں اور میٹا نیلوف میں تھا لیکن اس کو یہ فرق نہیں نظر آیا۔ میٹا نیلوف کی بنائی ہوئی شبیہ کے بعد اس نے آنا کی اس شبیہ کو جو وہ خود بنا رہا تھا صرف اس لئے ترک کر دیا کہ اب وہ غیر ضروری ہو گئی تھی۔ لیکن اپنی ازمند و سہلی کی زندگی والی تصویر کو بنانا اس نے جاری رکھا۔ اور وہ خود اور گلیشٹین اور خاص طور سے آنا نے یہ محسوس کیا کہ وہ بہت اچھی ہے اس لئے کہ وہ میٹا نیلوف کی تصویروں کے مقابلے میں مشہور و معروف تصویروں سے زیادہ ملتی جلتی ہوئی تھی۔

دوسری طرف میٹا نیلوف کو باوجود اس کے کہ اسے آنا کی شبیہ بنانے سے بہت دلچسپی تھی، جب ششیں ختم ہو گئیں اور اسے فن کے بارے میں گلیشٹین کی توجیحات سننے کی کوئی ضرورت نہ رہ گئی اور یہ ممکن ہو گیا کہ وہ دروہی کی مصوری کو قبول جائے تو ان لوگوں سے بھی زیادہ خوشی ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ دروہی کو مصوری سے شغف کرنے سے باز رکھنا ناممکن تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دروہی اور سارے تقریبی اناؤں کو جس چیز کی بھی چاہیں تصویریں بنانے کا پورا راجح ہے لیکن اسے یہ ناگوار گزر رہا تھا۔ کسی بھی آدمی کو موسمی بڑی کی گڑباز بنانے اور اسے پیار کرنے سے باز رکھنا ناممکن ہے۔ لیکن اگر یہ شخص اپنی موسمی کی گڑباز کو اسے کسی ایسے شخص کے سامنے جانتے ہوئے جو محبت کرتا ہو اور وہ گڑباز سے اس طرح پیار کرنے لگے جیسے محبت کرنے والا اپنی محبوبہ سے کرتا ہو تو محبت کرنے والے کو یہ ضرور ناگوار گزرے گا۔ اسی طرح ناگوار کی کا احساس دروہی کی مصوری دیکھ کر میٹا نیلوف کو ہوا۔ اسے ہنسی بھی آئی، ہنسنے لگا، ہنسی بھی ہوئی، افسوس بھی ہوا اور توچن بھی محسوس ہوئی۔

مصوری سے اور ازمند و سہلی سے دروہی کی دلچسپی زیادہ دنوں نہیں چلی۔ اس میں مصوری کا اتنا ذوق تھا



آنے والے ہیں اور جہاں تک اس سے ہو سکا اس نے اپنے نہیں کو ٹھیک ٹھاک کیا اور بیک وقت جلدی جلدی ٹھیک کرنے کی بھی کوشش کی اور یہ سیکھنے کی بھی کہ یہ کیسے کیا جاتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے میں کبھی کی یہ فکر مندی جو بلند و برتر سکھ کے لیون کے پہلے والے آدرش کے اس قدر خلاف تھی ان مایوسیوں میں سے ایک تھی جن سے ازدواجی زندگی کے بارے میں اس کے تصورات کا جادو ٹوٹا اور یہ پیاری فکر مندی جس کا مفہوم اس کی سمجھ سے باہر تھا لیکن جس سے پیار نہ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا ان نئی چیزوں میں تھی جنہوں نے اسے مسحور کیا۔

دوسری مایوس کن اور دل کش چیز تھی جھگڑے۔ لیون بھی تصور ہی نہ کر سکتا تھا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان پر شفقت پر احرام اور پر محبت رشتوں کے علاوہ کسی دوسری طرح کے رشتے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اچانک پہلے ہی دونوں میں ان میں اس طرح جھگڑا ہو گیا کہ کبھی نے اس سے کہہ دیا کہ وہ اس سے محبت ہی نہیں کرتا صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہے وہ روئے اور ہاتھ چلا چلا کر تباہ کرنے لگی۔

ان کا یہ پہلا جھگڑا اس بات پر ہوا کہ لیون قارم کی ایک نئی عمارت کو دیکھنے گیا اور آدھ گھنٹہ دیر میں آیا اس لئے کہ اس نے پھوٹے راستے سے آنا چاہا اور بھٹک گیا۔ وہ صرف کبھی کے بارے میں اس کی محبت انہی خوشی کے بارے میں سوچتا ہوا گھر آ رہا تھا اور جیسے جیسے قریب پہنچتا جا رہا تھا ویسے ویسے اس میں کبھی کے لئے محبت اور شفقت بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اسی بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید احساس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا جس سے وہ شریا تنکی خاندان کے گھر میں خواستگاری کرنے گیا تھا۔ اور اچانک اس کا سامنا ایسی او اس صورت سے ہوا جیسی اس نے پہلے کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ اس نے کبھی کو یہاں کرنا چاہا تو اس نے اسے پرے ہٹا دیا۔

"یہ جیسے ہو آیا ہے؟"

"تم تو خوش ہو۔۔۔" کبھی نے شروع کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ بہت اطمینان کے ساتھ کوئی چپتی ہوئی بات کہہ دے۔

لیکن اس نے منہ کھولا ہی تھا کہ بے معنی جملن کے سخت الفاظ اور وہ ساری باتیں نکل پڑیں جن کی اذیت اس نے آدھ گھنٹہ تک کوئی کے پاس ساکت و صامت بیٹھ کر بھگتی تھی۔ اس وقت پہلی بار لیون کی سمجھ میں وہ بات آئی جو تب نہیں سمجھا تھا جب پہلی بار عقد کے بعد وہ کبھی کو لے کر گھر سے باہر آیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب کبھی نہ صرف یہ کہ اس سے قریب ہے بلکہ اب وہ جانتی نہیں کہ کبھی کہاں ختم ہوتی ہے اور وہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بات وہ دوری کے اس کرب ناک احساس سے سمجھا جو اسے اس وقت ہوا۔ پہلے لمبے میں تو اسے نہیں پہنچی لیکن اسی لمحے اس نے محسوس کیا کہ وہ کبھی کی بات کا برا نہیں مان سکتا اس لئے کہ وہ اور کبھی دو تو نہیں ہیں ایک ہی ہیں۔ پہلے لمحے میں اسے ایسا احساس ہوا جیسا ایسے شخص کو ہو سکتا ہے جسے جب پیچھے سے اچانک سخت چوٹ لگتی ہے تو جھینگلا ہٹ اور انتقام لینے کی خواہش کے ساتھ مڑتا ہے کہ تصور وار کو دیکھے لیکن اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ چوٹ تو اس نے خود ہی اپنے آپ کو نڈانٹ لگالی ہے مگر کسی اور پر غصہ کرنا بیکار ہے اور اب تو درد کو برداشت کرنا ہے اور اس میں اتنا فتنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

بعد کو اسے یہ احساس بھی اتنی شدت کے ساتھ نہیں ہوا لیکن اس پہلی بار وہ بہت دیر تک سنبھل نہیں پایا۔ قدرتی جذبہ اس سے تقاضا کر رہا تھا کہ وہ اپنا جو اپیش کرے اور کبھی پر ثابت کر دے کہ تصور اسی کا ہے لیکن اس پر اس کا تصور ثابت کرنے کا مطلب تھا اس کو اور زیادہ جھینگلا دینا اور اس دراز کو اور بڑھا دینا جو

ساری مصیبت کی وجہ تھی۔ ایک حسب عادت احساس تو اسے یہ ترغیب دے رہا تھا کہ وہ تصور کو اپنے اوپر سے ٹال کر اس پر ڈال دے اور دوسرا زیادہ قوی جذبہ یہ ترغیب دے رہا تھا کہ جو دراز پیدا ہو گئی تھی اسے بڑھنے نہ دے اور جلد سے جلد پاٹ دے۔ اس طرح کے بیجا الزام کو اپنے سر پر رہنے دینا اذیت وہ تھا لیکن اپنے کو حق بجانب ثابت کر کے کبھی کو تکلیف پہنچانا اس سے بھی بدتر تھا۔ وہ ایسے آدمی کی طرح تھا جو کبھی خند میں درد سے بدحواس ہو کر درد کرنے والی جگہ کو اپنے آپ سے نوچ کر پیچک دینا چاہتا ہو اور پوری طرح جاگ کر یہ محسوس کرے کہ درد کرنے والی جگہ تو وہ خود تھا۔ بس صرف یہ کرنے کی ضرورت تھی کہ درد کرنے والی جگہ کی مدد کی جائے کہ وہ درد کو برداشت کر سکے اور اس نے یہی کرنے کی کوشش کی۔

ان میں میل ہو گیا۔ کبھی نے اپنا تصور تسلیم کر لیا لیکن اس کا اعتراف کیے بغیر لیون کے ساتھ زیادہ پیار اور لطافت سے پیش آنے لگی اور انہیں محبت کے نئے دھننے سکھ کا تجربہ ہوا۔ لیکن اس سے اس بات میں کوئی فرق نہیں پڑا کہ اس طرح کی تجویزیں دوبارہ بلکہ اکثر انتہائی غیر متوقع اور معمولی چیزوں کی بنا پر نہ ہوں۔ یہ تجویزیں اکثر اس وجہ سے بھی ہوتی تھیں کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ ہر ایک کے لئے کیا چیز اہم ہے اور اس لئے بھی کہ ان شروع کے دنوں میں وہ دونوں اکثر خراب کیفیت میں ہوتے تھے۔ جب ایک اچھی اور دوسرا بری کیفیت میں ہوتا تو آپس میں امن قائم رہتا لیکن جب دونوں بری کیفیت میں ہوتے تو جھجپ اتنی معمولی باتوں پر ہو جاتی کہ سمجھ میں بھی نہ آتا بعد کو وہ یاد بھی نہ کر پاتے کہ انہوں نے جھگڑا کس بات پر کیا تھا۔ تو جیسے کہ جب وہ دونوں اچھی مزاجی حالت میں ہوتے تو ان کی زندگی کی خوشی دیکھی ہو جاتی۔ پھر بھی یہ شروع کے دن ان کے لئے بہت مشکل اور بھاری تھے۔

شروع کی اس ساری مدت میں وہ تازہ کو خاص شدت کے ساتھ محسوس کرتے تھے جیسے جس بندھن میں وہ بندھے ہوئے تھے وہ کبھی ایک طرف کو کھینچا جاتا کبھی دوسری طرف کو۔ مجموعی طور پر وہ ماضی یعنی شادی کے بعد کا مہینہ جس سے لیون کو روایت کی بنا پر اتنی زیادہ توقع تھی نہ صرف یہ کہ شدید سبباً مضائقہ تھا بلکہ ان دونوں کو ان کی زندگی کے سب سے گراں اور ہنگ آمیز زمانے کی طرح یاد رہا۔ ان دونوں نے اپنی آئندہ زندگی میں ایک ہی جیسی کوشش کی کہ اپنی یاد سے اس مہینہ زمانے کے سارے بعد سے اور شرمناک حالات کو مٹا دیں جب وہ دونوں شاذ و نادر ہی عادی ذاتی کیفیت میں شاذ و نادر ہی اپنی اصلی حالت میں ہوتے تھے۔

ازدواجی زندگی کے صرف تیسرے مہینے میں جب وہ ماسکو سے واپس آئے جہاں وہ ایک مہینہ رہے تھے تب ان کی زندگی بہوار ہوئی۔

وہ ماسکو سے ابھی ابھی واپس آئے تھے اور اپنی تنہائی سے خوش تھے۔ لیون اپنے کمرے میں لگنے کی میز کے پاس بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا۔ کبھی وہی گھرے کا سنی رنگ کا لباس پہنے جو اس نے شادی کے بعد کے پہلے دنوں میں پہنا تھا اور جو لیون کو خاص طور سے بہت پسند تھا اور جس سے اس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں چہرے کے اسی پرانے صوفے پر بیٹھی جو اسی کمرے میں لیون کے باپ اور دادا کے زمانے میں بھی رکھا ہوا تھا بددیوری آئینہ (15) کشیدہ کاری کر رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا اور لکھ رہا تھا لیکن سارے وقت اسے کبھی کی موبو کی سے خوشی کا احساس بھی تھا۔ کبھی ہاڈی کے کاموں یا کتاب لکھنے میں جس میں اسے نئی طرز کی کھیتی باڑی کے بنیادی



اصول پیش کرنے تھے "اپنی مصروفیتوں کو اس نے ترک نہیں کیا تھا لیکن یہ مصروفیتیں جیسے پہلے اس کمر میں جو ساری زندگی پر چھائی ہوئی تھی، چھوٹی اور حقیر معلوم ہوتی تھیں، بالکل ویسے ہی وہ اب بھی آئندہ زندگی کی خوشی کی روشن جگہ گھٹ میں اتنی ہی چھوٹی اور حقیر معلوم ہوتی تھیں۔ اپنی مصروفیتیں تو اس نے جاری رکھیں لیکن اب وہ محسوس کرتا تھا کہ اس کی توجہ کا مرکز شش درو سری چیز پر منتقل ہو گیا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ کام کو بالکل مختلف اور واضح انداز میں دیکھنے لگا تھا۔ پہلے یہ کام اس کے لئے زندگی سے بچنے کا راستہ تھا۔ پہلے وہ محسوس کرتا تھا کہ اس کام کے بغیر اس کی زندگی بہت ہی اداس اور بے کیف ہو جائے گی۔ اب یہ مصروفیت اس کے لئے اس واسطے ضروری تھی کہ زندگی میں صرف ابا لے ہی کا ایک رنگ نظر نہ رہے۔ پھر سے اپنے کاغذات کو اٹھا کر جو کچھ لکھا جا چکا تھا اسے اس نے پڑھا اور طمانیت کے ساتھ محسوس کیا کہ کام اس لائق ہے کہ اسے لگ کر کیا جائے۔ کام نیا اور مفید تھا۔ اس کے سابقہ خیالات میں سے بہت سے اب اسے بیکار اور انتہا پسندانہ معلوم ہوئے لیکن اب جب اس نے پورے کام کو اپنے حافظے میں پھر سے تازہ کیا تو بہت سی خالی جگہیں اس کے نزدیک واضح ہو گئیں۔ اب وہ دوسرے مین کا شکار کی غیر فائدہ بخش حالت کے اسباب کے بارے میں ایک نیا باب لکھ رہا تھا۔ وہ ثابت کر رہا تھا کہ روس کی مغربی صرف زنی جائیداد کی غیر منصفانہ تقسیم اور اس کے برے انتظام کی بنا پر نہیں ہے بلکہ یہ کہ اس میں پچھلے کچھ دنوں سے روس میں خلاف عادت لگائی جانے والی خارجی ترقی کی قلم لائے جانے کا بھی ہاتھ تھا، یعنی محسوس طور پر کہا جائے تو رسل درو سائل کے راستوں اور ریلے لائنوں کا جس کی بدولت شہروں میں ارتکاز بڑھ گیا، قیاس میں زراعت کو نقصان پہنچا کر کارخانوں والی پیداوار کا قرضوں اور اس کی دائمی شریک اور ساتھی بنے بازی کا ارتقا ہوا۔ اسے لگتا تھا کہ ریاست کی دولت کا ارتقا اگر فطری طور پر ہو تو یہ ساری چیزیں جبری نمودار ہوتی ہیں جب کا شکاری میں قابل لحاظ محنت صرف کی جا چکی ہو، جب وہ باقاعدہ یکا سے کم زمین حالات پر پہنچ چکی ہو کہ ملک کی دولت کو تناسب کے ساتھ بڑھانا چاہئے اور خاص طور سے اس طرح کی دولت کی دوسری شاخیں کا شکاری سے آگے نہ بڑھنے پائیں مگر رسل درو سائل کے راستے بھی کا شکاری کی معروف حالت اور ضرورت کے مطابق ہیں اور یہ کہ ہماری زمین کا صحیح استعمال نہ کئے جانے کے حالات میں ریلے لائنیں جو معاشی نہیں بلکہ سیاسی ضروریات کی بنا پر وجود میں لائی گئی ہیں، ازوقت تھیں اور انہوں نے کا شکاری کی مدد کرنے کی بجائے، جس کی ان سے توقع کی گئی تھی، کا شکاری سے آگے بڑھ کر اور صنعت اور قرض کے ارتقا کا سامان کر کے کا شکاری کو پسماندہ بنادیا ہے اور یہ کہ اسی لئے جس طرح کسی جائیداد کے جسم میں ایک عضو کا ایک طرف اور قبل ازوقت ارتقا اس کے عام ارتقا میں مغل ہو تا ہے اسی طرح قرض، رسل درو سائل کے راستوں، کارخانوں کی زیر دستی کی سرگرمی نے جو یورپ میں بلاشبہ ضروری ہیں جہاں وہ بروقت ہیں، ہمارے ہاں کا شکاری کو منظم کرنے کے خاص اور فوری سوال کو پس پشت ڈال کر دولت کے عام ارتقا کو نقصان ہی پہنچایا۔

جس عرصے میں لیون اپنے خیالات کو قلمبند کر رہا تھا، کیٹی یہ سوچ رہی تھی کہ اس کا شوہر جو ان پر نس چار سکی کے ساتھ کتنی غیر فطری توجہ کے ساتھ پیش آیا تھا جس نے ان لوگوں کی روائی سے پہلے والی شام کو بڑے پھر ہرین سے کیٹی کے ساتھ عشق بازی کی نمائش کی تھی۔ کیٹی نے سوچا "ضرور انہیں جلن ہوئی ہوگی۔ میرے خدا! وہ کس قدر باریک اور بھولے ہیں۔ میرے سلسلے میں جلتے ہیں! اگر انہیں معلوم ہو تاکہ میرے لئے وہ سب کے سب تیار و پختہ کی طرح ہیں" اس نے سوچا اور ایک عجیب احساس ملکیت کے ساتھ لیون کی گدی اور

سرخ گردن کو دیکھا۔ "کام سے ان کی توجہ ہٹاتے ہوئے اسوس تو ہوتا ہے (کام تو کرسی لیس کے!) مگر مجھے ان کا چہرہ ضرور دیکھنا ہے۔ کیا وہ محسوس کرتے ہیں کہ میں انہیں دیکھ رہی ہوں؟ میں چاہتی ہوں کہ وہ ادھر مڑیں۔۔۔۔۔ چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ مڑو!" اور اس نے اپنی آنکھیں پوری کھول دیں تاکہ اس طرح اس کی نگاہ کا عمل شدید تر ہو جائے۔

"ہاں! یہ چیزیں سارے رس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور چھوٹی پنک دیتی ہیں" لیون لکھتا ہند کر کے اپنے آپ ہی بیڑا دیا اور اس نے محسوس کیا کہ کیٹی اس کی طرف دیکھ رہی ہے اور مسکرا رہی ہے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

"کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر پوچھا۔

"دیکھ لیا میری طرف" کیٹی نے سوچا۔

"کچھ نہیں، بس میں چاہتی تھی کہ تم میری طرف دیکھ لو" اس نے کہا اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس بات پر وہ جھنجھلا رہا ہے یا نہیں کہ میں نے کام کی طرف سے اس کی توجہ ہٹادی۔ لیکن ہم ہی دونوں ہوں تو کتنا اچھا لگتا ہے! یعنی مجھے "اس نے کیٹی کے پاس آکر خوشی کی مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی اتنا اچھا لگتا ہے! میں تو اب کیس بھی نہ جاؤں گی، خاص طور سے ماسکو۔"

"تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"میں؟۔۔۔۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔ نہیں، نہیں، تم جاؤ لکھو، ادھر ادھر دھیان مت بٹاؤ" اس نے ہونٹ سکڑاتے ہوئے کہا "اور مجھے اب یہ چھوٹے چھوٹے چمید کاٹنے ہیں، دیکھ رہے ہو؟"

اس نے قبضی اٹھائی اور چمید کاٹنے لگی۔

"نہیں، تم بتاؤ کہ کیا سوچ رہی تھیں؟" لیون نے اس کے پاس بیٹھے ہوئے اور چھوٹی سی قبضی کی کول کول حرکت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے، میں کیا سوچ رہی تھی؟ میں ماسکو کے بارے میں سوچ رہی تھی اور تمہاری گدی کے بارے میں۔"

"آخر مجھے کس لئے اتنی خوشی نصیب ہوئی ہے؟ یہ تو غیر قدرتی بات ہے۔ بہت ہی اچھا ہے سب کچھ" اس نے کیٹی کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

"اس کے برعکس مجھے تو جتنا زیادہ اچھا ہوا اتنی قدرتی معلوم ہوتا ہے۔"

"اور تمہارے ایک چھوٹی سی لٹ ہے" اس نے احتیاط کے ساتھ کیٹی کے سر کو تھماتے ہوئے کہا۔

"چھوٹی سی لٹ۔ دیکھو، یہ رہی۔ مگر نہیں، ہم لوگ تو کام کر رہے ہیں۔"

لیکن کام اس کے بعد نہیں ہوا اور جب کو زما یہ اطلاع دینے کے لئے آیا کہ چائے لگادی گئی ہے تو وہ دونوں قصور و اداری طرح اچھل کر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

"اور وہ لوگ شرے آگئے؟" لیون نے کو زما سے پوچھا۔

"ابھی ابھی پہنچے ہیں۔ سامان ٹھیک ٹھاک کر رہے ہیں۔"

"جلدی سے آؤ" کمرے سے جاتے ہوئے کیٹی نے لیون سے کہا "نہیں تو خط میں تمہارے بغیر ہی پڑھ



اور چھوٹی سی میز کے پاس اس نے اکافیا میٹا نیلوٹا کو بھی بٹھالیا تھا اور چائے انڈیل کر انہیں دے دی تھی۔ کیٹی ڈالی کا خط پڑھ رہی تھی جن سے ان لوگوں کی برابر خط و کتابت رہتی تھی۔

”دیکھا آپ نے؟“ آپ کی مادام نے مجھے بٹھالیا، حکم دیا کہ ان کے ساتھ بیٹھوں۔“ اکافیا میٹا نیلوٹا نے پر شفقت مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اکافیا میٹا نیلوٹا کے ان الفاظ سے لیون نے یہ سمجھا کہ اس ڈرامے کی صحیح سلجھ مٹی جو پچھلے دنوں اکافیا میٹا نیلوٹا اور کیٹی کے درمیان چل رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ نئی ماکن کے اپنے ہاتھ میں عتاق حکومت لے لینے سے اکافیا میٹا نیلوٹا کو جو رنج پچھا تھا اس کے باوجود کیٹی نے انہیں جیت لیا تھا اور اپنے سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”اور میں نے تو تمہارا خط پڑھ لیا“ کیٹی نے کہا اور لیون کو ایک کم پڑھے لکھے شخص کا سا خط دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ لگتا ہے اس عورت کا ہے، تمہارے بھائی والی۔۔۔ میں نے نہیں پڑھا۔ اور یہ میرے خاندان والوں کا اور ڈالی کا ہے۔ ذرا سوچو، ڈالی گریٹا اور تانیا کو لے کر سربا تھکی کے ہاں بچوں کے بال میں مٹی تھیں۔ تانیا فرانسیسی مارکیٹزنی تھی۔“

لیکن لیون نے اس کی بات نہیں سنی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے بھائی نکولا کی سابق محبوبہ ماریا نکولا نیوٹا کا خط لے لیا اور اسے پڑھنے لگا۔ یہ ماریا نکولا نیوٹا کا دو سرا خط تھا۔ پہلے خط میں اس نے لکھا تھا کہ بھائی نکولا نے اسے کسی قصور کے بغیر ہی نکال دیا۔ اور اس نے دل کو دکھانے والی سادگی کے ساتھ لکھا تھا کہ وہ اگرچہ پھر محتاطی کی حالت میں ہے لیکن اپنے لئے کچھ بھی نہیں مانگتی، نہیں چاہتی۔ اسے تو بس یہ خیال کھائے جا رہا ہے کہ نکولا نے میری سچائی کی صحت کی اتنی خرابی کی وجہ سے اس کے بغیر بالکل ہی برباد ہو جائیں گے اور اس نے لیون سے درخواست کی تھی کہ وہ ان پر نظر رکھیں۔ اب اس نے دو سرا خط لکھا تھا۔ اس نے نکولا کی میری سچائی کو ڈھونڈ لیا تھا اور اب پھر ان کے ساتھ ماسکو میں رہنے لگی اور انہیں کے ساتھ اس صوبائی شہر میں مٹی جہاں انہیں ملازمت میں ایک عہدہ مل گیا تھا لیکن وہاں انہوں نے اپنے افسران علی سے جھگڑا کر لیا اور ماسکو واپس چل پڑے۔ راستے میں ان کی طبیعت اتنی خراب ہو گئی کہ وہ بہ مشکل کھڑے ہو پاتے ہیں۔ اس نے لکھا تھا کہ ”وہ سارے وقت آپ کو یاد کرتے رہے اور ہاں، رقم بھی اب نہیں رہ گئی۔“

”لوہ پڑھو ڈالی نے تمہارے بارے میں لکھا ہے“ کیٹی نے مسکراتے ہوئے کہا شروع کیا تھا لیکن شوہر کے چہرے کا بدلا ہوا اثر دیکھ کر وہ اچانک رک گئی۔

”کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟“

”اس نے مجھے لکھا ہے کہ بھائی نکولا کی قریب المرگ ہیں۔ میں جاؤں گا۔“

اچانک کیٹی کے چہرے کا تاثر بھی بدل گیا۔ مارکیٹزنی ہوئی تانیا کے اور ڈالی کے بارے میں سارے خیالات غائب ہو گئے۔

”تم کم جاؤ گے؟“ اس نے کہا۔

”کل۔“

”اور میں تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں؟“ کیٹی نے کہا۔

”کیٹی :- آخر یہ کیا؟“ اس نے نادبھی انداز میں کہا۔

لوں گی۔ اور اس کے بعد ہم ساتھ ساتھ بیٹھ جائیں گے۔“

لیون جب اکیلا رہ گیا تو اس نے اپنی بیاضوں کو اس پورٹ فولیو میں رکھا جو کیٹی نے اس کے لئے ابھی کچھ ہی دنوں پہلے خریدا تھا۔ پھر اٹھ کر اس نے نئی سٹی میں ہاتھ دھوئے جس کا سارا عہدہ سازو سامان نیا تھا اور جو کیٹی کے آنے کے بعد ہی وجود پذیر ہوا تھا۔ لیون اپنے خیالات پر مسکرایا اور اس نے ان خیالات کی تائید نہ کرتے ہوئے سر ہلایا۔ اسے پچھتاوے کے سے ایک احساس سے اذیت ہو رہی تھی۔ اس کی موجودہ زندگی میں کوئی چیز شرمناک سی، نسوانی سی اور جیسے کہ وہ دل میں اسے کہا کرتا تھا، روی شہر کا پو آکے قہقہے کی سی تھی۔ اس نے سوچا ”اس طرح زندگی بسر کرنا اچھا نہیں ہے۔ جلد ہی تین مہینے ہو جائیں گے کہ میں تقریباً کچھ بھی نہیں کر رہا ہوں۔ آج غالباً پہلی بار میں نے سنجیدگی سے کام کرنا شروع کیا“ اور وہ بھی کیا؟ بس شروع کیا اور چھوڑ دیا۔ میں نے اپنے معمول کے مطابق روزمرہ والے کاموں کو بھی تقریباً چھوڑ دیا۔ کبھی باڈی کا کام بھی میں تقریباً نہیں کرتا اور جاتا ہی نہیں۔ کبھی مجھے اس کو اکیلے چھوڑتے ہوئے افسوس ہوتا ہے اور کبھی دیکھتا ہوں کہ وہ ادب رہی ہے۔ لیکن میں تو سوچ رہا تھا کہ شادی سے پہلے زندگی بس یوں ہی رہتی ہے، کسی شہر میں نہیں آتی اور اصل زندگی تو شادی کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور جلد ہی تین مہینے ہو جائیں گے اور میں نے کبھی اتنی کاپی اور بیکاری میں وقت نہیں گزارا۔ نہیں یہ ناممکن ہے، شروع کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ وہ تو قصور وار نہیں ہے۔ اسے کسی بات کے لئے برا بھلا نہیں کہا جاسکتا۔ خود مجھے زیادہ محکم ہونا چاہئے اور اپنی مردوالی آزادی کو مسلم کر دانا چاہئے۔ نہیں تو میں خود اسی کا عادی ہو جاؤں گا اور اسے بھی یہی سکھا دوں گا۔۔۔ ظاہر ہے کہ وہ تو قصور وار نہیں ہے۔“

لیکن جو شخص غیر مطمئن ہو اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ جس چیز سے غیر مطمئن ہے اس کا اصرار کسی نہ کسی دوسرے کو نہ دے اور اسی کو جو اس سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ اور لیون کو دھندلا دھندلا یہ خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں ہے کہ کیٹی خود قصور وار ہو (قصور وار تو وہ کسی چیز میں ہو ہی نہیں سکتی) لیکن قصور اس کی پرورش و پرورش کا ہے جو بہت ہی سطحی اور سنجیدگی سے بالکل عاری تھی (”یہ تو قوف چار سکی۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ کیٹی اسے روکنا چاہتی تھی لیکن روک نہ سکی۔“) ”ہاں، سوائے گھر سے دلچسپی کے (یہ تو اس میں تھی)“ سوائے اپنے بناؤ سکھار کے اور سوائے بددیری آنکھ کے اس کی کوئی سنجیدہ دلچسپی ہے۔ میرے کام سے دلچسپی نہیں، کبھی باڈی سے نہیں، مسانوں سے نہیں، موسیقی سے نہیں جس میں وہ کافی اچھی ہے پڑھنے سے دلچسپی نہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرتی اور بالکل مطمئن ہے۔ ”لیون دل ہی دل میں یہ رائے قائم کر کے فیصلے صادر کر رہا تھا اور وہ ابھی تک یہ نہیں سمجھتا تھا کہ کیٹی سرگرمی کے اس دور کے لئے تیار ہیں کر رہی ہے جب وہ بیک وقت شہر کے لئے بیوی ہوگی، خاتون خانہ ہوگی، امید سے رہے گی، بچوں کو پالے پوسے گی۔ وہ نہیں سمجھتا تھا کہ کیٹی اس بات کو جہلی طور پر جانتی تھی اور اس خوفزدہ کر دینے والی محنت کے لئے تیار رہ کر تے ہوئے بھی وہ بے فکری کے اور محبت کی خوشی کے لمحوں کے لئے خود کو برا بھلا نہ کہتی تھی جن سے وہ اس وقت اپنے آئندہ نشیمن کو خوشی خوشی بناتے سنو اتے ہوئے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

جب لیون اوپر پچھا تو اس کی بیوی چاندی کے نئے سوار کے پاس چائے کا نیا سیٹ سامنے رکھے بیٹھے تھی



"کیا مطلب کیا؟" کیٹی کو یہ بات بری لگی کہ وہ اس کی تجویز کو جھجھلاہٹ اور بیدلی کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔  
 "آخر میں کیوں نہ جاؤں؟ میں تمہاری کسی چیز میں غل نہ ہوں گی۔ میں۔۔۔۔۔"  
 "میں تو اس لئے جا رہا ہوں کہ میرا بھائی مر رہا ہے۔" لیون نے کہا۔ "تم کس لئے۔۔۔۔۔"  
 "کس لئے؟ جس لئے تم جا رہے ہو اس لئے۔"  
 لیون نے سوچا "اور میرے لئے اتنے اہم وقت میں بھی وہ صرف اس بارے میں سوچتی ہے کہ اکیلے وہ آگے کی کیا۔" اور اتنے اہم معاملے میں اس طرح گھما پھرا کر بات کرنے پر اسے غصہ آیا۔  
 "یہ ممکن نہیں ہے" اس نے سختی کے ساتھ کہا۔

اگنا میٹا کیلکولٹا یہ دیکھ کر کہ جھگڑے کی نوبت آنے والی ہے چپکے سے چائے کی پیالی رکھی اور وہاں سے چلی گئیں۔ کیٹی نے ان کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔ شوہر نے جس لمحے میں آخری بات تھی تھی اس سے اسے بڑی غصے پہنچی تھی خاص طور سے اس لئے کہ صاف ظاہر تھا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اس پر شوہر نے یقین ہی نہیں کیا تھا۔

"اور میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ اگر تم جاؤ گے تو تمہارے ساتھ میں بھی جاؤں گی، ضرور جاؤں گی" اس نے جلدی جلدی غصے میں کہا۔ "ممکن کس لئے نہیں ہے؟ کس لئے تم کہہ رہے ہو کہ ممکن نہیں ہے؟"  
 "اس لئے کہ پتہ نہیں جانا کس ہوا گاس راتے سے، ممکن ہو گلوں میں۔ تم ساتھ ہو گی تو مجھے اتنا پناہ محسوس ہو گا" لیون نے لہجہ سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل نہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ جہاں تم جا سکتے ہو وہاں میں بھی۔۔۔۔۔"  
 "اگر اور کچھ نہیں تو اسی ایک وجہ سے کہ وہاں یہ عورت بھی ہے جس کے پاس تم نہیں جا سکتیں۔"  
 "میں کچھ نہیں جانتی اور جانا چاہتی بھی نہیں کہ وہاں کون ہے اور کیا ہے۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ میرے شوہر کے بھائی مر رہے ہیں اور وہ ان کے پاس جا رہا ہے اور میں اپنے شوہر کے ساتھ جاؤں گی تاکہ۔۔۔۔۔"

"کیٹی! غصہ مت کرو۔ لیکن تم ذرا سوچو کہ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ مجھے یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ تم اس میں اپنی کمزوری کے احساس سے غل ہو رہی ہو صرف اس لئے کہ اگلی نہیں رہتا چاہتیں۔ تو اگر اکیلے تم کو آگاہت ہو گی تو تم ہاں کو چلی جاؤ۔"

"یہ ہے ساری بات" تم بیٹھ رہے اور شرمناک خیالات میرے سر منڈھ دیتے ہو" کیٹی نے دلی رنج اور غصے کے آنسوؤں کے ساتھ جواب دیا۔ "میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کوئی کمزوری نہیں، کچھ نہیں۔۔۔۔۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ شوہر اگر رنج و غم میں ہو تو اس کے پاس رہتا میرا فرض ہے لیکن تم جان بوجھ کر مجھے دکھ دینا چاہتے ہو، جان بوجھ کر سمجھتا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔"

"نہیں" یہ ناقابل برداشت ہے۔ بالکل غلام بن کر رہ جانا! "لیون نے چیخ کر کہا اور اپنی جھجھلاہٹ کو ضبط کرنا اس کے بس میں نہ رہ گیا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس لمحے اس نے محسوس کیا کہ وہ اپنے آپ کو بیٹھ رہا ہے۔

"تو پھر تم نے شادی کس لئے کی تھی؟ آزاد رہتے۔ کیوں کی تھی جو اب پیچھتا رہے ہو؟" اس نے کہا "اچھل کر کمزوری ہو گئی اور بھاگ کر ڈانٹک روم میں چلی گئی۔"

جب وہ اس کے پیچھے پیچھے گیا تو کیٹی سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔

لیون نے بات کرنے اور ایسے الفاظ تلاش کرنے کی کوشش کی جو یہ نہیں کہ کیٹی کو ساتھ نہ جانے کی بھداری کا یقین دلا دیں بلکہ کسی طرح اسے صرف چپ کرادیں۔ لیکن کیٹی نے اس کی ایک نہ سنی اور کسی بات پر بھی رضامند نہ ہوئی۔ لیون اس کی طرف جھکا اور اس کے مزاحمت کرتے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے ہاتھ کو چومنا "اس کے بالوں کو چومنا" پھر ہاتھ کو چومنا۔۔۔۔۔ کیٹی سارے وقت چپ ہی رہی۔ لیکن جب اس نے کیٹی کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور کہا "کیٹی! تو اچانک وہ منہ بند ہو گئی، روئی دھوئی اور پھر ان میں میل ہو گیا۔

یہ طے ہوا کہ کل دونوں ساتھ جائیں گے۔ لیون نے بیوی سے کہا کہ اسے یقین ہے کہ وہ صرف اس لئے جانا چاہتی ہے کہ وہ کار آمد بن سکے۔ اس نے یہ بات مان لی کہ ماریا کولا سچو نا جب بھائی کے پاس ہوں گی تو ان کی موجودگی سے کوئی ناٹاشنگ نہ ہوگی۔ لیکن وہ کیا تول کی گمراہی میں اپنے آپ سے مطمئن تھا نہ کیٹی سے۔ کیٹی سے وہ اس لئے ناخوش تھا کہ وہ خود کو اس بات پر تیار نہ کر سکی کہ اسے اکیلے جانے دے جبکہ یہ ضروری تھا اور اس کے لئے یہ سوچنا کتنا عجیب تھا کہ وہ "جو ابھی تھوڑے دنوں پہلے اتنا خوش نصیب ہونے کا یقین کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکتا تھا کہ کیٹی اس سے محبت کر سکتی ہے" اب اس وجہ سے خود کو دیکھی محسوس کرنا تھا کہ وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے! اور اپنے آپ سے وہ اس لئے ناخوش تھا کہ اس نے کردار کی مضبوطی کا ثبوت نہیں دیا۔ اپنے دل کی گمراہی میں وہ اس بات سے اور بھی زیادہ متفق نہیں تھا کہ کیٹی کو اس عورت سے کوئی مطلب نہیں جو بھائی کے ساتھ تھی، اور وہ بڑے خوف کے ساتھ سوچتا تھا کہ پتہ نہیں کیسے کیسے جھگڑوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اسے اسی ایک بات کو سوچ کر تباہی خوار خوف کا احساس ہوا تھا کہ اس کی بیوی "اس کی کیٹی ایک ہی کرے میں اس عام عورت کے ساتھ ہوگی۔"

17

جس صوبائی شہر میں کولا لائی لیون پڑے ہوئے تھے وہاں کا ہوٹل ان ہوٹلوں میں تھا جو نئے اور بہتر نمونے پر تعمیر اور منظم کئے جاتے ہیں، جن میں صفائی، آسائش اور یہاں تک کہ شان و شوکت کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے لیکن جو "ان میں جو لوگ آکر قیام کرتے ہیں ان کی وجہ سے" بہت ہی جلدی گندی سراپوں جیسے ہو جاتے ہیں جنہیں جدید ترین بہترین کا جو ٹاڈا دعویٰ ہوتا ہے اور یہی دعویٰ انہیں پرانے اور چمک کندے ہوٹلوں سے بھی بدتر بنا دیتے ہیں۔ یہ ہوٹل اس حالت کو پہنچ چکا تھا۔ دروازے پر گندی وردی پہنے اور پاپیروس پیتا ہوا سپاہی جس کی ڈیوٹی تھی کہ وہ ہال پر درز کے فرائض انجام دے "ڈھلے لوہے کی جالی دار" بد رنگ اور کمرے سیز صیالی ہلندہ فراک کوٹ پہنے ہوئے اول جلول وغیرہ عام ڈانٹنگ ہال جہاں میز پر موم کے پھولوں کا دھول سے اٹا ہوا گلہ ستہ سجا ہوا تھا، ہر جگہ گرد و غبار، گندی اور پھوپھن اور پھر اس کے ساتھ ہی اس ہوٹل کی نئے زمانے والی ریلوے اسٹیشن جیسی "اپنے آپ سے مطمئن" ہماہمی۔ یہ ساری چیزیں لیون میاں بیوی کو ان کی نو بھارت زندگی کے بعد بہت ہی گراں اور ناگوار گزریں، خاص طور سے اس لئے کہ ہوٹل کا پیدہ اکیا ہوا دکھاوے کا یہ مجموعہ ناظر اس چیز سے کوئی مطابقت نہ رکھتا تھا جو ان کے سامنے آنے والی تھی۔

بیٹھ کی طرح اس سوال کے بعد کہ انہیں کس کرائے کا کمرہ چاہئے پتہ یہ چلا کہ کوئی اچھا کمرہ تھا ہی نہیں۔



ایک اچھے کمرے میں ریلے اسپیکر فہرے ہوئے تھے، دوسرے میں ماسکو کے ایک ایڈووکیٹ، تیسرے میں پرنس اسٹافیر، انھیں جو دیسات سے آئی تھیں۔ صرف ایک گندہ سا کمرہ باقی رہ گیا تھا لیکن ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ شام کو اس کے پاس والا کمرہ خالی ہو جائے گا۔ لیون بیوی پر اس بات سے جھنجھلا گیا کہ وہی ہو گیا جس کی اسے توقع تھی مگر آتے ہی اس وقت جب اس خیال سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا کہ بھائی کا بچہ نہیں کیا حال ہوگا، فوراً بھاگ کر بھائی کے پاس پہنچنے کی بجائے اسے بیوی کی فکر کرنی پڑی ہے۔ وہ بیوی کو اس کمرے میں لے گیا جو انہیں دیا گیا تھا۔

”تم جاؤ، جاؤ!“ کیٹی نے بھینسی ہوئی قصوروار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ چپ چاپ دروازے سے نکل گیا اور وہیں اس کا سامنا ماریا نکولا نیوٹا سے ہو گیا جس کو اس کی آمد کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا اور وہ آکر ہاں کھڑی تھی اس لئے کہ اندر جانے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ وہ ویسی ہی تھی جیسی لیون نے اسے ماسکو میں دیکھا تھا۔ وہی اوننی لباس جس میں کف اور گھاس نہیں تھا اور وہی نیک دلی والا، چمک کے داغوں سمیت سادہ لوح چہرہ جو ذرا ابھر گیا تھا۔

”تو کیا حال ہے؟ کیسے ہیں وہ؟“

”حالت بدست ہی خراب ہے۔ کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ... آپ...“

بیوی کے ساتھ آئے ہیں۔“

ذرا دیر تو لیون کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بولکھائی ہوئی کیوں ہے لیکن اس نے خودی فوراً وضاحت کر دی۔

”میں چلی جاؤں گی۔ میں باورچی خانے میں چلی جاؤں گی“ اس نے کہا۔ ”وہ خوش ہوں گے۔ انہوں نے آپ کی شادی کے بارے میں سنا تھا۔ وہ انہیں جانتے ہیں اور انہیں یاد ہے کہ پردیس میں دیکھا تھا۔“

لیون سمجھ گیا کہ اس کا مطلب اس کی بیوی سے تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جو اب دے۔

”چلے، چلے!“ اس نے کہا۔

لیکن اس نے قدم بڑھایا تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیٹی نے بھاگ کر دیکھا۔ لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا، شرم سے بھی اور اپنی بیوی پر جھنجھلاہٹ کی وجہ سے بھی جس نے خود کو اور اسے اس مشکل صورت حال میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ سرخ ماریا نکولا نیوٹا ہو گئی۔ وہ بالکل دیک ہی گئی اور اتنی شرمندہ ہوئی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دونوں ہاتھوں سے اپنے رومال کے سرے پکڑ کر انہیں اگلیوں سے مروڑنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا کرے۔

پہلے لمبے میں تو کیٹی کی ان نظروں میں جن سے اس نے سمجھ میں نہ آنے والی اس بھیاںک عورت کو دیکھا تھا لیون نے شدید جھنجھٹ کا اثر دیکھا لیکن وہ بس لمبے بھر رہا۔

”تو کیا حال ہے؟ وہ کیسے ہیں؟“ کیٹی نے شوہر سے اور پھر ماریا نکولا نیوٹا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”اب یوں راہ داری میں تو باتیں کرنا ٹھیک نہیں!“ لیون نے جھنجھلا کر ان صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا جو بڑے پھرتیلے انداز میں راہ داری سے گزر رہے جیسے کسی اپنے کام سے جا رہے ہوں۔

”تو اندر آ جائیے نہ“ کیٹی نے ماریا نکولا نیوٹا سے مخاطب ہو کر کہا جو اب ذرا سنبھل گئی تھی۔ لیکن پھر اس نے شوہر کا خوفزدہ چہرہ دیکھا تو بولی ”یا آپ لوگ جائیے، جائیے پھر مجھے بلوائیجے گا“ اور وہ کمرے میں واپس چلی

گئی۔ لیون بھائی کے پاس گیا۔

بھائی کے پاس اس نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اس کی اسے ذرا بھی توقع نہ تھی۔ اسے یہ توقع تھی کہ اسے اپنے آپ کو قریب دینے کی وہی حالت دیکھنے کو ملے گی جو اس نے سنا تھا کہ دن کے مریضوں میں اکثر ہوتی ہے اور جس کو دیکھ کر وہ ہمارے اس قدر حیران رہ گیا تھا جب وہ اس کے پاس آئے تھے۔ اسے توقع تھی کہ اسے موت کے قریب ہونے کی جسمانی علامتیں زیادہ قطعی طور پر نظر آئیں گی، وہ اور بھی کمزور، اور بھی دہلے ہو گئے ہوں گے لیکن پھر بھی حالت تقریباً ویسی ہی ہوئی۔ اسے توقع تھی کہ خود بھی وہ اپنے جیسے بھائی سے محروم ہو جانے کے سلسلے میں ویسا ہی افسوس اور موت کو سامنے دیکھ کر خوف محسوس کرے گا جیسے اس نے تب محسوس کیا تھا، بس یہ کہ اس بار وہ زیادہ شدید ہو گا۔ اور اس کے لئے وہ تیار تھا۔ لیکن اس نے تو کچھ اور ہی دیکھا۔

ہوٹل کے چھوٹے سے گندے کمرے میں، جس کی ازار تک رہ گئی ہوئی دیواروں پر تھوک کے دھبے تھے اور جس کی ہلکی سی ٹکڑی کی دیوار کے دوسرے کمرے کی بات چیت سنائی دیتی تھی، اور جہاں کی ہوا میں خراب بو کی محسوس والی منک بھری تھی، دیوار سے ہٹا کر بچائے ہوئے پتنگ پر لحاف سے ڈھکا ہوا ایک تن بڑا تھا۔ تن کا ایک ہاتھ لحاف کے اوپر رکھا تھا اور اس ہاتھ کی نیلی جیسی بڑی سی کلائی معلوم نہیں کس طرح پہلے سے ڈنڈے جیسے لمبے پونچھے سے جڑی تھی جو شروع سے لے کر بیچ تک بالکل دبلا اور ہموار تھا۔ سر ایک طرف کو نکلیے پر لڑھکا ہوا تھا۔ لیون کو پسینے میں تر چمچ رہے ہاں اور کھینچی ہوئی بالکل شفاف پیشانی نظر آ رہے تھے۔

لیون نے سوچا ”یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہ بھیاںک تن بھائی نکولا نیوٹا ہیں۔“ لیکن وہ قریب آیا اور چہرہ دیکھا تو شک کرنا ممکن ہی نہ رہ گیا۔ چہرے میں جو بھیاںک تبدیلی آگئی تھی اس کے باوجود لیون نے ان آنکھوں کو دیکھا جو آنے والے کی طرف بڑی پھرتی سے اٹھی تھیں، چمکی ہوئی مونچھوں کے نیچے منہ کی ہلکی سی حرکت پر نظروں والی اور وہ اس بھیاںک سچائی کو سمجھ گیا کہ یہ مرہ تن اس کے اپنے زندہ بھائی تھے۔

چمکتی ہوئی آنکھوں نے آنے والے بھائی کو تندی کے ساتھ ڈانٹنے کے انداز میں دیکھا۔ اور فوراً ہی اس نظر نے دو زندہ ہستیوں میں ایک زندہ رشتہ قائم کر دیا۔ لیون نے اپنے اوپر بھی ہوئی ان نظروں کے ڈانٹنے والے انداز کو محسوس کیا اور اسے اپنی خوشی پر پچھتاوے کا احساس ہوا۔

جب سنسن تن نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو نکولا نیوٹا مسکرائے۔ مسکراہٹ بڑی نحیف، بس ذرا سی نظر آنے والی تھی اور مسکراہٹ کے باوجود آنکھوں میں تندی کا تاثر نہیں بدلا۔

”تم کو یہ توقع نہ تھی کہ مجھے ایسا پاؤ گے“ مشکل سے انہوں نے کہا۔

”ہاں... نہیں نہیں“ لیون نے کڑبڑا کر کہا۔ ”آپ نے پہلے کیوں نہیں خبر کروائی یعنی میری شادی کے وقت؟ میں نے ہر جگہ پوچھ چمچ کی۔“

باتیں کرنا ضروری تھا کہ چپ نہ رہے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے، اس لئے اور بھی کہ بھائی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس یک ٹک اسے دیکھتے رہے اور بظاہر اس کے ہر لفظ کے معنی سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیون نے بھائی کو اطلاع دی کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ آئی ہے۔ نکولا نیوٹا نے طمانیت کا اظہار کیا لیکن کہا کہ انہیں خوف ہے کہ وہ تو ان کی حالت دیکھ کر ڈر جائیں گی۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ اچانک نکولا نیوٹا بے ڈلے اور انہوں نے کچھ کتنا شروع کیا۔ لیون کو ان کے چہرے کے تاثر سے یہ توقع تھی کہ وہ کوئی خاص طور سے اہم اور معنی خیز بات کہیں گے لیکن نکولا نیوٹا نے اپنی صحت کے بارے میں بات کی۔ انہوں نے ڈاکٹر کو قصور وار



لیکن مریض کا جیالین زیادہ دیر تک نہیں چلا۔  
 کیٹی نے بات کرتی ختم بھی نہ کی تھی کہ نکولائی کے چہرے پر وہی تندی کا اور ڈانٹنے کا سار جھک و حسد کا  
 آثار طاری ہو گیا جو مرنے والے کو زندگیوں سے ہوتا ہے۔  
 ”مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے لئے یہاں تو بالکل ٹھیک نہیں ہے“ اس نے ان کی ایک تک نظروں سے مڑ  
 کر کمرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”ہوٹل کے مالک سے دوسرے کمرے کے لئے کہنا پڑے گا“ اس نے شوہر  
 سے کہا ”پھر اس لئے بھی کہ ہم پاس ہی رہیں۔“

18

لیون اپنے بھائی کو سکون کے ساتھ نہ دیکھ سکتا تھا، ان کی موجودگی میں خود سکون سے اور فطری انداز میں  
 نہ رہ سکتا تھا۔ جب وہ مریض کے کمرے میں آتا تو اس کی آنکھیں اور توجہ غیر شعوری طور پر دھنلا جاتیں اور وہ  
 بھائی کی حالت کی تفصیلات کو نہ دیکھتا تھا اور نہ ان میں تیز کر سکتا تھا۔ وہ انتہائی ناگوار ہو کر سو گھنٹا تھا گندگی  
 بد نظمی اور اذیت ناک حالت کو دیکھتا تھا اور کراہیں سنتا تھا لیکن محسوس کرتا تھا کہ اس حالت میں کسی طرح کی مدد  
 کرنا ناممکن ہے۔ اسے یہ سوچنے کا خیال تک نہ ہوا کہ مریض کی حالت کی ساری تفصیلات کا جائزہ لے، اس کے  
 بارے میں سوچے کہ خلاف کے نیچے یہ تن کیسے پڑا تھا کہ یہ سوکھ کر کاٹا ہو جائے والی ٹانگیں، کولہے، پینے کیسی  
 مڑی ہوئی پڑی تھیں اور کیا انہیں بہتر طریقے سے لٹانا ناممکن تھا، کیا کچھ ایسا نہیں کیا جاسکتا کہ چاہے بہتر نہ ہوتا  
 لیکن اتنا براتو نہ رہ جاتا۔ جب اس نے ان ساری تفصیلات کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو اس کی پینے پر ٹھنڈی  
 جھرجھری سی چھا گئی۔ اسے بلاشبہ یقین تھا کہ زندگی کو طول دینے کے لئے یہ تکلیف کو کم کرنے کے لئے کچھ بھی  
 کرنا ناممکن نہیں ہے۔ لیکن مریض کو اس بات کا احساس تھا کہ اس کا بھائی یہ تسلیم کرتا ہے کہ کسی طرح کی بھی مدد  
 کرنا ناممکن ہے اور اس احساس سے اسے سخت تکلیف ہوتی تھی اور وہ چڑھتا تھا۔ اسی وجہ سے لیون کے لئے  
 یہ سب اور زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اس کے لئے مریض کے کمرے میں ہونا ایک اذیت تھی اور نہ ہونا اس سے بھی  
 بدتر۔ اور وہ برابر مختلف ہمنوں سے باہر جاتا اور پھر واپس آتا اس لئے کہ وہ اکیلے رہی نہیں سکتا تھا۔

لیکن کیٹی بالکل اس طرح نہیں سوچتی تھی، نہ یوں محسوس کرتی اور عمل کرتی تھی۔ مریض کو دیکھ کر  
 اسے ان پر بڑا ترس آیا۔ اور اس کے نسوانی دل میں ترس سے خوف اور کراہت کا وہ احساس نہیں جو اس کے  
 شوہر کے دل میں پیدا ہوا تھا بلکہ عمل کرنے کا، ان کی حالت کی ساری تفصیلات جاننے کا اور ان کی مدد کرنے کا  
 تقاضا پیدا ہوا۔ اور چونکہ اس کے دل میں اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں تھا کہ اسے ان کی مدد کرنی چاہئے اس  
 لئے اس نے اس بات میں بھی شک نہیں کیا کہ یہ ممکن ہے اور وہ فوراً ہی کام میں لگ گئی۔ اس کی توجہ فوراً  
 انہیں تفصیلات کی طرف گئی جن کے بارے میں سوچنے ہی سے اس کے شوہر پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ کسی کو  
 ڈاکٹر بلائے بھیجا، دلالے کے لئے آدمی بھیجا، اپنے ساتھ جو خادمہ لائی تھی اسے ماریا نکولائی کے ساتھ دھول  
 صاف کرنے اور دھونے پر لگایا، کچھ چیزیں خود دھوئیں اور نچوڑیں، خلاف کے نیچے کوئی چیز لگائی۔ اس کے انتظام  
 کے مطابق مریض کے کمرے سے کچھ چیزیں لے جاتی تھیں اور کچھ لائی تھیں۔ وہ خود بھی بار بار اپنے کمرے میں آتی  
 اور جو لوگ اس کے سامنے پڑے ان کی طرف کوئی توجہ کئے بغیر چا دیں، خلاف تو لئے اور قیص نکالیں اور لے  
 گئیں۔

نصرایا اور شکایت کی کہ ماسکو کا مشہور ڈاکٹر نہیں مل سکا۔ اس سے لیون یہ سمجھا کہ انہیں اب بھی امید ہے۔  
 جیسے ہی وہ پہلی بار چپ ہوئے ویسے ہی لیون کھڑا ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ”چاہے منٹ ہی بھر کے  
 لئے“ سہی اس اذیت ناک احساس سے بچ سکے۔ اس نے کہا کہ وہ جا رہا ہے کہ اپنی بیوی کو لے آئے۔  
 ”اچھا، ٹھیک ہے“ اور میں کہتا ہوں کہ یہاں ذرا صفائی کر دی جائے۔ یہاں گندگی اور بدبو ہے میرے  
 خیال میں۔ ماشا! یہاں صفائی کر دو“ مریض نے بڑی مشکل سے کہا۔ ”اور صفائی کر کے تم خود بھی چلی جاؤ“  
 انہوں نے بھائی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لیون نے کوئی جواب نہیں دیا۔ راہ داری میں نکل کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بیوی کو لینے کو جا  
 رہا تھا لیکن اب اس نے جو کچھ محسوس کیا تھا اس کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا کہ اس کے برعکس وہ کیٹی  
 کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کرے گا کہ مریض کے پاس نہ آنا چاہئے۔ اس نے سوچا ”جو کچھ میں نے بھگتا ہے  
 وہ سب آخر کیوں بھگتے؟“

”تو کیا حال ہے؟ کیسے ہیں؟“ کیٹی نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔  
 ”اف، بہت ہی بھیا تک ہے، بھیا تک! تم کس لئے یہاں آئیں؟“ لیون نے کہا۔  
 کیٹی چند سیکنڈ چپ رہی اور شوہر کو جھینسی ہوئی رحم آمیز نظروں سے دیکھتی رہی، پھر دونوں ہاتھوں سے  
 اس کی کمری پکڑ کر بولی:

”کو ستیا! مجھے ان کے پاس لے چلو، ہم دونوں ساتھ ہوں گے تو ہمارے لئے آسان ہو گا۔ تم مجھے بس وہاں  
 تک لے چلو، لے چلو، میرانی کر کے“ پھر تم چلے جانا“ اس نے کہا۔ ”تم سمجھو اس بات کو کہ جس میں اس حال میں  
 دیکھنا اور انہیں نہ دیکھنا میرے لئے کیسے زیادہ مشکل ہے۔ وہاں ہو سکتا ہے میں ان کے یا تمہارے کچھ کام آ  
 سکوں۔ میرانی کر کے اتار کر دو!“ اس نے شوہر کی منت اس طرح کی جیسے اس کی زندگی کی خوشی کا دارودہ ارا سی پر  
 ہو۔

لیون کو رضامند ہونا ہی پڑا اور اپنے آپ کو سنبھال کر اور ماریا نکولائی کے بارے میں بالکل بھول کر وہ  
 کیٹی کے ساتھ پھر بھائی کے پاس چلا۔

لیکے قدم رکھتے ہوئے اپنے شوہر کی طرف ایک تک دیکھتے ہوئے اور اپنی صورت سے ہمت اور ہمدردی  
 ظاہر کرتے ہوئے کیٹی مریض کے کمرے میں داخل ہوئی اور بغیر کسی جلدی کے اس نے مڑ کر آہستہ سے دروازہ  
 بند کیا۔ بالکل ہی دبے پاؤں وہ تیز تیز مریض کے بستر کے پاس گئی اور اس طرح سے جا کر کہ انہیں سرگھمانے کی  
 ضرورت نہ پڑے اس نے فوراً اپنے نوجوان ”نرم و تارہ ہاتھ میں ان کے بڑے سے ہاتھ کے حاذو لے لیا“ اسے  
 دایا اور ان کے ساتھ اس بغیر نہیں پہنچائے ہوئے ہمدردانہ ”نرم اور جیالی آواز میں باتیں کرنے لگی جو عورتوں  
 سے مخصوص ہوتی ہے۔

”ہم سوڈن میں ملے تو تھے لیکن ہمارا تعارف نہیں ہوا تھا“ اس نے کہا۔ ”آپ نے تو سوچا بھی نہ ہو گا کہ  
 میں آپ کی خواہر سمیت بن جاؤں گی۔“

”آپ مجھے پہچان بھی نہ تھیں؟“ نکولائی نے اس کے آنے پر مسکراہٹ کے ساتھ کھل کر کہا۔  
 ”نہیں، میں پہچان لیتی۔ آپ نے کتنا اچھا کیا جو ہم لوگوں کو خبر کرادی، کوئی دن نہ جاتا تھا جب کو ستیا آپ  
 کا ذکر نہ کرتے ہوں اور پریشان نہ ہوتے ہوں۔“



ہو مل کاغذ حکار، جو عام ڈانگ ہال میں انجینئروں کے لئے کھانا لگا رہا تھا، کئی بار اس کے طلب کرنے پر ناراض صورت بنائے آیا اور اس کے احکامات کی قلیل کئے بغیر نہ رہ سکا اس لئے کہ اس نے وہ احکامات اتنے محتات آمیز اصرار کے ساتھ دیئے کہ اس کی بات ٹال کر چلا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ لیون کو یہ سب پسند نہیں آیا۔ اسے یقین نہیں ہو کہ اس سب سے مریض کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ سب سے زیادہ اسے یہ ڈر تھا کہ مریض کیسے ناراض نہ ہو جائیں۔ لیکن مریض گلتا تو یہی تھا کہ اس سب سے بے نیاز تھے مگر وہ ناراض نہیں ہوئے، انہیں صرف شرمندگی تھی اور مجموعی طور پر انہوں نے اس سے دلچسپی لی کہ کئی ان کے لئے کیا کر رہی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس سے آکر جہاں اسے کئی نے بھیجا تھا، لیون نے دروازہ کھولا تو مریض کو اس حالت میں پایا جب کئی کے انتظام کے مطابق اس کی قیص بدلی جا رہی تھی۔ چٹنے کا طویل سفید بجنر بڑے بڑے پکھوڑوں کی ہڈیاں، پمپلیاں اور ریزہ کی گریاں نگلی تھیں اور ماریا کھولتا تھا حکار کے ساتھ قیص کی آستین سے الجھ رہی تھی اور کسی طرح سے اس میں لپے سوکھے ہاتھ ڈال نہ پا رہے تھے۔ کئی نے لیون کے آنے کے بعد جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ وہ مریض کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی لیکن مریض کراہے تو وہ تیزی سے ان کے پاس پہنچی گئی۔

”جلدی کیجئے“ اس نے کہا۔

”اچھا آپ تو نہ آئیے“ مریض نے خفا ہو کر کہا ”میں خودی...“

”کیا کہا آپ نے؟“ ماریا کھولتا تھا نہ پوچھا۔

لیون کئی نے سن لیا تھا اور سمجھ گئی تھی کہ انہیں اس کے سامنے نیچے بدن ہونے میں شرم آتی تھی اور اچھا نہیں لگتا تھا۔

”میں دیکھ نہیں رہی ہوں، دیکھوں گی نہیں!“ اس نے آستین ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ ”ماریا کھولتا تھا“

آپ اس طرف چلی جائیے اور ٹھیک کر دیجئے“ اس نے اضافہ کیا۔

پھر اس نے شوہر سے مخاطب ہو کر کہا ”تم ذرا جاؤ، میرے چھوٹے بیک میں ایک شیشی ہے، معلوم ہے

اس کی پیلووالی، جب میں، مریضی کر کے اسے لے آؤ، تب تک میں یہاں سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

لیون جب شیشی لے کر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ مریض کو لٹایا جا چکا ہے اور ان کے ارد گرد سب کچھ

بالکل بدل گیا ہے۔ کمرے کی تیز بوی جبکہ عطردار سر کے کی منک پھیل رہی تھی۔ کئی اپنے ہونٹ نکال کر اور

گلابی گالوں کو پھلا کر چھوٹی سی نگلی سے اس کی پھوار نکال رہی تھی۔ دھول کیس نظر ہی نہ آتی تھی۔ پٹنگ کے

نیچے قالین بچھ گیا تھا۔ میز پر قاعدے سے شیشیاں اور پانی کی صراحی رکھی تھی اور اسی پر ضروری کپڑے اور کئی

کی برودری آنگیر بھی رکھی تھی۔ مریض کے پٹنگ کے پاس دوسری میز پر کوئی شروب، سفوف کی پڑیاں اور موم

جی رکھی تھی۔ خود مریض ہاتھ منہ دھوئے، بال بنائے صاف چادر پر لیٹے تھے۔ ان کے نیچے اوٹنے اٹھے ہوئے

تھے، وہ غیر قدرتی حد تک دبلی گردن پر سفید کاروائی قیص پہنے تھے۔ ان کے چہرے پر امید کا نیا تاثر تھا اور وہ یک

نک کئی کو دیکھے جا رہے تھے۔

لیون جس ڈاکٹر کو لایا تھا اور جو اسے کلب میں ملا تھا، وہ ڈاکٹر نہیں تھا جو کھولائی کا علاج کر رہا تھا اور جس

سے وہ مطمئن نہیں تھے۔ نئے ڈاکٹر نے اسٹیتس کوپ نکالا اور اسے لگا کر مریض کے سینے اور پیٹھ کو سنا، سر ملایا،

دوائیں نکلیں اور خاص تفصیل کے ساتھ پہلے بتایا کہ دوا کس طرح کھانی ہے، پھر یہ کہ غذا کیا اور کیسی ہونی

چاہئے۔ اس نے مشورہ دیا کہ کچا یا بالکل ذرا سا پالا ہوا انڈا کھائیں اور ایک خاص درجہ حرارت تک کے گھٹنے

دودھ کے ساتھ سلیس پانی پیئیں۔ جب ڈاکٹر چلا گیا تو مریض نے اپنے بھائی سے کچھ کہا لیکن لیون نے بس آخری الفاظ سنے ”تھماری کاتیا۔“ جس نظر سے انہوں نے کئی کو دیکھا اس سے لیون سمجھ گیا کہ وہ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ انہوں نے کاتیا کو بلایا، وہ کئی کو اسی نام سے پکارتے تھے۔

”میں تو اس وقت بھی بہت بہتر ہو گیا“ انہوں نے کہا۔ ”آپ کے ساتھ تو میں بہت پہلے صحت مند ہو گیا ہوتا۔ کتنا اچھا ہے!“ انہوں نے کئی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے اپنے ہونٹوں کی طرف کھینچا لیکن جیسے ڈر گئے کہ اسے اچھا نہ لگے گا، اپنا ارادہ بدل دیا اور بس اسے تھپتھپا کر چھو ڈیا۔ کئی نے اس ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور اسے دہرایا۔

”اب مجھے بائیں کروٹ لٹا دو اور تم لوگ جا کر سو جاؤ“ انہوں نے کہا۔

کئی نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا۔ صرف کئی سمجھ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ وہ مسلسل اسی بارے

میں سوچ رہی تھی کہ انہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔

اس نے شوہر سے کہا ”دوسری کروٹ۔ وہ ہمیشہ اسی کروٹ سوتے ہیں۔ تم خود انہیں کروٹ بدلو، دو“

کو بلا تے اچھا نہیں لگتا۔ کیا آپ نہیں کر سکتیں؟“ اس نے ماریا کھولتا تھا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے ڈر لگتا ہے“ ماریا کھولتا تھا نے جواب دیا۔

اس بھینک تن کو اپنے ہاتھوں میں لیتا، لحاف کے نیچے ان ہیکوں کو ہاتھ لگا جنہیں وہ جاننا ہی نہیں چاہتا

تھا، لیون کے لئے بہت ہی بھینک تھا لیکن بیوی کے اثر کو قبول کرتے ہوئے اس نے اپنی مخصوص پر عزم

صورت بنائی، جس سے اس کی بیوی اچھی طرح واقف تھی، اور ہاتھ لحاف کے اندر ڈال کر کروٹ بدلوائی چاہی

لیکن اپنی طاقت کے باوجود ان دہلے سوکھے اعضا کے عجیب وزن پر حیران رہ گیا۔ جتنی دیر میں لیون نے انہیں

کروٹ بدلوائی اور اپنی گردن میں پڑے ہوئے بہت بڑے اور بالکل پٹے ہاتھ کو محسوس کیا اتنی دیر میں کئی نے

جلدی سے بغیر کسی آواز کے نیچے کو الٹ کر اسے پیٹ کر پھلادیا اور مریض کے سر کو ٹھیک سے رکھ کر ان کے

چھدرے بالوں کو درست کیا جو پھر کپڑی سے چپک گئے تھے۔

مریض نے بھائی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ لیون نے محسوس کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کے ساتھ کچھ

کرنا چاہتے ہیں اور اسے کسی طرف کھینچ رہے ہیں۔ لیون نے انہیں کرنے دیا اور وہ سانس روک کر کھڑا رہا۔ ہاں،

وہ ہاتھ کو کھینچ کر اپنے منہ تک لے گئے اور انہوں نے اسے چوما۔ لیون کا سارا بدن سسکیوں سے کانپ اٹھا۔

اس سے کچھ بھی نہ کہا گیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”تو نے چھپایا ان چیزوں کو داناؤں سے اور ظاہر کر دیا انہیں بچوں پر اور نادانوں پر۔“ یہ لیون نے اس

شام کو اپنی بیوی سے باتیں کرتے ہوئے اس کے بارے میں سوچا۔

لیون نے انجیل کی اس آیت کو اس لئے نہیں یاد کیا تھا کہ وہ خود کو دانا سمجھتا تھا۔ وہ خود کو دانا تو نہیں سمجھتا

تھا لیکن یہ جانے بغیر تو وہ نہ سکتا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے اور اکافانیٹا نیلوٹا سے زیادہ سمجھدار تھا اور یہ جانے بغیر

بھی نہ رہ سکتا تھا کہ جب وہ موت کے بارے میں سوچتا تھا تو اپنے دل کی پوری قوت سے سوچتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا

تھا کہ بڑے بڑے عالمی دماغوں نے جن کے خیالات اس کے بارے میں اس نے پڑھے تھے، اس کے بارے میں



سوچا تو تھا لیکن وہ اس کا سواں حصہ بھی نہ جانتے تھے جتنا اس کے بارے میں اس کی بیوی اور اگنیافا میٹا کیلونا جانتی تھیں۔ یہ عورتیں 'اگنیافا میٹا کیلونا اور کاتیا' جیسے کہ اس کے بھائی کیٹی کو کہتے تھے اور اب لیون کو بھی یہی کہنا خاص طور سے اچھا لگتا تھا 'ایک دوسرے سے چاہے کتنی ہی مختلف کیوں نہ رہی ہوں' اس معاملے میں وہ بالکل ملتی جلتی تھیں۔ دونوں بلاشبہ جانتی تھیں کہ زندگی کیا ہوتی ہے اور موت کیا ہوتی ہے اور اگرچہ وہ ان سوالات کے 'یونیون' کے ذہن میں پیدا ہوتے تھے 'جو اب نہ دے سکتی تھیں بلکہ انہیں سمجھتیں بھی نہیں' پھر بھی دونوں کو اس منظر کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا اور اس کو صرف وہی دونوں نہیں بلکہ اپنی اس نظر میں کروڑوں لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے ہوئے 'بالکل ایک ہی طرح دیکھتی تھیں۔ اس بات کا ثبوت کہ وہ قطعی طور پر جانتی تھیں کہ موت کیا ہے 'یہ تھا کہ وہ ایک منٹ کو بھی شک کے بغیر جانتی تھیں کہ مرنے والوں کے ساتھ کس طرح حمل کرنا چاہئے 'اور وہ ان سے ذرتی نہیں تھیں۔ لیون اور دوسرے لوگ موت کے بارے میں کہ تو بہت کچھ کہتے تھے لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ جانتے نہیں تھے 'اسی لئے موت سے ڈرتے تھے اور بالکل ہی نہیں جانتے تھے کہ جب لوگ مرے تو کیا کرنا چاہئے۔ اب اگر لیون اپنے بھائی کے ساتھ اکیلا ہوتا تو وہ بے انتہا خوف کے ساتھ انہیں دیکھتا رہتا اور اس سے بھی زیادہ خوف کے ساتھ انتظار کرتا رہتا اور کچھ اور وہ کر ہی نہ پاتا۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسے یہ بھی نہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا بات کرے، کیسے دیکھے، کیسے چلے۔ اور واحد کی چیزوں کی باتیں کرنا اسے مریض کی توہین کرنے کی طرح ناممکن لگتا اور موت کی 'رنج و غم کی باتیں کرنا بھی ناممکن لگتا۔ چپ رہنا بھی ناممکن ہوتا۔ 'انہیں دیکھتا رہتا تو وہ سمجھتے کہ میں ان کا مطالعہ کر رہا ہوں 'ڈر رہا ہوں۔ نہ دیکھتا تو سمجھتے کہ میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔ بچوں کے بل آہستہ آہستہ چلتا تو وہ ناراض ہوتے اور پورا پاؤں رکھ کر ٹھیک سے چلتا تو مجھے برا لگتا۔' کیٹی نے بظاہر اپنے بارے میں سوچا ہی نہیں 'اسے اس کے لئے وقت ہی نہیں ملا۔ اس نے ان کے بارے میں سوچا اس لئے کہ وہ کچھ نہ کچھ جانتی تھی اور سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے اپنے بارے میں اور اپنی شادی کے بارے میں بھی باتیں کیں، مسکراتی بھی، 'کہہ کا بھی اظہار کیا اور شفقت بھی برتی اور لوگوں کے صحت یاب ہو جانے کے واقعات بھی بتائے اور سب کچھ ٹھیک رہا۔ مطلب یہ کہ وہ جانتی تھی۔ اس بات کا ثبوت کہ اس کی اور اگنیافا میٹا کیلونا کی سرگرمیاں جبلی، جانوروں کی سی، بے عقلی کی نہ تھیں 'یہ تھا کہ کیٹی اور اگنیافا میٹا کیلونا دونوں نے جسمانی دیکھ بھال اور تکلیف کو کم کرنے کے علاوہ مرنے والے کے لئے کسی اور چیز کا بھی مطالبہ کیا جو جسمانی دیکھ بھال سے زیادہ اہم تھی اور کسی ایسی چیز کا مطالبہ کیا جو جسمانی حالت سے بالکل ہی مختلف تھی۔ اگنیافا میٹا کیلونا نے اس مرنے والے بڑے سے بارے میں کہا تھا 'خیر خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعائے خیر و برکت لے لی مگر انہوں نے تو یہ کہی 'خدا سب کو ایسی ہی موت دے۔' 'اسی طرح کاتیا نے بھی چادر 'غلاف اور قمیض کی 'پینے اور کولہوں کے چھالوں، مشروب وغیرہ کی ساری غلوں کے علاوہ پہلے ہی دن مریض کو اس پر بھی رضامند کر لیا کہ دعائے خیر و برکت لینا اور گناہوں سے توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔

رات بھر کے لئے اپنے دونوں کمروں میں واپس آکر لیون سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ رات کا کھانا کھانا 'سوئے کی تیاری کرنا' یہ سوچنا کہ وہ کیا کرے گے تو درکنار 'وہ تو اپنی بیوی سے بات تک نہ کر سکتا تھا۔ اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔ اس کے برعکس کیٹی اس سے بھی زیادہ سرگرم تھی جتنی وہ عام طور سے ہوتی تھی۔ اس نے کھانا لانے کا حکم دیا 'خود اپنی چیزیں نکال کر رکھیں 'خود بستر لگنے میں مدد کی اور ان پر جراثیم ہارنے والے پلاؤں اور چمڑے کی چیزیں نکال دیں۔ اس میں ویسایا جیلا پن اور غلوں کی تیزی، آگ

تھی جو مردوں میں لڑائی میں 'جدوجہد میں 'اور زندگی کے خطرناک فیصلہ کن لمحوں میں 'ان لمحوں میں آجاتی ہے جب مرد ایک بار پیشہ کے لئے اپنی وقعت کو ظاہر کرتا ہے اور اس بات کو کہ اس کا سارا ماضی بیکار نہیں بلکہ اس کے لئے کی تیاری میں گزر رہا تھا۔

سارا کام وہ بڑی لپک جھپک کے ساتھ کر رہی تھی اور بارہ بھی نہ بچتے پائے تھے کہ سب چیزیں صفائی سے ٹھیک ٹھیک، ایک طرح کے خاص انداز سے رکھ رکھا دی گئیں کہ ہوٹل کے کمرے کچھ گھر کی طرح 'اس کے اپنے کمرے کی طرح لگنے لگے۔ بستر لگا دیئے گئے، 'برش، کنگھیاں اور ٹوٹ والے آئینے کھول کر سلینے سے رکھ دیئے گئے، 'پینک، بچھا دیئے گئے۔

لیون کو یہ لگ رہا تھا کہ کھانا، سونا بلکہ اس وقت تو بات کرنا بھی ناقابل معافی ہوگا 'اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ہر حرکت کچھ ناشائستہ سی تھی۔ پھر بھی کیٹی نے اپنے برش تک ٹھیک ٹھاک کے لیکن سب کچھ اس طرح کیا کہ اس میں ہلک آمیز کوئی بات نہ تھی۔

البتہ وہ کچھ نہیں کئے اور دیر تک سو بھی نہیں کئے بلکہ سونے کے لئے لیٹ بھی نہیں سکے۔ 'مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے انہیں کل دعائے خیر و برکت لینے پر راضی کر لیا' کیٹی نے کہا جو اپنا ڈرننگ جیکٹ پہنے آئینے کے سامنے بیٹھی تھی اور ایک باریک کنگھی سے اپنے نرم اور خوشبودار بال سنوار رہی تھی۔ 'میں نے یہ ہوتے تو کبھی نہیں دیکھا لیکن ماما نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں شفا یاب ہونے کے لئے دعا کی جاتی ہے۔'

'کیا واقعی تم یہ سمجھتی ہو کہ وہ صحت مند ہو سکتے ہیں؟' لیون نے مسلسل اس کے سر کے پچھلے حصے پر پتلی سی بانگ کو سختے ہوئے کہا جو ہر بار کیٹی جب آگے کو کنگھی کرتی تو غائب ہو جاتی تھی۔ 'میں نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔ اس نے تو کہا کہ تین دن سے زیادہ نہیں جی سکتے۔ لیکن کیا جیج وہ لوگ جان سکتے ہیں؟ پھر بھی مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے انہیں راضی کر لیا' 'اس نے شوہر کو اپنے بالوں کی اوٹ سے جھانک کر دیکھتے ہوئے کہا۔ 'سب کچھ ممکن ہے' 'اس نے اسی خاص، کسی قدر عیارانہ تاثر کے ساتھ کہا جو اس کے چہرے پر ہمیشہ اس وقت ہوتا تھا جب وہ مذہب کے بارے میں بات کرتی تھی۔

جب وہ دونوں منگھیرتی تھے تب ان میں مذہب کے بارے میں جو بات چیت ہوتی تھی اس کے بعد ان میں سے کسی نے بھی اس موضوع کے بارے میں بات نہ چھیڑی تھی لیکن کیٹی کہے جانے کی 'اور ہمیشہ صرف ایک اس پر سکون علم کے ساتھ دعا کرنے کی رسم باقاعدگی سے پوری کرتی تھی کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ لیون کے برعکس عقائد کے اقرار کرنے کے باوجود کیٹی کو پورا یقین تھا کہ وہ اسی کی طرح بلکہ اس سے بہتر جسمانی ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سب اس کی مردوں والی عجوبہ باتوں میں سے ہے جیسے وہ جو بددیری آنکھ کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ پہلے لوگ تو چمیدوں کی حرمت کرتے ہیں اور وہ جان بوجھ کر چمیدو بتاتی ہے اور اسی طرح کی دوسری باتیں۔

'ہاں 'اب یہ عورت 'ماریا نکولا یونا تو یہ سب نہیں کر سکتی تھیں 'لیون نے کہا۔ 'اور... یہ اعتراف کرنا میرا فرض ہے کہ مجھے بڑی خوشی ہے 'بہت زیادہ کہ تم آئیں۔ تم ایسی پاکیزگی ہو کہ...' 'اس نے کیٹی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن چوما نہیں (موت سے اتنی قربت کے حالات میں ہاتھ چومنا اسے ناجائز لگا) 'صرف ایک قصور وار انداز میں دہایا اور اس کی چمک، اٹھنے والی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔



"اکیلے تھارے لئے یہ سب اتنا اذیت ناک ہوتا" اس نے کہا اور ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر جنوں نے اس کے خوشی اور طمانیت سے سرخ ہو جانے والے گالوں کو ڈھک لیا "اس نے چوٹی کو گدی پر لیٹا اور اس میں نہیں لگائیں۔" "نہیں" اس نے اپنی بات جاری رکھی "وہ نہیں جانتیں... میں نے خوش حسنی سے سوڈین میں بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔"

"کیا واقعی وہاں ایسے مریض بھی تھے؟"

"اس سے بدتر حالت والے بھی تھے۔"

"میرے لئے سب سے بھیاں ک چیز یہ ہے کہ میں سارے وقت انہیں اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے وہ جوانی میں تھے... ہمیں تو یقین نہ آئے گا کہ وہ کیسے دلکش تو جوان تھے لیکن میں نے ان کو سمجھایا نہیں۔"

"مجھے پورا پورا یقین ہے۔ مجھے کس شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اور وہ بڑے اچھے دوست ہو سکتے تھے" اس نے کہا اور جو کچھ کہا تھا اس سے خودی ڈر گئی۔ اس نے شوہر کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"ہاں" ہو سکتے تھے "اس نے رنج کے ساتھ کہا۔ "وہ تو ایسے لوگوں میں ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس دنیا کے لئے نہیں ہیں۔"

"لیکن ہمیں یہاں بہت سے دن گزارنا ہیں" اب لیٹنا چاہئے "کیٹی نے اپنی چھوٹی سی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

20

موت

دوسرے دن مریض کو دعائے خیر و برکت دی گئی اور گناہوں سے توبہ کروائی گئی۔ اس رسم کے دوران میں نکولائی لیون نے بڑے جوش کے ساتھ دعا کی۔ ان کی بڑی بڑی آنکھوں میں جو نیکن سے ڈھکی ہوئی تاش کھیلنے کی ایک میز پر رکھی مقدس شبیرہ جی ہوئی تھیں 'بڑی گہری عقیدت کے ساتھ دعا مانگتے گا اور امید کا ایسا اعجاز تھا کہ لیون کو اسے دیکھ کر ڈر گئے گا۔ لیون جانتا تھا کہ یہ پر عقیدت دعا اور امید زندگی سے 'جس سے انہیں اتنی محبت تھی 'جدا کی کو ان کے لئے اور بھی مشکل بنا دے گی۔ لیون اپنے بھائی کو اور ان کے خیالات کی روش کو جانتا تھا 'وہ جانتا تھا کہ وہ بے دین اس لئے نہیں ہو گئے تھے کہ ان کے واسطے دین کے بغیر زندگی بسر کرنا آسان تھا بلکہ اس لئے کہ دنیا کے وجود میں آنے کی معاصرانہ سائنسی توضیح نے قدم بہ قدم دینی عقائد کو ان کے ذہن سے خارج کر دیا تھا 'اور اس لئے وہ جانتا تھا کہ اس وقت دین کی طرف ان کی واپسی ان کے خیالات کی راہ کی حسب اصول تکمیل نہیں بلکہ صرف وقتی اور غرض آمیز تھی اور اس کا تعلق شفا یابی کی خلاف منہل امید سے تھا۔ لیون یہ بھی جانتا تھا کہ کیٹی نے خلاف معمول شفا یاب ہو جانے والوں کے سنے سنائے قصے بیان کر کے اس امید کو قوی تر بنایا تھا۔ لیون یہ سب جانتا تھا اور اس کلمے ان منت کرنے والی 'امید سے بھری ہوئی نظروں کو اور اس بے انتہا بے ہاتھ کو دیکھتا 'جو بڑی مشکل سے اٹھایا جاتا تھا اور سمجھ کر تھی ہوئی جلد والی پیٹانی پر صلیب کا نشان بناتا تھا 'ان پگھڑوں کی ابھری ہوئی ہڈیوں کو اور خالی 'خرا خرا تے ہوئے سینے کو دیکھنا بہت سی اذیت ناک تھا

جو اب اس زندگی کو اپنے اندر رکھ ہی نہ سکتا تھا جس کے لئے مریض منت و التجا کر رہا تھا۔ استغفار کے وقت لیون نے بھی دعا کی اور وہی کیا جو اس نے 'جو بے دین تھا 'ہزاروں بار کیا تھا۔ اس نے خدا سے مخاطب ہو کر کہا "اگر تیرا وجود ہے تو یہ کر کہ یہ شخص شفا یاب ہو جائے (آخر یہ تو جانے کتنی بار ہو چکا ہے) اور تو اس کی حفاظت کر اور میری بھی۔"

حیرات کے بعد مریض کی حالت بہت سدھر گئی۔ گھنٹے بھر میں وہ ایک بار بھی نہیں کھانے 'مسکرائے' انہوں نے کیٹی کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر اس کا شکر یہ ادا کیا اور کہا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ اچھے ہیں 'کیسے درد نہیں ہے' انہیں بھوک لگ رہی ہے اور توانائی کا احساس ہو رہا ہے۔ اور جب ان کے لئے شور بہ لایا گیا تو وہ خود سے اٹھ بیٹھے اور کٹل بھی مانگا۔ ان کے لئے چاہے کوئی بھی امید نہ رہ گئی ہو 'چاہے' انہیں دیکھ کر یہ کتنا ہی صریح کیوں نہ لگتا رہا ہو کہ وہ صحت مند نہیں ہو سکتے 'پھر بھی لیون اور کیٹی اس گھنٹے بھر تک اسی خوشی کے بیجان میں اور سسے سسے سے رہے کہ کیسے وہ غلطی نہ کر رہے ہوں۔

"بہتر ہیں؟ ہاں بہت بہتر ہیں۔ حیرت کی بات ہے۔ حیرت کی تو کوئی بات نہیں۔ پھر بھی بہتر تو ہیں" وہ دونوں سرگوشتوں میں 'ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہتے رہے۔

مرض میں افات کی یہ حالت زیادہ دیر نہ چلی۔ مریض اطمینان سے سو تو گئے لیکن آدھ ہی گھنٹے میں کھانسی سے وہ جاگ پڑے۔ اور اچانک خود ان کی اور ان کے ارد گرد کے سب لوگوں کی ساری امید غائب ہو گئی۔ لیون کے لئے بھی اور کیٹی کے لئے بھی بلکہ خود مریض کے لئے بھی ان کی تکلیف کی حقیقت نے پہلے کی امیدوں کو بلکہ ان کی یاد تک کو پختا چور کر دیا۔

مریض کو یہ یاد بھی نہیں تھا کہ آدھ گھنٹے پہلے ان کو کس چیز کا یقین تھا اور جیسے اسے یاد کرتے بھی شرمندگی ہوتی ہو 'انہوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں پیچیدہ دار کاغذ سے ڈھکی ہوئی آیہ ذین کی شیشی سو گھنٹے اور سانس لینے کے لئے دے دی جائے۔ لیون نے انہیں شیشی دے دی اور اس نے دیکھا کہ بھائی نے جس شدید امید کی نظر سے دعا کی تھی وہی اب لیون کے چہرے پر گزرتی ہوئی تھی اور اس سے ڈاکٹر کے ان الفاظ کی تائید کرنے کا مطالبہ کر رہی تھی کہ آیہ ذین سو گھنٹے سے معجزہ ہو جائے گا۔

جب لیون نے بادل ناخواست ڈاکٹر کے الفاظ کی تائید کی تو انہوں نے کھر کھراتی ہوئی آواز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا "کیا کا تیا نہیں ہیں؟ نہیں 'تو کہا جاسکتا ہے... کا تیا کی خاطر میں نے یہ طریقہ ڈراما کر دیا۔ وہ اتنی پیاری اور نیک ہیں 'لیکن ہمیں اور ہمیں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی ضرورت نہیں۔ بس اس پر مجھے یقین ہے" انہوں نے کہا اور ہڈیلے ہاتھ میں شیشی لے کر اس کو سو گھنٹے اور سانس لینے لگے۔

شام کو آٹھ بجے لیون اپنی بیوی کے ساتھ اپنے کمرے میں چائے پی رہا تھا کہ ماریا نکولائی نے ٹانہ پی ہوئی ان کے پاس آئی۔ اس کا چہرہ بالکل پیٹا پڑا تھا اور ہونٹ کچکا پارہے تھے۔

"وہ مر رہے ہیں!" اس نے سرگوشی میں کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ بس ابھی ختم ہو جائیں گے۔"

دونوں بھاگ کر ان کے پاس گئے۔ وہ بستر کھینچاں نیک کراٹھے ہوئے تھے 'ان کی لمبی پینہ جھکی ہوئی تھی اور سر بالکل نیچے لٹکا ہوا تھا۔

لیون نے ذرا اوپر چپ رہنے کے بعد آہستہ سے پوچھا "آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟"

"لگ رہا ہے کہ جا رہا ہوں" نکولائی نے بڑی مشکل سے لیکن غیر معمولی قطعیت کے ساتھ 'نظروں کو



اپنے منہ سے ہنسنے لگا کہ ہوتے کہا۔ انہوں نے سر نہیں اٹھایا، بس آنکھیں اوپر کی طرف کیں لیکن بھائی کے چہرے تک ان کی نظر نہیں پہنچی۔ ”کالتا، تم جاؤ!“ انہوں نے کہا۔

لیون جلدی سے کھڑا ہو گیا اور جھکنا انداز میں سرگوشی میں اس سے کہا کہ وہ چلی جائے۔

”جار ہاؤں!“ انہوں نے پھر کہا۔

”کیوں آپ ایسا سوچتے ہیں؟“ لیون نے محض کچھ کہنے کی خاطر کہا۔

”اس لئے کہ جار ہاؤں!“ انہوں نے اس طرح دوہرایا جیسے انہیں یہ فقرہ بہت پسند آگیا ہو۔ ”بس خاتہ۔“

ماریا نکولا یوٹان کے پاس آگئی۔

”آپ لیٹ جاتے تو آپ کو ذرا آرام ملتا“ اس نے کہا۔

”جلدی چئیں سے لیٹ جاؤں گا“ وہ بولے ”مردہ ہو کر“ انہوں نے مذاق اڑانے کے انداز میں نکلی کے ساتھ کہا۔ ”خیر تم لوگ چاہتے ہو تو نلاؤ۔“

لیون نے بھائی کو پیٹنے کے بل لٹا دیا، ان کے پاس ہی بیٹھ گیا اور دم سادھے ہوئے ان کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ مرنے والا آنکھیں بند کرنے لگتا تھا لیکن اس کی پیشانی پر کبھی کبھی عضلات یوں حرکت کرتے جیسے اس شخص کی پیشانی پر کھڑے ہیں جو بڑے تازہ کی حالت میں سوچ رہا ہو۔ ان کے ساتھ ہی نادانستہ طور پر لیون بھی سوچنے لگا کہ ان کے دل و دماغ میں اس وقت کیا ہو رہا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ سوچنے اور محسوس کرنے کے لئے خیال کے پورے تازہ کے باوجود اس نے اس پر سکون اور تندرستی کے تاثر اور بھڑک کے اوپر عضلات کی حرکت میں یہ دیکھا کہ مرنے والے کے نزدیک وہ سب کچھ واضح سے واضح تر ہوتا جا رہا ہے جو لیون کے لئے ابھی تک تاریک ہے۔

”ہاں ہاں، یوں ہی ہے“ مرنے والا نے رک رک کر کہا۔ ”معمو تم لوگ۔“ وہ پھر چپ ہو گئے۔ ”یوں ہی ہے!“ اچانک انہوں نے سکون کے ساتھ کھینچ کر کہا جیسے ان کے لئے سب کچھ طے ہو گیا ہو۔ ”اے میرے مالک!“ وہ بڑبڑائے اور انہوں نے ابھر کر رائی لی۔

ماریا نکولا یوٹان نے ان کے پاؤں چھو کر دیکھے۔

”ٹھنڈے ہو رہے ہیں“ انہوں نے سرگوشی میں کہا۔

دیر تک ’جیسا کہ لیون کو لگا‘ بہت دیر تک مریض بے حس و حرکت لیٹے رہے۔ لیکن ان میں ابھی تک جان تھی اور کبھی کبھار وہ سانس بھی لیتے تھے۔ لیون تازہ بھرے خیالات سے تھک چکا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ سارے تازہ بھرے خیالات کے باوجود وہ کسی طرح نہ سمجھ پایا تھا کہ کیا چیز ’یوں ہی ہے‘ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ بہت پہلے مرنے والے سے پیچھے رہ گیا ہے۔ اب تو وہ موت کے سوال کے بارے میں بھی نہ سوچ سکتا تھا لیکن غیر ارادی طور پر اس کے ذہن میں یہ خیال آتے رہے کہ اب اسے کیا کرنا پڑے گا۔ ”آنکھیں بند کرنی پڑیں گی“ لباس پہنانا پڑے گا اور تابوت کے لئے آرڈر دینا پڑے گا۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ وہ خود کو بالکل سرد محسوس کر رہا تھا، اسے رنج کا احساس تھا نہ غصہ کا اور بھائی کے لئے رحم اور افسوس تو اس سے بھی کم تھا۔ اب بھائی کے لئے اگر اس کے دل میں کوئی احساس تھا تو وہ بس اس علم پر رشتہ کا تھا جو اب مرنے والے کو حاصل تھا لیکن نئے وہ نہیں حاصل کر سکتا تھا۔

وہ دیر تک ان کے پاس اسی طرح بیٹھا خاتہ کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن خاتہ نہیں ہوا۔ دروازہ کھلا اور کبھی نمودار ہوئی۔ لیون کھڑا ہو گیا کہ اسے آنے سے روک دے۔ لیکن جیسے ہی وہ کھڑا ہوا ویسے ہی اس نے مرنے والے کو حرکت کرتے بنا۔

”جاؤ مت“ نکولا یوٹان نے کہا اور ہاتھ بڑھایا۔ لیون نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور خفا ہو کر یوی کو اشارہ کیا کہ وہ چلی جائے۔

مرنے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے وہ آدھ گھٹنے، ایک گھٹنے، پھر ایک گھٹنے اور بیٹھا رہا۔ اب وہ موت کے بارے میں بالکل ہی نہیں سوچ رہا تھا۔ وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ کبھی کیا کر رہی ہے، برابر والے کمرے میں کون رہتا ہے، ڈاکٹر کے پاس اپنا گھر ہے یا نہیں۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ کھائے اور سو جائے۔ اس نے احتیاط کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑایا اور بھائی کے پاؤں کو چھوا۔ سپاؤں تو ٹھنڈے تھے لیکن مریض کی سانس چل رہی تھی۔ لیون نے پھر چاہا کہ بچوں کے بل پچکے پچکے چلا جائے لیکن مریض نے پھر جنبش کی اور کہا: ”جاؤ مت۔“

تڑکا ہو گیا۔ مریض کی حالت ویسی ہی تھی۔ لیون دھیرے سے ہاتھ چھڑا کر مریض کی طرف دیکھے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا اور سو گیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو بھائی کی موت کی خبر کی بجائے، جس کی اسے توقع تھی، اسے معلوم ہوا کہ مریض کی حالت پھر پہلے ہی جیسی ہو گئی ہے۔ انہوں نے پھر بیٹھا اور کھانا شروع کر دیا ہے، پھر کھانے اور باتیں کرنے لگے ہیں، موت کی بات کرنا پھر بند کر دیا ہے، پھر صحت یاب ہونے کی امید کا اظہار کرنے لگے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ چڑچڑے اور ادا اس ہو گئے ہیں۔ انہیں کوئی بھی سکون نہ دلا سکا نہ لیون نہ کبھی۔ وہ ہر ایک پر غصہ کرتے اور سب سے ناخوشوار باتیں کرتے، سب کو اپنی تکلیف کے لئے برا بھلا کہتے اور مطالبہ کرتے کہ ان کے لئے ماسکو سے مشہور ڈاکٹر کو بلایا جائے۔ ان سے جو بھی سوال کئے جاتے کہ ان کی طبیعت کیسی ہے، ان کا جواب وہ غصے اور برا بھلا کہنے کے انداز میں ایک ہی دیتے:

”بڑی تکلیف ہے، بہت ہی سخت، ناقابل برداشت!“

مریض کی تکلیف برا بڑھتی ہی جا رہی تھی، خاص طور سے بستر پر پڑے پڑے ہونے اور کھوں پر جو چھالے پڑ گئے تھے اور جن کا علاج کرنا اب ممکن ہی نہ تھا ان کی وجہ سے وہ ارد گرد کے لوگوں پر اور زیادہ غصہ کرتے اور ہر چیز کے لئے، خاص طور سے اس کے لئے انہیں برا بھلا کہتے کہ ان کے لئے ماسکو سے ڈاکٹر نہیں بلایا گیا۔ کبھی ہر طرح سے ان کی مدد کرنے کی اور انہیں تسکین دینے کی کوشش کرتی لیکن سب بیکار تھا اور لیون دیکھ رہا تھا کہ کبھی خود جسمانی طور پر بھی اور اخلاقی طور پر بھی تھک کر چور ہو چکی تھی حالانکہ اس کا اعتراف نہ کرتی تھی۔ اس رات جب لیون کو بلوایا گیا تھا اور اس کے بھائی نے زندگی سے رخصت لے لی تھی تو سب میں موت کا جو احساس پیدا ہو گیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ سب جانتے تھے کہ نکولا یوٹان ڈاکٹر پر طور پر اور جلدی مریضیں گے مگر وہ نیم مردہ تو ہو ہی چکے ہیں۔ سب صرف ایک چیز کی خواہش کر رہے تھے۔ کہ وہ جتنی جلد ہو سکے مریضیں اور سب اس کو چھپا کر انہیں شیشیوں سے دو انہیں دیتے تھے، دو انہیں اور ڈاکٹر تلاش کرتے تھے اور مریض کو خود کو اور



ایک دوسرے کو دھوکا دیتے تھے۔ یہ سب جھوٹ تھا، شرمناک توہین کرنے والا اور طہر اندہ جھوٹ تھا۔ اور اس جھوٹ کی وجہ سے اپنی کرداری خصوصیت کی بنا پر اور اس لئے کہ مرنے والے سے وہ سمجھوں سے زیادہ محبت کرتا تھا لیون کو خاص طور سے رنج اور درد کا احساس تھا۔

لیون کو یہ خیال بہت دنوں سے تھا کہ بھائیوں سے میل کروادے چاہے وہ موت سے عین پہلے ہی کیوں نہ ہو چنانچہ اس نے بڑے بھائی سرگنی ایچ انوویچ کو خط لکھا تھا اور جب ان کا جواب ملا تو اسے بڑھ کر اس نے مریض کو سنایا۔ سرگنی ایچ انوویچ نے لکھا تھا کہ وہ خود نہیں آسکتے لیکن انہوں نے بہت سی مٹا کر کن الفاظ میں نکولائی سے معافی مانگی تھی۔

مریض نے خط من کر کچھ نہیں کہا۔

"تو میں انہیں کیا لکھوں؟" لیون نے پوچھا۔ "اب آپ ان سے ناراض تو نہیں ہیں؟"

"نہیں، ذرا بھی نہیں!" اس سوال پر جھنجھلا کر نکولائی نے جواب دیا۔ "انہیں لکھ دو کہ میرے لئے ڈاکٹر بھیج دیں۔"

تین اور اذیت ناک دن گزر گئے۔ مریض کی حالت دیکھی ہی رہی۔ جو لوگ بھی انہیں دیکھتے۔ ہوٹل کے خدنگار اس کا مالک ہوٹل میں رہنے والے بھی لوگ، ڈاکٹر، ماریا نکولائیو، لیون اور کئی بھی کے دل میں بھی خواہش ہوتی کہ اب، مری جاسیں اور ان کی مشکل آسان ہو۔ صرف مریض البتہ اس احساس کا بھی اظہار نہ کرتے تھے بلکہ اس کے برعکس اس بات پر خفا ہوتے کہ ماسکو سے ڈاکٹر کو نہیں بلایا گیا۔ وہ دو انہیں پیتے اور زندگی کی باتیں کرتے رہے۔ بس کبھی کبھار جب انہیں انیون زرا دیر کو مستقل درد اور تکلیف کی طرف سے غافل کر دیتی تو وہ بھی کبھی نہ خواہش کی سی حالت میں وہ بات کہتے جو ان کے دل میں دوسرے سارے لوگوں سے زیادہ قوی تھی۔ "اف کاش اب تو بس خاتمہ ہو جاتا!" یا "کب یہ سب ختم ہو گا!"

ان کی تکلیفیں برابر بڑھتی گئیں، انہوں نے اپنا کام کیا اور مریض کو موت کے لئے تیار کر دیا۔ کوئی ایسی حالت نہ تھی جس میں انہیں تکلیف نہ ہوتی ہو، کوئی ایسا لمحہ نہ تھا جب وہ درد کو بھول سکتے ہوں، کوئی جگہ، تن کا کوئی عضو ایسا نہ تھا جہاں درد نہ ہوتا ہو اور انہیں اذیت نہ دیتا ہو۔ اس تن کے بارے میں یادیں، تاثرات، خیالات بھی اب ان میں ویسا ہی تنفر پیدا کرتے تھے جیسے کہ خود تن۔ دوسرے لوگوں کی صورتیں، ان کی باتیں، خود اپنی یادیں۔ یہ سب ان کے لئے صرف اذیت ناک تھیں۔ اس پاس کے لوگ اس کو، "سوس" کہتے تھے اور غیر شعوری طور پر ان کے سامنے نہ کوئی آزادانہ نقل و حرکت کرتے تھے نہ بات چیت کرتے تھے نہ اپنی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔ مریض کی ساری زندگی اب صرف درد و تکلیف اور اس سے نجات پانے کے ایک ہی احساس میں مدغم ہو گئی تھی۔

بظاہر ان میں ایسی تبدیلی آگئی تھی جو لازمی طور سے انہیں موت کو اس طرح دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی جیسے کہ یہ ان کی خواہشوں کی تکمیل ہو، جیسے اسی میں سکھ ہو۔ پہلے ہر الگ الگ خواہش جو تکلیف یا محرومی سے پیدا ہوتی تھی جیسے بھوک، تھکن، پیاس، جب اس کی تسفی ہو جاتی تو جسم کے فعل کو طمانیت ہوتی اور خوشی حاصل ہوتی لیکن اب محرومیوں اور تکلیفوں کی تسفی ہوتی ہی نہ تھی اور تسفی کی کو شش سے نئی تکلیف پیدا ہوتی تھی۔ اور اس لئے ساری خواہشیں بس ایک خواہش میں مدغم ہو گئی تھیں۔ کہ ہر تکلیف سے اور ان سب کے سرچشمے، اس تن سے نجات ملے۔ لیکن نجات کی اس خواہش کا اظہار کرنے کے لئے ان کے پاس الفاظ

نہ تھے اس لئے اس کے بارے میں وہ بات ہی نہ کرتے تھے اور عادت کے مطابق ان خواہشوں کی تسفی کا مطالبہ کرتے تھے جن کو پورا کرنا اب ممکن ہی نہ تھا۔ "مجھے دوسری کھوت سے لٹا دو" وہ کہتے اور اس کے بعد فوراً ہی مطالبہ کرتے کہ انہیں پہلے ہی کی طرح لٹا دیا جائے۔ "شور بہ دے دو۔ شور بہ مٹا لے جاؤ۔ کچھ بات کرو، تم لوگ چپ کیوں ہو۔" اور جیسے ہی لوگ باتیں کرنا شروع کرتے ویسے ہی وہ آنکھیں بند کر لیتے اور حکن کا بے نیازی اور تافکا اظہار کرتے۔

اس شہر میں آنے کے دسویں دن کئی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اس کے سر میں درد ہوا، "الٹی ہوئی اور ساری صبح وہ بستر سے اٹھ نہ سکی۔

ڈاکٹر نے سمجھا یا کہ یہ بیماری حکن اور پریشانی کی وجہ سے ہے اور اس نے ذہنی سکون کی ہدایت کی۔ حکنوں کے کھانے کے بعد کئی اٹھی اور بیٹھ کی طرح مریض کے کاموں میں لگ گئی۔ جب وہ کمرے میں آئی تو مریض نے اسے تنہی کے ساتھ دیکھا اور جب اس نے کہا کہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو وہ حقارت سے مسکرائے۔ اس دن وہ براہِ ناک جھپٹنے اور شکایت کے انداز میں آہیں بھرتے رہے۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" کئی نے ان سے پوچھا۔

"زیادہ خراب ہے" انہوں نے بہت مشکل سے جواب دیا۔ "درد ہے۔"

"کہاں درد ہے؟"

"ہر جگہ۔"

"آج ختم ہو جائیں گے، دیکھ لیجئے گا" ماریا نکولائیو نے کہا تو سرگوشی میں تھا لیون نے ضرور سن لیا ہو گا اس لئے کہ لیون نے یہ دیکھا تھا کہ مریض کی سماعت بہت تیز ہو گئی تھی۔ لیون نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور مریض پر نظر ڈالی۔ نکولائی نے سن لیا تھا لیکن ان لفظوں نے ان پر کسی طرح کا اثر نہ کیا تھا۔ ان کی نظروں کی ملامت کرنے والی اور تازہ بھری تھی۔

"آپ کس وجہ سے ایسا سوچتی ہیں؟" لیون نے ماریا نکولائیو سے پوچھا جب وہ اس کے پیچھے پیچھے راہ داری میں نکل آئی تھی۔

"وہ خود کو نوچنے لگے ہیں" ماریا نکولائیو نے بتایا۔

"کیسے نوچتا؟"

"اس طرح" ماریا نکولائیو نے اپنے ادنی لباس کی پنٹوں کو نوچتے ہوئے کہا۔ لیون نے دیکھا کہ واقعی اس سارے دن مریض اپنے آپ کو نوچتے اور نوچتے رہے جیسے کوئی چیز نوچ کر پھینک دینا چاہے ہوں۔

ماریا نکولائیو ناکی پیشین کوئی صحیح تھی۔ رات تک میں مریض میں اتنی بھی قوت نہ رہی کہ ہاتھ اٹھا سکے، وہ بس اپنے سامنے دیکھے جارہے تھے اور ان کی آنکھوں کے بہت توجہ سے مرکوز کئے ہوئے اظہار میں کوئی تبدیلی نہ آتی تھی۔ جب لیون یا کئی ان کے اوپر بالکل جھک آتے، اس طرح کہ وہ انہی دیکھ سکیں، تب بھی وہ ویسے ہی نکلتے رہتے۔ کئی نے پادری کو بلوایا سمجھا کہ وہ اگر آخری دعائیں پڑھ دیں۔

جب تک پادری آخری دعائیں پڑھتے رہے تب تک مرنے والے نے زندگی کی کوئی علامت نہیں ظاہر کی۔ آنکھیں بند تھیں۔ لیون، کئی اور ماریا نکولائیو باہر کے پاس ہی کھڑی تھیں۔ پادری نے ابھی دعائیں پڑھنی ختم بھی نہ کی تھیں کہ مرنے والے نے پاؤں پھیلا دیئے، ابھر کر سانس لی اور آنکھیں کھول دیں۔ پادری



نے دعا پڑھ کر لھنڈی پٹیشانی پر صلیب رکھی، پھر دھیرے دھیرے اسے اپنی ردائیں لپیٹا اور کوئی دو منٹ چپ چاپ کھڑے رہنے کے بعد اس نے لھنڈے پڑ جانے والے اور بالکل سفید بڑے سے ہاتھ کو چھوا۔  
 ”ختم ہو گئے“ پادری نے کہا اور جانا چاہا۔ لیکن اچانک مرنے والے کی مونچھوں میں جنبش ہوئی اور سینے کی گہرائی سے قطعی اور جیسی آواز اس خاموشی میں بالکل صاف سنائی دی:  
 ”ابھی تو نہیں... جلدی۔“

اور منٹ بھر بعد چہرے پر ایک دم آگئی، مونچھوں کے نیچے ایک مسکراہٹ نمودار ہو گئی اور جو عورتیں جمع ہو گئی تھیں انہوں نے میت کو اٹھانا اور ٹھیک سے رکھنا شروع کر دیا۔

بھائی کی صورت اور موت کی قربت نے لیون کے دل میں موت کی انجان پہلی اور اس کے ساتھ ہی موت کے قریب ہونے اور ناگزیر ہونے کے خوف کا وہی احساس پھر سے پیدا کر دیا جو خزاں کی اس شام کو ہوا تھا جب اس کے بھائی اس کے ہاں آئے تھے۔ وہ احساس اب پہلے سے بھی قوی تر تھا اور وہ خود کو پہلے سے بھی کم اس بات کا اہل محسوس کر رہا تھا کہ وہ موت کے مغموم کو سمجھ سکے، اور اس کی ناگزیری اسے اور بھی بھیاں لگتی۔ لیکن اب بیوی کی موجودگی کی بدولت اس احساس نے اسے ہراساں نہیں کیا۔ موت کے باوجود وہ جینے اور محبت کرنے کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسے محبت نے انتہائی ناامیدی سے بچایا ہے اور یہ کہ ناامیدی کے خطرے کے سامنے اس کی یہ محبت شدید تر اور پاکیزہ تر ہو گئی ہے۔

موت کا راز ابھی اس کی نظروں کے سامنے پوری طرح انجام کو بھی نہ پہنچا تھا اور ناقابل فہم ہی رہ گیا تھا کہ دوسرا اتنا ہی ناقابل فہم راز نمودار ہو گیا جس نے اسے محبت اور زندگی کی طرف سمجھنے بلایا۔  
 ڈاکٹر نے کئی کے سلسلے میں اپنے مفروضے کی تصدیق کر دی۔ اس کی طبیعت کی خرابی کی وجہ یہ تھی کہ وہ امید سے تھی۔

## 21

جب سے الکسیی الکساندر روویچ نے بیٹھی اور استی پان ارکاڈی کی وضاحتوں سے یہ سمجھا کہ ان سے صرف یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور اپنی موجودگی سے ان کئے مشکلیں نہ پیدا کریں اور یہ کہ خود ان کی بیوی کی خواہش بھی یہی تھی، تبھی سے وہ اپنے کو اس قدر کھوپا کھوپا محسوس کرنے لگے کہ وہ خود کچھ بھی فیصلہ نہ کر سکتے تھے، خود نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور انہوں نے اپنے کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے کر جو ان کے امور میں اس قدر مہارت کے ساتھ مصروف رہتے تھے، ساری چیزوں کا جواب ہاں میں دینے کا طریقہ اپنا لیا۔ البتہ جب انہوں نے ان کے گھر سے چلی گئیں اور انگریز گورنرس نے ان سے پوچھا، سمجھا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھائے یا ایکلی، تب پہلی بار اپنی صورت حال واضح طور سے ان کی سمجھ میں آئی اور وہ انہیں بہت سی بھیاں لگتی۔

اس صورت حال میں مشکل ترین چیز یہ تھی کہ وہ اپنے ماضی کو اس سے کسی طرح حقدار اور ہم آہنگ نہ کر سکتے تھے جو اب تھا۔ وہ ماضی جب وہ بیوی کے ساتھ کچھ کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کے لئے باعث پریشانی نہ تھا۔ اس ماضی سے بیوی کی بیوفائی کا ظلم ہونے تک کے عبور کو وہ بڑی ذہنی کوفت اور اذیت کے ساتھ جمیل پکے تھے۔ وہ حالت بہت تکلیف دہ تھی لیکن اسے وہ سمجھ سکتے تھے۔ ان کی بیوی اگر اس وقت اپنی بیوفائی کی اطلاع

دینے کے بعد ان کو چھوڑ کر چلی جاتیں تو انہیں رنج ہوتا، وہ بہت دکھی ہوتے لیکن وہ اپنی اس بالکل بے بسی اور ناہمی کی صورت حال میں نہ ہوتے جس میں اب تھے۔ اب وہ ابھی تھوڑے دنوں پہلے کی اپنی معافی، اپنی نیکی، پیار بیوی سے اور فیکری اولاد سے اپنی محبت کو اس سے کسی طرح ہم آہنگ ہی نہ کر سکتے تھے جو اب تھا یعنی اس بات سے کہ جیسے اس سب کے صلے میں انعام کے طور پر انہوں نے یہ پایا کہ وہ اکیلے ہیں، رسوا ہو چکے ہیں، لوگ ان پر ہنستے ہیں، کسی کو ان کی ضرورت نہیں اور سب انہیں حقارت سے دیکھتے ہیں۔

بیوی کے چلے جانے کے بعد کے پہلے دو دن تو الکسیی الکساندر روویچ نے معمول کے مطابق آنے والوں سے ملاقات کی، اپنے ٹیکر نری سے ملے، ٹیکسی میں گئے اور کھانے کے لئے ڈائننگ روم میں آئے۔ انہوں نے خود یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ سب وہ کیوں کر رہے ہیں لیکن ان دونوں میں اپنی ساری روحانی قوت کو صرف اس بات پر صرف کیا کہ صورت سے پر سکون بلکہ بے نیاز نظر آئیں۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ آنا کارا بتو نا کی چیزوں اور کسروں کا کیا کیا جائے انہوں نے اپنے اوپر بڑا جبر کیا اور ایک ایسے شخص کی صورت بنائے رکھی جس کے لئے جو واقعہ اور قہارہ ایسا نہ تھا جس کا پہلے سے اندازہ نہ ہو اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسے معمولی واقعات سے کسی طرح الگ کرتی ہو۔ اور انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ ان میں ناامیدی کی علامتیں کسی کو بھی نظر نہ آ سکتی تھیں۔ لیکن بیوی کے چلے جانے کے تیسرے دن جب کورنی نے انہیں اس فیشن ایبل دکان کا بل دیا جس کو رقم ادا کرنا آنا بھول گئی تھیں اور یہ اطلاع دی کہ مختار خود آیا ہے تو الکسیی الکساندر روویچ نے مختار کو بلانے کا حکم دیا۔

”میں معافی چاہتا ہوں حضور عالی مرتبت کہ میں نے آپ کو پریشان کرنے کی جرأت کی۔ لیکن اگر آپ علیا مرتبت مادام سے رجوع کرنے کا حکم دیں تو کیا آپ ازراہ عنایت ان کا پتہ نہ بتا دیں گے؟“  
 مختار کو یہ لگا کہ الکسیی الکساندر روویچ سوچ میں پڑ گئے اور اچانک مرکز میز کے پاس جا بیٹھے۔ سر کا ہاتھوں پر رکھ کر وہ دیر تک اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ کئی بار انہوں نے بات کرنے کی کوشش کی لیکن رک گئے۔ مالک کے احساسات کو سمجھ کر کورنی نے مختار سے درخواست کی کہ وہ دوسری بار آئے۔ الکسیی الکساندر روویچ جب پھر اکیلے رہ گئے تب ان کی سمجھ میں آیا کہ اب ثابت قدمی اور سکون کا رول اپنانے رہنا ان کے بس میں نہیں رہ گیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ تبھی جو ان کا انتظار کر رہی تھی کھول دی جائے، حکم دیا کہ وہ کسی سے بھی نہیں ملیں گے اور کھانے کے لئے بھی وہ نہیں نکلے۔

انہوں نے محسوس کیا کہ وہ عام حقارت اور سختی دے رہی تھی اس صدمے کی تاب نہیں لاسکتے تھے جو انہیں مختار کے چہرے پر بھی صاف نظر آتی تھی اور کورنی کے اور بغیر کسی اشتباہ کے تبھی کے چہروں پر بھی جن سے وہ ان دونوں میں ملے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے آپ سے لوگوں کی اس نفرت کو دور نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ نفرت اس بنا پر نہیں تھی کہ وہ برے تھے (تب تو انہوں نے بہتر ہونے کی کوشش کی ہوتی) بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ شرمناک اور تھکے طور پر دکھی تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ لوگ اسی لئے ان پر رحم نہیں کریں گے، اسی لئے کہ ان کا دل زخمی ہو گیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ لوگ انہیں تباہ اور ختم کر دیں گے جیسے کتے کسی لنگڑے ہو جانے والے اور درد سے روئے ہوئے کتے کو مار ڈالتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ لوگوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان سے اپنے زخم کو چھپایا جائے اور یہ غیر شعوری طور پر دو دن انہوں نے کرنے کی کوشش کی لیکن اب وہ محسوس کر رہے تھے کہ اس غیر مساوی لڑائی کو جاری رکھنا ان کے بس میں نہیں ہے۔



ان کی ناامیدی یہ جاننے سے اور بھی بڑھ گئی کہ اپنے رنج میں وہ بالکل اکیلے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ پیئرس برگ میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جس سے وہ سب کچھ کہہ سکیں جو ان پر گزری تھی جس نے ان کی حالت پر ایک بڑے حاکم کی حیثیت سے نہیں، اعلیٰ معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض ایک تکلیف میں مبتلا شخص کی طرح سے رحم اور ہمدردی کا سلوک کیا ہوتا، بلکہ ان کے لئے اس طرح کا آدمی کس نہ تھا۔

الکسیئی الکساندر روویچ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ وہ دو بھائی تھے۔ اپنے باپ انہیں یاد نہیں تھے اور جب الکسیئی الکساندر روویچ دس سال کے تھے تو ان کی ماں بھی مر گئیں۔ ان کی جائیداد بہت تھوڑی تھی۔ چچا کار سین اہم عہد پر آتے اور کسی زمانے میں مرحوم شہنشاہ کے منگور نظر تھے۔ انہوں نے ان دونوں بھائیوں کی پرورش و پرداخت کی۔

ہائی اسکول اور یونیورسٹی کی تعلیم تمہوں اور امتیاز کے ساتھ ختم کر کے الکسیئی الکساندر روویچ نے چچا کی مدد سے ممتاز ملازمت کے راستے پر قدم رکھا اور تب سے اب تک انہوں نے خود کو پوری طرح سے ملازمت میں جاوہ اقبال حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ہائی اسکول میں نہ یونیورسٹی میں اور نہ بعد کو ملازمت میں الکسیئی الکساندر روویچ نے کسی سے بھی دوستانہ تعلقات نہیں رکھے۔ بھائی ان کے لئے دلی اعتبار سے سب سے قریبی شخص تھے لیکن وہ وزارت خارجہ میں ملازم تھے، ہمیشہ پردیس میں رہتے تھے اور الکسیئی الکساندر روویچ کی شادی کے جلد ہی بعد پر دیس ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

جس زمانے میں الکسیئی الکساندر روویچ گورنر تھے تو آنانکی چچی نے جو صوبے کی مالدار خاتون تھیں اس شخص کو جو انسان کی حیثیت سے تو جوان نہ رہ گیا تھا لیکن گورنر ہونے کے لئے جوان ہی تھا اپنی بیٹی سے ملا دیا اور الکسیئی الکساندر روویچ کو ایسی صورت حال میں پہنچا دیا کہ یا تو وہ شادی کے لئے خواستگاری کریں یا پھر شہر سے چلے جائیں۔ الکسیئی الکساندر روویچ کافی دنوں تک پس و پیش میں رہے۔ تب یہ قدم اٹھانے کے حق میں جتنی دلیلیں تھیں اتنی ہی اس کے خلاف تھیں اور ایسی فیصلہ کن دلیل کوئی نہ تھی جو انہیں اپنا یہ اصول ترک کر دینے پر مجبور کر دے کہ جب شک و شبہ ہو تو الگ ہی رہنا چاہئے۔ لیکن آنانکی چچی نے ایک واقعہ کار کے ذریعے یہ کمزور کیا کہ الکسیئی الکساندر روویچ نے لڑکی کو تو معاشرے کی نظر میں مشتبہ کر دیا ہے اور اب عزت کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ اس سے خواستگاری کریں۔ انہوں نے خواستگاری کی اور اپنی منگیترا اور بیوی کو انہوں نے وہ تمام جذبات دیئے جن کے وہ اہل تھے۔

آنانے انہیں جس لگاؤ کا تجربہ ہوا اس نے ان کے دل سے لوگوں کے ساتھ دلی تعلق قائم کرنے کے آخری مطالبے کو بھی خارج کر دیا۔ اور اب ان کے جان پہچان کے سارے لوگوں میں ایک بھی قریبی دوست نہ تھا۔ ایسے لوگ تو بہت تھے جنہیں "تعلقات" کہا جاتا ہے لیکن ان سے دوستانہ تعلقات نہ تھے۔ الکسیئی الکساندر روویچ کے حلقے میں ایسے بہت سے لوگ تھے جنہیں وہ دعوت میں اپنے ہاں بلا سکتے تھے، اپنی دلچسپی کے کاموں میں شریک ہونے کی درخواست ان سے کر سکتے تھے، کسی بھی درخواست کرنے والے کی سرپرستی کرنے کو کہہ سکتے تھے، جن کے ساتھ وہ دوسری شخصیتوں کی اور بلند تر حکومت کی سرگرمیوں پر کل کر بحث کر سکتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ کسی ایک سختی کے ساتھ معین معمول اور عادات کے دائرے تک محدود تھے جس سے فکارتا ممکن تھا۔ ان کا یونیورسٹی کا پس ایک ساتھی تھا جس سے وہ بعد کو قریب تر ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ وہ اپنے ذاتی رنج و غم کی بات کر سکتے تھے لیکن یہ ساتھی بہت دور کے علاقے میں متولی تھا۔ جو لوگ

پیئرس برگ میں تھے ان میں سب سے قریب ان کے گلے کے سیکرٹری اور ڈاکٹر تھے۔

میٹائل واسیلیوچ سلودین، گلے کے سیکرٹری، سمجھدار، نیک اور اخلاق کے پابند آدمی تھے اور الکسیئی الکساندر روویچ محسوس کرتے تھے کہ انہیں ان کی صورت حال سے ذاتی دلچسپی تھی۔ لیکن ان کی بائج سال کی ملازمتی سرگرمی نے ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی تھی جو دلی بات چیت میں حائل ہوتی تھی۔ کافذات پر دستخط کر دینے کے بعد الکسیئی الکساندر روویچ دیر تک چپ رہے، میٹائل واسیلیوچ کو دیکھتے رہے اور کئی بار کوشش کی لیکن بات نہ چھیڑ سکے۔ انہوں نے جملہ بھی تیار کر لیا۔ آپ نے میری معیبت اور رنج کے بارے میں سنا؟ لیکن انجام یہ ہوا کہ انہوں نے معمول کے مطابق کہا "تو اب آپ یہ میرے لئے تیار کر دیجئے" اور انہیں جانے دیا۔

دوسرے شخص تھے ڈاکٹر۔ وہ بھی ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ لیکن ان کے درمیان ایک مدت سے ایک خاموش معاہدہ ہو چکا تھا کہ دونوں پر کام کا بار بہت ہے اور دونوں کو جلدی کرنے کی ضرورت ہے۔ الکسیئی الکساندر روویچ نے اپنی خواتین دوستوں کے اور ان میں سب سے اہم کاؤتس لیدیا ایو انوونا کے بارے میں نہیں سوچا۔ ان کے نزدیک ساری عورتیں، محض عورت ہونے کی بنا پر بھیانک تھیں۔

## 22

الکسیئی الکساندر روویچ تو کاؤتس لیدیا ایو انوونا کو بھول گئے تھے لیکن وہ انہیں نہیں بھولی تھیں۔ ناامیدی کی تنہائی کے اسی سب سے تکلیف دہ وقت میں وہ ان کے پاس آئیں اور خبر کرائے بغیر ہی ان کے کمرے میں آگئیں۔ انہوں نے الکسیئی الکساندر روویچ کو اسی حالت میں پایا جس میں وہ بیٹھے تھے۔ دونوں ہاتھوں پر سر رکھے ہوئے۔

"ٹوے فونے لاکون سنے" (16) انہوں نے تیز تیز قدموں سے آتے ہوئے اور بیجان نیز تیز چلنے کی وجہ سے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں نے سب سنا! الکسیئی الکساندر روویچ! میرے دوست!" انہوں نے اپنی بات، جاری رکھی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کے ہاتھ کو کس کے دایا اور ان کی آنکھوں میں اپنی خوبصورت فکر مند آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

الکسیئی الکساندر روویچ بھوس سیٹھرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور ان سے ہاتھ چھڑا کر انہوں نے ان کے لئے کرسی بڑھائی۔

"تشریف رکھئے، کاؤتس۔ میں کسی سے ملنا نہیں، کاؤتس اس لئے کہ میں بیمار ہوں۔" انہوں نے کہا اور ان کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

"میرے دوست! کاؤتس نے ان کے چہرے پر سے نظریں ہٹائے بغیر دوہرایا اور اچانک ان کی بھوڑوں کے اندرونی سرے یوں چڑھ گئے کہ پیشانی پر ایک مثلث بن گیا۔ ان کا زرد چہرہ جو خاصا بد صورت تھا اور بھی بد صورت ہو گیا۔ لیکن الکسیئی الکساندر روویچ نے محسوس کیا کہ کاؤتس ان کی حالت پر رحم کر رہی ہیں اور وہ بس رونے ہی والی ہیں۔ الکسیئی الکساندر روویچ بہت متاثر ہو گئے اور ان کا کدہ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے کر اسے چومنے لگے۔



"میرے دوست! کاؤتس نے بیجان کے مارے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کو اس طرح رنج و غم میں ہار نہ مان لینی چاہئے۔ آپ کا رنج بہت بڑا ہے لیکن آپ کو صبر و سکون کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کرنی ہی چاہئے۔"

"میں تو چور چور ہو گیا، مجھے ختم کر دیا گیا، میں اب انسان ہی نہیں رہا!" اگلسینی الکساندر روویج نے ان کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے لیکن ان کی آنسو بھری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے کہا۔ "میری صورت حال اس لئے اور بھی بھیاںک ہے کہ مجھے کہیں بھی اپنے آپ میں بھی کوئی سارا نہیں مل رہا ہے۔"

"سارا آپ کو مل جائے گا۔ اسے آپ مجھ میں نہ ڈھونڈئے حالانکہ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ میری دوستی پر بھروسہ نہ کیجئے۔" انہوں نے ابھر کر سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ہمارا سارا ہے محبت، وہ محبت جس کو اس نے ہمارے لیے ورٹے میں چھوڑا ہے۔ اس کا بار بٹکا ہے" انہوں نے اس مسرت آمیز بیانیہ نظر کے ساتھ کہا جس سے اگلسینی الکساندر روویج بہت اچھی طرح واقف تھے۔ "وہ آپ کو سارا دے گا اور آپ کی مدد کرے گا۔"

باوجود اس کے کہ ان لفظوں میں خود اپنے بلند احساسات سے وہ تاثر پذیر تھی اور اگلسینی الکساندر روویج کو لگا کہ وہ ضرورت سے زیادہ "نئی" از خود ارتقاء صوفیانہ مزاجی کیفیت تھی جو کچھ دنوں سے پیٹرس برگ میں بہت عام تھی، پھر بھی اس وقت یہ الفاظ سن کر اچھا لگا۔

"میں کزور ہوں۔ میں برباد ہو گیا۔ میں نے کسی بھی چیز کی چیز بنی نہ کی تھی اور اب کچھ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میرے دوست! لیدیا ایو انودنا نے دوہرایا۔

"جواب نہیں ہے اس کا ضائع ہو جانا نہیں اس کا نہیں" اگلسینی الکساندر روویج نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس کا مجھے افسوس نہیں ہے۔ مگر میں جس صورت حال میں پہنچ گیا ہوں اس پر بھلا دوسروں کے سامنے شرمندہ کیسے نہ ہوں۔ یہ برا ہے لیکن مجھ سے نہیں ہو سکتا، نہیں ہو سکتا۔"

"معاف کر دینے کا وہ بلند سلوک جس کی میں نے اتنی قدر اور تعریف کی اور سبوں نے کی، آپ نے نہیں کیا تھا بلکہ اس نے جو آپ کے دل میں جا گزریں ہے" کاؤتس لیدیا ایو انودنا نے بیجانی مسرت کے ساتھ آنکھیں اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اور اس لئے آپ اپنے اقدام پر شرمندہ نہیں ہو سکتے۔"

اگلسینی الکساندر روویج نے بھوس سیکھ لیں اور اپنے ہاتھ موڑ کر انگلیاں پچھانے لگے۔

"ساری تصلیات جاننے کی ضرورت ہے" انہوں نے صہین آواز میں کہا۔ "انسان کی قوت کی بھی حدیں ہوتی ہیں، کاؤتس! اور میں اپنی حد تک پہنچ گیا۔ آج سارا دن مجھے سب ٹھیک ٹھاک کرنا پڑا، مگر کے انتظامات کرنے پڑے جس کی ضرورت پیدا ہوئی (انہوں نے) ضرورت پیدا ہوئی (پر زور دیا) میری نئی تنہائی کی صورت حال سے۔ نوکر گورنس، مل، اس ذرا اسی آگ نے مجھ جلادیا۔ کھانے کے وقت کل میں کھانے پر سے اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ جس طرح میرا بیٹا مجھے دیکھ رہا تھا وہ مجھ سے برداشت نہیں کیا گیا۔ اس نے مجھ سے اس سب کے معنی بالکل نہیں پوچھے لیکن وہ پوچھتا چاہتا تھا اور مجھ سے وہ نظر برداشت نہیں ہو سکی۔ وہ میری طرف دیکھتے ہوئے ڈرتا تھا لیکن اتنا ہی نہیں۔"

اگلسینی الکساندر روویج اس بل کا ذکر کرنا چاہتے تھے جو ان کے پاس لایا گیا تھا مگر ان کی آواز بھرائی اور وہ

رک گئے۔ ہیٹ اور فیتوں کے اس بل کو جو نیلے کانڈ پر لکھا ہوا تھا، وہ اپنے آپ پر رحم کے بغیر یاد نہ کر سکتے تھے۔

"میں سمجھتی ہوں، میرے دوست۔" کاؤتس لیدیا ایو انودنا نے کہا۔ "میں سب سمجھتی ہوں۔ مدد اور سارا آپ کو مجھ میں تو نہیں ملے گا پھر بھی اس لئے آگئی کہ اگر کر سکوں تو آپ کی مدد کروں۔ اگر میں ان چھوٹی چھوٹی اور جنگ آمیز لکھنوں کو آپ سے لے سکتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ کسی عورت کے الفاظ کی عورت کے انتظام اور بندوبست کی ضرورت ہے۔ کیا آپ میرے سپرد یہ کریں گے؟"

اگلسینی الکساندر روویج نے چپ چاپ شکرگزاری کے ساتھ ان کا ہاتھ دایا۔

"ہم مل کر سرور ڈاک دیکھ بھال کریں گے۔ عملی کاموں میں میں بہت اچھی تو نہیں ہوں۔ مگر میں سنبھال لوں گی، میں آپ کی گھروار میں جاؤں گی۔ میرا شکر یہ مت ادا کیجئے۔ میں یہ خود سے نہیں کر رہی ہوں۔"

"میں کیسے نہ شکر یہ ادا کروں۔"

"لیکن، دوست میرے، اس احساس کو اپنے اوپر طاری مت ہونے دیجئے جس کی آپ بات کر رہے تھے۔ اس چیز کے لئے شرمندہ ہونے کا احساس جو عیسائیت کا بلند ترین مقام ہے جو مگر ہو گا وہی بلند ہو گا۔ اور آپ میرا شکر یہ نہیں ادا کر سکتے۔ شکر یہ تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور اسی سے مدد کی درخواست کرنی ہے اسی ایک ذات میں ہمیں سکون، صبر و تحمل، پناہ اور محبت ملے گی" انہوں نے کہا اور آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر اس طرح دیکھنے لگیں کہ ان کی خاموشی سے اگلسینی الکساندر روویج یہ سمجھے کہ وہ دعا کر رہی ہیں۔

اگلسینی الکساندر روویج نے اب ان کی باتیں سنیں اور وہ جملے اور فقرے جو پہلے انہیں یہ تو نہیں کہ ناخوشگوار لیکن فضول معلوم ہوتے تھے، اب قدرتی اور تسکین بخش لگے۔ اگلسینی الکساندر روویج کو یہ نئی پر مسرت بیجانی روحانیت پسند نہیں تھی۔ وہ دیندار آدمی تھے، انہیں مذہب سے زیادہ تر اس کے سیاسی مفہوم میں دلچسپی تھی اور نئی تعلیم جو اپنے لئے کچھ نئی تو نیہات روادار تھی انہیں صرف اسی لئے اصولی طور پر ناخوشگوار لگتی تھی کہ وہ بحث اور تجزیے کے دروازے کھول دیتی تھی۔ پہلے وہ اس نئی تعلیم کے بارے میں سرد مری کا بلکہ معاندانہ رویہ رکھتے تھے اور اس کی طرف مائل کاؤتس لیدیا ایو انودنا سے انہوں نے بھی بحث نہ کی تھی اور ان کے لٹکارنے پر بیٹھ کر کوشش کر کے کترا جاتے تھے۔ اب پہلی بار انہوں نے کاؤتس کی باتیں خوشی سے سنیں اور دل ہی دل میں ان پر اعتراض نہیں کیا۔

"میں آپ کا بہت بہت شکر گزار ہوں، عمل کے لئے بھی اور الفاظ کے لئے بھی" انہوں نے کاؤتس کی دعا کے ختم ہونے پر کہا۔

کاؤتس لیدیا ایو انودنا نے اپنے دوست کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دے دیے۔

"اب میں کام شروع کرتی ہوں" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور چپ ہو کر کمرے سے آنسو کے آثار کو صاف کیا۔ "میں سرور ڈاک کے پاس جا رہی ہوں۔ میں آپ کو اسی وقت تکلیف دوں گی جب کوئی بہت سی سخت ضرورت اور مجبوری ہوگی۔" اور وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

کاؤتس لیدیا ایو انودنا مکان کے سرور ڈاک والے حصے میں گئیں اور سے ہوئے لڑکے کے گالوں کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہوئے اس بتایا کہ اس کے باپ تو قوی ہیں ولی، اور اس کی ماں مر گئیں۔

کاؤتس لیدیا ایو انودنا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ انہوں نے اگلسینی الکساندر روویج کے گھر کے انتظامات اور



اسے چلانے کے لئے سارے کام کو واقعی اپنے ذمے لے لیا۔ لیکن جب انہوں نے کہا تھا کہ وہ عملی کاموں میں بہت اچھی نہیں ہیں تو انہوں نے کوئی مبالغہ نہ کیا تھا۔ ان کی ساری ہدایات کو بدلنا پڑا تھا اس لئے کہ وہ ناقابلِ قبول ہوئی تھیں اور انہیں بدلتا تھا کوئی نئی "الکسی الکساندر روجی کا خادم خاص جو اب کار خن کا سارا کام چلاتا تھا اس طرح کہ کسی کو نہ چنا تھا اور جب اس کے مالک کیڑے پھرتے تھے تو اطمینان اور احتیاط کے ساتھ انہیں بتا دیتا تھا کہ کس چیز کی ضرورت ہے۔ لیکن لیدیا ایو انوونا کی مدد اعلیٰ درجے پر حتمی تھی۔ انہوں نے الکسی الکساندر روجی کو ان سے اپنی محبت اور احرام دلا کر اور خاص طور سے اس طرح سارا دیا کہ جیسا کہ وہ خود سوچ کر خوش ہوئی تھیں "انہوں نے الکسی الکساندر روجی کو تقریباً عیسائیت کی طرف مائل کر دیا یعنی ان کو بے نیاز اور بے عمل دیکھ کر اسے بدل کر عیسائی تعلیم کی اسی نئی وضاحت کا پرچہ اور حکم طرفدار بنا دیا جو پچھلے دنوں سے پیٹرس برگ میں پھیلی تھی۔ اس کا قائل ہو جانا الکسی الکساندر روجی کے لئے بہت آسان تھا۔ لیدیا ایو انوونا اور ان کے ہم خیال دو سر لوگوں کی طرح الکسی الکساندر روجی تھیں کی گرائی سے "اس روحانی صلاحیت سے بالکل محروم تھے جس کی بدولت تھیں کے بدلے ہوئے تصورات اتنے حتمی بن جاتے ہیں کہ وہ دوسرے تصورات اور حقیقتوں کے ساتھ مطابقت دہم آجی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انہیں اس تصور میں کوئی چیز ناممکن یا غیر متشکل نہ نظر نہیں آتی تھی کہ موت جو بے وجوں کے لئے وجود رکھتی ہے "ان کے لئے کوئی وجود نہیں رکھتی اور چونکہ وہ کامل ترین دین رکھتے تھے جس کے پانے کا فیصلہ وہ خود ہی کرتے تھے تو ان کی روح میں کوئی گناہ ہی نہیں اور وہ ہمیں اسی دنیا میں مکمل نجات کا تجربہ کر رہے ہیں۔

ویسے یہ سچ ہے کہ الکسی الکساندر روجی اپنے عقیدے کے بارے میں اس تصور کی سہل پسندی اور غلطی کو ہمہ طور سے محسوس کرتے تھے اور جانتے تھے کہ جب "اس کے بارے میں بالکل نہ سوچتے ہوئے کہ ان کی معافی بلند ترین طاقت کا عمل ہے" انہوں نے اس بلا واسطہ احساس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا تو انہیں اس سے کچھ کا تجربہ ہوا تھا جتنا اس وقت ہوتا تھا جب وہ "اب کی طرح ہر منہ یہ سوچتے تھے کہ عسیٰ ان کے دل میں ہے ہوئے ہیں کہ وہ کاغذوں پر دھکا کر کے ان کی مرضی کی قبول کرتے ہیں۔ لیکن الکسی الکساندر روجی کے لئے ایسا سوچنا ضروری تھا "ان کے لئے اپنی جنگ میں کسی نہ کسی بلندی کا مالک ہونا اتنا ضروری تھا "چاہے وہ خیالی ہی کیوں نہ ہو جہاں سے وہ جو سارے لوگوں کی عقارت کا شکار تھے "دوسروں کو عقارت سے دیکھ سکیں کہ انہوں نے نجات کی حیثیت سے اس فرضی نجات کا سارا لے لیا۔

## 23

کاؤتس لیدیا ایو انوونا جب بالکل نوجوان اور تائبانک لڑکی تھیں جمی ان کی شادی ایک بہت ہی مالدار نامور "بہت نیک دل" ہمیشہ پرست اور رنگ رلیاں مٹانے والے آدمی سے کر دی گئی۔ دوسرے ہی مہینے میں شوہر نے انہیں چھوڑ دیا اور انہوں نے جب اپنی محبت کا پرچہ پیش کیا تو اس کا جواب صرف مذاق اڑا کر بلکہ معاندت کے ساتھ دیا جسے وہ لوگ کسی طرح سمجھ ہی نہ سکے جو کاؤنٹ کی ٹیکہ دہی کو بھی جانتے تھے اور بیہانی مسرت پر لیدیا میں بھی کوئی نقص نہ دیکھ سکتے تھے۔ تب سے وہ دونوں الگ الگ رہتے تھے حالانکہ ان میں طلاق نہ ہوئی تھی اور جب کبھی شوہر کی ملاقات پیو سے ہو جاتی تو وہ ان کے ساتھ ہمیشہ زہر آلود تسخیری کے ساتھ پیش آتے جس کی کوئی دلچسپی نہ سمجھتا ناممکن تھا۔

کاؤتس لیدیا ایو انوونا اب ایک مدت سے شوہر کی محبت میں وارفتہ نہیں رہی تھیں لیکن تب سے اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ کسی نہ کسی کی محبت میں وارفتہ نہ رہی ہوں۔ وہ بیک وقت کئی لوگوں کی محبت میں جھلا رہے تھے جن میں سرجم بھی تھے اور عورتیں بھی۔ وہ تقریباً ان تمام لوگوں کی محبت میں جھلا رہے تھے جن کی نہ کسی چیز میں خاص اختیار رکھتے تھے۔ وہ ان سارے نئے پرستوں اور پرستوں سے محبت کر سکتی تھیں جن کے رشتے زار کے خاندان میں ہو جاتے تھے "وہ کیسا کے ایک اسقف" ایک ویکار اور ایک پادری سے محبت کر سکتی تھیں۔ ایک اخبار نویس "تین سلاف مردوں" کیساروف (17) "ایک وزیر" ایک "ڈاکٹر" ایک انگریز مشنری اور کار خن سے محبت کر سکتی تھیں۔ ان کا دل ان ساری مہجوں سے مملو تھا جو کبھی شدید ہو جاتیں تو کبھی کمزور پڑ جاتیں۔ ان کی بدولت وہ مصروف رہتی تھیں اور یہ اس بات میں خلل نہ ہوتی تھیں کہ وہ درباری حلقوں میں اور معاشرے میں انتہائی وسیع اور پیچیدہ تعلقات رکھیں۔ لیکن جب سے انہوں نے دکھ کے مارے ہوئے کار خن کو اپنی خاص سرپرستی میں لے لیا تھا جب سے وہ کار خن کے گھر میں اپنا وقت اور محنت صرف کرتے "ان کے آرام و آسائش کی فکر کرنے لگی تھیں تب سے وہ محسوس کرتی تھیں کہ باقی بھیتیں بھی نہیں تھیں اب وہ درحقیقت بس ایک کار خن سے محبت کرتی ہیں۔ اب وہ کار خن کے لئے جو جذبہ محسوس کرتی تھیں وہ انہیں سارے پچھلے جذبوں سے قوی تر لگتا تھا۔ اپنے جذبے کا تجربہ اور سابق جذبوں سے ان کا موازنہ کر کے وہ صاف دیکھتی تھیں کہ کیساروف نے اگر زار کی جان نہ بچائی ہوتی تو انہیں اس سے محبت نہ ہوتی کہ اگر سلاوی سوال نہ ہوتا تو وہ رستہ کو جیشی سے محبت نہ کرتیں (18)۔ لیکن کار خن سے محبت وہ خود انہیں کی خاطر "ان کی بلند ناقابلِ فہم روح کی بنا پر" ان کی مین آواز کی گونج اور لفظوں کو سمجھ کر ادا کرنے والے لمبے کی بنا پر جو انہیں بڑا پیارا لگتا تھا "ان کی تھکی تھکی نظروں "ان کے کردار "ان کے نرم نرم سفید ہاتھوں کی بنا پر کرتی تھیں جن پر پھولی پھولی رنگیں تھیں۔ انہیں نہ صرف یہ کہ کار خن سے مل کر خوشی ہوتی تھی بلکہ وہ ان کے چہرے پر ان تاثرات کو بھی تلاش کرتی رہتی تھیں جو ان کی موجودگی سے پیدا ہوتے تھے۔ وہ چاہتی تھیں کہ کار خن کو صرف ان کی باتیں نہیں بلکہ ان کی پوری ذات اچھی لگے۔ کار خن کی خاطر اگر وہ شادی شدہ نہ ہوتیں اور کار خن آزاد ہوتے تو کیا ہوتا۔ کار خن جب کمرے میں داخل ہوتے تو مارے ہوئے کھلاہٹ کے لیدیا ایو انوونا کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور جب کار خن ان سے کوئی خوشگوار بات کہتے تو وہ انتہائی مسرت کی مسکراہٹ کو ضبط نہ کر پاتیں۔

کئی دنوں سے کاؤتس لیدیا ایو انوونا بہت زیادہ پریشان تھیں۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ آنا اور رودکی پیٹرس برگ میں ہیں۔ الکسی الکساندر روجی کو آنا سے ملاقات سے بچانا ضروری تھا بلکہ اس اذیت ناک علم سے بچانے کی بھی ضرورت تھی کہ وہ بیہانک عورت اسی شہر میں ہے اور کبھی وقت اس سے ان کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے۔

لیدیا ایو انوونا نے اپنے جان پہچان کے لوگوں سے اس بات کا سراغ لگایا کہ یہ "گھٹاؤنے لوگ" جیسا کہ وہ آنا اور رودکی کو کہا کرتی تھیں "گھٹاؤنے لوگ" کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان دنوں میں انہوں نے اپنے دوست کی ساری نقل و حرکت کی رہنمائی اس طرح کرنے کی کوشش کی کہ ان کی ملاقات ان لوگوں سے نہ ہو سکے۔ جس نوجوان ایڈیوٹنٹ اور رودکی کے دوست کے ذریعے انہوں نے اطلاعات حاصل کی تھیں اور نیے سے امید تھی کہ کاؤتس لیدیا ایو انوونا کے ذریعے اسے مراعات حاصل ہو جائیں گی "اس نے انہیں بتایا کہ ان لوگوں نے اپنے کام ختم کر لئے ہیں اور اگلے دن چلے جائیں گے۔ لیدیا ایو انوونا کو اطمینان ہو چلا تھا لیکن دوسرے دن صبح ہی کو



انہیں ایک رقصہ ملا جس کی تحریر کو انہوں نے پہچان لیا اور ہستدار گئیں۔ یہ آٹا کار چین کی تحریر تھی۔ لٹاؤ  
موسے اور سخت کاغذ کا تھا۔ لیو تے زرد کاغذ پر یا سا سو نو کرام تھا اور کاغذ میں سے طرہ آشوب آری تھی۔

”کون کا ہے؟“

”ہو ٹل کا کار پر واز۔“

کاغذ میں لیدیا اے انوٹا خط پڑھنے کے لئے دیر تک بند نہیں کھیں۔ شیعہ پریشانی کی وجہ سے ان کو دے کا  
دورہ پڑ گیا جس کی وہ مریضہ تھیں۔ جب انہیں دارالافتاء ہو ا تو انہوں نے فرانسیسی میں لکھا ہوا مندرجہ ذیل خط  
پڑھا۔

”ہمارا کون تمہیں (19)۔“

جیسا کہ ان جذبات کی بنا پر جن سے آپ کا دل معمور ہے میں یہ خط لکھنے کی جرأت کر رہی ہوں۔ میں  
میں محسوس کرتی ہوں کہ ناقابل معافی ہے۔ میں اپنے بچے سے جدائی کی بنا پر مصدقہ کی ہوں۔ میں جانے سے پہلے  
ایک بار اسے دیکھنے کی اجازت کے لئے منت کرتی ہوں۔ مجھے صاف کر دینے کے میں آپ کو اپنے بارے میں یاد  
دلا رہی ہوں۔ میں انگلیسی الکساندر رووچ سے نہیں بلکہ آپ سے رجوع کر رہی ہوں صرف اس لئے کہ اپنے  
بارے میں یاد دلانا کس فیاض طبیعت شخص کو نہ تو تکلیف میں جھٹلاؤں۔ ان سے اپنی دوستی کو جاننے  
ہوئے آپ مجھے سمجھتے۔ آپ سر ڈاکو میرے پاس بھیجیں گی یا جو وقت آپ مقرر کریں اور مجھے خبر کریں اس پر  
مجھے کمر آتا ہو گا یا آپ مجھے اطلاع دیں گی کہ میں کب اور کہاں مگرے سے باہر اس سے مل سکتی ہوں؟ جن پر اس کا  
دارمدا رہے ان کی نیکی اور فیاضی کو جاننے ہوئے میں یہ نہیں فرض کرتی کہ اب انکار میں ملے گا۔ آپ اس تڑپ  
کا تصور نہیں کر سکتیں جب کہ میں بھگت رہی ہوں اور اسی لئے آپ اس شکرگزاری کا بھی تصور نہیں کر سکتیں جو  
میرے دل میں آپ کی مدد سے پیدا ہوئی۔ آٹا۔“

اس خط کی ہر جگہ کاغذ میں لیدیا اے انوٹا کو نصرا آیا۔ اس کی عبارت ’فیاضی کی طرف اشارہ اور خاص  
طور سے لیدیا اے انہیں بے تکلف سا لگا۔

”مگر دو کہ کوئی جواب نہیں دیتا ہے“ کاغذ میں لیدیا اے انوٹا نے کہا اور فوراً ہی اپنا راسٹیکہ پینے کھول کر  
انگلیسی الکساندر رووچ کو لکھا کہ انہیں امید ہے کہ وہ ایک بجے ان سے محل میں تقریب عتایات کے دور ان میں  
کی۔

”مجھے آپ سے ایک اہم اور تکلیف دہ معاملے کے بارے میں باتیں کرنا ضروری ہے۔ وہاں ملے کر لیں  
کے کے کہاں ملیں۔ سب سے اچھا ہو گا میرے ہاں جہاں میں آپ کی پسندیدہ چائے تیار کرنے کا تمام دے دوں  
گی۔ ضروری ہے۔ اس کی وی ہوئی صلیب ہے۔ وی اٹھانے کی طاقت بھی دیتا ہے! انہوں نے آخری فقرہ اس  
لئے بڑھا دیا کہ ان کو ’تھوڑا سی تیار کر دیں۔“

کاغذ میں لیدیا اے انوٹا عام طور پر دن میں دو تین دفعہ انگلیسی الکساندر رووچ کو ضرور لکھ دیتی تھیں۔ ان  
کے ساتھ تعلق رکھنے کا یہ طریقہ انہیں پسند تھا جس میں خوش ذوقی بھی تھی اور رازداری بھی جو ان کی ذاتی  
ملاقاتوں میں حاصل نہ ہوتی تھی۔

تقریب عتایات ختم ہونے والی تھی۔ لوگ جاتے جاتے ایک دوسرے سے مل رہے تھے ’ان دنوں کی  
تازہ ترین خبروں‘ نے ملنے والے انعامات اور اہم عہدیداروں کے تبادلوں اور تقرر کے بارے میں بات چیت کر  
رہے تھے۔

”اگر کاؤٹس ماریا ریوٹا کو زیر جنگ بنا دیا جائے اور پرنس وانکو ٹسکایا کو چیف آف اسٹاف تو کیا  
رہے گا؟“ ایک سفید بالوں والے اور سنہرے کام کی وردی پہنے ہوئے بوڑھے آدمی نے ایک دروازہ قامت  
خوبصورت مصاحبہ ملکہ مٹھرے کے کماجنوں نے ان سے عہدیداروں کے تبادلوں کے بارے میں پوچھا تھا۔  
”اور مجھے ایڈجوٹنٹ“ مصاحبہ ملکہ مٹھرے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کا تقرر تو کیا باپکا ہے۔ آپ دینی شعبے میں ہوں گی اور آپ کے معاون ہوں گے۔ کار سنیں۔“  
”سلاہ پرنس“ بوڑھے نے ایک شخص سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا جو ان لوگوں کے پاس آگئے تھے۔  
”آپ نے کار سنیں کے بارے میں کیا کہا؟“ پرنس نے پوچھا۔  
”ان کو اور پتا تو کو آرڈر آف الکساندر نیوٹسکی (20) ملا ہے۔“  
”میرا خیال تھا کہ انہیں پہلے ہی مل چکا ہے۔“

”نہیں۔ آپ ذرا انہیں دیکھئے تو“ بوڑھے نے کہا اور کار سنیں کی طرف کا دار ٹوٹی سے اشارہ کیا جو  
دروازے کے پاس ریاستی کونسل کے ایک بااثر ممبر کے ساتھ کھڑے تھے۔ وہ درباری وردی پہنے تھے اور نیا  
سرخ فیتہ کندھے سے بدمی کی طرح ڈالے ہوئے تھے۔ ”کیسے خوش اور مطمئن نظر آ رہے ہیں جیسے تاجے کا  
سکہ“ اس نے اضافہ کیا اور پھر رک گیا تاکہ کھلاڑی جیسے سڈول جسم والے وجیہ مصاحب خاص سے ہاتھ ملا  
سکے۔

”نہیں“ ان پر بڑھاپا آیا۔“

”فکروں کی وجہ سے۔ اب وہ ہر وقت طرح طرح کے منصوبے کرتے رہتے ہیں اور نبرد ار ساری تفصیل  
بتائے بنا اس بد نصیب کو چھوڑیں گے نہیں۔“

”بڑھاپا کہاں سے آیا؟“ ال نے دی پاسیوں (21)۔ میرے خیال میں اب کاؤٹس لیدیا اے انوٹا کے  
بارے میں کوئی بری بات نہ کہئے۔“

”لیکن یہ کیا کوئی بری بات ہے کہ وہ کار سنیں سے محبت کرتی ہیں؟“

”اور کیا یہ سچ ہے کہ کار سنیں ایسا ہیں؟“

”یعنی میاں محل میں تو نہیں“ ہاں پیٹریس برگ میں ہیں۔ محل میں نے ان کو دیکھا تھا، دروٹسکی کے ساتھ  
برا دیوٹسکی برا دیوٹسکی (22) ”مور سکایا سوک پر۔“

”سے تو انوم کی ٹاپا۔“ (23) ”مصاحب خاص نے شروع کیا تھا لیکن رک گیا اور ایک طرف ہٹ کر تعظیم  
میں سر جھکا تے ہوئے زار کے خاندان کے ایک شخص کو راستہ دیا۔

اسی طرح انگلیسی الکساندر رووچ کے بارے میں وہ لوگ مسلسل باتیں کرتے رہے، ان کی نکتہ چینی  
کرتے رہے اور ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ اور وہ اس عرصے میں ریاستی کونسل کے اس ممبر کا راستہ روکے



ہوئے، جسے انہوں نے پکڑ لیا تھا، اور ان کے جانے نہ دینے کے خیال سے ایک منٹ کو بھی اپنی روداد کو روکے بغیر اپنے مالیاتی منصوبہ کو ترتیب وار ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔

جس وقت الکسی الکساندر روویچ کو ان کی بیوی نے پھوڑا تقریباً اسی وقت ان کے ساتھ ایک اور واقعہ ہوا جو ملازمت والے محض کے لئے انتہائی رنج کا باعث ہوتا ہے۔ ان کی ملازمتی ترقی کاراستہ بند ہو گیا۔ یہ راستہ بند ہو چکا تھا اور سب اسے صاف دیکھ رہے تھے لیکن الکسی الکساندر روویچ ابھی تک اس بات کو تسلیم نہیں کر رہے تھے کہ ان کی ملازمتی زندگی ختم ہو گئی۔ پتہ نہیں یہ استریکوف کے ساتھ تصادم کا نتیجہ تھا یا بیوی کے معاملے میں بد محبت کا یا صرف یہ تھا کہ الکسی الکساندر روویچ اس حد تک بھی گئے تھے جو ان کے لیے پہلے سے طے تھی لیکن اس سال سب پر صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کا ملازمتی عہد ختم ہو گیا۔ ابھی تک وہ ایک اہم عہدے پر فائز تھے، وہ بہت سے کششوں اور کشیوں کے ممبر تھے لیکن اب وہ ایسے محض تھے جن کا سب کچھ جا چکا تھا اور جن سے اب کسی چیز کی توقع نہ کی جاتی تھی۔ وہ چاہے کچھ بھی بات کریں کچھ بھی تجویز کریں لوگ ان کی بات ایسے سنتے تھے جیسے جو کچھ وہ تجویز کر رہے ہیں اس کے بارے میں سب ایک زمانے سے جانتے تھے اور وہ ایسی ہی تھی کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن الکسی الکساندر روویچ اس بات کو نہ محسوس کرتے تھے بلکہ اس کے برعکس حکومتی سرگرمی میں براہ راست شرکت سے الگ ہو کر انہیں اب دوسروں کی سرگرمیوں کو تاہیاں اور غلطیاں پہلے سے زیادہ مفاتیح کے ساتھ دکھائی دیتی تھیں اور وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ انہیں درست کرنے کے ذرائع کی نشاندہی کر دیں۔ بیوی سے علیحدگی کے فوراً ہی بعد انہوں نے نئی عہدوں کے بارے میں اپنا میوزم لکھنا شروع کیا۔ یہ ان کے اپنے میوزم عہدوں میں سے تھا جن کی کسی کو ضرورت نہ تھی اور جو انتظامیہ کی ساری شاخوں کے بارے میں لکھتے رہتے تھے۔

الکسی الکساندر روویچ نے نہ صرف یہ کہ ملازمتی دنیا میں اپنی ناامیدانہ صورت حال کی طرف دھیان نہیں دیا اور نہ صرف یہ کہ اس کا کوئی رنج نہیں ہوا بلکہ وہ اپنی سرگرمی سے ہمیشہ سے زیادہ خوش اور مطمئن تھے۔ پال حواری مسیح نے کہا ہے کہ "شادی شدہ دنیاوی چیزوں کے بارے میں فکر کرتے ہیں کہ بیوی کو کیسے خوش کریں، غیر شادی شدہ کو خدا کی فکر ہوتی ہے کہ خدا کو کیسے خوش کرے" اور الکسی الکساندر روویچ جو اب سارے معاملے میں جھنجھو کو رہنا مانتے تھے اس عبارت کو اختیار کرتے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ جب سے وہ بیوی کے بغیر رہ گئے ہیں وہ ان منصوبوں کے ذریعے پہلے سے زیادہ خدمت خدا کر رہے ہیں۔

صاف ظاہر تھا کہ ریاستی کونسل کے ممبر کی بے مبری سے جو ان کے پاس سے چلا جانا چاہتا تھا، الکسی الکساندر روویچ کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ انہوں نے اپنی روداد اسی وقت بند کی جب یہ ممبر زار کے خاندان کی ایک شخصیت کی آمد سے فائدہ اٹھ کر ان کے پاس سے ٹھک گیا۔

الکسی الکساندر روویچ اکیلے رہ گئے تو انہوں نے سر جھکا لیا "اپنے خیالات کو نکال دیا" پھر کھوئے کھوئے انداز میں ادھر ادھر نظر ڈالی اور دروازے کی طرف چلے جہاں انہیں امید تھی کہ کاؤتس لیدیا ایو انوونا سے ملاقات ہو جائے گی۔

"اور یہ لوگ سب کے سب کتنے طاقتور اور جسمانی اعتبار سے صحت مند ہیں" الکسی الکساندر روویچ نے غور سے دیکھا اور خوشبو دار گلچوں والے مصاحب خاص کو اور رودی کی مسی ہوئی ایک پرنس

کی سرخ گردن کو دیکھتے ہوئے سوچا جن کے پاس سے ہو کر انہیں گزرنا پڑا تھا۔ "بالکل برحق کہا گیا ہے یہ کہ دنیا میں سب کچھ بد ہے" انہوں نے ایک بار پھر مصاحب خاص کی پینڈلیوں کو گھسیوں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

بغیر کسی جلدی کے پاؤں کو حرکت دیتے ہوئے الکسی الکساندر روویچ نے صحن اور دھار کے ایک خاص انداز سے ان حضرات کو سر جھکا جھکا کر تعظیم دی جو ان کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اور آنکھوں سے کاؤتس لیدیا ایو انوونا کو تلاش کرتے ہوئے دروازے کی طرف نظر ڈالی۔

"الکسی الکساندر روویچ!" بوڑھے نے بدی سے چپکے ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس وقت کہا جب وہ اس کے برابر پہنچے اور سرد مری سے اس کی طرف سر جھکایا۔ "میں نے تو ابھی آپ کو مبارکباد دی ہی نہیں" اور اس فیتے کی طرف اشارہ کیا جو انہیں ابھی ملا تھا۔

"شکر ہے آپ کا" الکسی الکساندر روویچ نے جواب دیا۔ "آج کیا خوبصورت دن ہے" انہوں نے اضافہ کیا اور اپنی عادت کے مطابق "خوبصورت" پر خاص طور پر زور دیا۔

وہ اس بات کو جانتے تھے کہ یہ لوگ ان پر ہنستے تھے لیکن ان لوگوں سے انہیں کوئی توقع بھی نہیں تھی سوائے دشمنی کے۔ اس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔

کورسیٹ سے اتر نکلے ہوئے کاؤتس لیدیا ایو انوونا کے پہلے پہلے سے کندھے جو دروازے میں سے داخل ہو رہی تھیں، اور ان کی اپنی طرف ہلاتی ہوئی خوبصورت فکر مند آنکھیں دیکھ کر الکسی الکساندر روویچ مسکرائے ان کے ہموار اور سفید دانت و کھائی دے گئے اور کاؤتس کی طرف چل پڑے۔

لیڈیا ایو انوونا کو اپنے بناؤ سنگھار پر بڑی محنت کرنی پڑی تھی جیسی کہ ادھر کچھ دنوں سے انہیں ہمیشہ ہی اپنے بناؤ سنگھار پر کرنی پڑتی تھی۔ اب ان کے بناؤ سنگھار کا مقصد اس کے بالکل برعکس تھا جو وہ تیس سال پہلے اپنے پیش نظر رکھتی تھیں۔ تب ان کا خیال تھا کہ اپنے آپ کو کسی طرح سہانے سوار نے کا اور جتنا زیادہ سہا سنواریں اتنی اچھا لگتا تھا۔ اب اس کے برعکس ان کی آرائش ہمیشہ ہموار اور ذلیل ڈول سے اتنی ہم مطابقت رکھتی تھی کہ ان کو صرف اس کی فکر تھی کہ ان کی ظاہری شکل و صورت اور اس سہادت کا اٹل بے جوڑ پن بہت زیادہ بھیاکتہ ہو جائے۔ اور الکسی الکساندر روویچ کے معاملے میں وہ اپنا یہ مقصد حاصل کر چکی تھیں اور انہیں پرکشش لگتی تھیں۔ ان کے لئے کاؤتس لیدیا ایو انوونا ایک جزیرہ تھیں، ان کے معاملے میں صرف نیکی ہی کا نہیں بلکہ دشمنی اور تسخر کے جس سمندر میں وہ گھرے ہوئے تھے اس میں محبت کا بھی۔

ذاتی اڑانے والی آنکھوں کے بیچ میں سے ہو کر وہ ان کی محبت آئینہ نظموں کی طرف اس طرح کہنے جیسے پورا دشمنی کی طرف کھینچا ہے۔

"مبارک ہو آپ کو" انہوں نے آنکھوں سے الکسی الکساندر روویچ کے فیتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

الکسی الکساندر روویچ نے خوشی کی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اپنے کندھوں کو جنبش دی اور آنکھیں بند کر لیں جیسے کہ وہ رہے ہوں کہ اس سے انہیں کوئی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی۔ کاؤتس لیدیا ایو انوونا ابھی طرح جانتی تھیں کہ یہ الکسی الکساندر روویچ کی خاص خوشیوں میں سے ہے حالانکہ وہ اس کا بھی اعتراف نہیں کر سکتے۔

"اور ہمارا فرشتہ کیسا ہے؟" کاؤتس لیدیا ایو انوونا نے کہا۔ ان کا مطلب سر و اسے تھا۔



”میں یہ نہیں کہہ سکتا میں پوری طرح مطمئن ہوں“ بھویں چڑھاتے اور آنکھیں کھولتے ہوئے اگلسینی الکساندر روویچ نے کہا۔ اور سینیکیف بھی اس سے مطمئن نہیں ہے۔ (سینیکیف مدرس تھے جس کے پردہ سر پہ ڈاک دنیاوی تعلیم کی گئی تھی)۔ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا اس میں اہم سوالوں کی طرف سے کچھ سرد مری سی ہے جن سے ہر آدمی اور ہر بچہ کو متاثر ہونا چاہئے۔ اور اگلسینی الکساندر روویچ نے اس سوال۔ بچے کی پرورش و پرداخت۔ پر اپنے خیالات پیش کرنے شروع کئے جو ملازمت کے علاوہ واحد سوال تھا جس سے انہیں دلچسپی تھی۔

جب اگلسینی الکساندر روویچ نے لیدیا ایو انوٹا کی مدد سے نئے سرے سے زندگی اور اپنی سرگرمی شروع کی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے پاس جو بیٹا رہ گیا ہے اس کی پرورش و پرداخت کو اپنے ہاتھ میں لینا ان کا فرض ہے۔ انہوں نے پہلے کبھی پرورش و پرداخت کے سوالوں سے دلچسپی نہ لی تھی اس لئے کچھ وقت تو انہوں نے موضوع کے نظری مطالعے پر صرف کیا۔ اور علم انسان، اصول تعلیم اور پند و نصائح کی بہت سی کتابیں پڑھ کر اگلسینی الکساندر روویچ نے پرورش و پرداخت کا ایک منصوبہ تیار کیا اور پیٹرس برگ کے بہترین مدرس کو رہنمائی کے لئے بلا کر کام شروع کر دیا۔ اور اس کام میں وہ براہِ مصروف رہتے تھے۔

ہاں، لیکن دل؟ مجھے تو اس میں باپ کا دل نظر آتا ہے اور ایسے دل والا بچہ برا نہیں ہو سکتا۔ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے جوش کے ساتھ کہا۔

”ہاں، لیکن ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ جتنا بھی مجھ سے ہو سکتا ہے۔“

”آپ میرے پاس آئیے گا ضرور۔“ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے ذرا دیر چپ رہنے کے بعد کہا ”ہمارے لئے ایک ایسے معاملے کے بارے میں بات کرنا ضروری ہے جو آپ کے لئے تکلیف دہ ہو گا۔ آپ کو بعض یادوں سے محفوظ رکھنے کے لئے میں تو سب کچھ کر گزرتی لیکن دوسرے لوگ ایسا نہیں سوچتے۔ مجھے ان کا خط ملا۔ وہ بیس ہیں پیٹرس برگ میں۔“

بیوی کے ذکر پر اگلسینی الکساندر روویچ چونک پڑے لیکن فوراً ہی ان کے چہرے پر مردہ بے حسی طاری ہو گئی جس سے اس معاملے میں بالکل بے بسی کا اظہار ہوتا تھا۔

”مجھے اس کی توقع تھی“ انہوں نے کہا۔

کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے ان کی طرف بیانیہ مسرت کے ساتھ دیکھا اور ان کی روح کی عظمت دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

## 25

جب اگلسینی الکساندر روویچ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا کے چھوٹے سے آرام دہ کمرے میں داخل ہوئے جہاں بہت سے چینی عکروں سے سجے اور دیواروں پر تصویریں آویزاں تھیں تو خود خاتون خانہ وہاں نہیں تھیں۔ وہ لباس تبدیل کر رہی تھیں۔

ایک گول میز پر میز پوش بچھا تھا اور اس پر چائے کی چینی پیالیاں اور چاندی کی کیتلی اور اسپرٹ لیپ رکھا ہوا تھا۔ اگلسینی الکساندر روویچ نے کھوئے کھوئے انداز میں بے شمار جانی بچائی تصویریں پر نظر ڈالی جن سے کمرہ

سجا ہوا تھا، اور میز کے پاس بیٹھ کر اس پر رکھی ہوئی انجیل کھولی۔ کاؤتس کے رہنمی لباس کی سرسراہٹ نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

”ہاں، تو اب سکون کے ساتھ بیٹھیں گے۔“ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے گہرائی گہرائی سی مسکراہٹ کے ساتھ میز اور صوفے کے بیچ میں دھنستے ہوئے کہا ”اور چائے پینے کے ساتھ باتیں بھی کریں گے۔“

چند تمہیدی الفاظ کے بعد کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے ہماری ہماری سانسیں لیتے ہوئے اور سرخ ہوتے ہوئے اگلسینی الکساندر روویچ کے ہاتھ میں وہ خط دیا جو انہیں صبح ملا تھا۔

خط پڑھ کر وہ دیر تک چپ رہے۔

”میں نہیں سمجھتا کہ مجھے ان سے انکار کرنے کا حق ہے“ انہوں نے جھپٹتے ہوئے آنکھیں اٹھا کر کہا۔

”میرے دوست، آپ کو تو کسی شخص میں کوئی برائی نظر آتی ہی نہیں!“

”میں تو اس کے برعکس یہ دیکھتا ہوں کہ سب کچھ بد ہے۔ لیکن کیا یہ انصاف کی بات ہے؟“

ان کے چہرے پر بے چینی تھی اور لگ رہا تھا کہ وہ ایک ایسے معاملے میں مشورہ، تائید اور رہنمائی کے محتاج ہیں جو ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

”نہیں“ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے ان کی بات کاٹ دی۔ ”ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ میں اخلاقیات کی خلاف ورزی کو سمجھتی ہوں“ انہوں نے بالکل سچ نہیں کہا اس لئے وہ بات کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکیں کہ کون سی چیز عورتوں کو اخلاقیات کے خلاف ورزی کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔ ”لیکن میں سب دلی کو نہیں سمجھتی۔ اور وہ بھی کس کے ساتھ؟ آپ کے ساتھ! کیسے وہ اسی شرم میں رہ سکتی ہیں جہاں آپ ہیں؟ نہیں، آدمی جتنا جیتا ہے اتنا ہی سیکھتا ہے اور میں سیکھ رہی ہوں آپ کی بلندی کو سمجھتا اور ان کی پستی کو۔“

”لیکن چتر کو مارے گا؟“ اگلسینی الکساندر روویچ نے کہا۔ بظاہر وہ اپنے رول پر خامے خوش تھے۔ ”میں نے سب کچھ معاف کر دیا اور اس لئے میں انہیں اس چیز سے محروم نہیں کر سکتا جو ان کے لئے محبت کا مطالبہ ہے۔ اپنے بیٹے سے محبت کا۔“

”لیکن میرے دوست، کیا یہ محبت ہے؟ کیا یہ مخلصانہ ہے؟ مان لیا کہ آپ نے معاف کر دیا، آپ معاف کر رہے ہیں۔ لیکن کیا ہمیں اس فرشتے کی روح پر اثر ڈالنے کا حق ہے؟ جو سمجھتا ہے کہ وہ مر چکی ہیں۔ وہ ان کے لئے دعا کرتا ہے اور خدا سے التجا کرتا ہے کہ ان کے گناہوں کو بخش دے۔ اور یہی بہتر ہے۔ اور پھر وہ کیا سوچے گا؟“

”میں نے یہ نہیں سوچا تھا“ اگلسینی الکساندر روویچ نے بظاہر شامند ہوتے ہوئے کہا۔

کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہیں۔ وہ دعا کر رہی تھیں۔

دعا کر کے انہوں نے چہرے پر بے ہاتھ ہٹائے اور کہا ”اگر آپ میرا مشورہ پوچھیں تو میں آپ کو یہ کرنے کا مشورہ نہ دوں گی۔ سچ کچھ کیا میں دیکھتی نہیں ہوں کہ آپ کس طرح دکھ کھیل رہے ہیں، کس طرح اس بات نے آپ کے زخم کو کھل دیا ہے؟ لیکن فرض کر لیتے ہیں کہ آپ ہمیشہ کی طرح اپنے کو بھول جائیں گے۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ آپ کو کتنے سرے سے دکھ ہو گا اور بچے کے لئے ایک اذیت ہو گی؟ ان میں اگر ذرا بھی انسانیت رہ گئی ہوتی تو انہیں خود ہی اس کی خواہش نہ کرنی چاہئے تھی۔ نہیں، مجھے کوئی پس و پیش نہیں ہے، میں



اس کا مشورہ نہیں دیتی اور اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں لکھ دوں گی۔

اور اگلی سنی الکساندر روچ راضی ہو گئے۔ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے فراہمی میں مندرجہ ذیل خط لکھا:  
"مادام" آپ کے بیٹے کے لئے آپ کی یاد اس کی طرف ایسے سوالات کا موجب بن سکتی ہے جن کے جواب دینے کے دل میں اس چیز کو یاد رکھنے کا جذبہ پیدا کئے بغیر ناممکن ہو گا جو اس کے لئے مقدس ہونی چاہئے۔  
اس لئے میں درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنے شوہر کے انکار کو عیسائی محبت کے جذبہ کے مطابق سمجھیں۔  
خدا اے بلند و برتر سے اچھا کرتی ہوں کہ آپ پر رحمت نازل کرے۔

کاؤتس لیدیا۔"

اس خط سے وہ خیرہ مقصد حاصل ہو گیا جسے کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے آپ سے بھی چھپائی تھی۔ اس نے آنا کو دل کی گہرائی تک مجروح کر دیا۔

جہاں تک الکسی الکساندر روچ کا تعلق ہے تو وہ جب لیدیا ایو انوٹا کے ہاں سے گھر واپس آئے تو اپنی روزمرہ کی مصروفیتوں میں اپنا جی نہ لگا سکے اور دیندار و نجات یافتہ شخص کا وہ روحانی سکون انہیں نہ ملا جو وہ پہلے محسوس کرتے تھے۔

بیوی کی یاد کو جو ان کے سامنے اتنی قصور وار تھی اور جن کے سامنے وہ اس قدر نیکسپا کیزہ تھے جیسے کہ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے ان سے بجا طور پر کہا تھا ان کے لئے اتنی پریشانی کا باعث نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن انہیں یقین نہیں تھا۔ وہ جو کتاب پڑھ رہے تھے اسے سمجھ نہ سکتے تھے بیوی کے ساتھ اپنے روئے کے بارے میں اور ان غلطیوں کے بارے میں جو انہیں اب لگتا تھا کہ انہوں نے بیوی کے سلسلے میں کی تھی انہیں آئینہ ناک یادوں کو وہ ذہن سے نکال ہی نہ پاتے تھے۔ اس کی یاد کہ گھوڑوں کے مقابلوں سے واپس آکر انہوں نے بیوی کی بیوقوفائی کے اعتراف کو کس طرح سنا اور سمجھا تھا (خاص طور سے اس بات کو انہوں نے بیوی سے صاف ظاہری شائستگی کا مظاہرہ کیا تھا اور ڈوئل کے لئے نہیں لٹکا تھا) انہیں بچھتاوے کی طرح اذیت دیتی تھی۔ اسی طرح انہیں اس خط کی یاد بھی اذیت دیتی تھی جو انہوں نے بیوی کو لکھا تھا اور خاص طور سے ان کی معافی جس کی کسی کو ضرورت نہ تھی اور خیرگی اولاد کے لئے فکر مند کی ان کے دل کو شرم اور بچھتاوے سے جھلسا دیتی تھی۔

اور اسی طرح کی شرم اور بچھتاوے کا احساس انہیں اب ہو رہا تھا جب وہ بیوی کے ساتھ اپنے ماضی کا جائزہ لے رہے تھے اور یاد کر رہے تھے کہ کس طرح بہت دنوں کے پس و پیش کے بعد انہوں نے کیسے ان پٹ نظموں میں ان سے خواہشگاری کی تھی۔

"لیکن میرا کیا قصور ہے؟" انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ اور اس سوال سے ان کے ذہن میں پیشہ دوسرا سوال پیدا ہوتا تھا۔ یہ سوال کہ کیا یہ دوسرے لوگ 'یہ درد کشی' 'یہ الجھن' یہ موٹی پنڈلیوں والے مصاحبان خاص کسی اور طرح سے محسوس کرتے ہیں کسی اور طرح سے محبت کرتے ہیں کسی اور طرح سے شادی کرتے ہیں۔ اور ان کی نظموں میں ان کھائے پئے 'مختار' اپنے آپ پر کسی طرح کے شکوک و شبہات نہ کرنے والے لوگوں کی پوری صف کی صف پھر جاتی جو خیر ارادی طور پر پیشہ اور ہر جگہ ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرا لیتے تھے۔ وہ ان خیالات کو اپنے دل سے نکال دیتے تھے وہ اپنے آپ پر یقین رکھنے کی کوشش کرتے تھے کہ وہ یہاں کی واقعی زندگی کے لئے نہیں بلکہ ابدی زندگی کے لئے زندہ ہیں مگر ان کے دل میں یقین اور محبت ہے۔ لیکن یہ بات کہ انہوں نے اس وقتی اور پچ زندگی میں جیسا کہ انہیں لگتا تھا کچھ معمولی غلطیاں کی ہیں

انہیں ایسی اذیت دیتی تھی جیسے وہ ابدی نجات تھی ہی نہیں جس پر ان کا ایمان تھا۔ لیکن یہ گمراہ کن خیالات زیادہ دیر نہیں رہے اور الکسی الکساندر روچ کے دل میں جلد ہی پھر وہ سکون اور یقین ہو گیا 'بلندی کا وہ احساس پیدا ہو گیا جس کی بدولت وہ ان چیزوں کو محسوس کئے تھے جنہیں یاد نہیں کرنا چاہئے تھے۔

26

"تو پھر کچھ سوچ؟" سرہ ڈالنے اپنی سالگرہ سے پہلے والے دن سیرے خوش خوش اور لال سرخ واپس آکر اور اپنا اور کوٹ لے کر بڑے چہرہ پر کھڑے ہوئے۔ کہا جو اپنے قد کی اونچائی سے اس چھوٹے سے شخص کو مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ "کیا ہوا؟" آج وہ بولکھلا یا دفتری ملازم آیا تھا؟ پاپا نے اس سے؟  
"نہیں" جیسے ہی ٹیکری باہر نکلے ویسے ہی میں نے اس کے بارے میں خبر دی "خدمت گارنے خوشی سے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔" لایسے میں آتا رہتا ہوں۔"

"سرہ ڈال؟" ملاف ٹوٹنے اندر کے کمرے میں جانے والے دروازے میں رک کر کہا۔ "آپ خود ہی آتا رہے۔"

لیکن سرہ ڈالنے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی حالانکہ ٹوٹری کمزوری آواز سنی تو تھی۔ وہ چہرہ ار کی بچی اپنے ہاتھ سے پکڑے کھڑا رہا اور اسے دیکھتا رہا۔

"تو پھر جو کچھ ضروری تھا وہ پاپا نے اس کے لئے کر دیا؟"

چہرہ ار نے ہاں میں سر ہلایا۔  
"بولکھلا یا دفتری ملازم الکسی الکساندر روچ کے پاس کوئی درخواست لے کر سات ہار آچکا تھا۔ اس سے سرہ ڈال کو بھی دلچسپی ہو گئی تھی اور چہرہ ار کو بھی۔ وہ سرہ ڈال کو ایک دن دلہن میں مل گیا تھا اور اس نے سن لیا تھا کہ وہ کتنے رحم آمیز انداز میں چہرہ ار سے اچھا کر رہا تھا وہ اس کے بارے میں اطلاع کر دے اور کہہ رہا تھا اس کے اور بچوں کے مرنے کی نوبت آنے والی ہے۔

اس کے بعد جب دوسری بار وہ دفتری ملازم سرہ ڈال کو پیش دالان میں ملا تو اسے دلچسپی ہو گئی۔

"تو پھر وہ بہت خوش تھا؟"

"بھلا خوش کیوں نہ ہو تا یہاں سے بس کھینچ کر اچھلتا کودتا ہوا گیا۔"

پھر سرہ ڈال نے ذرا دیر چپ رہنے کے بعد پوچھا "اور میرے لئے کچھ لایا؟"

سرہ ڈال فوراً سمجھ گیا کہ چہرہ ار نے جس چیز کے بارے میں بتایا وہ کاؤتس لیدیا ایو انوٹا کی طرف سے اس کی سالگرہ کا تحفہ ہے۔

"کیا کیا تم نے؟ کہاں ہے؟"

"مگر نیسی اسے پاپا کے پاس لے گیا تھا۔ ضرور کوئی اچھی چیز ہوگی؟"

"کتاب یا کچھ؟" "آج بڑا ہو گا؟"

"اس سے چھوٹا مگر اچھا تھا؟"

"کتاب۔"

"نہیں کوئی چیز تھی۔ جائے جائے" واسلی لو کچھ بلا رہے ہیں "چہرہ ار نے ٹوٹنے کے پاؤں کی پاس آتی



ہوئی چاپ سن کر کہا اور جو ہاتھ اس کی بنی کو پکڑے تھا اس کے پنجے سے آدھے باہر نکلے ہوئے دستائے کو ٹھیک کر کے اس نے آنکھ ماری اور سر سے نیوٹروڈیج کی طرف اشارہ کیا۔

”داسلی لوئج“ بس ایک منٹ میں آیا ”سرو“ ڈالنے اس پر مسرت اور محبتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جو فرض شاس داسلی لوئج کو پیش جیت لیتی تھی۔

سرو ڈالست ہی خوش تھا اور اس کا دل اس طرح کھلا پڑا تھا کہ وہ اپنے دوست چوہار کو خاندان کی اس خوشی میں شریک کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا جس کے بارے میں اسے یقینی باغ (24) میں سیر کے دوران کاؤٹس لیدیا ایوانوویا کی بھیجی سے معلوم ہوا تھا۔ یہ خوشی دفتری ملازمہ والے معاملے کی خوشی اور اپنی اس خوشی کے ساتھ مل کر مگر اس کے لئے کھلونا بھیجا گیا ہے اسے خاص طور پر اہم لگ رہی تھی۔ سرو ڈاکو لگ رہا تھا کہ آج ایسا دن ہے جب سبھی کو خوش ہونا چاہئے۔

”تم کو پتہ ہے پاپا کو آرڈر آف الکساندر نیوٹسکی ملا ہے؟“

”کے پتہ نہیں! اتنے لوگ تو مبارکباد کہنے کے لئے آئے؟“

”تو چہ وہ خوش ہیں؟“

”بھلا زار کی مناعت پر کوئی خوش کیسے نہ ہو گا! مطلب یہ کہ اس کے وہ مستحق ہیں“ چوہار نے بڑی سنجیدگی اور ہماری بھر کم انداز میں کہا۔

سرو ڈاکو دیر سوچا رہا اور چوہار کے چہرے کو تنکرا رہا جس کا مطالعہ وہ پوری تفصیل کے ساتھ کر چکا تھا، خاص طور سے ٹھوڑی کا جو سفید گل پھولوں کے درمیان لگی رہتی تھی اور جسے سوائے سرو ڈاکے کوئی بھی نہ دیکھتا تھا اس لئے کہ وہ ہمیشہ اسے نیچے ہی سے دیکھتا تھا۔

”اور تمہاری بیٹی کو تمہارے پاس آئے ہوئے بست دن ہو گئے؟“

خدمت گار کی بیٹی بیٹیلر قاصر تھی۔

”بچنے کے کام کے دنوں میں آنے کا وقت کہاں ہوتا ہے؟ ان لوگوں کو بھی سکھ“ چوہار پڑتا ہے۔ اور سرکار آپ کو بھی پڑھنا ہے“

کمرے میں آکر اس کی بجائے کر سرو ڈاکو اپنا سبق پڑھنے کے لئے بیٹھے ”اس نے ٹیوٹر کو اس بارے میں اپنا مفروضہ بتایا کہ جو کچھ اس کے لئے بھیجا گیا ہے وہ ضرور ریل گاڑی کا انجن ہو گا۔“ آپ کا خیال ہے؟“ اس نے پوچھا۔

لیکن داسلی لوئج کا خیال صرف یہ تھا کہ مدرس کے لئے قواعد کا سبق تیار کر لینا چاہئے جو دو بجے آجائیں گے۔

”نہیں“ داسلی لوئج آپ مجھے صرف یہ بتا دیجئے ”سرو“ ڈالنے پڑھنے کی میز کے پاس بیٹھ کر اور کتاب ہاتھ میں لئے پڑے پوچھا ”کہ آرڈر آف الکساندر نیوٹسکی سے بڑا کون سا آرڈر ہوتا ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ پاپا کو آرڈر آف الکساندر نیوٹسکی ملا ہے؟“

داسلی لوئج نے جواب دیا کہ آرڈر آف الکساندر نیوٹسکی سے بڑا ہوتا ہے آرڈر آف ولادیمیر۔ ”اور اس سے بڑا؟“

”سب سے بڑا ہوتا ہے آرڈر آف آندرینی پیروازا نیئی۔“

”اور اس سے بڑا؟“

”نہیں نہیں جانتا؟“

”یہ کیسے؟“ آپ بھی نہیں جانتے؟“ اور سرو ڈاکو اپنی کمٹیاں میز پر لٹا کر اپنے خیالوں میں کھو گیا۔

اس کے خیالات بڑے پیچیدہ اور مختلف قسم کے تھے۔ وہ یہ تصور کر رہا تھا کہ اس کے باپ کو کیسے اچانک آرڈر آف ولادیمیر بھی مل جائے گا اور آرڈر آف آندرینی پیروازا اپنی بھی اور کیسے اس کے نتیجے میں آج وہ سبق کے وقت بہت زیادہ نیک اور اچھے ہوں گے اور کیسے جب وہ خود بڑا ہو جائے گا تو سارے آرڈر حاصل کر لے گا اور پھر آرڈر آف آندرینی سے بھی بڑا کوئی نہ کوئی انعام سوچ لیا جائے گا اور بس سوچا گیا نہیں کہ وہ اس کے لائق بن جائے گا۔ اگر اس سے بھی بڑا کوئی انعام سوچا گیا تو وہ فوراً ہی اس کے لائق بھی بن جائے گا۔

اس طرح کے خیالات سے وقت گزر گیا اور جب مدرس آئے تو زبان و مکان کے اسم حال اور حالت فاعلی کے بارے میں سبق تیار نہیں ہوا تھا اور مدرس نہ صرف یہ کہ ناخوش ہوئے بلکہ وہ رنجیدہ ہوئے۔ مدرس کے رنجیدہ ہونے کا سرو ڈاکو پر بہت اثر ہوا۔ وہ اس بات کے لئے کہ اس نے سبق نہیں تیار کیا تھا خود کو قصور وار نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے کوشش کی تو بہت کی لیکن وہ کسی طرح کر ہی نہیں سکا تھا۔ جس وقت مدرس اسے سمجھاتے ہوئے اس وقت وہ ان کی بات مان لیتا تھا اور جیسے سمجھ جاتا تھا لیکن جیسے ہی وہ اکیلا رہ جاتا وہ بالکل نہ یہ یاد کر پاتا کہ مدرس نے کیا سمجھایا تھا اور نہ سمجھ پاتا کہ اتنا چھوٹا سا اور سمجھ میں آنے والا لفظ جیسے کہ ”اچانک“ قواعد کے اعتبار سے ”اسم حال بہ حالت فاعلی“ ہے۔ پھر بھی اسے اس بات کا افسوس تھا کہ اس نے مدرس کو رنجیدہ کر دیا اور وہ انہیں منانا اور خوش کرنا چاہتا تھا۔

اس نے ایک ایسے منٹ کا انتخاب کیا جب مدرس چپ چاپ کتاب کو دیکھ رہے تھے۔ سرو ڈاکو نے اچانک پوچھا ”میکائل ایوانوویچ“ آپ کے نام والے ولی کا دن کب ہوتا ہے؟“

”زیادہ اچھا یہ ہو گا کہ آپ اپنے کام کے بارے میں سوچنے اور نام والے ولی کا دن سمجھ کر آدی کے لئے معنی نہیں رکھتا۔ دوسرے دنوں کی طرح وہ بھی ایک دن ہوتا ہے جب کام کرنا چاہئے۔“

سرو ڈاکو مدرس کو ”ان کی چھدری داڑھی اور ٹینک کو جو ناک پر نیچے ٹھک آتی تھی“ غور سے دیکھنے لگا اور اپنے خیالوں میں ایسا کھو گیا کہ اب وہ سن ہی نہیں رہا تھا مدرس کیا سمجھا رہے ہیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مدرس جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سوچ نہیں رہے ہیں۔ یہ اسے ان کے لہجے سے محسوس ہوتا تھا جس میں وہ کہہ رہے تھے۔ ”لیکن کیوں ان سمجھوں نے مل کر مل کر لیا ہے کہ سب کچھ ایک ہی انداز میں کہیں گے ساری سب۔“ غیر دلچسپ اور غیر ضروری باتیں؟ یہ مجھے اپنے آپ سے دور کیوں ہٹاتے ہیں؟ کیوں مجھ سے بڑا نہیں کرتے؟“ اس نے افسردہ ہو کر اپنے آپ سے سوال کیا لیکن اس کا کوئی جواب وہ نہ سوچ سکا۔

مدرس کے بعد باپ کے ساتھ سبق ہوتا تھا۔ جب تک باپ نہیں آئے تب تک سرو ڈاکو میز کے پاس بیٹھا گرم ترش سے کھیتا رہا اور سوچنے لگا۔ سرو ڈاکو کی پسندیدہ ترین مصروفیتوں میں ایک یہ تھی کہ وہ سیر کے دوران اپنی ماں کو تلاش کرتا رہتا تھا۔ سوت پڑیے بھی اسے یقین نہیں تھا اور ماں کی سوت پر تو خاص کر یقین نہیں تھا باوجود اس سب کے جو لیدیا ایوانووا نے اس سے کہا تھا اور باپ نے جس کی تائید کی تھی۔ اس لئے جب اس سے



یہ کہا گیا کہ وہ مرگئیں تو اس کے بعد سے بھی وہ انہیں سیر کے دوران میں تلاش کرتا رہا۔ مگد بے جسم کی پروتھ اور سیاہ بالوں والی ہر عورت اس کو اپنی ماں لگتی اور ایسی عورت کو دیکھ کر اس کے دل میں پیار کا ایسا احساس امنڈنا کہ وہ اپنے لگنا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ اور وہ انتظار کرنے لگتا کہ ابھی وہ عورت اس کے پاس آئے گی اور اپنی نئی نقاب اٹھا دے گی۔ اس کا پورا چہرہ دکھائی دے گا وہ مسکرائے گی اسے لگے لگائے گی وہ اس کی منک کو سوتھکے گا اس کے ہاتھوں کی نرمی اور شفقت کو محسوس کرے گا اور خوشی سے رونے لگے گا جیسے ایک بار شام کو وہ ان کے قدموں میں لیٹ گیا تھا اور انہوں نے اسے گدگدانا شروع کیا تھا اور وہ غصے لگے اور ان کے انگوٹھیوں والے سفید ہاتھ کو کاٹنے لگا تھا۔ پھر جب اس کو اتفاقاً کھلائی سے معلوم ہو گیا کہ اس کی ماں مری نہیں تھیں اور لیدیا ایوانوونا اور باپ نے اسے سمجھایا کہ وہ اس کے لئے مر گئیں اس لئے کہ وہ بری تھیں (جس کا وہ بالکل یقین نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو ان سے محبت کرتا تھا) تب بھی وہ انہیں ویسے ہی تلاش کرتا رہا اور ان کا انتظار کرتا رہا۔ آج لٹی باغ میں ایک عورت تھیں چہرے پر کاسی نقاب ڈالے ہوئے اور جب وہ باغ میں روش پر اسی کی طرف آ رہی تھیں تو وہ بالکل دم سادھے انہیں دیکھتا رہا اور امید کرتا رہا کہ یہ وہی ہوں۔ یہ عورت ان لوگوں تک نہیں آئیں اور کہیں گم ہو گئیں۔ آج سربو ڈاٹش سے زیادہ ان کے لئے پیار امنڈنا ہوا محسوس کر رہا تھا اور اس وقت باپ کا انتظار کرتے ہوئے وہ اس قدر غافل ہو گیا کہ اس نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے اپنے سامنے کھتے ہوئے اور ماں کے بارے میں سوچتے ہوئے قلم تراش سے میز کی پوری بٹ تراش ڈالی۔

"پاپا آ رہے ہیں" اوائلی کوچنگ نے اسے دھیان دلایا۔

سربو ڈاٹش اچھل پڑا "باپ کے پاس گیا" ان کے ہاتھ کو چومنا اور ان کو خور سے دیکھا۔ وہ آرڈر آف الکساندر نیو سکی ملنے پر خوشی کے آثار تلاش کر رہا تھا۔ "تم نے اچھی طرح سیر کی؟" لکسنی الکساندر روویچ نے اپنی آرام کری پر بیٹھے ہوئے عہد نامہ حقیق (25) کو اپنی طرف کھسکایا اور اسے کھولا۔ باوجود اس کے کہ لکسنی الکساندر روویچ نے کئی بار سربو ڈاٹسے کہا تھا کہ ہر عیسائی کو کلیسا کی تاریخ سے بہت اچھی طرح واقف ہونا چاہئے وہ خود اکثر عہد نامہ حقیق کو دیکھ کر اپنی بات کو درست کرتے تھے اور سربو ڈاٹسے اس بات کو دیکھ لیا تھا۔

"ہاں پاپا، بہت ہی مزہ آیا" سربو ڈاٹسے اس پر ایک پہلو سے ٹک کر بیٹھے اور اسے جھلاتے ہوئے کہا جس کی ممانعت تھی۔ "میں تاریخ سے ملا تھا (تاریخ لیدیا ایوانوونا کی بھیجی تھی جو انہی کے ہاں پل رہی تھی)۔ اس نے مجھے بتایا کہ آپ کو کیا ستارہ انعام میں دیا گیا ہے۔ آپ خوش ہوئے یا؟"

"پہلی بات تو یہ کہ تم میری بات کر کے کرسی مت ہلاؤ" لکسنی الکساندر روویچ نے کہا۔ "اور دوسری بات یہ کہ جتنی چیز انعام نہیں ہے بلکہ محنت ہے اور میں چاہتا ہوں تم اس بات کو سمجھو۔ اب اگر تم محنت کرو گے تو پھر مجھے اس لئے کہ تمہیں انعام ملے تو محنت تمہیں بہت مشکل معلوم ہوگی۔ لیکن جب محنت سے محبت کر کے محنت کرو گے (لکسنی الکساندر روویچ نے یہ یاد کرتے ہوئے کہا کہ آج ہی صبح کو کیسے انہوں نے فرض کے احساس کے تحت خود کو ایک سواغدارہ کاغذات پر دستخط کرنے کی بے کیف محنت میں سنبھالے رکھا تھا) تو اسی میں تم کو اپنا انعام مل جائے گا۔"

سربو ڈاٹش خوشی اور شفقت سے چمکتی ہوئی آنکھیں باندھ گئیں اور باپ کی نگاہ کے سامنے جھک گئیں۔ یہ وہی بہت دنوں کا جانا پچھتاہوا تھا جس میں اس کے باپ ہمیشہ اس سے باتیں کرتے تھے اور جس میں شریک ہونا سربو ڈاٹسے لیا تھا۔ سربو ڈاٹسے محسوس کرتا تھا کہ باپ ہمیشہ اس سے ایسے باتیں کرتے تھے جیسے کسی اپنے تصور

کردہ لڑکے سے اس طرح کے ایک لڑکے سے باتیں کر رہے ہوں جس طرح کے کتابوں میں ہوتے ہیں اور جو سربو ڈاٹسے بالکل ملتے جلتے ہوئے نہیں ہوتے۔ اور باپ کے ساتھ سربو ڈاٹش اسی کتابی لڑکے کی طرح بن جانے کی کوشش کرتا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ تم مجھے ہوا اس بات کو؟" باپ نے کہا۔

"ہاں پاپا" سربو ڈاٹسے وہی تصور کردہ لڑکا بننے ہوئے جواب دیا۔

یہ سبق یوں ہوتا تھا کہ انجیل کی چند آیتیں زبانی یاد کرنی ہوتی تھیں اور عہد نامہ حقیق کے ابتدائی حصے کا آمونڈہ سنا ہوتا تھا۔ انجیل کی آیتیں سربو ڈاٹسے کو اچھی طرح یاد تھیں لیکن جب وہ انہیں سنانے لگا تو اس کی نظر باپ کی پیشانی کی ہڈی پر پڑ گئی جو کپٹی کے پاس یک لخت مڑ جاتی تھی اور اس میں وہ ایسا گم ہو گیا کہ اس نے ایک آیت کے آخری حصے کو ایک لفظ پر چھوڑ کر دوسری آیت کے ابتدائی حصے کو شروع کر دیا جو اسی لفظ سے شروع ہوتا تھا۔ لکسنی الکساندر روویچ کو یہ بات بالکل صاف لگی کہ وہ جو کچھ سنا رہا ہے اسے سمجھتا نہیں ہے اور اس پر وہ جھنجھلا گئے۔

انہوں نے تیوریاں چڑھائیں اور اس کی وضاحت کرنی شروع کی جو سربو ڈاٹسے یی بہت بار سن چکا تھا اور کبھی یاد نہ رکھ سکتا تھا اس لئے کہ بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کچھ اسی طرح جس طرح وہ سمجھتا تھا کہ "اچھا کہ" اسم حال یہ حالت قاطعی ہے۔ سربو ڈاٹسے ہوتی نظروں سے باپ کو دیکھ رہا تھا اور صرف ایک بات سوچ رہا تھا کہ باپ جو کچھ بتا رہے ہیں اسے وہ ہر اے کے لئے اس سے کہیں گے جیسے کہ اکثر کہتے تھے "یا نہیں۔ اور اس خیال سے سربو ڈاٹسے ڈر گیا کہ اب کچھ بھی اس کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا۔ لیکن باپ نے کچھ بھی دہرائے نہ تھیں کما اور عہد نامہ حقیق کا سبق شروع کر دیا۔ سربو ڈاٹسے واقعات تو اچھی طرح بیان کر دیتے لیکن جب اس بارے میں سوالات کے جواب دینے کی نوبت آئی کہ فلاں فلاں واقعات سے کن چیزوں کی پیش بینی ہوئی تھی تو اسے کچھ بھی پتہ نہیں تھا حالانکہ اسی سبق پر اسے پہلے بھی سزائل پتلی تھی۔ یہ مقام جہاں وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا اور جس کے سلسلے میں وہ ہچکچا رہا تھا اور انک رہا تھا اور میز کی بٹ کو چاقو سے تراش رہا تھا اور کرسی کو جھلا رہا تھا وہی تھا جہاں اسے طوفان لوح سے پہلے کے انبیاء کے بارے میں بتانا تھا۔ ان میں سے وہ کسی کو بھی نہ جانتا تھا سوائے ادریس کے جو زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ پہلے اسے نام یاد تھے لیکن اب وہ بالکل بھول گیا تھا خاص طور سے اس لئے کہ پورے عہد نامہ حقیق میں ادریس اس کی محبوب ترین شخصیت تھے اور ادریس کے زندہ ہی آسمان پر اٹھائے جانے سے اس کے ذہن میں خیالات کی ایک پوری طویل روش وابت ہو گئی تھی جس کے سپرد خود کو اس نے اس وقت بھی کر دیا تھا جب اس کی آنکھیں باپ کی گھڑی کی زنجیر پر اور ان کی واسٹ کے ایک ادھ کلمے جن پر ٹکی ہوئی تھیں۔

موت پر جس کے بارے میں اسے اکثر بتایا جاتا تھا، سربو ڈاٹسے بالکل یقین نہیں تھا۔ اسے اس بات پر یقین نہیں تھا کہ اس کے محبوب لوگ مر سکتے ہیں اور خاص طور سے اس پر کہ وہ خود مر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ بالکل ہی ناممکن اور ناقابل فہم بات تھی۔ لیکن لوگ اس سے کہتے تھے کہ سب مرجاتے ہیں۔ اس نے ان لوگوں سے بھی پوچھا جن کی بات کا اسے یقین تھا اور انہوں نے بھی اس کی تائید کی۔ کھلائی نے بھی یہی کہا اگرچہ بادل ناخو است۔ مگر ادریس تو نہیں مرے، مطلب یہ کہ سب تو نہیں مرتے۔ سربو ڈاٹسے سوچتا "اور اسی طرح خدا کی نظروں میں کوئی بھی شخص کیوں نہیں اس کا مستحق بن سکتا کہ اسے زندہ ہی آسمان پر اٹھایا جائے؟" برے لوگ



یعنی وہ جن سے سروِ ڈاؤمبت نہیں کرتا تھا، وہ مر سکتے ہیں لیکن اچھے لوگ سب ادیس کی طرح ہو سکتے ہیں۔  
 ”تو کون کون سے انبیاء تھے؟“

”اور یس، انوش۔“

”لیکن یہ تو تم بتا چکے ہو۔ یہ تو برا ہے، سروِ ڈاؤمبت برا ہے۔ تم اگر ان چیزوں کو جاننے کی کوشش نہیں کرو گے جو عیسائی کے لئے جانی سب سے ضروری ہیں، باپ نے اٹھے ہوئے کہا، ”تو پھر تم دلچسپی کس چیز میں لو گے؟ میں تم سے ناراض ہوں اور سچ تر اٹھا تھا تم سے ناراض ہیں (یہ مدرس اعلیٰ تھے)۔ مجھے تم کو سزا دینی پڑے گی۔“

باپ اور مدرس اعلیٰ دونوں سروِ ڈاؤمبت سے ناراض تھے اور درحقیقت وہ اپنے سبق اچھی طرح یاد نہیں کرتا تھا۔ لیکن یہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ نالائق لڑکا تھا۔ اس کے برعکس وہ ان لڑکوں سے کہیں زیادہ لائق تھا جنہیں مدرس اعلیٰ مثال بنا کر سروِ ڈاؤمبت کے سامنے پیش کرتے تھے۔ باپ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جو کچھ اسے پڑھایا جاتا تھا اس کو وہ پڑھنا اور یاد کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ اسے وہ پڑھ اور یاد کرے نہ سکتا تھا اس لئے نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے دل میں اس سے زیادہ لازمی مطالبے تھے جتنے اس کے باپ اور مدرس اعلیٰ اس سے کرتے تھے۔ یہ مطالبات متضاد نوعیت کے تھے اور وہ اپنی تعلیم و تربیت کرنے والوں کے خلاف براہ راست جدوجہد کرتا تھا۔

وہ نو سال کا تھا، پچھری تھا لیکن وہ اپنے دل کو جانتا تھا، وہ اسے عزیز تھا، وہ اس کی حفاظت کرتا تھا، جیسے بچے نے آنکھ کی حفاظت کرتے ہیں، اور محبت کی کنبی کے بغیر وہ کسی کو بھی اپنے دل میں داخل نہ ہونے دیتا تھا۔ تعلیم و تربیت دینے والے اس کی شکایت کرتے تھے کہ وہ پڑھنا اور یاد کرنا نہیں چاہتا حالانکہ اس کا دل علم کی تڑپ سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہ سیکھتا اور علم حاصل کرتا تھا کچھ ترچے سے، کھائی سے، ٹانگے سے، واسیلی کوچک سے لیکن تعلیم دینے والے استادوں سے نہیں۔ جس پانی کا انتظار باپ اور مدرس اعلیٰ کر رہے تھے کہ ان کی کوشش سے نکلے گا اور پین پکلی کو چلائے گا وہ بہت پہلے بڑھ چکا تھا اور دوسری جگہ کام کر رہا تھا۔

باپ نے سروِ ڈاؤمبت کو سزا دی اور اسے لیدیا ابونوٹا کی بھیجی ٹانگے کے پاس نہیں جانے دیا۔ لیکن یہ سزا سروِ ڈاؤمبت کے لئے بڑی خوشی کا باعث بن گئی۔ واسیلی کوچک خوش اور مہربان تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے دکھایا کہ پون پکلی کیسے بنائی جاسکتی ہے۔ پوری شام اس کام میں اور یہ سوچتے رہے کہ گزرتی گئی کہ ایسی پون پکلی کیسے بنائی جائے کہ اس پر پتھر گھمیری کھائی جاسکے۔ اس کے پتھر کو ہاتھ سے پکڑ کر لیا اپنے آپ کو اس سے باندھ کے پتھر کے ساتھ ساتھ پتھر گھمیری کھائی جائے۔ ساری شام سروِ ڈاؤمبت نے اس کے بارے میں نہیں سوچا لیکن جب وہ بستر پر لیٹا تو اچانک اسے ماں کی یاد آئی اور اس نے اپنے لفظوں میں یہ دعا کی کہ کل، اس کی سالگرہ کے دن، اس کی ماں جہاں چھپی ہیں وہاں سے نکل آئیں اور اس کے پاس آجائیں۔

”واسیلی کوچک پتہ ہے آپ کو میں نے ایک اور دعا، ساری دعاؤں سے الگ، میں نے کی ہے؟“

”کہ تم زیادہ اچھی طرح پڑھو اور یاد کرو۔“

”نہیں۔“

”کھلونے کس لئے؟“

”نہیں۔ آپ نہیں بوجھ پائیں گے۔ بہت اچھی چیز کے لئے مکرراذکی بات ہے۔ جب پوری ہو جائے گی تو

آپ کو تادوں گا۔ نہیں بوجھا آپ نے؟“

”نہیں، میں نہیں بوجھ پاتا۔ آپ ہی بتائیے، واسیلی کوچک نے مسکراتے ہوئے کہا جو ان کے ساتھ ذرا کم ہی ہوتا تھا۔“ اچھا اب آپ مہربانی کر کے لیٹ جائیے۔ میں شمع بجھا رہا ہوں۔“

”اور مجھے شمع کے بغیر وہ چیز زیادہ اچھی طرح دکھائی دیتی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں اور جس کے لئے میں نے دعا مانگی ہے۔ راز کی بات تو بس منہ سے نکلے نکلے رہ گئی۔“ سروِ ڈاؤمبت خوش ہو کر کہتے ہوئے کہا۔

جب شمع وہاں سے چلی گئی تو سروِ ڈاؤمبت کی ماں کی موجودگی کا احساس ہونے لگا اور ان کی آواز سنائی دی دینے لگی۔ وہ اس کے اوپر جھکی کھڑی تھیں اور محبت بھری نظروں سے اسے پیار کر رہی تھیں۔ لیکن پھر ان کیکیاں نظر آنے لگیں اور قلم تراش اور سب گڈمڈ ہو گیا۔ اور وہ سو گیا۔

28

ہینریس برگ آکر دروہکی اور آنا سب سے اچھے ہوٹلوں میں سے ایک میں ٹھہرے۔ دروہکی الگ بچے کی منزل پر اور آنا اور بچی، آنا اور اپنی خادمہ کے ساتھ ایک بڑے سوئیٹ میں جو چار کمرے پر مشتمل تھا۔

جس دن وہ لوگ پہنچے اس دن دروہکی اپنے بھائی کے ہاں گیا۔ وہاں اسے ماں مل گئیں جو کچھ کاموں سے ماسکو سے آئی ہوئی تھیں۔ ماں اور بھادج اس سے معمول کے مطابق ملیں، انہوں نے اس سے پردیس کے سفر کے بارے میں سوالات کئے، آپس کے جان بچان کے لوگوں کی باتیں کیں لیکن آنا کے ساتھ اس کے تعلق کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ بھائی دوسرے دن صبح کو جب دروہکی کے پاس آئے تو انہوں نے خود آنا کے بارے میں پوچھا اور اگلی دروہکی نے ان سے صاف کہہ دیا کہ وہ کار۔ جینا کے ساتھ اپنے رشتے کو بیاہ کی طرح دیکھتا ہے مگر اسے امید ہے کہ طلاق کا معاملہ طے ہو جائے گا اور جب وہ ان سے شادی کر لے گا لیکن تب تک وہ انہیں اسی طرح اپنی بیوی سمجھتا ہے جیسے کسی اور بیوی کو سمجھتا اور ان سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ماں سے اور اپنی بیوی سے بھی یہی کہہ دیں۔

”اگر معاشرہ اس کو قبول نہیں کرتا تو میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا“ دروہکی نے کہا، لیکن اگر میرے قریبی رشتہ دار میرے ساتھ رشتہ داری کے تعلقات رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں میری بیوی کے ساتھ بھی ایسے ہی تعلقات رکھنے ہوں گے۔“

بڑے بھائی بیش چھوٹے کی راپوں اور فیملوں کا احترام کرتے تھے لیکن جب تک معاشرہ اس سوال کا فیصلہ نہ کر دے تب تک وہ نہیں جانتے تھے کہ اس معاملے میں ان کا چھوٹا بھائی صحیح ہے یا نہیں۔ خود اپنی طرف سے انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا اور وہ اگلی کے ساتھ آنا سے ملنے بھی گئے۔

دروہکی نے بھائی کی موجودگی میں جیسا کہ وہ دوسرے بھی لوگوں کی موجودگی میں کرتا تھا، ”آنا کو“ ”آپ“ کہہ کر مخاطب کیا اور ان سے قریبی شناساکی طرح بات کی لیکن یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ بھائی کو ان کے رشتے کے بارے میں معلوم ہے۔ اس کی بات بھی ہوئی کہ آنا اب دروہکی کے صحت پر جا رہی ہیں۔

اپنے سارے معاشرتی تجربے کے باوجود دروہکی اس نئی صورت حال کے نتیجے میں، جس میں وہ تھا، ایک عجیب لفظ فکری میں مبتلا تھا۔ لگتا تو یہ تھا کہ اسے یہ بات سمجھنی چاہئے تھی کہ اس کے اور آنا کے لئے معاشرے کے دروازے بند ہو چکے۔ لیکن اب پتہ نہیں کیوں اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا تو صرف پرانے زمانے



میں ہوتا تھا اور اب تیز رفتاری ترقی کے زمانے میں (اسے خود بھی احساس نہیں تھا لیکن اس پر ترقی کا حامی بن گیا تھا) معاشرے کا زاویہ نظر بدل گیا ہے اور ابھی یہ سوال طے نہیں ہوا کہ انہیں معاشرے میں قبول کیا جائے گا یا نہیں۔ اس نے سوچا "ظاہر ہے کہ درباری معاشرہ تو ان سے نہیں ملے جلتے گا لیکن قریبی لوگ تو اسے ویسے ہی سمجھ سکتے ہیں اور سمجھیں گے جیسے کہ چاہئے۔"

آدی کو اگر یہ معلوم ہو کہ اس کے لئے اپنے بیٹے کا اندازہ بدلنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے تو وہ مسلسل کئی کئی دو زانو بیٹھا رہ سکتا ہے لیکن اگر وہ یہ جانتا ہو کہ اسی طرح دو زانو بیٹھے رہنا اس کے لئے لازمی ہے تو رگیں کھینچ لگتی ہیں "اولا چڑھ جانا ہے" پاؤں اس جگہ سے ہٹانے اور کھڑکے دروازے پر کھڑکے سے جہاں سے وہ چاہتا ہے کہ پھیل سکیں۔ درودھکی کو معاشرے کے سلسلے میں بھی یہی تجربہ ہوا۔ اگرچہ وہ اپنے دل کی گہرائی میں جانتا تھا کہ معاشرے کے دروازے ان لوگوں کے لئے بند ہیں پھر بھی اس نے آزما کر دیکھا کہ کیا معاشرہ ابھی بدلا نہیں گیا ان لوگوں کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ بہت جلدی اس نے دیکھ لیا کہ اس کے لئے ذاتی طور پر تو معاشرہ کھلا ہوا تھا لیکن آٹنا کے لئے بند تھا۔ جیسے ملی اور چوہے کے کھیل میں ہوتا ہے جو ہاتھ اس کے لئے اٹھتے وہ آٹنا کے لئے فوراً ہی مگر راستہ روک دیتے۔

پینرس برگ کے معاشرے کی جن خواتین سے سب سے پہلے درودھکی ملا ان میں اس کی رشتہ کی بہن بیٹی تھی۔

"آخر آپ کی شکل تو دکھائی دی!" انہوں نے خوش ہو کر اس کا خیر مقدم کیا۔ "اور آٹنا؟ مجھے بڑی خوشی ہوئی! کہاں ٹھہرے ہیں آپ لوگ؟ میں تصور کر سکتی ہوں کہ آپ کی اتنی دلکش سیاحت کے بعد ہمارا پینرس برگ کتنا برا لگ رہا ہو گا۔ میں روم میں آپ لوگوں کے ماہِ غسل کے بارے میں تصور کر سکتی ہوں۔ طلاق کا کیا ہوا؟ سب کچھ طے تمام ہو گیا؟"

درودھکی نے دیکھا کہ جب بیٹی کو معلوم ہوا کہ طلاق ابھی تک نہیں ہوئی تو ان کا جوش و خروش کم ہو گیا۔

"مجھ پر لوگ پتھر پھینکیں گے" میں جانتی ہوں "انہوں نے کہا" لیکن میں آٹنا کے پاس آؤں گی۔ ہاں میں ضرور آؤں گی۔ آپ کیا زیادہ دنوں یہاں نہیں رہیں گے؟"

اور واقعی وہ اسی دن آٹنا کے پاس آئیں لیکن ان کا لہجہ پہلے جیسا ہرگز نہ تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں اپنی جسارت پر برا نظر تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ آٹنا ان کی دوستی کے قابل اعتبار ہونے کی قدر کریں۔ وہ دس منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہریں معاشرے کی خبروں کے بارے میں باتیں کرتی رہیں اور پھر جاتے وقت بولیں:

"آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ طلاق کب ہوگی۔ خیر چلے میں نے تو اپنی ٹوپی پھلی میں پیسہ تک دی اور کوئی پروا نہ کی کہ کوئی کیا کہے گا لیکن دوسری آن بان والے لوگ تو جب تک آپ کی شادی نہ ہو جائے گی جب تک آپ سے سردمہری برتنے گے۔ اور اب تو یہ اتنا آسان ہے۔ سارے (26) تو آپ لوگ جعد کو چارہ رہے ہیں؟ افسوس ہے کہ اب پھر ہم نہ مل سکیں گے۔"

بیٹی کے لیے سے درودھکی سمجھ سکتا تھا کہ اسے معاشرے سے کس چیز کی توقع کرنی چاہئے لیکن اس نے اپنے خاندان میں ایک اور کوشش کی۔ اسے اپنی ماں سے کوئی امید نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ماں جب پہلی مرتبہ آٹنا سے ملی تھیں تب تو ان کی اتنی تعریفیں کر رہی تھیں لیکن اب وہ ان کے ساتھ کسی طرح کی رورعایت نہ کر سکتی

تھیں اس لئے کہ وہی ان کے بیٹے کی ملازمتی زندگی کو تباہ کرنے کا سبب تھیں۔ البتہ اسے اپنی بھانج واریا سے بڑی امید تھی۔ اسے لگتا تھا کہ وہ ان پر پتھر نہ پھینکیں گی بلکہ اپنے مخصوص سادہ اور فیصلہ کن طریقے سے آٹنا کے پاس آئیں گی اور انہیں اپنے ہاں بھی بلائیں گی۔

اپنے آنے کے دوسرے ہی دن درودھکی بھانج کے پاس گیا اور انہیں اکٹلا پا کر اس نے اپنی خواہش کا براہ راست اظہار کر دیا۔

اس کی بات سن کر وہ بولیں "تم جانتے ہو! لکھنی کہ میں تم سے کتنا پیارا کرتی ہوں اور کیسے میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن میں چپ رہی اس لئے کہ میں جانتی تھی کہ میں تمہارے اور آٹنا کا ریوٹا کے لئے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتی "انہوں نے "آٹنا کا ریوٹا" خاص طور پر زور دے کر کہا۔ "تم میرائی کر کے یہ نہ سوچو کہ میں کسی طرح انہیں برا کہہ رہی ہوں۔ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے ان کی جگہ پر میں بھی یہی کرتی۔ میں تفصیلات میں نہیں جاتی اور جا بھی نہیں سکتی "انہوں نے بیچپ کر اس کے اداس چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن چیزوں کو ان کے اصل نام سے تو پکارنا ہی چاہئے۔ تم چاہتے ہو کہ میں ان کے پاس آؤں "انہیں اپنے ہاں بلاؤں اور اس طرح معاشرے میں ان کی جو حیثیت تھی اسے بحال کر دوں۔ لیکن تم سمجھو کہ میں یہ نہیں کر سکتی۔ میری بیٹیاں سیانی ہو رہی ہیں اور پھر اپنے شوہر کی خاطر معاشرے میں آنا جانا بھی میرے لئے ضروری ہے۔ اچھا میں آٹنا کا ریوٹا کے پاس آؤں گی "وہ سمجھ جائیں گی کہ میں انہیں اپنے ہاں نہیں بلا سکتی یا پھر یہ مجھے اس طرح کرنا پڑے گا کہ ان کا سامنا ان لوگوں سے نہ ہو جو دوسری طرح سے دیکھتے ہیں۔ اس سے انہیں کی تو ہین ہوگی۔ میں انہیں اوپر نہیں اٹھا سکتی۔"

"مگر میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ ان سیکڑوں عورتوں سے زیادہ گہری ہیں جن سے آپ ملتی جلتی ہیں!" اور بھی اداس ہو کر درودھکی نے ان کی بات کا تہ دی اور یہ سمجھ کر بغیر کچھ اور کہے کھڑا ہو گیا کہ بھانج کا فیصلہ اٹل ہے۔ "لکھنی! مجھ سے خفا نہ ہو" میرائی کر کے تم سمجھو کہ یہ میرا تصور نہیں ہے "واریا نے غصہ سے ہونے لگا۔

"میں تم سے خفا نہیں ہوں" اس نے اسی اداسی سے جواب دیا "لیکن دو ہرادک ہے۔ مجھے اس بات کا بھی دکھ ہے کہ اس سے ہماری دوستی ختم ہو گئی۔ مان لو ختم نہیں بھی ہوئی تو کمزور تو ہو ہی گئی۔ تم یہ تو سمجھتی ہو کہ میرے لئے اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔"

اور یہ کہہ کر وہ ان کے ہاں سے چلا آیا۔ درودھکی سمجھ گیا کہ اب اور کوششیں بے سود ہیں اور یہ کہ یہ چند دن پینرس برگ میں اس طرح رہنا چاہئے جیسے یہ کوئی انجان شہر ہو "سابق معاشرے میں ہر طرح کے رابطے سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ ناخوشگوار اور توہین سے سابقہ نہ پڑے جس سے اسے اس قدر اذیت ہوتی تھی۔ پینرس برگ میں ہونے کی ایک خاص ناگوار یہ تھی کہ لگتا تھا لکھنی الکساندر روڈج اور ان کا نام ہر جگہ موجود ہیں۔ یہ نام ممکن تھا کہ کسی بھی چیز کے بارے میں بات شروع کی جائے اور بات گھوم پھر کر لکھنی الکساندر روڈج تک نہ پہنچ جائے ناممکن تھا کہ وہ کہیں جائے اور ان سے سامنا نہ ہو۔ کم سے کم درودھکی کو تو یہی لگتا تھا جیسے اس شخص کو جس کی انگلی میں درد ہو یہ لگتا ہے کہ وہ ٹھوکیا جان ہو جو کراہی درد کرتی انگلی کو ہر چیز سے ٹکراتا ہے۔

پینرس برگ کا قیام درودھکی کو اس لئے اور بھی تکلیف دہ لگتا تھا کہ اس ساری مدت میں اس نے آٹنا میں



کچھ نئی سی اور ایک ناقابل فہم مزاحی کیفیت دیکھی۔ کبھی تو وہ ایسی ہوتی جیسے اس کی محبت میں جلاپیں لیکن کبھی سرد چڑچی اور ایسی ہوجاتی کہ ان کے دل کا حال جاننا ممکن ہی نہ ہوتا۔ انہیں کسی چیز سے اذیت ہو رہی تھی اور کچھ وہ اس سے بچا رہی تھیں اور گویا ان تو بیٹوں کی طرف دھیان ہی نہ دیتی تھیں جنہوں نے اس کی زندگی کو زہر آلود کر رکھا تھا اور جو ان کی سمجھ میں غصہ کی وجہ سے ان کے لئے اور بھی زیادہ اذیت ناک رہی ہوں گی۔

29

آنا کے لئے روس آنے کا ایک مقصد تھا اپنے بیٹے سے ملنا۔ جس دن وہ اٹلی سے روانہ ہوئی تھیں اسی دن سے اس ملاقات کے خیال سے وہ سارے وقت بیجان میں رہتی تھیں۔ اور جیسے جیسے پیرس برگ کے قریب پہنچتی جا رہی تھیں ویسے ویسے اس ملاقات کی خوشی اور اہمیت ان کے تصور میں بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ انہوں نے اپنے آپ سے یہ سوال بھی نہیں کیا کہ اس ملاقات کا بندوبست کیسے ہوگا۔ انہیں اپنے بیٹے سے ملنا جب وہ اسی شہر میں ہوں جہاں وہ ہے بالکل قدرتی اور سادہ بہت لگتی تھی۔ لیکن پیرس برگ پہنچ کر اچانک معاشرے میں اپنی موجودہ حیثیت کا صاف صاف اندازہ ہو گیا اور وہ سمجھ گھٹیں کہ ملاقات کا بندوبست کرنا مشکل ہوگا۔

دو دن سے وہ پیرس برگ میں تھیں اور بیٹے کا خیال ایک منٹ کے لئے بھی ان کے ذہن سے نہ نکلا تھا لیکن ابھی تک انہوں نے بیٹے کو دیکھا نہ تھا۔ سیدھے گھر جانے کا جہاں ان کی ملاقات اگلیسی الکساندر روویج سے ہو سکتی تھی وہ سمجھتی تھیں کہ انہیں حق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں اندر نہ جانے دیا جائے اور ان کی توجہ کی جائے۔ لکھنے اور اس طرح شوہر سے رابطہ قائم کرنے کے بارے میں سوچ ہی کر انہیں اذیت ہوتی تھی۔ وہ کبھی تک چین سے رہ سکتی تھیں جب تک شوہر کے بارے میں سوچیں ہی نہیں۔ یہ معلوم کرنا کہ بیٹا سیر کے لئے کب جاتا ہے اور اس وقت اس کو دیکھ لینا ان کے لئے بہت کم تھا۔ انہوں نے اس ملاقات کے لئے اتنی تیاری کی تھی ان کے لئے اتنا ضروری تھا کہ اس سے بات کریں ان کا اتنی جانتا تھا کہ اسے گلے لگائیں اسے پیار کریں۔ سروٹا کی بوڑھی کھلائی ان کی مدد کر سکتی تھی اور انہیں مشورہ دے سکتی تھی لیکن کھلائی اب اگلیسی الکساندر روویج کے گھر میں نہ رہتی تھی۔ اسی پس و پیش میں اور کھلائی کو تلاش کرنے کی کوشش میں دو دن گزر گئے۔

آنا کو جب معلوم ہوا کہ اگلیسی الکساندر روویج اور کاؤٹس لیدی ایلوٹا کے درمیان قریبی تعلقات ہیں تو انہوں نے تیسرے دن لیدی ایلوٹا کو خط لکھنے کا فیصلہ کیا جو ان کے لئے بہت ہی مشکل اور وقت طلب تھا۔ اس خط میں انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ لکھا کہ بیٹے سے ملنے کی اجازت کا دارودار شوہر کی فیاضی پر ہوگا۔ وہ جانتی تھیں کہ اگر لیدی ایلوٹا نے ان کے شوہر کو خط لکھا تو وہ اپنی فیاضی کے رول کو جاری رکھتے ہوئے انکار نہیں کریں گے۔

جو کارپرداز خط لے کر گیا تھا اس نے آنا کو بہت ہی بے رحمی کا جواب پہنچایا جس کی انہیں ہرگز توقع نہ تھی مگر کوئی جواب نہیں دیتا ہے۔ انہوں نے خود کو کبھی اتنا خوار نہیں محسوس کیا جتنا اس وقت کیا جب کارپرداز کو بلا کر انہوں نے اس سے مفصل حال سنا کہ کیسے وہ جواب کا انتظار کرتا رہا اور کیسے بعد کو اس سے کہہ دیا گیا کہ "کوئی جواب نہیں دیتا ہے۔" آنا نے اپنی خواری اور توجہ کو محسوس کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ کاؤٹس لیدی ایلوٹا نے اپنے نقطہ نظر سے ٹھیک ہی کیا تھا۔ ان کا غم اس وجہ سے اور بھی شدید تھا کہ وہ ان کا کیلے کا غم تھا۔

اس میں وہ درویشی کو شریک نہ کر سکتی تھیں اور کرنا چاہتی بھی نہ تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس کے باوجود کہ وہی ان کے دکھ کا خاص سبب تھا اس کے لئے بیٹے سے ملاقات کا سوال سب سے غیر اہم بات ہوگا۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کی تکلیف اور رنج کی ساری کمرائی کو سمجھنا اس کے لئے ممکن ہی نہ ہوگا وہ جانتی تھیں کہ اس بات کے ذکر پر اس کا لہجہ سرد مری کا ہوگا اور اس سے انہیں نفرت ہو جائے گی۔ اور وہ اس چیز سے دنیا میں سب سے زیادہ ڈرتی تھیں چنانچہ اس سے وہ ساری باتیں چھپاتی تھیں جن کا تعلق بیٹے سے تھا۔

سارے دن اپنے ہوٹل کے سویٹ میں بیٹھے بیٹھے وہ بیٹے سے ملنے کے ذریعوں پر غور کرتی رہیں اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ خود شوہر کی لکھیں گی۔ وہ یہ خط تیار بھی کر رہی تھیں کہ انہیں لیدی ایلوٹا کا خط مل گیا۔ کاؤٹس کی خاموشی پر انہوں نے مبرا کر لیا تھا اور اس سے انہیں اطاعت آئی لیکن اس خط پر اور ان ساری چیزوں پر جو انہوں نے بین السطور میں پڑھا انہیں اتنا غصہ آیا اور اپنے بیٹے کے لئے اپنی پرجوش اور جائزہ قانونی شفقت و محبت کے موازنے میں یہ کینہ اتنا اذیت دہ لگا کہ وہ دوسروں پر غصہ کرنے لگیں اور خود کو قصور وار ٹھہرانا انہوں نے بند کر دیا۔

"یہ سرد مری۔ جذبات و احساسات کا قہقہہ ہے!" انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ لوگ صرف میری توجہ نہ کرنا اور بیٹے کو اذیت دینا چاہتے ہیں۔ اور میں انہیں ایسا کرنے دوں یا کسی صورت سے بھی نہیں! وہ تو مجھ سے بھی بدتر ہیں۔" کم سے کم میں جھوٹ تو نہیں بولتی۔ اور اسی وقت انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کل 'سروٹا کی سالگرہ ہی کے دن' وہ سیدھے شوہر کے گھر جائیں گی تو کڑوں کو رشوت دیں گی، دھوکا دیں گی، چاہے کچھ بھی کرنا پڑے وہ بیٹے سے ملیں گی اور بدترین کی اس فریب کو ختم کر دیں گی جس سے ان لوگوں نے بچے کو گھیر رکھا ہے۔ وہ کھلونوں کی دکان میں گئیں، انہوں نے کھلونے خریدے اور اپنے محل کا منصوبہ سوچ لیا۔ وہ کل صبح سویرے آٹھ بجے جائیں گی جب اگلیسی الکساندر روویج ٹائپا نہ اٹھے ہوں گے۔ وہ ہاتھ میں رقم رکھیں گی جو چوہدار اور خدمتگار کو دیں گی تاکہ وہ اسے اندر جانے دیں اور نقاب اٹھائے بغیر کہیں گی کہ وہ سروٹا کے دینی باپ کے ہاں سے اسے مبارکباد کہنے آئی ہیں اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ یہ کھلونے ان کے بستر پر رکھ دیں۔ بس انہوں نے وہ الفاظ نہیں پتار کئے جو وہ اپنے بیٹے سے کہیں گی۔ اس کے بارے میں انہوں نے بہت سوچا لیکن کچھ ملنے نہ کر سکیں۔

اگلے دن آٹھ بجے صبح آنا اکیلی کرائے کی کبھی میں سے اتریں اور انہوں نے اپنے سابق گھر کے صدر دروازے پر کھنکی بجائی۔

"جاؤ دیکھو! کیا چاہئے۔ کوئی صاحب ہیں" کہتے بچے نے جس نے ابھی تک وردی نہیں پہنی تھی اور صرف اوپر کوٹ اور پالش پہنے تھا کمرے سے ان نقاب پوش خاتون کو دیکھ کر کاجو ٹھیک دروازے پر کھڑی تھیں۔ چوہدار کا اسٹنٹ ایک نوجوان سال کا تھا جسے آنا نہیں جانتی تھیں۔ اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ اندر آگئیں اور اپنے منٹ میں سے تین روٹل کا نوٹ نکال کر جلدی سے اس کے ہاتھ میں چھپا دیا۔

"سروٹا!... سرگئی! اگلیسیو!" انہوں نے کہا اور آگے چل پڑیں۔ نوٹ کا جائزہ لے کر چوہدار کے اسٹنٹ نے اگلے شیشے والے دروازے پر انہیں روک لیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

آنا نے اس کی بات نہیں سنی اور کوئی جواب نہیں دیا۔



انہما خاتون کی گڑبڑا ہٹ کو دیکھ کر خود کچھ ترسٹھان کے پاس آیا "انہیں دروازے سے اندر آجانے دیا اور پچھا کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔"

"میں رنس اسکو رادو سوف کے ہاں سے سرنگی اگلینیوچ کے پاس آئی ہوں "انہوں نے کہا۔

"وہ ابھی اٹھے نہیں ہیں" چوہدار انہیں غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

آنا کو بالکل یہ توقع نہیں تھی کہ اس کے گھر کے پیش والا ان کی بالکل ہی نہ بدلی ہوئی حالت 'جہاں وہ نو سال رہی تھیں' انہیں اس طرح متاثر کرے گی۔ ان کے دل میں ایک کے بعد ایک خوشیوں اور اذیتوں کی یادیں ابھر رہی تھیں اور ایک لمحے کے لئے وہ بھول ہی گئیں کہ یہاں آئی کس لئے ہیں۔

"آپ انتظار کریں گی؟" کہتے ہی نے ان کا فرکوٹ اتارتے ہوئے کہا۔

فرکوٹ اتار کر کہتے ہی نے ان کی صورت پر نظر ڈالی "انہیں پہچان لیا اور چپ چاپ سربست نیچے جھکا کر انہیں تعظیم کی۔

اور ان سے کہا "اندر تشریف لے چلئے" علیا مرتبہ۔"

آنا نے کچھ کہنا چاہا لیکن ان کے منہ سے آواز ہی نہیں نکلی۔ قصور وار انداز میں منت بھری نظروں سے انہوں نے بوڑھے کو دیکھا اور تیز سبک قدموں سے بیڑھیوں پر چڑھ گئیں۔ آگے کو جب تک کہ دو دروازے ہوتے اور اپنے پاپوشوں کی وجہ سے زمینوں پر الجھتے کہتے ہی نے ان کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کے پیچھے لپکا۔

"وہاں ٹھہر نہیں" شاید انہوں نے کپڑے بدلے ہوں میں اطلاع کروں۔"

آنا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بوڑھا کیا کہہ رہا ہے۔ وہ بیڑھیوں پر چڑھتی چلی گئیں۔

"ادھر 'بانس' طرف کو آئیے۔" معاف کیجئے گا کہ صفائی نہیں ہے۔ اب وہ پہلے والے کمرے ہی میں رہتے ہیں "چوہدار نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "آپ ذرا سا انتظار کیجئے علیا مرتبہ" میں جھانک کر دیکھ لوں "اس نے ان سے آگے نکلتے ہوئے کہا "اوپر دروازے کو ذرا سا کھولا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔ آنا انتظار میں رک گئیں۔

"ابھی ابھی جاگے ہیں" چوہدار نے دروازے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

اور جیسے ہی چوہدار نے یہ کہا ویسے ہی آنا نے کسی بچے کی سی جمائی لینے کی آواز سنی۔ اس جمائی کی آواز

ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا اور اس کی جیتی جاگتی تصویر ان کی نظروں میں بھر گئی۔

"مجھے جانے دو" جانے دو" تم جاؤ!" انہوں نے کہا اور اپنے دروازے کے اندر چلی گئیں۔ دروازے سے دائیں طرف کو پٹنگ تھا اور پٹنگ پر لڑکا اٹھا بیٹھا تھا صرف قیاس پٹنے ہوئے جس کے بدن کھلے تھے اور وہ جسم کو آگے جھکائے ہوئے اٹھڑائی لے رہا تھا اور جمائی لینا ختم کر رہا تھا۔ جیسے ہی اس کے ہونٹ ملے ویسے ہی نیند میں ڈوبی ہوئی بے انتہا خوشی کی مسکراہٹ چہرے پر آگئی اور اس مسکراہٹ سمیت ہی وہ دھیرے دھیرے بڑے مزے سے پھر لٹ گیا۔

"سرو ڈا!" انہوں نے چپکے سے کہا اور دے پاؤں اس کے پاس آگئیں۔

اس سے جدا رہنے کے دنوں میں اور اس امنڈتی ہوئی محبت میں جو ان سارے پچھلے دنوں میں اس کے لئے محسوس کی تھی "انہوں نے اسے چار سال کا بچہ تصور کیا تھا جب وہ اس سے سب سے زیادہ پیار کرتی تھیں۔ اب تو وہ ایسا بھی نہیں تھا جیسا انہوں نے اسے چھوڑا تھا۔ وہ اس چار سال بچے سے اور آگے نکل گیا تھا "زیادہ لبا اور دبلا ہو گیا تھا۔ یہ کیا! اس کا چہرہ کتنا دبلا ہے اور بال کتنے چھوٹے چھوٹے اٹھ کتنے لمبے لمبے اوہ تب سے کتنا

بدل گیا ہے جب انہوں نے اسے چھوڑا تھا! لیکن یہ وہی تھا "اس کا سر" اس کے ہونٹ "اس کی نرم گردن اور چوڑے کندھے بالکل اسی کے تھے۔

"سرو ڈا!" انہوں نے بچے کے بالکل کان کے اوپر دوہرایا۔

وہ پھر کھنکی کے بل اٹھا "اس نے اپنا الجھا الجھا سر ادھر ادھر کیا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو اور آنکھیں کھول دیں۔ چپ چاپ سوالیہ نظروں سے وہ چند سیکنڈ تک اپنے سامنے ساکت کھڑی ہوئی ماں کو دیکھتا رہا "پھر اچانک بے انتہا خوشی کے ساتھ مسکرایا اور نیند بھری آنکھوں کو بند کر کے دوبارہ لڑھک گیا لیکن پیچھے کو نہیں بلکہ ان کی طرف "ان کے ہاتھوں کی طرف۔

"سرو ڈا! بچہ میرا پیارا!" انہوں نے ابھر کر سانس لیتے ہوئے اور اس کے گد بڈے جسم کو ہاتھوں سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"ماما!" اس نے ان کے ہاتھوں میں کسماتے ہوئے کہا تاکہ اپنے جسم کے مختلف حصوں سے ان کے ہاتھوں کو چھو سکے۔

آنکھیں بند کئے کئے "نیند کی سی حالت میں مسکراتے ہوئے وہ پٹنگ کی دیوار سے باہر ہاتھ نکال کر ان کو کندھوں سے پکڑ کر ان سے لپٹ گیا اور ان کے ہاتھوں کو اس نے اس نیند میں ڈوبے ہوئے جسم کی مسک اور گرمی سے بھر دیا جو صرف بچوں میں ہوتی ہے اور ان کی گردن اور کندھوں سے اپنا منہ رگڑنے لگا۔

"میں جانتا تھا" اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ "آج میری ساگرہ ہے۔ میں جانتا تھا کہ آپ آئیں گی۔ میں ابھی اٹھتا ہوں۔"

اور یہ کہ کردہ پھر ادھ گیا۔

آنا بڑی لٹک کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی غیر موجودگی میں وہ کتنا بڑا ہو گیا ہے اور بدل گیا ہے۔ انہوں نے اس کی کھیل سے باہر نکلی ہوئی ٹانگوں کو "جو اب اتنی بڑی بڑی ہو گئی تھیں" پہچانا بھی اور نہیں بھی پہچانا "ان دبلے ہو جانے والے گالوں کو گھدی پر کی ان چھوٹی کٹی ہوئی بالوں کی گھونٹوں کو پہچانا جن میں اسے اکثر پیار کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے ان سب کو سٹلایا اور زبان سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ آنسوؤں سے ان کا گھار ندھ گیا تھا۔

"ماما! آپ روکیوں رہی ہیں؟" اس نے پوری طرح جاگتے ہوئے کہا۔ "ماما! آپ روکیوں رہی ہیں؟" اس نے روپائی آواز میں جھج کر کہا۔

"میں؟ نہیں روؤں گی... میں خوشی کے مارے رو رہی ہوں۔ میں نے اتنے دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔ میں نہیں روؤں گی" نہیں روؤں گی "انہوں نے آنسوؤں کو گھونٹتے ہوئے اور منہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا۔ "چھ! تو اب تمہیں کپڑے بدلنے چاہئیں" اپنے آپ کو سنبھال کر انہوں نے کہا اور چپ ہو کر "اس کے ہاتھ چھوڑے بغیر پٹنگ کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئیں جس پر اس کے کپڑے ٹھیک کر کے رکھے گئے تھے۔

"تم کپڑے میرے بغیر کیسے بدلنے ہو؟ کیسے..." انہوں نے بہت خوش خوش اس طرح کہنا چاہا تھا جیسے بہت معمولی سی بات ہو لیکن کہ نہ سکیں اور انہوں نے پھر منہ پھیر لیا۔

"اب میں لٹھنہ سے پانی سے ہاتھ منہ نہیں دھوؤں" پاپا نے اجازت نہیں دی۔ اور دایلی کوچنگ کو آپ نے نہیں دیکھا؟ وہ ابھی آتے ہوں گے۔ مگر آپ تو میرے کپڑوں پر بیٹھی ہیں "اور سرو ڈا نے قہقہہ لگایا۔



آپ ہی فیصلہ کیجئے ماریا خیمہ دنا" کور نیسی نے کھلائی سے مخاطب ہو کر کہا "آجائے دیا اور کسی سے بتایا بھی نہیں" اگلی سنی الکساندر روچ ابھی تھکیں گے اور بچوں کے کمرے میں جائیں گے۔

"اے ہے" غضب ہو گیا! "کھلائی بولیں۔" آپ تو کور نیسی واسیلیوچ "کسی طرح ان کو روکے رکھئے" مالک کو "اور میں دوڑے گا جاتی ہوں اور انہیں اٹھالے جاتی ہوں۔ اے ہے" غضب ہو گیا!

جب کھلائی بچوں کے کمرے میں داخل ہوئیں تو سرخ ڈالیاں سے یہ بتا رہا تھا کہ کیسے وہ اور تارنگا نیلے پر سے برف پر پھسلے ہوئے گر پڑنے اور تین بار قلابازی کھا گئے۔ آنا اس کی آواز سن رہی تھیں "اس کے چرے کو اور اس پر آتے جاتے تاثرات کو دیکھ رہی تھیں" اس کے ہاتھ کو محسوس کر رہی تھیں لیکن یہ کچھ بھی نہیں سمجھ رہی تھیں کہ وہ کہہ کیا رہا تھا۔ وہ صرف یہ سوچ اور محسوس کر رہی تھیں کہ اب چلے جانا چاہئے "اب اسے چھوڑنا پڑے گا۔ انہوں نے واسیلیوچ کے پاؤں کی چاپ بھی سنی جو دروازے تک آئے اور کھانے تھے "پاس آتی ہوئی کھلائی کے پاؤں کی چاپ بھی سنی لیکن بیٹھی رہیں "جیسے پتھر کی ہو گئی ہوں" جیسے ان میں بات کرنے کی طاقت ہونہ اٹھنے کی۔

"مالکن" میری امی! "کھلائی آنا کے پاس آکر اور ان کے ہاتھوں اور کندھوں کو بوسہ دیتے ہوئے بولیں۔" آخر خدا نے سالگرہ والے دن اپنے کو خوشی تو دی۔ اور ذرا بھی تو آپ نہیں بدلیں۔"

"ارے" کھلائی "بیاری" مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ گھر میں ہیں "آنا نے ایک منٹ کو جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں رہتی نہیں" میں تو بیٹی کے ساتھ رہتی ہوں "میں مبارک باد کہنے آئی تھی میری امی آنا ارکا دینے!"

کھلائی اچانک رو پڑیں اور پھر آنا کے ہاتھ چومنے لگیں۔ سرخ ڈالکتی ہوئی آنکھوں اور مسکراہٹ سے کھلا ہوا ایک ہاتھ سے ماں کو اور دوسرے ہاتھ سے کھلائی کو لپٹائے ہوئے قالین پر اپنے گدبے نیچے پاؤں پٹک رہا تھا۔ اپنی ماں سے اپنی بیاری کھلائی کا مجبوری برتاؤ دیکھ کر وہ بہت سی خوش ہو گیا تھا۔

"اما! یہ اکثر میرے پاس آتی ہیں اور جب آتی ہیں تو۔۔۔" اس نے کتنا شروع کیا تھا لیکن یہ دیکھ کر رک گیا کہ کھلائی نے ماں کے کان میں چپکے چپکے کچھ کہا اور ماں کے چہرے پر خوف سا چھایا اور کچھ شرم سی آگئی جو ماں کے چہرے پر بالکل ابھی نہیں لگ رہی تھی۔

ماں اس سے اور قریب آگئیں۔

"میرا پیارا!" انہوں نے کہا۔

وہ "الوداع" نہیں کہہ سکیں لیکن ان کے چہرے کا تاثر یہی کہہ رہا تھا۔ اور وہ سمجھ گیا۔ "پیارا" پیارا کو تھک! "انہوں نے اس کا وہ نام لیا جس سے وہ اسے بھٹین میں پکارتی تھیں "تو مجھے بولے گا تو نہیں؟ تو۔۔۔" لیکن آگے وہ کہہ نہ کہہ سکیں۔

بعد کو انہوں نے کتنی بار وہ سب باتیں سوچیں جو وہ اس سے کہہ سکتی تھیں لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اور کچھ نہ کہہ سکیں۔ لیکن سرخ ڈال سب سمجھ گیا جو وہ کتنا جانتی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ماں دیکھی تھیں اور اس سے پیار کرتی تھیں۔ وہ تو یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ کھلائی نے کیا کیا تھا۔ اس نے سن لیا تھا "بیٹہ تو

انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے لگیں۔

"اما" میری بیاری" میری امی! "اس نے زور سے کہا اور پھر لپک کر ان سے لپٹ گیا۔ جیسے اس نے اپنا جاکر "جب ان کی مسکراہٹ دیکھی تب" ابھی طرح سمجھا ہو کہ کیا ہوا ہے۔" اس کی کوئی ضرورت نہیں "اس نے ان کی بیٹ کو اتارتے ہوئے کہا۔ اور جیسے انہیں بغیر بیٹ کے سنے سرے سے دیکھ کر کھران سے لپٹ گیا اور انہیں پیار کرنے لگا۔

"مگر تم میرے بارے میں سوچتے کیا تھے؟ تم نہیں سوچتے تھے کہ میں مر گئی؟"

"میں نے کبھی اس کا یقین نہیں کیا۔"

"نہیں یقین کیا تم نے" میرے دوست؟"

"میں جانتا تھا" میں جانتا تھا! "اس نے اپنا بندہ فخر و کما اور ان کا ہاتھ پکڑ کر "جس سے وہ اس کے ہاتھوں کو سلار رہی تھیں" ان کی ہتھیلی کو اپنے منہ پر دبائے اور چومنے لگا۔

### 30

اس عرصے میں واسیلیوچ کی پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ خاتون کون ہیں "پھر بات چیت سے یہ جان گئے کہ یہ وہی ماں ہیں جو شوہر اور بیٹے کو چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور جنہیں وہ نہیں جانتے تھے اس لئے کہ ان کے جانے کے بعد گھر میں آئے تھے۔ وہ شے میں پڑ گئے کہ انہیں اندر جانا چاہئے یا نہیں یا اگلی سنی الکساندر روچ کو خبر کرنی چاہئے۔ آخر کار وہ سمجھ گئے کہ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سرخ ڈال کو مقررہ وقت پر اٹھائیں اس لئے انہیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہاں کون بیٹھا ہے "ماں یا کوئی اور" بلکہ انہیں اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے کپڑے بدلے "دروازے کھپاس آئے اور اسے کھولا۔

لیکن ماں بیٹے کا پیار "ان کی آوازوں کی گونج اور باتیں جو وہ دونوں کر رہے تھے۔ ان ساری چیزوں نے انہیں اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے سر ہلایا اور محض سی سانس بھر کر دروازہ بند کر دیا۔ "دس منٹ اور انتظار کرو" انہوں نے کھانے اور آنسو پونچھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

اسی وقت گھر کے نوکروں میں سخت ہیجان تھا۔ سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ مالکن آئی ہیں اور یہ کہ کپتہ بیچ نے انہیں اندر آنے دیا "اور یہ کہ وہ اس وقت بچوں والے کمرے میں ہیں۔ اور صاحب خود روڈو بیچے بچوں والے کمرے میں جاتے ہیں۔ اور اس بات کو سب سمجھتے تھے کہ میاں بیوی کی ملاقات ہونا تو ناممکن ہے اور اس کو روکنا چاہئے۔ خد شکار کور نیسی نے چوہدرار کے پاس آکر سوال کیا کہ کس نے اور کیسے انہیں اندر آنے دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کپتہ بیچ نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اندر لے گیا تو وہ بوڑھے کو ڈانٹنے لگا۔ چوہدرار پہلے تو ہونٹ بیچنے چپ رہا لیکن جب کور نیسی نے اس سے کہا کہ اس نے تو ایسی حرکت کی ہے کہ اس پر اسے نکال دیا جانا چاہئے تو کپتہ بیچ بڑھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے منہ کے سامنے ہاتھ بٹھا کر اس پر بڑا:

"ہاں اور تم ہوتے تو نہ آنے دیتے! دس سال خدمت کی اور ان سے سوائے نیکی کے سلوک کے اور کچھ جانتا نہیں لیکن اب تم سامنے آ جاتے اور کہتے کہ مہربانی کر کے باہر جائیے! تم تو خوب سمجھتے ہو کہ مصلحت کس میں ہے! لیکن! تم تو اپنے بارے میں سوچتے کہ مالک کو کیسے نوچا جائے اور فرقا کوٹ بٹھایا جائے!"

"اچھا پیاری" کور نیسی نے حقارت کے ساتھ کہا اور کھلائی کی طرف مڑ گیا جو اسی وقت آئی تھیں۔ "اب



ہیں۔" ہاں یہ سب ختم ہو چکا اور میں پھر اکیلی ہوں۔" انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور ہیٹ اتارے بغیر ہی آتش دان کے پاس رکھی کر سی پر بیٹھ گئیں۔ کمزریوں کے بیچ میں میز پر رکھی ہوئی کانے کی ایک گھڑی کو یک نگ دیکھتے ہوئے وہ سوچنے لگیں۔

فرائضی خادمہ جسے وہ پردیس سے اپنے ساتھ لائی تھیں ان سے یہ کہنے کے لئے آئی کہ وہ کپڑے بدل لیں۔ انہوں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور کہا:

"بعد کو۔"

خدا شکر نے کافی لانے کے لئے پوچھا۔

انہوں نے کہا "بعد کو۔"

اطلاوی ۲۸ نے بیٹی کے کپڑے بدلے اور اسے لے کر آنا کے پاس آئی۔ گلدیدی "جی صبح طرح دودھ پلائی جانے والی بیٹی ہمیشہ کی طرح ماں کو دیکھ کر اپنے دھاکے بندھے ہوئے گلدیدے کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں نیچے کو کر کے اپنے بے داغوں کے منہ سے مسکراتی ہوئی اپنے ہاتھ پوں چلانے لگی جیسے پھلی تیردی ہو اور اپنی کڑمی ہوئی کلف دار فراق کی ہاتھوں کو سرسرا لے گئی۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اس بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکرایا نہ جائے۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اس کی طرف انگلی نہ بڑھائی جائے جس کو وہ پکڑ لیتی تھی اور کلکاری مار کر سارے بدن سے چل جاتی تھی۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اس کی طرف ہونٹ نہ بڑھائے جائیں جنہیں وہ پیار کرنے کے انداز میں پورے کے پورے اپنے منہ میں بھر لیتی تھی۔ اور آنا نے یہ سب کیا اسے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اچھالنے لگیں اور اس کے تازہ تازہ گالوں کو اور نکلی کمٹیوں کو پیار کیا۔ لیکن اس بیٹی کو دیکھ کر ان کے نزدیک یہ بات اور زیادہ واضح ہو گئی کہ جو جذبہ وہ اس کے لئے محسوس کرتی تھیں وہ اس کے مقابلے میں محبت بھی نہیں تھی جو وہ سرو ڈاکے کے لئے محسوس کرتی تھیں۔ اس بیٹی میں ہر چیز پیاری تھی لیکن یہ سب بڑے نہیں کیوں دل کو نہ لگتا تھا۔ پہلے پہلے بچے پر جو اگرچہ ایسے شخص سے تھا جس سے وہ محبت نہ کرتی تھیں پھر بھی وہ ساری محبت صرف ہو گئی تھی جسے کبھی ضمانت حاصل نہ ہوئی تھی۔ بیٹی انتہائی مشکل اور پیچیدہ حالات میں پیدا ہوئی تھی اور اس پر اس فکر مندی کا سوال حصہ بھی نہ صرف کیا گیا تھا جو پہلے بچے پر صرف کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ بیٹی کے معاملے میں ابھی تو انتظار اور توقع ہی توقع تھی جبکہ سرو ڈاکہ تقریباً پورا آدمی ہو چکا تھا اور محبوب آدمی۔ اس میں خیالات و احساسات کی جدوجہد ہونے لگی تھی وہ سمجھتا تھا محبت کرنا تھا انہوں نے اس کی باتیں اور نظریں یاد کر کے سوچا کہ وہ ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ اور وہ اس سے ہمیشہ کے لئے صرف جسمانی ہی نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی الگ ہو گئی تھیں اور اس کو درد ست کرنا ناممکن تھا۔

انہوں نے بیٹی کو انا کے حوالے کر دیا "اسے جانے دیا اور وہ لاکٹ کھولا جس میں سرو ڈاکہ تقریباً اسی عمر کی تصویر تھی جتنی اس وقت اس بیٹی کی تھی۔ وہ انہیں اور ہیٹ اتار کر انہوں نے میز سے الگ اٹھایا جس میں بیٹے کی مختلف عمروں کے فوٹو تھے۔ وہ فوٹوؤں کا موازنہ کرنا چاہتی تھیں اس لئے انہیں الگ سے نکالنے لگیں۔ انہوں نے سارے فوٹوؤں کو نکال لیا۔ بس ایک آخری اور سب سے اچھا فوٹو رہ گیا تھا۔ وہ سفید قلعے پہنے کر سی پر بیٹھا آنکھیں نیچے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ یہ اس کے چہرے کا سب سے مخصوص اور سب سے اچھا نثر تھا۔ چھوٹے چھوٹے سلیقہ مند ہاتھوں سے جو آج ایک خاص تناؤ کے ساتھ اپنی سفید پتلی پتلی آنکھوں کو حرکت دے رہے تھے انہوں نے فوٹو کو کئی بار کوٹنے سے پکڑ کر کھینچا لیکن فوٹو پھٹ گیا تھا اور وہ اسے نہ نکال سکیں۔ کاغذ

بچے "اور وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ باپ کے بارے میں بتایا جا رہا تھا اور یہ کہ ماں اور باپ کی ملاقات ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ تو وہ سمجھ گیا لیکن ایک بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ ماں کے چہرے پر خوف اور شرم کیوں چھا گئی تھی؟ وہ قصور وار تو نہیں ہیں لیکن ان سے ڈرتی اور کسی وجہ سے شرمندہ ہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ سوال کرے جس سے اس کا یہ شک دور ہو جاتا لیکن یہ نہیں کر سکا۔ اس نے دیکھا کہ ماں کو دکھ ہو رہا ہے اور اسے ان کے اوپر بڑا ترس آیا۔ وہ چپ چاپ ان سے لپٹ گیا اور پھر سرگوشی میں ان سے بولا:

"ابھی مت جائیے۔ وہ جلدی نہیں آئیں گے۔"

ماں نے اس کو اپنے سے ذرا الگ کیا تاکہ سمجھ سکیں کہ کیا وہ وہی سوچ رہا ہے جو کہہ رہا ہے۔ اور اس کے سے ہوئے چہرے پر انہوں نے پڑھ لیا کہ صرف یہی نہیں کہ وہ باپ ہی کے بارے میں بات کر رہا تھا بلکہ ان سے پوچھ بھی رہا تھا کہ اسے باپ کے بارے میں کس طرح سوچنا چاہئے۔

"سرو ڈاکہ میرے دوست" انہوں نے کہا "ان سے محبت کرو۔ وہ مجھ سے زیادہ اچھے اور نیک ہیں اور میں ان کی قصور وار ہوں۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو تم خود ہی سمجھ جاؤ گے۔"

"آپ سے زیادہ اچھا کوئی نہیں۔" اس نے انتہائی نامیدی سے چیخ کر رو پانے ہوتے ہوئے کہا اور ان کو کندھوں سے پکڑ کر انہیں پوری قوت سے بھیج کر "تاؤ سے کاٹتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ لپٹا لے گا۔"

"میری جان" پیارا میرا "آنا نے کہا اور وہ بھی چپکے چپکے بچوں کی طرح رونے لگیں جیسے وہ رو رہا تھا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور واسلی لوکیچ اندر آئے۔ دوسرے دروازے کے پاس پاؤں کی چاپ سنائی دی اور کھلائی نے ڈری ہوئی سرگوشی میں کہا۔

"آ رہے ہیں" اور آنا کی ہیٹ انہیں تھما دی۔

سرو ڈاکہ بستر ڈھبے پر اور ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر سکیاں لے لے کر رونے لگا۔ آنا نے اس کے ہاتھوں کو چہرے پر سے ہٹایا "ایک بار اور اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو پیار کیا اور تیز تیز قدموں سے دروازے سے نکل گئیں۔ اگلی سی الگ سا دروازہ ان کے بالکل سامنے ہی پڑ گئے۔ آنا کو۔ بچہ کر رہ گئے اور انہوں نے تھکسا "مرحبا"۔

جو کچھ انہوں نے ابھی ابھی سرو ڈاکہ سے کہا تھا کہ وہ ان سے زیادہ اچھے اور نیک ہیں اس کے باوجود اس سرسری نظر میں جو انہوں نے اگلی سی الگ سا دروازہ پر ڈالی تھی ان کی ساری شخصیت کو تمام تفصیلات کے ساتھ دیکھ لیا اور ان کے لئے اپنے دل میں غافراور کینہ اور بے نیے کے سلسلے میں رشک و حسد محسوس کیا۔ انہوں نے جلدی سے اپنی نقاب گرائی اور قدم بڑھا کر تقریباً ہاتھی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئیں۔ جو کھولنے انہوں نے کل اتنی محبت اور رنج کے ساتھ دکان سے پسند کر کے خریدے تھے انہیں وہ کھول بھی نہ پائی تھیں اور ویسے ہی اپنے ساتھ واپس لئے چلی گئیں۔

آنا کے دل میں اپنے بیٹے سے ملنے کی خواہش چاہے کتنی شدید کیوں نہ رہی ہو اور اس کے لئے چاہے انہوں نے کتنے ہی دنوں تک سوچا اور تیاری نہ کی ہو لیکن اس کی توقع انہیں ہرگز نہ تھی کہ ان پر اس ملاقات کا اتنا گہرا اثر پڑے گا۔ ہوٹل میں اپنے اکیلے سوئیٹ میں واپس آکر وہ دیر تک یہ نہ سمجھ سکیں کہ یہاں کس لئے



تراش میز پر تھامیں اور انہوں نے پاس ی رکھے ہوئے ایک فون کو لے کر یہ دروہی کا فون تھا جو روم میں لپکا تھا جس میں وہ گول بیٹ لگائے تھا اور اس کے بال لمبے تھے) اس سے بیٹے کے فون کو کھینچا۔ "ہاں یہ رہے وہ" انہوں نے دروہی کے فون کو دیکھ کر کہا اور اچانک انہیں یاد آ گیا کہ ان کے موجودہ رنج کا سبب کون تھا۔ صبح بھر دروہی کا خیال انہیں ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن اب اچانک اس مردانہ شیطانی چہرے کو دیکھ کر جس سے وہ اتنی اچھی طرح واقف تھیں اور جو اس کے لئے اتنا پیارا تھا انہوں نے اس کے لئے محبت کا غیر متوقع اہبار محسوس کیا۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟ وہ میرے دکھ اور پریشانیوں کے ساتھ اکیلے مجھے چھوڑ کیسے جاتے ہیں؟" اچانک انہوں نے خشکی کے احساس کے ساتھ سوچا۔ وہ بھول گئیں کہ انہوں نے خود ہی بیٹے سے متعلق ساری باتوں کو اس سے چھپایا تھا۔ انہوں نے اس کے پاس کھلو سمجھا کہ وہ ابھی ان کے پاس آجائے اور صبر سے ہونے والے ساتھ وہ الفاظ سوچنے لگیں جن میں وہ اسے سب کچھ بتا دیں گی اور اس کی طرف سے محبت کے اس اظہار کا تصور کر کے انتظار کرنے لگیں جس سے انہیں تسکین مل جائے گی۔ جسے سمجھا تھا وہ یہ جواب لے کر آیا کہ ان کے پاس کوئی آیا ہوا ہے لیکن وہ ابھی آجائیں گے اور یہ پوچھا گیا ہے کہ کیا وہ ان کے ساتھ پرئس یا شوین سے مل سکتی ہیں جو پریئرس برگ آئے ہوئے ہیں۔ آنا نے سوچا "اکیلے نہیں آئیں گے اور کل دن کے کھانے کے وقت سے مجھ سے نہیں ملے ہیں۔ آئیں گے بھی تو اس طرح نہیں کہ میں ان سے سب کچھ سکوں بلکہ یا شوین کے ساتھ آئیں گے۔" اور اچانک ان کے ذہن میں ایک عجیب خیال آیا۔ اگر وہ اب مجھ سے محبت نہیں کرتے تو؟

اور پچھلے دنوں کا جائزہ لینے پر انہیں لگا کہ ہر چیز میں انہیں اپنے اسی ہمایا کہ خیال کی تائید نظر آتی ہے اس میں بھی کہ کل اس نے کمر کھانا نہیں کھایا اس میں بھی کہ اس نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ پریئرس برگ میں وہ الگ الگ رہیں اس میں بھی کہ اس وقت وہ اکیلا نہیں آ رہا تھا جیسے روڈ رو ملاقات سے گریز کر رہا ہو۔ "لیکن ایسا ہے تو مجھے یہ بتانا چاہئے۔ مجھے یہ جاننا چاہئے۔ اگر مجھے یہ پتہ ہو گا تو پھر مجھے معلوم ہو گا کہ میں کیا کروں" انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ ان میں اس حالت کا تصور کرنے کا دم نہیں تھا جس میں وہ اس کی بے نیازی کا یقین ہونے کے بعد پہنچ جائیں گی۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ دروہی اب ان سے محبت نہیں کرتا وہ خود کو انتہائی ناامیدی سے بہت قریب محسوس کر رہی تھیں اور اس کے نتیجے میں وہ خود کو خاص طور سے پہچانی حالت میں محسوس کر رہی تھیں۔ انہوں نے خادمہ کو بلایا اور سنگار کے کمرے میں چلی گئیں۔ کپڑے تبدیل کرنے میں انہوں نے سنگار میں اس سے کہیں زیادہ وقت صرف کیا جتنا کہ وہ ان دونوں میں کرتی تھیں گویا وہ جو اب ان سے محبت نہیں کرتا تھا پھر سے اس لئے ان سے محبت کرنے لگے گا کہ وہ ایسے کپڑے پہنے تھیں اور ایسے بال بنائے تھیں جو ان پر سب سے زیادہ پیچھے تھے۔

وہ ابھی تیار بھی نہیں ہو پائی تھیں کہ انہوں نے کھنٹی کی آواز سنی۔

جب وہ ڈرائنگ روم میں آئیں تو ان کی نظریں دروہی سے نہیں بلکہ یا شوین سے چار ہوئیں۔ دروہی ان کے بیٹے کے فون کو دیکھ رہا تھا جنہیں وہ میز پر بھول گئی تھیں اور اس نے ان کی طرف نظر اٹھانے میں جلدی نہیں کی۔

"تم تو پہلے مل چکے ہیں" انہوں نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ بوکھلائے ہوئے یا شوین کے (جو اس کے زبردست ڈیل ڈول اور بھڑوے چہرے کے پیش نظر اتنا عجیب لگ رہا تھا) بڑے سے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "پچھلے

سال ملے تھے، مگر ڈوڈ کے مقابلوں میں۔ مجھے دے دیجئے" انہوں نے تجزی سے دروہی کے ہاتھ سے بیٹے کے فون لیتے ہوئے کہا جنہیں وہ دیکھ رہا تھا اور معنی خیز طور پر چمکتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "اس سال دو ڈیس اچھی رہیں؟" ان کی بجائے میں نے روم کے ریس کورس پر دو ڈیس دیکھیں۔ لیکن آپ کو تو بیرونی ممالک کی زندگی پسند نہیں" انہوں نے شفقت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے اور آپ کے ہر ذوق کے بارے میں جانتی ہوں حالانکہ ملی تو آپ سے کم ہی ہوں۔"

"اس کا مجھے برا افسوس ہے اس لئے کہ ذوق تو میرے سب سے بڑے ہیں" یا شوین نے اپنی باتیں مونچھ کو چباتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد اور یہ دیکھ کر کہ دروہی نے اپنی گھڑی پر نظریں یا شوین نے آنا سے پوچھا کہ کیا وہ پریئرس برگ میں ابھی زیادہ دنوں رہیں گی اور اپنے زبردست ڈیل کو سیدھا کرتے ہوئے اپنی کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"لگتا ہے زیادہ دنوں نہیں" انہوں نے گزیرا کر دروہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا اب ملاقات نہ ہوگی؟" یا شوین نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر دروہی سے مخاطب ہو کر بولا "تم

کھانا کھا کر رہو؟"

"آپ کھانے کے لئے میرے ہاں آجائے" آنا نے فیصلہ کن انداز میں کہا جیسے وہ اپنی گزیرا ہٹ پر اپنے آپ سے ناراض ہو گئی ہوں۔ لیکن ان کا چہرہ سرخ ہو گیا جیسے کہ پیشہ ہو جاتا تھا جب وہ کسی نئے شخص کے سامنے اپنی صورت حال کا ذکر کرتی تھیں۔ "کھانا تو یہاں اچھا نہیں ہوتا لیکن آپ کم سے کم ان سے مل تو لیں گے۔" اگلیسٹی اپنی رجنٹ کے سارے ساتھیوں میں کسی سے اتنی محبت نہیں کرتے جتنی آپ سے۔

"بڑی خوشی ہے" یا شوین نے مسکراتے ہوئے کہا جس سے دروہی نے یہ دیکھ لیا کہ اسے آنا بہت اچھی لگیں۔

یا شوین نے اجازت لی اور چلا گیا۔ دروہی ٹھہر گیا۔

"کیا تم بھی جا رہے ہو؟" آنا نے اس سے کہا۔

"مجھے ویسے ہی دیر ہو چکی ہے" اس نے جواب دیا۔ "تم جاؤ! میں ابھی تمہیں آلوں گا" اس نے پکار کر

یا شوین سے کہا۔

انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور نگاہیں ہٹائے بغیر دل ہی دل میں سوچنے لگیں کہ کچھ کہیں تاکہ اسے روک سکیں۔

"تم ڈرا ٹھہرو، مجھے کچھ کہنا ہے" اور اس کے غصے کا ہاتھ کو لے کر اسے اپنے گال پر رکھ کر دیا۔ "ہاں کوئی

ہرج تو نہیں ہے کہ میں نے انہیں کھانے پر بلایا؟"

"بہت اچھا کیا" اس نے پر سکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا "اس کے ہوا مضبوط دانت دکھائی دے گئے اور اس نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

"اگلیسٹی، تم میری طرف سے بدل تو نہیں گئے؟" انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو دباتے

ہوئے کہا۔ "اگلیسٹی، مجھے یہاں بڑی کوفت ہوئی۔ ہم کب جائیں گے؟"

"جلدی، جلدی۔ تم کو یقین نہیں کہ یہاں ہماری زندگی میرے لئے بھی کتنی تکلیف دہ ہے" اس نے کہا



جب دروہشی ہوئی میں واپس آیا تو آنا اپنے سوئیٹ میں نہیں تھیں۔ اس کو بتایا گیا کہ اس کے جانے کے بعد کوئی خاتون آئی تھیں اور وہ ان کے ساتھ چلی گئیں۔ یہ کہ وہ چلی گئیں یہ بتائے بغیر کہ کہاں جا رہی ہیں یہ کہ وہ ابھی تک نہ آئی تھیں یہ کہ وہ صبح کو بھی کہیں گئی تھیں بغیر اسے کچھ بتائے ہوئے۔ اس سب سے اور اس کے ساتھ ہی آج صبح کو ان کے چہرے کے عجیب عجیبی سے تاثر کو اور اس معاندانہ لمبے کو یاد کر کے جس سے انہوں نے اس کے ہاتھ سے بیٹے کا فوٹو تقریباً چھین لیا تھا وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے طے کیا کہ ان کے ساتھ صاف صاف باتیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ انہیں کے ڈرائنگ روم میں ان کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن آنا اکیلی نہیں واپس آئیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی چچی بوڑھی ان بیباکی پر نس ابو نکایا کو بھی لائیں۔ یہ وہی تھیں جو صبح کو آئی تھیں اور جن کے ساتھ آنا خریداری کرنے گئی تھیں۔ آنا نے جیسے دروہشی کے چہرے کے تاثر کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جو فکر مند اور سوالیہ تھا۔ وہ خوش خوش اسے بتاتی رہیں کہ انہوں نے آج صبح کیا کیا خریدا۔ اس نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوئی خاص بات ہوئی ہے۔ چمکتی ہوئی آنکھوں میں جب وہ ڈرائنگ کے لئے اس کے چہرے پر گھٹیں تباہ بھری توجہ ہوتی تھی اور باتوں میں نیز حرکات و سکنات میں وہی اعصابی پھرتی اور لطافت تھی جو ان کی قربت کے شروع کے دنوں میں اسے اتنی دلنوازا معلوم ہوتی تھی لیکن اب ان سے اسے تشویش ہوتی تھی اور ڈر لگتا تھا۔

چار آدمیوں کے لئے کھانے کی میز لگائی گئی۔ سب لوگ کھانے کے چمچوں سے کمرے میں جانے کے لئے اٹھتے ہوئے ہی تھے کہ تو بیکوچ پر نس بیٹھی کے پاس سے آنا کے لئے ایک پیغام لے کر آیا۔ پر نس بیٹھی نے معذرت کرنے کی درخواست کی تھی کہ وہ رخصت ہونے کے لئے نہیں آئیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی لیکن انہوں نے آنا سے درخواست کی تھی کہ وہ ساڑھے چھ اور نو بجے کے بیچ میں ان سے ملنے کے لئے آئیں۔ اس مقرر کردہ وقت کے ذکر پر دروہشی نے آنا کے چہرے پر نظریں اس سے ظاہر ہوا تھا کہ بیٹھی نے ایسے اقدامات کر لئے ہیں کہ آنا سے کسی کا سامنا نہ ہو۔ لیکن آنا نے جیسے اس کی طرف دھیان ہی نہ دیا تھا۔ انہوں نے ذرا سا مسکراتے ہوئے کہا ”بڑا افسوس ہے کہ ساڑھے چھ سے نو بجے کے درمیان ہی نہیں آ سکتی۔“

”پر نس کو بڑا افسوس ہو گا۔“

”اور مجھے بھی۔“

”آپ غالباً جانتی کو سننے تو جا رہی ہیں؟“

”جانتی؟ آپ نے مجھے بڑا چھا خیال بھجایا۔ اگر باکس مل جاتا تو میں جا سکتی تھی۔“

”میں حاصل کر سکا ہوں“ تو بیکوچ نے پیش کش کی۔

”میں آپ کی بہت بہت شکر گزار ہوں گی“ آنا نے کہا۔ ”کیا ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوں

مے؟“

دروہشی نے ذرا سا اپنے کندھے ہلائے۔ اس کی بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آنا کیا کر رہی ہیں۔ کس لئے وہ ان بوڑھی پر نس کو ساتھ لائی تھیں کس لئے تو بیکوچ کو کھانے پر روکا اور سب سے تعجب خیز بات یہ کہ کس لئے اسے باکس کا بندوبست کرنے کو کہا؟ کیا واقعی ان کی حالت میں یہ سوچا بھی جاسکتا ہے کہ وہ جانتی کے پروگرام میں جائیں جہاں ان کی جان بچان کا پورا سحاشہ موجود ہو گا؟ اس نے عجیبہ نظروں سے انہیں دیکھا لیکن اس کے جواب میں انہوں نے اسے لٹکارنے کی سی نظر سے دیکھا جو خوشی کی تھی نہ ناامیدی کی اور جس کے معنی اس کی سمجھ میں نہیں آئے۔ کھانے کے دوران میں آنا بڑے جارحانہ انداز میں خوش تھیں۔ انہوں نے تو بیکوچ اور یا شوین کے ساتھ عشوہ واداکا انداز برتا۔ جب سب لوگ کھانے کی میز سے اٹھے اور تو بیکوچ باکس کا بندوبست کرنے چلا گیا اور یا شوین سگریٹ پیٹے تو دروہشی بھی اس کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ دو ڈکرا کر گیا۔ آنا نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ وہ سفید ریشم وٹمنٹ کا لباس پہنے تھیں جو انہوں نے بیس میں سہا تھا اور جس کا صدر کھلا ہوا تھا اور سر پر وہ بڑی قیمتی لیس پہنے تھیں جو ان کے چہرے پر حاشے کی طرح لگی ہوئی تھی اور ان کی روشن خوبصورتی اس سے خاص بنانکھن کے ساتھ نمایاں ہو گئی تھی۔

”آپ بچ بچ جھیر جھیر کی؟“ اس نے ان کی طرف نہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”آپ اس قدر ڈر کر کیوں پوچھ رہے ہیں؟“ پھر اس بات پر برامان کر کہ اس نے ان کی طرف نہیں دیکھا“ آنا نے کہا۔ ”آخر میں کیوں نہ جاؤں؟“

وہ جیسے اس کے لفظوں کے معنی ہی نہیں سمجھیں۔

”ظاہر ہے کہ کوئی وجہ نہیں ہے“ اس نے بھوس بھوس کر کہا۔

”جی تو میں بھی کہہ رہی ہوں“ انہوں نے دانستہ طور پر اس کے لمبے کے ٹھکڑے نہ سمجھتے ہوئے اور سکون کے ساتھ اپنے پر فہم لگے لمبے دستاؤں کو اٹھتے ہوئے کہا۔

”آنا خدا کے لئے ایہ ہوا کیا آپ کو؟“ اس نے ان سے فریاد کی کرتے ہوئے بالکل ویسے ہی کہا جیسے کسی زمانے میں ان کے شوہران سے بات کرتے تھے۔

”میری سمجھ میں نہیں آیا آپ کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔“

”آپ جانتی ہیں کہ جانا ممکن نہیں ہے۔“

”کیوں؟ میں اکیلی تو نہیں جا رہی ہوں۔ پر نس دارو دار لباس تبدیل کرنے گئی ہیں وہ میرے ساتھ

جائیں گی۔“

اس نے اس طرح کندھے ہلائے جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے اور وہ سخت ناامید ہو چکا ہے۔

”لیکن کیا واقعی آپ نہیں جانتیں...“ اس نے کنا شروع کیا۔

”اور میں جانا چاہتی بھی نہیں!“ انہوں نے تقریباً جھجک کر کہا۔ ”نہیں چاہتی۔ کیا میں اس پر بھجتا رہی ہوں

جو میں نے کیا؟ نہیں نہیں اور نہیں۔ اور پھر کرنا ہو تو پھر وہی کروں گی۔ ہمارے لئے میرے لئے اور آپ کے

لئے صرف ایک چیز اہم ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اور دوسری کسی چیز کی کوئی پروا نہیں۔

آخر کس لئے ہم یہاں الگ الگ رہتے ہیں اور ملتے نہیں؟ میں کیوں نہیں جا سکتی؟ میں تم سے محبت کرتی ہوں

اور میرے لئے سب برابر ہے“ انہوں نے روسی میں اس خاص طور سے اور اس کے لئے ناقابل فہم چمکتی

آنکھوں سے دیکھ کر کہا ”بشرطیکہ تم نہیں بدل گئے۔ آخر تم میری طرف دیکھ کیوں نہیں رہے ہو؟“



اس نے ان کو دیکھا۔ اس نے ان کے چہرے اور جدمج کی ساری خوبصورتی کو دیکھا جو ان پر ہمیشہ چھٹی تھی۔ لیکن اس وقت ان کی خوبصورتی اور خوش وضعی وہ چیز تھی جس پر اسے جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔  
 ”آپ جانتی ہیں کہ میرے جذبات نہیں بدل سکتے لیکن میں درخواست کرتا ہوں کہ نہ جائیے، آپ سے منت کرتا ہوں“ اس نے پھر فرائضی میں آواز میں شفقت آمیز اچھا لیکن نظروں میں سرد مری کے ساتھ کہا۔  
 انہوں نے الفاظ تو سنے نہیں لیکن نظروں کی سرد مری دیکھی اور جھنجھلا کر جواب دیا:  
 ”اور میں آپ سے یہ بتانے کی درخواست کرتی ہوں کہ کیوں مجھے نہ جانا چاہئے۔“  
 ”اس لئے کہ اس سے خود آپ کو...“ وہ ہچکچایا۔

”کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یا شوہن تو نے پاؤں پر وجہ (27) اور پرس وار وار ادوسروں سے کسی طرح بری نہیں ہیں۔ اور وہ آہی گئیں۔“

### 33

دروہشی کو پہلی بار آتنا پر جھنجھلاہٹ کا ”تقریباً غصے کا احساس ہوا کہ وہ جان بوجھ کر اپنی حالت کو نہیں سمجھ رہی ہیں۔ اور یہ احساس اس وجہ سے شدید تر ہو گیا تھا کہ وہ ان کے سامنے اپنی جھنجھلاہٹ کے سبب کا اظہار نہ کر سکا تھا۔ اگرچہ کچھ وہ سوچتا تھا وہ ان سے براہ راست کہہ دیا ہو تا تو اس نے کہا ہوا کہ ”اس جدمج کے ساتھ“ ان پر نس کے ساتھ ”جنہیں سب جانتے ہیں“ تعریف میں نمودار ہونے کا مطلب صرف اپنے آپ کو گری ہوئی عورت تسلیم کر لیتا ہی نہیں بلکہ معاشرے کو لٹکارنا یعنی ہمیشہ کے لئے اس سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔“  
 یہ وہ ان سے نہیں کہہ سکا تھا لیکن اپنے آپ سے اس نے کہا ”لیکن وہ کیسے اس بات کو سمجھ نہیں سکتیں اور ان کے اندر ہو کیا رہا ہے؟“ اس نے محسوس کیا کہ کیسے اس کے دل میں بیک وقت ان کے لئے احرام کم ہو گیا اور ان کی خوبصورتی کا احساس بڑھ گیا۔

بھوسیں سیٹھڑے ہوئے وہ اپنے کمرے میں واپس آ گیا اور یا شوہن کے پاس بیٹھ کر ’جو کرسی پر اپنی لمبی ٹانگیں پھیلائے بیٹھا تھا اور کنیا کے سلیٹر پانی پی رہا تھا‘ اس نے اپنے لئے بھی دبی آرڈر کیا۔  
 ”تم لاگو فکس کے گھوڑے“ گھوڑے ”مکو تھنی“ کی بات کر رہے تھے۔ گھوڑا اچھا ہے اور میرا تو مشورہ ہے کہ اسے خرید لو“ یا شوہن نے اپنے ساتھی کے اس چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس کے شپے تو پھونٹے پڑے ہیں لیکن ٹانگیں اور سر۔ اس سے اچھے نہیں ہو سکتے۔“

”میں سوچتا ہوں کہ خرید لوں گا“ دروہشی نے جواب دیا۔  
 گھوڑوں کی بات چیت میں اس کا بی تو لگ گیا لیکن آتنا کو وہ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بھولا ’راہ داری میں قدموں کی چاپ پر اس کے کان غیر ارادی طور پر لگ جاتے اور وہ آتش دان پر رکھی گھڑی پر نظر کرتا۔“  
 ”آتنا کا بیٹا نے یہ اطلاع دینے کا حکم دیا ہے کہ وہ حیدر علی گئیں۔“  
 یا شوہن نے جھماکے دیتے ہوئے پانی میں ایک جام کنیا کا اور ڈالا ”اسے پی گیا اور کوٹ کے بٹن لگاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

”تو پھر، چلیں“ اس نے منہ جھونکے نیچے ذرا سا مسکراتے ہوئے کہا اور اس مسکراہٹ سے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ دروہشی کی اداسی کی وجہ سمجھتا ہے لیکن اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

”میں نہیں جاؤں گا“ دروہشی نے اداسی سے جواب دیا۔  
 ”لیکن مجھے تو جانا ہے“ میں نے وعدہ کر لیا ہے۔ اچھا تو پھر ملیں گے۔ چاہو تو اسٹال میں چلو کر اسے کسی کا اسٹال لے لیتا“ یا شوہن نے جاتے ہوئے اضافہ کیا۔

”نہیں، مجھے کام ہے۔“  
 ”بیوی ہو تو فکر ہوتی ہے اور عورت بیوی نہ ہو تو اور برا ہوتا ہے“ یا شوہن نے ہونٹ سے نکتے ہوئے سوچا۔

دروہشی اکیلا رہ گیا تو کرسی سے اٹھا اور کمرے میں ٹپٹنے لگا۔  
 ”اور آج کیا؟ چوتھا دن ہے پروگرام کا... نیکور اپنی بیوی کے ساتھ وہاں ہے اور غالباً اب بھی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا بیٹرس برگ وہاں ہے۔ اب وہ داخل ہو گئیں، فرکوٹ اتار اور روشنی میں آگئیں۔ تو نکھیچ، یا شوہن پر نس وار وار...“ وہ تصور کر رہا تھا۔ ”اور میں کیا ہوں؟ یا تو میں ڈرتا ہوں یا ہمیشہ میں نے ان کی سرپرستی تو نکھیچ کے سپرد کر دی ہے؟ جس طرح بھی دیکھو، یہ تو قوی، بالکل یہ تو قوی ہے... اور کس لئے وہ مجھے ایسی حالت میں ڈال رہی ہیں؟“ اس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

اپنی اس حرکت سے وہ اس چھوٹی میز سے ٹکرایا جس پر سلیٹر پانی کی بوتل اور کنیا کی ابرق رہی تھی اور وہ گرتے گرتے پڑی۔ اس نے میز کو پکڑ لیا چاہا تو وہ لڑھک گئی۔ جھنجھلاہٹ میں اس نے میز کو ٹھوکر ماری اور خدشہ گار کے لئے کھٹنی بجاتی۔

”اگر تم میرے ہاں ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اپنے کام کا دھیان رکھا کرو۔ تاکہ یہ نہ ہو۔ تم کو یہ چیزیں ہٹا کر کرہ ٹھیک کر دینا چاہئے۔“

خدشہ گار سمجھ رہا تھا کہ اس کا کوئی تصور نہیں ہے اور اپنی صفائی دینا چاہتا تھا لیکن اس نے نالک کو دیکھا اور ان کے چہرے سے سمجھ گیا کہ چپ ہی رہنا چاہئے۔ اور جلدی سے ادھر آ کر وہ قالین پر جھک گیا اور سالم اور ٹوٹے ہوئے جام اور بوتلیں اٹھانے لگا۔

”یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ ویٹر کو بھیجو، وہ صفائی کر دے گا۔ اور میرے لئے فرائک کوٹ تیار کرو۔“

دروہشی ساڑھے آٹھ بجے حیدر میں داخل ہوا۔ شوا اپنے شباب پر تھا۔ بائس کے بوڑھے ٹھکانے دروہشی کا فرکوٹ اتارتے ہوئے اسے پہچان کر اسے ”عالی مرتبت“ کہہ کر خطاب کیا اور کما کوٹ کے لئے نمبر لینے کی کوئی ضرورت نہیں، بس نیو دور کو پکار لیجئے گا۔ روشن راہ داری میں سوائے بائس کے اس ٹھکانے اور دو خدشہ گاروں کے، جو اپنے ہاتھوں پر فرکوٹ لئے دروازے کے پاس کھڑے سن رہے تھے، اور کوئی بھی نہ تھا۔ دروازے کے ادھر سے آرکسٹرا کی غماط اور بہت سی بچی تلی شکست کی اور ایک عورت کی آواز سنائی دے رہی تھی جو موسیقی کے ایک فقرے کو بار بار وضاحت کے ساتھ ادا کر رہی تھی۔ دروازہ کھلا ”اس میں سے ایک بائس کا ٹھکانا دیک کر کلن آیا اور موسیقی کا وہ فقرہ ختم کے قریب دروہشی کو بالکل صاف سنائی دیا۔ لیکن دروازہ فوراً ہی بند ہو گیا اور دروہشی فقرے کا اختتام پر اور بگانہ گائے جانے والے موسیقی کے عمدہ حصے کو نہ سن پایا تھا کہ دروازے کے ادھر سے ٹائیلز کا پڑ زور شور سن کر وہ سمجھ گیا کہ موسیقی کا عمدہ حصہ بھی ختم ہو گیا۔ بسبب وہ قانونوں اور گیس کے دیواری بریکٹوں سے خوب روشن ہال میں پہنچا تو شور تب تک جاری تھا۔ اسٹیج پر منفیہ عیاں کندھوں اور بیروں سے دھکی ہوئی شکرینے کا اظہار کرنے کے لئے تعظیم کر رہی تھی اور مسکرا رہی تھی اور



بلند آواز گھنٹی مفتی کی مدد سے جو اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، فٹ لائنوں کے پار پھینکے جانے والے گلدستوں کو جمع کر رہی تھی۔ پھر وہ ایک صاحب کی طرف بڑھی جو پوچھنے لگے، "ہیکے ہالوں میں سچ سے مانگ نکالے اپنے لیے ہاتھوں سے کوئی چیز فٹ لائنوں کے اس پار بڑھا رہے تھے۔" اور اسٹال نیز ہاتھوں کی ساری پبلک کسمپرسی تھی، آگے کو گردن بڑھا کر دیکھ رہی تھی، "سچ رہی تھی اور تائیاں بجا رہی تھی۔ وہ صاحب جو چیز دے رہے تھے اس کو مضیہ تک پہنچانے میں کندہ کرنے اپنی اونچی چوکی پر سے ہڈی اور اپنی سفید ٹائی کو درست کیا۔ درودھی سچ اسٹال میں آگیا اور رک کر اس نے اوپر اوپر نظر ڈالی۔ آج اس نے جانے پہچانے مانوس ماحول کی طرف 'اسٹیج' کی طرف، اس شور کی طرف، اس کھانچے بھرے ہوئے صوفے میں تاثرین کے جانے پہچانے، غیر دلچسپ، رنگا رنگ، مجمع کی طرف ہمیشہ سے کم توجہ کی۔

ہمیشہ کی طرح ہاتھوں میں دی کچھ خواتین تھیں اور پس منظر میں دی افسران، دی مختلف رنگوں والی، خدا ہی جانے کون، عورتیں تھیں اور وردیاں اور سیاہ جیکٹ، ٹیکری میں دی گندز، جیمز تھی۔ اور اس سارے مجمع میں ہاتھوں میں اور پکلی صوفوں میں کوئی کھانچے کے قریب اصلی لوگ تھے۔ مرد اور عورتیں۔ اور اس ٹھکانے کی طرف درودھی نے فوراً توجہ کی اور ان کے ساتھ اس نے فوراً رابطہ قائم کر لیا۔

جب وہ داخل ہوا تھا تو ایک ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ اپنے بھائی کے ہاتھوں میں نہیں گیا بلکہ پہلی صف تک جا کر فٹ لائنوں کے پاس سیر پر خوشگونی کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو ایک گھٹا موڑے ایڑی سے فٹ لائنوں کی دیوار پر کھٹکھٹ کر رہا تھا۔ اس نے درودھی کو دور سے دیکھ کر مسکرا کر اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

درودھی نے ابھی تک آنکھ نہ دیکھا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر اوپر نظری نہیں اٹھائی۔ مگر لگا ہوں کے رخ سے وہ جانتا تھا کہ آنکھ میں اس نے نظریں بچا کر اوپر کو دیکھا لیکن اس نے ان کو نہیں تلاش کیا۔ بدتر کی توقع کرتے ہوئے اس نے الکسی الکساندر روڈ کو تلاش کیا۔ اس کی خوش قسمتی سے اس بار الکسی الکساندر روڈ صوفے میں نہیں تھے۔

"تم میں فوٹی کی سی بات کتنی کم رہ گئی ہے!" سیر پر خوشگونی نے درودھی سے کہا۔ "سیر، فنکار، تم تو ایسے کچھ لگتے ہو۔"

"ہاں میں جیسے ہی گھر پہنچا دیسے ہی میں نے فراک کوٹ پہن لیا" درودھی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور آہستہ سے اس نے ہینڈ کیو لڑ نکالے۔

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس میں تو مجھے تم پر رنج آتا ہے۔ جب میں پردیس سے واپس آتا ہوں اور انہیں پنتا ہوں" اس نے کندھے پر لگے ہوئے اپنے عمدے کے نشان کو چھوا "تو مجھے آزادی سے محروم ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔"

سیر پر خوشگونی نے کافی دنوں سے درودھی کی ملازمتی سرگرمی سے اپنے ہاتھ دھولے تھے لیکن اس سے محبت وہ پہلے ہی جیسی کرنا تھا اور اس وقت اس کے ساتھ خاص مناعت سے پیش آ رہا تھا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم پہلے ایکٹ کے لئے دیر سے پہنچے۔"

درودھی ایک کان سے سن رہا تھا اور اپنے ہینڈ کیو لڑ کو درمیان ہاتھوں کے ہاتھوں کی قطاری طرف حرکت دیتے ہوئے اس نے ہاتھوں کو دیکھا۔ دستار پہنے ایک عورت اور ایک گھنے بوڑھے کے پاس، جس نے حرکت کرتے ہوئے ہینڈ کیو لڑ کے شیشے میں صاف سے پلکیں بچھکائیں، درودھی نے اچانک آنکھ کے چرے کو دیکھ لیا جو

لیس کے حاشے میں بہت پر غرور خوبصورت تھا اور مسکرا رہا تھا۔ وہ ہاتھوں کی پانچویں قطار میں اس سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر تھیں۔ وہ ہاتھوں کے اگلے حصے میں بیٹھی تھیں اور ذرا سا مڑ کر یا شون سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ ان کے خوبصورت چوڑے کندھوں پر ان کے سر کا ٹھنڈا اور ان کی آنکھوں اور پورے چہرے کی ضبطی ہوئی بیٹھائی سی دمک دیکھ کر اسے وہ بالکل دیکھی دیکھائی دیں جیسی اسے یاد آیا کہ اس نے انہیں ہاتھوں کے بال میں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت اس نے ان کی خوبصورتی کو بالکل ہی دوسری طرح سے محسوس کیا۔ اب اس کے دل میں ان کے لئے جو احساس تھا اس میں کوئی بھی چیز پر اسرار نہ تھی اس لئے ان کی خوبصورتی نے، "وہ حالہ تک پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اسے اپنی طرف کھینچا لیکن اس کے ساتھ ہی اسے انہیں بھی پہنچائی۔ وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہی تھیں لیکن درودھی نے محسوس کیا کہ انہوں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

جب درودھی نے پھر اس طرف اپنے ہینڈ کیو لڑ موڑے تو اس نے دیکھا کہ پرس وادوار کا چہرہ خاص طور سے سرخ ہو گیا تھا اور وہ غیر رفتاری انداز میں ہنس رہی تھیں اور براہِ ایلے ہاتھوں کو دیکھنے جاری تھیں۔ آنا نے کچھ گونہ کئے ہوئے اس سے ہاتھوں کی سرخ گھٹل کی دیوار پر کھٹکھٹ کر رہی تھیں اور کسی طرف دیکھ رہی تھیں لیکن براہِ ایلے ہاتھوں میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے نہیں دیکھ رہی تھیں اور بظاہر دیکھنا چاہتی ہی نہیں تھیں۔ یا شون کے چہرے پر وہ تاثر تھا جو اس وقت ہوتا تھا جب وہ تاش میں ہارنا تھا۔ وہ تیوریاں چڑھائے اپنی بائیں مونچھ کو منہ کے زیادہ سے زیادہ اندر لے کر چبائے جا رہا تھا اور نکلیوں سے اسی براہِ ایلے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

اس ہاتھوں میں جو بائیں طرف تھا کہ تاسوف میاں بیوی تھے۔ درودھی ان لوگوں سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ آنا بھی ان لوگوں سے واقف تھیں۔ کہ تاسوف جو دہلی کی پکلی چھوٹی سی عورت تھیں اپنے ہاتھوں میں کھڑی اور آنکھ کی طرف پٹنے کے ہوتے، بے آستین کا لبادہ پہن رہی تھیں جو ان کے شوہر نے انہیں دیا تھا۔ ان کا چہرہ صوفے سے چلتا تھا اور وہ کچھ بڑے بیجان میں کہہ رہی تھیں۔ کہ تاسوف مونٹے سے کچھ آئی تھے۔ وہ آنا پر بار بار نظر اٹھاتے اور بیوی کو تسکین دینے اور چپ کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب بیوی کا ہاتھ گھسی تو شوہر نے دیر تک لیت و لعل کی، آنکھوں آنکھوں میں آنکھ کی نگاہ کو تلاش کرتے رہے۔ غالباً وہ تعظیم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن آنا نے بظاہر جان بوجھ کر ان کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ پیچھے مڑ کر یا شون سے کچھ کہہ رہی تھیں جو اپنا پھونکے ہاتھوں والا سر ان کی طرف جھکانے ہوئے تھا۔ کہ تاسوف بھی چلے گئے، تعظیم کے بغیر، اور ہاتھوں خالی ہو گیا۔

درودھی یہ تو نہیں سمجھا کہ تاسوف میاں بیوی اور آنا کے درمیان ہوا کیا تھا لیکن وہ سمجھ گیا کہ آنا کے لئے کوئی توجہ آمیز بات ہوئی تھی۔ یہ اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے اور سب سے زیادہ آنا کے چہرے سے سمجھا جس سے وہ جان گیا تھا کہ اپنی آخری قوت تک مجتمع کر لی ہے تاکہ جو رول اختیار کیا ہے اس کو نبھایا جا سکے۔ اور غارتھی سکون کا یہ رول اختیار کر لینے میں وہ پوری طرح کامیاب ہو گئی تھیں۔ جو شخص بھی ان کو اور ان کے حلقے کو نہ جانتا ہو اور اس نے درد مندی، مذمت اور تعجب کے وہ سارے کلمات نہ سنے ہوں کہ انہوں نے اپنے کو معاشرے میں دکھانا اور اتنے نمایاں طور پر اپنے کو لیس کی آرائش اور خوبصورتی سمیت دکھانا مناسب سمجھا، وہ تو اس عورت کے سکون اور حسن کی تعریفیں ہی کرنا اور اسے شک بھی نہ ہو تاکہ وہ خود تو اس شخص کی طرح محسوس کر رہی ہیں جسے رسوائی کے ستون سے سربازا رہنا بدھ دیا گیا ہو۔

یہ جان کر کہ کچھ ہوا ہے لیکن یہ نہ جانتے ہوئے کہ کیا ہوا ہے درودھی کو بڑی اذیت ناک تشویش ہوئی اور وہ کچھ معلومات حاصل کرنے کی امید میں بھائی کے ہاتھوں میں گیا۔ جان بوجھ کر اس نے اسٹال سے نکلنے کا وہ راستہ



اختیار کیا جو آتنا کے عین مقابل تھا۔ وہاں سے نکلے ہوئے اس کا سامنا اپنی سابق رجسٹ کے کماؤڑ سے ہو گیا جو اپنی جان بچان کے دو لوگوں سے ہاتھ کر رہے تھے۔ دروہشی نے سنا کہ کار - جینا کا نام لیا جا رہا تھا اور اس نے دیکھا کہ رجسٹ کے کماؤڑ نے کیسے جلدی سے دروہشی کا نام لے کر اسے مخاطب کیا اور ہم کلاسوں کی طرف - معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"ارے دروہشی! رجسٹ کب آؤ گے؟ ہم جیسے بغیر دعوت کے نہیں جانے دیں گے۔ تم تو ہمارے سب سے پرانے اور خاص لوگوں میں ہو" رجسٹ کے کماؤڑ نے کہا۔

"نہیں آپاؤں گا! بہت افسوس ہے، لیکن پھر بھی سہی" دروہشی نے کماؤڑ کیوں پر دوڑتا ہوا اوپر بھائی کے پاس میں گیا۔

بوڑھی کاؤٹس دروہشی کی ماں اپنے فولادی رنگ کی بنیوں سمیت بھائی کے پاس میں موجود تھیں۔ واریا اور پرس سو روکینا سے اس کی ملاقات درمیانی بالنگی کی راہداری میں ہو گئی۔

پرس سو روکینا کو ان کی ماں کے پاس پہنچا کر واریا نے اپنے دوجہ کے بازو کا سار الیا اور فوراً اسی وہ بات چیمڑی جس سے اسے دلچسپی تھی۔ وہ اتنی پریشان تھیں کہ دروہشی نے انہیں کہی اس طرح دیکھا تھا۔

"میں تو سمجھتی ہوں کہ یہ گھٹیا اور شرمناک بات ہے اور مادام کرنا سو داکو کوئی بھی حق نہیں تھا۔ مادام کار - جینا..." واریا نے کہا شروع کیا۔

"ہو کیا؟ مجھے نہیں معلوم۔"

"کیسے تم نے نہیں سنا؟"

"تم سمجھ سکتی ہو کہ میں تو اس کے بارے میں سب کے بعد سنوں گا۔"

"اس کرنا سو داسے بھی زیادہ بری کوئی ہستی ہوگی بھلا؟"

"لیکن انہوں نے کیا کیا؟"

"مجھے میرے شوہر نے بتایا... اس نے کار - جینا کی توہین کی۔ اس کے شوہر اپنے پاس سے آتنا سے ہاتھ کرنے لگے اور کرنا سو داسے ان کے لئے تماشا کھرا کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی توہین آمیز بات کہی اور چلی گئی۔"

"کاؤنٹ آپ کو آپ کی ماماں بتا رہی ہیں" پرس سو روکینا نے دروازے سے بھاٹکتے ہوئے کہا۔

"میں تو کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں" اس سے ماں نے مذاق اڑانے کی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم تو بالکل دکھائی ہی نہیں دیتے۔"

بچنے نہ دیکھ لیا کہ وہ اپنی خوشی کی مسکراہٹ کو ضبط نہیں کر رہی ہیں۔

"سلام ماماں - میں آپ سی کے پاس آیا ہوں" اس نے سرد مہری سے کہا۔

"تم آخر جا کرنے لاکو آمادام کار سنیں (28)؟" انہوں نے پرس سو روکینا کے جانے کے بعد کہا۔

"اےیل نے سینا سیوں۔ اون اوئی لا جتی پر ٹیل" (29)۔

"ماماں! میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ مجھ سے اس سلسلے میں بات نہ کیجئے" دروہشی نے بھویریں کیڑتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تو وہی کہہ رہی ہوں جو سب کہتے ہیں۔"

دروہشی نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور پرس سو روکینا سے دو چار باتیں کر کے چلا گیا۔ دروازے پر اس کی ملاقات بھائی سے ہوئی۔

"ارے! الگسی! بھائی نے کہا۔" کیسی بے ہودگی ہے! یہ قوف عورت! بس اور کچھ نہیں... میں ابھی ان کے پاس جانا چاہتا تھا۔ چلو ساتھ ہی چلیں۔"

دروہشی نے ان کی بات ہی نہیں سنی۔ وہ تیز تیز قدموں سے نیچے گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسے کچھ کرنا چاہئے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا۔ آتنا پر جھنجھلاہٹ اس لئے کہ انہوں نے خود کو اور اسے ایسی ناپسندیدہ صورت حال میں ڈالا اور اس کے ساتھ ہی ان پر رحم کی وجہ سے مگر انہیں تکلیف ہوئی ہوگی، وہ بہت پریشان تھا۔ وہ نیچے پہنچا اور سیدھے درمیانی بالنگی والے پاسوں کی طرف آتنا کے پاس چلا۔ پاس کے پاس اسٹریٹ یوف کھڑے آتنا سے باتیں کر رہے تھے۔

"اونچی آواز میں گانے والے مرد تو اب ہیں ہی نہیں۔ لے مول آئیے بڑے (30)۔"

دروہشی نے آتنا کو تعظیم کی اور اسٹریٹ یوف سے صاحب سلامت کرتے ہوئے وہیں رک گیا۔

"آپ لگتا ہے دیر میں آئے اور آپ نے بہت سی عمدہ پگاند نقد تو سنا ہی نہیں" آتنا نے دروہشی سے اسے لگا کر مذاق اڑانے کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے موسیقی کی سمجھ ویسے بھی زیادہ نہیں ہے" اس نے تندی کے ساتھ انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جیسے پرس یا شوین" وہ مسکراتے ہوئے بولیں "جن کو لگتا ہے کہ پتی بہت زور سے گاتی ہیں۔"

"شکر یہ آپ کا" انہوں نے اپنے چھوٹے سے دستانہ پوش ہاتھ میں شو کا پروگرام لیتے ہوئے کہا جو گرمی تھا اور دروہشی نے اٹھا کر دیا تھا۔ اور اچانک اس وقت ان کا خوبصورت چہرہ کپکپا گیا وہ انہیں اور پاس میں بالنگ بچے چلی گئیں۔

یہ دیکھ کر کہ اگلے ایکٹ میں آتنا کا پاس خالی ہے، دروہشی اپنی جگہ سے اٹھا اور ناظرین کی "شش شش" کی آوازوں میں سے گزر کر جو پگاند غنائی گیت چیمڑے جانے پر خاموش اور ساکت بیٹھے تھے، اسٹال سے نکل آیا اور اپنے ہوٹل آیا۔

آتنا اپنے سوئیٹ میں پہنچ چکی تھیں۔ جب دروہشی ان کے ہاں پہنچا تو وہ اسی جج کے ساتھ جس میں چیمبر مئی تھیں، اکیلی تھیں۔ وہ دو چار کے پاس پہلی ہی کرسی پر بیٹھی اپنے سامنے گئے جاری تھیں۔ انہوں نے دروہشی کی طرف دیکھا اور پھر اسی پہلے والے انداز میں ہو گئیں۔

"آتنا" اس نے کہا۔

"تمہارا تمہارا قصور ہے سارا!" وہ انتہائی ناامیدی اور غصے سے روہانی آواز میں بچیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں نے انتہائی تم سے منت کی کہ مت جاؤ میں جانتا تھا کہ تمہارے لئے بد مزگی ہوگی..."

"بد مزگی!" وہ جچا اٹھیں۔ "بھیا نک تھا! میں ساری عمر اس کو بھول نہیں سکتی۔ اس عورت نے کہا کہ میرے برابر بیٹنا شرم کی بات ہے۔"

"یہ قوف عورت کی بات" اس نے کہا "لیکن اس کا خطرہ مول لینے کی لوگوں کو اس کا موقع دینے کی ضرورت کیا ہے..."



”مجھے تمہارے اس سکون سے نفرت ہے۔ جس میں مجھے اس نوبت تک نہیں پہچانا جاسکتا تھا۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے تو۔۔۔“

”آنا! اس میں میری محبت کا کیا سوال ہے۔۔۔“

”ہاں اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہوتے جیسے میں کرتی ہوں، اگر تم کو اذیت پہنچتی ہو جیسے مجھے۔۔۔“ انہوں نے سہمی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اسے ان کے اوپر ترس آ رہا تھا اور ہر حال غصہ بھی۔ اس نے انہیں اپنی محبت کا یقین دلایا اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ اب صرف اسی ایک چیز سے انہیں تسکین ہو سکتی تھی۔ اس نے لفظوں میں تو انہیں نہیں ڈانٹا لیکن دل ہی دل میں ان کو ڈانٹا بھی۔

اور محبت کی اس یقین دہانی کو ’جو اسے اتنی کھسی پٹی لگتی تھی کہ اسے اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے بھی شرم آتی تھی‘ آنا نے بڑے شوق سے قبول کر لیا اور وہ قدرے پرسکون ہو گئیں۔ اس کے بعد دوسرے دن پوری طرح سے میل کر کے وہ دونوں دیہات چلے گئے۔



## حصہ ششم

1

داریا الکساندر روٹا نے گرمیاں اپنے بچوں کے ساتھ پکڑو شکوئے میں اپنی بہن کیٹی لیوینا کے ہاں بتائیں۔ ان کے اپنے حلقے پر جو گھر تھا وہ بالکل ہی ٹھنڈا ہو گیا تھا اور لیوینا نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر انہیں متا لیا کہ وہ لوگ گرمیوں میں ان کے ساتھ رہیں۔ اسی پان ارکاڈ سٹجے نے اس بندوبست کی پر زور تائید کی۔ انہوں نے کہا کہ ملازمت اس امر میں مانع ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گرمیاں دیہات میں گزاریں جو ان کے لئے خوشی کا معراج ہوتا۔ وہ ماسکوی میں رہے اور بس کبھی کبھار دو ایک دن کے لئے دیہات آ جاتے تھے۔ ابلو شکی خاندان ’اس کے سارے بچوں اور گورنس کے علاوہ ان گرمیوں میں لیوینا کے ہاں بوڑھی پرسنس بھی مہمان تھیں جو تاجر کا بیٹی پر ’جو‘ ایسی حالت میں تھی“ نظر رکھنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ ان کے علاوہ کیٹی کی پردیس والی سسلی وارنکا بھی اپنا یہ وعدہ پورا کرنے کے لئے آئے جب کہ کیٹی شادی کر لیں گی تو وہ ان کے ہاں آئے گی اپنی دوست کی مہمان تھی۔ یہ سب لیوینا کی بیوی کے رشتہ دار اور دوست تھے۔ اور اگرچہ وہ ان سب سے محبت کرتا تھا پھر بھی اسے اپنی لیوینا دنیا اور انتظام کے لئے تھوڑا افسوس بھی ہوتا تھا جو اس چیز کے فوری میں ٹھٹھ کر رہ گیا تھا جسے وہ ”شیریا شکی غصہ“ کہتا تھا۔ اس کے رشتہ داروں میں ان گرمیوں میں اس کے ہاں صرف سرگئی ایوانوویچ مہمان تھے لیکن وہ بھی تو لیوینا نہ تھے بلکہ کوڈنیشن چھاپ کے آدمی تھے چنانچہ لیوینا روح بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔

لیوینا کا گھر ایک زمانے سے خالی پڑا تھا اور اب اس میں اتنے لوگ تھے کہ تقریباً سارے کمرے گھرے ہوئے تھے اور تقریباً روزی بوڑھی پرسنس کو یہ کرنا پڑتا تھا کہ کھانے کے لئے بیٹھنے سے پہلے سب کو تھیں اور تیرھویں ڈاٹ یا نواسی کو الگ میز کے پاس بٹھائیں۔ اور کیٹی کے لئے بھی کم گھریں نہیں تھیں۔ وہ خانہ داری میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی۔ اسے مرغیاں، ٹیل مرغیاں اور بطخیں حاصل کرنے کا بندوبست کرنا پڑتا جو مہمانوں اور بچوں کی گرمیوں والی ہوک کی وجہ سے بہت زیادہ کمپ جاتی تھیں۔

سارا آگہرانا کھانے کے لئے بیٹھا۔ ڈالی کے بیچ اپنی گورنس اور وارنکا کے ساتھ مل کر منصوبہ بنا رہے تھے کہ کھمیاں جمع کرنے کے لئے کہاں جائیں۔ سرگئی ایوانوویچ نے ’جنہیں اپنی دانش اور علم کی بنا پر سارے مہمانوں میں احترام حاصل تھا جو تقریباً تعظیم و تقدس کی حد تک پہنچا ہوا تھا‘ نے کھمبیوں کے بارے میں بات چیت میں شریک ہو کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

”اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے۔ مجھے کھمیاں جمع کرنے کے لئے جانا بہت ہی پسند ہے“ انہوں نے وارنکا کو دیکھتے ہوئے کہا ”میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی اچھی مصروفیت ہے۔“



"کیوں نہیں؟" ہمیں تو بڑی خوشی ہوگی "وارنکا نے گلابی ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "کیٹی اور ڈالی نے ایک دوسرے کو بہت سی معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ عالم اور دانشمند سرگئی ایو انودوچ کی اس پیشکش نے کہ وارنکا کے ساتھ وہ بھی کھمبیاں جمع کرنے جائیں، "کیٹی کے کئی مفروضوں کی تائید کردی جو پچھلے دنوں اس کے ذہن پر چھائے رہے تھے۔ وہ جلدی سے ماں کے ساتھ باتیں کرنے لگی تاکہ ان کی نظری کی طرف کوئی دھیان نہ دے۔ کھانے کے بعد سرگئی ایو انودوچ کافی کی پیالی لے کر ڈرائنگ روم میں کھڑی کے پاس بیٹھ گئے اور بھائی کے ساتھ اپنی بات چیت جاری رکھتے ہوئے وہ اس دروازے کی طرف بھی دیکھتے جا رہے تھے جس سے کھمبیاں جمع کرنے کے لئے بچوں کو کھانا تھا۔ لیون کھڑی کی سل پر بھائی کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔

کیٹی شوہر کے برابر کھڑی ہوئی تھی بھلا ہر اس انتظار میں کہ غیر دلچسپ باتوں کا سلسلہ ختم ہو تو وہ اس سے کچھ کہے۔

"جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے تب سے تم بہت بدل گئے ہو اور بہتر ہو گئے ہو۔" سرگئی ایو انودوچ نے کیٹی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور صاف لگ رہا تھا کہ انہیں اس بات چیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے "لیکن انتہائی مختصر موضوعات کی مدافعت کرنے کا جوش تم میں اب بھی ویسا ہی ہے۔"

"کاشا تمہارے لئے کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے" اس کے شوہر نے اس کے لئے کرسی کھسکاتے ہوئے اور اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور وقت تو بھی نہیں ہے" سرگئی ایو انودوچ نے دوڑتے ہوئے بچوں کو دیکھ کر کہا۔

سب سے آگے تیزی سے آڑی دوڑتی ہوئی تانیا اپنی اونچی جرابیں چڑھائے نوکری اور سرگئی ایو انودوچ کی ہیٹ بھلاتی ہوئی سیدھی ان کے پاس آ پہنچی۔

بڑی بیباکی سے ان کے پاس آکر انہیں اپنی چٹکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے "جو باپ کی خوبصورت آنکھوں سے اتنی ملتی تھیں" اس نے سرگئی ایو انودوچ کی طرف ان کی ہیٹ بڑھائی اور ایسی صورت بنائی کہ وہ خود انہیں پستانا چاہتی ہے۔ اس نے شرمیلی اور مجبئی مسکراہٹ سے اپنی اس ہنسرت کو نرم بنادیا۔

"وارنکا انتظار کر رہی ہیں" اس نے کہا اور سرگئی ایو انودوچ کی مسکراہٹ سے یہ سمجھ کر کہ ایسا کرنا ممکن ہے اس نے احتیاط کے ساتھ انہیں ہیٹ پہنادی۔

وارنکا دروازے میں کھڑی تھی۔ اس نے زرد چھینٹ کا لباس پہن لیا تھا اور سر پر سفید قصابی باندھ لیا تھا۔

"آ رہا ہوں" آ رہا ہوں واردارا آندہ۔" سرگئی ایو انودوچ نے کافی کی پیالی سے آخری گھونٹ پیتے ہوئے اور جیب میں رومال اور سگار کیس رکھتے ہوئے کہا۔

"اور میری وارنکا کتنی پیاری ہے! اس؟" کیٹی نے سرگئی ایو انودوچ کے اٹھنے ہی اپنے شوہر سے کہا۔

اس نے یہ اس طرح کہا کہ سرگئی ایو انودوچ نے سن لیا اور بھلا ہر وہ چاہتی بھی تھی۔ "اور کتنی خوبصورت ہے وہ، کتنی شرفانہ خوبصورت ہے! وارنکا! کیٹی نے پکار کر کہا۔ "تم لوگ چکی والے جنگل میں ہو گے؟ ہم تمہارے پاس آئیں گے۔"

"کیٹی! تم اپنی حالت کو بالکل ہی بھول جاتی ہو" یوژمی پر نس نے دروازے میں تیز تیز آتے ہوئے ٹوکا۔ "جیسے اس طرح ہرگز نہیں چننا چاہئے۔"

## 2

وارنکا کیٹی کی پکار اور ان کی ماں کی فمائش سن کر سبک قدموں سے جلدی سے کیٹی کے پاس آگئی۔ حرکات کی پھرتی، سرفی جو کھلے ہوئے چہرے پر چھائی رہتی تھی۔ ساری چیزوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے اندر کوئی غیر معمولی چیز ہو رہی تھی۔ کیٹی جانتی تھی کہ یہ غیر معمولی چیز کیا تھی اور اس پر بڑی توجہ کی نظر رکھتی تھی۔ اس وقت اس نے وارنکا کو صرف اس لئے پکارا تھا کہ اپنے خیالوں سے اس اہم واقعے کے لئے دعائے خیر و برکت دے دے جو کیٹی کے خیال میں آج کھانے کے بعد جنگل میں ضرور رونما ہونا چاہئے تھا۔

اس نے وارنکا کو پکار کر تے ہوئے سرگوشی میں کہا "وارنکا! میں بہت خوش ہوں لیکن اگر ایک بات ہو جائے تو اس سے بھی زیادہ خوش ہو سکتی ہوں۔"

"اور آپ ہمارے ساتھ چلیں گے؟" وارنکا نے گزیرا کر لیون سے کہا اور ایسا ظاہر کیا جیسے جو کچھ اس سے کہا گیا تھا وہ اس نے سنا ہی نہیں۔

"چلوں گا تو لیون صرف کلیان تک۔ میں وہیں رک جاؤں گا۔"

"جیسے کس لئے جاتا ہے؟" کیٹی نے کہا۔

"نئے ٹیکوں کو دیکھنا ہے اور چالان کو جانچنا ہے" لیون نے کہا۔ "اور تم کہاں رہو گی؟"

"برآمدے پر۔"

برآمدے پر عورتوں کا پورا معاشرہ جمع ہو گیا۔ انہیں کھانے کے بعد وہاں بیٹھنا ویسے بھی پسند تھا لیکن آج وہاں کام بھی تھا۔ بچے کے کپڑے سینے اور اسے لپیٹنے والی پٹیاں بننے کے علاوہ، جس میں بھی مصروف تھے آج وہاں بانی ملائے بغیر جام اور مرے تیار کیا جا رہا تھا جو اکافیا یٹا کیلوونا کے لئے بالکل نیا طریقہ تھا۔ یہ نیا طریقہ کیٹی نے رائج کیا تھا جو اس کے ماں باپ کے گھر میں استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ کام پہلے اکافیا یٹا کیلوونا کے سپرد تھا اور وہ کبھی کبھی انہیں کے لیون گھرانے میں جو کچھ کیا جاتا تھا وہ براہوی نہ سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ہدایت کے باوجود اسٹراہری میں بانی ڈال دیا تھا اور کہا کہ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے جام بنانا ممکن ہی نہیں ہے۔ ان کی اس حرکت کا پتہ چل گیا تھا اور اب ہر سہ پہری کا جام سب کی موجودگی میں بنایا جا رہا تھا تاکہ اکافیا یٹا کیلوونا کو قائل کر دیا جائے کہ پانی کے بغیر جام اچھا بنتا ہے۔

اکافیا یٹا کیلوونا منہ پھلائے اور تھمائی ہوئی بال بکھرائے پتے پتے ہاتھوں پر کھینچیں تک آئینیں چڑھائے انگلیٹھی پر بڑے سے ٹشٹ کو کول کول مٹھاری تھیں اور ہر سہ پہری کو اداسی کے ساتھ دیکھ دیکھ کر مٹی جان سے متاری تھیں کہ ہر سہ پہریوں کے گھٹنے سے پہلے ہی جام گاڑھا ہو کر بیٹھ گئے۔ پر نس یہ محسوس کر کے کہ جام بنانے کے معاملے میں خاص مشیر ہونے کی حیثیت سے انہیں پر اکافیا یٹا کیلوونا کو سب سے زیادہ فائدہ ہو گا اس طرح بتی ہوئی تھیں جیسے وہ دوسری چیزوں میں مصروف ہیں اور انہیں ہر سہ پہریوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں لیکن انگلیٹھی سے انگلیٹھی کو بھی دیکھتی رہیں۔

"میں خامدوں کے لئے سستے بازار میں بنے بنے لباس بیٹھ خودی خریدتی ہوں" پر نس نے جو بات چل رہی تھی اس کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا اب اس کا بچپن نہ آتا لیا جائے؟ میری اچھی "انہوں نے اکافیا یٹا کیلوونا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جیسے خود کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے ویسے ہی گرمی بہت ہے" انہوں



"میں کرتی ہوں" ڈالی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور چپے کو احتیاط کے ساتھ جھکن دیتے ہوئے شیرے میں چلانا شروع کیا اور کبھی کبھی چپے میں چپک جانے والے نیم کو ایک پلیٹ پر رکھ کر نکال دیتی جو پہلے ہی سے رنگ برنگی زرد گلابی چھتھ اور شیرے کے سرخ سرخ جھین سے ڈھکی ہوئی تھی۔ "وہ تو جانے کے ساتھ اسے کیسے چاٹ جائیں گے" ڈالی نے اپنے بچوں کے بارے میں سوچا۔ انہیں یاد آیا کہ وہ جب بچی تھیں تو انہیں بڑا تعجب ہوا تھا کہ بڑی عمر کے لوگ سب سے اچھی چیز 'جام' کا بھین تو کھاتے ہی نہیں۔

"استیو کہتے ہیں کہ سب سے اچھا یہ ہے کہ خادماؤں کو رقم دے دو" ڈالی نے پھر اس اہم بات کو جاری کر دیا جو چھڑی ہوئی تھی کہ نوکروں کو تحفہ دینا کس طرح سب سے اچھا رہتا ہے۔ "لیکن..."

"رقم دینا کیسے ممکن ہے؟" پرس اور کینی ایک ساتھ ہی بولیں۔ "چیز کی وہ قدر کرتے ہیں۔" "اب مسئلہ میں نے پچھلے سال اپنی مائریٹا سبب نوڈنا کے لئے پائلیں تو نہیں مگر اسی طرح کی چیز خریدی" پرس نے کہا۔

"مجھے یاد ہے" آپ کی نام رکھائی کے دن وہ اسے پنے تھی۔

"بڑا ہی اچھا نمونہ تھا۔ اتنا سادہ اور عمدہ۔ اگر اس کے پاس دیکھا نہ ہوتا تو میں اپنے لئے اسی طرح کا بنا لیتی۔ اسی طرح کا تھا جیسے وارننگ کا ہے۔ اتنا پیارا اور سستا۔"

"اب تو لگتا ہے تیار ہو گیا" ڈالی نے چپے سے شیرہ نکاتے ہوئے کہا۔

"جب بننے لگے تو سمجھو تیار ہو گیا۔ ابھی اور ابالنے اگنا بیٹھا کیلونا۔"

"اف یہ کہیاں!" اگنا بیٹھا کیلونا نے ناراضگی سے کہا۔ "ہو گا تو ویسا ہی" انہوں نے اضافہ کیا۔

"ہائے کتنا پیارا ہے" اسے ذرا ایسے کا نہیں "کینی نے غیر متوقع طور پر ایک ہٹے کو دیکھتے ہوئے کہا جو

برآمدے کی ریچک پر آکر بیٹھ گیا تھا اور ایک رسپیری کو الٹ کر اس پر ٹھونکنے مار رہا تھا۔

"مگر تم اٹھ بیٹھی سے ذرا دور رہو" ماں نے کہا۔

"آپروپ دی وارننگ" (۱) کینی نے فراسٹی میں کہا جیسے کہ وہ لوگ سارے وقت باتیں کرتی تھیں تاکہ

اگنا بیٹھا کیلونا ان کی باتیں نہ سمجھیں۔ "پتہ ہے آپ کو ماں کہ میں آج معلوم نہیں کیوں فیصلے کر رہی ہوں۔

آپ سمجھتی ہیں نہ کس فیصلے کا۔ کتنا اچھا ہوتا۔"

"مگر مشاطہ بھی کیسے اپنے فن میں ماہر ہے!" ڈالی نے کہا۔ "کیسی احتیاط اور چا بکدستی سے وہ ان کو ساتھ

ساتھ کر رہتی ہے..."

"نہیں ماں! آپ بتائیے" آپ کیا سوچتی ہیں؟"

"ارے اس میں سوچنا کیا؟ وہ (ان کا مطلب سرگمی ابو انوویج سے تھا) تو دوس میں کسی بھی وقت بہترین

رشتہ و محو نہ کئے ہیں۔ اب وہ ایسے جوان تو نہیں رہے پھر بھی میں جانتی ہوں کہ اب بھی بہت سی لڑکیاں ان

سے شادی کر لیں... وارننگ نیک تو بہت ہے مگر وہ چاہیں تو..."

"نہیں" آپ اس بات کو سمجھنے ماں کہ کیوں ان دونوں کے لئے اس سے بہتر کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اول تو۔۔۔ وارننگ بہت سی دلکش ہے!" کینی نے ایک انٹلی موڑتے ہوئے کہا۔

"اور ان کو وارننگ بہت پسند ہے" یہ تو صحیح ہے" ڈالی نے تائید کی۔

"پھر دوسرے یہ کہ انہیں معاشرے میں ایسی جگہ حاصل ہے کہ انہیں جائیداد کی یا معاشرے میں بیوی کی حیثیت کی بالکل ضرورت ہی نہیں۔ انہیں صرف ایک چیز کی ضرورت ہے۔۔۔ اچھی 'پیری بیوی' جس کی طبیعت میں سکون ہو۔"

"اور وارننگ کے ساتھ تو سکون سے رہنا ممکن ہے" ڈالی نے تائید کی۔

"خیرے یہ کہ بیوی ان سے پیار کرے۔ اور وہ ہے... یعنی ایسا ہو جاتا تو کتنا اچھا ہوتا! میں تو انتظار کر

رہی ہوں کہ ابھی وہ لوگ جھگل سے آئیں گے اور سب کچھ ملے۔ میں فوراً ان کی آنکھوں سے اندازہ لگا لوں

گی۔ میں تو اتنی خوش ہوں گی ڈالی! تم سارا کیا خیال۔ ہے؟"

"اچھا تم پریشان نہ ہو۔ تم کو پریشان ہونے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں" ماں نے کہا۔

"اماں! میں پریشان نہیں ہو رہی ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ آج وہ خواستگاری کریں گے۔"

"اف! یہ اتنی عجیب بات ہوتی ہے کہ مرد کب اور کیسے خواستگاری کرے گا... کوئی رکاوٹ ہی ہوتی ہے

اور وہ اچانک ڈھے جاتی ہے" ڈالی نے کچھ سوچنے کے سے انداز میں مسکراتے ہوئے اور استیہان ارکاڈ سچے کے

ساتھ اپنے ماضی کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

"اماں! آپ سے پاپا نے کیسے خواستگاری کی تھی؟" اچانک کینی نے پوچھا۔

"کوئی بھی خلاف معمول بات نہیں ہوئی تھی بالکل سیدھے سادے طریقے سے" پرس نے جواب دیا

لیکن اس یاد سے ان کا چہرہ مکمل اٹھا۔

"نہیں مگر کیسے؟ آپ ان سے باتیں کرنے کی اجازت ملنے سے پہلے بھی محبت تو کرتی تھیں؟"

کینی کو یہ بات بہت سی اچھی لگتی تھی کہ اب وہ ماں کے ساتھ 'برابروں کی طرح' عورتوں کی زندگی کے

اس اہم ترین سوال کے بارے میں بات کر سکتی تھی۔

"خفا ہرے محبت کرتی تھی۔ وہ ہمارے ہاں دیہات میں آیا کرتے تھے۔"

"لیکن ملے کیسے ہوا؟ اماں؟"

"تم غالباً یہ سوچتی ہو کہ تم لوگوں نے کچھ نیا سوچ لیا تھا؟ ایک ہی طرح ملے ہو تا ہے آنکھوں سے،

مسکراہٹوں سے..."

"آپ نے کتنی اچھی طرح یہ بات کہی اماں! بالکل آنکھوں سے اور مسکراہٹوں سے" ڈالی نے تائید کی۔

"لیکن پاپا نے لفظ کیا کہے تھے؟"

"تمہ سے کو ستیانے کون سے لفظ کہے تھے؟"

"انہوں نے تو کھرا مٹی سے لکھ دیا تھا۔ حیرت انگیز تھا وہ تو... اب مجھے یہ کتنے دنوں کی بات لگتی ہے!"

اس نے کہا۔

اور تینوں عورتیں ایک ہی چیز کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ سب سے پہلے کینی نے خاموشی توڑی۔

اسے اپنی شادی سے پہلے کے آخری جاڑے اور روسکی کی طرف اپنا مکمل ہونا یاد آ گیا تھا۔

"بس ایک بات ہے... وہ ہے وارننگ کی پہلی محبت" اس نے کہا۔ خیالات کے قدرتی تسلسل نے اسے

اس کی یاد دلادی تھی۔ "میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح اس کے بارے میں سرگمی ابو انوویج کو بتا دوں" انہیں پہلے

سے تیار کر دوں۔ یہ لوگ 'سب مرد' اس نے اضافہ کیا "ہمارے ماضی سے بہت سی جلتے ہیں۔"



تھے۔

"ٹھیک ہوں، بہت اچھی ہوں" کیٹی نے مسکرا کر کہا "اور تمہارا کیا حال ہے؟"  
 "نئے دیکھن پرانی گاڑی سے تین گنا زیادہ مال ڈھونڈیں گے۔ تو کیا بچوں کو لانے چلتا ہے؟ میں نے  
 گھوڑے جوڑنے کو کہہ دیا ہے۔"  
 "یہ کیا؟ تم کیٹی کو گاڑی میں لے جانا چاہتے ہو؟" ماں نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا۔

"ارے صرف چال چال پر نس۔"  
 لیون پر نس کو ماں بھی نہیں کہتا تھا جیسے داماد عام طور سے کہتے ہیں "اور یہ پر نس کو اچھا نہیں لگتا تھا۔  
 لیکن لیون "باوجود اس کے کہ وہ پر نس سے بہت محبت اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا" اپنی مرحومہ ماں کی بے  
 حرمی کرنے کے احساس کے بغیر انہیں ماں نہ کہہ سکتا تھا۔

"اماں، آپ بھی ہم لوگوں کے ساتھ چلے" کیٹی نے کہا۔  
 "میں ایسی بے عقلی کی باتیں نہیں دیکھنا چاہتی۔"  
 "اچھا تو میں پیدل چلتی ہوں۔ آخر چلنا تو میرے لئے اچھا ہے" کیٹی اٹھی "شوہر کے پاس آئی اور اس نے  
 اس کے بازو کا سارا لے لیا۔

"اچھا تو ہے مگر سب کچھ مناسب حد تک" پر نس نے کہا۔  
 "تو پھر اگافیا ٹیلا نیوٹا، جیم تیار ہو گیا؟" لیون نے مسکراتے ہوئے اگافیا ٹیلا نیوٹا سے کہا۔ وہ انہیں  
 خوش کرنا چاہتا تھا۔ "نئے طریقے سے اچھا کیا؟"

"اچھا تو ضرور ہونا چاہئے۔ ہمارے حساب سے تو زیادہ بکا دیا گیا۔"  
 "اس کی وجہ سے وہ زیادہ اچھا ہے اگافیا ٹیلا نیوٹا، مکھنا نہیں ہو گا۔ ورنہ برف تو ہمارے ہاں ابھی سے  
 پگھل گئی، حفاظت سے رکھنے کی جگہ تو کہیں ہے نہیں" کیٹی نے کہا اور فوراً ہی اپنے شوہر کا مقصد سمجھ کر اسی  
 جذبے کے تحت اس نے بھی بڑی بی بی سے کہا۔ "اور آپ کے کھیرے اور کرم کٹے کے نوٹے تو اتنے اچھے ہوتے  
 ہیں کہ ماما کہتی ہیں انہوں نے بھی ایسے کھائے ہی نہیں" اس نے مسکرا کر کہا اور ان کے سر پر بندھے قصابے کو  
 ٹھیک کر دیا۔

اگافیا ٹیلا نیوٹا نے کیٹی کو ناراضگی سے دیکھا۔  
 "ارے آپ مجھے پھسلانے مت ماکن۔ میں تو آپ کو ان کے ساتھ دیکھتی ہوں تو ویسے ہی خوش ہو باقی  
 ہوں" انہوں نے کہا اور یہ "مالک" کی بجائے بے تکلفی سے "ان کے ساتھ" کہنے سے کیٹی بہت متاثر ہوئی۔  
 "آپ ہمارے ساتھ کھمیاں جمع کرنے چلے نہ، آپ ہمیں جگہیں دکھا دیجئے گا۔" اگافیا ٹیلا نیوٹا  
 مسکراتے لگیں اور انہوں نے اس طرح سر ہلایا جیسے کہہ رہی ہوں "اور تمہارے اوپر فخر کر کے بھی مجھے خوش  
 ہوتی مگر نہیں سکتی۔"

"آپ مہربانی کر کے میرے مشورے کے مطابق کیجئے" بوڈمی پر نس نے کہا "ادھر سے کانڈ رکھ کر  
 ڈھک دیتے اور اسے ریم سے ترکہ دیتے۔ برف کے بغیر بھی پچھونڈی نہیں لگے گی۔"

"سب تو نہیں ڈالی نے کہا۔" تم اپنے شوہر کو دیکھ کر یہ رائے دے رہی ہو۔ انہیں ابھی تک دروہی کو  
 یاد کر کے اذیت ہوتی ہے، یہ نا؟ کیوں بچ ہے نا؟"

"بچ ہے" کیٹی نے کچھ سوچ کر آنکھوں میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 "لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا" پر نس ماں اپنے مادرانہ مشاہدے کی مدافعت کرتے ہوئے بول  
 پڑیں "آخر تمہارا کون سا ماضی ان کے لئے بے چینی کا باعث ہو سکتا ہے؟ کہ دروہی تمہارا خیال رکھتا تھا اور  
 دلداری کرتا تھا؟ یہ تو ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے۔"

"ہاں، لیکن ہم اس کی بات نہیں کر رہے ہیں" کیٹی نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔  
 "نہیں، مجھے کہنے کو تو دو" ماں نے اپنی بات جاری رکھی "اور پھر جب میں دروہی سے بات کرنا چاہتی تھی  
 تب تمہیں نے اس کی اجازت نہیں دی۔ یاد ہے تمہیں؟"  
 "افوہ، اماں!" کیٹی نے کوفت کے احساس کے ساتھ کہا۔

"اب تو تم لوگوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ تمہارے تعلقات اس سے آگے جا ہی نہیں سکتے تھے جتنے  
 جانے چاہتے تھے۔ میں نے خود ہی اس کو بلوا بھجوا ہوا۔ بہر حال، تمہارے لئے میری جان پریشان ہونا ٹھیک  
 نہیں ہے۔ مہربانی کر کے اس بات کو یاد رکھو اور سکون سے رہو۔"  
 "اماں، میں بالکل سکون سے ہوں۔"

"کیٹی کے لئے تو یہ کتنی خوش قسمتی کی بات تھی کہ آنا آگئیں" ڈالی نے کہا "اور خود ان کے لئے ان کا  
 آنا کس قدر روک کا باعث ثابت ہوا۔ بالکل الٹا ہی ہو گیا" انہوں نے اپنے خیال پر حیران ہو کر کہا۔ "تب آنا اتنی  
 تسلی تھی اور کیٹی خود کو کبھی سمجھتی تھی۔ کس قدر بالکل ہی الٹا میں ان کے بارے میں سوچتی ہوں۔"  
 "تم نے بھی خوب ڈھونڈنا ہے سوچنے کے لئے ابے شرم، قابلِ فطرت عورت جس کے سینے میں دل تو  
 ہے ہی نہیں" ماں نے کہا جو ابھی تک یہ بھول نہ سکی تھی کہ کیٹی کی شادی دروہی سے نہ ہوئی بلکہ لیون سے  
 ہوئی۔

"آخر اس کی بات کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے" کیٹی نے جھنجھلا کر کہا "میں تو اس۔ نہارے میں سوچتی  
 نہیں اور سوچنا چاہتی بھی نہیں۔" اس نے برآمدے کی میزوں پر شوہر کے پاؤں کی جالی پہچانی چاپ سن کر  
 دوہرایا۔

"یہ کس چیز کے بارے میں کہا جا رہا ہے، سوچنا چاہتی بھی نہیں؟" لیون نے برآمدے میں آتے ہوئے  
 کہا۔

لیکن کسی نے اسے جواب نہیں دیا اور اس نے اپنا سوال دوہرایا نہیں۔  
 "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کی زبانی سلطنت میں گزیر کر دی" اس نے ناراضگی سے سب پر نظر  
 ڈالی اور یہ سمجھ کر کہا کہ کسی ایسی چیز کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں جو اس کے سامنے نہیں کرنا چاہتیں۔

ذرا دیر کے لئے اسے محسوس ہوا کہ وہ بھی اگافیا ٹیلا نیوٹا کے احساس ناراضگی کا شریک ہے جو اس بات  
 پر کہ وہ سب بڑی کا جیم بغیر پانی کے بنایا جا رہا ہے اور بالعموم اجنبی شہر یا کسی اثر پر تھی۔ لیکن وہ مسکرایا اور کیٹی  
 کے پاس آ گیا۔

"کیوں، کیسی ہو؟" اس نے کیٹی سے پوچھا اور اس کو اسی نظر سے دیکھا جیسے آج کل بھی اسے دیکھتے



کیٹی کو شوہر کے ساتھ اکیلے ہونے کا موقع ملنے کی خاص طور سے خوشی تھی اس لئے کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ جب وہ برآمدے میں آیا تھا اور اس نے پوچھا کہ کس چیز کی باتیں ہو رہی ہیں اور کسی نے جواب نہیں دیا تھا تو اس کے چہرے پر جو ہراساس کی وکاسی کرتا تھا رنجش کی پرجائیں سی دوڑ گئی تھی۔

جب وہ دوسروں سے آگے پیدل چلے گئے اور گھر سے او بھل ہو کر کچنی سڑک پر آگئے جو دھول کالے گیسوں کی بالوں اور اناج کے دانوں سے پٹی ہوئی تھی تو اس نے شوہر کے بازو کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے تن سے دبایا۔ لیون ناخوشگوار کی اس لمبے کو بھول بھی چکا تھا اور اس کے ساتھ اکیلے ہونے میں اب جب کہ اس کے پاؤں بھاری ہونے کا خیال ایک منٹ کے لئے بھی اس کے ذہن سے نہ نکلتا تھا اس نے اپنی محبوبہ عورت سے قربت کے اس احساس کا تجربہ ہوتا تھا جو اس کے لئے بالکل نیا تھا اور جو عکس کے جذبے سے بالکل پاک تھا۔ بات ٹوکئی نہیں کرتی تھی لیکن وہ اس کی آواز سننا چاہتا تھا جو اس کی نگاہوں کی طرح امید سے ہونے کے بعد سے بدل گئی تھی۔ آوازیں اور اسی طرح نگاہوں میں نرمی اور سنجیدگی آگئی تھی اس طرح کی جیسی ان لوگوں میں ہوتی ہے جو ہمیشہ ایک ہی من بھاتے کام پر اپنی ساری توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔

"تم تھک تو نہ جاؤ گی؟ مجھ پر اور زیادہ ننگ آؤ" اس نے کہا۔

"نہیں میں تمہارے ساتھ اکیلے ہونے کا موقع ملنے پر بہت خوش ہوں اور میں اعتراف کرتی ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ مجھے اچھا تو بہت لگتا ہے لیکن ہماری جاڑوں کی شامیں مجھے بہت یاد آتی ہیں جب بس ہم دونوں ہوتے تھے۔"

"وہ اچھا تھا" یہ اس سے بھی اچھا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے اچھے ہیں "اس نے کیٹی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"جیسے یہ ہے جب تم آئے تو ہم لوگ کس چیز کی باتیں کر رہے تھے؟"

"جیم کے بارے میں؟"

"ہاں جیم کے بارے میں بھی لیکن بعد کو یہ بات ہو رہی تھی کہ لوگ خواستگاری کس طرح کرتے ہیں۔"

"اچھا! لیون اس کے الفاظ سے زیادہ اس کی آواز سن رہا تھا اور سارے وقت راستے کو دیکھتا چل رہا تھا جو اب جنگل میں گھس گیا تھا اور ان جنگلوں سے کھڑا ہوا تھا۔ بساں کیٹی کو ٹھوکر لگ سکتی تھی۔

"اور سرگئی اے انووج اور وارنیکا کے بارے میں۔ تم نے دھیان دیا؟ میں یہ بہت چاہتی ہوں "اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم اس کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟" اور اس نے شوہر کے چہرے پر نظر ڈالی۔

"مجھ میں نہیں آتا کیا سوچوں "لیون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اس معاملے میں سرگئی میرے لئے بہت عجیب ہے۔ میں نے بتایا تو تھا کہ..."

"ہاں مگر وہ ایک لڑکی سے محبت کرتے تھے جو مرگئی..."

"یہ تب کی بات ہے جب میں بچہ تھا۔ اس کے بارے میں تو مجھے بس سنی سنائی معلوم ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ان دنوں میں وہ کیسے تھے۔ وہ اتنے پیارے اور نیک تھے کہ تعجب ہوتا تھا۔ لیکن تب سے میں انہیں عورتوں کے ساتھ دیکھتا رہا ہوں۔ وہ بڑی مریانی سے پیش آتے ہیں چند ایک انہیں اچھی بھی لگتی ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا

ہے کہ وہ سب ان کے لئے محض لوگ ہیں، عورتیں نہیں۔"

"ہاں مگر اب وارنیکا کے ساتھ... لگتا ہے کہ کچھ ہے..."

"شاید ہو بھی... لیکن سرگئی کو جاننے کی ضرورت ہے... وہ خاص طرح کے 'حیرت انگیز انسان' ہیں۔ وہ صرف ذہنی زندگی جیتتے ہیں۔ وہ بہت سی پاک صاف اور بلند ذہن و روح کے انسان ہیں۔"

"کیا مطلب؟ تو کیا واقعی اس سے ان میں کچھ کمی ہو جاتی ہے؟"

"نہیں، لیکن وہ صرف ذہنی زندگی جیتنے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ عمل پسندی سے مصالحت نہیں قائم کر سکتے "اور وارنیکا تو بہت حال عمل پسند ہیں۔"

اب تک لیون کو اپنے خیالات کا اظہار یہاں سے کرنے کی عادت ہو چکی تھی اور وہ انہیں بالکل صحیح صحیح الفاظ میں لپیٹ کر پیش کرنے کی زحمت نہ کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیوی اس وقت کے جیسے محبت کے لمحوں میں سب سمجھ لے گی جو وہ کہنا چاہتا ہے، وہ اشارے سے بھی سمجھ لے گی اور وہ اسے سمجھ گئی۔

"ہاں لیکن وارنیکا میں ایسی عمل پسندی نہیں ہے جیسی مجھ میں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ مجھ سے بھی محبت نہ کر سکتے تھے۔ وارنیکا تو ساری کی ساری ذہن و روح ہی ہے..."

"ارے نہیں۔ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں اور مجھے ہمیشہ یہ بہت اچھا لگتا ہے کہ میرے لوگ تم سے محبت کرتے ہیں..."

"ہاں، وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں لیکن..."

"لیکن یہ ویسی بات نہیں ہے جیسی نکولائی مرحوم کے ساتھ تھی... وہ اور تم ایک دوسرے کو پیار کرتے تھے "لیون نے بات ختم کر دی۔ پھر اس نے اضافہ کیا "آخر ہم ان کی بات کیوں نہ کریں؟ میں کبھی خود کو ملامت کرتا ہوں کہ آخر کوئی ہو گا کہ انہیں بھول جاؤ گے۔ آہ وہ بھی کیسا بھلیا تھا اور کتنا دلکش انسان تھا... ہاں تو ہم کیا بابتیں کر رہے تھے؟" لیون نے زار دیر چپ رہنے کے بعد پوچھا۔

"تمہارا خیال ہے کہ وہ اب محبت نہیں کر سکتے" کیٹی نے لیون کے خیالات کو اپنے لفظوں میں پیش کیا۔ "یہ نہیں کہ محبت کر نہیں سکتے" مسکراتے ہوئے لیون نے کہا "لیکن ان میں وہ کمزوری نہیں جو درکار ہوتی ہے... مجھے ہمیشہ ان پر رشک آتا تھا بلکہ اب جب میں اتنا شکم ہوں تب بھی رشک آتا ہے۔"

"اس بات پر رشک کرتے ہو کہ وہ محبت نہیں کر سکتے؟"

"مجھے اس پر رشک آتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں "لیون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ اپنے لئے نہیں جیتے۔ ان کی ساری زندگی فرض کی تابع ہے۔ اور اسی لئے وہ پرسکون اور مطمئن رہ سکتے ہیں۔"

"اور تم؟" کیٹی نے مذاق اڑانے والی محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

وہ خیالات کی اس روش کا کسی طرح اظہار نہ کر سکتی تھی جس نے اسے مسکراتے پر مجبور کر دیا تھا لیکن آخری وجہ یہ تھی کہ اس کا شوہر اپنے بھائی کی تعریف و تحسین کرنے اور ان کے مقابلے میں خود کو پست کرنے میں بچے دل سے ہات نہیں کر رہا تھا۔ کیٹی جانتی تھی کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھائی سے محبت کرتا تھا اور اسے ایک طرح کی شرمندگی تھی کہ وہ خود بہت سخی تھا اور خاص طور سے یہ کہ خوب تر بننے کی خواہش اس میں ہمیشہ تھی۔

کیٹی کو شوہر کی یہ بات پسند تھی اسی لئے وہ مسکرا رہی تھی۔

اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے پوچھا "اور تم؟ تم کس وجہ سے غیر مطمئن ہو؟"



لیون کو اس بات سے خوشی ہوئی کہ بیوی کو اس کے اپنے آپ سے غیر مطمئن ہونے کا یقین نہیں ہے اور غیر شعوری طور پر اس نے مجبور کر دیا کہ وہ اپنی بے چینی کے اسباب بیان کرے۔

"میں سسکی ہوں لیکن اپنے آپ سے مطمئن نہیں ہوں۔۔۔" اس نے کہا۔

"تو اگر تم سسکی ہو تو اپنے آپ سے غیر مطمئن کیسے ہو سکتے ہو؟"

"تو اب میں تم سے کیسے بتاؤں؟۔۔۔ دل سے تو میں اور کچھ بھی نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ اس وقت تمہیں ٹھوکر نہ لگے۔" اس طرح تو ہرگز نہیں اچھلنا چاہئے! اس نے اپنی باتوں کے سلسلے کو فہمائش سے اس لئے قطع کر دیا کہ کبھی نہ راستے پر بڑی ایک شاخ کے اوپر سے پھلانگنے میں بڑی تیزی دکھائی تھی۔ لیکن جب میں اپنے بارے میں غور و فکر کرتا ہوں اور دوسروں سے مقابلہ کرتا ہوں، خاص طور سے بھائی سے تو مجھے لگتا ہے کہ میں برا ہوں۔"

"لیکن کس چیز میں؟" کبھی نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی۔ "کیا واقعی تم بھی دوسروں کے لئے نہیں کرتے؟ اپنے کسانوں کی کھیتی باڑی کا بندوبست، خود اپنی ذراعت اور اپنی کتاب؟"

"نہیں، میں محسوس کرتا ہوں اور خاص طور سے اب کہ تم قصور وار ہو۔" اس نے کبھی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "کہ یہ سب دیئے نہیں ہے جیسے ہونا چاہئے۔ میں بس یوں ہی کرتا ہوں، مسل لگاری سے۔ اگر میں ان سب کاموں سے اس طرح محبت کر سکتا جیسے تم سے کرتا ہوں۔۔۔ ایسے تو پچھلے دنوں سے میں یہ سب یوں کرتا ہوں جیسے سبق دے دیا گیا ہے تو اب اسے یاد کرتا ہی ہے۔"

"اور تم پیپا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" کبھی نے پوچھا "تو کیا وہ بھی برے ہیں اس لئے کہ انہوں نے عام بھلائی کے لئے تو کچھ نہیں کیا؟"

"وہ؟۔۔۔ نہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کی جیسی سادگی، صفائی، نیکی ہو جیسی تمہارے والد میں ہے لیکن کیا مجھ میں یہ ہے؟ میں نہیں کرتا اور اذیت جھیلتا ہوں۔ یہ سب تم نے کیا ہے۔ جب تم نہیں تھیں اور یہ "یہ" بھی نہیں تھا۔" اس نے کبھی کے پیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہ جس کا مطلب وہ سمجھ گئی "جب میں اپنی ساری توانائی کام میں لگا تا تھا۔ لیکن اب نہیں کر سکتا اور میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے۔ میں بالکل دیا ہوا سبق یاد کرنے سے ملانا لے کی طرح کرتا ہوں، میں بس ظاہر کرتا ہوں کہ کر رہا ہوں۔۔۔"

"اور اب کیا تم ہی چاہتے ہو کہ سب کچھ بدل جائے اور تم سرگئی ایو انووچ جیسے ہو جاؤ؟" کبھی نے کہا۔ "کیا تم چاہتے ہو کہ یہ عام بھلائی کے کام کرتے اور اس دیئے ہوئے سبق سے تمہیں لگاؤ ہو تا جیسے انہیں ہے اور کچھ اور نہ چاہتے؟"

"ظاہر ہے کہ نہیں، لیون نے کہا۔ "بہر حال میں تو اتنا خوش ہوں کہ کچھ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اور تم سچ سچ یہ سمجھتی ہو کہ آج وہ خواستگاری کریں گے؟" اس نے ذرا دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔

"سوچتی بھی ہوں اور نہیں بھی۔ بس یہ کہ میرا بے حدتی چاہتا ہے۔ اچھا ذرا ٹھہریاؤ! اس نے جب تک کہ راستے کے کنارے آگے ہوئے جنگلی بابون کا ایک پھول توڑا۔ "لو اور ایک ہنکمرہ توڑو" خواستگاری کریں گے "دوسری" نہیں کریں گے "اور دیکھو آخری ہنکمرہ پر کیا فال نکلتی ہے" اس نے اسے پھول دیتے ہوئے کہا۔

لیون نے ایک ایک سفید چھوٹی ہنکمرہ کو نوچ نوچ کر کتنا شروع کیا۔۔۔ خواستگاری کریں گے، نہیں

کریں گے۔"

"نہیں، نہیں!" کبھی نے جو اس کی اگلیوں کی حرکت کو بیجان کے ساتھ دیکھتی جاری تھی "اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا۔" تم نے ایک ساتھ دو نوچ دیں۔"

"اچھا تو اس چھوٹی والی کو شار میں نہیں لیں گے" لیون نے ایک مٹھی سی ہنکمرہ کو نوچتے ہوئے کہا۔ "اور وہ گاڑی بھی آگئی۔"

"کبھی تم جھپٹیں تو نہیں؟" پرس نے پکار کر پوچھا۔

"ذرا بھی نہیں۔"

"تو اگر گھوڑے سیدھے ہوں اور سبج چال سے چلیں تو تم گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

لیون بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، بالکل پاس ہی تو جانا تھا اور وہ بھی پیدل چل پڑے۔

#### 4

دارنکا اپنے سیاہ بالوں پر سفید قصاب باندھے، بچوں میں گہری اور نیک دلی و خوشی سے ان کے ساتھ مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہے کہ جو مرد اسے پسند تھا اس کے ساتھ صاف صاف باتیں ہونے کے امکان سے ایک بیجان کی سی کیفیت میں تھی اور بہت سی موہنی لگ رہی تھی۔ سرگئی ایو انووچ اس کے پاس چل رہے تھے اور برادر اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ ان ساری اچھی باتوں کو یاد کر رہے تھے جو انہوں نے اس کے بارے میں سنی تھیں اور جو خود اس نے بڑے پیارے انداز میں سنی تھیں اور انہیں اس بات کا پریر زیادہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ جو جذبہ وہ اس کے لئے محسوس کرتے ہیں وہ کچھ خاص قسم کا ہے، کچھ ویسا جس کا تجربہ انہیں بہت دنوں پہلے ہوا تھا اور بس ایک بار، شروع جوائی میں۔ دارنکا کی قربت کی خوشی بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں جو ایک لمبے ڈھگل اور اوپر کو مڑی ہوئی پھرتی والی صبح کھینچ لی تھی اسے دارنکا کی نوکری میں رکھتے ہوئے انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور اس کے چہرے پر چھائے ہوئے پر مسرت اور پر خوف بیجان کی رحمت کو دیکھ کر وہ خود بھی گھبرا گئے اور بغیر کچھ کے ہوئے ایسی مسکراہٹ سے اس پر نظر کی جس نے بہت کچھ کہ دیا۔

"اگر ایسا ہے" انہوں نے اپنے دل میں کہا "تو مجھے سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہئے اور خود کو کسی لڑکے کی طرح وقتی کشش کے حوالے نہ کر دینا چاہئے۔"

"اب میں سمجھوں سے الگ ہو کر کھمیاں جمع کرنے جاتا ہوں نہیں تو یہ دکھائی ہی نہیں دے گا کہ میں نے کتنا حصہ جمع کیا ہے" انہوں نے کہا اور جنگل کے سرے پر سے جہاں وہ لوگ بھوج کے چھدرے پرانے بیڑوں کے درمیان نرم نرم گھاس پر چل رہے تھے وہ جنگل میں چلے گئے جہاں بھوج کے سفید ٹوں کے چچ چچ سرگئی ڈھگل والے اسہن اور فندق کی کالی رنگ کی جھاڑیاں اگی تھیں۔ کوئی پائیس قدم جا کر جب وہ اسپنڈل کی ایک جھاڑی کی آڑ میں پہنچے جو اپنے گلابی پھولوں کے آویڑوں جیسے گھٹوں سے لدی ہوئی تھی تو یہ جان کر رک گئے کہ یہاں سے وہ نظروں آئیں گے۔ ان کے چاروں طرف بالکل خاموشی تھی۔ بھوج کے جن بیڑوں کے نیچے وہ کھڑے تھے بس ان کے اوپر کھیموں کی جھمبناٹ اس طرح سنائی دے رہی تھی جیسے شدید کھیموں کا بھٹا ہو "اور بھی بھی بچوں کی آواز آ جاتی تھی۔ اچانک جنگل کے سرے کے پاس ہی سے دارنکا کی سینن تیز آواز کو گچی جو



ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ آج کی شام لیون اور کئی خود کو خاص طور سے سکسی اور ایک دوسرے کی محبت سے سرشار محسوس کر رہے تھے۔ اور یہ بات کہ وہ دونوں اپنی محبت میں سکسی تھے "اپنے آپ میں ان لوگوں پر ایک ناخوشگوار چیمپنے کی حامل تھی جو چاہے ہی تھے لیکن ایسا ہونے کے لئے کچھ کر نہ سکتے تھے۔ اور اس سے انہیں شرمندگی سی تھی۔

"تم لوگ میری بات یاد رکھنا۔" الکساندر نہیں آئیں گے "بو ڈمی پر نس نے کہا۔

آج شام کو ریل گاڑی سے اسی پان ارکاڈ سٹج کے آنے کی توقع تھی اور بو ڈمی پر نس نے لکھا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی آجائیں۔

"اور مجھے معلوم ہے کیوں "بو ڈمی پر نس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "وہ کہتے ہیں کہ لویا ہٹا لوگوں کو شروع میں اکیلے چھوڑ دیتا ہے۔"

"پیارے ویسے بھی ہم لوگوں کو چھوڑ دیا۔ انہیں تو ہم نے دیکھا ہی نہیں "کیٹی نے کہا۔ "اور ہم کون سے ایسے لویا ہٹا ہیں؟ ہم تو پرانے شادی شدہ ہیں۔"

"بس یہ کہ اگر وہ نہ آئیں گے تو پھر بچوں میں تو ہمیں الوداع کہوں گی "بو ڈمی پر نس نے رنجیدہ ہو کر لٹھڑی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے ماما! "دونوں بیٹیوں نے فوراً احتجاج کیا۔

"تم ذرا یہ سوچو کہ ان کا کیا حال ہو گا؟ آخر آپ..."

اور اچانک بالکل غیر متوقع طور پر بو ڈمی پر نس کی آواز بھرا مٹی۔ بیٹیوں نے اس کو محسوس کیا اور ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان نظروں میں انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ "ماما بیٹھ اپنے لئے کوئی نہ کوئی رنج کی بات ڈھونڈ لیتی ہیں۔" وہ نہیں جانتی تھیں کہ پر نس کو بیٹیوں کے ساتھ کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگتا ہو چاہے وہ کتنا ہی محسوس کرتی رہی ہوں کہ یہاں ان کی ضرورت ہے "انہیں اپنے آپ بھی اور شوہر کے خیال سے بھی کبھی سے رنج تھا جب سے انہوں نے آخری اور سب سے قیمتی بیٹی کو بھی بیاہ دیا تھا اور آشیانہ بالکل ہی خالی ہو گیا تھا۔

"آپ کیا کر رہی ہیں اگانیٹا نیلوٹا؟" اچانک کیٹی نے اگانیٹا نیلوٹا سے پوچھا جو پر اسرار سی ہوئی معنی خیز صورت لئے کھڑی تھیں۔

"رات کے کھانے کے سلسلے میں۔"

"یہ تو بہت سی اچھی بات ہے "ڈالی نے کہا "تم جا کے انتظار کرو اور میں باقی ہوں گریشا کے ساتھ اس کا سبق یاد کرائے۔ نہیں تو آج اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔"

"یہ میرے لئے سبق ہے انہیں ڈالی میں جانا ہوں "لیون نے جلدی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

گریشا ہائی اسکول میں پہنچ گیا تھا اور گرمیوں کی چیمپوں میں اسے اپنا آموختہ دوہرا نا چاہئے تھا۔ واریا الکساندر دونوں نے ماسکو میں بیٹے کے ساتھ ساتھ لاطینی پڑھی تھی اور لیون کے ہاں آکر چاہے دن میں ایک سی بار سہی اس کے ساتھ آموختہ ضرورت دوہراتی تھیں "خاص طور سے حساب اور لاطینی کے سبقوں کا جو سب سے مشکل تھے۔ لیون نے تجویز کیا کہ ان کی جگہ وہ پڑھا دیا کرے لیکن ماں نے ایک لیون کا سبق سننا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ اس طرح نہیں ہو رہا ہے جیسے ماسکو میں مدرس سبق یاد کرواتے تھے۔ وہ گھبرا گئیں۔ اور اس بات

کی پوری کوشش کرتے ہوئے کہ لیون برانہ ماں نے انہوں نے اس سے قطعی طور پر کہہ دیا کہ سبق کتاب کے مطابق دیئے ہی ہونا چاہئے جیسے مدرس دیتے تھے اور بہتر یہ ہو گا کہ وہ پھر خود ہی کریں۔ لیون کو اسی پان ارکاڈ سٹج پر بھی جھنجھلاہٹ تھی کہ ان کی لاپرواہی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے انہیں خود نہیں بلکہ ماں کو تسلیم پر نظر رکھنے کا کام انجام دینا پڑتا تھا جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتی تھیں "اور مدرسوں پر بھی کہ وہ بچوں کو اتنے برے طریقے سے پڑھاتے ہیں۔ لیکن اپنی سالی سے اس نے وعدہ کیا کہ وہ اسی طرح پڑھائے گا جس طرح وہ چاہتی ہیں۔ اور اس نے گریشا کو اپنے طریقے سے نہیں بلکہ کتاب کے مطابق سبق پڑھانا جاری رکھا۔ چنانچہ اسی لئے غیر ارادی طور پر اور اکثر سبق کا وقت اسے یاد نہیں رہتا تھا۔ آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"نہیں ڈالی میں جاتا ہوں "تم بیٹھو "اس نے کہا۔ "ہم سب کاغذ سے کتاب کے مطابق کریں گے۔ بس یہ کہ استیوا آئیں گے تو ہم لوگ شکار پر چلے جائیں گے تب تاغہ کرنا پڑے گا۔"

اور لیون گریشا کے پاس چلا گیا۔

ایک دوا رنگا نے کیٹی سے بھی کہا۔ دوا رنگا نے خود کو لیون میاں بیوی کے سکسی اور اچھی طرح منظم گھر میں بھی کار آمد بنا لیا تھا۔

"رات کے کھانے کے لئے چائیتیں دے دیتی ہوں "آپ بیٹھے "اس نے کہا اور اٹھ کر اگانیٹا نیلوٹا کے پاس چلی گئی۔

"ہاں ہاں غالباً چوڑے نہیں لے ہوں گے۔ تو پھر اپنے..." کیٹی نے کہا۔

"یہ میں اور اگانیٹا نیلوٹا طے کر لیں گے "دوا رنگا یہ کہہ کر اگانیٹا نیلوٹا کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

"کتنی پیاری لڑکی ہے! "پر نس نے کہا۔

"پیاری نہیں ماماں بلکہ موہنی ہے ایسی کہ جیسی ہو تیس ہی نہیں۔"

"تو آپ لوگ آج اسی پان ارکاڈ سٹج کا انتظار کر رہے ہیں؟ "سرگنی ابو انودج نے کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوا رنگا کے بارے میں بات چیت جاری رہے۔ "مشکل سے ایسے دوہم زلف لمبے کے جو اتنے کم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں جتنے کہ آپ دونوں کے شوہر ہیں "انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایک ہر وقت حرکت و عمل میں "صرف معاشرے میں جیلا رہتا ہے جیسے پانی میں مچھلی "دوسرا ہمارا کوستیا "ہر چیز میں تو پھر پٹلا "تیز "حساس لیکن معاشرے میں پتھا تو بس یا تو ہم کے رہ جاتا ہے یا پھر بے ملنگی سے پڑ پڑانے لگتا ہے جیسے زنن پر مچھلی۔"

"ہاں وہ بڑے لاپرواہ مزاج کے ہیں "پر نس نے سرگنی ابو انودج سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں آپ سے خاص طور سے درخواست کرنا چاہتی تھی کہ آپ ان سے کہیں کہ کیٹی کے لئے یہاں ٹھہرنا ناممکن ہے۔ انہیں تو ضرور ماسکو آنا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں ڈاکٹر کو بلوالیں گے..."

"ماماں وہ سب کر دیں گے "وہ ہر چیز پر راضی ہیں "کیٹی نے ماں سے اس بات پر جھنجھلا کر کہا کہ وہ اس معاملے میں سرگنی ابو انودج کو منصف بنارہی ہیں۔

ان لوگوں کی باتوں کے سچے ہی میں روش پر گھوڑوں کی پیکار اور بحری پرہیزی کی آواز سنائی دی۔

ڈالی شوہر کا خیر مقدم کرنے کے لئے کھڑی بھی نہ ہو پائی تھیں کہ نیچے اس کمرے کی کھڑکی سے "جہاں گریشا



پڑھا تھا لیون چاند کہا ہر نکل آیا اور اس نے گریٹا کو بھی نکال لیا۔  
 "استیو! اس بات کی گنجائش ہے لیون نے پکار کر کہا۔ "والی ہم نے سبق ختم کر لیا، تم گھرنے کو!" اس نے اضافہ کیا اور ہمیشگی کی طرف پینکی کی طرح دوڑا۔

"لیس! آیا ایہ! ایس! ایس! ایس! (4) گریٹا چلا تا ہوا روش پر پھوٹتا چلا گیا۔  
 "اور کوئی بھی ہے۔ غالباً پاپا! لیون روش کے سرے پر رک کر چلا گیا۔ "کیٹی! تم کھڑے زمین پر سے مت اترنا مگھوم کر آنا۔"

لیون لیون نے غلطی کی تھی یہ سمجھنے میں کہ جو شخص گاڑی میں ابھڑنے کے ساتھ بیٹھا ہے وہ بوڑھے پر بس ہیں۔ جب وہ گاڑی کے قریب پہنچا تو اس نے استیو پان ارکاڈ سٹاک کے برابر بس کو نہیں بلکہ ایک جیسر اور بھرے دن کے نوجوان شخص کو دیکھا جو اس کا کپ لگائے تھا جس میں پیچھے لمبے فیتے لگے ہوئے تھے۔ یہ وائینکا و سلفسکی تھا۔ شیرا سکی بنوں کا چچا زاد بھائی "پینرس برگ اور ماسکو کا تائبندہ نوجوان "بستی ہی بھلا ماس اور پر جوش شکاری" جیسا کہ استیو پان ارکاڈ سٹاک نے اس کا تعارف کرایا۔

و سلفسکی کو اس بات سے ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی کہ بوڑھے پر بس کے بدلے میں اس کے نمودار ہونے سے لوگوں کو مایوسی ہوئی ہوگی۔ اس نے بڑے خوش انداز میں لیون سے صاحب سلامت کی یاد دلایا کہ پہلے وہ اس سے مل چکا ہے اور گریٹا کو پکڑ کے اس ہوائی سفر کے اوپر سے اٹھا کر جسے استیو پان ارکاڈ سٹاک اپنے ساتھ لائے تھے گاڑی میں بٹھالیا۔

لیون گاڑی پر نہیں بیٹھا۔ وہ پیچھے پیچھے آیا۔ اسے تھوڑی سی جھنجھٹ اس بات پر تھی کہ بوڑھے پر بس نہیں آئے جنہیں وہ جتنا زیادہ جانتا تھا اتنی ہی زیادہ وہ اسے محبت کرنے لگا تھا اور اس بات پر بھی کہ یہ وائینکا و سلفسکی نمودار ہو گیا "بالکل ہی اجنبی اور فضول شخص۔ وہ لیون کو اس وقت اور بھی زیادہ اجنبی اور فضول لگا جب وہ سانبانے کے پاس پہنچا جہاں بیویوں اور بچوں کی پوری جیالی بھیڑ جمع ہو گئی تھی تو اس نے دیکھا کہ وائینکا و سلفسکی نے خاص شفقت اور ہمت کے انداز سے کیٹی کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

"میں اور آپ کی بیوی کو زین (5) ہیں اور پرانے شناسا بھی" وائینکا و سلفسکی نے لیون سے دوبارہ بڑے زوروں میں ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر شکار ہے؟" استیو پان ارکاڈ سٹاک نے یہ مشکل سب سے دعا سلام کیا اور لیون سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ہمارے اور ان کے ارادے بہت ہی بے رحمانہ ہیں۔ تو پھر! ماں! وہ تب سے ماسکو نہیں آئے۔ لو تانیا تمہارے لئے ایک چیز لایا ہوں گاڑی میں پیچھے رکھی ہے وہاں سے لے لو سوانی کر کے" وہ چاروں طرف ہر ایک سے باتیں کر رہے تھے۔ "والی پیاری! تمہارے چہرے پر تو ایسی نازکی آگئی ہے!" انہوں نے بیوی سے کہا اور ان کے ہاتھ کو ایک بار اور بوسہ دیا جسے وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ سے چھتہا رہے تھے۔

لیون ابھی منٹ بھر پہلے تو بہت سی خوش مزاجی کے عالم میں تھا لیکن اب اس کا اس سب کو دیکھ رہا تھا اور سب اسے ناگوار لگ رہا تھا۔

"ان ہونٹوں سے کل انہوں نے کس کو بوسہ دیا تھا؟" اس نے استیو پان ارکاڈ سٹاک کی اس محبت کو دیکھتے ہوئے سوچا جو وہ اپنی بیوی کے ساتھ برت رہے تھے۔ اس نے والی کو دیکھا اور وہ بھی اسے پسند نہیں آئیں۔

"آخر وہ شوہر کی محبت کا اعتبار تو کرتے ہیں۔ تو پھر اتنی خوش کس بات پر ہیں؟ کراہت ہوتی ہے! لیون

نے سوچا۔

اس نے پر بس پر نظر ڈالی جو زور دیر پہلے اتنی پیاری تھیں اور اسے وہ انداز پسند نہیں آیا جس سے انہوں نے اس وائینکا اور اس کی بیٹیوں والی ٹوپی کا غیر مقدم کیا جیسے اپنے گھر میں ہوں۔

سرگئی ایو الووچنگ تک جو سانبان میں کھل آئے تھے اپنے اس پر قصص دوستانہ تپاک کی بنا پر اسے اچھے نہیں لگے جس سے انہوں نے استیو پان ارکاڈ سٹاک سے ملاقات کی جبکہ لیون جانتا تھا کہ ان کے بھائی کو ابھڑنے سے کوئی محبت نہ تھی اور نہ وہ ان کا احترام کرتے تھے۔

اور وارینکا بھی اسے بری لگی جب وہ اپنی بہت نیتوش (6) والی صورت بنا کر ان صاحب سے تعارف ہوئی حالانکہ سارے وقت بس سوچتی یہ رہتی تھی کہ کیسے اس کی شادی ہو جائے۔

اور سب سے زیادہ چڑا تو اسے کیٹی سے ہو رہی تھی کہ کیسے وہ خوشی کے اظہار والے اس لمبے سے متاثر ہو گئی جس سے یہ صاحب رسات میں آمد کے بارے میں باتیں کر رہے تھے گویا یہ ان کے لئے اور سب کے لئے ایک جشن کا موقع ہے۔ اور خاص طور سے بری لگی لیون کو وہ مسکراہٹ جس سے کیٹی نے و سلفسکی کی مسکراہٹ کا جواب دیا تھا۔

زوروں میں باتیں کرتے ہوئے سب گھر کے اندر چلے گئے۔ لیون جیسے ہی سب لوگ بیٹھ گئے ویسے ہی لیون مڑا اور باہر چلا گیا۔

کیٹی نے دیکھا کہ شوہر کو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ منٹ بھر نکال کر اس سے اکیلے میں بات کرے لیکن لیون اس سے یہ کہہ کر جلدی سے باہر چلا گیا کہ اسے دفتر میں ضروری کام ہے۔ کیٹی گاڑی کے کام کاج اسے ایک مدت سے اتنے اہم نہیں لگتے تھے جتنے آج لگ رہے تھے۔ "ان سب کے لئے تو وہاں جشن ہے" اس نے سوچا "اور یہاں جشن کا معاملہ نہیں ہے" یہ فوری کام ہیں جنہیں کرنا ہی ہے اور ان کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔"

7

لیون گھر اس وقت واپس آیا جب اسے کھانے کے لئے بلوا بھیجا گیا۔ میز میوں پر کیٹی اور اگافیا میٹا نیوٹا کھڑی کھانے پر شراہوں کے بارے میں مشورہ کر رہی تھیں۔

"ارے آپ لوگ اتنا (7) کیا کر رہی ہیں؟ دس ترخان پر رکھ دیجئے جو عام طور سے رکھی جاتی ہے۔"  
 "نہیں! استیو! ہمیں پیچھے... کوستیا! ذرا افسوس! یہ ہمیں ہوا کیا ہے؟" کیٹی نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے کہا لیکن وہ ذرا بھی ہٹا لٹا کے کیٹی کے آنے کا انتظار کئے بغیر لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا کھانے کے کمرے میں پہنچ گیا اور فوراً ہی عام پر جوش بات چیت میں شامل ہو گیا جسے وہاں وائینکا و سلفسکی اور استیو پان ارکاڈ سٹاک چلائے ہوئے تھے۔

"تو پھر کیا کل شکار کو چلیں گے؟" استیو پان ارکاڈ سٹاک نے کہا۔  
 "مربانی کر کے چلے" و سلفسکی نے اٹھ کر دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے اور اپنی ایک موٹی ٹانگ کو اندر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے بڑی خوشی ہے، چلے۔ اور اس سال آپ نے شکار کیا ہے؟" لیون نے و سلفسکی سے کہا۔ وہ



”بہت اچھی بات ہے“ سنی پان ار کا دھجے لگا۔ ”اور تم کیٹی؟“  
 ”میں نہیں کس لئے جاؤں گی؟“ کیٹی نے بالکل سرخ ہو کر کہا اور اپنے شوہر پر نظر ڈالی۔  
 ”اور آپ آنا ار کا دھجے مل چکی ہیں؟“ وہ سہل فکی نے اس سے پوچھا۔ ”وہ بیوی ہی پر کشش عورت  
 ہیں۔“  
 ”ہاں“ اور بھی زیادہ سرخ ہو کر اس نے وہ سہل فکی کو جو اب دیا اور اٹھ کر شوہر کے پاس چلی گئی۔  
 ”تو تم کل شکار کو جاؤ گے؟“

ان چند منٹوں میں خاص طور سے اس سرخ کی وجہ سے جو کیٹی کے چہرے پر اس وقت چھائی تھی جب  
 وہ وہ سہل فکی سے بات کر رہی تھی لیون کا رنگ وحسد بہت بڑھ گیا تھا۔ اب کیٹی کے الفاظ اس کران کے معنی  
 وہ اپنے ہی طور پر سمجھا۔ بعد کو اسے اس کے بارے میں یاد کر کے بہت ہی عجیب لگا لیکن اس وقت تو اسے یہی  
 معلوم ہوا کہ کیٹی اگر اس سے یہ پوچھ رہی ہے کہ کل وہ شکار کے لئے جا رہا ہے یا نہیں تو اس کو اس سے دلچسپی  
 صرف اس لئے ہے کہ وہ جانتا چاہتی ہے کہ میں وہ سہل فکی کو یہ خوشی اور طمانیت بہم پہنچاؤں گا یا نہیں جس پر  
 اس کی رائے میں وہ بھی سے فریفتہ تھی۔  
 ”ہاں“ میں جاؤں گا“ لیون نے کیٹی کو بالکل ہی غیر قدرتی انداز میں جواب دیا جو خدا سے بھی معاف نہ  
 لگا۔

”نہیں“ بہتر یہ ہو گا کہ کل کا دن ہمیں رہو نہیں تو ذیال تو شوہر سے مل ہی نہ پائیں گی۔ تم لوگ پر سوں شکار  
 پہ چلے جانا“ کیٹی نے کہا۔  
 کیٹی کے الفاظ کے منہمک کا ترجمہ لیون نے ابھی اس طرح کیا ”اس“ سے الگ نہ کرو۔ تم چلے  
 جاؤ گے اس سے تو میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مجھے اس دلکش نوجوان شخص کی صحبت کی خوشی تو حاصل  
 کرتے دو“

”خیر اگر تم چاہتی ہو تو کل ہم ہمیں رہیں گے“ لیون نے خاص طور سے خوشگوار کے ساتھ جواب دیا۔  
 اس مدت میں دایٹکا کو ذرا بھی شبہ تک نہیں تھا کہ اس کی موجودگی کتنی تکلیف کا باعث بن گئی ہے۔ وہ  
 بھی کیٹی کے پیچھے پیچھے میز سے اٹھا اور اسے پر شفقت نظروں سے دیکھا اور مسکراتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلا۔  
 لیون نے اس کی نظروں کو دیکھ لیا۔ اس کا چہرہ پتلا پڑ گیا اور جیسے ذرا دیر کو اس کا دم رک گیا۔ وہ اندر ہی  
 اندر کھول رہا تھا۔ ”اس کی ہمت کیسے پڑتی ہے میری بیوی کو یوں دیکھنے کی؟“  
 ”تو پھر کل؟ چلے میرانی کر کے“ دایٹکا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اس نے اپنا پاؤں عادت کے  
 مطابق پھر اندر کو موڑ لیا۔

لیون کا رنگ وحسد اور بڑھ گیا۔ وہ خود کو ایسا شوہر تصور کرنے لگا تھا جسے دھوکا دیا گیا ہو جس کی ضرورت  
 بیوی کو اور عاشق کو صرف اس لئے ہے کہ اس میں زندگی کی سوسائیں اور طمانیت و خوش فرائیم کرے۔ لیکن اس  
 کے باوجود اس نے عنایت اور صبران نوازی کے ساتھ دایٹکا سے اس کے شکاروں کے بارے میں ہندو وقت اور  
 تل بوٹ کے بارے میں پوچھا اور اگلے دن شکار کے لئے جانے پر راضی ہو گیا۔  
 لیون کی خوش قسمتی سے بوڑھی پرس نے اس کے دکھ کو اس طرح ختم کر دیا کہ وہ خود اٹھ کھڑی ہو نہیں  
 اور انہوں نے کیٹی کو بھی سونے کے لئے جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن یہاں بھی لیون نے نہ دھوکا دے نہ جھج نہیں سکا۔



خاتون خانہ سے رخصت ہوتے ہوئے واپس گئے پھر اس کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا لیکن کیٹی نے سرخ ہو کر بھولے بھولے پن سے جس کے بارے میں بعد کو مان لے اسے ڈانٹا بھی اپنا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا: "یہ ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے۔"

لیون کی نظروں میں کیٹی کا قصور یہ تھا کہ اس نے واپس گئے کے ساتھ پہلے تو اس طرح کے تعلقات قائم کئے اور پھر اس سے بڑا قصور یہ تھا کہ اتنی بے سلیکی سے یہ ظاہر کیا کہ اسے پسند نہیں ہیں۔

"سوئے کے لئے ایسی کیا جتنی ہے!" اتنی بان ارکاڈ نے کہا جو کھانے کے دوران میں مکی گلاس شراب کے پی چکے تھے اور اپنی سب سے پیاری اور شاعرانہ مزاحیہ کیفیت میں تھے۔ "دیکھو، کیٹی دیکھو، انہوں نے لینڈن کے بیڑوں کی آڑ میں نکلے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "کیا حسن ہے او سلفی" یہ وقت رات کو گھومنے اور گانے کا ہے۔ پتہ ہے جنہیں اس کی آواز مست ہی اچھی ہے۔ ہم اور یہ راستے میں گاتے آئے تھے۔ یہ اپنے ساتھ بڑے اچھے عاشقانہ گیت لاتے ہیں، دو تو نے ہیں۔ دارو اور آندر۔ نیوٹا کے ساتھ گائیں تو مزہ آجائے۔"

جب سب لوگ چلے گئے تو اتنی بان ارکاڈ نے اور سلفی دیر تک روش پر ٹپکتے رہے اور ان کی نئے عاشقانہ گیت گانے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

ان آوازوں کو سنتے ہوئے لیون اپنی بیوی کے سونے کے کمرے میں آرام کر رہی تھی اور چڑھائے بیٹھا تھا اور اس کے ان سوالوں پر کہ اسے کیا ہوا ہے وہ بڑی ہٹ کے ساتھ چپ تھا۔ لیکن جب کیٹی نے خود ہی جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا کہ "کیا تمہیں وہ سلفی کی کوئی بات اچھی نہیں لگی؟ تو جیسے اس کا بند ٹوٹ گیا اور اس نے وہ سب کہہ ڈالا۔ اور جو کچھ اس نے کہا اس سے اسے خود اپنی توہین کا احساس ہوا اس لئے وہ اور زیادہ جھنجھکیا۔

وہ کیٹی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سٹری ہوئی بھڑوں کے نیچے اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں اور وہ اپنے مضبوط ہاتھوں کو سینے پر رکھے ہوئے یوں دباے ہوئے تھا جیسے اپنا سارا زور لگائے ہو کہ اپنے کو قابو میں رکھے۔ اس کے چہرے پر اگر دکھ کا اظہار بھی نہ ہوتا جس سے کیٹی کا دل موس کر رہ گیا تو وہ بڑا ہی تند بلکہ سہم بھی لگا۔ اس کے جڑے پڑے رہے تھے اور اس کی آواز بار بار گھٹ جاتی تھی۔

"تم سمجھو اس بات کو کہ میں رشتہ و حسد کا شکار نہیں ہوں۔ یہ گھٹاؤ نے الفاظ ہیں میں رشتہ و حسد میں جھلا ہو کر یہ یقین نہیں کر سکتا کہ جو میں محسوس کرتا ہوں وہ کہہ نہیں سکتا لیکن یہ بہت سی ہمایاک ہے۔ میں رشتہ و حسد نہیں کرتا مگر اس میں مجھے اپنی توہین کا ذلت کا احساس ہوتا ہے کہ کوئی شخص سوچنے کی بہت کر سکتا ہے، جنہیں ایسی نظروں سے دیکھ سکتا ہے۔"

"آخر کیسی نظروں سے؟" کیٹی نے کہا۔ وہ جہاں تک ہو سکتا تھا چلے دل سے کوشش کر رہی تھی کہ آج شام کی ساری باتوں اور حرکات و سکنات کو اور ان کے لہجوں اور انداز کو یاد کرے۔

دل کی گمراہی میں اس نے محسوس کیا کہ اس وقت کچھ ہوا تھا جو سلفی اس کے پیچھے پیچھے میز کے دوسرے سرے پر آیا تھا لیکن اس کا اعتراف وہ خود اپنے آپ سے بھی نہ کر سکتی تھی۔ اسی لئے اور بھی اس نے شوہر سے اس کا ذکر کرنے اور اس طرح اس کے دکھ کو اور زیادہ بڑھانے کا فیصلہ نہیں کیا۔

"اور میں جیسی ہوں اس حالت میں مجھ میں کون سی چیز کشش ہو سکتی ہے؟"

"اف! وہ اپنا سر پکڑ کر چیخ پڑا۔ "کاش تم نے یہ نہ کہا ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر تم پر کشش ہو تیں..."

"ارے نہیں کو سٹیا، ٹھہرو تو میری بات تو سنو!" کیٹی نے اسے بڑی دکھ بھری دروندی کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم آخر سوچ کیا سکتے ہو؟ جب میرے لئے لوگوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے! تو کیا تم چاہتے ہو کہ میں کسی سے بھی نہ ملوں؟"

شروع میں تو اس کا رشتہ و حسد کیٹی کو توہین آمیز لگا۔ اسے جھنجھلاہٹ تھی کہ اس کے لئے ذرا سی بھی ادھر ادھر کی دلچسپی منع ہے اور وہ بھی بالکل ہی ناقابل اِترام جسم کی۔ لیکن اب وہ بڑی خوشی سے صرف اسی طرح کی فضول باتوں کو نہیں بلکہ سب کچھ اس کے سکون کے لئے قربان کر دیتی تاکہ وہ اس دکھ درد سے محفوظ رہے جس میں مبتلا تھا۔

"تم میری صورت حال کے ہمایاک بن اور مسئلہ فیزی کو سمجھو" لیون نے انتہائی ناامیدی کی سرکوشی میں اپنی بات جاری رکھی کہ وہ میرے گھر میں ممان ہے کہ اس نے سچ کہا جائے تو غیر شائستہ حرکت نہیں کی سوائے کلنڈر سے پن کے اور ناگوں کو اندر کی طرف موڑنے کے۔ وہ اس کو سب سے اچھا انداز سمجھتا ہے اس لئے مجھے اس کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آنا چاہئے۔"

"لیکن کو سٹیا، تم مبالغہ کر رہے ہو" کیٹی نے کہا اور اپنے دل کی گمراہی میں اپنے سے محبت کی اس شدت سے خوش ہو گئی جو اب اس کے رشتہ و حسد سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"سب سے ہمایاک بات یہ ہے کہ تم۔۔۔ جیسی تم ہمیشہ تھیں اور اب جب تم میرے لئے مقدس ہو، ہم اتنے سخی ہیں، اتنے خاص طور سے عشقی ہیں، اور اچھا کہ یہ کینٹکی... کینٹ نہیں، میں اسے کیوں گالی دے رہا ہوں؟ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن آخر کس لئے میری اور تمہاری خوشی؟"

"پتہ ہے جنہیں میں جانتی ہوں کہ یہ سب کس بات سے ہوا؟" کیٹی نے کہا شروع کیا۔

"کس بات سے؟ کس بات سے؟"

"میں نے دیکھا تھا کہ جب ہم کھانے کے وقت باتیں کر رہے تھے تو تم کیسے دیکھ رہے تھے۔"

"ہاں! ہاں تو پھر! لیون نے خوف کے ساتھ کہا۔

کیٹی نے اسے بتایا کہ وہ لوگ کیا باتیں کر رہے تھے اور یہ بتاتے ہوئے وہ مارے بیجان کے ہانپنے لگی۔ لیون چپ چاپ اس کے پیلے پڑ جانے والے سسے ہوئے چہرے کو دیکھتا رہا اور اچھا کہ اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"کاش میں نے جنہیں بہت اذیت دی! اچھی اچھی مجھے معاف کر دو! یہ پاگل پن تھا! کاش میں ہر طرح سے قصور وار ہوں۔ اور کیا ایسی حماقت سے اتنی اذیت بھیلنا ممکن بھی ہو سکتا ہے؟"

"نہیں، مجھے تو تمہارے اوپر ترس آتا ہے۔"

"مجھ پر؟ مجھ پر؟ میں کیا ہوں؟ پاگل! لیکن تم کس لئے؟ یہ تو سوچنا بھی ہمایاک لگتا ہے کہ کوئی بھی شخص ہمارے سکھ کو درد ہم پر ہم کر سکتا ہے۔"

"ظاہر ہے کہ اسی سے تو توہین کا احساس ہوتا ہے..."

"نہیں تو میں اسے دانت طور پر ساری گرمیاں اپنے ہاں رکھوں گا اور اس کے ساتھ عنایت اور مہربانی سے پیش آؤں گا" لیون نے کیٹی کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "تم دیکھ لیتا۔ کل... ہاں، سچ کہہ رہا ہوں"



کل ہم جائیں گے۔"

8

اگلے دن خواتین ابھی اٹھی تھیں کہ شکار کے لئے دو گاڑیاں صدر دروازے پر کھڑی تھیں اور کتیا لاسکا صبح سے یہ سمجھ کر کہ مالک شکار کے لئے جا رہے ہیں انہوں کوں کرنے 'منٹانے اور اچھلنے کودنے کے بعد کوچہ ان کے پاس کو کچ بکس پر بیٹھ گئی تھی 'تاخیر ہونے پر پائندہ کی اور بھان کے ساتھ اس دروازے کو تک رہی تھی جس سے شکاری ابھی تک نہیں نکلے تھے۔ سب سے پہلے وائیکا و سلفسکی نکلا۔ وہ بڑے بڑے نئے نئے بٹ 'جو اس کی موٹی جاکھوں کے نصف تک آتے تھے 'پہری فیض 'جو نئی منگنی ہوئی کار توں کی بیٹی سے بندھی تھی 'اور اپنی فیٹوں والی ٹوپی پہنے تھا اور نئی انگشتی بندوق لئے تھا جس پر ہر میں تھا اور دکھانے کے لئے تر بھی نہیں تھا۔ لاسکا اچھل کر اس کے پاس پہنچی 'ایک ایک کر اس سے صاحب سلامت کی اور اپنے طور پر پوچھا کہ وہ لوگ جلدی چلیں گے یا نہیں۔ لیکن جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پھر اپنی جگہ پر انتظار کرنے لگی اور جم کر بیٹھ گئی 'سر کو ایک طرف جھکا کر اور ایک کان کو کھڑا کر کے۔ آخر کار دروازہ چرچا کر کھلا اور ابو سکی کا بکبرا ہوا لشکر راک ہوا میں چلا گیا بھر کر نکلا اور خود اسی پان ارکاڈ سچے لٹکے ہاتھ میں بندوق اور منہ میں سگار لئے۔ انہوں نے پیار سے کتے سے کہا "بس 'بس 'کراک" جو ان کے پیٹ اور پیٹے پر بچے رکھ کر اور شکاری حیلے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی پان ارکاڈ سچے معمولی کپے پڑے کے جو تے اور پٹیاں 'پرانی چٹون اور چھوٹا گرم کٹ پہنے تھے۔ سر پر کوئی بیٹی پرانی ٹوپی منڈھی تھی لیکن ان کی نئی وضع کی بندوق دیکھنے لائق تھی اور شکاری حیلہ نیز کار توں کی بیٹی استعمال شدہ ہونے کے باوجود بہترین قسم کے تھے۔

وائیکا و سلفسکی پہلے یہ نہیں سمجھا تھا کہ اصلی شکاری کی جج ہے پر اپنے کپڑے پٹنا لیکن شکار کا ساز و سامان بہترین قسم کا رکھتا۔ یہ تو اب اسی پان ارکاڈ سچے کو دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا جو ان خشت اور بوسیدہ کپڑوں میں بھی اپنے خوش وضع 'کمائے پیٹے اور خوش مزاج مالکانہ ڈیل ڈول سے آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ و سلفسکی نے ملے کیا کہ اگلے شکار کے لئے وہ بھی بالکل ایسے بندوق کرے گا۔

"اور ہمارے میزبان کہاں رہ گئے؟" اس نے پوچھا۔

"جو ان بیوی ہے" اسی پان ارکاڈ سچے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور ایسی خوبصورت۔"

"وہ کپڑے تو پتھر چٹے تھے۔ غالباً پھر وہ ڈگنے ہوئے گے بیوی کے پاس۔"

اسی پان ارکاڈ سچے کا قیاس صحیح تھا۔ لیون دوبارہ دو ڈکریو کی پاس پھر پہنچے کیا تھا کہ اس نے کل کی بیوقوفی کو معاف کر دیا کہ نہیں اور اس لئے کہ اس سے کتا جائے کہ وہ سچ کی خاطر احتیاط سے رہے۔ خاص چیز تھی کہ بچوں سے دور رہے۔ وہ کسی بھی وقت دھکارا سکتے ہیں۔ پھر اس سے ایک بار اور اس بات کی تصدیق حاصل کرنی تھی کہ وہ اس پر ناراض نہیں ہے کہ وہ دونوں کے لئے جا رہا ہے اور یہ بھی کہنا کہ کل وہ ضرور سوار کے ہاتھ ایک رقتہ بھجوا دے 'چاہے وہی لفظ لکھ کے 'تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ خیریت سے ہے۔

کبھی کے لئے 'بیٹھ کی طرح دو دن تک شہر سے جدا رہتا تکلیف دہ تھا لیکن اس کے پھر تیلے اور بیالے ڈیل ڈول کو دیکھ کر 'جو شکاری خلیوں اور سفید بلاؤں اور کچھ اس کے لئے ناقابل فہم شکاری جوش و خروش کی

دک کی وجہ سے خاص طور سے بڑا اور طاقتور لگ رہا تھا 'اس کی خوشی کی خاطر اپنے رنج کو بھول گئی اور اس سے خوش خوش رخصت ہوئی۔

"حضرات 'میں معافی چاہتا ہوں" اس نے دو ڈکر سانبان میں آتے ہوئے کہا۔ "ٹاشے کا سامان رکھ دیا گیا؟ کیت گھوڑا دائیں طرف کیوں جو آگیا ہے؟ خیر کوئی بات نہیں۔ لاسکا 'بچے 'آئی جی جگہ پر بیٹھا"

چوہا ہا بڑے چھڑوں کے بارے میں پوچھنے کے لئے سانبان کے پاس اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس سے لیون نے کہا "انہیں اوسروں کے گگلے میں کر دو۔ معاف کیجئے گا حضرات 'ایک اور جان کمانے آرہا ہے۔"

لیون گاڑی میں بیٹھ چکا تھا لیکن یوحنا سے باتیں کرنے کے لئے کود کر بچے آگیا جو ہاتھ میں بیاز لئے سانبان کی طرف آرہا تھا۔

"کل دفتر میں آئے اور اب مجھے دیر کرواؤ گے۔ کیا بات ہے؟"

"ایک اور موٹو بنانے کا حکم دے دیجئے۔ صرف تین زینے بڑھانے پڑیں گے۔ اور ہم ٹھیک سے بنالیں گے۔ بہت سی آرام دہ ہو جائے گا۔"

"تم میری بات تو سنئے" لیون نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ پہلے بھلی شیشہ لگا دو پھر زینے چرو۔ اب تم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ جیسے میں کہہ رہا ہوں ایسے کرو۔ نئی سیڑھی بناؤ۔"

بات یہ تھی کہ مکان کا جو نیا حصہ بن رہا تھا اس میں یوحنا نے سیڑھی خراب کر دی تھی۔ اسے الگ بنایا 'اونچائی کو مٹا پے بغیر 'اور جب وہ جگہ پر لگائی گئی تو زینے سب بالکل کھڑے تھے۔ اب یوحنا یہ چاہتا تھا کہ اسی سیڑھی میں تین زینے اور بڑھا کر لگا دے۔

"بہت بہتر ہو جائے گی۔"

"لیکن تین زینے اور لگ کر وہ جیسے لے کہاں جائے گی؟"

"معافی چاہتا ہوں سرکار" یوحنا نے عذارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "ٹھیک چوکے تک لے جائے گی۔ مطلب یہ کہ نیچے سے چلے گی" اس نے یقین دلانے والے اشارے کے ساتھ کہا "چلے گی 'چلے گی اور پہنچ جائے گی۔"

"ارے آخر تین زینوں کے ساتھ اس کی لمبائی بھی تو بڑھ جائے گی... وہ کہاں پہنچے گی؟"

"مطلب یہ کہ نیچے سے جب چلے گی تو پس پہنچ جائے گی" یوحنا نے ہٹ اور بڑے یقین کے ساتھ کہا۔

"وہ پہنچے گی کہ چمت تک اور پورا کر کے اندر جا پہنچے گی۔"

"آپ سامنے تو سرکار۔ آخر نیچے سے چلے گی۔ چلے گی 'چلتی جائے گی اور پہنچ جائے گی۔"

لیون نے چھڑی نکالی اور دھول میں اس کے لئے سیڑھی کا نقشہ بنایا۔

"تو اب دیکھ رہے ہو؟"

"جیسا آپ حکم دیں" یوحنا نے جواب دیا۔ اس کی آنکھیں اچانک چمک اٹھیں اور بظاہر وہ معاملے کو آخر کار سمجھ گیا تھا۔ "لگتا ہے کہ نئی ہی بنانی پڑے گی۔"

"تو جیسے میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی بناؤ" لیون نے گاڑی پر بیٹھے ہوئے جیج کر کہا۔ "چلو اقلپ 'کتوں کو پکڑو"

لیون کو اب گھر لے اور کبھی گاڑی کی ساری تقریں پیچھے چھوڑ کر امید و انتظار اور زندگی کی مسرت سے



”تو ہمارا راستہ کیا ہو گا؟ ذرا اچھی طرح سے بتاؤ تو“ اسی بان ارکا دھنچے لگے۔

”منصوب یہ ہے کہ ابھی تو ہم گود زد ہو چکے ہیں۔ گود زد ہو کر اس طرف کو چاہیوں کی دلدل ہے۔ گود زد ہو کر پے بھی چاہیوں کی دلدل ہے۔ وہاں بڑے چھے بھی ہوتے ہیں۔ ابھی تو گری ہے اور ہم شام تک میں (میں درست چل کر) پانچیں گے اور شام کو شکار کریں گے رات وہیں بسر کریں گے اور کل بڑی دلدل پر پہنچ جائیں گے۔“

”اور راستے میں کیا واقعی کچھ نہیں ہے؟“

”ہے تو سہی، مگر دیر ہو جائے گی اور گری ہے۔ دو اچھی جگہیں ہیں مگر وہاں مشکل ہی سے کچھ ہاتھ لگے گا۔“

لیون خود ان جگہوں پر جانا چاہتا تھا لیکن یہ جگہیں گھر سے قریب تھیں اور وہاں وہ ہمیشہ جاسکتا تھا۔ پھر یہ چھوٹی جگہیں تھیں، تین تین شکاریوں کے لئے ہندوق چلانے کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اس نے عیاری کی اور کہہ دیا کہ وہاں کچھ مشکل ہی سے ملے گا۔ جب وہ لوگ ایک چھوٹی دلدل کے مقابل پہنچے تو لیون اس کے برابر سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن اسی بان ارکا دھنچے کی تجربہ کار شکاری آنکھوں نے مرکز سے نظر آنے والی اس جگہ کو فوراً ڈالیا۔

”ذرا چلیں نا؟“ انہوں نے چھوٹی دلدل کو دکھاتے ہوئے کہا۔

”لیون، مہربانی کر کے! کتنی عمدہ جگہ ہے!“ وائینکا و سلفسکی بھی درخواست کرنے لگا اور لیون انکار نہ کر سکا۔

ابھی وہ لوگ رک بھی نہ پائے تھے کہ کتے ایک دوسرے کو دوڑاتے ہوئے دلدل کی طرف لپکے۔

”کراک! لاسکا!“

کتے واپس آگئے۔

”تمہیں کے لئے جگہ نہیں ہے۔ میں یہیں رہوں گا“ لیون نے اس امید میں کہا کہ ان لوگوں کو سوائے

ٹھیر یوں کے کچھ نہ ملے گا جنہیں کتوں نے بھڑکایا تھا اور جو دلدل کے اوپر منزلاتی ہوئی فریاد کر رہی تھیں۔

”میں لیون، چلو ساتھ چلیں گے!“ و سلفسکی نے آواز دی۔

”میں بچ کہہ رہا ہوں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ لاسکا واپس آجا! آپ لوگوں کو دوسرے کتے کی ضرورت تو

ہو گی نہیں؟“

لیون گاڑی کے پاس رک رہا اور شکاریوں کو رشک سے دیکھتا رہا۔ شکاریوں نے پوری دلدل کا چکر لگایا

لیکن سوائے بھٹ مرئی اور ٹھیر یوں کے، جن میں سے ایک کو وائینکا نے نشانہ بنالیا، دلدل میں اور کچھ نہیں تھا۔

”دیکھ لیا نا آپ نے“ اسی لئے مجھے اس دلدل پر نہ جانے کا افسوس نہیں تھا“ لیون نے کہا۔ ”بس وقت

مکثا ہے۔“

”نہیں، پھر بھی مزہ تو آیا۔ دیکھا آپ نے؟“ وائینکا و سلفسکی نے گاڑی میں اٹھنے پر اسے ایک ہاتھ

میں ہندوق دوسرے میں ٹھیری لئے سوار ہوتے ہوئے کہا۔ ”کیا شاندار نشانہ لگا کر میں نے اسے مارا ہے نا؟ تو

خوش ہونے کے لئے قوی احساس کا تجربہ ہو رہا تھا کہ وہ بات کرنا بالکل نہیں چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے شدید بیکان کے اس احساس کا بھی تجربہ ہو رہا تھا جو سارے شکاری اپنے میدان عمل سے قریب پہنچنے پر محسوس کرتے ہیں۔ اگر اس وقت اس کے ذہن میں کوئی چیز تھی تو بس یہ سوالات کہ انہیں کوئی شکی دلدل میں کچھ شکار ملے گا یا نہیں مگر کراک کے مقابلے میں لاسکا شکار میں کیسی لپکتی اور یہ کہ آج خود اس کو نشانہ لگانے میں کیسی کامیابی ہو گی۔ کیسے ایسا ہو کر نئے شخص کے سامنے اسے شرمندگی نہ ہو؟ کیسے ایسا ہو کہ ایلو سکی اس سے اچھا نشانہ نہ لگائے؟۔ یہ خیالات بھی اس کے ذہن میں آئے۔

ایلو سکی بھی ایسے ہی جذبات محسوس کر رہا تھا اور وہ بھی باتیں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک و سلفسکی بڑی خوش دلی سے باتیں کئے جا رہا تھا۔ اب اس کی باتیں سن کر لیون کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا کہ کل اس نے و سلفسکی کے ساتھ کتنی نا انسانی کی تھی۔ وائینکا واقعی بڑا عمدہ باری تھا، سیدھا سادہ، نیک دل اور بہت ہی خوش مزاج۔ اگر لیون اس سے اپنے کتوں پرین کے زمانے میں ملا ہو تو وہ اس سے دوستی کر لیتا۔ زندگی کے بارے میں اس کا کلام نہ رویہ اور اس کی خوش و سلی کی بے غری اور لاپرواہی لیون کو ذرا اپنند تھی۔ ایسا لگتا جیسے وہ اپنے لیے ناخوش اور نوبی اور باقی چیزوں کو اپنے حق میں بلند اور بلاشبہ اہمیت کی چیزیں سمجھتا تھا۔ لیکن اس کی نیک دلی اور تہذیب و سلیقہ کی بنا پر اسے معاف کیا جاسکتا تھا۔ لیون کو وہ اپنی اچھی تربیت، بہت اچھی فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں بات چیت کی بنا پر اور اس بنا پر پسند تھا کہ وہ اسی کی دنیا کا آدمی تھا۔

وائینکا کو دونوں کے انتہی کے علاوہ کچھ اور بہت پسند آیا جو باتیں طرف کو الگ سے جتا ہوا تھا۔ وہ سارے وقت اس کی تعریفیں کرتا رہا۔

”انتہی کے گھوڑے کو انتہی میں دوڑانے میں کتنا مزہ آتا ہو گا۔ اس ہے نا؟“ اس نے کہا۔

وائینکا کے گھوڑے پر سواری کرنے میں کسی وحشیانہ شاعرانہ شے کا تصور کر رہا تھا جس کا کوئی حاصل تو نہیں لگا لیکن اس کا بھونچا خاص کر اس کی وجاہت، پیاری مسکراہٹ اور پروقار حرکات و سکنات کے ساتھ مل کر بہت ہی دلکش لگتا تھا۔ پتہ نہیں اس وجہ سے کہ وائینکا کی فطرت لیون کو بڑی اچھی لگی تھی یا اس لئے کہ لیون کل کے گناہ کا کفارہ ادا کرنا اور اس میں ساری اچھی چیزیں دریافت کر لینا چاہتا تھا، مگر حال لیون کو اس کے ساتھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

تین درست چلنے کے بعد و سلفسکی کو اچانک اپنے گھر اور اپنے بڑے کا خیال آیا اور اسے بالکل نہیں یاد آ رہا تھا کہ یہ چیزیں اس نے کیسے کھو دیں یا میر پر چھوڑ آیا ہے۔ بڑے میں تین سو ستر روپے تھے اور اس لئے یوں چھوڑنا تو ہرگز صحیح نہیں تھا۔

”معلوم ہے لیون کیا میں اس الگ سے جتنے ہوئے دونوں والے گھوڑے پر سہت گھر جاتا ہوں۔ یہ بہت

ہی اچھا رہے گا۔ اس؟“ اس نے کہا اور وہ گاڑی سے اترنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔

”نہیں“ آخر کس لئے؟“ لیون نے یہ اندازہ لگا کر جواب دیا کہ وائینکا کا وزن چھ پودے تو کم ہو گا نہیں۔

”میں کوچہ ان کو بھیجتا ہوں۔“

الگ سے جتنے گھوڑے پر کوچہ ان کیا اور جوڑی کو لیون خود ہانکنے لگا۔



کیا اب اصل مقام پر ہم جلدی پہنچ جائیں گے؟

اچانک گھوڑے تیزی سے دوڑ پڑے لیون کا سر کسی کی بندوق کی تالی سے ٹکرایا اور گولی بخنے کی آواز کوئی۔ دراصل گولی پہلے دھکی لیکن لیون کو ایسا لگا کہ بعد کو دھکی ہے۔ بات یہ ہوئی تھی کہ وائیکاو سلمفسکی نے ایک تالی کا گھوڑا تارے میں دوسری کے گھوڑے کو دبا دیا تھا۔ گولی زمین میں دھنسن گئی اور کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچی۔ اسٹی پان ارکاڈ سچے نے سر ہلایا اور نمائش کے انداز میں سلمفسکی پر ہنسے۔ لیون لیون کی کچھ کہنے کی ہمت نہیں بڑی۔ اول تو اس لئے کہ اس کی طرف سے کسی طرح کی نمائش ایسی گنتی جیسے خطرے سے بچ نکلنے کی بنا پر اور اس گمراہ کی وجہ سے جو اس کے ماتھے پر نکل آیا تھا، دوسرے یہ کہ سلمفسکی پہلے تو اتنے بھولین سے رنجیدہ تھا اور پھر اس عام ہنگامے پر اتنی نیک دلی سے ہنساکر خود بھی نہ ہنسانا ممکن تھا۔

جب یہ لوگ دوسری دلدل پر پہنچے جو کافی بڑی تھی اور اس پر ضرور مست وقت لگتا تو لیون نے ان لوگوں کو اترنے سے روکنا چاہا لیکن سلمفسکی نے پھر اسے راضی کر لیا۔ دلدل چونکہ ٹھک سی تھی اس لئے لیون پھر مسمان نواز میزیان کی حیثیت سے گاڑی کے پاس بیٹھ گیا۔

پہنچتے ہی کراک کچھ نیلوں کی طرف پکا۔ کتے کے پیچھے پہلے وائیکاو سلمفسکی دوڑا اور اسٹی پان ارکاڈ سچے پہنچے بھی نہ پائے تھے کہ ایک چابی اڑی۔ سلمفسکی کا نشانہ خطا ہو گیا اور چابی ایک ان کچی جگہ میں اتر آئی۔ سلمفسکی کو یہ چابی حاصل کرنی تھی۔ کراک نے اسے پھر مڑ مڑا لگا اس کا پتہ دیا اور سلمفسکی اسے مار کر گاڑی کے پاس آیا۔

اب آپ جائے اور میں گھوڑوں کے پاس فہموں کا اس نے کہا۔

لیون کو شکار یوں الار شک شروع ہو گیا تھا۔ اس نے لگائیں سلمفسکی کو حواس اور دلدل پر چلا گیا۔ لاسکا دیر سے شکایت آئیز انداز میں منتاری تھی اور نا انصافی کے خلاف فریاد کر رہی تھی۔ وہ سیدھی ایک ایسی جگہ کی طرف جہنی جہاں شکار ملنے کی امید تھی۔ لیون بھی اس نیلے سے واقف تھا اور کراک ابھی وہاں تک نہ پہنچا تھا۔

تم اسے روکتے کیوں نہیں؟ اسٹی پان ارکاڈ سچے نے چل کر کہا۔

وہ شکار کو زورائے بھڑکائے گی نہیں۔ لیون نے جواب دیا۔ وہ اپنی کتیا سے خوش تھا اور اس کے پیچھے پیچھے تیزی سے جا رہا تھا۔

لاسکا جیسے جیسے جانے پہچانے نیلوں کے قریب پہنچتی گئی ویسے ویسے اس کی تلاش میں زیادہ سنجیدگی آتی گئی۔ دلدل کی ایک چھوٹی چڑیا نے بس زرا دیر کے لئے اس کا دھیان ہٹایا۔ اس نے نیلوں کے سامنے ایک پتھر لگایا، دوسرا شروع کیا اور اچانک تھر تھراتی ہوئی جم کر رہ گئی۔

”آؤ! استیو! دھر آؤ!“ لیون چلایا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا لیکن پھر اچانک اسے لگا کہ جیسے اس کی سماعت پر سے کوئی پردہ ہٹ گیا ہے۔ ساری آوازیں مسافت کی ہر پتلا نش سے محروم ہو کر بے آہنگ بن گئیں لیکن صاف صاف اس سے ٹکرانے لگی ہیں۔ اس نے اسٹی پان ارکاڈ سچے کے پاؤں کی چاپ سنی اور انہیں دور سے آتی ہوئی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سمجھا، اس نے جس نیلے پر پاؤں رکھا تھا اس کے سرے کے جڑوں سمیت ٹوٹنے کی تیز آواز سنی اور اس کو چاہی کے اڑنے کی آواز سمجھا۔ پیچھے کیس پاس ہی سے پانی میں چھپا پھپ کی آواز بھی سنائی دی جس کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔

پاؤں ٹھکانے کی جگہ تلاش کرتا ہوا وہ کتے کی طرف بڑھا۔  
”اڑا اے!“

کتیا کے پاس سے چابی نہیں بلکہ بن مرغی اڑی۔ لیون نے بندوق تانی لیکن جس وقت وہ شست باندھ رہا تھا اسی وقت پانی میں چھپ چھپ کی وہ آواز زیادہ زیادہ ہو گئی، قریب تر آگئی اور اسی کے ساتھ سلمفسکی کی آواز بھی مل گئی جو کچھ عجیب سے انداز میں زور سے چل رہا تھا۔ لیون نے دیکھا کہ اس کا نشانہ بن مرغی کے پیچھے جا رہا ہے پھر بھی اس نے گولی داغ دی۔

اس یقین کے ساتھ کہ اس کا نشانہ خطا ہو گیا ہے لیون نے مڑ کر دیکھا تو اسے نظر آیا کہ گھوڑے اور گاڑی سڑک پر نہیں بلکہ دلدل میں تھے۔

سلمفسکی شکار کو نشانہ بننے دیکھنے کی خواہش میں دلدل میں جا پہنچا تھا اور گھوڑے کچھ دیر پس گئے تھے۔

”شیطان لے جائے اے!“ لیون نے پھنسی ہوئی گاڑی کی طرف آتے ہوئے دل میں کہا۔ ”آپ آئے یہاں کس لئے؟“ اس نے سلمفسکی سے روکے پن سے کہا اور کوچہ ان کو پکار کر گھوڑوں کو سانج سے کھولنے لگا۔

لیون کو اس بات پر بھی جھنجھلاہٹ تھی کہ اسے ٹھیک سے شست نہیں باندھنے دیا گیا، اس پر بھی کہ اس کے گھوڑوں کو پھنسا دیا گیا اور خاص طور سے اس بات پر کہ گھوڑوں کو سانج سے کھولنے اور انہیں دلدل سے نکالنے میں اس کی اور کوچہ ان کی مدد اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کی نہ سلمفسکی نے اس لئے کہ دونوں میں کسی کو رتی بھر سمجھ اس بات کی نہ تھی کہ سانج میں ہونا کیا گیا ہے۔ وائیکا یقین دلا رہا تھا کہ یہاں بالکل سوکا تھا لیکن اس کے جواب میں ایک لفظ بھی کہنے بغیر لیون چپ چاپ کوچہ ان کے ساتھ کام کرتا رہا کہ گھوڑوں کو کھول دے۔ لیکن بعد کو کام کی گری آجانے سے اور یہ دیکھ کر کہ سلمفسکی بڑا زور لگا کر گاڑی کو پاؤں سے پکڑ کر کھینچ رہا ہے، اتنے زوروں میں کہ اسے توڑ بھی دیا لیون نے خود کو علامت کی کہ وہ کل والے جذبہ بات کے زیر اثر وسلمفسکی کے ساتھ بہت زیادہ سرد مہری سے پیش آ رہا ہے، اور خاص لطف و ممانعت کے ساتھ اپنی رکھائی کی حفاظت کرنے کی کوشش کی۔ جب سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا اور گاڑی پھر سے سڑک پر آگئی تو لیون نے ناشہ لگانے کا حکم دیا۔

”ہوں! اچتی۔ ہوں کو نیسیں! اے پو لے وا تو سے ز سکوفون دی سے بوت“ (8) وائیکا نے پھر سے خوش ہو کر دوسرا چوڑھ قسم کرتے ہوئے فراہمی کماوت دوہرائی۔ ”تو اب ہماری مصیبتیں ختم ہو گئیں، اب سب بخیر و خوبی ہو گا۔ بس یہ کہ اپنے قصور کی بنا پر میرا فرض ہے کہ میں کوچہ بکس پر بیٹھوں۔ ٹھیک ہے نا؟“ اس نے نہیں نہیں میں تو آؤ سمیڈون (9) ہوں۔ دیکھئے گا، کیسے آپ کو لے چلا ہوں!“ اس نے لگام چھوڑے بغیر لیون کے یہ کہنے پر جواب دیا کہ وہ لگائیں کوچہ ان کو دیکھئے۔ ”نہیں مجھے اپنے قصور کا کفارہ تو ادائی کرنا چاہئے اور میں کوچہ بکس پر بڑے آرام سے ہوں۔“ اور وہ روانہ ہو گیا۔

لیون کو تھوڑا زور تھا کہ سلمفسکی گھوڑوں کو خاص طور سے بائیں کیت کو بہت ٹھک کرے گا جسے وہ قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا لیکن غیر ارادی طور پر سلمفسکی کی خوش مزاجی سے وہ بھی متاثر ہو گیا اور ان عاشقانہ گیتوں کو سننے لگا جنہیں سلمفسکی کوچہ بکس پر بیٹھا ہوا سارے راستے گاٹا رہا یا تھسے سناٹا رہا اور نقل کر کے



دکھانا ہر اک فوران ونڈ (10) کو انگریزی قاعدے سے کیسے چلانا چاہئے۔ اور ناشتے کے بعد چل کر وہ سب سستی خوش خوش گود زوہ کی دلدل پر پہنچ گئے۔

10

دایکا نے گھوڑوں کو اتنی تیزی سے دوڑایا تھا کہ وہ لوگ دلدل پر بہت جلدی پہنچ گئے چنانچہ تب تک گرمی تھی۔

بڑی دلدل پر پہنچ کر جو سفر کی خاص منزل تھی 'لیون غیر ارادی طور پر یہ سوچنے لگا کہ وہ کیسے دایکا سے بچا چمڑائے اور کسی بد اخلاقت کے بغیر شکار کرے۔ بظاہر اسٹی پان ارکاڈ کچھ بھی کی جاتے تھے اور ان کی صورت پر لیون نے اس فکر مندی کے آثار دیکھے جو شکار شروع ہونے سے پہلے اصل شکاری کو پیشہ ہوتی ہے 'اور اس کے ساتھ ہی ان کے چہرے سے کچھ ان کی مخصوص نیک دلی والی چالاکی بھی ظاہر ہو رہی تھی۔

"تو ہم کیسے جائیں گے؟ یہ تو میں دیکھ رہا ہوں کہ دلدل بہت عمدہ ہے اور شکرے بھی ہیں" اسٹی پان ارکاڈ کچھ نے نرکوں کے اوپر منڈلاتے ہوئے دو بڑے پرندوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جہاں شکرے ہوتے ہیں وہاں شکار ضرور ہوتا ہے۔"

"تو آپ دیکھتے حضرات" لیون نے کچھ اداس سی صورت بنا کر اپنے گل بوٹ اوپر چڑھا کر اور بندوق کی ٹوپوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا "ان نرکوں کو دیکھ رہے ہیں آپ؟" اس نے دریا کے دائیں کنارے پر پھیلی ہوئی بڑی سی اودھ کئی تر چراگاہ میں کاسمی رنگ کے جزیرے کی طرف اشارہ کیا۔ "دلدل وہاں سے شروع ہوتی ہے" بالکل ہمارے سامنے 'جہاں ہریالی ہے۔ وہاں سے وہ دائیں کو جاتی ہے جہاں وہ گھوڑے چل رہے ہیں۔ وہاں نیلے ہیں اور چاہیاں ہوتی ہیں۔ اور ان نرکوں کے چاروں طرف بھی ایڈز کے اس کج رنگ اور پن پھل تک دلدل ہی ہے۔ اور وہ دیکھتے وہاں 'جہاں کھادی سی ہے' وہ سب سے اچھی جگہ ہے۔ وہاں ایک بار میں نے سترہ چھوٹی چاہیاں ماریں 'ہم دونوں کتوں کے ساتھ الگ الگ ہو جاتے ہیں اور مختلف سمتوں میں جاتے ہیں۔ پھر وہاں پن پھل کے پاس مل جائیں گے۔"

"تو کون دائیں جائے گا اور کون بائیں؟" اسٹی پان ارکاڈ کچھ نے کہا۔ "دائیں طرف زیادہ چوڑائی ہے" آپ دونوں جائے 'اور میں بائیں جاتا ہوں' گویا بغیر کسی غور و فکر کے انہوں نے کہا۔

"بہت خوب! ہم ان سے زیادہ شکار کر لائیں گے۔ تو چلئے، چلئے!" دایکا بول اٹھا۔

لیون کے لئے رضامند نہ ہونا ممکن تھا اور وہ الگ الگ چل پڑے۔

جیسے ہی وہ لوگ دلدل پر پہنچے ویسے ہی دونوں کتوں نے ساتھ ہی کھوج شروع کر دی اور سبز کائی بھرے تالاب کی طرف بڑھے۔ لیون اپنی لاسکا کے کھوج کے اس طریقے کو جانتا تھا 'جب وہ بڑی احتیاط سے غیر متعین انداز میں چل پڑتی تھی۔ وہ اس جگہ کو بھی جانتا تھا اور چاہوں کے پورے ہمنڈ کی توقع کر رہا تھا۔

"وہ سہل فکری 'برابر پر چلئے!" اس نے دلی آواز میں پیچھے پیچھے پانی میں چھپ چھپ کر کے چلتے ہوئے ساتھی سے کہا جس کی بندوق کے رخ سے گھومنے لگا دلدل پر ٹانہ کوئی چل جانے کے بعد 'لیون کو غیر ارادی طور پر دلچسپی ہو گئی تھی۔

"میں میں آپ کے لئے جگہ کی جگہ نہ کروں گا" آپ میرے بارے میں نہ سوچئے۔"

لیون غیر ارادی طور پر سوچ رہا تھا اور اسے کیٹی کے وہ الفاظ یاد آئے جو اس نے رخصت کرتے وقت کہا تھا "خیال رکھئے گا اور ایک دوسرے پر کہیں گولی نہ چلا دیجئے گا۔" کتے قریب تر پہنچتے جا رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے دور دور تھے اور دونوں اپنی اپنی سوگھ پر جا رہے تھے۔ چھوٹی چاہیوں کی توقع اتنی پر زور تھی کہ لیون جب کچھ میں سے پاؤں اٹھاتا تو اسے خود اپنی بڑیوں کی کھچاک کھچاک کی آواز چامی کی چچی کی طرح لگتی اور وہ اپنی بندوق کے کندے کو اور مضبوطی سے پکڑ لیتا۔

"فنائیں اٹھائیں!" اسے اپنے کانوں کے اوپر گونج سنائی دی۔ یہ دایکا نے بھلوں کے ہمنڈ پر گولی چلائی تھی جو دلدل کے اوپر منڈلا رہی تھیں اور اس وقت 'بندوق کی مار سے بہت دور پر شکاریوں کی طرف آ رہی تھیں۔ لیون مرکز اور دیکھ بھی نہ پایا تھا کہ ایک چامی کی چھوٹی سی آواز سنی اور پھر دوسری 'تیسری اور پھر ایک کے بعد ایک گولی آٹھ چاہیاں اڑیں۔

ان میں سے ایک نے جیسے ہی اپنی تیز میز می پر واژ شروع کی ویسے ہی اسٹی پان ارکاڈ کچھ نے اس کو نشانہ بنایا اور چڑیا بعد سے دلدل میں گر پڑی۔ پھر انہوں نے بغیر کسی جلدی کے دوسری کی طرف بندوق تانی جو نرکوں کے اوپر اچھی نیچے نیچے اڑ رہی تھی اور گولی دینے کی آواز کے ساتھ ہی یہ چامی بھی گر پڑی اور دکھائی دیا کہ کیسے وہ اس سفید پٹیلے پتک کو جو سلامت تھا پھڑپھڑا کر نرکوں سے اوپر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

لیون اتنا خوش قسمت نہیں تھا۔ اس نے پہلی چامی پر کافی پاس سے گولی چلائی لیکن نشانہ خطا ہو گیا۔ جب وہ پھر اڑنے لگی تو اس نے بندوق تانی لیکن اسی وقت اس کے پاؤں کے ٹھیک نیچے سے ایک اور چامی اڑی اور اس کا دھیان بٹ گیا۔ اس کا نشانہ پھر خطا ہو گیا۔

جب وہ لوگ اپنی بندوق میں بھر رہے تھے تو ایک اور چامی اڑی۔ وہ سہل فکری تب تک اپنی بندوق بھر چکا تھا اور اس نے پانی میں چھروں کی دو بانڈ اور خالی کر دیں۔ اسٹی پان ارکاڈ کچھ نے اپنی چاہیوں کو اٹھایا اور چلتی ہوئی آنکھوں سے لیون کو دیکھا۔

"اچھا تو اب الگ الگ جاتے ہیں" اسٹی پان ارکاڈ کچھ نے کہا اور بائیں پاؤں سے ٹکڑاے 'ہاتھوں میں بندوق سنبھالے ہوئے اپنے کتے کو سینے سے بٹھا کر ایک طرف کو چل دیئے۔ لیون اور وہ سہل فکری دوسری طرف کو گئے۔

لیون کے ساتھ ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ جب پہلی گولیاں خالی چلی جاتی تھیں تو وہ گرم ہو جاتا 'صنبلہ ناما اور سارے دن بری طرح نشانہ لگتا۔ آج بھی ایسا ہی ہوا۔ چاہیاں بہت تھیں۔ وہ کتوں کے پاس سے اور شکاریوں کے پاؤں کے نیچے سے برابر اڑتی رہیں اور لیون اپنے آپ کو سنبھال سکتا تھا لیکن جتنی زیادہ بار اس نے گولیاں چلائیں اتنی ہی زیادہ اسے وہ سہل فکری کے سامنے سخت ہوئی جو بڑی خوش مزاجی سے بندوق کی مار کے اندر اور اس سے باہر بندوق دانے جا رہا تھا کسی چیز کو بھی نشانہ نہیں بنایا تھا پھر بھی اس سے اس کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ لیون بے صبری دکھانے لگا 'وہ اپنے آپ سے نہ رہ گیا 'زیادہ سے زیادہ گرم ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ شکار کو مار کر ان کی امید کے بغیر ہی گولیاں چلانے لگا۔ لگ رہا تھا کہ لاسکا بھی اس بات کو سمجھ گئی۔ وہ کافی سے کھوج کرنے لگی اور جیسے شکاریوں کو بھلا ہٹ اور ملامت کے ساتھ دیکھنے لگی۔ گولیاں پے در پے چلتی رہیں۔ شکاریوں کے چاروں طرف بارود کا دھواں چھا گیا۔ اور بڑے سے شکاری تھیلے میں بس تین چھوٹی چھوٹی چاہیاں تھیں۔ ان میں سے بھی ایک وہ سہل فکری نے ماری تھی اور ایک دونوں نے مل کر۔ اس مدت میں







رہے "اسی بیان اور کار کا دلچسپی نے اپنی فتح مندی کو کم اہم بناتے ہوئے کہا۔

11

جب لیون اور استی پان ار کا سچا اس کسان کی جمہوری میں پیچھے جس کے ہاں لیون بیٹھ قہر تھا  
وہ مسلم فکری وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ سچ جمہوری میں پیشا تھا اور دونوں ہاتھوں سے سچ کو پکڑے ہوئے اس  
لئے کہ جمہوری کی مالکن کا پیاسی بھائی اس کے پاؤں سے سمجھ کر گل بوٹا مار رہا تھا جو کچھ میں نے ہوئے تھے  
سب کو ہنسا دینے والے انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔

”میں بس ابھی پہنچا ہوں۔ اہل زون اپنے شانمات (13) ذرا تصور کیجئے، ان لوگوں نے مجھے چالایا کھلایا۔ کیا روٹی تھی؟ یہ تو مجھ سے ہا۔ لیٹے (14) اور وادکا۔ اس سے زیادہ مزیدار تو میں نے کبھی پی ہی نہیں اور کسی طرح بھی رقم لینے پر تیار نہیں ہوئے۔ بس یہی کہتے رہے کہ ”براہست مانئے“ یا کچھ ایسی سی بات۔“

”رقم کس لئے لے لیتے؟ ان لوگوں نے مطلب آپ کی خاطر کی۔ اور بھلا کیا ان کے پاس بیچنے والی داد کا ہوتی ہے؟“ سپاہی نے کہا: جس نے آخر کار کالی چڑ جائے والی جراب سمیت بیگا واصل بوٹ کھینچ لیا تھا۔

جموئیزی میں صفائی نہیں تھی، حکامیوں کے فضل و کرم اور کچھ زمین تفرع ہوئے تو ان کے اے اور گندہ کر دیا تھا اور وہاں بارود کی اور دلدل کی مک بھری ہوئی تھی، چھری کاٹنے تھے نہیں لیکن اس سب کے باوجود حکامیوں نے ایسے اشتیاق سے چائے پی اور کھانا کھایا جیسے لوگ صرف حکامی پر کھاتے ہیں۔ ہاتھ منہ دھو کر اور صاف ہو کر وہ لوگ جھاڑ دیئے ہوئے سوکھی گھاس کے اسارے میں گئے جہاں کوچہ انوں نے صاحب کوچوں کے لئے بستر کا دیئے تھے۔

اندھیرا ہو چکا تھا لیکن شکاریوں میں سے کوئی بھی سونہ چاہتا تھا۔

نشانوں اور کتوں کے بارے میں "سابقہ کاروں کے بارے میں یادوں اور حسیوں کے درمیان بھٹکتی بھٹکتی ہوئی بات چیت ایک ایسے موضوع پر پہنچ گئی جس سے سب کو دلچسپی تھی۔" وہ اپنے گناہوں کے بارے میں اس رین میرے کی اور سوچی گھاس کی مہک کی دلکشی کے بارے میں "نوٹی ہوئی گاڑی کی دلکشی کے بارے میں (جو اسے نوٹی ہوئی اس لئے تھی کہ اس کے ہم نکال لئے گئے تھے) "نیک دل کسانوں کے بارے میں" جنہوں نے اسے ادا کا پلائی تھی "کتوں کے بارے میں" جو اپنے اپنے نالگوں کی پابندی لینے ہوئے تھے "تفریحی کلمات کا استعمال کیا تھا اس نے ایلوہی نے ایک مائوس کے ہاں شکاری د کٹیوں کا حال بیان کرنا شروع کر دیا جس کے ہاں وہ بچپن کی گریس میں گئے تھے۔ یہ مائوس ریلے لائسن کا ایک مشہور مالدار مالک تھا۔ اسٹیپان ارکاوا سچے نے بتایا کہ اس مائوس کے پاس توہر صوبے میں لگان پر لی ہوئی کسی شاندار دلدلیں حصے اور کیسے ان کی حفاظت کی جاتی تھی اور کیا گھیاں اور کتا گاڑیاں تھیں جو شکاریوں کو دلدل پر لے گئیں اور ناشتے کے لئے دلدل کے پاس کیسا خیر نصیب کیا کرتا تھا۔

"میں تم کو بالکل نہیں سمجھ سکتا۔" یونین اپنی سوکھی گھاس پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تمہیں ان لوگوں سے کراہت کیوں نہیں ہوتی۔ میں جانتا ہوں کہ لافیت کے ساتھ ہائیت کرنا بد اخلاقی ہو تا ہو گا لیکن کیا واقعی تمہیں اس عیاشی سے کراہت نہیں ہوتی؟ یہ سارے لوگ ہمارے لگان پر زمین دینے والوں کی طرح رقم اس طرح سے

ہوتے ہیں کہ اس دولت ہونے کے عمل ہی میں لوگ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں لیکن وہ اس حقارت کو نظر انداز کرتے ہیں اور بعد کو بے ایمانی سے جمع کی ہوئی دولت ہی کے ذریعے سابق حقارت کا کفارہ ادا کر کے اسے فخر کر دیتے ہیں۔“

”بالکل درست!“ وائیکو سسلو فکلی ج میں بول اٹھا۔ ”بالکل اظاہر ہے کہ ابو حلی تو ایسا بونومی (15) کی بنا پر کرتے ہیں لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں ”ان کے ہاں ابو حلی جاتے آتے ہیں۔۔۔“

”ہرگز نہیں“ ایلوئسی نے کہا اور لیون نے سنا کہ وہ یہ کہتے ہوئے مسکرائے ”صرف یہ کہ میں اس سے ذرا بھی زیادہ بے ایمان نہیں سمجھتا جتنا کوئی بھی دولت مند سوداگر یا طبقاتی امرا کا آدمی ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اور ان لوگوں نے ایک ہی جیسی محنت اور محنت سے دولت جمع کی۔“

”ہاں، لیکن کیسی محنت سے؟ رعایتیں حاصل کرنا اور انہیں منافع پر دوبارہ بیچنا۔۔۔ کیا واقعی اسے محنت کہا جاسکتا ہے؟“

”ظاہر ہے محنت۔ محنت اس مفہوم میں کہ اگر وہ یا اس جیسے دوسرے نہ ہوتے تو ریلوے بھی نہ ہوتی۔“

”لیکن یہ ایسی محنت تو نہیں ہے جیسی کسان کی یا سائنس دان کی محنت ہوتی ہے۔“

”مان لیا لیکن محنت اس مفہوم میں کہ اس کی سرگرمی کا نتیجہ DAD ہے۔۔۔ ریلوے۔ لیکن خیر تم تو یہ سمجھتے ہو کہ ریلوے بیکار ہیں۔“

"نہیں" یہ دوسرا سوال ہے۔ میں یہ تسلیم کرتے کو تیار ہوں کہ وہ کارآمد ہیں۔ لیکن ہر وہ نفع جو صرف کردہ محنت سے مناسبت نہ رکھتا ہو وہ بے ایمانی ہے۔"

”مگر مناسبت کا تعین کون کرے گا؟“

”یہ ایمانی کے راستے سے چلا لکے سے حاصل کیا ہوا نفع“ یوں نے یہ عرصہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایماندار اور بے ایماندار کے والے نفع کے درمیان حد فاصل کا تعین نہیں کر سکتا۔ ”جیسے کہ چیک کاری کے دفاتر کا منافع“ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ بدی ہے کہ محنت کے بغیر زبردست ملکیتوں کا منافع حاصل کیا جائے جیسے لگان پر زمینیں دینے والے کیا کرتے تھے۔ بس یہ کہ اب شکل بدل گئی ہے۔ رے رو آ سے موخ“ دو بے رو آ۔ (16) لگان پر زمینیں دینے والوں کو غمگین کیا یہ تھا کہ ریلے لے لائیں اور چیک نمودار ہو گئے۔ یہ بھی بغیر محنت کے دولت جمع کرتے ہیں۔“

”ہاں“ یہ سب ہو سکتا ہے صبح اور عشاء بات ہو... کرک رکھ لیت جا! ” اسٹی بان راگد سٹھنے نہ کھاتے اور گھاس پر لوٹتے ہوئے کہنے کو ڈانٹا۔ انہیں بظاہر اپنی دلیلوں کے درست ہونے پر یقین تھا۔ اس لئے انہوں نے سکون سے کسی جلدی کے بغیر کہا ”لیکن تم نے ایماندارانہ اور بے ایمانی کی محنت کے درمیان کوئی حد حاصل نہیں مقرر کی۔ مطلب یہ بات کہ مجھے ہیڈ کلرک سے زیادہ تنخواہ ملنی ہے حالانکہ وہ کام کو مجھ سے بہتر جانتا ہے کیا یہ بے ایمانی ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ مطلب اب تمہیں یقینی باڈی میں اپنی محنت سے فرض کر لو کہ ’پانچ ہزار سے زیادہ ملتا ہے اور ہماری اس جمنوپڈی کے کسان مالک کو‘ چاہے وہ کتنی ہی محنت کرے ’پچاس روپے سے زیادہ نہیں ملتے۔‘ یہ بھی ویسی ہی بے ایمانی ہے جیسی یہ کہ مجھے اپنے ہینڈ کلرک سے زیادہ ملے ہیں اور مالٹوس کو ریلوے





مستری سے زیادہ۔ بلکہ اس کے برعکس میں تو ان لوگوں کے ساتھ معاشرے کے رویے میں ایک دشمنی دیکھتا ہوں جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور مجھے لگتا ہے کہ یہ حسد ہے۔۔۔

"نہیں، یہ بے انصافی ہے" وہ سلفسکی نے کہا "حسد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس معاملے میں کچھ چال بازی ہے۔"

"نہیں، مجھے کہنے کی اجازت دو" لیون نے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم کہتے ہو کہ یہ بے انصافی ہے کہ مجھے پانچ ہزار ملے ہیں اور کسان کو پچاس روپے۔ یہ صحیح ہے۔ یہ بے انصافی ہے اور میں اسے محسوس کرتا ہوں لیکن۔۔۔"

"وہ واقعی ہے۔ آخر کس لئے ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں، شکار کرتے ہیں، کچھ بھی نہیں کرتے اور وہ بیٹ بیٹ محنت کرتا ہے؟" وہ ایک کانے کہا۔ بظاہر اس نے پہلی بار اس کے بارے میں صاف صاف سوچا تھا اس لئے پورے غلوس سے یہ کہہ رہا تھا۔

"ہاں تم محسوس کرتے ہو لیکن اس کو اپنی جائیداد دے تو نہیں دیتے" اسی پان ارکاڈ سچے جیسے جان بوجھ کر لیون کو چڑانے کے لئے کہا۔

پچھلے کچھ دنوں سے دونوں ہم زلفوں میں ایک دھکی دھکی چھٹی سعادت پیدا ہو گئی تھی۔ جیسے جب سے بنوں سے ان کی شادی ہوئی تب سے ان کے درمیان اس بات میں رقابت شروع ہو گئی تھی کہ کون اپنی زندگی کو بہتر طریقے سے منظم کرتا ہے۔ اور اب یہ عداوت چیت کے ذاتی لیے میں ظاہر ہونے لگا تھا۔

"میں اس لئے نہیں دیتا کہ کوئی بھی مجھ سے اس کا مقابلہ نہیں کرنا اور اگر میں دیتا چاہوں تو مجھے دینے کا کوئی حق نہیں ہے" لیون نے جواب دیا "اور کوئی لینے والا بھی نہیں ہے۔"

"اس کسان کو دے دو" وہ انکار نہیں کرے گا۔

"ہاں، لیکن میں اسے دوں کس طرح؟ اس کے ساتھ جاؤں اور بیچ کر لے دوں؟"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن اگر تمہیں یقین ہے کہ تمہیں اس کا حق نہیں ہے۔۔۔"

"مجھے بالکل یقین نہیں ہے۔ اس کے برعکس میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے دے دینے کا کوئی حق نہیں ہے کہ مجھے بڑے دھرم داری ہے" زمین کی بھی اور بال بچوں کی بھی۔

"نہیں، مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ نابرابری بے انصاف ہے تو تم اسی کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے؟"

"عمل تو میں کرتا ہوں لیکن منطقی طریقے سے" اس معنی میں کہ میں حیثیت کے اس فرق کو بڑھانے کی کوشش نہیں کروں گا جو مجھ میں اور ان میں موجود ہے۔"

"نہیں، تم مجھے معاف کرنا لیکن یہ قول تناقص ہے۔"

"ہاں یہ کچھ سلفسٹائیوں کی سی وضاحت ہے" وہ سلفسکی نے تائید کی۔ "ارے، میزبان! اس نے کسان سے کہا جو دروازے کو چڑھتے ہوئے اسارے میں داخل ہوا تھا، کیا ابھی سوئے نہیں؟"

"نہیں، کیا سونا میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے مالک لوگ سو رہے ہیں لیکن سنا کہ گپ لڑا رہے ہیں۔ مجھے یہاں سے آنکھ لایا ہے۔ یہ کتنا کانے لگا تو نہیں؟" اس نے سچے پاؤں احتیاط سے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"اور تم سوؤ گے کہاں؟"

"ہم رات کو گھوڑے چرانے جا رہے ہیں۔"

"ہائے کیا رات ہے؟" وہ سلفسکی نے اسارے کے اب کھل جانے والے دروازے کے پڑے سے چڑھنے سے تڑکے کے جگہ جگہ اچالنے میں نظر آنے والی جھوٹیڑی کے سرے اور ان جتنی گاڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ارے سنئے، یہ عورتوں کی آوازیں جو گاری ہیں اور واقعی برا نہیں گاری ہیں۔ میزبان! یہ کون گارہا ہے؟"

"یہ پاس کی خادما نہیں ہیں۔"

"چلے، چلے، چلے ہیں ذرا! آخر سوئیں گے تو نہیں اب۔" ابلوکھی، چلے چلیں!"

"کاش ایسا ہو تاکہ لینا بھی رہتا اور چل بھی سکتا" ابلوکھی نے پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "لینے میں بڑا مزہ ہے۔"

"تو پھر میں اکیلا ہی جاؤں گا" وہ سلفسکی نے پھرتی سے اٹھ کر جوتے پہننے ہوئے کہا۔ "پھر میں گے حضرات۔ اگر مسرت بخش ہو گا تو آپ کو بلا لوں گا۔ آپ کی بدولت میں نے شکاری زندگی کا مزہ چکھا ہے اور میں آپ کو ہرگز نہیں بھولوں گا۔"

"ہے نہ شاندار نوجوان؟" جب وہ سلفسکی چلا گیا اور کسان نے بھی باہر جا کر دروازہ بھیڑ دیا تو ابلوکھی نے کہا۔

"ہاں شاندار" لیون نے جواب دیا۔ وہ ابھی تک اس بات چیت کے موضوع پر سوچ بچار کر رہا تھا جو کچھ دیر پہلے ہو رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے اپنے خیالات و احساسات کو جہاں تک ہو سکتا صاف طور سے بیان کیا تھا پھر بھی ان دونوں نے جو بیوقوف لوگ نہیں تھے اور مخلص تھے، ایک آواز ہو کر کہہ دیا کہ وہ سلفسٹائیت سے تسکین حاصل کرتا ہے۔ اس سے وہ پریشان تھا۔

"تو یہ ہے میرے دوست! دو میں سے ایک ضروری ہے۔ یا تو تسلیم کرو کہ معاشرے کا موجودہ نظام انصاف پسندانہ ہے اور تب اپنے حقوق پر اصرار کرو۔ یا پھر یہ تسلیم کرو کہ تم بے انصافی کی مراعات کو استعمال کرتے ہو، جیسے کہ میں کرتا ہوں" اور انہیں خوشی کے ساتھ استعمال کرو۔

"نہیں، اگر یہ بے انصافی ہوتی تو تم ان برکتوں کو خوشی سے نہ استعمال کر سکتے تھے، کم سے کم میں تو نہ کر سکتا تھا۔ میرے لئے خاص بات یہ ہے کہ میں محسوس کروں کہ میں قصور وار نہیں ہوں۔"

"اور کیا واقعی چلے ہی نہ چلیں؟" اسی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ بظاہر وہ خیالات کے تناؤ سے تھک گئے تھے۔ "سو تو ہیں نہیں۔ ٹھیک ہے، چلو چلیں۔"

لیون نے جواب نہیں دیا۔ وہ ان الفاظ سے الجھا ہوا تھا جو اس نے بات چیت میں کہے تھے کہ وہ صرف منطقی مضمون میں انصاف پسندانہ عمل کرتا ہے۔ "کیا واقعی صرف منطقی مضمون میں انصاف پسندانہ ممکن ہے؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"مگر تازہ کھاس کی مکہ بھی کتنی تیز ہوتی ہے!" اسی پان ارکاڈ سچے نے اٹھ کر بیٹھے ہوئے کہا۔ "نہید تو کسی طرح آتی نہیں۔" وہ ایک کانے کھلا رہا ہے۔ تم نے فقہ اور اس کی آواز سنی؟ چلیں نہ ہم لوگ؟ چلو چلیں!"

"نہیں، میں نہیں جاؤں گا" لیون نے جواب دیا۔



"کیا یہ بھی کسی اصول کی بنا پر ہے؟" اسی بان ارکاڈ سچے نے مسکراتے ہوئے اور اندھیرے میں اپنی ٹوپی تلاش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اصول کی بنا پر نہیں مگر کس لئے چلوں میں؟" "مگر تمہیں پتہ ہے، تم اپنے لئے مصیبت کر رہے ہو" انہوں نے ٹوپی ڈھونڈ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کس طرح؟" "کیا میں دیکھ نہیں رہا ہوں کہ تم نے بیوی کے ساتھ خود کو کیسے باندھ لیا ہے؟ میں نے سنا کہ کیسے تم دونوں کے لئے یہ سب سے اہم سوال بنا ہوا تھا کہ تم شکار پر دو دن کے لئے جاؤ کہ نہ جاؤ۔ رومانی محبت کے دور تک تو یہ سب بہت اچھا ہے لیکن ساری زندگی کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ مرد کو آزاد ہونا چاہئے" اس کی اپنی مردانہ دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ مرد کو مردانہ ہونا چاہئے "بلو سخی نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یعنی کیا کرنا چاہئے؟" "خدا ماؤں کی خاطر کرنے جانا چاہئے؟" لیون نے پوچھا۔ "اور اگر خوشی ہوتی ہے تو لیون نہ جانا چاہئے۔ سانی تیز آگ کو ٹیکس (17) میری بیوی کے لئے اس کی وجہ سے زیادہ برائی نہ ہوگی اور مجھے خوشی ہوگی۔ خاص بات یہ ہے کہ گھر کی پاکیزگی کا خیال رکھو۔ تاکہ گھر میں یہ سب کچھ نہ ہو۔ لیکن اپنے ہاتھ نہ باندھو۔"

"ہو سکتا ہے" لیون نے رد کیے پن سے کہا اور کدو بدل لی۔ "کل صبح جلدی جانا ہے اور میں کسی کو جگاؤں گا نہیں بلکہ سویرے ہی چلا جاؤں گا۔"

"بیسے" دینے دست (18) و سہلو سخی نے واپس آکر پکارا۔ "شافغان! (19) یہ میں نے دریافت کیا ہے۔ شافغان! بالکل فاؤشس کی بھولی محبوبہ کر سچیں اور میرا اور اس کا تعارف بھی ہو گیا۔ سچ کہتا ہوں بیوی خوبصورت ہے!" اس نے پسندیدگی کے ایسے انداز میں تعریف کی جیسے وہ اسی کے لئے خوبصورت بنائی گئی تھی اور وہ اس سے بہت خوش تھا جس نے اس کے لئے ایسی خوبصورتی کی تخلیق کی۔

لیون ایسا بین گیا جیسے سو گیا ہو اور ابو سخی سلپر پن کر سگار سلکا کر اسارے سے نکل آیا اور جلدی ان دونوں کی آواز آتی دور ہوتے ہوئے بند ہو گئی۔

لیون دیر تک سو نہیں سکا۔ وہ سنتا رہا کہ اس کے گھوڑے گھاس کیسے چبا رہے تھے، پھر جمو نیڈی کا مالک کسان بڑے لڑکے کے ساتھ تیار کر کے گھوڑے چرانے چلا گیا۔ بعد کو اس نے سنا کہ کیسے سپاہی اسارے کی دوسری طرف اپنے بیٹھے "جمو نیڈی" کے مالک کے چھوٹے بیٹے سمیت سونے کے لئے لینا لیون نے سنا کہ کیسے لڑکے نے سمین آواز میں چچا کو کتوں کے بارے میں اپنے تاثرات سے مطلع کیا۔ لڑکے کو کتنے بہت بڑے اور ڈراؤنے لگے تھے۔ پھر لڑکے نے سوال کیا کہ یہ کتنے کس کا شکار کریں گے اور سپاہی نے نیند بھری خرخراتی آواز میں جواب دیا کہ کل شکاری لوگ دلدل پر جائیں گے اور ہندو ق سے گولی چلائیں گے اور پھر اس نے لڑکے کے سوالوں سے جان چھڑانے کے لئے کہا "سو جاؤ اسکا" سو جائیں تو بتاؤں ابھی" اور جلدی خود خزانے لینے لگا پھر ہر طرف سنا ہوا گیا۔ بس گھوڑوں کے پیکارنے اور چامیوں کی جھجھکیں مارنے کی آواز آ جاتی تھی۔ "کیا واقعی صرف مٹی؟" لیون نے اپنے آپ سے دوبارہ کہا۔ "تو پھر کیا ہوا؟ میں تو قصور وار نہیں ہوں۔" اور وہ آنے والے کل کے بارے میں سوچنے لگا۔

"کل صبح سویرے جاؤں گا اور ملے کر لوں گا کہ گرم نہیں ہوں گا۔ چاہیاں بہت ہیں اور بڑی چاہیاں بھی ہیں۔ اور جب یہاں واپس آؤں گا تو کیسی کار قہہ آچکا ہو گا۔ ہاں" اسیے ایشیہ جی کی کتاب ہے۔ میں کیسی کے ساتھ مردوں کی طرح پیش نہیں آتا میں عورتوں جیسا ہو گیا۔ مگر اب کیا کیا جائے! پھر حقی طور پر!"

کیکی نیند میں اس نے سہلو سخی اور اسی بان ارکاڈ سچے کے قہقہے اور ہنسی خوشی کی باتیں سنیں۔ ایک لمبے کے لئے اس نے آنکھیں کھولیں۔ چاند نکل آیا تھا اور کھلے دروازے میں جو چاندنی میں خوب روشن تھا وہ دونوں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ اسی بان ارکاڈ سچے کسی لڑکی کی تازگی کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے اور اس کا موازنہ بس ابھی ابھی کھل جانے والے فندق کے تازہ پھل سے کر رہے تھے اور سہلو سخی دوسروں کو بھی ہنسا دینے والا قہقہہ لگا کر کچھ دوہرا رہا تھا جو شاید اس سے کسی کسان نے کہا تھا "تو تم جیسے بھی ہو اپنے جیسے کا پیچھا کرو!" لیون نیند میں بیدار ہوا "حضرات، کل صبح سویرے ہی!" اور سو گیا۔

پو پھینے بیون کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو جگانے کی کوشش کی۔ دایہ نکا پیٹ کے بل لینا ہو اور جراب پہنے ہوئے ایک پاؤں کو پھیلائے اتنی گرمی نیند سو رہا تھا کہ اس سے تو کسی بات کا جواب ملنا ناممکن تھا۔ ابو سخی نے سوتے ہی میں اس سے سویرے جانے سے انکار کر دیا۔ لاسکا جو گڑی موڑی کر کے گھاس کے سرے پر سوتی ہوئی تھی وہ بھی بڑی بیدار تھی۔ اس نے اپنی جھجھکی ٹانگوں کو ایک کے بعد ایک تان کر انکڑائی لی اور انہیں برابر کیا۔ فل بوٹ پن کر اور ہندو ق لے کر لیون نے چہرے اٹے ہوئے دروازے کو احتیاط سے کھولا اور اسارے سے باہر نکل آیا۔ کوچو ان گاڑیوں کے پاس سو رہے تھے اور گھوڑے اوگہ رہے تھے۔ بس ایک گھوڑا سستی سے جی کھارہا تھا اور انہیں چہرے میں بکھیر رہا تھا۔ باہر ابھی تک دھند لگا تھا۔

"کیوں اتنی صبح مجھے اٹھ گئے تھے؟" جمو نیڈی کی بوڑھی ماں گن نے جو اسی وقت گھر سے نکل رہی تھی اس سے اس طرح اپنے پن سے پوچھا جیسے پرانے شناسا سے بات چیت کی جاتی ہے۔

"شکار کو جانا ہے چائی۔ ادھر سے دلدل پر پہنچ جاؤں گا؟" "چیچے کو جا کے بالکل سیدھے۔ ہمارے کھلیان میں ہو کے پھلے آدی پٹ سن کے کھیتوں تک چلے جانا" بس وہاں ڈگری ہے۔"

بڑھیا دھوپ میں سٹولا لئے نیچے پاؤں سے چلتی لیون کو پتہ چلنے آئی اور کھلیان کے پاس اس نے ہاتھ کی نٹیا اس کے لئے بٹھائی۔

"بس سیدھے ادھر سے چلے جانا تو ٹھیک دلدل پر پہنچ جاؤ گے۔ ہمارے لڑکے کل گھوڑے ادھر ہی سے لے گئے ہیں۔"

لاسکا بڑی خوش خوش چٹنڈی پر آگے آگے دوڑتی جاری تھی اور لیون اس کے پیچھے پیچھے تیز تیز ہلکے قدموں سے چل رہا تھا اور بار بار آسمان کو دیکھتا تھا کہ سورج اس کے دلدل پر پہنچنے سے پہلے نہ نکلے۔ لیکن سورج نے انتظار نہیں کیا۔ چاند ابھی روشن ہی تھا کہ وہ جمو نیڈی سے چل پڑا تھا لیکن اب اس میں بس پارے کی سی چمک تھی۔ صبح کا ستارہ جو ابھی کچھ ہی دیر پہلے تک بہت نمایاں تھا اب ڈھونڈنے پر بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ دور کھیتوں میں پہلے جو جسم جسم دھبے سے نظر آتے تھے وہ اب صاف دکھائی دینے لگے تھے۔ وہ



کالے گیسوں کے گھٹے تھے۔ سورج نکلنے سے پہلے پت سن کے اونچے خوشبودار پودوں پر جن کے پانی میں بھگو کر سن نکلنے والے حصے تراشے جاتے تھے 'اوس نظر بھی نہ آتی تھی لیکن اب اس سے لیون کی ٹانگیں اور بچی کے اوپر قبض تک بھگ گئی تھی۔ لیون کے کان کے پاس سے شدید ایک کسمی گولی کی طرح زبانی ہوئی نکل گئی۔ اس نے غور سے دیکھا تو دوسری اور پھر تیسری بھی نظر پڑی۔ وہ سب شنیوں کی بنی ہوئی ایک یا دو کی آڑے شد کی ٹھیکیاں پالنے کے ٹھکانے سے نکل کر آ رہی تھیں اور دلدل کی سمت میں جاتی ہوئی پت سن کے اوپر کم ہو جاتی تھیں۔ 'ڈگر سیدھے دلدل تک جاتی تھی۔ دلدل کو بھاپ سے پھپھاتا جاسکتا تھا جو اس کے اوپر اٹھ رہی تھی، کہیں گھٹی، کہیں کم اور نرکل اور بید کی بھاڑیاں اس بھاپ کے کمرے میں جڑیوں کی طرح ڈول رہی تھیں۔ دلدل کے اور راستے کے کنارے لڑکے اور کسان، جنہوں نے رات کو اپنے گھوڑے چرائے تھے، لیٹے تھے اور صبح سویرے سب اپنے کھٹان اڈا ڈھ کر سو گئے تھے۔ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر سانٹ لگے ہوئے تین گھوڑے چ رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنی زنجیر کو کھنکھار رہا تھا۔ لاسکا اپنے مالک کے برابر ہی چل رہی تھی لیکن مڑ مڑ کر آگے جانے کی اجازت مانگ رہی تھی۔ سوئے پڑے کسانوں سے آگے جا کر اور غمرے پانی کے پیلے بچہ بھرے تال کے برابر پہنچ کر لیون نے اپنی بندوق کی نوپیوں کا جائزہ لیا اور کتیا کو چھوڑ دیا۔ ایک کیت تین سالہ سڈول گھوڑا لاسکا کو دیکھ کر بھڑکا اور دم کو چنور کر کے پیکار کرنے لگا۔ دوسرے گھوڑے بھی ڈر گئے اور اپنی سانٹ ہوئی ٹانگوں سے پانی میں چھپا چھپ کر آگے اور گاڑھی نیٹیاں بچھڑیں سے سم نکلنے میں چوسنے کی سی آواز کرتے دلدل سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لاسکا رک گئی اور گھوڑوں کو مذاق اڑانے کے انداز میں اور لیون کو سوائے نظروں سے دیکھنے لگی۔ لیون نے لاسکا کی پیٹھ پیچھے پائی اور ایسی سہٹی بجائی جو اس بات کی علامت تھی کہ شروع کیا جاسکتا ہے۔

لاسکا بڑی خوش خوش اور پورا دھیان لگا کر کام کرنے کے انداز میں اپنے بچوں کے پیچھے تھرتھراتی بچہ پڑا۔

دلدل میں دوڑتی بچتی تو لاسکا نے جڑوں 'دلدی گھاسوں' غمرے کا پتے بھرے پانی کی جانی بچانی اور گھوڑوں کی لید کی اجنبی منک کے درمیان اس ساری جگہ میں پھیلی ہوئی چڑیوں کی منک کو فوراً محسوس کر لیا۔ وہی سب سے تیز ممکنہ والی چڑیا جو اسے دوسری سموں سے زیادہ بیانی بنا دیتی تھی۔ کہیں کہیں کاٹی اور دلدی سہت میں یہ منک بہت تیزی سے لیون کی پیٹھ پر ٹپکا کرنا ممکن تھا کہ کس سمت میں وہ تیز ہوتی تھی اور کدھر بھی ہو جاتی تھی۔ ست کا قہقہہ کرنے کے لئے ہوا کی بھونک میں اور آگے جانے کی ضرورت تھی۔ اپنی ٹانگوں تک کی حرکت کو محسوس نہ کرتے ہوئے لاسکا بڑے تاؤ والی تیزی سے دوڑی 'اس انداز میں کہ اگر ضرورت پڑے تو ہر چھلانگ پر دوہرے سکے 'اور پھر پت سے آتی ہوئی سویرے سے پہلے کی بھگی ہوا کے خلاف دائیں طرف کو مڑ کر اس نے ہوا کے سامنے منہ کر لیا۔ تنھنے پھلا کر ہوا میں سو گھٹے ہوئے وہ فوراً جان گئی کہ ان چڑیوں کی منک ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی یہیں ہیں 'اس کے سامنے 'اور ایک نہیں 'بہت سی۔ لاسکا نے اپنی دوڑ کی تیزی کم کر دی۔ وہ تھیں تو تھیں لیکن ٹھیک کس جگہ پر۔ یہ وہ ابھی تک طے نہ کیا تھا تھا۔ اس جگہ کو تلاش کرنے کے لئے اس نے پھر لگنا شروع کیا ہی تھا کہ اتنے میں اچانک مالک کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ 'لاسکا ایسا! 'مالک نے اس کو دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ رک گئی اور مالک سے پوچھنے لگی کہ جیسے اس نے شروع کیا تھا کیسا دیکھ ہی کرنا بہتر نہیں ہو گا لیکن مالک نے غصیلی آواز میں حکم کو دہرایا اور پانی میں دوپٹی ہوئی ایک جڑوں بھری ڈھیری

کی طرف اشارہ کیا جہاں کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے مالک کا حکم پورا کیا اور ایسا غاہڑ کیا کہ ڈھونڈ رہی ہے تاکہ مالک خوش ہو جائیں 'اس جڑوں بھری ڈھیری کو چھان ڈالا اور پھر اپنی پہلی جگہ پر واپس آگئی۔ اسے فوراً ہی پھر ان کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اب جب کہ مالک اس کے کام میں غل نہیں ہو رہے تھے تو وہ جانتی تھی کہ کیا کرنا ہے۔ ٹانگوں کے نیچے دیکھتے بغیر اور جھنجھلا کر اونچے اونچے نیلوں پر کودتی اور پانی میں گرتی لیکن اپنی پھر تلی مضبوط ٹانگوں پر خود کو سنبھالتی ہوئی اس نے پھر وہی پکر لگنا شروع کیا جس سے سب کچھ اس کی سمجھ میں آ جاتا چاہئے تھا۔ چڑیوں کی منک تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور اسے قطعی سے قطعی تر لگتی جا رہی تھی۔ اچانک اس کو پوری طرح سے یقین ہو گیا کہ ان میں سے ایک یہیں پر ہے 'نرکلوں کے اس پھوٹے نیلے کی آڑ میں 'اس سے کوئی پانچ قدم کے فاصلے پر سامنے 'اور وہ رک کر پورے تن سے ٹھٹھکی گئی۔ اپنی نیچی ٹانگوں پر وہ تڑپنے سامنے کچھ نہ دیکھ سکتی تھی لیکن منک سے جانتی تھی کہ چڑیا زیادہ سے زیادہ پانچ قدم پر بھیجی ہوئی ہے۔ وہ کھڑی ہوئی اس کو اور زیادہ محسوس کر رہی تھی اور انتظار کی لذت و خوشی سے سرشار تھی۔ اس کی تازہ بھری دم سیدھی تھی تھی جس کا بس سراہل رہا تھا۔ اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا اور کان کھڑے تھے۔ دوڑتے میں ایک کان بچھے کو مڑ گیا تھا اور وہ ابھر کر کمر بڑی احتیاط سے سانس لے رہی تھی اور اس سے بھی زیادہ احتیاط سے مالک کو 'سروڑ کر نہیں بلکہ ٹھکیوں سے دیکھ رہی تھی۔ مالک اپنے مانوس چہرے لیکن بیٹھ خوش فک فک لگے والی آنکھوں سے ت جڑوں پر پاؤں رکھتے ہوئے اور اسے یہ لگا کہ غیر معمولی طور پر دھیرے دھیرے آ رہے تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ مالک بہت دھیرے آ رہے ہیں حالانکہ لیون دوڑ رہا تھا۔

لاسکا کے کھونج کا وہ خاص انداز دیکھ کر 'جب وہ زمین سے بالکل لگ جاتی تھی جیسے بڑے قدم رکھنے میں پھپھلی ٹانگوں کو کھینچ رہی ہو اور جب اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا 'لیون سمجھ گیا کہ وہ بڑی چامھی کے ہونے کا پتہ دے رہی ہے 'اور دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگ کر کہ کاسیانی ہو 'خاص طور سے پہلی چڑیا کے معاملے میں 'اس کی طرف دوڑا۔ اس کے بالکل پاس آ کر اس نے اپنے اپنے قدم سے اپنے سامنے دیکھنا شروع کیا اور اسے آنکھوں سے وہ دکھائی دیا جو کتیا نے ناک سے دیکھ لیا تھا۔ نیلوں کے بیچ کی ذرا سی جگہ میں اس نے ایک چامھی کو دیکھ لیا۔ چڑیا نے سر کو مڑ کر اٹکا 'پھر ذرا سا پک پھلا کر انہیں پھر مود لیا اور اٹ پٹے ہیں سے دم کو بھونکا دے کر کھڑ کی آڑ میں چلی گئی۔

"افھا لاسکا! افھا اس کو" لیون نے اس کو پیچھے سے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"مگر میں جا تو سکتی نہیں" لاسکا نے سوچا۔ "جاؤں کہاں؟ یہاں سے تو میں انہیں محسوس کرتی ہوں لیکن اگر میں آگے بڑھی تو میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آئے گا کہ کہاں ہیں اور کیا ہیں۔" لیکن مالک نے پھر اسے اپنے کھٹنے سے دھکیلا اور بیانی سرگوشی میں کہا "افھا اس کو لاسکا پاری! افھا!"

"اب اگر یہ یہی چاہتے ہیں تو جاتی ہوں لیکن میں کیا کروں گی اس کی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتی" اس نے سوچا اور پورے زوروں سے سامنے نیلوں کے بیچ میں بھیڑی۔ اب وہ کچھ بھی نہیں سو گھ رہی تھی 'اس دیکھ رہی تھی اور سن رہی تھی 'مگر کچھ سمجھ نہ ہوئے۔

اس کی پہلی جگہ سے کوئی دس قدم پر ایک چامھی بڑے زور سے چھینچی ہوئی اور اپنے پروں سے چامیوں کی مخصوص کھوکھلی سی آواز کرتی ہوئی اڑی اور کوئی دھنکے کے فوراً بعد سفید سینے کے بل بچھڑیں بھدے کر پڑی۔ دوسری سے بھی انتظار نہیں کیا گیا اور وہ کتیا کی خوش خوش کے بغیر لیون کے پیچھے سے اڑی۔



جب لیون اس کی طرف مزاحومہ دور چاکلی تھی لیکن کوئی نے اسے چاہا۔ کوئی میں قدم اڑا کر وہ تیزی سے اوپر اٹھی اور پھر جنگی ہوئی گیند کی طرح بھڑے سے کھینچ کر آگری۔

"اب شکار کی ٹھیک شروعات ہوئی!" لیون نے موٹی تازی اور گرم چامیوں کو شکاری قبیلے میں رکھتے ہوئے سوچا۔ "کیوں لا سکا پیاری ٹھیک ہے؟"

جب لیون نے بدوقت پھر سے بھری اور آگے بڑھا تو سورج 'اگرچہ ابھی تک بادلوں کی آڑ سے دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر بھی نکل آیا تھا۔ چاند اپنی ساری آب و تاب سے محروم ہو کر آسمان میں ہادل کے ذرا سے لگے کی طرح لگ رہا تھا اور ستارہ اب ایک بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرکنڈے پہلے اس کی وجہ سے رو چلی گئے تھے لیکن اب سنہری ہو گئے تھے۔ کافی بھر اٹھرا پانی اب کھرا سا لگتا تھا۔ نیلی نیلی سی گھاس پر اب زردی مائل سبزی چھانکی تھی۔ دلدلی چڑیا جیسے کے پاس بنگائی اس سے دھکی اور لمبی پر چھانیاں ڈالتی ہوئی چھاڑیوں میں گھوم پھر رہی تھیں۔ ایک شہرہ جاگ اٹھا تھا اور بھوسے کے ڈھیر پر بیٹھا سر کو ادھر ادھر مار رہا تھا جیسے دلدل کو کچھ کرنا خوش ہو رہا ہو۔ کھیت میں کوئے اڑ رہے تھے اور ایک ننگے پاؤں لڑاکا گھوڑوں کو بنگا کر ڈھسے کے پاس لے جا رہا تھا جو کھٹان کو ہٹا کر اٹھ چکا تھا اور ادھر ادھر کھارہا تھا۔ گولیاں پلٹے کا دھواں سبز گھاس کے اوپر دودھ کی طرح سفید سفید چھایا ہوا تھا۔

ایک لڑا کو ڈر کر لیون کے پاس آیا۔

"چاکلی نکل رہاں تھیں آئی تھیں!" اس نے پکار کر لیون سے کہا اور ذرا دور رہتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگے۔

اور لیون نے جب اس لڑکے کی آنکھوں کے سامنے کیے بعد دیگرے تین اور چامیاں مار لیں اور لڑکے نے پسندیدگی بھی ظاہر کی تو اس کو دوہری خوشی ہوئی۔

13

شکاریوں کا یہ کتنا ٹھیک ثابت ہوا کہ اگر پہلا جانور اور پہلا پندہ ہاتھ سے جانے نہ دیا تو شکار کا سیلاب رہے گا۔

تھکا ہوا بھوکھر خوش لیون دس بجے صبح کو کوئی تیس درست چل کر انیس چامیاں اور بڑی چامیاں اور ایک بچے لے گئے، جسے اس نے چینی میں اڑا لیا تھا اس لئے کہ شکاری قبیلے میں وہ نہیں بھری جاسکتی تھی، بھونپڑی میں واپس آیا۔ اس کے ساتھی پہلے جاگ اٹھے تھے اور انہیں اتنی بھوک لگ آئی تھی کہ ناشتہ بھی کر چکے تھے۔

"فھرے فھرے" انہیں میں جانتا ہوں کہ انیس ہیں "لیون نے دوسری بار چھوٹی بڑی چامیوں کو گھنٹے ہوئے کہا جن کی فٹکیں اب دیکھی نہ رہ گئی تھیں جیسی اڑنے میں تھیں۔ اب وہ اٹھتی ہوئی "سوسکی" خون کے دھبے لگی اور ایک طرف گوسرڑھا گئے بڑی تھیں۔

گھنٹنی صبح تھی اور استی پان ارکا کا سچا شکار تک لیون کو بتا اٹھا۔ اس کے لئے یہ بھی براخوشوار تھا کہ جب وہ بھونپڑی میں واپس آیا تو اسے کئی کاہر کارہ مل گیا جو رتھ لے کر پہنچ چکا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک اور خوش ہوں۔ اگر تم میرے بارے میں فکر مند ہو تو اب پہلے سے بھی زیادہ سکون اور یقین سے رہ سکتے ہو۔ میرے پاس اب ایک نیا پاڑی گاڑا ہے۔ ماریا ولا سینہ نا (یہ والی تھیں) لیون کی کمر لٹو زندگی کی نئی اور اہم شخصیت)۔ وہ مجھے دیکھنے کے لئے آئی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ہم نے تمہارے آنے تک انہیں روک لیا ہے۔ سب ٹھیک اور خوش ہیں اور تم مہربانی کر کے جلدی نہ کرنا اور اگر شکار اچھا ہو تو ایک دن اور رک جانا۔"

یہ دو خوشیاں 'اچھا شکار اور پیوی کا رتھ' اتنی بڑی تھیں کہ اس کے بعد جو دو چھوٹی چھوٹی ناگوار باتیں ہوئیں انہیں جھیل لے جانا لیون کے لئے آسان تھا۔ ایک تو یہ تھی کہ کیت بظنی گھوڑا نا بالکل ضرورت سے زیادہ تھک گیا تھا، چار انہیں کھارہا تھا اور ست ست تھا۔ کوچو انے کہا کہ اس پر بہت محنت پڑ گئی تھی۔

"کسٹن جن دمیتر پچ، کل اس کو بت دو ڈا دیا گیا" اس نے کہا۔ "سوچنے بھی 'خراب راستے پر دس درست دو ڈا دیا!"

دوسری ناخوشگوار ایسی تھی کہ شروع میں تو اس کی اچھی مزاحی کیفیت بالکل ہی بگڑ گئی لیکن بعد کو وہ اس پر بہت ہنسا۔ وہ یہ تھی کہ کھانے پینے کا جو سارا سامان کیٹی نے اتنی فراوانی سے رکھوایا تھا کہ لگتا تھا پختے بھر میں بھی اسے ختم کرنا ممکن نہ ہو گا اس میں سے کچھ بھی نہ بچا تھا۔ لیون جب شکار سے تھکا ہوا اور بھوکا واپس آیا تو وہ سموسوں کے بارے میں اتنے قطعی انداز میں سوچ رہا تھا کہ جھونپڑی کے پاس پہنچ کر وہ ان کی منک اور منہ میں ان کے مزے کو اسی طرح محسوس کر رہا تھا جیسے لا سکا چڑیوں کو سو گھنٹی اور محسوس کرتی تھی۔ لیون نے فوراً ہی قلب کو حکم دیا کہ اسے کھانے کو دے۔ پتہ چلا کہ سموسے ہی نہیں چوڑے بھی ختم ہو چکے تھے۔

"ارے کیا بھوک ہے!" استی پان ارکا کا سچا نے ہنسنے ہوئے دایسکا و سولو فکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بھوک کم لگنے کی شکایت تو مجھے بھی نہیں ہے لیکن یہ مخص تو حیرت انگیز ہے۔"

"مئے سئے سئے" (20) ہو سولو فکی نے گوشت کی تعریف کی جو وہ چٹ کر چکا تھا۔ "تو پھر اب کیا کیا جائے!" لیون نے اس کو سولو فکی کو دیکھتے ہوئے قلب سے کہا۔ "تو لاؤ گوشت

تی دے دو۔"

"گوشت کھایا گیا" میں نے ہڈیاں کتوں کو دے دیں "قلب نے جواب دیا۔

"لیون کو اتنا برا لگا کہ اس نے جھینلا کر کہا:

"کچھ تو میرے لئے چھوڑا ہوا!" اور اس کا رونے کا بیج چاہا۔

"تو پھر ندوں کی آتشیں صاف کرو" اس نے بھرائی ہوئی آوازیں 'دایسکا کو نہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے قلب سے کہا' اور ان میں بچھانا بھردو۔ اور میرے لئے ان لوگوں سے ذرا زیادہ دودھ مانگ لو۔"

جب وہ دودھ لپٹا چکا تب اس کے خیر بے ملامت کی کہ اس نے ایک انجان مخص پر جھینلا ہٹا تارہی اور وہ اپنے بھوک سے بے جاہو جانے پر خودی ہنسا۔

شام کو ان لوگوں نے پھر شکار کیا جس میں وہ سولو فکی نے بھی کچھ چڑیاں ماریں اور رات کو وہ لوگ گھر کے لئے لوٹ پڑے۔

واپسی میں بھی راستہ اسی طرح ہی خوشی کتنا جیسے جاتے میں کٹا تھا۔ وہ سولو فکی کبھی گاتا، کبھی خوشی کے



ساتھ کسانوں کے پاس اپنا جانا یاد کرتا جنہوں نے داد کا اسے اس کی خاطر کی تھی اور بار بار کہتے تھے ”براہ راست مانے گا۔“ کبھی رات کے کھیلوں اور ہنگاموں کا اور خادیاؤں کا اور اس کسان کا ذکر کرتا جس نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے یا نہیں اور جب پتہ چلا کہ شادی شدہ نہیں ہے تو اس سے کہا تھا ”تم دو سروں کی بیویوں کو مت ناگو، سب سے اچھا یہ ہے کہ کوشش کر کے ایک اپنی ذمہ لے لو۔“ ان الفاظ پر وہ سلفہ کی کو خاص طور سے ہنسی آتی تھی۔

”جمعی طور پر میں تو ہمارے اس سفر سے بہت سی خوش ہوں۔ اور لیون؟ آپ؟“

”میں بہت خوش ہوں“ لیون نے بڑے بے دل سے کہا جسے خاص طور سے خوشی اس بات کی تھی کہ وہ وائیکا و سلفہ کی کے لئے نہ صرف یہ کہ دیا متاد نہیں محسوس کرتا تھا جو گھر پر اس کے دل میں تھا بلکہ اس کے برعکس اس کے لئے انتہائی دوستانہ جذبات محسوس کر رہا تھا۔

## 14

اگلے دن دس بجے لیون نے کھیتی باڑی کے کاروبار کا جائزہ لینے کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا جس میں وائیکا کا قیام تھا۔

”آں ترے“ (21) وہ سلفہ کی نے اندر سے پکار کر کہا۔ ”آپ مجھے معاف کیجئے گا میں نے بس ابھی ابھی ابوسید (22) ختم کیا ہے“ اس نے مسکراتے ہوئے اس کے سامنے صرف زیر جاے پٹے کمرے کہا۔

”آپ شرمائے نہیں“ لیون کھڑکی کی سل پر بیٹھ گیا۔ ”آپ ٹھیک سے سوئے؟“

”مردے کی طرح۔ اور آج شکار کے لئے دن کتنا اچھا ہے!“

”ہاں۔ آپ چائے پئیں گے یا کافی؟“

”یہ نہ وہ۔ میں ناشتہ کروں گا۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے تو بہت شرمندگی ہے۔ میرے خیال میں خواتین

بھی اٹھ چکی ہوں گی؟ اس وقت تو کھو متا اچھا رہے گا۔ چلئے آپ مجھے اپنے کھوڑے دکھائیے۔“

باغ میں ہو کر“ اسٹبل کا جائزہ لے کر بلکہ پیرل ہار زپرور زش بھی کر کے لیون اپنے سمان کے ساتھ گھر

واپس آیا اور اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

و سلفہ کی نے کھیتی کے پاس جا کر جو سادہ کے پاس بیٹھی تھی کہا ”تم نے بہت سی اچھا شکار کیا اور

اتنے تاثرات ہیں اتنے افسوس کی بات ہے کہ خواتین کو ان خوشیوں سے محروم کر دیا گیا ہے!“

”تو پھر کیا ہوا؟“ آخر اسے خاتون خانہ سے کچھ نہ کچھ بات تو کرنی چاہئے ”لیون نے اپنے آپ سے کہا۔

اسے پھر اس مسکراہٹ میں چہرے کے اس فاتحانہ انداز کچھ نظر آیا تھا جس سے سمان نے کھیتی سے بات کی تھی۔

پرنس میز کے دوسرے سرے پر ماریا ولا سینوٹا اور استی پان ارکاڈ سچے کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ انہوں نے لیون کو اپنے پاس بلا لیا اور اس سے زچگی کے لئے کھیتی کے ماسکو آنے اور گھر کو ٹھیک ٹھاک کروانے کا ذکر چھیڑا۔

لیون کو جیسے شادی سے پہلے کی ساری تیاریاں ناگوار اور اپنے کھلیا پن سے اس عقیم واقعے کی عکسیت کی توہین کرنے والی لگتی تھیں اسی طرح اس سے بھی زیادہ توہین کن آئندہ زچگی کی تیاریاں لگیں جس کا وقت گویا

اگلیوں پر گمانا جاتا تھا۔ وہ سارے وقت یہ کوشش کرتا کہ جو بچے ہوئے والا تھا اس کو بیویوں میں لینے کے طریقوں کو نہ سنے، وہ کوشش کرتا کہ وہ نہ پھیر لے اور ان پر اسرار ہے اور پھور بیویوں کو اور کچھ شلت کی سی شکل کے پوتروں وغیرہ کو نہ دیکھے جو والی کے نقطہ نظر سے خاص طور پر اہم تھے۔ بیٹے کی پیدائش کا واقعہ (اسے یقین تھا کہ بیٹا ہو گا) جس کا وہ لوگ اس سے وعدہ کرتے تھے لیکن جو اسے اتنا غیر معمولی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس پر یقین نہ کر سکتا تھا، ایک طرف تو اسے اتنی زبردست اور اس لئے ناممکن خوشی لگتا تھا اور دوسری طرف اتنا پر اسرار واقعہ لگتا تھا کہ جو کچھ ہوئے والا تھا اس کا مفروضہ علم اور اس کے نتیجے میں کسی عام سی ”انسانوں کی پیدائش“ کی پیدائش کی چیز کی طرح اس کے لئے تیاریاں اسے شرمناک اور ذلت آمیز معلوم ہوتی تھیں۔

لیکن پرنس اس کے جذبات کو نہیں سمجھتی تھیں اور اس کے بارے میں سوچنے اور بات کرنے پر اس کی غیر آمادگی کی وضاحت یوں کرتی تھیں کہ یہ اس کے بارے میں لیون کی لا پرواہی اور بے نیازی ہے۔ چنانچہ وہ اسے جہن نہیں لینے دیتی تھیں۔ انہوں نے استی پان ارکاڈ سچے کے پردے کا مکیا کہ وہ غلیظ دیکھیں اور اب لیون کو انہوں نے بلایا۔

”پرنس میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جیسے چاہئے ویسے کیجئے“ اس نے کہا۔

”یہ طے کرنا ضروری ہے کہ تم لوگ کب آؤ گے۔“

”ویسے تو میں نہیں جانتا۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ دسیوں لاکھ بچے ماسکو گئے بغیر اور ڈاکٹروں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں۔۔۔ آخر کس لئے۔۔۔“

”آپ اگر یہ یہ تو۔۔۔“

”نہیں نہیں، جو بھی کھیتی چاہتی ہوں۔“

”کھیتی کے ساتھ اس کی بات کرنا ناممکن ہے! تم کیا چاہتے ہو کہ میں اس کو ذرا دوں؟ ابھی اسی سال بار بار میں تالیا کو لیتا نہ مرنے کی اس لئے کہ دانی بری تھی۔“

”جیسا آپ کہیں گی ویسا میں کروں گا“ اس نے اداس ہو کر کہا۔

پرنس نے اس سے کہا شروع کیا لیکن وہ سن کچھ نہیں رہا تھا۔ اگرچہ پرنس کے ساتھ بات چیت سے وہ جھنجھلا گیا تھا لیکن وہ اداس اس بات چیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سے ہوا تھا جو وہ سادہ کے پاس دیکھ رہا تھا۔

”نہیں یہ ممکن نہیں ہے“ اس نے سوچا۔ وہ بھی کھار کھیتی کی طرف جھکے ہوئے وائیکا پر نظر ڈالتا جو اپنی خوبصورت مسکراہٹ سمیت اسے کچھ تارہا تھا اور کھیتی کا چہرہ سرخ اور بیجان لگ رہا تھا۔

وائیکا کے بیٹھے کے انداز اس کی نگاہ اس کی مسکراہٹ میں کچھ ٹپاکی اور بے ایمانی تھی۔ اور لیون نے کھیتی کے انداز اور اس کی نگاہوں میں بھی کوئی غیر یاریزہ چیز دیکھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ اس دن کی طرح اس نے پھر اچانک محسوس کیا کہ اسے جیسے بغیر کسی تمہید اور گریز کے خوشی، سکون اور وقار کی بلندی سے نامیدگی، فیسے اور ذلت کے اتھاہ غار میں پھینک دیا گیا ہو۔ پھر اسے سب چیزوں اور سارے لوگوں سے کراہت ہونے لگی۔

”ویسا ہی کیجئے پرنس جیسا آپ چاہیں“ اس نے پھر کھیتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مطلق العنان کا تاج بوجھامی ہوتا ہے!“ استی پان ارکاڈ سچے نے اس سے مذاق انداز میں کہا اور بظاہر صرف پرنس کے ساتھ بات چیت ہی کی طرف نہیں بلکہ لیون کے بیجان کی طرف بھی اشارہ کیا جسے انہوں نے



بھانپ لیا تھا۔ "ذالی" آج تم کتنی دیر سے اٹھیں!"  
 داریا الکساندر روٹا کے استقبال کے لئے سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ وائیکا ایک منٹ کے لئے کھڑا ہوا اور  
 خواتین کے لئے سنے زمانے کے نوجوانوں کی مخصوص بے احتیاجی کے ساتھ ذرا سا سر جھکا کر اس نے تقسیم کی اور  
 پھر اپنی بات چیت کا سلسلہ جاری کر دیا اور کسی بات پر ہنسنے لگا۔  
 "ماشائے میرا تک میں دم کر دیا ہے۔ رات وہ ٹھیک سے سوئی نہیں اور آج بے حد چڑچی ہو رہی ہے"  
 ذالی نے کہا۔

وائیکا جو باتیں کیٹی کے ساتھ اتنی دیر سے کر رہا تھا وہ پھر اسی دن والے موضوع پر تھیں۔ آنا کے  
 بارے میں اور اس بارے میں کہ محبت معاشرے کی پابندیوں سے بلند تر ہو سکتی ہے یا نہیں۔ کیٹی کے لئے یہ  
 بات نہایت ناخوشگوار تھی۔ خودی موضوع بھی اس کے لئے پابندیدہ تھا اور وہ لہجہ بھی جس میں یہ بات نہایت کی جا  
 رہی تھی اور خاص طور سے اس وجہ سے اور بھی زیادہ کہ اب وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر ہر کس طرح کا اثر کر  
 رہی ہے۔ لیکن وہ اتنی زیادہ سادہ مزاج اور بھولی تھی کہ اس بات نہایت کوہنہ نہ کر سکتی تھی بلکہ وہ تو اس خارجی  
 خوشی اور طمانیت کو بھی نہ چھپا سکتی تھی جو اس نوجوان شخص کی ظاہر مظاہرہ تو ہے اسے حاصل ہوتی تھی۔ وہ  
 اس بات نہایت کوہنہ کرنا چاہتی تھی لیکن وہ نہ جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ چاہے کچھ بھی  
 کیوں نہ کرے سب کو اس کا شوہر دیکھے گا اور ہر چیز کے برے ہی معنی پٹائے گا۔ اور واقعی جب کیٹی نے ذالی  
 سے پوچھا کہ ماشا کو کیا ہوا ہے اور وائیکا نے "اس انتظار میں کہ کب یہ بات ختم ہو جو اس کے لئے بے کیف تھی"  
 بے نیازی سے ذالی کی طرف دیکھنا شروع کیا تو لیون کو یہ غیر فطری اور کسہ عیاری کا سوال لگا۔  
 "تو کیا آج تمہیں صبح کرنے چاہیے گے؟" ذالی نے پوچھا۔

"مہربانی کر کے چلنے میں بھی چلوں گی" کیٹی نے کہا اور اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔ وہ ازراہ اخلاق وائیکا سے  
 بھی پوچھتا چاہتی تھی کہ وہ بھی چلے گا یا نہیں لیکن اس نے پوچھا نہیں۔ "تم کہاں چلے؟" اس نے قصور وار انداز  
 میں شوہر سے پوچھا جو پر غم قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس قصور وار صورت نے لیون  
 کے سارے شبیوں کی تائید کر دی۔

"میں نہیں تھا تو میکا نیک آیا تھا میں ابھی اس سے ملا نہیں" اس نے کیٹی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔  
 وہ بچے چلا گیا لیکن ابھی اپنے کام کرنے کے کمرے سے نکل بھی نہ پایا تھا کہ اس نے بیوی کے جانے  
 بچانے قدموں کی چاپ سنی جو بے احتیاطی سے تیزی کے ساتھ اس کے پاس آ رہی تھی۔  
 "کیا بات ہے؟" اس نے کیٹی سے روکھائی سے کہا۔ "ہم مصروف ہیں۔"

"مجھے معاف کیجئے گا" کیٹی نے جرمن میکا نیک سے کہا "مجھے اپنے شوہر سے کچھ بات کرنی ہے۔"  
 جرمن وہاں سے چلا جانا چاہتا تھا لیکن لیون نے اس سے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔"

"ریل گاڑی تین بجے ہے نا؟" جرمن نے پوچھا۔ "دیر نہ ہو جائے مجھے۔"  
 لیون نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور خود بیوی کے ساتھ چلا گیا۔  
 "تو آپ کو مجھ سے کیا کہنا ہے؟" لیون نے فراٹسی میں کہا۔

اس نے کیٹی کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا اور دیکھنا چاہتا بھی نہیں تھا کہ اس کی اس حالت میں اس کا  
 پورا چہرہ پھڑک رہا تھا اور اس کی صورت قابل رحم اور بڑی مظلوم تھی۔

"میں۔۔۔ میں کتنا چاہتی ہوں کہ اس طرح جینا ناممکن ہے مگر یہ اذیت ہے۔۔۔" کیٹی نے کہا۔  
 "میں اس پیشہ میں نوکریں" اس نے مجھے میں کہا "تماشائے نے کی کوئی ضرورت نہیں۔"  
 "تو ادھر چلے ہیں!"

وہ پیشہ ایوان میں کھڑے تھے۔ کیٹی براہِ رواںے کمرے میں جانا چاہتی تھی لیکن وہاں انگریز گورنس تانیا کو  
 پڑھاری تھی۔  
 "تو باغ میں چلے ہیں۔"

باغ میں ان کا سامنا ایک کسان سے ہو گیا جو روش کی صفائی کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے سوچا ہی نہیں کہ  
 کسان کیٹی کی روٹی ہوئی صورت اور لیون کا بچپانی پر ہونے والے گانے یہ سوچا کہ ان کا طبع ایسے لوگوں کا سا ہو رہا  
 ہے جو کسی دکھ سے بھاگ رہے ہوں۔ وہ دونوں تیز تیز قدموں سے آگے بڑھنے لگے۔ وہ جس یہ محسوس کر رہے  
 تھے کہ انہیں ایک دوسرے سے بات کرنا اور لفظ فیوں کو دور کرنا ہے انہیں اکیلے ساتھ ساتھ ہونا ہے اور اس  
 طرح اس اذیت کو بھلا دینا ہے جسے دونوں بھگت رہے تھے۔

جب وہ آخر کار دو روئے لینڈن کے بیڑوں والی روش کے گھڑ پر تھائی میں ایک بچے کے پاس پہنچ گئے تو کیٹی  
 نے کہا "اس طرح جینا ناممکن ہے" یہ اذیت ہے! میں دکھ بھیل رہی ہوں تم دکھ بھیل رہے ہو۔ آخر کس  
 لئے؟

"لیکن تم مجھے صرف ایک بات بتاؤ۔۔۔ اس کے لیے میں کوئی ناشائستگی یا بے حرمتی والی باتیں آئیں طور  
 پر بھیا تک بات تھی؟" لیون نے اس کے سامنے پھر اسی انداز میں "بچنے" مضامین رکھے ہوئے کھڑے ہو کر کہا  
 جیسے اس رات کو کھڑا تھا۔

"تھی" کیٹی نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن کوستیا تم کو یقین ہے تاکہ میں قصور وار نہیں ہوں؟  
 میں صبح سے ایسا لہجہ اختیار کرنا چاہتی تھی لیکن یہ لوگ۔۔۔ کس لئے وہ آیا ہے یاں؟ ہم کتنے عسکی تھے اس  
 نے ہچکچاہٹ لے کر کہا کہ اس نے اس کا کھانا نہ دیا تھا اور اس کا پورا جسم اوپر اٹھ آتا تھا۔  
 مالی نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ اس کے باوجود کہ ان لوگوں کو کوئی دوا نہیں رہا تھا اور کوئی ایسی چیز نہ  
 تھی جس سے بھانکارا ہو اور پھر انہیں خوشی کی کوئی خاص چیز مل جی نہ سکتی تھی پھر بھی مالی نے دیکھا کہ وہ اس  
 کے پاس سے پر سکون اور دیکھتے ہوئے چہروں سمیت گھبراہٹیں چلے گئے۔

15

بیوی کو اوپر پانچ کلوین مکان کے ذالی والے حصے میں چلا گیا۔ داریا الکساندر روٹا اس دن اپنے محاطوں  
 کی وجہ سے بہت رنجیدہ اور ناراض تھیں۔ وہ کمرے میں ٹل رہی تھیں اور کوئے میں کھڑی زور زور سے روٹی  
 ہوئی لڑکی سے مجھے میں کہہ رہی تھیں:

"اور تم سارے دن کو کوئے میں کھڑی رہو گی اور کھانا تم کو اکیلے کھانا پڑے گا اور تم کو کڑی کی شکل تک  
 دیکھنے کو نہ ملے گی اور تمہارے لئے نئی فراک بھی نہیں سیوں گی" انہوں نے کہا اور اب ان کی سمجھ میں نہیں آ  
 رہا تھا کہ اسے اور کیا سزا دیں۔

"میں یہ بری لڑکی ہے!" وہ لیون سے مخاطب ہوئیں۔ "کہاں سے اس میں ایسے برے روناٹات پیدا



”آخر کیا کیا اس نے؟“ لیون نے کافی بے نیازی سے کہا جو اپنے معاملے میں مشورہ کرنا چاہتا تھا اور اس لئے وہ جھجھکا رہا تھا کہ ایسے بڑے وقت میں پہنچا۔

”وہ کریشا کے ساتھ راسپہری کے بیچ میں گئی اور وہاں... میں تو رہاں سے کہہ بھی نہیں سکتی کہ اس نے کیا کیا۔ اس طرح کی بری حرکت ہے۔ یہ ہزار بار افسوس ہوتا ہے میں ایلٹ کے کہنے کو نہ کہنے کا۔ یہ گورنس تو کچھ دیکھتی ہی نہیں، مبینہ ہے بس... ٹیکو رے دو کیل (23)۔“

اور درایا الکساندر دووٹا نے ماشا کا جرم بیان کیا۔

”اس سے کچھ بھی نہیں ثابت ہوتا، یہ کسی طرح بھی برائی کا رجحان نہیں ہے، بس شرارت ہے“ لیون نے انہیں تسلی دی۔  
 ”لیکن تم کس لئے پریشان پریشان سے ہو؟ تم آئے کس لئے تھے؟“ ڈالی نے پوچھا۔ ”وہاں کیا ہو رہا ہے؟“

اور اس سوال کے لیے سے لیون سمجھ گیا کہ اس کے لئے جو وہ کہتا چاہتا تھا وہ کہتا آسان ہوگا۔  
 ”میں وہاں نہیں تھا، میں اکیلے کبھی کے ساتھ باغ میں تھا۔ جب سے... استیوا آئے ہیں جب سے ہم دو  
 رہ جتے ہیں۔“

والی نے اسے ذہین اور سمجھنے والی آنکھوں سے دیکھا۔  
 ”اچھا تم دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ کیسی لاکھیں بلکہ ان صاحب کالجہ ایسا تھا یا نہیں جو شوہر کے لئے  
 خوشگوار، بخشنے والا نہیں بلکہ بے یار و مددگار تھا؟“

”دیکھو! آپ میں تم سے کیسے کہوں... کھڑی رہو! وہیں کوئی نہیں کھڑی رہو!“ وہ ماشاء اللہ مخاطب ہو گئیں وہاں کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ دیکھ کر مڑنے لگی تھیں۔ ”حاشا شرے کی رائے تو یہ ہوتی کہ وہ اس طرح نہیں آ رہا ہے جیسے سارے نوجوان لوگ پیش آتے ہیں۔ این صف لاکو آیین ٹوین اسے اڈوالی فام“ (24) اور حاشا شرے کے طور طریقوں والا شوہر اس پر تو بس غصی کر سکتا ہے۔“

”ہاں ہاں“ لیون نے ادا سی کے ساتھ کہا۔ ”لیکن تم نے دھیان دیا اس کی طرف؟“

”صرف میں ہی نے نہیں بلکہ استیو نے بھی اس کی طرف دھیان دیا۔ انہوں نے چائے کے فور اسی بعد سے کہا“ ڈے کر آکا دھلففکی نے این جی برین دے کوغ آکیتی۔“ (25)

”بس بہت ٹھیک ہے“ اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ میں اس کو چپک کر دوں گا“ لیون نے کہا۔  
 ”ہو اکیا ہے تجسین پاگل ہو گئے ہو؟“ ذالی خوفزدہ ہو کر کہہ اٹھیں۔ ”کیا وہ ہے تجسین کو ستیا، ہو ش میں  
 ؟“ انہوں نے پتے ہوئے کہا۔ ”اب تم فنی کے پاس جا سکتی ہو“ انہوں نے ماشا سے کہا۔ ”نہیں“ اگر تم ہی  
 آجے ہو تو میں استیوار سے کہتی ہوں۔ وہ اسے لے جائیں گے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمہارے ہاں مہمان آنے  
 لے ہیں۔ ویسے بھی وہ ہمارے ہاں ناموزوں ہی ہے۔“

”نہیں نہیں، میں خود ہی۔“

”لیکن تم جھڑا کرو گے؟“

”ذرا بھی نہیں۔ مجھے اس میں بڑا مزہ آئے گا“ لیوین نے واقعی چمکتی ہوئی پر مسرت آنکھوں کے ساتھ

کہا۔ ”اچھا، ذرا اب اسے محاف کرو! اب یہ ایسا نہیں کرے گی“ اس نے مضی مجرم کے ہارے میں کہا جو فیٹی کے پاس نہیں گئی تھی اور ماں کے سامنے نظریں جھکائے کھڑی انتظار کر رہی تھی کہ ماں کب اس کی طرف بیکسیں۔

ماں نے اس کی طرف دیکھا۔ لڑکی نے سک سک کر روتے ہوئے اپنا منہ ماں کے گھٹنوں میں چھپا لیا اور ڈالی نے اپنا دایا مشتق ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

”اور ہم تو کونوں میں اور اس میں بھلا کون سی چیز مشترک ہے؟“ لعین نے سوچا اور وہ سلامتی کی تلاش میں چلا گیا۔

پیش ایوان سے گزرتے ہوئے اس نے تبھی تیار کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اسٹیشن جانا ہے۔

”کل ایک کمائی ٹوٹ گئی تھی“ خدحکار نے جواب دیا۔

”تو پھر بڑھی تیار کرو لیکن جلدی۔ مہمان کہاں ہیں؟“

”اپنے کمرے میں گئے ہیں۔“

و سہلو فکری کے پاس لیوین اس وقت پہنچا جب وہ سوٹ کیس میں سے اپنی چیزیں نکال کر اور کچھ نئے عاشقانہ گیتوں کی موسیقی بچھلائے فنون سے محفلوں تک کی چڑے کی پوشش پن کر دیکھ رہا تھا۔ اس کا ارادہ زمین سواری کے لئے جانے کا تھا۔

پچھنیں لیونین کی صورت میں کوئی خاص بات تھی یا وہ خود محسوس کر رہا تھا کہ اس نے جو سے جتنی برین دے کوئی (26) چیمپریڈی ہے وہ اس خاندان کے لئے موزوں نہیں ہے، لیکن وہ لیونین کے آنے سے قدرے (جس قدر کہ معاشرے کا آدمی ہو کھلا سکتا ہے) بو کھلا گیا تھا۔

”آپ یہ چمڑے کی پوشش پہن کر سواری کرتے ہیں؟“

”ہاں اس سے بہت صفائی رہتی ہے“ دایینکالنے کہا اور کرسی پر اپنی موٹی پنڈلی رکھ کر نیچے والا کب لگایا اور نیک دلی سے مسکرایا۔

وہ بلاشبہ نیک نوجوان تھا اور لیون نے جب وائسکا کی آنکھوں میں جھینپ دیکھی تو اس پر ترس آیا اور اپنے آپ سے شرمندگی ہوئی اس لئے کہ وہ میزبان تھا۔

میز پر اس ڈنڈے کا ٹکڑا رکھا تھا جس کو آج صبح ان لوگوں نے جناسٹک کرنے کے دوران میں ساتھ ہی ڈنڈا تھا جب وہ اٹھتے ہوئے لڑل ہار ڈکواٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیون نے اس ٹکڑے کو ہاتھ میں لے لیا اور یہ سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کہ بات کیسے شروع کرے وہ ڈنڈے کے ٹوٹے سرے کی طرف سے پچھٹیاں توڑنے لگا۔

”میں جانتا تھا...“ وہ چپ ہو گیا تھا لیکن پھر کبھی کو اور جو کچھ ہوا تھا اس سب کو یاد کر کے پر عزم انداز میں ایک کھوٹے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے کہا ”میں نے آپ کے لئے کھوٹے جو تھے انہیں دے دیا۔“

”یعنی کیا مطلب؟“ وایسے کانے حیرت کے ساتھ شروع کیا۔ ”جانا کہاں ہے؟“

”آپ کو جانا ہے ریلوے اسٹیشن ”لیوین نے ڈنڈے سے پھپھیاں نوچتے ہوئے اداسی کے ساتھ کہا۔

”آپ کیسے جا رہے ہیں یا کچھ ہو گیا ہے؟“



"ہو ایہ کہ میرے ہاں سمان آنے والے ہیں" لیون نے مضبوط انگلیوں سے بڑھتی ہوئی تیزی کے ساتھ نوٹے اور پھینے ڈبڑے سے بھیٹیاں توڑتے ہوئے کہا۔ "اور سمان نہیں آنے والے ہیں اور کچھ ہوا بھی نہیں" جس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ چلے جائیے۔ میری بد اخلاقی کو آپ چاہیں سمجھیں۔"

دائیں کا سیدھا کھڑا ہوا گیا۔  
"میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے سمجھائیے... اس نے آخر کار کچھ کو قمار کے ساتھ کہا۔  
"میں آپ کو کچھ نہیں سمجھا سکتا" لیون نے آہستہ سے اور دیر سے دیر سے اپنے جیزوں کی لچکی کو چمکانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کے لئے محزیہ ہو گا کہ آپ کچھ پوچھیں بھی نہیں۔"  
اور چونکہ ڈبڑے کے نوٹے سرے کی ساری نوکیلی بھیٹیاں توہنی جانتی تھیں اس لئے لیون نے ڈبڑے کے موٹے سرے پر اپنی وہ انگلیاں بنائیں "ڈبڑے کو توڑ دیا اور جو سرا پچھ کر اجاڑا تھا اسے بچت کہا تھ میں لے لیا۔

عالمی الفاظ سے زیادہ ان کا ڈبڑے ہاتھوں کو ان عضلات کو جن کو اس نے آج صبح کو جتنا تنگس کے وقت ٹھلا تھا اور چٹکتی ہوئی آنکھوں پر سکون آواز اور کھینچا تے ہوئے جیزوں کو دیکھ کر ایسا کھانگیا تو یقین ہو گیا۔ اس نے کندھے اچکا کر خفارت اُبھر سکر اہٹ کے ساتھ تقسیم میں سر جھکا دیا۔

"کیا میں اب دل سکاتا؟"  
کندھے اچکانے اور مسکرانے سے لیون کو جھنجھٹا ہٹ نہیں ہوئی۔ "اب اسے کرنے کو اور رہی کیا گیا ہے؟" اس نے سوچا۔

"میں انہیں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔"  
استی پان ارکاڈ چکا کو جب اپنے دوست سے معلوم ہوا کہ اسے گھر سے ٹھلا جا رہا ہے تو انہوں نے لیون کو بچھڑے میں ڈھونڈ کر جہاں وہ ٹھل رہا تھا اور سمان کے جانے کا انتظار کر رہا تھا اس سے کہا "سے بیٹے ریڈ کیول! (27) یہ تمہیں کس بھڑے ڈنک مار دیا ہے؟ سے بیٹے دوی دھننے ریڈ کیول! (28) تم اس کو کیا کچھ پیٹھے آکر ایک نوجوان محض نے..."

لیکن جس جگہ بھڑے لیون کو ڈنک مارا تھا وہ بھلا ہر ابھی تک درد کر رہا تھا اس لئے کہ جب استی پان ارکاڈ چکا نے سب سمجھائی کہ لیون کو کوشش کی تو اس کا چہرہ پھر پھٹا پڑ گیا اور اس نے جلدی سے ان کی بات کا شہ دینا۔  
"مہربانی کر کے تم دھمکیں نہ سمجھاؤ! میں کچھ اور کریں نہ سکتا تھا! مجھے تم سے شرمندگی ہے اور اس سے بھی۔ لیکن میرے خیال میں اسے چلے جانے کا کوئی بڑا صدمہ نہ ہو گا اور مجھے اور میری بیوی کے لئے اس کی موجودگی ناخوشگوار ہے۔"

"لیکن اس کے لئے یہ توہن کی بات ہے! سے پوئی بیٹے ریڈ کیول۔" (29)  
"اور میرے لئے توہن آیز بھی ہے اور تکلیف دہ بھی! اور میں کسی طرح بھی قصور وار نہیں ہوں اور کوئی دچ نہیں ہے کہ میں دکھ بھجوں!"  
"مگر مجھے تم سے اس کی توقع نہ تھی! اوں پے تیز ڈالو" سے آسے پو آں "بیٹے دوی دھننے ریڈ کیول!"

(30)

لیون تیزی سے ان سے دور چلا گیا اور سایہ دار روش پر اور آگے جا کر اکیلا ٹھٹھلے لگا۔ جلدی اس نے

ریڈ می کی کھڑکڑاہٹ سنی اور جیزوں کے چٹک میں سے دیکھا کہ وہ ایسا کیسے سوکھی گھاس پر بیٹھا (دستی سے ریڈ می میں سیٹ نہیں تھی) اپنی اسکاٹ لینڈی ٹوپی پہنے ریڈ می کے دھچکوں کے ساتھ اپنا کتا ہوا سایہ دار روش پر چلا جا رہا ہے۔

"اب یہ اور کیا ہوا ہے؟" لیون نے سوچا اس لئے کہ اس نے گھر سے خود چکار کوڈ ذکر آتے اور ریڈ می کو روکنے دیکھا۔ یہ میکا ٹیک کے لئے تھا جس کے بارے میں لیون بالکل ہی بھول گیا تھا۔ میکا ٹیک نے جبکہ کر تقسیم کی اور وہ سولو فکسی سے کچھ کہا۔ پھر وہ بھی ریڈ می میں سوار ہو گیا اور دونوں ساتھ چلے گئے۔  
استی پان ارکاڈ چکا اور پرس کو لیون کے برتاؤ پر بڑی تنگی اور پریشانی تھی۔ اور خود لیون صرف یہی نہیں کہ حدود در ریڈ کیول (31) محسوس کر رہا تھا بلکہ ہر طرح سے قصور وار اور کامل شرم بھی۔ لیکن اس کو اور اس کی بیوی کو جتنا دکھ اور کوفت ہوئی تھی اسے یاد کر کے اس نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ پھر کبھی اگر ایسا ہوا تو وہ کیا کرے گا اور اس نے خود جواب دیا کہ بالکل ایسا ہی کرے گا۔

اس سب کے باوجود اس دن کے ختم ہونے تک سوائے پرس کے جنہوں نے لیون کی حرکت کو معاف نہیں کیا تھا سب لوگ معمول کے مطابق خوش اور جیالے ہو گئے جیسے بچے سزا کے بعد یا بڑے لوگ رسی سرکاری ضیافت کے بعد ہوتے ہیں۔ چنانچہ شام کو پرس کی عدم موجودگی میں سب لوگ داسٹا کے ٹھالے جانے کے بارے میں اس طرح باتیں کر رہے تھے جیسے کوئی بہت پرانا واقعہ ہو۔ اور اڑالی نے "نہیں بات کو مستحکم ختم ہونا کیان کرنے کا کھلکھلے پ سے ملا تھا" دارنگا کو فسی سے لوٹ پٹ کر دیا جب انہوں نے تیسری چوٹی پر ہر بار سے مزاجی اضافوں کے ساتھ بیان کیا کہ کیسے انہوں نے سمان کی خاطر نے رین ہاندھنے کی تیار کی تھی مگر جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو انہوں نے اچانک ریڈ می کی کھڑکڑاہٹ سنی۔ اور ریڈ می میں کون تھا؟ خود وہ ایسا اپنی اسکاٹ لینڈی ٹوپی "اپنے عاشقانہ گیتوں اور ٹخنوں سے گھٹنوں تک کی پھڑکے کی پو شش سمیت سوکھی گھاس پر بیٹھا تھا۔

"تم سے کم کبھی تو جو تھے کا نظم دے دیا ہوتا! انہیں اور پھر سختی ہوں" گھبرائے! سوچتی ہوں شاید بچا رہے پر ترس آ گیا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ اس کے پاس مونے برسن کو بھی بٹھا دیا اور دونوں کو لے گئے۔ اور میرے رین ضائع ہو گئے!۔"

16

داریا الکساندر روٹنے اپنے ارادے کی قہیل کی اور آٹنا کے پاس گئیں۔ انہیں اپنی من کو رنجیدہ کرنے اور اس کے شوہر کے لئے ناخوشگوار کام سامان کرنے کا بڑا افسوس تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ لیون میاں بیوی کی درویشی کے ساتھ کسی طرح کے تعلقات نہ رکھنے کی خواہش سختی صبح تھی لیکن وہ آٹنا کے پاس جانا اور انہیں یہ دکھانا اپنا فرض سمجھتی تھیں کہ آٹنا کی حیثیت میں تہذیبی کے باوجود ان کے جذبات نہیں بدل سکتے تھے۔

اس سفر میں لیون میاں بیوی پر انحصار نہ کرنے کے خیال سے داریا الکساندر روٹنا کے گاؤں میں آدمی بھیجا کہ گھوڑے بھاڑے پر لے لیں۔ لیکن لیون کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس احتجاج کرنے آیا۔  
"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ تمہارا سفر میرے لئے ناخوشگوار ہے؟ اور اگر یہ میرے لئے ناخوشگوار ہو نا ہی تو یہ تو اور بھی ناخوشگوار ہے کہ تم میرے گھوڑے میں لے جا رہی ہو" اس نے کہا۔ "تم نے مجھ سے ایک بار بھی



میں کما کر تم ضرور جاؤ گی۔ اور گاؤں سے گھوڑے بھاڑے رہیں ایک تو میرے لئے ناخوشوار ہے اور پھر خاص بات یہ ہے کہ وہ سڑتے لے لیں گے لیکن وہاں تک پہنچائیں گے نہیں۔ میرے پاس گھوڑے ہیں اور اگر تم مجھے نہیں چھوڑنا چاہتی تو میرے یہ گھوڑے لے جاؤ۔"

داریا الکساندر روڈنا کو راضی ہوئی پر اور مقررہ دن کو لیون نے اپنی سالی کے لئے چار گھوڑے تیار کئے اور راستے میں تبدیل کرنے کے لئے گھوڑے بھی جو کام کرنے والے اور زمین سواری کے گھوڑوں کو جو ڈکرتار کئے گئے تھے اور بہت سی اہل سب جو ڈتے لیکن وہ ایکسی دن میں داریا الکساندر روڈنا کو پہنچا سکتے تھے۔ اس وقت جب گھوڑوں کی ضرورت پر بس کو پہنچانے کے لئے بھی تھی جو جاری تھیں اور دانی کے لئے بھی تھیں بدوہست لیون کے لئے خاصا مشکل تھا لیکن میزانی کے فرائض کے مطابق وہ داریا الکساندر روڈنا کو اپنے گھر میں رہ کر بھاڑے پر گھوڑے لینے کی اجازت نہ دے سکتا تھا اور اس کے علاوہ یہ بھی بات تھا کہ بھاڑے والوں نے اس سفر کے لئے داریا الکساندر روڈنا سے جو ہمیں روٹل کا مطالبہ کیا تھا وہ ان کے لئے خاصا بے اہم تھے اور داریا الکساندر روڈنا کے مالی معاملات جو بہت سی خراب حالت میں تھے لیون کو اپنے ذاتی ہیچے لگتے تھے۔

لیون کے محوڑے کے مطابق داریا الکساندر روڈنا پچھنے سے پہلے ہی روانہ ہو گئیں۔ راستہ اچھا تھا گاڑی آرام دہ تھی گھوڑے اچھی رفتار سے جا رہے تھے۔ اور کوچ بکس پر کوچ ان کے علاوہ خدا گداری بجائے فٹھی بھی بیٹھا تھا لیون نے مزید احتیاط کے خیال سے ساتھ بیٹھا تھا۔ داریا الکساندر روڈنا ادھم گھم گئیں اور جب سرائے پر پہنچیں جہاں گھوڑے بند لئے تھے جہاں ان کی آنکھ کھلی۔

اسی مالدار کسان کے ہاں چائے پی کر جس کے ہاں لیون اپنے سویا وٹکی کے ہاں جانے والے سفر میں ٹھہرا تھا اور عورتوں سے بچوں کے بارے میں اور بڑے سے کاؤنٹ دور وٹکی کے بارے میں باتیں کر کے بہن کی بوڑھے نے بڑی تعریف کی "داریا الکساندر روڈنا سب سے آگے چلیں۔ گھر میں بچوں کی گھروں میں انہیں سوچنے کا وقت ہی کبھی نہ ملتا تھا۔ چنانچہ اب اس چار گھنٹوں کے سفر میں ان کے سارے دے دے خیالات اچانک ذہن میں ابھرے گئے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی پر طائرانہ نظر ڈالی جو پہلے انہوں نے کبھی نہ کیا تھا اور اسے مختلف پہلوؤں سے دیکھا۔ انہیں اپنے خیالات بہت سی عجیب لگے۔ پہلے انہوں نے بچوں کے بارے میں سوچا جن کے بارے میں پرنس نے اور خاص کر کبھی نے (جس سے انہیں زیادہ امید تھی) دیکھا کیا تھا کہ ان کی دیکھ بھال کریں گی پھر بھی انہیں پریشانی تھی۔ "کس ماشا پھر نہ شرارت کرنا شروع کرے گی ریشا کو کس گھوڑا لات نہ مار دے اور کس لیلی کا بیٹ پھر نہ خراب ہو جائے۔" پھر حال کے سوالات کی جگہ مستقبل قریب کے سوالات ذہن میں آنے لگے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ کیسے ماکوس میں اب کے جاؤں میں نیاقلیٹ لینے کی ڈرائنگ روم کا فرنیچر بدلنے کی اور بڑی بیٹی کے لئے فرکٹ سٹوانے کی ضرورت ہے۔ پھر زیادہ بعد مستقبل کے سوالات ان کے سامنے آنے لگے۔ بچوں کو وہ معاشرے میں کیسے پیش کریں گی۔ "تو کیا تو خیر ٹھیک ہیں" انہوں نے سوچا "لیکن بڑے؟"

یہ تو اچھا ہے کہ ابھی میں گریٹا کے ساتھ بڑھتی ہوں لیکن یہ تو صرف اس وجہ سے ہے کہ میں خود آزاد ہوں، بیٹ میں جاگود میں پچھ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ استیہ پر تو بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور میں ٹیک اور بھلے لوگوں کی مدد سے معاشرے میں ان کی ٹھیک پرورش کروں گی لیکن اگر پھر زندگی ہو جی تو۔۔۔" اور انہیں یہ خیال ہوا کہ یہ کتنا کٹا لفظ ہے کہ عورت پر یہ خدا کی لعنت ہے کہ اسے درد اور اذیت کے ساتھ بچہ بنے۔ "بہنا تو کوئی

بات ہی نہیں ہے، بیٹ میں رکنا اور اٹھائے پھرنا۔ یہ ہے اذیت تاک "انہوں نے اپنی کچیل زنگی اور اپنے بچے کی موت کا تصور کرتے ہوئے سوچا۔ اور انہیں سرائے میں ایک نوجوان عورت کے ساتھ اپنی بات چیت یاد آئی۔ اس سوال پر کہ اس کے بچے ہیں، خوبصورت نوجوان عورت نے جواب دیا تھا:

"تمہی ایک لڑکی لیکن خدا نے لے لیا، میرے پہلے اس کو دفن کر دیا۔"

"تو پھر تمہیں تو اس کا بڑا افسوس ہو گا؟" داریا الکساندر روڈنا نے پوچھا۔

"افسوس کیا کرنا؟ بوڑھے کے پوتے پوتیاں دیے ہی بہت ہیں۔ ایک پریشانی ہی رہتی۔ نہ کام کرنے پاتی نہ کچھ اور۔ بس بندھن ہی تو ہوتا۔"

یہ جواب داریا الکساندر روڈنا کو بہت ناگوار گزرا تھا جو اس کے کہ یہ نوجوان عورت صورت کی بڑی پیاری اور نیک دل لگتی تھی۔ لیکن اب یہ الفاظ انہیں بے ساختہ یاد آئے۔ ان تصور اور بے رحمانہ الفاظ میں کچھ تو سچائی تھی۔

"ہاں اور ویسے بھی" داریا الکساندر روڈنا نے ان پندرہ برسوں کی اپنی پوری ازدواجی زندگی پر نظر ڈالی۔ "حاصل، محلی، کندھو، ہنسی، ہر چیز سے بے نیازی اور خاص طور سے بدشعلی۔ کبھی ۲۲ نوجوان اور خوبصورت کبھی اس کی بھی شہل بری ہو جی اور میں تو حاصل کے دنوں میں بدھل ہو جاتی ہوں میں جانتی ہوں۔ جتنا درد ہے وہ وہ درد آخری لمحے۔۔۔ بعد کو دودھ پلانا ہے خواب راتیں وہ صیغہ درد۔"

داریا الکساندر روڈنا تو سوتی اور زخمی حشریوں کے درد کو صرف یاد ہی کر کے کانپ اٹھیں جو انہیں تقریباً ہر بچے کے ساتھ بھگتنا پڑا تھا۔

"پھر بچوں کی پیاریاں، یہ دائمی خوف، پھر تربیت، بدی کے رجحانات (انہیں راسپ ہی کی بھانپوں میں منشی ماشا کا جرم یاد آیا)، تعلیم، لاطینی زبان۔۔۔ یہ سب اس قدر ناقابل فہم اور مشکل تھا۔ اور سب سے زیادہ۔۔۔ انہیں بچوں کی موت۔" اور پھر انہیں ان کے ماں کے دل کو بیٹھ کے لئے داغ دار کر دینے والی، پچھلے دودھ پیتے بچے کی موت کی بے رحم یاد آئی جو شقائق میں مر گیا تھا، پھر اس کی تدفین، اس پھوٹے سے گلابی تابوت کے سامنے سب کی بے نیازی اور اس سفید چٹائی، اس پر پالوں کے گھر ٹکرا اور ذرا سا کھلا ہوا حیرت زدہ سانچا دہانہ دیکھ کر جو انہوں نے تابوت کو کادھار صلیب والے گلابی ڈھکنے سے بند کرنے سے پہلے دیکھا تھا، دل کو کھڑے کھڑے گھروے والے اخروان کا اکیلے کا دریا ڈالیا تھا۔

"اور یہ سب کس لئے؟ اس سب کا نتیجہ کیا لگے گا؟ یہی کہ میں، جسے ایک منٹ کا بچہ نہیں، کبھی حاملہ تو کبھی دودھ پاتی، بیٹھ بد مزاج، خود اذیت میں مبتلا اور دوسروں کو اذیت دینے والی، شوہر کے لئے پانچ پندہ، اپنی زندگی کے دن کاٹ رہی ہوں اور بد نصیب، خراب تربیت یافتہ اور محتاج بچے بوے ہو رہے ہیں۔ اور اب اگر گریٹا لیون اور کبھی کے ہاں نہ کٹ جاتیں تو مجھے نہیں پتہ کہ ہم کیسے یہ وقت بسر کرتے۔ ظاہر ہے کہ کوسٹیا اور کبھی اتنے رکھ رکھاؤ والے ہیں کہ تقریباً کچھ محسوس ہی نہیں ہونے دیتے لیکن یہ سلسلہ جاری تو نہیں رہ سکتا۔ ان کے اپنے بچے ہو جائیں گے تو ان کے لئے بھی مدد کرنا ممکن ہو گا۔ اب بھی ان پر بار تو ہے۔ تو کیا لیلیا مدد کریں گے جنہوں نے اپنے لئے تقریباً کچھ رکھائی نہیں؟ مطلب یہ کہ بچوں کو معاشرے میں راہ پر لگائیں اپنے آپ تو نہیں کر سکتی بلکہ بچ ہے کہ دوسروں کی مدد ہی ہے، اپنی تنگی ہی کر کے ہو گا۔ ہاں، اگر سب سے زیادہ خوش قسمتی کی بات فرض کریں تو یہ ہو گی کہ اب اور بچے نہ مریں، اور انہیں میں کسی نہ کسی طرح ہال پاس



لوں کی۔ بحرین اسکان یہ ہو گا کہ وہ یہ شرم نہیں ہوں گے۔ بس یہ ہے جس کی گھٹے آرزو ہو سکتی ہے۔ اور اس سب کی وجہ سے کتنی اذیت نصیب۔ ساری زندگی برباد ہو گئی۔" نہیں بھاری یاد آیا کہ اس نوجوان عورت نے کہا تھا اور یاد کر کے انہیں پھر وہ بات بری لگی لیکن اس سے انہیں شک ہی ہونا پڑا کہ ان لفظوں میں کچھ تو بھڑکی ہوئی ہوگی۔

"کیا ابھی دور ہے یہاں تک؟" داریا الکساندر روونا نے فشی سے پوچھا تاکہ اپنے خوفناک خیالات کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا سکے۔

"لوگ کہتے ہیں اس گاؤں سے سات راستہ ہے۔"

بھئی گاؤں کی سڑک پر ہو کر ایک پل پر آگئی۔ پل پر زوروں میں اور خوش خوش باتیں کرتی ہوئی ہر سرت عورتوں کی ایک بھیل چلی جا رہی تھی جن کے کندھوں پر اناج کے کھلے پائے ہونے لگے تھے۔ عورتیں پل پر ایک طرف کو ہر کر رہ گئیں اور کب کے ساتھ بھئی کو دیکھنے لگیں۔ داریا الکساندر روونا کی طرف بٹنے پرے مڑے ہوئے تھے وہ سب انہیں صحت مند خوش اور ان کو زندگی کی خوشی پر اکساتے ہوئے معلوم ہوئے۔ "سب بچتے ہیں اور زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں" داریا الکساندر روونا نے سوچا ہر عورتوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک نیلے پر پتلی کی جھانک تھی اور پرانی گاڑی پھر سے گھوڑوں کے تیز چلنے کی وجہ سے اپنی کانٹوں پر بلائے خوشوار انداز میں ڈول رہی تھی "اور میں جیسے قید خانے سے نکل ہوں اس دیا سے رہا کر دی گئی ہوں جو مجھے گھروں سے مارے ال رہی ہے۔ اور اب میں دارا کے لئے خوش میں آئی ہوں۔ سب بچتے ہیں۔ یہ عورتیں بھی، بھیری، بن دلی بھی، دارا بھی اور آنا بھی جن کے پاس میں جا رہی ہوں۔ بس نہیں جتنی تو ایک میں۔"

"اور یہ لوگ سب آنا پر اعتراض کرتے ہیں۔ کس لئے؟ کیا واقعی میں بحرین ہوں؟ کم سے کم میرے شوہر ہیں جن سے میں محبت کرتی ہوں۔ ویسے تو میں جیسے میں کرنا چاہتی تھی لیکن ان سے محبت تو کرتی ہوں اور آنا اپنے شوہر سے محبت نہیں کرتی تھیں۔ ان کا قصور کیا ہے؟ وہ بیٹا چاہتی ہیں یہ خدا نے ہماری فطرت میں رکھ دیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔ اور آج تک میں نہیں جانتی کہ اس بیٹا کو ڈانے میں جب آنا میرے پاس باسکو آئی تھیں میں نے ان کی بات مان کر اچھا کیا تھا نہیں۔ اس وقت مجھے شوہر کو چھوڑ دینا چاہتے تھا اور نئے سرے سے زندگی شروع کرنی چاہتے تھی۔ میں صبح سون میں محبت کر سکتی تھی اور صبح ہو سکتی تھی۔ اور اب کیا واقعی حالت بحرین؟ میں شوہر کا احترام تو کرتی تھیں۔ مجھے ان کی ضرورت ہے؟ انہوں نے شوہر کے بارے میں سوچا۔ اور میں انہیں برداشت کرتی ہوں۔ کیا یہ بحرین ہے؟ جب تک تو میں کسی کو پسند آ سکتی تھی "بھیری" خوب صورتی مجھ میں باقی تھی "داریا الکساندر روونا سوچتی رہیں۔ ان کا مستحق تھا وہ تھا کہ آئینے میں دیکھیں۔ ان کے بیک میں ستری آئینہ تھا اور وہ اسے نکالتا چاہتی تھیں۔ لیکن کوچہ ان اور اپنے ہوئے فشی کی چیخوں کو دیکھ کر انہوں نے محسوس کیا کہ اگر ان میں سے کسی نے سڑک کو دیکھ لیا تو انہیں شرم سے گھری ہوگی۔ اور انہوں نے آئینہ نہیں نکالا۔

لیکن آئینے میں دیکھے بغیر ہی انہوں نے سوچا کہ اب بھی وہ نہیں ہوئی اور انہیں سرخ رخی اور فوج کا خیال آیا جو ان کے ساتھ خاص لفظ متعلقہ سے ہیں آئے تھے مستحق کے دوست کا "نیکدل نور و فتنہ سن کا خیال آیا کہ ان کے ساتھ یہ بچوں کی تیار داری کرتے تھے جب بچوں کو لال بھار ہوا تھا اور ان کے مشق میں جھلا

تھے۔ اور ایک اور بالکل ہی نوجوان آدمی تھا جو جیسا کہ ان کے شوہر مذاق میں کہا کرتے تھے "یہ سمجھتا تھا کہ وہ ساری باتوں میں سب سے خوبصورت ہیں۔ اور داریا الکساندر روونا سب سے زیادہ پر جوش اور ناممکن محاشقوں کے تصور کرنے لگیں۔" آنا نے بہت سی اچھا کیا اور میں تو انہیں ہرگز نہ کہوں گی۔ وہ سبھی ہیں "ایک شخص کو سمجھ دے رہی ہیں اور ایسی روئی سلی ہوئی نہیں ہیں جیسی میں ہوں اور یقیناً بیٹھ کی طرح ان میں ناؤگی اور اہانت ہوگی اور سب کے ساتھ کھلے دل سے پیش آتی ہوں گی" داریا الکساندر روونا نے سوچا اور ان کے ہونٹوں پر خوشی کی مسکراہٹ نمودار ہو گئی "خاص طور سے اس لئے کہ آنا کے عشق کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے ساتھ ہی داریا الکساندر روونا ساری خوبیاں رکھنے والے ایک خیالی شخص کے ساتھ اپنے تقریباً ویسے ہی عشق کا تصور کرنے لگی تھیں جسے ان سے محبت تھی۔ آنا کی طرح انہوں نے بھی شوہر سے ہر چیز کا اعتراف کر لیا تھا اور اس خبر پر استیہان ارکا دھکی حیرت اور پریشانی کا اندازہ لگا کر وہ مسکرائے لگی تھیں۔

ایسے خواب دیکھتے ہوئے وہ بڑی سڑک سے ایک موڑ پر آگئیں جو دو دو پڑے۔ شکوے جانے والے راستے کا تھا۔

17

کوچہ ان نے چار گھوڑوں کی بھئی کو روک لیا اور دائیں طرف کالے گیروں کے کھیت کی طرف نظر اٹھائی جس میں گاڑی کے پاس کچھ کسان بیٹھے تھے۔ فشی نے کوچہ بکس پر سے کودنا چاہا لیکن پھر اس نے اپنا خیال بدل دیا اور کسان کو بلانے کے لئے آواز دی اور اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ چلنے میں تو وہوا لگ رہی تھی لیکن جب بھئی رک گئی تو وہاں بھی بجلی پڑ گئی۔ بڑھکیاں بیٹھے میں ترکھوڑوں پر بیٹھ گئیں اور وہ شخصے میں انہیں اپنی اپنی دمنوں سے اڑانے لگے۔ دراصل اپنی کوپنے کی جو ٹھن ٹھن کی آواز گاڑی کے پاس سے آ رہی تھی وہ بند ہو گئی۔ ایک کسان اٹھ کر بھئی کی طرف چلا۔

"ذرا قدم بڑھا کے آ!" فشی نے شخصے میں کسان سے چیخ کر کہا جو سوکھی بڑا زمین پر نچے پاؤں لکھ پر دھیرے دھیرے قدم رکھتا ہوا آ رہا تھا۔ "آہی چک نا!"

گھو ٹھکرایا لے بالوں والا بڑھا کسان "جو سر پر بی جھال کی ری باندھے تھا اور جس کی جھکی بیٹھ کار تک پہنچنے سے ڈھک گیا تھا "چال تیز کر کے بھئی کے پاس آگیا اور سنو لائے ہاتھ سے بھئی کا پاؤں ان پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ "دو دو پڑے۔ شکوے" مالک کے عمل؟ کاؤنٹ کے ہاں؟" اس نے دوہرایا۔ "بس جیسے ہی اس رستے کے گز پر پہنچا ویسے ہی باتیں کو مڑ جانا۔ پھر سیدھے رستے پہلے جانا" ایسے ہی پہنچ جاؤ گے۔ آپ لوگوں کو کس سے ملنا ہے؟ خود مالک سے؟"

"اور کیا وہ لوگ گھر پر ہیں؟" داریا الکساندر روونا نے ہم سے انداز میں کہا کیونکہ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس کسان سے آنا کے بارے میں کیسے پوچھیں۔

"ضرور ہوں گے گھر پر" کسان نے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر ٹک کر کھڑے ہوتے ہوئے اور دھول میں قدم اور پانچوں اٹھلیوں کے صاف نشان بناتے ہوئے کہا۔ "ضرور ہوں گے" اس نے دوہرایا۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ "کل تو اور بھی مسمان آئے تھے۔ مسمان۔۔۔ بہت آئے ہیں۔۔۔ تجھے کیا چاہئے؟" اس نے مڑ کر ایک نوجوان سے پوچھا جو گاڑی کے پاس سے چلا کر اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ "نیک!"



تو ڈاڑھی پہلے تو سوار ہو کر کٹائی مٹین دیکھنے گئے تھے۔ اب تو گھر پہنچ گئے ہوں گے۔ اور آپ کون ہیں؟

”مہمور کے ہیں، مہمور ان کے کوچ بکس پر چڑھتے ہوئے کہا۔ تو یہاں سے دور نہیں ہے؟“

”مگر تو رہا ہوں، نہیں ہے۔ بس جیسے ہی ٹھکے۔“ اس نے کبھی کے پاؤں دان پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ایک نوجوان صحت مند لکھے بدن کا شخص بھی آیا۔

”کیوں مصل کی کٹائی کے سلسلے میں کام نہیں ہے کوئی؟“

”میں نہیں جانتی پہلے آئی۔“

”تو مطلب یہ کہ جب بائیس کو مزلیتا تو پھر تم بس گویا پہنچ گئے“ کسان نے کہا۔ بھلا ہر وہ ان راہ گیروں کو

بادل ناخواست چھوڑ رہا تھا اور اس کا بائیس کرتے رہنے کا ہی چاہ رہا تھا۔

کوچوان نے کبھی بیروانی لیکن وہ لوگ بس مزے ہی تھے کہ کسان پر کھڑے نہ لگا۔

”نصر جادو! آئے یا میرے“ نصر جادو! دو آوازوں نے ایک ساتھ چلا کر کہا۔

کوچوان رک گیا۔

”خود آ رہے ہیں اور ہے! کسان نے پکار کر کہا۔“ دیکھا تم نے، بھیڑی بھیریلی آ رہی ہے! اس نے

چار سواروں کو ایک کھلی کھلی میں بیٹھے دو لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو سڑک پر آ رہے تھے۔

دو روٹھی اور اس کا جاک سوار، دو مسلہ فسی اور آٹا تو زین سوار تھے اور پرنس واروار اور سویا وٹسکی

کھلی کھلی میں بیٹھے تھے۔ سب لوگ سیر کرنے اور کٹائی کی نئی مٹینوں کو کام کرتے دیکھنے گئے تھے جو ابھی ابھی آئی

تھیں۔

جب کبھی رک گئی تو سوار چال چال پہلے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ آگے آگے آٹا تھیں اور ان کے

برابر دو مسلہ فسی۔ آٹا بڑے اطمینان کی چال سے ڈراپے تھا اور بھرے بدن کے انگلیٹنی پاؤں پر آ رہی تھیں جس

کی ایال کٹری ہوئی اور دم پھوٹی تھی۔ ان کا خوبصورت سر اور اونچی بیٹھ میں سے نکلی ہوئی سیاہ بالوں کی تھیں۔

ان کے کندھے سے کندھے اور سوار کی سیاہ لباس میں ان کی پتلی کمر اور زین پر بڑے سکون کے ساتھ بیٹھے کا

انداز دیکھ کر ڈالی بہت متاثر ہوئیں۔

شروع میں انہیں یہ بات ناشائستہ لگی کہ آٹا زین سوار کی کر رہی ہیں۔ واریا الگسائے روڈ کی سمجھ کے

مطابق خواتین کے لئے زین سوار کی تصور نوجوان بچکے مزاج کی عشوہ وادو کھانے والی عورت کے تصور سے

وابست تھا جو آٹا کی صورت حال کے لئے مناسب نہیں تھا۔ لیکن جب انہوں نے آٹا کو قریب سے پہنچ کر دیکھا تو

انہوں نے ان کی زین سوار سے فوراً مصالحت کر لی۔ خوش و فسی کے باوجود آٹا کے انداز میں بھی لباس میں

بھی اور حرکت و سکون میں بھی اتنی سادگی آٹا سکون اور وقار تھا کہ کوئی چیز غیر فطری ہوئی نہ سکتی تھی۔

آٹا کے برابر دس سالے کے سبز گھوڑے پر اپنی موٹی موٹی ٹانگیں سامنے کو پھیلائے اور صریحی طور پر اپنے

اوپر نازاں اپنی لہراتے بل کھاتے فیتوں والی اسکاٹ لینڈی ٹوپی پہنے وایٹکا و مسلہ فسی چل رہا تھا اور واریا

الگسائے روڈ سے پہچان کر اپنی پرست مسکراہٹ کو ضبط نہ کر سکیں۔ ان کے پیچھے دو روٹھی آ رہا تھا۔ وہ بڑے

جو شیلے تیلیا کیت گھوڑے پر سوار تھا جو بھلا ہر سہت دوڑنے سے گرم ہو چکا تھا۔ وہ لگام کھینچ کر اسے روکے

ہوئے تھا۔

ان کے پیچھے ایک ناٹا سا آدی جاک سواروں کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ سویا وٹسکی اور پرنس بھی سی کھلی

بھی نہیں جس میں ایک بڑا اور مضبوط مسلہ فسی گھوڑا جتا ہوا تھا سواروں کے پیچھے آ رہے تھے۔

آٹا نے جب پرانی کبھی کے کوٹے میں دیکھی ہوئی پھوٹی سی شخصیت کو پہچان کر یہ ڈالی ہیں تو ان کا چہرہ خوشی

کی مسکراہٹ سے مکمل اٹھا۔ وہ خوشی سے چچا اٹھیں، زین پر چوٹکی پڑیں اور اپنے گھوڑے کو انہوں نے

سہت دوڑایا۔ کبھی کے پاس پہنچ کر وہ کسی کی مدد کے بغیر کود پڑیں اور سوار کی لباس کو سنبھالتی ہوئی ڈالی کی

طرف لپکیں۔

”میں نے سوچا تو یہی تھا لیکن یہ سوچنے کی بہت نہ پڑتی تھی۔ کیسی خوشی ہوئی اتم سیری خوشی کا تصور بھی

نہیں کر سکتیں!“ انہوں نے ڈالی کے چہرے کو چٹا کر پیر کرتے ہوئے اور کبھی ذرا ہٹ کر انہیں مسکرا کر دیکھتے

ہوئے کہا۔

”دیکھو! کبھی یہ ہوئی نہ خوشی!“ انہوں نے سڑک روٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا جو گھوڑے سے اتر کر ان

لوگوں کی طرف آ رہا تھا۔

دو روٹھی اونچی سرخی بیٹا تار کر ڈالی کے پاس آیا۔

”آپ لیکن نہیں کریں گی کہ ہم آپ کے آنے سے کتنے خوش ہیں!“ اس نے کہا اور اس طرح سے ان

لفظوں کو ادا کیا کہ ان میں خاص معنی پیدا ہو گئے اور یوں مسکرایا کہ اس کے مضبوط سفید دانت دکھائی دے گئے۔

وایٹکا و مسلہ فسی نے گھوڑے سے اترے بغیر مسلمان کو سلام کرنے کے لئے اپنی ٹوپی اتاری اور اسے چلا

کر سر کے اوپر خوشی سے اس کے غیتے لہرائے۔

جب کھلی کھلی پاس پہنچی تو آٹا نے ڈالی کی سوالیہ نظروں کے جواب میں کہا۔ ”یہ پرنس واروار ہیں۔“

”اچھا!“ واریا الگسائے روڈ نے کہا اور ان کے چہرے سے غیر ارادی طور پر ناخوشی ظاہر ہونے لگی۔

پرنس واروار ان کے شوہر کی پہنچی تھیں اور ڈالی انہیں بہت دنوں سے جانتی تھیں اور ان کا بالکل

احزاس نہ کرتی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ پرنس واروار نے اپنی ساری زندگی بالدار رشتہ داروں کے ہاں فطیلی کی

طرح رہ کر بسر کی ہے لیکن اس بات سے کہ اب وہ دو روٹھی کے ہاں رہتی تھیں جو ان کے لئے انہیں تھا ڈالی کو

اپنے شوہر کے خیال سے تو چن کا احساس ہوا۔ آٹا نے ڈالی کے چہرے کے تاثرات دیکھے اور گھبرا گئیں، ان کا چہرہ

سرخ ہو گیا، سوار کی لباس کا دامن ان کے ہاتھ سے پھوٹ گیا اور وہ اس میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔

کھلی کھلی آ کر رک گئی تھی۔ واریا الگسائے روڈ اس کے پاس نکلیں اور سرد مہری سے انہوں نے پرنس

واروار کو سلام کیا اور مزاج پر سی کی۔ سویا وٹسکی کو بھی وہ جانتی تھیں۔ اس نے پوچھا کہ ان کے سکی درست کے

اور نوجوان بیوی کے کیا حال چال ہیں اور سرسری نظر میں اٹھل بے جو ڈھکھوڑوں اور کبھی کے الگ سے جڑے

ہوئے پاؤں کو دیکھ کر خواتین کو تجویز کیا کہ وہ کھلی کھلی میں چلی جائیں۔

”اور میں اس گاڑی میں آجاتا ہوں“ اس نے کہا۔ ”گھوڑا نیک ہے اور پرنس بہت ہی عمدہ چلاتی

ہیں۔“

”نہیں، آپ لوگ جیسے تھے ویسے ہی رہئے“ آٹا نے پاس آ کر کہا۔ ”ہم لوگ کبھی میں آتے ہیں۔“ اور

ڈالی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وہ اسے لے گئیں۔

واریا الگسائے روڈ کی آنکھیں اس خوش وضع سوار کی کو بھیسی انہوں نے اب تک نہ دیکھی تھی، ان

خوبصورت گھوڑوں، ان کے ارد گردان خوش وضع اور تابندہ چہروں کو دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ لیکن سب



سے زیادہ حیرت انہیں اس تبدیلی پر ہوئی جو ان کی جانی پہچانی اور چیتی آنتانہیں ہوئی تھی۔ اگر کوئی دوسری عورت ہوئی جو اتنی پر توجہ نہ ہوتی، آنتا کو پہلے نہ جانتی ہوئی اور خاص طور سے جس کے ذہن میں ویسے خیالات نہ آئے ہوتے جیسے داریا الکساندر روٹا کے ذہن میں راستے میں آئے تھے تو اس کو آنتانہیں کوئی بھی خاص چیز نظر نہ آتی لیکن اب تو ڈالی اس حقیقی خوبصورتی کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں جو عورتوں میں صرف محبت کے لمحوں میں ہوتی ہے اور نئے اب وہ آنتا کے چہرے پر دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے کی ساری چیزیں، گالوں کے اور ٹھوڈی کے گڑھوں کا نمایاں پن، ہونٹوں کا انداز، مسکراہٹ جو گویا چہرے کے چاروں طرف اڑ رہی تھی، حرکات و سکنات کی تیزی اور وقار، آواز کی بھرپور ٹھنک، یہاں تک کہ وہ انداز بھی جس سے انہوں نے ناراضگی اور شفقت کے ملے جلے لمبے میں و سلفہ فکلی کو جو اب دیا جو ان سے ان کے یا پورے سواری کرنے کی اجازت مانگ رہا تھا تاکہ اسے دائیں پاؤں سے سرپٹ دوڑا سکھادے۔ ساری چیزیں خاص طور سے دلکش تھیں اور لگ رہا تھا کہ وہ اس بات کو جانتی اور اس پر خوش ہیں۔

جب دونوں عورتیں بھیجی میں بیٹھ گئیں تو اچانک دونوں پر ایک گھبراہٹ سی طاری ہو گئی۔ آنتا تو ان پر توجہ اور سوالیہ نظروں سے گھبرا گئیں جن سے ڈالی انہیں دیکھ رہی تھی اور ڈالی اس بات سے کہ گاڑی کے بارے میں سو یا ڈسکی کے فخرے کے بعد انہیں غیر ارادی طور پر اس گندی پرانی بھٹی سے شرم آنے لگی جس میں وہ آنتا کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ کوچاں قلب اور فکلی کو بھی یہی احساس ہوا۔ فکلی اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کے لئے خاتون کو سوار کرانے کی فکر میں اور ادھر ادھر کرنے لگا لیکن قلب کوچاں نے منہ پھلایا اور پہلے سے تیار ہو گیا کہ وہ اس غلاہری برتری سے دبے گا نہیں۔ وہ کھلی بھٹی کے مٹکی کھوڑے کو دیکھ کر کھڑیہ انداز میں مسکرایا اور اپنے ذہن میں اس نے ملے کر لیا کہ یہ کھلی بھٹی والا مٹکی کھوڑا بس نمائشی سیرپانے کے لئے اچھا ہے لیکن ایک دفعہ میں چالیس درست گرمی میں ہرگز نہیں چل سکتا۔

سارے کسان گاڑی کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور کرید اور خوشی کے ساتھ مہمانوں کے خیر مقدم کو دیکھ رہے تھے اور اپنے تہجرے بھی کرتے جا رہے تھے۔

”وہ بھی خوش ہیں، بہت دنوں بعد ملے ہیں، کھوٹھریا لے بالوں والے بڑھے نے کہا جس نے سر پر بیٹی چھال کر دی رہی باندھ رکھی تھی۔“

”اب چاچا کر اسیم“ اگر یہ مٹکی بد حیا انان کے گھٹے ڈھونے کو مل جاتا تو بڑی تیزی سے کام ہو جاتا!“

”ارے دیکھ تو ایہ بر جس پٹے عورت ہے؟“ ان میں سے ایک نے عورتوں والی زمین پر و سلفہ فکلی کو سوار ہوتے دکھا کر کہا۔

”نہیں، مرد ہے۔ دیکھا نہیں کیسے مزے سے اچھل کر سوار ہوا ہے!“

”تو یا رو اب تو لگتا ہے سونا تو ہو گا نہیں؟“

”ارے آج کیسا سونا“ بوڑھے نے نکھیلوں سے سورج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”دیکھ رہے ہو دوپہر ہو مٹی چلو! اٹھو! اٹھو!“

رہی تھیں وہ کتنا چاہتی تھیں۔ یہ کہ ڈالی دہلی ہو گئی ہیں لیکن انہیں یاد آیا کہ وہ خود تو زیادہ خوبصورت ہو گئی ہیں اور ڈالی کی نظریں بھی کہہ بھی رہی تھیں۔ انہوں نے ابھر کر سانس لی اور اپنے بارے میں بات کرنے لگیں۔

انہوں نے کہا ”تم مجھے دیکھ رہی ہو اور سوچ رہی ہو کہ میں اپنی صورت حال میں سکھی ہو سکتی ہوں یا نہیں؟ تو اب کیا کون! اعتراف کرتے شرم آتی ہے لیکن میں... میں ناقابل معافی حد تک سکھی ہوں۔ میرے ساتھ کوئی جادوئی سی چیز ہو گئی ہے“ جیسے خواب جب دکھائی دیتا ہے تو ڈراؤنا ہوتا ہے، بے حد خوفناک اور پھر اچانک آنکھ کھل جاتی ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ اس سارے ڈر کا کوئی وجود نہیں۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے بڑی خوفناک اور اذیت بخش زندگی بسر کی اور اب بہت دنوں سے ”خاص طور سے تب سے جب سے ہم یہاں ہیں اس قدر سکھی ہوں!“ انہوں نے ڈالی کو شرمیلی سی سوالیہ مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں کتنی خوش ہوں!“ ڈالی نے مسکرا کر کہا لیکن ان کے لمبے میں اس سے زیادہ سرد مری تھی جتنی وہ چاہتی تھیں۔ ”میں تمہاری خاطر بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھے خط کس وجہ سے نہیں لکھا؟“

”کس وجہ سے؟ اس وجہ سے کہ میری ہمت نہیں بڑی... تم میری صورت حال کو بھول جاتی ہو...“

”مجھے لگنے کی ہمت نہیں پڑی؟ اگر تمہیں معلوم ہو تاکہ میں کیسے... میں سمجھتی ہوں...“

داریا الکساندر روٹا اپنے آج صبح کے خیالات کو بیان کرنا چاہتی تھیں لیکن پتہ نہیں کیوں وہ اس وقت انہیں بے عمل معلوم ہوا۔

”بہر حال اس کے بارے میں بعد کو باتیں کریں گے۔ یہ ساری تعمیرات کیا ہیں؟“ انہوں نے باتوں کا موضوع بدلنے کی خواہش کے تحت پوچھا اور لال اور ہری پتھوں کی طرف اشارہ کیا جو اکایا اور لا ملک کی سرسبز جھاڑوں کی باڑھ کے پیچھے نظر آ رہی تھیں۔ ”بالکل چھوٹا سا شہر ہے۔“ لیکن آنتا نے انہیں جواب نہیں دیا۔

”نہیں نہیں! تم میری صورت حال کے بارے میں کیا سمجھتی ہو؟ تم کیا سوچتی ہو؟ کیا؟“ انہوں نے پوچھا۔ ”میں سمجھتی ہوں کہ...“ داریا الکساندر روٹا نے شروع کیا تھا لیکن اسی وقت وایٹ کا و سلفہ فکلی یا پھر دائیں پاؤں کی ایڑ سے سرپٹ دوڑا کر اپنا چھوٹا جیکٹ پٹنے عورتوں والی نرم زمین پر پورے پوجہ سے اچھلتا ہوا پاس سے گزرا۔

”چل رہا ہے، آنتا ارکا۔ نیوٹا!“ اس نے چیخ کر کہا۔

آنتا نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ لیکن داریا الکساندر روٹا کو پھر لگا کہ کبھی میں لمبی بات چیت شروع کرنا ٹھیک نہیں ہے اس لئے انہوں نے مختصراً ”اپنے خیالات بتا دیئے۔“

”میں کچھ نہیں سمجھتی“ انہوں نے کہا ”میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی اور جب آدمی محبت کرتا ہے تو پورے انسان سے محبت کرتا ہے جیسا وہ ہے نہ کہ ویسا جیسا میں چاہتی ہوں کہ وہ ہوتا۔“

آنتا نے اپنی آنکھیں اپنی دوست کے چہرے سے ہٹالیں اور انہیں بچھ کر (یہ ان کی نئی عادت تھی جو ان میں ڈالی نے پہلے نہ دیکھی تھی) سوچنے لگیں۔ وہ ان غلطوں کے معنی پوری طرح سمجھنا چاہتی تھیں۔ اور بظاہر جس طرح چاہتی تھیں اس طرح سمجھ کر انہوں نے ڈالی کی طرف دیکھا۔

”اگر تم نے کوئی گناہ کئے بھی ہیں“ انہوں نے کہا ”تو تمہارے آنے اور یہ الفاظ کہنے کے سلسلے میں سب معاف ہو جاتے۔“



اور ڈالی نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے بغیر کچھ کہے ہوئے آٹنا کا ہاتھ دلیا۔  
 ذرا دیر چپ رہنے کے بعد انہوں نے پھر اپنا سوال دوہرایا "تو یہ عمار تمہیں کیا ہیں؟ کتنی بہت سی ہیں؟!"  
 "یہ نوکروں کے مکانات ہیں، گھوڑوں کا غارم ہے،" اصلیل ہیں "آٹنا نے جواب دیا۔ "اور یہاں سے  
 پارک شروع ہوتا ہے۔ یہ سب کیمپری کی حالت میں بڑا خراب ہو گیا تھا لیکن انگلیستی نے سب کو نئے سرے  
 سے ٹھیک ٹھاک کیا۔ انہیں یہ تعلقہ بہت پسند ہے اور انہیں تعلقہ داری سے بڑی دلچسپی ہو گئی ہے جس کی مجھے  
 بالکل توقع نہیں تھی۔ مگر ان کی قوت فطرت ہی اتنی بالالام ہے کہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ بہت سی عمدگی سے کرتے  
 ہیں۔ نہ صرف یہ کہ انہیں آکاہت نہیں ہوتی بلکہ وہ بڑے جوش کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔ جیسے کہ میں  
 انہیں جانتی ہوں وہ بڑے حساب کتاب رکھنے والے، بہت ہی اچھے تعلقہ دار ہو گئے ہیں بلکہ تعلقہ داری کے  
 معاملوں میں وہ تجھوس بھی ہیں۔ لیکن صرف تعلقہ داری میں۔ جہاں دسویں ہزار کا معاملہ ہوتا ہے وہاں وہ حساب  
 نہیں کرتے "آٹنا نے اسی پر سرت عیارانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا جس سے عورتیں اکثر اپنے محبوب شخص کی  
 پوشیدہ خصوصیات کے بارے میں باتیں کرتی ہیں جنہیں صرف انہیں نے دریافت کیا ہے۔ "اس بڑی عمارت کو  
 دیکھ رہی ہو؟ یہ نیا ہسپتال ہے۔ میرے خیال میں اس کی لاگت کوئی ایک لاکھ ہوگی۔ آج کل یہ ان کا دادا (32)  
 ہے۔ اور پتہ ہے؟" یہ شروع کیسے ہوا؟ کسانوں نے ان سے التجا کی کہ وہ انہیں سستے لگان پر چڑھا دے دیں۔  
 انہوں نے انکار کر دیا اور میں نے انہیں ملامت کی کہ یہ کجسوی ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف اتنی بات پر نہیں لیکن  
 اور باتوں کے ساتھ مل کر اس بنا پر بھی انہوں نے یہ ہسپتال بنانا شروع کر دیا تاکہ "تم بھئی ہونا دکھادیں کہ وہ  
 تجھوس ہرگز نہیں ہیں۔ چاہو تو کہہ سکتی ہو کہ بیٹے تو نیا جیتی تھیں (33)۔ لیکن اس کے لئے میں ان سے اور زیادہ  
 محبت کرتی ہوں۔ اور بس ابھی تم گھر دیکھو گی۔ یہ ان کے دادا کے وقتوں کا ہے اور انہوں نے باہر سے اس میں  
 کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

"کتنا اچھا ہے!" ڈالی نے جگہ گھرے ہرے رنگ کے پرانے پیڑوں کے بیچ میں ستونوں دار خوبصورت  
 مکان کو دیکھ کر بے ساختہ حیرت کے ساتھ کہا۔

"جی جی، اچھا ہے؟ اور گھر کے اندر اوپر کی منزل سے نظارہ بہت اچھا ہے۔"

وہ لوگ بگری بیچے اور پھولوں سے سجے ہوئے گھن میں داخل ہوئے جس میں دو مزدور ایک اچھی طرح  
 گھڑی ہوئی کپڑی کے گردان گھڑ مسام دار پتھروں کی مینڈ بنا رہے تھے۔ کبھی پورے گھن میں آکر رک گئی۔  
 "اچھا" یہ لوگ پہلے ہی پہنچ گئے! "آٹنا نے زمین سواری کے گھوڑوں کو دیکھتے ہوئے کہا جو اسی وقت  
 سائبان سے لے جائے جا رہے تھے۔ "جی جی، یہ گھوڑا اچھا ہے نا؟ یہ یا تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسے ادھر  
 لاؤ اور ذرا شہر کی ڈلی دینا۔ کاؤنٹ کہاں ہیں؟" انہوں نے دوڑ کر آتے ہوئے دو درودی پوش خد گھگھاروں سے  
 پوچھا۔ "آہا وہ آتی گئے!" انہوں نے احتیال کے لئے بڑھتے ہوئے دروہشی اوروہ سلفوہشی کو دیکھ کر کہا۔  
 "آپ پر نس کو کہاں فہر انہیں گی؟" دروہشی نے آٹنا سے مخاطب ہو کر فراموشی میں کہا اور جواب کا  
 انتظار کئے بغیر ایک بار پھر اس نے داریا الکساندرووٹا کو سلام کیا اور اب کی بار ان کے ہاتھ کو بوسہ بھی دیا۔  
 "میرے خیال میں بڑے بالنگی دار کرے میں؟"

"ارے نہیں، وہ دوسرے ہاؤس والے میں بہتر ہوگا، ہم ایک دوسرے سے زیادہ ملتے رہیں گے۔ تو، چلیں  
 ہم لوگ "آٹنا نے شہر کی ڈلی، جو انہیں لا کر دی گئی تھی، اپنے پسندیدہ گھوڑے کو دیتے ہوئے کہا۔

"اے دو دو لئے دو تر دیو!" (34) انہوں نے وہ سلفوہشی سے کہا جو دروہشی کے ساتھ ہی سائبان میں آ  
 گیا تھا۔

"پانعدوں، ٹوین اے تو پلین لے پوش" (35) اس نے مسکراتے ہوئے اپنی واسکٹ کی جیب میں اگلیاں  
 ڈال کر جواب دیا۔

"دو دینے تر و ناغ" (36) آٹنا نے رومال سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا جسے گھوڑے نے شہر کھاتے میں  
 چاٹ لیا تھا۔ پھر وہ ڈالی سے مخاطب ہو گئیں "تم زیادہ دنوں کے لئے آئی ہو نا؟ صرف ایک دن کے لئے؟ یہ تو  
 ناممکن ہے!"

"میں نے یہی وعدہ کیا اور بچے..." ڈالی نے کہا اور گھبراہٹ محسوس کی اس بات سے بھی کہ انہیں کبھی  
 میں سے اپنا بیگ لینا تھا اور اس سے بھی کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کا چہرہ محسوس سے بالکل اٹا ہوگا۔

"نہیں ڈالی، میری جان... خیر دیکھیں گے۔ چلو پلٹے ہیں!" اور آٹنا ڈالی کو ان کے کمرے میں لے گئیں۔  
 یہ وہ شاندار کمرہ نہیں تھا جو دروہشی نے تجویز کیا تھا بلکہ ایسا تھا کہ اس کے لئے آٹنا نے کہا تھا کہ ڈالی  
 انہیں معاف کر دیں گی۔ اور یہ کمرہ، جس کے لئے معاف کرنا ضروری تھا، ہمیشہ و آرام کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔  
 ایسے کمرے میں ڈالی بھی نہیں رہیں تھیں۔ اسے دیکھ کر کوئی ممالک کے بہترین ہوٹلوں کا خیال آتا تھا۔

"میں کتنی خوش نصیب ہوں میری جان" آٹنا نے ذرا دیر کو اپنے زمین سواری ہی کے لباس میں ڈالی کے  
 پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے لوگوں کے بارے میں بتاؤ۔ استیوا کی میں نے بس ایک ہی جھلک دیکھی۔ اور وہ  
 ویسے بھی بچوں کے بارے میں زیادہ نہیں بتا سکتے۔ میری چیتی تانیا کیسی ہے؟ میرے خیال میں اب تو وہ بڑی ہو گئی  
 ہوگی؟"

"ہاں بہت بڑی ہو گئی" داریا الکساندرووٹا نے مختصراً جواب دیا۔ انہیں خود بھی حیرت ہوئی کہ وہ اپنے  
 بچوں کے بارے میں اتنی سرد مری سے جواب دے رہی ہے۔ "ہم لوگ لیون میاں بیوی کے ہاں بڑے مزے  
 میں رہ رہے ہیں۔"

"اب اگر مجھے معلوم ہوتا "آٹنا نے کہا "کہ تم مجھے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتیں... تو تم سب لوگ  
 ہمارے ہاں آ سکتے تھے۔ استیوا آخر انگلیستی کے پرانے اور گھرے دوست ہیں "انہوں نے کہا اور اچانک ان کا  
 چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ہاں مگر ہم لوگ اتنے آرام سے ہیں..." ڈالی نے گزیرا کر جواب دیا۔

"ہاں، اور بہر حال یہ تو میں خوشی کے بارے میں قوی کی باتیں کر رہی ہوں۔ صرف ایک بات یہ ہے میری  
 جان کہ تمہارے آنے سے میں بے انتہا خوش ہوں!" آٹنا نے انہیں پھر بارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ابھی تک  
 مجھے نہیں بتایا کہ تم میرے بارے میں کیا اور کیسے سوچتی ہو اور میں سب کچھ جانتا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے بہت  
 خوشی ہے کہ تم مجھ کو کسی وی دیکھتی ہو جیسی میں ہوں۔ میرے لئے سب سے خاص بات یہی ہے کہ میں نہیں  
 چاہتی کہ لوگ سوچیں کہ میں کچھ ثابت کرنا چاہتی ہوں، کسی کے ساتھ برائی نہیں کرنا چاہتی سوائے اپنے۔ اس  
 کا تو مجھے حق ہے "ہاں؟ بہر حال یہ لمبی بات ہے اور ہم ابھی سواری چیزوں کے بارے میں اچھی طرح باتیں کریں  
 گے۔ اب میں کپڑے بدلنے جاتی ہوں اور تمہارے لئے خادمہ کو بھیجتی ہوں۔"



بند ہو گئیں۔

آنانے محل کا بہت سی سادہ سالباں پرنا تھا۔ ڈالی نے اس سادہ لباس کو غور سے دیکھا۔ وہ جانتی تھیں کہ اس سادگی کے کیا معنی ہیں اور یہ کتنی رقم خرچ کر کے حاصل کی جاتی ہے۔

"یہ تو پرانی واقف کار ہے" آنانے انوشکا کے بارے میں کہا۔

آنانا کو اب کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ وہ بالکل آزاد اور پرسکون تھیں۔ ڈالی نے دیکھا کہ اب وہ اس تاثر سے پوری طرح تسخیل ہو چکی ہیں جو ان کے آنے سے آنا پر ہوا تھا اور انہوں نے ایک سطحی بے نیازانہ لہجہ اختیار کر لیا تھا جس سے انہوں نے گویا اس شیعے کے دروازے بند کر دیئے تھے جس میں ان کے احساسات اور دلی خیالات تھے۔

"اور آنا تمہاری لڑکی کیسی ہے؟" ڈالی نے پوچھا۔

"آئی؟" وہ اپنی بیٹی آنا کو اسی نام سے پکارتی تھیں (تندرست ہے۔ خوب موٹی ہو گئی ہے۔ تم دیکھنا چاہتی ہو اسے؟) چلو میں تمہیں دکھاؤں اس کو۔ یہ انتظار بیٹیاں ہوئیں۔ انہوں نے تناٹا شروع کیا۔ "انا اور کھلائی کے سلسلے میں۔ ہمارے ساتھ ایک اطالوی انا آئی تھی۔ انہیں تھی گمریڈی یہ قوف اہم تو اسے واپس بھیج دینا چاہتے تھے لیکن لڑکی اس سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ ابھی تک رکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن تم لوگوں نے اس کا بندوبست کیسے کیا؟" ڈالی نے اس بارے میں سوال کرنا شروع کیا تھا کہ لڑکی کا خاندانی نام کیا ہو گا لیکن انہوں نے اچانک آنا کی پیشانی پر ہل پڑتے دیکھ کر سوال کا رخ بدل دیا۔ "تو پھر کیا بندوبست کیا؟" اس کا دودھ چھڑا دیا؟

لیکن آنا سمجھ گئی۔

"تم یہ نہیں پوچھنا چاہتی تھیں؟ تم پوچھنا چاہتی تھیں کہ اس کا خاندانی نام کیا ہو گا؟" آج ہے ۱۴ لکسینی کو اس سے بڑی اذیت ہے۔ لڑکی کا کوئی خاندانی نام نہیں ہے۔ یعنی وہ کار۔ "تینا ہے" اور انہوں نے اپنی آنکھیں یوں پھیل لیں کہ صرف لمبی ہوئی چمکیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اچانک ان کا چہرہ دکھانے "بہر حال اس کے بارے میں ہم ساری باتیں بعد کو کریں گے۔ چلو میرے ساتھ" میں تمہیں دکھاؤں اس کو۔ اہل اسے ترے ڈ۔ "تینا۔" (37) اب تو کھینچو ملنے لگی ہے۔

پورے گھر میں ہمیشہ آرام کے سامان کو دیکھ کر داریا الکساندر روونا حیران تھیں لیکن بچی کے کمرے کی شان و شوکت دیکھ کر تو وہ دنگ رہ گئیں۔ یہاں چھوٹی سی گاڑیاں تھیں جو آرڈر دے کر انگلستان سے منگوائی گئی تھیں، چنانچہ کھانے کے لئے طرح طرح کی چیزیں تھیں اور ہلیرڈ کی میز کی قسم کا ایک خاص طور سے بنوایا ہوا صوفہ تھا جو بچی کے کھینچو ملنے کے لئے تھا اور گوارے تھے اور نسلانے کے خاص بنے تھے۔ یہ سب انگلستانی مضبوط اور عمدہ قسم کا اور صاف ظاہر ہوا تھا کہ بڑا قیمتی سامان تھا۔ کمرہ بڑا بہت اونچا اور روشن تھا۔

جب وہ لوگ داخل ہوئے تو لڑکی صرف قہقہے پنے بیز کے پاس چھوٹی سی آرام کرسی پر بیٹھی تھی اور بیٹنی لی ری تھی جس سے اس نے اپنا سارا سینہ تر کر لیا تھا۔ بچی کو ایک روسی خادمہ کھلا رہی تھی اور بظاہر اس کے ساتھ خود بھی کھلا رہی تھی۔ وہ بچی کے کمرے میں کام کرتی تھی۔ انا اور کھلائی دونوں میں سے کوئی بھی وہاں نہ تھی۔ وہ براہِ دوائے کمرے میں تھیں اور وہاں سے عجیب سی فرانسیسی زبان میں ان کی بات چیت کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ دونوں بس فرانسیسی ہی میں ایک دوسری سے بات کر سکتی تھیں۔

داریا الکساندر روونا جب اکیلی رہ گئیں تو انہوں نے خانہ دار خاتون کی آنکھوں سے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ مکان کے پاس آکر اس میں سے گزرتے ہوئے اور اب اپنے کمرے میں جو کچھ بھی انہوں نے دیکھا اس سب نے ان میں دولت اور فراوانی کا اور اس نئی پوری شان و شوکت کا وہ تاثر پیدا کیا جس کے بارے میں انہوں نے انگریزی باتوں میں پڑھا تھا لیکن ابھی تک روس میں اور وہ بھی دیہات میں بھی دیکھنا تھا۔ سب کچھ نیا تھا، نئے فرانسیسی دیواری کاغذ سے لے کر قالین تک جو پرے کمرے میں دیوار سے دیوار تک بچھا تھا۔ بستر مکانی دار میزس کا تھا جس میں سرہانہ خاص قسم کا بنا ہوا تھا اور چھوٹے چھوٹے ٹیکوں پر پریشی غلاف چڑھے تھے۔ سنگ مرمر کی سیٹھی، سنگ مرمر گدے دار بڑی کرسی، میزس، آتش دان پر کانے کی گھڑی، گھڑکیوں اور دروازوں کے پردے۔ یہ سب چیزیں قیمتی اور نئی تھیں۔

جو بجلی خادمہ اپنی خدمات پیش کرنے آئی اس کے بالوں کا سنگار اور لباس ڈالی سے زیادہ فیشن ایبل تھے اور پرے کمرے کی طرح وہ بھی نئی اور قیمتی تھی۔ داریا الکساندر روونا کو اس کا اخلاق انداز "اس کی حلیہ مندی اور خدمت نبھانے پر آمادگی تو اچھی لگی لیکن اس کی موجودگی میں وہ اتنا پناہ محسوس کرتی تھیں" اس کے سامنے اپنے اوپر شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔ اوپر سے یہ بد قسمتی بھی آ پڑی کہ قطعی سے ان کے سامان میں بیوند دار گاؤں رکھ دیا گیا تھا۔ ان کو انہیں بیوندوں اور روٹی کی ہوتی جیکوں کی وجہ سے شرمندگی ہو رہی تھی جن پر اپنے گھر میں وہ اتنا فخر کرتی تھیں۔ گھر میں تو سب جانتے تھے کہ چھ گاؤں کے لئے چوبیس ارشین نہیں سکھ چاہتے جو بیٹنڈ کو پک فی ارشین کے حساب سے ملتا ہے جو کہ پندرہ روٹل سے زیادہ ہو جاتا ہے "اس کے علاوہ گوٹ اور حاشے اور سلائی" اور یہ پندرہ روٹل زیادہ اچھے معرّف میں آسکتے تھے۔ لیکن خادمہ کے سامنے آکر شرم نہیں تو اتنا پناہ تو محسوس ہوتا ہی تھا۔

جب کمرے میں انوشکا داخل ہوئی، نئے داریا الکساندر روونا بہت سارے پہلے سے جانتی تھیں تو ان کا بڑا ہلکا ہوا گمیا۔ بجلی خادمہ کو ماکن نے طلب کیا تھا اور اسے بھیج کر انوشکا داریا الکساندر روونا کے پاس رک گئی۔ انوشکا بظاہر داریا الکساندر روونا کے آنے سے بڑی خوش تھی اور مسلسل باتیں کئے جارہی تھی۔ ڈالی نے یہ دیکھا کہ انوشکا کا بہت سی چاہتا ہے کہ ماکن کی صورت حال کے سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کرے خاص طور سے آنا کا۔ "نیوٹا سے گاؤنٹ کی محبت اور دلی لگاؤ کے سلسلے میں۔ لیکن جیسے ہی اس نے اس کے بارے میں بات کرنی شروع کی ویسے ہی ڈالی نے کوشش کر کے اسے روک دیا۔

"میں تو آنا اور کار۔ نیوٹا ہی کے ساتھ بڑی ہوئی ہوں اور وہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور ہم کون ہوتے ہیں فتوا گنے والے۔ اور گلتا ہے کہ اس طرح محبت کرنا۔"

"تو میری بات کر کے اسے دھتے کے لئے دے دو" اگر ممکن ہو تو "داریا الکساندر روونا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جی اچھا۔ ہمارے ہاں دھلائی خانے میں دو عورتیں خاص طور سے رکھی گئی ہیں اور چادریں غلاف وغیرہ مشین سے دھلتے ہیں۔ گاؤنٹ خود ہی ہر چیز پر نظر رکھتے ہیں۔ کیسے اچھے شوہر ہیں وہ۔"

جب ڈالی کے پاس آنا آگئیں تو انہیں بڑی خوشی ہوئی اس لئے کہ ان کے آنے سے انوشکا کی بڑھاپہ نہیں



آنا کی آواز سن کر ایک ہانگی دروازہ قامت انگریز کھلائی جس کی صورت ناخوشگوار تھی اور چہرے پر غیر دینندہ آری کا تاثر تھا، جلدی سے پہلے سہرے بالوں کے گھونگھروں کو جھٹکتی ہوئی اندر آئی اور آتے ہی اپنی صفائی دینے لگی حالانکہ آنا نے اس کو کسی چیز کے لئے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ آنا کے ہر لفظ پر انگریز کھلائی جلدی سے کئی بار کہتی "لیس می لڈی۔" (38)

کالی بھوسوں کھالے بالوں اور لال لال گالوں والی بڑی نے جس کے مضبوط سرخ بدن پر سارے میں رو گئے کھڑے گلتے تھے، نئی صورت کو بڑے تند انداز میں دیکھا لیکن اس کے باوجود وہ داریا الکساندر روٹا کو بہت پسند آئی بلکہ انہیں اس کی صحت مند صورت شکل پر رشک بھی آیا۔ اور پھر جس طرح یہ لڑکی گھٹنوں چلتی تھی وہ بھی انہیں پسند آیا۔ ان کے بچوں میں ایک بھی اس طرح گھٹنوں نہ چلا تھا۔ اس لڑکی کو جب کالین پر بٹھا دیا گیا اور پیچھے سے اس کی قمیص کا دامن اڑا دیا تو وہ بہت سی پیاری لگنے لگی۔ وہ کسی چھوٹے سے جانور کی طرح اپنی بڑی بڑی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں سے دیکھ کر اور بظاہر اس بات سے خوش ہو کر مسکرائی کہ اس کو لوگ تفریحی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اپنی ٹانگوں کو پیلوئیں کر کے ہاتھوں پر پوری قوت سے زور دے کر جلدی سے اس نے اپنے پچھلے دھڑ کو آگے بڑھایا اور پھر ہاتھوں کو سامنے ٹپک کر آگے بڑھنے لگی۔

لیکن بچی کے کمرے کی عام فضا اور خاص طور سے انگریز کھلائی داریا الکساندر روٹا کو بالکل اچھی نہیں لگی۔ یہ بات کہ آنا جو لوگوں کو اتنی اچھی طرح جانتی ہیں بھلا اپنی بچی کے لئے کیسے اتنی روکھی اور بے مروت اور گھٹیا انگریز رکھ سکتی ہیں، داریا الکساندر روٹا نے اپنے آپ کو اس طرح سمجھائی کہ اس طرح کے ناجائز چاند ان میں "جیسا کہ آنا کا ہے" اچھی کھلائی آئی ہی نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ چند ہی نظروں سے داریا الکساندر روٹا یہ بھی سمجھ گئیں کہ آنا "انگریز کھلائی" اور بچی جیسے ایک ساتھ رہتی نہ تھے اور یہ کہ ماں کا یہاں آنا کو کوئی غیر معمولی بات تھی۔ آنا بچی کو کوئی کھلوٹا دینا چاہتی تھیں اور وہ اسے ڈھونڈ نہ پائیں۔

سب سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ تھی کہ اس سوال پر کہ بچی کے کتنے دانت ہیں، آنا نے غلطی کی اور پچھلے دو دانتوں کے بارے میں انہیں خود کچھ پتہ نہ تھا۔

"مجھے کبھی کبھی بڑی کوفت ہوتی ہے کہ میں یہاں بالکل فصول ہوں" آنا نے بچی کے کمرے سے نکلنے اور دروازے کے پاس رکھے کھلوٹوں سے بچ کر نکلنے کے لئے اپنے لباس کا دامن اٹھاتے ہوئے کہا۔ "پیلوئیں والے کے ساتھ ایسا نہ تھا۔"

"میں سوچتی تھی کہ اس کے برعکس ہو گا" داریا الکساندر روٹا نے دہلی زبان سے کہا۔

"ارے نہیں! تم کو پتہ ہے کہ میں اس سے ملی تھی۔ سر ہڈا ہے" آنا نے کہا اور اس طرح بھوسیں کیٹ کر میں اس بھوکے کی طرح ہوں جسے اچانک پورا کھانا دے دیا گیا ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہے کہ کس چیز سے شروع کرے۔ پورا کھانا۔ یہ تم ہو اور میرے سامنے تم سے کرنے کو اتنی باتیں ہیں جو میں کسی سے نہ کر سکتی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔ مے ڈسے نے دو فیروزے گراس دے رہے تھے۔ (39) میرے لئے ضروری ہے کہ سب کچھ کہ دوں۔ ہاں جیسے اس معاشرے کے بارے میں مختصراً بتا دینا چاہئے جو ہمیں ہمارے ہاں لگے گا۔" انہوں نے شروع کیا۔ "خواتین سے شروع کرتی ہوں۔ پرنس داروارا۔ تم انہیں جانتی ہو۔ اور میں ان کے بارے میں تمہاری اور استیوا کی رائے بھی جانتی ہوں۔ استیوا

کہتے ہیں کہ ان کی زندگی کا سارا مقصد یہ ہے کہ بچی کا ترپا دلوٹا پر اپنی برتری ثابت کر دیں۔ یہ بالکل سچ ہے لیکن وہ نیک ہیں اور میں ان کی بہت شکر گزار ہوں۔ ہینریس برگ میں ایک وقت ایسا تھا جب میرے لئے ان شاہیروں (40) ضروری تھا۔ اسی وقت وہ آگئیں۔ لیکن وہ بچے نیک ہیں۔ انہوں نے میری صورت حال کو میرے لئے بہت کچھ آسان بنا دیا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم میری صورت حال کی ساری مشکلوں کو نہیں سمجھتے۔ وہاں ہینریس برگ میں "انہوں نے اضافہ کیا۔" "یہاں تو میں بالکل سکون سے اور بہت خوش ہوں۔ خیر اس کے بارے میں بعد کو۔ سب کو کھانا ضروری ہے۔ پھر سوچا ڈسکی ہیں۔ وہ ضلع کے طبقہ امرا کے مارشل ہیں اور بہت سی تیز دار آدمی ہیں لیکن انہیں الکسی سے کچھ کام ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ الکسی کی بھتیجی جانیہ اد ہے اس کی وجہ سے اب جب ہم دیہات میں بس گئے ہیں تو وہ بہت اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ پھر تو سمجھتی ہیں، تم نے انہیں دیکھا ہے، وہ نیکی کے ہمارے ہاں میں تھے۔ اب انہیں چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ ہمارے پاس آگئے ہیں۔ وہ جیسے کہ الکسی کہتے ہیں "ان لوگوں میں ہیں جنہیں اگر دیہات مان لیا جائے جیسے وہ خود کو کھانا چاہتے ہیں تو بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ اے بھتیجی کو ام ایل فو (41) جیسا کہ پرنس داروارا کہتی ہیں۔ پھر وہ سہل فکلی ہے۔ اے تو تم جانتی ہی ہو۔ بہت سی پیاری لڑکا ہے۔" انہوں نے کہا اور ان کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ سے مل پڑ گئے۔ "یہ لیون کے بارے میں کیا وحشیانہ قصہ ہے؟ وہ سہل فکلی نے الکسی کو بتایا تو لیون ہمیں اس کی بات کا یقین نہیں۔ ایل اے ترے ڈسٹیل اے تھت (42) انہوں نے پھر اسی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مردوں کو تفریح چاہئے اور الکسی کو محفل چاہئے۔ اس لئے مجھے یہ سارا معاشرہ بہت عزیز ہے۔ ضروری ہے کہ ہمارے ہاں جیسے ہم نے اور ہمیشہ خوشی کا ماحول رہے تاکہ الکسی کو کسی نئی چیز کی خواہش نہ ہو۔ پھر علم ہے جو ہر من ہے بہت اچھا آدمی ہے اور اپنا کام جانتا ہے۔ الکسی اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر ہے جو جان آدمی ہے بالکل ہی تجھ پرست تو نہیں ہے لیکن یوں سمجھو کہ چھری سے کھاتا ہے۔ ٹھنڈا کڑوا چھاپا ہے۔ پھر میر قیصرات ہے۔ این صحت کوغ۔" (43)

20

"اور یہ رہیں ڈالی پرنس! آپ ان سے اتنا ملنا چاہتی تھیں" آنا نے داریا الکساندر روٹا کے ساتھ چتر کے بڑے سے برآمدے پر ٹپکتے ہوئے کہا۔ وہاں سامنے میں پرنس داروارا بیٹھی کشیدہ کاری کا فریم بنھالے ہوئے کاؤنٹ الکسی کی ریلوے کی آرام کرسی کے لئے غلاف کا ڈھری تھیں۔ "یہ تو کتنی ہیں کہ کھانے سے پہلے انہیں کچھ بھی نہیں چاہئے لیکن آپ ان کے لئے ناشتہ لانے کا حکم دیجئے اور میں جا کر الکسی کو ڈھونڈ سکتی ہوں اور ان سمجھوں کو لے کر آتی ہوں۔"

پرنس داروارا اشفتت کے ساتھ اور ذرا سر ستانہ انداز میں ڈالی سے ملیں اور فوراً ہی انہیں سمجھانے لگیں کہ وہ آنا کے ساتھ اس لئے رہنے لگیں کہ انہیں وہ ہمیشہ اپنی بہن کا ترپا دلوٹا سے زیادہ پیار کرتی تھیں جنہوں نے آنا کی پرورش کی تھی اور اب جب سب نے آنا کو ٹھکرا دیا ہے تو وہ اس عبوری لیکن سب سے مشکل زمانے میں اس کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔

"شوہر اس کو طلاق دے دے تو میں پھر اپنی تنہائی میں چلی جاؤں گی لیکن ابھی تو میں کار آمد ہو سکتی ہوں اور اپنا فرض پورا کر رہی ہوں چاہے میرے لئے یہ کتنی مشکل کیوں نہ ہو، میں تو دوسروں جیسی نہیں ہو سکتی۔



اور تم کتنی پیاری ہو، تم نے کتنا اچھا کیا جو آگئیں ایہ دونوں تو بہترین میاں بیوی کی طرح رہے ہیں، ان کا فیصلہ خدا کرے گا، ہم نہیں۔ اور واقعی کیا بیرو زوہکی اور او حینہ... اور خود یکندر ورف اور مونووا کے ساتھ وایلیٹ اور لیزا اپنے نووا... کیا کسی نے کچھ کہا؟ لیکن آخر میں یہی ہوا کہ سب ان کے ہاں جانے اور اپنے ہاں بلانے لگے۔ اور پھر بیٹے تینا، تیریا، ڈولی، سی کو ایل، فو، تو، تانے آلا، نکیر، دوگ سی ری اوٹی نی لے ما تینا اور بریکفاست اسے پی اوں سے سپار۔ (44) کھانے سے پہلے تک جو جس کا پی پاتا ہے وہ کرتا۔ کھانا سات بجے ہوتا ہے۔ استیوانے بہت اچھا کیا جو ہمیں بھیج دیا۔ اسے ان لوگوں سے میل ملاقات رکھنی چاہئے۔ پتہ ہے کہ ہمیں وہ اپنی ماں اور بھائی کے ذریعے سب کچھ کروا سکتے ہیں۔ اور پھر وہ بڑی نیکی کرتے ہیں۔ انہوں نے تم کو اپنے ہسپتال کے بارے میں نہیں بتایا؟ سی رادامیراٹل (45)۔ سب کچھ جس سے منگوایا ہے۔

ان کی باتوں کا سلسلہ آتے آتے سے ٹوٹ گیا جنہوں نے مردوں کی ٹولی کو ہلیز ڈروم میں ڈھونڈ نکالا تھا اور ان سب کو لے کر آئے۔ پر آگئی تھیں۔ کھانے کے وقت میں تو ابھی درحقی "موسم بہت اچھا تھا اس لئے ان باقی دو گھنٹوں کو گزارنے کے لئے مختلف طریقے تجویز کئے گئے۔ وڈوڈ نکسکے میں وقت گزارنے کے لئے طریقے بہت تھے اور وہ سب ایسے نہیں تھے جیسے پکڑو نکسکے میں استعمال کئے جاتے تھے۔

"اورن پانچی دی لان تیس" (46) و سلفسکی نے اپنی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ تجویز پیش کی۔ "ہم اور آپ آتنا را کا۔ لیزا، پھر ساتھ کھلیں گے۔"

"نہیں گری بہت ہے۔ بہتر ہے کہ باغ میں گھومیں اور کشتی میں سیر کریں، داریا الکساندر وونا کو دریا کا کنارہ بھی دکھادیں گے" وروہسکی نے تجویز کیا۔

"میں ہر جگہ کے لئے راضی ہوں" سویاؤسکی نے کہا۔

آنانے نے کہا "میرے خیال میں ڈالی کے لئے سب سے خوشگوار ہو گا مونتا، سچ ہے نا؟ اور پھر کشتی کی سیر۔"

اسی طرح ملے ہو گیا۔ و سلفسکی اور تو نکیر کھاٹ پر چلے گئے اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہاں وہ ناؤ تیار کر رکھیں گے اور انتظار کریں گے۔

وود کی جوڑی بتا کر، آتنا اور سویاؤسکی، ڈالی اور وروہسکی روش پر چلے۔ ڈالی اپنے لئے جس بالکل ہی نئے ماحول میں پہنچ گئی تھیں اس میں وہ رگھرائی گھرائی اور گھرمندی تھیں۔ مونے مونے طور پر اصول کی حیثیت سے وہ آتنا کے اقدام کو نہ صرف یہ کہ جائز سمجھتی تھیں بلکہ اس کی تائید بھی کرتی تھیں۔ جیسا کہ اکثر بالکل ہی سبے انتہا پابند اخلاق اور با عصمت عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے، جو باکازی کی زندگی کی یکسانیت سے تنگ آجاتی ہیں، انہوں نے دور سے نہ صرف یہ کہ ناجائز محبت کو معاف کر دیا تھا بلکہ اس پر انہیں رشک بھی آتا تھا۔ اس کے علاوہ آتنا سے وہ دلی محبت کرتی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے حقیقت میں آتنا کو ان اجنبی زندگی کے درمیان دیکھا جو داریا الکساندر وونا کے لئے بنے تھے اور جن کے اچھے طور طریق ان کے لئے انوکھے تھے تو انہیں اٹ پٹے پن کا احساس ہوا۔ ان کے لئے پرس وادوار اسے ملنا خاص طور سے ناخوشگوار تھا جنہوں نے اس آرام کی خاطر جس سے وہ فائدہ اٹھا رہی تھیں آتنا اور وروہسکی کو سب کچھ معاف کر دیا تھا۔

تجربہ کی طور پر، بالعموم تو ڈالی نے آتنا کے اقدام کی تائید کر دی تھی لیکن اس شخص سے ملنا ان کے لئے ناخوشگوار تھا جس کی خاطر یہ اقدام کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وروہسکی انہیں بھی پسند نہیں تھا۔ وہ اس کو بہت مغرور سمجھتی تھیں اور انہیں اس میں سوائے دولت کے اور کوئی چیز ایسی بھی نہیں نظر آتی جس پر وہ غرور کر

سکے۔ لیکن ڈالی کی مرضی کے خلاف وہ، یہاں اپنے گھر میں ان کو پہلے سے زیادہ اچھا لگا اور وہ اس کے ساتھ آزادانہ پیش آئیں۔ اس کے ساتھ انہیں اس قسم کا احساس ہوتا تھا جیسا بجلی خادمہ کے سامنے اپنے ڈریسنگ گاؤں کے بارے میں ہوا تھا۔ جیسے لباس کے سلسلے میں خادمہ کے سامنے انہیں شرمندگی کا احساس تو نہیں بلکہ اٹ پٹے محسوس ہوا تھا ویسے ہی وروہسکی کے ساتھ انہیں برابر شرمندگی کا تو نہیں لیکن اپنے سلسلے میں اٹ پٹے پن کا احساس تھا۔

ڈالی خود کو گھرائی گھرائی سی محسوس کر رہی تھیں اور بات چیت کے لئے کسی موضوع کی تلاش میں تھیں۔ حالانکہ وہ سمجھتی تھیں کہ وروہسکی اتنا مغرور ہے کہ اس کے لئے اس کے گھر اور باغ کی تعریف ناخوشگوار ہوگی پھر بھی بات چیت کا کوئی اور موضوع نہ ملا تو انہوں نے کسی دیا کہ انہیں اس کا گھر بہت اچھا لگا۔

"ہاں بہت اچھی طرح بتا ہے اور اچھی پرانی طرز میں تعمیر کیا گیا ہے" وروہسکی نے کہا۔

"مجھے برساتی کے آگے کا صحن بہت پسند آیا ہے۔ ایسا ہی تھا؟"

"ارے نہیں!" اس نے کہا اور طمانیت کی وجہ سے اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ "اگر آپ نے اس سال بہار میں اس صحن کو دیکھا ہوتا!"

اور وہ پہلے احتیاط کے ساتھ پھر زیادہ سے زیادہ موضوع میں محو ہوتے ہوئے ڈالی کی توجہ مکان اور باغ کی آرائش کی مختلف تفصیلات کی طرف مبذول کرانے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وروہسکی کو جس نے اپنے تعلق کو بہتر بنانے اور سجانے پر بڑی محنت صرف کی تھی، اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ نئے لوگوں کے سامنے وہ ان کی ڈیک سارے اور داریا الکساندر وونا کی تعریفوں سے اسے دلی خوشی ہوئی تھی۔

"اگر آپ ہسپتال کو ایک نظر دیکھنا چاہیں اور دیکھیں تو وہ دور نہیں ہے۔ چلے، چلے ہیں" اس نے ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اسے یقین ہو جائے کہ داریا الکساندر وونا واقعی اتنا نہیں رہی تھیں۔

"آتنا تم چلو کی؟" اس نے آتنا سے پوچھا۔

"ہم چلیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟" آتنا سویاؤسکی سے مخاطب ہوئیں۔ "میں ایل نے فوایلیسے لے پاؤں و سلفسکی اسے تو نکیر سچ سے موفوندر لادوں لے باتو۔ (47) کسی کو بھیج کے انہیں کھلوانا چاہئے۔ ہاں یہ یادگار ہے جسے یہاں چھوڑ جائیں گے" آتنا نے ڈالی سے مخاطب ہو کر اسی عیارانہ، سب کچھ جاننے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جس سے انہوں نے پہلے ہسپتال کے بارے میں بات کی تھی۔

"ارے وہ تو بہت ہی شاندار چیز ہے!" سویاؤسکی نے کہا۔ لیکن اس خیال سے کہ وروہسکی کی ہاں میں ہاں ملانا ہوا نہ لگے اس نے فوراً ایک جگہ سی تنہا بات کا اضافہ کر دیا "لیکن کاؤنٹ، مجھے تعجب ہوتا ہے" اس نے کہا کہ آپ جو لوگوں کی صحت کے حفظان کے لئے آتا کرتے ہیں، اسکول کی طرف سے اتنے بے نیاز کیوں ہیں۔"

"سے وینو کی تیلیمان کان، لیزیکول" (48) وروہسکی نے کہا۔ "لیکن آپ تو سمجھتی ہی ہیں کہ اس وجہ سے نہیں بلکہ بس اسی میں اتنا مصروف ہو گیا تو ہسپتال جانے کے لئے اصرار ملنا چاہئے" اس نے سایہ دار روش سے بظنی راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے داریا الکساندر وونا سے کہا۔

خواتین نے اپنی چھتیاں کھول لیں اور بظنی راستے پر چل پڑیں۔ کئی موڑوں سے گزر کر اور ایک چٹکی میں داخل ہو کر داریا الکساندر وونا نے اپنے سامنے ایک اونچی جگہ پر بڑی سی سرخ اور چمبہ وڈی ان کی تقریباً



عمل عمارت دیکھی۔ روشن و صوب میں آہنی پست جس پر ابھی تک رنگ نہیں کیا گیا تھا، آنکھوں کو چکا چوندی رہی تھی۔ مکمل شدہ عمارت کے پاس ہی ایک اور عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا جس کے گرد دیاؤں بندھی ہوئی تھیں اور پیش بند ہاندے ہوئے مزدور پاؤں پر کھڑے ہوئے ایٹھیں بنارہے تھے اور کھڑکی کے ڈولچوں سے گارا انڈیل رہے تھے اور اسے کرنی سے برابر کر رہے تھے۔

”آپ کے ہاں کام کتنی تیزی سے ہوتا ہے“ سویاؤسکی نے کہا۔ ”پچھلی بار جب میں آیا تھا تو پست نہیں تھی۔“

”خزاں تک سب تیار ہو جائے گا۔ اندر تو سارا کام تقریباً ہو چکا ہے“ آتنا نے کہا۔

”اور یہ نئی چیز کیا ہے؟“

”یہ ڈاکٹر کے رہنے کی جگہ ہوگی اور دو اخانہ“ وروہسکی نے جواب دیا اور اپنی طرف آتے ہوئے میر قیبرات کو دیکھ کر اس نے خواتین سے معذرت کی اور اس سے ملنے کے لئے بڑھ گیا۔

اس خوش چکر کاٹ کر جس میں سے مزدور چونا اٹھالے رہے تھے وہ میر قیبرات کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بڑے جوش میں کچھ باتیں کرنے لگا۔

”روکا کا ملٹل حصہ بہت پیچھے آ رہا ہے“ اس نے آتنا کو جواب دیا جنہوں نے پوچھا تھا کہ کیا بات ہے۔

”میں نے کہا تھا کہ کرسی اونچی کرنی چاہئے تھی“ آتنا نے کہا۔

”ہاں ظاہر ہے کہ ایسا کرنا بہتر ہوتا آتنا ارکاڈ۔ لیونا“ میر قیبرات نے کہا ”لیکن اب وہ تو ہو چکا۔“

”ہاں مجھے اس سے بہت دلچسپی ہے“ آتنا نے سویاؤسکی کو جواب دیا جس نے فن قیبرات کے بارے میں ان کے علم پر تعجب کا اظہار کیا تھا۔ ”ہونا یہ چاہئے کہ نئی عمارت ہسپتال کی ضروریات کے مطابق ہو اور دیکھئے میں ہسپتال لگے۔ لیکن اس کی تعمیر پہلے بغیر نقشے کے شروع ہو گئی اور اسے ہسپتال بنانے کا خیال بعد کو آیا۔“

میر قیبرات کے ساتھ بات ختم کر کے وروہسکی پھر خواتین کے پاس آیا اور انہیں ہسپتال کے اندر لے

چلا۔

بادجو داس کے کہ باہر ابھی تک کار نہیں بنائی جا رہی تھیں اور پھلی منزل پر رنگ کیا جا رہا تھا، اوپر تقریباً سارا کام ختم ہو چکا تھا۔ کشادہ آہنی میڑھیوں سے ہو کر وہ لوگ چوکے پر آئے اور پیٹے بڑے کمرے میں داخل ہوئے۔ دیواروں پر سنگ مرمر کا سا ستر کیا ہوا تھا، بڑی بڑی شیش دار کھڑکیاں لگائی جا چکی تھیں جس چوٹی چوکوں کا فرش ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اور بدھتی جو ایک چوکے پر بندہ کر رہے تھے انہوں نے کام بند کر دیا اور ان میڑھوں کو اتار کر جن سے وہ اپنے بال باندھے ہوئے تھے مالک لوگوں سے صاحب سلامت کرنے لگے۔

”یہ رستہشن روم ہے“ وروہسکی نے کہا۔ ”یہاں ایک ڈیسک، میز اور الماری ہوگی جس اور کچھ نہیں۔“

”ادھر یہاں آجائے۔ کھڑکی کے پاس مت جائیے“ آتنا نے کہا اور ہاتھ لگا کر آزمایا کہ رنگ سوکھ گیا یا نہیں۔ ”الگ کسی رنگ سوکھ گیا“ انہوں نے اضافہ کیا۔

رستہشن روم سے وہ لوگ راہ داری میں آ گئے۔ یہاں وروہسکی نے ان لوگوں کو ہوا کی آمد و رفت کا نیا نظام دکھایا۔ پھر اس نے سنگ مرمر کے غسل خانے اور غیر معمولی اسپرنگوں والے بستر دکھائے۔ پھر ایک کے بعد دو سر اکمرہ، بھنڈا اور کپڑے رکھنے کا کمرہ، پھر نئی بناوٹ کا تاب خانہ، اس کے بعد ڈرائیاں، جن پر راہ داری میں

سے چیزیں لائی لے جاتی جائیں گی تو وہ شور نہیں کریں گی اور بہت سی دوسری چیزیں دکھائیں۔ سویاؤسکی نے ہر چیز کو اس شخص کی طرح سراہا جو ساری نئی چیزوں اور ایجادوں سے واقف ہو۔ ڈالی ان سب ان دیکھی چیزوں پر بس حیرت کا اظہار کرتی رہیں۔ انہوں نے ہر چیز کے بارے میں تفصیل کے ساتھ سوالات کئے جس سے وروہسکی کو ظاہر ہوا کہ خوشی اور طمانیت ہوئی۔

”ہاں میں سوچتا ہوں کہ یہ روس میں واحد ہسپتال ہو گا جو پوری طرح سے صحیح معنی میں ہو گا“ سویاؤسکی نے کہا۔

”اور آپ کے ہسپتال میں زچگی کا شعبہ نہیں ہو گا؟“ ڈالی نے پوچھا۔ ”گاؤں میں تو اس کی اتنی ضرورت ہے۔ میں اکثر۔۔۔“

اپنے اخلاق و آداب کے باوجود وروہسکی نے ان کا قطع کلام کیا۔

”یہ میڑھنی ہوم نہیں ہے بلکہ ہسپتال ہے جو سوائے متعدی امراض کے ساری بیماریوں کے علاج کے لئے ہے“ اس نے کہا۔ ”اور یہ اس کو دیکھئے۔۔۔“ اس نے داریا الکساندر وروہسکی کی طرف نئی آرام کرسی بڑھائی جو صحت یاب ہونے والوں کے لئے آرڈر کر کے منگوائی گئی تھی۔ ”آپ دیکھئے“ وہ آرام کرسی پر بیٹھ کر اسے چلانے لگا۔ ”وہ چل نہیں سکتا“ ابھی کھڑو رہے یا آنکھوں کی بیماری ہے لیکن تازہ ہوا تو اس کو فنی چاہئے تو وہ اس پر چلے میر کرتا ہے۔“

داریا الکساندر وروہسکی کو ساری چیزیں دلچسپ لگیں، سب بہت پسند آیا لیکن انہیں سب سے زیادہ اچھا خود وروہسکی لگا اور اس کا یہ فطری بھولا بھالا جوش و خروش۔ کبھی کبھی وہ اس کی بات سے بغیر اور اس کے چہرے کو اور اس پر آتے جاتے تاثرات کو دیکھتے ہوئے اور دل ہی دل میں خود کو آتنا کی جگہ رکھتے ہوئے سوچتے۔ ”ہاں یہ بہت ہی پیار اور اچھا انسان ہے۔“ اب اپنے جوش و خروش کی وجہ سے وہ انہیں اتنا اچھا لگا کہ وہ کچھ کہیں کہ آتنا کو کیسے اس سے محبت ہو گئی۔

21

”میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پرس تھک گئی ہیں اور گھوڑوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے“ وروہسکی نے آتنا سے کہا جنہوں نے یہ تجویز کیا تھا کہ گھوڑوں کے فارم پر چلیں جہاں سویاؤسکی نے آنتھ کھوڑے کو دیکھا چاہتا تھا۔ ”آپ لوگ چلئے اور میں پرس کو گھر پہنچا دیتا ہوں اور اگر آپ پسند کریں تو ہم باتیں بھی کریں گے“ اس نے داریا الکساندر وروہسکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گھوڑوں کے بارے میں تو میں کچھ بھی نہیں سمجھتی“ اور آپ سے باتیں کر کے مجھے بڑی خوشی ہوگی“ داریا الکساندر وروہسکی نے ذرا تعجب کے ساتھ کہا۔

انہوں نے وروہسکی کی صورت سے اندازہ لگایا کہ وہ ان سے کچھ چاہتا ہے۔ ان کا خیال غلط نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ لوگ پچھلی میں سے ہو کر پھر سے باغ میں آئے ویسے ہی وروہسکی نے اس طرف دیکھا جہاں آتنا گئی تھیں اور اس بات کا یقین کر کے کہ وہ ان لوگوں کی باتیں سن اور انہیں دیکھ نہیں سکیں گی اس نے کہنا شروع کیا:

”آپ نے یہ اندازہ لگایا کہ میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا؟“ اس نے انہیں دیکھ کر آنکھوں آنکھوں



میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں یہ سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں کر رہا ہوں کہ آپ آنکا کی دوست ہیں۔" اس نے اپنی ہیٹ اتار لی اور دو بال نکال کر اپنا گناہوا تاہو اس پر چھا۔

داریا الکساندر روٹا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس سسکی سسکی نظروں سے اسے دیکھا۔ جب وہ اس کے ساتھ اکیلی رہ گئی تھیں جیسی انہیں ڈر لگا تھا۔ وہ اس کی مسکراتی ہوئی آنکھوں اور چہرے کے تندہ اثر سے سم گئی تھیں۔

ان کے ذہن میں اس چیز کے بارے میں بالکل ہی مختلف قسم کے مفروضات آئے کہ وہ ان سے کیا بات کرنا چاہتا ہے۔ "وہ درخواست کرے گا کہ میں بچوں کے ساتھ اس کے ہاں آکر مسمان رہوں اور مجھے اس سے انکار کرنا پڑے گا" یا یہ کہ میں ماسکو میں آنکا کے لئے ایک حلقہ بناؤں... یا کہیں دایکس و سٹو فکس اور آنکا کے ساتھ اس کے برتاؤ کے بارے میں تو نہیں؟ اور ہو سکتا ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ خود کو قصور وار محسوس کرتا ہے؟ انہوں نے صرف ساری ناخوشگوار چیزوں کی پیش بینی کی لیکن اس چیز کا اندازہ نہیں لگا پائیں جس کے بارے میں وہ ان سے بات کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کا آنکا پر اتنا اثر ہے کہ وہ آپ سے اتنی محبت کرتی ہیں" اس نے کہا "آپ میری مدد کیجئے۔"

داریا الکساندر روٹا نے سوالیہ انداز میں جھپکتے ہوئے اس کے توانا چہرے پر نظری جو لینڈن کی چھاؤں میں کبھی پر اور کبھی کبھی سسکیں سے دھوپ میں آجاتا اور کبھی سائے سے اس پر اداسی سی چھا جاتی۔ وہ شہر جس کو درودھکی آگے کے لیکن وہ بھری کو اپنی چھڑی سے کریدتا ہوا چپ چاپ ان کے برابر ایڑھا رہا۔

"جب آپ ہمارے ہاں آئی ہیں" آپ آنکا کی سابق دوستوں میں سے واحد عورت تھی۔ میں پرس وادار اور ان کو نہیں گنتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ اس لئے نہیں کیا کہ آپ ہماری صورت حال کو معمول کے مطابق سمجھتی ہیں بلکہ اس لئے کہ اس صورت حال کی ساری مشکلات کو سمجھتے ہوئے بھی آپ ان سے دلی محبت کرتی ہیں اور ان کی مدد کرنا چاہتی ہیں۔ میں آپ کو ٹھیک سمجھا ہوں نا؟" اس نے ان کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"ہاں" چھڑی بند کرتے ہوئے داریا الکساندر روٹا نے جواب دیا "لیکن..."

"نہیں" اس نے غیر ارادی طور پر ان کی بات کاٹ دی اور وہ رک گیا۔ اسے یہ خیال ہی نہ ہوا کہ اس طرح وہ اپنی ہم کلام کو اس پنے پن میں جکڑ کر دے گا۔ انہیں بھی رکنا پڑا۔ "آپ کی صورت حال کو مجھ سے بڑھ کر اور زیادہ شدت کے ساتھ کوئی بھی محسوس نہیں کرتا۔ اور یہ سمجھ میں آئے والی بات ہے بشرطیکہ آپ مجھے ایک ایسا انسان مان لینے کا شرف عطا کریں جو دل رکھتا ہے۔ میں ہی تو اس صورت حال کا سبب ہوں اور اسی لئے میں اسے محسوس کرتا ہوں۔"

"میں سمجھتی ہوں" داریا الکساندر روٹا نے دل ہی دل میں بے ساختہ اس کی قدر کی کہ اس نے یہ بات اتنے غلوں سے محکم طور پر کہی۔ "لیکن چونکہ آپ خود کو اس کا سبب سمجھتے ہیں اسی لئے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ مباہلہ کرتے ہیں" انہوں نے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ معاشرے میں ان کی صورت حال بہت خراب ہے۔"

"معاشرے میں تو جہنم ہے!" اداسی کے ساتھ بھوس بھوس سکڑا کر اس نے جلدی سے کہا۔ "اس سے بدتر اخلاقی اذیت کا قصور ہی نہیں کیا جاسکتا جو انہوں نے پیٹرس برگ میں دو ہفتوں میں برداشت کی ہے۔ اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس کا یقین کیجئے۔"

"ہاں لیکن یہاں جب تک آتا... اور نہ آپ معاشرے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتے..."

"معاشرہ!" اس نے حقارت سے کہا۔ "مجھے معاشرے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟"

"تب تک..." اور یہ پیشہ کے لئے ہو سکتا ہے۔ آپ سسکی ہیں اور چین سے ہیں۔ آنکا کو کچھ کر میں سمجھتی ہوں کہ وہ سسکی ہر طرح سے سسکی اور خوش ہیں، یہ انہوں نے خود بھی مجھ سے کہا ہے "داریا الکساندر روٹا نے مسکراتے ہوئے کہا اور یہ کہہ کر غیر ارادی طور پر وہ خود اس بات پر شے میں پڑ گئیں کہ آنکا درحقیقت سسکی ہیں بھی یا نہیں۔

لیکن لگتا تھا کہ درودھکی کو اس میں کوئی شبہ نہیں تھا۔

"ہاں" ہاں "اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ ساری پریشانیوں اور کوفت جھینٹنے کے بعد ان میں پھر سے جان بڑھ گئی ہے، وہ سسکی ہیں۔ وہ صورت حال سے تو سسکی ہیں۔ لیکن میں؟ میں اس سے ڈرتا ہوں جو ہمارے سامنے آنے والا ہے... معاف کیجئے گا" آپ جانتا چاہتی ہیں؟"

"نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تو پھر زور دیر یہاں بیٹھتے ہیں۔"

داریا الکساندر روٹا نے ساری بار بار دوش کے کھڑے پر بار بار پیچ پیچ گئیں۔ وہ ان کے سامنے کھڑا رہا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ وہ سسکی ہیں" اس نے دوہرایا اور اس بات پر کہ آنکا سسکی ہیں بھی یا نہیں "داریا الکساندر روٹا کا شبہ قوی تر ہو گیا۔ "لیکن اسی طرح یہ جاری رہ سکتا ہے؟ ہم نے اپنا اقدام کیا یا نہیں؟ بالکل دوسرا سوال ہے لیکن اب قدمہ قال تو نکل آیا نا؟" اس نے روسی میں بات کرتے کرتے فراخی میں کتا شروع کر دیا "اور ہم ساری زندگی کے لئے ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے۔ ہم محبت کے بندھن میں بندھے ہیں جو ہمارے لئے سب سے مقدس ہے۔ ہمارے ایک اولاد ہے اور دوسرے بچے ہو سکتے ہیں۔ لیکن قانون اور ہماری صورت حال کی ساری شرمیں ایسی ہیں کہ ہزاروں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں جنہیں وہ اپنی ساری پریشانیوں اور آزمائشوں کے بعد ذرا سا روحانی چین مٹانے کے زمانے میں ابھی نہیں دیکھتیں اور نہیں دیکھنا چاہتیں۔ یہ بھی سمجھ میں آئے والی بات ہے۔ لیکن میں دیکھنے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری بیٹی قانون کے مطابق میری بیٹی نہیں بلکہ کار ختن کی ہے۔ میں یہ قریب نہیں چاہتا!" اس نے انکار کے پر زور اشارے کے ساتھ کہا اور اس سوالیہ نظروں سے داریا الکساندر روٹا کو دیکھا۔

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا بس اسے دیکھتی رہیں۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی:

"اور کل کو بیٹا پیدا ہوا" میرا بیٹا اور وہ بھی قانون کی رو سے کار ختن ہو گا۔ وہ میرے نام کا وارث نہیں ہو گا نہ میری جائیداد کا اور ہم اپنے خاندان میں چاہے کتنے ہی سسکی کیوں نہ ہوں اور ہمارے چاہے کتنے ہی بچے کیوں نہ ہو جائیں، میرے اور ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہو گا۔ وہ سب کار ختن ہوں گے۔ آپ سمجھتی ہیں اس صورت حال کے بار اور بھیاں کہ میں نے اس کے بارے میں آنکا سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس پر وہ جھنجھلا جاتی ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتی کہ میں ان سے سب کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اب دوسری طرف سے دیکھئے۔ مجھے ان کی محبت کا سکھ تو حاصل ہے لیکن آخر میری کچھ مصروفیت اور کام تو ہونا چاہئے۔ میں نے تو یہ مصروفیت اپنے لئے تلاش کر لی اور مجھے اس پر فخر ہے اور میں اس مصروفیت کو اپنے دربار اور ملازمت کے دنوں کے سابق ساتھیوں کی مصروفیت سے زیادہ شریفانہ سمجھتا ہوں۔ اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ اب



واردار اکو اپنے بازو کا سارا پیش کیا۔ چنانچہ تو بکھیرچ "ڈاکٹر اور ناظم اکیلی اکیلی ہی کھانے کے کمرے میں گئے۔ کھانا کھانے کا کمرہ 'برتن' خدات 'شراب اور کھانے پینے کی چیزیں نہ صرف یہ کہ گھر کی نئی شان اور پیش کی فضا سے مطابقت رکھتی تھیں بلکہ گلتا تھا کہ یہ تو دوسری چیزوں سے بھی زیادہ نئی اور شاندار ہیں۔ داریا الکساندر روٹانے پیش اور شان کی ان ساری چیزوں کو ایک ایسی خانہ دار خاتون کی حیثیت سے دیکھا جو اپنے گھر کا انتظام خود کرتی تھیں 'اگرچہ جو کچھ وہ دیکھ رہی تھیں اسے اپنے گھر میں رائج اور استعمال کرنے کی انہیں کوئی بھی امید نہ تھی اس لئے کہ یہ سب ان کی طرز زندگی سے بہت بلند چیزیں تھیں بھر بھی 'غیر ارادی طور پر ساری تفصیلات کا جائزہ لیا اور خود سے سوال کیا کہ کس نے اور کیسے یہ سب کیا۔ وایٹکا و سلفسکی 'خود ان کے شوہر اور یہاں تک کہ سویا و سکی بھی اور بہت سے دوسرے لوگ جنہیں وہ جانتی تھیں 'کبھی اس کے بارے میں سوچتے ہی نہ تھے اور حرف بہ حرف اس کا یقین کر لیتے تھے جو ہر تیز دار میزبان اپنے مہمانوں کو محسوس کرانا چاہتا ہے کہ اس کے ہاں یہ جو سارا اٹا اچھا بندوبست ہے اس کے لئے اسے 'میزبان کو ڈرا بھی زحمت نہیں اٹھانی پڑی بلکہ یہ تو خود بخود ہی ہو گیا ہے۔ داریا الکساندر روٹانے جانتی تھیں کہ خود بخود تو بچوں کے کھانے کے لئے دیا تک نہیں تیار ہوتا 'اس لئے اتنے مشکل اور عمدہ بندوبست کے لئے لازمی طور پر کسی نہ کسی کو بڑی کمری تو چھ کرنی پڑی ہوگی۔ اور اگلیسی کی ریلوے کے جس طرح میز پر نظر ڈالی اور جس طرح اس نے بلٹر کو سر کے اشارے سے ہدایت دی اور جس طرح اس نے داریا الکساندر روٹانے کو تجویز کیا کہ وہ کھنڈا یا گرم جیسا بھی چاہیں ویسا شور بہ مٹھا سکتی ہیں ' اس سے وہ سمجھ گئیں کہ یہ سب صاحب خانہ خود ہی کرتے ہیں اور انہیں کے خیال رکھنے سے سب انجام پاتا ہے۔

آنا صرف بات چیت کو چلانے کے معاملے میں خاتون خانہ تھیں۔ اور یہ بات چیت 'خاتون خانہ کے لئے ایسی میز کے ارد گرد جو بہت بڑی نہ تھی اور ایسے لوگوں کی موجودگی میں بہت مشکل تھی جیسے کہ ناظم اور میر تعمیرات جو کہ بالکل ہی دوسری دنیا کے لوگ تھے 'جنہیں یہ کوشش کرنی پڑتی تھی کہ غیر عادی شان و شوکت سے مرعوب نہ ہوں اور جو عام بات چیت میں دیر تک حصہ نہ لے سکتے تھے۔ اس مشکل بات چیت کو آنا نے اپنے عادی طریقے سے قدرتی انداز میں بلکہ داریا الکساندر روٹانے تو یہ دیکھا کہ خوشی اور ملانیت کے ساتھ چلایا۔ بات چیت یہ ہو رہی تھی کہ تو بکھیرچ اور و سلفسکی کیسے اکیلے باؤ میں گئے اور تو بکھیرچ نے پیئرس برگ کے یاٹ کلب میں کشتی رانی کے پچھلے مقابلے کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ اس سچ میں آنا انتظار میں رہیں کہ باتوں کا سلسلہ ٹوٹے اور فوراً وہ میر تعمیرات کی خاموشی کو توڑنے کے لئے اس سے مخاطب ہو گئیں۔ انہوں نے سویا و سکی کے بارے میں کہا "کھوائی ایو انووچ کو بڑی حیرت ہوئی کہ جب وہ پچھلی بار یہاں آئے تھے تب سے نئی عمارت کتنی بلند ہو گئی ہے۔ لیکن میں خود تو روز جاتی ہوں اور روز مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تعمیر کتنی تیزی سے ہو رہی ہے۔"

"عالی مرتبت کے ہاں کام کرنا اچھا لگتا ہے" میر تعمیرات نے مسکرا کر کہا "اس کو اپنے وقار کا احساس تھا اور وہ احترام کرنے والا 'پر سکون مزاج کا آدمی تھا۔" ویسا نہیں ہے جیسے صوبائی حکام کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہاں تو جیروں کا گند لگنے پڑتے 'یہاں میں کاؤنٹ کے سامنے معاملہ پیش کرنا ہوں 'بحث کرتے ہیں اور تین نظموں میں سب ملے ہو جاتا ہے۔"

"امریکی طریقے" سویا و سکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں وہاں تو عمارت معقول طریقے سے تعمیر کی جاتی ہے۔"

بات چیت اس موضوع پر ہونے لگی کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اقتدار کا براہ استعمال کیا جا رہا ہے لیکن آنا نے فوراً ہی اسے دوسرے موضوع کی طرف موڑ دیا تاکہ ناظم کو خاموشی میں سے نکال سکیں۔ وہ داریا الکساندر روٹانے سے مخاطب ہو کر بولیں "تم نے کبھی فصل کاٹنے کی مشین دیکھی ہے؟ ہم اسی کو دیکھنے گئے تھے جب راستے میں تم سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے بھی پہلی بار دیکھی ہے۔"

"وہ کام کس طرح کرتی ہے؟" ڈالی نے پوچھا۔

"بالکل قیمتی کی طرح۔ ایک تختہ ہے اور بہت سی چھوٹی چھوٹی قیمتیاں۔ بس یوں۔"

آنا نے اپنے خوبصورت 'سفید اور انگوٹھیوں بھرے ہاتھوں میں چھری اور کاٹنے لگے کرتانا شروع کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ یہ دیکھ رہی تھیں کہ ان کی توضیح سے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا لیکن جانتی تھیں کہ وہ باتیں خوشگوار انداز میں کرتی ہیں اور ان کے ہاتھ خوبصورت ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی توضیح جاری رکھی۔

"بلکہ چھوٹے چھوٹے گھم تراشوں سے زیادہ مشابہ "و سلفسکی نے گلنڈرے پن سے کہا جو ان کے چہرے سے نظرس ہٹائی نہیں رہا تھا۔

آنا زار اسامسکر انہیں لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔

"سچ ہے کارل ٹیڈر روچج کہ قیمتی کی طرح کام کرتی ہے؟" وہ ناظم سے مخاطب ہو گئیں۔

"اویا" جرمن نے جواب دیا۔ "ایس است آئن گائز آئن فاخیر ڈیک" (52) اور اس نے مشین کی ساخت کی توضیح کرنی شروع کر دی۔

"افسوس ہے کہ وہ مجھے نہیں باندھتی۔ میں نے دیانا کی نمائش میں ایک دیکھی تھی جو کھٹوں کو تار سے باندھتی بھی تھی" سویا و سکی نے کہا۔ "وہ زیادہ کار آمد ہوتی۔"

"ایس کو مٹ ڈرائف آئن... ڈیر پر انس فوم ڈرات موس آؤس گیر پخت ویر ڈین" (53) اور جرمن اپنی خاموشی توڑ کر و سکی سے مخاطب ہوا "ڈاس لیسٹ سچ آؤس رختن ایر لاؤ شٹ" (54)۔ جرمن نے جیب میں ہاتھ بھی ڈال دیا تھا جہاں اس کی نوٹ بک اور پینل رکھی رہتی تھی جس میں وہ اپنا سارا حساب کتاب رکھتا تھا۔ لیکن یہ یاد کر کے کہ وہ کھانے کی میز کے گرد بیٹھا ہے اور و سکی کی سرگ نظریں دیکھ کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ "سو پلے سیٹ" مات سٹیل کلپوٹ (55) اس نے آخر میں کہا۔

"وہو شٹ مان دو خوش" ڈو ہاٹ مان آؤخ کلیس" (56) وایٹکا و سلفسکی نے جرمن کی نقل کرتے ہوئے کہا۔ "ٹاؤدر لایمان" (57) وہ پھر پہلی ہی جیسی مسکراہٹ کے ساتھ آنا سے مخاطب ہوا۔

"سیے" (58) انہوں نے و سلفسکی سے مذاقہ بندی کے ساتھ کہا۔

"اور ہم نے سوچا تھا واسیلی سیویچ کہ آپ کھیت میں مل جائیں گے" وہ ڈاکٹر سے مخاطب ہو گئیں جو صورت سے تیار آدمی دکھائی دیتا تھا "آپ گئے تھے وہاں؟"

"میں کیا تو تھا لیکن فوراً ہی وہاں سے ہوا ہو گیا" اس اداس مذاقہ لہجے میں ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"مطلب یہ کہ آپ نے خاصی ورزش کر لی۔"

"بہت سی عمدہ!"

"اور بڑھیا کی صحت کیسی ہے؟ امید ہے کہ ٹافس تو نہ ہوگا؟"



"کس قدر افسوس کی بات ہے!" آٹانے کہا۔ اور اس طرح ملا زمین خانہ کے حق میں اخلاق کا فرض ادا کر کے وہ اپنے لوگوں سے مخاطب ہو گئیں۔

"پھر بھی آٹانہ ارکاڈ - نیوٹا آپ جس طرح بیان کر رہی تھیں اس سے مشین بنانا بڑا مشکل ہوتا" سویا ڈسکی نے مذاق میں کہا۔

"نہیں" آخر کیوں؟" آٹانے مسکرا کر کہا اور ان کی مسکراہٹ صاف کہہ رہی تھی کہ وہ جانتی تھیں کہ مشین کی ساخت کے بارے میں ان کی توضیح میں سویا ڈسکی کے لئے بھی کوئی اچھی کتنے والی اور قابل ذکر بات تھی۔ جو ان عشوہ گر کا یہ نیا روپ ڈالی کوٹا گوار گزرا۔

"مگر فن تعمیر میں آٹانہ ارکاڈ - نیوٹا کا علم حیرت انگیز ہے" تو بکچوچ نے کہا۔

"ہاں کل ہی تو میں نے آٹانہ ارکاڈ - نیوٹا کو سیلن کے دور رکھنے کے طریقے اور کرسی کے بارے میں بات کرتے سنا ہے" و سلفسکی نے کہا۔ "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"کوئی بھی حیرت انگیز بات نہیں ہے جب آدی اتادیکٹا اور سنتا ہے" آٹانے کہا۔ "اور آپ تو یقیناً یہ بھی نہیں جانتے کہ گھڑیاں کس چیز سے چلتی ہیں؟"

داریا الکساندر روٹانے دیکھا کہ آٹانہ کلنڈرے پن کے اس لمبے سے خوش نہیں تھیں جس میں ان کے اور و سلفسکی کے درمیان باتیں ہو رہی تھیں لیکن غیر ارادی طور پر خود انہوں نے بھی بوی لہجہ اختیار کر لیا تھا۔

اس موقع پر وروڈسکی نے بالکل اس طرح کارویہ نہیں برتا جیسے لیون نے برتا تھا۔ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ و سلفسکی کی فضول باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا بلکہ اس کے برعکس ان مذاقوں کی ہمت افزائی کرتا تھا۔

"اچھا و سلفسکی آپ بتائیے تو کہ پتھر کس چیز سے جوڑے جاتے ہیں؟"

"ظاہر ہے سینٹ سے۔"

"شاباش! اور لیونٹ ہوتی کیا ہے؟"

"ہوتا ہے کچھ پتے دلیے کی قسم کالے۔ نہیں" کاڈھالپ سا" و سلفسکی نے کہا جس پر سب لوگوں نے قہقہہ لگایا۔

جو لوگ کھانا کھا رہے تھے ان کے درمیان 'سوائے اداس خاموشی میں ڈوبے ڈاکٹر' میر تعمیرات اور ناظم کے 'بات چیت رکھی نہیں' بھی ایک موضوع سے پہلی تو بھی دوسرے موضوع پر انگ مٹی اور بھی کسی نہ کسی پر گہری چوٹ کر گئی۔ ایک بار ایسی ہی چوٹ کا احساس داریا الکساندر روٹانہ کو ہوا اور وہ اتنی ناراض ہو گئیں کہ ان کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا اور بعد کو وہ سوچنے لگیں کہ انہوں نے کوئی حد سے بڑھی ہوئی یا ناخوشگوار بات تو نہیں کہہ دی۔ سویا ڈسکی نے لیون کا ذکر پھینک دیا اور اس سلسلے میں اس کی عجیب رائے کا ذکر کیا کہ مشینیں روسی زراعت کے لئے صرف نقصان دہ ہیں۔

"مجھے جناب لیون کو جاننے کا شرف حاصل نہیں ہے" وروڈسکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن غالباً انہوں نے بھی وہ مشینیں دیکھی نہیں ہیں جن کی وہ مذمت کر رہے ہیں اور اگر دیکھا اور انہیں آزمایا ہے تو اس ادھر ادھر کی پردہ کشی میں بلکہ ایسی دسکری میں اور انہیں دیکھ کر کوئی کیسے ٹھیک زاویہ نظر رکھ سکتا ہے؟"

"بالعموم ترکی زیادہ نظر" سے مخاطب ہو کر و سلفسکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ان کی رائے کی مذمت تو نہیں کر سکتی جو داریا الکساندر روٹانے سرخ ہو کر کہا" لیکن یہ میں کہہ سکتی

ہوں کہ وہ بہت زیادہ تعلیم یافتہ اور مذہب آدی ہیں اور اگر وہ یہاں ہوتے تو انہیں پتہ ہو تاکہ آپ کو کیا جواب دیں لیکن میں یہ نہیں کر سکتی۔"

"میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں اور ہم دونوں بڑے گہرے دوست ہیں" سویا ڈسکی نے ٹیک دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مے پانڈوں ال اے اوں جیتی پے ٹوک۔ (59) مثلاً وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زمستوہ اور جنٹس آف ہیں۔ اس سب کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ کسی بھی چیز میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔"

"یہ ہماری روسی بے نازی ہے" وروڈسکی نے برف بھی ٹھنڈی صراحتی میں سے ایک نہیں گوڑے دار گلاس میں پانی اٹھاتے ہوئے کہا "اس ذمہ داری کو نہ محسوس کرتا ہو ہمارے حقوق ہم پر عائد کرتے ہیں" اور اس لئے ان ذمہ داریوں سے انکار کرتا۔"

"میں کسی اور ایسے شخص کو نہیں جانتی جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ان سے زیادہ سخت گیر ہو"

داریا الکساندر روٹانے وروڈسکی کے اس برتری والے لمبے سے چڑ کر کہا۔

"اس کے برعکس میں" وروڈسکی نے اپنی بات جاری رکھی جو پتہ نہیں کیوں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس بات چیت سے اس پر چوٹ ہو رہی ہے "اس کے برعکس میں" جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں "اس اعزاز کے لئے بہت شکر گزار ہوں جو مجھے ان بھولائی ابو نووچ کی بدولت (اس نے سویا ڈسکی کی طرف اشارہ کیا) آنریری جنٹس آف ہیں منتخب کر کے دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اجلاس میں جانے اور گھوڑوں کے معاملے میں کسی کسان کے مقدمے کا فیصلہ کرنے کی ذمہ داری بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی ہر اس چیز کی جو میں کر سکتا ہوں۔ اور اگر مجھے کوئی منتخب کیا گیا تو میں اسے اپنے لئے اعزاز سمجھوں گا۔ میں اسی طرح ان فوائد کی قیمت چکا سکتا ہوں جنہیں میں جاگیردار کی حیثیت سے استعمال کرتا ہوں۔ بد قسمتی سے لوگ اس اہمیت کو نہیں سمجھتے جو دیاست میں بڑے جاگیرداروں کو حاصل ہونی چاہئے۔"

داریا الکساندر روٹانہ کو یہ دیکھ کر بڑا عجیب لگ رہا تھا کہ وروڈسکی اپنے گھر میں میز کے گرد بیٹھ کر اپنے حق بجانب ہونے کے بارے میں کس قدر سکون کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ انہیں یاد آیا کہ اس کے برعکس سوچنے والا لیون بھی اپنے گھر میں میز کے گرد بیٹھ کر اپنی راہوں میں اتنا ہی قطعی رہتا تھا۔ لیکن لیون کو وہ پسند کرتی تھیں اس لئے وہ اس کی طرف تھیں۔

"تو کاؤنٹ" اگلے اجلاس میں ہم آپ پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟" سویا ڈسکی نے کہا۔ "لیکن جلدی روانہ ہو جانا چاہئے تاکہ انہوں میں تاریخ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ اگر آپ مجھے یہ شرف عطا کریں کہ میرے ہاں تشریف لے آئیں؟"

"اور میں تو تمہارے بوفری سے تھوڑی سی متعلق ہوں" آٹانے کہا۔ "بس یہ کہ اس حد تک نہیں جس حد تک وہ جاتے ہیں" انہوں نے مسکرا کر اضافہ کیا۔ "مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ پچھلے دنوں ہمارے ہاں یہ معاشرتی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ پہلے جیسے سرکاری عہدہ اراستہ زیادہ تھے کہ ہر کام کے لئے ایک عہدہ اراکی ضرورت ہوتی تھی اسی طرح اب سارے معاشرتی کارکن ہیں۔" لیکن اب یہاں چھ مہینوں سے ہیں اور اتنے ہی دنوں میں وہ کوئی پانچ یا چھ مختلف معاشرتی تخلیقات کے رکن ہیں۔ غریبوں کے گھر ان ہیں جنٹس آف ہیں ہیں گو سٹر ہیں، بیوری کے رکن ہیں گھوڑوں سے متعلق کسی کمیشن کے رکن ہیں۔ دوئی تریٹنگے سیلاوا (60) سارا وقت اسی میں لگ جاتا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ جب یہ کام اتنے زیادہ ہیں تو



سب محض رسی اور دکھاوے۔ کھلائی ایلوڈیج، آپ کتنی جگہ رکن ہیں؟“ وہ سویا ڈسکی سے مخاطب ہو گئیں۔ ”گلتا ہے میں سے زیادہ؟“

آنا ذخیرہ انداز میں بات کر رہی تھیں لیکن ان کے لمبے میں جھنجھلاہٹ کا احساس ہو رہا تھا۔ داریا الکساندرودن نے اسے فوراً ہی محسوس کر لیا اس لئے کہ وہ آنا اور روسکی کے چہروں کا مشاہدہ بڑے غور سے کر رہی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس بات چیت کے دوران میں روسکی کے چہرے پر ایک عجیبہ اور ہٹ کاسا تاثر پیدا ہو گیا۔ اسے دیکھ کر اور پھر یہ بھی دیکھ کر کہ پرس واردار نے فوراً ہی بات کا موضوع بدلنے کے لئے پیئرس برگ کے واقف کاروں کا ذکر چھیڑ دیا، اور ان باتوں کو یاد کر کے جو روسکی نے اپنی سرگرمیوں کے بارے میں ان سے باغ میں کی تھیں اور جو محض برسرِ سزا تھیں، ڈالی سمجھ گئی کہ معاشرتی سرگرمی کے اس سوال سے آنا اور روسکی کے مابین کسی ذاتی بحث اور تکرار کا تعلق ہے۔

کھانا، شراب، خدمات۔۔۔ سب بہت اچھا تھا لیکن یہ سب ایسا تھا جیسا داریا الکساندرودن نے بڑی رسی دعوتوں اور ہالوں میں دیکھا تھا اور جس کی اب انہیں عادت نہ رہی تھی، اور ویسی ہی مخصوص غیر ذاتی اور سبے تکلفی سے عاری، تاؤ بھری فضا بھی تھی۔ چنانچہ ایک عام دن کو ایک چھوٹے سے محلے میں اس سے ان پر ناخوشگوار تاثر ہوا۔

کھانے کے بعد سب لوگ برآمدے پر بیٹھے۔ پھر لان فینس کھینچے گئے۔ کھینچنے والوں کی دودھ کی پارٹیاں بن گئیں اور وہ بڑی احتیاط سے ہمواری ہوئی اور ٹیلن پھیری ہوئی کروئٹ گراؤنڈ پر دو چپکے ہوئے گھبوں سے بندھے ہوئے ایک جال کے اوپر اور کھڑی ہو گئیں۔ داریا الکساندرودن نے کھینچنے کی کوشش کی لیکن وہ دیر تک کھیل کو سمجھ نہ پائیں اور جب سمجھ گئی تو اتنی تھک گئی تھیں کہ پرس واردار کے ساتھ بیٹھ کر کھینچنے والوں کو بس دیکھتی رہیں۔ ان کے پارٹنر تو کھینچ بھی الگ ہو گئے لیکن باقی لوگ دیر تک کھینچ رہے۔ سویا ڈسکی اور روسکی دونوں بہت اچھا اور سنجیدگی سے کھیل رہے تھے۔ ان کی طرف جو گیند چھٹکی جاتی اس پر وہ پوری طرح نظر رکھتے اور بغیر جلدی اور تاخیر کے ہوئے، پھرتی سے اس کی طرف لپکتے، اسے ٹپکاتے دیتے اور پھر اس کو ریکٹ سے ٹھیک ٹھیک اور زور سے مار کر جال کے اس طرف اچھال دیتے۔ و سلفو فکی دوسروں سے خراب کھیل رہا تھا۔ وہ بہت زیادہ تیزی دکھا رہا تھا لیکن اپنی خوش مزاجی سے کھینچنے والوں کی ہمت افزائی کر رہا تھا۔ اس کے قہقہے اور تھپیں برابر جاری رہیں۔ دوسرے مردوں کی طرح اس نے بھی خواہش کی اجازت سے اپنا جیکٹ اتار دیا تھا اور قیص کی سفید آستینوں میں اس کا تومند سڈول جسم اور پیسے میں ترس خیز چہرہ اور جموٹک میں ادھر ادھر بھانڈا بن کر نقش ہو گیا۔

اس رات کو جب داریا الکساندرودن سونے لیں تو انہوں نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ انہیں کروئٹ گراؤنڈ پر و سلفو فکی دوڑنا ٹپکا ہوا نظر آنے لگا۔

کھیل کے دوران میں داریا الکساندرودن ناخوش نہیں تھیں۔ انہیں وائیکو و سلفو فکی اور آنا کے تعلقات کا کھنڈر اپن، جو برابر جاری رہا، اور وہ عام غیر فطری انداز پسند نہیں آیا جب بچوں کی عدم موجودگی میں بڑے بالکل بچوں کا کھیل کھینچتے گتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو درہم برہم نہ کرنے کے اور وقت گزارنے کے خیال۔ توڑی دیر آرام کرنے کے بعد وہ پھر کھیل میں شریک ہو گئیں اور انہوں نے ایسا ظاہر کیا جیسے انہیں بہت اچھا لگا ہو۔ اس دن سارے وقت انہیں یہی لگتا رہا تھا جیسے وہ حلیہ میں اپنے سے زیادہ اچھے اداکاروں کے ساتھ

اداکاری کر رہی ہیں اور ان کی خراب اداکاری پر بڑے کھیل کو خراب کر رہی ہے۔ وہ اس ارادے سے آئی تھیں کہ اگر سب کچھ ٹھیک رہا تو وہ دونوں رہیں گی۔ لیکن شام کو فینس کھینچنے کے وقت انہوں نے ملے کیا کہ کل ہی پہلی جاگ میں گی۔ آتے وقت راستے میں ماں ہونے کی بن ایت بخش فکروں پریشانوں سے انہوں نے اس قدر نفرت کی تھی وہ اب دن بھر کے بعد، جو بچوں کے بغیر گزارا تھا، انہیں بالکل ہی دوسری روشنی میں نظر آنے لگی تھیں۔

جب شام کی چائے اور رات کو شامی میں سیر کے بعد داریا الکساندرودن اکیلی اپنے کمرے میں گئیں، اپنے کپڑے اتارے اور بیٹھ کر رات کے لئے اپنے چھدرے بالوں کو سمیٹنے لگیں تو انہیں جی ہلکا ہونے کا احساس ہوا۔

بلکہ انہیں یہ سوچ کر بھی اچھا نہیں لگا کہ آنا ابھی ان کے پاس آئیں گی۔ وہ اپنے خیالات کے ساتھ اکیلی رہنا چاہتی تھیں۔

## 23

جب آنا رات کا لباس پہنے ہوئے ان کے پاس آئیں تو ڈالی بس لینے والی تھیں۔ دن میں کئی بار آنا نے اپنے دل سے قریب معاملات کے بارے میں بات چیت کرنی چاہی لیکن ہر بار وہ بس چند لفظ کہہ کر رک گئیں۔ وہ کہیں ”بعد کو“ کھائی میں ساری باتیں کریں گے۔ مجھے تم سے اتنا کچھ کہنا اورتنا ضروری ہے۔“

اب وہ دونوں اکیلی تھیں اور آنا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس چیز کے بارے میں بات کریں۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی ڈالی کو دیکھ رہی تھیں اور ان ساری باتوں کو انہوں نے یاد کیا جو لاتعلقی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن دل سے قریب معاملات کے اس انبار میں انہیں ایسا کچھ نہ ملا جس کے بارے میں وہ بات چیت کر سکیں۔ اس وقت انہیں یہ الگ رہا تھا کہ سب باتیں تو کی جا چکیں۔

”ہاں“ اور کبھی کبھی ہیں؟“ انہوں نے ابھر کر سانس لیتے ہوئے اور قصور وار نظروں سے ڈالی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے کچھ بتاؤ ڈالی کہ وہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟“

”ناراض؟ نہیں“ داریا الکساندرودن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن نفرت کرتی ہیں، حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں؟“

”ارے نہیں، لیکن یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ ایسی باتیں محاف نہیں کی جاتیں۔“

”ہاں“ ہاں“ آنا نے دوسری طرف منہ کر کے کھلی کھڑکی میں سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن میں قصور وار نہیں تھی۔ اور کون قصور وار تھا؟ قصور وار کہتے کسے ہیں؟ کیا واقعی اس کے علاوہ کچھ ہو سکتا تھا؟ تم کس طرح سوچتی ہو؟ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ تم استیو کی بیوی نہ ہو تیں؟“

”کچھ تو یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ۔“

”ہاں ہاں، لیکن ابھی ہم نے کبھی کی بات ختم نہیں کی۔ وہ سبھی ہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے انسان ہیں۔“

”آنا کہنا کم ہے کہ وہ بڑے اچھے ہیں۔ میں تو ان سے بہتر کسی انسان کو جانتی ہی نہیں۔“



”ہائے مجھے سختی خوشی ہے! مجھے بڑی خوشی ہے! انا کتنا کم ہے کہ بڑے ایسے انسان ہیں“ انہوں نے دوہرایا۔  
ڈالی مسکرا دیں۔

”لیکن تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ مجھے تم سے بڑی لمبی باتیں کرنی ہیں۔ میری بات چیت...“ ڈالی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ درودھی کا نام کس طرح لیں۔ اس کو کاؤنٹ اور الگسٹی کی ریلوے کتا انہیں اٹ پنا سا لگ رہا تھا۔

”اگلسٹی کے ساتھ“ آنا نے کہا ”میں جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے باتیں کیں۔ لیکن میں تم سے براہ راست پوچھنا چاہتی تھی کہ تم میرے بارے میں میری زندگی کے بارے میں کیا سوچتی ہو؟“  
”اب ایسے بیکار کی کیا کہ دوں؟ میں بچ کتنی ہوں میں نہیں جانتی۔“

”نہیں پھر بھی تم مجھے بتاؤ... تم میری زندگی دیکھ رہی ہو۔ لیکن تم یہ نہ بھولنا کہ تم ہمیں گرمیوں میں دیکھ رہی ہو جب تم آئیں اور ہم اکیلے نہیں ہیں... لیکن ہم شروع بہار میں یہاں آئے اور بالکل اکیلے رہے اور اکیلے ہی رہیں گے“ اور اس سے بہتر کسی چیز کی مجھے خواہش بھی نہیں ہے۔ لیکن ذرا یہ تصور کرو کہ میں ان کے بغیر بھی رہتی ہوں ”اکیلی“ اور یہ... ساری چیزوں سے میں یہ دیکھتی ہوں کہ یہ اکثر ہوا کرے گا کہ وہ آدھے وقت گھر سے باہر ہیں گے“ انہوں نے اٹھ کر ڈالی سے اور قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے“ انہوں نے ڈالی کو بولنے کا موقع نہیں دیا جو کچھ اعتراض کرنا چاہتی تھیں ”ظاہر ہے۔۔۔ کہ میں زبردستی تو انہیں نہ روکوں گی۔ اب گھوڑو ڈوڑیں ہوں گی“ ان کے گھوڑے دوڑیں گے ”وہ جاتیں گے“ اور مجھے اس کی خوشی ہے۔ لیکن تم میرے بارے میں سوچو میری صورت حال کا تصور کرو۔ مگر اس کی بات کیا کرنا؟“ وہ مسکرائیں۔ ”تو انہوں نے تم سے کس بارے میں بات کی؟“

”انہوں نے اس چیز کے بارے میں بات کی جس کے بارے میں خود بات کرنا چاہتی تھی“ اور میرے لئے ان کی وکالت کرنا بہت آسان ہے۔۔۔ اس بارے میں کہ کیا اس کا امکان نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ...“  
داریا الگسٹر روٹا ہوا چپکرائیں ”تمہاری صورت حال کو درست کر لیا جائے بہتر کر لیا جائے... تم یہ تو جانتی ہو کہ میں اسے کس طرح دیکھتی ہوں... پھر بھی اگر ممکن ہے تو تیار کر لیتا چاہئے۔“

”یعنی طلاق؟“ آنا نے کہا۔ ”پتہ ہے جس واحد عورت جو پیٹرس برگ میں میرے پاس آئیں وہ بیٹی تو رہ سکا یا نہیں؟ تم تو انہیں جانتی ہو؟ او فوں سینے لا قام لا یلونی دیا۔ اے کی ایکریسٹ۔ (61) ان کا تو بیکہ بیچ سے تعلق تھا شوہر کو انتہائی شرمناک طریقے سے فریب دیتی رہیں۔ اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تک میری صورت حال جائز نہ ہو جائے گی تب تک وہ مجھے جانا بچانا تک نہیں چاہتیں۔ یہ مت سوچنا کہ میں موازنہ کر رہی ہوں... تم کو میری جان میں جانتی ہوں۔ لیکن مجھے بے اختیار یاد آ گیا... تو انہوں نے تم سے کیا کہا؟“ آنا نے پھر سوال کیا۔

”انہوں نے کہا کہ وہ دیکھی ہیں تمہاری خاطر اور اپنی خاطر بھی۔ ہو سکتا ہے تم یہ کہو کہ یہ خود پسندی ہے لیکن یہ اتنی جائز اور شرفانہ خود پسندی ہے! وہ چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے تو اپنی بیٹی کو جائز اور قانونی بنالیں اور تمہارے شوہر کو جائیں اور تم پر انہیں حق ہو۔“

”کیسی بیوی بھلا کوئی کتنی بھی اس درجے تک بندی ہو سکتی ہے جیسی میں اپنی صورت حال میں ہوں؟“

آنا نے اداس لہجے میں ڈالی کا قطع کلام کیا۔

”خاص چیز جو وہ چاہتے ہیں... وہ چاہتے ہیں کہ تم دکھ نہ بھلیو۔“

”یہ ناممکن ہے! پھر؟“

”اور سب سے جائز خواہش یہ ہے کہ تم لوگوں کے بچے ان کے نام کے حامل ہوں۔“

”کون سے بچے؟“ ڈالی کی طرف دیکھے بغیر اور آنکھیں میچ کر آنا نے کہا۔

”آئی اور آئندہ جو ہوں گے...“

”اس مسئلے میں وہ مطمئن رہ سکتے ہیں۔ میرے اور بچے نہیں ہوں گے۔“

”تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ نہ ہوں گے؟“

”نہ ہوں گے اس لئے کہ میں یہ نہیں چاہتی۔“

اور آنا اپنے سارے بیجان کے باوجود یہ دیکھ کر مسکرانے لگیں کہ ڈالی کے چہرے پر تجسس، حیرت اور خوف کا ایک بہت سی بھولا تاثر پیدا ہو گیا۔

”مجھے بیماری کے بعد ڈاکٹر نے بتایا تھا.....“

”ناممکن ہے یہ!“ ڈالی نے آنکھیں میچ کر کہا۔ ان کے لئے یہ ان دریا فوں میں تھی جن کے اثرات اور نتائج اتنے زبردست ہوتے ہیں کہ پہلے منٹ میں صرف یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے لیکن اس کے بارے میں بہت بہت زیادہ سوچنے کی ضرورت ہے۔

اس دریا فٹ نے ”اچانک ان کے لئے ان سارے خاندانوں کی وضاحت کر دی جنہیں پہلے وہ سمجھ ہی نہ سکتی تھیں“ جن میں صرف ایک یاد دہنہ تھے ”ان میں اتنے خیالات“ تصورات اور متضاد احساسات پیدا کئے کہ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکیں اور بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت کے ساتھ آنا کو دیکھتی رہیں۔ یہ تو وہی تھا جس کے بارے میں آج وہ راستے میں خواب دیکھ رہی تھیں لیکن اب جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے تو وہ خوفزدہ ہو گئیں۔ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ یہ تو ایک بہت سی پیچیدہ سوال کا بہت سی سادہ حل ہے۔

”نہیں سے پا! محسوس؟“ (62) انہوں نے کچھ دیر چپ رہنے کے بعد بس اتنا ہی کہا۔

”کس وجہ سے؟ یہ سوچو کہ میں دو میں سے ایک کا انتخاب کر سکتی ہوں۔ یا تو حاملہ یعنی بیمار ہوں یا پھر اپنے شوہر کی جو بہر حال شوہر ہی ہیں دوست اور ساتھی رہوں۔“ آنا نے سوچے سمجھے ہوئے سلی اور سرسری لہجے میں کہا۔

”مگر ہاں“ داریا الگسٹر روٹا نے وہی دلیلیں سن کر کہا جو وہ خود اپنے آپ کو دیا کرتی تھیں اور اب وہ انہیں قابل یقین نہیں لگیں۔

”تمہارے لئے“ ڈوسروں کے لئے“ آنا نے اس طرح کہا جیسے انہوں نے ڈالی کے خیالات کا اندازہ لگایا ہو ”ہو سکتا ہے کسی طرح کا شک بھی ہو۔ لیکن میرے لئے... تم اس بات کو سمجھو کہ میں بیوی نہیں ہوں۔ وہ مجھ سے جب تک محبت کرتے ہیں تب تک کرتے ہیں۔ اور میں ان کی محبت کو کس طرح کس چیز سے برقرار رکھ سکتی ہوں؟ اس سے؟“

انہوں نے اپنے سفید ہاتھ اپنے پیٹ کے سامنے تان لئے۔

داریا الگسٹر روٹا کے ذہن میں خیالات اور یادوں نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ جھوم کیا جیسے کہ بیجان



کے لمحوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے سوچا "میں نے استیوا کو اپنی طرف مائل نہیں کیا، وہ مجھے چھوڑ کے دو سروں کے پاس چلے گئے۔ اور وہ پہلی جس کی خاطر انہوں نے مجھ سے بیوفائی کی، وہ بھی انہیں اس چیز سے تو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی کہ وہ بیحد خوبصورت اور خوش رہتی تھی۔ استیوا نے اسے بھی چھوڑ دیا اور دوسری کو پکڑ لیا۔ تو کیا واقعی آنا اس طرح کاؤنٹ روڈ سکی کو اپنے بس میں رکھ سکتی ہیں؟ اگر انہیں اسی چیز کی تلاش ہوگی تو زیادہ دھکس اور پرست سنگار اور انداز و اہل جائیں گے۔ اور آنا کے مریاں ہاتھ چاہے کتنی ہی گورے اور کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں، ان کا لکڑا جسم، ان سیاہ بالوں کی اوٹ میں ان کا پر اشتیاق چہرہ کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں، انہیں اس سے بھی بہتر مل جائیں گے، جیسے کہ میرے کمرے کا قابلِ رحم اور پیارے شوہر تلاش کرتے ہیں اور ڈھونڈ لیتے ہیں۔"

ڈالی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔ آنا نے اس سانس کی طرف دھیان دیا جو یہ ظاہر کرتی تھی کہ ڈالی مشتاق نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی اس لئے کہ انہوں نے اور بھی دلیلیں محفوظ کر رکھی تھیں جو اس سے بھی زیادہ قوی تھیں اور ان کا جو اب بھناٹا ممکن تھا۔

"تم کتنی ہو کہ یہ اچھا نہیں ہے؟ لیکن اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔" انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم میری صورت حال کو بھول جاتی ہو۔ میں بچوں کی آرزو کیسے کر سکتی ہوں؟ میں تکلیف اور درد کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ ان سے میں نہیں ڈرتی۔ ذرا سوچو کہ میرے بچے کون ہوں گے؟ پھر نصیب بچے جو ایک غیر محض کے نام کے حامل ہوں گے۔ اپنی پیدائش ہی کی بنا پر وہ مجبور ہوں گے کہ وہ اپنی ماں سے، باپ سے، اپنی پیدائش سے شرمندہ ہوں۔"

"لیکن اسی کے لئے تو طلاق کی ضرورت ہے۔"

مگر آنا نے سنا ہی نہیں۔ وہ ان ساری دلیلوں کو کہہ ڈالنا چاہتی تھیں جن سے انہوں نے خود کو اپنی بار بچیں دلایا تھا۔

"اگر میں اپنی اصل کو اس لئے استعمال نہیں کرتی کہ دنیا میں بد نصیبیوں کو جنم نہ دوں تو پھر مجھے اصل دی کس لئے ملی تھی؟"

انہوں نے ڈالی کی طرف دیکھا لیکن جواب نہ ملنے پر اپنی بات جاری رکھی:

"میں جیسا کہ یہ محسوس کروں گی کہ ان بد نصیب بچوں کے سامنے قصور وار ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "اگر وہ نہیں ہیں تو کم سے کم بد نصیب تو نہیں ہیں اور اگر ہوں گے تو اس کے لئے صرف میں ہی قصور وار ہوں گی۔"

یہ وہی دلیلیں تھیں جو داریا، الکساندر، روڈا، خود کو دیا کرتی تھیں لیکن اب وہ انہیں سن رہی تھیں مگر سمجھ نہیں رہی تھیں۔ "کسی غیر موجود کا قصور وار کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟" انہوں نے سوچا اور اچانک انہیں خیال آیا کہ کیا ان کے جیسے گریٹا کا کوئی وجود نہ ہو تاؤ کیا کسی بھی صورت میں یہ بہتر ہو سکتا تھا؟ اور یہ بات انہیں اتنی وحشتانہ لگتی تھی جیسے گلی کہ انہوں نے سر ہلایا تاکہ جنونی خیالات کی ابھی ہوئی اس صحیحی کو ذہن سے نکال دیں۔

"نہیں، میں نہیں جانتی، یہ اچھا نہیں ہے۔" انہوں نے بس اتنا ہی کہا اور ان کے چہرے پر کراہت کا تاثر تھا۔

"ہاں لیکن تم یہ نہ بھولو کہ تم کون ہو اور میں کون ہوں۔ اور اس کے علاوہ،" آنا نے اپنی دلیلوں کے ہماری بھر کم اور ڈالی کی دلیلوں کے کمزور ہونے کے باوجود گویا اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہ یہ اچھا نہیں ہے،

اضافہ کیا "تم خاص چیز کو نہ بھولو کہ اس وقت میں اس حیثیت میں نہیں ہوں جس میں تم ہو۔ تمہارے لئے سوال ہے کہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے اور بچے نہ ہوں، لیکن میرے لئے یہ ہے کہ کیا میں چاہتی ہوں کہ بچے ہوں۔ اور یہ بہت بڑا فرق ہے۔ تم سمجھتی ہو اس بات کو کہ میں اپنی صورت حال میں اس کی خواہش نہیں کر سکتی۔"

داریا، الکساندر، روڈا نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اچانک انہیں محسوس ہوا کہ وہ آنا سے اتنی دور ہو گئی ہیں کہ ان کے درمیان اب کچھ ایسے سوالات حائل ہیں جن پر وہ کبھی حقیق نہیں ہو سکتیں اور جن کے بارے میں بات نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

"تو پھر تمہارے لئے یہ اور ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو تم اپنی حیثیت کو درست کر لو؟ ڈالی نے کہا۔

"ہاں، اگر ممکن ہو تو۔" آنا نے اچانک بالکل ہی دوسری، دبلی اور تنہید آواز میں کہا۔

"کیا واقعی طلاق ناممکن ہے؟ میں نے تو سنا تھا کہ تمہارے شوہر راضی ہیں؟"

"ڈالی! اس کے بارے میں میں بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"اچھا تو نہیں کریں گے؟ جلدی سے داریا، الکساندر، روڈا نے آنا کے چہرے پر دکھ کے آثار دیکھ کر کہا۔

"میں صرف یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم چیزوں کو بڑی مایوسی کے ساتھ دیکھتی ہو۔"

"میں؟ بالکل بھی نہیں۔ میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ تم نے دیکھا کہ ڈے نے دے پاسیون (63) و سلفو سکی۔"

"ہاں، اگر کچھ کوں تو مجھے و سلفو سکی کا لہجہ پسند نہیں آیا۔" داریا، الکساندر، روڈا نے بات کا موضوع بدلنے کی خواہش میں کہا۔

"اوہ، ذرا بھی نہیں! اس میں اگلیسی کو مزہ آتا ہے بس اور کچھ نہیں۔ لیکن وہ تو لڑکا ہے اور بالکل میری معنی میں ہے۔ تم سمجھتی ہو نا کہ میں اسے جس طرح چاہے اس طرح چلا سکتی ہوں۔ وہ تو بالکل ویسا ہی ہے جیسا تمہارا گریٹا۔ ڈالی! اچانک انہوں نے اپنی بات بدل دی۔ "تم کتنی ہو کہ میں مایوسی کے ساتھ چیزوں کو دیکھتی ہوں۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ یہ بہت ہی بھیا تک ہے۔ میں بالکل غور دیکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"لیکن مجھے لگتا ہے کہ ضروری ہے۔ جو کچھ بھی ممکن ہو وہ سب کرنا ضروری ہے۔"

"مگر ممکن کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ تم کتنی ہو کہ اگلیسی سے پیار کر لیتا چاہئے اور یہ کہ میں اس کے بارے میں نہیں سوچتی۔ میں نہیں سوچتی اس کے بارے میں! انہوں نے دو ہرایا اور ان کے چہرے پر رحمت لگائی۔ وہ کھڑی ہو گئیں اور تن کر انہوں نے ابھر کر سانس لی اور اپنے بچہ قدموں سے کمرے میں گھلنے لگیں۔ کبھی کبھار وہ رک جاتیں۔ "میں نہیں سوچتی؟ کوئی دن کوئی گھنٹہ ایسا نہیں ہوتا جب میں اس کے بارے میں سوچتی اور اس کے لئے خود کو برا بھلا نہ کہتی ہوں کہ سوچتی ہوں۔ اس لئے کہ اس کے بارے میں خیالات تو مجھے بالکل بنا سکتے ہیں۔ بالکل بنا سکتے ہیں۔" انہوں نے دو ہرایا۔ "جب میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو پھر بغیر مورفین کے سو نہیں سکتی۔ اچھا، خیر۔ سکون کے ساتھ بات کریں گے۔ لوگ مجھ سے کہتے ہیں۔ طلاق۔ اول تو وہ مجھے طلاق دیں گے نہیں۔ اب وہ کاؤنٹس لیدی ایو، ڈوٹا کے ذرا اثر ہیں۔"

داریا، الکساندر، روڈا اپنی کرسی میں سیدھی بیٹھی بیٹھی درد مند بھر دی بھرے سے سر کھاکر حلقی



ہوئی آتنا کو بھتی جباری حسی۔

”کو شش تو کرنی چاہئے“ انہوں نے دہی زبان سے کہا۔

”فرض کرو کہ کو شش کی۔ اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟“ انہوں نے کہا اور بظاہر ان خیالات کا اظہار کیا جو ہزاروں بار سوچے جا چکے تھے اور زبانی یاد ہو گئے تھے۔ ”اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جو ان سے نفرت کرتی ہوں پھر بھی ان کے سامنے قصور وار ہوں گے کا اعتراف کرتی ہوں“ اور میں سمجھتی ہوں کہ وہ بیڑے فیاض ہیں میں ان کو خط لکھنے کی ذلت گوارا کروں۔۔۔ پلو فرض کرو کہ میں کو شش کروں اور لکھ دوں۔ تو مجھے یا تو جین آجیزو اب ملے گا یا رضامندی۔ اچھا مان لو کہ مجھے رضامندی مل گئی۔۔۔ اس وقت آتنا کمرے کے دروازے کو نے میں حسی اور وہیں کھڑی ہو گئیں۔ وہ کھڑکی کے پردے کو کچھ ٹھیک کر رہی تھیں۔ ”مجھے رضامندی مل گئی اور بے۔۔۔ بیٹا؟“ آخر وہ لوگ اسے تو مجھے نہیں دیں گے۔ آخر وہ تو باپ ہی کے پاس جس کو میں نے چھوڑ دیا ہے بڑا ہو گا اور مجھے حقارت کی نظر سے دیکھے گا۔ تم اس بات کو سمجھو کہ میں بس دوسری ہستیوں سے لگتا ہے کہ یکساں مگر سرسورت دونوں سے اپنے سے زیادہ محبت کرتی ہوں۔۔۔ سر پہ ڈالے اور اٹھ گئی۔

وہ سچ کمرے میں آگئیں اور بیٹے پر ہاتھ باندھ کر ڈالی کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ سفید ڈرننگ گاؤن میں وہ خاص طور سے لمبی اور بھرے بدن کی لگ رہی تھیں۔ انہوں نے سر جھکا لیا اور بھوسوں کے پیچھے سے نم چھتی ہوئی آنکھوں سے چھوٹی سی دہلی پتلی اور اپنا بیچ نہ دار ڈرننگ جیکٹ پہنے رات کی ٹوپی لگا گئے بیجان سے کپکپاتی ہوئی ڈالی کو دیکھا۔

”بس انہیں دوسریوں سے میں محبت کرتی ہوں اور وہ ایک دوسرے کو خارج کر دیتی ہیں۔ میں ان دونوں کو کچا نہیں کر سکتی اور بس میں یہی چاہتی ہوں۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا کسی بھی کسی بھی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔ کسی نہ کسی طرح یہ ختم ہی ہو جائے گا“ اسی لئے میں اس کے بارے میں بات نہیں کر سکتی مجھے پسندی نہیں ہے۔ تو مطلب یہ کہ اس کے لئے تم مجھے ملامت نہ کرنا مجھے برا بھلا نہ کہنا۔ تم اپنی پاکیزگی کی وجہ سے اس سب کو مجھے ہی نہیں سکتیں جو میں بھگت رہی ہوں۔“

وہ آکر ڈالی کے پاس بیٹھ گئیں اور قصور وار نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”تم کیا سوچتی ہو؟ تم کیا سوچتی ہو میرے بارے میں؟ تم مجھے حقارت کی نظر سے مت دیکھنا۔ میں حقارت کی مستحق نہیں ہوں۔ میں بچ بچ دکھی ہوں۔ اگر کوئی دکھی ہے تو وہ میں ہوں“ انہوں نے کہا اور دوسری طرف منہ کر کے روئے گئیں۔

جب ڈالی اکیلے رہ گئیں تو انہوں نے خدا سے دعا کی اور بستر پر لیٹ گئیں۔ آتنا پر اس وقت انہیں بچے دل سے ترس آرہا تھا جب وہ باتیں کر رہی تھیں لیکن اب وہ اپنے آپ کو ان کے بارے میں سوچنے پر مجبور نہ کر سکتی تھیں۔ مگر اور بچوں کی یاد ایک خاص اور خود ان کے لئے نئی دلکشی کے ساتھ ایک کچھ بالکل ہی نئی روشنی میں ان کے ذہن میں تازہ ہو گئی۔ اب یہ ان کی دنیا انہیں اتنی عزیز اور پیاری لگ رہی تھی کہ وہ کسی قیمت پر بھی اس سے باہر کچھ دن بھی اور نہ گزارنا چاہتی تھیں اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل وہ ضرور مل جائیں گی۔

اس اثنا میں آتنا اپنے کمرے میں واپس آئیں اور انہوں نے ایک جام لے کر اس میں ایک دوا کے چند قطرے ڈالے جس کا ہم جزو مورفین پر مشتمل تھا۔ اسے پی کر وہ ڈاڈر بے حس و حرکت بیٹھی رہیں اور پھر

پر سکون اور خوش دلی کے ساتھ سونے کے کمرے میں چلی گئیں۔

جب وہ سونے کے کمرے میں داخل ہوئیں تو دروہشی نے انہیں غور سے دیکھا۔ اس نے اس بات چیت کے آثار تلاش کئے جو وہ جانتا تھا کہ انہوں نے ڈالی کے کمرے میں اتنی دیر وہ کران کے ساتھ ضروری کی ہو گی۔

لیکن ان کے چہرے کے تاثرات میں جو ضبط کردہ بیجان کا اور کچھ چھپانے کا سا تھا اسے کچھ بھی نہ ملا سوائے ان کی خوبصورتی کے جس کا وہ عادی ہو چکا تھا پھر بھی اس کے لئے وہ ابھی تک مسکور کن تھی اس خوبصورتی کے علم اور اس خواہش کے کہ یہ اس پر اثر کرے۔ وہ ان سے یہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں نے کیا باتیں کیں لیکن اسے امید تھی کہ وہ خود ہی کچھ نہ کچھ بتائیں گی۔ لیکن انہوں نے صرف اتنا کہا:

”مجھے بڑی خوشی ہے کہ ڈالی جیسے اچھی لگیں۔ سچ ہے نا؟“

”ہاں“ آخر میں انہیں بہت دنوں سے جانتا ہوں۔ لگتا ہے وہ بڑی نیک ہیں سہ۔ اکیسہ من تینا تھنے۔

(64) پھر بھی ان کے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

اس نے آتنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کو سوالیہ نظر سے دیکھا۔

وہ اس کی اس نظر کو مختلف طرح سے سمجھیں اور اس پر مسکرا دیں۔

اگلی صبح کو اپنے میزبانوں کی انتہا اور اصرار کے باوجود داریا الکساندر روٹانے جانے کی تیاری کر لی۔ لیون کا کوچہ ان اپنا کوٹ پہنے جو تیار نہیں رہ گیا تھا اور ملی دلی بیٹ لگا گئے اٹھل بے جوڑ کھوڑے جوتے ہوئے پیچ نہ لگے پاؤں ان جڑی تھیں لے کر اس لیکن پر غم صورت بنائے پور ٹیکو میں داخل ہو اسیں رست چھٹی تھی۔

داریا الکساندر روٹا بڑی بیدلی کے ساتھ پرنس واروار اور مردوں سے رخصت ہو گئیں۔ دن بھر ایک ساتھ گزار کر وہ اور میزبان اچھی طرح محسوس کر رہے تھے کہ ایک دوسرے کے لئے موزوں نہیں ہیں اور ان کا ساتھ نہ رہنا ہی اچھا ہے۔ صرف آتنا کو رنج تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ اب ڈالی کے جانے کے بعد کوئی بھی ان کے دل میں ان جذبات کو نہ اکسائے گا جو اس ملاقات کے دوران میں ابھر آئے تھے۔ ان جذبات کا اکسایا جانا ان کے لئے تکلیف دہ تھا پھر بھی وہ جانتی تھیں کہ یہ ان کے دل کا بہترین حصہ تھا اور یہ کہ ان کے دل کا یہ حصہ اس زندگی میں جو وہ بسر کر رہی تھیں جلد ہی ٹھہر کر رہ جائے گا۔

باہر میدان میں آکر داریا الکساندر روٹا کو جی ہلکا ہو جانے کا خوشگوار احساس ہوا اور وہ جانتی تھیں کہ نوکروں سے پوچھیں کہ ان لوگوں کو دروہشی کے ہاں کیسا لگا لیکن کوچہ ان غلبہ نہیں پڑے خودی کہہ اٹھا:

”دولت مند تو خیر ہوں گے لیکن ہمارے گھوڑوں کو بس تین تپ جی دی۔ مرغا بولنے کے وقت تک سب صاف کر گئے۔ تین تپ ہو تابی کیا ہے؟ بس منہ جو ٹھاکرے بھر کا۔ آج کل تو سرائیوں میں بھی دیتا لیس کو کپک تپ کے حساب سے ملتی ہے۔ ہمارے ہاں تو آنے والوں کو اتنا دیا جاتا ہے جتنا وہ کھاتے ہیں۔“

”مالک تجھ سے“ غشی نے تائید کی۔

”اچھا جیسے ان کے گھوڑے تو پسند آئے؟“ ڈالی نے پوچھا۔

”گھوڑے۔۔۔ تو ٹھات کے تھے۔ اور کھانا بھی اچھا تھا۔ لیکن داریا الکساندر روٹا مجھے تو کچھ اتنا ہٹ سی گئی مجھے پتہ نہیں آپ کو کیسا لگا“ اس نے اپنا بیچ اور نیک چہرہ ان کی طرف موڑ کر کہا۔

”ہاں مجھے بھی۔ تو کیا شام تک بیچ جائیں گے؟“



کے لئے یاد دہانوں کے لئے اسے شرمناک ہوتا تو ایک ہنگامہ نہ ہوتا تو دروہی اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن ہوتا۔ اپنے لئے جس رول کا اس نے انتخاب کیا تھا، دولت مند جاگیردار کا رول، جنہیں روسی طبقہ امرا کا مرکزی جز ہونا چاہئے، نہ صرف یہ کہ پوری طرح اس کے ذوق کے مطابق تھا بلکہ اب جبکہ وہ چھ بیٹے اس طرح کی زندگی بسر کر چکا تھا تو یہ رول اس کو بڑھتی ہوئی خوشی اور طمانیت بھی فراہم کرتا تھا۔ اور اس کے سارے امور بہت اچھی طرح چل رہے تھے اور ان میں وہ روز بروز زیادہ مصروف رہنے لگا تھا اور زیادہ کشش محسوس کرنے لگا تھا۔ ہسپتال پر، مہینوں پر، سوئٹز لینڈ سے منگوائی جانے والی گاڑیوں پر اور بہت سی دوسری چیزوں پر جو زبردست رقم خرچ ہوئی تھی اس کے باوجود اسے یقین تھا کہ اس نے اپنی ملکیت کو ضائع نہیں کیا بلکہ اس میں اضافہ کیا ہے۔ جہاں آمدنی کا معاملہ ہوتا، جنگلات، مہینوں، اون کی فروخت اور لگان پر زمین دینے کا سوال ہوتا وہاں دروہی ہتھیار کی طرح سخت ہوتا۔ اس کو اپنی قیمت پر اڑے رہنے کا ذہب آتا تھا۔ یہاں کی اور دوسری جاگیروں میں بڑی کھیتی باڑی کے معاملے میں وہ سادہ ترین اور بالکل بے خطر طریقے اختیار کرتا اور کھیتی باڑی کی پھوٹی پھوٹی چیزوں کے بارے میں حد درجہ محتاط اور حساب کتاب رکھنے والا شخص تھا۔ جرنل کی ساری چالاکی اور چال بازی کے باوجود، جو اس کو چیزیں خریدنے پر بالکل کر تیار کرنا اور ہر چیز کو اس طرح پیش کرنا کہ پہلے تو بہت زیادہ کی ضرورت تھی لیکن سوچنے کے بعد یہ لگتا کہ یہی چیز سستے میں بنوائی جاسکتی ہے اور منافع بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، دروہی اس کی چالوں میں نہ آتا۔ وہ ناظم کی بات سنتا، اس سے سوالات کرتا اور صرف اسی وقت اس سے متفق ہوتا جب کہ آرڈر دی جانے والی یا بنوائی جانے والی مشین جدید ترین روس میں جب تک معلوم اور ایسی ہوتی کہ لوگ اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ جائیں۔ اس کے علاوہ بڑے اخراجات کا فیصلہ وہ بھی کرتا جب تاخیر رقم ہوتی اور یہ اخراجات کرنے کے بعد وہ ساری تنصیلات پر نظر رکھتا اور اس بات پر اصرار کرتا کہ اپنی رقم کے بدلے میں بہترین چیز حاصل کرے۔ چنانچہ جس طرح وہ اپنے امور کو چلاتا تھا اس سے یہ بات صاف تھی کہ وہ اپنی جائیداد کو ضائع نہیں کر رہا ہے بلکہ بڑھا رہا ہے۔

اکتوبر کے مہینے میں کاشین صوبے میں طبقہ امرا کے انتخابات تھے۔ اسی صوبے میں دروہی، سویا وٹسکی، کوزنیشیت، ایلوہسکی کی جائیدادیں تھیں اور لیون کا بھی پھوٹا سا حصہ تھا۔

بہت سے حالات اور ان میں حصہ لینے والی شخصیتوں کی بنا پر یہ انتخابات عام تو جہ کامرکزیں گئے۔ ان کے بارے میں بہت باتیں ہوئیں اور ان کے لئے تیاریاں کی گئیں۔ ماسکو پریس برگ اور پریس میں رہنے والے لوگ بھی، جو بھی انتخابات میں نہیں آئے تھے، ان انتخابات کے لئے آئے۔

دروہی نے بہت دنوں پہلے ہی سویا وٹسکی سے وعدہ کر لیا تھا کہ ان میں آئے گا۔

انتخابات سے پہلے سویا وٹسکی، جو زردو، شکوہے اکثر آتا تھا، دروہی کو لینے آیا۔

اس سے پہلے والے دن دروہی اور آنا کے درمیان اسی مجوزہ سفر کے سلسلے میں تقریباً بھڑا ہو گیا۔ خزاں کا موسم بہت میں سب سے گراں اور بے کیف تھا اس لئے دروہی نے جدوجہد کے لئے تیار ہو کر انتخابی سرد اور تند صورت بنا کر، جس طرح اس نے پہلے بھی آنا سے بات نہ کی تھی، اپنے جانے کے بارے میں اطلاع دی۔ لیکن جب آنا نے اس خبر کو بڑے سکون کے ساتھ سنا اور صرف یہ پوچھا کہ وہ کب واپس آئے گا تو وہ ششدر رہ گیا۔ اس نے فوراً انہیں دیکھا اس لئے کہ یہ سکون اس کی سمجھ میں نہ آیا تھا۔ اس کو دیکھنے پر وہ مسکرائیں۔ وہ ان کی اس صلاحیت کو جانتا تھا جب آنا اپنے آپ میں بند ہو جاتی تھیں اور جانتا تھا کہ یہ بھی

”ضرور پہنچ جاتا ہے۔“

گھر واپس آکر اور سب کو بخیر و عافیت اور خاص طور سے میاں پاکر دیا اگلے سال روٹانے پر ہی زندہ دلی کے ساتھ اپنے سفر کا حال بیان کیا اور بتایا کہ ان کا استقبال کتنی اچھی طرح کیا گیا، دروہی خاندان کے گھر میں کتنا شاندار سامان اور خوش ذوقی ہے، کیسا خوشگوار کاما حل ہے۔ انہوں نے ان لوگوں کے خلاف کسی کو بھی کچھ نہیں کہنے دیا۔

”آنا اور دروہی کو جاننے کی ضرورت ہے۔ دروہی کو اب کی ہی بار میں نے زیادہ جانا۔ جمعی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ کتنے پیارے اور متاثر کرنے والے ہیں“ اس وقت انہوں نے بالکل غلوں کے ساتھ کہا۔ وہاں انہیں بے اطمینانی اور اٹ پٹے پن کا جو بہم احساس ہوا تھا اسے وہ بالکل بھول چکے تھے۔

## 25

دروہی اور آنا نے انہیں حالات میں، اسی طرح طلاق کے لئے کوئی اقدام کے بغیر پوری گریاں اور خزاں کا ایک حصہ دیہات میں بسر کیا۔ ان کے درمیان یہ طے ہو گیا تھا کہ وہ لوگ کیسے نہیں جاسکیں گے لیکن دونوں محسوس کرتے تھے، جتنا دیر اکیلے رہے اتنی زیادہ اور خاص طور سے خزاں میں اور مسالوں کے بغیر کہ وہ اس زندگی کو برقرار نہ رکھ سکیں گے اور اس میں تبدیلی کتنی بڑے گی۔

لگتا تو یہ تھا کہ زندگی ایسی تھی کہ اس سے بہتر کی تمنا کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی، صحت تھی، جمعی تھی اور دروہی اور آنا دونوں کی مصروفیات تھیں۔ مسالوں کے بغیر بھی آنا بالکل اسی طرح مصروف رہتی تھیں اور پڑھنے میں بہت وقت صرف کرتی تھیں۔ ناول بھی اور سنجیدہ کتابیں بھی، جو مقبول ہوتیں۔ وہ آرڈر دے کر ان ساری کتابوں کو منگواتیں جن کا ذکر تفریق کے ساتھ بیرونی اخباروں اور رسالوں میں کیا جاتا تھا جو انہیں ملتے تھے۔ اور پڑھنے میں اس توجہ کے ساتھ جو صرف تھائی میں حاصل ہوتی ہے وہ سب کچھ پڑھا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان سب چیزوں کا مطالعہ، جن میں دروہی مصروف رہتا تھا، انہوں نے کتابوں اور خاص رسالوں سے اس طرح کیا کہ دروہی اکثر دینی معاشیات، فن، تعمیر بلکہ کبھی کبھی گھوڑوں کی افزائش اور اسپورٹس سے متعلق سوالوں کے سلسلے میں براہ راست ان سے رجوع کرتا۔ اسے ان کے علم اور حافظے پر حیرت ہوتی۔ شروع شروع میں وہ شک کرتا اور چاہتا کہ کتابوں سے اس کی تصدیق و تائید ہو جائے اور آنا وہ چیزیں جن کے بارے میں وہ سوال کرتا کتابوں میں تلاش کر کے اسے دکھا دیتی۔

وہ ہسپتال کی تعمیر میں بھی اپنا وقت صرف کرتی۔ انہوں نے صرف یہی نہیں کہ مدد کی بلکہ بہت کچھ انتظامات کئے اور بہت سی چیزیں خود سوچیں۔ لیکن ان کی خاص فکر مصروفیت وہ خود تھیں۔ وہ دروہی کو کتنی عزیز ہیں، کس حد تک وہ اس کو ان ساری چیزوں کا بدلہ دے سکتی ہیں جو اس نے چھوڑ دی ہیں۔ دروہی اس چیز کی قدر کرتا تھا جو ان کی زندگی کا واحد مقصد بن گئی تھی۔ یہ خواہش کہ اسے صرف اچھی ہی نہ لگیں بلکہ اس کی خدمت بھی کریں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ وہ محبت کے ان چالوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی بھی کوشش کرتا جن میں آنا اسے بیکار سے رہنا چاہتی تھیں۔ جتنا زیادہ وقت گزرتا جاتا تھا، جتنا زیادہ وہ خود کو ان چالوں میں بیکار ہو دیکھتا تھا اتنی زیادہ اس کا خیال نہ چاہتا کہ وہ یہ نہیں کہ ان سے نکل جائے بلکہ یہ کہ آنا کو دیکھنے کے لیے جال اس کی آزادی میں محسوس ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر آزاد ہونے کی یہ بڑھتی ہوئی خواہش نہ ہوتی اور ہر بار جب اجلاس



ہوتا ہے جب وہ اپنے دل میں کچھ نہ کچھ طے کر لیتی ہیں اور اس کو اپنے منصوبوں کے بارے میں نہیں بتاتیں۔ اس سے وہ ڈرتا تھا لیکن ہنگاموں اور تماشوں سے وہ اس قدر بچتا چاہتا تھا کہ اس نے ظاہر کیا اور ایک حد تک غلوں کے ساتھ اس پر بھروسہ بھی کر لیا جس پر وہ بھروسہ کرنا چاہتا تھا۔ یعنی ان کی عقل سلیم پر۔

”مجھے امید ہے کہ تم آکاؤں کی نہیں؟“

”ہاں امید تو ہے“ آکاؤں نے کہا۔ ”کل ہی مجھے کوئٹے (65) کے ہاں سے کتابوں کا پارسل ملا ہے۔ میں اس آکاؤں کی نہیں۔“

وردی نے سوچا ”اگر وہ ایسا لحد اختیار کرنا چاہتی ہیں تو بہتر ہی ہے۔ میں تو پھر وہی سب شروع ہو جائے گا۔“

چنانچہ وہ ان سے صاف صاف بات کرنے کے لئے اصرار کے بغیر اختیارات میں چلا گیا۔ یہ ان لوگوں کے تعلق کے آغاز سے اب تک پہلی بار ہوا تھا کہ وہ پوری طرح سے سب کچھ سمجھائے بغیر ان سے جدا ہوا تھا۔ ایک طرف تو یہ اس کے لئے پریشانی کا باعث تھا لیکن دوسری طرف سے اسے لگا کہ بہتر ہے۔ ”شروع میں کچھ مبہم اور پر اسرار سا انداز رہے گا جیسے اب ہے اور پھر وہ عادی ہو جائیں گی۔ اور سر حال میں انہیں اپنا سب کچھ دے سکتا ہوں لیکن اپنی مردانہ آزادی تو نہیں دے سکتا“ اس نے سوچا۔

## 26

کیٹی کی زچگی کے لئے لیون ستر میں ماسکو آیا۔ وہ ماسکو میں ایک مینیج سے بیکاری تھا جب سرگئی ایو نوویچ نے جن کی جائیداد کا شین صوبے میں تھی اور آئندہ اختیارات کے سوالوں میں وہ بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے اختیارات کے لئے جانے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنے بھائی سے بھی ملنے کو کہا جس کا ایک دوٹ سیلر نیٹسک ضلع کی طرف سے تھا۔ اس کے علاوہ کا شین میں لیون کو ایک ضروری کام بھی تھا۔ اس کی بہن جو پردیس میں رہتی تھیں ان کی تولیت کا اور چھٹکارے کی رقم (66) حاصل کرنے کا معاملہ تھا۔

لیون ابھی کچھ طے نہیں کر پایا تھا لیکن کیٹی نے یہ دیکھ کر کہ وہ ماسکو میں اب رہا ہے اس کو مشورہ دیا کہ وہ چلا جائے اور اس کو تانے بغیر اس کے لئے طبقہ امرا والی وردی بھی آرڈر کر دی جو ۸۰ روپوں کی تھی۔ اور وردی کے لئے ادا کی جانے والی ۸۰ روپوں کی رقم خاص وجہ تھی جس کی بنا پر لیون کو جانا پڑا۔ وہ کا شین چلا گیا۔

کا شین میں لیون کو آئے ہوئے چھٹانوں تھا۔ روز وہ اجتماع میں شرکت کرتا اور بہن کے معاملات کے بارے میں سرگرواں رہتا جو ٹھیک نہیں ہو رہے تھے۔ طبقہ امراء کے سارے مارشل اختیارات میں مصروف تھے اور اس انتہائی سادہ معاملے کو بھی طے کرنا ممکن نہ تھا جس کا تعلق تولیت سے تھا۔ دوسرا معاملہ رقم وصول کرنے کا تھا۔ اس میں بھی ایسی ہی مشکلیں پیدا ہوئیں۔ قانونی تفصیلات سے بہت دیر تک سرکھانے کے بعد رقم اس کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئی لیکن نوٹری جو بہت سی کارگزاریاں گھنٹوں کا کام لے دے سکا اس لئے کہ صدر کے دستخط ہونے چاہئے تھے جو کسی کو ذمہ داری سپرد کے بغیر اجلاس میں چلے گئے تھے۔ ان ساری ٹھکروں ”ایک جگہ سے دوسری جگہ مارے مارے پھرے“ بہت ہی نیک اور اچھے لوگوں سے ہاتھیں کرنے سے ”جو درخواست دینے والے کی حالت کی ناخوشگوار کی کو پوری طرح سمجھتے تھے لیکن اس کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ اس سارے تناؤ سے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا“ لیون میں ایک طرح کا اذیت بخش احساس پیدا ہوا جو اس جھنجھلا دینے

والی بے بسی سے ملتا جلتا تھا جس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب آدمی خواب میں جسمانی قوت استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا احساس اسے اکثر اپنے نیک دل وکیل سے ہاتھیں کرتے وقت ہوتا۔ لگتا تھا کہ اس وکیل نے ہر ممکن کوشش کی اور اپنی سوجھ بوجھ کی ساری قوت لگا دی کہ لیون کو اس مشکل سے نکالے۔ اس نے کئی بار کہا ”اب یہ آزما کر دیکھئے۔ فلاں جگہ چلے جائیے!“ اور وہ لیون کو پورا منصوبہ بنا کر دے دیتا کہ مقدمہ میں کھسی رکاوٹ سے وہ بچ کر نکل جائے جو ہر چیز میں غلط انداز ہوتی ہے۔ لیکن فوراً ہی یہ بھی اضافہ کرتا ”پھر بھی رکاوٹ ڈالیں گے“ سر حال آپ آزما لیجئے۔“ اور لیون آزما رہا ”جگہ جگہ جاتا اور طرح طرح کے لوگوں سے ملتا رہا۔ سب لوگ بڑے نیک اور مہربان تھے لیکن یہ بھی چٹا کہ جس رکاوٹ سے وہ بچ کر نکلتا چاہتا وہ پھر سے نمودار ہو جاتی اور اس کے راستے کو بند کر دیتی۔ خاص طور سے توہین کا احساس اس بات پر ہوتا کہ لیون کسی طرح نہ سمجھ سکا کہ وہ کس کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے کس کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے کس کا معاملہ طے نہ ہو۔ لگتا ہے تھا کہ اس بات کو کوئی بھی نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ وکیل بھی نہ جانتا تھا۔ اگر لیون اس بات کو اس طرح سمجھ سکتا جیسے وہ سمجھتا تھا کہ ریلے اسٹیشن کی ٹکٹ کی کھڑکی پر اور کسی طرح پہنچتا ممکن نہیں ہے سوائے اس کے کہ قطار میں کھڑا ہوا جائے“ تو اسے توہین کا احساس نہ ہوتا اور نہ جھنجھلا ہٹ ہوتی۔ لیکن کوئی بھی لیون کو یہ نہ سمجھا سکا کہ آخر اس کے معاملے میں رکاوٹوں کا وجود کس لئے ہے۔

مگر جب سے شادی ہوئی تب سے لیون بہت بدل چکا تھا۔ وہ متحمل مزاج ہو گیا تھا اور جب وہ نہیں سمجھ پاتا تھا کہ یہ سارا بندوقست کس لئے اس طرح سے کیا گیا ہے تو وہ اپنے آپ سے کہتا کہ چونکہ وہ سارے حالات سے واقف نہیں ہے اس لئے وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ غالباً اسی طرح ہونا چاہئے۔ وہ کوشش کر تاکہ اگلے نہیں اور پریشان نہ ہو۔

اب اختیارات میں موجودہ کر اور ان میں شرکت کرتے ہوئے بھی وہ اسی طرح کوشش کر تاکہ ان کی تنقید نہ کرے ”بحث نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے اس معاملے کو سمجھ سکے جس میں اسنے اچھے اور عزت دار لوگ“ جن کا وہ احرام کرتا تھا ”اتنی سنجیدگی اور انہماک سے مصروف تھے۔ شادی کے بعد سے لیون کو اسنے اپنے اور سنجیدہ پہلو نظر آنے لگے تھے“ جو پہلے ان کے سلسلے میں اس کی سرسری راپوں کی وجہ سے اسے پوچھ لگتے تھے کہ اس نے اختیارات کے معاملے میں بھی اہم معنی فرض کرنے اور انہیں تلاش کرنے لگا۔

سرگئی ایو نوویچ نے اسے اختیارات میں تجویز کردہ شدید تبدیلی کا مفہوم اور اس کی اہمیت ”بھائی۔ صوبے کے طبقہ امراء کے مارشل کے ہاتھوں میں قانون کی رو سے بہت سے اہم معاشرتی معاملات۔“ انہیں میں تولیت کا معاملہ بھی تھا جس کو لیون بھگت رہا تھا ”اور طبقہ امراء کی زبردست رقم“ عورتوں ”مردوں اور“ فوجوں کے ہائی اسکول“ اور نئی صورت حال کے مطابق عوامی تعلیم اور پھر زبردست امور ہوتے تھے۔ صوبے کے طبقہ امراء کے مارشل اسٹینکوف طبقہ امراء کے پرانی قسم کے محض تھے جو ایک بہت بڑی جائیداد خرچ کر رہے تھے ”نیک آدمی تھے“ اپنے طریقے سے ایماندار تھے لیکن وہ نئے زمانے کے تقاضوں کو بالکل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ بیحد ہر چیز میں طبقہ امراء کی جائیداد کی کرتے تھے ”وہ عوامی تعلیم کو پھیلانے کی کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے۔ زبردست کو لازمی طور پر زبردست اہمیت کا حامل ہونا چاہئے تھا لیکن انہوں نے اس کو بالکل جائیداد کی نوعیت کا بنا دیا تھا۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان کی جگہ کوئی نیا“ اس زمانے کے خیالات والا“ کارگزار آدمی بٹھایا جائے“ اور معاملے کو یوں انجام دیا جائے کہ طبقہ امراء کو ”طبقہ امراء کی حیثیت سے نہیں بلکہ زمستوہ کے اراکین کی حیثیت سے بہتے



بھی حقوق دیئے گئے ہیں ان سے خود انتظامی کے وہ سارے فوائد لے لئے جائیں جو لے جاسکتے ہوں۔ مالدار کاشین صوبہ ہر معاملے میں دوسروں سے پیش آگے رہتا تھا اور یہاں اب ایسی قومیں جمع ہو گئی ہیں کہ اگر معاملے کو یہاں اس طرح انجام دیا جائے جیسے دیا جانا چاہئے تو یہ دوسرے صوبوں کے لئے بلکہ پورے روس کے لئے مثال کا کام دے سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سارا معاملہ بہت سی اہم ہے۔ اینٹیکوف کی جگہ طبقہ امرا کا مارشل یا تو سویا ڈسکی کو یا پھر اس سے بھی بہتر نیدر و فکس کو بنانے کی تجویز تھی۔ موخر الذکر پہلے پروفیسر تھے بہت دانشمند انسان اور سرگئی ایچ انودوچ کے کمرے دوست تھے۔

اجتماع کا افتتاح گورنر نے کیا جنہوں نے امرا سے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ ڈیڑھ وار مضمینوں کا انتخاب روا داری اور ذاتی پسند یا پسند کی بنا پر نہیں بلکہ خدمات کی بنا پر اور وطن کی بھلائی کے لئے کریں اور یہ کہ انہیں امید ہے کہ کاشین صوبے کا شریف، نسل طبقہ امرا سابق انتخابات کی طرح اپنا فرض شاندار طریقے سے ادا کرے گا اور اس اعتماد کو حق بجانب ثابت کرے گا جو اعلیٰ حضرت زار کو اس پر ہے۔

تقریر ختم کر کے گورنر جنرل ہال سے چلے گئے اور طبقہ امرا کے افراد پر شور مچا دیا اور پھر تھک چکا تھا تو پچھان آئیز خوشی کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے گئے اور اس وقت تک انہیں گھیرے کھڑے رہے جب تک کہ اپنا فرکوت پھن رہے تھے اور صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل سے دوستانہ انداز میں بات چیت کر رہے تھے۔ لیون، جو ان سب چیزوں میں ڈھیل ہوتا اور کوئی چیز نہ چھوڑتا چاہتا تھا وہیں بھیڑ میں کھڑا ہوا تھا اور اس نے گورنر کو کہتے سنا "مریائی کر کے مارا گولا پھینکا ہے کہ دیکھتے گا کہ میری بیوی کو بڑا افسوس ہے کہ انہیں جیتیم خانے جانا ہے۔" اور اس کے بعد امرا نے خوش خوش اپنے اپنے فرکوت پہنے اور بڑے مگر جاکے لئے روانہ ہو گئے۔

بڑے مگر جاکے لویا نے بھی دوسروں کی طرح ہاتھ اٹھا کر اور اعلیٰ زمین کے الفاظ کو دوہرا کر انتہائی بھانک لفظوں کے واسطے سے حلف لیا کہ وہ ان تمام چیزوں کی تکمیل کریں گے جن کی امید گورنر نے ظاہر کی ہے۔ مگر بے کی رسم عبادت لیون کو پیش متاثر کرتی تھی اور جب اس نے یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے کہ "صلیب کو بوسہ دیتا ہوں" اور مڑ کر ان جوان اور بوڑھے لوگوں کی بھیڑ نظر ڈالی جو انہیں الفاظ کو دوہرا رہے تھے تو اسے محسوس ہوا کہ اس کا دل بھر آیا ہے۔

دوسرے اور تیسرے دن طبقہ امرا کی رقوم اور عورتوں کے ہائی اسکول کے معاملات چلتے رہے جو جیسا کہ سرگئی ایچ انودوچ نے سمجھایا، کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ لیون اپنے کام کے سلسلے میں آنے جانے میں مصروف رہا اور اس نے ان پر نظر نہیں رکھی۔ چوتھے دن صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کی میز کے گرد صوبے کی رقوم کی آمد و صرف کی جانچ ہوئی۔ اور تب پہلی بار نئی پارٹی کا تصادم پرانی پارٹی سے ہوا۔ رقوم کی جانچ کرنے کا کام جس کمیشن کے پرد کیا گیا تھا اس نے اجتماع کو مطلع کیا کہ ساری رقوم پوری طرح صحیح تھیں۔ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کھڑے ہوئے "انہوں نے اعتماد کے لئے طبقہ امرا کا شکریہ ادا کیا اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ امرا نے پر زور تائیاں بھانسیں اور مگر جو شے کے ساتھ ان سے ہاتھ ملایا۔ لیکن اسی وقت سرگئی ایچ انودوچ کی پارٹی کے ایک جاگیردار نے کہا کہ اس نے سنا ہے کہ کمیشن نے رقوم کی جانچ نہیں کی یہ سمجھ کر کہ حساب کی جانچ پر تال سے صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کی توہین ہوگی۔ کمیشن کے ایک رکن نے بھی بے اعتیادگی میں اس کی تصدیق کر دی۔ تب ایک پست قد، دیکھنے میں بہت سی جوان لیکن بہت سی ذہنی زبان والے صاحب یہ کہنے کھڑے ہوئے کہ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل غالباً رقوم کا حساب دینے کے لئے بخوشی راضی

ہوں گے اور یہ کہ کمیشن کے اراکین کی یہ فضول موت انہیں اس لمبائیت اور خوشی سے محروم رکھ رہی ہے۔ اس پر کمیشن کے اراکین نے اپنے اعلان سے انکار کر دیا اور سرگئی ایچ انودوچ نے منتقلی طریقے سے ثابت کرنا شروع کیا کہ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ان اراکین نے رقوم کی جانچ کی ہے یا نہیں کی ہے۔ اور انہوں نے اس جھٹک سوال پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ سرگئی ایچ انودوچ کی مخالفت دوسری پارٹی کے ایک لفظ مخلص نے کی۔ اس کے بعد سویا ڈسکی نے اور پھر زہرے صاحب نے تقریریں کیں۔ مباحثہ دیر تک چلا رہا تھا اور اس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ لیون کو بڑا تعجب ہوا کہ اس معاملے پر اتنی لمبی بحث ہوئی، خاص طور سے اس کے لئے کہ جب اس نے سرگئی ایچ انودوچ سے پوچھا کہ کیا ان کا خیال ہے کہ رقم کے تعریف میں گزری ہوئی ہے تو سرگئی ایچ انودوچ نے جواب دیا:

"ارے نہیں اوہ ایماندار مخلص ہے۔ لیکن طبقہ امرا کے معاملات کو چلانے کے اس پرانے پرانے طریقے کو مجھوڑنے کی ضرورت تھی۔"

پانچویں دن مصلوں کے طبقہ امرا کے مارشل کے انتخابات ہوئے۔ کئی جمعیلوں میں یہ دن بڑا طوفانی تھا۔ سیلر، نیمسکی خلع میں سویا ڈسکی کو ووٹ شماری کے بغیر اتفاق رائے سے منتخب کر لیا گیا اور اس دن اس نے اپنے گھر پر دعوت کی۔

## 27

چھاندن صوبائی انتخابات کے لئے مقرر کیا گیا۔ چھوٹے اور بڑے ہال سب امرا سے بھرے ہوئے تھے جو طرح طرح کی وردیاں پہنے تھے۔ بہت سے لوگ صرف اسی دن کے لئے آئے تھے۔ جان بچان کے جن لوگوں سے بہت دنوں سے ملاقات نہ ہوئی تھی ان میں سے کوئی کرا نیما سے آیا تھا، کوئی بیٹرس برگ سے اور کوئی پردیس سے۔ وہ سب ان ہالوں میں ایک دوسرے سے ملے۔ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کی میز کے پاس اعلیٰ حضرت زار کی تصویر کے نیچے مہائے ہو رہے تھے۔

بڑے اور چھوٹے دونوں ہالوں میں امرا نے اپنے اپنے ٹیمپ کے اعتبار سے گروہ بندی کر لی۔ اور معاندانہ "بے اعتمادی کی نظروں سے" انجان لوگوں کے قریب آنے پر چپ ہو جانے سے اور اس بات سے کہ چند لوگ سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہوئے طویل راہ داری میں بھی چلے جاتے تھے "صاف نظریہ ہاتھاکر ہر فرقہ دوسرے سے کچھ راز رکھ رہا تھا۔ ظاہری اعتبار سے امرا دو قسموں میں بہت واضح طور پر بٹے ہوئے تھے۔ پرانے اور نئے۔ پرانوں کا بڑا حصہ یا تو طبقہ امرا کی پرانی مین دار و دردی پہنے اور کھار اور بیٹ لگائے تھے یا بحیرہ کی رسالے والی یا بیدیل فوج کی اپنی خاص ملازمتی وردیاں پہنے تھے۔ پرانوں کی وردیاں پرانے طریقے سے کندھوں پر پشنت دار مسلح ہوئی تھیں اور بظاہر وہ چھوٹی ہوئی تھیں، مگر پر چھوٹی اور تنگ ہوئی تھیں جیسے انہیں پہننے والے بڑھ گئے ہوں۔ نوجوان لوگ طبقہ امرا کی نئی بے شکن کی "پنٹی کراور چوڑے کندھوں والی وردیاں" ان کے ساتھ سفید و اسٹیکس یا پھر سیاہ کار و والی وردیاں پہنے تھے جن پر لاوریل کی پتیاں لکھی تھیں جو وزارت انصاف کا نشان تھیں۔ نوجوانوں میں ہی میں وہاں بھیڑ کو زینت بننے والی وردیاں بھی تھیں۔

لیکن جو انوں اور بوڑھوں کی تقسیم پارٹیوں کی تقسیم کے مطابق نہ تھی۔ لیون کے مشاہدے کے مطابق کئی نوجوان بھی پرانوں کی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے اور اس کے برعکس بہت سے بوڑھے امرا بھی سویا ڈسکی



کے ساتھ کھسک پھر کر رہے تھے اور بھارتی پارٹی کے پر جوش طرفدار لگتے تھے۔

لیون چھوٹے ہال میں کھڑا تھا جہاں لوگ سگریٹ پی رہے تھے یا کچھ کھا پی رہے تھے اور اینڈ کی ٹولی کے پاس کان لگائے سن رہا تھا کہ کیا باتیں ہو رہی تھیں اور اپنی ذہنی قوت پر پورا زور دے کر یہ سمجھنے کی سب سے کار کو شش کر رہا تھا کہ کیا کما جا رہا تھا۔ سرگئی ایو انووچ ایک مرکز تھے جن کے گرد دوسرے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اب وہ سویا ڈسکی اور نلیہ ستوف کی باتیں سن رہے تھے جو دوسرے ضلع کا مارشل اور انیس کی پارٹی کا تھا۔ نلیہ ستوف اس بات پر رضامند نہیں تھا کہ وہ اپنے ضلع سے امیدوار کی طرح کھڑے ہونے کے لئے اینٹیکوف سے درخواست کرے۔ سویا ڈسکی اسے ایسا کرنے پر راضی کر رہا تھا اور سرگئی ایو انووچ بھی اس منصوبے کی تائید کر رہے تھے۔ لیون کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معاندانہ پارٹی کیوں اسی مارشل سے امیدوار بننے کی درخواست کر رہی تھی جسے وہ ہرانا چاہتی تھی۔

اسٹی پان ارکاڈ سچے بس ابھی ابھی کھاپی کی قمار خور ہوئے تھے۔ وہ اپنے حط اور بھار لگے رومال سے منہ پونچھتے ہوئے اپنی شای ایو ان خاص کے رکن والی وردی پنے ان لوگوں کے پاس آئے۔ انہوں نے اپنی گل چھپوں کو ٹھیک کرتے ہوئے کہا "سرگئی ایو انووچ ہم اپنی پوزیشن پر قائم ہیں۔" اور جو بات چیت ہو رہی تھی اسے سن کر انہوں نے سرگئی ایو انووچ کی رائے کی تائید کی۔ "بس ایک ضلع کافی ہے اور سویا ڈسکی تو بظاہر مخالفت کری رہے ہیں" انہوں نے کہا جسے سوائے لیون کے باقی سب لوگ سمجھ گئے۔

"ارے کو ستیا" لگتا ہے جیسے بھی اس کا مزہ آنے لگا "انہوں نے لیون سے مخاطب ہو کر اضافہ کیا اور اس کی کھنی پر ہاتھ رکھ لیا۔ لیون کو تو اگر مزہ آنے لگتا تو وہ بڑا خوش ہو تا لیکن وہ سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ بات کیا ہے۔ باتیں کرنے والوں سے چند قدم ہٹ کر اس نے اپنی نا سمجھی کا اظہار کیا کہ آخر صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل سے کھڑے ہونے کو کیوں کہا جا رہا ہے۔

"اوسا نکتا سپلیٹاس" (67) اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کہا اور مختصر لیکن واضح طور پر لیون کو سمجھایا کہ معاملہ کیا ہے۔

اگر جیسے پچھلے انتخابات میں ہوا تھا ویسے ہی سارے ضلعوں نے صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل سے امیدوار بننے کی درخواست کی تو وہ بغیر رائے شماری کے منتخب ہو جائیں گے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اب آٹھ اضلاع ان سے درخواست کرنے پر رضامند ہیں اگر وہ درخواست کرنے سے انکار کر دیں تو وہ ہو سکتا ہے اینٹیکوف امیدوار بننے سے انکار کر دیں۔ اور تب پرانی پارٹی اینڈ میں سے کسی دوسرے کو امیدوار چن سکتی ہے ایسی صورت میں ان کا سارا سوچا سمجھا منصوبہ بیکار ہو جائے گا۔ لیکن اگر صرف ایک ہی سویا ڈسکی والا ضلع ان سے درخواست نہیں کرے گا تو اینٹیکوف انکیشن ٹریس گے۔ بلکہ کچھ لوگ تو انیس جن لیس گے اور جان بوجھ کر زیادہ ووٹ دیں گے تاکہ مخالف پارٹی اپنے حساب کتاب میں ضرورت سے زیادہ مطمئن ہو جائے اور ہم میں سے امیدوار کھڑا ہو گا تو وہ اس کو زیادہ ووٹ دیں گے۔

لیون سمجھا تو لیکن پوری طرح نہیں اور کچھ سوالات کرتا چاہتا تھا کہ اچانک سارے لوگ ایک ساتھ باتیں کرنے شروع پچانے اور بڑے ہال کی طرف بڑھنے لگے۔

"بات کیا ہے؟ کیا؟ کس کو؟۔۔۔ پروانہ؟ کس کے لئے؟ کیا؟ رو کر رہے ہیں؟ پروانہ نہیں ہے۔ فلیروف کو

آنے نہیں دے رہے ہیں۔ یہ کیا؟ اس لئے کہ مقدمہ چل رہا ہے؟ ایسے تو کسی کو بھی نہ آنے دیں گے۔ شرم کی بات ہے۔ قانون!" لیون نے مختلف سمتوں سے سنا اور سمجھ کے ساتھ "جو کسی طرف جانے کی جلدی میں تھے اور ڈرتے تھے کہ کچھ دیکھنے سننے سے رو نہ جائے" بڑے ہال کی سمت چلا اور امرا کے مجمع میں گھس ہل کر صوبائی مارشل کی میز کے پاس پہنچ گیا جہاں صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل "سویا ڈسکی" اور دوسرے معاندین میں کسی بات پر گرم بحث ہو رہی تھی۔

28

لیون کافی دور پر کھڑا تھا۔ اس کے پاس کھڑے ہوئے ایک جاگیردار کی بھاری بھاری خرخراتی سانپوں اور دوسرے کے جوتوں کے مونٹے اور چمراٹے ہوئے ٹکڑوں نے اسے صاف کچھ بھی نہ سننے دیا۔ دور سے اس نے بس مارشل کی نرم آواز اور پھر زہریلی زبان والے جاگیردار کی مبینہ بیچنی آواز اور اس کے بعد سویا ڈسکی کی آواز سنی۔ جہاں تک وہ سمجھ سکا ان لوگوں میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ فلاں دفعہ کے اور الفاظ "زیر تفتیش رہنے والے" کے کیا معنی ہیں۔

بھڑکنے دو حصوں میں بٹ کر میز کی طرف بڑھتے ہوئے سرگئی ایو انووچ کو راستہ دیا۔ سرگئی ایو انووچ نے زہریلی زبان والے جاگیردار کی تقریر ختم ہونے کا انتظار کیا۔ پھر کہا کہ انیس لگتا ہے کہ صحیح ترین طریقہ یہ ہو گا کہ قانون کی دفعہ سے مصلحت کر لی جائے اور سیکرٹری سے کہا کہ وہ دفعہ نکالے۔ دفعہ میں کہا گیا تھا کہ عدم اتفاق رائے کی صورت میں ووٹ لینا چاہئے۔

سرگئی ایو انووچ نے اس دفعہ کو پڑھ کر سنایا اور اس کے معنی کی وضاحت کرنے لگے لیکن اسی وقت ایک لمبے ترنگے جاگیردار نے "جس کے کندھے نیچے اور مونچھیں خضاب لگی تھیں اور جس کی ٹنگ وری کا کار اس کی گردن کو پیچھے سے کاٹ دے رہا تھا" ان کی بات کا ٹھنڈی۔ وہ میز کے پاس آیا اور اس کو اپنی آنکھوں سے کھٹ کھٹ کر کے زور سے چیخا:

"ووٹ لینا ہے ارے شماری کرو! اس میں بحث کی کوئی بات ہی نہیں ارے شماری کرو!"

اس پر چند آوازیں ایک ساتھ بول پڑیں اور آنکھوں میں دالا لبا جاگیردار برابر زیادہ چڑکھندے سے بلند تر آوازیں چیختے لگا۔ لیکن یہ سمجھنا ناممکن تھا کہ وہ کہہ کیا رہا تھا۔

وہی کہہ رہا تھا جو سرگئی ایو انووچ نے تجویز کیا تھا لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ ان سے اور ان کی پوری پارٹی سے نفرت کرتا تھا اور نفرت کا یہ چہرہ اس کی پوری پارٹی پر طاری ہو گیا تھا اور اس کے جواب میں دوسری طرف سے بھی ایسا ہی حملہ کیا جا رہا تھا حالانکہ اس میں سختی کا اظہار زیادہ شائستگی سے کیا جا رہا تھا۔ چھپیں بلند ہوئیں اور منٹ بھر کے لئے ایسا ہنگامہ مچا کہ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کو نظم و ضبط کے لئے درخواست کرنی پڑی۔

"ووٹ لینا ہے" ووٹ لینا ہے! جو طبقہ امرا کا ہے وہ جانتا ہے۔ ہم خون بہاتے ہیں... اعلیٰ حضرت زار کا اعتماد! مارشل کو شمار میں نہیں لینا ہے، وہ کوئی مختار نہیں ہے... مگر بات یہ نہیں ہے... سربانی کر کے "ووٹ! شرمناک!..." ہر طرف سے تلخ اور جنونی چھپیں سنائی دیں۔ نظریں اور صورتیں تقریروں سے بھی زیادہ تلخ اور زیادہ جنونی تھیں۔ ان سے ناقابل مصلحت نفرت ٹپک رہی تھی۔ لیون بالکل نہ سمجھ سکا کہ آخر معاملہ کیا تھا اور اس جوش پر اسے حیرت تھی جس سے اس سوال کا فیصلہ کیا جا رہا تھا کہ فلیروف کے بارے میں جو رائے ہے اس پر



دوٹ لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ وہ "بیساکر بعد کو زبائنت نے اسے سمجھایا "اس قیاس منطقی کو بھول گیا تھا کہ عام بہود کے لئے صوبہ کے طبقہ امرا کے مارشل کو ہٹانا تھا "اسے ہٹانے کے لئے دونوں کی اکثریت چاہئے تھی" دونوں کی اکثریت کے لئے ظیروف کو دوٹ دینے کا حق دینا ضروری تھا "ظیروف کو حقدار منوانے کے لئے یہ وضاحت کرنی ضروری تھی کہ قانون کی دفعہ کو کیسے سمجھا جائے۔

سرگئی ایو نوویچ نے آخر میں کہا "اور ایک دوٹ سارے معاملے کا تعقیب کر سکتا ہے اور اگر وہ معاشرتی امور کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اسے سنجیدہ اور استوار رہنا چاہئے۔"

لیکن لیون یہ بھول گیا تھا اور اس کے لئے ان لوگوں کو "جن کا وہ احرام کرتا تھا" اچھے لوگوں کو ایسی ناخوشگوار اور بد طبیعت حالت میں دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اس تکلیف دہ احساس سے بچنے کی خاطر وہ مہائے کے انعام کا انتظار کئے بغیر اس ہال میں چلا گیا جہاں کھانے پینے کی چیزوں کے پاس سوائے خد حکاروں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب اس نے خد حکاروں کو برتن صاف کرتے اور کپڑیں اور جام لگاتے دیکھا تو ان کے پرسکون اور سرگرم چہرے دیکھ کر لیون کو غیر متوقع طور پر ہنسی پکڑا دی۔ وہ اس کا احساس ہوا جیسے وہ کسی ٹھکن بھرے کمرے سے صاف ہوا میں نکل آیا ہو۔ وہاں وہ ٹھٹھکے لگا کر خوشی کے ساتھ خد حکاروں کو دیکھنے لگا۔ اس کو بہت پسند آیا کہ کس طرح ایک سفید گل جھپوں والے خد حکار نے دوسرے جو ان خد حکاروں کو ختار سے دیکھتے ہوئے "جو اس کا مذاق اڑا رہے تھے" انہیں سمجھایا کہ "نیکن کو کس طرح سے کرنا چاہئے۔ لیون اس بوڑھے خد حکار سے بات کرنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ طبقہ امرا کی تہذیب کے سیکرٹری نے "جو صوبہ کے طبقہ امرا کے سارے لوگوں کو نام اور ولدیت سے جانتا تھا" اسے آواز دی۔

"مرہائی کر کے" سکنسن تن دمیترچ "اس نے کہا" آپ کے بھائی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ رائے پر دوٹ لیا جائے گا۔"

لیون ہال میں گیا اور اس نے سفید گولا لے لیا اور اپنے بھائی سرگئی ایو نوویچ کے پیچھے پیچھے اس میز تک گیا جس کے پاس سویا ڈسکی معنی خیز اور طنزیہ صورت بنائے اپنی داڑھی کو غصی میں سینے اسے سو گھر رہا تھا۔ سرگئی ایو نوویچ نے اپنا ہاتھ جیسے کے اندر ڈالا اور گولے کو کہیں رکھ دیا اور لیون کے لئے جگہ خالی کر کے وہیں کھڑے رہے۔ لیون آگے بڑھا لیکن وہ بالکل بھول چکا تھا کہ معاملہ کیا تھا اور کڑ بڑا کر اس نے سرگئی ایو نوویچ سے سوال کیا "کہاں رکھنا ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا تھا اور وہ بھی ایسے وقت میں جب اس پاس لوگ بات کر رہے تھے اور اسے امید تھی کہ لوگ اس کا سوال نہیں سنیں گے۔ لیکن باتیں کرنے والے چپ ہو گئے اور اس کا ناشائستہ سوال سنائی دے گیا۔ سرگئی ایو نوویچ نے تیریاں چڑھائیں۔

انہوں نے ہندی سے کہا "یہ ہر ایک کے اپنے اعتقاد کی بات ہے۔"

کچھ لوگ مسکرائے۔ لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ کپڑے کے اندر ڈالا اور دائیں طرف کو گولا رکھ دیا اس لئے کہ وہ دائیں ہی ہاتھ میں تھا۔ رکھنے کے بعد اسے یاد آیا کہ اسے اپنا پایاں ہاتھ بھی اندر ڈالنا چاہئے تھا اور اس نے پایاں ہاتھ اندر کیا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ اور زیادہ پر اگندہ ہو کر جلدی سے بالکل پھپھلی صف میں چلا گیا۔

"ایک سو چھپیس حق میں دوٹ دینے والے اور اٹھانوے بر خلاف دوٹ دینے والے" سیکرٹری کی آواز گونجی جو حرف "ر" نہیں ادا کر سکتا تھا۔ پھر قہقہے سنائی دیے۔ جیسے میں ایک ٹٹن اور دو اخروٹ بھی ملے ہیں۔

ظیروف کو داخلہ مل گیا اور نئی پائی جیت گئی۔

لیکن پرانی پائی خود کو باری ہوئی نہیں سمجھتی تھی۔ لیون نے سنا کہ اسٹینکوف سے امیدوار بننے کی درخواست کی جا رہی ہے اور اس نے دیکھا کہ صوبہ کے طبقہ امرا کے مارشل کو امر کی بیعت لے کر لیا ہے اور وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ لیون اور قریب آیا۔ امرا کے جواب میں اسٹینکوف طبقہ امرا کے اعتماد کی ان کی محبت کی جس کا وہ مستحق نہیں تھا "بات کر رہا تھا اس لئے کہ اس کا سارا شرف طبقہ امرا سے اس کا لگاؤ ہے جس کی خدمت میں اس نے بارہ سال صرف کئے ہیں۔ اس نے کئی بار یہ الفاظ دوہرائے "جتنی قوت تھی اتنی خدمت وفاداری اور سچائی کے ساتھ کی" میں اس کی قدر کرتا ہوں اور شکر گزار ہوں "اور اچانک وہ رک گیا اس لئے کہ آنسوؤں سے اس کا لگا رہا تھا اور وہ ہال سے باہر چلا گیا۔ پتہ نہیں یہ آنسو اس احساس کی وجہ سے بھر آئے تھے کہ اس کے ساتھ نا انصافی کی جا رہی تھی یا طبقہ امرا سے محبت کی وجہ سے یا جس صورت حال میں وہ پہنچ گیا تھا اس کے تباہی کی وجہ سے اور اس لئے کہ وہ خود کو دشمنوں میں گمراہا محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس کا بیجان دوسروں پر بھی اثر انداز ہوا اور امرا کی اکثریت اس سے متاثر ہوئی۔ اور لیون نے تو اسٹینکوف کے لئے بڑی شفقت محسوس کی۔

دروازے میں صوبہ کے طبقہ امرا کا مارشل لیون سے ٹکرا گیا۔

"میرا قصور ہے" معاف کیجئے گا" عنایت ہوگی "اس نے اس طرح کہا جیسے کسی انجان شخص سے کہہ رہا ہو لیکن پھر لیون کو بچان کر وہ جھپ کے مسکرایا۔ لیون کو لگا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن بیجان کی وجہ سے نہ کہہ سکا۔ اس کے چہرے کا اور پوری وردی "انعامی کراسوں اور سفید سنہری پٹی دار بر جس پہنے ہوئے پورے ذیل کا تاثر دیکھ کر" جب وہ جلدی جلدی جا رہا تھا تو لیون کو ایسے جانور کا خیال آیا جس کا پیچھا کیا جا رہا ہو اور جو دیکھ کر رہا ہو کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ صوبائی مارشل کے چہرے کے اس تاثر سے لیون کو خاص طور سے رنج ہوا اس لئے کہ کل ہی تہذیب کے معاملے کے سلسلے میں وہ اس کے گھر گیا تھا اور اس نے اسٹینکوف کو ایک ٹیک اور بال بچوں والے شخص کی پوری شان و شوکت میں دیکھا تھا۔ بڑا سامان جس میں بڑا خانہ دانی فرنیچر تھا، بھڑکیے نہیں بلکہ کچھ گندے ہی لیکن احرام کے ساتھ پیش آنے والے بوڑھے خد حکار "جو ہلکا ہر سابق خاکی کھیت غلاموں میں سے تھے اور جنہوں نے اپنا مالک نہیں بدلا تھا" موٹی سی ٹیک دل بیوی جو یس والی ٹوپی پہنے اور ترکی شال اوڑھے تھی اور اپنی پیاری سی نواسی سے لاڈ پیار کر رہی تھی "اور پیار اس کا سچا سا بیٹا جو ہائی اسکول میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ اس نے اسکول سے آکر پیپا کے پرے سے ہاتھ کو بوسہ دے کر انہیں سلام کیا "صاحب خانہ کی پر تنگ باتیں اور حرکات و سکنات۔ کل ان ساری چیزوں نے لیون میں بیساختہ احرام اور ہمدردی پیدا کر دی تھی۔ لیون کو اب اس بوڑھے کے لئے رنج تھا اور اس پر ترس آ رہا تھا اور وہ اس سے کوئی نہ کوئی خوشگوار بات کہنا چاہتا تھا۔

"مطلب یہ کہ آپ پھر ہمارے مارشل ہوں گے" اس نے کہا۔

"یہ مشکل سی" مارشل نے سسم کرادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تھک گیا" اب بوڑھا ہوا۔ مجھ سے زیادہ صلاحیتوں والے اور کم عمر کے لوگ ہیں" اب وہ خدمت کریں۔

اور مارشل بھلی دروازے کی اوٹ میں چلے گئے۔

مقدس ترین وقت آ گیا۔ دوٹ ویناس شروع ہی ہونے والا تھا۔ دونوں پارٹیوں کے عمائدین اٹھلیں پر



سفید اور سیاہ گولوں کی گنتی کر رہے تھے۔

ظہیروف کے بارے میں مہاشے کی وجہ سے نئی پارٹی کو صرف ایک ظہیروف کا ووٹ ہی نہیں ملا بلکہ ایسے تین اور امرا کو اپنے ساتھ ملا لینے کا وقت بھی مل گیا جنہیں پرانی پارٹی کی چالوں نے انتخابات میں شرکت کرنے کے امکان سے محروم کر دیا تھا۔ ان میں سے دو جاگیرداروں کی کمزوری تھی شراب تو انہیں اسٹیکوف کے حامیوں نے ضرورت سے زیادہ پلا دی تھی اور تیسرے کی وردی غائب کر دی گئی تھی۔

نئی پارٹی کو جب اس کے بارے میں معلوم ہوا تو ان لوگوں نے اس وقت 'جب ظہیروف کے معاملے پر بحث ہو رہی تھی' گراے کی گاڑی میں اپنے لوگ جاگیردار کو وردی سے لیس کرنے کے لئے اور نشے میں دھت جاگیرداروں میں سے بھی ایک کو اجتماع میں لانے کے لئے بھیجے۔

انہیں لینے کے لئے جو زمیندار گیا تھا اس نے سویا ڈسکی کے پاس آکر کہا "ایک کولایا ہوں" اس کے سر پر پانی ڈالا۔ کوئی بات نہیں 'چلے گا۔"

"بالکل ہی دھت تو نہیں ہے مگر تو نہیں بڑے گا؟" سویا ڈسکی نے سرجیکل کر کہا۔

"نہیں، 'نیک' رہے گا۔ بس یہ کہ یہاں اور نہ پلائیں اسے... میں نے کھانے پینے کے کھانوں سے کہہ دیا ہے کہ کسی بھی صورت میں انہیں کچھ نہ دیا جائے۔"

29

وہ ٹھگ ساہاں جس میں لوگ کھاتے پیتے اور سگریٹ پیتے تھے 'جاگیرداروں سے بھرا ہوا تھا۔ بیجان بڑھتا جا رہا تھا اور سارے چروں پر بے چینی نظر آتی تھی۔ خاص طور سے وہ عمارتیں بیجان میں جلتا تھے جو ساری تفصیلات اور دونوں پارٹیوں کے دونوں کی تعداد سے واقف تھے۔ یہ آئندہ لڑائی کے سالار تھے۔ باقی لوگ ایسے تھے جیسے لڑائی سے پہلے عام سپاہی ہوتے ہیں جو لڑائی کے لئے تیار تو کر چکے تھے لیکن جب تک وقت تھا تب تک توجہ کے لئے دوسری چیزوں کی تلاش میں تھے۔ کچھ لوگ کھارہے تھے 'کھڑے کھڑے یا میز کے گرد بیٹھ کر' دوسرے لوگ ٹل رہے تھے اور پابیسوں پر رہے تھے اور ان دوستوں سے باتیں کر رہے تھے جن سے بہت دنوں سے ملے تھے۔

لیون کچھ کھانا نہیں چاہتا تھا اور سگریٹ وہ پیتا نہیں تھا۔ اپنے لوگوں یعنی سرگئی ایو انووچ 'اسٹی پان ارکاڈ' 'سٹچ' 'سویا ڈسکی' وغیرہ کے پاس جانا نہ چاہتا تھا اس لئے کہ ان کے ساتھ کھڑا ہو اور دھکی اپنی خانوادہ شای کے ماسٹر آف ہارس کی وردی پہننے بڑے زوروں میں باتیں کر رہا تھا۔ لیون نے کل ہی اسے انتخابات میں دیکھا تھا اور کوشش کر کے کھڑا کیا تھا اس لئے کہ اس سے ملنا نہ چاہتا تھا۔ وہ کھڑی کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ٹولیوں کو دیکھنے اور یہ سننے لگا کہ اس کے ارد گرد لوگ کیا باتیں کر رہے تھے۔ وہ خاص طور سے اس لئے اس تھا کہ سب لوگ 'جیسا کہ وہ دیکھ رہا تھا' پر جوش 'فخر مند اور مصروف تھے اور صرف ایک وہ اور ایک یوڈھا پھونس 'بے وائٹ کا آدمی تھا جو بحریہ کی وردی پہننے کچھ بدلتے ہوئے اس کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا 'جنہیں کسی چیز سے دلچسپی تھی نہ کوئی کام تھا۔

"یہ تو ایسا لڈنگ ہے! میں نے اس سے کہا تھا لیکن بے سود۔ آخر کیسے! تین سال میں وہ جمع نہ کر سکا" ایک

دبے قدم اور ٹھگے کندھے والے زمیندار نے کہا جس کے بال پمپ سے پھٹنے کے ہوئے تھے اور اس کی وردی کے کادار کالر پر پڑے تھے۔ وہ فرش پر اپنے جوتوں کی ایڑی سے کھٹ کھٹ کے جا رہا تھا جو گلتا تھا صرف انتخابات کے لئے پہنے جاتے تھے۔ اور زمیندار لیون پر بے اطمینانی کی نظر ڈال کر صحت سے مزگیا۔

"ہاں گندہ معاملہ ہے" اس میں تو کچھ شک ہی نہیں "ایک چھوٹے قدم کے زمیندار نے سینن آواز میں کہا۔

ان کے پیچھے پیچھے زمینداروں کی ایک پوری بھیڑ ایک موٹے سے جنرل کو گھیرے ہوئے لیون کی طرف جلدی جلدی کر رہی تھی۔ ظاہر تھا کہ زمیندار باتیں کرنے کے لئے ایسی جگہ ڈھونڈ رہے تھے جہاں کوئی سن نہ سکے۔ "کیسے وہ یہ کہنے کی ہمت کر سکتا ہے کہ میں نے اس کی بر جس چائے کا علم دیا! میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ انہیں سچ کر لپی گیا۔ میں تو اس پر اور اس کے پرس کے خطاب پر تھوکتا ہوں۔ وہ سو رنہ کھولنے کی ہمت نہ کرے تو اچھا ہے!"

"مگر آپ! اجازت دیجئے تو عرض کروں! ان لوگوں نے تو اپنی بات کی بنیاد قانون کی دفعہ پر رکھی ہے" دوسری بھیڑ میں لوگ باتیں کر رہے تھے "بیوی کا اندراج بھی ہونا چاہئے کہ طبقہ امرا کی ہے۔"

"اور میں دفعہ پر لعنت بھیجتا ہوں! میں بھی بات کہہ رہا ہوں۔ ہم تو شریف! نسل طبقہ امرا کے ہیں۔ اتحاد رکھنا چاہئے۔"

"عالی مرتبت 'مفین' شامین (68) کے لئے چلے۔"

دوسری بھیڑ ایک اور جاگیردار کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی جو زوروں میں کچھ چل رہا تھا۔ یہ شراب کے نشے میں دھت تین جاگیرداروں میں سے ایک تھا۔

"میں نے مار یا سید نووٹا کو بیٹھ مشورہ دیا کہ وہ لگان پر دے دیں اس لئے کہ ان کو متافع تو ہوتا نہیں" ایک سفید موٹھوں والا زمیندار خوشگوار آواز میں کہہ رہا تھا۔ وہ پرانے جنرل ایشاف کی رجسٹری کی وردی پہننے تھا۔ یہ وہی زمیندار تھا جس سے لیون سویا ڈسکی کے ہاں ملا تھا۔ لیون نے فوراً اسے پہچان لیا۔ زمیندار نے بھی لیون کو دیکھا اور دونوں نے ایک دوسرے سے صاحب سلامت کی۔

"بہت خوشی ہوئی۔ بھلا کیوں نہیں! بہت اچھی طرح یاد ہے مجھے۔ پچھلے سال ضلع کے طبقہ امرا کے مارشل کولائی ایو انووچ کے ہاں ملاقات ہوئی تھی۔"

"تو آپ کی بھتیجی باڑی کیسی چل رہی ہے؟" لیون نے پوچھا۔

"ارے ویسی ہی 'خسارے میں "زمیندار نے لیون کے پاس رک کر قہقہے سے بھری مسکراہٹ لہین طمانیت اور یقین کے اظہار کے ساتھ جواب دیا کہ ایسے تو ہوا ہی چاہئے۔" اور آپ ہمارے صوبے میں کیسے آ گئے؟" اس نے پوچھا۔ "ہمارے کو دے تا (69) میں حصہ لینے آئے ہیں؟" اس نے فرائضی لفظوں پر زور دے کر لیون ان کا بڑا خراب تلفظ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "پورا روس میں ہو گیا ہے 'شای ایو ان کے خاندان خاص بھی 'بس' وزیروں کی کمی ہے" اس نے اسٹی پان ارکاڈ کی کھچکی کی نمونہ شخصیت کی طرف اشارہ کر کے کہا جو سفید چٹون اور شای ایو ان کے خاندان خاص کی وردی پہننے ہوئے ایک جنرل کے ساتھ ٹل رہے تھے۔

"میں آپ سے یہ اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ طبقہ امرا کے انتخابات کی اہمیت کو میں بہت ہی کم سمجھتا ہوں "لیون نے کہا۔



زمیندار نے اس کی طرف دیکھا۔

"ارے اس میں سمجھنا کیا ہے؟ بہت کوئی ہے ہی نہیں۔ برباد شدہ عظیم ہے جو اپنی حرکت کو صرف پہلی کی قوت سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ دیکھئے 'ورڈیاں'۔ یہ تو آپ کو بتاتی ہیں کہ یہ جسٹس آف ہیں' مستقل اراکین (70) بغیرہ کا اجتماع ہے 'امرا کا نہیں۔"

"تو پھر آپ کیوں اس میں آتے ہیں؟"

"صرف عادت کی بنا پر۔ پھر وہ ایک کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ کچھ حد تک اخلاقی ذمہ داری۔ اور پھر یہ تو ہے کہ اپنے مفاد بھی ہیں۔ داماد مستقل رکن کی حیثیت سے امیدوار بننا چاہتا ہے۔ وہ لوگ دولت مند نہیں ہیں اور اس کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اب یہ حضرات کس لئے آتے ہیں؟" اس نے ان زہریلی زبان والے صاحب کی طرف اشارہ کیا جو صوبائی مارشل کی میز کے پاس کھڑے ہاتھیں کر رہے تھے۔

"یہ طبقہ امر کی نئی پشت ہے۔"

"نئی تو خیر ہوگی لیکن طبقہ امر کی نہیں ہے۔ یہ مالکان زمین ہیں اور ہم زمیندار ہیں۔ امر کی حیثیت سے تو یہ لوگ اپنا ہی گھانا کھاتے ہیں۔"

"مگر آپ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مردہ عظیم ہے۔"

"مردہ تو ہے ہی پھر بھی اس کے ساتھ ذرا احرام سے پیش آنا چاہئے۔ اسٹینکوفی کو دیکھئے... ہم اچھے نہ ہوں چاہے مگر ہم ہزار برسوں میں پہنچے ہیں۔ پتہ ہے آپ کو 'اگر آپ کو فرض کیجئے کہ اپنے مکان کے سامنے باغ لگاتا ہو' نقشہ بندی کرنی ہو اور اسی جگہ پر کوئی سو سالہ درخت کھڑا ہو۔ وہ اشتباہ و اڑا ہو اور پھر اسی پھر بھی آپ پھولوں کی کیاری کے لئے اس پرانے بیڑ کو تو نہ کانٹیں گے بلکہ کیاری ہی کے لئے جگہ یوں ملے کریں گے کہ بیڑ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسے تو آپ سال بھر میں نہ اگا سکیں گے" اس نے غلط انداز میں کہا اور فوراً ہی بات کا موضوع بدل دیا "اور آپ کی کھیتی باڑی کیسی ہے؟"

"اچھی نہیں ہے۔ کوئی پانچ فیصدی کا نفع ہے۔"

"ہاں، لیکن آپ تو حساب کرتے ہی نہیں۔ آپ کی بھی تو کچھ قیمت ہوگی آخر؟ آپ میں اپنے بارے میں یہ کتنا ہوں۔ جب تک میں کھیتی باڑی نہیں کرتا تھا تب تک ملازمت میں مجھے تین ہزار روپے ملتے تھے۔ اب میں اس سے زیادہ کام کرتا ہوں جتنا ملازمت میں کرتا تھا اور آپ ہی کی طرح مجھے بھی پانچ فیصدی ملتا ہے اور وہ بھی خدا کی مرضی پر ہے۔ اور اپنی محنت مفت میں۔"

"تو پھر آپ کس لئے یہ کرتے ہیں؟ اگر سیدھے سیدھے خسارہ ہی ہے؟"

"کرتا ہوں اور بس! کیا کیا جائے؟ عادت اور پھر یہ جانتا ہوں کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ اور میں آپ کو بتاؤں "اس نے کھڑکی پر کھینچا ٹیک لیں اور باتوں کی لٹک میں آگے زمیندار نے اپنی بات جاری رکھی "بیٹے کو کھیتی باڑی کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سائنس داں بنے گا۔ تو یوں کوئی بھی اسے جاری رکھنے والا نہ ہوگا۔ پھر بھی کئے جاتا ہوں۔ اب اسی سال باغ لگایا ہے۔"

"ہاں 'ہاں' لیون نے کہا "یہ بالکل درست ہے۔ میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں کہ میری کھیتی باڑی میں صحیح معنوں میں کوئی منافع نہیں ہے، پھر بھی کئے جاتا ہوں... زمین کے معاملے میں ایک طرح کے فرض کا احساس ہوتا ہے۔"

"ہاں، اب میں آپ کو بتاؤں "زمیندار نے اپنی بات جاری رکھی "میرے ہاں پڑوس کا ایک سوداگر آیا۔ ہم اپنی کھیتی باڑی میں 'باغ' میں کھوسے پھرے۔ وہ بولا "نہیں! 'اسٹی پان' واسٹینج' آپ کے ہاں اور سب تو ٹھیک ہے لیکن باغ کی کوئی دیکھ بھال نہیں۔" حالانکہ میرے باغ کی حالت بہت اچھی ہے۔" میری سمجھ میں ہوتا تو لینڈن کے بیڑوں کو کٹوا دیتا۔ بس اس وقت کاٹنا چاہئے جب رس چڑھا ہو۔ آخر ہزار بیڑ تو ہوں گے اور ہر ایک میں سے دو اچھی چھالیں اتر سکتی ہیں۔ اور آج کل چھال کے دام چڑھے ہوئے ہیں اور میں تو سب کے سب کو کٹوا دیتا۔"

"اور اس رقم سے وہ مویشی یا تھوڑی سی زمین معمولی قیمت پر خرید لیتا اور کسانوں کو اس کے قطعہ لگان پر دے دیتا "مسکراہٹ کے ساتھ لیون نے اس کی بات کو تمام کر دیا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس طرح کے حساب کتاب سے کئی بار اس کا سامنا ہو چکا تھا۔ "اور وہ اپنے لئے جائیداد بنا لیتا ہے جبکہ آپ اور میں۔" بس خدا کرے کہ اپنی جتنی ہے اسے برقرار رکھیں اور بچوں کے لئے چھوڑ جائیں۔"

"آپ نے شادی کر لی، نہیں نے سنا؟"

"ہاں، لیون نے نے پر غر خوشی کے ساتھ جواب دیا۔ "یہ کچھ عجیب سی بات ہے" اس نے اپنی بات جاری رکھی "مگر ہم بغیر منافع کے جیتے ہیں، پیسے پرانے زمانے کے پکاریوں کی طرح ہمارے سپرد یہ کیا گیا ہو کہ کسی آگ کو روشن رکھیں۔"

زمیندار کی سفید مونچھوں میں ہنسی کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی۔

"ہم میں بھی ایسے لوگ ہیں جیسے ہمارے دوست کھولاٹی ابو ایچ ہیں یا اب کاؤنٹ وروڈکی آکر بس گئے ہیں جو زرعی معیشت کو صنعت کی طرح چلانا چاہتے ہیں لیکن ابھی تک تو اس کا کوئی نتیجہ نکلا نہیں سوائے اس کے کہ سرمایہ ضائع ہوا۔"

"لیکن آخر ہم کیوں سوداگروں کی طرح نہیں کرتے؟ ہم کیوں چھال کے لئے باغ نہیں کاٹیں گے؟"

لیون نے اسی خیال کی طرف واپس آتے ہوئے کہا جس پر اسے حیرت تھی۔

"اس لئے کہ آپ ہی نے تو کہہ دیا کہ آگ روشن رکھنی ہے۔ اور پھر وہ طبقہ امر کا کام نہیں ہے۔ اور ہمارا طبقہ امر کا کام یہاں نہیں کیا جاتا! انتخابات میں بلکہ وہاں کوئے میں۔ اور پھر اپنی تعلقات داری کی جہت بھی ہے کہ کیا کرنا چاہئے؟ کیا نہ کرنا چاہئے؟ اب کسان ہیں! انہیں بھی مرکز دیکھتا ہوں۔ کوئی اچھا کسان جتنی زمین مل سکتی ہے اتنی کھیر لیتا ہے اور چاہے کتنی ہی خراب زمین کیوں نہ ہو، جوتے جاتا ہے۔ وہ بھی منافع کے بغیر یہ کرتا ہے۔ بالکل خسارے میں۔"

"بالکل ویسے ہی ہم بھی "لیون نے کہا۔ "آپ سے مل کر بہت بہت خوشی ہوئی" اس نے اپنی طرف سویاؤسکی کو آتے دیکھ کر اضافہ کیا۔

"اور اس بار آپ کے ہاں ملاقات ہوئی تھی تب سے آج پہلی بار ہم ملے "زمیندار نے کہا "اور خوب بات چیت رہی۔"

"تو پھر سنئے بندوبست کو گالیاں دیں؟" سویاؤسکی نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تو ضروری ہے۔"

"دل کا جو بھانکایا۔"



سویا ڈسکی نے لیون کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر اپنے لوگوں کی طرف چلا۔

اب دروہی کے قریب نہ پہنچنا ممکن تھا۔ وہ استیپان اور کاڈ سچے اور سرگمی ایلانوویچ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور پاس آتے ہوئے لیون ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"بہت خوشی ہوئی۔ لگتا ہے مجھے ملنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے... پر نس شیدا سکیا کے ہاں" اس نے لیون سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے آپ سے ملاقات بہت اچھی طرح یاد ہے" لیون نے کہا۔ اس کا چہرہ مگر اس رخ ہو گیا اور وہ فوراً ہی مڑ کر بھاٹی سے ہاتھیں کرنے لگا۔

دروہی نے ذرا سا مسکرا کر سویا ڈسکی کے ساتھ ہاتھیں کرنا جاری رکھا۔ بظاہر اسے لیون سے بات چیت چھیننے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ لیکن لیون اپنے بھاٹی سے ہاتھیں کرتے ہوئے براہِ دروہی کی طرف دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ اس سے کس چیز کے بارے میں بات کی جائے تاکہ اپنی بے رخی پر قابو پا سکے۔

"اب کیا معاملہ ہے؟" لیون نے سویا ڈسکی اور دروہی کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسٹینگوف کا معاملہ ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ انکار کر دے یا راضی ہو جائے" سویا ڈسکی نے جواب دیا۔

"تو تم اس نے کیا کیا راضی ہوا کہ نہیں؟"

"میں تو سارا معاملہ ہے کہ یہ کرتا ہے نہ وہ کرتا ہے" دروہی نے کہا۔

"اور اگر انکار کر دیتا ہے تو پھر کون چٹاؤ لڑے گا؟" لیون نے دروہی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جو بھی چاہے" سویا ڈسکی نے کہا۔

"آپ لڑیں گے؟"

"میں تو ہرگز نہیں" سویا ڈسکی نے گہرا کر اور سرگمی ایلانوویچ کے پاس کھڑے زہریلے ہان والے صاحب کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کون؟" لیون نے دھکی دھکی کیا کہ اس نے کچھ گڑبگڑی۔

لیکن یہ اس سے بھی بدتر تھا۔ نئی دھکی اور سویا ڈسکی دونوں امیدوار تھے۔

"میں تو کسی بھی حالت میں نہیں" زہریلے زبان والے صاحب نے جواب دیا۔

یہ خود نئی دھکی ہی تھے۔ سویا ڈسکی نے ان سے لیون کا تعارف کرایا۔

"کیوں تم بھی پورے جوش میں آگئے؟" استیپان اور کاڈ سچے نے دروہی کو آنکھ مار کر کہا۔ "یہ بھی گھوڑ دوڑ کی طرح ہے۔ شرط لگائی جاسکتی ہے۔"

"ہاں جوش میں تو آجاتا ہے آدمی" دروہی نے کہا۔ "اور ایک بار آدمی اس معاملے میں ہاتھ ڈال دے تو پھر کرنے کی کاپی چاہتا ہے۔ لڑائی! اس نے بھویں سکھ کر اور اپنے مضبوط جڑوں کو کس کر دیتا ہے ہوئے کہا۔

"سویا ڈسکی کس قدر کارگزار آدمی ہے! وہ ہر چیز کو صاف صاف دیکھتا سمجھتا ہے۔"

"ہاں ہاں" دروہی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

پھر خاموشی ہو گئی جس کے دوران میں دروہی نے "اب کسی نہ کسی چیز کو تو دیکھنا ہی تو ہے" لیون پر نظر ڈالی "اس کے پاؤں پر" اس کی وردی پر اور پھر اس کے چہرے پر اور اپنی ست میں اٹھی ہوئی ٹھیکین نظروں کو دیکھ کر اس نے گھٹن کچھ کھینے کی خاطر کہا:

"اور یہ کیسے کہ آپ نہ مات کے مستقل رہنے والے، جنس آف ہیں نہیں ہیں؟ آپ جنس آف ہیں کی وردی میں نہیں ہیں۔"

"اس وجہ سے کہ میں سمجھتا ہوں کہ جنس آف ہیں کی عدالت امتحانہ عظیم ہے" لیون نے ٹھیکنی کے ساتھ جواب دیا۔ سارے وقت وہ اپنی پہلی ملاقات کی بے رخی کو دہرانے کے لئے بات کرنے کی کسی موقع کے انتظار میں تھا۔

"برعکس اس کے میں تو ایسا نہیں سمجھتا" دروہی نے پرسکون حیرت کے ساتھ کہا۔

"یہ تماشہ ہے" لیون نے کہا۔ "میں جنس آف ہیں کی کوئی ضرورت نہیں۔ آٹھ سال میں میں نے ایک مقدمہ بھی نہیں کیا۔ اور جو لے گیا اس کا اوندھا فیصلہ ہوا۔ کورٹ آف ہیں میرے ہاں سے چالیس درست کے قاضی پر ہے۔ اور پھر دروہی کے معاملے کے لئے ضروری ہے کہ میں وکیل بھیجوں جس کی فیس پندرہ ہوتی ہے۔"

اور اس نے بیان کیا کہ کیسے ایک کسان نے پکلی والے کے ہاں سے آٹا چوری کر لیا اور جب پکلی والے نے اس سے یہ کہا تو کسان نے اس پر جموٹا الزام لگانے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ ساری بات اصل معاملے سے بالکل بے تعلق اور امتحانہ تھی "اور لیون جب یہ کہہ رہا تھا تو اسے اس کا احساس تھا۔

"ارے اسے محض کا تو جواب نہیں" انوکھا ہے! "استیپان اور کاڈ سچے نے اپنی روغن بادام جیسی استغاثی خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "لیکن اب چلے، لگتا ہے ووٹ دیئے جا رہے ہیں۔"

اور وہ لوگ سب سے الگ چلے گئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا" سرگمی ایلانوویچ نے اپنے بھاٹی کی اٹ پنی حرکت کی طرف دھیان دیتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سیاسی طبقہ مندی سے اس حد تک محروم ہوتا کیسے ممکن ہے۔ ہم روسوں میں بس اسی کی کمی ہے۔ صوبے کے طبقہ امرا کا مارشل ہمارا مخالف ہے، تم اس کے ساتھ آدمی کو شوں (71) اور اس سے درخواست کرتے ہو کہ وہ چٹاؤ لڑے۔ اور کاؤنٹ دروہی... میں اس سے دوستی تو نہیں کروں گا" اس نے دعوت میں مدعو کیا ہے "میں اس کے ہاں نہیں جاؤں گا لیکن وہ اپنا آدمی ہے" اس کو دشمن کس لئے بنایا جائے؟ پھر تم نئی دھکی سے پوچھتے ہو کہ وہ چٹاؤ لڑے گا یا نہیں۔ ایسے نہیں کیا جاتا۔"

"اف میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا! اور یہ سب معمولی باتیں ہیں" لیون نے اداسی کے ساتھ جواب دیا۔

"ہاں کہتے تو تم ہو کہ معمولی باتیں ہیں لیکن جب ان میں ہاتھ ڈالنے ہو تو سب گڑبگڑ دیتے ہو۔"

لیون نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ دونوں ساتھ ساتھ بڑے ہال میں چلے گئے۔

صوبے کے طبقہ امرا کا مارشل باجوہ اس کے کہ فضا میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ چال بازی کرنے کی تیاری کی گئی ہے اور باجوہ اس کے کہ سب نے اس سے امیدوار بننے کی درخواست نہ کی تھی "اس نے چٹاؤ لڑنے کی کا فیصلہ کیا۔ ہال میں سناٹا چھا گیا اور سیکرٹری نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ صوبے کے طبقہ امرا کے



مارشل کے عہدے کے لئے رسالہ گارڈ کے کپتان میٹائل اسٹی پانویچ اینگکوف چناؤ کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں۔

ضلعوں کے مارشل مفتراں لئے ہوئے جن میں گولے تھے اپنی اپنی بیڑوں سے صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کی بیکر طرف چلے اور چناؤ شروع ہو گئے۔

"دائیں طرف کو رکھنا" اسٹی پان ارکاڈیچ نے سرگوشی میں لیون سے کہا جب وہ اپنے بھائی کے ساتھ مارشل کے پیچھے پیچھے بیکر کے پاس پہنچا۔ لیکن لیون اب بھول گیا تھا کہ اسے کیا حساب سمجھا گیا تھا اور اسے ڈر تھا کہ اسٹی پان ارکاڈیچ نے "دائیں طرف کو" کہہ کر غلطی تو نہیں کی۔ اینگکوف تو مخالف ہی تھا۔ بیکے کے پاس پہنچ کر اس نے گولے کو دائیں ہاتھ میں پکڑا لیکن یہ سوچ کر کہ وہ غلطی کر رہا ہے بیکے کے ٹھیک سامنے اس نے گولہ بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بھلا بہر بعد کو بھی بائیں ہی طرف رکھا۔ معاملات کا ایک جانکار بیکے کے پاس ہی کھڑا تھا۔ وہ صرف کسی کی حرکت ہی سے سمجھ جاتا تھا کہ گولے کو کس نے کدھر رکھا۔ اس نے ناراضگی سے بھریں سکڑیں۔ وہ اپنی سوجہ بوجہ کو اس وقت کسی طرح بھی عمل میں نہ لاسکتا تھا۔

کھل خاموشی تھی اور گولوں کے گھٹنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر ایک واحد آواز نے موافق اور مخالف دونوں کی تعداد کا اعلان کیا۔

مارشل کو دونوں کی قائل لحاظ اکثریت ملی تھی۔ سب لوگ شور مچاتے ہوئے جوش میں دروازے پر ٹوٹ پڑے۔ اینگکوف اندر آیا اور امرانے اسے گھیر لیا اور اس سے مبارکباد کہا۔

"تو اب ختم ہو گیا؟" لیون نے سرگوشی سے پوچھا۔

"اب تو شروع ہی ہو رہا ہے" سرگوشی سے پوچھنے سے سویاوشکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے مارشل کے لئے کسی دوسرے امیدوار کو اور زیادہ ووٹ ملیں۔" (72)

لیون پھر اس بات کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔ اسے اب جا کر یاد آیا کہ اس میں کوئی بار کی تھی لیکن اس کو یہ یاد کرنے میں آگاہت ہوئی کہ وہ بار کی کس بات میں تھی۔ اس پر بیدار ہوئی اور اس کا پیچھا کیا کہ اس میں

سے نکل جائے۔

چونکہ کوئی اس کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا اور لگتا تھا کہ کسی کو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ پچکے سے ہال کی طرف چلا آیا جہاں لوگ کھائی رہے تھے۔ خدحکار کو وہ دیکھ کر اس کا پیچھا ہو گیا۔

بوڑھے خدحکار نے اس سے پوچھا کہ کچھ کھانے کے لئے لایا جائے اور لیون نے ہاں کہہ دیا۔ ہم کے جج کے ساتھ سٹلٹ کھا کر اور خدحکار کے ساتھ پرانے وقتوں کے صاحبوں کے بارے میں باتیں کرنے کے بعد لیون ہال میں نہیں جانا چاہتا تھا جہاں اسے بالکل ہی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ چنانچہ وہ گیلری میں چلا گیا۔

گیلری بھی سماجی خواتین سے بھری ہوئی تھی جو دھنگے کے اوپر بٹکی ہوئی تھیں اور گوشش کر رہی تھیں کہ بچے جو کچھ کھا رہا تھا اس کا ایک لفظ بھی ان سے چھوٹنے نہ پائے۔ خواتین کے پاس خوش وضع وکیل، میٹکس لگے ہائی اسکول کے مدرس اور فوجی افسر بیٹھے اور کھڑے تھے۔ سارے میں انتخاب کی باتیں ہو رہی تھیں اور بتایا جا رہا تھا کہ مارشل کیسی اذیت میں مبتلا تھا اور مباحثہ کتنا اچھا تھا۔ ایک ٹولی میں لیون نے اپنے بھائی کی تعریف

سنی۔ ایک خاتون کسی وکیل سے کہہ رہی تھیں:

"مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں نے کوز نیشیت کی تقریر سنی! اس کے لئے تو آدمی بھوکا بھی

بست ہی دکھ! کتنی صاف اور واضح۔ اور سب سنائی دے رہا تھا۔ اب آپ کے ہاں عدالت میں کوئی ایسی تقریر نہیں کرتا۔ بس ایک مائڈل اور وہ بھی ہرگز اتنی اچھی تقریر نہیں کرتے۔"

دھنگے کے پاس ایک خالی جگہ تلاش کر کے لیون بھی اس کے اوپر جھک گیا اور دیکھنے بننے لگا۔ سارے جاگیردار اپنی اپنی طحلوں کے کھڑے میں بیٹھے تھے۔ جج ہال میں ایک شخص وردی پہنے کھڑا تھا اور

تیز زمین آواز میں اعلان کر رہا تھا:

"صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کے لئے امیدوار کی حیثیت سے چناؤ لڑ رہے ہیں اسٹاف کپٹن یوگینی ایو نوویچ اپنی جگہ!"

موت کا سامنا چاہا گیا اور ایک کمزوری بوڑھی آواز سنائی دی:

"انکار کیا!"

"چناؤ لڑ رہے ہیں مشیر یو تر پتروویچ بول" آواز نے پھر اعلان کیا۔

"انکار کیا!" ایک نوجوان پٹنی پٹنی سی آواز گونجی۔ پھر اسی طرح کا اعلان ہوا اور پھر "انکار کیا۔" یہ

سلسلہ تقریباً ایک گھنٹے تک چلتا رہا۔ لیون دھنگے پر کنٹیناں ٹیکہ دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا۔ شروع میں اسے تعجب ہوا اور اس نے سمجھا تھا کہ اس کے معنی کیا تھے۔ پھر اس بات کا یقین کر کے کہ وہ اسے سمجھ سکتا ہی نہیں اسے آگاہت ہوئے۔ اس کے بعد اس سارے بیجان اور بھٹی کو یاد کر کے جو وہ سبھی چروں پر دیکھ رہا تھا اس کا پی

اداس ہو گیا۔ اس نے وہاں سے چلے ہی جانے کا فیصلہ کیا اور نیچے کو چلا۔ گیلری کی لابی میں سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ ہائی اسکول کا ایک بستہ ی پریشان اور بیدل طالب علم جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں

وہاں ٹھل رہا تھا۔ بیڑیوں پر اس کا سامنا ایک بوڑھے سے ہوا۔ ایک خاتون تھیں جو بڑی تیزی سے اونچی اڑیوں کے جوتے پہنے چلی آ رہی تھیں اور ان کے ساتھ دھلا پٹا ڈپٹی پروکیورر تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میر نہیں کریں گی" پروکیورر نے اس وقت کہا جب لیون نے ایک طرف ہو کر ان لوگوں کو نکلنے کا راستہ دیا۔

لیون باہر جانے والی بیڑیوں تک پہنچ چکا تھا اور اپنا فرکوٹ لینے کے لئے واسٹ کی جیب سے نوٹن نکال رہا تھا کہ سیکرٹری نے اسے پھر پکڑ لیا۔ "مربانی کر کے" تشریف لائیے کسٹن تن دیمتریج ووٹ ڈالے جائیں گے۔"

امیدوار کی حیثیت سے نوید و فکس چناؤ لڑ رہا تھا جس نے اسے قطعی انداز میں انکار کیا تھا۔

لیون ہال کے دروازے پر گیا۔ وہ بند تھا۔ سیکرٹری نے دستک دی دروازہ کھل گیا اور لیون کے برابر تہ

وو زمیندار بحث سے باہر نکل گئے جن کے چہرے سرخ ہو رہے تھے۔

"اب مجھ میں آج نہیں" سرخ چہرے والے ایک زمیندار نے کہا۔

زمینداروں کے پیچھے پیچھے صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل کا چہرہ نکلا۔ یہ چہرہ تھکن اور انتہائی ناامیدی کی وجہ سے اترا ہوا لگ رہا تھا۔

اس نے پھر بارے جج کر کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی کو باہر مت جانے دیتا۔"

"میں نے تو جناب عالی" اندر آنے دینے کے لئے دروازہ کھولا تھا۔"

"اف میرے مالک!" اور گری سانس لے کر مارشل نے اپنی سفید برہس پوش تھلی تھلی ٹانگوں کو حرکت



دی اور سر جھکائے ہوئے بیچ ہال میں بڑی میز کے پاس چلا گیا۔

جیسا کہ حساب لگایا گیا تھا نوید و فکس کو زیادہ ووٹ دینے گئے اور وہ صوبے کے طبقہ امرا کا مارشل جن لیا گیا۔ بہت سے لوگ خوش تھے 'بہت سے مطمئن تھے اور کبھی 'بہت سے خوشی کے بیجان میں تھے اور بہت سے لوگ ناراض اور ناخوش تھے۔ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل پر ایسی انتہائی ناامیدی چھا چکی تھی کہ وہ اسے چپا نہ سکتے تھے۔ جب نوید و فکس ہال سے باہر چلا تو ایک بھیڑ نے اسے گھیر لیا اور خوشی کے بیجان میں اس کے پیچھے پیچھے چلی جیسے وہ پہلے دن کو رز کے پیچھے پیچھے چلی تھی جب انہوں نے انتخابات کا افتتاح کیا تھا جیسے وہ اسٹیکوف کے پیچھے پیچھے اس دن چلی تھی جب وہ چٹا گیا تھا۔

31

صوبے کے طبقہ امرا کے نئے منتخب شدہ مارشل اور نئے لوگوں کی فتح منہ پارنی کے بہت سے لوگوں نے اس دن درودھسکی دعوت میں شرکت کی۔

درودھسکی انتخابات میں اس لئے بھی آیا تھا کہ دیہات میں وہ اپنے لگا تھا اور آنا کے سامنے اسے اپنی آزادی کے حق کو ثابت کرنا تھا اور اس لئے بھی کہ انتخابات میں سویا و فکس کی حمایت کر کے اس کی ان ساری فکروں اور کوششوں کا بدلہ چکا دے جو اس نے دستو کے انتخابات میں درودھسکی کے لئے کی تھیں 'اور سب سے زیادہ اس لئے کہ جاگیردار کی اس حیثیت کی ساری ذمہ داریوں کو جتنی کے ساتھ پوری کرے جو اس نے اختیار کی تھی۔ لیکن اسے یہ توقع بالکل نہ تھی کہ انتخابات کے معاملے میں وہ اس قدر محو ہو جائے گا اور یہ معاملہ اس میں اتنا جوش و خروش پیدا کر دے گا اور وہ اس معاملے کو اتنی اچھی طرح سرانجام دے سکے گا۔ وہ امرا کے حلقے میں بالکل ہی ناگھنص تھا لیکن صاف ظاہر تھا کہ اسے کامیابی حاصل ہوئی تھی اور یہ سوچنے میں وہ لگلی نہیں کر رہا تھا کہ وہ جاگیرداروں میں ابھی سے اثر رکھتا تھا۔ یہ اثر اس کی دولت اور امتیازات 'شہر میں اچھی قیام گاہ جو اسے اس کی پرانے واقف کار شیر کوف نے دے دی تھی جو مالی امور سے دلچسپی رکھتا تھا اور جس نے کاشمیر میں منافع بخش بنک قائم کر لیا تھا 'درودھسکی کے عہدہ باور پنی 'جیسے وہ دیہات سے لایا تھا 'گورنر سے دوستی جو اس کا ہم جماعت بلکہ زیر سرپرستی ہم جماعت تھا 'اور سب سے بڑھ کر اس کے سادہ اور سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کا ملامت جلا نتیجہ تھا جس نے امرا کی اکثریت کو اس کے مفروضہ غرور کے بارے میں اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ خود محسوس کرتا تھا کہ سوائے ان نگلی صاحب کے 'جنہوں نے کبھی شیریا سکایا اسے شادی کی تھی اور جنہوں نے آپرو پو دے بوت (73) مضحکہ خیز نارائسکی کے ساتھ اسے بیکاری احمقانہ باتیں سنا دیں 'ہر جاگیردار جس سے وہ متعارف ہوا اس کا طرفدار بن گیا ہے۔ وہ صاف دیکھ رہا تھا 'اور دور سے بھی اس کا اعتراف کرتے تھے کہ نوید و فکس کی کامیابی میں اس نے بہت زیادہ معاونت کی۔ اور اب اپنے دست و خزانہ پر نوید و فکس کی جیت کا جشن مناتے ہوئے اسے اپنے امیدوار کے جیتنے پر غفر مند دی کا خوشگوار احساس ہو رہا تھا۔ خود انتخابات نے اسے اس قدر رہنمائی دیا تھا کہ اگر اگلے تین سال میں اس کی شادی ہو جی تو وہ خود چٹاؤ لڑنے کی سوچ رہا تھا۔ کچھ اسی طرح سے جیسے جاکے کے ذریعے کوئی دوزخیت کے بعد وہ خود گھوڑوں میں شریک ہونا چاہتا تھا۔

اس وقت تو وہ اپنے جاکے کی جیت کا جشن منا رہا تھا۔ درودھسکی میز کی سب سے نمایاں جگہ پر بیٹھا تھا 'اس کے دائیں ہاتھ کو نو جوان گورنر 'خاص فوج شای کا جنرل بیٹھا تھا۔ سمبوں کے لئے تو وہ صوبے کا مالک تھا جس نے

بڑے تقدس کے ساتھ انتخابات کا افتتاح کیا تھا 'تقریر کی تھی 'یعنی لوگوں میں اس نے 'جیسا کہ درودھسکی پر واضح تھا 'احترام اور غلامانہ تابعداری کا جذبہ بھی پیدا کر دیا تھا لیکن درودھسکی کے لئے وہ کاٹکا ماسٹوف تھا 'جس نام سے وہ گورنر آف میجر میں پکارا جاتا تھا 'جو اس کے سامنے ہو کھلایا ہوا تھا اور جسے درودھسکی میجر آسنیز (74) کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ کو نوید و فکس بیٹھا تھا جس کی صورت سے جوانی 'قطیعت اور زہر ہلا پن لنگھ رہا تھا۔ درودھسکی اس کے ساتھ سادگی اور احترام سے پیش آ رہا تھا۔

سویا و فکس نے اپنی ناکامی کو کبھی خوشی برداشت کر لیا تھا۔ یہ اس کے لئے ناکامی تھی بھی نہیں 'جیسا کہ اس نے خود جام اٹھا کر نوید و فکس کو مخاطب کر کے کہا: 'اس نئی سمت کا 'جس میں طبقہ امرا کو جانا ہے 'اس سے بہتر نمائندہ تلاش کرنا ناممکن تھا۔ اور اس لئے سارے ایماندار لوگ 'اس نے کہا 'آج کی کامیابی اور اس کے جشن کے شریک اور طرفدار ہیں۔

اسی پان ارکا دلچسپی اتنے ہی خوش تھے کہ ان کا وقت بھی خوشی گزرا اور سب مطمئن ہیں۔ شاندار دعوت میں انتخابات کے واقعات جن جن کہان کے گئے۔ سویا و فکس نے مارشل کی روپائی تقریر کی مزاحیہ نقل کی اور نوید و فکس سے مخاطب ہو کر اس نے کہا کہ عالی مرتبت کو حساب کتاب کی جانچ کروانے کے لئے کوئی آنسوؤں سے زیادہ پیچیدہ طریقہ 'دھونڈنا پڑے گا۔ دوسرے مذاقہ جاگیردار نے بیان کیا کہ صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل نے تو بال ناچ کے لئے اسٹانگ پش خد حکمرانوں کا آرڈر بھی دے دیا تھا اور اب اگر نئے مارشل نے اسٹانگ پش خد حکمرانوں سمیت بال ناچ نہ دیا تو انہیں واپس بھیجنا پڑے گا۔

دعوت کے دوران میں لوگ نوید و فکس کو برابر مخاطب کر کر کے اس سے کہتے رہے 'ہمارے صوبے کے طبقہ امرا کے مارشل 'اور 'عالی مرتبت۔

یہ اسی خوشی اور ملانیت کے ساتھ کہا جا رہا تھا جس سے نوجوان عورت کو 'مادام' کہا جاتا ہے اور اس کے شوہر کے خاندانی نام سے اسے مخاطب کیا جاتا ہے۔ نوید و فکس ایسی صورت بنائے تھا جیسے وہ نہ صرف یہ کہ بے نیاز ہے بلکہ اس خطاب کو حقارت کی نفرت دیکھتا ہے لیکن صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ بہت خوش ہے اور اپنے اوپر برا مضطرب ہونے تھا کہ خوشی کا وہ بیجان ظاہر نہ ہو جو اس نے لہلہ ماحول کے لئے موزوں نہیں تھا جس میں سب لوگ تھے۔

کھانے کے بعد ان لوگوں کو کئی بار پیچھے گئے جنہیں انتخابات کی روش سے دلچسپی تھی۔ اور اس پان ارکا دلچسپی نے بھی 'جو بہت ہی خوش تھے 'داریا الکساندروونا کو اس 'مضمون کا تار بھجوا دیا۔ "نوید و فکس بارہ دو ٹوٹے سے جیت گئے۔ مبارک ہو۔ دوسروں کو خبر کر دو۔" انہوں نے تار کا مضمون اس طرح لکھوایا۔ سب لوگ سن لیں اور کہا کہ "انہیں بھی خوش کرو دینا چاہیے۔" داریا الکساندروونا کو جب یہ تار ملا تو اس روٹل ڈیال کر کے جو تار پر ضائع کیا گیا تھا انہوں نے ٹھنڈی سانس بھری اور سمجھ گھٹیں کہ یہ دعوت کے بعد بھیجا گیا ہو گا۔ وہ جانتی تھیں کہ اسٹیو امیں ایٹھے کھانے پینے کے بعد "فنج ٹوٹے لے تلی گراف" (75) کی کمزوری ہے۔

ساری چیزیں 'بہت ہی عمدہ کھانے اور شرابوں سمیت جو شراب کے روی سودا گروں کے ہاں سے نہیں بلکہ پردیس سے ہی ہو سکوں میں بند مگوائی گئی تھیں 'بہت ہی اچھی قسم کی 'سادہ اور سرت بخش تھیں۔ سویا و فکس نے ہم خیال لوگوں میں سے میں نفرت کے حلقے کا انتخاب کیا تھا جو لہلہ تھے 'نئے سرگرم لوگ تھے اور ساتھ ہی ذہین اور شائستہ بھی۔ جام پینے گئے 'قدرے مذاقہ بھی 'صوبے کے طبقہ امرا کے نئے مارشل کے نام



کے بھی گورنر کے نام کے بھی 'بنک کے ڈائریکٹر کے نام کے بھی اور "ہمارے مہمان میزبان" کے نام کے بھی۔  
 درویشی خوش اور مطمئن تھا۔ اسے صوبائی شہر میں ایسے پسندیدہ رنگ و عکس کی بالکل توقع نہ تھی۔  
 کمانے کے بعد اور بھی زیادہ نجی خوشی کا ماحول ہو گیا۔ گورنر نے درویشی سے اس کنسرٹ میں چلنے کی  
 درخواست کی جسے سلاف بھائیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ان کی بیوی نے منظم کیا تھا اور جو اس سے ملنا بھی  
 چاہتی تھیں۔

"وہاں بال بال بھی ہو گا اور تم ہمارے ہاں کی حسینہ کو بھی دیکھ سکو گے۔ واقعی یہ سب بہت سی شاندار ہو  
 گا۔"

"ٹائٹ ان مائی لائن" (76) درویشی نے جواب میں کہا جس کو یہ فخر بہت پسند تھا۔ لیکن مسکرا کر اس نے  
 آنے کا وعدہ کر لیا۔

میز کے گرد سے اٹھنے سے بس ذرا ہی پہلے جب سب لوگ سرگٹ پینے لگے تھے تب درویشی کا خاص  
 خدمتگار کشتی میں ایک خط رکھے ہوئے اس کے پاس آیا۔

"دودھ بڑھ سکے سے آیا ہے" خاص ہرکارے کی معرفت "اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔  
 "حیرت کی بات ہے کہ اس کی صورت ڈپٹی پروکیوریٹر سے کسی سے کس قدر ملتی ہے" ایک مہمان نے  
 فرانسیسی میں خاص خدمتگار کے بارے میں کہا۔ اس وقت درویشی چین پہنچیں ہو کر خط پڑھ رہا تھا۔  
 خط آتنا کا تھا۔ خط پڑھ چکے سے پہلے ہی درویشی کو اس کا مضمون معلوم تھا۔ یہ فرض کر کے کہ انتخابات  
 پانچ دن میں ختم ہو جائیں گے اس نے جمعہ کو واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ آج سنبھلے ہوئے اور وہ جانتا تھا کہ خط کے  
 مضمون میں اس بات پر اطمینان ہوگی کہ وہ وقت پر واپس نہیں لوٹا۔ کل شام کو اس نے جو خط سمجھا تھا وہ غالباً ابھی  
 نہ پہنچا ہو گا۔

خط کا مضمون وہی تھا جس کی اسے توقع تھی لیکن اس کا انداز بالکل غیر متوقع اور اس کے لئے ناخوشگوار  
 تھا۔ "آئی بہت تیار ہے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ہو سکتا ہے نمونیا ہو۔ میں اکیلی بالکل بدحواس ہو جاتی ہوں۔ پرنس  
 واروار اور دیگر نہیں بلکہ اور محل ہوتی ہیں۔ میں پرسوں اور کل تمہارا انتظار کرتی رہی اور اب یہ پتہ چلانے کے  
 لئے آدمی بھیج رہی ہوں کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟ میں خود آنا چاہتی تھی لیکن پھر میں نے ارادہ بدل دیا اس  
 لئے کہ جانتی ہوں کہ یہ تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔ کچھ نہ کچھ جواب بھیجو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ کیا کرنا چاہئے۔"

پتہ تیار ہے اور وہ خود آنا چاہتی تھیں۔ یہی تیار ہے اور یہ معاندانہ لہجہ۔  
 انتخابات کی ان معصومانہ مسرتوں اور اس اداس مہمان ہار محبت کے تضاد پر درویشی ششدر رہ گیا جس  
 کی بندشوں میں اسے واپس جانا تھا۔ لیکن جانا تو ضروری تھا اور وہ پہلی ریل گاڑی سے رات کو اپنے کمرے کے لئے  
 روانہ ہو گیا۔

انتخابات میں درویشی کے جانے سے پہلے یہ سوچ کر کہ جو ہنگامے ہر بار درویشی کے جانے پر ہوا کرتے  
 تھے وہ اسے قریب تر نہیں لاسکتے بلکہ دور اور بے تعلق ہی کر سکتے ہیں، آتے نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے اوپر ہر  
 ممکن جبر کریں گی کہ اس سے جدائی کو سکون کے ساتھ برداشت کر سکیں۔ لیکن درویشی جب ان کو اپنی روانگی کی

اطلاع دینے آیا تو اس نے انہیں جن سرد اور تیز نظروں سے دیکھا ان سے ان کو ٹھیس پہنچی اور اس کے جانے  
 سے پہلے ان کا سکون برباد ہو گیا۔

اکیلی رہ جانے پر جب انہوں نے ان نظروں کے بارے میں سوچا جو آزادی کے حق کا اظہار کر رہی تھیں تو  
 وہ ہمیشہ کی طرح ایک ہی نتیجے پر پہنچیں۔ انہیں اپنے پست اور ذلیل ہو جانے کا شدید احساس ہوا۔ "وہ جب اور  
 جہاں جانا چاہیں انہیں اس کا حق ہے۔ صرف جانے کا نہیں بلکہ مجھے چھوڑ جانے کا بھی۔ انہیں سارے حقوق  
 حاصل ہیں، مجھے ایک بھی حق نہیں۔ لیکن یہ جانتے ہوئے تو انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے۔ لیکن انہوں نے کیا کیا؟  
 انہوں نے مجھے سرد اور تیز نظروں سے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ یہ مجسم اور ناقابل گرفت بات ہے لیکن پہلے ایسا نہیں  
 تھا اور اس نظر کے معنی بہت کچھ ہیں" انہوں نے سوچا "یہ نظر ثابت کرتی ہے کہ محبت کا ختم ہونا شروع ہو رہا  
 ہے۔"

اور اگرچہ انہیں یقین تھا کہ محبت کا ختم ہونا شروع ہو گیا ہے پھر بھی وہ کچھ کرنے سکتی تھیں، وہ تو اس سے  
 اپنے تعلق کو کسی طرح بدل نہ سکتی تھیں۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ صرف محبت اور دلکشی سے اسے اپنے بس میں  
 رکھ سکتی تھیں اور پہلے ہی کی طرح اب بھی دن میں مصروف رہ کر اور رات کو مورقین پی کر وہ اس کے بارے میں  
 ہر ایک خیالات کو محو نہ سکتی تھیں کہ اگر اس نے ان سے محبت کرنا ترک کر دیا تو کیا ہو گا۔ یہ تو بچ ہے کہ ایک  
 اور ذریعہ تھا۔ اس کو اپنے بس میں رکھنے کی خواہش نہ کرنا اور اس کے لئے وہ سوائے اس کی محبت کے اور کچھ  
 نہ چاہتی تھیں، بلکہ اس کے قریب آ جانا اور ایسی صورت حال میں رہنا کہ وہ انہیں چھوڑ نہ جائے۔ یہ ذریعہ تھا  
 مطلق اور بیاہ۔ اور وہ اس کی آرزو کرنے لگیں اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب اگر استیوار نے یا اس نے اس کے  
 بارے میں ان سے کہا تو وہ پہلی ہی بار میں رضامند ہو جائیں گی۔

اس طرح کے خیالوں میں آتے نے درویشی کے بنا پانچ دن گزارے، وہی جن میں اسے گھر سے باہر رہنا  
 تھا۔

ان کا وقت ملنے، دار و دار اسے باتیں کرنے، ہسپتال دیکھنے جانے اور سب سے خاص کر پڑھنے میں "ایک  
 کے بعد دوسری کتاب پڑھنے میں صرف ہوا۔ لیکن جب پچھنے دن کو چوان ریلے اسٹیشن سے درویشی کے بغیر  
 لوٹ آیا تو آتے نے محسوس کیا کہ اب کسی طرح بھی ان کے بس میں نہیں ہے اس کے بارے میں اور اس بارے  
 میں خیالات کو دبا کر رکھنا کہ وہ ہاں کیا کر رہا ہے۔ اسی وقت ان کی بیٹی تیار ہو گئی۔ آتے نے اس کی دیکھ بھال کرنی  
 شروع کر دی لیکن اس سے ان کا دھیان نہیں ہٹا "اس لئے اور بھی کہ بیماری کوئی خطرناک نہ تھی۔ انہوں نے  
 بڑی کوشش کی لیکن وہ اس بیٹی سے پیار نہ کر سکتی تھیں اور محبت کا ڈھنگ وہاں نہیں سکتی تھیں۔ اس دن کی  
 شام کو آتے جب اکیلی رہ گئیں تو انہیں درویشی کے سلسلے میں اتنا ڈر لگا کہ انہوں نے شرمیلے کر لیا تھا لیکن  
 اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے وہ تضادوں پر غور کیا جو درویشی کو ملتا تھا اور اسے دوبارہ پڑھنے  
 بغیر ہی انہوں نے اسے خاص ہرکارے کی معرفت بھیج دیا۔ اگلی صبح کو انہیں درویشی کا خط ملا اور وہ اپنے خط پر  
 چبھتا نہیں۔ وہ بہت خوفزدہ ہو کر اس تیز نظر کا سامنا دوبارہ کرنے کا انتظار کر رہی تھیں جس سے اس نے انہیں  
 جاتے وقت دیکھا تھا، خاص طور سے اس وقت جب اسے معلوم ہو گا کہ لڑکی خطرناک طور پر بیمار نہ تھی۔ پھر بھی  
 وہ خوش تھیں کہ انہوں نے اسے خط لکھ دیا۔ اب آتے اپنے آپ سے یہ اعتراف کرتی تھیں کہ وہ ان کو باری  
 طرح محسوس کرتا ہے اور وہ اپنی آزادی کو ترک کر کے ان کے پاس افسوس کے ساتھ واپس آئے گا لیکن اس



کے باوجود وہ خوش تھی کہ وہ واپس آ رہا ہے۔ بوجھ سکتا ہے تو مجھے لیکن رہے گا تو یہاں ان کے پاس اور وہاں دیکھ سکیں گی اور انہیں اس کی ہر حرکت کا علم رہے گا۔

وہ ڈرائنگ روم میں لیپ کے لیے فرائیسی مورخ اپولیت تین کی نئی کتاب لے بیٹھی تھی اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ گمن میں ہوا کی آواز سن رہی تھی اور ہر منٹ توقع کر رہی تھی کہ کبھی بس آئے گی والی ہے۔ کئی بار انہیں لگا کہ پیوں کی آواز سنائی دی لیکن انہوں نے غلطی کی تھی۔ آخر کار نہ صرف پیوں کی آواز بلکہ کچھ ان کی چیخ اور ہمت دار پور کیوں میں کھنکی کھنکی آواز بھی سنائی دی۔ پرنس وادار نے بھی اس کی تصدیق کی جو شش مکمل رہی تھی۔ آنا کا چہرہ گھانا ہو گیا اور وہ کھڑی ہو گئیں۔ لیکن بچے جانے کی بجائے جیسے کہ پہلے دوبار جا چکی تھی وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہیں۔ انہیں اچانک اپنے فریب پر شرم آنے لگی لیکن سب سے زیادہ اس بات کا ڈر تھا کہ وہ ان سے کیسے ملے گا۔ تو جین کا احساس ختم ہو چکا تھا اب وہ صرف اس کی ناراضگی کے اظہار سے خوفزدہ تھی۔ انہیں یاد آیا کہ بیٹی تو آج دوسرا دن ہے کہ بالکل تندرست ہے۔ بلکہ انہیں اس پر جھجکا ہوا ہوتا تھا کہ وہ میں اسی وقت ٹھیک ہو گئی جب خط بھیجا جا چکا تھا۔ پھر انہیں درد و غم کا خیال آیا کہ وہ یہاں ہے پھر رے کا پورا اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سمیت۔ ان کے کالوں میں اس کی آواز پڑی۔ اور سب کچھ بھول کر وہ خوش ہو کر اس کے استقبال کو دوڑیں۔

"تو آئی کیسی ہے؟" اس نے اپنی طرف دوڑ کر آئی ہوئی آنا کو دیکھ کر بچے ہی سے سہمی آواز میں کہا۔

وہ کمری پر بیٹھا تھا اور غصہ بھرا اس کے گرم خلوٹ اتار رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے اب ستر ہے۔"

"اور تم؟" اس نے اپنے بدن کو بھنجوڑتے ہوئے کہا۔

انہوں نے اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس کو سمجھنے پر اپنی کمر پر رکھ کر اسے بچنے لگیں۔

"خیر مجھے بڑی خوشی ہوئی" اس نے ان کو ان کے بالوں کے سنگار "ان کے لباس کو سرد مری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لباس انہوں نے اسی کے لئے پہنا ہے۔

یہ سب اسے پسند آیا لیکن یہ تو جانے کتنی بار پسند آچکا تھا اور اس کے چہرے پر وہی تندرست چہرہ ہوا سا تاثر جم کر رہ گیا جس سے وہ اتنا ڈرتی تھی۔

"تو مجھے بڑی خوشی ہے۔ اور تم ٹھیک ہو؟" اس نے رومال سے اپنی نواڑھی کو پونچھتے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی کوئی بات نہیں" انہوں نے سوچا "بس وہ یہیں رہے اور جب وہ یہیں ہو گا تو مجھ سے محبت کے بغیر نہیں رہ سکتا" اس کی ہمت نہ ہوئی کہ مجھ سے محبت نہ کرے۔"

شام پر پرنس وادار اور ان کی موجودگی میں خوشی اور مسرت میں گزری۔ پرنس نے درد و غم کی شکایت کی کہ آنا اس کی عدم موجودگی میں مورفین بیٹی تھی۔

"تو پھر کیا کریں؟ مجھے فینڈی نہیں آتی تھی۔ طرح طرح کے خیالات پریشان کرتے تھے۔ جب یہ ہوتے ہیں تو میں کبھی نہیں بیٹی۔ تقریباً کبھی نہیں۔"

درد و غم نے انتہا پر کارا حال بیان کیا اور آنا اپنے سوالوں سے اسے اسی موضوع پر لے آئیں جس سے اس کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی تھی۔ اس کی کامیابیوں کی باتیں۔ انہوں نے اس کو وہ سب کچھ بتایا جس

اسے گھر میں دلچسپی ہو سکتی تھی۔ اور ان کی ساری چیزیں بست ہی پر مسرت تھیں۔

لیکن شام کو دیر سے جب وہ دونوں اکیلے رہ گئے تو آنا نے یہ دیکھ کر کہ وہ پھر ہی طرح اس کی مالک ہیں "اگلے کے سلسلے میں اس کی فکر کے تکلیف دہ تاثر کو دور کرنا چاہا۔

"لیکن تم یہ اعتراف کرتے ہو کہ تمہیں خطا پڑ چکی ہے ہٹ ہوئی تھی اور تم نے میری بات کا یقین نہیں کیا تھا؟"

جیسے ہی انہوں نے یہ کہا ویسے ہی سمجھ گئی کہ اس وقت وہ ان کے ساتھ چاہے کتنی ہی محبت سے بیٹھ آ رہا ہو لیکن اس نے ان کی اس حرکت کو معاف نہیں کیا۔

"ہاں" اس نے کہا "خطا اس قدر عجیب تھا۔ ایک طرف تو یہ کہ آئی بتا رہے اور دوسری طرف یہ کہ تم خود آنا چاہتی تھیں۔"

"وہ سب سچ تھا۔"

"ہاں مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔"

"نہیں تمہیں شک ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ناراض ہو۔"

"ایک منٹ کے لئے بھی نہیں۔ یہ سچ ہے کہ میں ناراض ہوں صرف اس بات پر کہ تم جیسے یہ سمجھنا ہی نہیں چاہتیں کہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔"

"کنٹرول میں جانے کی ذمہ داریاں۔"

"اچھا اس کی بات نہیں کریں گے" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں بات کریں گے؟" وہ بولیں۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی کام سامنے آ سکتا ہے ضرورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اب مجھے ابھی ماسکو بانا پڑے گا مگر کے سلسلے میں... اف، آنا، تم آخر اس قدر جھجھکتی کیوں ہو؟ کیا واقعی تم نہیں چاہتیں کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا؟"

"اگر ایسا ہے" اچانک آنا نے بدلے ہوئے لمحے میں کہا "تو تم اس زندگی کو بار کھینچ لگے ہو۔ ہاں تم ایک دن کے لئے آؤ گے اور پلے جاؤ گے جیسے سب مرد کرتے ہیں۔"

"آنا یہ بے رحمی کی بات ہے۔ میں اپنی ساری زندگی دینے کو تیار ہوں۔"

لیکن انہوں نے اس کی بات ہی نہیں سنی۔

"اگر تم ماسکو باناؤ گے تو میں بھی جاؤں گی۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ تم کیا تو بالکل سے الگ ہو جاؤ یا ساتھ ہو۔"

"جس میں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ میری واحد خواہش ہے۔ لیکن اس کے لئے..."

"ملاقات کی ضرورت ہے؟" انہیں لکھوں گی۔ میں دیکھتی ہوں کہ میں اس طرح زندگی نہیں بسر کر سکتی۔ لیکن میں تمہارے ساتھ ماسکو جاؤں گی۔"

"تم تو جیسے مجھے دھمکا رہی ہو۔ میں خود ہی کوئی بھی چیز آنا نہیں چاہتا تھا تم سے جدا نہ ہونا" درد و غم نے سہرا کر کہا۔ لیکن جب اس نے یہ پرشکوہ الفاظ کہے تو اس کی آنکھوں میں صرف ایک ایسے انسان کی سردادری کی نگاہ ہی دکھ نہیں تھی بلکہ ایسے انسان کی نگاہ تھی جس پر جبر کیا جا رہا ہو اور جو غصے مزاج ہو گیا ہو۔ آنا نے



”اگر ایسا ہے تو یہ بد محسوس ہے!“ اس کی یہ بات کہہ کر ہی تھی۔ یہ ایک ذرا دریا کا آٹا تھا لیکن اسے وہ پھر بھی نہیں بھولیں۔

آجائے تو ہر کو خط لکھا جس میں ان سے طلاق کی درخواست کی اور نو مہر کے آخر میں نو پس وادار اور ان کا رخصت کر کے جن کے لئے نو پٹیس برگ جانا ضروری تھا وہ دو محل کے ساتھ ماسکو آگئیں۔ انہیں کسی بھی مکان الگسٹی انکسائڈ روویج کا جواب اور اس کے نتیجے میں طلاق مل جائے کی توقع تھی۔ چنانچہ اب وہ میاں بیوی کی طرح ایک ہی گھر میں رہنے لگے۔



حصہ ہفتم

لیون میاں باہوی تین مہینے سے ماسکوں میں قیام پذیر تھے۔ وہ مدت بہت دن ہوئے گزر چکی تھی جس اب سانس لے کے جانکار لوگوں کے انتہائی قیمتی حساب کے مطابق کھیتی کی دیکھ لی ہو چکی چاہئے تھی لیکن اس کے پاؤں ابھی تک بھاری تھے اور کسی چیز سے بھی ظاہر نہ ہوا تھا کہ وہ وقت اب اس سے زیادہ قریب ہے جتنا وہ مہینے پہلے تھا۔ وہ اکثر "وائی" "وائی" ماں اور خاص طور سے لیون جو بغیر خوف کے قریب آئے والے واقعے کے بارے میں سوچ رہی تھیں، کسی کو بے مہربانی اور بے چینی ہوئے تھی۔ بس ایک کھیتی خود کو بالکل پرسکون اور سکمی محسوس کرتی تھی۔

اب اسے اپنے اندر آنے والے نیچے سے محبت کا نیا جذبہ واضح طور پر محسوس ہونے لگا تھا۔ یہ بچہ اس کے لئے ایک حد تک اس وقت بھی حقیقت میں بچکا تھا اور اس نے خود کو انتہائی خوشی کے ساتھ اس احساس کا تعلق بنایا تھا۔ بچہ اب پوری طرح اس کا جز نہیں رہ گیا تھا اور کبھی کبھی وہ اس سے آزادانہ اپنی الگ زندگی بسر کرتا تھا۔ اکثر کبھی کو اس سے تکلیف ہوتی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا مٹی چاہتا کہ اس جگہ اور نئی خوشی سے منہ نہ پڑے۔

جن لوگوں سے وہ محبت کرتی تھی وہ سب اس کے ساتھ تھے اور سب اس سے اپنی مہربانی سے خوش آتے تھے اور اس کی اپنی خاطر داری کرتے تھے کہ اسے ہر چیز صرف خوشگوار ہی لگے کہ اگر وہ یہ نہ جانتی اور نہ محسوس کرتی ہوتی کہ یہ جلد ہی ختم ہو جائے گا تو کسی بہتر اور خوشگوار تر زندگی کی تسانی نہ کرتی۔ اس زندگی کی دلکشی کو جو ایک چیز یاد کرتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کا شوہر یا نہیں تھا وہ کبھی کو اچھا لگتا تھا اور جیسا وہ دسات میں رہتا تھا۔ وہ دسات میں اس کے پر شفقت 'پر سکون اور صمان نواز' لہجے سے محبت کرتی تھی۔ شرمیں وہ ہمیشہ بے چین اور محاط لگتا تھا جیسے ڈر تاہو کہ کہیں کوئی اس کی اور خاص کر اس کی بیوی کی توہین نہ کرے۔ وہاں دسات میں یہ جانتے ہوئے کہ یہی اس کی اصلی جگہ ہے وہ کہیں بھی جانے کی جلدی میں نہ ہوا تھا اور کبھی کسی مصروفیت کے بغیر نہ رہتا تھا۔ یہاں شرمیں وہ ہمیشہ جلدی میں رہتا تھا جیسے ڈر تاہو کہ کہیں کچھ پھوٹ نہ جائے اور کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ خاصا نہیں۔ اور کبھی کو اس پر ترس آتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ دو سروں کو وہ قابل رحم نہیں لگتا تھا۔ اس کے ہر عکس جب معاشرے میں کبھی اس کی طرف دیکھتی جیسے کبھی بھی اپنی محبوب ہستی کو دیکھا جاتا ہے 'اے کسی اجنبی کی طرح دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے' تاکہ اپنے ذہن میں اس ناثر کا تعین کیا جائے جو وہ دوسروں میں پیدا کرتا ہے 'تو وہ دیکھتی بلکہ یہ دیکھ کر اسے ایسا رشک ہو کہ اس سے وہ خود بھی ڈر جاتی کہ نہ



صرف یہ کہ وہ قابلِ رحم نہیں ہے بلکہ اپنی تذبذبِ شاعری قدرے پرانے زمانے کے سے طور طریقِ محوروں کے لئے پرکھنے والا ہے۔ لیکن وہ اپنے شوہر کو ہرے نہیں بلکہ اندر سے دیکھا کرتی تھی۔ وہ دیکھتی کہ یہاں وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں ہے۔ وہ اس کی حالت کو کسی اور طرح نہ بیان کر سکتی تھی۔ کبھی وہ دل میں اپنے شوہر سے اس بات پر ناراض ہوتی کہ اسے شرمیں رہتا آتا ہی نہیں اور کبھی وہ اس بات کو محسوس کرتی کہ اس کے لئے یہاں اپنی زندگی کو اس طرح منظم کرنا واقعی مشکل تھا کہ اس سے مطمئن اور خوش ہو سکے۔

اور درحقیقت وہ یہاں کسے ڈھکیا کرے؟ ناش کھیلنا اسے پسند نہیں تھا۔ کلب وہ جاتا نہیں تھا۔ اب وہ جانتی تھی کہ الموصیٰ کی قسم کے خوش باش مردوں کے ساتھ میل جول بیجانانہ کامطلب کیا ہوتا تھا۔ اس کا مطلب تھا شراب پینا اور پینے کے بعد کبیس جانا۔ وہ بیکار بن کے احساس کے بغیر سوچتی نہ سکتی تھی کہ ایسی صورتوں میں مرد کہاں جاتے تھے۔ معاشرے میں آنا جانا؟ لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے لئے جوان عورتوں سے قربت میں طمانیت حاصل کرنا ضروری تھا اور وہ اس کی خواہش میں نہ کر سکتی تھی۔ اس کے ماں کے اور بہنوں کے ساتھ گھر میں بیٹھنا؟ لیکن کبھی کو یہ ایک ہی طرح کی باتیں چاہے سکتی تھیں اور دل خوش کرنے والی کیوں نہ گنتی ہوں۔ بوڑھے پرس بہنوں کی ان باتوں کو ”گھڑاؤں اور ٹوپیوں کی باتیں“ کہتے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اسے قولاً ہی طور پر وہ اتنا دینے والی گنتی ہوں گی۔ تو پھر اس کے کہنے کو رد کیا؟ اپنی کتاب لکھنا چاہی رکھنا؟ اس نے یہ کہنے کی کوشش کی اور شروع میں لائبریری جاتا تھا کہ اپنی کتاب کے لئے نوٹ بنائے اور حوالے کی کتابیں دیکھے لیکن جیساکہ اس نے کبھی سے کہا تھا تادمہ کچھ بھی نہ کرنا تھا اسی اس کے پاس وقت کم ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کبھی سے شکایت کی کہ یہاں اس نے اپنی کتاب کے بارے میں باتیں بہت زیادہ کیں ”اس لئے اس کے سارے خیالات گنڈ ہو گئے اور اس کی دلچسپی ختم ہو گئی۔“

اس شرمی زندگی کا ایک فائدہ یہ تھا کہ یہاں شرمیں ان کے درمیان بھڑا نہیں ہوا۔ وہ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ شرم کے حالات مختلف تھے یا اس وجہ سے کہ وہ دونوں اس سلسلے میں زیادہ متاط اور سمجھدار ہو گئے تھے مگر ماسکو میں ان کے درمیان رقبہ و رقابت کی بنا پر بھی بھڑا نہیں ہوا جس سے شرمیں آتے وقت وہ دونوں ادا ڈرتے تھے۔

اس سلسلے میں ان کے لئے ایک بہت اہم واقعہ بھی ہوا یعنی دروہی سے کبھی کی ملاقات۔

کبھی کی دینی ماں یا بیویا پرس ماریا بریوونا بیٹھ سے اس سے بہت پیار کرتی تھیں۔ انہوں نے اس سے ضرور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ کبھی اپنی صورت حال میں کہیں بھی نہیں جاتی تھی لیکن وہ اپنے باپ کے ساتھ ان محترمہ بڑی بی بی کے ہاں ملتی اور وہاں اس کی ملاقات دروہی سے ہو گئی۔

اس ملاقات کے دوران میں کبھی خود کو صرف اس بات کے لئے ملامت کر سکی کہ ایک لمبے کے لئے، جب اس نے غیر فنی لباس میں اس کے اس قدر جانے پہچانے خدوخال کو پہچانا تو وہ نکتے میں رہ گئی، ”خون امیڈر دل میں بھر آیا اور چہرے پر روشن رنگ چھا گیا جسے اس نے محسوس بھی کیا۔ لیکن یہ بس چند سیکنڈ رہا۔ ابھی اس کے باپ ”جو جان بوجھ کر دروہی سے اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے“ اپنی بات ختم ہی نہ کیا تھے کہ کبھی پوری طرح دروہی سے آنکھیں چاکر کرنے کے لئے اور ضرورت ہو تو اس سے اسی طرح بات کرنے کے لئے تیار ہو گئی جیسے وہ پرس ماریا بریوونا سے باتیں کر رہی تھی، اس طرح کہ اس کا شوہر اس کے لیے کے ہر اتار

چھاؤ اور مسکراہٹ کی تائید کرے جس کی نظر نہ آنے والی موجودگی کو وہ گویا اس وقت اپنے اوپر محسوس کر رہی تھی۔

کبھی نے دروہی سے دو چار باتیں کیں بلکہ اس کے ایک مذاق پر سکون کے ساتھ مسکرائی بھی جو اس نے انتخابات کے بارے میں کیا تھا اور انہیں ”ہماری پارلیمنٹ“ کہا (مسکراتا یہ دکھانے کے لئے ضروری تھا کہ وہ مذاق کو سمجھ گئی ہے۔) لیکن فوراً ہی وہ پرس ماریا بریوونا کی طرف مڑ گئی اور پھر ایک بار بھی اس نے دروہی کی طرف نہیں دیکھا جب تک کہ وہ رخصت ہونے کے لئے کھڑا نہیں ہو گیا۔ تب اس نے دروہی کی طرف دیکھا لیکن صاف ظاہر تھا کہ صرف اس لئے کہ جب کوئی شخص تقسیم کر رہا ہو تو اس کی طرف نہ دیکھنا بد اخلاقی ہے۔

وہ باپ کی بہت شکر گزار تھی کہ انہوں نے اس سے دروہی سے ملاقات ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا لیکن اس نے ”جب وہ پرس ماریا بریوونا کے ہاں کے بعد معمول کے مطابق شل رہے تھے تب“ ان کی خاص شفقت و حمایت سے یہ دیکھا کہ وہ اس سے خوش اور مطمئن تھے۔ وہ خود بھی اپنے آپ سے مطمئن تھی۔ اسے بالکل توقع نہیں تھی کہ وہ اپنے میں اتنی قوت پائے گی کہ دروہی کے لئے سارے سابقہ جذبات کی یاد کو کہیں اپنے دل کی گہرائیوں میں دبائے رکھ سکے گی اور اس کی طرف سے بالکل بے نیاز اور پرسکون صرف لگے گی کی نہیں بلکہ ہو گی بھی۔

جب اس نے لیون سے تالیا کہ وہ پرس ماریا بریوونا کے ہاں دروہی سے ملی تھی تو اس سے کہیں زیادہ لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کے لئے لیون کو یہ بتانا بہت مشکل تھا لیکن اس ملاقات کی ساری تفصیلات بتانا اور بھی مشکل تھا اس لئے کہ لیون نے کچھ پوچھا نہیں بلکہ بھوسیں سکھ کر بس اسے دیکھا رہا۔

”مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم نہیں تھے“ اس نے کہا۔ ”یہ نہیں کہ تم کہنے میں نہیں تھے۔ تم ساری موجودگی میں اتنی فطری نہ رہ سکتی تھی۔ میں تو اب بہت زیادہ کہیں زیادہ سرخ ہو رہی ہوں“ کبھی نے کہا اور اس کا چہرہ ادا سرخ ہو گیا کہ آنکھوں میں آنسو آگئے ”بلکہ یہ کہ تم کسی درائش سے یہ سب کچھ نہ کہے۔“

اس کی بچی آنکھوں نے لیون کو بتا دیا کہ وہ اپنے آپ سے مطمئن تھی اور لیون اس کے باوجود کہ کبھی کا چہرہ یہ بتانے میں ادا سرخ ہو گیا تھا فوراً ہی پرسکون ہو گیا اور اس سے سوالات کرنے لگا جو وہ جانتی تھی۔ جب اسے سب کچھ معلوم ہو گیا، یہ تفصیل بھی کہ بس پہلے لمبے میں تو ضرور وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا لیکن بعد کو یہ اس کے لئے ادا آسان اور معمولی ہو گیا جیسے پہلے بار لٹنے والے کے ساتھ ہوتا ہے، تو لیون کی جگہ خوش ہو گیا اور اس نے کہا کہ وہ اس سے بہت خوش ہے اور اب وہ اتنی ہی قوی کا سلوک نہ کرے گا جتنی اس نے انتخابات میں کی تھی اور دروہی سے پہلی ملاقات میں جہاں تک ہو سکے گا دوستانہ برتاؤ کرنے کی کوشش کرے گا۔

”یہ سوچنا اس قدر اذیت ناک ہے کہ کوئی شخص ایسا ہے جو تقریباً دشمن ہے جس سے ملنا تکلیف دہ ہوتا ہے“ لیون نے کہا۔ ”مجھے بہت بہت خوشی ہے۔“



جانے سے پہلے کیا رہے اس کے پاس آیا۔ "میں جانتی ہوں کہ کھانا تم کلب میں کھاؤ گے" پیپا نے ہمارا نام دے دیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے تم کیا کر رہے ہو؟"

"میں بس کتابوں کے پاس جاؤں گا" لیون نے جواب دیا۔  
"اتنی صبح کیوں؟"

"اس نے مجھے میٹر فوف سے ملانے کا وعدہ کیا ہے جن سے میں اپنی کتاب کے بارے میں باتیں کرنا چاہتا ہوں" وہ بیٹرس برگ کے مشہور مصوف عالم ہیں "لیون نے کہا۔

"ہاں تم انہیں کے مضمون کی تو اتنی تعریف کر رہے تھے؟ اور پھر اس کے بعد؟" کیٹی نے پوچھا۔  
"ہو سکتا ہے اپنی بہن کے معاملے کے سلسلے میں عدالت میں چلا جاؤں۔"

"اور کنسرٹ؟" اس نے پوچھا۔

"میں اکیلے کیا جاؤں گا؟"

"نہیں نہیں، چلے جاؤ" وہاں یہ نئی چیزیں پیش کی جا رہی ہیں۔ اس سے تو ہمیں اتنی دلچسپی تھی۔ میں تماری جگہ ہوتی تو ضرور جاتی۔"

"بہر حال کھانے سے پہلے تو میں گھر آؤں گا" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم فراک کوٹ پہن لو تاکہ سیدھے گاؤں میں نہ جاؤ۔"

"لیکن کیا واقعی اشد ضروری ہے؟"

"ہاں اشد! وہ ہمارے ہاں آئے تھے۔ اور ہمارا لگنا کیا ہے؟ جاؤ، نیمو، پانچ منٹ موسم کی بات کرو، کھڑے ہو جاؤ اور چلے آؤ۔"

"لیکن تم کو یقین نہیں آتا کہ مجھے اب اس کی بالکل عادت نہیں رہی اور مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ کیسے ہو تا ہے؟ ایک اجنبی شخص آیا، بغیر کسی کام کے بیٹھا، ہمارے لوگوں کے معمول میں مداخلت کر رہا ہے؟ آپ کو پریشان کیا اور چلا گیا۔"

کیٹی نے ہنسی۔

"آخر تم جب کوئی تھے تب تو لوگوں سے ملنے جاتے تھے؟" اس نے کہا۔

"جانتا تھا لیکن ہمیشہ شرم آتی تھی اور اب تو عادت ایسی بٹھ گئی ہے کہ خدا کی قسم وہ دن کھانا کھانا اس طرح کے ملنے جانے سے کہیں بہتر ہے۔ اتنی شرم آتی ہے اسارے وقت مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ برا مان رہے ہوں گے، کہتے ہوں گے، یہ آخر تم بغیر کسی کام کے آ کیوں گے؟"

"نہیں برا نہیں مانیں گے" اس کا میرا نام "کیٹی نے ہنس کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے شہر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "اچھا تو الوداع... چلے جانا میری کر کے۔"

وہ جانا ہی چاہتا تھا اور اپنی بیوی کے ہاتھ کو بوسہ دے رہا تھا کہ بیوی نے اسے روک لیا۔

"کوئی سہا، مسطوم ہے، ہمیں کہ میرے پاس اب صرف پچاس روپے رہ گئے ہیں۔"

"تو کیا ہو؟" اس نے جاکر بینک سے لے آؤں گا۔ کتنے؟ "اس نے ناراضگی کے اس انداز سے کہا جسے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"نہیں، تم قصوداً؟" اس نے شہر کا ہاتھ پکڑ کر دیا۔ "ذرا بات کریں گے، مجھے اس کی وجہ سے بے چینی

رہتی ہے۔ لگتا تو یہ ہے کہ میں کوئی فضول چیز نہیں خریدتی لیکن رقم ایسے نکلتی جاتی ہے۔ ہم کچھ نہ کچھ لیک سے نہیں کر رہے ہیں۔"

"ذرا بھی نہیں؟" اس نے کھانے ہوئے اور تھری چڑھا کر اس پر نظر ڈالنے ہوئے کہا۔

اس کھانے کے انداز کو وہ جانتی تھی۔ اس کی شدید ناراضگی کی علامت تھی "اس سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے۔ وہ درحقیقت ناراض تھا اس بات پر نہیں کہ رقم خرچ ہو گئی ہے بلکہ اس پر کہ اسے اس بات کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے جسے وہ "یہ جان کر کہ اس میں کچھ گڑبڑ ہے" سمجھنا چاہتا ہے۔

"میں نے سکولف کو کہا ہے کہ وہ کیوں بچ دے اور بچلے کے لئے ڈیوٹی لے لے۔ رقم تو بہر صورت ہو جائے گی۔"

"نہیں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ویسے بھی بہت۔"

"ذرا بھی نہیں؟ ذرا بھی نہیں؟" اس نے دوہرایا "اچھا تو الوداع میری جان۔"

"نہیں، میں جگہ کرتی ہوں، مجھے کبھی کبھی المیوں ہوتا ہے کہ میں نے ماما کی بات مان لی۔ دیہات میں کتنا اچھا رہتا! اور ایسے میری وجہ سے تم سب کو تکلیف ہوتی ہے اور رقم بھی اتنی خرچ ہو رہی ہے۔"

"ذرا بھی نہیں؟ ذرا بھی نہیں۔ جب سے میں شادی کی ہے تب سے ابھی تک ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے یہ کہا ہو کہ جیسا ہے اس سے خائف ہو نا تو اچھا ہوتا۔"

"کچھ کر رہے ہو؟" اس نے شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے بے بغیر سوچے ہوئے صرف بیوی کو تسلی دینے کے لئے کہا "دیا تھا لیکن جب اس نے بیوی کے چہرے پر نظر ڈالی اور یہ دیکھا کہ یہ بچی پیاری آنکھیں سوالیہ انداز میں اس پر لگی ہیں تو اس نے وہی بات دل و جان سے کہہ دی اور سوچا "میں تو قطعی طور پر اسے بھول ہی جاتا ہوں۔" اور اسے اس کا خیال آیا جس کے آنے کی

جلدی امید تھی۔

"تو اب جلدی؟ تم کو کیا لگتا ہے؟" اس نے بیوی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سرگوشی میں کہا۔

"میں اتنی بار سوچ چکی ہوں کہ اب کچھ سوچتی ہی نہیں اور مجھے کچھ پتہ نہیں۔"

"اور ذرا نہیں لگتا؟"

وہ حقارت آمیز انداز میں مسکرائی۔

"رتی بھر بھی نہیں؟" اس نے کہا۔

"اچھا تو اگر کچھ ضرورت ہو تو میں کتابوں کے پاس جاؤں گا۔"

"نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہوگی اور تم اس کی گھر نہ کرنا۔ میں پیپا کے ساتھ خیابان سے ملنے جاؤں گی۔ ذرا دیر کو ہم لوگ ڈالی کے ہاں جائیں گے۔ کھانے سے پہلے میں تمہارا انتظار کروں گی۔ ارے ہاں؟ ہے؟

ہمیں "ڈالی کی حالت تو بہت ہی بری ہو گئی ہے؟ چاروں طرف ان کے اوپر قرض ہے، رقم ان کے پاس ہے نہیں۔ کل میں نے "ماما نے اور آرستینی نے "اس نام سے وہ اپنی بہن لودو کے شہر کو نکارتی تھی" بات کی اور یہ ملے کیا کہ تم اور آرستینی جاکر اسٹیو کی خبر لو۔ یہ تو بالکل ہی ناممکن ہے۔ پیپا سے اس کے بارے میں بات کی

نہیں جاسکتی۔ لیکن اگر تم اور آرستینی۔"



”لیکن ہم کر کیا سکتے ہیں؟“ لیون نے کہا۔

”پھر بھی تم آرہی ہو ہاں تو جاؤ گے۔ وہ جس بتادیں گے کہ ہم نے کیا ملے کیا ہے۔“

”ارے آرہی ہو کہیں گے اس سب سے تو میں پہلے ہی سے متفق ہوں۔ تو میں ان کے پاس چلا جاؤں گا۔ اچھا اور اگر میں کنسرٹ میں گیا تو سٹائی کے ساتھ جاؤں گا۔ اچھا! لودا۔“

برساتی میں بوڑھے نوکر کو زمانے لیون کو روک لیا جو شادی سے پہلے سے لیون کے ہاں کام کرتا تھا اور اب شہر میں ان کی گرجہ ہستی کا گھر اٹھ رہا تھا۔

”ہاں!“ (یہ ہم کے ساتھ جائیں کو جیتنے والا کھوڑا تھا جو نہات سے لایا گیا تھا) ”اب بھی ٹھک کر رہا ہے حالانکہ پھر سے فصل بندی کر دی گئی ہے“ اس نے کہا ”تو کیا حکم ہے؟“

ماسکو میں شروع کے دنوں میں لیون کو نہات سے لائے گئے کھوڑوں کی فکر تھی۔ وہ اس پہلو کو جہاں تک ہو سکے بھڑا اور کم خرچ طریقے سے منظم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ یہ چلا کہ اپنے کھوڑوں پر کرائے کی گاڑی سے بھی زیادہ خرچ آتا تھا اور کرائے کی گاڑی پھر بھی بڑی تھی۔

”دھار کو بلو! وہ سکتا ہے کہیں چوٹ لگی ہو۔“

”لیکن پھر کا ترزا الگ سا دروٹا کے لئے کیا ہو گا؟“ کو زمانے پر چھا۔

لیون کو اب اس بات پر حیرت نہیں ہوتی تھی جیسے کہ ماسکوں اپنی زندگی کے شروع کے دنوں میں ہوتی تھی کہ مزدور بڑے سے سبب حیرت اور ایک تک جانے کے لئے بڑی ہماری بھیجی میں دو طاقتور کھوڑے جو سٹائی اور اس بھیجی میں برف اور کچھ میں چوتھا کی درست لے جانے کی اور وہاں اسے چار گھنٹے کھڑے رکھنے کی اور اس کے لئے پانچ روپے ادا کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اب یہ اسے بالکل قدرتی بات لگتی تھی۔

”کرائے کی گاڑی والے سے کہنا کہ اپنے کھوڑے ہماری بھیجی میں جوت لے“ اس نے کہا۔

”جو حکم۔“

چنانچہ شہر کے حالات کی بدولت ایک مشکل کو اتنی آسانی اور سادگی سے حل کر کے جو نہات میں اس کی ذاتی محنت اور توجہ کا مطالعہ کرتی لیون برساتی میں نکل آیا اور کرائے کی گاڑی والے کو آواز دے کر چلا آیا اور اس میں بیٹھ کر کنکریٹ کی سڑک پر چلا گیا۔ راستے میں رقم کے بارے میں اسے خیال تک نہیں آیا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ پیئرس برگ کے ان عالم سے کس طرح متعارف ہو گا جو عمرانیات کے ماہر تھے اور ان سے اپنی کتاب کے بارے میں کیا باتیں کرے گا۔

ماسکو میں صرف شروع ہی کے دنوں میں لیون کو جو نہات کا رہنے والا تھا ان عجیب اور لا حاصل لیکن باکڑ پر خرچوں پر حیرت ہوتی تھی جن کا مطالعہ اس سے ہر طرف سے کیا جاتا تھا۔ لیکن اب وہ ان کا عادی ہو چکا تھا۔ اس صورت میں اس کے ساتھ وہی ہوا جو لوگ کہتے تھے کہ شراب پینے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پہلا جام گلے میں ہڈی کی طرح اٹکتا ہے۔ دوسرا شہرے کی طرح چھپتا ہے اور تیسرے کے بعد تو ہر جام چڑیوں کی طرح اڑتا ہوا جاتا ہے۔ جب لیون نے خدمت گار اور چوہا کی وردی خریدنے کے لئے سوروئل کا پہلا نوٹ بھٹایا تو اسے بے ساختہ یہ خیال ہوا کہ یہ بالکل ہی فضول وردیاں جو ناگزیر طور پر ضروری رہی ہوں گی اس لئے کہ جب اس نے اشارہ کیا کہ وہ دروہوں کے بغیر بھی کام چلایا جاسکتا تھا تو ہر کس اور کبھی بہت سی حیران ہوئیں۔ گرمیوں بھر کے دو مزدوروں کی مزدوری یعنی صبح سویرے سے رات گئے تک کی مزدوری کے تین سو دنوں کی

اجرت کے برابر ہیں۔ اور یہ سوروئل کا نوٹ اس کے گلے میں ہڈی کی طرح پھنس گیا۔ لیکن جب سوروئل کا اکھا نوٹ اس نے رشتہ داروں کی ایک دعوت کے لئے سامان خریدنے کے واسطے بھٹایا جو اٹھائیس روپے کا تھا تو لیون کو یہ خیال تو ہوا کہ اٹھائیس روپے کے معنی ہوتے ہیں دس کوارٹ جنی جو کافی جاتی تھی، کتوں میں باندھ کر جاتی تھی، کامی جاتی تھی، دوساں جاتی تھی، پھانی جاتی تھی اور یوروں میں بھری جاتی تھی اور یہ سب کرنے میں لوگ جھکتے تھے اور اپنا پیسہ بھاتے تھے، پھر بھی یہ اکا نوٹ خرچ کر کے آسان تر تھا۔ اور اب تو بہت دنوں سے بھٹانے جانے والے لوگوں کے بارے میں اس طرح کے خیال آتے ہی نہ تھے اور وہ چڑیوں کی طرح اڑتے جاتے تھے۔ یہ تصور تو بہت پہلے ختم ہو چکا تھا کہ رقم حاصل کرنے میں جو محنت لگائی گئی ہے وہ اس طمانیت سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں جو اس رقم سے خریدی جانے والی چیزوں سے ملتی ہے۔ کبھی ہاڈی کا یہ حساب کتاب بھی وہ بھول چکا تھا کہ ایک معروف قیمت ہوتی ہے جس سے کہہ کر انجان فروخت کرنا ممکن ہے۔ کالے کبھوں کے سلسلے میں وہ ایک قیمت پر بہت دنوں اڑا رہا لیکن پھر اسے اس سے ایک کوارٹ کے لئے پچاس کو پیک کم قیمت پر فروخت کرنا پڑا جو اسے سینے بھرے مل رہی تھی۔ بلکہ اب تو اس کے لئے یہ حساب بھی کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا کہ اس طرح کے خرچ کے ساتھ تو پورا سال بھی بغیر قرض کے بسر کرنا ممکن نہ ہو گا۔ بس ایک چیز ضروری تھی کہ بینک میں رقم رہے۔ یہ سوال کئے بغیر کہ وہ کہاں سے آئی ہے، تاکہ یہ معلوم رہے کہ کل گوشت کس رقم سے خریدا جائے گا۔ اور ابھی تک اس حساب پر وہ نظر رکھتا تھا۔ اس کے پاس بینک میں بیٹھ کر رقم رہتی تھی۔ لیکن اب بینک کی رقم بھی ختم ہو چکی تھی اور وہ ٹھیک سے نہ جانتا تھا کہ کہاں سے رقم حاصل کرے۔ اور اسے چڑنے اس وقت جب کبھی نے لیون کو رقم کی یاد دلائی تھی تو اسے پریشان کیا۔ لیکن اس کے بارے میں سوچنے کی اسے مصلحت ہی نہ تھی۔ وہ کتا واسوف کے بارے میں اور میٹروف سے متعارف ہونے کے بارے میں سوچتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

### 3

لیون اس بار ماسکو آیا تو اس نے یونیورسٹی کے اپنے سابق ساتھی پروفیسر کتا واسوف سے جس سے وہ شادی کے بعد نہیں ملتا تھا، پھر سے راہ دور رسم بدحالی تھی۔ کتا واسوف اس کو دنیا کے بارے میں اپنے واضح اور سادہ تصور کی بنا پر پسند تھا۔ لیون کا خیال تھا کہ دنیا کے بارے میں کتا واسوف کا واضح تصور اس کی فطرت کے انکسار کا نتیجہ ہے اور کتا واسوف یہ سمجھتا تھا کہ لیون کے خیالات کی عدم استواری اس کے ذہن میں ذہن کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ لیکن لیون کو کتا واسوف کا واضح تصور اچھا لگتا تھا اور لیون کے غیر ذہن یا ذہن خیالات کی فراوانی کتا واسوف کو اچھی لگتی تھی اور انہیں ایک دوسرے سے ملنا اور بحث کرنا پسند تھا۔

لیون نے اپنی تعریف کو جب جبکہ سے بڑھ کر کتا واسوف کو سنایا اور یہ سمجھے اسے پسند آئے۔ کل جب ایک پبلک بیچر میں اس کی ملاقات لیون سے ہوئی تو کتا واسوف نے اس سے کہا کہ مشہور معروف میٹروف جن کا مضمون لیون کو اس قدر پسند آیا تھا، ماسکوں میں ہیں اور اس نے انہیں لیون کی تعریف کے بارے میں جو کچھ بتایا اس سے انہوں نے بڑی دلچسپی لی، اور یہ کہ کل گیارہ بجے میٹروف اس کے ہاں ہوں گے اور انہیں لیون سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔

”تم تو بالائی یعنی طور پر بہتر ہوتے جا رہے ہو، بڑی خوشی ہوئی جیسے دیکھ کر کتا واسوف نے لیون سے



پھولے سے ڈر انگ روم میں چلتے ہوئے کہا۔ ”میں نے کھنٹی سنی لیکن مجھے خیال ہوا کہ ٹھیک وقت پر آجائے“ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو اب سوئے ٹیگروالوں (1) کو کیا کہتے ہو؟ وہ تو یہ انٹی جنگجو ہیں۔“

”کیوں کیا ہوا؟“ لیون نے پوچھا۔

کتاوا سوف نے مختصراً اسے تازہ ترین خبریں سنائیں اور اسے اپنے بڑے بھائی کے کمرے میں لے گیا جہاں اس نے لیون کا تعارف ایک دہے قد اور بھرے بدن کے بڑے قول صورت شخص سے کروایا۔ یہ میٹروف تھے۔ تھوڑی دیر سیاست کی اور اس کی باتیں ہوئیں کہ پطرس برگ کے اعلیٰ طبقے تازہ ترین واقعات کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ میٹروف نے وہ بتایا جو اسے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ اس طبقے میں اعلیٰ حضرت زار اور ایک وزیر نے کہا تھا۔ لیکن کتاوا سوف نے بھی باوثوق ذرائع سے بتا دیا کہ اعلیٰ حضرت زار نے بالکل ہی مختلف بات کہی ہے۔ لیون نے ایسی صورت حال کا تصور کرنے کی کوشش کی جس میں یہ بات بھی کبھی جاسکتی ہوگی اور وہ بات بھی ”اور اس موضوع پر بات چیت ختم ہو گئی۔“

کتاوا سوف نے کہا کہ ”انہوں نے زمین سے مزدور کے رشتے میں اس کے قدرتی حالات کے بارے میں تقریباً پوری کتاب لکھ لی ہے۔ میں ماہر تو نہیں ہوں لیکن مجھے ایک قدرت کے سائنس دان کی حیثیت سے یہ بات پسند آئی کہ وہ انسانیت کو حیوانات کے قوانین سے باہر کوئی چیز نہیں سمجھتے بلکہ اس کے برعکس ماحول پر اس کے انحصار کو دیکھتے ہیں اور اسی انحصار میں ارتقاء کے قوانین تلاش کرتے ہیں۔“

”یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے“ میٹروف نے کہا۔

”میں نے خاص طور سے لگتا تو زراعتی کتاب شروع کیا تھا لیکن غیر ارادی طور پر زراعت کے خاص آلہ کار ’مزدور کا مطالعہ کرتے ہوئے‘ لیون نے سرخ ہو کر کہا ”میں ایسے نتیجوں تک جا پہنچا ہوں جو بالکل ہی غیر متوقع تھے۔“

اور لیون نے احتیاط کے ساتھ جیسے زمین کو ٹٹول کر آزار دہا ہوا اپنا زاویہ نظر پیش کرنا شروع کیا۔ وہ جانتا تھا کہ میٹروف نے عام طور سے قبول کی جانے والی سیاسی معاشیاتی تعلیمات کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے لیکن کس حد تک وہ ان سے اپنے زاویہ نظر سے ہمدردی کی توقع کر سکتا تھا؟ یہ وہ نہ جانتا تھا اور سائنس دان کے ذہن اور پرسکون چہرے سے اس کا اندازہ بھی نہ لگا۔

”لیکن آپ روسی مزدور کی خاص خصوصیات کن چیزوں میں دیکھتے ہیں؟“ میٹروف نے کہا۔ ”اس کی حیوانیاتی مومن کے لیے“ خصوصیات میں یا ان حالات میں جن میں وہ جٹا ہے؟“

لیون نے یہ دیکھا کہ اس سوال ہی میں وہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے جس سے وہ متفق نہیں تھا لیکن وہ اپنے خیالات پیش کرتا رہا جو ان پر مشتمل تھے کہ روسی مزدور کا زمین کے بارے میں ایک مخصوص اور دوسری قوموں سے بالکل مختلف زاویہ نظر ہے۔ اور اس مفروضے کو ثابت کرنے کے لئے اس نے جلدی سے یہ اضافہ کر دیا کہ اس کی رائے میں روسی عوام کا یہ زاویہ نظر ان کے اس شعور کا نتیجہ ہے کہ ان کا مشن یہ ہے کہ وہ مشرق میں وسیع و عریض اور غیر متوجہ علاقے کو آباد کریں۔

”عوام کے عام مشن کے بارے میں نتیجہ اخذ کرنے میں ہرگز جانا بہت آسان ہے“ میٹروف نے لیون کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”مزدور کی حالت کا انحصار ہمیشہ زمین اور سرہانے سے اس کے رشتے پر ہوگا۔“

اور لیون کو اپنے خیالات پر ری طرح سے بیان کرنے کا موقع دیے بغیر میٹروف نے اس کے سامنے

اپنے اصولوں کی خصوصیت پیش کرنی شروع کر دی۔

ان کے اصولوں کی خصوصیات کس چیز پر مشتمل تھیں یہ لیون کی سمجھ میں نہیں آیا اس لئے کہ اس نے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اس نے دیکھا کہ دوسروں کی طرح میٹروف بھی ”اپنے اس مضمون کے باوجود جس میں انہوں نے معاشیات دانوں کی تعلیمات کو رد کیا تھا“ روسی مزدور کی صورت حال کو صرف سرہانے ’اجرت اور لگان کے نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔ حالانکہ انہیں بھی یہ تسلیم کرنا پڑا تھا کہ مشرقی اور روس کے سب سے بڑے حصے میں لگان کو مقرر تھا کہ روس کی آٹھ کروڑ آبادی کے نوٹاں دھسے کے لئے اجرت صرف اپنا پیٹ بھرنے کی روزی تھی اور سرہانے کا بھی تنگ کوئی اور وجود نہیں ہے سوائے انتہائی ابتدائی قدیمی قسم کے اوزاروں کے۔ لیکن وہ بس اسی نقطہ نظر سے ہر طرح کے مزدور کو دیکھتے تھے اگرچہ بہت سی چیزوں میں اپنا ایک نیا نظریہ رکھتے تھے جو انہوں نے لیون کے سامنے پیش کیا۔

لیون بادل ناخواستہ سن رہا تھا اور شروع میں اس نے اعتراضات بھی کئے۔ اس کا منی چاہتا تھا کہ وہ میٹروف کا قطع کلام کر کے اپنے خیالات بیان کرے جن کی وجہ سے اس کی رائے میں مزید توسیعات لازمی طور پر غیر ضروری ہو جائیں۔ لیکن جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ اور میٹروف معاملے کو اس حد تک مختلف انداز سے دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کبھی سمجھ نہیں سکتے تو وہ اعتراض کئے بغیر بس سن رہا تھا۔ باوجود اس کے کہ اب میٹروف جو کچھ کہہ رہے تھے وہ لیون کے لئے بالکل دلچسپ نہیں تھا ”اسے ان کی باتیں سن کر کچھ خوشی ضرور ہوئی۔ اس کی خود پسندی کو اس بات سے بڑی تسکین پہنچی کہ اتنا عالم آدمی اتنی خوشی سے اور لیون کے اس موضوع کے علم پر اتنے اعتماد کے ساتھ اس سے اپنے خیالات بیان کر رہا ہے کہ کبھی کبھی ایک اشارے میں وہ معاملے کے ایک پورے پہلو کی نشاندہی کر دیتا ہے۔ لیون نے اس کا سراا اپنی لیاقت کے سر لے لیا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میٹروف اپنے سارے قریبی لوگوں کو اپنی باتوں سے عاجز کر چکے ہیں اور اب اس موضوع پر نئے مضمون کے ساتھ بڑی خوشی سے باتیں کرتے ہیں“ اور ویسے بھی وہ ایسے موضوعات پر جو خود ان کے لئے غیر واضح ہوتے لیکن جن میں وہ مصروف رہتے تھے ”بہسی سے بڑی خوشی کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ جیسے ہی میٹروف نے اپنی توضیح ختم کی دیے ہی کتاوا سوف نے کھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا ”مگر ہمیں دیر ہو رہی ہے۔“

لیون کے پوچھنے پر کتاوا سوف نے بتایا ”ہاں آج سو“ شنگ کی پچاس سالہ جوتی کے اعزاز میں شوق لوگوں کی انجمن میں ایک جلسہ ہے۔ میں اور بچہ تراویچ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے حیوانات میں ”شنگ کے زبردست کام کے بارے میں مقالہ پڑھنے کا وعدہ کیا ہے۔ چلو ہمارے ساتھ بہت دلچسپ رہے گا۔“

”ہاں“ واقعی چلنے کا وقت ہو گیا ”میٹروف نے کہا۔ ”چلے ہمارے ساتھ اور پھر وہاں سے اگر آپ چاہیں تو ہمارے ہاں۔ آپ کی ٹھنڈی کچھ حد سننے کا بڑا ہی چاہتا ہے۔“

”ارے نہیں“ وہ تو ابھی ختم بھی نہیں ہوئی۔ لیکن چلنے میں بڑی خوشی سے چلوں گا۔“

”تو ہاں“ سنا آپ لوگوں نے؟ میں نے الگ رائے دی ہے“ کتاوا سوف نے دوسرے کمرے سے کہا جہاں وہ فراق کوٹ پھن رہا تھا۔

اور پھر دوسری کمرے کے سوال پر بات چیت چھڑ گئی۔

یونہی دھڑکی کا سوال ان جاذبوں میں ماسکو میں بڑا اہم واقعہ تھا۔ کونسل کے تین بوڑھے پروفیسروں نے



لوف، جس کی شادی کئی کی بہن متالی سے ہوئی تھی، ساری زندگی دارالسلطنت میں اور پریس میں رہا تھا جس اس کی تعلیم تربیت ہوئی تھی اور اس نے سفارتی کارکن کی حیثیت سے کام کیا تھا۔

پچھلے سال وہ سفارتی ملازمت سے سبکدوش ہو گیا، کسی ناخوشگوار کی وجہ سے (اسے کبھی کسی سے ناخوشگوار کی ہوئی تھی) اور ماسکو میں محل کے محلے میں کام کرنے لگا تھا کہ اپنے دو لڑکوں کو بہترین تعلیم و تربیت دے سکے۔

اس کے باوجود کہ عادات اور زاویہ ہائے نظر کے اعتبار سے وہ دونوں ایک دوسرے کی بالکل ضد تھے اور پھر لوف کی عمر بھی لیون سے زیادہ تھی، وہ دونوں ان جاڑوں میں ایک دوسرے سے ملے جلے اور ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے۔

لوف گھر پر تھا اور لیون اطلاع کرائے بغیر ہی اس کے پاس چلا آیا۔

لوف ایک چٹائی دار لہجہ نیک اور ساری کی کمال کے جوئے پہنے آرام کر رہی پر بیٹھا تھا اور بغیر کمائی کے نیلے شیشوں والی ٹینک لگائے ایک کتاب پڑھ رہا تھا جو رطل پر رکھی ہوئی تھی اور خوبصورت ہاتھ میں آدھا پایا ہوا سرکار بڑی احتیاط کے ساتھ الگ کئے ہوئے لئے تھا۔

اس کا وجہ، نقیس اور ہنوز جوان چہرہ جس کو اس کے کھنگھریالے چمکتے ہوئے روپے بال اور بھی زیادہ عالی نسبی کا اندازہ ملتا دیتے تھے لیون کو دیکھ کر مسکراہٹ سے دمک اٹھا۔

”بہت خوب! اور میں آپ کے پاس آئی بھجوانا چاہتا تھا۔ تو کئی کیسی ہیں؟ آپ اوجھڑے؟ آرام سے...“ اس نے کھڑے ہو کر رانگ چیر کھسکائی۔ ”آپ نے“ ڈور ٹال دی بہت پیتر سیرگ میں تازہ ترین محنتی مراسلہ پڑھا؟ میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی عمدہ ہے“ اس نے قدرے فراہمی لہجے میں کہا۔

لیون نے جو کچھ کتا داسوف سے سنا تھا کہ پیٹرس برگ میں کیا باتیں ہو رہی ہیں، وہ بتایا اور سیاست کی باتیں ختم کر کے میٹروف سے اپنی ملاقات اور جلسے میں جانے کے بارے میں بتایا۔ لوف نے اس سے بڑی دلچسپی لی۔

”اب اسی لئے تو مجھے آپ پر رشک آتا ہے کہ آپ کے لئے اس دلچسپ علی دنیا کے دروازے کھلے ہوئے ہیں“ اس نے کہا۔ اور معمول کے مطابق بات شروع کر کے اس نے فوراً ہی فراہمی زبان میں باتیں شروع کر دیں جس میں اس کے لئے زیادہ سہولت تھی۔ ”یہ تو جی ہے کہ مجھے وقت ہی نہیں ملتا۔ میری ملازمت اور بچوں کی تعلیم مجھے اس سب سے محروم رکھتی ہے اور پھر مجھے یہ کہنے ہوئے شرم نہیں آتی ہے کہ میری تعلیم بھی بہت سی ناگفتی ہے۔“

”یہ میں نہیں سمجھتا“ لیون نے ہمیشہ کی طرح اپنے بارے میں اس کی پست رائے سے متاثر ہو کر کہا جو بالکل غلط تھا، تھی اور منکر مزاجی ظاہر کرنے یا منکر ہونے کی خاطر بتائی نہیں تھی۔

”ارے کیوں نہیں! اب میں محسوس کرتا ہوں کہ میری تعلیم کتنی کم ہے۔ بچوں کی پرداخت کے لئے بھی مجھے اپنی یاد کو تازہ کرنا اور سیدھے سیدھے نئے سرے سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ کافی نہیں ہے کہ استاد ہوں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ گھر ان ہو جیسے کہ آپ کی بھتیجی ہائی میں مزدوروں کے ساتھ گھر ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب میں یہ پڑھتا ہوں“ اس نے بوسلائیٹ (2) کی قواعد دکھائی جو رطل پر رکھی ہوئی تھی ”یہاں سے

نوجوانوں کی رائے کو قبول نہیں کیا تو نوجوانوں نے الگ رائے دی۔ یہ رائے کچھ لوگوں کے خیال میں بے نیام تھی اور دوسروں کا کہنا تھا کہ بالکل سادہ اور جائز رائے تھی اور پروفیسرانہ دبیاریوں میں بٹ گئے تھے۔

ایک پارٹی والے، جس سے کتا داسوف کا تعلق تھا، دوسری جانب میں جلسہ ساری، اندازی اور دھوکے بازی دیکھتے تھے اور دوسری پارٹی والوں کو ان لوگوں میں لوبہ حائی اور ارباب علم و فضل کی بے احتیازی نظر آتی تھی۔ لیون کا اگرچہ پوئینورشی سے کوئی تعلق نہ تھا پھر بھی وہ ماسکو میں اپنے قیام کے دنوں میں کئی بار اس معاملے کے متعلق بہت کچھ سن اور کچھ چکا تھا اور اس سلسلے میں اس نے اپنی ایک رائے قائم کر لی تھی۔ اس نے بات چیت میں حصہ لیا جو مسک پر بھی جاری رہی جب تک وہ تینوں پرانی پوئینورشی کی عمارت تک نہیں پہنچ گئے۔

جلسہ شروع ہو چکا تھا... میز کے پاس، جس پر کپڑا بچھا ہوا تھا اور جس کے گرد کتا داسوف اور میٹروف جا کر بیٹھ گئے، چھ آدمی بیٹھے تھے جن میں سے ایک ہاتھ میں لئے مسودے پر نظریں گزرتے ہوئے کچھ پڑھ کر سنارہا تھا۔ لیون ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا جو میز کے چاروں طرف رکھی تھیں اور اس نے سرگوشی میں وہاں بیٹھے ہوئے ایک طالب علم سے پوچھا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔ طالب علم نے ناراضگی سے لیون کو دیکھتے ہوئے کہا:

”سوانح حیات۔“

اگرچہ لیون کو سائنس دان موصوف کی سوانح حیات سے کوئی دلچسپی نہ تھی پھر بھی وہ غیر امدادی طور پر سنارہا اور اسے اس ممتاز سائنس دان کی زندگی کے بارے میں کچھ دلچسپ اور نئی باتیں معلوم ہو گئیں۔

پڑھنے والے نے جب ختم کیا تو صدر نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ایک نظم پڑھی جو شاعر میت نے اس جوبلی کے لئے لکھ کر بھیجی تھی اور پھر چند لفظوں میں شاعر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر کتا داسوف نے اپنی بلند اور چمکی ہوئی آواز میں صاحب جوبلی کی سائنسی تصنیفات کے بارے میں اپنا مضمون پڑھا۔

جب کتا داسوف نے ختم کیا تو لیون نے گھڑی دیکھی اور معلوم ہوا کہ ایک توجہ چکا ہے۔ اس نے سوچا کہ وہ کنسرٹ سے پہلے میٹروف کو اپنی تعریف کا کچھ حصہ سنانے میں کامیاب نہ ہو گا اور پھر اب اس کا جی بھی نہ چاہتا تھا۔ جس وقت مضمون پڑھا جا رہا تھا اس وقت بھی وہ پہلے کی بات چیت کے بارے میں سوچا رہا تھا۔ اس پر صاف طور سے سمجھتا تھا کہ میٹروف کے خیالات ہو سکتا ہے اہمیت رکھتے ہوں لیکن اس کے اپنے خیالات بھی اہم ہیں یہ خیالات سمجھی واضح کئے جاسکتے ہیں اور کسی نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں جب وہ دونوں اپنے اپنے مقصد کر رہے راستے پر الگ الگ کام کریں۔ ان خیالات کو ایک دوسرے سے ملانے اور ہم آہنگ کرنے سے کچھ نہ حاصل ہو گا۔ اور میٹروف کی دعوت سے انکار کرنے کا فیصلہ کر کے جلسہ ختم ہونے پر لیون اس کے پاس گیا۔ میٹروف نے لیون کا تعارف صدر سے کروایا جس کے ساتھ وہ سیاسی خبروں کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ ان باتوں میں میٹروف نے صدر کو بھی وہی بات بتائی جو اس نے لیون سے بتائی تھی اور لیون نے بھی اس پر وہی بات کہی جو آج صبح کو کہی تھی لیکن ذرا اعتراض کے لئے اس نے اپنی نئی رائے بھی ظاہر کر دی جو ابھی ابھی اس کے ذہن میں آئی تھی۔ اس کے بعد پوئینورشی کے سوال کی بات چمک گئی۔ چونکہ لیون یہ سب پہلے ہی سن چکا تھا اس نے جلدی سے میٹروف سے کہا کہ اسے افسوس ہے کہ وہ ان کی دعوت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور ان کی تعظیم کر کے لوف میاں بیوی کے ہاں چلا گیا۔



اس کو بڑھنے گھنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور یہ اتنی مشکل ہے... اب یہ ذرا آپ مجھ کو سمجھائیے۔ یہاں وہ فرماتے ہیں۔۔۔

لیون اس کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اسے سمجھنا ناممکن ہے اسے یاد کر لینا چاہئے لیکن لوف اس سے متفق نہیں ہوا۔

"ہاں آپ تو اس پر فخر رہے ہیں!"

"اس کے برعکس آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آپ کو کچھ کرشمے کیسے پیش وہ دیکھتا ہوں جو میرے سامنے آنے والا ہے یعنی بچوں کی تربیت۔"

"خیر مجھ سے کیا سیکھنا؟" لوف نے کہا۔

"میں صرف یہ جانتا ہوں "لیون بولا کہ میں نے آپ کے بچوں سے بہتر تربیت یافتہ بچے نہیں دیکھے اور اپنے لئے بھی میں آپ کے بچوں سے بہتر بچوں کی تمنا نہیں کرتا۔"

صاف ظاہر تھا کہ لوف ضبط کرنا چاہتا ہے کہ اپنی خوشی کا اظہار نہ کرے پھر بھی اس کا چہرہ مسکراہٹ سے کھل اٹھا۔

"بس یہ کہ مجھ سے بہتر ہوں۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں۔ آپ ابھی نہیں جانتے کہ کتنی محنت کرنی پڑتی ہے "اس نے کہا شروع کیا "ایسے لڑکوں کے ساتھ جیسے میرے ہیں جن کی دیکھ بھال پردیس میں بالکل ہوئی ہی نہیں۔"

"وہ تو آپ پوری کر لیں گے۔ وہ اتنے لائق بچے ہیں۔ خاص بات ہے۔۔ اخلاقی تربیت۔ جو میں سیکھتا ہوں آپ کے بچوں کو دیکھ کر۔"

"آپ کتنے ہیں اخلاقی تربیت۔ تصوری نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے! ابھی آپ نے ایک پہلو سے جدوجہد کی اور اب دوسرا بڑھ آیا پھر جدوجہد کیجئے۔ اگر مذہب کا سارا نہ ہو آپ کو یاد ہے ناہم نے اس کے بارے میں بات کی تھی تو کوئی بھی باپ ایک اپنی قوت سے اس مدد کے بغیر بچوں کی تربیت نہ کر سکتا۔"

لیون کو یہ بات چیت پیش پیش تھی لیکن اس کا سلسلہ حسین و جمیل نکلی اگلا ندرودنا کی آمد سے ٹوٹ گیا جو باہر جانے کے لئے تیار ہو کر نکلی تھی۔

"اور مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ آپ یہاں ہیں "انہوں نے کہا۔ بظاہر انہیں نہ صرف یہ کہ افسوس نہیں تھا بلکہ خوشی تھی کہ انہوں نے اس بے کیف بات چیت کا سلسلہ منقطع کر دیا جس سے وہ بہت دنوں سے واقف تھیں۔

"تو کیسی کیسی ہیں؟ آج میں کھانا آپ کے ہاں کھا رہی ہوں۔ ہاں تو آرہی "وہ شوہر سے مخاطب ہو گئیں "تم بھی لے جاؤ گے۔۔۔"

اور یہاں بیوی میں یہ طے ہونے لگا کہ وہ دن کیسے گزاریں گے۔ چونکہ شوہر کو ملازمت کے سلسلے میں کسی سے ملنے جانا تھا اور بیوی کو کنسرٹ میں اور جنوب مشرقی کمیٹی کے پبلک جیلے میں جانا تھا اس لئے بہت سی چیزیں سوچنی اور طے کرنی تھیں۔ لیون کو گھر کے آدمی کی طرح ان منصوبوں میں حصہ لینا پڑا۔ طے یہ ہوا کہ لیون تو نکلی کے ساتھ کنسرٹ میں اور پبلک جیلے میں جائے گا اور وہاں سے بھی آرہی کے لئے دفتر بھیج دے گا اور وہ اس میں نکلی کو لینے آئیں گے اور انہیں کمیٹی کے پاس لے جائیں گے۔ یا پھر اگر تب تک ان کا کام نہ ختم ہوا تو وہ بھی بھیج دیں گے اور نکلی کے ساتھ لیون جائے گا۔

"اب دیکھو یہ مجھے بگاڑ رہے ہیں "لوف نے بیوی سے کہا "مجھے یقین دلا رہے ہیں کہ ہمارے بچے بہت ہی اچھے ہیں جبکہ میں جانتا ہوں کہ ان میں کس قدر برائیاں ہیں۔"

"آرہی تو انتخاب ہیجے جاتے ہیں "بیوی نے کہا۔ "اگر کامل ترین کی تلاش کرو گے تو کسی اطمینان نہ ہو گا۔ اور پیاپیچ کہتے ہیں کہ جب ہماری پرورش و پرورش کی گئی تو بس ایک انتخابی کڑی ہمیں دو چھٹی میں رکھا جاتا تھا اور والدین اوپر کے بہترین کڑوں میں رہتے تھے۔ اب اس کا الٹا ہے۔ والدین بخاری میں اور بچے اوپر کے بہترین کڑوں میں۔ والدین کو اب جینے کا کوئی حق ہی نہیں سب کچھ بس بچوں کے لئے۔"

"اگر اس طرح زیادہ پسندیدہ ہے تو کیوں نہیں؟" لوف نے بیوی کے ہاتھ کو چھوتے ہوئے اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تمہیں تو جو نہ جانتا ہو وہ سوچے گا کہ تمہاں نہیں بلکہ سوتیلی ماں ہو۔"

"نہیں! انتخابی پسندی کسی بھی چیز میں اچھی نہیں "نکلی نے سکون کے ساتھ لوف کے کانڈ تراش کو میز پر اس کی مقررہ جگہ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لو آگئے "ادھر آؤ ذرا پیارے اور اچھے بچے "لوف نے دو خوبصورت لڑکوں سے کہا جو اسی وقت داخل ہوئے تھے۔ لڑکوں نے لیون کو تقسیم کی اور باپ کے پاس آئے۔ بظاہر وہ کچھ ان سے پوچھنا چاہتے تھے۔

لیون بچوں سے باتیں کرنا اور سنا چاہتا تھا کہ وہ باپ سے کیا کہتے ہیں لیکن اس سے نکلی باتیں کرنے لگیں اور اسی وقت کمرے میں لوف کا ملازمت کا ساتھی خود تین درباری دروی پہنے ہوئے آیا تاکہ دونوں ساتھ ہی کسی سے ملنے جائیں اور اس نے ہرزہ بگوتا (3) پر فیس کورڈ - شکا "دو اور پراکسیٹا کی اچانک موت کے بارے میں مسلسل باتیں چھیڑ دیں۔

لیون اس کام کو بھول گیا جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کا خیال اسے تب آیا جب وہ پیش ابوان میں نکل آیا تھا۔

"ارے ہاں! کمیٹی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ سے ابوالحی کے بارے میں بات کروں "اس نے آرہی سے کہا جو بیڑھیوں پر کھڑے اپنی بیوی کو اور اسے رخصت کر رہے تھے۔

ہاں ہاں! ماں چاہتی ہیں کہ ہم دونوں برفی (4) ابوالحی کی خبر لیں "اس نے سرخ ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور پھر آخر میں کس لئے؟"

"تو پھر میں ان کی خبر لوں گی "لوووانے مسکراتے ہوئے کہا جو اپنا سفید فرکے اسٹروالا کوٹ پہنے ان لوگوں کی بات ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔ "اچھا ملے اب۔"

## 5

مینٹی کنسرٹ میں دو بہت سی اچھی چیزیں پیش کی گئیں۔

ایک تو فتنہ سی تھا "شاہ لیزا سٹیپ میں" (5) اور دوسرا ایک کوارتیت تھا جو باغ (6) کی یاد میں پیش کیا گیا تھا۔ دونوں چیزیں نئی تھیں اور نئے انداز میں پیش کی گئی تھیں۔ لیون ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کرنا چاہتا تھا۔ جب اس نے اپنی سالی کو ان کی آرام کری تک پہنچایا تو وہ ایک ستون کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جہاں تک ہو سکے وہ پوری توجہ سے اور سچے دل سے سنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہاتھ ملائے ہوئے سفید ٹائی دالے کنڈ کڑ کو جو ہمیشہ موسیقی کی طرف سے توجہ اٹھانے کا اور طریقے سے ہٹا تھا 'خواتین کو جو ٹوپیاں پہنے ہوئے تھیں اور



جنہوں نے ان کے فیتوں کو کسرٹ کے لئے بڑے جتن سے اپنے کانوں کے اوپر باندھا تھا اور ان سارے چروں کو دیکھ کر اپنے تاثر کو نہ خراب کرے جو یا تو کچھ نہیں کر رہے تھے یا پھر اپنی گونا گوں دلچسپیوں میں مصروف تھے مگر موسیقی سے بالکل بے نیاز تھے۔ وہ موسیقی کے جانکار لوگوں اور باتنیوں سے بچنا چاہتا تھا اور کھڑا ہوا نیچے تک رہا تھا اور نہ رہا تھا۔

لیکن "شاہ لیزر" والا تنہا یہ بتاتا زیادہ سنا آسانی وہ کوئی قطعی رائے قائم کرنے کے امکان سے خود کو دور تر محسوس کرتا تھا۔ مسلسل شروعات تو اس طرح ہوتی تھی جیسے جذبات کا کوئی اظہار موسیقی میں کیا جانے والا ہے لیکن فوراً ہی وہ موسیقی میں اظہار جذبات کی نئی ابتداؤں کے اجزا میں بکھر جاتی اور کبھی کبھی کسی بھی چیز میں نہیں سوائے موسیقی نگار کی سن کی مون کے جو بے تعلق لیکن غیر معمولی طور پر پیچیدہ آوازوں پر مشتمل ہوتی۔ موسیقی میں اس اظہار کے خود اجزا بھی جو کبھی کبھی ایسے ہوتے تھے جو شوگر انڈے گلتے تھے اس لئے کہ بالکل غیر متوقع ہوتے تھے اور کسی طرح بھی سننے والے کو پہلے سے ان کے لئے تیار نہ کیا جاتا تھا۔ خوشی اور رنج اور ناامیدی اور نرمی و لطافت اور غم مندی وجود اظہار کے کسی حق کے بغیر ہی کسی پاگل کے خیالات کی طرح وجود پذیر ہو جاتی تھیں۔ اور جیسے پاگل کے ساتھ جو تارے ویسے ہی یہ جذبات غیر متوقع طور پر گزر بھی جاتے تھے۔ جب تک موسیقی پیش کی جاتی رہی تب تک لیون کو ایسا محسوس ہو تارہا جیسے وہ سہرا ہے اور ناچنے والوں کو دیکھ رہا ہے۔ جب موسیقی ختم ہوتی تو وہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آنے کی حالت میں تھا اور تڑپ بھری توجہ کی بنا پر جس کے صلے میں اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوا تھا وہ بڑی صحت منسوب محسوس کر رہا تھا۔ ہر طرف سے بڑی زوردار تالیاں سنائی دیں۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے اور محکوم پھر کہا نہیں کرنے لگے۔ اپنی فنی کو دو سروں کے تاثرات کی مدد سے دور کرنے کی خواہش کے تحت لیون بھی چل پڑا کہ کوئی جانکار مل جائے اور جب اس نے موسیقی کے ایک مشہور جانکار شخص کو اپنے شناسا مستشف سے باتیں کرتے دیکھا تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔

"حیرت انگیز!" مستشف کی گونجی ہوئی بھاری آواز کہہ رہی تھی۔ "تسلیمات، کسٹن تن و میتر بیچ۔ خاص طور سے سنگھڑاشی کا سا اور خشکی انداز ہے لیون کتنا چاہئے کہ رنگوں سے مالا مال ہے وہ حصہ جہاں آپ کارڈیلیا کو قریب آتے ہوئے محسوس کرتے ہیں جہاں عورت ڈاس ایوگ والے بیٹھے (7) مقدر کے ساتھ لڑنا شروع کرتی ہے۔ ہے نا؟"

"یعنی یہاں کارڈیلیا کا کیا ذکر ہے؟" لیون نے چپکے ہوئے پوچھا۔ وہ بالکل ہی بھول گیا تھا کہ تنہا یہ شاہ لیزر کا سٹیپ میں پیش کرتا ہے۔

"کارڈیلیا نمودار ہوتی ہے... یہاں!" مستشف نے چپکے ہوئے پروگرام پر انگلی مارتے ہوئے کہا اور ہاتھ میں لیا ہوا پروگرام لیون کو تھمایا۔

اب لیون کو تنہا یہ کا عنوان یاد آیا اور وہ ٹیکسیڈز کے مصرعوں کا ردی ترجمہ جلدی جلدی پڑھنے لگا جو پروگرام کے پشت پر چھپا تھا۔

"اس کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے" مستشف نے لیون سے مخاطب ہو کر کہا اس لئے کہ اس کا ہم کلام چلا گیا تھا اور اب کوئی نہ تھا جس سے وہ بات کرے۔

درمیانی وقفے میں لیون اور مستشف میں موسیقی کے واگتروا لے (8) اسلوب کی خوبیوں اور خامیوں پر بحث ہونے لگی۔ لیون نے ثابت کیا کہ واگتروا اس کے سارے مقلدین کی غلطی یہ ہے کہ موسیقی دوسرے

فنون کی مملکت میں پنپنا چاہتی ہے اور یہی غلطی شاعری میں بھی کی جا رہی ہے جب اس میں چہرے کے وہ خدو و خال بیان کئے جاتے ہیں جو مصوری کو کرنا چاہئے۔ اور اس غلطی کی مثال کے طور پر اس نے اس سنگ تراش کی مثال پیش کی جس نے یہ سوچا کہ بلند کر سی پر نصب شدہ شاعر کے مجسمے کے ارد گرد شاعرانہ تمثیلوں کی پرچھائیوں کی صورتیں تراش دے۔ "یہ پرچھائیاں جو سنگ تراش نے بنائی ہیں اتنی کم پرچھائیاں جتنی ہیں کہ وہ بیڑیوں کو بھی پکڑ لیتی ہیں" لیون نے کہا۔ یہ تھرو اسے پسند آیا لیکن اسے یہ یاد نہ تھا کہ وہ پہلے بھی کبھی یہی تھرو مستشف سے کہہ چکا ہے یا نہیں اور اسے کہہ کر وہ گریزا گیا۔

مستشف نے یہ ثابت کیا کہ فن ایک ہی ہے اور وہ ساری فنون کو یکجا کر کے ہی اپنی بلند ترین نمود حاصل کر سکتا ہے۔

کسرٹ کا دوسرا جزیو لیون نہیں سن سکا۔ مستشف اس کے پاس ہی کھڑا ہوا تقریباً سارے وقت اس سے باتیں کرتا رہا اور اس بڑی موسیقی کی فنون پر تصنیع اور پر تکلف سادگی کی تحید اور اس کا موازنہ مکمل رفاہیل کی مصوری سے کرتا رہا۔ وہاں سے نکلے وقت لیون کی ملاقات اور بھی شناساؤں سے ہوئی جن کے ساتھ اس نے سیاست کی موسیقی کی اور جان پہچان کے لوگوں کے بارے میں بات کی۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ اس کی ملاقات کاؤنٹ بول سے بھی ہو گئی جن کے ہاں جانے کے بارے میں وہ بالکل ہی بھول گیا تھا۔

"تو ابھی چلے جائیے" اوڈو نے اس سے کہا جن سے اس نے اس بات کا ذکر کیا "ہو سکتا ہے وہ آپ سے مل ہی نہ سکیں" اور پھر مجھے لینے جلے میں آجائے گا۔ آپ وقت پر پہنچ جائیں گے۔"

6

"ہو سکتا ہے نہ مل سکتے ہوں؟" لیون نے کاؤنٹس بول کی ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"مل سکتے ہیں" تشریف لائیے "چوہا رنے فیصلہ کن انداز میں لیون کا فرکٹ آمارتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے" لیون نے فہمندی سانس لے کر ایک دستاں آمارتے اور اپنی بیٹ ٹھیک کرتے ہوئے سوچا۔ "میں جاس لے رہا ہوں؟ میں ان لوگوں سے بات کیا کروں گا۔"

پہلے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے لیون کی ملاقات دروازے میں کاؤنٹس بول سے ہو گئی جو فکر مند اور تھوڑی صورت بنائے نوکر کو کچھ ہدایت دے رہی تھیں۔ لیون کو کچھ کہہ کر وہ مکرانہ اور انہوں نے اس سے اگلے چھوٹے ڈرائنگ روم میں چلے کو کہا جہاں سے کچھ آوازیں آرہی تھیں۔ اس ڈرائنگ روم میں آرام کرسیوں پر کاؤنٹس کی دو بیٹیاں اور ماسکو کے ایک کرل بیٹھے ہوئے تھے جن سے لیون واقف تھا۔ لیون ان کے پاس گیا اور تسلیمات کر کے صوفے کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی بیٹ گھٹنے پر رکھی۔

"آپ کی بیوی کی صحت کیسی ہے؟ آپ کسرٹ میں گئے تھے؟ ہم نہیں جا سکتے۔ ماما کو تدفین میں جانا تھا۔"

"ہاں" میں نے سنا... کس قدر اچانک موت "لیون نے کہا۔

کاؤنٹس آئیں اور صوفے پر بیٹھ گئیں اور انہوں نے بھی بیوی کے بارے میں اور کسرٹ کے بارے میں پوچھا۔



لیون نے جواب دیا اور اس نے بھی اپرا کینا کی اچانک موت کے بارے میں سوال دوہرایا۔  
 ”ویسے بیٹھی ان کی تدریسی بڑی نازک تھی۔“

”آپ کل ادب میں گئے تھے؟“

”ہاں کیا تھا۔“

”لوکا (9) دوست ہی اچھی تھیں۔“

”ہاں، بہت ہی اچھی“ اس نے کہا اور پھر اس نے بالکل وہی باتیں دوہرائی شروع کر دیں، اس لئے کہ اس کے لئے کوئی فرق ہی نہیں پڑا کہ یہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے، جو اس نے بیٹنگوں بار اس منفیہ کی استدعا کے بارے میں سنی تھیں۔ کاؤتس بول یہ ظاہر کرتی رہیں جیسے سن رہی تھیں۔ پھر جب وہ کافی باتیں کر چکا اور چپ ہو گیا تو کمرل باتیں کرنے لگے جو ابھی تک چپ رہے تھے۔ کمرل نے بھی ادب اور دہاں کی روشنی کے بارے میں باتیں کیں۔ آخر کار تیرین کے ہاں مجوزہ فول ڈو فینی (10) کے بارے میں بتانے کے بعد کمرل بٹنے، ’بست کمر پڑ کر کے اٹھے اور چلے گئے۔ لیون بھی کمرل کا ہوا لیکن کاؤتس کے چہرے سے دیکھا کہ ابھی اس کے جانے کا وقت نہیں ہوا۔ دو منٹ اور بیٹھنا چاہئے۔ وہ بیٹھ گیا۔

لیکن چونکہ وہ سارے وقت سے سوچ رہا کہ یہ سب کس قدر امتحان ہے اس لئے اسے بات چیت کا کوئی موضوع نہ سوجھا اور وہ چپ رہا۔

”آپ پبلک جیلے میں نہیں جائیں گے؟ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا دلچسپ ہو گا“ کاؤتس نے بات شروع کی۔  
 ”نہیں، لیکن میں نے اپنی تیل سال (11) سے وعدہ کیا ہے کہ وہاں سے انہیں لانے کے لئے آؤں گا“ لیون نے کہا۔

خاموشی طاری ہو گئی۔ ماں اور بیٹیوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔  
 ”تو لگتا ہے اب وقت ہو گیا“ لیون نے سوچا اور کمرل ہو گیا۔ خواتین نے اس سے ہاتھ ملایا اور گزارش کی کہ وہ اپنی بیوی کو سیل شوز (12) پہنچا دے۔

چوہ دار نے اسے فرکٹ دیتے ہوئے اس سے پوچھا:  
 ”جناب نے قیام کہاں فرمایا ہے؟“ اور فوراً ہی ایک بڑی سی بست ہی اچھی جلد والی کتاب میں اس کا پتہ لکھ لیا۔

”ظاہر ہے کہ میرے لئے تو فرق نہیں پڑتا پھر بھی مجھے شرم آتی ہے اور بے انتہا امتحان لگتا ہے“ لیون نے سوچا اور خود کو اس خیال سے تسلی دی کہ تبھی لوگ یہ کہتے ہیں اور وہ پبلک جیلے میں چلا گیا جہاں اسے اپنی سالی کو تلاش کرنا تھا تاکہ ان کے ساتھ گھر جائے۔

جیلے میں بست لوگ اور تقریباً پورا معاشرہ تھا۔ لیون جب پہنچا تو جائزے کی روداد پیش کی جاری تھی جسے سب لوگوں نے کہا کہ بڑی دلچسپ تھی۔ جب جائزہ پڑھا جا چکا اور لوگ کھوٹے پھرے لگے تو لیون کی ملاقات سویاؤسکی سے ہو گئی جس نے اس کو آج ذرا عتی سوسائٹی میں شام کو ضرور آنے کو کہا جہاں ایک بست ہی اچھی رپورٹ پیش کی جائے گی۔ اس کی ملاقات استی بان ارکاڈیچ سے بھی ہوئی جو کمرل سے ابھی ابھی آئے تھے اور بست سے دوسرے شناساؤں سے بھی ہوئی اور لیون نے جیلے کے بارے میں، نئے قسبہ کے بارے میں اور کسی مقدمے کے بارے میں بست کچھ سنا اور بست سی باتیں کیں۔ لیکن غالباً توجہ کی حتمی وجہ سے ’جو وہ

محسوس کرنے لگا تھا، مقدمے کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے اس نے ایک لفظ کی اور اس لفظی کو اس نے بعد کو کئی بار پیچھا تو اسے ساتھ یاد کیا۔ ایک غیر ملکی کی آئندہ سزا کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے جس پر روس میں مقدمہ چلایا جا رہا تھا، اور اس بارے میں کہ اسے سرحد پار بھیج دینا کس قدر غلط ہو گا، لیون نے وہی دوہرایا جو اس نے کل ایک شناسا سے بات کرتے ہوئے سنا تھا۔

”میں سمجھتا ہوں کہ اسے سرحد پار بھیج دینا تو بالکل ایسا ہی ہو گا جیسے جل وادہ کو سزا دینے کے لئے پانی میں ڈال دیا جائے۔“ یہ تو اسے بعد کو یاد آیا کہ یہ خیال جسے اس نے اپنے خیال کی طرح پیش کیا تھا وہی تھا جو اس نے اپنے دوست سے سنا تھا دراصل کمرلوف (13) کی ایک حکایت کا تھا اور اس شناسا نے اسے کسی اخبار کے ایک مضمون سے پڑھ کر دہرایا تھا۔

اپنی سالی کے ساتھ ذرا دیر کو گھر آکر اور کبھی خوش و غصہ پتہ پا کر لیون کلب چلا گیا۔

7

لیون کلب میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ممبروں اور مہمانوں کی گاڑیاں پہنچیں۔ لیون بست دونوں سے ’بست‘ کلب نہیں آیا تھا جب وہ پورے رشتی سے لگنے کے بعد باسکوی میں قیام پزیر تھا اور معاشرے میں جانا آتا تھا۔ اسے کلب، اس کے بندوبست کی خارجی تفصیلات یاد تھیں لیکن اس ناگزیر کو وہ بالکل بھول گیا تھا جو اسے ان سابق وقتوں میں کلب میں ہوا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ نیم دائرے کی شکل کے بڑے سے صحن میں داخل ہوا، اس نے برساتی میں قدم رکھا اور چوہ دار نے جو بدھی کی سی چینی لگائے تھا، بھیرے آواز کے دروازہ کھولا اور اسے تعظیم کیا، جیسے ہی اس نے ممبروں کے پاؤں اور فرکٹوں سے بھرا ہوا چوہ دار خانہ دیکھا جنہوں نے یہ سوچا تھا کہ پاؤں کو نیچے اتار دینا انہیں لے کر اوپر جانے سے آسان تر تھا، جیسے ہی اس نے اپنے آگے آگے چلتی ہوئی آواز سنی اور قالین چھٹی انگ سے لگی ہوئی بیڑیوں سے اوپر آکر چوہ دار کے پرکھا ہوا الجسمہ اور اوپر کے دروازے پر کلب کی وردی پہنے ہوئے تیسرے جانے پہچانے اور بوڑھے ہو جانے والے چوہ دار کو دیکھا، جو بغیر کسی سستی کے دروازہ کھولا اور آنے والوں پر نظر ڈالنا تھا، ویسے ہی لیون پر کلب کا بست پہلے والا اثر پھر سے طاری ہو گیا جو آرام، خوشی و طمانیت اور شائستگی کا اثر تھا۔

”مہربانی کر کے“ بیٹ، ”چوہ دار نے لیون سے کہا جو کلب کا یہ قاعدہ بھول گیا تھا کہ بیٹ، چوہ دار کے پاس رکھ دینا چاہئے تھا“ بست دونوں سے آپ نہیں آئے۔ کل ہی پر س نے آپ کا نام کھسکا لیا تھا۔ پر س استی بان ارکاڈیچ ابھی تک نہیں پہنچے۔“

چوہ دار صرف لیون کی کوٹیں بلکہ اس کے سارے رشتوں ناؤں کو بھی جانتا تھا اور فوراً ہی اس نے اس کے قریبی لوگوں کا ذکر کر دیا۔

باہری ہال سے گزرتے ہوئے، جو چوٹی دیواروں سے بنا ہوا تھا اور جس میں دائیں طرف کوچی دیواروں والا ایک کمرہ تھا جس میں چھلوں کی میزیں رکھی تھیں، لیون ایک بوڑھے سے آگے نکل گیا جو دھیرے دھیرے چل رہا تھا، اور شور مچاتے لوگوں سے بھرے ہوئے ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔ وہ مہمانوں پر نظر ڈالنا ہوا تقریباً گھری ہوئی میزوں کے پاس سے گزرا۔ یہاں وہاں اسے بھانت بھانت کے لوگ نظر آئے، بوڑھے بھی جو ان بھی، ایسے بھی جن سے معمولی سی جان پہچان تھی اور قریبی بھی۔ کوئی بھی چہرہ ایسا نہ تھا جو شے میں یا فکر مند لگ



رہا ہو۔ لگتا تھا سبوں نے بیٹوں کے ساتھ اپنی فکریں بھی چھوڑ کر خانے میں چھوڑ دی تھیں اور اطمینان سے زندگی کی مادی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہاں سویا ڈسکی بھی تھا، شیریا سبکی بھی، نیویدو فکسی بھی، بوڈے پر نس بھی اور درو فکسی اور سرگنی ایو نووچ بھی۔  
 ”اوہو! تم کیوں دیر سے آئے؟“ بوڈے پر نس نے مسکراتے ہوئے اور کندھے کے اوپر سے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”کیسی کسی ہے؟“ انہوں نے نیپکن کو ٹھیک کرتے ہوئے اضافہ کیا جسے انہوں نے اپنی واکنٹ کے ایک جن میں اڑس لیا تھا۔

”کوئی خاص بات نہیں، ٹھیک ہیں۔ وہ لوگ تینوں گھر پر کھانا کھا سکیں گی۔“  
 ”ارے“ گاڈن اور نیپکن کی کہیں۔ مگر ہماری میز پر تو جگہ نہیں۔ تم اس میز پر جاؤ اور جلدی سے جگہ کھیر لو“ پر نس نے کہا اور مرکز احتیاط کے ساتھ برٹ پھلی کے شور بے کی پلٹ اٹھالی۔  
 ”لیون“ ادھر آ جاؤ!“ تھوڑے فاصلے سے ایک آواز نے بڑی نیک دلی کے ساتھ بکارا۔ یہ تورو حسین تھا۔ وہ ایک نوجوان فوجی افسر کے ساتھ بیٹھا تھا اور اس کے پاس دو کرسیاں تھیں جنہیں چھکا کر ان کی پشت کو میز سے لگا دیا گیا تھا۔ لیون خوش ہو کر ان لوگوں کے پاس چلا گیا۔ نیک دل خوش باش تورو حسین اسے ہمیشہ سے پسند تھا۔ اس کے ساتھ اس شام کی یادیں وابستہ تھیں جب اس نے کیٹی سے صاف صاف باتیں کی تھیں۔ لیکن آج ساری تازہ بھری عالمانہ باتوں کے بعد تورو حسین کی نیک صورت دیکھ کر اسے خاص طور سے اچھا لگا۔  
 ”یہ آپ کے اور ابو فکسی کے لئے ہیں۔ وہ ابھی آجائیں گے۔“  
 بالکل سیدھا بیٹھا ہوا، پرست اور ہمیشہ مسکراتی ہوئی آنکھوں والا فوجی افسر پیئرس برگ کا گاہکین تھا۔ تورو حسین نے ان لوگوں کا تعارف کروایا۔  
 ”ابو فکسی ہمیشہ دیر سے آتے ہیں۔“  
 ”لوہو آگئے۔“  
 ”تم ابھی ابھی آئے ہو؟“ ابو فکسی نے تیز تیز ان لوگوں کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ”تسلیم۔ واد کا پی؟ تو چلو چلتے ہیں۔“

لیون اٹھا اور ان کے ساتھ بڑی میز کے پاس گیا جس پر واد کا اور قسم قسم کی گزک رکھی تھی۔ وہاں کوئی دو درجن طرح کی چیزیں تھیں جن میں سے آدمی شراب کے ساتھ کھانے کے لئے اپنی پسند کے مطابق کچھ تولے سکتا تھا لیکن استی پان ارکاڈ سچے کسی خاص چیز کا مطالعہ کیا اور ایک وردی پوش خد مکار فوراً مطلوبہ چیز لے آیا۔ ان لوگوں نے ایک ایک جام پیا اور اپنی میز کے گرد آگئے۔  
 ابھی وہ لوگ پھلی کا شور بہ بھی ختم نہ کیا ہے کہ گاہکین کے لئے شامین کی ایک بوتل لائی گئی اور وہ اس نے چار گھاسوں میں انڈلی۔ لیون نے پیش کردہ شراب سے انکار نہیں کیا اور دو سری بوتل منگوائی۔ وہ بھوکا تھا اور اس نے بڑی خوشی سے کھانا پیا اور اس سے بھی زیادہ خوشی سے ہم کلاموں کی ہنسی خوشی کی سادہ باتوں میں حصہ لیا۔ گاہکین نے آواز نہ کی کر کے پیئرس برگ کا ایک نیا لطیفہ سنایا اور لطیفہ اگرچہ ناشائستہ اور بھونڈا تھا پھر بھی اتنا مضحکہ انگیز تھا کہ لیون نے ایسے زوروں کا قہقہہ لگایا کہ اس پاس کی میزوں والوں نے مرکز اسے دیکھا۔  
 ”یہ بھی اسی قسم کا ہے جیسے“ اس کو تو میں برداشت نہیں کر سکتا! تمہیں معلوم ہے وہ؟“ استی پان ارکاڈ سچے نے پوچھا۔ ”ارے وہ تو بہت ہی دلکش ہے! ایک بوتل اور دینا“ انہوں نے خد مکار سے کہا اور بیان

کرنا شروع کیا۔

”یہ تو سچا سچو فکسی کی گزارش ہے“ بوڈے خد مکار نے استی پان ارکاڈ سچے کا قطع کلام کیا، جو کشتی پر جہاگ دیتی ہوئی شامین کے دو تھیں گاس لایا تھا“ اور استی پان ارکاڈ سچے اور لیون سے مخاطب ہوا۔ استی پان ارکاڈ سچے نے گاس لے لیا اور دوسرے سرے پر ایک میز کے پاس ایک گجے اور سرخی مائل مونچھوں والے آدمی سے آنکھیں چار کر کے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر اس کی سوغات کا اعتراف کیا۔  
 ”کون ہیں یہ؟“ لیون نے پوچھا۔

”تم ایک بار ان سے میرے ہاں ملے تھے، یاد ہے؟“ پہلا آدمی ہے۔“  
 لیون نے بھی وہی کیا جو استی پان ارکاڈ سچے نے کیا تھا اور گاس لے لیا۔  
 استی پان ارکاڈ سچے کا لطیفہ بھی بہت ہی ہنسائے والا تھا۔ لیون نے اپنا لطیفہ سنایا اور وہ بھی لوگوں کو پسند آیا۔ بعد کو گھوڑوں کی، آج کی دوڑوں کی اور اس کی بات ہونے لگی کہ درو فکسی کے گھوڑے اعلیٰ نے پہلا انعام کس شاندار طریقے سے جیتا۔ لیون نے دھیان بھی نہیں دیا کہ کھانے میں وقت کس طرح گزر رہا۔  
 ”آہا یہ رہے وہ لوگ“ کھانا ختم ہونے کے قریب استی پان ارکاڈ سچے نے کہا اور اپنی کرسی کی پشت پر سے جھک کر درو فکسی کی طرف ہاتھ بڑھایا جو گارڈ کے ایک دراز قد کرل کے ساتھ ان کی طرف آ رہا تھا۔ درو فکسی کے چہرے پر بھی کلب کی عام پرست نیک دلی کی دھکم دھکی۔ اس نے بڑی خوش دلی سے ابو فکسی کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کے کندھوں پر کھینیاں نکالیں اور ان کے کان میں کچھ کہا اور اسی پرست مسکراہٹ کے ساتھ لیون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”بڑی خوشی ہوئی مل کر“ اس نے کہا۔ ”اور میں نے تب انتخاب میں آپ کو تلاش کیا لیکن مجھے بتایا گیا کہ آپ چلے گئے“ اس نے لیون سے کہا۔

”ہاں میں اسی دن چلا گیا تھا۔ ہم لوگ ابھی ابھی آپ کے گھوڑے کی بات کر رہے تھے۔ مبارک ہو آپ کو“ لیون نے کہا۔ ”یہ تو بڑی اچھی رفتار ہے۔“

”نہیں، میرے والد کے پاس تھے، لیکن مجھے یاد ہے اور جانتا ہوں۔“

”تم نے کھانا کہاں کھایا؟“ استی پان ارکاڈ سچے نے پوچھا۔

”ہم لوگ دوسری میز پر تھے۔ ستون کی آڑ میں۔“

”لوگ انہیں مبارک باد دے رہے تھے“ لیے کرل نے کہا۔ ”دوسرا شہنشاہی انعام۔ کاش میں ناش میں ایسا ہی خوش قسمت ہوتا جیسے یہ گھوڑوں میں ہیں۔“

”تو ہم لوگ اتنا جیتی وقت کیوں گنوا رہے ہیں۔ میں تو جنم کے پست ترین درجے میں جا رہا ہوں“ کرل نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

”یہ یاخوین ہے“ درو فکسی نے تورو حسین کو بتایا اور اس کے پاس ہی غالی ہو جانے والی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اسے جو شراب کا گلاس پیش کیا گیا اسے پی کر اس نے ایک اور بوتل منگوائی۔ پتہ نہیں یہ کلب کے ماحول کا اثر تھا یا شراب پینے کا، بہر حال لیون نے درو فکسی سے مویشیوں کی بہترین نسلوں کے بارے میں باتیں کیں اور بہت خوش ہوا کہ اسے اس شخص کے بارے میں دشمنی کا کوئی احساس نہیں ہو رہا ہے۔ اس نے تورو سری باتوں کے علاوہ اسے یہ بھی بتایا کہ اس نے اپنی بیوی سے سنا کہ وہ اسے پر نس مار یا برے بونٹا کے ہاں ملی تھیں۔



ایک لطیف سنایا جس پر سب ہنس پڑے۔ خاص طور سے درویشی نے اتنی صاف دلی سے قہقہہ لگایا کہ لیون نے محسوس کیا کہ اس شخص سے اس کا بالکل میل ہو گیا۔  
 ”تو پھر ختم ہو گیا؟“ استی پان ارکاڈ حلقے کھڑے ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ”چلیں!“

8

میز کے پاس سے اٹھ کر چلتے ہوئے لیون نے محسوس کیا کہ چلتے میں اس کے ہاتھ خاص طور سے بالکل صحیح طریقے سے اور جگہ پن سے مل رہے ہیں۔ وہ بلند چھت والے کمرے میں سے ہو کر گالین کے ساتھ لیونڈروم کی طرف چلا۔ بڑے ہال میں سے گزرتے ہوئے اس کا سامنا اپنے خسرے ہو گیا۔  
 ”تو پھر؟“ ہمیں ہمارا یہ کاملی کامیاب کیا گیا؟“ پرس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”چلو“  
 ذرا گھوم پھر کر دیکھتے ہیں۔“

”میں بھی ذرا گھومنا اور دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ بڑا دلچسپ ہے۔“  
 ”ہاں، تمہارے لئے دلچسپ ہے لیکن میری دلچسپی تمہاری سے ذرا مختلف ہے۔ اب تم ان بوڑھوں کو دیکھتے ہو“ انہوں نے ایک بجلی ہوئی کراؤر لگے ہونٹ والے ممبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو نرم جوتے پہنے ہوئے ذرا ذرا سا قدم بڑھاتے ہوئے سامنے سے ان کی طرف آ رہا تھا۔ ”اور تم سمجھتے ہو کہ یہ ایسے ہی شلیو پیک یعنی نیا پوس پیدا ہوئے ہیں۔“  
 ”شلیو پیک کیا مطلب؟“

”اب تم اس لقب ہی کو نہیں جانتے۔ یہ ہمارے کلب کی اصطلاح ہے۔ تم جانتے ہو جب اگلے اندرے کو در تک لڑھکایا جاتا ہے تو اس کا چمکا چمک کر کھڑے ہو جاتا ہے لیکن یہ کھڑے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے اور اندر اب بالکل چمکا ہوا جاتا ہے۔ بس وہ ہوتا ہے شلیو پیک۔ یہی حال ہم لوگوں کا ہے، کلب آتے رہتے ہیں آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شلیو پیک ہو جاتے ہیں۔ اب تم تو ہنس رہے ہو لیکن وہ میرا بھائی دیکھتا رہتا ہے کہ کب خود شلیو پیکوں میں شامل ہوتا ہے۔ تم پرس چمکنی کو تو جانتے ہو نا؟“ پرس نے پوچھا اور لیون نے ان کے چہرے سے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی ہانسنے والی بات کہنے کی تیاری کر رہے ہیں۔  
 ”نہیں، میں نہیں جانتا۔“

”کیسے نہیں جانتے! اسے پرس چمکنی تو مشہور آدمی ہیں۔ خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ہمیشہ لیونڈروم کھیلے ہیں۔ ابھی توئی تین سال پہلے تک وہ شلیو پیکوں میں نہیں تھے اور بڑے دلیر بنے تھے، دوسروں کو شلیو پیک کہتے تھے۔ بس ایک دن وہ آئے اور ہمارا چوہا اڑا۔ تم تو اسلی کو تو جانتے ہو نا؟ وہی وہ موٹا والا۔ وہ بڑا تیز زبان ہے۔ تو اس سے پرس چیچنسنسکی نے پوچھا تو اسلی گون گون کیا؟ اور شلیو پیک ہیں؟“ اور اس نے انہیں جواب دیا۔ ”آپ تیسرے ہوں گے۔“ تو یوں ہے بھائی!“

جان پچان کے جو لوگ ملے ان سے باتیں کرتے اور صاحب سلامت کرتے ہوئے لیون نے پرس کے ساتھ سارے کمروں کا پتہ لگایا۔ بڑا کمرہ جس میں میز پر لگائی جاتی تھیں اور جہاں لوگ اپنے پیچھے سے کپانٹروں کے ساتھ چھوٹی رقم کی بازیاد کھیلنے تھے، صوفوں والا کمرہ جہاں شطرنج کھیلی جاتی تھی اور جہاں سرگرمی ایوانوویچ

بیسے کے اور کسی سے باتیں کر رہے تھے، لیونڈروم جہاں ایک کھانچے بھیجی جگہ میں ایک خوش باش ٹولی شاہین لپی رہی تھی جس میں گالین بھی تھا۔ ان لوگوں نے جھانک کر پتہ ترین جنم کو بھی دیکھا جہاں ایک میز کے گرد یا شون بیٹھا تھا اور بازی کی تائید کرنے والوں کی بھیڑ لگی تھی۔ شہرہ کرنے کی کوشش کے ساتھ وہ لوگ تاریک ریڈنگ روم میں بھی گئے جہاں شیڈ دار لمپوں کے نیچے ایک خفیل چہرے والا نوجوان ایک کے بعد ایک رسالے الٹ پلٹ رہا تھا اور ایک گھنٹا جزل پڑھنے میں غرق تھا۔ وہ لوگ اس کمرے میں بھی گئے جس کو پرس دانش گاہ کہتے تھے۔ اس کمرے میں تین صاحبان نازہ ترین سیاسی خبروں کے بارے میں بڑے جوش کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

”پرس، تشریف لائیے، سب تیار ہے“ ان کے پارٹنروں میں سے ایک نے کہا۔ انہوں نے پرس کو وہاں تلاش کر لیا تھا اور پرس چلے گئے۔ لیون ذرا اوپر کے لئے بیٹھ گیا اور سننے لگا لیکن آج کی پہلے وقت کی ساری باتوں کو یاد کر کے وہ بہت سی اوبسنے لگا۔ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ابلوکی اور تورو کسین کو صومندھنے چلا گیا جن کے ساتھ ہنسی خوشی کی فضا زیادہ تھی۔

تورو کسین کسی مشروب کا ٹبل لے ہوئے لیونڈروم میں اونچے صوفے پر بیٹھا تھا اور استی پان ارکاڈ حلقے کمرے کے دوسرے کونے میں دروازے کے پاس درویشی سے کچھ بات کر رہے تھے۔  
 ”وہ یہ نہیں کہ آگاتی ہیں، لیکن یہ غیر متعین، غیر یقینی کی حالت“ لیون نے سانور جلدی سے وہاں سے چلا جانا چاہتا تھا لیکن استی پان ارکاڈ حلقے نے اسے پکار لیا۔

”لیون!“ استی پان ارکاڈ حلقے نے کہا اور لیون نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں تھے لیکن نمی تھی جیسے کہ ان کی آنکھوں میں ہمیشہ اس وقت ہوتی تھی جب وہ یا تو شراب پی لیتے تھے یا پھر جذبات کی شدت ہوتی تھی۔ آج دونوں وہیں تھیں۔ ”لیون جانا مت“ انہوں نے کہا اور کسینی کے پاس اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبا دیا، بظاہر وہ اسے کسی صورت میں بھی جانے دیتا نہ چاہتے تھے۔

انہوں نے درویشی سے کہا۔ ”یہ میرا کھس، تقریباً بہترین دوست ہے۔ اور تم بھی میرے لئے بہت قریبی اور مجھے عزیز ہو۔ اور میں چاہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو ضرور دوست اور ایک دوسرے سے قریب ہو جانا چاہئے اس لئے کہ تم دونوں اچھے لوگ ہو۔“

”تو اب ہمارے لئے تو اتنا ہی کرنے کو رہ جاتا ہے کہ ایک دوسرے کا یوسر لیں“ درویشی نے خوش دلی سے مذاق کرتے ہوئے لیون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اس نے بڑھے ہوئے ہاتھ کو جلدی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے زوروں میں دبا دیا۔  
 ”مجھے بہت بہت زیادہ خوشی ہے“ لیون نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

”اے آدمی، ایک بوقل شاہین لاؤ“ استی پان ارکاڈ حلقے نے کہا۔  
 ”اور مجھے بھی بڑی خوشی ہے“ درویشی نے کہا۔

لیکن استی پان ارکاڈ حلقے کی اور ان کی دونوں کی بھی خواہش کے باوجود ان کے پاس ایک دوسرے سے بات کرنے کو کچھ تھپی نہیں اور دونوں اس کو محسوس کر رہے تھے۔

”ہمیں پتہ ہے کہ یہ آتا ہے کبھی نہیں ملے؟“ استی پان ارکاڈ حلقے نے درویشی سے کہا۔ ”اور میں انہیں ضرور ان کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ چلو، لیون، چلیں!“



"کیا واقعی؟" درویشی نے کہا۔ "وہ بہت خوش ہوں گی۔ میں بھی اسی وقت گھر چلا" اس نے اضافہ کیا "لیکن مجھے یا شرین کی طرف سے پریشانی ہے اور جب تک وہ ختم نہ کر لے تب تک میں بیٹھ رہتا ہوں۔"

"کیا برا حال ہے؟"

"سارے وقت ہارتا رہتا ہے اور ایک میں ہی اسے روک سکتا ہوں۔"

"تو کیوں نہ پیرا لگا ایک کھیل ہو جائے؟ لیون، تم کھیلو گے؟ تب تو بہت سی اچھا ہے" استی پان ارکاڈ سچ نے کہا۔ "پیرا لگاؤ" وہ مارکر سے مخاطب ہوئے۔

"دیر سے تیار ہے" مارکر نے جواب دیا جس نے گیندوں کو بہت پہلے ہی مثلث کی شکل میں ترتیب دے دیا تھا اور وقت گزاری کرنے کے لئے لال گیند کو بچے دے رہا تھا۔

"تو آئیے!"

کھیل کے بعد درویشی اور لیون آکر گامین کی میز کے گرد بیٹھ گئے اور استی پان ارکاڈ سچ کی تجویز کے مطابق لیون کیوں پر بازی لگانے لگا۔ درویشی بھی میز کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کے پاس آنے والے جان بچان کے لوگ اسے گھبرے رہے۔ کبھی کبھی وہ یا شرین پر نظر رکھنے کے لئے بہت ترین جہنم میں بھی ہوا تھا۔ لیون کو صبح کی ذہنی تسکین کے بعد بڑے اچھے آرام کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ درویشی کے ساتھ دھنسی ختم ہو جانے پر بھی خوش تھا اور سارے وقت اس پر سکون شائستگی اور طمانیت و خوشی کا تاثر طاری رہا۔

جب بازی ختم ہو گئی تو استی پان ارکاڈ سچ نے لیون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تو چلتے ہیں؟ آنا کے پاس؟ ابھی؟ اس؟ وہ گھر ہیں۔ میں نے بہت دنوں پہلے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ان کے پاس لاؤں گا۔ تم شام کو کہاں جانے والے تھے؟"

"خاص طور سے تو کہیں نہیں۔ میں نے سویاؤسکی سے زراعتی اچھن میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تم کو تو تمہارے ساتھ چلا ہوں" لیون نے کہا۔

بہت خوب چلتے ہیں! پھر استی پان ارکاڈ سچ نے خد شکار سے مخاطب ہو کر کہا "معلوم کرو کہ میری بھی آجی۔"

لیون میز کے پاس گیا، کیوں پر بازی لگانے میں جو چالیس روپل ہارے تھے وہ ۱۰۱ کے اور کلب کے مصارف ادا کئے جو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے بوڑھے خد شکار کو کسی پر اسرار طریقے سے معلوم تھے اور اپنے ہاتھوں کو خاص طور سے جھلاتا ہوا وہ سارے کمروں سے گزر رہا تھا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔

9

"ابلویشی کے لئے بھی لائی جائے!" چوہا رشتے بھری پاٹ دار آواز میں چلایا۔ کبھی آئی اور دونوں بیٹھ گئے۔ بس شروع میں 'جب بھی کلب کے چانک سے نکل ہی رہی تھی تو لیون کلب کے سکون طمانیت اور ارد گرد کی بلاشبہ شائستگی کے تاثر کو محسوس کرتا رہا لیکن جیسے ہی کبھی سڑک پر آئی اور اس نے ہاتھ مارا راستے پر گاڑی کے ہنگولے محسوس کئے، آنے جانے والے گاڑی بانوں کی غصے بھری جھپٹیں سنیں، مدھم مدھم روشنی میں شراب خانوں اور دکانوں کے سرخ سائن بورڈ دیکھے دیئے ہی اس نے اپنے عمل کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور اس نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ وہ یہ اچھا کر رہا ہے یا نہیں کہ آنا کے پاس جا رہا ہے۔ کبھی کیا کہے گی؟

لیکن استی پان ارکاڈ سچ نے اسے سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور جیسے اس کے شہادت کا اندازہ لگاتے ہوئے انہیں تیز کر دیا۔

"مجھے کس قدر خوشی ہے" انہوں نے کہا "کہ تم ان سے مل لو گے۔ پتہ ہے کہ ہمیں ڈالی بہت دنوں سے یہ چاہتی تھیں۔ اور لووف بھی ان کے ہاں جا چکے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ میری بہن ہیں" استی پان ارکاڈ سچ نے اپنی بات جاری رکھی "میں بغیر کسی پس و پیش کے کہہ سکتا ہوں کہ وہ قابل قدر عورت ہیں۔ تم خود ہی دیکھ لیتا۔ ان کی صورت حال بہت مشکل ہے" خاص طور سے اب۔"

"خاص طور سے اب کیوں؟"

"ہم ان کے شہر سے طلاق کی بات چیت کر رہے ہیں۔ اور وہ راضی ہیں لیکن اس میں بیٹے کے سلسلے میں ایک مشکل ہے اور یہ معاملہ جسے بہت پہلے ختم ہو چکا تھا ہے قاتلین میں سے طویل سمجھ رہا ہے۔ جیسے ہی طلاق ہو جائے گی ویسے ہی وہ درویشی سے بیاہ کر لیں گی۔ کس قدر اطمینان ہے یہ پرانی ریس" یہی اپنا فضل و کرم کر جن پر کسی کو بھی ایمان نہیں ہے اور جو لوگوں کے سکھ میں غل ہوئی ہیں! استی پان ارکاڈ سچ نے رائے دی۔

"تو پھر ان لوگوں کی حیثیت بھی طے شدہ ہو جائے گی جیسی میری ہے، جیسی تمہاری ہے۔"

"تو مشکل کیا ہے؟" لیون نے کہا۔

"اوہ! یہ لہا اور آکر دینے والا قصہ ہے! ہمارے ملک میں یہ سب چیزیں اتنی محکم ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ اس طلاق کے انتظار میں ہیں ماسکو میں تین مہینے سے ہیں جہاں سب ان کو اور درویشی کو جانتے ہیں۔ وہ کہیں جاتی نہیں، عورتوں میں سوائے ڈالی کے کسی سے ملتی نہیں اس لئے کہ اب تو تم سمجھتے ہی ہو، وہ نہیں چاہتیں کہ لوگ ان پر رحم کر کے ان سے ملیں۔ وہ یہ توقف پر نس وادوار ابھی ان کے پاس سے چلی گئیں" اس لئے کہ وہ اسے ناشائستہ سمجھتی ہیں۔ تو اب اس صورت حال میں دوسری کوئی عورت اپنے آپ میں کسی طرح کی تاپ و توان نہ پاتی۔ لیکن انہوں نے "اب تم دیکھنا کیسے اپنی زندگی منظم کر لی ہے، کتنی پرسکون اور پروکار ہیں۔" استی پان ارکاڈ سچ نے جبکہ کبھی کی کوڑی میں کہا "پائیں کو، کھلی میں گرے کے سامنے۔ افوہ! کس قدر گرمی ہے!" انہوں نے کہا اور باوجود اس کے کہ درجہ انجماد صفر سے بارہ ڈگری نیچے تھا انہوں نے اپنے فرے کھلے کوٹ کو اور کھول دیا۔

"لیکن ان کو تو بیٹی ہے یقیناً وہ اس کے سلسلے میں مصروف رہتی ہوں گی؟" لیون نے کہا۔

"تم لگتا ہے ہر عورت کو صرف جو رو 'اون کو یو (14) سمجھتے ہو" استی پان ارکاڈ سچ نے کہا "کہ اگر وہ مصروف رہتی ہے تو ضرور بچوں کی ساتھ۔ نہیں، وہ بیٹی کی پرورش و پرورش تو بہت اچھی طرح کر رہی ہیں لیکن اس کا زیادہ چچا نہیں کرتیں۔ وہ مصروف رہتی ہیں سب سے پہلے تو اس میں کہ کھلتی ہیں۔ میں ابھی سے دیکھ رہا ہوں کہ تم طرے انداز میں مسکرا رہے ہو لیکن بیکار و بے چاروں کے لئے ایک کتاب لکھ رہی ہیں اور کسی سے اس کے بارے میں بات نہیں کرتیں لیکن مجھے انہوں نے پڑھ کر سنایا اور میں نے سوچا کہ یوٹ کو دیا... تم جانتے ہو، وہ ناشر ہے... اور لگتا ہے وہ خود بھی ادیب ہے۔ وہ کھری چیز کو پچا پاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ لیکن تم سوچ رہے ہو کہ وہ بھی بس ایک معصوف ہیں؟ اور ابھی نہیں۔ وہ سب سے پہلے تو دل سے عورت ہیں، تم خود ہی دیکھ لیتا۔ اب ان کے پاس ایک انگریز لڑکی ہے اور پورا خاندان ہے جس کی انہیں فکر رہتی ہے۔"



فکار نے اپنی تصویر کی گرفت میں لے لیا تھا۔ حقیقت میں وہ کم تابندہ و درخشش تھیں لیکن اس کی بجائے زندگی میں ان میں کچھ ایسی نئی دلچسپی تھی جو شبیہ میں نہ تھی۔

10

وہ اس سے ملنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے دیکھ کر انہیں جو خوشی ہوئی تھی اسے انہوں نے چھپایا نہیں۔ اور اس سکون میں جس سے انہوں نے اپنا چھوٹا سا توانا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس کا تعارف و رکوبیت سے کرایا اور ایک سرخی بالکل بھورے بالوں والی خوبصورت لڑکی کی طرف اشارہ کر کے جو وہیں کسی کام میں کھی بیٹھی تھی بتایا کہ وہ اس کی تربیت کر رہی ہیں 'لیون کے لئے اعلیٰ معیار سے کی خواہشیں کے جانے پچانے اور خوشگوار طور طریقے تھے جو پیشہ پر سکون اور قدرتی رہتی ہیں۔

"مجھے بہت بہت ہی خوشی ہوئی" انہوں نے دوبارہ کہا اور ان کے ہونٹوں سے نکلے ہوئے یہ سادہ الفاظ لیون کے لئے پتہ نہیں کیوں کچھ خاص اہمیت کے حامل ہو گئے۔ "میں آپ کو بہت دنوں سے جانتی اور پسند کرتی ہوں" استیو اسے دوستی کی وجہ سے بھی اور آپ کی بیوی کی خاطر بھی۔ میں نے انہیں بہت ہی کم وقت کے لئے جانا لیکن انہوں نے مجھ کو ایک بہت ہی دلکش پھول 'جیج پھول' کی طرح متاثر کیا۔ اور وہ جلدی ماں بن جائیں گی"۔

وہ آزادانہ اور بغیر کسی جلدی کے باتیں کر رہی تھیں، کبھی کبھی اپنی نظریں لیون سے ہٹا کر اپنے بھائی کی طرف منہ کر لیتیں اور لیون کو یہ محسوس ہوا کہ اس نے جو تاثر پیدا کیا وہ اچھا تھا اور وہ ان کے ساتھ جلدی سبک 'سادہ اور خوشگوار محسوس کرنے لگا جیسے انہیں پہچننے سے جانتا ہو۔

جب استیو پان ارکاڈ سٹج نے ان سے پوچھا کہ کیا سگریٹ پیتا ممکن ہے تو انہوں نے جواب میں کہا "میں اور ایوان پڑھو جی اسی لئے" الکسی کے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں آکر بیٹھے ہیں کہ سگریٹ پی سکیں۔ "اور لیون سے سوال کرنے کی بجائے کہ وہ سگریٹ پیتا ہے یا نہیں انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور پھوٹے کی پشت کا ہٹا ہوا سگریٹ باکس اپنی طرف کھسکایا اور اس میں سے سگریٹ نکالا۔

"آج تسماری طبیعت کسی ہے؟" بھائی نے ان سے پوچھا۔

"نمک سی ہے۔ اعصاب بیشک کی طرح۔"

"جیج ہے تاکہ غیر معمولی طور پر اچھی ہے؟" استیو پان ارکاڈ سٹج نے یہ دیکھ کر کہا کہ لیون بار بار تصویر کی طرف نظریں اتار رہا تھا۔

"میں نے اس سے بہتر شبیہ تو دیکھی ہی نہیں۔"

"اور غیر معمولی طور پر مشابہ ہے" ہے؟" اور کو فین نے کہا۔

لیون نے شبیہ سے اصل کی طرف دیکھا۔ اس وقت جب آتے اپنے اوپر اس کی نظروں کو محسوس کیا تو ان کا چہرہ ایک خاص روشنی سے دکھ اٹھا۔ لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اپنی بو کھلا ہٹ کے چھپانے کے لئے اس نے پوچھا چاہا کہ کیا وہ ادا الکساندر دو تارے بہت دنوں سے نہیں ملیں۔ لیکن اسی وقت آنا پول پڑیں:

"ابھی میں اور ایوان پڑھو جی فکارو 'شیکوف' کی تازہ ترین تصویروں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا ہے انہیں؟"

"کیا یہ کچھ خیر خیرات قسم کا کام ہے؟"

"تم تو ہر چیز کو بری ہی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہو۔ خیر خیرات کا نہیں بلکہ دل کا کام ہے۔ ان کے ہاں مطلب و روشنی کے ہاں ایک انگریز چاہک سوار تھا" اپنے فن میں استاد مگر شرابی۔ اس نے اتنی شراب پی کہ ڈیٹرینٹر ٹرمنس (15) ہو گیا اور خاندان بے سارا رہ گیا۔ وہ ان لوگوں سے ملیں "ان کی مدد کی" ان میں اور دلچسپی لی اور اب پورا خاندان ان کا دست نگر ہے۔ اور وہ محض سر پرستانہ انداز میں صرف رقم سے مدد نہیں کرتیں بلکہ لڑکوں کو ہائی اسکول میں داخل کرانے کے لئے خود روپی میں پڑھاتی ہیں اور لڑکی کو اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ ابھی تم انہیں خود ہی دیکھ لیتا۔"

کبھی صحن میں داخل ہوئی اور استیو پان ارکاڈ سٹج نے صدر دروازے پر جس کے پاس ایک برف گاڑی کھڑی تھی 'زور سے کھنکی بھائی۔

دروازہ کھلا تو ملازم سے یہ پوچھے بغیر کہ مالکن گھر ہیں یا نہیں "استیو پان ارکاڈ سٹج پیش دالان میں آگئے۔ لیون ان کے پیچھے پیچھے آیا۔ اس کا شبہ اس بارے میں بڑھتا ہی جا رہا تھا کہ وہ اچھا کر رہا ہے یا برا۔

آئینے میں اپنے اوپر نظر پڑی تو لیون نے دیکھا کہ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے لیکن اسے یقین تھا کہ وہ نشتے میں نہیں ہے اور وہ قائلین کبھی سیز میوں پر چڑھتا ہوا استیو پان ارکاڈ سٹج کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ اوپر خدنگار سے جو اس طرح تعظیم کر رہا تھا جیسے قریبی آدمی کو کی جاتی ہے۔ استیو پان ارکاڈ سٹج نے پوچھا کہ آتے کے پاس کون ہے۔ انہیں جواب ملا کہ ورن کو فین صاحب۔

"کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"پڑھنے لکھنے کے کمرے میں۔"

گھر کے رنگ کی چوٹی دیواروں والے چھوٹے سے ڈائننگ روم میں ہو کر استیو پان ارکاڈ سٹج اور لیون نرم قائلین پر چلے ہوئے پڑھنے لکھنے کے نیم تاریک کمرے میں آگئے جس میں صرف ایک لیپ روشن تھا جس پر بڑا سا گھرے رنگ کا شیڈ تھا۔ دو سرار فیکٹر لیپ دیوار پر مل رہا تھا اور ایک عورت کی قد آدم تصویر کو روشن کر رہا تھا جس کی طرف لیون کی بے ساختہ توجہ گئی۔ یہ آتے کی شبیہ تھی جو اعلیٰ میں میٹاکسیوف نے بنائی تھی۔ جس وقت استیو پان ارکاڈ سٹج جعفری کے پیچھے چلے گئے اور بات کرنے والے مرو کی آواز آتی بندی ہو گئی اس وقت لیون شبیہ کو دیکھ رہا تھا جو اچھی طرح روشن تھی اور گویا فریم سے باہر نکلی آ رہی تھی۔ لیون اس پر سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔ وہ بھی بھول گیا کہ وہ کہاں تھا "اس نے سنا بھی نہیں کہ کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ بس شبیہ کو ایک نگہ دیکھتا رہا۔ یہ تصویر نہیں تھی بلکہ ایک جیتی جاتی دلکش عورت تھی جس کے بال سیاہ مٹھکھکے لالے تھے 'کندھے اور ہاتھ عیاں تھے اور نرم ہر خط والے ہونٹ پر گھر مندائے نیم جھیم تھا 'جو جھمندانہ اور پر لطف نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اسے بے قابو کر دیا تھا۔ وہ صرف اسی لئے جیتی جاتی نہ تھی کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت تھی جتنی جیتی جاتی عورت ہو سکتی ہے۔

"مجھے بڑی خوشی ہے" اچانک اس نے اپنے پاس ہی ایک آواز سنی جو بظاہر اسی سے مخاطب تھی "اسی عورت کی آواز جس کی تصویر پر وہ فریفتہ ہو گیا تھا۔ جعفری کی آواز سے آتے اس کے احتیال کے لئے نکل آئی تھیں اور لیون نے گھرے کی دھندلی روشنی میں اسی تصویر والی عورت کو گھرے نیلے رنگ کی مختلف دھندلتوں والے لباس میں دیکھا جس کا انداز اور چہرے کا تاثر تو وہی نہیں تھا لیکن جو حسن کی اسی بلندی پر تھی جہاں اسے



"ہاں میں نے دیکھا ہے" لیون نے جواب دیا۔

"کمرش معافی چاہتی ہوں میں نے آپ کا قطع کلام کیا" آپ کہنا چاہتے تھے۔"

لیون نے پوچھا کہ کیا وہ بہت دنوں سے ڈالی سے نہیں ملیں۔

"کل وہ میرے پاس آئی تھیں۔ وہ گریٹا کے سلسلے میں ہائی اسکول سے بہت فضا ہیں۔ لگتا ہے کہ لاٹینی کے

مدرس نے اس کے ساتھ انسانی کی ہے۔"

"ہاں" میں نے تصویریں دیکھی ہیں۔ مجھے بہت زیادہ پسند نہیں آئیں" لیون ان کی شروع کی ہوئی بات

چیت پر پھر سے واپس آیا۔

اس وقت لیون بالکل اس طرح نہیں بات کر رہا تھا، معاملے کے سلسلے میں ایک چوکھٹے کے اندر رہتے ہوئے، جیسے آج اس نے پہلے وقت کی تھی۔ آنا کے ساتھ بات چیت میں ہر لفظ ایک خاص معنی کا حامل ہو جاتا تھا۔ اور ان کے ساتھ باتیں کرنا خوشگوار اور ان کی باتیں سننا خوشگوار تھا۔

آنا صرف قدرتی اور ذہین انداز میں نہیں بلکہ ذہانت کے ساتھ اور غیر محتاط انداز میں باتیں کرتی تھیں، اپنے خیالات کو کوئی بھی اہمیت نہ دیتی تھیں اور ہم کلام کے خیالات کو بڑی اہمیت دیتی تھیں۔

بات چیت فن کی نئی سنتوں تک جا پہنچی اور بائبل کو مصور کرنے والی ان تصویروں کا ذکر آیا جو ایک فرانسیسی فنکار نے بنائی تھیں۔ وہ کوئینٹ نے فنکار کی حقیقت پسندی کی تنقید کی جو بھونڈے پر تک پہنچا دی گئی ہے۔ لیون نے کہا کہ فرانسیسیوں نے فن میں رسوم و رواج کی پابندی کو اس حد تک پہنچا دیا تھا جتنی کسی نے کبھی نہ کی تھی اسی لئے اب وہ حقیقت پسندی کی طرف واپسی کو خاص طور سے کار آمد سمجھتے ہیں۔ اب انہیں شاعری اسی میں نظر آتی ہے کہ وہ بھوت نہیں بولتے۔

لیون کو کبھی اپنی کسی بھی ذہانت کی بات سے اتنی طمانیت نہیں حاصل ہوئی جتنی اس بات سے۔ آنا کا چہرہ یکبارگی کھل اٹھا۔ انہوں نے اس خیال کو بڑا اہم قرار دیا اور کہیں۔

"میں ہنس رہی ہوں" انہوں نے کہا "اس طرح جیسے آدمی کوئی بہت سی مشابہ تصویر دیکھ کر ہنستا ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا اس سے آج کے فرانسیسی فن کی بالکل کردار نگاری ہو جاتی ہے" مصوری کی بھی اور یہاں تک کہ ادب کی بھی۔۔۔ زولا اور دوے (16) جیسے ادیبوں کی۔ لیکن ہو سکتا ہے جیسے ہی ایسا ہوتا ہو کہ فنکار پہلے اپنے کھسبوں (17) کی تشکیل تصور کردہ چیزوں سے، مجرد صورتوں سے کرتے ہیں اور بعد کو جب سارے کامی نیزوں (18) کے جاچکتے ہیں، تصور کردہ صورت و قامت سے وہ عاجز آچکے ہیں تو پھر وہ زیادہ فطری اور سچی صورت و قامت سوچنے اور بنانے لگتے ہیں۔"

"یہ بالکل صحیح ہے" وہ کوئینٹ نے کہا۔

"تو آپ کلب گئے تھے؟" وہ بھائی سے مخاطب ہو گئیں۔

"ہاں" ہاں یہ ہے عورت! "لیون نے سوچا اور وہ بالکل غافل ہو کر ان کے خوبصورت اور اظہار و تاثر سے بھرے چہرے کو دیکھنے لگا جو اب بالکل یں بدل گیا تھا۔ لیون نے نہیں سنا کہ وہ بھائی کی طرف جھک کر سرس چیز کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں لیکن ان کے چہرے کے تاثر میں جو تغیر آیا تھا اس پر وہ حیران رہ گیا۔ ان کا چہرہ جو پہلے اپنے سکون کی بنا پر اتنا خوبصورت تھا، اب ایک عجیب تجسس، غصے اور فخر کا اظہار کر رہا تھا۔ لیکن یہ بس ذرا دیر رہا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں میچیں جیسے کچھ یاد کر رہی ہوں۔

"ہاں ہنکر اس سے کسی کو بھی دلچسپی نہیں" انہوں نے کہا اور انگریز لڑکی سے مخاطب ہو گئیں:

"پلیز" آرڈر دانی ان داؤر انک روم۔" (19)

لڑکی اٹھ کر چلی گئی۔

"تو پھر کیا ہوا؟" امتحان میں کامیاب ہو گئی؟ "اسی بان ارکاڈ سچے نے پوچھا۔

"بہت اچھی طرح۔ بہت سی لائق لڑکی ہے اور طبیعت کی بھی نیک اور پیاری ہے۔"

"انعام ہے ہو گا کہ تم اس کو اپنی بیٹی سے زیادہ پیار کرنے لگو گی۔"

"کی نامزدوں کی سی بات۔ محبت میں زیادہ اور تم نہیں ہوتا۔ اپنی بیٹی سے ایک طرح کی محبت ہے اور اس

سے۔۔۔ دوسری طرح کی۔"

"میں تو آنا ارکاڈ سے یہ کہتا ہوں" وہ کوئینٹ نے کہا "کہ وہ جتنی توانائی اس انگریز لڑکی پر صرف کرتی ہیں اگر اس کا سواں حصہ بھی روسی بچوں کی تربیت کے معاشقہ کام پر صرف کریں تو آنا ارکاڈ سے بہت بڑا اور مفید کام کر دیتیں۔"

"اب آپ جو چاہے کہیں لیکن مجھ سے تو نہیں ہو سکا۔ کاؤنٹ اگلیسی کی طرح دے لے" "کاؤنٹ اگلیسی کی طرح دے لے" انہوں نے شرمائی ہوئی سوالیہ نظروں سے لیون کی طرف دیکھا اور اس نے بے ساختہ ان کو احرام آمیز اور تائیدی نظر سے جواب دیا "مجھ سے بہت کم کم میں گاؤں میں اسکول سے دلچسپی لوں۔ میں کئی بار گئی۔ بچے بڑے پیار سے تھے لیکن میں اس کام سے خود کو وابستہ نہ کر سکی۔ آپ نے کہا۔۔۔ توانائی، توانائی کی بنیاد محبت پر ہوتی ہے۔ اور محبت کہیں سے لی نہیں جا سکتی، حکم دے کر نہیں کر دائی جا سکتی۔ اب میں اس لڑکی سے پیار کرتی ہوں اور خود نہیں جانتی کہ کیوں۔"

اور انہوں نے پھر لیون کی طرف دیکھا۔ ان کی مسکراہٹ اور نظر دونوں نے اس سے کہا کہ ان کی باتوں کا مخاطب صرف اس سے ہے، وہ اس کی رائے کی قدر کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی پہلے سے جانتی ہیں کہ وہ اور لیون ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔

"میں اس کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں" لیون نے جواب دیا۔ "اسکول میں یا بالعموم اس طرح کے اداروں میں دل سے کام کرنا ناممکن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسی لئے خیر خیر والے ان اداروں سے اتنے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔"

وہ چپ رہیں، پھر مسکرائے لگیں۔

"ہاں" انہوں نے تائیدی "میں کبھی نہیں کر سکی۔ ڈے نے پالے کنبے سے لا خر (20) نہ میں پھوہڑ لڑکیوں کے پورے پیچھے خانے سے پیار کر سکوں۔ سیلا نے ماڈلے روپے (21) جانے کتنی عورتیں ہیں جو اسی سے پوڑیوں سو سال (22) بنا لیتی ہیں۔ اور اب تو اور بھی" انہوں نے تجیدہ "امداد کر دے والے لیوے میں بھائی سے مخاطب ہو کر لیکن صاف ظاہر تھا کہ صرف لیون سے کہا۔ "اور اب جب مجھے کسی نے کسی مصروفیت کی اتنی ضرورت ہے تو میں نہیں کر سکتی" اور اچانک تیوریاں چڑھا کر (لیون سمجھ گیا کہ وہ اپنے اوپر تیوریاں چڑھا رہی ہیں کہ اپنے بارے میں بات کر رہی ہیں) انہوں نے بات کا موضوع بدل دیا۔ "میں آپ کے بارے میں جانتی ہوں" انہوں نے لیون سے کہا "کہ آپ برے شہری ہیں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے آپ کی مدافعت کی۔"



"کیسے آپ نے میری مدافعت کی؟"

"جیسا معاملہ ہوا اسی کے اعتبار سے۔ ہر حال، چائے پینے چلے گا نا؟" وہ کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ میں چمڑے کی ایک اچھی جلد بندھی کتاب لے لی۔

"دے دیجئے مجھے آنا ار کا ریوٹا" ورو کو یٹ نے کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو پیش کرنے لائق ہے۔"

"ارے نہیں، ابھی یہ بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔"

"میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا" اسی پان ار کا ریوٹا نے لیون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بن سے کہا۔

"بیکار کیا۔ میری تعریف۔" کچھ اس قسم کی چوب تراشی والی نوکریوں جیسی ہے جو میرے ہاتھ پہلے لیزا میرتساووا قید خانے سے لاکر بچتی تھیں۔ وہ کسی انجمن کے قید خانوں والے شعبے کی سربراہ تھیں "انہوں نے لیون سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اور ان بد نصیبوں کو حیرت انگیز قفل سے کام لیتا پڑتا تھا۔"

اور لیون نے اس عورت کی ایک اور نئی خصوصیت دیکھی جو اسے اس قدر غیر معمولی طور پر پسند آئی تھی۔ ذہانت، لطافت و وقار اور خوبصورتی کے علاوہ ان میں سچائی اور غلوں بھی تھا۔ وہ اس سے اپنی صورت حال کی ساری مشکلوں کو چھپانے چاہتی تھیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے صفائی سانس بھری اور ان کا چہرہ یکبارگی تندہ تاثر قبول کر کے، جیسے پتھر کا ہو گیا۔ چہرے کے اس تاثر کے ساتھ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی تھیں لیکن یہ تاثر نیا تھا۔ یہ خوشی سے دکتے ہوئے اور خوشی کی کرنیں نکھیرتے ہوئے تاثرات کے اس دائرے سے باہر تھے جسے فنکار نے اپنی بنائی ہوئی شبیہ میں گرفت میں لیا تھا۔ لیون نے ایک بار پھر شبیہ پر اور ان کی صورت و قامت پر نظر کی۔ وہ اس وقت بھائی کے بازو کا سارالے کر ان کے ساتھ بلند دروازے سے باہر نکل رہی تھیں اور لیون نے ان کے لئے شفقت اور رحم محسوس کیا جس پر اسے خود بھی تعجب ہوا۔

انہوں نے لیون اور ورو کو یٹ سے ذرا تنگ روم میں چلنے کی درخواست کی اور خود بھائی سے کچھ بات کرنے کے لئے پیچھے رہ گئیں۔ "مطلق کے بارے میں، ورو وکی کے بارے میں، اس بارے میں کہ وہ کلب میں کیا کر رہا ہے یا میرے بارے میں؟" لیون نے سوچا اور اس سوال سے کہ وہ اسی پان ار کا ریوٹا سے کیا باتیں کر رہی ہیں، لیون اتنا کھرا گیا کہ اس نے تقریباً وہ سنا ہی نہیں جو ورو کو یٹ بچوں کے لئے آنا کے لکھے ہوئے ناول کے بارے میں اس سے کہہ رہا تھا۔

چائے کے دوران میں بھی بات چیت اسی خوشگوار انداز میں طرح طرح کے موضوعات پر ہوتی رہی۔ نہ صرف یہ کہ ایک منٹ بھی ایسا نہ تھا جب بات کے لئے کوئی موضوع تلاش کرنے کی ضرورت پڑی ہو بلکہ اس کے برعکس یہ احساس ہوتا تھا کہ آدمی وہ سب کہہ نہ پائے گا جو کہنا چاہتا ہے اور بڑی خوشی سے اپنی بات کہنے سے باز رہتا ہے اور سنتا ہے کہ دوسرے کیا کہتے ہیں۔ اور جن چیزوں کی بھی بات صرف انہیں نے نہیں بلکہ ورو کو یٹ اور اسی پان ار کا ریوٹا سے بھی کی وہ سب، جیسا کہ لیون کو لگ رہا تھا، ان کی توجہ اور تبصروں کی بدولت خاص اہمیت کی حامل ہو گئیں۔

دلچسپ بات چیت میں مصروف رہنے کے باوجود لیون سارے وقت دل ہی دل میں ان کی تعریف کرتا رہا۔ ان کی خوبصورتی کی بھی "ذہانت، تعلیم و تہذیب اور اس کے ساتھ ہی سادگی اور صاف دلی و راست گوئی کی

بھی۔ وہ سنتا اور باتیں کرتا رہا لیکن سارے وقت ان کے بارے میں "ان کی اندرونی زندگی کے بارے میں سوچتا اور ان کے احساسات کا قیاس کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پہلے تو اس نے ان کے بارے میں اپنی مکتبی کے ساتھ رائے قائم کر رکھی تھی لیکن اب، خیالات کی کسی عجیب روش کے مطابق، وہ ان کو حق بجانب سمجھنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اسے افسوس اور اندیشہ ہوا کہ ورو وکی انہیں پوری طرح نہیں سمجھتا۔ دس بجنے کے بعد جب اسی پان ار کا ریوٹا جانے کے لئے اٹھے (ور کو یٹ پہلے ہی جا چکا تھا) تو لیون کو یہ لگا کہ وہ ابھی تو آیا تھا۔ لیون بھی افسوس کے ساتھ اٹھا۔

"الوداع" انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اور پرکشش نظروں سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "مجھے بڑی خوشی ہے، کالا گلاس اے رو پوٹی۔" (23)

انہوں نے اس کا ہاتھ چھو ڈیا اور آنکھیں میچیں۔

"اپنی بیوی سے میری طرف سے کہنے لگا کہ میں ان سے پہلے کی طرح پیار کرتی ہوں اور اگر مجھے میری صورت حال کے لئے معاف نہیں کر سکتیں تو میری آرزو یہی ہے کہ وہ مجھے کبھی نہ معاف کریں۔ معاف کرنے کے لئے وہی سب بھگتنے کی ضرورت ہے جو میں نے بھگتا ہے اور اس سے انہیں خدا بچائے۔"

"میں ضرور کہہ دوں گا..." لیون نے سرخ ہو کر کہا۔

11

"کیسی حیرت انگیز، پیاری اور قابل رحم عورت ہے" اس نے اسی پان ار کا ریوٹا کے ساتھ پالے میں ڈوبی ہوئی وہاں نکل کر سوچا۔

"کیوں؟ میں نے تم سے کہا تھا" اسی پان ار کا ریوٹا نے یہ دیکھ کر کہا کہ لیون کو آنا نے بالکل ہی جیت لیا۔

"ہاں" لیون نے فکر مندی کے ساتھ جواب دیا "غیر معمولی خاتون ہیں ایسی نہیں کہ جن میں بلکہ اتنی دل والی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بے انتہار رحم آتا ہے ان پر!"

"اب خدا نے چاہا تو جلدی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن خیر، رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کرو" اسی پان ار کا ریوٹا نے کبھی کے پٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "الوداع" اب ہمارا راستہ ایک تو ہے نہیں۔"

آنا کے بارے میں "ان بالکل سادہ باتوں کے بارے میں مسلسل سوچتے ہوئے جو ان کے ساتھ ہوئی تھیں اور ان کے دوران میں ان کے چہرے کے سارے تاثرات کو یاد کرتے ہوئے "ان کی صورت حال کو برابر زیادہ سمجھتے ہوئے اور ان کے لئے رحم محسوس کرتے ہوئے لیون گھر پہنچا۔

گھر پر کو زمانے لیون کو مطلع کیا کہ کارٹریا الکساندرووا ٹھیک ہیں "مگر ابھی تھوڑی سی دیر ہوئے ان کی بہنیں ان کے پاس سے نکلی ہیں۔ اس نے لیون کو دو خط بھی دیئے۔ لیون نے وہ پیش دلائے انہیں پڑھ لیا تاکہ بعد میں ان کی طرف توجہ نہ کرنی پڑے۔ ایک تو اس کے مختار سکولف کے پاس سے آیا تھا جس نے لکھا تھا کہ گیوں بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ صرف ساڑھے پانچ روٹل فی ٹاپ دام مل رہے ہیں اور رقم کم نہیں اور سے لینا ممکن نہیں ہے۔ دو سرافط بن کا تھا جنہوں نے اسے ڈانٹا تھا کہ ان کا کام ابھی تک نہیں ہوا۔



”تو ساڑھے پانچ بجے کے حساب سے بیچ دیں گے اگر زیادہ نہیں ملے“ لیون نے پہلے سوال کو فوراً ہی غیر معمولی آسانی سے طے کر دیا جو پہلے اسے اس قدر مشکل لگتا تھا۔ ”تجربہ ہو تا ہے کہ کیسے یہاں بالکل فرصت ہی نہیں ملتی“ اس نے دوسرے خط کے بارے میں سوچا۔ اس نے خود کو یمن کے سامنے قصور وار محسوس کیا کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ اس نے ابھی تک نہیں کیا۔ ”آج پھر عدالت میں نہیں گیا لیکن آج تو واقعی بالکل وقت نہیں تھا۔“ اور یہ طے کر کے کہ کل یہ کام ضرور کرے گا وہ بیوی کے پاس چلا گیا۔ اس کے پاس جاتے ہوئے لیون نے جلدی جلدی دن کی پوری سرگزشت یاد کی۔ دن کے سارے واقعات بس باتیں تھیں، باتیں جو اس نے سیں اور وہ جن میں اس نے حصہ لیا۔ ساری باتیں ایسی چیزوں کے بارے میں تھیں کہ اگر وہ اکیلا ہو تا اور دیہات میں ہو تا تو اس نے ان پر کبھی وقت نہ صرف کیا ہو تا لیکن یہاں وہ بڑی دلچسپ تھیں۔ اور ساری باتیں بہت اچھی تھیں، صرف دو بیکوں پر بالکل اچھا نہیں تھا۔ ایک تو جب اس نے محل دیا دھکے کے بارے میں بات کی تھی اور دوسرے تب جب اسے آنا کے بارے میں پر شفقت رحم محسوس ہوا تھا، اس میں کوئی بات ایسی تھی جو ٹھیک نہیں تھی۔

لیون کو اس کی بیوی رنجیدہ اور اکتائی ہوئی ملی۔ تینوں بہنوں کا کھانا تو بڑی ہنسی خوشی ہو گیا لیکن اس کے بعد تینوں اس کا انتظار کرتی رہیں مگر قی کر رہیں یہاں تک کہ سب ادب گئیں، بیٹیں تو چلی گئیں اور وہ اکیلی رہ گئی۔ ”اور تم نے کیا کیا؟“ اس نے لیون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا جو کچھ بڑے مشتبہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ لیکن وہ جو بتا رہا تھا اس میں عقل نہ ہوئے کے خیال سے کیٹی نے اپنی توجہ کو چھپایا اور تائیدی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی باتیں سنتی رہی کہ اس نے شام کیسے گزاری۔

”تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ درد کشی سے ملاقات ہو گئی۔ اس کے ساتھ میں نے بڑی آسانی اور سادگی سے باتیں کیں۔ تم سمجھتی ہو نا کہ اب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس سے بھی ملاقات نہ ہو لیکن اگر ہو تو یہ اٹ پناہیں ختم ہو جائے“ اس نے کہا اور اسے خیال آیا کہ ”کبھی ملاقات نہ ہو“ کی کوشش کرتے ہوئے وہ فوراً ہی آنا کے پاس چلا گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”اب ہم کہتے ہیں کہ عام لوگ شراب پیتے ہیں مجھے پتہ نہیں کہ کون زیادہ پیتا ہے۔۔۔ عام لوگ یا ہمارے طبقے والے۔ عام لوگ تو تھوڑے تو اتھوڑے تواریتے ہیں لیکن...“

مگر کیٹی کو اس بحث سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ عام لوگ کیسے اور کب پیتے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ لیون کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ جانا چاہتی تھی کہ ایسا کیوں ہوا۔

”پھر اس کے بعد تم کہاں رہے؟“

”استیوانے بہت منت کی کہ میں آنا اور کاڈیونا کے ہاں چلوں...“

اور یہ کہہ کر لیون کا چہرہ اور بھی سرخ ہو گیا اور اس بارے میں اس کا شبہ قطعی طور پر دور ہو گیا کہ آنا کے پاس جانے میں اس نے اچھا کیا یا برا۔ اب وہ جان گیا کہ اسے یہ نہ کرنا چاہیے تھا۔

آنا کے نام پر کیٹی کی آنکھیں خاص طور سے کھل گئیں اور چمک اٹھیں لیکن اس نے اپنے اوپر جبر کر کے اپنے بیجان کو چھپایا اور لیون اس سے دھوکا کھا گیا۔

”اچھا! کیٹی نے صرف اتنی کہا۔

”تم، یقین ہے کہ“ فغان ہوئی کہ میں چلا گیا۔ استیوانے درخواست کی اور ڈالی بھی یہ چاہتی تھیں ”لیون نے اپنی بات جاری رکھی۔

”نہیں نہیں“ کیٹی نے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں لیون نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے اوپر جبر کر رہی ہے جس سے وہ کسی اچھائی کی توقع نہ کر سکتا تھا۔

”وہ بہت ہی پیاری، بہت بہت زیادہ قابل رحم عورت ہیں“ اس نے آنا کے بارے میں ”ان کی مصروفیتوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے اور ان کا پیغام پہنچاتے ہوئے کہا۔

”ہاں“ ظاہر ہے کہ وہ بہت قابل رحم ہیں“ کیٹی نے لیون کی باتیں ختم ہونے پر کہا۔ ”تمہارے پاس خط کس کے آئے ہیں؟“

اس نے کیٹی کو خطوں کے بارے میں بتایا اور اس کے پر سکون انداز پر بھروسہ کر کے وہ کپڑے بدلنے چلا گیا۔

جب وہ واپس آیا تو اس کو کیٹی اسی آرام کرسی پر بیٹھی ملی۔ جب وہ اس کے پاس گیا تو اس نے شوہر کی طرف دیکھا اور سکھایا لینے لگی۔

”کیا ہے؟ بات کیا ہے؟“ اس نے پوچھا حالانکہ وہ پہلے ہی سے جانتا تھا کہ کیا بات ہے۔

”تم اس شرمناک عورت پر فریفت ہو گئے“ اس نے تم پر چادر کر دیا۔ میں نے تو تمہاری آنکھوں میں دیکھ لیا۔ ہاں ہاں! وہ کیا اس کا نتیجہ نکالے گا؟ تم نے کلب میں شراب پی، خوب پی، جو اکیلا اور بعد کو پلے گئے... کس کے پاس؟ نہیں، ہم یہاں سے چلے جائیں گے... میں کل ہی ملی جاؤں گی۔“

لیون دیر تک اپنی بیوی کو تسلی دے کر چپ نہ کرا سکا۔ آخر اس نے صرف یہ اعتراف کر کے کیٹی کو تسکین دی کہ رحم کے جذبے نے شراب کے ساتھ مل کر اسے بے بس کر دیا تھا اور وہ آنا کے عیارانہ اثر میں آ گیا اور یہ کہ اب وہ ان سے گریز کرے گا۔ جن چیزوں کا اس نے اعتراف کیا ان میں صرف ایک چیز سچی تھی کہ ماسکوں اتنے دنوں تک رہنے، صرف باتیں کرنے، کھانے اور شراب پینے نے اسے خراب کر دیا ہے۔ وہ دونوں تین بجے رات تک باتیں کرتے رہے۔ تین بجے جا کر ان میں اتنا سیل ہو گیا کہ وہ سو جائیں۔

12

ممانوں کو رخصت کر کے آنا بیٹھیں نہیں۔ وہ کمرے میں شلنے لگیں۔ حالانکہ انہوں نے لاشعوری طور پر (جیسا کہ وہ ان پچھلے دنوں میں سارے جوان مردوں کے سلسلے میں عمل کیا کرتی تھیں) ساری شام ہر ممکن کوشش کی کہ لیون میں ان سے محبت کے جذبے کو بیدار کریں اور حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا، جس حد تک کہ یہ ایک شادی شدہ دیا انداز آدمی کے ساتھ ایک شام میں ممکن تھا، اور حالانکہ انہیں وہ بہت اچھا لگتا تھا (مردوں کے نقطہ نظر سے درد کشی اور لیون میں شدید فرق کے باوجود انہوں نے عورت کی حیثیت سے ان دونوں میں وہی مشترکہ چیز دیکھی جس کی بنا پر کیٹی نے درد کشی سے بھی محبت کی تھی اور لیون سے بھی) جیسے ہی وہ کمرے سے گیا دیکھنے ہی انہوں نے اس کے بارے میں سوچنا بند کر دیا۔

ایک اور صرف ایک خیال مختلف غیر متعلق صورتوں میں ان کے دل و دماغ پر طاری تھا۔ ”اگر میں دوسروں کو اس شادی شدہ، محبت میں جٹا شخص کو اتنا متاثر کرتی ہوں تو پھر وہ“ کیوں میری طرف سے اتنی سرد مری برتتے ہیں؟ یہ تو نہیں کہ سرد مری، وہ مجھ سے محبت تو کرتے ہیں، یہ میں جانتی ہوں۔ لیکن اب کوئی چیز ہمارے درمیان حائل ہے۔ کس وجہ سے وہ شام بھر غائب رہے؟ انہوں نے استیوانے سے کھلوا بھیجا کہ وہ یا شوین



کو اکٹلا نہیں چھوڑ سکتے اور اس کے کھیل پر نظر رکھنا ان کے لئے ضروری ہے۔ تو یا شیون کیا بچہ ہے؟ چلو مان لیا کہ یہ بچہ ہے۔ وہ جھوٹ کبھی نہیں بولتے۔ لیکن اس سچائی میں دوسری بات بھی ہے۔ وہ مجھے دکھانے کا یہ موقع پا کر خوش ہیں کہ ان کی دوسری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ یہ میں جانتی ہوں اس کو میں تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن مجھ پر یہ ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مجھ سے محبت کو ان کی آزادی میں عمل نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن مجھے ثبوت کی ضرورت نہیں مجھے محبت کی ضرورت ہے۔ انہیں یہاں 'ناسکوس' میری زندگی کی ساری مشکلات کو سمجھنا چاہئے۔ کیا واقعی میں زندگی بسر کرتی ہوں؟ میں زندگی میں بسر کرتی بلکہ صحیحی کے سلیجے کا انتظار کرتی ہوں جو طویل سی ہوتی جاتی ہے۔ طویل سی ہوتی جاتی ہے۔ جواب پھر نہیں اور استیوا کہتے ہیں کہ وہ انگلیسی انگلساند روڈیج کے پاس نہیں جاسکتے۔ اور میں دوبارہ نہیں لکھ سکتی۔ میں کچھ نہیں کر سکتی کچھ شروع نہیں کر سکتی کچھ بدل نہیں سکتی میں خود کو قابو میں رکھتی ہوں انتظار کرتی ہوں اپنے لئے تفریح کے طریقے نکالتی ہوں۔ اگر بڑوں کا خاندان لکھنا پڑھنا لیکن یہ سب بھی دیسے ہی ہے جیسے مورفین۔ انہیں تو مجھ پر رحم کرنا چاہئے انہوں نے کہا اور محسوس کیا کہ اپنے اوپر رحم کے آنسو ان کی آنکھوں میں بھرتے آ رہے ہیں۔

انہوں نے درد و غم کی زوردار گھنٹی سننی اور جلدی سے یہ آنسو پچھ ڈالے اور نہ صرف آنسو پچھ ڈالے بلکہ لپ کے پاس بیٹھ کر ایک کتاب کھول لی اور پر سکون بن گئیں۔ درد و غم کو یہ دکھانے کی ضرورت تھی کہ وہ اس سے ناراض ہیں کہ وہ وہاں نہیں آیا جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا صرف ناراض لیکن کسی بھی طرح اس پر اپنا رنج اور غم خاص کر اپنے اوپر رحم تو نہیں ظاہر ہونے دیتا۔ وہ خود اپنے اوپر رحم کر سکتی تھیں لیکن درد و غم کو ان پر رحم نہیں کرنا چاہئے۔ وہ لڑائی نہیں کرنا چاہتی تھیں وہ تو اس کی ملامت کرتی تھیں کہ وہ ان سے لڑنا چاہتا ہے لیکن غیر ارادی طور پر وہ خودی لڑائی کی حالت میں پہنچ گئیں۔

"تو تم آتا نہیں تو نہیں؟" اس نے بیباک پن سے خوش خوش ان کے پاس آتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی کیسا بے یارک۔ ہنوں ہے۔ جو اکھیاں!"

"نہیں میں آتا نہیں اور میں نے بہت دنوں سے نہ آتا سیکھ لیا ہے۔ استیوا آئے تھے اور لیون۔"

"ہاں وہ لوگ تمہارے پاس آنا چاہتے تھے۔ تو کیا لیون جیسے پسند آیا؟" اس نے ان کے پاس بیٹھے ہوئے کہا۔

"بہت۔ وہ لوگ ابھی تھوڑی سی دیر ہوئے گئے ہیں۔ اور یا شیون نے کیا کیا؟"

"جیت رہا تھا۔ سترہ ہزار روپے۔ میں نے اس سے چلنے کو کہا۔ وہ تقریباً اٹھ آیا تھا لیکن پھر وہاں چلا گیا اور اب ہار رہا ہے۔"

"تو پھر تم کس لئے رے گئے تھے؟" انہوں نے اچانک آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے کا تاثر سرد اور غیر دوستانہ تھا۔ "تم نے استیوا سے کہا کہ یا شیون کو وہاں سے لے جانے کے لئے رک رہے ہو۔ اور تم اسے تو چھوڑ آئے۔"

لڑائی کے لئے ٹھنڈے دل سے تیار ہونے کا وہی تاثر اس کے چہرے پر بھی پیدا ہو گیا۔

"اول تو میں نے ان سے کچھ بھی تم کو نہیں کہلوا یا تھا دوسرے میں جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ اور خاص بات یہ کہ میں رکنا چاہتا تھا اس لئے رک گیا" اس نے بھویں سکڑ کر کہا۔ "آنا کیوں؟ آخر کس لئے؟" اس نے

ذرا دیر کی خاموشی کے بعد ان کی طرف جھک کر کہا اور اپنا ہاتھ کھول دیا اس امید میں کہ اس میں وہ اپنا ہاتھ رکھ دیں گی۔

انہیں نرمی و لطافت کے لئے اس استدعا سے خوشی ہوئی لیکن ہدی کی کسی عجیب قوت نے انہیں اپنے فطری میاں کا تابع ہونے سے باز رکھا گویا لڑائی کی شرمیں انہیں اطاعت قبول کرنے کی اجازت نہ دے رہی ہوں۔

"ظاہر ہے کہ تم رکنا چاہتے تھے اور رک گئے۔ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ سب کرتے ہو۔ لیکن تم مجھ سے یہ کس لئے کہتے ہو؟ کس واسطے؟" انہوں نے اور زیادہ گرم ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا واقعی کوئی تمہارے حق کے بارے میں بحث کرتا ہے؟ لیکن تم دکھانا چاہتے ہو کہ تم برحق ہو تو برحق رہو گے۔"

اس کا ہاتھ بند ہو گیا وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کے چہرے سے پہلے سے زیادہ سختی کا اظہار ہونے لگا۔

"تمہارے لئے تو یہ ہٹ کا معاملہ ہے" انہوں نے کہا اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور انہیں اچانک اس کے چہرے کے اس انداز کا نام مل گیا جس سے انہیں اتنی چڑھائی تھی۔ "تمہارے لئے سوال یہ ہے کہ مجھ سے لڑائی میں جیتتے ہو کہ نہیں اور میرے لئے..." انہیں پھر اپنے اوپر رحم آنے لگا اور وہ تقریباً رو پڑی ہو گئیں۔ "اگر تمہیں معلوم ہو تاکہ میرے لئے کیا معاملہ ہے! جب میں اس وقت کی طرح محسوس کرتی ہوں کہ تم میرے ساتھ دشمنی کا بالکل دشمنی کا برتاؤ کرتے ہو! اگر تمہیں معلوم ہو تاکہ میرے لئے اس کے کیا معنی ہوتے ہیں! اگر تمہیں معلوم ہو تاکہ ایسے وقت میں میں مصیبت ناکامی سے کتنی قریب ہوتی ہوں اور کتنا اپنے آپ سے کتنا زاری ہوتی ہوں!" اور انہوں نے سسکی چھپانے کے لئے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"لیکن ہم آخر بات کیا کر رہے ہیں؟" اس نے ان کے انتہائی غامیدی کے اظہار سے خوفزدہ ہو کر اور پھر ان کی طرف جھک کر اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "کس لئے؟ کیا میں گھر سے باہر کوئی دلکشی ڈھونڈتا ہوں؟ کیا میں عورتوں کی محبت سے کتراتا نہیں؟"

"ہاں ضرور!" انہوں نے کہا۔

"تو پھر تم بتاؤ کہ میں کیا کروں کہ تمہیں سکون ملے؟ میں اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں کہ تم خوش رہو" اس نے ان کی انتہائی غامیدی سے متاثر ہو کر کہا۔ "آنا میں کیا نہ کروں گا کہ تمہیں اس طرح کے رنج سے دور رکھ سکوں جیسا اس وقت ہے!" اس نے کہا۔

"کچھ نہیں کچھ نہیں!" انہوں نے کہا۔ "میں خود نہیں جانتی۔ زندگی کی تنہائی ہے یا اعصاب ہیں... خیر اس کی بات نہیں کریں گے۔ گھوڑو دوڑ کیسی رہی؟ تم نے مجھے بتایا نہیں" انہوں نے پوچھا اور فتح مندی کے احساس کو چھپانے کی کوشش کی جو بحال انہیں حاصل ہو گئی تھی۔

اس نے رات کا کھانا لگانے کے لئے کہا اور انہیں گھوڑو دوڑ کی تفصیلات بتانے لگا۔ لیکن اس کے لیے میں اور اس کی نظروں میں جو زیادہ سردی ہوتی جاتی تھی انہوں نے دیکھا کہ اس نے ان کو اس فتح مندی کے لئے معاف نہیں کیا کہ اس میں نہٹ کا وہ احساس جس کے خلاف وہ لڑی تھیں پھر سے پیدا ہو رہا ہے۔ وہ ان کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ سردی سے پیش آ رہا تھا جیسے اس بات پر پچھتا رہا ہو کہ اس نے ہار مان لی۔ اور وہ ان الفاظ کو یاد کر کے جن کی بدولت انہیں فتح حاصل ہوئی تھی یعنی "میں مصیبت ناکامی سے کتنی قریب ہوتی ہوں اور اپنے آپ سے ڈرتی ہوں" سمجھ گئی کہ یہ پچھتاہٹ خطرناک ہے اور اسے دوسری بار استعمال کرنا ممکن



نہ ہو گا۔ اور انہوں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کو جو محبت ایک دوسرے سے وابستہ کرتی تھی اس کے برابری ان کے درمیان کسی لڑائی کی بدروح حاکم ہو گئی ہے جسے وہ نہ اس کے دل سے نکال سکتیں اور نہ اس سے بھی کم اپنے دل سے۔

13

ایسے حالات کا کوئی وجود ہی نہیں جن کا انسان عادی نہ ہو سکے، خاص طور سے جب وہ یہ دیکھتا ہو کہ اس کے ارد گرد کے سارے لوگ اسی طرح رہتے ہیں۔ تین مہینے پہلے لیون کو یقین ہی نہ آتا کہ وہ ان حالات میں سکون کے ساتھ سو سکتا تھا جن میں وہ آج تھا کہ بغیر کسی مقصد کے زندگی بسر کر کے بے معنی زندگی بنی کے وہ بھی اپنی حیثیت سے بلند تر زندگی بنی کے، ذمہ شریوں کی طرح بنی کے (وہ کسی اور نام سے اسے یاد ہی نہ کر سکتا تھا جو کلب میں ہوا تھا) ایک ایسے شخص کے ساتھ ناموزوں دوستانہ برتاؤ کر کے جس سے بھی اس کی بیوی نے محبت کی تھی اور اس سے بھی زیادہ ناموزوں حرکت یہ کہ ایک ایسی عورت کے پاس جا کے جسے سوائے گراہ کے اور کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا اس عورت کے لئے خود کشش محسوس کرنے کے بعد اور بیوی کے رنجیدہ ہونے کے بعد۔ کہ ان حالات میں وہ سکون کے ساتھ سو سکتا تھا۔ لیکن ممکن، تقریبات بھر جائے اور پی ہوئی شراب کے زیر اثر وہ سکون کے ساتھ گہری نیند سو گیا۔

پانچ بجے دروازے کی چڑچاہٹ سے اس کی آنکھ کھلی۔ وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کیٹی اس کے پاس بستر پر نہیں تھی۔ لیکن چوٹی دیوار کے ادھر شمع حرکت کرتی دکھائی دی اور اس کے قدوں کی چاپ سنائی دی۔

"کیا ہے؟ کیا بات ہے؟" اس نے سوئے سوئے انداز میں کہا۔ "کیٹی کیا ہے؟"

"کچھ نہیں" اس نے چوٹی دیوار کے ادھر سے شمع ہاتھ میں لئے آتے ہوئے کہا۔ "میری ذرا طبیعت ٹھیک نہیں تھی" اس نے خاص طور سے پیار بھرے اور معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے؟ شروع ہو گیا، شروع ہو گیا کیا؟" ڈر کر اس نے کہا۔ "بلوانا چاہئے" اور وہ جلدی جلدی کپڑے پہنے گا۔

"نہیں نہیں" اس نے مسکراتے ہوئے اور اسے ہاتھ سے روکتے ہوئے کہا "غالبا کچھ نہیں ہے۔ میری تھوڑی سی طبیعت خراب ہو گئی تھی لیکن اب ٹھیک ہے۔"

اور اس نے پلنگ کے پاس آکر شمع بجھا دی اور لٹ کر بالکل چپ ہو گئی۔ حالانکہ کیٹی کی خاموشی جیسے اس نے دم سادہ لیا ہو اور سب سے زیادہ وہ لطافت اور خوشی کا فور جس سے اس نے چوٹی دیوار کی آڑ سے نکل کر اس سے کہا تھا "کچھ نہیں" اس کے لئے شبہات پیدا کرنے والی تھی مگر وہ اس قدر سونا چاہتا تھا کہ فوراً ہی پھر غافل ہو گیا۔ اس کی سانسوں کی خاموشی تو اسے بعد کو یاد آئی اور وہ سب سمجھ گیا کہ اس وقت کیٹی کے پیارے اور نیک دل میں کیا ہو رہا ہو گا جب وہ اس کے پاس لیٹی ہے ڈلے بغیر عورت کی زندگی کے عظیم ترین واقعے کا انتظار کر رہی تھی۔ سات بجے اپنے کندھے پر کیٹی کے ہاتھ کے لمس اور اس کی سرگوشی سے اس کی آنکھ کھلی۔ وہ جیسے اس کو دگانے پر افسوس اور اس سے بات کرنے کی خواہش کے درمیان جدوجہد کر رہی تھی۔

"کو ستیا، ذرا بات۔ کوئی خاص بات نہیں ہے مگر لگتا ہے کہ... لیزا دوتا پڑو تاکو بلوانا چاہئے۔"

شمع پھر جلادی گئی تھی۔ وہ پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ میں بنائی لئے ہوئے تھی جو وہ ادھر کچھ دنوں سے کر کے لگتی تھی۔

"مہربانی کر کے تم ڈرنا نہیں، سب ٹھیک ہے۔ میں ذرا بھی ڈر نہیں رہی ہوں" اس کے سسے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اس نے کہا اور اس کا ہاتھ لے کر پہلے اپنے سینے پر رکھا اور پھر ہونٹوں پر۔

وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنا ہوش ہی نہ تھا اور اس کے چہرے کو وہ مسلسل نگے جا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے ڈرنیک گاؤن پہنا اور کھڑا ہو گیا۔ اسے ویسے ہی لگتے ہوئے۔ جانا چاہئے تھا لیکن وہ خود اس کی نظروں سے الگ نہ کر سکا۔ کیٹی کی صورت سے وہ اتنی محبت ہی کرتا تھا کہ اس کے تاثرات اور اس کی نظروں کو خوب پہچانتا تھا لیکن اس نے کیٹی کو کبھی اس طرح کی حالت میں دیکھا ہی نہ تھا۔ کل جو اس نے کیٹی کو رنج پہنچایا تھا اسے یاد کر کے وہ خود کو کتنا پست اور بے یارک محسوس کر رہا تھا اس کے سامنے، جیسی وہ اب تھی اس کا گلابی ہو جانے والا چہرہ جس کے گرد رات کی ٹوپی سے باہر نکلی ہوئی تھیں خوشی اور غم سے دمک رہا تھا۔

کیٹی کے عام کردار میں غیر فطری پن اور رسمیت پرستی چاہے کتنی ہی کم رہی ہو لیون تو اس پر ششدر تھا جو اب اس کے سامنے عیاں ہو گیا تھا جب سارے پردے ہٹا دیئے گئے تھے اور اس کی روح کا مرکزہ اس کی آنکھوں میں جگمگا رہا تھا۔ اور اس سادگی اور بے پردگی میں وہ جس سے اس کو محبت تھی اور بھی زیادہ نظر آ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اچانک اس کی بھوس پکپکائیں اس نے سراٹھایا اور جلدی سے شوہر کے پاس آکر اس کے ہاتھ پکڑے اور اس سے چٹ گئی۔ اس کی گرم سانسیں لیون کے وجود پر چھا گئیں۔ وہ تکلیف میں تھی اور جیسے شوہر سے اپنی تکلیف کا شکوہ کر رہی تھی۔ اور لیون کو شروع میں عادت کے مطابق یہ لگا کہ وہ قصور وار ہے۔ لیکن کیٹی کی نظروں میں پیار تھا جو کہہ رہا تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس کو ملامت نہیں کر رہی ہے بلکہ اس تکلیف کی بنا پر بھی اس سے محبت کرتی ہے۔ "اگر میں نہیں تو پھر کون اس کے لئے قصور وار ہے؟" اس نے بے اختیار سوچا اور اس تکلیف کے ذمہ دار کو تلاش کرنے لگا تاکہ اسے سزا دے سکے لیکن قصور وار تو کوئی نہیں تھا۔ اور اگر کوئی قصور وار نہیں ہے تو کیا اس کی محض مدد کرنا اسے سہانا بھی ممکن ہے؟ لیکن یہ ناممکن تھا اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ تکلیف پھیل رہی تھی، شکوہ کر رہی تھی اور اس تکلیف کو بھٹکتے میں فتح مند ہی محسوس کر رہی تھی اور اس پر خوش تھی اور یہ تکلیف اسے اچھی لگتی تھی۔ لیون نے دیکھا کہ کیٹی کے دل میں کوئی خوبصورت چیز وجود پذیر ہوئی لیکن کیا؟ یہ وہ نہیں سمجھ سکا۔ یہ اس کی سمجھ سے بلند تر چیز تھی۔

"میں نے اما کے پاس آدمی بھیج دیا ہے۔ اور تم جلدی سے لیزا دوتا پڑو تاکو لینے جاؤ... کو ستیا! کچھ نہیں، ختم ہو گیا۔"

وہ اس سے الگ بٹ گئی اور اس نے گھٹنی بجائی۔

"اچھا تو اب تم جاؤ! پاشا آ رہی ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

اور لیون نے تعجب کے ساتھ دیکھا کہ کیٹی نے بنائی اٹھالی جو دروازے کو لگائی تھی اور پھر بیٹھ گئی۔

جب لیون ایک دروازے سے باہر جا رہا تھا تو اس نے دوسرے دروازے سے خادمہ کے اندر آنے کی آہٹ سنی۔ وہ دروازے کے پاس رک گیا اور اس نے سنا کہ کیسے کیٹی نے خادمہ کو تفصیل کے ساتھ اذکامات دیئے اور اس کے ساتھ خود پلنگ کو ہٹا کر شروع کیا۔



اس نے کپڑے بدلے اور جب تک میں گھوڑے جوتے جاؤں اس لئے کہ کرائے کی گاڑیوں والے ابھی تک نہ نکلے تھے، وہ پھر سے دوڑ کر سونے کے کمرے میں گیا اور بچوں کے بل نہیں بلکہ 'میں' کے لئے لگا پڑا۔ وہ غلامیں سونے کے کمرے میں کچھ ہٹانے کھانے میں مصروف تھیں۔ کبھی شل ری تھی اور بتائی کرتی جا رہی تھی 'جلدی جلدی پھندے ڈال رہی تھی اور ساتھ میں غلاموں سے ٹھیک ٹھاک بھی کروا رہی تھی۔

"میں ابھی ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں۔ لیزا دیتا پڑو نا کولہا نے آدمی بھیجا گیا ہے عمر میں بھی جاتا ہوں۔ کچھ چاہئے تو نہیں؟ ہاں ڈالی کے ہاں۔"

کبھی نے اس کی طرف دیکھا اور ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے جو کچھ کما تھا وہ کبھی نے سنا ہی نہیں۔

"ہاں ہاں۔ جاؤ، جاؤ" کبھی نے بھوس نکلی کہ اس کے اشارہ کے جلدی جلدی کما۔

وہ ڈرائنگ روم میں آگیا تھا کہ سونے کے کمرے سے ایک قابل رحم آدمی ساتھ ہی دہلی دہلی کراہ سنا دی۔ وہ رک گیا اور دیر تک اس کی سمجھ میں نہ آیا۔

"ہاں یہ وہی تھی 'لیوین' نے خود سے کما اور سر پکڑ کر دوڑتا ہوا بیٹھے چلا گیا۔

"اے میرے مالک 'کرم' کرا محاف کر دے 'مدد کرا' اس نے یہ الفاظ دوہرائے جو غیر متوقع طور پر اس کے ہونٹوں پر آگئے تھے۔ اور اس نے 'جو خدا اور مذہب کو نہیں مانتا تھا' یہ الفاظ صرف ہونٹوں سے نہیں ادا کئے۔ اب 'اس' لئے وہ جانتا تھا کہ صرف اس کے شکوک ہی نہیں بلکہ خدا کو عقل سے ماننے کا وہ عدم امکان بھی جو وہ اپنے آپ میں پاتا تھا 'اس بات میں ذرا بھی مانع نہیں ہو تاکہ وہ خدا سے رجوع کرے۔ یہ سب اس کے دل سے یوں نکل گیا جیسے غبار چھٹ جاتا ہے۔ اگر وہ اس سے نہ رجوع کرے جس کے ہاتھوں میں وہ خود کو اپنی روح کو اور اپنی محبت کو محسوس کرتا تھا تو پھر کس سے رجوع کرے؟

گھوڑے ابھی تک تیار نہ تھے لیکن اپنے اندر خاص تازہ اور جسمانی قوت محسوس کر کے اور سارا دھیان اس پر لگائے ہوئے جو اسے کرنا تھا 'اس نے گھوڑوں کا انتظار نہیں کیا اور کوزا سے یہ کہہ کر وہ بھی لے کر اسے راستے میں پکڑ لے خود پیدل ہی چل پڑا۔

گھڑی پر اس کا سامنا جلدی جلدی جاتے ہوئے ایک رات والے گاڑی بان سے ہو گیا۔ چھوٹی سی برف گاڑی پر چٹل کر لبادہ اوڑھے سر پر قصاب باندھے لیزا دیتا پڑو نا بیٹھی تھیں۔ "شکر ہے خدا کا، شکر ہے خدا کا!" اس نے انہیں پہچان کر بے انتہائی خوشی کے ساتھ کہا جن کے چھوٹے سے زرد چہرے پر خاص سنجیدگی بلکہ اہمیت کا تاثر تھا۔ گاڑی بان کو روکنے کا حکم دینے بغیر وہ پیچھے پیچھے ان کے پاس ہی دوڑنے لگا۔

"تو دو گھنٹے کے قریب؟ زیادہ نہیں؟" انہوں نے کہا۔ "اور آپ بیو ترڈ میٹرچ کولے آئیے مگر ان سے جلدی نہ کروائیے گا۔ اور وہاں دواخانے سے افیون لے لیجئے گا۔"

"تو آپ سمجھتی ہیں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا؟ اے میرے مالک 'محاف کر دے اور مدد کرا' لیوین نے پٹا نک سے اپنی گاڑی نکلے ہوئے دیکھ کر کہا۔ برف گاڑی پر اچھل کر کوزا کے برابر بیٹھے ہوئے اس نے ڈاکٹر کے ہاں چلے کا حکم دیا۔

ڈاکٹر ابھی اٹھا نہیں تھا اور خدا ہمارے بتایا کہ "رات کو دیر سے لیٹے تھے اور جگانے کا حکم نہیں دیا تھا

لیکن جلد ہی اٹھ جائیں گے۔" خدا ہمارے لئے کچھ صاف کر رہا تھا اور اس کام میں بہت مصروف لگ رہا تھا۔ شیشوں کی طرف خدا ہمارے لئے کچھ اور لیوین کے اندر جو کچھ ہو رہا تھا اس سے بے نیازی پہلے تو لیوین کو بڑی عجیب لگی لیکن فوراً ہی ذرا سا سوچ کر وہ سمجھ گیا کہ اس کے احساسات کو کوئی نہیں جانتا اور جاننے کی کسی کو ضرورت بھی نہیں ہے 'اسی لئے اور بھی ضروری ہے کہ وہ سکون کے ساتھ عمل کرے 'سوچ کچھ کر اور پر عزم طریقے سے تاکہ بے نیازی کی اس دیوار کو ڈھائے اور اپنا مقصد حاصل کرے۔ "جلدی کرنی چاہئے نہ کچھ بھولنا چاہئے" لیوین نے اپنے آپ سے کہا۔ وہ اپنے آپ میں زیادہ سے زیادہ جسمانی قوت اور جو کچھ کرنا تھا اس کے لئے پوری توجہ محسوس کر رہا تھا۔

یہ جان کر کہ ڈاکٹر ابھی تک نہیں اٹھا لیوین کے ذہن میں جو بہت سے منصوبے آئے ان میں سے اس نے حسب ذیل کا فیصلہ کیا۔ کوزا تو رقعہ لے کر دوسرے ڈاکٹر کے پاس جائے اور خود وہ افیون لینے کے لئے دواخانے جائے اور جب وہ واپس آئے تب تک ڈاکٹر نہ اٹھا ہو تو خدا ہمارے مٹھی گرم کر کے یا اگر وہ نہ راضی ہو تو پھر زبردستی ڈاکٹر کو جگانے چاہے کچھ بھی ہو۔

دواخانے میں ایک دہلا سا کپاؤ بندر 'اسی بے نیازی سے' جس سے ڈاکٹر کا خدا ہمارے شیشے صاف کر رہا تھا' ایک کچھ ان کے واسطے جو انتظار میں کھڑا تھا' سفوف کی ڈیبا بند کر رہا تھا۔ اور اس نے افیون دینے سے انکار کر دیا۔ جلدی نہ چھانے اور گرم نہ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے لیوین ڈاکٹر اور دانی کا نام بتا کر اور یہ سمجھا کر کہ اسے افیون کس لئے چاہئے اسے یقین دلانے لگا۔ کپاؤ بندر نے جرم میں مشورہ کیا کہ افیون دے دینی چاہئے یا نہیں اور جب اسے چوبی دیوار کے اس طرف سے رضامندی مل گئی تو اس نے ایک چھوٹی سی شیشی اور قیفی 'ایک بڑی بوتل سے دھیرے دھیرے چھوٹی شیشی کو بھرا 'لیوین کی گزارش کے باوجود کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اس پر ٹیبل چکاپا اور اس کا کاندھ میں لپیٹا بھی جاتا تھا۔ لیوین سے یہ برداشت نہ ہو سکا 'اس نے فیصلہ کن انداز میں سمجھ کر کپاؤ بندر کے ہاتھ سے شیشی لی اور شیشے کے بڑے دروازے سے دوڑ کر باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر ابھی تک نہ اٹھا تھا اور خدا ہمارے 'جو اب قالین کو برابر کرتے میں مصروف تھا' اسے جگانے سے انکار کر دیا۔ لیوین نے جلدی کے بغیر دس روپے کا ایک نوٹ نکالا اور دھیرے دھیرے ہاتھیں کرتے ہوئے لیون وقت ضائع کئے بغیر نوٹ اسے دیا اور سمجھا یا کہ بیو ترڈ میٹرچ نے (پہلے کے اس قدر خیراتم بیو ترڈ میٹرچ اب لیوین کو کس قدر عقیم اور اہم لگ رہے تھے) کسی بھی وقت چلنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ کہ وہ غالباً ناراض نہیں ہوں گے اور اس لئے وہ اب ان کو جگانے۔ خدا ہمارے 'لیوین کو دیا اور لیوین کو 'سٹیشن روم میں آئے کہ کدھر کر اور چلا گیا۔

لیوین کو دروازے کی آڑ سے سنا دی دے رہا تھا کہ ڈاکٹر کیسے کھائیں رہے تھے 'چل رہے تھے 'ہاتھ منہ دھر رہے تھے اور کچھ کہہ رہے تھے۔ تین منٹ کز رہے 'لیوین کو لگا کہ گھنٹے بھر سے زیادہ ہو گیا۔ اس سے اور زیادہ انتظار نہ کیا گیا۔

"بیو ترڈ میٹرچ 'بیو ترڈ میٹرچ! 'لیوین نے کھلے دروازے میں سے منت بھری آواز میں کہا۔ "خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔ جیسے بھی آپ ہیں دیئے ہی مجھے اندر بلا لیجئے۔ دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"آیا نہیں ابھی آیا" ایک آواز نے جواب دیا اور لیوین نے حیران ہو کر سنا کہ ڈاکٹر نے یہ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ایک منٹ کے لئے..."



”ابھی آیا۔“

دو منٹ اور گزر گئے جب تک میں ڈاکٹر نے فل بوٹ پنے اور اس کے کوٹ پہنے اور کھمکی کرنے میں دو منٹ اور گزر گئے۔

”بیو ترمیٹر بیچ آیا“ لیون نے رحم آمیز آواز میں پھر کرنا شروع ہی کیا تھا کہ اسی وقت ڈاکٹر کپڑے پہنے ہال سنوارے ہوئے اندر آیا۔ ”ان لوگوں میں خیر نہیں ہوتا“ لیون نے سوچا۔ ”ہم مرتے ہوتے ہیں اور یہ ہال سنوارے ہوتے ہیں!“

”صبح بخیر“ ڈاکٹر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اور گویا اپنے سکون سے لیون کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”جلدی کی کوئی بات نہیں۔ تو کیا حال ہیں؟“

جہاں تک ممکن ہو بالکل صبح صبح بتانے کی کوشش کرتے ہوئے لیون نے بیوی کی حالت کے بارے میں ساری غیر ضروری تفصیلات بیان کرنی شروع کیں اور بار بار اپنی باتوں کے بیچ میں گزارش کرتا جاتا کہ ڈاکٹر ابھی اس کے ساتھ چلیں۔

”ارے آپ جلدی نہ کیجئے۔ آخر آپ تو جانتے ہیں کہ غالباً میری ضرورت بھی نہیں ہے لیکن میں نے وعدہ کر لیا ہے تو آؤں گا۔ لیکن جلدی کوئی نہیں ہے۔ آپ بیٹھے مہربانی کر کے۔ آپ کافی بیٹھ گئے؟“

لیون نے اس کی طرف دیکھا اور نظروں ہی نظروں میں سوال کیا کہ کیا وہ اس کے اوپر فہم رہا ہے۔ لیکن ڈاکٹر کا بیٹنے کا ارادہ تک نہیں تھا۔

”جانتا ہوں“ جانتا ہوں“ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا ”میں خود بال بچوں والا ہوں۔ لیکن ایسے وقت میں سب سے قابل رحم حالت ہم شوہروں کی ہوتی ہے۔ میری ایک مریضہ ہیں جن کے شوہر ایسے وقت میں اصطبل میں جا کر پھپھاتے ہیں۔“

”تو آپ کا کیا خیال ہے بیو ترمیٹر بیچ؟ آپ سوچتے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہی ہو گا؟“

”ساری چیزوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو گا۔“

”تو آپ ابھی چلیں گے؟“ لیون نے غصے سے ملازم کو دیکھتے ہوئے کہا جو کافی لایا تھا۔

”ہیں گئے بھروسے۔“

”نہیں! خدا کے واسطے!“

”اچھا تو کافی تو بلی لینے دیجئے۔“

ڈاکٹر کافی بیٹے لگا۔ دونوں چپ رہے۔

”مگر یہ ترک تو قلعی طور پر پٹ رہے ہیں۔ آپ نے کل کا مراسلہ پڑھا؟“ ڈاکٹر نے بن چباتے ہوئے کہا۔

”نہیں! میں نہیں رک سکتا!“ لیون نے جھٹ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”تو پندرہ منٹ میں آپ آ جائیں گے؟“

”آدھ گھنٹے میں۔“

”بیچ کہہ رہے ہیں؟“

جب لیون گھر آیا تو وہ پرنس کے ساتھ ہی ساتھ داخل ہوا اور وہ دونوں ساتھ ہی سونے کے کمرے کے

دروازے پر پہنچے۔ پرنس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ لیون کو دیکھ کر وہ اس سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں۔

”کیا حال ہے میری جان لیزا دیتا پڑو نا؟“ انہوں نے لیزا دیتا پڑو نا کا ہاتھ پکڑ کر کہا جو دیکتے اور غمر مند چہرے کے ساتھ ان کی طرف آ رہی تھیں۔

”سب ٹھیک ہو رہا ہے“ انہوں نے کہا ”ان کو سمجھائیے کہ لیٹ جائیں۔ آسان ہو جائے گا۔“

جب سے لیون جاگ تھا اور اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ کیا بات ہے تب سے وہ اس کے لئے تیار ہو گیا تھا کہ سوچ میں پڑے بغیر کسی بھی چیز کی پیش بینی کے بغیر اپنے سارے خیالات و احساسات کو دبا دے گا بیوی کو پریشان نہیں ہونے دے گا بلکہ اس کے برعکس اسے تسکین دے گا اور بہت افزائی کرے گا اور خود جو کچھ بھی سامنے پڑے گا اسے یہ سوچنے کی زحمت کئے بغیر ہی کہ کیا ہو گا پورے عزم کے ساتھ برداشت کرے گا۔ یہ سب کب اور کیسے ختم ہو گا اس نے اس سلسلے میں جو پوچھ گچھ کی تھی کہ کتنی دیر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس کی بنیاد پر لیون نے کوئی پانچ گھنٹے برداشت کرنے اور اپنے دل کو قابو میں رکھنے کے لئے خود کو تیار کر لیا تھا اور اسے لگتا تھا کہ اتنا وہ کر سکتا ہے۔ لیکن جب وہ ڈاکٹر کے ہاں سے واپس آیا اور اس نے پھر سے کہنی کی تکلیف دیکھی تو وہ بار بار دوہراتے ”اے میرے مالک“ معاف کر دے اور دکر“ ”گھنٹی سانسیں بھرے اور اوپر کی طرف سر اٹھانے لگا اور اسے ڈر لگا کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکے گا رو پڑے گا یا بھاگ جائے گا۔ اس قدر اذیت تھی اسے اور ابھی تو صرف ایک گھنٹہ گزر تھا۔

لیکن اس گھنٹے کے بعد ایک اور گھنٹہ ”دو“ تین چار پانچ گھنٹے بھی گزر گئے جو اس نے اپنے لئے برداشت کی طویل ترین مدت مقرر کی تھی اور صورت حال ویسی ہی رہی اور وہ سب کچھ برداشت کرتا رہا اس لئے کہ اور کچھ کر ہی نہ سکتا تھا سو اسے برداشت کرنے کے اور ہر لمحہ سوچنے کے کہ وہ برداشت کی آخری حد تک پہنچ چکا ہے اور یہ کہ اس کا دل بس اب درد مند کی تکلیف سے پھٹ جائے گا۔

لیکن منٹ اور گھنٹے اور پھر مزید گھنٹے گزرتے گئے اور اس کا تکلیف اور خوف کا احساس بھی بڑھتا گیا اور تباہ و برباد ہی ہو گیا۔

لیون کے لئے زندگی کی ان ساری معمولی شرطوں کا اب کوئی وجود نہ رہ گیا تھا جن کے بغیر کسی چیز کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا وقت کا احساس ختم ہو چکا تھا۔ وہ منٹ جب کہنی اسے اپنے پاس بلواتی اور وہ اس کے سینے سے غم ہاتھ کو پکڑتا جو کبھی اسے غیر معمولی قوت سے دبوچتا اور کبھی اسے اپنے سے دور ہٹاتا۔ وہ منٹ لیون کو گھنٹوں کے برابر لگتے اور کبھی کبھی ایک گھنٹہ منٹ کی طرح گزر جاتا۔ جب لیزا دیتا پڑو نا نے اس سے شمع جلاتے کو کہا اور اسے معلوم ہوا کہ شام کے پانچ بجے ہیں تو اسے برا تعجب ہوا۔ اگر اس سے کہا جاتا کہ ابھی تو صبح کے دس بجے ہیں تو یہی اسے اتنا ہی تعجب ہوتا۔ اسے یہ بھی کم ہی پتا تھا کہ اس وقت میں وہ کہاں رہا بیٹھے کہ یہ نہیں معلوم تھا کہ کب کیا ہوا۔ اس نے کہنی کا پتہ ہوا کبھی ہو کھلایا ہوا اور کبھی تکلیف میں کبھی مسکراتا ہوا اور اسے تسکین دیتا ہوا چہرہ دیکھا۔ اس نے پرنس کو بھی دیکھا جن کا چہرہ سرخ اور خود پریشان تھیں ”ان لی سفید تھیں بکھری ہوئی“ آنکھوں میں آنسو تھے ”بہنیں وہ بہت ضبط کر کے بیٹھا جاتی تھیں اور اپنے ہونٹ کاٹتی تھیں۔ اس نے ڈالی کو اور ڈاکٹر کو بھی دیکھا جو نا سنا پا جڑوں لی رہا تھا لیزا دیتا پڑو نا کو دیکھا جن کا پورے عزم محکم چہرہ دوسروں کو تسکین دیتا تھا بوڑھے پرنس کو دیکھا جو بھو میں سکیڑے ہوئے ہال میں ٹپ رہے تھے۔ لیکن وہ



ہے اور وہ بے حد ڈرتا اور کہتا: "اے میرے مالک! معاف کر دے اور مدد کر۔" اور جتنا زیادہ وقت گزرتا جاتا اتنا ہی دونوں مزاحیہ کیفیتیں قوی تر ہوتی جاتیں، کیٹی سے الگ ہو کر وہ اتنا ہی زیادہ پر سکون ہو جاتا اور اسے بالکل بھول جاتا۔ اور اس کو دیکھ کر خود اس کی تکلیف بھی اتنی ہی زیادہ اذیت ناک ہو جاتی اور بے بسی کا احساس بھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوتا، چاہتا کہ کہیں بھاگ جائے اور دوڑ کر کیٹی کے پاس چلا جاتا۔

کبھی کبھی جب کیٹی نے اسے بار بار بلایا تو اس نے دل میں کیٹی کو برا بھلا بھی کہا لیکن اس کا مظلوم مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر اور اس کی زبان سے سن کر "میں نے تمہیں بڑی اذیت دی" وہ خدا کو برا بھلا کہتا لیکن خدا کا خیال آتے ہی فوراً وہ اس سے معافی مانگتا اور دعا کرتا۔

## 15

اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ دیر ہو چکی یا ابھی جلدی ہے۔ ہضمیں ابھی تک عمل رہی تھیں۔ ڈالی ابھی ابھی پڑھنے لکھنے والے کمرے میں آئی تھیں اور انہوں نے ڈاکٹر کو تجویز کیا کہ وہ ذرا دیر کو لیٹ جائے۔ لیون بیضا ڈاکٹر سے ایک عطائی کا قصہ سن رہا تھا جو جتنا طبیعی عمل سے علاج کرتا تھا اور اس کے پیچیدگیوں کی راکھ کو دیکھ رہا تھا۔ دم لینے کا وقت تھا اور وہ غافل ہو گیا۔ وہ اس کے بارے میں بالکل بھول ہی گیا جو اس وقت ہو رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کا قصہ سن اور اس کی بات سمجھ رہا تھا کہ اچانک ایک ایسی چیخ سنائی دی جو بالکل ہی انوکھی قسم کی تھی۔ یہ چیخ اتنی بھیاں کہ تھی کہ لیون سے اٹھ کر کھڑا بھی نہ ہوا گیا بلکہ وہ سانس روک کر ڈرے ہوئے سوایہ انداز میں ڈاکٹر کو دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر نے سرائیک طرف کو بھٹکا لیکن کان لگا کر سن اور تانیہ انداز میں مسکرایا۔ سب کچھ اس قدر خلاف معمول تھا کہ اب لیون کو کسی بات پر حیرت نہ ہوتی تھی۔ "یقیناً ایسا ہی ہونا چاہئے" اس نے سوچا اور بیٹھا رہا۔ یہ کس کی چیخ تھی؟ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بیٹوں کے بل سونے کے کمرے میں گیا اور لیوا پتہ پتہ اور پر نس سے بچ کر نکلا ہوا جا کر اپنی جگہ پر کیٹی کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ چیخ تو بند ہو گئی تھی لیکن اب کچھ بدل چکا تھا۔ کیا بدل چکا تھا۔ اس نے دیکھا نہ سمجھا اور وہ دیکھنا اور سمجھنا بھی نہ چاہتا تھا۔ لیکن اس تبدیلی کو اس نے لیوا پتہ پتہ اور کے چہرے سے سمجھ لیا۔ ان کا چہرہ تند اور ستا ہوا اور اسی طرح پر عزم تھا حالانکہ ان کے جڑے ذرا ڈر آچکا رہے تھے اور ان کی آنکھیں کیٹی کو یک نکل دیکھنے جاری تھیں۔ کیٹی کا پتہ ہوا "اذیت میں جلا چہرہ" جس پر ایک لٹ پینے سے چپک مٹی تھی "اس کی طرف مڑا اور وہ اس سے آنکھیں چار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنے ہاتھوں میں لے لینے کی گزارش کی۔ اپنے پینے سے تمہاں ہاتھوں سے اس کے ٹھنڈے ہاتھوں کو پکڑ کر وہ انہیں اپنے چہرے پر دبائے لگی۔

"جانا مت! میں ڈرتی نہیں ہوں! میں ڈرتی نہیں ہوں!" اس نے جلدی جلدی کہا۔ "ما" بندے اتار بیٹھے "ان سے اڑھن ہوتی ہے۔ تم ڈرتو نہیں رہے ہو نا؟ جلدی جلدی! لیوا پتہ پتہ اور نا..."

وہ تیز تیز باتیں کر رہی تھی اور مسکراتا چاہتی تھی لیکن اچانک اس کا چہرہ درد سے اٹھ گیا اور اس نے لیون کو اپنے سر پرے بٹایا۔

"میں! تو برداشت سے باہر ہے! میں مر جاؤں گی! مر جاؤں گی! باؤ! پلے جاؤ!" اس نے چیخ کر کہا اور پھر دی بالکل ہی انوکھی چیخ سنائی دی۔

لیون نے اپنا سر پکڑا اور کمرے سے بھاگ یا۔

لوگ کیسے آگے تھے اور وہ سب کہاں تھے۔ یہ اسے پتہ نہیں تھا۔ پر نس بھی ڈاکٹر کو لے کر سونے کے کمرے میں جاتیں، کبھی پڑھنے لکھنے کے کمرے میں جہاں ایک میز پر نہیں کہاں سے نمودار ہو گئی تھی جس پر کھانا لگا تھا۔ پھر پر نس نہیں بلکہ ڈالی تھیں۔ بعد کو لیون کو یاد آیا کہ اسے کہیں بھیجا گیا تھا۔ ایک بار اسے ایک میز پر صوف کھکانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس نے یہ خوشی سے کر دیا یہ سوچ کر کہ اس کی ضرورت کیٹی کے لئے ہے لیکن یہ اسے بعد کو پتہ چلا کہ یہ تو اس نے اپنے رات کے لیٹنے کا انتظام کیا ہے۔ پھر اسے ڈاکٹر کے پاس پڑھنے لکھنے کے کمرے میں کچھ پڑھنے کے لئے بھیجا گیا۔ ڈاکٹر نے جواب دے دیا اور پھر دوکانی بد انتظامیوں کے بارے میں کچھ کہنے لگا۔ پھر اسے روپیلے سترے فریم والی مقدس شیشہ لانے کے لئے پر نس کے سونے کے کمرے میں بھیجا گیا اور اس نے پر نس کی بو ڈھی خادمہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی الماری پر چڑھ کر اسے اتار اور ایک چراغ توڑ دیا۔ اور بو ڈھی خادمہ نے اسے پیوی کے بارے میں بھی تسکین دی اور شیشہ کے سامنے چلائے جانے والے چراغ کے بارے میں بھی "اور وہ شیشہ گولایا اور اس نے اس کو کیٹی کے سر پر رکھ دیا اور کوشش کر کے اسے نیچے کے پچھلے حصے میں اڑس دیا۔ لیکن یہ سب کب کہاں اور کیسے ہوا تھا؟ یہ اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ یہ بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ پر نس نے کیوں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور رحم آمیزانہ انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ پریشان نہ ہو اور کیوں ڈالی نے اس سے کھانے کے لئے کہا اور اسے کمرے سے باہر لے گئیں بلکہ ڈاکٹر نے بھی اسے سنجیدگی اور ہمدردی سے دیکھا اور کوئی دوا پینے کا مشورہ دیا۔

وہ صرف یہ جانتا اور محسوس کرتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا تھا یہ کچھ اسی طرح تھا جیسے سال پہلے ایک صوبائی شہر کے ہوٹل میں بھائی عموالی کے بستر مرگ پر ہوا تھا۔ لیکن وہ غم تھا اور یہ خوشی مرگہ غم اور یہ خوشی دونوں زندگی کے معمولی حالات سے یکساں باہر تھے اور اس معمول کی زندگی میں جیسے ایک درخت کی طرح تھے جس میں سے کوئی بلند ترین نظر آتی تھی۔ اسی طرح کی تکلیف اور اذیت کے ساتھ وجود میں آئے والا بھی نمودار ہوتا تھا اور اس بلند ترین چیز کے بارے میں غور و فکر کرنے میں بھی روح اسی ناقابل فہم طور پر اس بلندی کی طرف پرواز کرتی تھی جسے وہ کبھی پہلے بھی نہ سمجھ پائی تھی اور جہاں تک عقل اس کا ساتھ نہ دے سکتی تھی۔

"اے میرے مالک! معاف کر دے اور مدد کر!" بار بار لیون اپنے دل میں دوہراتا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ خدا سے اتنے دنوں سے اور لگتا تھا کہ پوری طرح سے بیگانہ ہو چکا تھا وہ محسوس کرتا کہ وہ خدا سے اتنے ہی اعتماد اور سادگی کے ساتھ رجوع کر رہا تھا جیسے بچپن میں اور شروع جوانی میں کیا کرتا تھا۔

اس سارے وقت میں اس کی مزاحیہ کیفیت دو بالکل الگ الگ طرح کی رہی۔ ایک تو۔۔۔ جب وہ کیٹی کے سامنے نہیں ہوتا تھا اور ڈاکٹر کے پاس رہتا تھا جو ایک کے بعد دوسرا نوٹا پیچوس پیتا اور انہیں بھری ہوئی ایش ٹرے کی بٹ پر بچھا کر ہاتھ دیا ڈالی اور بو ڈھی پر نس کے پاس ہوتا جہاں کھانے کی "سیاست کی" مارا پتہ دکانی بیماری کی باتیں ہو رہی تھیں اور جہاں لیون ذرا دیر کو بالکل بھول جاتا کہ کیا ہو رہا ہے اور ایسا محسوس کرتا جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو۔ دوسری۔۔۔ کیٹی کے سامنے "اس کے سر پرانے جہاں درد مندگی کی وجہ سے دل پھٹ جانا چاہتا اور نہ پھٹتا" اور وہ برا خدا سے دعا کرتا رہتا۔ اور ہر بار جب غفلت کے لمحے سے اس کو سونے کے کمرے سے آنے والی چیخ تو نکلتی تو پھر وہ اسی عجیب خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا جس میں وہ بالکل شروع میں مبتلا ہوا تھا۔ ہر بار وہ چیخ سن کر اٹھ کھڑا ہوتا اور اپنا جواز پیش کرنے کے لئے دوڑتا "راسے میں اسے خیال آتا کہ وہ قصور وار نہیں ہے اور اس کا بی چاہتا ہوا اذیت کرنے کا مدد کرنے کا۔ لیکن کیٹی پر نظر کر کے وہ پھر دیکھتا کہ مدد کرنا ناممکن



اس کے پیچھے ڈالی نے کہا، "کوئی بات نہیں، ٹھیک ہے!" لیکن وہ لوگ چاہے کچھ بھی کیوں نہ کہیں وہ تو جانتا تھا کہ اب سب تباہ ہو گیا۔ چونکہ اسے اپنا سر کا کرہ برابر والے کمرے میں کھڑا ہو گیا اور اس نے ایسی جھپٹیں اور کراہیں سنیں جو اس نے بھی نہ سنی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ یہ وہ جگہ رہی ہے جو پہلے کبھی کیٹھی تھی۔ بچے کی آرزو اسے بڑی دیر سے نہ رہی تھی۔ اسے اب اس بچے سے نفرت تھی۔ بلکہ اب تو اسے کیٹھی کی زندگی کی بھی آرزو نہ تھی۔ وہ بس یہ چاہتا تھا کہ یہ بھیا تکلیف ختم ہو جائے۔

"ڈاکٹر! آخر یہ کیا ہے؟ ہے کیا یہ؟" "اف میرے خدا!" اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ کر کہا جو اسی وقت کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اب ختم ہو جائے گا" ڈاکٹر نے کہا اور یہ کہتے وقت ڈاکٹر کا چہرہ اتنا سنجیدہ تھا کہ لیون "ختم ہو جائے گا" کو "وہ مرجائے گی" کے مفہوم میں سمجھا۔

بدحواس ہو کر وہ دوڑتا ہوا سونے کے کمرے میں پہنچا۔ سب سے پہلی چیز جو اس نے دیکھی وہ لیون کا پتھر پڑنا کا چہرہ تھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ تھکا ہوا ان کی تیوریوں پر زیادہ دل تھے۔ کیٹھی کا چہرہ تھا ہی نہیں، بھیا پہلے وہ تھا وہاں بھیا تک، دیکھنے میں تناؤ میں ڈوبے ہونے کے اعتبار سے بھی اور وہاں سے لپٹنے والی آوازوں کے اعتبار سے بھی کوئی بھیا تک ہی چیز تھی۔ وہ سر کے بل پٹنگ کے چوٹی سرانے پر گر پڑا اور اسے محسوس ہوا کہ اس کے دل کے کلوے ٹھکڑے ہو رہے ہیں۔ بھیا تک جھپٹیں بند نہیں ہوئیں، وہ زیادہ بھیا تک ہوتی تھیں اور ایسا لگا جیسے بھیا تک پن کی آخری حد کو پہنچ کر اچانک دم مہم پڑ گئیں۔ لیون اپنے کانوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس میں کوئی شک نہ تھا کہ جھپٹیں بند ہو گئیں اور اس نے چلنے ڈلنے کی بجلی بجلی آواز آنے جانے کی آہٹ اور جلدی جلدی سانس لینے کی آواز سنی اور کیٹھی کی اکھڑی اکھڑی پر جوش اور پرست آواز نے آہستہ سے کہا "ختم ہو گیا!"

لیون نے سراہا کیا۔ کیٹھی نے بالکل بے دم سے انداز میں ہاتھ کیبل پر پھیلا دیئے اور کچھ کے بغیر غیر معمولی طور پر خوبصورت اور خاموش لگتی ہوئی اس نے لیون کو دیکھا اور مسکراتا چلا گیا لیکن مسکراتہ نہ سکی۔

اور اچانک اس پر اسرار بھیا تک اور کہیں دور کی دنیا سے جس میں لیون نے یہ باتیں کھنڈے گزارے تھے، لیون کو ایسا لگا کہ وہ ایک لمحے میں سابق روز مرہ کی دنیا میں واپس آ گیا لیکن یہ دنیا اب کچھ کے ایسے نئے اجالے سے روشن تھی کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکا۔ سارے تھے ہوئے مارٹن گئے، مسکیاں اور خوشی کے آنسو، جن کا پہلے سے اسے کوئی اندازہ ہی نہ تھا، اس کے اندر سے اتنے زوروں میں اٹھے کہ اس کا سارا جسم کانپ اٹھا اور وہ دیر تک ہلکتا نہ کر سکا۔

بستر کے سامنے کے بل ہو کر اس نے بیوی کا ہاتھ لیا اور ہونٹوں کے سامنے لاکر اسے بوسہ دیا اور اس ہاتھ نے انگلیوں کی کمزور حرکت سے اس کے بوسے کا جواب دیا۔ اس اثنا میں پٹنگ کی پانچٹی میں لیون کا پتھر پڑنا کے سدھے ہوئے ہاتھوں میں فانوس کے اندر شمع کے شعلے کی طرح ایک انسانی ہستی کی زندگی کی لوہر تھرا دی تھی جس کا پہلے کوئی وجود نہ تھا اور جو اسی طرح اسی حق کے ساتھ اپنے لئے اتنی ہی اہمیت کے ساتھ زندہ رہے گی اور اپنے جیسوں کی تخلیق کرے گی۔

"زندہ ہے! زندہ ہے! اور بیٹا ہے! آپ پریشان نہ ہوں!" لیون کو لیون کا پتھر پڑنا کی آواز سنائی دی جنہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بچے کی پیٹھ پیٹ پٹائی۔

"ماما، بچہ ہے یہ؟" کیٹھی کی آواز نے کہا۔

پرنس کی سکیوں نے اسے جواب دیا۔

اور خاموشی میں جیسے ماں کے سوال کے بلاشبہ جواب میں بالکل دوسری آواز سنائی دی جو کمرے میں باتیں کرنے والوں کی دہلی دہلی آوازوں سے بالکل مختلف تھی۔ یہ ایک جرات مندانہ، پہلی "اور کچھ بھی مفہوم ادا نہ کرنے کی خواہاں چیخ تھی نئی انسانی ہستی کی جوتہ نہیں کہاں سے نمودار ہو گئی تھی۔

پہلے اگر کسی نے لیون سے کہا ہو تاکہ کیٹھی مر گئی اور اسی کے ساتھ وہ خود بھی مر گیا اور اب ان کے بچے فرشتے ہیں اور خدا ان کے سامنے ہے۔ تو اسے کسی بھی بات پر حیرت نہ ہوتی۔ لیکن اب حقیقت کی دنیا میں واپس آنے کے بعد اسے فکر کی زبردست کوشش کرنی پڑی تاکہ وہ یہ سمجھ سکے کہ کیٹھی زندہ ہے، ٹھیک ہے اور یہ جو اتنے زوروں میں چیخ رہا ہے یہ اس کا بیٹا ہے۔ کیٹھی زندہ تھی، تکلیف ختم ہو چکی۔ اور وہ اتنا سکھی تھی کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ یہ وہ سمجھ گیا اور اس سے اسے بے انتہا خوشی ملی۔ لیکن بچہ؟ کہاں سے آیا، کس لئے، کون ہے وہ؟ یہ وہ کسی طرح نہ سمجھ سکا اور اس خیال سے مانوس نہ ہو سکا۔ یہ اسے کچھ فضول سا ضرورت سے زیادہ لگا جس کا عادی وہ بہت دیر تک نہ ہو سکا۔

## 16

بوڑھے پرنس، مرگئی اپنی انویج اور اسی پان ار کاو سچے نوبے کے بعد لیون کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے اور زچہ کے بارے میں بات چیت کرنے کے بعد وہ ادھر ادھر کی چیزوں کی باتیں کرنے لگے۔ لیون ان کی باتیں سن رہا تھا اور ان باتوں کے دوران میں جو ہو چکا تھا، جو آج صبح سے پہلے تھا اسے غیر ارادی طور پر یاد کرتے ہوئے اس نے اپنے بارے میں بھی یاد کیا کہ وہ کل اس سے پہلے کس حالت میں تھا۔ لگتا تھا جیسے تب سے سو سال گزر چکے ہوں۔ وہ خود کو کسی ناقابل حصول بلندی پر محسوس کر رہا تھا جہاں سے وہ بڑی کوشش کر کے اتر آتا تھا تاکہ ان لوگوں کو بھیس نہ پہنچے جن کے ساتھ وہ باتیں کر رہا تھا۔ وہ باتیں کر رہا تھا لیکن وہ بیوی کے بارے میں اس کی آج کی حالت کے اور بیٹے کے بارے میں برابر سوچتا رہا جس کے وجود میں آنے کے خیال کا خود کو عادی نہ رہا تھا۔ پوری نسوانی دنیا، جو اس کے شادی کرنے کے بعد سے اس کے لئے ایک نئی اہمیت کی حامل ہو گئی تھی، جس سے وہ پہلے واقف نہ تھا، اب اس کی سمجھ میں اتنی بلند ہو گئی تھی کہ وہ اپنے تصور سے اس کا احاطہ نہ کر سکتا تھا۔ وہ کلب کے کل والے کھانے کے بارے میں بات چیت سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ "وہ اب کیا کر رہی ہے؟ کوئی کہ نہیں؟ کیسی طبیعت ہے اس کی؟ وہ کیا سوچ رہی ہے؟ بیٹا دیکھ رہی ہے؟ اور بچہ بات چیت میں؟" ایک ادھر سے پہلے پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"مجھے کھلو اور تاکہ میں اس کے پاس آسکوں کہ نہیں؟" پرنس نے کہا۔

"بہت اچھا، ابھی" لیون نے جواب دیا اور رکے بغیر کیٹھی کے پاس چلا گیا۔

وہ سو نہیں رہی تھی بلکہ چپکے چپکے اپنی ماں سے باتیں کر رہی تھی اور نام رکھنے کی جو رسم کئی تھی اس کے منصوبے بنا رہی تھی۔

وہ ہاتھ منہ دھلا کر ہال، نوکر، جیلی ٹوپی سر پر مزے جس میں کچھ نیلی بی گوت لگی تھی ہاتھ باہر کیبل کے اوپر رکے چپ لپٹی تھی اور جب لیون سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو آنکھوں ہی کے اشارے سے اس نے



اسے اپنے پاس بلایا۔ اس کی آنکھیں ویسے ہی چمک رہی تھیں لیکن جیسے جیسے وہ قریب آ گیا ویسے ویسے اور روشن ہوتی گئیں۔ اس کے چہرے پر ارضی سے غیر ارضی تک وہی تبدیلی تھی جو سرمائے والوں کے چہرے پر ہوتی ہے۔ لیکن ان کے چہروں پر الوداع ہوتی ہے اور یہاں استقبال تھا۔ لیون کے دل میں پھر وہی ایسا ہیجان محسوس ہوا جیسا زندگی کے وقت تھا۔ کیٹی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا کہ وہ سویا کہ نہیں۔ وہ جواب نہیں دے سکا اور اپنی کمزوری کا تعین کر کے اس نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"لیون کو ستیا میں تو غافل سو گئی۔" اس نے لیون سے کہا "اور اب میرا بی اٹا اچھا ہو رہا ہے۔"

وہ لیون کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اچانک اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔

"اے مجھے دے دیجئے۔" اس نے بچے کا روٹا سن کر کہا "دے دیجئے لیون اور پتہ پتہ تو وہ بھی دیکھ لیں گے۔"

"ہاں ہاں" پیپا بھی دیکھ لیں "لیون اور پتہ پتہ نے کہا اور ایک کوئی لال سی عجیب سی اور کھلٹی ہوئی چیز اٹھا کر بولیں "ٹھہریے" پہلے ہم زرا مصفا کی سترائی تو کر لیں "اور لیون اور پتہ پتہ نے اس کھلٹی ہوئی اور لال سی چیز کو ہلکے پر لٹا دیا اور بچے پر اپنے کپڑے کھولے اور پھر سے اپنے لگنیں۔ وہ بس انگلی سے اسے اٹھا کر اور الٹ پلٹ کر کچھ چمک رہی تھیں۔

لیون نے اس پھوٹی سی قابل رحم ہستی کو دیکھ کر بڑی کوشش کی کہ اسے اپنے دل میں کوئی تو علامت اس کے لئے پورا نہ جہ بے کی ملے۔ اس کے لئے تو اس نے صرف کراہت محسوس کی۔ لیکن جب اس کے کپڑے اتار دیئے گئے اور اس کے پتلے پتلے ہاتھوں کی اور پاؤں کی جھلک دکھائی دی جو زعفرانی سے تھے اور جن میں انگلیاں بلکہ انگوٹھا تک تھا جو دوسروں سے نمایاں تھا "اور اس نے لیون اور پتہ پتہ کو دیکھا کہ انہوں نے کیسے بالکل نرم کمانوں کی طرح ان نکلے ہوئے ہاتھوں کو موڑا اور انہیں سوتی کپڑوں میں چھپا دیا تو لیون کو اس ہستی پر اتنا ترس آیا اور ایسا زور لگا کہ وہ اسے چوت پتہ پتہ کی گئی کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر انہیں روکا۔

لیون اور پتہ پتہ ہنسنے لگیں۔

"ڈریسے مت" ڈریسے مت!"

جب بچے کی سترائی ہو چکی اور اسے پیٹ لپاٹ کر مضبوط گڑیا سی بنا دیا گیا تو لیون اور پتہ پتہ نے اسے اچھا جیسے اپنے کام پر انہیں فخر ہوا اور وہ الگ ہو گئیں کہ لیون بیٹے کو اس کی ساری خوبصورتی سمیٹ دیکھ سکے۔

کیٹی بھی کھینچوں سے مسلسل ادھر رہی دیکھ رہی تھی۔

"دیجئے" دیجئے!" اس نے کہا بلکہ وہ انہیں بھی گئی۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں کا تریتا الگ سا روٹا" اس طرح حرکت کرنا بالکل منع ہے! آپ ٹھہریے میں دیجی ہوں۔ ابھی تو ہم یہاں پاؤں کھادیں گے کہ ہم کیسے شاندار ہیں!"

اور لیون اور پتہ پتہ نے ایک ہاتھ سے (دوسرے سے وہ صرف انگلیوں سے اس کی تڑھکتی ہوئی گدی کو سارا دیئے ہوئے تھیں) اس عجیب لال چلبلائی ہستی کو جو اپنے سر کو کپڑوں کے سر میں چھپانے کی کوشش کر رہی تھی "اٹھا کر لیون کی طرف بڑھایا۔ لیکن اس کے توناک، بھینگی آنکھیں اور چہرہ جسر کرتے ہوئے ہونٹ بھی تھے۔

"بہت سی خوبصورت بچہ ہے!" لیون اور پتہ پتہ نے کہا۔

لیون نے رنجیدہ ہو کر کھنڈی سانس بھری۔ یہ خوبصورت بچہ اس میں صرف کراہت اور ترس کا جذبہ

پیدا کر رہا تھا۔ یہ بالکل وہ جذبہ نہیں تھا جس کی اسے توقع تھی۔

جب لیون اور پتہ پتہ نے بچے کو اس کے لئے ٹائٹلوس چھاتی کے پاس لٹایا تو لیون نے دوسری طرف منہ کر لیا۔

اچانک فنی کی آواز نے اسے سراسخا کر ادھر دیکھنے پر مجبور کیا۔ یہ کیٹی فنی تھی۔ بچے نے چھاتی منہ میں لے لی تھی۔

"اچھا باب کافی ہو گیا" بس! "لیون اور پتہ پتہ نے کہا لیکن کیٹی نے بچے کو نہیں چھوڑا۔ وہ اس کی گود میں بیٹھ گیا۔

"اب دیکھو" کیٹی نے بچے کو اس کی طرف اس طرح موڑے ہوئے کہا کہ لیون اسے دیکھ سکے۔

بڑھوں جیسے چھوٹے سے چہرے پر جھریاں اور بڑھ گئیں اور بچے کو چھینک آگئی۔

مسکراتے ہوئے اور شفقت کے آنسوؤں کو بہ مشکل ضبط کرتے ہوئے لیون نے بیوی کو پیار کیا اور اندھیرے کمرے سے باہر چلا گیا۔

اس منظمی سی ہستی کے بارے میں اس نے جو کچھ محسوس کیا وہ دیر گزرتا جیسے اسے توقع تھی۔ اس احساس میں کوئی بھی چیز مسرت اور خوشی کی نہ تھی۔ برعکس اس کے یہ تو کیا تکلیف دہ تھا۔ یہ چوت پتہ پتہ کے لائق ایک اور نئے علاقے کا علم تھا۔ اور شروع میں یہ علم اتنا تکلیف دہ تھا "اس بات کا ذکر کہیں اس بے بس ہستی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے" اتنا شدید تھا کہ اس کی وجہ سے بے معنی خوشی بلکہ فخر کا وہ عجیب احساس بھی دب گیا جو اس کو اس وقت ہوا تھا جب بچے کو چھینک آئی تھی۔

17

استی پان ارکا کا بیچ کے معاملہ بہت سی خراب حالت میں تھے۔

جنگل کی فروخت سے جو دو تہائی رقم ملی تھی وہ سب خرچ ہو چکی تھی اور انہوں نے سوداگر سے تیسری اور تہائی کی تقریباً ساری رقم دس فیصدی کی چھوٹ پر پیشگی لے لی تھی۔ سوداگر نے اور رقم نہیں دی اس لئے اور بھی کہ اب کے جائزوں میں داریا الگ سا روٹا نے پہلی بار اپنی جائیداد پر اپنا حق بتا کر آخری تہائی جنگل کی قیمت کی وصولی کے قرار سے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ساری تنخواہ کھریٹا اخراجات میں اور چھوٹے ختم نہ ہونے والے قرض ادا کرنے میں صرف ہو جاتی تھی۔ رہا بالکل فنی ہی نہیں۔

استی پان ارکا کا بیچ کی رائے میں ہی ناخوشگوار اور اپنی بات تھی اور اسے ہرگز اس طرح نہ چلنے رہنا چاہئے۔ ان کی سمجھ کے مطابق اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں تنخواہ بہت کم ملتی تھی۔ جس عہدے پر وہ فائز تھے وہ بظاہر پانچ سال پہلے تو بہت اچھا تھا لیکن اب دیر نہیں رہ گیا تھا۔ پتہ پتہ کا انگریز دارہ ہزار تنخواہ پاتا تھا "سو" جسکی ایک کھینچی کے بورڈ کا نمبر تھا اور ستر ہزار پاتا تھا۔ بہت تن ایک بینک قائم کر کے پچاس ہزار کما آتا تھا۔ "ظاہر ہے کہ میں سو گیا اور لوگ مجھے بھول گئے" استی پان ارکا کا بیچ نے اپنے بارے میں سوچا۔ اور انہوں نے اپنے کان کھڑے کر لئے اور آنکھیں کھول لیں اور جائزوں کے ختم کے قریب انہوں نے ایک بڑا اچھا عہدہ پا ڈیا اور اس پر حملے کرنے شروع کر دیئے "پہلے ماسکو سے بیچوں" بیچاؤں اور دو تہائی کے ذریعے اور پھر جب معاملہ تیار ہو گیا تو ہمارا منہ وہ خود پتہ پتہ پر لگ گئے۔ یہ ان روشنی عہدوں میں سے ایک تھا جو ایک ہزار سے پچاس ہزار



نک کی تحفہ کے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور جن کی تعداد پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ جنوبی ریلوے لائن اور بینک کاری کے اداروں کی قرض اور باہمی میزان کی متحدہ ایجنسی کے کیشن ممبر کا عہدہ تھا۔ اس طرح کے سارے عہدوں کی طرح یہ عہدہ بھی ایسے زبردست علم اور سرگرمی کا مصلاب کہ تھا جو ایک شخص میں یکجا ہونا بہت مشکل تھا۔ اور چونکہ ان خصوصیات کو متحد کر لینے والا شخص نہیں تھا اس لئے یہ سمجھا گیا کہ بہتر ہے کہ اس عہدے پر کوئی ایماندار آدمی فائز ہو نہ کہ بے ایمان۔ اور اسٹی بان ارکاڈ سچے نہ صرف یہ کہ ایماندار آدمی تھے (لفظ کے عام مفہوم میں) بلکہ وہ ایماندار آدمی تھے اس خاص مفہوم میں جو اس پر زور دے کہ اس کو میں پیدا کر دیا جاتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ۔۔۔ ایماندار سیاسی کارکن "ایماندار ادیب" ایماندار رسالہ "ایماندار تنظیم" ایماندار رجحان اور جس سے یہی نہیں مراد لی جاتی کہ شخص یا ادارہ بے ایمان نہیں ہے بلکہ یہ کہ اس میں ضرورت پڑنے پر حکومت کی تنقید کرنے کی صلاحیت بھی ہے۔ اسٹی بان ارکاڈ سچے ماسکوں میں ان سطحوں میں گھومتے پھرتے تھے جہاں یہ لفظ مستعمل تھا اور وہاں انہیں اسی مفہوم میں ایماندار شخص سمجھا جاتا تھا اور اس لئے وہ دوسروں سے زیادہ اس عہدے کے مستحق تھے۔

اس عہدے کی تحفہ سات سے دس ہزار تک ہو سکتی تھی اور ابلوہی اپنے سرکاری عہدے کو چھوڑے بغیر اسے سنبھال سکتے تھے۔ اس کا واردہ دو دو ہزاروں ایک خاتون اور دو سو یوں پر تھا۔ اسٹی بان ارکاڈ سچے کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان سب لوگوں سے پیئرس برگ میں خود طیس حالانکہ انہیں اس کے لئے پہلے سے تیار کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اسٹی بان ارکاڈ سچے نے اپنی بہن آنا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کار سین سے طلاق کے بارے میں قطعی جواب حاصل کر لیں گے۔ اور ڈالی سے پچاس روپے تک کروہ پیئرس برگ چلے گئے۔

کار سین کے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے اور روسی مالیات کی بری حالت کے اسباب کے بارے میں ان کی بجز وہ رپورٹ سننے ہوئے اسٹی بان ارکاڈ سچے اس لمحے کے انتظار میں تھے جب یہ ختم ہوتا کہ وہ اپنے معاملے کے بارے میں اور آنا کے بارے میں باتیں کریں۔

"ہاں یہ تو بالکل درست ہے" انہوں نے کہا جب اگلیسی الکساندر رووچ نے اپنی بے کمائی کی عینک اتار لی جس کے بغیر اب وہ پڑھ نہیں سکتے تھے اور سوالیہ نظروں سے اپنے سابق سالے کی طرف دیکھا "تفصیلات میں تو یہ بالکل درست ہے پھر بھی ہمارے زمانے کا تو اصول ہے۔۔۔ آزادی۔"

"ہاں" لیکن میں دوسرا اصول پیش کرتا ہوں جو آزادی کے اصول کا احاطہ کرتا ہے "اگلیسی الکساندر رووچ نے لفظ "احاطہ" پر زور دے کر اور پھر سے اپنی بے کمائی کی عینک ناک پر رکھتے ہوئے کہا کہ اپنے سامع کو وہ حصہ پڑھ کر دوبارہ سنائیں جہاں یہ اصول بیان کیا گیا تھا۔

اور بڑے خوشخط لکھے ہوئے چوڑے حاشے والے مسودے کے ورق الٹ کر اگلیسی الکساندر رووچ نے وہ قائل کن حصہ پھر سے پڑھا۔

"میں حقیقی نظام نجی شخصیتوں کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ عام بہبود کے لئے چاہتا ہوں، نیچے طبقوں اور اوپر طبقوں کے لئے یکساں طور پر" انہوں نے بے کمائی کی عینک کے اوپر سے ابلوہی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن" وہ لوگ "اسے نہیں سمجھ سکتے" وہ لوگ "تو صرف ذاتی مفادات میں مصروف ہیں اور فقروں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔"

اسٹی بان ارکاڈ سچے جانتے تھے کہ جب کار سین اس کی بات کرتے لگتے تھے کہ "وہ لوگ" کیا کر رہے ہیں

اور کیا سوچ رہے ہیں وہی لوگ جو ان کے منصوبوں کو منظور نہ کرنا چاہتے تھے اور روس کی ہریدی کا سبب تھے تو بات ختم کے قریب ہوتی تھی۔ اس لئے انہوں نے بڑی خوشی سے اب آزادی کے اصول سے انکار کر دیا اور پوری طرح متفق ہو گئے۔ اگلیسی الکساندر رووچ چپ ہو گئے اور فکر مند انداز میں اپنے مسودے کے ورق اٹھاتے بیٹھ گئے۔

"ارے ہاں" اسٹی بان ارکاڈ سچے نے کہا "میں تم سے یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جب کبھی تم پو مورسکی سے ملو تو ان سے دو حرف اس بارے میں کہہ دینا کہ میں اس عہدے پر تقرر کا بہت خواہش مند ہوں جو جنوبی ریلوے لائن کی قرض دہا بھی میزان کی متحدہ ایجنسی کے کیشن ممبر کا لگتا ہے۔"

یہ عہدہ اسٹی بان ارکاڈ سچے کے دل سے اتنا قریب تھا کہ اس کا نام ان کی زبان پر چڑھ گیا تھا اور انہوں نے غلطی کے بغیر جلدی سے اسے کہہ دیا۔

اگلیسی الکساندر رووچ نے سوال کیا کہ اس کیشن کی سرگرمی کیا ہے اور وہ سوچنے لگے۔ وہ یہ سوچنے لگے تھے کہ اس کیشن کی سرگرمی ان کی رپورٹ کے خلاف تو نہیں تھی۔ لیکن چونکہ اس نے ادارے کی سرگرمی بہت ہی پیچیدہ تھی اور ان کی رپورٹ بہت بڑے دائرے کا احاطہ کرتی تھی اس لئے وہ فوراً اس کا قصہ نہ کر سکتے اور انہوں نے بے کمائی کی عینک اتار کر کہا:

"بلاشبہ میں ان سے کہہ سکتا ہوں لیکن تم کیوں خاص طور سے اس عہدے پر تقرر چاہتے ہو؟"

"تحفہ اچھی ہے" تو ہزار تک "اور میرے ذرا آئے۔"

"تو ہزار" اگلیسی الکساندر رووچ نے دو ہرایا اور بھوس کیٹھ لیں۔ اس تحفہ کے بڑے عدد دے انہیں یاد گیا کہ اس پہلو سے اسٹی بان ارکاڈ سچے کی بجز وہ سرگرمی ان کے منصوبوں کے خاص مفہوم کی ضد تھی۔ ان کے منصوبے تو ہمیشہ کفایت کار، حقان رکھتے تھے۔

"میں سمجھتا ہوں" اور اس کے بارے میں میں نے ایک نوٹ بھی لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں یہ بڑی بڑی تحفوں ہماری انتظامیہ کی غلط معاشی آئیے (24) کی علامتوں کا ہو چرہاں۔"

"ہاں مگر تم کیا چاہتے ہو؟" اسٹی بان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "فرض کرتے ہیں کہ ایک بینک کا ڈائریکٹر دس ہزار پا تا ہے۔۔۔ تو آخر وہ اس کا مستحق ہے۔ یا انجینئرس ہزار پا تا ہے۔ تو کام بھی تو جانتا رہے "اب تم چاہے جو کہو"

"میں سمجھتا ہوں کہ تحفہ تو مال کی قیمت ہوتی ہے اور اسے لازمی طور پر مانگ اور فراہمی کے قانون کا تابع ہونا چاہئے۔ اگر تحفہ مقرر کرنے میں اس قانون کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے جیسے مثلاً جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ انٹینیٹیوٹ سے دو انجینئرس لگتے ہیں "دونوں ایک ہی جیسے جانکار اور لائق ہوتے ہیں لیکن ایک کو چالیس ہزار ملتے ہیں اور دوسرے کو دو ہزار پر قاعدت کرنی پڑتی ہے" یا جب بینک کاری کی عینکوں میں بڑی بڑی تحفوں دے کر وہ کیوں اور ہزاروں کا تقرر کیا جاتا ہے جن میں کوئی بھی خاص باہرانہ استعداد نہیں ہوتی تو میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ تحفہ مانگ اور فراہمی کے قانون کے مطابق نہیں بلکہ براہ راست شخصیت نوازی کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اور یہ ایسی بد عنوانی ہے جو بجائے خود بھی اہم ہے اور ریاستی ملازمت پر نقصان دہ اثر بھی ڈالتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔"

اسٹی بان ارکاڈ سچے نے جلدی سے ہنسی کی بات کاٹ دی۔



"ہاں، لیکن تم اس سے متفق ہو کہ ایک نیا اور بلاشبہ مفید ادارہ کل رہا ہے۔ کچھ بھی کو کام جاندار ہے! خاص خیال اس بات کا رکھا جا رہا ہے کہ کام ایمانداری سے کیا جائے" "اسی پان ارکاؤں نے زور دے کر کہا۔

لیکن "ایمانداری" کے ماسکوالے معنی کو الگسینی الگسند روچ نہیں سمجھتے تھے۔

انہوں نے کہا "ایمانداری صرف ایک منفی خصوصیت ہے۔"

"پھر بھی مجھ پر یہ تمہارا بڑا احسان ہو گا" "اسی پان ارکاؤں نے کہا "اگر تم پر موسیٰ سے دو حرف کہ دو۔ ویسے ہی باتوں کے بیچ میں..."

"ہاں مگر لگتا ہے کہ اس کا دارومدار زیادہ تو بلکاریوں پر ہے" "الگسینی الگسند روچ نے کہا۔

"بلکاریوں اپنی طرف سے تو راضی ہیں" "اسی پان ارکاؤں نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

بلکاریوں کے ذکر پر اسی پان ارکاؤں نے کچھ کا چہرہ سرخ ہو گیا اس لئے کہ وہ اسی دن صبح کو سودی بلکاریوں کے پاس گئے تھے اور اس کی یاد ناخوشوار تھی۔ اسی پان ارکاؤں نے اچھی طرح جانتے تھے کہ جس کام کو وہ کرنا چاہتے تھے وہ نیا جاندار اور ایمانداری کا کام تھا۔ لیکن آج صبح جب بلکاریوں نے بظاہر جان بوجھ کر ان سے دوسرے درخواست گزاروں کے ساتھ دو گھنٹہ رستیشن روم میں انتظار کروایا تو اچانک انہیں اٹ پٹنے کا احساس ہونے لگا۔

پتہ نہیں انہیں اٹ پٹنے کا احساس اس وجہ سے ہوا کہ انہیں "روس کے بانی ریوریک (25) کے وارث" پرنس ایلوئسکی کو "دیکھنے ایک یودی کے رستیشن روم میں انتظار کرنا پڑا یا اس وجہ سے کہ زندگی میں پہلی بار انہوں نے اپنے پرکھوں کی مثال پر عمل نہیں کیا تھا جنہوں نے صرف حکومت کی ملازمت کی تھی اور ایک نئے میدان میں گامزن ہونے والے تھے مگر انہیں بڑے اٹ پٹنے کا احساس ہوا۔ بلکاریوں کے ہاں اس دو گھنٹے کے انتظار میں اسی پان ارکاؤں نے رستیشن روم میں تیز تیز چلتے اور اپنے گلیموں کو درست کرتے رہے۔ انہوں نے دوسرے درخواست گزاروں سے بات چیت کی اور سوچتے رہے کہ کوئی ایسا گھڑیل جسے وہ بعد کو سنا لیں کہ کیسے انہوں نے یودی کے ہاں یودی وقت گزاری کی۔ انہوں نے بڑی کوشش کر کے اپنے احساسات کو دوسروں سے ہلکے اپنے سے بھی چھپائے رکھا۔

لیکن اس سارے عرصے وہ اٹ پٹنا نہیں محسوس کرتے رہے اور جھپٹلاتے رہے۔ انہیں خود پتہ نہیں تھا کہ کیوں۔ اس وجہ سے کہ ایسا کچھ ٹھیک بن نہیں رہا تھا "یودی سے کام تھا" "یودی وہ انجام تھا" "ایسی دوسری وجہ سے۔ آخر کار جب بلکاریوں نے غیر معمولی اخلاق کے ساتھ ان سے ملاقات کی تو بظاہر وہ ان کو خوار کر کے فتح مند محسوس کر رہا تھا اور اس نے تقریباً انکار کر دیا تو اسی پان ارکاؤں نے جتنی جلد ممکن ہو اسے بھلا دینے کی کوشش کی۔ اور اب جو انہیں یاد آیا تو ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

18

"اب مجھے ایک اور کام ہے اور تم جانتے ہو کہ کون سا۔ آنا کے بارے میں" "اسی پان ارکاؤں نے تھوڑی دیر چپ رہنے اور اس ناخوشوار تاثر کو اپنے ذہن سے جھٹک کر نکال دینے کے بعد کہا۔

جیسے ہی ایلوئسکی نے آنا کا نام لیا ویسے ہی الگسینی الگسند روچ کا چہرہ بدل گیا۔ پہلے کے جیالے پن کی

بجائے اس سے صحن اور مردنی ظاہر ہونے لگی۔

"آپ خاص طور سے مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" "انہوں نے اپنی کرسی پر گھومتے ہوئے اور اپنی بے کمانی کی ٹیک کو کھٹ سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"فیصلہ کوئی نہ کوئی فیصلہ" "الگسینی الگسند روچ۔ میں اب تم سے گزارش کر رہا ہوں "وہ کتنا چاہتے تھے" "ایسے شوہر کی حیثیت سے نہیں جس کی توہین ہوئی ہے" لیکن اس بات سے ڈر کر کہ ان کی وجہ سے معاملہ بگڑ جائے گا "انہوں نے الفاظ بدل دیے "ریاستی کارکن کی حیثیت سے نہیں" "جو کہ تاسو زوں لگتا تھا" بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے اور نیک انسان اور عیسائی کی حیثیت سے۔ تمہیں ان پر رحم کرنا چاہئے" "اسی پان ارکاؤں نے کہا۔

"یعنی خاص طور پر کس طرح سے؟" "کارکن نے دھیرے سے کہا۔

"ہاں" "ان پر رحم کرنا۔ اگر تم انہیں دیکھتے جیسے میں دیکھتا ہوں "میں جاؤں بھرا نہیں کے ساتھ رہا تو تم کو ان کی حالت پر افسوس ہو گا۔ ان کی صورت حال بھیا تک ہے" بالکل بھیا تک۔"

"مجھے تو لگا" "الگسینی الگسند روچ نے زیادہ صبر "تقریباً پہنچی آواز میں کہا "کہ آنا ارکاؤں کا پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ خود چاہتی تھیں۔"

"اف" "الگسینی الگسند روچ "خدا کے واسطے" اب ایک دوسرے کو برا بھلا نہ کہیں گے! جو گزر گیا سو گزر گیا اور تم جانتے ہو کہ وہ کیا چاہتی ہیں اور کس چیز کا انتظار کر رہی ہیں۔" "طلاق۔"

"لیکن میں نے تو یہ سمجھا کہ آنا ارکاؤں کا اس صورت میں طلاق سے انکار کرتی ہیں جب میں اس بات کو ضروری قرار دوں کہ جیلا میرے پاس رہے گا۔ میں نے یہی جواب دے دیا تھا اور سوچا کہ بات ختم ہو گئی اور میں اسے ختم سمجھتا ہوں" "الگسینی الگسند روچ نے پہنچی آواز میں کہا۔

"لیکن خدا کے واسطے" "خفا مت ہو" "اسی پان ارکاؤں نے ہنسنے پھوٹے ہوئے کہا۔ "بات ختم نہیں ہوئی۔ اگر تم اجازت دو تو میں سب پھر سے دوہراؤں" "بات یوں تھی: جب تم دونوں جدا ہوئے تو تم بہت عظیم تھے" اتنے فیاض کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں۔ تم نے انہیں سب دے دیا۔ آزادی بلکہ طلاق بھی۔ انہوں نے اس کی قدر کی۔ نہیں تم یہ نہ سمجھو۔ واقعی قدر کی۔ اس حد تک کہ ان اولین لمحات میں تمہارے سامنے اپنے قصور کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے ساری چیزوں پر غور نہیں کیا اور کر سکتی بھی نہ تھیں۔ انہوں نے ہر چیز سے انکار کر دیا۔ لیکن حقیقت نے وقت نے دکھا دیا کہ ان کی صورت حال اذیت ناک اور ناممکن ہے۔"

"آنا ارکاؤں کا زندگی زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی" "الگسینی الگسند روچ نے بھینچے چہرے پر کہا۔

ان کی بات کائی دی۔ "معاف کرنا میں اس کا یقین نہیں کروں گا" "اسی پان ارکاؤں نے آہستہ سے کہا۔ "ان کی صورت حال ان کے لئے بھی اذیت ناک ہے اور کسی اور کے لئے بھی بغیر کسی فائدہ کے ہے۔ تم کو کہے کہ وہ اس کی سستی ہیں۔ وہ اسے جانتی ہیں اور تم سے کچھ نہیں مانگتیں۔ وہ تو صاف کہتی ہیں کہ میں ان سے کچھ بھی مانگنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ لیکن میں "ہم سارے عزیز اور ان سے محبت کرنے والے لوگ تم سے درخواست کرتے ہیں" تمہاری منت کرتے ہیں۔ آخر کس لئے وہ اذیت بھگت رہی ہیں؟ کس کو اس سے کوئی فائدہ ہے؟"



"معاف کیجئے گا؟ آپ گلتا ہے مجھے ملزم کی صورت حال میں رکھ رہے ہیں" اگلسنی الکساندر رووچ نے کہا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ ذرا بھی نہیں" پھر ان کا ہاتھ چھو کر استی پان ارکاڈ سچے نے کہا جیسے انہیں یقین ہو کر اس لڑکے سے ان کے بہنوئی نرم پڑ جائیں گے۔ "میں تو صرف ایک بات کہتا ہوں۔۔۔ ان کی صورت حال اذیت ناک ہے اور تم اسے آسان بنا سکتے ہو اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ میں تمہارے لئے سارا انتظام ایسے کر دوں گا کہ تم کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ آخر تم نے تو وعدہ کیا تھا۔"

"وعدہ پہلے کیا کیا تھا۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ بیٹے کے سوال نے معاملے کو طے کر دیا۔ اس کے علاوہ مجھے امید تھی کہ آرتھار کا ڈیوٹا میں اتنی غیاضی تو ہوگی۔۔۔" مشکل سے ہچکچاتے ہوئے انہوں نے اگلسنی الکساندر رووچ نے کہا۔ ان کا چہرہ بالکل ست گیا تھا۔

"وہ ساری چیزیں تو تمہاری غیاضی پر چھوڑی ہیں۔ وہ صرف ایک چیز کی درخواست کرتی ہیں، منت کرتی ہیں کہ انہیں اس ناممکن صورت حال سے نکال لیا جائے جس میں وہ جلا ہیں۔ اب وہ بیٹے کے لئے بھی اچھا نہیں کرتیں۔ اگلسنی الکساندر رووچ، تم نیک آدمی ہو۔ تھوڑی دیر کے لئے ان کی صورت حال میں رہ کر دیکھو۔ ان کی صورت حال میں ان کے لئے طلاق کا سوال زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر تم نے پہلے وعدہ نہ کیا ہو تا تو وہ اپنی صورت حال کو قبول کر لیتیں اور دیست میں رہتیں۔ لیکن تم نے وعدہ کیا تو انہوں نے تمہیں لکھا اور اسکو آگئیں۔ اور اب اسکو میں جہاں رہا طلاق ان کے لئے دل میں خنجر کی طرح ہے۔ وہ چھ مہینے سے رہ رہی ہیں اور ہر روز فیملے کا انتظار کرتی ہیں۔ آخر یہ ویسایا ہے جیسے جس شخص کو موت کی سزا دی گئی ہو اس کی گردن میں پھندا ڈال کر مہینوں تک رکھا جائے اور کہا جائے کہ ہو سکتا ہے تمہیں موت ملے ہو سکتا ہے ترم شاہانہ۔ تم ان پر رحم کرو اور میں سارا بندوبست کرنا اپنے ذمے لیتا ہوں۔۔۔ دو سو سکروپولی۔۔۔" (26)

"میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں اس کی۔۔۔" اگلسنی الکساندر رووچ نے بہت بد دل ہو کر ان کی بات کاٹی۔ "ہو سکتا ہے میں نے ایسا وعدہ کر لیا ہو جس کا وعدہ کرنے کا مجھے حق نہیں تھا۔"

"تو کیا تم اس بات سے انکار کرتے ہو جس کا وعدہ کیا تھا؟"

"جو ممکن ہے اس کی تحویل سے میں نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن میں سوچنے کے لئے وقت چاہتا ہوں کہ جس کا وعدہ کیا ہے وہ کس حد تک ممکن ہے۔"

"نہیں اگلسنی الکساندر رووچ! بلوئسکی نے یکبارگی کھڑے ہوتے ہوئے کہا "میں اس کا یقین نہیں کرنا چاہتا اور اتنی دھمکی ہیں کہ اتنی دھمکی صرف غور سے ہی ہو سکتی ہے اور تم انکار نہیں کر سکتے ایسی۔۔۔"

"جہاں تک وعدے پر قائم رہنا ممکن ہو گا۔ دو پونے دو۔۔۔ جڑاؤن لیریا نیا۔ (27) لیکن میں خدا اور مذہب پر ایمان رکھنے والے انسان کی حیثیت سے اتنے اہم معاملے میں عیسائی قانون کے خلاف تو عمل نہیں کر سکتا۔"

"لیکن عیسائی معاشروں میں اور ہمارے ہاں جہاں تک مجھے معلوم ہے طلاق کی اجازت ہے" استی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "طلاق کی اجازت تو ہمارا اگلیسا بھی دیتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔۔۔"

"اجازت ہے لیکن اس مفہوم میں نہیں۔"

"اگلسنی الکساندر رووچ، تم تم اس قدر بدلتے ہوئے ہو کہ میں تم کو پہچان ہی نہیں پا رہا ہوں" بلوئسکی

نے ذرا دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔ "کیا تمہیں نے (اور ہم نے اس کی بڑی قدر کی تھی) سب کچھ معاف نہیں کر دیا تھا اور اسی عیسائی جذبے کی تحریک پر سب کچھ قربان کر دینے کو تیار نہیں تھے؟ تم نے خود کہا کہ "اگر کوئی تمہاری قیص لے لے تو اسے اپنا نقصان بھی دے دو" اور اب۔۔۔"

"میں درخواست کرتا ہوں" اگلسنی الکساندر رووچ نے یکبارگی کھڑے ہو کر بالکل نئے ہوئے چہرے اور کپکپاتے ہوئے جڑے کے ساتھ چپٹی ہوئی آواز میں کہا "آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ بند کر دیجئے، بند کر دیجئے۔۔۔ اس بات چیت کو۔"

"اف، نہیں۔ لیکن اگر میں نے تم کو رنج پہنچایا ہے تو معافی چاہتا ہوں مجھے معاف کر دو" استی پان ارکاڈ سچے نے کھیرا کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا "مگر ہر حال میں نے تو اپنی طرح وہ پیغام پہنچایا جو میرے سر پر کیا گیا تھا۔"

اگلسنی الکساندر رووچ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا "ذرا سوا چا اور کہا: "مجھے سوچنے کی اور ہدایت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ پرسوں میں آپ کو قلعی جو اب دے دوں گا" انہوں نے کچھ غور کرنے کے بعد کہا۔

19

استی پان ارکاڈ سچے جانتا ہی چاہتے تھے کہ کور نیسی نے آکر اطلاع دی:

"سرگنی اگلسنی!"

"یہ سرگنی اگلسنی کون ہیں؟" استی پان ارکاڈ سچے نے کنا شروع کیا تھا لیکن فوراً ہی انہیں یاد آیا۔ "ارے سر یوڈا!!" انہوں نے کہا "سرگنی اگلسنی۔ میں نے سوچا کسی جگہ کے ڈائریکٹر۔" انہوں نے

یاد کیا کہ "آرتھار نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ اس سے مل لوں۔"

اور انہیں وہ جیننا ہوا قابل رحم ناشر بھی یاد آیا جس سے آرتھار نے انہیں رخصت کرتے وقت کہا تھا "پھر بھی تم اسے دیکھ لینا اور تفصیل کے ساتھ معلوم کر لینا کہ وہ کہاں ہے، کون اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور استیو۔۔۔ اگر ممکن ہو! ممکن ہے نا؟" استی پان ارکاڈ سچے سمجھ گئے کہ "اگر ممکن ہو" کے معنی کیا تھے۔ اگر طلاق کا بندوبست اس طرح کرنا ممکن ہو کہ بننا انہیں مل جائے۔ اب استی پان ارکاڈ سچے دیکھ رہے تھے کہ اس کا تو خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی انہیں خوشی تھی کہ بھاگنے سے مل لیں گے۔

اگلسنی الکساندر رووچ نے برادر بہتی کو یاد دلایا کہ بیٹے سے ماں کے بارے میں کبھی بات نہیں کی جاتی اور وہ گزارش کرتے ہیں کہ اس کے سامنے ان کا ذکر کیا جائے۔

"ماں سے اس ملاقات کے بعد جس کی ہم پیش۔۔۔ بنی نہ کر سکے تھے۔ وہ بہت تیار ہو گیا تھا" اگلسنی الکساندر رووچ نے کہا۔ "میں تو اس کی زندگی کی طرف سے بھی خطرہ مہیا ہو گیا تھا لیکن معقول علاج اور گرمیوں میں سمندر میں تھیرنے کے بعد اس کی صحت ٹھیک ہو گئی ہے اور اب ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق میں نے اسے اسکول میں داخل کر دیا ہے۔ واقعی ساتھیوں کے اثر نے اس پر اچھا عمل کیا ہے اور وہ بالکل صحت مند ہے اور ابھی طرح پڑھ رہا ہے۔"



"کیسا شاندار ہو گیا ہے! جیسی تو سر ہوا نہیں بلکہ پورا سر مٹی لکھی" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے مسکرا کر چہاکی اور اعتماد کے ساتھ اندر آتے ہوئے ایک خوبصورت اور چوڑے کندھوں والے لڑکے کو دیکھ کر کہا جو نیلا جینٹ اور چٹون پہنے ہوئے تھا۔ لڑکا خوش اور تندہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ماموں کو کسی انجان آدمی کی طرح تعظیم کیا لیکن پھر انہیں پہچان کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جلدی سے اس نے منہ دوسری طرف کر لیا جیسے کسی بات پر وہ برا مان گیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو۔ لڑکا اپنے باپ کے پاس گیا اور انہیں اس نے ان نمبوں کی رپورٹ دی جو اسکول میں ملے تھے۔

"تو یہ تو بہت ٹھیک ہے" باپ نے کہا "تم جانتے ہو۔"

"وہ دجلا اور لمبا ہو گیا ہے اور اب بچہ نہیں رہا" لڑکا ہو گیا۔ مجھے یہ بہت اچھا لگا "اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "تو میں تمہیں یاد ہوں؟"

لڑکے نے جلدی سے باپ پر نظر ڈالی۔

"یاد ہیں مون او نکل" (28) اس نے ماموں کو دیکھ کر جواب دیا اور پھر آنکھیں نیچی کر لیں۔

ماموں نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تو اور کیا حال چال ہیں؟" انہوں نے بات کرنے کی خواہش کے تحت کہا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں۔

لڑکے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور احتیاط کے ساتھ ماموں کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ جیسے ہی اسٹی پان ارکاڈ سچے نے اس کا ہاتھ چھو ڈاویسے ہی اس نے 'بجڑے' سے چھوڑ دیئے جانے والے پرندے کی طرح 'سوالیہ' نظروں سے باپ کو دیکھا اور تیز تیز قدموں سے کمرے کے باہر چلا گیا۔

جب سر ہوا نے آخری بار اپنی ماں کو دیکھا تب سے سال بھر گزر چکا تھا۔ تب سے اب تک اس نے ان کے بارے میں پھر کبھی کچھ نہ سنا تھا۔ اسی سال اسے اسکول میں داخل کر دیا گیا تھا جہاں ساتھیوں سے اس کی ملاقات اور دوستیاں ہوئیں۔ ماں کی ان یادوں اور ان کے بارے میں خوابوں میں 'جنہوں نے ماں سے ملاقات کے بعد اسے بیمار ڈال دیا تھا' اب اس کا ذہن مصروف نہ رہتا تھا۔ جب کبھی اسے ان کا خیال بھی آتا تو وہ انہیں اپنے دل سے نکال دیتا اور اسے باعث شرم اور ایسی چیز سمجھتا جو لڑکوں اور ساتھیوں کے لئے نہیں بلکہ صرف لڑکیوں کے لئے موزوں ہے۔ وہ جانتا تھا کہ باپ اور ماں کے درمیان جھگڑا تھا جس نے انہیں الگ الگ کر دیا تھا کہ یہ ملے ہے کہ اسے باپ کے ساتھ رہنا ہو گا اور وہ اس خیال کا عادی ہو جانے کی کوشش کرتا تھا۔

ماموں سے ملنا 'جن کی صورت ماں سے ملتی تھی' اس کے لئے خوشگوار نہیں تھا اس لئے کہ اس سے اس میں وہی یادیں تازہ ہو گئیں جنہیں وہ باعث شرم سمجھتا تھا۔ یہ بات اس لئے اور بھی زیادہ ناخوشگوار تھی کہ اس نے ان چند لفظوں سے جو اس نے کمرے کے دروازے پر انتظار میں کھڑے کھڑے سنے تھے اور خاص طور سے باپ اور ماموں کے چہروں کے تاثرات سے اس نے یہ قیاس کر لیا تھا کہ ان کے درمیان ضرور ماں کے بارے میں باتیں ہو رہی ہوں گی۔ اور اس خیال سے کہ وہ اپنے باپ کے بارے میں کوئی بری بات نہ سوچے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا اور جن کا وہ دست بھر تھا 'اور خاص کر اس خیال سے کہ وہ ایسی جذباتیت نہ ظاہر ہونے دے جس کو وہ اس قدر بے عزتی کی بات سمجھتا تھا' سر ہوا نے یہ کوشش کی تھی کہ وہ ان ماموں کی طرف دیکھے ہی نہیں جو اس کے سکون کو جنگ کرنے کے لئے آگے تھے 'اور اس کے بارے میں سوچے ہی نہیں جس کی یاد انہیں دیکھ کر

آتی تھی۔

لیکن جب اس کے پیچھے پیچھے اسٹی پان ارکاڈ سچے بھی کمرے سے نکل آئے اور بیڑیوں پر اسے دیکھ کر انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اسکول میں وہ سبقوں کے درمیان وقفے میں کیسے وقت گزارتا ہے تو سر ہوا نے باپ کی عدم موجودگی میں ان سے بات کی۔

"اب ہم ریل گاڑی کا کھیل کھیلتے ہیں" اس نے ان کے سوال کے جواب میں کہا۔ "میں بتاؤں آپ کو" دیکھئے ایسے کھیلتے ہیں۔۔۔ دو لڑکے سچ پھٹے جاتے ہیں۔ یہ مسافر ہوتے ہیں۔ اور ایک لڑکا سچ ہی پرکھتا ہو جاتا ہے۔ باقی سب اس میں جت جاتے ہیں۔ ہاتھ سے بھی اسے پکڑ سکتے ہیں اور بیٹی سے بھی اور اسے لے کر سارے کمروں کا چکر لگاتے ہیں۔ دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں کئی کئی باتیں ہی مشکل ہوتا ہے!"

"کنڈ کٹروہ ہوتا ہے جو کھڑا رہتا ہے؟" اسٹی پان ارکاڈ سچے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں بہت اور سادہ دھانی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے" خاص طور سے اس وقت جب اچانک رک جاتے ہیں یا کوئی گر پڑتا ہے۔"

"ہاں" یہ آسان تو نہیں ہے "اسٹی پان ارکاڈ سچے نے کہا اور ریل کے ساتھ اس کی ماں جیسی نیلی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا جو اب بچے کی سی نہ رہی تھیں 'اب وہ پوری طرح معصوم نہ تھیں۔ اور اگرچہ انہوں نے اگلی سیٹنگلنڈ روڈ پر سے آنا کے بارے میں بات نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا پھر بھی ان سے نہ رہا گیا۔

"اور ماں تم کو یاد ہیں؟" اچانک انہوں نے کہا۔

"نہیں" 'جیس' یاد 'جلدی سے سر ہوا نے کہا۔ اس کا چہرہ گمراہ سرخ ہو گیا اور اس نے نظریں جھکا لیں۔ اور پھر ماموں اس سے کچھ بھی نہ کہوا سکے۔

آدھ گھنٹے بعد سلاف آتالیق نے اپنے شاگرد کو بیڑیوں پر بیٹھ پایا اور دیر تک سمجھ نہ سکے کہ وہ غصے میں ہے یا رورہا ہے۔

"کیا ہوا" غالباً جب گرے تو چوٹ لگ گئی "آتالیق نے کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ یہ خطرناک کھیل ہے۔ ڈائریکٹر سے کہنا پڑے گا۔"

"اگر مجھے چوٹ لگی ہوتی تو کسی کو بے بھی نہ چلا۔ یہ تو بالکل ملے ہے۔"

"تو پھر کیا ہوا؟"

"آپ مجھے چھوڑ دیجئے اچھے یاد ہیں، نہیں یاد ہیں۔۔۔ انہیں اس سے کیا مطلب؟ کیوں مجھے یاد نہیں؟ مجھے اکیلے رہنے دیجئے!" اس نے کہا لیکن آتالیق سے نہیں بلکہ ساری دنیا سے۔

اسٹی پان ارکاڈ سچے نے بیٹھ کی طرح اس بار بھی پیٹرس برگ میں بیٹھا وقت نہیں گزارا۔ پیٹرس برگ میں کاموں یعنی بہن کے طلاق اور اپنے عہدے کے علاوہ انہیں بیٹھ کی طرح 'بقول ان کے ماسکو کے جوہر کے بعد تازہ دم ہونے کی بھی ضرورت تھی۔

ماسکو اپنے کانے شائستہ اور اومنی بیوں کے باوجود گھبرے پانی کی دلدل کی طرح تھا۔ اسٹی پان ارکاڈ سچے



یہ بیٹھ محسوس کرتے تھے۔ ماسکوں میں رہ کر 'خاص طور سے ہال بچوں کی قربت میں' وہ محسوس کرتے تھے کہ ان کا دل بیٹھ رہا ہے۔ بہت دنوں تک کہیں گئے بغیر ماسکوں میں رہنے سے ان کی یہ حالت ہو جاتی کہ وہ بیوی کی بد مزاجی اور ملازمتوں سے 'اپنی ملازمت کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بلکہ اس بات سے بھی پریشان ہونے لگتے کہ ان پر قرض تھے۔ لیکن بس پیئرس برگ آئے اور چند دن وہاں رہنے کے بعد اس طبقے میں جس میں وہ گھومتے پھرتے تھے اور جس میں لوگ زندگی بسر کرتے تھے 'بچ بچ زندگی بسر کرتے تھے اور ماسکوں کی طرح پیسے پیسے دن نہیں کاٹتے تھے' اور فوراً ہی یہ خیالات غائب ہو جاتے اور اس طرح کھل جاتے جیسے آگ کے سامنے موسم کھل جاتی ہے۔

"بیوی؟.. آج ہی انہوں نے پرنس 'مچھنکی سے بات کی تھی۔ پرنس 'مچھنکی کی بیوی بچے تھے بلکہ سیانے بیٹے بیٹیاں' اور ایک دوسرا غیر قانونی خاندان بھی تھا 'وہاں بھی بچے تھے۔ اگرچہ پہلا خاندان بھی اچھا تھا پھر بھی پرنس 'مچھنکی خود کو دوسرے خاندان میں زیادہ سخی محسوس کرتے تھے۔ اور وہ اپنے بڑے بیٹے کو بھی دوسرے خاندان میں لے گئے اور انہوں نے اسٹی پان ارکاڈ سچے سے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بیٹے کے لئے مفید ہے اور اس کی تربیت کے لئے مفید ہوگی۔ اس پر پہلا ماسکوں کی کیا باتیں نہ کی جاتیں؟

بچے؟ پیئرس برگ میں بچے والدین کی زندگی میں مغل نہیں ہوتے تھے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اداروں میں ہوتی تھی اور ماسکوں میں جو یہ مشائخ سمجھ چھٹی جا رہی ہے۔۔۔ مثال کے لئے لووف سی کو دیکھئے۔۔۔ کہ بچوں کے لئے زندگی کی ساری سہولتیں اور آرام بہم ہونی چاہئیں اور والدین کو بس محنت اور فکر کرنی چاہئے یہاں یہ بات بالکل تھی ہی نہیں۔ یہاں لوگ سمجھتے تھے کہ اپنے لئے بھی زندگی بسر کرنا انسان کا فرض ہے جیسے کہ مذہب انسان کو زندگی بسر کرنی چاہئے۔

ملازمت؟ ملازمت بھی یہاں وہ آئے دن کی لا حاصل چکی نہ تھی جو ماسکوں میں چلتی رہتی تھی۔ یہاں ملازمت میں بھی دلچسپیاں تھیں۔ ملاقات 'خدمات' بر محل بات 'مختلف چیزوں کو چرے سے ظاہر کرنے کی صلاحیت۔ اور یکبارگی انسان کی ملازمتی زندگی بن جاتی ہے 'جیسے بریا خسیٹ کی 'جو کل اسٹی پان ارکاڈ سچے سے ملا تھا اور جواب اعلیٰ درجے کا معیار تھا۔ ایسی ملازمت سے آدمی کو دلچسپی بھی ہوتی ہے۔

خاص طور سے مالی معاملات کے بارے میں پیئرس برگ کے زاویہ نظر نے اسٹی پان ارکاڈ سچے پر تسکین بخش اڑ کیا۔ برتیا سکی نے جو اس ترین (29) میں جس میں وہ زندگی بسر کرتا تھا کم سے کم پچاس ہزار خرچ کرتا تھا' اس کے بارے میں کل بڑی اچھی بات تھی۔

گھمانے سے پہلے اسٹی پان ارکاڈ سچے نے باتوں میں برتیا سکی سے کہا:

"گلتا ہے تم موردودہ۔ سکی سے قریب ہو، تم میرا ایک کام کروا سکتے ہو 'میرانی کر کے میرے حق میں دو حرف کہہ دو۔ ایک عہد ہے جس پر میں اپنا فقر کروانا چاہتا ہوں۔ بخونی ریلوے۔"

"ارے مجھے یاد نہیں رہے گا۔۔۔ لیکن یہ کہ تمہیں ریلوے لائن کے معاملے میں یودیوں کے ساتھ کام کرنے کا کیا کیا شوق ہے؟ تم جو چاہے کو 'ہے تو کہہ دو کام!'

اسٹی پان ارکاڈ سچے نے اس سے یہ نہیں کہا کہ یہ جاندار کام ہے 'برتیا سکی یہ بات سمجھتا ہی نہیں۔

"رقم کی ضرورت ہے 'بیٹے کا کوئی ذریعہ نہیں۔"

"جی تو رہے ہو؟"

"جی تو رہا ہوں مگر قرض ہیں۔"

"واقعی؟ بہت؟" برتیا سکی نے ہوردی کے ساتھ کہا۔

"بہت زیادہ گولی میں ہزار۔"

برتیا سکی نے بڑا پرست قہقہہ لگایا۔

"ارے تم تو بڑے خوش نصیب انسان ہو!" اس نے کہا۔ "مجھ پر پندرہ لاکھ قرض ہے اور کچھ بھی ادا کرنے کو نہیں ہے" اور جیسے کہ دیکھ رہے ہو 'بیٹا تو ممکن ہے!"

اور اسٹی پان ارکاڈ سچے نے صرف باتوں ان سے نہیں بلکہ حقیقت میں بھی اس کی چٹائی دیکھ لی تھی۔ ڈیو اخوف پر تین لاکھ قرض تھا اور کفن کے لئے چھوٹی کوڑی تک نہ تھی پھر بھی وہ جی رہا تھا اور کس شان سے! کاؤنٹ کر سٹوف سے مدت ہوئی سبھی مایوس ہو چکے تھے پھر بھی وہ اشتائیں رکھے تھے۔ پڑھ سکی پچاس لاکھ قرض لے چکا تھا اور بالکل اسی طرح رہتا تھا بلکہ مالیات کے گھلے کا کھراں تھا اور جس ہزار خرچہ ادا کیا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ پیئرس برگ جسمانی اعتبار سے بھی اسٹی پان ارکاڈ سچے پر خوشگوار اثر ڈالتا تھا۔ وہ انہیں جو ان بنا دیتا تھا۔ ماسکوں میں وہ کبھی کبھی اپنے سفید ہوتے ہوئے بالوں کو دیکھتے تھے 'گھمانے کے بعد اونگھ جاتے تھے 'ہاؤں چھیلادیتے' ابھر کر سانس لیتے ہوئے بیڑھیاں چڑھتے 'جو ان عورتوں کی صحبت میں آتا جاتے 'بالوں میں کبھی نہ ٹاپتے۔ پیئرس برگ میں وہ اپنی عمر بیکہ دس سال کم محسوس کرتے۔

انہیں پیئرس برگ میں وہی محسوس ہوتا جو کل ان سے ساٹھ سالہ پرنس پیو ترابلو سکی نے کہا تھا جو بس ابھی ابھی پردیس سے واپس آئے ہیں۔

"یہاں ہمیں بیٹا تو آتا ہی نہیں 'پیو ترابلو سکی نے کہا۔ "تمہیں یقین نہ آئے گا کہ گرنیاں میں نے پاؤں میں گزرا میں اور میں بچ کہتا ہوں میں خود کو جو ان محسوس کرتا تھا۔ کوئی نوجوان عورت دکھائی دیتی 'اور جی میں آ گئی۔۔۔ کھانا کھایا 'تھوڑی سی شراب پی۔۔۔ قوت آگئی 'زندہ دلی پیدا ہو گئی۔ روس آیا۔۔۔ بیوی کے پاس آتا تھا اور وہ بھی دیہات میں۔۔۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ دوپہتے بعد ڈریٹنگ گاؤں پہنچے گھومنے لگا 'گھمانے کے لئے لباس تبدیل کرنا چھوڑ دیا۔ نوجوان عورتوں کا خیال بھی نہیں آتا بالکل بوڑھا ہو گیا۔ بس اب روح کی نجات کی فکر کرنا رہ گیا۔۔۔ بوس چلا گیا۔۔۔ پھر سے ٹھیک ہو گیا۔"

اسٹی پان ارکاڈ سچے بھی ایسا ہی فرق محسوس کرتے تھے جیسے پیو ترابلو سکی۔ ماسکوں میں تو وہ اتنے پرت ہو جاتے تھے کہ واقعی اگر وہاں زیادہ دنوں رہتا پڑتا تو وہ بھی روح کی نجات کی فکر کرتے لگتے۔ پیئرس برگ میں وہ خود کو پھر مذہب انسان محسوس کر رہے تھے۔

پرنس 'نیشی تو بریکلا اور اسٹی پان ارکاڈ سچے کے درمیان ایک مدت سے بہت سی عجیب تعلقات تھے۔ اسٹی پان ارکاڈ سچے بیٹھ مذاق انداز میں ان کی خاطر داری کرتے تھے اور مذاق مذاق میں انہیں انتہائی ہائشائے باتیں کہہ جاتے تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ 'نیشی کو ایسی ہی باتیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔ کار سٹین کے ساتھ اپنی بات چیت کے دوسرے دن اسٹی پان ارکاڈ سچے پرنس 'نیشی سے ملنے گئے اور وہ خود کو اتنا نوجوان محسوس کر رہے تھے کہ اس مذاق خاطر داری اور فقرے بازی میں سو پہنچے گئے بغیر اس حد تک بڑھ گئے کہ ان کی کبھی میں نہ آ رہا تھا کہ اب واپس کیسے لوٹیں اس لئے کہ بد قسمتی سے 'نیشی نہ صرف یہ کہ انہیں پسند نہ تھیں بلکہ ان سے تافرق تھا۔ یہ صورت پیدا اس لئے ہو گئی تھی کہ 'نیشی کو وہ بہت اچھے لگتے تھے۔ چنانچہ وہ پرنس 'میا ٹکایا کے آنے سے بہت سی خوش ہوئے کہ ان دونوں کا اکیلا چن تو شرم ہوا۔



"ایسے ہی بیٹا بنالیا۔ اب وہ لاندو نہیں رہا بلکہ کاؤنٹ ہیز زویف ہے۔ لیکن اصل بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ کہ لیدی۔۔۔ میں ان سے پیار کرتی ہوں لیکن ان کا سر ٹھیک جگہ پر نہیں ہے۔" ظاہر ہے کہ اس لاندو پر خریفیت ہو گئی ہیں اور اس کے بغیر اب ان کے ہاں یا اگلیسی الکساندر روچ کے ہاں کوئی بھی جڑے نہیں ہوتی۔ اسی لئے اب آپ کی بہن کا مقدر اسی لاندو کے ہاتھوں میں ہے جو اب کاؤنٹ ہیز زویف کہلاتا ہے۔"

21

برتھیا سکی کے ہاں بہت اچھے کھانے اور بہت زیادہ مقدار میں کو نیاک پینے کے بعد اسی پان ارکاڈ سٹیج مقررہ وقت سے بس تھوڑی سی دیر کر کے کاؤنٹس لیدی ایو انوٹا کے ہاں پہنچ گئے۔

"کاؤنٹس کے پاس اور کون ہے؟ کوئی فرانسیسی ہے؟" اسی پان ارکاڈ سٹیج نے اگلیسی الکساندر روچ کے جانے پہچانے اور کوٹ اور ایک عجیب 'بے ہنگم سے بکسوؤں والے اور کوٹ کو دیکھ کر چہرہ اڑے پوچھا۔

"اگلیسی الکساندر روچ کا رشتہ دار کاؤنٹ ہیز زویف" چہرہ اڑنے صدی سے جواب دیا۔

"پر نس میا ٹھیکاً قیاس صحیح تھا" اسی پان ارکاڈ سٹیج نے بیڑھوں پر آتے ہوئے پوچھا۔ "عجیب بات ہے! لیکن ان سے ملنا جانا اچھا ہی رہے گا۔ وہ بڑا اثر اور رسوخ رکھتی ہیں۔ اگر وہ پوچھ سکیں تو حرف کہہ دیں تو سب کچھ یقینی ہو جائے۔"

صحن میں ابھی تک خوب اجالا تھا لیکن کاؤنٹس لیدی ایو انوٹا کے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں جہاں پردے گرے ہوئے تھے 'لیپ بل رہے تھے۔

ایک گول میز کے گرد 'لیپ کے نیچے کاؤنٹس اور اگلیسی الکساندر روچ بیٹھے کسی چیز کے بارے میں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے اور کمرے کے دوسرے سرے پر دستہ قد کا عورت بیٹھے کولہوں والا ایک آدمی جس کے کندھے اندر کی طرف پچھے ہوئے تھے 'جو بالکل زرد و 'خوبصورت اور چمکتی ہوئی بہت سی اچھی آنکھوں والا تھا اور جس کے لیے لمبے بال اس کے جینٹ کے کالر پر پڑے تھے 'کہا ہوا شبیوں والی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ خانہ خانہ اور اگلیسی الکساندر روچ سے صاحب سلامت کرنے کے بعد اسی پان ارکاڈ سٹیج نے غیر ارادی طور پر اس انجان شخص کی طرف ایک بار پھر دیکھا۔

"موسیو لاندو" کاؤنٹس نے اسی پان ارکاڈ سٹیج سے کہا جو ان کی آواز کی نری اور محتاط لمبے پر پالتہ رنگ رہ گئے۔ کاؤنٹس نے ان دونوں کا تعارف کروایا۔

لاندو نے جلدی سے مڑ کر دیکھا اور پاس آکر اسی پان ارکاڈ سٹیج کے بڑے ہوئے ہاتھ میں اپنا بے رکت اور پینے سے غما ہاتھ رکھ دیا اور فوراً ہی پھر انگ جا کر شبیوں کو دیکھنے لگا۔ کاؤنٹس اور اگلیسی الکساندر روچ نے ایک دوسرے کو ضمنی نظروں سے دیکھا۔

"مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی" خاص کر آج "کاؤنٹس لیدی ایو انوٹا نے اسی پان ارکاڈ سٹیج کو کار سنٹن کے پاس بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ سے ان کا تعارف لاندو کے نام سے کرایا" انہوں نے مدھم آواز میں کہا اور فرانسیسی کی طرف اور پھر فوراً اگلیسی الکساندر روچ کی طرف دیکھا "لیکن وہ درحقیقت کاؤنٹ ہیز زویف ہیں جیسا کہ آپ غالباً جانتے ہی ہوں گے۔ بس یہ کہ انہیں یہ خطاب پسند نہیں ہے۔"

"ارے" آپ یہاں ہیں "پر نس میا ٹھیکاً نے انہیں دیکھ کر کہا۔ "اور آپ کی بیجاری بہن کا کیا حال ہے؟ آپ مجھے اس طرح نہ دیکھئے "انہوں نے کہا۔ "جب سے سموں نے ان پر حملے کرنے شروع کر دیے ہیں" انہیں سب لوگوں نے جو ان سے ہزار درجہ بہتر ہیں تب سے میں دیکھتی ہوں کہ انہوں نے بہت اچھا کیا۔ اور میں درویشی کو بھی معاف نہیں کر سکتی کہ جب وہ پینس برگ میں تھیں تو اس نے مجھے خبر نہیں کروائی۔ میں ان کے پاس گئی ہوتی اور ان کے ساتھ ہر جگہ جاتی۔ مہربانی کر کے آپ میری طرف سے انہیں پیار پہنچا دیجئے گا۔ اچھا مجھے ان کے بارے میں بتائیے۔"

"اب ان کی صورت حال تو بہت مشکل ہے۔ وہ۔۔۔" اسی پان ارکاڈ سٹیج نے بتانا شروع کر دیا تھا اس لئے کہ اپنی سادہ دلی میں انہوں نے پر نس میا ٹھیکاً کے الفاظ "مجھے ان کے بارے میں بتائیے" کو کھانسا سمجھ کر قبول کر لیا تھا پر نس میا ٹھیکاً نے اپنی عادت کے مطابق فوراً ہی ان کی بات کاٹ دی اور خود کھانا شروع کر دیا۔

"انہوں نے وہی کیا جو میرے سوائے کسی کرتے ہیں لیکن چھپاتے ہیں۔ اور انہوں نے دھوکا نہیں دینا چاہا اور بہت اچھا کیا۔ اس سے بھی اچھا یہ کیا کہ اس نیم پاگل تسمارے بنوئی کو چھوڑ دیا" آپ مجھے معاف کیجئے گا۔ سب کتنے تھے کہ وہ بڑے عقلمند ہیں بڑے عقلمند ہیں" بس ایک میں کتنی حقی کہ وہ بیوقوف ہیں۔ اب جب وہ لیدی اور لاندو سے وابستہ ہو گئے تو سب کہتے ہیں کہ وہ نیم پاگل ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی اگر میں سموں سے متعلق نہ ہوتی لیکن اس بار میں یہ نہیں کر سکتی۔"

"ہاں مگر زار مہربانی کر کے مجھے سمجھائیے" اسی پان ارکاڈ سٹیج نے کہا "کہ اس کے مطلب کیا ہیں؟ کل میں بہن کے معاملے کے سلسلے میں ان کے پاس کیا تھا اور ان سے قطعی جواب کی گزارش کی۔ انہوں نے مجھے جواب نہیں دیا اور یہ کہ کما کہ سوچیں گے" اور آج صبح جواب کی بجائے مجھے آج شام کے لئے کاؤنٹس لیدی ایو انوٹا کی طرف سے دعوت نامہ ملا۔"

"بالکل ٹھیک ہے!" پر نس میا ٹھیکاً نے بڑی خوشی سے کہا۔ "وہ لوگ لاندو سے پوچھیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔"

"لاندو سے کیسے؟ کس لئے؟ اور یہ لاندو ہیں کون؟"

"یہ کیسے کہ آپ ٹیو لے لاندو" لے فائینی ٹیو لے لاندو" لکھن دو نیاں (30) کرنا چاہتے؟ وہ بھی نیم پاگل ہے لیکن آپ کی بہن کے مقدر کا واروہ راہی رہے۔ صوبے میں زندگی بسر کرنے میں نتیجہ ہوتا ہے کہ آپ کچھ جانتے ہی نہیں۔ آپ یہ دیکھئے کہ لاندو بیس میں ایک دکان میں گوی (31) تھا۔ ایک دن وہ اکثر کے ہاں گیا۔ ڈاکٹر کے رستہ میں روم میں وہ سو گیا اور خواب میں اس نے سارے مریضوں کو مشورے دینے شروع کر دیئے۔ اور حیرت انگیز مشورے۔ بعد میں یوری ملیڈسکی کی "آپ جانتے ہیں ناں کہ جو ہمیشہ بیمار رہتے ہیں" یوری کو اس لاندو کے بارے میں معلوم ہوا اور اسے اپنے شوہر کے پاس لائیں۔ اس نے ان کے شوہر کا علاج کیا۔ اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا "میری رائے میں" اس لئے کہ وہ تو اب بھی ویسے ہی نحیف و زار ہیں لیکن ان لوگوں کو اس پر اعتقاد ہے اور اس سے بندھے ہوئے ہیں۔ اسے روس بھی لے آئے۔ یہاں سارے لوگ اس پر نوٹ پڑے اور وہ سب کا علاج کرنے لگا۔ کاؤنٹس ہیز زویف واکو اس نے ٹھیک کر دیا اور وہ انہیں اتنا اچھا لگا کہ انہوں نے اسے بیٹا بنالیا۔"

"کیسے بیٹا بنالیا؟"



"ہاں میں نے سنا" اسی بان ارکاڈ سچے نے جواب دیا "لوگ کہتے ہیں کہ کاؤتس ہیر زورواکو بالکل اچھا کر دیا۔"

"آج وہ میرے پاس آئی جس نے ان پر اتنا ترس آتا ہے کہ کاؤتس نے اگلسٹی الکساندر روڈج سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ان کے لئے یہ جدائی بہت سی بھیاںک ہے۔ ان کے لئے تو یہ ایسا صدمہ ہے!"

"اور وہ ضرور جابر ہے جس نے؟" اگلسٹی الکساندر روڈج نے پوچھا۔

"ہاں وہ میرے جابر ہے۔ کل انہوں نے آواز سنی" کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے اسی بان ارکاڈ سچے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا! آواز! ابلوٹسکی نے یہ محسوس کر کے دوہرایا کہ جہاں تک ہو سکے اس معاشرے میں انہیں محتاط رہنا چاہئے جس میں کچھ خاص چیز ہو رہی ہے یا ہونی چاہئے جس کو سمجھنے کی کنجش ان کے پاس نہیں ہے۔

ذرا در خاموشی طاری رہی جس کے بعد کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے جیسے بات چیت کے اصل موضوع پر آتے ہوئے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ ابلوٹسکی سے کہا:

"میں آپ کو بہت دنوں سے جانتی ہوں اور اب آپ کو زیادہ قریب سے جان کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ لیز ایو دے نوزائی سون نوزائی۔ (32) لیکن دوست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی دوسرے کی روح کو پوری طرح سے سمجھ لے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اگلسٹی الکساندر روڈج کے سلسلے میں یہ نہیں کرتے۔ آپ سمجھتے ہیں تاکہ میں کس چیز کے بارے میں بات کر رہی ہوں؟" انہوں نے اپنی خوبصورت فکر مند آنکھوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایک حد تک" کاؤتس "میں سمجھتا ہوں کہ اگلسٹی الکساندر روڈج کی صورت حال..." ابلوٹسکی نے کہا۔ انہوں نے ٹھیک سے سمجھا نہیں کہ بات کیا ہے اس لئے وہ کوئی عام سی بات کہہ دینا چاہتے تھے۔

"خارجی صورت حال میں تبدیلی نہیں" کاؤتس لیدیا ایو انوٹا نے تندی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اگلسٹی الکساندر روڈج کو محبت بھری نظروں سے دیکھا جو اٹھ کر لاندہ کے پاس چلے گئے تھے "ان کا دل بدل گیا ہے" انہیں نیا دل عطا کیا گیا ہے" اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ نے اس تبدیلی کے بارے میں پوری طرح سے غور و فکر نہیں کیا جو ان کے اندر ہو گئی ہے۔"

"یعنی میں عام ضد و خال کی حد تک تو اس تبدیلی کا تصور کر سکتا ہوں۔ ہمارے تعلقات ہمیشہ دوستانہ تھے اور اب..." اسی بان ارکاڈ سچے نے کاؤتس کی نظر کا جواب پر شفقت نظروں سے دیتے ہوئے اور مستقل یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ وہ دونوں دنیوں میں سے کس سے زیادہ قریب ہوں گی تاکہ وہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ دونوں میں سے کس سے سفارش کرنے کے لئے وہ ان سے گزارش کریں۔

"وہ تبدیلی جو اب اس میں ہوئی ہے" ان کے اندر قریبی لوگوں کے لئے محبت کے جذبے کو کمزور نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس ان میں جو تبدیلی ہوئی ہے اسے لازمی طور پر محبت کو عظیم تر بنانا چاہئے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔ کیا چاہئے نہیں عین گے؟" انہوں نے آنکھوں سے ضد و خال کی طرف اشارہ کیا جو ہمتی میں رکھ کر چاہے پیش کر رہا تھا۔

"پوری طرح نہیں" کاؤتس "ظاہر ہے کہ ان کو دکھ..."

"ہاں دکھ جو اب جب ان کا دل نیا ہو گیا ہے اور اس سے بھر گیا ہے تو بلند ترین سکھ بن گیا ہے" انہوں نے

اسی بان ارکاڈ سچے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی بان ارکاڈ سچے نے سوچا "میرے خیال میں دونوں سے سفارش کرنے کے لئے گزارش کرنا ممکن ہو گا۔"

"بالکل ظاہر ہے کاؤتس" انہوں نے کہا "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ تبدیلیاں اتنی جلدی ہوتی ہیں کہ کوئی بھی قریب ترین انسان بھی ان کی بات کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"اس کے برعکس! ہمیں قوت کی اور ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے۔"

"ہاں! بلاشبہ لیکن عقیدوں میں اتنا فرق ہوتا ہے اور پھر..." میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ ابلوٹسکی نے کہا۔

"ہاں! وہ تو ظاہر ہے، لیکن..." اور بوٹھلا کر اسی بان ارکاڈ سچے چپ ہو گئے۔ وہ کچھ گئے کہ بات مذہب تک جا پہنچی۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ ابھی سونے والے ہیں" اگلسٹی الکساندر روڈج نے کاؤتس لیدیا ایو انوٹا کے پاس آکر معنی خیز سرگوشی میں کہا۔

اسی بان ارکاڈ سچے نے مڑ کر دیکھا۔ لاندہ کھڑکی کے پاس ایک آرام کرسی کے ہتھکڑوں اور پشت پر کھنٹی رکھے سرسبز ڈائے بمشاقہ۔ اس نے اپنی طرف اٹھی ہوئی نگاہوں کو دیکھ کر سر اٹھایا اور بچوں کی طرح مسکرایا۔

"آپ ادھر دھیان مت دیجئے" لیدیا ایو انوٹا نے کہا اور ہلکی سی حرکت سے اگلسٹی الکساندر روڈج کے لئے کرسی کھکڑی۔ "میں نے یہ دیکھا..." انہوں نے کچھ کہنا شروع کیا تھا کہ ایک ضد و خال کر کے میں ایک خط لے کر داخل ہوا۔ لیدیا ایو انوٹا نے جلدی سے رقعے پر سرسری نظر ڈالی اور معذرت کر کے غیر معمولی تیزی سے نکلا اور جواب حوالے کر دیا اور پھر میز کے پاس واپس آ گئیں۔ "میں نے یہ دیکھا ہے" انہوں نے جو بات شروع کی تھی اسے جاری رکھا کہ "ماکو والے" خاص طور سے مرد مذہب کے سلسلے میں سب سے زیادہ لوگ ہیں۔"

"ارے نہیں" کاؤتس "مجھے تو لگتا ہے کہ ماسکو والوں کو سب سے محکم عقیدے والے ہونے کی شہرت حاصل ہے" اسی بان ارکاڈ سچے نے جواب دیا۔

"ہاں لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ تو بد قسمتی سے بے نیازوں میں ہیں" اگلسٹی الکساندر روڈج نے حسی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بے نیاز رہتا کیسے ممکن ہے!" لیدیا ایو انوٹا نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ بے نیاز ہوں بلکہ وقت کے انتظار میں ہوں" اسی بان ارکاڈ سچے نے اپنی اختیاتی میٹھی اور دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں نہیں سوچتا کہ میرے لئے ان سوالوں پر غور کرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

لیدیا ایو انوٹا اور اگلسٹی الکساندر روڈج نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ ہم بھی نہیں جان سکتے کہ ہمارے لئے وقت آ گیا ہے یا نہیں" اگلسٹی الکساندر روڈج نے تندی سے کہا۔ "ہمیں اس کے بارے میں ہرگز سوچنا ہی نہ چاہئے کہ ہم تیار ہیں یا نہیں۔ فضل و کرم انسانی تخیل کی رہنمائی کا پابند نہیں ہے۔ وہ کبھی بھی ان پر نازل نہیں ہوتا جو اس کے لئے کہ وہ کاوش کرتے ہیں اور ان پر نازل ہو جاتا ہے جو اس کے لئے تیار نہیں ہوتے جیسے کہ شاؤل کے ساتھ ہو اور وہ دلی خفا پال بن گئے۔"



”نہیں، گلتا ہے ابھی تک نہیں“ لیدیا ایو انون نے کہا جو اس اثنا میں فراہمی کی حرکات و سکنات پر نظریں لگائے تھیں۔

لانڈو کھڑا ہو گیا اور ان لوگوں کے پاس آگیا۔

”آپ مجھے بھی سننے کی اجازت دیں گے؟“ اس نے پوچھا۔

”ارے ہاں“ میں آپ کو پریشان نہ کرنا چاہتی تھی“ اسے شفقت سے دیکھتے ہوئے لیدیا ایو انون نے کہا ”بیٹھے ہم لوگوں کے ساتھ۔“

”نور سے محروم نہ ہونے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنی آنکھیں نہ بند کرے“ اگلیسی

الکسانڈر روڈج نے اپنی بات جاری رکھی۔

”ہائے“ اگر آپ کو اس خوشی کا پتہ ہوتا جس کا ہم کو تجربہ ہوتا ہے ہمیشہ اپنے دل میں اس کی موجودگی محسوس کر کے! ”کاؤتس لیدیا ایو انون نے جھڑولی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”لیکن ہو سکتا ہے آدمی بھی کبھی خود کو اس بلندی تک پہنچنے کا اہل نہ سمجھتا ہو“ استی پان ارکاڈ سچلے نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہا کہ وہ مذہبی بلندی کا اعتراف کر کے ریا کاری کر رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ان خاتون کے سامنے اپنی آزاد خیالی کا اعتراف تو نہ کریں گے جو پوچھ سوری سے دو حرف کہہ کر انہیں وہ عہدہ دلا سکتی ہیں جس کی انہیں خواہش ہے۔

”یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ گناہ اس کے راستے میں حائل ہوتے ہیں؟“ لیدیا ایو انون نے کہا۔

”لیکن یہ جھوٹی رائے ہے۔ صاحبان ایمان کے لئے گناہ ہے ہی نہیں گناہ کا فائدہ تو ادا کیا جا چکا۔ پانڈوں“ انہوں نے خند منگھار کر دو سرا رتھ لے کر آتے دیکھا تو اضافہ کیا۔ انہوں نے پڑھا اور زبانی جواب دیا ”کہہ دو کہ کل گرائڈ وچس کے ہاں۔“ پھر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی ”صاحبان ایمان کے لئے گناہ ہے ہی نہیں۔“

”ہاں لیکن اعتقاد بغیر عمل کے تو بے جان شے ہے“ استی پان ارکاڈ سچلے نے کتاب مسائل و مناجات کے

ان الفاظ کو یاد کرتے ہوئے کہا اور صرف مسکراہٹ سے اپنی آزاد خیالی کو برقرار رکھا۔

”اب یہ دیکھئے“ خواری جیس (33) کا مکتوب“ اگلیسی الکسانڈر روڈج نے ایک گونہ تادیب کے ساتھ لیدیا ایو انون سے مخاطب ہو کر کہا ”بظاہر ایک ایسے معاملے کے بارے میں جس پر وہ کئی مرتبہ باتیں کر چکے تھے۔“ اس مقام کی جھوٹی تفسیر نے کتنا نقصان پہنچایا ہے! کوئی بھی چیز اعتقاد سے اتنا دور نہیں کرتی جتنا یہ تفسیر“ میرا کوئی عمل نہیں ہے“ میں ایمان نہیں رکھ سکتا“ جبکہ کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے۔ کہا تو اس کے برعکس کیا ہے۔“

”ریا ستوں سے خدا کے لئے تکلیف اٹھانا“ روزے رکھ کر روح کو نجات دلانا“ کاؤتس لیدیا ایو انون نے کراہت آمیز حقارت کے ساتھ کہا ”یہ ہمارے راہبوں کی وحشیانہ سمجھ ہے... جبکہ یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا ہے۔ یہ تو کہیں زیادہ سادہ اور آسان ہے“ انہوں نے ابلو شکی کو اسی حوصلہ افزا مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا جس سے وہ دربار میں نئی نئی آنے والی نوجوان گھبرائی ہوئی فرالینوں کی بہت افزائی کرتی تھیں۔

”ہمیں تو مسیح نے نجات دے دی“ ہمارے لئے تکلیف اٹھا کر۔ ہماری نجات اعتقاد میں ہے“ اگلیسی

الکسانڈر روڈج نے نظروں سے ان کے الفاظ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”دو کمپرینے لائٹ؟“ (34) لیدیا ایو انون نے پوچھا اور اثبات میں جواب پا کر انہیں اور شیعیت پر کتابوں میں کچھ ڈھونڈنے لگیں۔

”میں انہیں سیف اینڈ تھی (35) یا“ انڈر دی ویک (36) پڑھ کر سنا چاہتی ہوں“ انہوں نے کہا اور کارمنٹن کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اور کتاب تلاش کر کے وہ پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھیں اور انہوں نے اسے کھولا۔ ”یہ بہت سی مختصر ہے۔ یہاں وہ راستہ بتایا گیا ہے جو اعتقاد تک اور اس تک لے جاتا ہے جو اس راستے پر چلنے سے روح کو ملتا ہے اور جو ہر ارضی سکھ سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ صاحب ایمان شخص کہیں دیکھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ آپ خود ہی دیکھ لیجئے۔“ وہ پڑھنے کی تیاری کر رہی تھیں کہ پھر خد شکار داخل ہوا ”ہمزونڈنا؟ کہہ دو کل دوپہر ہے۔ ہاں“ انہوں نے کتاب میں ایک جگہ پر انگلی رکھ کر اور لمبائی سانس لیتے ہوئے اپنی فکر مند خوبصورت آنکھوں سے سامنے دیکھتے ہوئے کہا ”اس طرح سچا اعتقاد عمل کرتا ہے۔ آپ ماری سائینا کو جانتے ہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ ان پر کیسا دک پڑا؟ ان کا اکلوتا بچہ مر گیا۔ وہ انتہائی ناامیدی کی حالت میں تھیں۔ لیکن پھر؟ نہیں یہ دوست مل گیا اور اب وہ خدا کا شکر ادا کرتی ہیں کہ ان کا بچہ مر گیا۔ یہ ہے سکھ جو اعتقاد دیتا ہے!“

”ہاں یہ بہت سی... استی پان ارکاڈ سچلے نے کہا۔ وہ یہ سوچ کر خوش تھے کہ یہ لوگ پڑھیں گے اور انہیں ذرا سوچنے کا موقع مل جائے گا۔“ نہیں“ یہ تو نظر آرہا ہے کہ آج ان سے کسی چیز کی گزارش نہ کرنا ہی بہتر ہے“ انہوں نے سوچا ”بس یہ کہ یہاں سے جاتے جاتے میں کوئی گڑبڑ نہ کروں۔“

”آپ کے لئے بے کیف ہو گا“ کاؤتس لیدیا ایو انون نے لانڈو سے مخاطب ہو کر کہا ”آپ انگریزی نہیں جانتے۔ لیکن یہ مختصر عبارت ہے۔“

”ارے میں سمجھ لوں گا“ لانڈو نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اگلیسی الکسانڈر روڈج اور لیدیا ایو انون نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پڑھنا شروع ہو گیا۔

## 22

استی پان ارکاڈ سچلے عجیب اور ان کے لئے نئی تقریریں سن رہے تھے جن سے وہ خود کو بالکل ہی حیران و ششدر محسوس کر رہے تھے۔ پینرس برگ کی زندگی کی پیچیدگی عام طور پر ان پر جوش و حرکت پیدا کرنے والا اثر کرتی تھی ”انہیں ہمسکے کے شہرے پانی سے نکال لاتی تھی۔ ان پیچیدگیوں کو وہ اپنے ترقیبی اداروں اور اس میں بہت پسند کرتے تھے لیکن اس اثنا میں ماحول میں تو وہ دمک رہ گئے تھے“ سکے میں آگئے تھے اور وہ ساری چیزوں کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے۔ کاؤتس لیدیا ایو انون کی باتیں سن کر اور اپنے اوپر لگی ہوئی لانڈو کی خوبصورت، بھولی یا چالاک۔ وہ خود نہیں جانتے تھے۔ آنکھوں کو محسوس کر کے استی پان ارکاڈ سچلے سر میں کچھ خاص قسم کا کھنچاؤ اور گرائی محسوس کرنے لگے۔

ان کے سر میں بالکل ہی مختلف قسم کے خیالات گھٹن ہو رہے تھے۔ ”ماری سائینا اس بات سے خوش ہیں کہ ان کا بچہ مر گیا... اب تو سکار پی سکتا تو اچھا ہوتا... نجات حاصل کرنے کے لئے صرف ایمان کافی ہے اور راہبوں کو اس کا علم نہیں تھا لیکن کاؤتس لیدیا ایو انون کو ہے... اور آخر میرے سر میں اتنی گرائی کیوں ہے؟ کوئی ایک کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ یہ سب بے انتہا عجیب ہے؟ پھر بھی میں نے ابھی تک لگنا تو ہے کہ کوئی ناشائستہ بات نہیں کی۔ لیکن ان سے اس وقت گزارش کرنا تو ممکن نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ عبادت کرنے



پر مجبور کرتے ہیں۔ کہیں مجھے بھی نہ مجبور کریں۔ یہ تو بڑی ہی یوقنی ہوگی۔ اور یہ کیا اعتقاد چیز پڑھ رہی ہیں۔ لیکن ہر جتنی اچھا ہیں۔ لاندو۔۔۔ ہیز زویف۔ یہ ہیز زویف کس لئے ہو گیا؟" اچانک استی پان ارکاڈ سچے نے محسوس کیا کہ ان کا پھلنا جزا ناقابل ضبط طور پر جماعی میں اٹھتا جا رہا ہے۔ انہوں نے جماعی کو چھپانے کے لئے اپنی گل ٹھیکس درست کیں اور خود کو جھنجھوڑا۔ لیکن اس کے بعد ہی انہیں محسوس ہوا کہ وہ تو سو رہے ہیں اور خزانے بھرنے ہی والے ہیں۔ وہ اسی وقت چونکے جب کاؤتس لیدیا ایو انوڈن کی آواز نے کہا "وہ سو رہے ہیں۔"

استی پان ارکاڈ سچے ڈر کر ہوش میں آ گئے۔ انہیں لگا کہ وہ قصور وار ہیں اور پکڑے گئے۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر فوراً ہی تسکین ہو گئی کہ الفاظ "وہ سو رہے ہیں" ان کے نہیں لاندو کے پارے میں کہے گئے تھے۔ فراہسی بھی استی پان ارکاڈ سچے ہی کی طرح ادھمک گیا تھا۔ لیکن استی پان ارکاڈ سچے کے سو جانے سے "بیساک" انہیں خیال ہوا "یہ لوگ برا ماننے (حالانکہ ہر چیز اتنی عجیب لگ رہی تھی کہ وہ یہ بھی نہ سوچ سکتے تھے) مگر لاندو کے سو جانے سے ان لوگوں کو خاص طور سے کاؤتس لیدیا ایو انوڈن کو غیر معمولی خوشی ہوئی۔

"مون آئی" (37) لیدیا ایو انوڈن نے احتیاط کے ساتھ اپنے رسمی لباس کی پٹنوں کو سنبھالتے ہوئے تاکہ شور نہ ہو "اور اپنی بیجا خوشی میں کار سنیں کو! گلیسی الکساندر دوچ نہیں بلکہ "مون آئی" سے مخاطب کرتے ہوئے کہا "دو نے لوٹی لائیں۔ دو دوائے؟" (38) شش! انہوں نے پھر اندر آتے ہوئے خد مگر کو آہستہ چلنے کا اشارہ کیا۔ "میں کسی سے نہیں ملوں گی۔"

فراہسی سو گیا یا بن گیا کہ سو رہا ہے "اس نے سرکری کی پشت سے لٹکایا تھا اور گھٹنے پر رکھا ہوا ایسیجا ہوا ہاتھ خفیف سی حرکت کر رہا تھا جسے کسی چیز کو پکڑ رہا ہو۔ گلیسی الکساندر دوچ کھڑے ہو گئے احتیاط کے ساتھ لیکن میز سے ٹکرا کر اس کے پاس گئے اور اپنا ہاتھ انہوں نے فراہسی کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ استی پان ارکاڈ سچے بھی کھڑے ہو گئے اور آنکھیں پھاڑ کر "اپنے آپ کو" اگر سو رہے ہوں تو جگانے کی کوشش کرتے ہوئے بھی ایک کو بھی دوسرے کو دیکھنے لگے۔ یہ سب وہ جانتے میں دیکھ رہے تھے۔ استی پان ارکاڈ سچے کو محسوس ہوا کہ ان کے سر کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔

"لے کا محسن کی اتاریوے لاد خشنے" سئل کی د عندکیل سو فت اکیل سو فت! (39) فراہسی نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"دو میکس کوئی زیرے" "مے دو دوائے... غیوینے دیغ دی زیر انکور میا دینین۔" (40)

"سے مو آئے؟" (41)

اور اثبات میں جواب پا کر استی پان ارکاڈ سچے وہ بالکل ہی بھول گئے جس کے پارے میں وہ لیدیا ایو انوڈن سے گزارش کرنا چاہتے تھے "بہن کے معاملے کو بھی بھول گئے اور صرف اس ایک خواہش کے ساتھ کہ یہاں سے جلد از جلد نکل جائیں "ٹیڈوں کے گل وہاں سے اس طرح باہر آ گئے جیسے طامون زدہ مگر سے بھاگ رہے ہوں۔ وہ بھاگ کر سڑک پر آئے اور جلدی اپنے آپ کو بحال کرنے کی خاطر کاڈی بان سے دیر تک باتیں اور مذاق کرتے رہے۔

فراہسی جھپٹیر میں جہاں وہ آخری ایکٹ میں پہنچ گئے تھے اور بعد کو تاروں کے ہاں (42) شاسین پی کر اہتیاں ارکاڈ سچے کے ذرا دم میں دم آیا۔ پھر بھی اس شام کو وہ بالکل اپنے حق میں نہ رہے تھے۔

## 23

جب وہ گھر پر ترابوٹسکی کے ہاں واپس آئے جہاں بیٹرس برگ میں ٹھہرے تھے تو انہیں ہنسی کا قدملا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ وہ ان کے ساتھ شروع کردہ بات چیت کو ختم کرنے کی بہت خواہش مند ہیں اور ان سے گزارش کرتی ہیں کہ کل وہ تشریف لائیں۔ وہ ابھی اس رقعے کو پڑھ بھی نہ پائے تھے اور اس پر تیوہریاں چھا رہے تھے کہ بچے سے لوگوں کے بھاری قدموں کی چاپ سٹائی دی جو کوئی دنی چیز اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ استی پان ارکاڈ سچے دیکھنے کے لئے نکلے۔ یہ جوان ہو جانے والے پو ترابوٹسکی تھے۔ وہ نشے میں ایسے دمت تھے کہ میز میوں پر چڑھ نہ سکتے تھے لیکن جب انہوں نے استی پان ارکاڈ سچے کو دیکھا تو کھم بکا کہ انہیں کڑا کر دیا جائے اور انہیں پکڑ کر وہ انہیں کے کمرے میں گئے اور وہاں تھانے لگے کہ انہوں نے شام کیسے گزارا اور وہیں وہ گئے۔

استی پان ارکاڈ سچے کا دل بجا بجا تھا جو ان کے ساتھ بہت ہی کم ہو آ تھا۔ وہ دیر تک نہیں سو سکے۔ جو کچھ بھی انہیں یاد آیا وہ سب کمرہ تھا لیکن سب سے کمرہ، کسی شرمناک چیز کی طرح "یاد انہیں کاؤتس لیدیا ایو انوڈن کے ہاں کی شام کی آئی۔

اگلے دن انہیں اگلیسی الکساندر دوچ کی طرف سے آتنا کو طلاق دینے سے قطعی انکار مل گیا اور وہ سمجھ گئے کہ اس فیصلے کی بنیاد ہی پر ہے جو کل فراہسی نے اپنی واقعی یا بتائی نیند میں کہا تھا۔

خاندانی زندگی میں کوئی نئی چیز شروع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یا تو یہاں بیوی کے درمیان بالکل ہی ناچاقی ہو یا پھر محبت بھر اتفاق رائے ہو۔ جب میاں بیوی کے تعلقات غیر متین ہوتے ہیں اور ناچاقی ہوتی ہے نہ اتفاق رائے تو کوئی بھی نیا کام شروع نہیں کیا جاسکتا۔

بہت سے خاندان برسوں پرانی ہی جنگوں پر پڑے رہتے ہیں "جن سے میاں بیوی دونوں شدید نفرت کرتے ہیں" صرف اس لئے کہ ان میں عمل ناچاقی ہوتی ہے نہ اتفاق رائے۔

دروٹسکی اور آنا دونوں کے لئے گرمی اور دھول میں ماسکوی زندگی جب سورج بیماری طرح نہیں بلکہ گرمیوں جیسا روشن ہوا تھا اور خیالوں کے سارے درختوں میں بہت دنوں پہلے پتیاں آچکی تھیں اور دھول سے ڈھک چکی تھیں "نا قابل برداشت تھی۔ لیکن وہ وزوڈو نکسکے نہیں گئے جیسا کہ بہت پہلے طے ہو چکا تھا بلکہ ماسکوی میں رہتے تھے "جس سے وہ دونوں شدید نفرت کرتے تھے" اس لئے کہ پچھلے دنوں ان میں اتفاق رائے نہیں تھا۔

جس جھینلا بہت نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا تھا اس کا کوئی خارجی سبب نہ تھا اور وضاحت معافی کی ہر کوشش نہ صرف یہ کہ اسے دور نہ کر سکی بلکہ اس سے وہ اور بڑھ ہی گئی۔ یہ اندرونی جھینلا بہت تھی جس کی بنیاد آنا کے لئے تو دروٹسکی کی طرف سے محبت میں کی پر تھی اور دروٹسکی کے لئے اس بات پر چیتا ہے کہ اس نے ان کی خاطر خود کو مشکل صورت حال میں جکڑ کر لیا تھے وہ "بیانے اس کے کہ آسان بنا میں" اور بھی زیادہ مشکل بناتی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی اپنی جھینلا بہت کی وجہ نہیں بیان کر سکتا لیکن وہ ایک دوسرے کو لٹھی پر کھینچتے تھے اور ہر زمانہ ملنے پر یہ ایک دوسرے کو دکھانے کی کوشش کرتے۔

آنا کے لئے دروٹسکی کل کا کل "اپنی ساری عادتوں" خیالات "خواہشات اور اپنی ساری روحانی اور



بہسانی ساخت سمیت صرف ایک چیز تھا۔ عورتوں سے محبت۔ اور یہ محبت جو ان کے احساس کے مطابق صرف انہیں پر مرکوز ہونی چاہئے تھی یہ محبت کم ہو گئی تھی چنانچہ ان کی رائے میں ضرور اس محبت کے ایک حصے کو اس نے دوسری عورتوں یا کسی دوسری عورت کو منتقل کر دیا ہو گا اور وہ ذراہ میں جھلا گئیں۔ انہیں کسی عورت سے ذراہ نہ تھی بلکہ اس کی محبت میں کمی کی جہل تھی۔ لیکن جب ذراہ کے لئے کوئی جواز نہ ملتا تو وہ اسے تلاش کرتیں۔ ذراہ سے شے پر وہ اپنی جہل کو ایک چیز سے دوسری پر منتقل کرتی رہتیں۔ کبھی وہ ان گھٹیا عورتوں سے جلتیں جن سے درویشی اپنے گوارا میں کے تعلقات کی بدولت بڑی آسانی سے راہ دور سپید کر سکتا تھا تو کبھی وہ معاشرے کی عورتوں سے جلتیں جن سے اس کی ملاقات ہو سکتی تھی، کبھی وہ کسی خیالی لڑکی سے جلتیں جس سے وہ ان سے قطع تعلق کر کے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ آخری جہل انہیں سب سے زیادہ اذیت دیتی تھی خاص طور سے اس لئے کہ اس نے خودی بے احتیاطی سے صاف صاف بات کرنے کے ایک لمحے میں ان سے کہہ دیا تھا کہ اس کی ماں اس کو اتنا کم سمجھتی ہیں کہ اسے سمجھانے لگیں کہ وہ پرس سو روپے شادی کر لے۔

اور اس جہل کی بنا پر آنا اس پر غصہ کرتیں اور ہر چیز میں غصہ کرنے اور چرنے کی وجہیں ڈھونڈنا کرتیں۔ ان کی صورت حال میں جتنی بھی مشکلات تھیں سب کے لئے وہ اسے قصور دار سمجھتیں۔ انتظار کی اذیت ناک حالت جس میں وہ ماسکوس زمین و آسمان کے درمیان مضطرب تھیں، کبھی انکسار و روچ کی تسامح اور ان کا کوئی فیصلہ نہ کرنا اپنی تنہائی۔ ہر چیز کا ذراہ اور وہ اسی کو قرار دیتیں۔ اگر وہ محبت کرتا ہو تو ان کی صورت حال کی ساری مشکل کو سمجھتا اور ان کو اس میں سے نکال لیتا۔ یہ بھی قصور اسی کا تھا کہ وہ دیہات میں نہیں بلکہ ماسکوس رہتی تھیں۔ وہ دیہات میں اس طرح دفن ہو کر نہیں رہ سکتا تھیں وہ چاہتی تھیں۔ اس کے لئے معاشرہ ضروری تھا اور اس نے انہیں اس بھیاں صورت حال میں جھلا کر دیا جس کی گرائی اور مشکل کو وہ سمجھتا نہ تھا چاہتا تھا۔ اور پھر یہ بھی قصور اسی کا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنے بیٹے سے جدا ہو گئیں۔

محبت و لطافت کے وہ شاذ و نادر لمحے بھی جو ان کے درمیان پیدا ہو جاتے تھے انہیں تسکین نہ دیتے تھے۔ اب اس کی لطافت و محبت میں انہیں سکون اور اعتماد کی جھلک نظر آتی تھی جو پہلے نہ تھی اور جس سے انہیں جھنجھلاہٹ ہوتی تھی۔

دھنک چکا تھا۔ آنا اکیلی چھڑوں کی دعوت سے، جس میں وہ گیا تھا اس کی واپسی کے انتظار میں اس کے بڑھنے لگنے کے کمرے میں مثل ری تھیں (اس کمرے میں سڑک کی آمدورفت کا شور سب سے کم سنائی دیتا تھا) اور کل کے جھڑے کی ساری باتوں کی پوری تفصیلات کو یاد کر رہی تھیں اور ان کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ بحث کے توہین آمیز الفاظ کی یاد سے اس چیز کی طرف واپس آکر جو ان کا سبب تھی وہ آخر کار بات چیت کی ابتدا پر آ گئیں۔ دیر تک وہ اس بات کا یقین نہ کر سکیں کہ جھڑے کی ابتدا اتنی معمولی بات سے ہوئی جس میں برا ماننے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور ایسے معاملے کی بات چیت تھی جو دل سے کسی طرح بھی قریب نہ تھا۔ اور واقعی ایسا ہی تھا۔ سارا جھڑا شروع اس سے ہوا کہ درویشی عورتوں کے ہائی اسکولوں پر نہیں رہا تھا۔ وہ انہیں غیر ضروری سمجھتا تھا اور آنا ان کی حمایت کر رہی تھیں۔ اس نے بالعموم عورتوں کی تعلیم کے بارے میں بے احتیاطی کا رویہ برتتے ہوئے کہا کہ آنا کی زیر سرپرستی انگریز ہٹنا کو طبیعات کے علم کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

اس پر آنا ناراض ہو گئیں۔ اس میں انہیں اپنی مصروفیات کی طرف حقارت آمیز اشارہ نظر آیا۔ اور انہوں نے ایسا فقرہ سہا کر کہا جو اس کی تکلیف کا بدلہ لے لے جو انہیں پہنچی تھی۔

”میں اس کی توقع تو نہیں کرتی کہ آپ میرا میرے جذبات کا ذکر اس طرح کریں جیسے کہ محبت کرنے والا آدمی ان کا ذکر کرتا ہے لیکن میں تو بڑے سے لحاظ کی توقع کرتی تھی۔“

اور درحقیقت غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کوئی ناخوشگوار بات کہی۔ انہیں یاد نہیں تھا کہ انہوں نے اسے کیا جواب دیا لیکن یہ یاد تھا کہ اس پر اس نے بھلاہرا انہیں بھی تکلیف پہنچانے کی خواہش کے تحت کہا:

”مجھے اس لڑکی سے آپ کے پر جوش لگاؤ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ سچ ہے اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لگاؤ غیر فطری ہے۔“

اس بے رحمی سے جس سے اس نے اس دنیا کو ڈھا دیا جو اتنی مشکلوں سے انہوں نے اپنے لئے بنائی تھی تاکہ اپنی تکلیف دہ زندگی کو گوارا بنا سکیں اس نا انسانی نے جس سے اس نے انہیں دکھاوے کا غیر فطری ہونے کا الزام دیا تھا ان میں بڑا غصہ پیدا کر دیا۔

”مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ صرف گھٹیا اور مادی ہی چیزوں کو سمجھ سکتے ہیں اور وہی آپ کے نزدیک فطری ہیں“ انہوں نے کہا اور کمرے سے چلی گئیں۔

جب کل شام کو وہ ان کے پاس آیا تو ان لوگوں نے سابق جھڑے کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن دونوں یہ محسوس کر رہے تھے کہ جھڑا ختم نہیں ہوا اس کی بس لیا پوچھ کر دی گئی ہے۔

آج وہ سارا دن گھر پر نہیں رہا اور انہیں تنہائی کا ایسا احساس تھا اور اس سے جھڑا کر لیتا انہیں اتنا برا لگ رہا تھا کہ وہ سب کچھ بھول جاتا، معاف کر دیتا اور اس سے میل کر لیتا چاہتی تھیں چاہتی تھیں کہ خود کو قصور وار قرار دے کر اس کو حق بجانب قرار دے دیں۔

”میں خودی قصور دار ہوں۔ میں چڑچی ہو گئی ہوں اور نا معقول طور پر جلتی ہوں۔ میں اس سے میل کر لوں گی اور ہم دیہات چلے جائیں گے۔ وہاں مجھے زیادہ سکون ہو گا“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔

”غیر فطری“ انہیں اچانک وہ لفظ یاد آ گیا جو ان کے لئے سب سے زیادہ توہین آمیز تھا خودی لفظ انہیں بتاتا انہیں تکلیف پہنچانے کا قصور۔

”میں جانتی ہوں کہ وہ کیا کتا چاہتے تھے۔ وہ کتا چاہتے تھے کہ اپنی بیٹی کو پیار نہ کرنا اور دوسرے کے بچے کو پیار کرنا غیر فطری بات ہے۔ بچوں سے پیار کے بارے میں وہ مجھے کیا ہیں سوچو ڈا سے میرے پیار کے بارے میں جسے میں نے ان کے لئے قربان کر دیا؟ لیکن یہ مجھے تکلیف پہنچانے کی خواہش انہیں وہ کسی اور عورت سے محبت کرتے ہیں اس کے علاوہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔“

اور یہ دیکھ کر کہ اپنے آپ کو تسکین دینے کی خواہش میں انہوں نے پھر وہی چکر پر اکر لیا جو اب تک جانے کتنی بار لگایا چکا تھا اور پھر سے وہ پہلی ہی جیسی جھنجھلاہٹ میں جھلا ہو گئی ہیں انہیں اپنے آپ سے ڈر لگنے لگا۔ ”کیا واقعی ہے؟ کیا واقعی میں اپنے اوپر قابو نہیں پاسکتی؟“ انہوں نے کہا اور پھر شرعاً سے شروع کیا۔ ”وہ حق پسند ہیں وہ دنیا بندہ ہیں وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔ چند دنوں میں طلاق مل جائے گی۔ پھر اور کیا چاہئے؟ ضرورت ہے سکون کی اور اعتماد کی اور میں الزام اپنے اوپر لے لوں گی۔ ہاں اب وہ جب آئیں گے تو میں گوں گی کہ میں قصور دار تھی حالانکہ میں قصور دار نہیں تھی“ اور ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔“



مظاہر کیا۔

”کیسے؟ تمہیں؟“ آنا نے بھوس بھوس کر کے پوچھا۔

”مکی طرح کے سرخ گوستیو م دی ٹاٹا سون (44) میں۔ بوڑھی بدھل۔ تو ہم کب چل رہے ہیں؟“

”مکس قدر احتیاط۔ قصابیہ انوکھا وہ کچھ خاص طور سے اچھا تیرتی ہے؟“ جواب دیکے بغیر آنا نے کہا۔

”ہرگز کوئی خاص اچھا نہیں۔ میں کہہ تو رہا ہوں کہ بے حد احتیاط۔ تو تمہارا کیا خیال ہے ہم کب چلیں گے؟“

آنا نے سر جھٹکا جیسے ناخوشگوار خیالات کو ذہن سے نکال دینا چاہتی ہوں۔

”کب چلیں گے؟ جتنی جلدی ہو اتنی ہی اچھا ہے۔ کل تو نہیں چل سکیں گے۔ پرسوں۔“

”مگر... نہیں، ٹھہرو۔ پرسوں اتوار ہے، مجھے ماں کے پاس جانا ہے“ دردشکی نے کچھ گھبرا کر کہا اس لئے

کہ جیسے ہی اس نے ماں کا نام لیا دیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر شک آمیز نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔

اس کی گھبراہٹ نے ان کے شک کی تائید کر دی۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ اس سے الگ ہو گئیں۔ اب ان

کے ذہن میں سوئین کی ملکہ کو تیرنا سکھانے والی کا نہیں بلکہ پرس سوریو کی ناخانیال تھا جو ماسکو کے ایک مضائقہ

گاؤں میں کاؤش درد نکایا کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔

”تو تم کل جا سکتے ہو؟“

”نہیں نہیں! میں وہاں ایک مختار نامہ کے کام سے جا رہا ہوں اور کل رقم نہیں ملے گی!“ اس نے جواب

دیا۔

”اگر ایسا ہے تو پھر ہم بالکل جا نہیں سکیں گے۔“

”لیکن آخر کیوں؟“

”میں بعد کو نہیں جاؤں گی۔ یہ کہہ کر نہیں تو کبھی نہیں!“

”آخر کیوں؟“ دردشکی نے حیرت کے انداز میں کہا۔ ”اس کے ٹوکوں کی معنی نہیں ہیں!“

”تمہارے لئے اس میں کوئی معنی نہیں ہیں اس لئے کہ تم کو مجھ سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ تم میری زندگی

کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ یہاں جس ایک چیز میں میں مصروف تھی۔ بتائیں!“ اسے تم کہتے ہو کہ یہ دکھاؤ

ہے۔ آخر کل تم نے کہا کہ میں بیٹی کو پیار نہیں کرتی اور ایسا دکھاؤ کرتی ہوں جیسے اس انگریز لڑکی کو پیار کرتی

ہوں مگر یہ غیر فطری ہے۔ میں یہ جانتا چاہتی ہوں کہ میرے لئے یہاں کس طرح کی زندگی فطری ہو سکتی ہے!“

ذرا دیر کے لئے انہیں ہوش آیا اور وہ اس بات سے ڈر گئیں کہ انہوں نے اپنے ارادے کے خلاف عمل

کیا۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اپنے آپ کو تیار کر رہی ہیں ”اپنے اوپر ضبط نہ رکھ سکیں اور اسے یہ دکھائے

بغیر نہ رہ سکیں کہ وہ کتنا غلط تھا“ وہ خود کو اس کا تابع نہ بنا سکیں۔

”میں نے یہ بھی نہیں کہا۔ میں نے کہا تھا کہ مجھے اس کا شک پیار سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔“

”تم کو تو اپنی صاف گوئی اور راست بازی پر اتنا گھمنڈ ہے تو تم سچ کیوں نہیں کہہ دیتے؟“

”میں کبھی ڈیک نہیں مارنا اور کبھی بھٹ بھی نہیں ہوتا!“ اس نے اپنے پڑتے ہوئے غصے کو ضبط کر کے

سکون سے کہا۔ ”بڑے افسوس کی بات ہے اگر تم احرام نہیں کرتیں۔“

”احرام کی ایجاد تو اس لئے کی گئی ہے کہ اس خالی جگہ کو چھپا دیں جہاں محبت ہونی چاہئے۔ اور اگر تم مجھ

اور اس خیال سے کہ وہ زیادہ نہ سوچیں اور جھنجھلاہٹ میں نہ جھلا ہوں انہوں نے گھنٹی بجائی اور حکم دیا کہ دیہات جانے کے لئے چڑیں رکھنے کے واسطے صندوق لائے جائیں۔  
دس بجے دردشکی گھر آیا۔

24

”کیسا تھا، خوب ہنس خوشی رہی؟“ انہوں نے اس سے ملنے کے لئے ہار نکھل کر چہرے پر قصور وار اور  
پر شفقت ناظر کے ساتھ پوچھا۔

”جیسے عام طور سے ہوتا ہے!“ اس نے جواب دیا۔ وہ ان پر ایک نظر ڈال کر فوراً سمجھ گیا کہ وہ اپنی سب

سے اچھی سزا کی کیفیتوں میں سے ایک میں ہیں۔ وہ ان عبوری کیفیتوں کا عادی ہو چکا تھا اور آج اسے خاص طور

سے خوشی ہوئی اس لئے کہ وہ خود بھی بہت خوشدلی کی حالت میں تھا۔

”میں کیا دیکھ رہا ہوں! یہ تو بڑا اچھا ہے!“ اس نے پیش دالان میں صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔

”ہاں، اب چلنا چاہئے۔ میں ہمیں میں سیر کو مچنی تھی اور اتنا اچھا لگا کہ دیہات جانے کا ہی چاہتا ہے۔ آخر

تمہیں یہاں تو کوئی کام ہے نہیں؟“

”میں تو بس یہی چاہتا ہوں۔ میں ابھی آتا ہوں تو ہم باتیں کریں گے، میں بس کپڑے بدل لوں۔ چائے کے

لئے کہہ دوڑا۔“

اور وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس نے جو یہ کہا تھا کہ ”یہ تو بڑا اچھا ہے!“ اس میں کچھ تو جین آمیزیاں تھیں جیسے بچے سے کہتے ہیں جب

وہ رونٹا دھونا اور خد کرنا بند کر دیتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ تو جین آمیزہ تضاد تھا جو ان کے قصور وار اور اس

کے خود اعتمادی والے لمبے میں تھا اور ایک لمحے کے لئے انہوں نے اپنے اندر لڑائی کرنے کی خواہش پیدا ہوتے

محسوس کی لیکن اپنے اوپر جبر کے انہوں نے اسے دبا دیا اور دردشکی سے اتنی ہی خوش خوش ملیں۔

جب وہ ان کے پاس واپس آیا تو انہوں نے اسے ”ایک حد تک پہلے سے تیار کردہ الفاظ کو دودھرا کر“ اپنے

دن کے بارے میں اور رد و انگلی کے سلسلے میں اپنے منصوبوں کے بارے میں بتایا۔

”چہ ہے، مجھ کو جیسے وجد ان سا ہوا!“ انہوں نے کہا۔ ”یہاں کس لئے طلاق کا انتظار کرنا؟ کیا دیہات میں

اس سے کوئی فرق پڑتا ہے؟ میں اب اور انتظار نہیں کر سکتی۔ میں کوئی امید نہیں کرنا چاہتی“ میں طلاق کے

بارے میں کچھ سننا ہی نہیں چاہتی۔ میں نے طے کر لیا کہ یہ اب میری زندگی پر اثر انداز نہ ہو گا۔ اور تم متفق ہو

اس سے؟“

”ہاں ہاں!“ اس نے کہا اور بے چینی کے ساتھ ان کے بیجانی چہرے پر نظر ڈالی۔

”تم لوگوں نے ہاں کیا کیا؟ کون تھا؟“ انہوں نے ذرا دیر چپ رہنے کے بعد کہا۔

دردشکی نے مسماؤں کے نام گنائے۔

”کہنا بہت ہی اچھا تھا اور کشتیوں کی دوڑ اور سب کچھ کافی اچھا تھا لیکن ماسکوں کوئی چیز یہ کیوں (43)

کے بغیر تو وہی نہیں کتنی۔ کوئی خاتون آگئیں، سوئین کی ملکہ کو تیرنا سکھاتی تھیں، اور انہوں نے اپنے فن کا



سے محبت نہیں کرتے تو بہتر اور زیادہ دیا نندہ اری کی بات ہوگی ایسا کہہ دیتا۔  
 "نہیں! یہ ناقابل برداشت ہو تا جا رہا ہے!" ورو دھکی کر سی سے اٹھتے ہوئے چٹا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے دھیرے دھیرے کہا "تم آخر کس لئے میرے محل کو آزماتی ہو؟" اس نے اس انداز سے کہا جیسے وہ اور بھی زیادہ کہہ سکتا تھا لیکن اس نے ضبط کیا۔ "اس کی بھی حد ہے۔"  
 "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" وہ چلائیں اور خوفزدہ ہو کر انہوں نے نفرت کے اس غضب ناک اظہار کو دیکھا جو پورے چہرے پر چھایا ہوا تھا لیکن خاص طور سے بے رحم اور مہیب آنکھوں میں تھا۔  
 "میں کہنا چاہتا ہوں..." اس نے شروع کیا لیکن رک گیا۔ "میرے لئے یہ پوچھنا ضروری ہے کہ آپ کو مجھ سے کیا چاہئے؟"

"میں کیا چاہ سکتی ہوں؟ میں صرف یہی چاہ سکتی ہوں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں جیسے کہ آپ سوچ رہے ہیں۔" انہوں نے "وہ سب سمجھ کر کہو اس نے نہیں کہا تھا کہ..." لیکن یہ میں نہیں چاہتی۔ یہ دوسرے درجے کی چیز ہے۔ میں محبت چاہتی ہوں اور وہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ سب ختم ہو گیا!"  
 وہ دروازے کی طرف چلیں۔

"نہرو! نہرو جاؤ!" ورو دھکی نے اپنی بھوویں کی اداس بکلیوں کو حرکت دینے بغیر لیکن ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔  
 "بات کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جانا میں دن کے لئے ملتی کر دیتا چاہئے اور تم نے مجھ سے کہہ دیا کہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور غیر دینا نندہ اری ہوں۔"

"ہاں! میں پھر کہتی ہوں کہ جو آدمی مجھے برا بھلا کہتا ہے کہ اس نے سب کچھ میرے لئے قربان کر دیا۔" انہوں نے ایک اور بھی پہلے جھگڑے کے الفاظ یاد کر کے کہا "وہ غیر دینا نندہ اری سے بھی بدتر ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جس کے دل میں نہیں ہے۔"

"نہیں! برداشت کی بھی حد ہوتی ہے!" اس نے چیخ کر کہا اور جلدی سے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔  
 "وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ تو بالکل واضح ہے" انہوں نے سوچا اور چپ چاپ 'مڑ کر دیکھے بغیر' ڈھنگ سے قدموں سے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

"وہ دوسری عورت سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے" انہوں نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ "میں محبت چاہتی ہوں اور وہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ سب ختم ہو گیا۔" انہوں نے اپنے کہے ہوئے لفظوں کو دوہرایا "اور ختم ہو جانا ہی چاہئے۔"

"لیکن کیسے؟" انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا اور آئینے کے سامنے آرام کر رہی بیٹھ گئیں۔  
 ان کے ذہن میں اس بارے میں خیالات آتے رہے کہ اب وہ کہاں جائیں گی۔۔۔ بچی کے پاس جنہوں نے انہیں پالا ہوا تھا، ڈالی کے پاس یا بس ایکلی پر دیں، اس بارے میں کہ "وہ" اکیلے اپنے کمرے میں کیا کر رہے ہیں، کیا یہ جھگڑا اختتامی ہے یا ابھی پھر میل کر لیتا ممکن ہے؟ اور اس بارے میں کہ اب ان کے پیئرس برگ کے سابق جان بچانے والے لوگ کیا کہیں گے، اس کو اگلسنڈ روڈ پر کیسے دیکھیں گے، اور بہت سے دوسرے خیالات اس بارے میں کہ اب اس قطع تعلق کے بعد کیا ہوگا، لیکن وہ دل سے ان پر غور نہیں کر رہی تھیں۔ ان کے دل میں ایک کوئی تبسم سا خیال تھا۔ انہیں صرف اسی خیال سے دلچسپی تھی لیکن وہ اس کو سمجھ اور جان نہ سکیں۔ ایک بار اور انہیں اگلسنڈ روڈ پر خیال آیا تو انہوں نے زچگی کے وقت کی اپنی تیاری کو

اور اس احساس کو بھی یاد کیا جو تب انہیں کبھی نہ چھوڑا تھا۔ "میں مریوں نہ مٹی؟" انہیں اس وقت کے الفاظ اور اس وقت کے اپنے احساسات یاد آئے۔ اور اچانک وہ سمجھ گئیں کہ ان کے دل میں کیا تھا۔ ہاں یہ وہی خیال تھا اور صرف اسی سے ساری چیزوں کا فیصلہ ہو سکتا تھا۔ "ہاں! مر جانا..."

"اگلسنڈ روڈ پر کی اور سریو ڈاکی شرم اور رسوائی بھی اور میری بھینک شرم بھی۔ سب موت سے ختم ہو جائے گی۔" مر جانا کی۔ اور وہ پچھتاہیں گے، 'محسوس کریں گے'، 'ت کریں گے'، 'تکلیف اٹھائیں گے'، 'میری خاطر'۔ "وہ کبھی پریشانی نہیں رہیں، اپنے آپ ترس اور اپنے آپ سے بھر دی کی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر جمی رہی۔ انہوں نے بائیں ہاتھ کی انگوٹھیاں بار بار اتارتے اور پٹتے ہوئے بڑے جوش کے ساتھ مختلف پیلوؤں سے یہ تصور کیا کہ ان کی موت کے بعد ورو دھکی کیسا محسوس کرے گا۔

قربیب آتے ہوئے قدموں نے "اس کے قدموں نے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ انہوں نے ایسا ظاہر کیا جیسے وہ اپنی انگوٹھیاں رکھ رہی ہیں اور اس کی طرف بھی توجہ نہیں ہونگی۔

وہ ان کے پاس آیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس نے آہستہ سے کہا:

"آنا! اگر تم چاہتی ہو تو پر سون سی چلیں گے۔ میں ہر چیز کے لئے تیار ہوں۔"

وہ چپ رہیں۔

"کیا ہے؟ اس نے پوچھا۔

"تم خود جانتے ہو" انہوں نے کہا اور اسی لمحے وہ ضبط نہ کر سکیں اور سسکیاں لینے لگیں۔

"چھوڑ دو مجھے! چھوڑ دو!" انہوں نے سسکیوں کے بیچ میں کہا۔ "میں کل پہلی جاؤں گی..." میں اس سے بھی زیادہ کہوں گی۔ میں ہوں کون؟ بد چلن عورت۔ تمہاری گردن میں پروا ہوا چہر۔ میں تمہیں نگہ کرنا نہیں چاہتی، نہیں چاہتی! میں تمہیں آزاد کر دوں گی۔ تم محبت نہیں کرتے، کسی اور سے محبت کرتے ہو!"

ورو دھکی نے ان سے منت کی کہ پریشان نہ ہوں، اپنے آپ کو سنبھالیں، اور انہیں یقین دلایا کہ ان کی جہن کی ذرا سی بھی بنیاد نہیں ہے مگر اس نے ان سے محبت کرنا بھی ترک نہیں کیا اور نہیں کرے گا کہ وہ ان سے پہلے سے بھی زیادہ محبت کرنا ہے۔

"آنا کیوں اس طرح اذیت دیتی ہو خود کو اور مجھے بھی؟" اس نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔  
 اب اس کے چہرے سے لطف و محبت کا اظہار ہو رہا تھا اور انہیں لگا کہ انہوں نے اس کی آوازیں آنسوؤں کی بھراہٹ کانوں سے سنی اور اپنے ہاتھوں پر ان کی نمی محسوس کی۔ اور آنا کی انتہائی جہن کا لہر انتہائی پر جوش لطف اور محبت کے لمحے میں تبدیل ہو گیا۔ انہوں نے اسے پلٹا لیا اور سر ہر گردن اور ہاتھوں کو اپنے بوسوں سے ڈھک دیا۔

یہ محسوس کر کے کہ پوری طرح میل ہو گیا ہے، آنا صبح ہی سے بڑے جوش کے ساتھ دیہات جانے کی تیاریوں میں لگ گئیں۔ حالانکہ یہ بھی طے نہیں ہوا تھا کہ وہ لوگ جہن کو جائیں گے یا منگل کو، اس لئے کہ کل دونوں نے ایک دوسرے کی بات مان لی تھی، آنا جانے کی تیاریوں میں پوری سرگرمی سے مصروف تھیں اور خود کو اب اس بات کی طرف سے بالکل بے نیاز محسوس کر رہی تھیں کہ وہ لوگ ایک دن پہلے جائیں گے یا بعد کہ وہ۔



اپنے کمرے میں ایک کھلے صندوق کے پاس کھڑی چیزیں چھانٹ رہی تھیں کہ درودھکی کپڑے پہن کر معمول سے پہلے ان کے کمرے میں آیا۔

”میں ابھی ماماں کے پاس جاتا ہوں، وہ رقم مجھے بعد کو گیوروف کے ذریعے بھجوا سکتی ہیں، اور کل میں چلنے کے لئے تیار ہوں“ اس نے کہا۔

آنانکی مزاحیہ کیفیت چاہے کتنی ہی اچھی کیوں نہ رہی ہو، ماماں کے پاس مضامنی ہنگامے جانے کے ذکر سے ان کے دل پر چوٹ لگی۔

”نہیں، میں خود ہی تیاری پوری نہ کر پاؤں گی“ انہوں نے کہا اور فوراً ہی سوچا ”مطلب یہ کہ ایسا بندوبست کرنا ممکن تھا کہ وہی کیا جائے جو میں چاہتی تھی۔“ ”نہیں تم جیسے چاہتے تھے ویسے ہی کرو۔ تم کھانے کے کمرے میں چلو، میں بس ابھی آتی ہوں“ صرف غیر ضروری چیزیں الگ کر دوں ”انہوں نے کوئی چیز آٹھوٹکا کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے کہا جو کپڑوں اتارنے کے پاؤں سے پہلے ہی ملے ہوئے تھے۔

جب وہ کھانے کے کمرے میں آئیں تو درودھکی اپنے سینٹ اسٹیکس کھا رہا تھا۔

”تمہیں یقین نہ آئے گا کہ میں ان کمرے سے کس قدر عاجز آئی ہوں“ انہوں نے اس کے پاس اپنی کافی پینے کے لئے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”ان شاہر گارٹن (45) سے زیادہ بھیاں تک تو کچھ ہے ہی نہیں۔ ان میں کوئی اپنا انداز ہی نہیں ہے، جیسے جان ہی نہیں ہے۔ یہ گھڑی پر دسے سب سے بڑھ کر دیواری کاغذ۔ ایک مصیبت ہے۔ ورنہ ڈیڑھ نکلے کے بارے میں تو میں ایسے سوچتی ہوں جیسے ارض موعود ہی ہے۔ تم ابھی گھوڑوں کو نہیں بھیج رہے ہو؟“

”نہیں، وہ ہمارے بعد جائیں گے۔ اور تم آج کہیں جاؤ گی؟“

”میں مسزولن کے پاس جانا چاہتی تھی۔ مجھے ان کے لئے کپڑے لے جانے ہیں۔ تو پھر ملے ہے کہ کل؟“

انہوں نے برصرت آواز میں کہا لیکن اچانک ان کی صورت بدل گئی۔

درودھکی کے خاص خد شکار نے آکر پیئرس برگ سے آنے والے تاری رسد باغی۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی کہ درودھکی کے پاس تاری آیا لیکن اس نے جیسے ان سے کوئی بات چھپائی جا۔ ”مو اس طرح کہا کہ رسد پڑنے لگنے کے کمرے میں ہے“ اور جلدی سے ان سے مخاطب ہو گیا۔

”ہاں کل تک ضرور سب ختم کر لوں گا۔“

”تاری کس کے پاس سے آیا ہے؟“ انہوں نے اس کی بات سنے بغیر پوچھا۔

”اسٹیو انے بھیجا ہے“ اس نے بیدلی سے کہا۔

”تو تم نے مجھے دکھایا کیوں نہیں؟ اسٹیو اور میرے درمیان کون سی چیز ازہو سکتی ہے؟“

درودھکی نے خاص خد شکار کو واپس بلایا اور اس سے تاری لانے کو کہا۔

”میں اس لئے دکھانا نہیں چاہتا تھا کہ اسٹیو کو تاری بھیجنے کا شوق ہے۔ جب کوئی چیز ملے نہیں ہوتی تو تاریا

دیتا؟“

”طلاق کے بارے میں؟“

”ہاں، لیکن وہ لکھتے ہیں کہ ابھی تک کچھ نہیں حاصل کر سکا۔ چند دنوں میں قطعی جواب کا وعدہ کیا ہے۔ تو

یہ لو اور پڑھو۔“

کا پتہ ہوئے ہاتھوں سے آٹانے کے لئے لیا اور وہی پڑھا تو درودھکی نے بتایا تھا۔ آخر میں انکا اضافہ اور تھا ”امید کم ہے لیکن میں ممکن و ناممکن سب کچھ کروں گا۔“

”کل میں نے کہا تھا کہ میرے لئے بالکل کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مجھے طلاق کب ملے گی، بلکہ ملے گی بھی یا نہیں“ انہوں نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ ”مجھ سے چھپانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔“ اور انہوں نے سوچا کہ اسی طرح وہ مجھ سے خط و کتابت بھی چھپا سکتے ہیں اور چھپاتے ہیں جو ان کے اور عورتوں کے درمیان ہوتی ہے۔“

”اور یا شونین آج صبح کو دانتوں کے ساتھ آنا چاہتا تھا“ درودھکی نے کہا ”لگتا ہے کہ مصنف سے اس نے سب جیت لیا ہے، بلکہ اس سے زیادہ بتاؤ وہ ادا کر سکتا ہے۔ تقریباً ساٹھ ہزار۔“

”نہیں“ انہوں نے کہا۔ وہ اس بات پر جھنجھلا گئی تھیں کہ اس نے بات کا موضوع جوں بول کر اسے صریح طور پر انہیں دکھایا تھا کہ وہ جھنجھلائی ہوئی ہیں۔ ”تم کیوں یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس خبر سے اتنی دلچسپی ہوگی کہ اسے چھپانا بھی چاہئے؟ میں نے کہا تھا کہ میں اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی اور میں چاہتی ہوں کہ تم بھی اس سے اتنی ہی کم دلچسپی لیتے جتنی میں لیتی ہوں۔“

”مجھے اس لئے دلچسپی ہے کہ میں صاف اور قطعی بات پسند کرتا ہوں۔“

”صاف اور قطعی بات ظاہری چیزوں میں نہیں بلکہ محبت میں“ انہوں نے کہا اور ان کی جھنجھلاہٹ برابر بڑھتی جا رہی تھی، لفظوں پر نہیں بلکہ سکون کے اس ٹھنڈے لمبے پر جس سے وہ بات کر رہا تھا۔ ”کس لئے تم یہ چاہتے ہو؟“

”اف میرے خدا، پھر محبت کا قصہ چھڑکیا“ اس نے تج ریاں چڑھاتے ہوئے سوچا۔

”آخر تم تو جانتی ہو کس لئے۔ تمہارے لئے اور بچوں کے لئے جو ہوں گے۔“

”بچے نہیں ہوں گے۔“

”یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے“ اس نے کہا۔

”تمہیں بچوں کے لئے اس کی ضرورت ہے اور میرے بارے میں تم نہیں سوچتے؟“ انہوں نے کہا اور

یہ بالکل بھول گئیں اور سنا بھی نہیں تھا کہ اس نے کہا تھا ”تمہارے لئے اور بچوں کے لئے۔“

بچے ہونے کے امکان کا سوال بہت دنوں سے ان کے لئے جھگڑے کا باعث اور انہیں جھنجھلا دینے والا بنا ہوا تھا۔ اس کی اس خواہش کو کہ بچے ہوں انہوں نے اس طرح سمجھا کہ اسے ان کی خوبصورتی کی قدر نہیں ہے۔

”اف“ میں نے کہا کہ تمہارے لئے۔ سب سے زیادہ تمہارے لئے“ اس نے ہر ایسا اور اس طرح بھولیں سکھڑیں جیسے درد ہو رہا ہو“ اس نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تمہارے چہرے پر چن کا بڑا اچھا صورت حال کے غیر متعین ہونے کا نتیجہ ہے۔“

”یہ ہونا“ اب انہوں نے بناوٹ اور دکھاوا بند کر دیا اور مجھ سے ان کی ساری سرورظرت دکھائی دے رہی ہے“ انہوں نے اس کے الفاظ سنے بغیر سوچا اور اس سرور اور بے رحم مصنف کو خوف کے ساتھ دیکھا جو اس کی آنکھوں سے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے انہیں تاک رہا تھا۔

”سبب یہ نہیں ہے“ انہوں نے کہا“ اور میری جگہ میں بھی نہیں آتا کہ جسے تم میری جھنجھلاہٹ کہتے ہو



"دیئے سب ٹھیک ہی ہے۔ لگتا ہے کہ سب تو مجھے نہیں ملے گا اور مجھے بدھ کو جانا ہے۔ اور آپ لوگ کب جا رہے ہیں؟" یا شون نے پوچھا اور بھوس کیٹر کو روشنی کو دیکھا۔ بظاہر اس نے قیاس کر لیا تھا کہ اس نے آنے سے پہلے بھڑا ہو رہا تھا۔

"شاید برسوں" درویشی نے کہا۔

"مگر آپ لوگ تو کافی دنوں سے تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"لیکن اب قطعی طور پر ملے ہو گا" آنا نے درویشی سے آنکھ ملاتے ہوئے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جو کہہ رہی تھیں کہ اب صلح و صفائی کے امکان کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ "کیا آپ کو اس بد نصیب جسنوف پر حس نہیں آتا؟" انہوں نے یا شون سے اپنی بات چیت جاری رکھی۔

"آنا کا دینا؟" میں نے بھی اپنے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ جس آنا ہے یا نہیں آتا۔ بالکل ایسا ہی جیسے لڑائی میں کوئی نہیں پوچھتا کہ جس آنا ہے یا نہیں۔ آخر میری تو ساری جائیداد اسے ہے۔ اس نے پلو والی جیب کی طرف اشارہ کیا "اور اس وقت میں دولت مند آدمی ہوں" اور آج کلب جاؤں گا تو ہو سکتا ہے وہاں سے محتاج بن کر نکلوں۔ آخر جو میرے ساتھ بیٹھتا ہے۔۔۔ وہ بھی تو چاہتا ہے کہ میرے تن پر قمیص تنگ نہ رہے" اور یہی میں اس کے لئے چاہتا ہوں۔ تو ہم لڑتے ہیں اور اسی سے خوشی اور طمانیت ملتی ہے۔"

"اور اگر آپ شادی شدہ ہوتے" آنا نے کہا "تو آپ کی بیوی کی کیا حالت ہوتی؟"

یا شون نے تھقہ لگایا۔

"اسی لئے تو ظاہر ہے کہ شادی نہیں کی اور نہ کبھی کرنی چاہی۔"

"اور ویلنگ فورس؟" درویشی نے بات چیت میں حصہ لینے ہوئے مسکراتی ہوئی آنا کی طرف دیکھا۔ اس سے آنکھیں چار ہوئیں تو آنا کے چہرے پر اچانک سرد اور تندہ تاثر طاری ہو گیا جیسے وہ اس سے کہہ رہی ہوں "بھولی نہیں۔ سب کچھ دیکھ ہی ہے۔"

انہوں نے یا شون سے کہا "کیا آپ نے محبت کی تھی؟"

"اف میرے خدا! کتنی بار! لیکن آپ سمجھتی ہیں نہ کہ کسی کے لئے یہ ممکن ہے کہ تاش کھیلنے بیٹھے اور جب اس دسے دو (46) کا وقت آئے تو ہمیشہ اٹھ جائے۔ لیکن میرے لئے یہ ممکن ہے کہ میں محبت تو کروں لیکن اس طرح کہ شام کو تاش کے لئے دیر نہ ہو۔ میں ایسا ہی انتظام کرتا ہوں۔"

"میں میں ایسی محبت کے بارے میں نہیں پوچھ رہی ہوں بلکہ سچی دالی" وہ کہنا چاہتی تھیں "ویلنگ فورس والی" لیکن درویشی کا کہا ہوا لفظ نہیں کہنا چاہتی تھیں۔

واٹوف آگیا جو آندھ گھوڑا خریدنا چاہتا تھا۔ آنا اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں۔

گھر سے جانے سے پہلے درویشی ان کے پاس آیا۔ انہوں نے ایسا غماہ کرنا چاہا جیسے کچھ تلاش کر رہی ہیں لیکن بھرد کھادے سے شرمندہ ہو کر انہوں نے سرد نظروں سے اس کی صورت کو دیکھا۔

"کیا چاہئے آپ کو؟" انہوں نے اس سے فراموشی میں پوچھا۔

"مما میستا کے شجرے کی سند میں نے اسے بیچ دیا" اس نے ایسے لمبے میں کہا جس سے صاف ان لفظوں کا اظہار ہو رہا تھا کہ "مجھے صفائی دینے کی سہلت نہیں ہے اور اس کا کوئی نتیجہ بھی نہ اٹھے گا۔"

"میں ان کے سامنے کسی چیز کے لئے بھی قصور وار نہیں ہوں" اس نے سوچا۔ "اور اگر وہ خود کو سزا دینا

اس کا سبب یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ میں خود کو بالکل تھمارے بس میں باقی ہوں۔ اس میں کون سی صورت حال کی بے چینی ہے؟ تو اس کے برعکس۔"

"مجھے برا انوس ہے کہ تم کبھتا ہی نہیں چاہتیں" اس نے ان کی بات کاٹ دی اور زور دے کر اپنے خیال کا اظہار کرنا چاہا "بے چینی تو اس میں ہے کہ میں یہ لگتا ہے کہ میں آزاد ہوں۔"

"اس سلسلے میں تم بالکل سکون سے رہ سکتے ہو" انہوں نے کہا اور دوسری طرف منہ کر کے کافی پینا شروع کر دیا۔

انہوں نے مچھلیا الگ رکھتے ہوئے اپنی پیالی اٹھائی اور اسے منہ تک لے گئیں۔ چند گھونٹ پینے کے بعد انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کے تاثر سے صاف سمجھ گئیں کہ اسے ہاتھ اور حرکات اور وہ آواز اچھی نہیں لگ رہی تھی جو ان کے ہونٹوں سے نکل رہی تھی۔

"میرے لئے بالکل اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہاری ماں کیا سوچتی ہیں اور کیسے وہ تمہاری شادی کرنا چاہتی ہیں" انہوں نے گانچتے ہوئے ہاتھوں سے پیالی رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر اب ہم اس کی بات تو نہیں کر رہے ہیں۔"

"میں" اسی کے بارے میں۔ اور تم یقین کرو کہ مجھے ایسی عورت سے جس کے دل ہے ہی نہیں وہ بوڑھی ہو یا نہ بوڑھی ہو "تمہاری ماں ہو یا غیر ہو گوئی دلچسپی نہیں اور میں اسے جانا تک نہیں چاہتی۔"

"آنا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میری ماں کے بارے میں بے احتیاجی سے بات نہ کرو۔"

"جس عورت نے اپنے دل سے یہ قیاس نہ کیا کہ اس کے بیٹے کی خوشی اور عزت کس چیز میں ہے اس عورت کے دل نہیں ہے۔"

"میں پھر سے درخواست کرتا ہوں کہ میری ماں کے بارے میں بے احتیاجی سے بات نہ کی جائے جن کا میں احترام کرتا ہوں" اس نے اپنی آواز اونچی کر کے اور انہیں تنہی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یک تک اس کو اس کے چہرے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے انہیں کل کے میل ہونے کے منظر اور اس کی پرورش شفقت و محبت کی ساری تفصیلات یاد آئیں۔ "یہ بالکل ایسا ہی پیار و محبت انہوں نے دوسری عورتوں سے بھی سنا یا ہے اور بتائیں گے! انہوں نے سوچا۔

"تم ماں سے محبت نہیں کرتے۔ یہ سب باتیں ہیں 'ہاتھ' 'بھٹ' 'ہاتھ' انہوں نے اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر چاہئے۔"

"فیصلہ ہو جانا چاہئے" اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے "انہوں نے کہا اور چاہا کہ وہاں سے چلی جائیں لیکن اسی وقت یا شون کمرے میں داخل ہوا۔ آنا نے اس کی تسلیم کا جواب دیا "خیریت پوچھی اور وہیں ٹھہری رہیں۔"

جب ان کے دل میں ایک طوفان برپا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھیں کہ زندگی کے ایسے موڑ پر ہیں جو خطرناک نتائج کا حامل ہو سکتا ہے تو اس وقت ان کے لئے کیوں "آخر کیوں ایک غیر محض کے سامنے ٹھنک کرنا ضروری تھا جو جلد یا بدیر سب کچھ جان ہی جائے گا۔ یہ انہیں نہیں معلوم تھا لیکن فوراً ہی اپنے اندرونی طوفان سے مصالحت کر کے وہ بیٹھ گئیں اور سہمان سے باتیں کرنے لگیں۔

"تو آپ کے حال چال کیسے ہیں؟ قرض وصول ہو گئے؟" انہوں نے یا شون سے پوچھا۔



چاہتی ہیں تو تان پی پو خیل۔" (47) لیکن کمرے سے جاتے ہوئے اسے لگا کہ انہوں نے کچھ کہا اور ان کی تکلیف اور دکھ سے اس کا دل مل کر رہ گیا۔

"کیا ہے آنا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ تو نہیں" انہوں نے اسی سرد مری اور سکون کے ساتھ جواب دیا۔

"اگر کچھ نہیں تو تان پی" اس نے سوچا اور پھر سے سرد مہر کو مڑا اور چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے آئینے میں ان کا چہرہ دیکھا جو ستا ہوا تھا اور ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ وہ چاہتا تو تھا کہ رک جائے اور ان سے کچھ تسکین دینے والے الفاظ کہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ سوچ سکے کہ کیا کہنا چاہئے اس کے پاؤں اسے کمرے سے باہر لے گئے۔ یہ سارا دن اس نے گھر سے باہر گزرا اور جب دیر سے واپس آیا تو خادمہ نے اسے بتایا کہ آنا اور کاڈوٹا کے سر میں درد ہے اور انہوں نے گزارش کی ہے کہ ان کے پاس نہ آئیں۔

## 26

ابھی تک پورا دن بھی جھگڑے میں نہ گزرا تھا۔ آج یہ پہلی ڈر ہوا۔ اور یہ جھگڑا نہیں تھا، یہ ایک دوسرے کی طرف سے بالکل سرد ہو جانے کا صریح اعتراف تھا۔ کیا واقعی اس وقت جب وہ کمرے میں گھوڑے کے شجرے کی سب سے زیادہ داخل ہوئے تھے تو انہیں اس طرح ان کو دیکھنا چاہئے تھا؟ ان کی طرف نظر کرنا دیکھنا کہ ناامیدی سے ان کا دل پٹنا جا رہا ہے پھر بھی چپ چاپ اس بے نیازی اور سکون کے ساتھ چلے جانا؟ یہ نہیں کہ وہ اب ان سے محبت نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں اس لئے کہ کسی اور عورت سے محبت کرتے ہیں۔ یہ تو بالکل واضح تھا۔

اور دوسری نے بے رحمی کے جتنے بھی الفاظ کہے تھے ان سب کو یاد کر کے آنا نے ان لفظوں کا تصور بھی کیا جو بظاہر وہ اس سے کہنا چاہتا تھا اور کہہ سکتا تھا اور ان کی جھنجھلاہٹ برابر بڑھتی ہی گئی۔

"میں آپ کو روک نہیں رہا ہوں" وہ کہہ سکتا تھا "آپ جاسکتی ہیں جہاں چاہیں۔ آپ اپنے شوہر سے طلاق نہیں لینا چاہتی تھیں غالباً اسی لئے کہ ان کے پاس جاسکیں۔ چلی جائیے واپس۔ اگر آپ کو رقم چاہئے تو میں آپ کو دے دوں گا۔ کتنے روپے چاہیں آپ کو؟"

وہ سارے انتہائی بے رحم الفاظ جو کوئی بد تہذیب آدمی کہہ سکتا تھا وہ ان کے تصور میں اس نے ان سے کہے اور انہوں نے اس کے لئے انہیں معاف نہیں کیا جیسے اس نے درحقیقت کہے ہوں۔

"اور کیا بچ انہوں نے کل ہی" ایک راست اور دبا ہوا آدمی نے محبت کی قسم نہیں کھائی تھی؟ کیا بچ بچ میں متحد داریکا ری انتہائی ناامید نہیں ہو گئی؟ "اس کے بعد ہی انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔

یہ پورا دن "سوائے مسزولسن کے ہاں جانے کے" جس میں انہیں دو گھنٹے لگے "آنا نے اسی بارے میں شک کرنے میں گزرا کہ سب کچھ ختم ہو گیا یا میل ہو جانے کی امید ہے اور کیا انہیں ابھی چلا جانا چاہئے یا ایک بار اور دوسری سے ملنا چاہئے۔ انہوں نے دن بھر اس کا انتظار کیا اور شام کو اپنے کمرے میں جاتے ہوئے انہوں نے حکم دیا کہ اس سے کہہ دیا جائے کہ ان کے سر میں درد ہے اور اپنے دل میں یہ خیال طے کی کہ "اگر وہ خادمہ کے کہنے کے باوجود آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے اب بھی محبت کرتا ہے۔ اگر نہیں آتا تو مطلب یہ کہ سب ختم ہو چکا" اور تب میں فیصلہ کروں گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!۔"

شام کو انہوں نے اس کی بجلی کے پیوں کے رکنے کی آواز "اس کی گھنٹی" اس کے قدموں کی آہٹ اور خادمہ سے اس کی بات چیت سنی۔ اس سے جو کچھ کہا اس کا اس نے یقین کر لیا "اس نے زیادہ کچھ معلوم کرنا نہیں چاہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مطلب یہ کہ سب ختم ہو گیا۔

اور موت "اس کے دل میں اپنی محبت کو دوبارہ پیدا کرنے" اسے سزا دینے اور اس لڑائی میں فتح حاصل کرنے کے واحد ذریعے کی حیثیت سے جو خود ان کے دل میں قوی تر ہوتی جاتے والی بدروح اس کے خلاف چلا رہی تھی "انہیں اپنے سامنے واضح طور پر جیتی جاگتی نظر آنے لگی۔

اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑا کہ وہ زبردستی نکسکے جائیں کہ نہ جائیں، شوہر سے طلاق ملے کہ نہ ملے۔ کسی چیز کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت صرف ایک چیز کی تھی۔ اسے سزا دینے کی۔

جب انہوں نے اپنے لئے عادت کے مطابق الفون انڈی اور یہ سوچا کہ مرنے کے لئے صرف اتنا کرنا ہے کہ پوری شیشی پی لیں تو یہ انہیں اتنا سادہ اور آسان لگا کہ وہ پھر انتہائی خوشی کے ساتھ سوچنے لگیں کہ وہ کبھی اذیت میں مبتلا ہوں گے "پچھتاہیں گے اور ان کی یاد سے محبت کریں گے لیکن تب تک وہ بے ہوش ہو چکی ہوگی۔ وہ بستر پر آنکھیں کھولے لپٹی تھیں اور ایک ایسی تقریباً بے پناہ خوشی کی روشنی میں پھٹ کے بیٹھے نقش والی کارٹس کو اور اس کے ایک حصے پر اسکرین کے سامنے کو تک رہی تھیں اور پوری طرح سے تصور کر رہی تھیں کہ جب وہ نہ رہ جائیں گی اور ان کے لئے صرف ایک یاد رہ جائیں گی تو وہ کیا محسوس کریں گے۔ وہ کہیں گے "کیسے میں ان سے اتنے بے رحمانہ الفاظ کہہ سکا؟ کیسے میں کمرے سے نکل کر جاسکا اور ان سے کچھ بھی نہ کہا؟ لیکن اب تو وہ نہیں رہیں۔ وہ ہمارے درمیان سے بیٹھ کے لئے چلی گئیں۔ وہ ہاں ہیں۔۔۔" اچانک اسکرین کا سیاہ پلا "پوری کارٹس پر پوری پھٹ کر چمک اٹھا۔ اس سے ملنے کے لئے دوسرے سامنے دوسری ستوں سے بچت پڑے۔ ایک لمحے کے لئے سامنے ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور پھر جلدی سے انہوں نے حرکت کی "پلے مل گئے اور بالکل اندھیرا ہو گیا۔ "موت!" انہوں نے سوچا۔ اور ان کے اندر ایسا خوف پیدا ہوا کہ وہ ہر تک سمجھ نہ سکیں کہ وہ کہاں ہیں "اور دیر تک وہ اپنے کانپتے ہاتھوں سے دیاسلائی تلاش کر کے اس کی جگہ دوسری جمع نہ جلا سکیں جو بل پھٹی تھی اور بجھ گئی تھی۔ "نہیں کچھ بھی۔۔۔ پھر بھی زندہ رہنا! آخر میں ان سے محبت کرتی ہوں۔ آخر وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں! یہ تو ہو چکا اور گزر جائے گا" انہوں نے کہا اور محسوس کیا کہ زندگی میں واپس آنے کی خوشی کے آسوان کے گالوں پر برس آئے۔ اور اپنے خوف سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے وہ جلدی سے اس کے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ اس کے پاس گئیں اور اوپر سے اس کے چہرے پر شمع کی روشنی ڈال کر دیر تک اسے دیکھتی رہیں۔ اب جب وہ سو رہا تھا تو وہ اس سے اتنی محبت کر رہی تھیں کہ اسے دلچسپ ان سے محبت و شفقت کے آنسو ضبط نہ کئے گئے لیکن وہ جانتی تھیں کہ اگر اس کی آنکھ کھل گئی تو وہ انہیں اپنے راست و صاف ہونے کا علم رکھنے والی سرد نظروں سے دیکھے گا اور اس سے اپنی محبت کی بات کرنے سے پہلے ان کے لئے اسے تصور وار ثابت کرنا ضروری ہو گا۔ وہ اسے جگائے بغیر اپنے کمرے میں واپس آنکھیں اور الفون کی دوسری متادینے کے بعد صبح تک وہ بھول نیند میں پڑی رہیں جو گہری تھی اور سارے وقت انہیں اپنا ہوش رہا۔ صبح کے قریب انہوں نے پھر وہی ذرا ناہیا تک خواب دیکھا جو دوسری نے تعلق ہونے سے پہلے وہ کئی بار دیکھ چکی تھیں "اور وہ جاگ پڑیں۔ بوڑھا کسان جس کی داڑھی ابھی بھی کھمبی تھی "لوہے کے ٹکڑے پر جھکا ہوا



کچھ کر رہا تھا اور بے معنی فرائضی الفاظ بڑبڑا رہا تھا اور وہ جیسے کہ اس ڈراؤنے خواب میں بیٹھ ہوا تھا (اور اسی میں اس کا سارا ڈراؤنا پن تھا) محسوس کر رہی تھیں کہ یہ کسان ان کی طرف توجہ نہیں کر رہا ہے بھر بھی اس لوہے سے ان کے اوپر کچھ بھینک چڑھ کر رہا تھا۔ زور ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ جب وہ انہیں تو انہیں کل کا دن اس طرح یاد آیا جیسے کمرے میں سے دیکھ رہی ہوں۔

”جھگڑا ہوا تھا۔ وہ ہوا جو جانے کتنی بار ہو چکا تھا۔ میں نے گوا دیا کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے اور وہ نہیں آئے۔ کل ہم جا رہے ہیں ان سے ملنا اور جانے کی تیاری کرنا چاہئے“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ درویشی اپنے کمرے میں ہے وہ اس کے پاس چلی گئیں۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے انہوں نے سنا کہ صدر دروازے کے پاس بجلی آکر رکی اور کھڑکی سے جھانک کر انہوں نے گاڑی دیکھی جس میں سے ایک نوجوان لڑکی نے باہر سر نکال کر جس پر وہ کاسنی ٹوپی پہنے ہوئے تھی، خد شکار کو کچھ حکم دیا جو کھنٹی بجارہا تھا۔ پیش والان میں کچھ بات چیت کے بعد کوئی اوپر آیا اور ڈرائنگ روم کے پاس ہی درویشی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ تیز تیز قدموں سے میڑھیاں اتر گیا۔ پھر کھڑکی کے پاس آگئیں۔ اتنے میں درویشی ہیٹ پہنے بغیری برساتی میں نکل آیا تھا، وہ بجلی کے پاس گیا۔ کاسنی ہیٹ والی نوجوان لڑکی نے اسے ایک پیکٹ دیا۔ درویشی نے اس سے مسکرا کر کچھ کہا۔ بجلی چلی گئی اور درویشی تیزی سے دوڑا ہوا میڑھیاں سے اوپر آگیا۔

ان کے دل پر جو کمر اچھایا ہوا تھا وہ اچانک چھٹ گیا۔ کل کے احساسات نے ان کے درد کرتے دل کو سننے درد سے جمید دیا۔ اب ان کی سمجھ میں ہی نہ آتا تھا کہ وہ خود کو اتنا پست کیسے کر سکیں کہ سارے دن اس کے ساتھ اسی کے گھر میں رہیں۔ وہ اس کے کمرے میں گئیں تاکہ اسے اپنے فیصلے سے مطلع کر دیں۔

”یہ سو روکیا اور ان کی بیٹی آئی تھیں اور ماں کے پاس سے میرے لئے رقم اور کاغذات لائی تھیں۔ کل میں نہیں حاصل کر سکا تھا۔ تمہارا سر کیسا ہے بہتر؟“ اس نے سکون کے ساتھ کہا۔ وہ ان کے چہرے کے اداس اور فحشے اثر کو دیکھتا اور سمجھتا نہ چاہتا تھا۔

وہ چپ چاپ بیٹھ کمرے میں کھڑی اسے ایک تک بگتی رہیں۔ اس نے ان کی طرف دیکھا، ایک لمحے کے لئے بھوس سیکھڑیں اور خط پڑھتا جاری رکھا۔ وہ مڑیں اور دھیرے دھیرے کمرے سے باہر چلی گئیں۔ وہ اب بھی انہیں واپس بلا سکتا تھا لیکن آئندہ دروازے تک پہنچ گئیں اور وہ چپ ہی رہا اور صرف کاغذوں کے ورق اٹھنے کی سرسراہٹ سنائی دیتی رہی۔

”ارے ہاں“ اس نے اس وقت کہا جب وہ دروازے میں پہنچ چکی تھیں، نکل ہم قطعی طور پر جا رہے ہیں؟“

”آپ، لیکن میں نہیں“ انہوں نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔

”آپ اس طرح بیٹا تو ناممکن ہے۔“

”آپ، لیکن میں نہیں“ انہوں نے دوہرایا۔

”یہ ناقابل برداشت ہو تا جا رہا ہے!“

”آپ... آپ اس پر چبھتا نہیں گے“ انہوں نے کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

انتہائی ناامیدی کے جس انداز سے یہ الفاظ کہے گئے تھے اس سے ڈر کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دو ڈکران کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن دوبارہ سوچ کر وہ پھر بیٹھ گیا اور انہوں کو سختی سے پہنچ کر اس نے بھوس سیکھڑیں۔ اس

کسی چیز کی، جیسا کہ اسے لگا، ناشائستہ دھمکی سے اسے جھپٹا ہٹ ہوئی۔ ”میں تو ساری کو شش کر چکا“ اس نے سوچا ”اب ایک ہی چارہ رہ گیا۔ کوئی توجہ ہی نہ کرنے کا اس طرف“ اور وہ شرمیں کہیں جانے کی اور پھر ماں کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگا جن سے بھارت نامہ پر دستخط کروانے تھے۔

انہوں نے پڑھنے لکھنے کے کمرے میں اور پھر کھانے کے کمرے میں اس کے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ ڈرائنگ روم میں رکا۔ لیکن وہ ان کی طرف آنے کے لئے مڑا نہیں، اس نے بس یہ حکم دیا کہ اس کی عدم موجودگی میں آئندہ کھوڑا واسٹوف کو دے دیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ سنا کہ کیسے گاڑی لائی گئی، کیسے چانک کھلا اور وہ پھر چلا گیا۔ لیکن وہ پھر واپس آیا اور کوئی دو ڈکر اوپر آیا۔ یہ خاص خد شکار تھا جو بھولے ہوئے دستاویزوں کو لانے کے لئے دوڑا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس آگئیں اور دیکھا کہ کیسے اس نے نظر اٹھائے بغیر دستانے لے لئے اور کوچوان کی چپٹے پر ہاتھ رکھ کر اس سے کچھ کہا۔ پھر کھڑکی کی طرف نظر اٹھائے بنا وہ گاڑی میں اپنے عادی انداز میں بیٹھ گیا پاؤں پر پاؤں رکھ کے اور دستانے پہنتے ہوئے کھڑکی آؤ میں چلا گیا۔

27

”چلے گئے! ختم ہو گیا!“ اتنا نے کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے اپنے آپ سے کہا اور اس سوال کے جواب میں شمع کے بجھ جانے کے بعد والی تاریکی اور ڈراؤنے خواب کے تاثرات نے دل کو ایک سرد خوف سے ان کے دل کو بھر دیا۔

”نہیں، یہ نہیں ہو سکتا!“ وہ جج اٹھیں اور کمرے کو پار کر کے انہوں نے زور سے کھنٹی بجائی۔ اب انہیں اکیلے رہتے ہوئے اتنا ڈر لگ رہا تھا کہ کسی خادم کے آنے کا انتظار کئے بغیر ہی وہ اس سے ملنے کے لئے بڑھیں۔

”چہ کر کہ کاؤنٹ کہاں گئے ہیں“ انہوں نے کہا۔ خادم نے جواب دیا کہ کاؤنٹ اسٹیل گئے ہیں۔

”انہوں نے آپ سے یہ بتانے کا حکم دیا ہے کہ آپ کہیں جانا چاہیں تو گاڑی ابھی واپس آجائے گی۔“

”اچھا۔ ٹھہرو۔ میں ابھی ایک رقعہ لکھتی ہوں۔ میٹاکیل کو یہ رقعہ دے کر اسٹیل بھیج دو۔ جلدی سے۔“

وہ بیٹھ گئیں اور انہوں نے لکھا:

”میں قصور وار ہوں۔ گھرواپس آجاؤ، بات کر کے ملے کر نا ضروری ہے۔ خدا کے لئے آجاؤ، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

انہوں نے مر لگائی اور خادم کو دے دیا۔

اب انہیں اکیلے رہتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا اور خادم کے جاتے ہی وہ کمرے سے نکل کر بیچ کے کمرے میں چلی گئیں۔

”یہ کیا ہے تو ٹھیک نہیں ہے، یہ وہ تو نہیں ہے!“ اس کی نیلی آنکھیں نیاری اور شرمیلی مسکراہٹ کہاں ہے؟“ یہ پہلا خیال تھا جو انہیں اس وقت آیا جب انہوں نے اپنی لال گالوں والی گدی لڑکی کو جس کے ہال کالے تھے، سروخاکی بھائے دیکھا تھے اسے گڈ نہ خیالات کی بنا پر انہیں بچے کے کمرے میں دیکھنے کی توقع تھی۔ لڑکی میز کے پاس بیٹھی اس پر بڑے زوروں میں بوتل کے ڈھکنے سے برابر کھٹ کھٹ کے جاری تھی اور اس نے بے معنی انداز میں ماں کو اپنی دو چھوٹی چھوٹی کالی آنکھوں سے دیکھا۔ اگھر یہ کھلائی کو جو اب دے کر کہہ دیا نکل



ٹھیک ہیں اور کل دیات جائیں گی، آنا لڑکی کے پاس بیٹھ گئیں اور ڈھکنے کو اس کے سامنے نہانے لگیں۔ لیکن لڑکی کے ہنسنے اور زور کی آواز اور اس کی بھروسہ کی حرکت سے انہیں درد و دل کی یاد آتی واضح طور پر آئی کہ اپنی سسکیوں کو ضبط کر کے وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں اور وہاں سے چلی گئیں۔ ”کیا واقعی سب ختم ہو گیا؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا“ انہوں نے سوچا۔ ”وہ واپس آجائیں گے۔ لیکن وہ مجھے اس مسکراہٹ کی اس لڑکی سے بات کر لینے کے بعد ایسی پھرتی اور تیزی کی صفائی کیسے دیں گے؟ صفائی نہ دیں گے تو بھی میں یقین کر لوں گی۔ اگر نہ یقین کروں تو پھر میرے لئے بس ایک ہی چیز رہ جاتی ہے۔“ اور وہ میں نہیں چاہتی۔“

انہوں نے کھڑی دیکھی۔ بارہ منٹ گزر چکے تھے۔ ”اب انہیں تو قہر مل چکا ہے اور وہ واپس آرہے ہیں۔ زیادہ دیر نہیں، بس دس منٹ اور۔۔۔ اور اگر وہ نہ آئے تو؟ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ مجھے روٹی ہوئی آنکھوں سمیت نہ دیکھیں۔ میں جا کر منہ دھو لیٹی ہوں۔ ہاں ہاں، میں نے ہال بنا تھے تھے کہ نہیں؟“ انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ اور وہ یاد نہیں کر سکیں۔ انہوں نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”ہاں ہال تو بنے ہوئے ہیں، لیکن کب ہرگز یاد نہیں۔“ انہوں نے تو اپنے ہاتھوں پر بھی اعتبار نہیں کیا، وہ یہ دیکھنے کے لئے قد آدم آئینے کے پاس گئیں کہ درحقیقت ان کے بال بنے ہوئے ہیں یا نہیں؟ ہال تو ان کے بنے ہوئے تھے لیکن وہ یاد نہ کر سکیں کہ انہوں نے کب یہ کیا تھا۔ ”یہ کون ہے؟“ انہوں نے آئینے میں تھمنا ہوا چہرہ دیکھ کر سوچا جس کی آنکھیں عجیب سی چمکتی ہوئی تھیں جو ذری ہوئی انہیں دیکھ رہی تھیں۔ ”ہاں یہ میں ہی ہوں“ اچانک وہ سمجھ گئیں اور اپنا پورا آپاڑا دیکھ کر انہوں نے اپنے تن پر اس کے بوسے محسوس کئے اور جھرجھری لے کر اپنے کندھے ہلائے۔ پھر اپنا ہاتھ اپنے ہونٹوں تک لے جا کر اسے چوم لیا۔

”یہ کیا ہے“ میں تو کبھی ہوئی جا رہی ہوں“ انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور سونے کے کمرے میں چلی گئیں جہاں آنسو کا کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔

”آنسو کا!“ انہوں نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر خادمہ کو دیکھتے ہوئے کہا لیکن وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اس سے کیا کہیں۔

”آپ داریا الکساندر روٹا کے ہاں جانا چاہتی تھیں“ جیسے خادمہ نے ان کے سوال کو سمجھ کر کہا۔

”داریا الکساندر روٹا کے ہاں؟ ہاں میں جاؤں گی۔“

”پندرہ منٹ جانے کے اور پندرہ منٹ واپس آنے کے۔ وہ راستے میں ہیں، وہ بس ابھی آتے ہیں“ انہوں نے کھڑی نکالی اور اسے دیکھا۔ ”لیکن وہ مجھے ایسی حالت میں چھوڑ کر جا کیسے سکتے تھے؟ وہ مجھ سے میل کئے بغیر جی کیسے سکتے ہیں؟“ وہ کھڑکی کے پاس گئیں اور سڑک کو دیکھنے لگیں۔ وقت کے اعتبار سے تو وہ اب تک واپس آ سکتے تھے۔ لیکن وقت کا حساب شاید غلط کیا ہو اور وہ پھر یاد کرنے لگیں کہ درد و دل کی کب کیا تھا اور منت مانتے گئیں۔

جس وقت وہ بڑی کھڑکی کے پاس گئیں کہ اپنی کھڑی ملا لیں اسی وقت کوئی آیا۔ کھڑکی سے جھانک کر انہوں نے درد و دل کی کبھی دیکھی۔ لیکن بیڑیوں پر کوئی نہیں آیا اور نیچے آوازیں سنائی دیں۔ یہ وہ آدمی تھا جو بھیجا گیا تھا۔ وہ کبھی میں واپس آیا تھا۔ وہ اس کے پاس گئیں۔

”کاؤنٹ سے نہیں مل پائے وہ بڑے بگور و دسکی ریلوے اسٹیشن چلے گئے تھے۔“

”کیا کہا تم نے؟ کیا؟“ انہوں نے اداں گالوں والے بیٹا کیل سے پوچھا جس نے انہیں ان کا رتہ واپس

کر دیا تھا۔

”ہاں تو یہ تو انہیں ملا ہی نہیں“ انہیں یاد آیا۔

”میری رتہ کے کہ تم دیات میں کاؤتس ورد نکایا کے ہاں چلے جاؤ“ جانتے ہوئے؟ اور فوراً جواب لے آؤ“ انہوں نے ہر کار سے سے کہا۔

”اور میں خود میں کیا کروں گی؟“ انہوں نے سوچا۔ ”ہاں میں ڈالی کے پاس چلی جاؤں گی، یہ ٹھیک ہے“ نہیں تو میں بالکل ہو جاؤں گی۔ ہاں اور میں تار بھی دے سکتی ہوں۔“ اور انہوں نے تار لکھا:

”مجھے باتیں کرنے کی سخت ضرورت ہے“ ابھی آجائے۔“

تار بھیجنے کے بعد وہ لباس تبدیل کرنے چلی گئیں۔ کپڑے اور بیٹ پمن کر انہوں نے پھر موٹی سی پر سکون آنسو کا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی ٹیک سرسئی آنکھوں میں صریحی درد و مندی نظر آرہی تھی۔

”آنسو کا!“ ابھی میں کیا کروں؟“ سسکیاں لیتے ہوئے آنا نے بے بسی سے آرام کر سی میں گرتے ہوئے کہا۔

”ایسی بھی کیا بے چینی ہے آنا کا دینا! آخر یہ تو وہ تار رہتا ہے۔ آپ باہر ہو آئیے، طبیعت بدل جائے گی“ خادمہ نے کہا۔

”ہاں میں جاتی ہوں“ آنا نے اپنے آپ کو سنبھالتے اور اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اور اگر میری عدم موجودگی میں تار آئے تو داریا الکساندر روٹا کے ہاں بھیجتا ہے۔۔۔ نہیں میں خود واپس آ جاؤں گی۔“

”ہاں سوچنا نہیں چاہئے، کچھ کرنا چاہئے، جانا چاہئے، خاص بات یہ ہے کہ اس گھر سے چلے جانا چاہئے“ انہوں نے خوفزدہ ہو کر اپنے دل میں ہونے والی بے انتہا تیز دھڑکن کو سن کر کہا اور جلدی سے نکل کر گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

”کہاں چلے گا حکم ہے؟“ بیو ترنے کو بچ کس پر بیٹھنے سے پہلے پوچھا۔

”زنا بیٹا سڑک پر“ ابلو شکی کے ہاں۔“

28

موسم بالکل صاف تھا۔ ساری صبح پھواری ہڈی رہی تھی اور اب تھوڑی سی دیر پہلے آسمان کھل گیا تھا۔ زمین کی چھتیں، فٹ پاتھ کے پتروں کے چوکے، چتر چھٹی سڑک، سواری کے پتے اور پڑے، پتیل اور جست سب مٹی کی روشن دھوپ میں دک رہے تھے۔ تین بجے تھے اور سڑک پر سب سے زیادہ جمل پل کا وقت تھا۔

آرام دہ بھی سڑہ جو ڈی کی تیز چال کے ساتھ اپنی پگڈار کمانوں پر جھولتی ہوئی چلی جا رہی تھی اور اس کے کونے میں بیٹھی ہوئی آنا پیوں کی گھڑ گھڑاٹ کے شکست پر اور صاف ہوا میں تیزی سے بدلتے ہوئے تاثرات کے دوران میں پھر سے پچھلے دنوں کے واقعات کو ایک ایک کر کے یاد کر رہی تھیں۔ انہیں اپنی صورت حال اس سے بالکل ہی مختلف نظر آتی تھی وہ کدھ میں دکھائی دیتی تھی۔ اب موت کا خیال بھی انہیں اتنا صاف اور بھیانک نہیں نظر آ رہا تھا اور خود موت ابھی ناگزیر نہیں لگ رہی تھی۔ اب انہوں نے خود کو اس پستی کے لئے ملامت کی جس میں جا پڑی تھیں۔ ”میں ان سے منت کرتی ہوں کہ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے ان سے ہار مان



انہیں افسوس ہے کہ ان سے شادی نہیں کی۔ اور میرے بارے میں وہ نفرت سے یاد کرتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ میرے ساتھ وابستہ ہو گئے۔"

آنا جب پچھنیں تو بہنوں کے درمیان بیچے کو دودھ پلانے کے بارے میں مشورہ ہو رہا تھا۔ مسانوں کا استقبال کرنے کے لئے جو اس وقت ان کی باتوں کے بیچ میں آگئی تھیں، ڈالی اکیلی تھیں۔

"ارے تم ابھی کہیں نہیں؟ میں خود تمہارے پاس آنا چاہتی تھی" انہوں نے کہا۔ "آج ہی مجھے استیوا کا خط ملا ہے۔"

"میں بھی تار ملا تھا" آنا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جواب دیا کہ کیٹی نظر آجائے۔

"انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ آخر انگلیسی الکساندر دو بیچ چاہتے کیا ہیں، لیکن یہ کہ وہ کوئی جواب حاصل کئے بغیر وہاں سے نہ آئیں گے۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ تمہارے پاس کوئی ہے۔ کیا میں خط پڑھ سکتی ہوں؟"

"ہاں، کیٹی ہیں" ڈالی نے گویا کہہ کر کہا۔ "وہ بچوں کے کمرے میں رک گئی ہیں۔ بہت بیمار تھیں۔"

"میں نے سنا تھا۔ کیا میں خط پڑھ سکتی ہوں؟"

"میں ابھی لاتی ہوں۔ لیکن وہ انکار نہیں کرتے۔ اس کے برعکس، استیوا کو امید ہے" ڈالی نے دروازے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی امید نہیں اور میں چاہتی بھی نہیں" آنا نے کہا۔

"یہ کیا ہے؟ کیٹی مجھ سے ملنے میں اپنی جگہ سمجھتی ہیں؟" آنا جب اکیلی رہ گئیں تو انہوں نے سوچا۔

"شاید وہ ٹھیک ہی سمجھتی ہیں۔ لیکن وہ تو خود رو دکھی سے محبت کرتی تھیں، ان کے لئے تو یہ زبانیں ہے کہ مجھے یہ دکھائیں چاہے وہ بی بی ہو۔ میں جانتی ہوں کہ میری صورت حال میں ایک بھی شائستہ و مذہب عورت مجھ سے نہیں مل سکتی۔ میں جانتی ہوں کہ اسی اولین لمحے سے میں نے ان کے لئے سب کچھ قربان کر دیا تھا اور یہ ہے اس کا صلہ! اف! میں کس قدر ان سے نفرت کرتی ہوں! اور میں یہاں آئی کس لئے ہوں؟ میرا بی اور بھی برا میرے لئے اور بھی تکلیف دہ ہو گیا۔" انہوں نے دوسرے کمرے میں بہنوں کی آپس میں باتیں کرنے کی آواز سنی۔

"اور اب میں ڈالی سے کیا کہوں گی؟ کیٹی کو اس بات سے تسکین حاصل کرنے کا موقع دوں گی کہ میں دکھی ہوں اور ان کی سرپرستانہ عنایت کو تسلیم کر لوں گی؟ نہیں" اور ڈالی بھی کچھ نہیں سمجھیں گی۔ اور مجھے ان سے کچھ کہنا بھی نہیں ہے۔ بڑا دلچسپ ہو تا صرف کیٹی سے ملنا اور انہیں دکھا دینا کہ میں ان سب کو کیسی حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں کیسے اب میرے لئے کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

ڈالی خط لے کر آگئیں۔ آنا نے اسے پڑھا اور کچھ کے بغیر انہیں دے دیا۔

"یہ سب میں جانتی تھی" انہوں نے کہا۔ "اور اس سے مجھے ذرا بھی دلچسپی نہیں۔"

"آخر کس کی وجہ سے؟ اس کے برعکس مجھے تو امید ہے" ڈالی نے تجسس کے ساتھ آنا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ انہوں نے آنا کو بھی اس عجیب جھنجھلائی ہوئی حالت میں نہ دیکھا تھا۔ "تم کب جاؤ گی؟" انہوں نے پوچھا۔

آنا نے اپنی آنکھیں میچ کر سامنے دیکھا اور ان کو جواب نہیں دیا۔

"کیٹی کیا مجھ سے پردہ کر رہی ہیں؟" انہوں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سرخ ہو کر کہا۔

لی۔ خود کو قصور وار مان لیا۔ کس لئے؟ کیا واقعی میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی؟" اور اس سوال کا جواب دینے بغیر کہ وہ در دکھی کے بغیر کیسے نہیں کی "انہوں نے سائن بورڈ پر بیٹھنے شروع کر دیے۔ "دفتر اور گودام۔ دانتوں کا ڈاکٹر۔ ہاں میں ڈالی سے سب بتا دوں گی۔ وہ در دکھی کو پسند نہیں کرتیں۔ شرم کی بات ہوگی، تکلیف دہ ہوگا، پھر میں ان سے سب کہہ دوں گی۔ وہ مجھ سے محبت کرتی ہیں اور میں ان کے مشورے پر عمل کروں گی۔ میں ان سے ہار نہیں مانوں گی، میں اس کی اجازت انہیں نہ دوں گی کہ وہ مجھے سکھائیں۔ فلپوف، چیمپری والا (48) کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنا گناہ جاتا پھیریں برگ لے جاتے ہیں۔ ماسکو کا پانی آتا اچھا ہے۔ اور سینٹ پیٹریک کے چٹے (49) اور وہاں کے مال پو ہے۔" اور انہیں یاد آیا کہ بہت بہت دنوں پہلے جب بس سترہ سال کی تھیں تو وہ کیسے اپنی بچی کے ساتھ ترو شاخا تھا، (50) مٹی تھیں۔ "تب تک ریل میں تھی مگر ڈے ہی چلتے تھے۔ کیا واقعی وہ لال ہاتھوں والی ہی تھی؟ اس وقت جو مجھے بہت ہی خوبصورت اور ناقابل حصول لگا تھا اس میں سے کتنا کچھ اب بچ ہو گیا اور وہ جو اس وقت حاصل تھا وہ اب بیش کے لئے ناقابل حصول ہو گیا۔ کیا تب میں اس وقت یقین کر سکتی تھی کہ میں اس پستی تک پہنچ سکتی ہوں؟ میرا قد پانچوہ کس قدر فخر اور طمانیت محسوس کریں گے! لیکن میں انہیں دکھا دوں گی... یہ چہنٹ کتنا برا ہو سکتا ہے۔ کیوں یہ لوگ سارے وقت چہنٹ کرتے اور ہناتے رہتے ہیں؟" فیشن اور آرائشیں "انہوں نے پڑھا۔ کسی مرد نے انہیں تعظیم کی۔ یہ آٹو شکا کا شو رہا تھا۔ "ہمارے طفیلی۔" انہیں یاد آیا کہ در دکھی نے کس طرح کہا تھا۔ "ہمارے؟ کیوں؟ کس قدر رعبا یک بات ہے یہ کہ ماضی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ممکن نہیں۔ اکھاڑ پھینکا تو ہاں ممکن ہے لیکن اس کی یاد کو چھپایا جاسکتا ہے اور میں چھپا دوں گی۔" اور اس پر انہیں اس ماضی کا خیال آیا جو انگلیسی الکساندر دو بیچ کے ساتھ گزرا تھا اور اس کا کہ انہوں نے اس کو کیسے اپنی یاد سے محو کر دیا تھا۔ "ڈالی سوچیں گی کہ میں دوسرے شو پر کچھ چھوڑی ہوں اور اس لئے غالباً میں ہی غلطی پر ہوں۔ لیکن کیا میں واقعی بیش صحیح رہنا چاہتی ہوں! میں برداشت نہیں کر سکتی! انہوں نے کہا اور وہ رونا چاہتی تھیں۔ لیکن فوراً ہی وہ اس کے بارے میں سوچنے لگیں کہ یہ دو لڑکیاں کس چیز کے بارے میں اس طرح مسکرا سکتی ہیں۔ "یقیناً محبت کے بارے میں؟ وہ نہیں جانتیں کہ محبت میں کتنا دکھ ہوتا ہے۔ وہ کیسی پست ہوتی ہے... خیالاً اور بیچے۔ تین لڑکے دوڑ رہے ہیں، وہ کھوڑا کھوڑا کھیل رہے ہیں۔ سرو ڈالا اور میں سب کچھ گنوا دوں گی پھر بھی اسے واپس نہ پاسکوں گی۔ ہاں اگر وہ نہیں واپس آتے تو سب کچھ گنوا دوں گی۔ ہو سکتا ہے وہ ریل گاڑی کے لئے دیر سے بیٹھے ہوں اور اب واپس آچکے ہوں۔ پھر خود کو پست کرنا چاہتی ہوں!" انہوں نے خود سے کہا۔ "میں ڈالی کے ہاں داخل ہوں گی اور صاف صاف کہہ دوں گی کہ میں بد نصیب ہوں کہ میں اسی کی مستحق ہوں میں قصور وار ہوں لیکن پھر بھی میں دکھی ہوں، میری مدد کرو۔ یہ کھوڑے، یہ کبھی۔ اس تجھی میں مجھے اپنے آپ سے کتنی کرابت آتی ہے۔ سب کچھ ان کا ہے لیکن اب تو میں ان سب کو نہ دیکھوں گی۔"

ان لفظوں کا تصور کر کے جن میں وہ ڈالی سے سب کچھ کہیں گی اور سوچ سمجھ کر اپنے دل کو تلخ تر بنا کر آنا بیڑھیوں سے اڑے گئیں۔

"کوئی ہے کیا؟" انہوں نے جیش والا انداز میں پوچھا۔

"کارتیر! الکساندر رونا لہو رہا" خد شکار نے جواب دیا۔

"کیٹی! وہی کیٹی جن سے در دکھی کو محبت تھی" آنا نے سوچا، "وہی جن کو وہ محبت سے یاد کرتے تھے۔"



آنا تبھی میں آکر بیٹھیں تو ان کی حالت اس سے بھی بدتر تھی جیسی اس وقت تھی جب وہ مگرے نقلی تھیں۔ پہلے کی اذیت کے ساتھ اب تو ہیں کا اور رو کر دیئے جانے کا وہ احساس بھی مل گیا تھا جو انہیں کبھی سے ملاقات کے دوران میں بہت واضح طور پر ہوا تھا۔

"کہاں چلے کا حکم ہے؟ مگر؟" پیو ترے پوچھا۔

"ہاں مگر؟" انہوں نے کہا۔ وہ اب سوچ بھی نہیں رہی تھیں کہ کہاں جا رہی ہیں۔

"ان لوگوں نے کیسے مجھے دیکھا ہے کسی بیگانہ کا قاتل قسم اور قاتل جیس چیز کو دیکھتے ہیں۔ یہ آدمی دوسرے کو اتنے جوش و خروش کے ساتھ کس چیز کے بارے میں بتا سکتا ہے؟" انہوں نے دور راہ گیروں کو دیکھ کر سوچا۔ "کیا واقعی آدمی جو محسوس کرتا ہے وہ دوسرے کو بیان بھی کر سکتا ہے؟ میں ڈالی کو تانا چاہتی تھی اور اچھا ہی ہوا کہ میں نے کچھ نہیں بتایا۔ وہ میرے دکھ سے کس قدر خوش ہوئیں! انہوں نے اسے چھپایا ہوا لیکن خاص احساس اس بات پر خوشی کا ہوا کہ مجھے اس طمانیت کی خاطر سزا مل گئی جس کے لئے وہ مجھ سے رشک کرتی تھیں۔ کبھی وہ تو اور بھی زیادہ خوش ہوئی۔ میں کیسے اسے اندر سے باہر تک اچھی طرح دیکھ سکتی ہوں! وہ جانتی ہے کہ میں اس کے شوہر کے ساتھ معمول سے زیادہ عنایت کے ساتھ پیش آئی۔ اور وہ مجھ سے ملتی اور نفرت کرتی ہے۔ اور حقارت کی نظر سے بھی دیکھتی ہے۔ میں اس کی نظروں میں بد چلن عورت ہوں۔ اگر میں بد چلن عورت ہوتی تو اس کے شوہر کو اپنی محبت میں جھٹلا کر لیتی... اگر میں چاہتی تو۔ اور میں چاہتی تھی۔ اب یہ ہے" یہ اپنے آپ سے مطمئن ہے۔ "انہوں نے ایک مونے سے لال گالوں والے صاحب کے بارے میں سوچا جو سامنے سے آرہے تھے۔ جنہوں نے انہیں واقف کار سمجھا اور اپنے چپکے ہوئے گنبے سر پر سے چٹکی چٹکی بیٹھ اٹھائی لیکن بعد کو انہیں اپنی غلطی کا یقین ہو گیا۔ "انہوں نے سوچا کہ وہ مجھے جانتے ہیں اور مجھے وہ اتنی کم جانتے ہیں جیسے دنیا میں کوئی بھی دوسرا شخص مجھے جانتا ہے۔ میں خود بھی نہیں جانتی۔ میں اپنی ضروریات کو جانتی ہوں جیسے کہ خراشیں کتنے ہیں۔ اب یہ ہیں تو ان کو یہ گندی آنکس کریم چاہئے۔ اس بات کو تو یہ لوگ جتنی طور پر جانتے ہیں! انہوں نے دو لڑکوں کو دیکھ کر سوچا جو ایک آنکس کریم والے کے پاس کھڑے تھے جس نے سر سے اپنی ہودی اتار لی تھی اور اپنے پسینے سے تر چرے کو تولیے کے سروں سے پرچھ رہا تھا۔ "بھئی چیز مزید اچھی نہ سمجھی چاہئے ہیں۔ ثانی نہیں تو گندی آنکس کریم ہی سہی۔ اور ایسے ہی کبھی بھی۔ دروہکی میں تو لیون ہی سہی۔ اور وہ مجھ پر رشک کرتی ہے۔ اور مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ اور ہم سب ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ میں کبھی سے کبھی مجھ سے۔ یہ ہے سچائی۔ تو لیکن کو آئینج۔ ڈے سے لے کر آئے پاتو لیکن...

(51) جب وہ آئیں گے تو یہ میں ان سے بتاؤں گی! انہوں نے سوچا اور مسکرائیں۔ لیکن اسی وقت انہیں خیال آیا کہ اب انہیں کسی سے بھی کوئی بتانے والی بات کہنی ہی نہیں ہے۔ "اور بتانے والی خوش ہونے والی کوئی بات ہے بھی نہیں۔ سب کچھ قابل نفرت ہے۔ شام کی عبادت کے لئے گھنٹیاں بج رہی ہیں اور یہ دکاندار کتنے صحیح طریقے سے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنا رہا ہے! جیسے در رہا ہو کہ کہیں کچھ گرنے جائے۔ یہ کہنے انہوں اور یہ جھوٹ آخر کس لئے ہے؟ صرف اس لئے کہ اس بات کو چھپایا جائے کہ ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں، جیسے یہ کراہنے کی گاڑیوں والے جو اتنے غصے میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں۔ یا شوین

"اور نہ کیا بیکار کی بات! وہ۔ بچے کو دو دھ چلا رہی ہیں اور ان سے ٹھیک بن نہیں پڑ رہا ہے! میں نے انہیں سمجھا دیا... ان کو خوشی ہوئی ہے۔ وہ ابھی آئی ہیں" ڈالی نے اٹ پٹے پن سے کہا "انہیں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی۔" "لو وہ آئیں۔"

کبھی کو جب یہ معلوم ہوا کہ آنا آئی ہیں تو وہ کلنا اور ان سے ملنا نہیں چاہتی تھی لیکن ڈالی نے اسے سمجھا کر راضی کر لیا۔ اپنی ساری قوتیں یکجا کر کے کبھی آئی اور سرخ ہو کر ان کے پاس گئی اور اس نے آنا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی" اس نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔

کبھی اس جدوجہد سے بوکھلائی ہوئی سی تھی جو اس کے اندر اس بری عورت سے عناد اور اس کے ساتھ مروت سے پیش آنے کی خواہش کے درمیان ہو رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی اس نے آنا کا خوبصورت اور پیارا چہرہ دیکھا ویسے ہی سارا عناد غائب ہو گیا۔

"اگر آپ مجھ سے ملنا نہ چاہتیں تو مجھے کوئی تعجب نہ ہوتا۔ میں ہر چیز کی عادی ہو چکی ہوں۔ آپ بیمار تھیں؟ اور آپ تو بہت بدل گئی ہیں" آنا نے کہا۔

کبھی نے محسوس کیا کہ آنا اس کو عناد کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔ اس نے اپنے لئے اس عناد کی تاویل یوں کی کہ یہ اس اٹ پٹے صورت حال کی وجہ سے ہے جس میں اس وقت آنا اپنے آپ کو محسوس کر رہی تھیں جو پہلے اس کے ساتھ سر پرستانہ رویہ پر تھیں اور اسے آنا پر ترس آیا۔

انہوں نے بیمار کی کے بارے میں "بچے کے بارے میں" استیوار کے بارے میں باتیں کیں لیکن صاف ظاہر تھا کہ آنا کو کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔

آنا نے اٹھتے ہوئے کہا "میں تم سے رخصت ہونے کے لئے آئی تھی۔"

"کم کم جا رہی ہو؟"

لیکن آنا نے پھر کوئی جواب نہیں دیا اور کبھی سے مخاطب ہو گئیں۔

"ہاں" مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ سے مل لی! انہوں نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے آپ کے بارے میں ہر طرف سے 'میں' تک کہ آپ کے شوہر سے اتنا کچھ سنا تھا۔ وہ میرے ہاں آئے تھے اور مجھے بہت سی اچھے لگے" بظاہر انہوں نے بے قصہ سے اضافہ کیا۔ "کہاں ہیں وہ؟"

"وہ سات چلے گئے ہیں" کبھی نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"انہیں میری طرف سے تسلیم کئے گا، ضرور کہہ دیجئے گا۔"

"ضرور کہہ دوں گی" کبھی نے بھولے پن سے دوہرایا اور درد مندگی سے ان کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر دیکھا۔

"تو اوداع ڈالی! اور ڈالی کو بیمار کر کے اور کبھی سے ہاتھ ملا کر آنا جلدی سے چلی گئیں۔

"بالکل ویسی ہی ہیں اور اتنی ہی پرکشش۔ بہت ہی خوبصورت" کبھی نے ہنسنے کے ساتھ اکیلی رہ جانے پر کہا۔ "لیکن ان میں کوئی چیز ایسی ہے جس پر بوا ترس آتا ہے! ابے انتہا ترس!"

"نہیں" آج کچھ خاص ہی بات ہے "ڈالی نے کہا۔ "جب میں انہیں رخصت کرنے پیش والاں تک گئی تو مجھے لگا کہ وہ رونا چاہتی ہیں۔"



کہتا ہے۔۔۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے تن پر قمیص نکل نہ رہ جائے اور میں اس کے لئے یہی چاہتا ہوں۔ اب یہ سچائی ہے!"

ان خیالوں میں وہ کھوٹی ہوئی قمیص اور ان میں اس قدر محو تھیں کہ انہوں نے اپنی حالت کے بارے میں سوچنا بھی بند کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کی برساتی کے پاس پہنچ گئیں۔ چوہدار کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہی انہیں یاد آیا کہ انہوں نے رقتہ اور تار بھجوا دیا تھا۔

"جو اب آیا؟" انہوں نے پوچھا۔

"ابھی دیکھا ہوں" چوہدار نے جواب دیا اور اس نے ڈیمک پر دیکھا اور تار کا پتلا سا لٹا ہوا ٹھنڈا اور انہیں دے دیا۔ انہوں نے پڑھا "میں دس بجے سے پہلے نہیں پہنچ سکتا۔ درودکھی۔"

"اور ہر کارہ نہیں لوٹا؟"

"ابھی تک تو نہیں" چوہدار نے جواب دیا۔

"اچھا" اگر ایسا ہے تو میں جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے" انہوں نے کہا اور اپنے اندر بڑھتے ہوئے ہمسہ سے غصے اور انتقام کے معاملے کو محسوس کر کے وہ دوڑتی ہوئی اوپر چلی گئیں۔ "میں خود ان کے پاس جاؤں گی۔ بیٹھ کے لئے چلے جانے سے پہلے میں ان سے سب کچھ دوں گی" میں نے کبھی کسی سے اتنی نفرت نہیں کی جتنی اس شخص سے کرتی ہوں!" انہوں نے سوچا۔ بیٹھ اسٹینڈ پر درودکھی کی بیٹھ دیکھ کر انہوں نے تافر سے متحیر بھری۔ انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ اس کا تار ان کے تار کے جواب میں تھا اور اسے تب تک ان کا رقتہ نہ ملا تھا۔ انہوں نے یہ تصور کیا کہ اس وقت وہ بڑے سکون کے ساتھ اپنی ماں اور سوہو کیساتھ باہر ہو گا اور خوش ہو رہا ہو گا کہ وہ یہاں بھی ہیں۔ "ہاں جلدی جانا ضروری ہے" انہوں نے اپنے آپ سے کہا حالانکہ ابھی تک یہ نہ جانتی تھیں کہ کہاں جانا ہے۔ وہ جلد سے جلد ان احساسات سے دور ہو رہا جاتا جتنی تھیں جن کا تجربہ انہیں اس بھیاں تک گھر میں ہوتا تھا۔ اس گھر کے نوکر، دیواریں، چیزیں۔۔۔ سب کچھ ان میں متغیر اور غصہ پیدا کرتا تھا اور وہ جیسے خود کو کسی بوجھ تلے دبی سی محسوس کرتی تھی۔

"ہاں ریلوے اسٹیشن پر جانا چاہئے اور اگر وہ وہاں نہ ہوں تو پھر اس جگہ جا کر انہیں پکارتا چاہئے۔" آنا نے اخباروں میں ریل گاڑیوں کے ٹائم ٹیبل دیکھے۔ شام کو ایک گاڑی آٹھ بج کر دو منٹ پر جاتی ہے۔ "ہاں" اسے میں پکڑ سکتی ہوں۔" انہوں نے گاڑی میں دوسرے کھوڑے جوتے کا حکم دیا اور سفری بیگ میں چند دن کے لئے ضروری چیزیں رکھنی شروع کیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اب یہاں لوٹ کر نہ آئیں گی۔ انہوں نے بڑے گڈنڈ انداز میں ان منصوبوں میں سے ایک کے بارے میں طے کر لیا جو ان کے سر میں آئے تھے کہ جو کچھ وہاں اسٹیشن پر یا گاؤں کے گھر پر ہو گا اس کے بعد وہ نیرنگی روڈ کی لائن (52) پر چلی جائیں گی اور جو پہلا شہر بڑے گاؤں میں آئے گا وہیں گی اور قیام کریں گی۔

میز پر کھانا لگا تھا۔ وہ اس کے پاس آئیں، روٹی اور پیاز کو انہوں نے سوکھا اور یہ یقین کر کے کہ کھانے پینے کی ہر چیز سے انہیں تمکن آتی ہے انہوں نے حکم دیا کہ گاڑی لگائی جائے اور وہ باہر نکل آئیں۔ دن اتنا ڈھل گیا تھا کہ گھر کی پرچائیں پوری سڑک پر پڑ رہی تھیں لیکن اب بھی شام خوب روشن تھی اور دھوپ میں اب تک خوشگوار گرمی تھی۔ انہیں رخصت کرنے کے لئے ان کے سامان سمیت آٹھوٹا آئی تھی وہ اور پیو تر جو چیزوں کو گاڑی میں رکھ رہا تھا اور کوچن ان جو بھلا رہا خوش تھا۔ انہیں ان سب سے تمکن آتی تھی اور ان کی ہر بات اور

ساری حرکات و سکنات پر انہیں جھنبلا ہٹ ہو رہی تھی۔

"پیو تر" مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہ ہوگی۔"

"اور کلٹ کا کیا ہو گا؟"

"اچھا" پھر جیسا چاہو، میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا" انہوں نے چڑ کر کہا۔

پیو تر اچانک کر کوچ بکس پر بیٹھ گیا اور اس نے اکڑ کر کوچن سے اسٹیشن چلنے کو کہا۔

30

"وہ رہی" پھر وہی آگئی! اب میں پھر سب سمجھتی ہوں" آنا نے اپنے آپ سے ویسے ہی کہا جیسے ہی کبھی علی اور سڑک پر پہنچے پھر وہی گھر گھڑائی ہوئی چل پڑی اور پھر تاثرات ایک کے بعد ایک بدلنے لگے۔

"ہاں تو میں نے آخر اتنی اچھی طرح کس چیز کے بارے میں سوچا تھا" انہوں نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ "تجہ سکین" کا ٹینج؟ نہیں" یہ نہیں۔" ہاں" اس کے بارے میں جو یاد میں تھا۔۔۔ بھلا کے لئے جدوجہد اور نفرت۔۔۔ بس یہی چیزیں ہیں جو لوگوں کو وابستہ رکھتی ہیں۔ نہیں" آپ لوگ بیکاری جا رہے ہیں" خیال ہی خیال میں انہوں نے چار گھنٹوں کی کبھی میں جاتے ہوئے لوگوں کی ایک ٹولی سے کہا جو بھلا ہر شہرے یا ہر تفریح کرنے جا رہے تھے۔" اور کتا جو آپ اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں وہ بھی آپ کی مدد نہ کرے گا۔ اپنے آپ سے بھاگ کر آپ کہیں نہیں جاسکتے۔" چہرہ پیو تر سڑک پر کچھ رہا تھا اور نظر اٹھا کر انہوں نے کسی کارخانے کے ایک مزدور کو دیکھا جو نئے میں بالکل ادھ مرا تھا۔ اس کا سر بھول رہا تھا اور شہری پولیس کا سیاہی اسے پکڑ کر کہیں لے جا رہا تھا۔ انہوں نے سوچا "یہ زیادہ جلدی کا طریقہ ہے۔ اسی طرح مجھے اور کاؤنٹ درودکھی کو بھی یہ طمانیت نہ ملی حالانکہ اس سے ہمیں بڑی توقعات تھیں۔" اور اب آنا نے وہ تیز روشنی جس میں وہ ہر چیز کو دیکھ رہی تھیں اور درودکھی کے ساتھ اپنے تعلق پر ڈالی جس کے بارے میں پہلے وہ سوچنے سے احتراز کرتی تھیں۔ "مجھ میں انہوں نے کیا تلاش کیا تھا؟ اتنی محبت نہیں جتنی اپنے غمور کی تھیں۔" انہوں نے درودکھی کے ساتھ اپنے تعلق کے شروع زمانے میں اس کے الفاظ کو "اس کے چہرے کے تاثرات کو یاد کیا جسے دیکھ کر نابعدار شکاری کتے کا خیال آیا تھا۔ اور اب ہر چیز سے اس کی تائید ہوتی تھی۔" ہاں اس میں اپنے غمور کی تھیں پر غم مندی کا احساس تھا۔ ظاہر ہے کہ محبت بھی تھی لیکن بڑا حصہ اپنی کامیابی پر فخر کا تھا۔ وہ مجھے جیت لینے پر غاڑاں تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ فخر کرنے کو کوئی چیز رہی نہیں۔ فخر نہیں" اب تو شرم آتی ہے۔ مجھ سے جو کچھ لے سکتا تھا وہ سب لے لیا اور اب اس کو میری ضرورت نہیں۔ وہ مجھے کھینچے کھینچے پھرتا ہے اور میرے سلسلے میں غیر دریا نڈا رتہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ کل تو اس نے کہہ ہی دیا۔ وہ طلاق اور شادی چاہتا ہے تاکہ واپس کاراستہ بند ہو جائے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے لیکن کیسے۔۔۔ وازنٹ اینڈ گان (53) اور یہ سب کو حیرت میں ڈال دینا چاہتا ہے اور اپنے آپ سے بہت یہ مطمئن ہے۔" انہوں نے لال کاٹوں والے ایک بھاری کھوڑے پر جاتے ہوئے دیکھ کر سوچا۔ "ہاں اب اس کے لئے مجھ میں وہ مزہ نہیں ہے۔ میں اگر اسے چھوڑ کر چلی جاؤں تو وہ دل میں اندر سے خوش رہی ہو گا۔"

یہ کوئی مفروضہ نہیں تھا۔ یہ وہ اس تیز اور شفاف روشنی میں صاف دیکھ رہی تھیں جس نے اب ان کے لئے زندگی اور انسانی رشتوں کے معنی کو بالکل عیاں کر دیا تھا۔



تھی۔ لیکن زندہ تو رہی میں اس کے بغیر 'اے میں نے دوسری محبت سے بدل لیا اور جب تک اس محبت سے خوشی اور طمانیت ملتی رہی تب تک میں نے کوئی شکایت نہیں کی۔' اور انہوں نے اس چیز کو تافر کے ساتھ یاد کیا جسے وہ محبت کہتی تھیں۔ اور جس صفائی کے ساتھ وہ اپنی اور سارے لوگوں کی زندگی کو دیکھ رہی تھیں اس سے انہیں خوشی ہوئی۔ 'میری حال ہے' اور پیوڑ کا بھی اور کوچوان فیدور کا بھی اور اس دکاندار کا بھی اور سارے لوگوں کا جو دکاندار سے رہتے ہیں جہاں آنے کی دعوت ان اشتہاروں میں دی گئی ہے 'اور ہر جگہ' بیشہ 'انہوں نے سوچا۔ اب وہ نیرشے گوردنکی اسٹیشن کی نیچی سی عمارت تک پہنچ گئی تھیں اور پھر ورنان کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

'ہیکسٹم ہے' امیر الودیکا تک ٹکٹ لوں؟' پیوڑ نے کہا۔

وہ بالکل بھول گئی تھیں کہ وہ کہاں اور کس لئے جاری تھیں اور پیوڑ کا سوال بڑی کوشش کر کے ان کی سمجھ میں آیا۔

'ہاں' انہوں نے اس سے کہا اور رقم کا نوٹ 11 سے دے دیا اور خود چھوٹا سالال بیک ہاتھ میں لے کر کبھی میں سے نکل آئیں۔

بھینٹیں سے مگر کر اول درجے کے ہال کی طرف جاتے ہوئے انہیں اپنی صورت حال کی تفصیلات کچھ کچھ یاد آئیں اور ان فیصلوں کا خیال آیا جن کے درمیان وہ ہیں وپیش کر رہی تھیں۔ اور پھر کبھی امید اور کبھی انتہائی ناامیدی سے پرانی در درگئی جگہوں پر ان کے اذیت میں جٹا اور بھیاک طریقے سے دھڑکنے والے دل کے پرانے زخموں کو پھر سے کھلے دیا۔ ستارے کی شکل کے صوفے پر بیٹھ کر ریل گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے وہ آنے والوں کو تافر سے دیکھتی رہیں (سب سے انہیں گمن آتی تھی) 'کبھی اس کے بارے میں سوچا کہ کیسے وہ اسٹیشن پر پہنچ کر دروہش کو رقعہ لکھیں گی اور اسے کیا لکھیں گی اور کبھی اس کے بارے میں کہ کیسے اس وقت وہ اپنی ماں سے (ان کی تکلیف کو سمجھے بغیر) اپنی صورت حال کے بارے میں شکایت کر رہا ہو گا اور کیسے وہ کمرے میں داخل ہوں گی اور اس سے کیا کہیں گی۔ کبھی انہوں نے اس کے بارے میں سوچا کہ زندگی اب بھی کبھی ہو سکتی ہے اور وہ اس سے کتنی اذیت رساں محبت اور نفرت کرتی ہیں 'اور ان کا دل کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔

31

کھنٹی بجی، کچھ نوجوان مرد گزرے بد شکل اور گستاخ 'جو جلدی میں تھے لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات پر ان کا سارا دھیان لگا تھا کہ وہ کیسا تاثر پیدا کرتے ہیں۔ ہال کو پار کر کے دردی اور لمبے موزے پہنے اور جانوروں کی سی کندھ بن صورت لئے پیوڑ بھی ان کے پاس آیا کہ انہیں کپار ٹمنٹ تک پہنچا دے۔ پلیٹ فارم پر جب وہ کچھ شور کرتے مردوں کے پاس سے گزریں تو سب چپ ہو گئے اور ایک نے ان کے بارے میں دوسرے سے کچھ سرگوشی کی 'ظاہر ہے کہ کوئی شرمناک ہی بات کہی ہوگی۔ وہ اونچے زنیوں پر چڑھ کر کپے میں آئیں اور کمانچوں والے دھبے پر سے صوفے پر اکیلی بیٹھ گئیں جو کبھی سفید تھا۔ ان کا بیک دکھایا تو وہ کمانچوں پر ہلا اور ساکت ہو گیا۔ کھڑکی کے پاس پیوڑ نے اتھانہ مسکراہٹ کے ساتھ رخصت لینے کی علامت کے طور پر اپنی سنہری نفل والی بیٹھ اٹھائی گستاخ کندھ کڑنے دھڑے دروازہ بند کیا اور اس کی چٹنی لگا دی۔ ایک بد شکل سی

'میری محبت روز بروز زیادہ پر جوش اور خود غرض ہوتی جا رہی ہے اور اس کی محبت بھتیجی جا رہی ہے اور اسی لئے ہم ایک دوسرے سے الگ ہوتے جا رہے ہیں' انہوں نے سوچتا جا رہی رکھا۔ 'اور اس میں کوئی بھی کچھ نہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاس تو بس وہی ایک ہے اور میرا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنا کل کا کل روز بروز زیادہ مجھے دے دے۔ اور وہ مجھ سے روز بروز زیادہ دور جانا چاہتا ہے۔ تعلق ہونے تک ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور بعد کو ناقابل منہبط طور پر مختلف سمتوں میں ایک دوسرے سے دور اور الگ چلتے جا رہے ہیں۔ اور اس کو بد لانا ممکن ہے۔ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں بالکل بے معنی طریقے سے چلنے والی ہوں اور میں نے بھی اپنے آپ سے کہا کہ میرا جانا بالکل بے معنی ہے لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ میں چلتی نہیں ہوں 'میں ناخوش ہوں۔ لیکن...' ان کا منہ کھل گیا اور جو خیال اچانک ہوا تھا اس سے پیدا ہونے والے بیجان کے تحت کبھی میں انہوں نے اپنی جگہ بدل۔ 'اگر میں سو اے ایسی محبوبہ کے اور کچھ ہو سکتی جو صرف اس کے پیار محبت کی پر جوش شیدائی ہے۔۔۔ لیکن میں کچھ اور ہو ہی نہیں سکتی اور وہ ناچاہتی بھی نہیں۔ اور میری یہی خواہش اس میں تافرید کرتی ہے اور اس سے مجھے اس پر غصہ آتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا واقعی میں یہ جانتی نہیں کہ اس نے مجھے دھوکا نہ دیا ہو تا کہ سورڈ کینا پر اس کی نظریں نہیں ہیں مگر وہ کبھی سے محبت نہیں کرتا کہ وہ مجھے چھوڑ کر کسی دوسری عورت کے پاس نہیں جاتا؟ یہ سب میں جانتی ہوں لیکن اس سے میری تسلی نہیں ہوتی۔ اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرے گا اور صرف 'فرض' سمجھ کر میرے ساتھ نیکی اور لطافت سے پیش آئے گا تو یہ وہ تو نہیں ہو گا جو میں چاہتی ہوں۔۔۔ یہ تو جسے سے بھی بدتر ہے ایہ تو۔۔۔ جنم ہے۔ اور یہی تو ہے۔ مجھ سے محبت تو وہ اب بہت دنوں سے نہیں کرتا۔ اور جہاں محبت ختم ہوتی ہے وہیں سے نفرت شروع ہوتی ہے۔ ان سڑکوں کو تو میں بالکل نہیں جانتی۔ کوئی پھاڑیاں ہیں اور مکان ہی مکان... اور گھر میں لوگ ہی لوگ... کتنے بہت سے 'ان کی کوئی حد ہی نہیں اور سب ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ اچھا تو پھر میں یہ سوچوں کہ میں کبھی ہونے کے لئے کیا چاہتی ہوں۔ تو؟ مجھے طلاق مل جاتی ہے' 'گلیٹنی الکساندر روج سربوڈا کو بھی مجھے دے دیتے ہیں اور میں دروہش سے شادی کر لیتی ہوں۔' 'گلیٹنی الکساندر روج کا خیال آتے ہی انہوں نے فوراً غیر معمولی وضاحت کے ساتھ ان کا تصور یوں کیا جیسے وہ جیتے جاگتے ان کے سامنے موجود ہوں۔ ان کی سریاں 'بے جان سی جمجمی جمجمی آنکھی 'سفید ہاتھوں پر ابھری ہوئی نیلی رگیں 'ان کا لہجہ 'ان کا اگھیاں چٹکانا اور وہ جذبہ یاد کر کے جو ان کے درمیان تھا اور جسے محبت میں کہا جاتا ہے 'انہوں نے تافر سے بھر بھری لی۔ 'تو مجھے طلاق مل جائے گی اور میں دروہش کی بیوی ہو جاؤں گی۔ تو پھر کیا کہنی مجھے اس طرح دیکھنا بند کر دے کی جیسے اس نے آج مجھے دیکھا تھا؟ نہیں۔ اور سربوڈا میرے دونوں شوہروں کے بارے میں سوال کرنا سوچتا بند کر دے گا؟ اور اپنے اور دروہش کے درمیان میں کون سا نیا جذبہ ایجاد کر لوں گی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی اور دکھ سہی گھر میں سے اذیت نہ ہو؟ نہیں اور نہیں! 'انہوں نے اب خود کو ذرا سے بھی پس و پیش کے بغیر جواب دیا۔ 'نا ممکن اذیت کے تقاضے کے مطابق ہم الگ الگ سمتوں میں چل رہے ہیں 'میں اسے دکھ پہنچاتی ہوں اور وہ مجھے 'اور بد لانا اسے ممکن ہے نہ مجھ کو۔ ساری کوششیں کی جا چکیں 'پتہ بہت زیادہ کس چکا ہے۔ ہاں 'بچے سمیت بھکان۔ وہ سوچتی ہے کہ اس کی حالت قابل رحم ہے۔ کیا واقعی ہم سب دنیا میں اسی لئے نہیں پیچھے گئے ہیں کہ ایک دوسرے سے نفرت کریں اور اس طرح خود کو اذیت دیں اور دوسروں کو؟ اسکوئی بچے آرہے ہیں 'تو مجھے لگا رہے ہیں۔ سربوڈا؟ 'انہوں نے یاد کیا۔ 'میں بھی سوچتی تھی کہ میں اس سے بیاہر کرتی ہوں اور اس کے لئے اپنے پیارے میں بہت متاثر



عورت جو کمائی لگا کر پھلایا ہوا سایہ پہنے تھی (آنانے خیال ہی خیال میں اس عورت کے کپڑے اتار ڈالے اور اس کا بھونڈا پن انہیں بہت سی بھانک لگا) اور غیر قدرتی انداز میں ہنسی ہوئی ایک لڑکی نیچے دوڑتے چلے جا رہے تھے:

”کارتیغاندہر - لیونا کے پاس ’سب کچھ انہیں کے پاس مانتا‘! (54) لڑکی نے چیخ کر کہا۔

”لڑکی بھی پیوڑ ہے اور بن کر باتیں کرتی ہے“ آنانے سوچا۔ کسی کا سامنا ہو جائے ’اس خیال سے آنا خالی ڈبے کی مقابل والی کمڑی کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ ایک گندہ بد صورت مزدور ٹوپی لگائے جس کے نیچے سے الجھے ہوئے بال نکلے تھے ’اس کمڑی کے پاس سے گزرا۔ وہ جبک جبک کر ریل گاڑی کے پیوں کو دیکھ رہا تھا۔“ اس بے ہنگم مزدور میں کچھ جانی پہچانی سی بات ہے ”آنانے سوچا۔ اور اپنا خواب یاد کر کے ’ڈر سے کانپتے ہوئے وہ مقابل کے دروازے تک چلی گئیں۔ کند کڑنے دروازہ کھولا اور میاں بیوی کو اندر آئے دیا۔“

”آپ اترنا چاہتی ہیں؟“

آنانے کوئی جواب نہیں دیا۔ کند کڑنے اور آنے والے مسافروں نے دھیان نہیں دیا کہ ان کی نقاب کے نیچے چہرے پر کتنا خوف طاری ہے۔ وہ اپنے کونے میں آکر بیٹھ گئیں۔ میاں بیوی ان کے مقابل والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے غور سے لیکن نظریں بچا کر ان کے لباس کو دیکھا۔ میاں اور بیوی دونوں آنا کو مکروہ لگے۔ شوہر نے پوچھا کہ کیا وہ انہیں سگریٹ پینے کی اجازت دیں گی ’بظاہر اس لئے نہیں کہ وہ سگریٹ چٹا چاہتے تھے بلکہ ان سے بات کرنے کے لئے۔ ان کی رضامندی حاصل کر کے وہ بیوی سے فراموشی میں ان چیزوں کے بارے میں بات کرنے لگا جن کی ضرورت اسے سگریٹ پینے سے بھی کم تھی۔ وہ دونوں قہقہے کے ساتھ بیوقوفی کی باتیں صرف اسی لئے کر رہے تھے کہ وہ سن لیں۔ آنا صاف دیکھ رہی تھیں کہ وہ ایک دوسرے سے عاجز آچکے تھے اور کتنی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اس طرح کی افسوسناک حلقوں سے نفرت نہ کرنا ممکن نہیں تھا۔

دوسری گھنٹی سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سامان دھرنے اٹھانے کی آواز ’دور‘ جیٹس اور قہقہے۔ آنا کے لئے یہ بات اتنی صاف تھی کہ خوش ہونے کے لئے کسی کے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس قہقہے پر وہ بہت سی جھنجھلا گئیں اور ان کا جی چاہا کہ اپنے کان بند کر لیں اور اسے نہ سنیں۔ آخر کار تیسری گھنٹی بجی مینی سنائی دی اور بھاپ نکلنے کی آواز آئی ’زنجیریں کھڑکڑائیں اور شوہر نے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔“ اس سے یہ پوچھنا دلچسپ ہو گا کہ ایسا کرنے سے اس کی کیا مراد ہے ”آنانے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے سوچا۔ انہوں نے عورت کے پاس سے کمڑی میں سے ان لوگوں کو دیکھا جو پلیٹ فارم پر کھڑے ریل گاڑی کو رخصت کر رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پیچھے دوڑے جا رہے ہوں۔ ریل گاڑی کا ڈبہ جس میں آنا بیٹھی تھیں پٹیوں کے جڑوں پر ہمواری سے اچھلتا ہوا پلیٹ فارم کے برابر سے آگے بڑھ گیا ’پھر وہ پتھر کی ایک دیوار سنگتوں اور دوسری گاڑی کے ڈبوں کے برابر سے گزرا‘ جتنے روانی کے ساتھ تیرنے سے لگے اور پٹیوں پر ان کی رگڑ سے ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ کمڑیاں گرمیوں کی شام کی صاف دھوپ سے روشن ہو گئیں اور ہوا پر دوں سے کھیلنے لگی۔ آنا کو پلے کے دوسرے مسافروں کے بارے میں بھول گئیں اور ڈبے کے ہلکے پتھلوں کے ساتھ تازہ ہوا میں سانس لیتی ہوئی وہ پھر سوچنے لگیں۔

”ہاں میں کس بات پر رکی تھی؟ اس پر کہ میں ایسی صورت حال کا تصور نہیں کر سکتی جس میں زندگی ایک

انیت نہ ہو مگر ہم سب اسی لئے تخلیق کئے گئے ہیں کہ دکھ اٹھائیں‘ اور یہ کہ ہم سب اس بات کو جانتے ہیں اور سب ایسے ذرائع ایجاد کرتے ہیں جن سے اپنے آپ کو دھوکا دیا جاسکے۔ اور جب سچائی نظر آجائے تب آدمی کیا کرے؟“

”انسان کو عقل اسی لئے عطا کی گئی ہے کہ وہ ان چیزوں سے اجازت کرے جو اسے پریشان کرتی ہیں“ عورت نے ٹھیکس نکالنے کی سی زبان سے فرانسیسی میں کہا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے گھر سے خوش اور مطمئن ہے۔

ان الفاظ نے جیسے آنا کے خیالات کا جواب دے دیا۔

”ان چیزوں سے اجازت کرے جو اسے پریشان کرتی ہیں“ آنانے دوہرایا۔ اور لال گالوں والے شوہر اور دلی پٹی بیوی کو دیکھ کر وہ سمجھ گئیں کہ بیمار بیوی کا خیال ہے کہ اسے کوئی سمجھنے والا نہیں ’اور یہ کہ شوہر اس کو دھوکا دیتا ہے اور اس کی اس رائے کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ آنا ان پر روشنی ڈال کر جیسے ان کی زندگی کی کمائی کو اور ان کے دل کے نہاں خانوں تک کو دیکھ رہی تھیں۔ لیکن ان میں کوئی دلچسپ چیز نہ تھی چنانچہ انہوں نے اپنے خیالات کا سلسلہ جاری رکھا۔

”ہاں“ مجھے بڑی پریشانی ہوتی ہے لیکن جب عقل عطا کی گئی ہے تو مطلب یہ کہ اجازت کرنا چاہئے۔ جب دیکھنے کو کچھ نہیں ہے ’جب اس سب کو دیکھ کر کھن اور شرم آتی ہو تو شیخ بھائیوں کو وہ؟ لیکن کیسے؟ یہ کند کڑ پاؤں پر دوڑتا ہوا کیوں گیا ہے؟ یہ لوگ؟ یہ تو جو ان دوسرے ڈبے میں بیٹھ چکے ہیں؟ یہ لوگ کیوں باتیں کر رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں؟ سب غلط ہے سب بھٹ ہے سب دھوکا ہے سب بڑی...“

جب ریل گاڑی اسٹیشن پر پہنچی تو دوسرے مسافروں کی بھیڑ میں آنا بھی اتریں اور ان سے ایسے چپتی کھڑکی ہوئی جیسے سب کو ڈھمی ہوں وہ پلیٹ فارم پر ایک طرف کھڑی ہو گئیں اور یہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگیں کہ وہ میاں کس لئے آتی ہیں اور ان کا ارادہ کیا کرنے کا تھا۔ جو پہلے انہیں ممکن لگتا تھا اس سب کو اب سوچنا بھی دیر تھا خاص کر ان سارے بد تمیز لوگوں کی شور مچاتی بھیڑ میں جو انہیں جھین نہیں لینے دیتے تھے۔ کبھی پورے دو ڈرکان کے پاس آتے اور انہیں اپنی خدمات پیش کرتے تو کبھی نو جوان لوگ پلیٹ فارم کے تختوں پر اپنی اڑیاں کھنا کھٹ کرتے ’زور زور سے باتیں کرتے اور انہیں گھورتے تو کبھی جو لوگ سامنے ہاتھ دے دوسری طرف نہ ہتھے اور ٹکرا جاتے۔ یہ یاد کر کے کہ اگر کوئی جواب نہ ملا تو وہ آگے جانا چاہتی تھیں ’انہوں نے ایک قلی کو روک کر پوچھا کہ میاں وہ کچھ ان تو نہیں ہے جو رقص لے کر کاؤنٹ روٹھلے کے ہاں کیا تھا۔

”کاؤنٹ روٹھلے؟ ان کے پاس سے ابھی تو لوگ آئے تھے۔ پر کس سو روپے کا اور ان کی بیٹی کو لینے کے لئے۔ اور کچھ ان کیسا بے دیکھنے میں؟“

جس وقت وہ پورے رٹر سے بات کر رہی تھیں جیسی لال گالوں والا خوش مزاج کوچر ان کا قہقہہ اٹھاتا تھا اور کوٹ پہنے اور کمڑی کی زنجیر نکالتے ’بظاہر اس بات پر فخر کرتا ہوا کہ اس نے یہ ذکر وہ کام کوئی اچھی طرح پورا کیا‘ ان کے پاس آیا اور اس نے رقص انہیں دے دیا۔ انہوں نے اتفاق کھولا اور پڑھنے سے پہلے ہی ان کا دل ڈوب گیا۔

”برا افسوس ہے کہ رقص مجھے اصطبل میں نہیں ملا۔ میں دس بجے آ جاؤں گا“ دو روٹھلے نے کسی خاص احتیاط کے بغیر جلدی میں لکھا تھا۔



کندھوں کے بیچ میں دبا کر ہاتھوں کے بل ڈبے کے نیچے گر پڑیں اور سبک حرکت سے جیسے فوراً ہی اٹھنے کی تیاری کر رہی ہوں گھٹنوں کے بل ڈبے پر پڑیں۔ اور اسی لمحے جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس پر قہرا گئیں۔ "میں کہاں ہوں؟ میں کیا کر رہی ہوں؟ کس نے؟" انہوں نے اٹھنا اور پیچھے ہٹنا چاہا لیکن کسی بھاری چیز نے انتہائی بے رحمی سے ان کے سر پر دھکا دیا اور انہیں آگے کھینچنے کھینچنے لے گئی۔ "میرے مالک، میری ساری خطائیں معاف کر دے!" انہوں نے مقابلہ کر سکنے کے عدم امکان کو محسوس کر کے کہا۔ وہ کسان کچھ بڑبڑاتے ہوئے لوہے پر جھکا کام کر رہا تھا۔ اور وہ موسم خزاں کی روشنی میں وہ تیشوں و تردد دھوکے رنج اور بدی سے بھری ہوئی کتاب پڑھ رہی تھیں وہ ہمیشہ سے زیادہ تیز روشنی سے بھڑک اٹھی، اس نے ان کے لئے وہ ساری چیزیں روشن کر دیں جو پہلے اندھیرے میں تھیں، قہر قرآنی، ماند پڑی اور بیٹھ کے لئے بچھ گئی۔



"ہوں! مجھے اسی کی توقع تھی!" انہوں نے بد طبیعتی سے مسکراتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔  
 "اچھا تو تم کھ جاؤ!" انہوں نے بیگانگی سے مدھم آواز میں کہا۔ انہوں نے مدھم آواز میں اس لئے کہا تھا کہ دل کی دھڑکن ان کے سانس لینے میں مغل ہو رہی تھی۔ "نہیں! میں تم کو اپنے کواڈھتہ نہ پہچانے دوں گی!" انہوں نے سوچا اور اس دھمکی کے ساتھ دروہی سے اور اپنے آپ سے نہیں بلکہ اس سے مخاطب ہو گئیں جس نے انہیں اذیت دینے پر مجبور کیا تھا۔ وہ انہیں کی غارت کے برابر سے چلتی ہوئی پلیٹ فارم پر آگے چلی گئیں۔ پلیٹ فارم پر دو خادماں مثل دی تھیں، انہوں نے سر کھٹا کر انہیں دیکھا اور ان کے بناؤ سنگار کے بارے میں کافی ادنیٰ آواز میں کچھ کہا۔ "اصلی ہے" ان لوگوں نے اس لیس کے بارے میں کہا جو وہ پہنے تھیں۔ نوجوان لوگ انہیں جین نہیں لینے دیتے تھے۔ وہ پھر ان کے چہرے کو کھورتے ہوئے اور غیر فطری آواز میں ہنسنے ہوئے کچھ چچ کر ان کے پاس سے گزر گئے۔ پاس سے انہیں ماسٹر گز رہا تھا، اس نے پوچھا کہ کیا وہ اسی گاڑی سے جا رہی ہیں۔ کو اس پہننے والا لڑکا انہیں برابر گئے جا رہا تھا۔ "یا خدا! میں کہاں پناہ لوں؟" انہوں نے پلیٹ فارم پر آگے بڑھتے ہوئے سوچا۔ پلیٹ فارم کے سرے پر وہ کھڑی ہو گئیں۔ ٹیک لگائے ہوئے ایک صاحب کا استقبال کرنے کے لئے عورتیں اور بچے آئے تھے جو بس بس کر زوروں سے باتیں کر رہے تھے لیکن جیسے ہی وہ ان لوگوں کے برابر پہنچیں دیے ہی سب چپ ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنے قدم بڑھائے اور ان لوگوں سے دور جا کر پلیٹ فارم کے سرے پر کھڑی ہو گئیں۔ ایک مال گاڑی آ رہی تھی۔ پلیٹ فارم ہلنے لگا اور انہیں لگا کہ وہ پھر میل گاڑی میں جا رہی ہیں۔

اور اچانک انہیں اس شخص کا خیال آیا جو دروہی سے ان کی ملاقات کے پہلے دن کل گیا تھا اور وہ سمجھ گئیں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ تیز اور سبک قدموں سے وہ ان زبوں سے آڑیں جو پانی کی گتھی سے چڑیوں تک جاتے تھے اور اپنے پاس گزرتی ہوئی ریل گاڑی کے بالکل پاس کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے زبوں کے نیچے بوتلوں اور زنجیروں کو اور پہلے دیکھ کر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اونچے آہنی پیوں کو دیکھا اور آنکھوں سے اندازہ کر کے یہ سٹے کرنے کی کوشش کی کہ اگلے اور پیچھے پیوں کا بیچ کس پر ہو گا اور وہ منٹ کب آئے گا جب یہ بیچ ان کے سامنے پڑے گا۔

"وہاں!" انہوں نے ڈبے کے سامنے دھول اور کونکے کے غبار میں دیکھتے ہوئے کہا جن سے سلیپر ڈھکے ہوئے تھے۔ "وہاں! بالکل بیچ میں اور میں اسے سزا دوں گی اور بیچ کر نکل بھی جاؤں گی سبوں سے بھی اور اپنے سے بھی۔"

وہ اپنے برابر آنے والے پہلے دیکھ کر بیچ میں گر پڑنا چاہتی تھیں لیکن لال بیک کی وجہ سے اڑچن ہوئی تھیں وہ ہاتھ سے اتارنا چاہتی تھیں، اور دیر ہو گئی۔ بیچ والا حصہ ان کے برابر سے گزر چکا تھا۔ اب اگلے ڈبے کا انتظار کرنا تھا، انہیں کچھ اسی طرح کا احساس ہوا جیسا اس وقت ہوتا تھا جب وہ تھرنے کے لئے پانی میں جانے کی تیاری کرتی تھیں اور انہوں نے اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔ صلیب بنانے کی عادی حرکت سے بچپن اور لڑکپن کی یادوں کا پورا سلسلہ ان کے ذہن میں آگیا اور جو تھیرکی ان کے لئے ہر چیز پر چھانکتی تھی وہ اچانک چھٹ گئی اور ایک لمحے کے لئے زندگی اپنی جی ہوئی خوشیوں کی ساری ہنک دھک کے ساتھ ان کے سامنے آگئی۔ لیکن انہوں نے قریب آتے ہوئے دوسرے ڈبے کے پیوں پر سے اپنی نظریں نہیں ہٹائیں۔ اور ٹھیک اسی وقت جب اگلے اور پیچھے پیوں کے بیچ کا حصہ ان کے برابر آیا تو انہوں نے لال بیک کو جھٹک دیا اور سر کو



## حصہ ہشتم

1

تقریباً دو مہینے گزر چکے تھے۔ گرمیاں بھی آدمی رہ گئی تھیں اور سرگئی ایو انووچ بس اب ماسکو سے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اس زمانے میں سرگئی ایو انووچ کی زندگی میں بھی اہم واقعات ہوئے۔ ان کی کتاب "یو رپ اور روس میں حالت ریاست کی بنیادوں اور بنیوں کا جائزہ" سال بھر پہلے تمام ہو گئی تھی جو ان کی چھ سال کی محنت کا ثمر تھی۔ اس کتاب کے چند باب رسالوں اور جریڈوں میں شائع ہو چکے تھے اور کچھ باب سرگئی ایو انووچ نے اپنے ملحقہ کے لوگوں کو پڑھ کر سنائے تھے چنانچہ اس تصنیف کے خیالات توپیک کے لئے بالکل تازہ خبر کی طرح سننے نہ ہو سکتے تھے پھر بھی سرگئی ایو انووچ کو توقع تھی کہ ان کی کتاب منظر عام پر آکر معاشرہ پر سنجیدہ تاثر پیدا کرے گی اور اگر اس نے سائنس میں انقلاب نہ بھی کیا تو عالمانہ دنیا میں شدید بیجاں تو ضرور ہی برپا کرے گی۔

انتہائی محتاط نظر ثانی کے بعد یہ کتاب پچھلے سال شائع کر کے کتب فروشوں کو بھیج دی گئی۔ سرگئی ایو انووچ اس کتاب کے بارے میں کسی سے نہ پوچھتے تھے "اپنے دوستوں کے اس سوال کا جواب کہ ان کی کتاب کیسی چل رہی ہے" بناوٹی بے نیازی سے دیتے تھے بلکہ کتب فروشوں سے بھی نہ پوچھتے تھے کہ کتاب کی فروخت کیسی ہو رہی ہے۔ پھر بھی وہ بڑے شوق اور تازہ بھری توجہ سے ان اولیں تاثرات پر نظریں لگاتے تھے جو ان کی کتاب معاشرے میں اور ادب میں پیدا کرے گی۔

لیکن ایک ہفتہ گزرا "دوسرا" تیسرا "اور معاشرے میں کوئی تاثر ہی نہ دکھائی دیا۔ ان کے دوست "ماہرین اور عالم کبھی کبھی "بظاہر ازراہ اخلاق" اس کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔ ان کی جان پہچان کے باقی لوگوں کو علمی مضمون کی کتاب سے دلچسپی نہ تھی اس لئے وہ اس کی بات بھی نہ کرتے تھے۔ اور معاشرے میں "جو اس وقت خاص طور سے دوسری چیزوں میں مصروف تھا" بالکل ہی بے نیازی تھی۔ ادب میں بھی پورے مہینے بھر کتاب کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا گیا۔

سرگئی ایو انووچ نے پوری تفصیل کے ساتھ اس وقت کا حساب لگایا تھا جو تبصرے لکھ جانے اور شائع ہونے کے لئے درکار تھا لیکن دو سرمایہ گزر گیا پھر بھی سنا نہ رہا۔

صرف "شمالی سموزا" میں ملحق دریا ہنسی کے بارے میں "جو اپنی آواز سے محروم ہو گیا تھا" ایک مزاحیہ مضمون میں سر سبز کردہ چند حقارت آمیز الفاظ کو زینت کی کتاب کے بارے میں بھی کہہ دیئے گئے تھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کتاب کے بارے میں سب لوگ پہلے ہی بری رائے قائم کر چکے ہیں اور وہ عام سمجھنے کا موضوع بن چکی ہے۔

آخر کار تیسرے مہینے میں ایک سنجیدہ رسالے میں تنقیدی مضمون شائع ہوا۔ سرگئی ایو انووچ اس مضمون کے مصنف کو جانتے تھے "وہ اس سے ایک بار گھو بسوف کے ہاں ملے تھے۔

مضمون کا مصنف ایک بالکل نوجوان دائم الریض مزاحیہ مضامین لکھنے والا صحافی تھا جو مصنف کی حیثیت سے بہت چمکا لیکن غیر معمولی طور پر کم پڑھا لکھا اور ذاتی راہ اور رسم میں بہت ہی دیوار جھینٹا تھا۔ مصنف کے لئے اپنی قلبی حقارت کے باوجود سرگئی ایو انووچ نے قطعی احترام کے ساتھ مضمون کو پڑھنا شروع کیا۔ مضمون بہت ہی بھیاںک تھا۔

صاف ظاہر تھا کہ مضمون نگار نے جان بوجھ کر کتاب کو اس طرح سمجھا تھا جس طرح اسے سمجھنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن اس نے اقتباسات کا انتخاب اتنی جا بکدستی سے کیا تھا کہ جن لوگوں نے کتاب کو نہیں پڑھا تھا (اور بظاہر تقریباً کسی نے نہیں پڑھا تھا) ان کے نزدیک یہ بالکل واضح ہو جاتا کہ پوری کتاب سوائے بلند بانگ الفاظ کے مجموعے کے اور کچھ کچھ بھی نہیں اور یہ بلند بانگ الفاظ بھی غیر ضروری تھے (جو کہ سوائے نشانات سے ظاہر ہوتا تھا) اور یہ کہ کتاب کا مصنف بالکل ہی لاعلم اور جاہل شخص تھا۔ اور یہ سب اس قدر حلیسی زبان کے ساتھ کیا گیا تھا کہ سرگئی ایو انووچ خود اس طرح کی حلیسی زبان سے انکار نہ کرتے لیکن یہ اسی لئے تو بہت ہی بھیاںک تھا۔

سرگئی ایو انووچ نے تبصرہ نگار کی دلیلوں کی انصاف پسندی کا جائزہ بہت ہی صاف دلی کے ساتھ لیا اس کے باوجود انہوں نے ایک منٹ کے لئے بھی ان کو تابیوں اور غلطیوں پر غور نہیں کیا "جن کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ بالکل صاف ظاہر تھا کہ ان سب کا انتخاب دانستہ طور پر کیا گیا ہے "البتہ ذرا ہی غیر ارادی طور پر انہوں نے مضمون کے مصنف سے اپنی ملاقات اور بات چیت کی ذرا ذرا سی تفصیلات کو بھی یاد کیا۔

"میں نے کسی بات سے اس کو نہیں پوچھا تھا؟" سرگئی ایو انووچ نے سوال کیا۔ اور یہ یاد کر کے کہ انہوں نے کس طرح ملاقات کے دوران میں اس نوجوان کے ان الفاظ کو درست کیا تھا جن سے اس کی علمی اور جہالت کا پتہ چلتا تھا "سرگئی ایو انووچ کے مضمون کے مضمون کی توضیح دل گئی۔

اس مضمون کے بعد کتاب کے بارے میں مردنی جیسی خاموشی چھا گئی "طباعت میں بھی اور زبانی بات چیت میں بھی" اور سرگئی ایو انووچ نے دیکھا کہ ان کی چھ سال کی حلق کی جس کے لئے انہوں نے اتنی لگن اور محنت سے کام کیا تھا یوں ناپید ہو گئی کہ اس کا کوئی نام و نشان بھی نہ رہ گیا۔

سرگئی ایو انووچ کی صورت حال اس وجہ سے اور بھی مشکل تھی کہ وہ کتاب ختم کرنے کے بعد اب کرے میں بیٹھ کر کام نہ کرتے تھے جس میں پہلے ان کے وقت کا بڑا حصہ صرف ہوتا تھا۔

سرگئی ایو انووچ "جین" تعلیم یافتہ و منڈب "صحت مند اور عمل پسند آدمی تھے اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اپنی سرگرمی کا استعمال کہاں کریں۔ "ڈرائنگ روموں، بلسوں، اینٹھوں اور کیٹیوں" جہاں کہیں بھی باتیں کرنا ممکن ہو تا وہاں بات چیت میں ان کے وقت کا ایک حصہ صرف ہوتا لیکن وہ شہر میں ایک مدت سے رہتے تھے اور اپنے لئے اس بات کو رد نہ رکھتے تھے کہ پوری طرح بات چیت میں الجھ جائیں جیسا کہ ان کا تجربہ کار بھائی جب ماسکو آتا تھا تو کرتا تھا۔ اس کے بعد بھی فرصت کا بہت سارا وقت اور ذاتی قوت بچ رہتی تھی۔

ان کی کتاب کی ناکامیابی کے سبب سے ان کے لئے جو مشکل ترین وقت تھا اسی میں ان کی خوش قسمتی سے مخالف مذہبی عقائد کے ماننے والوں "امریکی دوستوں" ہمارا کے قلم "نمائش اور ارواح پرستی جیسے سوالوں کی جگہ



سلائی سوال نے لی (۱) جو پہلے معاشرے میں صرف سنگ رہا تھا۔ چنانچہ سرگئی ایو انووچ جو پہلے بھی اس سوال کو اٹھانے والوں میں تھے پوری طرح سے اس کے لئے وقف ہو گئے۔

لوگوں کے جس حلقے سے سرگئی ایو انووچ کا تعلق تھا اس میں ۲۱ زمانے میں کسی اور چیز کے بارے میں اس طرح بات ہوتی تھی نہ لکھا جاتا تھا جیسے کہ سلائی سوال اور سرگئی ایو انووچ کے بارے میں۔ کمال لوگوں کی بھیڑ جو کچھ وقت کاٹنے کے لئے کرتی ہے وہ سب اب سلائیوں کی مدد کے لئے کیا جا رہا تھا۔ ہال ٹیج، کنسرٹ، 'موتھس' تقریریں، عورتوں کے فیشن شو، ریسٹوراں۔۔۔ سب کے سب سلائیوں سے بھر دیئے گئے تھے۔

اس موضوع پر جو کچھ لکھا اور کہا جا رہا تھا اس کے بڑے حصے کی تفصیلات سے سرگئی ایو انووچ متعلق نہیں تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ سلائی سوال ان فیشن ایبل تفریحی مشغلوں میں سے ہو گیا ہے جو ہمیشہ ایک کے بعد ایک بدلتے رہتے ہیں اور معاشرے کے لئے مصروفیت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس معاملے سے خود غرضی اور ذاتی نمود و نمائش کے مقاصد کی بنا پر وابستہ ہو گئے ہیں۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ اخبارات بہت سی غیر ضروری اور مبالغہ آمیز چیزیں شائع کرتے تھے، صرف ایک مقصد سے کہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالیں اور اتنا چھینیں کہ دوسروں کی آوازیں دب جائیں۔ وہ دیکھتے تھے کہ معاشرے کے اس عام جوش و خروش میں وہ لوگ جو ناکام تھے یا یہ محسوس کرتے تھے کہ ان کی توجہیں ہوتی ہے، سامنے آگئے تھے اور دوسروں سے زیادہ سی زور سے جھج رہے تھے۔ بغیر فوج والے فوجی سالار، بغیر وزارتوں والے وزیر، اخبار نویس جن کا کسی اخبار سے تعلق نہ تھا ایسی پارٹیوں کے سربراہان جن کے ممبر تھے ہی نہیں۔ سرگئی ایو انووچ دیکھتے تھے کہ اس سب میں بہت سی چیزیں لاپرواہی کی اور مستحکم خیر تھیں۔ لیکن وہ بلاشبہ اور براہِ بڑھتے ہوئے جوش و خروش کو بھی دیکھتے اور تسلیم کرتے تھے جس نے معاشرے کے سارے طبقوں کو متحد کر دیا تھا اور جس سے بھر دیئے نہ رکھنا ناممکن تھا۔ ہم مذہب اور بھائی سلائیوں کے قتل عام سے ان کے لئے بھر دیئے اور ان پر ظلم و جبر کرنے والوں سے تنفر پیدا ہو گیا تھا۔ اور سرگئی ایو انووچ نے غیور و والوں کی جان بازی نے جو ایک عظیم مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے تھے، سارے لوگوں میں یہ خواہش پیدا کر دی تھی کہ صرف انھوں سے نہیں بلکہ محل سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی سرگئی ایو انووچ کے لئے ایک اور بھی خوشی دینے والا منظر تھا۔۔۔ یہ تھی معاشرے کی عام رائے کی نمود۔ معاشرے نے قطعی طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جیسے کہ سرگئی ایو انووچ کہتے تھے عوامی روح کو بڑا یہ اظہار مل گیا۔ اور اس معاملے میں جتنا زیادہ انہوں نے دلچسپی لی اتنا ہی زیادہ انہیں یہ بات مہربانی لگنے لگی کہ یہ ایسا مقصد تھا جو لازمی طور پر بہت بڑے پیمانے کا ہو جائے گا اور ایک نئے عہد کی تشکیل کرے گا۔

انہوں نے اپنے کو اس عظیم مقصد کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور اپنی کتاب کے بارے میں سوچنا بھولی گئے۔

اب وہ سارے وقت مصروف رہتے تھے، اتنے کہ وہ ان سب غلطیوں اور اہیلوں کے جواب بھی نہ دے پاتے تھے جو انہیں لکھے جاتے تھے۔

ہمارے سادے دنوں اور آدمی گریوں تک کام کرنے کے بعد وہ صرف جولاہی میں بھائی کے پاس دیہات جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

## 2

وہ دو ہفتے آرام کرنے کے لئے بھی جا رہے تھے اور عوام کے مقدس ترین حصے، دیہات کے اندرون قلب میں عوامی روح کے اس جوش و خروش پر خوش ہونے کے لئے بھی جس کا انہیں اور دارالسلطنت کے نیز دوسرے شہروں کے سارے باشندوں کو پورا یقین تھا۔ ان کے ساتھ ہی کتا و سوف بھی گیا جس نے بہت دنوں پہلے لیون سے اس کے ہاں آنے کا وعدہ کیا تھا۔

سرگئی ایو انووچ اور کتا و سوف ابھی کرکس ریلوے اسٹیشن (2) پر کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی پائے تھے جہاں آج لوگوں کی چل چل خاص طور سے زیادہ تھی اور کبھی سے ان کے وہ سامان لے کر پیچھے آتے ہوئے خدنگار کو دیکھ ہی رہے تھے کہ کرائے کی چار گاڑیوں میں رضا کاروں (3) کی ایک ٹولی بھی پہنچ گئی۔ خواتین نے پھولوں سمیت ان کا استقبال کیا اور ان کے پیچھے پیچھے رخصت کرنے والوں کی بھیڑ کے ساتھ انہیں لے کر اسٹیشن میں داخل ہوئیں۔

رضا کاروں کا استقبال کرنے والی ایک خاتون ہال سے اُٹھ کر سرگئی ایو انووچ سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ بھی رخصت کرنے کے لئے آئے ہیں؟" انہوں نے فرانسیسی میں پوچھا۔

"نہیں پرس، میں خود ہی جا رہا ہوں۔ بھائی کے پاس آرام کرنے۔ اور آپ رضا کاروں کو رخصت کرنے پیش آتی ہیں؟" خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ سرگئی ایو انووچ نے کہا۔

"یہ تو ممکن ہی نہیں ہے!" پرس نے جواب دیا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ ہمارے ہاں سے آٹھ سو بیسے جا چکے ہیں؟" انہوں نے تسمیہ کی بات کا یقین ہی نہیں کیا۔

"آٹھ سو سے زیادہ۔ اگر ان لوگوں کو بھی شمار کیا جائے جو سیدھے ہاسکو سے نہیں گئے، ہزار سے زیادہ ہو چکے ہیں" سرگئی ایو انووچ نے کہا۔

"یہی تو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا!" خاتون خوش ہو کر بول اٹھیں۔ "اور کیا یہ بھی سچ ہے کہ اب تک چندہ دس لاکھ روپے سے زیادہ جمع ہو چکا ہے؟"

"زیادہ پرس۔"

"اور آج کی تازہ ترین خبر کیا ہے؟ پھر بھائی کی ترکوں کی۔"

"ہاں میں نے پڑھا" سرگئی ایو انووچ نے جواب دیا۔ ان لوگوں نے پچھلے لمبی گرام کی بات کی جس نے تصدیق کی تھی کہ تین دن مسلسل ترکوں کو سارے محاذوں پر پہنچایا گیا اور یہ کہ کل فیصلہ کن لڑائی کی توقع ہے۔

"ارے ہاں، ایک بہت سی خوب صورت فوج ان کے محاذ پر بھیجے جانے کی درخواست کی۔ پتہ نہیں لیون اس کے لئے کچھ مشکلیں پیدا کر دی گئیں۔ میں اسے جانتی ہوں اور آپ سے درخواست کرنا چاہتی تھی کہ سرگئی کر کے ایک رتھ لکھ دیجئے۔ اسے کاؤتس لیدیا ایو انووچ بھجوا رہی ہیں۔"

درخواست کرنے والے فوجیوں کے بارے میں تفصیلات پوچھ کر جو پرس کو معلوم تھیں، سرگئی ایو انووچ نے اول درجے کے وینٹگ روم میں جا کر اس شخص کے نام ایک رتھ لکھا جس پر اس معاملے کا دارو مدار تھا اور پرس کو دے دیا۔

"پتہ ہے آپ کو؟" کاؤت ورو وکی، وی مشور ورو وکی... اسی ریل گاڑی سے جا رہے ہیں، پرس نے



فتح مندانہ اور بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس وقت کہا جب سرگمی ایوانوچ نے انہیں ڈھونڈ کر رکھ دیا۔

"میں نے یہ سنا تھا کہ وہ جا رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ کب۔ اسی گاڑی سے؟"

"میں نے دیکھا انہیں۔ وہ بیس ہیں۔ انہیں رخصت کرنے بس ان کی ماں آئی ہیں۔ پھر بھی یہ بہترین کام ہے جو وہ کر سکتے تھے۔"

"ہاں ہاں بظاہر ہے۔"

جس وقت یہ لوگ باتیں کر رہے تھے اسی وقت ان کے پاس سے لوگوں کی ایک بھیڑ کھانے کی میز کی طرف گزر گئی۔ یہ لوگ بھی اور قریب چلے گئے اور انہوں نے ایک صاحب کی زوردار آواز سنی جو ہاتھ میں شراب کا گلاس لئے رضا کاروں سے خطاب کر رہے تھے۔ "ایمان کی انسانیت کی ہمارے بھائیوں کی خدمت کیجئے" ان صاحب نے آواز بلند کر کے کہا۔ "اس عظیم مقصد میں کامیابی کے لئے آپ کو دعا دیتی ہے ماں ماسکو۔ ٹیویو!" (4) انہوں نے بلند اور بھرائی ہوئی آواز میں اپنی تقریر ختم کی۔

سارے لوگوں نے نعرہ بلند کیا "ٹیویو!" اور ہاں میں ایک نئی بھیڑ آگئی جس میں پرس لڑھکتے لڑھکتے بھیجیں۔

"ارے! پرس! کیا جوش ہے! خوشی کی مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے استی پان ارکاڈ سچے نے کہا جو بھیڑ کے بیچ میں اچانک نمودار ہو گئے تھے۔" بیچ ہے نا بڑی شاندار اور پر جوش تقریر کی؟ شاہباش! اور سرگمی ایوانوچ بھی ہیں! اب تو آپ کو اپنی طرف سے بھی چند لفظ کہنے چاہئیں! پتہ ہے آپ کو بہت بڑھانے والے۔ آپ یہ اتنی اچھی طرح کہتے ہیں! انہوں نے پر شفقت، محتاط اور احترام آمیز مسکراہٹ کے ساتھ ذرا سرگمی ایوانوچ کو ہاتھ سے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں! میں تو ابھی جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"دریات، بھائی کے پاس" سرگمی ایوانوچ نے جواب دیا۔

"تو آپ میری بیوی سے ملیں گے۔ میں نے انہیں خط لکھا ہے لیکن آپ تو ان سے پہلے ملیں گے، مہربانی کر کے کہہ دیجئے گا کہ آپ مجھ سے ملے تھے اور یہ کہ آل راسٹ۔ (5) وہ سمجھ جائیں گی۔ اور اس کے علاوہ بڑی عنایت ہوگی اگر آپ ان سے یہ بھی کہہ دیں کہ میرا تقرر ہو گیا ہے۔ بہ حیثیت ممبر کمیشن متحدہ... ہاں وہ سمجھ جائیں گی! آپ تو جانتے ہی ہیں بے جنتی میز و دلا و حسین" (6) معذرت سی کرتے ہوئے وہ پرس سے مخاطب ہو گئے۔ "اور میا ٹکاپا تو لیزا انہیں بلکہ شیش کوئی ایک ہزار انٹیلیں اور بیس نرسیں مجبوراً ہی ہیں۔ بتایا میں نے آپ کو؟"

"ہاں میں نے سنا" کوثر نیشیت نے بادل ناخواستہ جواب دیا۔

"مگر افسوس ہے کہ آپ چلے جا رہے ہیں" استی پان ارکاڈ سچے نے کہا۔ "کل ہم دو جانے والوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ پیٹرس برگ کے دبیر برتیا سکی اور ہمارا وسیلہ فکس کریشا۔ دونوں جا رہے ہیں۔ وسیلہ فکس نے ابھی خود سے سن دیا ہے شادی کی ہے۔ شاہباش ہے اس کو! ہے نا پرس؟" وہ خاتون سے مخاطب ہوئے پرس نے کوئی جواب نہ دے کر کوثر نیشیت کی طرف دیکھا۔ لیکن اس بات سے استی پان ارکاڈ سچے کو ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی کہ سرگمی ایوانوچ اور پرس ان سے پیچھا چمڑانا چاہتے ہیں۔ وہ مسکراتے ہوئے بھی

پرس کی بیٹھ میں لگے پروں کو دیکھتے اور کبھی دوسری طرف اس انداز سے جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک خاتون رقم جمع کرنے کا صندوق لے کر گھوم رہی ہیں تو انہیں بلایا اور اس میں پانچ روپے کا نوٹ ڈال دیا۔

"جب تک میرے پاس رقم ہے تب تک میں ان چندہ جمع کرنے کے صندوقوں کو سکون سے نہیں دیکھ سکتا" انہوں نے کہا۔ "اور آج کی خبر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شاہباش ہے سونے لگے والوں کو؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ! وہ تقریباً بیچ پڑے جب پرس نے انہیں بتایا کہ اسی گاڑی سے دروہی بھی جا رہے ہیں۔ ایک لمبے کے لئے استی پان ارکاڈ سچے کے چہرے سے رنج کا اظہار ہوا لیکن منٹ بھر بعد جب وہ ہر قدم پر ذرا سانسوٹے ہوئے اور اپنے گلہ جھجھکیوں کو ٹھیک کرتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں دروہی تھا تو استی پان ارکاڈ سچے اپنی بس کی لاش پر اپنی انتہائی ناامیدانہ سکینوں کو بھول چکے تھے اور وہ دروہی سے صرف ایک سو ماور پرانے دوست کی طرح ملے۔

"ان کی ساری کوتاہیوں کے باوجود ان کے ساتھ انصاف نہ کرنا ناممکن ہے" سرگمی ایوانوچ سے الموصی کے جاتے ہی پرس نے کہا۔ "یہ ہے پوری طرح سے روسی! سلائی فطرت! بس مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان سے ملنا دروہی کے لئے ناخوشوار ہوگا۔ آپ چاہے کچھ کہیں! میں اس شخص کے مقدر سے بہت متاثر ہو جاتی ہوں۔ آپ راستے میں اس سے باتیں کیجئے گا" پرس نے کہا۔

"ہاں ہو سکتا ہے اگر موقع ملتا تو۔"

"مجھے وہ کبھی پسند نہیں تھا۔ لیکن اس طرح وہ بہت سی چیزوں کا نگارہ ادا کئے دے رہا ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ خود جا رہا ہے بلکہ اپنے خرچ سے پورا اسکو اڈرن لے جا رہا ہے۔"

"ہاں میں نے سنا۔"

کھنٹی سنائی دی۔ سارے لوگ جوق در جوق دروازے کی طرف بڑھے۔

"وہ جا رہے ہیں" پرس نے دروہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو لہا اور کوٹ اور چوڑی نگر والی سیاہ بیٹھ لگائے اپنی ماں کو بازو کا سہارا دیتے جا رہا تھا۔ الموصی ان لوگوں کے برابر چل رہے تھے اور بڑے جوش میں کچھ بات کر رہے تھے۔

دروہی جو دریاں چڑھائے اپنے سامنے دیکھ رہا تھا جیسے وہ سن ی نہ رہا ہو کہ استی پان ارکاڈ سچے کہہ کر جا رہے تھے۔

غالباً الموصی کے اشارہ کرنے پر اس نے اوپر دیکھا جدھر پرس اور سرگمی ایوانوچ کھڑے تھے اور کچھ کہے بغیر اس نے اپنی بیٹھ اٹھا کر دور سے تعظیم کی۔ اس کے چہرے سے غور سیدگی اور دکھ کا اظہار ہوا رہا تھا اور وہ گویا ہجر کا ہو گیا تھا۔

پلیٹ فارم پر تڑان گونہا "اے خدا! زار کو رکھ سلامت" پھر نعرے بلند ہوئے "ہررا!" اور "ٹیویو!" ایک لمبے قد کا دھنسنے والا تو جو ان رضا کار خاص طور سے نمایاں انداز میں ہنک ہنک کر تعظیم کر رہا تھا اور سر کے اوپر اپنی فلیٹ بیٹھ اور گلدستے کو لہرا رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو افسروں اور ایک بڑی سی رازشمی والے سحر آدمی نے بھی "جو گندی ٹوپی لگائے تھا" سرنگال کر تعظیم کی۔



پرس سے الوداع کر کے سرگئی ایوانوچ اپنے ہم سفر کنڈاوسوف کے ساتھ خصائص بھری ہوئی گاڑی میں چلے گئے اور گاڑی نے حرکت کی۔

زار - "تینہ اشیشین (7) پر ریل گاڑی کا خیر مقدم نوجوانوں کے ایک گورس نے کیا۔ رضا کاروں نے پھر تعظیم کی اور سربراہ نکال نکال کر دیکھا لیکن سرگئی ایوانوچ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ انہیں اتنے رضا کاروں سے سابقہ پڑ چکا تھا کہ وہ ان کے عام نمونے کو اچھی طرح جانتے تھے اور اس سے انہیں دلچسپی نہ تھی۔ البتہ کنڈاوسوف کو اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے رضا کاروں کا مشاہدہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ انہیں ان لوگوں سے بڑی دلچسپی ہو گئی اور وہ ان کے بارے میں سرگئی ایوانوچ سے سوال کرتا رہا۔

سرگئی ایوانوچ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ دوسرے درجے میں چلا جائے اور خود ان سے باتیں کرے۔ اگلے اشیشین پر کنڈاوسوف نے اس مشورے پر عمل کیا۔

اگلے اشیشین پر وہ دوسرے درجے میں چلا گیا اور رضا کاروں سے متعارف ہوا۔ وہ سب الگ ڈبے کے ایک کونے میں زور زور سے بات چیت کر رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اس بات کو جانتے تھے کہ سارے مسافروں کی اور ابھی ابھی آنے والے کنڈاوسوف کی توجہ انہیں پر مرکوز تھی۔ بے قد کا دھنسنے والے نوجوان سب سے زیادہ زوروں سے بات کر رہا تھا۔ بظاہر وہ نئے میں تھا اور اپنے تعلیمی ادارے میں ہونے والا کوئی واقعہ بیان کر رہا تھا۔ اس کے مقابلے میں ایک احمق مزاج نوجوانی گاردی کا جینٹ پٹنے ہوئے بیٹھا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے نوجوان کا قصہ سن رہا تھا اور اسے بار بار روک رہا تھا۔ تیسرا ان کے پاس ہی آرٹیلری کی وردی پٹنے سوٹ کیس پر بیٹھا تھا۔ چوتھا سو رہا تھا۔

نوجوان کے ساتھ بات چیت شروع کر کے کنڈاوسوف نے معلوم کیا کہ وہ ماسکو کا ایک دولت مند سوداگر تھا جس نے پانچ سال کی عمر تک بہت بڑی جائیداد اڑائی تھی۔ وہ کنڈاوسوف کو اس وجہ سے نہیں پسند آیا کہ وہ زبانی طبیعت کا مزاج کا بگڑا ہوا اور صحت کا کمزور تھا۔ بظاہر اسے یقین تھا خاص طور سے اب شراب پی کر کہ وہ سو رہاؤں جیسا کارنامہ انجام دے گا اور بہت سی ناخوشگوار طریقے سے ڈینگیں مار رہا تھا۔

دوسرے فوجی خدمت سے بیکدوش ہو چکے والے افسر کا تاثر بھی کنڈاوسوف پر کچھ اچھا نہیں ہوا۔ جیسا کہ دکھائی دے رہا تھا یہ ایسا شخص تھا جو ساری چیزوں کو آزما چکا تھا۔ وہ ریلوے میں بھی کام کر چکا تھا کسی محفل پر ناظم بھی رہ چکا تھا خود کارخانے کھول چکا تھا اور ساری چیزوں کے بارے میں بغیر کسی ضرورت کے باتیں کرتا تھا اور غیر مناسب سائنسی الفاظ کا استعمال کرتا تھا۔

تیسرا آرٹیلری والا "ان دونوں کے برعکس کنڈاوسوف کو بہت اچھا لگا۔ وہ منکراور خاموش مزاج آدمی تھا جو بظاہر بیکدوش گارد والے کے علم سے اور سوداگری جاننا زائد بے نفسی سے مرعوب ہو گیا تھا اور اپنے بارے میں خود کچھ کہہ ہی نہیں رہا تھا۔ جب کنڈاوسوف نے اس سے پوچھا کہ اسے کس چیز نے سربیا جانے پر اکسایا تو اس نے انکار کے ساتھ جواب دیا:

"اے کیا، تمہی جا رہے ہیں۔ سربیا والوں کو بھی مدد کی ضرورت ہے۔ ان پر ترس آتا ہے۔"

"ہاں خاص طور سے آپ کے آرٹیلری والے تو وہاں کم ہی ہیں" کنڈاوسوف نے کہا۔

"اے میں نے تو آرٹیلری میں بہت دنوں خدمت کی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں میرا تقرر پیدل میں یا سو اوروں میں کر دیا جائے۔"

"پیدل میں کیوں جب سب سے زیادہ ضرورت آرٹیلری والوں کی ہے" کنڈاوسوف نے کہا اور اس کی عمر سے اندازہ لگا لیا کہ وہ خامے اچھے عمدے پر پہنچ چکا ہو گا۔

"میں نے آرٹیلری میں بہت دن خدمت نہیں کی۔ میں تو بیکدوش کیڈٹ افسروں" اور اس نے سمجھنا شروع کیا کہ اس نے کمیشن کے لئے امتحان کیوں نہیں دیا۔

ان سب چیزوں نے مل کر کنڈاوسوف پر کوئی اچھا تاثر نہیں پیدا کیا اور جب اگلے اشیشین پر رضا کار شراب پینے کے لئے اترے تو کنڈاوسوف نے چاہا کہ کسی سے بات کر کے اپنے ناموافق تاثرات کی تصدیق کرے۔ سفر کرنے والا ایک بڑا فوجی اور کوٹ پٹنے ہوئے سارے وقت رضا کاروں کے ساتھ کنڈاوسوف کی بات چیت کو سن رہا تھا۔ جب وہی دونوں اکیلے رہ گئے تو کنڈاوسوف اس سے مخاطب ہوا۔

"یہ سارے لوگ کس قدر مختلف حیثیتوں کے ہیں جو وہاں جا رہے ہیں" کنڈاوسوف نے غیر یقینی انداز میں کہا اس لئے کہ وہ اپنی رائے بھی کہہ دیتا چاہتا تھا اور اس کے ساتھ ہی بڑھے سے اس کی رائے منظر آتی تھی چاہتا تھا۔

بڑا فوجی تھا "دو مہموں میں لڑ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فوجی آدمی کیسا ہوتا ہے اور ان لوگوں کی صورت شکل اور ان کی بات چیت سے اور اس جوش سے" جس سے وہ راستے میں شراب پیتے تھے "وہ ان سب کو خراب فوجی سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک ضلع کے صدر مقام کا رہنے والا تھا اور جانتا چاہتا تھا کہ کیسے اس کے شہر میں بس ایک برخواست شدہ سپاہی گیا ہے "جو شرابی اور چور تھا اور نئے کوئی بھی کام نہ لگتا تھا۔ لیکن وہ اپنے تجربے سے جانتا تھا کہ اس وقت معاشرے کی جو مزا بنی کیفیت تھی اس میں عام رائے کے خلاف کوئی بات کہنا اور خاص طور سے رضا کاروں کو برا بھلا کہنا خطرناک تھا اس لئے وہ بھی کنڈاوسوف سے چمکنا تھا۔

"پھر اب وہاں تو لوگوں کی ضرورت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سربیا کی افسر تو کسی کام کے نہیں ہیں۔"

"ہاں اور یہ تو بڑے شاندار رہیں گے" کنڈاوسوف نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہنسنے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں لڑائی کی تازہ ترین خبروں کی باتیں کرنے لگے اور دونوں نے اس بارے میں اپنی حیرت کو ایک دوسرے سے چھپایا کہ جب سارے محاذوں پر ترکوں کو ہرا دیا گیا ہے تو کل لڑائی کی توقع کس سے ہے۔ تو یوں دونوں اپنی اپنی رائے کا اظہار کئے بغیر ہی جدا ہو گئے۔

کنڈاوسوف نے اپنے ڈبے میں آکر غیر ارادی طور پر ریاکاری سے کام لے کر سرگئی ایوانوچ کو رضا کاروں کے بارے میں اپنا تاثر بیان کیا کہ اس سے یہ لگا کہ رضا کار تو بڑے عمدہ لوگ ہیں۔

کسی شہر کے بڑے اشیشین پر پھر گیتوں اور نغموں سے رضا کاروں کا خیر مقدم کیا گیا چندہ منع کرنے والے اور والیاں پھر صند و چٹوں سمیت نمودار ہوئے اور صوبائی خواتین نے رضا کاروں کو گلے سے پیش کئے اور ان کے ساتھ بے تکلیف میں گئیں۔ لیکن یہاں یہ سب ماسکو کے مقابلے میں "محمولی اور چھوٹے پلاٹے" پر تھا۔

جب صوبے کے صدر مقام کے اشیشین پر گاڑی رکی تو سرگئی ایوانوچ کینٹین میں نہیں گئے بلکہ پلٹ فارم پر بیٹھ گئے۔

پہلی بار جب وہ دوسری کیمپارٹمنٹ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اٹھکھاک کر دیکھی۔ یہ لیکن



جب وہ دوسری بار گزرے تو انہوں نے کھڑکی کے پاس بوڑھی کاؤٹس کو دیکھا۔ انہوں نے کوز نشیمن کو اپنے پاس بلایا۔

”میں تو بس اس کو کر سکتا تھا۔ پچھلے بار ہی ہوں“ انہوں نے کہا۔  
 ”ہاں میں نے سنا“ سرگمی ایو انووچ نے ان کی کھڑکی کے پاس رک کر اور اس میں سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ ”ان کی طرف سے یہ کتنا قابل قدر اقدام ہے“ انہوں نے یہ دیکھ کر اضافہ کیا کہ دروہکی کپار ٹنٹ میں نہیں تھا۔

”ہاں اب اپنے اس دکھ کے بعد وہ اور کرنا بھی کیا؟“

”کیسا بھانک واقعہ تھا!“ سرگمی ایو انووچ نے کہا۔

”اف میں نے کیسی افتاد جمیلی ہے! ارے آپ آجائے نا۔۔۔ اف میں نے کیسی افتاد جمیلی ہے!“ جب سرگمی ایو انووچ اندر آکر ان کے پاس صوفے پر بیٹھ گئے تو انہوں نے پھر کہا۔ ”اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا! چہ بھتے اس نے کسی سے بات نہیں کی اور کہا نا بھی جیسی تھا جب میں بہت منت کرتی تھی۔ اور ایک منٹ کے لئے بھی اسے اکیلے چھوڑنا ممکن نہ تھا۔ ہم نے ہر ایسی چیز وہاں سے ہٹادی جس سے وہ خودکشی کر سکتا تھا، ہم غلی منزل پر رہتے تھے مگر کسی بھی چیز کی چیز بنی کرنا تو ممکن نہ تھا۔ آخر آپ تو جانتے ہیں کہ اس نے ایک بار پہلے خود کو اسی عورت کی خاطر گولی مار لی تھی“ انہوں نے کہا اور بڑھیا کی بھوس اس واقعے کو یاد کر کے سکو گئیں۔ ”ہاں“ وہ ختم ہو گئی جیسے اس طرح کی عورت کو ختم ہونا چاہئے تھا۔ موت بھی اس نے جتنی تو ایسی شرمناک اور پست۔“  
 ”اس کا فیصلہ ہمیں نہیں کرنا ہے کاؤٹس“ سرگمی ایو انووچ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ ”لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے لئے یہ کتنا تکلیف دہ رہا ہو گا۔“

”ارے“ اس کی تو بات ہی نہ کیجئے! میں اس زمانے میں سچے پر اپنے گھر میں رہتی تھی اور وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس کے پاس ایک رقعہ لایا گیا۔ اس نے جواب لکھا اور بھیج دیا۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ وہیں اسٹیشن پر تھی۔ شام کو میں بس اپنے کمرے میں گئی تھی کہ مجھ سے میری خادمہ میری نے کہا کہ اسٹیشن پر ایک خاتون نے خود کو ریل گاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میرے سر پر کچھ مار دیا ہو! میں سمجھ گئی کہ یہ وہی تھی۔ پہلی بات جو میرے من سے نکلی وہ یہ تھی کہ ”اس سے مت بھاننا“۔ لیکن ان لوگوں نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اس کا کوچوان وہاں تھا اور اس نے سب دیکھا تھا۔ جب میں دوڑ کر اس کے کمرے میں گئی تو وہ اپنے حواس میں نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور دوڑ کر اسٹیشن گیا۔ اب یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہوا لیکن اسے مردہ کی طرح وہاں سے لایا گیا۔ میں تو اس کو پہچان بھی نہ پائی۔ ڈاکٹر نے کہا پراسٹا تیس کو مہلت (8) اس کے بعد تو تقریباً جنون کا دورہ پڑ گیا۔

”اف“ اب میں کیا بتاؤں! ”کاؤٹس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ ”بہت ہی بھانک وقت تھا۔ نہیں“ آپ چاہے جو کئے ”بری عورت تھی ایہ ہوتے کیا ہیں اس طرح کے انتہائی حد تک پیچھے ہوئے جذبات ایہ تو کچھ خاص چیز ثابت کر دینے کی خواہش ہے۔ تو بس اس نے ثابت کر دیا۔ خود کو تپاہ کر دیا اور دوائے اچھے مردوں کو۔۔۔ اپنے شوہر کو اور میرے بد نصیب بیٹے کو۔“

”اور ان کے شوہر نے کیا کیا؟“ سرگمی ایو انووچ نے پوچھا۔

”انہوں نے اس کی بیٹی کو لے لیا۔ شروع میں تو ایو شیا (9) ہر چیز پر راضی تھا۔ لیکن اب اسے یہ سوچ

سوچ کر بڑی اذیت ہوتی ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو ایک غیر آدمی کے حوالے کر دیا۔ مگر وہ اپنے قول سے پھر تو نہیں سکتا۔ کار سنیں اس کی تدفین میں آئے تھے۔ لیکن ہم نے کوشش کی کہ ایو شیا نے ان کی ملاقات نہ ہو۔ ان کے لئے شوہر کے لئے تو پھر بھی آسان ہے۔ ان سے تو قطع تعلق کر چکی تھی۔ لیکن میرا بچا رہنا تو اسی کاہو کے رہ گیا تھا۔ سب کچھ چھوڑ دیا اس نے۔ ملازمتی زندگی مجھ کو، لیکن پھر بھی اس عورت کو اس پر رحم نہ آیا اور اسے جان بوجھ کر اس نے مار کر رکھ دیا۔ نہیں“ آپ چاہے کچھ بھی کئے“ اس کی موت ہی۔۔۔ ایک بدکار بے دین عورت کی موت تھی۔ یا خدا مجھے معاف کرنا لیکن جب میں اپنے بیٹے کی تباہی کو دیکھتی ہوں تو اس کی یاد سے نفرت نہ کرنا میرے بس میں نہیں ہوتا۔“

”تو اب وہ کیسے ہیں؟“

”یہ تو خدا نے ہماری مدد کی۔۔۔ یہ سریانی جنگ۔ میں تو بوڑھی عورت ہوں“ اس میں کچھ سمجھتی نہیں لیکن اس کے لئے تو یہ خدا کی رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں کی حیثیت سے مجھے بے حد ڈر لگتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں سے نے پاترے۔ تین ویں آجیو بونگ (10)۔ لیکن اب کیا کیا جائے! بس یہی ایک چیز اسے اٹھا کر کھڑا کر سکتی تھی۔ اس کا دوست یا شوہن جوئے میں سب ہار گیا اور وہ سریانی جانے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ اس کے پاس آیا اور اس نے اسے بھی راضی کر لیا۔ اب اس میں اس کا بھی لگ گیا ہے۔ آپ سریانی کر کے اس سے باتیں کیجئے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کا دھیان ہے۔ وہ اس قدر رنجیدہ ہے۔ اوپر سے ایک مصیبت اور یہ آگنی کہ اس کے دانتوں میں درد ہونے لگا۔ آپ کو دیکھ کر اسے بہت خوش ہوگی۔ سریانی کر کے آپ اس سے باتیں کیجئے“ وہ دوسری طرف ٹھل رہا ہے۔“

سرگمی ایو انووچ نے کہا کہ وہ بڑی خوشی سے ملیں گے اور وہ گاڑی کی دوسری طرف چلے گئے۔

## 5

پلیٹ فارم پر گئے ہوئے بوروں کے ایک ڈھیر کی شام کی آڑی پر چھائیں میں دروہکی اپنا لہبا اور کوٹ پہنے، ہیٹ پیشانی پر پہنی کر کے جیو میں ہاتھ ڈالے اس طرح ٹھل رہا تھا جیسے کمرے میں بند درندہ ہو۔ کوئی میں قدم جا کر وہ تجزی سے واپس مڑتا۔ سرگمی ایو انووچ جب پاس پہنچے تو انہیں لگا کہ دروہکی ان کو دیکھ رہا ہے لیکن ایسے بن رہا ہے جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ سرگمی ایو انووچ کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ دروہکی کے معاملے میں وہ ساری ذاتی مصلحتوں سے بلند تھے۔

اس وقت سرگمی ایو انووچ کی نظروں میں دروہکی ایک عظیم مقصد کی خاطر اہم کارکن تھا اور اس کی تعریف اور بہت افزائی کرنا سرگمی ایو انووچ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ اس کے پاس گئے۔

دروہکی ٹھہرا۔ اس نے کوز نشیمن کو غور سے دیکھا اور انہیں پہچان کر چند قدم بڑھ کر سرگمی ایو انووچ سے ملا اور بہت زوروں میں ہاتھ ملایا۔

”ہو سکتا ہے آپ مجھ سے ملنا نہ چاہتے ہوں“ سرگمی ایو انووچ نے کہا۔ ”لیکن کیا میں آپ کے لئے کسی طرح سے کار آمد نہیں ہو سکتا؟“

”کسی سے بھی ملنا میرے لئے اتنا کم ناخوشگوار نہیں ہو سکتا جتنا آپ سے“ دروہکی بولا۔ ”میں معافی چاہتا ہوں۔ خوشگوار تو اب میری زندگی میں کچھ رہا نہیں۔“



"میں سمجھتا ہوں اور میں آپ کے لئے اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہوں" سرگئی ایو انوویچ نے دروہکی کے چہرے کی طرف نظر کرتے ہوئے کہا جو صریحی طور پر تکلیف میں مبتلا تھا۔ "آپ کو رستہ کی سبیل (۱۱) کے نام خط تو نہیں چاہئے؟"

"ارے نہیں! دروہکی نے پیسے ان کی بات مشکل سے سمجھ کر کہا۔ "اگر آپ کے لئے کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو ہم شیلے رہیں۔ ڈیوں میں ایسی گھٹن ہے۔ کھٹ؟ نہیں، شکر یہ ادا کرتا ہوں آپ کا۔ مرنے کے لئے کسی سفارش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں ترکوں کے نام ہو تو اور بات ہے۔۔۔" اس نے صرف ہونٹوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ آنکھوں سے ویسے ہی غصے اور تکلیف کا اظہار ہوتا رہا۔

"پھر بھی جس شخص کو پہلے سے تیار کر دیا گیا ہو اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں ہو سکتا ہے آپ کو آسانی ہو جو ہر حال ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن آپ جیسا چاہیں۔ مجھے آپ کے فیصلے کے بارے میں سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور رضا کاروں پر تو اتنے جملے جارہے تھے کہ آپ پیسے شخص کی وجہ سے وہ معاشرے کی نظروں میں بلند ہو جائیں گے۔"

"میں انسان کی حیثیت سے" دروہکی نے کہا۔ "اس لئے اچھا ہوں کہ میرے لئے زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور جسمانی توانائی مجھ میں اتنی کافی ہے کہ لڑائی میں کود سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں یا مسکتا ہوں۔۔۔ یہ میں جانتا ہوں۔ مجھے اس کی خوشی ہے کہ کوئی چیز ایسی ہے جس کے لئے میں اپنی زندگی دے سکتا ہوں جو مجھے اتنی نہیں کہ کسی بھی چیز کے لئے درکار نہیں بلکہ قابل نفرت لگتی ہے۔ کسی نہ کسی کے کام آئی جائے گی" اور اس نے بے مہوشی سے جبروں کو حرکت دی اس لئے کہ دانتوں میں مسلسل تکلیف اور شدید درد تھا جس کی وجہ سے اسے اس انداز سے بات کرنے میں بھی مشکل ہو رہی تھی جس سے وہ کرنا چاہتا تھا۔

"میں آپ سے ابھی سے کہہ دیتا ہوں کہ آپ کو نیا جنم مل جائے گا" سرگئی ایو انوویچ نے مٹا ہوا کر کہا۔ "اپنے بھائیوں کو جبر و تشدد سے نجات دلانا ایسا مقصد ہے کہ اس کے لئے جان بھی دی جاسکتی ہے اور زندہ بھی رہا جاسکتا ہے۔ خدا آپ کو غاہری کامیابی عطا کرے۔۔۔ اور باطنی سکون اور چین" انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دروہکی نے سرگئی ایو انوویچ کا بڑھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تپاک سے دلیا۔ "ہاں، ہتھیار کی حیثیت سے میں کچھ نہ کچھ کام آسکتا ہوں۔ لیکن انسان کی حیثیت سے تو۔۔۔ میں کھنڈر ہوں" اس نے رک رک کر کہا۔

مضبوط دانت میں کرناک درد کی وجہ سے اس کے منہ میں رال بھر رہی تھی اور بات کرنے میں مشکل ہوتی تھی۔ وہ چپ ہو گیا اور پڑیوں پر دھیرے دھیرے روانی سے پلٹے ہوئے کوئٹے پانی کے ٹھیلے کے پیوں کو کھینچے لگا۔ اور اچانک درد نے نہیں بلکہ بالکل ہی دوسری اور عام کرناک اندرونی تکلیف نے اسے ایک لمبے کے لئے دانت کے درد کو بھول جانے پر مجبور کر دیا۔ ایک ایسے واقعہ کا رے بات چیت کے زیر اثر جس سے وہ اپنی بد قسمتی کے بعد نہیں ملا تھا، پڑی پر کوئٹے پانی کے ٹھیلے کو دیکھ کر اسے اچانک "ان" کا خیال آیا یعنی اس کا جو ان کا باقی رہ گیا تھا جسے اس نے تب دیکھا تھا جب وہ ریلوے اسٹیشن کے شیڈ میں پانچوں کی طرح دوڑتا ہوا پہنچا تھا۔ شیڈ میں ایک بیڑہ غیروں کے بیچ میں بغیر کسی شرم کے خون میں تھرا ہوا تین پڑا تھا جو ابھی تک ذرا دیر پہلے زندگی سے پر تھا۔ ان کا سر صبح سلامت تھا اور اپنی بھاری چونٹوں اور کینٹیوں پر کی لٹوں سمیت پیچھے کو تھکا ہوا تھا

اور خوبصورت چہرے پر سرخ ہونٹوں والا منہ اودھ کھلا تھا اور قابل رحم ہونٹوں اور کھلی رہ جانے والی آنکھوں کے بھیاںک پن کی وجہ سے ایک عجیب سا تاثر تھا جیسے وہی خوفناک الفاظ کہہ رہی ہوں۔ کہ وہ بچھڑائے گا۔۔۔ جو انہوں نے اس سے جھگڑنے کے وقت کہے تھے۔

اور اس نے ان کا وہ روپ یاد کرنے کی کوشش کی جو اس وقت تھا جب وہ ان سے پہلی بار ملا تھا، اسٹیشن ہی پر پُر اسرار دلکش، محبت بھرا، جس میں خوشی کی صلاحیت تھی اور جو خوشی دیتا تھا اور اس بے رحمی اور انتقام پسندی کو ذہن سے نکال دیتا تھا جو ان کی آخری ملاقات کی اسے یاد دلاتی تھی۔ وہ ان کے ساتھ کے بہترین لمحات کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا تھا لیکن یہ لمحات ہمیشہ کے لئے زہر آلود ہو چکے تھے۔ وہ انہیں بس اس بات پر فتح مند نظر آتی یاد کر سکتا تھا کہ انہوں نے اس کو بالکل بیکار لیکن ناقابل غلطی بچھڑا دے کی جو دھمکی دی تھی اسے پورا کر دیا۔ اسے اب دانت کا درد نہیں محسوس ہو رہا تھا بلکہ رقت سے اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا۔

بوروں کے ڈھیر کے پاس دو چپ چاپ شیلے کے بعد اس نے اپنے اوپر قابو پایا اور سکون کے ساتھ سرگئی ایو انوویچ سے مخاطب ہوا:

"آپ نے کل کے بعد کی خبریں تو نہیں سنیں؟ تیسری پار انہیں ہسپتال کیا جا چکا ہے لیکن کل فیصلہ کن لڑائی کی توقع ہے۔"

اور سریا کے بادشاہ میل ہو جانے کے اعلان اور اس کے جو زبردست اثرات ہو سکتے ہیں ان کے بارے میں کچھ باتیں اور کرنے کے بعد درد سری گھٹتی بیٹنے پر وہ لوگ اپنے اپنے ڈیوں میں چلے گئے۔

## 6

سرگئی ایو انوویچ کو چونکہ یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ماسکو سے کب نکل سکیں گے اس لئے انہوں نے بھائی کو تار نہیں دیا کہ ان کے لئے سواری بھیجی جائے۔ جب سرگئی ایو انوویچ اور کتا واسوف اسٹیشن سے کرائے کی گاڑی لے کر دھول میں اترے تو "مسخوں کی طرح منہ پڑتے ہارہ بیگن کو پکڑو، قہقہے کے مکان کی برساتی تک پہنچے تو لیوین گھر پر نہیں تھا۔ کئی بالکل ہی اپنے باپ اور بہن کے ساتھ ٹیمپو تھی" اس نے عینہ کو پچھانا اور ان کے استقبال کے لئے پیچھے دوڑی۔

"آپ کو شرم بھی نہیں آئی کہ آنے کی خبر نہیں دی" اس نے سرگئی ایو انوویچ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اور بوسہ دینے کے لئے پیشانی ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"ہم مزے سے آگے اور آپ لوگوں کو پریشان بھی نہیں کیا" سرگئی ایو انوویچ نے کہا۔ "میں تو دھول میں ایسا اٹا ہوا ہوں کہ آپ کو چھوٹے بھی ڈر لگتا ہے۔ میں اتنا مصروف تھا کہ مجھے خود نہیں معلوم تھا کہ کب میں خود کو چھڑا سکوں گا۔ اور آپ پہلے کی طرح" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا "اپنے پر سکون دور افتادہ مسکن میں دھاروں سے الگ رہ کر چین کی خوشی سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ اور یہ ہمارے دوست لیو دور وادہ سلیج آخر کار آئی گئے۔"

"گھر میں ٹیکو نہیں ہاتھ مند ہو کر۔۔۔ آدھے جیسا ہو جائوں گا" کتا واسوف نے اپنی عادت کے مطابق خدایتہ انداز میں کہا اور کتنی سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرائے۔ ان کے دھولتے کالے پائے ہوئے چہرے پر دانت خاص طور سے جھگڑاتے نظر آئے۔



”کو ستیا بہت خوش ہوں گے۔ وہ باڑے میں گئے ہیں۔ اب تک انہیں آجاتا چاہئے تھا۔“  
 ”اب تک کھیتی باڑی میں مصروف ہیں۔ واقعی دور افتادہ ہی جگہ میں ہیں“ کتا واسوف نے کہا۔ ”اور ہمیں  
 شہر میں سوائے سربائی جنگ کے اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اور اس کے بارے میں ہمارے دوست کی یاد آئے  
 ہے؟“ یقیناً وہ عام لوگوں کی طرح تو نہیں سوچتے ہوں گے؟“  
 ”خیر وہ بھی“ ویسے ہی جیسے سب سوچتے ہیں“ کیٹی نے بوکھلا کر سرگئی ابو انوچ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”اچھا تو میں انہیں بلوانے کے لئے آدمی بھیجتی ہوں۔ اور پاپا ہمارے ہاں مسمان ہیں“ وہ بھی تھوڑے ہی دن  
 ہوئے پر دیس سے آئے ہیں۔“

اور لیون کو بلوانے کا اور اس کا انتظام کر کے کہ دھول میں اٹے مسمانوں کو ہاتھ منہ دھونے کے لئے لے  
 جایا جائے۔۔ ایک کو لیون کے کمرے میں اور دوسرے کو ڈالی کے سابق کمرے میں۔۔ اور مسمانوں کے لئے  
 ٹاشے کا بندوبست کر کے وہ ”تیز نقل و حرکت کے حق کو استعمال کر کے جس سے اسے امید ہے ہونے کے دنوں  
 میں محروم کر دیا گیا تھا“ دو ڈکاپ لکھی پر گئی۔

”سرگئی ابو انوچ اور کتا واسوف آئے ہیں جو پروفیسر ہیں“ اس نے کہا۔

”اوہ گری میں تو بڑی مشکل ہوگی!“ پرنس شیریا نیکی نے کہا۔

”نہیں پاپا“ وہ بڑے اطمینان سے کہتا ہے ”بہت پیار کرتے ہیں“ کیٹی نے مسکراتے ہوئے اس  
 طرح کہا جیسے ان سے کسی بات کی اکتاہٹ کر رہی ہو۔ اس نے باپ کے چہرے پر مذاق اڑانے والا انداز دیکھ لیا تھا۔  
 ”میں نے کچھ کما تھو ڈا ہی۔“

”اور تم میری اچھی ذرا ان لوگوں سے مل لو“ کیٹی بہن سے مخاطب ہوئی ”اور ان لوگوں کی خاطر کروا  
 دو۔ یہ لوگ اسٹیشن پر اسٹیو اسے ملے تھے“ وہ خیریت سے ہیں۔ میں دوڑ کے میتھیا کے پاس جاتی ہوں۔ اسے صبح  
 کی چائے کے بعد سے ابھی تک دودھ نہیں پلایا۔ اب وہ جاگ گیا ہو گا اور ضرور پیچ رہا ہو گا“ اور وہ چھاتیوں میں  
 دودھ کی افراط محسوس کرتی ہوئی بچے کے کمرے میں چلی گئی۔

اور درحقیقت یہی نہیں کہ اس نے ٹھیک قیاس کر لیا تھا (ابھی تک بچے سے اس کی وابستگی کم نہیں ہوئی  
 تھی) بلکہ وہ یقین کے ساتھ ”اپنے میں دودھ کی افراط سے“ جانتی تھی کہ اس کے جسم میں غذائی کمی ہوگی۔

وہ بچے کے کمرے میں پہنچنے سے پہلے ہی جان گئی کہ بچہ پیچ رہا ہے۔ اور واقعی وہ پیچ رہا تھا۔ اس نے بچے کی  
 آواز سنی اور اپنے قدم تیز کر دیئے۔ لیکن وہ ہنسی تیز چلتی جاتی تھی اسنے ہی زور سے وہ چیخا جا رہا تھا۔ اس کی  
 خوشگوار آواز میں توانائی تھی بلکہ اس سے بھوک اور بے مبری ظاہر ہوتی تھی۔

”دیر سے پیچ رہا ہے کھلائی“ دیر سے؟“ اس نے جلدی جلدی کر پی پیٹھ کر دودھ پلانے کے لئے تیار  
 ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”لایئے“ مجھے جلدی سے دے دیجئے۔“ اوہ، کھلائی“ آپ بھی کتنا عاجز کرتی ہیں۔ ٹوپی بعد کو  
 باندھ دیجئے گا۔“

بچہ بھوک کے مارے پیچ پیچ کر اٹھا جا رہا تھا۔

”مگر ایسا تو نہیں کرتا چاہئے میری جان“ کتا واسوف نے جواب دیا جو تقریباً سارے وقت بچے کی  
 کمرے میں رہتی تھیں۔ ”اس کو قاعدے سے ٹھیک ٹھاک رکھنا چاہئے۔“ آگوں، آگوں“ وہ اس کے اوپر جھکی  
 اسے پھسلاتی رہیں اور انہوں نے ماں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

کھلائی نے بچے کو لاکر ماں کے حوالے کر دیا۔ کتا واسوف نے اس کے ساتھ ساتھ چلی آئی تھیں۔ ان  
 کے چہرے سے شفقت و محبت چمکی پڑ رہی تھی۔

”جانتا ہے“ جانتا ہے“ آپ یقیناً جانتے“ میری جاں کا تریخا اٹکسا نہ رو دنا“ اس نے مجھے پہچان لیا“ کتا  
 واسوف نے بچے کی پیچوں سے آواز اونچی کر کے کہا۔

کیٹی نے ان کی بات نہیں سنی۔ اس کی بے مبری بھی ویسے ہی بڑھتی جا رہی تھی جیسے بچے کی۔

بے مبری کی وجہ سے کاہر پر تک ٹھیک نہیں ہوا۔ بچہ چھاتی کو منہ میں نہیں لے پایا اور خفا ہو نارا ہا۔

آخر کار انتہائی ناامیدی کے ساتھ چیختے اور گھار غرغرے اور خالی خالی چہرہ کر کے کے بعد کام ٹھیک ہو گیا  
 اور ماں اور بچے نے ایک ساتھ ہی خود کو پرسکون محسوس کیا اور دونوں چپ ہو گئے۔

”مگر وہ بھی تو بچہ ہر پہنے میں تر ہو رہا ہے“ کیٹی نے بچے کو ٹٹولتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ”آپ کیوں یہ

سوچتی ہیں کہ وہ آپ کو پہچانتا ہے؟“ اس نے ٹھکیوں سے بچے کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اضافہ کیا جو ”جیسا کہ

اسے لگا“ پیشانی تک آئی ہوئی ٹوپی کے نیچے شرارت کے ساتھ اسے گھور رہی تھیں“ اور اس کے ہمواری کے

ساتھ دودھ چوتے ہوئے گالوں کو اور اس کی لال لال ہتھیلیوں کو دیکھا جن کو وہ گول گول حرکت دے رہا تھا۔

”ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ کسی کو پہچانتا تو مجھ کو پہچانتا“ کیٹی نے کتا واسوف کو صراحت کرنے پر کہا اور

مسکرائی۔

وہ مسکرائی اس لئے تھی کہ اس نے کبہ تو دیا تھا کہ وہ کسی کو پہچان نہیں سکتا لیکن اپنے دل میں وہ جانتی

تھی کہ وہ صرف یہی نہیں کہ کتا واسوف کو پہچانتا تھا بلکہ وہ سب جانتا اور سمجھتا بھی تھا اور بہت کچھ ایسا بھی

جانتا اور سمجھتا ہے جو کوئی بھی نہیں جانتا اور جو وہ خود اس کی ماں بھی صرف اسی کی بدولت جان سکتی تھی اور سمجھنے

مگلی تھی۔ کتا واسوف کو پہچاننے کے لئے، کھلائی کے لئے، ٹٹانے کے لئے بلکہ اپنے باپ کے لئے بھی میتھیاں ایک باندہ

ہستی تھا جو اپنے لئے صرف دیکھ بھال کا مطالبہ کرتا تھا لیکن ماں کے لئے تو وہ بہت دنوں سے ایک اخلاقی ہستی تھا

جس کے ساتھ روحانی رشتوں کی پوری تاریخ تھی۔

”ارے ابھی جاگے گا خدا کے فضل سے تو آپ خود دیکھ لیجئے گا۔ جیسے ہی میں یوں کرتی ہوں ویسے ہی اس

کا پیار ایا ر اچہ یوں کل اٹھتا ہے۔ ایسے کل اٹھتا ہے جیسے صاف دن“ کتا واسوف نے کہا۔

”اچھا ٹھیک ہے، ٹھیک ہے“ تب دیکھیں گے“ کیٹی نے سرگوشی میں کہا۔ ”ابھی تو آپ جانتے۔ وہ سو رہا

ہے۔“

کتا واسوف نے کتا واسوف کو پہچاننے کے بل باہر چلی گئیں۔ کھلائی نے پردے گرا دیئے، پنکھڑی کی ٹھنڈی ہوائی مسیری کے

بچے سے کھینچ کر اور ایک بڑھکی کو کھڑکی کے شیشے پر سے اڑایا جس سے ٹکرا کر وہ جھجھکتا رہی تھی اور جھجک

ماں اور بچے کے لئے صبح کی ایک کھلائی ہوئی شاخ سے جھلنے لگیں۔

”گری می گری می“ تھوڑی سی بارش ہی کر دیتا خدا“ وہ بڑبڑاتی۔

”ہاں، ہاں، شش شش...“ کیٹی نے جو اب میں کہا اور بچے کو بھلا پالا اور شفقت سے گد بڑھاتے ہوں کو



دیا جو جوڑوں پر جیسے دھاگے سے کس کر باندھے ہوئے لگتے تھے۔ میتیا ان ہاتھوں کو بالکل آہستہ آہستہ جھٹا رہا تھا اور آنکھیں بند کر رہا تھا اور کھول رہا تھا۔ یہ ہاتھ کبھی کو بے کل کر رہا تھا وہ اسے چومنا چاہتی تھی لیکن ذرتی تھی کہ بچہ کیس ڈرنے جائے۔ آخر کار وہ ہاتھ محکم کیا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ بس بچہ کبھی کبھی دودھ چوستا اور اپنی لمبی لمبی اوپر کو مڑی پلکوں کو ذرا اسٹاٹاٹاٹاں کو نیم اندھیرے میں سیاہ لگتی ہوئی غم آنکھوں سے دیکھتا۔ کھلائی نے نشی جھلتا بند کر دیا اور ادا گھٹ گئی۔ اوپر سے بوڑھے پر نس کی آواز ٹھٹھک اور کتا واسوف کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

”یقیناً وہ لوگ میرے بغیر بھی مزے سے باتیں کرنے میں لگے ہیں“ کیٹی نے سوچا۔ ”پھر بھی جھنجھلاہٹ ہو رہی ہے کہ کو ستیا نہیں ہیں۔ ضرور وہ پھر شد کی کھینوں کے پھٹوں کے پاس چلے گئے ہوں گے۔ ویسے یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ وہ اکثر وہاں چلے جاتے ہیں پھر بھی میں خوش ہوں۔ اس سے ان کا مٹی بمل جاتا ہے۔ اب وہ اس سے تو زیادہ خوش اور بہتر ہو گئے ہیں جیسے ہمارے ہیں۔“

”نہیں تو وہ ایسے ادا اس اور اذیت میں جھلا رہے تھے کہ مجھے ان کے لئے برا ڈر لگتا تھا۔ وہ بھی کیسے ہیں کہ نبی آتی ہے!“ اس نے مسکراتے ہوئے سرگو شیوں میں کہا۔

وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر کو کس چیز سے اذیت تھی۔ یہ ان کی بے دینی تھی۔ باوجود اس کے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا وہ یہ سمجھتی ہے کہ اگر اس کا شوہر ایمان نہیں لائے گا تو اسے دوسری زندگی میں نجات نہیں ملے گی تو وہ اس پر ہاں کہنے پر مجبور ہو جاتی کہ اسے نجات نہیں حاصل ہوگی لیکن شوہر کی بے دینی سے وہ کبھی نہیں تھی اور وہ ’جو اس بات کو تسلیم کرتی تھی کہ بے دین کے لئے نجات نہیں ہے اور ساری دنیا میں سب سے زیادہ اپنے شوہر سے دلی محبت کرتی تھی‘ اس کی بے دینی کے بارے میں مسکرا کر سوچتی تھی اور کبھی تھی کہ مضحکہ انگیز ہیں۔

وہ سوچتی کہ ”آخر کس لئے یہ پورے سال پہ نہیں کون کون سا فلسفہ بڑھا کرتے ہیں؟ اگر یہ سب کتابوں میں لکھا ہے تو وہ سمجھ سکتے ہیں۔ اور اگر وہاں سچ نہیں لکھا ہے تو پھر پڑھتے ہی کیوں ہیں؟ وہ خود کہتے ہیں کہ ان کا ایمان لانے کوئی چاہتا ہے تو پھر کیوں نہیں ایمان لے آتے؟ یقیناً اسی لئے کہ سوچتے بہت ہیں۔ اور سوچتے بہت ہیں تنہائی کی وجہ سے۔ سارے وقت اکیلے بالکل اکیلے۔ ہمارے ساتھ وہ ساری باتیں تو کر نہیں سکتے۔ میرے خیال میں یہ سمان خاص طور سے کتا واسوف ان کے لئے بہت خوشگوار ہوں گے۔ کتا واسوف کے ساتھ بحث کرنا انہیں بہت پسند ہے“ اس نے سوچا اور فوراً ہی اس خیال تک پہنچ گئی کہ کتا واسوف کے سونے کا کون سا انتظام ان کے لئے زیادہ آرام دہ ہو گا۔ الگ یا سرگئی ایو انووچ ہی کے کمرے میں۔ اور اس پر اسے دوسرا خیال آیا جس کی وجہ سے اس نے مارے دیوانے کے جھرمجھری لی بلکہ میتیا کو بھی قہقہوں میں جھٹکا دیا جس نے اس کے لئے اسے تندی سے دیکھا۔ ”لگتا ہے کپڑے دھونے والی عورت ابھی تک چادر میں اور غلاف وغیرہ تولائی نہیں اور مسمانوں کے لئے جو چادر اور غلاف ہیں وہ تو سب استعمال میں ہیں۔ اگر انتظام نہ کیا گیا تو آگیا میٹھا کیلو دوا ہی استعمال شدہ چیزیں سرگئی ایو انووچ کو دے دیں گی“ اور یہ سوچ ہی کر اس کے چہرے پر خون کی لالی دوڑ گئی۔

”ہاں“ میں انتظام کر دوں گی“ اس نے طے کیا اور پہلے کے خیالوں کی طرف واپس آتے ہوئے اس کو یاد آیا کہ کسی اہم روحانی سوال کے بارے میں ابھی تک پوری طرح اس نے نہیں سوچا تھا اور اس نے اس سوال کو یاد کرنا شروع کیا۔ ”ہاں کو ستیا بے دین ہیں“ اسے پھر سے مسکراہٹ کے ساتھ یاد آیا۔

”کیا خوب ہے دین ابتر ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں یہ نسبت اس کے کہ وہ ادا م اشتال جیسے ہو جائیں یا ویسے جیسی میں اس زمانے میں پری دلیں میں ہونا چاہتی تھی۔ نہیں وہ بناوٹ اور دکھاوا تو کبھی نہ کریں گے۔“

اور اس کی نیکی کا ابھی قہقہے ہی دنوں پہلے کا ایک بیتا جانتا تھا کہ اس کی نظروں میں پھر گیا۔ وہ بہت پہلے ڈالی کو استی پان ار کاو سچ کا نامت بھرا خطا تھا۔ انہوں نے منت کی تھی کہ ڈالی ان کی عزت بنالیں اپنی جائیداد کو فروخت کر دیں تاکہ ان کے قرض ادا کر دیے جائیں۔ ڈالی بہت ہی ناامیدی کی حالت میں تھیں ”نہیں اپنے شوہر سے نفرت تھی“ وہ انہیں حقارت سے دیکھتی تھیں ”ان پر ترس کھاتی تھیں انہوں نے طلاق لے لینے کا اور جائیداد بیچنے سے انکار کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن یہ معاملہ ختم اس پر ہوا کہ وہ اپنی جائیداد کا ایک حصہ فروخت کرنے پر راضی ہو گئیں۔ اس کے بعد کیٹی نے میٹھا شفق بھری مسکراہٹ کے ساتھ اپنے شوہر کی بوکھلاہٹ کو اور ان کی بار بار کی اسٹ پٹ پٹ کی کوشش کو یاد کیا جو وہ اس معاملے کو چھیلنے کے لئے کر رہے تھے اور پھر آخر کار کیسے انہوں نے ڈالی کی توہین کئے بغیر ان کی مدد کرنے کا واحد ذریعہ سوچ کر کیٹی سے کہا کہ وہ جائیداد میں سے اپنا حصہ بمن کو دے دیں جس کا پہلے خود کیٹی کو خیال بھی نہیں آیا تھا۔

”وہ کہاں سے بے دین ہیں؟ جس کا دل ان کی طرح کا ہو‘ جو کسی کو بھی‘ بچے تک کو نہیں پہنچانے سے ان کی طرح ڈرتا ہو! سب کچھ دوسروں کے لئے“ اپنے لئے کچھ بھی نہیں۔ سرگئی ایو انووچ ہی کو لوہہ سمجھتے ہیں کہ ان کا عقائد ہونا کو ستیا کا فرض ہے۔ اور بمن بھی یہی سوچتی ہیں۔ اور اب ڈالی بھی اپنے بچوں سمیت انہیں کے ذمے ہیں۔ اور یہ سارے کسان جو ہر روز ان کے پاس آتے ہیں بیٹے ان سب کی خدمت کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔“

”ہاں“ تم ایسے ہی بننا“ جیسے تمہارے باپ ہیں!“ اس نے میتیا کو کھلائی کو دیتے ہوئے اور اس کے گالوں کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے کہا۔

8

جب سے لیون نے اپنے دم توڑتے ہوئے چیمپے بھائی کو کچھ کر زندگی اور موت کے سوالوں کو پہلی بار ان عقائد کے ذریعے دیکھا تھا جنہیں وہ نے کتنا تھا جنہوں نے اس کے دھیان دیئے بغیر ہی میں سے ہمیں سال کی عمر تک میں اس کے لڑکپن اور نوجوانی کے اعتقاد کی جگہ لے لی تھی تب سے اسے اتنا موت سے نہیں دانا زندگی سے ڈر لگنے لگا تھا جس کا اسے ذرا بھی علم نہ تھا کہ وہ کہاں سے آئی‘ کس لئے‘ کس واسطے اور وہ یہ کیا۔ نظام جسمانی‘ اس کا زوال و انتشار‘ مادے کا ناقابل فقاہت ہونا‘ توانائی کو برقرار رکھنے کا قانون‘ ارتقا۔ یہ تھے الفاظ جنہوں نے اس کے سابق اعتقاد کی جگہ لے لی تھی۔ یہ الفاظ اور ان سے وابستہ سمجھ و ابھار ان مقاصد کے لئے تو بہت اچھی تھی لیکن زندگی بسر کرنے کے لئے ان سے کوئی مدد نہ ملتی تھی اور تیار کی لیون خود کو ایک ایسے شخص کی طرح محسوس کرنے لگا جس نے اپنا گرم فرکوت کے کرمل کا لباس لے لیا ہو اور پھر اس کو پالنے میں جلیبی بار دلا لیں سے نہیں بلکہ اپنے پورے وجود سے بلاشبہ یقین ہو گیا کہ وہ تو بالکل ٹھگے ہوئے ہی کی طرح ہے اور یہ کہ اسے لازمی طور پر سخت اذیت کے ساتھ مرنا پڑے گا۔

اسی وقت سے لیون پر برابر اپنی لاعلمی کے لئے ذر محسوس کرنا رہا حالانکہ اس نے اس سلسلے میں اپنے لئے کوئی تھرموج تو وضع نہیں کی اور پہلے کے مطابق ہی اپنی زندگی بسر کرتا رہا۔



اس کے علاوہ وہ مبہم طریقے سے اس کو بھی محسوس کرتا تھا کہ جسے وہ اپنے عقائد کہتا تھا وہ صرف لاطینی ہی نہیں تھی بلکہ یہ خیالات کا ایسا نظام تھا کہ اس کے تحت اس چیز کا علم حاصل کرنا ناممکن تھا جس کی اسے ضرورت تھی۔

شادی کے بعد کے ابتدائی زمانے میں اسے جو نئی خوشی ملی اور ذمہ داری کا احساس ہوا اس نے ان خیالات کو بالکل ہی دبا دیا تھا۔ لیکن کچھ دنوں سے 'یوی' کی زندگی کے بعد 'جب وہ ماسکوس رہتا تھا اور اسے کوئی کام نہ تھا تب 'لیوین کے سامنے یہ سوال اکثر پیشتر آتا رہا اور حل کے جانے کا مطالبہ روز افزوں اصرار کے ساتھ کرتا رہا۔

اس کے لئے سوال ہی تھا کہ "میری زندگی کے سوالوں کے جو جواب میرا نیت دیتی ہے انہیں اگر میں نہیں تسلیم کرتا تو پھر کن جوابوں کو میں تسلیم کرتا ہوں؟" اور وہ اپنے عقائد کے پورے اسلمہ خانے میں نہ صرف یہ کہ کوئی جواب نہ تلاش کر سکا بلکہ جو اب بھی کوئی چیز بھی اسے نہ ملی۔

اور اس کی حالت اس آدمی جیسی تھی جو کھلونوں اور اسلحوں کی دکانوں میں کھانے پینے کی چیزیں ڈھونڈ رہا ہو۔

اب وہ غیر ارادی طور پر ہر کتاب میں 'ہر بات چیت میں' ہر شخص میں انہیں سوالوں کے بارے میں رو دیئے اور ان کے حل کی تلاش کرتا۔

اس سلسلے میں اسے سب سے زیادہ اس چیز نے حیران اور پریشان کیا کہ اس کے حلقے اور عمر کے زیادہ تر لوگوں نے اپنے اعتقاد کو اسی کی طرح بدل کر اسی کی طرح نئے عقائد اختیار کر لئے تھے لیکن انہیں اس میں کوئی مصیبت نہ نظر آتی تھی اور وہ بالکل ہی مطمئن اور پرسکون تھے۔ چنانچہ لیوین کو خاص سوال کے علاوہ دوسرے سوالات بھی پریشان کرتے۔ کیا یہ لوگ سچے اور پر غلو ہیں؟ کیا وہ بناوٹ اور دکھاوا نہیں کرتے؟ یا وہ لوگ کسی اور طریقے سے بہ نسبت اس کے زیادہ واضح طور پر ان جوابات کو سمجھتے ہیں جو سائنس ان سوالوں کے دیتی ہے جن میں وہ الجھا ہوا ہے؟ اور وہ ان لوگوں کی راہوں اور ان کتابوں کا بھی مطالعہ بڑے جوش اور لگن کے ساتھ کرتا جن میں ان جوابات کا اظہار کیا جاتا تھا۔

جب سے وہ ان سوالوں میں مصروف رہنے لگا تھا تب سے اب تک اسے جو ایک چیز ملی تھی وہ یہ تھی کہ اپنی نوجوانی کے یونیورسٹی والے حلقے کو یاد کر کے اس نے جو فرض کر لیا تھا کہ مذہب اپنا زمانہ پورا کر چکا اور اب اس کا کوئی وجود نہیں تھا یہ اس نے غلطی کی تھی۔ زندگی کے اعتبار سے سارے ایسے لوگ جو اس کے قریب تھے وہ مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے۔ بوڑھے پرنس بھی 'لووف' بھی جسے وہ اتنا پسند کرنے لگا تھا 'سرگئی ایوا نوویچ' بھی اور ساری عورتیں تو اعتقاد رکھتی ہی تھیں اور اس کی بیوی بھی ویسا ہی اعتقاد رکھتی تھی جیسا شروع لڑکپن میں خود اس کا تھا۔ اور ننانوے فیصدی روسی لوگ 'وہ سارے عام لوگ اعتقاد رکھتے تھے جن کی زندگی اس کے دل میں انتہائی احترام کا جذبہ پیدا کرتی تھی۔

دوسری چیز یہ تھی کہ بہت سی کتابیں پڑھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے ہم خیال لوگ ان خیالات سے کسی بھی دوسری چیز کی مراد نہ لیتے تھے اور وہ کسی بھی چیز کی وضاحت کے بغیر صرف ان سوالوں کو رد کر دیتے تھے جن کے جواب کے بغیر وہ محسوس کرتا تھا کہ جی ہی نہیں سکتا 'اور بالکل ہی دوسرے سوالات کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے جو اس لائق نہ تھے کہ ان سے اس کو دلچسپی ہو سکے جیسے کہ نظام جسمانی کا ارتقا 'روح کی

میکانیکس تو صحیح و غریب۔

اس کے علاوہ یوی کی زندگی کے زمانے میں اس کے ساتھ ایک واقعہ ہوا جس اس کے لئے غیر معمولی تھا۔ وہ جسے اعتقاد نہیں تھا دعائیں مانگنے لگا اور عامانحے وقت اسے اعتقاد بھی تھا۔ لیکن یہ وقت گزر گیا تو پھر وہ اس وقت کی مزاحیہ کیفیت کو اپنی زندگی میں کوئی بھی جگہ نہ دے سکا۔

وہ یہ تسلیم نہیں کر سکا تھا کہ اس وقت وہ سپائی کو جان گیا تھا اور اب لاطینی کر رہا تھا۔ اس لئے کہ جیسے اس نے سکون کے ساتھ اس کے بارے میں سوچنا شروع کیا دیکھ ہی سب کچھ پختہ ہو گیا۔ اور وہ اس بات کو بھی تسلیم نہ کر سکا تھا کہ اس نے تب لاطینی کی تھی اس لئے کہ اسے اس وقت کی روحانی کیفیت عزیز تھی اور اسے کمزوری کا دین تسلیم کرتا تو وہ ان لحاظ کی بے حرمتی کرتا۔ وہ بہت سی تکلیف دہ مکالمات کی حالت میں تھا اور اس سے نکلنے کے لئے اپنی پوری روحانی قوت کو برسر کار لا رہا تھا۔

9

یہ خیالات اسے کبھی معمولی طور پر کبھی شدت کے ساتھ عاجز کرتے اور اذیت دیتے لیکن کبھی اس کے ذہن سے بالکل محو نہیں ہوتے۔ وہ پڑھتا اور سوچتا 'اور جتنا زیادہ وہ پڑھتا اور سوچتا اتنی زیادہ وہ خود کو اس مقصد سے دور محسوس کرتا جس کے وہ رہ رہا تھا۔

پچھلے دنوں ماسکوس اور دسات میں 'یہ یقین کر کے کہ اسے اذیت پسندوں کے ہاں جو اب نہ ملیں گے' اس نے اٹلاطون 'اسپینزا' کانت 'شنگک' 'ویلگ' اور شوپنہائمر (12) کا مطالعہ کیا اور بار بار مطالعہ کیا۔ یہ وہ فلسفے تھے جو زندگی کی غیر اذیت پسندانہ توجہ دیتے تھے۔

جب تک وہ پڑھتا ہوا تھا تو دوسری تعلیمات خاص طور سے اذیت پسندوں کے خلاف خودی ترویجی دلیلیں وضع کرنا تب تک اسے خیالات شروع مظلوم ہوتے لیکن جیسے ہی وہ سوالوں کے حل پڑھتا یا خود وضع کرنا دیکھ ہی عیشہ ایک ہی چیز کی عکاسی ہوتی۔ "روح" "مرضی" "آزادی" "جوہر" "جیسے جسم لفظوں کی معین تشریحوں پر نظر رکھتے ہوئے" لفظوں کے اس جال میں پھنس کر جو فلسفیوں نے اس کے واسطے یا جو خدا نے اپنے واسطے بچھایا تھا، وہ جیسے کچھ سمجھنے سا لگتا۔ لیکن بس خیالات کی معنوی روش کو بھولنے کی اور زندگی سے اس کی طرف واپس آنے بھر کی دہر ہوتی جس نے اسے تب طمانیت دی تھی جب وہ معین دھماکے کو پکڑے پکڑے پھنسا رہا تھا کہ یہ ساری معنوی عمارت تاش کے پتوں کے گہری طرح ڈھسے پڑتی اور یہ بات صاف ہو جاتی کہ عمارت انہیں لفظوں کے ہیر پھیر سے بنائی گئی تھی اور اس کا انحصار زندگی میں عقل سے زیادہ کسی اہم ترین چیز پر نہیں تھا۔

ایک بار شوپنہائمر کو پڑھتے ہوئے اس نے اس کی "مرضی" کی جگہ لفظ "محبت" رکھ دیا اور اس نے غصے سے اسے کوئی دودن گمن رکھا جب تک کہ وہ اس سے الگ نہیں ہو گیا لیکن جب بعد کو اس نے زندگی کی باتیں یوں سے اس پر نظر ڈالی تو وہ بھی اسی طرح ڈھسے پڑا اور طبل کا بالکل کر می نہ پھیلنے والا لباس ثابت ہوا۔

بھائی سرگئی ایوا نوویچ نے اسے خود کیا کوف (13) کی مذہبی تحریریں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ لیوین نے خود کیا کوف کی تصنیفات کی دوسری جلد پڑھی اور باوجود اس کے کہ متاع طرائف "وضع دار اور جسمی ذہانت والے" لہجے نے شروع میں اسے بیزار کیا، وہ کلیسا کے بارے میں اس کی تعلیمات پر حیران رہ گیا۔ پہلے تو اسے اس خیال پر حیرت ہوئی کہ الوسی سپائی کا اندازہ لگانا انسان کو نہیں مقدّر کیا گیا لیکن لوگوں کی اس کلیت کو عطا کیا گیا ہے



جنیں محبت نے تھم کر دیا اور جس کا نام کلیسا ہے۔ اسے اس خیال سے بڑی خوشی ہوئی کہ ایک موجودہ "اس وقت زندہ کلیسا میں یقین کرنا جو لوگوں کے سارے اعتقادوں پر مشتمل ہو جس کا سربراہ خدا اور اس لئے مقدس اور معصوم ہو اور پھر اس سے خدا پر "خلق پر" زوال آدم پر اور ادائے کفارہ پر ایمان لانا کتنا آسان ہے نسبت اس کے کہ خدا سے جو دور ہے اور پر اسرار ہے "خلق و غیرہ سے شروع کیا جائے۔ لیکن پھر ایک کیسٹو لک ادیب کی لکھی ہوئی کلیسا کی تاریخ اور ایک شرقی ادیب کی کلیسا کی تاریخ پڑھ کر اور یہ دیکھ کر کہ دونوں کلیسا جو اپنے جوہر کے اعتبار سے معصوم ہیں ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں کلیسا کے بارے میں خوبیاں کوف کی تعلیمات کے بارے میں بھی اس کی خوش فہمی کا ازالہ ہو گیا اور یہ عمارت بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی جیسے قلعہ خاند عمارتیں ہوئی تھیں۔

اس بارے کے پورے موسم میں وہ خواہ انسان تھا اور اس نے بہت ہی ایک لمحے بتائے۔  
"اس علم کے بغیر کہ میں کیا ہوں اور کس لئے یہاں ہوں "زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اور میں اسے جان سکتا نہیں جتنا نچہ زندہ رہنا ناممکن ہے "میں نے اپنے آپ سے کہا۔  
"زمانہ لا محدود میں "لا محدود مادے کے اندر "لا محدود وسعت کائنات میں ایک نظام جسمانی کا بلبلہ الگ ہو جاتا ہے اور یہ بلبلہ برقرار رہتا ہے اور پھر ٹوٹ جاتا ہے اور یہ بلبلہ۔۔۔ میں ہوں۔"  
یہ اذیت ناک غلط بیانی تھی لیکن میں اس سمت میں انسانیت کی صدیوں کی فکری محنت کا واحد آخری نتیجہ تھا۔

میں وہ آخری اعتقاد تھا جس کی بنیاد پر انسانی فکری تلاش و جستجو کی ساری شاخوں نے اپنی عمارت کی تعمیر کی تھی۔ یہی سب سے غالب عقیدہ تھا اور لیون نے دوسری ساری توحیمات میں سے غیر ارادی طور پر اسی کو سب سے واضح سمجھ کر خود جانے بغیر کہ کب اور کیسے اختیار کر لیا۔

لیکن نہ صرف یہ کہ یہ غلط بیانی تھی بلکہ یہ تو کسی طرح کی بد قوتوں کی طرف سے جو پر عباد تھیں اور ایسی تھیں کہ ان کی تابعداری قبول کرنا ناممکن تھا یہ زمانہ مذاق اڑاتا تھا۔

ان قوتوں سے بچنے کی ضرورت تھی۔ اور ان سے بچ لینا ہر ایک کے اپنے ہاتھ میں تھا۔ بدی پر اس انحصار کو "بدی کی تابعداری کو ختم کرنے کی ضرورت تھی۔ اور اس کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ تھا۔ موت۔

اور سکسی "پال والا" سمندر دست غصے لیون متعدد بار خود کشی سے اتنا قریب پہنچ گیا کہ اس نے رسی چھپادی کہ کہیں اس سے خود کو چھانی نہ لگالے "اور بندوں کے کرکس جانے سے ڈرنے لگا کہ خود کو کوئی نہ مارے۔  
لیکن لیون نے خود کو کوئی نہیں ماری "چھانی نہیں لگائی وہ بدستور زندگی بسر کرتا رہا۔

10

جب لیون اس بارے میں سوچتا کہ وہ کون ہے اور کس لئے زندہ ہے تو اسے کوئی جواب نہ ملا لیکن جب وہ اس کے بارے میں سوال کرتا بندہ کر دیتا تو جیسے اسے یہ بھی معلوم سا ہو جاتا کہ وہ کون ہے اور یہ بھی کہ وہ کس لئے زندہ ہے اس لئے کہ وہ عزم و استحکام کے ساتھ عمل کرتا تھا اور زندگی بسر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان پچھلے دنوں میں بھی اس نے پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ عزم و استحکام کے ساتھ زندگی بسر کی تھی۔  
شروع جون میں دس سالہ واپس آکر وہ اپنی عام مصروفیات میں بھی پھر سے لگ گیا۔ اس کا سارا وقت سمجھتی

باڑی کسانوں اور پڑوسیوں کے ساتھ راہ و رسم گھر گھر ہستی کی ذمہ داریوں "بھائی اور بہن کے معاملات جو اس کی گھرانی میں تھے "بیوی کے ساتھ تعلقات "رشتہ داروں سے ربط و ضبط "بچے کی دیکھ بھال اور شہد کی کلیاں پالنے کے لئے شوق میں صرف ہو جاتا جو اسے اسی بار سے ہو گیا تھا۔

ان کاموں میں وہ مصروف اس لئے نہیں رہتا تھا کہ اس نے کسی عام زاویہ نظر کے مطابق اپنے لئے ان کا جو ازیںہ کر لیا تھا جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔ اس کے برعکس اب ایک طرف تو عام بہبود کی سابق تنگیوں کی نا کامیابی کی وجہ سے اس کی خوش فہمیاں دور ہو گئی تھیں اور دوسری طرف اپنے خیالات میں اور خود کاموں کی مقدار کی بنا پر "جو ہر سمت سے اس پر ٹوٹے پڑے تھے "اس نے عام بہبود کے ہر طرح کے تصور ہی کو ترک کر دیا تھا اور ان کاموں میں وہ صرف اس لئے مصروف رہتا تھا کہ اسے لگتا تھا کہ جو کر رہا تھا وہ اسے کرتا ہی چاہئے۔ کہ وہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا۔

پہلے "اور اس کی ابتدا ان کہیں سے ہوئی تھی اور اس کے پوری طرح بالغ ہونے تک یہ خصوصیت برابری بوجھتی تھی (جی) جب وہ کچھ ایسا کرنے کی کوشش کرتا جس سے سب کے لئے "انسانیت کے لئے" روس کے لئے "سوپے کے لئے" پورے دس سال کے لئے بھلائی ہو تو وہ دیکھتا تھا کہ اس کے بارے میں خیالات تو بڑے خوشگوار تھے لیکن خود عمل اور سرگرمی سے بھگم ہوتی تھی "اس بات پر پورا اعتماد نہ ہوتا تھا کہ یہ کام ضروری ہے اور خود سرگرمی جو شروع میں بہت زیادہ لگتی وہ برابری ہو جاتی اور صریح پہنچ جاتی۔ اب جب وہ شادی کے بعد اپنی زندگی کو اپنے لئے روز بروز زیادہ محدود کر لیا تو اگرچہ اپنی سرگرمی کے بارے میں اب اسے کسی طرح کی خوشی کا احساس نہ ہوتا تھا پھر بھی وہ اس اعتماد کو محسوس کرتا تھا کہ اس کا کام ضروری ہے اور وہ دیکھتا تھا کہ کام کہیں زیادہ اچھی طرح انجام پا رہا ہے اور وہ برابر زیادہ بڑھتا جا رہا ہے۔

اب وہ جیسے اپنی مرضی کے خلاف زمین میں مل کی طرح زیادہ سے زیادہ مگرانی تک لگتا تھا اس طرح کہ ریکھا ڈول کو توڑے بغیر اب وہ پھل کو نکال ہی نہ سکتا تھا۔

گھریلے زندگی بسر کرنا "اسی طرح جیسے اس کے آباؤ اجداد نے ہر کی تھی یعنی تعلیم و تہذیب کے انہیں حالات میں "اور انہیں میں بچوں کی پرورش و دانت کرنا ضروری تھا۔ یہ ایسا ہی ضروری تھا جیسے جب بھوک لگے تو کھانا کھانا۔ اور اس کے لئے اسی طرح جیسے کھانے کے لئے کھانا پکانا ضروری ہو تا ہے "ضروری تھا کہ کچھ کھانے کی کھیتی باڑی اور سرگرمی کی مشین کو اس طرح چلایا جائے کہ اس سے فائدہ ہو۔ جیسے قرض ادا کرنا ضروری تھا اسی طرح موردی زمین کو اس طرح سنبھال کر رکھنا ضروری تھا کہ جب بیٹے کو ترکے میں ملے تو وہ اسی طرح باپ کا شکر گزار ہو جیسے لیون اپنے دادا کا اس سب کے لئے شکر گزار تھا جو انہوں نے بنایا اور بچہ پودے لگائے تھے۔ اور اس کے لئے ضروری تھا کہ زمین کو لگان پر نہ دیا جائے بلکہ اس پر خود کھیتی باڑی کی جائے "موتیوں کو سنبھالا جائے زمین کو کھادی جائے "جنگل لگائے جائیں۔

یہ ناممکن تھا کہ سرگرمی اپنی انویج کے "بہن کے اور ان سارے کسانوں کے کام نہ کئے جائیں جو اس کے پاس مشورے کے لئے آتے تھے اور اس بات کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ یہ نہ کرنا بھی اتنی ناممکن تھا جیسے گود میں لئے بچے کو چھینکنا۔ سالی کو بچوں سمیت دھوکا دینا تو ان کے اور اپنے بیوی بچے کے آرام کی فکر کرنا ضروری تھا اور دن کا تھوڑا سا صاحب سہی لیکن ان کے ساتھ نہ رہنا ناممکن تھا۔

اور یہ ساری چیزیں "فکار اور شہد کی کلیاں پالنے کے لئے شوق کے ساتھ مل کر لیون کی اس زندگی کو



بھر رہی تھیں جو جب وہ اس کے بارے میں سوچتا تو اسے معنی و مضمون سے بالکل ماری نظر آتی۔  
لیکن اس کے علاوہ کہ لیون قطعی طور پر جان تھا کہ اسے "کیا" کرنا چاہئے "وہ یہ بھی جانتا تھا کہ "کیسے"  
اسے یہ سب کرنا چاہئے اور کون سا کام دوسرے کاموں سے زیادہ اہم ہے۔

وہ جانتا تھا کہ مزدور جہاں تک ہو سکے کم سے کم اجرت پر رکھنا چاہئے تھا لیکن یہ نہیں چاہئے تھا کہ انہیں  
پہلے سے رقم قرض دے کر سستے میں باندھنا لیا جائے حالانکہ یہ فائدہ مند نہ تھا۔ جب چار ماہ ہو تو کسانوں کے  
ہاتھ بھوسا بچ رہتا تھا حالانکہ اسے ان کے اوپر ترس بہت آتا تھا لیکن سراپوں اور شراب خانوں کو ختم کرنا  
ضروری تھا اور جو اس کے کہ ان سے منافع حاصل ہوتا تھا۔ بھگن کاٹنے پر جہاں تک ممکن ہو زیادہ سخت سزا دینی  
چاہئے لیکن سویڈشوں کو بے گھرانی کے ساتھ چھوڑنے پر جرمانہ لینا ناممکن تھا حالانکہ یہ پیرہیہ اروں کو برا لگتا تھا  
اور ڈر بھی ختم ہو جاتا تھا پھر بھی ایسے سویڈشوں کو نہ چھوڑنا ممکن نہ تھا۔

یہ تھوڑا سا ہونے کا کہ اسے فیصدی زمین کے حساب سے سود دے رہا تھا "قرض دینا اور اس کی جان چھڑانا  
ضروری تھا لیکن ان کسانوں کو جو لگان نہیں ادا کرتے تھے چھوڑنا اور خدمت بھوس لگان سے بری کرنا ناممکن  
تھا۔ مگر اس بات سے درگزر کرنا ناممکن تھا کہ چھوٹی چھوٹی گاؤں کی گاؤں اور وہ بیکاروں میں برباد ہو گئی  
لیکن اس اسی دسیہ میں ان کی گھاس کاٹنا بھی ناممکن تھا جس پر بھگن لگا لیا گیا تھا۔ جو مزدور کام کے زمانے میں اس  
لئے کھڑا جاتا کہ اس کا پھر مریگا تھا اسے معاف کرنا ناممکن تھا چاہے اس پر کتنا ہی ترس آئے اور ان جتنی  
میٹوں میں سے غیر حاضری کے لئے اس کی تنخواہ کا کتنی ضروری تھی لیکن گھر کے بوڑھے نوکروں کو "جو اب کسی  
کام کے نہیں تھے" ماننا گوارہ نہ دینا ممکن نہ تھا۔

لیون یہ بھی جانتا تھا کہ گھر واپس آنے پر سب سے پہلے بیوی کے پاس جانا ضروری ہے جس کی طبیعت  
ٹھیک نہیں تھی اور ان کسانوں کو اور بھٹائے رہنا ممکن تھا جو تین گھنٹے سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اور یہ بھی  
جانتا تھا کہ شدت کی کمیوں کا کیا چھٹا لگانے سے اسے جو خوشی ہوتی تھی اس کے باوجود اسے اس خوشی سے خود کو  
محروم کر لیتا چاہئے "یہ کام شدت کی گھٹیاں پالنے والے بوڑھے پر چھوڑ دینا چاہئے اور کسانوں سے بات کرنی چاہئے  
جو اسے دھمکتے ہوئے چھتوں کے ٹھکانے تک آگئے تھے۔

اس کا سلوک اور عمل اچھا تھا یا برا "یہ وہ نہیں جانتا تھا اور نہ صرف یہ کہ اب وہ اس کا کوئی ثبوت نہ دیتا  
بلکہ اس سلسلے میں بات چیت کرنے اور سوچنے سے بھی کترانے لگا تھا۔

بحث سے وہ شے میں پڑ جاتا تھا اور وہ اس بات کو دیکھنے میں غفل ہو جاتی تھی کہ کیا کیا جانا چاہئے "کیا نہ کیا جانا  
چاہئے۔ جب وہ سوچتا نہیں بلکہ زندگی بسر کرتا تھا تو وہ ہمہ وقت اپنے دل میں کسی معصوم منصف کی موجودگی کو  
محسوس کرتا تھا جو طے کرتا تھا کہ دو ممکن عملوں میں سے کون بہتر اور کون بدتر ہے۔ اور جیسے ہی وہ اس طرح  
عمل کرتا جس طرح نہ کرنا چاہئے تھا تو فوراً ہی اسے محسوس ہو جاتا۔

چنانچہ وہ زندگی بسر کرتا رہا "یہ جانے بھیر اور جاننے کا کوئی امکان دیکھے بغیر کہ وہ کیا ہے اور دنیا میں کس لئے  
زندہ ہے اور اپنی اس لطیفی سے اسے اس درجہ اذیت ہوتی کہ وہ ڈرنا تھا کہ کہیں خود کشی نہ کر لے لیکن اس کے  
ساتھ ہی وہ زندگی میں اپنا مخصوص اور معین راستہ بھی عزم و استقامت کے ساتھ بنا رہا۔

جب سرگئی اپنا اونچ پکڑا ٹکڑے پہنے تو وہ دن لیون کے سب سے اذیت ناک دنوں میں سے ایک تھا۔  
یہ سب سے زیادہ تیزی سے کام کرنے کا زمانہ تھا جب سارے عام لوگوں میں بحث کی ایسی غیر معمولی تازہ  
بھری ہے نفسی پیدا ہو جاتی ہے جو زندگی کے اور کسی دوسرے حالات میں نہیں پیدا ہوتی اور جو بہت ہی بیش  
قیمت اور قابل قدر ہوتی بشرطیکہ وہ لوگ جن میں یہ غلبہ پیدا ہو جاتی تھی خود اس کی قدر کرتے "بشرطیکہ ہر سال  
اس کی تکرار نہ ہوتی اور بشرطیکہ اس تازہ کے نتائج اس قدر سادہ اور معمولی نہ ہوتے۔

کالے گیون اور جینی کو کانا "باندھنا اور دھونا" چھ اگاہوں کی گھاس کاٹنا "پر جتنی زمین کی دوبارہ جتنی کرنا" بیچ  
کی گھرائی کرنا اور چاروں کے اناج کی بوائی کرنا۔ یہ سب سادہ اور معمولی کام تھے ہیں۔ اور یہ سب وقت پر کر  
لینے کے لئے ضروری ہے کہ بوڑھے سے لے کر بچے تک دیہات کے سارے لوگ ان تین چار ہفتوں میں  
مستعمل معمول سے تنگنا زیادہ کام کریں "گواس" کافی روٹی اور پیاز کاٹ کر اناج کے گھٹوں کی گھائی اور ڈھلائی  
راتوں کو کریں اور چھ مہینوں میں دو تین گھنٹے سے زیادہ نہ سوئیں۔ اور ہر سال پورے روس میں یہی کیا جاتا  
ہے۔

لیون نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ دیہات میں اور عام لوگوں سے قریبی تعلق رکھتے ہوئے بسر کیا تھا اور وہ کام  
کے زمانے میں ہمیشہ محسوس کرتا تھا کہ عام لوگوں کا مشترکہ جوش و خروش اس میں بھی پیدا ہو جاتا ہے۔  
صبح سے وہ گھوڑے پر وہاں گیا جہاں کالے گیون کی پہلی بوائی ہو رہی تھی اور جہاں جینی بوڑوں میں بھر کر  
ڈھونکی جا رہی تھی "گھر گھر واپس آیا اور اپنی بیوی اور سالی کے اٹھنے پر ان کے ساتھ کافی پی "پھر پیڈل بازے" میں گیا  
جہاں گھائی کی نئی مٹین کو بیچ تیار کرنے کے لئے پہلی بار چلانا تھا۔

اس پورے دن لیون عمار کے ساتھ "کسانوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اور گھر پر بیوی کے  
ساتھ "والی کے ساتھ بچوں کے ساتھ "خسر کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے بس اسی ایک بات کو سوچتا رہا تھا  
جس میں اس زمانے میں وہ کبھی باڑی کے کاموں کے برابر ہی مصروف تھا اور ہر جگہ میں وہ اپنے سوال سے متعلق  
جو اب کی تلاش کرتا رہا تھا کہ "میں آخر ہوں کیا؟ اور میں کہاں ہوں؟ اور میں کس لئے یہاں ہوں؟"

نئی چھت پڑے ہوئے کھتے کے سامنے کھڑے کھڑے جس کی دہریں قدرتی کی شاخوں کے ٹکڑے بنی  
تھیں جن کی منک دار پتیاں تک ابھی نہ بھڑکی تھیں "چنچیں پھٹی کے نیچے گلی اسٹین کی تازہ لہجوں سے کس کر  
باندھ دیا گیا تھا "لیون بھی کھلے دروازے میں سے باہر دیکھا جس میں سے گھائی کا سوکھا اور تلخ خیار لپکتا اور گرم  
دھوپ میں گھلیان کے ارد گرد کی گھاس پر اور تازہ بھوسے پر پڑتا تھا جسے اس سارے سے ابھی ابھی لایا گیا تھا "اور ابھی  
سفید سینے والی بابیلوں کے رنگ پر گئے سروں کو دیکھتا جو چھت کے نیچے چھماتی اڑتی پھر رہی تھیں اور دروازے  
کی روشنی میں پر پڑ پڑا کر رہا تھا "بہسی کسانوں کو دیکھتا جو اندھیرے اور دھول بھرے کھتے کے اندر پھرتی سے  
کام کر رہے تھے "اور اس کے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے۔

"یہ سب کس لئے کیا جاتا ہے؟" اس نے سوچا۔ "کس لئے میں یہاں کھڑا ان سب کو کام کرنے پر مجبور کر  
رہا ہوں؟ کیوں یہ سب لوگ اتنی پھرتی سے کام کر رہے ہیں اور میری موجودگی میں اپنی لگن اور جوش کا مظاہرہ  
کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کس لئے یہ بڑھیا مارتا "جس سے میری اپنی جان بچا ہے؟" اتنی ہلکان ہو رہی







زیادہ واضح طور سے سمجھتا نہیں زندگی میں کچھ بھی سمجھتا ہوں اور میں نے زندگی میں اس بات پر کبھی شک نہیں کیا اور کر سکتا ہی نہیں۔ اور صرف میں ہی نہیں بلکہ سب 'ساری دنیا' ایسی ایک چیز کو پوری طرح سمجھتی ہے اور اسی ایک چیز میں کبھی کوئی شبہ نہیں کرتا اور ہمیشہ سب اس سے متفق ہوتے ہیں۔

"موجودہ وقت میں کہ کھیلے خدا کر لطف اپنا بیٹا بھرنے کے لئے بیٹا ہے۔ یہ مجھ میں آنے والی اور معقول بات ہے۔ ہم سب صاحبِ عقل ہستی کی حیثیت سے کسی اور طرح ہی نہیں سمجھتے سوائے اس کے کہ اپنے پیٹ کے لئے نہیں۔ اور اچانک وہی موجود کرتا ہے کہ اپنے پیٹ کے لئے بیٹا ہی بات ہے اور سچائی کے لئے خدا کے لئے بیٹا چاہئے۔ اور میں بس ذرا سے اشارے ہی پر اس کی بات سمجھ جاتا ہوں اور میں اور کروڑوں لوگ جو صدیوں پہلے زندہ تھے اور جو اب زندہ ہیں انسانِ روحانی افلاس کے مارے ہوئے لوگ اور حکیم و دانشمندان اور اس کے بارے میں سوچنے اور لکھنے والے اپنی غیر واضح زبان میں یہی بات کہنے والے۔ ہم سب اسی ایک چیز پر متفق ہیں کہ کس چیز کے لئے زندہ رہتا چاہئے اور کیا چاہئے۔ مجھے اور سب لوگوں کو صرف ایک ہی چیز کا حکم 'ملاش' اور واضح علم ہے اور اس علم کی توضیح عقل سے نہیں کی جاسکتی۔ یہ عقل سے باہر کی چیز ہے اور اس کی کوئی علت نہیں ہے اور اس کا کوئی معلول نہیں ہو سکتا۔

"اگر نیکی کی کوئی علت ہے تو پھر وہ نیکی نہیں رہ جاتی، اگر اس کا کوئی معلول یعنی انعام ہوتا ہے تو یہی وہ نیکی نہیں رہ جاتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نیکی معلول کی منجھ سے باہر ہوتی ہے۔

"لیکن یہ تو میں جانتا ہوں اور ہم سب جانتے ہیں۔"

"اور میں مجبوراً وہی جانتا ہوں کہ میں نے اسے نہیں دیکھا جو مجھے یقین دلادیتا۔ اور یہ رہا وہ مجبوراً واحد ممکن ہمیشہ وجود رکھنے والا مجھے ہر طرف سے گھیرے ہوئے اور میں نے اسے نہیں دیکھا! اس سے بڑا مجبور اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"کیا واقعی مجھے ساری چیزوں کا عقل مل گیا؟ کیا واقعی اب میری تکلیف اور دکھ ختم ہو گیا؟" لیون نے سوچا۔ وہ گرمی یا صحن کی طرف دھیان دینے بغیر اور بس طویل دکھ اور تکلیف کے بعد یقین محسوس کرتا ہوا دخولِ بحری سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ یہ احساسِ اتنا خوشی بخش تھا کہ وہ اسے ناقابلِ یقین لگا۔ وہ یقین کے مارے ہانپنے لگا اور اس میں آگے جانے کا دم نہیں رہا۔ وہ راستے میں بہت کربجھل میں آگیا اور اس صحن کے بیڑوں کے سامنے میں ان کی گھاس پر بیٹھ گیا۔ اس نے پیٹنے میں ترسہ سے بیٹا اتاری اور گھنٹیاں ٹپک کر جھل کی ریل کی اور پوں بھی نرم گھاس پر لیٹ گیا۔

"ہاں، ذرا سنبھلنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے" اس نے بے روندی گھاس کو یک تک دیکھتے ہوئے سوچا اور ایک سبز کھوڑے کی حرکت کو ٹھنکے لگا جو ایک گھاس کے ڈھلچل پر چڑھ رہا تھا اور دوسرے پودے کی پتی اس کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ "سب شروع سے" اس نے پودے کی پتی کو جھکا کر کھوڑے کے راستے سے ہٹاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اور گھاس کے دوسرے ڈھلچل کو جھکا کر پاس کر دیا کہ کھوڑا اس پر جا سکے۔

"میں خوش کس بات سے ہوں؟ کیا دریافت کر لیا میں نے؟"

"پہلے میں سمجھتا تھا کہ میرے جسم میں 'اس گھاس کے تن میں' اس کھوڑے کے تن میں (اور لو اس نے دوسری گھاس پر نہیں جانا چاہا اور پر پھیلا کر اڑ گیا) طبعیاتی، طبیعیاتی، معنویاتی قوانین کے مطابق مادے کی ایک تخلیقِ مابیت ہوتی ہے۔ اور ہم سب ہیں، مع ان اس صحن کے بیڑوں، پادلوں اور کمرے کے حصوں میں ارتقا ہو رہا

ہے۔ ارتقا کس چیز سے؟ کس چیز میں؟ لاشعاری ارتقا اور جدوجہد؟ جیسے لاشعور و لاشعاری میں کوئی سست اور جدوجہد ہو سکتی ہے اور میں حیران رہتا تھا کہ اس راستے پر خیالات کے بہت زیادہ ٹکڑے کھنڈے کے ہاں جدوجہد پر زندگی کے معلوم کا 'میری تحریک و ترقیب اور کدو کاوش کے معلوم کا انکشاف نہیں ہوتا۔ لیکن میرے اندر جو تحریک و ترقیب ہے اس کا معلوم اتنا واضح ہے کہ میں براہِ راست اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہوں۔ اور جب اسے اس کسان نے ان لفظوں میں بیان کر دیا کہ "خدا کے لئے اپنی روح کے لئے بیٹا تو مجھے بڑا تعجب ہوا اور بہت خوش ہوئی۔"

"میں نے کچھ نہیں دریافت کیا۔ میں نے صرف اس کو پہچان لیا جو میں جانتا ہوں۔ میں اس قوت کو سمجھ گیا جس نے صرف ماضی ہی میں مجھے زندگی نہیں دی بلکہ اب بھی زندگی دیتی ہے۔ میں فریب سے آزاد ہو گیا۔ مجھے مالکِ عقل مل گیا۔"

اور اس نے مختصراً اپنے ان دوسروں کے خیالات کا جائزہ لیا جن کی ابتدا اپنے جیسے اور لاطین طور پر بتا رہا تھا کہ کدو کے موت کے واضح اور صریح خیال سے ہوئی تھی۔

تب وہ پہلی مرتبہ صاف صاف سمجھتا تھا کہ ہر انسان کے لئے اور خود اس کے لئے بھی مستقبل میں سوائے تکلیف، موت اور دائمی فراموشی کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور اس نے طے کیا تھا کہ اس طرح جیسے بیٹا بننا ممکن ہے، کرنا تو اپنی زندگی کی توضیح اس طرح کرنی چاہئے کہ وہ کسی شیطان کی بدستور خبر نہیں نہ لگے یا پھر خود کو کوئی مار لینی چاہئے۔

لیون اس نے یہ کیا کہ وہ اور بدستور زندگی بسرنا سوچتا اور محسوس کرتا بلکہ اس نے تو اسی اثنا میں شادی بھی کی بہت سی خوشیوں کا تجربہ کیا اور جب اپنی زندگی کے معنی کے بارے میں نہیں سوچا تو خوش بھی رہا۔ اس کے معنی کیا تھے؟ اس کے معنی یہ تھے کہ اس نے زندگی کو اچھی طرح بسر کی لیکن غور و فکر کی طرح سے کیا۔

اس نے (یہ جانے بغیر) انہیں روحانی سچائیوں کے سارے زندگی بسر کی اس نے دودھ کے ساتھ پی چھیں اور سوچا کہ صرف ان سچائیوں کا اعتراف کے بغیر بلکہ کوشش کر کے ان سے اجازت کرتے ہوئے۔ اب اس کے نزدیک یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ وہ انہیں عقیدوں کی بدولت زندہ رہ سکا جس میں اس کی پرورش و رداشت ہوئی تھی۔

"اگر مجھ میں یہ عقیدے نہ ہوتے اور میں نہ جانتا ہو تاکہ اپنی ضرورت کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے زندگی بسر کرنی چاہئے تو میں کیا ہوتا اور کیسے میں اپنی زندگی بسر کرتا؟ میں لوٹا کھوٹا، بھوت بول، مفلک کرتا۔ اور میرے لئے ان میں سے کسی بھی چیز کا وجود نہ ہوتا جس پر میری زندگی کی خاص خوشیاں مشتمل ہیں۔" اور تحلیل کی شدید ترین کوشش کے باوجود وہ خود کو ایسی وحشی ہستی نہ تصور کر سکا جو 'اگر اسے یہ نہ معلوم ہو تاکہ وہ کس لئے زندہ تھا تو وہ خود ہوتا۔

"میں اپنے سوال کا جواب تلاش کر رہا تھا۔ اور خیال مجھے میرے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ وہ سوال کے ساتھ ہم بیٹھا نہیں ہے۔ جو اب مجھے خود زندگی نے میرے اس بہت کے علم کے ذریعے دیا کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے۔ اور یہ علم میں نے کسی طرح سے حاصل نہیں کیا بلکہ وہ سب کے ساتھ مجھے بھی عطا کیا گیا ہے۔ عطا کیا گیا ہے" اس لئے کہ اسے میں کہیں سے لے نہیں سکا۔



”کہاں سے لیا میں نے اسے؟ کیا میں محل سے اس نتیجے تک پہنچا تھا کہ مجھے اپنے دوسرے سے محبت کرنی چاہئے اور اس کا گناہ کھوشا چاہئے؟ مجھے یقین میں یہ بتایا گیا اور میں نے خوشی سے اس پر یقین کر لیا اس لئے کہ مجھے وہی بتایا گیا تھا جو میرے دل میں پہلے سے موجود تھا۔ اور اسے دریافت کس نے کیا؟ محل نے نہیں۔ محل نے تو تھا کہ لئے ہمدرد اور قوانین دریافت کئے جن کا مقناضہ ہے کہ میری خواہشوں کی تکمیل و توفیق میں جتنے لوگ بھی محل ہوں ان سب کا گناہ کھونٹ دو۔ یہ ہے محل کا افتد کردہ نتیجہ۔ اور دوسرے سے محبت کرنے کی دریافت محل نہیں کر سکتی تھی اس لئے کہ یہ سبہ محل ہے۔“

”ہاں اچھنہ“ اس نے اپنے آپ سے کہا اور پیٹ کے بل لیٹ کر وہ گھاس کے ڈنٹھلوں کو یہ کوشش کرتے ہوئے کہ وہ نوٹیں نہ گمروئے نہ لگا۔

”اور صرف محل کا گھنڈی نہیں بلکہ محل کی حماقت بھی اور خاص طور سے محل کا فریب ہائل محل کا فریب ہائل محل کی جھلسازی“ اس نے دوہرایا۔

13

اور لیون کو تھوڑے دنوں پہلے کا ایک مضر یاد آیا جو ذالی اور ان کے بچوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بچے اکیلے رہ گئے تھے تو انہوں نے موسم بٹیوں پر سہ پہریوں کو بھوننا اور ایک دوسرے کے کندہ میں دودھ کے ڈول اڑھلنا شروع کر دیا تھا۔ ماں نے انہیں یہ حرکت کرتے پکڑ لیا اور انہوں نے لیون کی موجودگی میں ان کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ وہ جو چیزیں بریاد کر رہے ہیں ان کے لئے بیوں کو کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور یہ محنت ان کے لئے کی جاتی ہے اور یہ کہ اگر وہ پیالی توڑیں گے تو ان کے پاس چائے پیچے کے لئے کچھ نہ رہ جائے گا اور دودھ اگر ضائع کر دیں گے تو کھانے کو کچھ نہ ہو گا اور بھوک سہو مر جائیں گے۔

اور لیون کو اس پر سکون اور بھول بے چینی پر پوری حیرت ہوئی جس کے ساتھ بچوں نے ماں کی ان باتوں کو سنا۔ وہ صرف اس بات سے رنجیدہ تھے کہ ان کا افتادہ شاندار تکمیل بند کر دیا گیا تھا اور ماں نے جو کچھ کہا اس کے ایک لفظ کا بھی انہوں نے یقین نہیں کیا۔ اور یقین وہ کر بھی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ جو کچھ وہ استعمال کرتے تھے اس کی مقدار و حجم کا وہ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے اور اس لئے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جن چیزوں کو وہ بریاد کر رہے تھے وہ بھی جس جن کے سارے وہ جیتے تھے۔

”یہ سب تو اپنے آپ ہی آجاتا ہے“ لیون نے سوچا۔ ”اور اس میں کچھ بھی دلچسپ اور اہم نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو بیشہ ہے اور ہو گا۔ اور بیشہ ایک سی میسار ہوتا ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ تو تیار ہے“ اور راجاری جاتا ہے کہ پیالی میں سہ پہریوں کو رکھیں اور انہیں موسم جی سے بھونیں اور ایک دوسرے کے منہ میں دودھ کے ڈول اڑھلیں۔ یہ مزے کی اور نئی بات ہے اور پیالی میں سے پیچے سے کسی طرح جی تو نہیں ہے۔“

”اور واقعی کیا ہم بھی یہی نہیں کرتے؟“ میں نے بھی یہی نہیں کیا محل سے قدرت کی قوت کے معنی اور انسان کی زندگی کا مضمون تلاش کرنے میں؟“ اس نے اپنا سوچنا جاری رکھا۔

”اور واقعی کیا فلسفے کے سارے نظریے یہی نہیں کرتے جب وہ خیالات کے رائے سے جو انسان کے لئے عجیب اور غیر قدرتی ہے اسے اس چیز کے علم کی طرف لے جاتے ہیں جو وہ ایک مدت سے جانتا ہے اور اسے

یعنی طور پر جانتا ہے کہ اس کے بغیر وہ زندہ ہی نہ رہ سکتا؟ کیا ہر فلسفی کے نظریے کے ارتقا میں یہ صاف نہیں دکھائی دیتا کہ زندگی کے خاص مضمون کو وہ خود دوسری کی طرح تلاش جانتا ہے اور اس سے ذرا بھی زیادہ واضح نہیں اور بس محل کے پر شبہات راستے سے اسی بات کی طرف واپس آنا چاہتا ہے جسے سب جانتے ہیں؟

”تو اگر بچوں کو چھوڑ دیا جاتا کہ وہ خود چیزیں حاصل کریں برتن بنائیں دودھ دو ہیں وغیرہ وغیرہ تو پھر کیا وہ شرارتیں کرتے؟ وہ تو بھوک سے مر جاتے۔ اور اسی طرح اگر ہمیں اپنے جذبات و خواہشات اور خیالات کے ساتھ خدا کی وحدت کی اور تخلیق کی کسی سمجھ کے بغیر چھوڑ دیا جائے یا اس کی سمجھ کے بغیر کہنگی کیا ہے اور اخلاقی بدی کی کسی توضیح کے بغیر۔“

”تو کیا ان سمجھوں کے بغیر آپ کچھ بنائیں گے؟“

”ہم صرف توڑتے اور بریاد کرتے ہیں اس لئے کہ ہم روحانی اعتبار سے میر ہیں ہائل بچوں کی طرح ہیں۔“

”مجھ میں کہاں سے یہ؟“ اس کسان کے ساتھ مشترک مسرت بخش علم ہے اور کیسے صرف یہی مجھے خوشی دے سکتا ہے؟ کہاں سے لیا میں نے اسے؟

”میں نے خدا کو گھسنے کی پرورش پائی ہے“ یہائی کی حیثیت سے اور میں نے اپنی ساری زندگی کو انہیں روحانی برکتوں سے بھر لیا ہے جو مجھے یہ سائنٹ نے دی ہیں میں ان برکتوں سے لبرز ہوں اور انہیں کے سارے جیتا ہوں لیکن بچوں کی طرح میں بھی انہیں سمجھتا نہیں بریاد کرتا ہوں یعنی اسی چیز کو بریاد کرنا چاہتا ہوں جس کے سارے میں جیتا ہوں۔ اور جیسے ہی زندگی کا اہم لہ آ جاتا ہے تو بچوں کی طرح جب وہ بھوکے ہوتے ہیں اور انہیں سردی لگتی ہے میں اس کے پاس جاتا ہوں اور بچوں سے بھی کم جنہیں ماں ان کی بچکانہ شرارتوں پر ڈانٹتی ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ صریح پاگل پن والی میری بچکانہ کوششوں کو میرے حق میں نہیں شمار کیا جائے گا۔

”ہاں تو میں جو کچھ جانتا ہوں وہ محل سے نہیں جانتا بلکہ وہ مجھے عطا کیا گیا ہے“ مجھ پر اس کا انکشاف کیا گیا ہے اور میں اسے دل سے انہیں خاص چیزوں پر عقیدہ رکھنے کی وجہ سے جانتا ہوں جن کی تلقین کیلیا کرتا ہے۔“

”کیلیا؟ کیلیا؟“ لیون نے اپنے آپ دوہرایا اس نے کرٹ بدل لی اور کئی ٹیک کر دوڑ پر اس طرف سے دریا کے پاس آتے ہوئے سو بیٹیوں کے گلے کو دیکھنے لگا۔

”لیکن کیا میں اس سب کا یقین کر سکتا ہوں جس کی تلقین کیلیا کرتا ہے؟“ اس نے سوچا اور خود کو آزمانے کے لئے ان تمام چیزوں کا تصور کیا جو اس کے اس وقت کے سکون کو بریاد کر سکتی تھیں۔ اس نے دانستہ طور پر کیلیا کی ان قطبیت کو یاد کرنا شروع کیا جو اسے بیشہ سب سے زیادہ عجیب لگتی تھیں اور اسے انگار کی ترغیب دیتی تھیں۔ ”تخلیق؟ اور میں نے وجود کی توضیح کس طرح کی تھی؟ خود وجود سے؟ نیستی سے؟ شیطان اور گناہ؟ اور کس چیز سے میں نے بدی کی توضیح کی؟ کفارہ ادا کرنے والا؟“

”لیکن میں کچھ نہیں سمجھ بھی نہیں جانتا سوائے اس کے جو مجھے سب کے ساتھ عطا کیا گیا ہے۔“

اور اب اسے لگا کہ کیلیا کے عقائد میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو خاص چیز کو۔ خدا پر انسان کے واحد نصب العین کی حیثیت سے نیکی پر اعتقاد کو بریاد کر سکے۔



بھڑانہ ہو گا، مسمان کے ساتھ چاہے وہ کوئی بھی ہو، مہربانی اور نیکی سے پیش آؤں گا، لوگوں کے ساتھ ایوان کے ساتھ۔۔۔ سب کچھ دوسرا ہو گا۔"

بے مری سے پھپھکاتے اور تیز چلنے کی کوشش کرتے ہوئے اچھے گھوڑے کو لگام کھینچ کر قابو میں رکھے ہوئے لیون نے اپنے برابر بیٹھے ایوان پر نظر ڈالی جس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے کام سے خالی ہو جانے والے ہاتھوں کو کہاں لے جائے اور جو بار بار اپنی قمیص کو پیچھے کھینچ رہا تھا۔ لیون اس کے ساتھ بات چیت کرنے کا کوئی باندھ دھو بیڑہ رہا تھا۔ وہ کتنا چاہتا تھا کہ اس نے بیکاری گھوڑے کا ٹکڑا اٹھا لیا اور چڑھا کر ہاندا چاہے لیکن یہ ڈانٹنے کی طرح ہو جاتا اور وہ مہربانی کی بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اور کوئی بات اس کے ذہن میں آئی نہیں رہی تھی۔

"آپ ذرا دائیں کو لے لیجئے، ادھر فٹ پتھر ہے، کچھ ان نے لیون کے ہاتھ میں لگام درست کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم مہربانی کر کے مت ہاتھ لگاؤ اور مجھے سکھاؤ، دست! لیون نے کچھ ان کی اس مداخلت پر جھنجھلا کر کہا۔ بالکل دیسے ہی جیسے بیٹھ ہو تا تھا، کچھ ان کی مداخلت پر وہ جھنجھلا گیا اور فوراً ہی رنجیدہ ہو کر اس نے محسوس کیا کہ اس کا یہ مفروضہ کتنا غلط تھا کہ روحانی کیفیت اسے فوراً حقیقت کے ساتھ رابطے میں آتے ہی بدل دے گی۔

گھر سے کوئی چوتھا قاتی درست کے فاصلے پر لیون نے اپنی طرف دوڑ کر آتے ہوئے گریٹا اور تانیا کو دیکھا۔  
"خالو کوستیا! اما بھی آ رہی ہیں اور تانیا بھی اور سرگی ایوانوچ بھی اور کوئی اور بھی ہیں" ان دونوں نے گاڑی پر چڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ کون ہیں؟"  
"بڑے ہی بھیا نک ہیں! اور وہ ہاتھوں سے یوں کرتے ہیں" تانیا نے گاڑی پر کھڑے ہو کر تانیا سو ف کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو بڑے ہیں کہ جو ان؟" لیون نے ہنسنے ہوئے کہا جس کو تانیا کے مظاہرے سے کسی کا خیال آ رہا تھا۔

"اف میں کوئی ناخوشگوار آدمی نہ ہوا! لیون نے سوچا۔  
جیسے ہی وہ لوگ سڑک کے موڑ سے مڑے اور انہیں اپنی طرف آنے والے نظر آئے ویسے ہی لیون نے کتا واسوف کو پکچان لیا جو تنکوں کی بنی بیٹ لگائے ہاتھ بالکل اسی طرح جھلا تانیا آ رہا تھا جس طرح تانیا نے نقل کی تھی۔

کتا واسوف کو قلفے کے پارے میں بات کرنا بہت پسند تھا جس کی سمجھ اس نے قدرت کے سائنس دانوں سے حاصل کی تھی جنہوں نے قلفے کا بھی مطالعہ نہ کیا تھا۔ پچھلے دنوں ماسکو میں لیون نے اس سے بڑی ہمیش کی تھی۔

اور جیسے ہی لیون نے اسے پکچان دیا ویسے ہی اس کو ان میں سے ایک بحث یاد آگئی جس میں کتا واسوف کا خیال تھا کہ وہ غالب رہا۔

"نہیں! بحث اور لاپرواہی سے اپنے خیالات کا اظہار تو کسی حالت میں نہ کروں گا" اس نے سوچا۔

کیسا کہ ہر عقیدے کے تحت اپنی ضرورت کی بجائے سچائی کی خدمت پر اعتقاد رکھنا جاسکتا ہے۔ اور ہر عقیدہ نہ صرف یہ کہ اس کو برباد نہیں کرتا بلکہ اس لئے ضروری تھا کہ وہ خاص اور زمین پر برابر ظاہر ہونے والا معجزہ عمل میں آئے جو اس بات پر مشتمل ہوتا ہے کہ کروڑوں بھانت بھانت کے لوگوں کے ساتھ "دانوں اور تانوں" بچوں اور بزرگوں کے ساتھ "سب کے ساتھ" انسان "موت" کیسٹی کے ساتھ "بھکاریوں اور بادشاہوں کے ساتھ ہر ایک کے لئے ایک ہی چیز کو بلاشبہ سمجھنا اور روح کی وہ زندگی بسر کرنا ممکن ہو جو واحد ایسی زندگی ہے کہ اس کے لئے زندہ رہا جائے اور جس کی ہم قدر کرتے ہیں۔

چت لینا ہوا اب وہ بلند اور عین بادل کے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ "کیا واقعی میں جانتا نہیں کہ یہ کیا ہے۔۔۔ لاصحدو خلا نہ کہ گول گنبد؟ لیون نے سوچا۔ میں آٹھس سستی ہی سچ لوں اور اپنی بیٹائی پر چاہے کتنا زور ڈالوں لیکن میں اسے اس طرح نہیں دیکھ سکتا کہ وہ گول اور محدود نہ نظر آئے اور لاصحدو خلا کے پارے میں اپنے علم کے باوجود میں جب حکم نیا گنبد دیکھتا ہوں تو میں بلاشبہ درست بھی ہوتا ہوں" اس سے زیادہ درست جب میں اپنی بیٹائی پر زور دے کہ اس سے آگے دیکھنے کی کوشش نہ کرنا ہوں۔"

لیون نے سوچا بند کر دیا تھا اور جیسے کچھ براسرار آوازوں کو سن رہا تھا وہ آپس میں کسی چیز کے پارے میں خوشی اور غمر مندی کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔

"تو کیا یہی اعتقاد ہے؟" اس نے اپنی خوشی پر یقین کرنے سے ڈرتے ہوئے سوچا۔ "اے میرے خدا، شکر ادا کرنا ہوں تیرا!" اس نے گلے سے ابھرتی ہوئی سسکی کو گھونٹتے ہوئے اور دونوں ہاتھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا جس سے اس کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں۔

14

لیون نے اپنے سامنے دیکھا اور اسے موشیوں کا لگہ نظر آیا اور پھر اس نے اپنی گاڑی جس میں دو روٹی جتا ہوا تھا، اور کچھ ان کو دیکھا جو گلے کے پاس جا کے چرواہے سے بات کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے اور قریب پسوں کی کھڑکڑاہٹ اور پیٹ بھرے گھوڑے کی پھپھکاری سنیں لیکن وہ اپنے خیالوں میں ایسا غرق تھا کہ اس نے یہ سہاوی نہیں کہ کچھ ان اس کے پاس کس لئے آ رہا ہے۔

اس کا خیال اسے اسی وقت آیا جب کچھ ان نے بالکل اس کے پاس پہنچ کر اسے پکارا۔  
"ماگن نے سمجھا ہے۔ آپ کے بھائی آئے ہیں اور ان کے ساتھ کوئی اور صاحب ہیں۔"

لیون گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس نے لگام سنبال لی۔  
لیون کو جیسے خواب میں سے جگا دیا گیا ہو اور دیر تک وہ پوری طرح ہوش میں نہیں آیا۔ اس نے پیٹ

بھرے گھوڑے کو دیکھا جس کی راتوں کے سچ میں اور گردن پر بھاگ گیا تھا، جہاں ساج کی رگڑ لگتی تھی، پھر اس نے ایوان کو کچھ ان پر نظر ڈالی جو اس کے برابر بیٹھا تھا، اور اسے اس کا خیال آیا کہ بھائی کے آنے کا انتظار وہ کافی دنوں سے کر رہا تھا، اور یہی غالباً اس کی طویل عدم موجودگی سے پریشان ہو رہی ہوگی، یہ قیاس کرنے کی کوشش کی کہ بھائی کے ساتھ آنے والا مسمان کون ہے۔ اور بھائی "یو یو" اور نامعلوم مسمان بھی اسے پہلے سے مختلف نظر آئے۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب سبھی لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات دوسرے ہو جائیں گے۔

"بھائی کے ساتھ اب وہ مغائرت نہ ہوگی جو ہمارے درمیان ہمیشہ رہی۔۔۔ بحث نہ ہوگی، کیسٹی سے کبھی



گاڑی سے اتر کر اور بھائی سے اور کتا و اسوف سے صاحب سلامت کرنے کے بعد لیون نے بیوی کے بارے میں پوچھا۔

”وہ بیٹی کو لے کر کو لوک گئی ہے (یہ کمرے پاس ہی جھل تھا)۔ اسے وہاں سلاٹا چاہتی تھی اس لئے کہ گھر میں بڑی گرمی ہے“ ڈالی نے کہا۔

لیون بیوی کو بچھڑے منع کرنا تھا کہ بچے کو جھل میں نہ لے جائے۔ اس کے خیال میں یہ خطرناک تھا اور یہ خبر اس کے لئے خوشگوار نہیں تھی۔

”اسے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی رہتی ہے“ پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے اس سے کہا کہ اسے عرف خانے میں لے جا کر دیکھے۔“

”وہ تو شہد کی مکھوں کے چھتوں کے ٹھکانے پر آنا چاہتی تھی، سمجھتی تھی کہ وہاں ہو۔ ہم وہیں جا رہے ہیں“ ڈالی نے کہا۔

”اور تم کیا کر رہے ہو؟“ سرگئی اچانک انوویچ نے جو دوسروں سے پیچھے رہ گئے تھے بھائی کے برابر آتے ہوئے کہا۔

”کچھ خاص تو نہیں۔ بیٹھ کی طرح کھیتی باڑی میں مصروف ہوں“ لیون نے جواب دیا۔ ”اور آپ زیادہ دنوں کے لئے آئے ہیں؟ ہم نے تو آپ کا بہت دنوں انتظار کیا۔“

”کوئی روپوشی کے لئے۔ ماسکوس کام بہت ہیں۔“

ان الفاظ کے دوران میں دونوں بھائیوں کی آنکھیں چارہ ہونٹیں اور لیون نے اپنی بیٹھ کی اور خاص طور سے اس وقت کی خواہش کے باوجود کہ بھائی کے ساتھ دوستانہ اور سب سے بڑھ کر سیدھے سادے تعلقات رکھے، محسوس کیا کہ اسے ان کی طرف دیکھنے میں اٹ پنا پڑا تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

بات چیت کے ان موضوعات کا جائزہ لے کر جو سرگئی اچانک انوویچ کے لئے خوشگوار ہو سکتے تھے اور ان کی توجہ کو سرایتی جنگ (14) اور سلاٹانی سوال سے ہٹا سکتے تھے جن کی طرف انہوں نے ماسکوس کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے اشارہ کیا تھا لیون نے سرگئی اچانک انوویچ کی کتاب کی بات چیمیری۔

”تو پھر“ آپ کی کتاب پر تبصرے ہوئے؟“ اس نے پوچھا۔

سرگئی اچانک انوویچ سوچ سمجھ کر کہنے جانے والے اس سوال پر مسکرائے۔

”اب اس سے کسی کو دلچسپی نہیں اور مجھے دوسروں سے بھی کم“ انہوں نے کہا۔ ”دیکھئے داریا الکساندروونا“ یارش ہوگی“ انہوں نے چیمیری سے ان سفید بادلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اضافہ کیا جو اس کے پیڑوں کی ہشتکوں کے اوپر نمودار ہو گئے تھے۔

اور یہ الفاظ اس بات کے لئے کافی تھے کہ وہ معاندانہ تو نہیں لیکن گرجو جی سے خالی تعلقات، جن سے لیون اجزا زکراٹا چاہتا تھا، بھائیوں کے درمیان پھر سے قائم ہو جائیں۔

لیون کتا و اسوف کی طرف چلا گیا۔

اس نے ان سے کہا ”آپ نے کتنا اچھا کیا کہ یہاں آئے کا فیصلہ کیا۔“

”چاہتا تو بہت دنوں سے تھا۔ اب باتیں کریں گے“ دیکھیں گے۔ آپ نے اسے (15) پڑھا؟“

”نہیں پڑھا“ فرامیس پڑھا ”لیون نے کہا“ اور پھر اب مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں۔“

”کیسے؟ یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔ کس لئے ضرورت نہیں؟“

”یعنی مجھے قطعی طور پر یقین ہو گیا کہ میرے ذہن میں جو سوالات تھے ان کا حل مجھے اس کے اور اس جیسوں کے ہاں نہ ملے گا۔ اب۔۔۔“

لیکن اچانک وہ کتا و اسوف کے چہرے کے پرست اور پر سکون تاثر پر حیران رہ گیا۔ اور اسے اپنی مزاحیہ کیفیت کے لئے اتنا دکھ ہوا جسے اس نے بظاہر اس بات چیت سے برباد کر دیا تھا کہ وہ اپنے قصہ کو یاد کر کے رک گیا۔

”بہر حال بعد کو بات کریں گے“ اس نے اضافہ کیا۔ ”اگر شہد کی مکھوں کے چھتوں کے ٹھکانے پر جانا ہے تو ادھر اس پگڈنڈی پر آئے“ اس نے سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

پتلی سی پگڈنڈی پر چل کر وہ لوگ جھل کے بیچ میں ایک صاف قطعے پر نکل آئے جہاں کی گھاس نہ کافی مٹی تھی جو ایک طرف سے خوش رنگ جینزی کے گھنے پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا جن کے بیچ میں اکثر گھرے سبز رنگ کی ویلہ رکی بھانڈیاں آگئی ہوئی تھیں۔ لیون نے اپنے مسانوں کو اس کے کم عمر بیٹوں کے گھنے تازہ سائے میں ایک بیچ پر اور کندوں پر بٹھایا جو خاص طور سے ایسے لوگوں کے لئے رکھے تھے جنہیں شہد کی مکھوں سے ڈر لگتا ہو۔ وہ خود بھونڈی کی طرف چلا کہ بچوں اور بیٹوں کے لئے روٹی نکھرے اور تازہ شدلے آئے۔

یہ کوشش کرتے ہوئے کہ جہاں تک ہو سکے زیادہ تیز نہ چلے اور اپنے برابر سے مسلسل زیادہ اڑتی ہوئی شہد کی مکھوں کی آواز سننے ہوئے وہ پگڈنڈی پر چل کر بھونڈی تک پہنچ گیا۔ بالکل پاس بیچ کر ایک مکھی اس کی داڑھی میں پھنس گئی اور غصے سے جھجھکتا نکلی لیکن اس نے احتیاط کے ساتھ اسے نکال دیا۔ اس نے سایہ دار حصے میں جا کر کوئی سے لٹکا ہوا اپنا جال اتارا اور اسے سر پر ڈال کر ہاتھ جیسوں میں ڈال لے اور باڈو مار ٹھکانے میں چلا گیا جس کے اندر سیدھی سیدھی قھاروں میں ڈنڈوں سے چھال سے باندھ کر ایک گھاس کٹی جگہ کے بیچ میں سارے پرانے چھتے رکھے تھے جن میں سے ہر ایک کی اپنی تاریخ تھی اور ہاتھ کے سارے سارے مکھوں کے نئے جھنڈے تھے جو چھتوں میں اس سال بسائے گئے تھے۔ چھتوں میں داخل ہونے والی جگہ کے سامنے ایک ہی جگہ پر گھوم گھوم کر اور دھکم پیل کرتی ہوئی اور پیچھے کھلواڑ کرتی ہوئی نکلیاں اور زرخیاں اس کو ناچتی سی نظر آئیں اور ان کے بیچ میں سے کام کرنے والی نکلیاں شدلانے کے لئے ایک ہی سمت میں جھل میں اڑ کر جاتیں اور شدلے کو واپس آتیں۔

کافوں میں مختلف طرح کی آوازیں برابر گونج رہی تھیں کبھی کام میں مصروف تیزی سے اڑ کر جاتی ہوئی کام کرنے والی مکھوں کی، کبھی جھجھکتا ہوئی کالی میں وقت گزارنے والی زرخشی کی اور کبھی اپنے خزانے کو دھڑن سے بچانے پر تعینات اور ڈنک مارنے کے لئے تیار پہریار مکھوں کی تشویش ناک جھجھکتا ہٹا ہٹا۔ دوسرے سرے پر چھتوں کا گھراؤ بڑا ایک پیچھے کے بندھن پر رندہ کر رہا تھا۔ اس نے لیون کو نہیں دیکھا اور لے جانے چھتوں کے ٹھکانے کے بیچ میں کھڑا رہا۔ اس نے بڑے سے کو آواز نہیں دی۔

وہ اکیلے ہوئے کام کو خیر خواہی سے سنبھل گئے جس نے اس کی مزاحیہ کیفیت کو اتنی ہی دیر میں اتنا خراب کر دیا تھا۔

اسے یاد آیا کہ اسی اثنا میں وہ اپنے ان پر ناراض بھی ہوا بھائی سے سرد مری بھی ظاہر کر دی اور کتا و اسوف



”کیس یہ صرف لمبے بھر کی مزاحیہ کیفیت تو نہ تھی اور بغیر کوئی آثار چھوڑے گزر جائے گی؟“ اس نے

جس طرح شدی کہیاں اب اس کے گرد منڈلا رہی تھیں اس کو دکھائی تھیں اور اس کی توجہ کو دوسری طرف مبذول کرا رہی تھیں اسے کھل جسانی سکون سے محروم کر کے سننے کھسانے پر اور ان سے بچنے پر مجبور کر رہی تھیں بالکل اسی طرح گھروں نے جنہوں نے اسے اسی وقت سے گھیر لیا تھا جب دو گاڑی پر بیٹھا تھا اس کو روحانی آزادی سے محروم کر دیا تھا۔ لیکن یہ اسی وقت تک جاری رہا جب تک وہ ان کے پیچ میں رہا۔ جیسے شدی تھیں وہیں کے باوجود اس کی جسانی قوتیں صحیح و سالم تھیں اسی طرح اس کی روحانی قوتیں بھی صحیح و سالم تھیں جن کا علم اسے ابھی ابھی ہوا تھا۔

”اور تمہیں پتہ ہے کہ ستیا، مرگنی اور انودج نے یہاں آتے ہوئے کس کے ساتھ سفر کیا؟“ ذالی نے بچوں میں کھیرے اور شد تقسیم کرتے ہوئے کہا۔ ”دروکشی کے ساتھ اور سربا جبار ہے۔“

”یہ اس کے لئے موزوں ہے“ یحیٰی نے کہا۔ ”اور کیا واقعی ابھی تک رضا کار جا رہے ہیں؟“ اس نے سر جھٹی اچھوڑ کر کوہکنے ہوئے اضافہ کیا۔

سرگرمی اور انورج نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جس پالے میں شد کے سفید چمچے کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا اس میں سے چمیری کے کندھے سے ایک زندہ کبھی کو نکال رہے تھے جو پتے شد میں پھنس گئی تھی۔

”بھلا کیوں نہیں! کل جو اسٹیشن پر تھا وہ آپ نے دیکھا ہوتا! “کتا واسوف نے زور زور سے کھیرا چہاتے ہوئے کہا۔

”تو اسے کس طرح سمجھا جائے؟ برائے صبح مجھے سمجھا ہے سرگئی ابو النوحیہ یہ سارے رضا کار کہاں جا رہے ہیں، کس سے وہ لڑیں گے؟“ بڑھڑھے پر کس نے بظاہر اس بات چیت کو جاری رکھتے ہوئے پوچھا جو لیون کی عدم موجودگی میں شروع ہو چکی تھی۔

”تڑکوں سے“ سرگئی ایوانودھ نے سکون کے ساتھ مسکراتے ہوئے شد کی کمی کو جو شد میں تسخیر کرکالی ہو گئی تھی اور بے بسی سے چھری کے اوپر حرکت کر رہی تھی نکال کر اسہن کی ایک مضبوط پتی پر بٹھاتے ہوئے جو اب دیا۔

”لیکن ترکوں سے جنگ کا اعلان کس نے کیا“ ایچ ایچ ریگوزوف اور کاؤتس لیڈر ایچ افونا اور مادام اشتال نے؟“

”جنگ کا اعلان کسی نے نہیں کیا مگر عوام اپنے قریبی لوگوں کے مصائب سے ہمدردی کرتے ہیں اور ان

”لیکن پرنس ہمدی بات نہیں کر رہے ہیں“ لیون نے خسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ”بلکہ جنگی۔“

”یہ شد کی کمی نہیں، بلکہ ہے“ لیون نے کہا۔

”میرا نظریہ تو یہ ہے کہ جنگ ایک طرف سے تو اتحاد حشانیہ، بے رحمانہ اور بیایک کام ہے کہ عیسائی کا تو

کر ہی نہیں ہوئی بھی انسان جنگ شروع کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ یہ صرف حکومت کر سکتی ہے جس کا یہ فرض ہے کہ اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو کرے۔ دوسری طرف سے سائنس کے نقطہ نظر سے اور عقل سلیم کے بھی ریاستی امور میں اور خاص طور سے جنگ کے معاملے میں شہری اپنی نجی مرضی کو ترجیح دیتے ہیں۔“

سرگئی ایوانوویچ اور کنو اسوف دونوں پہلے سے تیار کردہ اعتراضات کے ساتھ تقریباً ایک ساتھ ہوئے۔

لیکن بظاہر سرگئی ایوانوویچ نے اس اعتراض کی تائید نہیں کی۔ انہوں نے کتاوا سوف کے افسروں پر

”تیمکاری سوال کو اس طرح پیش کرتے ہو۔ یہاں اعلان جنگ نہیں ہے بلکہ صرف انسانی اور عیسائی مذہب کا اعلان ہے۔ ہم خون اور ہم مذہب ہماروں کو مار رہے ہیں۔ انسان کو کھانا، پھر زمین، پھر بجلی، پھر ہمارے

مگر صرف بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ جذبات پر انگ بیٹھتے ہو جاتے ہیں اور روسی لوگ دوڑ پڑتے ہیں کہ اس بھیاں تک چیز کو ختم کرنے میں مدد کریں۔ تم یہ تصور کرو کہ تم سڑک پر جا رہے ہو اور دیکھتے ہو کہ ایک

برطانیہ کی عورت کو یا بچے کو بیٹہ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اس وقت یہ سوال تو نہ کرو گے کہ جنگ کا اعلان کیا گیا ہے یا نہیں اس شخص کے خلاف۔ تم تو اس پر ٹوٹ پڑو گے اور عورت یا بچے کی مدافعت کرو گے۔"

"میں نہیں جانتا۔ اگر میں ایسی صورت حال دیکھتا تو اپنے احساسات کا اظہار کرتا مگر... سید"

میں نے نہیں جانتا تھا۔ اور سلائی قوم پر ظلم و جبر کے خلاف ایسا براہ راست احساس نہیں ہے اور وہ سکتا ہے۔"

”شاید تمہارے لئے نہ ہو لیکن دوسروں کے لئے تو ہے“ ہمارا اصرار تھا کہ تو یہاں چاہا کر سرگرمی اور انودھ  
 نہ کیا۔ ”عام لوگوں میں“ بے دین بھکاریوں“ کے جوئے تلے پئے والے شقی کیسا کے بیرو لوگوں کے ساتھ

”ہو سکتا ہے“ کیونکہ بات ماننے کے انداز میں کہا ”لیکن مجھے یہ نہیں نظر آئی“ میں خود عام آدمی ہوں

---



اور میں اسے نہیں محسوس کرتا۔

"اور اب مجھے لے لیجئے" پر ٹس بولے۔ "میں پردیس میں تھا اخباروں میں میں نے پڑھا اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ بلغاریائی اندھیرے کے وقت تک کسی طرح میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیوں یکبارگی سارے روس اپنے سلاوی بھائیوں سے اتنی محبت کرنے لگے اور میں کیوں یہ محبت نہیں محسوس کرتا؟ مجھے یوں برآبرج ہوا میں نے سوچا کہ کیا تو میں بھی ہوں یا پھر یہ کارلساز مجھ پر اس طرح سے اثر کر رہا ہے۔ لیکن یہاں آکر مجھے تسکین ہو گئی دیکھتا ہوں کہ میرے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں صرف روس سے دلچسپی ہے اور سلاوی بھائیوں سے نہیں۔ یہ خوشن تن ہی ہیں۔"

"اس معاملے میں ذاتی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے" سرگئی ایو انووچ نے کہا۔ "جب پورے روس نے۔ عام لوگوں نے اپنی مرضی کا اظہار کر دیا تو ذاتی رائے کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں۔"

"میرے معاف کیجئے گا" مجھے وہ نظر نہیں آتا۔ عام لوگوں کو تو اس کی ہنک تک نہیں ملی "پرس نے کہا۔

"نہیں" پاپا... کیسے نہیں ملی؟ اور اتوار کو گھر پر ہے؟" ڈالی نے کہا جو بات چیت کو دھماکے سے من رسی تھیں۔ "ڈرامائی کر کے تو کیا دے دو" انہوں نے بڑھے سے کہا جو مسکرا کر بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ "یہ تو نہیں ہو سکتا سب..."

"تو اتوار کو گھر پر ہے میں کیا ہوا؟ پادری کو پڑھ کر سنانے کا حکم دیا گیا" اس نے پڑھ دیا۔ لوگوں نے کچھ بھی نہیں سمجھا، لھنڈی سانسیں بھرتے رہے جیسے ہر وقت کے دوران میں بھرتے ہیں "پرس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "پھر ان سے کہا گیا کہ روحانی نجات کے مقصد کے لئے چندہ جمع کیا جا رہا ہے" تو انہوں نے ایک ایک کو بیگ نکالا اور دے دیا۔ لیکن کس لئے۔۔۔ انہیں خود نہیں پتہ۔"

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ عام لوگ نہ جانتیں۔ عام لوگوں میں اپنے مقدر کا علم و شعور پیش ہوتا ہے اور ایسے وقتوں میں "بیمیا کہ آج کل کا ہے" وہ انہیں اور زیادہ صاف طور سے نظر آنے لگتا ہے "سرگئی ایو انووچ نے چمتوں کے بوڑھے گھرانے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

سیاہ داڑھی جس میں یہاں وہاں سفیدی نظر آنے لگی تھی اور روپلے بالوں والا بڑھا سا کتہہ تھا۔ وہ شد کا پیالہ ہاتھ میں لئے اپنے قد کی اونچائی سے شفقت و سکون کے ساتھ صاحب لوگوں کو دیکھ رہا اور ظاہر تھا کہ وہ کچھ سمجھ نہیں رہا اور سمجھنا چاہتا بھی نہیں تھا۔

اس نے سرگئی ایو انووچ کی بات پر معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "بالکل ایسا ہی ہے۔"

لیون بول پڑا "اب اسی سے پوچھ لیجئے۔ وہ کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں سوچتا۔" وہ بڑھے سے مخاطب ہو گیا "میں سچے تم نے جنگ کے بارے میں سنا ہے؟ وہ جس کے بارے میں گھر پر میں پڑھا گیا تھا؟ تم کیا سوچتے ہو؟ ہمیں جیسا سوں کی خاطر لڑنا چاہئے؟"

"ہمیں کیا سوچنا؟" الگسا ندر نکولا کچھ ششہا نے ہماری طرف سے سوچ لیا۔ وہ سارے معاملوں میں ہماری طرف سے سوچتے ہیں۔ وہ چیزوں کو زیادہ صاف دیکھتے ہیں۔۔۔ روٹی اور نہ لے آؤں؟ اسے چھوٹے والے کو اور دینے کے لئے؟" اس نے داریا الگسا ندر ونا سے مخاطب ہو کر گریبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس نے روٹی کی بٹ کو کھا کر ختم کر دیا تھا۔

"مجھے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں" سرگئی ایو انووچ نے کہا "ہم نے سیکڑوں لوگوں کو دیکھا اور دیکھ رہے

ہیں جو اس واسطے سب کچھ چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ حق و انصاف کے معاملے کی خدمت کریں وہ روس کے کوٹے کوٹے سے آتے ہیں اور اپنے خیال اور مقصد کا صاف صاف اظہار کرتے ہیں۔ وہ اپنی کوڑیاں لاتے ہیں یا خود چلے جاتے ہیں اور سیدھے سیدھے کہتے ہیں کہ کس لئے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟"

"معنی میری رائے میں یہ ہیں "لیون نے گرم ہوتے ہوئے کہا "کہ آٹھ کروڑ لوگوں میں بیٹھ اس وقت کی طرح سیکڑوں نہیں بلکہ دسویں ہزار لوگ ایسے مل جائیں گے جو معاشرتی حیثیت سے محروم ہو چکے ہیں جن کو کسی چیز کی کوئی پروا نہیں جو ہر وقت تیار رہتے ہیں پکا چیف کے لیبرے جتنے میں شامل ہونے کے لئے "خیر" اچانک کے لئے "میں جانا نے کے لئے (16)..."

"میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ سیکڑوں نہیں اور لا پرواہ لوگ نہیں بلکہ عام لوگوں کے بہترین نمائندے" سرگئی ایو انووچ نے ایسی جھجکا ہٹ کے ساتھ کہا جیسے وہ اپنی آخری ملکیت کی مدافعت کر رہے ہوں۔ "اور چندے؟ اس میں تو سارے عام لوگ براہ راست اپنی مرضی کا اظہار کر رہے ہیں۔"

"یہ لفظ "عام لوگ" اس قدر مبہم ہے "لیون نے کہا۔ "تھیل کے مٹی خد رس اور ہزار میں سے ایک کسان شاید جانتے ہوں کہ معاملہ کیا ہے۔ باقی آٹھ کروڑ بیٹھ کی طرح نہ صرف یہ کہ اپنی مرضی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ انہیں اس بات کی ذرا سی بھی سمجھ نہیں ہے کہ انہیں کس لئے اپنی مرضی کا اظہار کرنا چاہئے۔ ہمیں کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ یہ عام لوگوں کی مرضی ہے؟"

سرگئی ایو انووچ کو جدیدیات کا تجربہ تھا اور انہوں نے کوئی اعتراض کے بغیر بات چیت کو فوراً دوسرے دائرے میں پہنچا دیا۔

"ہاں اگر تم حساب کے راستے سے عوام کی روح کو جاننا چاہتے ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کام بہت مشکل ہے۔ ووٹ دینے کا طریقہ ہمارے ہاں رائج نہیں کیا گیا اور رائج کیا نہیں جاسکتا اس لئے کہ اس سے عوام کی مرضی کا اظہار نہیں ہوتا۔ مگر اس کے لئے دوسرے راستے ہیں۔ اس کا احساس ہوا میں ہوتا ہے "اسے آدمی اپنے دل سے محسوس کرتا ہے۔ میں ان سچ کے بچے کے دھاروں کا تو ذکر ہی نہیں کرتا جو عام لوگوں کے گھر سے سندھ میں برہ رہے تھے اور جو ہر اس شخص کو صاف نظر آتے ہیں جس نے پہلے ہی سے قلعی راستے کا تم کبھی ہو۔ تم ذرا بہت محدود معنوں میں معاشرے پر نظر تو ڈالو۔ دانشوروں کی دنیا کی ساری حلقہ النوع لوٹیاں جو پہلے ایک دوسرے سے اس قدر متدار رکھتی تھیں "سب مل کر ایک ہو گئیں۔ سارے اختلافات ختم ہو گئے" سارے معاشرتی ارکان ایک ہی بات کہتے ہیں "ہم نے غیر شعوری قوتوں کو محسوس کیا جنہوں نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ایک ہی سمت میں لے جا رہی ہیں۔"

"ہاں اخبارات تو سب ایک ہی بات کہہ رہے ہیں" پرس نے کہا "یہ تو سچ ہے۔ اور اس طرح سے ایک ہی بات کہہ رہے ہیں جیسے بادلوں کی کرن اور بارش سے پہلے مینڈک لڑاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اور کچھ سنائی ہی نہیں دیتا۔"

"مینڈک ہوں یا نہ ہوں۔ میں اخبار نہیں شائع کرتا اور ان کی مدافعت بھی نہیں کرتا اور کرنا چاہتا بھی نہیں۔ لیکن میں دانشوروں کی دنیا میں ہم خیالی کی بات کر رہا ہوں "سرگئی ایو انووچ نے بھائی سے مخاطب ہو کر



کما۔

لیون جو اب دیکھا جاتا تھا لیکن بوڑھے پرئس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مگر اس ہم خیالی کے بارے میں کچھ اور بھی کہا جاسکتا ہے" پرئس نے کہا۔ "تجربے داماد ہیں اسٹی جان کارڈنگ" آپ نہیں جانتے ہیں۔ اب انہیں کمیٹی برائے کیٹچن اور میچے یاد نہیں۔ جانے کس کس کے ممبر کا عہدہ مل رہا ہے۔ بس یہ کہ وہاں کرنا کچھ نہیں ہے۔ کیوں ڈالی یہ کوئی راز تو نہیں ہے؟ اور انہیں خواہ ہے آٹھ ہزار۔ آپ ان سے پوچھئے کہ ان کی خدمات کا راز کیا ہیں یا نہیں۔ اور وہ بڑے سچے آدمی ہیں لیکن اب آٹھ ہزار کے کارآمد ہونے کا لیون نہ کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔"

"ہاں" داریا الگسا ندرودا "انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس عہدے کے مل جانے کے بارے میں آپ کو بتا دوں" سرگئی ایو انووچ نے یہ فرض کر کے تار انٹکی سے کہا کہ پرئس کوئی بے تعلق بات کہہ رہے ہیں۔ "میری حال اخباروں کے ہم خیال ہونے کا ہے۔ مجھے لوگوں نے سمجھا یا کہ جیسے ہی جنگ شروع ہوتی ہے ویسے ہی اخباروں کا منافع دوگنا ہو جاتا ہے۔ تو پھر بھلا وہ کیسے عام لوگوں کے مقدر اور سلائی سوال... اور ان ساری چیزوں کو پیش نظر نہ رکھیں۔"

"بت سے اخبار مجھے پسند نہیں ہیں لیکن یہ نا انصافی کی بات ہے" سرگئی ایو انووچ نے کہا۔

"میں نے بس ایک شرط لگا دی ہوئی" پرئس نے اپنی بات جاری رکھی "الغوس کار (17) نے اے اے پروشیا کے ساتھ جنگ سے پہلے ہی خوبصورتی سے لکھا تھا۔" آپ سمجھتے ہیں کہ جنگ ضروری ہے؟ بت خوب۔ جو لوگ بھی جنگ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ انہیں خاص 'سب سے آگے والے دے میں حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا جائے' وہ بلاولیں 'سب سے پہلے!'

"ایمیزران تو بڑے اچھے رہیں گے" کتا واسوف نے زوروں کا قہقہہ لگاتے ہوئے اس منتخب دستے میں اپنی جان بچان کے اپنے بیٹوں کا تصور کر کے کہا۔

"تو کیا وہ بھانگ کھڑے ہوں گے" ڈالی نے کہا "بس دوسروں کے لئے قہقہہ پر داز نہیں گے۔"

"اور اگر بھانگیں تو چیخے سے چمڑے والے کار توں دانے جائیں یا پھر کڑاؤں کو چابک دے کر ان کے پیچھے کھڑا کر دیا جائے" پرئس نے کہا۔

"خیر یہ تو مذاق ہے اور اچھا مذاق بھی نہیں ہے" معاف کیجئے گا پرئس "سرگئی ایو انووچ نے کہا۔

"میں تو نہیں دیکھتا کہ یہ مذاق ہوتا ہے تو... لیون نے شروع کیا تھا لیکن سرگئی ایو انووچ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"معاشرے کے ہر رکن سے تقاضہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا مخصوص کام انجام دے" انہوں نے کہا۔ "اور اعلیٰ فکر معاشرے کی رائے کا اظہار کر کے اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ اور معاشرے کی رائے کا منتخ اور مکمل اظہار پرئس کی خدمت ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک مسرت بخش منظر بھی۔ بیس سال پہلے ہم چپ رہے ہوتے لیکن اب روسی عام لوگوں کی آواز سنائی دے رہی ہے جو ایک فرد کی طرح کھڑے ہونے کو تیار ہیں اور جو علم کے شکار بھائیوں کے لئے خود کو قربان کرنے پر تیار ہیں۔ یہ بت بڑا قدم اور قوت کی علامت ہے۔"

"لیکن" ف. ق. ان ہونا ہی نہیں بلکہ ترکوں کو قتل بھی کرنا" لیون نے چمکتے ہوئے کہا۔ "عوام اپنی روح کے لئے قربانی دیتے ہیں اور قربانی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں لیکن قتل کرنے کے لئے نہیں" اس

نے غیر ارادی طور پر بات چیت کو ان خیالات سے وابستہ کرتے ہوئے کہا جو ان دنوں اس کے ذہن میں تھے۔

"روح کے لئے کیسے؟ آپ سمجھتے ہیں تاکہ قدرت کے سائنس دانوں کے لئے یہ بہت سی ٹکٹن لفظ ہے۔ یہ روح ہوتی کیا ہے؟" کتا واسوف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے آپ جانتے ہیں!"

"خدا کی قسم" زوراسامی سمجھ نہیں جیسے اس کی! "کتا واسوف نے زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں امن اور چین نہیں بلکہ کھوار لایا ہوں" بیٹنی نے کہا۔ "سرگئی ایو انووچ نے اپنی طرف سے بڑی سادگی سے کہا جیسے انتہائی سادہ بات کہہ رہے ہوں۔ انہوں نے انجیل کے اسی حصے کا حوالہ دیا جو لیون کو ہمیشہ سب سے زیادہ پریشان کرتا تھا۔

"بالکل ایسا ہی ہے" بوڑھے نے ان لوگوں کے پاس کھڑا ہوا "اس نظر کے جواب میں کہا جو اس کی طرف اتفاقاً آٹھ مئی تھی۔

"نہیں بابا پٹ گئے" آپ پٹ گئے "بالکل پٹ گئے!" کتا واسوف نے خوش ہو کر زور سے کہا۔

لیون جھینگلا ہٹ کے مارے سرخ ہو گیا اس لئے نہیں کہ وہ پٹ گیا تھا بلکہ اس لئے کہ اس سے ضبط نہ کیا گیا اور بحث کرنے لگا۔

"نہیں" میرے لئے ان لوگوں سے بحث کرنا ممکن ہے" اس نے سوچا "ان کے اوپر حمید سے نہ جاسکتے والی زورہ بکتر چمچی ہے اور میں ٹنگے بدن ہوں۔"

اس نے دیکھ لیا کہ بھائی کو اور کتا واسوف کو قائل کرنا ممکن ہے اور یہ امکان اسے اور بھی کم نظر آیا کہ وہ ان سے متفق ہو جائے۔ یہ لوگ جس چیز کی تبلیغ کر رہے تھے وہ عقل کا وہی گھنٹہ تھا جس سے وہ تباہ ہوتے ہوئے تھے۔ وہ اس بات سے متفق نہیں ہو سکتا کہ دس بیس لوگوں کو "چین" میں اس کے بھائی بھی ہیں "اس کی بنیاد پر جو ان سے دارالسلطنت میں آنے والے چند سوچ ب زبان رضا کاروں نے کہا" یہ کہنے کا حق حاصل ہو گیا کہ وہ اور اخبارات عام لوگوں کی مرضی اور خیالات کا اور ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو انتقام اور قتل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس سے متفق نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ اسے ان خیالات کا کوئی اظہار عام لوگوں میں نہیں نظر آتا تھا جن کے درمیان وہ رہتا تھا "اور یہ خیالات اسے اپنے اندر بھی نہیں ملتے تھے (اور وہ اپنے آپ کو کسی اور طرح سمجھتی نہیں سکتا تھا سو اسے اس کے کہ وہ بھی لوگوں میں سے ایک ہے جن پر روسی عام لوگ مشتمل ہیں) اور خاص طور سے اس لئے کہ عام لوگوں کے ساتھ وہ بھی یہ نہیں جانتا تھا "نہیں جان سکتا تھا کہ عام بہبود کس چیز میں ہے لیکن وہ حکم طور پر جانتا تھا کہ اس عام بہبود کا حصول صرف نیکی کے اسی قانون کی سخت پابندی پر ہے جس کا انکشاف ہر شخص پر ہو چکا ہے "اس لئے وہ جنگ کی خواہش نہیں کر سکتا تھا اور نہ کسی بھی عام مقصد کے لئے "چاہے وہ کچھ بھی ہو" اس کی تبلیغ کر سکتا تھا۔ وہ نیچا تلخ کا اور عام لوگوں کا ہم خیال تھا جنہوں نے وارنگیوں (18) کو دعوت دینے کے غصے میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ "ہمارے راجہ اور حکمران بن جائیے۔ ہم پوری تابعداری کا خوشی سے وعدہ کرتے ہیں۔ ساری محنت "ساری ذلت "ساری قربانی ہم خود برداشت کریں گے لیکن ہم فیصلہ نہیں کریں گے اور طے نہیں کریں گے۔" اور اب عام لوگ سرگئی ایو انووچ کے کہنے کے مطابق اس سے "اتنے منگے داموں خریدے ہوئے حق سے انکار کر رہے تھے۔

وہ یہ بھی کہتا جاتا تھا کہ معاشرے کی رائے اگر معصوم منصف ہے تو پھر انتقام اور کیوں کیوں اسے ہی



جائز اور قانونی نہیں ہیں جتنی کہ مسلمانوں کی حمایت کی تحریک۔ لیکن یہ سب خیالات تھے جو کچھ بھی ملے اور عمل نہیں کر سکتے تھے۔ صرف ایک جڑ بلاشبہ دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت کی بحث سے سرگئی ابو النوح جھنجھلا گئے تھے اس لئے بحث کا باری بات ہے۔ چنانچہ لیون چپ ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ بادل گھر آئے تھے اور بارش سے بچنے کے لئے گھر چلنا بہتر ہو گا۔

## 17

پرس اور سرگئی ابو النوح گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ باقی لوگ قدم بڑھا کر گھر کی طرف چلے۔ لیکن بادل بھی سفید اور بھی کالے اتنی تیزی سے بڑھتے آ رہے تھے کہ بارش سے پہلے گھر پہنچ جانے کے لئے قدم اور تیز کرنے کی ضرورت تھی۔ آگے والے بادل جو نیچے اور کالے بھرے دھنسی کی طرح کالے تھے آسمان پر غیر معمولی تیزی سے دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ گھر تک پہنچنے میں ابھی کوئی دو سو قدم رہ گئے ہوں گے کہ ہوا تیز ہو گئی اور کسی بھی وقت موسلا دھار بارش کی توقع کی جاسکتی تھی۔

بچے ڈری ہوئی اور خوشی کی جھنجھٹ مارتے ہوئے آگے دوڑ گئے۔ داریا الکساندر دوڑنا بچوں پر سے نظریں ہٹائے بغیر اپنی ٹانگوں میں لپٹتے سائے سے ابھرتی ہوئی چل نہیں رہی تھیں بلکہ دوڑتے چل رہی تھیں۔ سب مرد اپنی بیٹوں کو ہاتھ سے دبا رہے تھے تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے۔ وہ لوگ سانس لینے کے بالکل پاس پہنچ گئے تھے کہ ایک بڑی سی بوند لوہے کے پر تالے پر گری اور بھر گئی۔ بچے اور ان کے پیچھے پیچھے بڑے دوڑ کر سانبان کے نیچے آ گئے۔

"کارتیخا الکساندر دوڑنا کہاں ہیں؟" لیون نے اگایا نکا نیلو دنا سے پوچھا جو ڈیو می میں ان لوگوں کو کیل اور برساتیاں لئے ہوئے آتی ملیں۔

"ہم تو سوچ رہے تھے کہ آپ کے ساتھ ہیں" انہوں نے کہا۔

"اور بیتیا؟"

"کو لوگ میں ہونا چاہئے، کھلائی بھی ان لوگوں کے ساتھ ہے۔"

لیون نے ان سے کیل لے لئے اور کو لوگ کی طرف دوڑا۔

وقت کے اس تھوڑے سے وقفے میں گھٹانے اپنے بچ کے حصے سے سورج کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا کہ اندھیرا ہو گیا تھا جیسے سورج گرہن میں ہوتا ہے۔ ہوا بڑے زوروں سے جیسے اپنی ضد پر اڑی تھی اور لیون کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی لیون کے پیروں سے پتیاں اور پھول نوپے ڈال رہی تھی اور ہجوم کی سفید شبنموں کو بے ڈھنگے پن سے اور عجیب طرح سے نکالنے دے رہی تھی "اکاشیا" پھولوں کے پودے، "بچھا نا کھاس اور پیروں کی ہشکس" ہر چیز ایک طرف کو بھی ہوئی تھی۔ بارش میں کام کرنے والی کسان لڑکیاں جتنی ہوئی دوڑ کر نوکروں کے گوارز کے سانبان کے نیچے پناہ لے رہی تھیں۔ موسلا دھار بارش کا سفید پردہ دور کے پورے جنگل پر اور پاس کے آدھے کھیت پر پڑا تھا اور تیزی سے کو لوگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بارش کی نمی جو منہ منہ سے بوندوں میں بھر گئی تھی وہاں محسوس ہونے لگی تھی۔

سر کو آگے ہٹا کر اوڑھوا سے لڑتے ہوئے جو اس کے کپڑوں کو نوپے ڈال رہی تھی لیون کو لوگ کی طرف دوڑنا جاری رکھا کہ اس نے بلوط کے پتے کے نیچے کچھ سفید سی چیز دیکھی اور اس کے ساتھ ہی ہر چیز چمک

اخنی زمین چلنے سی لگی اور لگا کہ سر کے اوپر آسمان کا گنبد پھٹ گیا۔ چکا چند ہو جانے والی آنکھوں کو کھول کر لیون نے بارش کے زیادہ گھنے ہو جانے والے پردے میں سے "جو اب اس کے اور کو لوگ کے درمیان حائل تھا" خوف زدہ ہو کر سب سے پہلے تو دیکھا کہ اس کے جانے بچانے بلوط کی سرسبز پھنگ نے سچ جنگل میں اپنی حالت کو عجیب طرح سے بدلا۔ "کیس تو ڈاؤنٹیں کیا؟" لیون یہ سوچ ہی پایا تھا کہ بلوط کی پھنگ اپنی حرکت کو تیز سے تیز تر کرتی ہوئی دوسرے پیروں کی آڑ میں غائب ہو گئی اور لیون نے دوسرے پیروں پر گرنے والے زبردست پڑی گھر گڑھا پٹ سنی۔

پھلی کی کوند گھر گرنے کی آواز اور جسم میں آنا "فانا" دوڑ جانے والی ٹھنڈ سب نے مل کر لیون میں صرف ایک خوف کا احساس پیدا کیا۔

"اے میرے خدا! اے میرے خدا! میں ان پر نہ گرا ہوا!" وہ بڑبڑایا۔

اور اگرچہ اس نے فوراً ہی سوچا کہ اس کی یہ التجا کتنی بے معنی ہے کہ وہ لوگ بلوط کے نیچے دب کر نہ مرے ہوں "جو اب گر چکا تھا" پھر بھی اس نے یہ جان کر اسے دوہرایا کہ اس بے معنی دعا سے بہتر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

وہ دوڑ کر اس جگہ تک گیا جہاں وہ لوگ عام طور سے جاتے تھے لیکن وہ اسے وہاں نہیں ملے۔ وہ لوگ جنگل کے دوسرے سرے پر لینڈن کے ایک پرانے پتے کے نیچے تھے اور اسے آواز دے رہے تھے۔

دو ڈبل گھرے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے (در اصل وہ ہلکے رنگ کے کپڑے پہنے تھے) کسی چیز پر جھکے ہوئے کھڑے تھے۔ یہ کبھی اور کھلائی تھیں۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی اور اچالا ہونے لگا تھا کہ لیون دوڑ کر ان کے پاس پہنچا۔ کھلائی کے لباس کا دامن سوکھا تھا لیکن کبھی کا لباس تر ہو چکا تھا اور بدن سے چمک رہا تھا۔ بارش اگرچہ اب رک گئی تھی پھر بھی وہ لوگ اسی حالت میں کھڑی رہیں جس میں اس وقت تھیں جب بارش پھٹ پڑی تھی۔ دونوں بچے کی گاڑی کے اوپر ہری پھتری لگائے کھڑی تھیں۔

"زندہ ہو؟ صحیح سلامت ہو؟ شکر ہے خدا کا!" وہ پانی کے چہ بچے میں سے چھپا چھپ کر تے اور اپنے جوتوں سے پانی نکالنے بغیر جوتاؤں سے آدھے اتر گئے تھے ان کی طرف بڑھ کر ہوا۔

کبھی کا کھلائی اور پانی میں بیٹھا ہوا چہ اس کی طرف مڑا اور وہ بے شکل ہو جانے والی بیت کے نیچے سے جھینپ کر مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"جھینپ شرم بھی نہیں آتی! میری بھجھ میں نہیں آتا کہ تم اتنی بے احتیاطی کیسے کر سکتی ہو!" وہ جھنجھلا کر بیوی پر برس پڑا۔

"میں خدا کی قسم" تصور وار نہیں ہوں۔ ہم جانا چاہتے ہی تھے کہ اس نے اپنے کپڑے کندے کر لئے۔ پھلیاں بدلتا ضروری تھا۔ ہم تو بس..." کبھی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

بیتیا صحیح سلامت تھا "سوکھا تھا اور مسلسل سوئے جا رہا تھا۔

"خیر شکر ہے خدا کا! میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا رہا ہوں!"

ان لوگوں نے کھلی پھلیاں پر تڑے بیج کئے اور کھلائی نے بچے کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔ لیون اپنی بیوی کے برابر ابر چل رہا تھا "اپنی جھنجھلا پٹ پر شرمندہ ہو کر اس نے کھلائی کی آنکھ پچا کے آہستہ سے کبھی کا ہاتھ دایا۔



جائز اور قانونی نہیں ہیں جتنی کہ مسلمانوں کی حمایت کی تحریک۔ لیکن یہ سب خیالات تھے جو کچھ بھی ملے اور مل نہیں کر سکتے تھے۔ صرف ایک چیز باقی رہ گئی تھی۔ وہ یہ کہ اس وقت کی بحث سے سرگئی ایچ انووچ جمنیلا گئے تھے اس لئے بحث کرنا بری بات ہے۔ چنانچہ لیون چپ ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ بادل گھر آئے تھے اور بارش سے بچنے کے لئے گھر چلنا بہتر ہو گا۔

## 17

پرس اور سرگئی ایچ انووچ گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ باقی لوگ قدم بڑھا کر گھر کی طرف چلے۔ لیکن بادل بھی سفید اور بھی کالے اتنی تیزی سے بڑھتے آرہے تھے کہ بارش سے پہلے گھر پہنچ جانے کے لئے قدم اور تیز کرنے کی ضرورت تھی۔ آگے والے بادل جو نیچے اور کالے بھرے دھوئیں کی طرح کالے تھے آسمان پر غیر معمولی تیزی سے دوڑتے چلے آرہے تھے۔ گھر تک پہنچنے میں ابھی کوئی دو سو قدم رہ گئے ہوں گے کہ ہوا تیز ہو گئی اور کسی بھی وقت موسلا دھار بارش کی توقع کی جاسکتی تھی۔

بچے ڈری ہوئی اور خوشی کی جھپیں ہارتے ہوئے آگے دوڑ گئے۔ داریا الکساندر دوڑنا بچوں پر سے نظریں ہٹائے بغیر اپنی ٹانگوں میں لپٹے سائے سے الجھتی ہوئی چل نہیں رہی تھیں بلکہ دوڑنے لگی تھیں۔ سب مرد اپنی بیٹیوں کو ہاتھ سے دبائے ہوئے تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے۔ وہ لوگ سانبانچے کے بالکل پاس پہنچ گئے تھے کہ ایک بڑی سی بو نہ لوہے کے پر تالے پر گری اور ٹھکرائی۔ بچے اور ان کے پیچھے پیچھے بڑے دوڑ کر سانبان کے نیچے آ گئے۔

”کارتینا الکساندر دوڑنا کہاں ہیں؟“ لیون نے اگایا نکا کیلونا سے پوچھا جو ڈیوڑھی میں ان لوگوں کو کھیل اور برساتیاں لئے ہوئے آتی ملیں۔

”ہم تو سوچ رہے تھے کہ آپ کے ساتھ ہیں“ انہوں نے کہا۔

”اور میتیا؟“

”کولوک میں ہونا چاہئے، کھلائی بھی ان لوگوں کے ساتھ ہے۔“

لیون نے ان سے کھیل لے لئے اور کولوک کی طرف دوڑا۔

وقت کے اس تھوڑے سے وقفے میں گھنٹا نے اپنے بیچ کے حصے سے سورج کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا کہ اندھیرا ہو گیا تھا جیسے سورج گرہن میں ہوتا ہے۔ ہوا بڑے زوروں سے جیسے اپنی ضد پراڑی تھی اور لیون کو آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔ لینڈن کے پیڑوں سے پتیاں اور پھول نوپے ڈال رہی تھی اور ہجوم کی سفید فٹنیوں کو بے ڈھنگے پن سے اور عجیب طرح سے ننگے دے رہی تھی۔ ”اکاشیا“ پھولوں کے پودے، بیچا نا نکھاس اور پیڑوں کی جھٹکیں، ہر چیز ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔ باغ میں کام کرنے والی کسان لڑکیاں جتنی ہوئی دوڑ کر نوکوں کے کنارے سانبان کے نیچے نہا رہی تھیں۔ موسلا دھار بارش کا سفید پردہ دور کے پورے جنگل پر اور پاس کے آدھے کھیت پر پڑ چکا تھا اور تیزی سے کولوک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بارش کی نمی جو ننھی بو نہوں میں ٹھکرائی تھی وہاں محسوس ہونے لگی تھی۔

سرکوا آگے بڑھا اور ہوا سے لڑتے ہوئے جو اس کے کپڑوں کو نوپے ڈال رہی تھی، لیون کولوک کی طرف دوڑنا جاری رکھا کہ اس نے بلوط کے پتے کے نیچے کچھ سفید سی چیز دیکھی اور اس کے ساتھ ہی ہر چیز پر تک

اٹھی، زمین جلنے سی لگی اور لگا کہ سر کے اوپر آسمان کا گنبد پھٹ گیا۔ چکا چوند ہو جانے والی آنکھوں کو کھول کر لیون نے بارش کے زیادہ گئے ہو جانے والے پردے میں سے ’جو اب اس کے اور کولوک کے درمیان حائل تھا‘ خوف زدہ ہو کر سب سے پہلے تو دیکھا کہ اس کے جانے پہچانے بلوط کی سرسبز پھٹک نے سچ جنگل میں اپنی حالت کو عجیب طرح سے بدلا۔ ”کیس تو ڈاؤنٹو نہیں کیا؟“ لیون یہ سوچ رہا تھا کہ بلوط کی پھٹک اپنی حرکت کو تیز سے تیز تر کرتی ہوئی دوسرے پیڑوں کی آڑ میں غائب ہو گئی اور لیون نے دوسرے پیڑوں پر گرنے والے زبردست پتوں کی گڑ گڑاہٹ سنی۔

جھکی کی کوند گرج کی آواز اور جسم میں آنا ”فانا“ دوڑ جانے والی ٹھنڈ سب سے مل کر لیون میں صرف ایک خوف کا احساس پیدا کیا۔

”اے میرے خدا! اے میرے خدا! میں ان پر نہ گرا ہوا!“ وہ بڑبڑایا۔

اور اگرچہ اس نے فوراً ہی سوچا کہ اس کی یہ التجا کتنی بے معنی ہے کہ وہ لوگ بلوط کے نیچے دب کر مرے ہوں، جو اب گر چکا تھا، پھر بھی اس نے یہ جان کر اسے دوہرایا کہ اس بے معنی دعا سے بہتر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

وہ دوڑ کر اس جگہ تک گیا جہاں وہ لوگ عام طور سے جاتے تھے لیکن وہ اسے وہاں نہیں ملے۔

وہ لوگ جنگل کے دوسرے سرے پر لینڈن کے ایک پرانے پتے کے نیچے تھے اور اسے آواز دے رہے تھے۔

دو ذیل گھرے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے (در اصل وہ ہلکے رنگ کے کپڑے پہنے تھے) کسی چیز پر جھکے ہوئے کھڑے تھے۔ یہ کھینٹی اور کھلائی تھیں۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی اور اچالا ہونے لگا تھا کہ لیون دوڑ کر ان کے پاس پہنچا۔ کھلائی کے لباس کا دامن سوکھا تھا لیکن کھینٹی کا لباس تر ہو چکا تھا اور بدن سے چپک رہا تھا۔ بارش اگرچہ اب رک گئی تھی پھر بھی وہ لوگ اسی حالت میں کھڑی رہیں جس میں اس وقت تھیں جب بارش پھٹ پڑی تھی۔ دونوں بچے کی گاڑی کے اوپر ہری پھتری لگائے کھڑی تھیں۔

”زندہ ہو؟ صبح سلامت ہو؟ شکر ہے خدا کا!“ وہ پانی کے چھ بچے میں سے چھپا چھپ کر آئے اور اپنے جو تونل سے پانی نکالے بغیر جو پاؤں سے آدھے اتر گئے تھے ان کی طرف بڑھ کر بولا۔

کھینٹی کا گھانا اور پانی میں بیگھا ہوا چہرہ اس کی طرف مڑا اور وہ بے شکل ہو جانے والی ہیٹ کے نیچے سے جھینپ کر مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

”جس شرم بھی نہیں آتی! میری کچھ میں نہیں آتا کہ تم اتنی بے اعتدالی کیسے کر سکتی ہو!“ وہ جھینپا کر بیوی پر برس پڑا۔

”میں خدا کی قسم، قصور وار نہیں ہوں۔ ہم جانا چاہتے ہی تھے کہ اس نے اپنے کپڑے گندے کر لئے۔ پھلیاں بدلنا ضروری تھا۔ ہم تو بس...“ کھینٹی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”بیچا صبح سلامت تھا، سوکھا تھا اور مسلسل سوتے جا رہا تھا۔“

”خیر، شکر ہے خدا کا! میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں!“

ان لوگوں نے گیلی پھلیاں پر تڑے جمع کئے اور کھلائی نے بچے کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔ لیون اپنی بیوی کے براہمیرا پر چل رہا تھا، اپنی جھینپا ہٹ پر شرمندہ ہو کر اس نے کھلائی کی آنکھ پچا کے آہستہ سے کھینٹی کو ہاتھ دیا۔



دن کے باقی حصے میں سارے وقت انتہائی مختلف قسم کی بات چیت میں بھی لیون نے جیسے اپنے ذہن کے بس ایک غامضی پہلو سے شرکت کی اور باوجود اس کے کہ اس نے اپنے اندر جس لازمی تبدیلی کی توقع کی تھی اس کے بارے میں اس کی خوش فہمی کا ازالہ ہو گیا پھر بھی وہ اپنے دل کے بھرے پرے پن کو بڑی خوشی کے ساتھ محسوس کرتا رہا۔

بارش کے بعد زمین اتنی زیادہ گیلی ہو گئی تھی کہ ٹھلنے کے لئے جانا ممکن نہ تھا اور پھر کالی طوفانی گھٹائیں افق سے صاف نہیں ہوئی تھیں اور آسمان کی مگرر کبھی یہاں تو کبھی وہاں چھابھائیں اور گر جتے لگتیں۔ سارے لوگوں نے باقی دن کھری پر گزارا۔

نئی بھٹیں نہیں ہوئیں بلکہ اس کے برعکس کھانے کے بعد سبھی لوگ بڑی اچھی مزاجی کیفیت میں تھے۔ پہلے کتا و اسوف نے اپنے طبع زاد مذاقوں اور لطیفوں سے خواتین کو ہنسا یا جو اس سے پہلی ملاقات میں بیٹہ بست پسند آتے تھے پھر اس نے سرمئی ایو انودج کے کہنے پر گھریلے زرارہ مادہ کھیموں کی مختلف خصوصیات اور عصبیات تک کے اور ان کی زندگی کے بارے میں اپنے بہت سی دلچسپ مشاہدوں کی باتیں کیں۔ سرمئی ایو انودج بھی خوش تھے اور چائے کے دور میں ان میں انہوں نے بھائی کے کہنے پر سرمئی سوال کے مستقبل کے بارے میں اپنا زاویہ نظر پیش کیا اور اتنی سادگی سے اور اچھی طرح کہ سب لوگوں نے ان کی باتیں توجہ سے سنی۔

صرف ایک کیٹی آخر تک نہیں سن سکی اس لئے کہ اسے مینا کو نسلانے کے لئے بلایا گیا۔

کیٹی نے جانے کے چند ہی منٹ بعد لیون کو بھی بچے کے کمرے میں بلوایا۔

اپنی چائے چھوڑ کر بلکہ اس بات پر افسوس کے ساتھ کہ اسے اتنی دلچسپ باتوں کے بیچ میں سے اٹھ کر جانا پڑ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات پر متفکر ہو کر کہ اسے کیوں بلوایا گیا ہے اس لئے کہ یہ صرف اہم واقعات کی صورت میں کیا جاتا تھا لیون بچے کے کمرے کی طرف چلا۔

باوجود اس کے کہ سرمئی ایو انودج کا منصوبہ 'جو اس نے پورا نہیں سنا تھا کہ کیسے چار کروڑ آزاد سلا فوں کی دنیا کو درس کے ساتھ مل کر تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز کرنا چاہئے' اپنے لئے بالکل نئی چیز ہونے کی حیثیت سے لیون کو بہت دلچسپ لگ رہا تھا اور باوجود اس کے کہ لیون کو اس بات کی کریم اور فکر کی وجہ سے کہ اسے کیوں بلوایا گیا ہے تردید تھا پھر بھی جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر اکیلا ہوا جیسے ہی اسے اپنے صبح کے خیالات یاد آ گئے۔ اور عالمی تاریخ میں سلا فوں کی یہ ساری اہمیت اس چیز کے مقابلے میں جو اس کے دل میں ہو رہی تھی اتنی ہی معلوم ہوئی کہ وہ فوراً ہی اسے بھول گیا اور اسی مزاجی کیفیت میں پہنچ گیا جس میں آج صبح تھا۔

اب اس نے یہ تو نہیں یاد کیا جیسا کہ پہلے کرتا تھا کہ خیالات کی پوری روش کسی تھی (اس کی اب اسے ضرورت بھی نہیں تھی)۔ وہ ایک دم اسی احساس میں پہنچ گیا جس نے اس کی رہنمائی کی 'جو ان خیالات سے وابستہ تھا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں یہ احساس پہلے کے مقابلے میں برابر زیادہ قوی اور معین ہو تا جا رہا ہے۔ اب اس کے ساتھ وہ نہیں ہو رہا تھا جو پہلے اپنے لئے کوئی آبی نش احساس ایجاد کر لینے پر ہوتا تھا۔ تب اس احساس تک پہنچنے کے لئے خیال کی پوری روش کو بحال کرنا پڑتا تھا۔ اب اس کے برعکس خوشی اور تسکین کا احساس پہلے سے زیادہ زندہ تھا اور خیال اس احساس کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔

وہ برآمدے پر سے گزر رہا تھا اور اس نے دو ستارے دیکھے جو تاریک ہوتے ہوئے آسمان پر نکل آئے تھے اور اچانک اسے یاد آیا "ہاں آسمان کو نکلنے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں جس گنبد کو دیکھ رہا ہوں وہ جھوٹ نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی بات تھی جسے میں نے آخر تک نہیں سوچا کسی چیز کو میں نے اپنی آنکھ سے او جھل کر دیا" اس نے سوچا۔ "لیکن وہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ رہا ہو کوئی اعتراض تو نہیں ہو سکتا تھا۔ سوچنے کی ضرورت ہے۔ اور سب کچھ صاف ہو جائے گا!"

بچے کے کمرے میں داخل ہوتے وقت اسے یاد آیا کہ جس چیز کو اس نے آنکھ سے او جھل کر دیا تھا وہ کیا تھی۔ وہ یہ بات تھی کہ اگر الوہیت کا خاص ثبوت اس شے کا انکشاف ہے کہ نیکی کیا ہے تو یہ انکشاف کیوں صرف عیسائی کلیسا تک محدود ہے؟ اس انکشاف سے وہ دھوں اور مسلمانوں کا کیا تعلق ہے؟ وہ بھی تو نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں؟

اسے لگا کہ اس کے پاس اس سوال کا جواب ہے لیکن وہ خود اپنے لئے بھی اس کا اظہار نہ کر سکا تھا کہ بچے کے کمرے میں پہنچ گیا۔

کیٹی اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے نب پر جھکی کھڑی تھی جس میں بچہ چھپا چھپ کر رہا تھا۔ شوہر کے آنے کی آمین سن کر کیٹی نے اس کی طرف مڑ کر مسکراتے ہوئے اسے پاس آنے کو کہا۔ ایک ہاتھ سے وہ گل کو تھمتے بچے کے سر کو سارا دیئے ہوئے تھی جو نب میں چپ پڑا ہوا ناگہم چلا رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے عضلات پر ہمواری کے ساتھ زور دے کر اس کے اوپر اسٹینچ کو کچھ ڈری تھی۔

"آؤ، آؤ، دیکھو، دیکھو تو!" اس نے شوہر کے دیکھنے پر کہا۔ "اکافیا ٹائیلوڈ نا ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ یہ تو پچھتا ہے۔"

بات یہ تھی کہ مینا آج کے دن سے بظاہر اپنے سارے لوگوں کو بلاشبہ پہچاننے لگا تھا۔

لیون جیسے ہی فصل خانے میں آیا اس کو فوراً ایک تجربہ کر کے دکھایا گیا۔ اس کے لئے باور جن کو خاص طور سے بلوایا گیا اور وہ آکر کیٹی کی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور بچے کی طرف بھگی۔ اس نے تیریاں چڑھائیں اور انکار میں سر ملانے لگا۔ کیٹی اس کی طرف بھگی تو وہ مسکراتے ہوئے مکمل اٹھا اور ہاتھ سے اسٹینچ کو پکڑنے کی کوشش کرنے اور ہونٹوں سے بیلے نکالتے ہوئے خوشی کی ایسی آواز نکالنے لگا کہ صرف کیٹی اور کھلائی ہی نہیں بلکہ لیون بھی غیر متوقع طور پر بے انتہا خوش ہو گیا۔

بچے کو نب سے نکال کر ایک ہاتھ پر رکھ کر اس کے اوپر پانی ڈالا گیا 'چادر میں لپیٹنا' اسے پونچھا گیا اور ایک زوردار پیچ کے بعد اسے ماں کو دے دیا گیا۔

"مجھے تو بڑی خوشی ہے کہ تم اب اس سے پیار کرنے لگے ہو" کیٹی نے بچے کو دوہہ چلانے کے لئے اپنی روڑی کی جگہ پر بیٹھتے ہوئے شوہر سے کہا۔ "مجھے بڑی خوشی ہے۔ وہ تو مجھے تو اس کا رعب ہونے لگا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ اس کے لئے تم کچھ محسوس ہی نہیں کرتے۔"

"نہیں کیا واقعی میں نے یہ کہا تھا کہ میں کچھ نہیں محسوس کرنا؟ میں نے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے مایوسی ہوئی۔"

"اس سے کیسے مایوسی ہوئی؟"

"یہ نہیں کہ اس سے مایوسی ہوئی بلکہ اپنے جذبات سے۔ مجھے زیادہ کی توقع تھی۔ مجھے توقع تھی کہ کسی



مجھ بے کی طرح، مجھ میں کوئی ناخوشگوار نیا جذبہ بیدار ہو گا۔ لیکن اچانک اس کی بجائے بیدار ہوئی تو تیزی ' رحم۔۔۔

وہ بچے کے اوپر سے دیکھتی ہوئی غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی اور اپنی پتلی پتلی اگلیوں پر انگوٹھیاں پہن رہی تھی جو اس نے میتھا کو تسلانے کے لئے اتاری تھیں۔

"اور خاص طور پر اس بات سے کہ خوشی اور ملانیت سے زیادہ خوف اور رحم تھا۔ آج بجلی مگرج اور بارش کے وقت جس طرح میں خوفزدہ ہو گیا تھا اس سے میں سمجھا کہ میں اس سے کتنا پیار کرتا ہوں۔"

کیٹی مسکراہٹ سے مکمل اٹھی۔  
 "اور تم بہت ڈر گئے تھے؟" اس نے کہا۔ "میں بھی، لیکن اب جب وہ گزر چکا ہے تب مجھے زیادہ ڈر لگتا ہے۔ میں اس بلوط کو دیکھنے جاؤں گی۔ اور کتا داسوف کتنے پیارے ہیں اور ویسے آج کا پورا دن ہی کتنا خوشگوار رہا۔ اور جب تم چاہتے ہو تو سرگئی ایو انوچ کے ساتھ کتنی اچھی طرح پیش آتے ہو۔۔۔ تو اب تم ان کے پاس جاؤ۔ یہاں تو تسلانے کے بعد ہمیشہ بھاپ اور گرمی ہوتی ہے۔"

19

بچے کے کمرے سے نکل کر اکیلے میں لیون نے پھر فوراً ہی اس خیال کو یاد کیا جس میں کوئی بات صاف نہیں تھی۔

ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے 'جہاں سے آوازیں آرہی تھیں وہ برآمدے پر کھڑا ہو گیا اور منڈیر پر کنٹیاں ٹیک کر آسمان کو دیکھنے لگا۔

بالکل اندھیرا ہو چکا تھا اور دھن میں جہاں وہ دیکھ رہا تھا، گھٹائیں نہیں تھیں۔ گھٹائیں اتری طرف پتلی مٹی تھیں جہاں بجلی کے کوندے چمک رہے تھے اور دور سے بادلوں کی گرج سنائی دے رہی تھی۔ لیون بارغ میں لینڈن کے پیڑوں سے برابر چلتی ہوئی بوندوں کی آوازیں سن رہا تھا اور اپنے جانے پہچانے ستاروں کے شلٹ کو اور اس کے نیچے واقع کھٹاں اور اس کی شاخوں کو دیکھ رہا تھا۔ بجلی کے ہر کوندے پر سرف کھٹیاں ہی نہیں بلکہ روشن ستارے بھی غائب ہو جاتے لیکن جیسے ہی کوندہ اٹھم ہوتا دیکھتے ہی پھر انھیں جگموں پر نمودار ہو جاتے جیسے کسی سدھے ہوئے ہاتھ نے بکھیر دیے ہوں۔

"تو مجھے پریشانی کس چیز کی ہے؟" لیون نے اپنے آپ سے کہا اور پہلے ہی سے اس نے محسوس کر لیا کہ اس کے شک کا کل اس کے دل میں موجود ہے حالانکہ ابھی تک وہ اسے جانتا نہیں۔

"ہاں" الو میت کا ایک صریحی بلاشبہ منظر۔ یہ ہیں نیکی کے قوانین جو دنیا پر انکشاف کے طور سے عیاں ہوئے ہیں اور جنہیں میں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں اور جن کے عرفان میں میں یہ نہیں کہ دو سرے لوگوں کے ساتھ دین داروں کے اس معاشرے سے خود کو متھ کر لیتا ہوں جسے کیسا کہا جاتا ہے بلکہ خواہی خواہی اس سے متحد ہوں۔ لیکن پھر یہودی مسلمان گو تک فوزی کے پیرو بودہ مت والے۔ وہ کیا ہیں؟" اس نے خود سے وہ سوال کیا جو اسے خطرناک بھی لگتا تھا۔

"یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہ دسیوں کروڑ لوگ اس بلند ترین برکت سے محروم ہیں جس کے بغیر زندگی کے کوئی معنی نہیں ہیں؟" اس نے سوچا لیکن فوراً ہی خود کو سنبھال لیا "لیکن میں سوال کس چیز کے بارے میں کر رہا

ہوں؟" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "میں ساری انسانیت کے سارے مختلف مذہبوں کے الو میت سے رشتے کے بارے میں سوال کر رہا ہوں۔ میں ان سارے کمرے سے بھرے دھبوں سمیت ساری دنیا کے لئے خدا کی عام نمود کے بارے میں سوال کر رہا ہوں۔ یہ میں کر رہا ہوں؟ مجھ پر ذاتی طور سے 'میرے دل پر اس بلاشبہ علم کا انکشاف ہو چکا ہے جو عقل سے نہیں حاصل کیا جاسکتا اور میں بہت دھری کے ساتھ چاہتا ہوں کہ اس علم کا اظہار عقل سے اور الفاظ کے ذریعے کروں۔

"یہ یاد واقعی میں نہیں جانتا کہ ستارے نہیں چلتے؟" اس نے ایک روشن سیارے کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا جس نے ہجوج کے ایک بڑی سب سے اونچی شاخ کے اوپر اپنا محل وقوع بدل لیا تھا۔ "لیکن میں ستاروں کو حرکت کرتے دیکھ کر زمین کی گردش کا تصور نہیں کر سکتا اور میرا یہ کہنا ہے کہ ستارے حرکت کرتے ہیں۔

"اور اگر علم میت کے پرانے ماہرین نے زمین کی ساری عجیبہ اور مختلف النوع گردش کو بھی پیش نظر رکھا ہو تا تو کیا وہ واقعی کچھ بھی سمجھ سکتے تھے اور حساب لگا سکتے تھے؟ انہوں نے اجرام فلکی کے فاصلوں، وزن و حجم، حرکات اور غفل کے بارے میں جتنے بھی حیرت انگیز نتائج اخذ کئے ہیں ان کی بنیاد حرکت نہ کرنے والی زمین کے گرد ستاروں کی نظر آنے والی حرکت پر 'اسی حرکت پر ہے جو اس وقت میرے سامنے ہے اور جو صدیوں سے گردش لوگوں کے لئے ایسی ہی رہی ہے اور ہمیشہ ایک ہی سی رہے گی اور ہمیشہ اس کو پرکھا جاسکتا ہے۔ جیسے ماہرین علم میت کے نتائج اگر ایک اونٹن اور ایک افق کے تناسب سے نظر آنے والے آسمان کے مشاہدے پر مبنی نہ ہوتے تو لا حاصل اور بے عمل ہوتے بالکل اسی طرح میرے مشاہدے بھی لا حاصل اور بے عمل ہوتے اگر ان کی وضاحت کی اس سمجھ پر نہ ہوتی جو سب کے لئے ہمیشہ ایک ہی جیسی تھی اور رہے گی اور جس کا انکشاف میرے لئے عیسائیت نے کیا ہے اور جس کو میرے دل میں ہمیشہ پرکھا جاسکتا ہے۔ دو سرے مذہبوں اور الو میت سے ان کے رشتے کے بارے میں سوال کو حل کرنے کا حق اور امکان مجھے نہیں حاصل ہے۔"

"تم ابھی تک گئے نہیں؟" اچانک کیٹی کی آواز سنائی دی جو اسی راستے سے ڈرائنگ روم میں جا رہی تھی۔ "کیا تم کسی بات سے پریشان ہو؟" اس نے تاروں کی روشنی میں لیون کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

لیون لیون کا چہرہ اگر بجلی کے کوندے سے پھر روشن نہ ہو گیا ہو تا تو اسے نظری نہ آتا۔ بجلی کے کوندے میں پوری صورت اس کو نظر آتی اور یہ دیکھ کر کہ وہ بر سکون اور خوش ہے، کیٹی مسکرائی۔

"وہ سمجھ میں ہے" لیون نے سوچا "وہ جانتی ہے کہ میں کس چیز کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ تاہاں اسے کہ نہیں؟" ہاں 'میں اسے بتا دیتا ہوں' لیکن وہ بات شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ اسی وقت کیٹی بھی بول پڑی۔ "کو مستیا، سنو! اگر زمانہ پانی کر کے" اس نے کہا "کوئے والے کمرے میں چلے جاؤ اور دیکھو کہ سرگئی ایو انوچ کے لئے سب انتظام ٹھیک ہو گیا کہ نہیں۔ میرا جانا ٹھیک نہیں ہو گا۔ وہاں ہی سہی رکھ دی گئی کہ نہیں؟"

"چھا میں ضرور چلا جاؤں گا" لیون نے سیدھے ہو کر اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں" تادیب کی کوئی ضرورت نہیں "اس نے کیٹی کو آگے آگے جاتے دیکھ کر سوچا۔" اس سرسراہٹ کی ضرورت صرف مجھے ہے، میرے لئے اہم ہے اور الفاظ میں اس کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔



اس نے جذبے نے مجھے اس طرح تو نہیں بدلا، ویسی خوشی نہیں دی، ہر چیز کو روشن نہیں کر دیا جیسے کہ میں خواب دیکھا کرتا تھا۔۔۔ ویسے ہی جیسے بیٹے کے لئے میرے جذبات کا معاملہ تھا۔ اس میں بھی کوئی عجوبہ نہ ہوا۔ اور اعتقاد۔۔۔ بے دینی۔۔۔ میں نہیں جانتا کیا ہے، لیکن یہ جذبہ بھی اسی طرح درد اور کرب سے پیدا ہوا ہے اور میرے دل میں محکم طور پر جا گزیں ہو گیا ہے۔

”میں ایوان کو چوان پر اسی طرح فصرہ کروں گا“ اسی طرح بحث کروں گا“ بے موقع اپنے خیالات کا اظہار کروں گا“ میرے دل کے مقدس ترین نماں خانے اور دوسروں بلکہ میری بیوی کے درمیان اسی طرح دیوار حائل رہے گی“ اسی طرح میں اپنے خوف اور اندیشوں کا قصور وار اسے ٹھہراؤں گا اور اس پر پچھتاؤں گا“ اسی طرح عقل سے کبھی نہ سمجھوں گا کہ کس لئے دعا مانگ رہا ہوں اور دعا مانگوں گا۔۔۔ لیکن اب میری زندگی، پوری زندگی، بلا لحاظ اس کے کہ میرے ساتھ کیا ہو سکتا ہے“ اس کا ہر منٹ“ نہ صرف یہ کہ بے معنی نہیں ہے جیسے کہ پہلے تھی بلکہ نیکی کا ناقابل شک مفہوم رکھتی ہے جس کا حامل اسے بنانا میرے اختیار میں ہے!“

خاتمہ!

